مُترادِفاتُ القرآن

تالیف

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ

مکتبۃ السلام سٹریٹ نمبر ۲۰ وسن پورہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: مترادفات القرآن مع الفروق اللغویۃ

مصنف: مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ

طبع دہم: مئی 2009ء

تعداد: 1100

زیر سرپرستی: ڈاکٹر حبیب الرحمان کیلانی

زیر اہتمام: پروفیسر نجیب الرحمان کیلانی فون: 7844157

ناشر: ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمان کیلانی ۔ انجینئر حافظ عتیق الرحمان کیلانی

مطبع: انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور

قیمت: 450 روپے

ناشر: **مکتبۃ السلام** سٹریٹ نمبر 20، وسن پورہ لاہور

فون: 7844157-7280943

ڈسٹری بیوٹر

ہیڈ آفس و مرکزی شوروم: 36- لوئر مال سیکرٹریٹ سٹاپ لاہور

فون: 711 1023 , 711 0081 , 723 2400 , 724 0024 فیکس: 735 4072

E-mail: darussalampk@hotmail.com Website: www.dar-us-salam.com

شوروم اردو بازار: اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 712 0054 فیکس: 732 0703

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

سببِ تالیف:

مجھے خوب یاد ہے کہ بچپن میں جب میں چوتھی پانچویں جماعت سکول میں پڑھتا تھا تو میرے والد مرحوم مجھے رات کو ترجمہ قرآن کریم اور عربی گرامر کے ابتدائی قواعد بھی پڑھایا کرتے تھے۔ اس طرح بچپن ہی میں ایک بار ترجمہ ختم کیا۔ بڑا ہوا تو از سرِ نو قرآن کریم کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ قرآن کریم کے بہت سے الفاظ کا اردو زبان میں صرف ایک ہی لفظ سے ترجمہ کر لیا جاتا ہے، مثلاً خوف، خشیۃ، حذر، وجل، وجس، تقویٰ اور رھب وغیرہ سب الفاظ کا ترجمہ "ڈرنا" ہی لکھا جاتا ہے۔ طبیعت میں جستجو کا ذوق تو تھا ہی، میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ قرآن کریم کے ایسے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے؟ لیکن بسا اوقات مایوسی ہی ہوئی۔ پھر میں نے علماء کی طرف رجوع کیا تو مجھے حیرانی ہوئی کہ اس سلسلہ میں اکثر علماء کا ذہن بالکل صاف ہے۔ اور انہوں نے یہ فرق معلوم کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں فرمائی۔ تھوڑے ہی ایسے حضرات دیکھے جو اس پہلو پر بھی توجہ فرماتے ہیں۔ ایسے قلیل حضرات میں سے مولانا عزیز زبیدی صاحب پہلے شخص ہیں جن سے میں نے استفادہ کیا۔ تاہم اصل مسئلہ لاینحل ہی رہا۔

پھر میں نے مختلف کتبِ لغت کا مطالعہ شروع کیا۔ کچھ کتابیں ایسی تو مل گئیں جن میں عربی زبان کے مترادف الفاظ کو یکجا کر دیا گیا ہے مگر ان کا ذیلی فرق بتلانے کی شاید ضرورت ہی نہ سمجھی گئی۔ اس سلسلہ میں پہلی کتاب، جس سے مجھے کچھ امید کی کرن نظر آئی وہ مفردات امام راغب ہے۔ امام موصوف نے اس کتاب میں بعض مقامات پر ایسے اشارات دیے ہیں جو اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر چونکہ امام موصوف کا اصل موضوع قرآن کریم کے مفرد مادوں کے معانی پر بحث کرنا تھا، اس کا ذیلی فرق بتلانا نہیں تھا۔ اس لیے اصل مسئلہ کے بہت سے پہلو تشنہ کے تشنہ ہی رہے۔ امام موصوف نے اس کتاب کے مقدمہ میں خود ہی لکھ دیا تھا کہ:

"ان شاء اللہ بشرطِ زندگی، اس کے بعد ایک ایسی جامع کتاب کی پیشکش کا ارادہ رکھتے ہیں جس میں الفاظ مترادف کی تحقیق اور ان کے معانی میں جو فرق پایا جاتا ہے اسے بالوضاحت بیان کیا جائے گا۔ جس سے قرآن مجید کے ایک ہی مضمون میں استعمال کردہ مختلف الفاظ، مثلاً ایک جگہ

قَلْبٌ دوسرے موقع پر فُؤَادٌ اور تیسرے مقام پر صَدْرٌ کا لفظ استعمال کرنے میں کیا مصلحت ہے۔ کی توجیہ معلوم ہو سکے۔ اسی طرح وہاں ہم یہ بتلائیں گے کہ ایک ہی قصہ کے خاتمہ پر قرآن مجید میں ایک جگہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۱۶/۷۹) اور دوسرے مقام پر لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (۳/۲۱) اور تیسرے پر لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (۳/۴۴) اور کہیں لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ مذکور ہے تو اس میں کونسی لطافت پائی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس قرآن میں لِاُولِی الْاَبْصَارِ، لِذِیْ حِجْرٍ اور لِاُولِی النُّهٰى وغیرہ جو مختلف مقامات پر استعمال ہوئے ہیں اور انہیں دیکھ کر سطحی اور ظاہر بین حضرات غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور وُہ انہیں مترادف الفاظ قرار دے کر بزعم خود سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کی تفسیر اَلشُّكْرُ لِلّٰهِ" یا لَا رَیْبَ کی تفسیر لَا شَكَّ سے بیان کر کے بس قرآن مجید کی تفسیر کا پُورا پورا حق ادا کر دیا۔"

مفردات کے بعد امام موصوف نے ایسی پیشکش کی تھی یا نہیں، یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن جستجو کے باوجود مجھے کم از کم کسی ایسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔ اور اگر مل بھی جاتی تو اس سے صرف عربی دان حضرات اور علماء ہی فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اور میں یہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہیے جس سے اُردو دان حضرات بھی مستفید ہو سکیں۔ لہٰذا میں نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود ایسی کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کر لیا۔

مثل مشہور ہے کہ "جوئندہ یابندہ باشد" سے تو مجھے بھی آہستہ آہستہ کچھ ایسی کتب مل گئیں جس سے یہ مشکل آسان ہوتی گئی۔ اس سلسلہ میں دوسری کتاب ابومنصور عبدالملک بن محمد الثعالبی کی تصنیف "فقہ اللغۃ" ہے۔ اس کتاب سے بھی بس اشارات ہی ملتے ہیں۔ مثلاً وُہ ایک "فصل فی السُّقُوط" قائم کر کے اس کے تحت پانچ جملے لکھ دیتے ہیں (۱) ذبر اناب البعیر (۲) ھوی النجم (۳) انقض الجدار (۴) خَرَّ السقف اور (۵) طاح الفنس۔ اب دیکھیے کہ ان پانچ جملوں میں سے پہلے اور آخری جملے کا قرآن کی لغت سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے، تیسرے اور چوتھے جملے سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ستارے کے گرنے کے لیے ھَوٰی، دیوار کے گرنے کے لیے اِنْقَضَّ اور چھت کے گرنے کے لیے خَرَّ کا لفظ استعمال ہو گا۔ ان کے ذیلی فرق کی وضاحت یہاں بھی نہیں ملتی۔

تیسری کتاب جو اس سلسلہ میں مفید ثابت ہوئی وُہ ابو ہلال عسکری کی تصنیف "الفروق اللغویۃ" ہے۔ یہ صاحب مترادف الفاظ کا ذیلی فرق تو بیان کرتے ہیں مگر صرف دو الفاظ میں یا زیادہ سے زیادہ بعض دفعہ تین الفاظ میں۔ مثلاً وُہ خَوْف اور خَشْیَة کا فرق الگ بتلائیں گے۔ خَوْف اور رَھْبَة کا الگ، خَشْیَة اور شَفَقَة کا الگ۔ اور تَخْوِیْف اور اِنْذَار کا الگ۔ لیکن جب ان سب الفاظ کو اکٹھا پیش کر کے ان کا ذیلی فرق بتلانا پڑے تو خاصی الجھن پیش آتی ہے۔ تاہم اس کتاب سے بھی میں نے معتد بہ استفادہ کیا ہے یہ کتاب بھی نہایت مختصر ہے۔ جملہ قرآنی مادوں اور ان کے معانی کو محیط نہیں۔

مادہ کے بنیادی معنی — قدیم اور جدید رجحان

جو تھی کتاب جس سے میں نے بنیادی راہنمائی حاصل کی وُہ دورِ جدید کی کتاب "متن اللغۃ" ہے۔ اس کتاب کی

نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ایک مادہ کے بنیادی معنی ایک کے بجائے دو یا تین (جیسی بھی صورت ہو) پیش کر دیتے ہیں۔ پہلے ادوار میں رجحان یہ رہا ہے کہ کسی عربی مادہ کا ایک بنیادی اور مرکزی معنی تلاش کر لیا جائے پھر اس کے تمام مشتقات کے معنوں میں بہ تکلف اور کھینچ تان کر بنیادی معنوں سے ربط قائم کیا جائے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض مادے ثلاثی مزید فیہ میں جا کر اپنے اصل معانی کو بالکل چھوڑ جاتے ہیں۔ مثلاً کَلَمَ کا معنی زخمی کرنا اور کَلَّمَ کے معنی بات چیت کرنا ہے۔ جَابَ (جوب) کے معنی تراشنا ہے جبکہ اَجَابَ کے معنی جواب دینا یا قبول کرنا ہے۔ عَذَبَ کے معنی پانی کا میٹھا اور خوشگوار ہونا ہے۔ اور عَذَّبَ کے معنی سخت سزا دینا ہے۔ قَنِعَ کے معنی قناعت کرنا یا تھوڑے حصہ پر مطمئن ہو جانا ہے۔ اور اَقْنَعَ کے معنی سر اٹھا کر سامنے دیکھنا اور نیچے نظر نہ کرنا ہے۔ غرض عربی لغت اور اسی طرح قرآن کریم میں بہت سے ایسے مادے موجود ہیں کہ وہ جب ثلاثی مزید فیہ کے ابواب میں جاتے ہیں تو اُن کا اصل معنی سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ اور یہ چیز بعض ابواب کے خواص سے تعلق رکھتی ہے جس کی مثالیں بیشمار ہیں۔

امام راغب بھی پہلے دور کا رجحان رکھتے تھے۔ مشتقات کے معنوں کا مادہ کے بنیادی معنی سے جو ربط وہ قائم کرتے ہیں وہ بسا اوقات پسندیدہ ہوتا ہے اور ان کی اس تعبیر سے طبیعت مسرور بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب اس میں خواہ مخواہ "تکلف پیدا کیا جائے تو طبیعت پر گراں بھی گزرتی ہے۔ چنانچہ "کَلَمْتُہٗ" کے معنی وہ لکھتے ہیں، "میں نے اسے زخم لگایا"، پھر کلم اور کلام میں یہ ربط پیدا کرتے ہیں کہ زبان کے زخم بھی تو ہاتھ کے زخموں سے کم نہیں ہوتے۔ حالانکہ کَلَمَ کے معنی ہی زخم لگانا ہیں اور کلام کے معنی زخم لگانا نہیں بلکہ بات چیت کرنا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ بات چیت صرف زخم ہی نہیں لگایا کرتی بلکہ بسا اوقات خوشگوار اور میٹھی بھی ہوتی ہے اور ایسے زخموں کا اندمال بھی کر دیتی ہے[عہ]

اسی طرح حَرَبَ کا معنی "کسی کا مال چھیننا" بیان کر کے اس کا محراب مسجد سے یوں تعلق قائم کرتے ہیں کہ "مسجد کے محراب کو یا تو محراب اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ شیطان اور خواہشاتِ نفسانی کے خلاف جنگ کرنے کی جگہ ہے۔ اور یا اس لیے کہ اس جگہ میں کھڑے ہو کر عبادت کرنے والے پر یہ حق ہے کہ وہ دنیوی کاروبار اور پریشان خیالیوں سے یکسو ہو جائے" (یعنی دنیوی کاروبار یا پریشان خیالیاں اس سے چھن جائیں) گویا یہ کام صرف محرابِ مسجد ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسجد سے باہر ان باتوں کا کچھ تعلق نہیں۔ نہ ہی مسجد سے باہر ان باتوں کی کچھ ضرورت ہوتی ہے۔ اب اس توجیہ میں جتنا وزن ہے وہ ظاہر ہے۔

امام راغب کے برعکس صاحب مقائیس اللغۃ جدید رجحان رکھتے ہیں۔ وہ قَلَّ کے بنیادی معنی ہی دو بتلاتے ہیں۔ (۱) تھوڑا ہونا (۲) بلند ہونا۔ جبکہ امام راغب قَلَّ کے بنیادی معنی صرف تھوڑا ہونا ہی بتلاتے ہیں اور جب اَقَلَّ کی باری آتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے، حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا (۷/۵۷)۔ تو اس کی توجیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ہوائیں چونکہ ان بھاری بادلوں کو حقیر اور ہلکا سمجھ کر اوپر اٹھا لیتی ہیں۔ لہذا اَقَلَّ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اَقَلَّ کا معنی اگر حقیر اور ہلکا بھی تصور کر لیا جائے تو اوپر اٹھانا کا مفہوم کیونکر ادا ہو سکتا ہے؟

عہ اسی طرح زخم بھی ہمیشہ دشمن ہی نہیں لگایا کرتا بعض اوقات ہمدرد طبیب بھی لگاتا ہے جو بڑے زخم کو ختم کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ لہذا ایسے مناسبت بیان کرنے کا مطلب بھی یہ ہے کہ [illegible]

مقائیس اللغۃ کی خوبی یہ ہے کہ وُہ ایک مادہ کے دو تین بنیادی معنٰی اس طرح پیش کردیتے ہیں کہ ذیلی فرق از خود سمجھ میں آجاتا ہے۔ مثلاً (ب ی ن) کے تحت اس کے تین بنیادی معنٰی لکھ دیتے ہیں۔ (۱) افتراق (۲) بُعد (۳) وضوح۔ اس سے خود بخود یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بَانَ کے معنی کسی چیز کا دوسری چیزوں سے الگ اور فاصلہ پر ہوکر واضح ہونا ہے۔ اسی طرح طَلَعَ کے معنی (۱) نمودار ہونا (۲) سامنے آنا۔ نَظَرَ کے معنی (۱) معائنہ (کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنا) اور (۲) تَاَمَّلَ الشّیَ کسی چیز کی انتظار۔ مہلت) ظُلْم کے معنی (۱) کسی چیز کو ناجائز طریقہ سے اس کے اصل مقام کے علاوہ دوسری جگہ رکھنا اور (۲) تاریکی جو روشنی اور نُوْر کی ضد ہے وغیرہ۔ بتلاتے ہیں۔ اس انداز سے معانی میں بہ تکلف ربط پیدا کرنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ اور معانی بھی واضح تر ہوکر سامنے آجاتے ہیں۔

یہ سب کتابیں بہرحال اپنے اپنے موضوع پر مفید ہیں۔ اور میں نے ان سے بھرپور استفادہ بھی کیا ہے۔ تاہم بہت سے مقامات پھر بھی باقی رہ گئے۔ کیونکہ میرا کام بہت زیادہ وِقتِ نظر اور لغوی تحقیق کا مقتضی تھا۔ لٰہذا دیگر بہت سی کتب لغت، تراجم اور تفاسیر سے بھی استفادہ کرنا پڑا۔

مراجع و مصادر اور علامات

اس کتاب کی تالیف میں مَیں نے حتی الامکان یہ کوشش کی ہے کہ کسی لفظ کے جو معنی بیان کیے جائیں۔ لغت کی کتاب کا حوالہ بھی ساتھ ہی درج کردیا جائے۔ اِلّا یہ کہ اس لفظ کے معنی اتنے معروف ہوں کہ حوالہ کی ضرورت ہی نہ ہو۔ مثلاً ذَھَب کے معنی "جانا"، اور خَرَجَ کے معنی "نکلنا" وغیرہ۔ لغت کی کتابوں کے لیے مخفّف حروف جو میں نے تجویز کیے ہیں۔ ان کی تفصیل نیچے درج ہے۔

آیات کا ترجمہ بھی میں نے اپنی طرف سے پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بالعموم تو آیات کا ترجمہ فتح محمّد جالندھری صاحب کا اختیار کیا۔ کیونکہ یہ بامحاورہ اور سلیس ہے۔ لیکن جہاں اردو محاورہ کی وجہ سے اصل لغوی معنی اوجھل ہوتے نظر آئے وہاں شبیر احمد عثمانیؒ کا ترجمہ پیش کردیا گیا ہے اور سامنے بریکٹ میں (عثمانیؒ) لکھ دیا گیا ہے۔ اور چند ایک مقامات پر مولانا مودودیؒ کا ترجمہ تفہیم القرآن سے بھی لکھا گیا ہے۔ اس ترتیب کے باوجود کچھ ایسے مواقع بھی پیش آئے جہاں محض لغوی معنٰی سمجھانے کی خاطر مجھے اپنی طرف سے چند الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا۔

آیات کے حوالہ جات کے لیے میں نے مرآۃ القرآن جو میرے حقیقی چچا حافظ عبدالحی صاحب کی تصنیف ہے، سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں کہیں کہیں ان کی لغوی تحقیق سے بھی فائدہ اٹھا کر ساتھ حوالہ درج کردیا ہے۔ مراجع و مصادر اور علامات کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مفردات امام راغب (عربی اُردو) کے لیے (مف)

۲۔ فقہ اللغۃ، از عبدالمالک بن محمّد ثعالبی (عربی۔عربی) کے لیے (ف ل یا فل) اس کے ساتھ صفحہ نمبر بھی درج ہے۔ کیونکہ یہ حروفِ تہجی کی ترتیب سے مدوّن نہیں۔

۳- الفروق اللغویہ۔ از ابوہلال عسکری (عربی۔عربی) (فق-ل)
۴- مقائیس اللغۃ کے لیے (عربی-عربی) (م-ل)
۵- منجد (عربی۔ اُردو) کے لیے (منجد)
۶- منتہی الارب (عربی- فارسی) کے لیے (م-ا)
۷- محیط المحیط عربی-عربی) کے لیے (محیط- یا م-م)
۸- مرآۃ القرآن (عربی۔ اُردو) کے لیے (م-ق)
۹- القاموس الجدید (اُردو- عربی) کے لیے (ق-ج)
۱۰- القاموس الجدید العصری (عربی- انگریزی) کے لیے (ق- ج)
۱۱- غریب القرآن (عربی) ابن قتیبہ (غ-ق)

علاوہ ازیں درج ذیل تراجم و تفاسیر زیر نظر رہے۔

۱۲- غریب القرآن تفسیر (عربی-عربی) کے لیے (غ- ق)
۱۳- تفہیم القرآن (عربی- اردو) کے لیے (ت-ق)
۱۴- فتح الحمید- مترجم و محشی- بیشتر آیات کا ترجمہ فتح محمد جالندھری ہی کا ہے۔
۱۵- تفسیر شبیر احمد عثمانی- (عثمانی)

——————— جدید عربی ادب اور تحریر میں ایک مفید علامت موجودہ دور میں رائج ہوئی ہے۔ جب کسی فعل کا ماضی اور مضارع لکھنا مقصود ہو تو اکثر اہل لغت ماضی تو درج کر دیتے ہیں مگر اختصار کی خاطر مضارع کا لفظ لکھنے کی بجائے ایک چھوٹی سی لکیر دے کر اس پر عین کی حرکت لکھ دیتے ہیں۔ کیونکہ تبدیلی صرف عین کلمہ کی حرکت میں ہوتی ہے۔ جیسے وہ ضَرَبَ يَضْرِبُ کو یوں لکھیں گے ضَرَبَ ـِ اور نَصَرَ يَنْصُرُ کو یوں نَصَرَ ـُ یہ طریق چونکہ اختصار کے لحاظ سے بہت مفید ہے اس لیے کہیں کہیں میں نے بھی یہ علامات استعمال کی ہیں۔

سورت اور آیات کے نمبروں کی علامات اور ضمیمہ جات میں استعمال ہونے والے الفاظ کے لیے علامات کی تفصیل فہرست ۲ درج کرنے سے پیشتر تفصیل سے لکھ دی گئی ہے۔

کتاب کی ترتیب و تدوین

اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں درج ذیل امور قابل ذکر ہیں۔

۱۔ عنوانات کی ترتیب : اس کتاب کا اصل موضوع اُردو الفاظ کے تحت قرآن میں مستعمل تمام مترادف الفاظ کا ذیلی فرق پیش کرنا ہے۔ لہٰذا عنوانات اُردو زبان کے حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ عربی زبان میں فعل اگر ثلاثی مجرد میں لازم ہو تو مزید فیہ میں جا کر متعدی بن جاتا ہے اور اگر ثلاثی مجرد میں متعدی ہو تو مزید فیہ میں متعدی المتعدی ہو جاتا ہے یا اس میں بعض دوسرے خواص پیدا ہو جاتے ہیں

سوائے باب انفعال کے کہ وہ لازم ہی ہوتا ہے۔ اب عربی لغت میں تو ایک ہی مادہ کے تحت لازم و متعدی سب معنی بیان کر دیے جاتے ہیں لیکن اردو میں لازم و متعدی کے لیے الفاظ ہی الگ الگ ہوتے ہیں جیسے پھرنا سے پھیرنا، پھسلنا سے پھسلانا۔ کٹنا سے کاٹنا۔ اب اگر حروف تہجی کا لحاظ رکھا جائے تو پھرنا کے بعد پھسلنا اور پھل وغیرہ عنوانات درج کرنے کے بعد "پھیرنا" کا ذکر آنا چاہیے۔ اور عربی مادہ کی تشریح کا تقاضا یہ ہے کہ پھرنا کے ساتھ ہی پھیرنا مذکور ہونا چاہیے۔ تشریح کی تکرار سے بچنے کی خاطر میں نے دوسری صورت اختیار کی ہے، یعنی ترتیب تہجی کو نظر انداز کرتے ہوئے پھرنا اور پھیرنا، کاٹنا اور کٹنا، پھسلانا اور پھسلنا وغیرہ کا ذکر اکٹھا کر دیا ہے۔ اگر مترادف الفاظ زیادہ ہیں تو دو الگ عنوانوں کے تحت اور اگر مترادفات کم ہیں تو ایک ہی لفظ کے تحت جیسے اتارنا اور اترنا ایک ہی عنوان کے درج کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح ان افعال مرکبہ کا معاملہ ہے جن میں پہلا لفظ اسم ہوتا ہے اور دوسرا اگر فعل لازم ہو تو مرکب فعل لازم بن جاتا ہے اور اگر متعدی ہو تو متعدی بن جاتا ہے۔ جیسے "آباد ہونا اور "آباد کرنا"۔ مذکورہ بالا وجہ کی بنیاد پر میں نے حروف تہجی کی ترتیب کو نظر انداز کرتے ہوئے آباد ہونا کا ذکر پہلے کر دیا ہے اور آباد کرنا کا بعد میں۔

۲- **اُردو عنوانات کا ذیلی فرق:** بعض دفعہ اردو عنوانات اتنے قریب المعنی ہوتے ہیں کہ ان میں ذیلی فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً بھاگنا اور دوڑنا میں یا ٹھہرنا اور رکنا، ٹھہرنا اور آباد ہونا میں۔ ایسے مقامات پر فرق کو حتی الامکان واضح کرنے کے علاوہ ایک جگہ پر دوسرے عنوان کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ بھی دیکھ لیا جائے۔

۳- **عربی مادوں کا تکرار:** یہ تو واضح ہے کہ بعض عربی الفاظ اتنا وسیع مفہوم رکھتے ہیں کہ ان کا اردو ترجمہ ایک دو الفاظ سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے خاصی تشریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً و-ع-ی کا معنی کسی چیز کو تھیلی میں بند کر کے تھیلی کا منہ بند کر دینا ہے۔ اب یہ لفظ بخل کرنا۔ حفاظت کرنا۔ یاد رکھنا سب عنوانات کے تحت آئے گا۔ اسی طرح (خ۔ ذ۔ ل) کا معنی کسی دوست آشنا کا مصیبت کے وقت اپنے دوست کا ساتھ چھوڑ جانا اور دھوکہ دے جانا ہے تو یہ لفظ دوست اور دھوکہ دینا دونوں عنوانات کے تحت درج ہے۔ اسی طرح زوج کا لفظ خاوند، بیوی، جوڑا، ساتھی اور مختلف، ان سب عنوانات کے تحت درج ہوگا۔ ایسے الفاظ کی کسی ایک مقام پر تشریح کر کے دوسرے مقامات پر اس کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

مترادفات کا ماحصل: ایک عنوان کے تحت اگر صرف دو یا تین مترادف الفاظ ہیں۔ اور تشریح یا معنی بیان کرنے میں ان کا ذیلی فرق واضح ہو گیا ہے تو آخر میں ماحصل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ لیکن اگر مترادفات دو یا تین سے زیادہ ہوں تو اس عنوان کے آخر میں الفاظ کے ذیلی فرق کا خلاصہ اور لب لباب، ماحصل کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے تاکہ ایک ہی نظر میں یہ فرق آنکھوں کے سامنے آجائے۔ چند ایک مقامات ایسے بھی آئے ہیں جہاں مترادفات تو صرف دو تین ہی ہیں لیکن لغوی تشریح سے بھی ذیلی فرق واضح نہیں ہوتا تو اسے بھی ماحصل میں واضح کر دیا گیا ہے۔

بعض عنوانات کے تحت قرآن کریم میں مستعمل مترادف الفاظ کثیر تعداد میں ہیں۔ مثلاً گرنا، گرانا کے لیے ۱۹ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ سامان کے لیے ۱۵ الفاظ، کم کرنا کے لیے ۱۳، ہلاک کرنا کے لیے ۱۲، کنارہ کے لیے

۱۳، مضبوط بنانا کے لیے ۱۲، زمین اور اس کی اقسام کے لیے ۲۱، آواز اور اس کی اقسام کے لیے ۲۰، ہونا کے لیے ۱۳، روکنا کے لیے ۱۵، ڈرنا کے لیے ۱۰، دوڑنا کے لیے ۱۱، چلنا کے لیے ۱۲، جھکنا کے لیے ۱۲، جماعت کے لیے ۱۴، بدلہ کے لیے ۱۲۔ خوش ہونا، اکٹھا کرنا۔ اٹھانا، دینا، دوست، سب کے لیے دس دس الفاظ ہیں۔ تو ان حالات میں ان تمام مترادفات کے ذیلی فرق کو واضح کرنا جتنا کٹھن کام ہو سکتا ہے اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں اور ما حصل پیش کرنے کی ضرورت اور اہمیت بھی سمجھ سکتے ہیں۔

۵۔ اضداد کا استعمال: اضداد کا بیان اس لحاظ سے بہت مفید ہوتا ہے کہ اگر ایک لفظ کا مفہوم ذہن میں ہو تو دوسرے کا مفہوم از خود ذہن میں آجاتا ہے۔ اسی لیے ذیلی فرق تبلانے والے اہل لغت ضد کا اکثر ذکر کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اضداد کا ذکر اکثر مقامات پر ہوا ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵:۲)

اب دیکھیے اس آیت میں بِرّ کے مقابلہ میں اِثم اور تقوٰی کے مقابلہ میں عُدْوَان کا لفظ آیا ہے۔ اب اگر کسی کے ذہن میں بِرّ اور تقوٰی کا مفہوم موجود ہے تو اِثم اور عُدْوَان کا پورا پورا مفہوم از خود اس کے ذہن میں آجائے گا اور اس کے برعکس بھی۔ اس لیے ہم نے جا بجا اضداد کا ذکر کرنے کے علاوہ ایک علیحدہ ضمیمہ (ضمیمہ ۳) بھی لغتِ اضداد کے عنوان سے کتاب کے آخر میں لگا دیا ہے اور یہ ضمیمہ تین حصوں میں منقسم ہے۔

۶۔ قرآنی آیات کا استعمال: قرآنی آیات کا استعمال صرف اس حد تک کیا گیا ہے جس حد تک مطلب کی وضاحت کے لیے ضروری تھا۔ اگر ایک آیت کے کسی ٹکڑے سے ہی مفہوم واضح ہو جاتا ہو تو اتنا ٹکڑا ہی درج کر دیا گیا ہے۔ اور اگر مطلب کی وضاحت کے لیے دو تین آیات کی ضرورت سمجھی یا متفرق مقامات سے مثالیں پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی تو حسب ضرورت انہیں درج کر دیا گیا ہے۔

۷۔ عربی مادے: بعض الفاظ کے عربی مادے تلاش کرنا بھی ٹیڑھی کھیر والا مسئلہ بن جاتا ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی درکنار، مشہور اہل لغت بھی بعض الفاظ کے مادوں میں اختلاف کر جاتے ہیں۔ اس مشکل کا حل میں نے یہ سوچا ہے کہ ایک تو اصل کتاب میں ایسے مشکل الفاظ کے مادے بریکٹوں میں درج کر دیے ہیں اور دوسرے ضمیمہ جات میں ایسے مشکل مادوں پر مشتمل ایک الگ لسٹ شامل کر دی ہے۔ یہ لسٹ ضمیمہ نمبر ۵ (متفرقات) کے ذیلی عنوان ۳ "چند مشکل مادے" میں درج ہے۔

ضمیمہ جات: مترادفات کا ذکر کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ بہت سے الفاظ خصوصاً اسماء معرفہ ایسے رہ جاتے ہیں جن کا مترادف تو ہو نہیں سکتا لیکن وہ تشریح طلب ضرور ہوتے ہیں۔ کتاب کی افادیت کو بڑھانے کی خاطر ایسے الفاظ کا آخر میں ضمیمہ جات کی شکل میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ ضمیمہ ۱ میں تمام اسمائے معرفہ مختلف عنوانات کے تحت درج کر دیے گئے ہیں۔ اس میں انبیاء و رسل، رجال اور اماکن وغیرہ کے علاوہ اسمائے اعداد بھی آگئے ہیں جو اسم معرفہ ہی کی قسم ہے۔ ضمیمہ ۲ میں اسمائے نکرہ متفرق عنوانات کے تحت تشریح کے ساتھ درج ہیں۔ ضمیمہ ۳ لغت اضداد پر مشتمل ہے۔ ضمیمہ ۴ میں ماضی یا مضارع میں عین کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے جو معانی میں فرق پڑ جاتا ہے اسے واضح کیا گیا ہے۔ ضمیمہ ۵ متفرقات پر مشتمل ہے اس

منفرع عنوانات کا فہرست میں بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

۹- فہارس: کتاب ہذا کی دو فہرستیں تیار کی گئی ہیں۔ فہرست ۱ اردو عنوانات بہ ترتیب حروف تہجی ہے۔ جس میں ہر عنوان کے ساتھ قرآن میں مستعمل مترادف الفاظ کا ذکر ہے اور یہی اصل فہرست ہے۔ اس فہرست میں ۲۷۰ عنوانات کے تحت بہ تکرار تقریباً ۱۲۰۰ عربی مادے زیر بحث آ گئے ہیں۔

فہرست ۲ میں قرآن میں مستعمل شدہ عربی زبان کے الفاظ اور مادوں کو حروف تہجی کی ترتیب سے تیار کیا گیا ہے اور یہ ذکر کر دیا گیا ہے کہ فلاں مادہ کون کون سے اردو عنوان کے تحت یا ضمیمہ میں درج ہے بایں ہمہ چند ایسے الفاظ رہ گئے جن کا نہ کوئی مترادف تھا، نہ وہ ضمیمہ جات میں درج ہو سکے مثلاً بَکَی بمعنی رونا یا اَثِمَ (تاثیما) بمعنی گناہ میں مبتلا کرنا، ایسے الفاظ کو بھی ہم نے اس فہرست میں درج کر دیا ہے اور اس کا معنی، سورت اور آیت کا نمبر دے کر ارد گرد بریکٹ لگا دی ہے۔ جیسے (بَکَی رونا ۵۸/۱۹) یا اَثِمَ ... تاثیما گناہ میں ڈالنا (۷۶/۲۴) ان درج شدہ نمبروں میں اوپر کا نمبر سورت کا ہے جو الدہر ہے اور نچلا نمبر آیت کا ہے۔ گویا یہ لفظ سورۂ دہر کی سولہویں آیت میں مذکور ہے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ایک مادہ جتنے بھی ابواب کے تحت قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ ان سب ابواب کا ذکر اس فہرست میں کر دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ فہرست قرآن کریم کی ایک مختصر اور جامع ڈکشنری کا کام دے سکتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں آپ کو عربی زبان کی وسعت کا علم ہوگا وہاں آپ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے بھی محظوظ ہو سکیں گے۔ فصاحت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے موزوں ترین کونسا لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور بلاغت یہ ہے کہ اپنا مافی الضمیر پورے کا پورا مختصر اور جامع الفاظ میں مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور اس میں کوئی بات مبہم نہ رہ جائے۔ مترادف الفاظ کا ذیلی فرق ذہن نشین کر لینے کے بعد آپ خود بھی یوں محسوس کرنے لگیں گے، گویا قرآن کے نئے معانی و مفہوم آپ کے ذہن میں اتر رہے ہیں اور آپ اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین پر جتنی کوشش اور محنت صرف ہوئی وہ تو میں ہی جانتا ہوں۔ اگر دل کی لگن اور خدمت قرآن کریم کا جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو شاید یہ کام سرانجام نہ پا سکتا۔ بہر حال یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے جس میں خطا، نسیان اور بھول سب باتوں کا امکان ہے۔ قارئین اور علماء حضرات سے التماس ہے کہ اگر وہ اس میں کچھ غلطی دیکھیں تو اسے بشریت کے تقاضا پر اور میری لاعلمی پر محمول کرتے ہوئے براہ کرم مجھے اس کی اطلاع دیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جا سکے اور اگر اس سے مستفید ہوں تو اسے اللہ کی مہربانی سمجھیں اور میرے حق میں دعائے خیر کر دیں۔ بس یہی اس محنت کا حقیقی صلہ ہو سکتا ہے۔

جن حضرات نے اس کام میں میرے ساتھ تعاون فرمایا میں ان کا بیحد ممنون ہوں بالخصوص حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی کا اور اپنے بیٹے حافظ شفیق الرحمٰن کا جنھوں نے قرآنی آیات کی آخری ریڈنگ کی ذمہ داری قبول کی۔ والسلام!

عبدالرحمٰن کیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع دوم

علمی حلقوں میں اس کتاب کی جس قدر پذیرائی ہوئی وہ میری توقعات سے بہت بڑھ کر ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ اس نے اپنے ایک عاجز بندے سے قرآن کریم کی یہ گرانقدر خدمت لے لی۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے لئے میں جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں کم ہے۔

اس کتاب پر مبارک باد کے لاتعداد خطوط موصول ہوئے۔ جن کی اشاعت ناممکن ہے۔ البتہ معروف علمی شخصیتوں کی طرف سے رسائل و جرائد میں جو تبصرے شائع ہوئے۔ ان میں سے چھ سات تبصرے اگلے صفحات میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ ان تبصروں کو من و عن شائع کیا جا رہا ہے الا یہ کہ کتاب کا نام' مصنف کا نام اور مکتبہ کا نام یا قیمت وغیرہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کو مزید مفید بنانے کے سلسلہ میں بھی دو تجاویز موصول ہوئیں۔ ایک یہ کہ اگرچہ اردو کے عنوانات حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ تاہم اگر ان کے صفحات نمبر بھی ساتھ درج کر دیئے جائیں تو بہت بہتر ہے چنانچہ اس دفعہ صفحات کے نمبر بھی عنوان کے ساتھ باریک قلم سے درج کر دیئے گئے ہیں۔ اور دوسری یہ کہ کسی نہ کسی ضمیمہ میں ثلاثی مزید فیہ کے افعال کے خواص بھی درج کر دیئے جاتے تو بہتر تھا۔ علاوہ ازیں میں خود بھی سمجھتا تھا کہ بعض عربی مادوں کی وضاحت مزید تشریح طلب ہے لیکن ایسے اضافے چونکہ خاصے محنت طلب ہیں لہٰذا سردست دوسرے ضروری کاموں کی وجہ سے ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرصت دی تو شاید اگلے ایڈیشن میں ایسے اضافے کر سکوں۔ والسلام۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج

عبدالرحمٰن کیلانی۔ دارالسلام وسن پورہ لاہور

رمضان المبارک 1415ھ مطابق فروری 1995ء

دیباچہ طبع سوم

محترم والد صاحب کی رحلت (18 دسمبر 1995ء) کے بعد ان کی بیش قیمت تصنیفات کی اہمیت مزید اجاگر ہو رہی ہے' قارئین کی طرف مسلسل یہ بھی اصرار تھا کہ ان کتب کی طباعت کا معیار بہتر بنایا جائے۔ بہر حال اللہ کی توفیق سے ہم نے سب کتب کو باری باری بہتر انداز میں طبع کرانے کا پروگرام بنایا ہے۔ مترادفات القرآن کو دیکھ کر آپ فیصلہ کریں گے کہ ہم کہاں تک اس پروگرام میں کامیاب ہوئے ہیں۔ محترم والد صاحب کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

نجیب الرحمٰن کیلانی

جامع مسجد الرحمٰن' شاہ فرید آباد' ملتان روڈ' لاہور فون: 5410756

۲/۳

مترادفات القرآن پر تبصرے

(۱)

ہفت روزہ تکبیر کراچی

20 اکتوبر 1994ء

مترادفات القرآن قرآن فہمی کے لئے ایک منفرد کاوش

قرآنِ کریم علم و معرفت کا ایک ایسا خزانہ ہے' جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اہلِ تحقیق صدیوں سے اس بحرِ ذخار میں غوطہ زنی کر کے علم کے موتی چنتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کے باوجود ہر دَور میں ایسے اصحابِ دانش سامنے آتے رہتے ہیں جو اللہ کی توفیق سے اپنی کاوشوں کا صلہ قرآن کے کسی نئے رخ سے متعارف ہونے اور دوسروں کو متعارف کرانے کی شکل میں پاتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ہمارے دَور کی ایسی ہی ایک شخصیت ہیں اور علمی حلقوں میں آپ کا نام محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ زیرِ نظر کتاب "مترادفات القرآن مع الفروق اللغویہ" تقریباً ایک اچھوتے موضوع پر ان کی اس تحقیق و جستجو کا ثمر ہے جس کا آغاز انہوں نے اپنی نوعمری میں کیا تھا۔ اس جدوجہد کی رُوداد انہوں نے خود اس طرح بیان کی ہے۔ "بڑا ہوا تو اس از سرِنو قرآن کریم کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا' میں نے دیکھا کہ قرآن کریم کے بہت سے الفاظ کا اردو زبان میں صرف ایک ہی لفظ سے ترجمہ کر لیا جاتا ہے' مثلاً خوف' خشیت' حذر' وجل' وجس' تقویٰ اور رھب وغیرہ' سب الفاظ کا ترجمہ ڈرنا ہی لکھا جاتا ہے۔ طبیعت میں جستجو کا ذوق تو تھا ہی' میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ قرآن کریم کے ایسے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے' لیکن بسا اوقات مایوسی ہی ہوئی' پھر میں نے علماء کی طرف رجوع کیا تو مجھے حیرانی ہوئی کہ اس سلسلے میں اکثر علماء کا ذہن بالکل صاف ہے اور انہوں نے یہ فرق معلوم کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں فرمائی۔"

مولانا مزید بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کتب لغت کو کھنگالنا شروع کیا' امام راغب کی مفردات' ثعالبی کی فقہ اللغہ' ابو ہلال عسکری کی "الفروق اللغویہ" اور دور جدید کی کتاب مقائیس اللغہ سے انہیں اپنے کام میں ایک حد تک مدد ملی' لیکن بہت سے مقامات پھر بھی باقی رہ گئے کیونکہ ان کا کام بہت زیادہ وقت نظر اور لغوی تحقیق کا مقتضی تھا لہٰذا دیگر بہت سی کتب لغت' تراجم اور تفاسیر سے بھی استفادہ کرنا پڑا۔"

اس طرح ایک طویل مدت کی ذاتی محنت، لگن اور جستجو کے نتیجے میں اردو زبان میں ایک ایسی کتاب وجود میں آ گئی، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے قطعی منفرد اور قرآن فہمی کے لیے غیر معمولی افادیت کی حامل ہے اور پورے دینی لٹریچر میں عربی سمیت کسی بھی زبان میں اس موضوع پر کوئی ایسی کتاب نہیں جسے اس کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔ اس کتاب کے ذریعے اب ایک عام اردو خواں بہ آسانی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ قرآن میں کسی ایک چیز کے لیے کتنے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور ان کے درمیان ذیلی فرق کیا ہے۔ مثلاً ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں قیامت کا ذکر کتنے مختلف ناموں سے کیا ہے تو اس کے لیے ہمیں کتاب کے گیارہویں صفحہ سے لے کر ۴۴ ویں صفحہ تک پھیلی ہوئی حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کردہ اردو الفاظ کی فہرست میں حرف "ق" کی شق میں قیامت کا لفظ تلاش کرنا ہو گا جو ۲۷ ویں صفحہ پر موجود ہے اور جس کا نمبر اس شق میں سولہواں ہے۔ یہاں لفظ قیامت کے سامنے ہمیں قیامت سمیت ۱۲ نام ملیں گے، جو سب کے سب قرآن میں قیامت کے لیے استعمال ہوئے ہیں، یعنی الساعۃ، یَومُ الدین، یَومُ الخروج، یَومُ الحساب، یَومُ الفصل، غاشیۃ، حاقۃ، صاخۃ، آزفۃ، قارعۃ اور طامۃ الکبریٰ۔ اب ناموں کے ذیلی فرق کو جاننے کے لیے ہمیں کتاب کے اندر صفحہ ۶۸۵ سے ۶۸۷ تک "ق" کی فصل میں لفظ قیامت کے تحت ان تمام ناموں کی تشریح قرآنی آیات کے حوالوں کے ساتھ ملے گی اور آخر میں "ماحصل" کے عنوان سے اس کا خلاصہ بھی مل جائے گا۔ اسی طرح دوسرے تمام الفاظ کا معاملہ ہے، مثلاً انسان کے لیے قرآن میں مختلف مقامات پر سات، اطاعت کے لیے آٹھ، بارش کے لیے نو، بدلہ کے لیے بارہ اور جماعت یا گروہ کے لیے ۱۴ الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ہر جگہ اس مخصوص لفظ کے استعمال کی اپنی حکمت ہے جو اس کے معانی کے ذیلی فرق کی نشاندہی سے واضح ہو جاتی ہے۔

اسے مثال سے یوں سمجھئے کہ آزمائش کے لیے قرآن میں کہیں امتحان، کہیں ابتلاء اور کہیں فتنہ استعمال کیا گیا ہے۔ مترادفات القرآن کے صفحہ ۸۰ تا ۸۲ پر قرآنی آیات میں ان تینوں الفاظ کے استعمال کی مثالیں دے کر ان کے فرق کو واضح کیا گیا ہے اور آخر میں "ماحصل" کے تحت اس کا خلاصہ یوں دیا گیا ہے ۔ ۱۔ ----- امتحان ----- اس امتحان میں سختی کے بجائے نرمی ہوتی ہے اور اس میں سابقہ تعلیم و تربیت کی آزمائش ہوتی ہے۔ ۲۔ بلاء اور ابتلاء ----- یہ آزمائش کی سخت قسم ہوتی ہے اور بالعموم ایسے واقعات سے ہوتی ہے جسے دوسرے بھی دیکھ سکیں یعنی حوادث زمانہ سے ہوتی ہے۔ ۳۔ فتنہ ----- بذات خود سخت مگر دل کشی سے ہوتی ہے یعنی بالعموم ایسی چیزوں سے ہوتی ہے جن سے انسان کا دلی لگاؤ ہو، دوسرے تو کیا بسا اوقات خود

مفتون کو بھی اس آزمائش کا پتہ نہیں چلتا ------ اس طرح بڑی خوبی سے قرآن میں استعمال ہونے والے تمام مترادف الفاظ کے ذیلی فرق کو واضح کر کے قرآن فہمی کی راہ ہموار کی گئی ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی خدمت قرآنی کی اس سعادت کے حصول پر انتہائی مبارک باد کے حقدار ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

اس کتاب کی تمام خوبیوں کا احاطہ تو اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں تاہم چند خصوصیات ایسی ہیں جن کا ذکر کئے بغیر یہ تعارف مکمل نہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ابتداء میں اردو الفاظ کی فہرست کا علاوہ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے' صفحہ ۳۵ سے ۶۶ تک عربی الفاظ اور مادوں (Roots) کی فہرست بھی اردو معنی کے ساتھ دے دی گئی ہے۔ اس طرح یہ قرآن کریم کی ایک ایسی مختصر اور جامع ڈکشنری بن گئی ہے جس سے عام اردو داں بھی عربی الفاظ کے مادہ کی تلاش کے قواعد سے ضروری واقفیت حاصل کر کے آسانی سے استفادہ کر سکتے ہیں' یہی نہیں بلکہ اگر عربی الفاظ کے ان روٹس کے (جن کی تعداد تقریباً ۱۸۰۰ بنتی ہے اور جن میں سے بیشتر اردو میں بھی مختلف شکلوں میں مستعمل ہیں) معنی ذہن نشین کر لیے جائیں اور ان سے اشتقاق کے اصولوں سے کچھ آگہی حاصل کر لی جائے تو قرآن کے بیشتر مقامات کو بڑی حد تک براہ راست سمجھنا آسان ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ کتاب کے آخر میں اسمائے معرفہ کے ضمیمہ کے طور پر انبیاء' فرشتوں' انسانوں' آسمانی کتابوں' مشرکین کے دیوی دیوتاؤں' مقامات' اقوام' مذاہب' فرقوں' عبادات اور شرعی اصطلاحوں کے لیے استعمال ہونے والے نام اور الفاظ جو قرآن میں آئے ہیں' مختصر تعارف' تاریخ اور پس منظر کے ساتھ درج کر دیئے گئے ہیں۔ اسمائے نکرہ کے ضمیمہ میں جانوروں' درختوں' پھلوں' سبزیوں' برتنوں اور ہتھیاروں وغیرہ کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ جامع تشریح کے ساتھ شامل ہیں۔

اس کے بعد تین ضمیمے لغت الاضداد' فہرست اضداد' چند جامع اسماء' غلط العام' چند مشتبہ الفاظ' مختلف الفاظ کے لغوی اور شرعی معنی کے فرق کی وضاحت' قرآن میں استعمال ہونے والے چند محاورات اور بعض مشکل مادوں کی نشاندہی پر مشتمل ہیں۔

(۲)

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور — تبصرہ نگار: نعیم صدیقی — جنوری ۱۹۹۴ء

قرآن کے متعلق علوم کے مختلف دائروں میں قرون اولیٰ سے لے کر اب تک کام ہوتے چلے

آ رہے ہیں۔ کچھ علوم تو خود قرآن ہی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے۔ ہمارے اسلاف نے تفسیری' لغوی' حرفی و نحوی لحاظ سے بھی' قواعد و فصاحت و بلاغت کے قرآنی معیارات کے متعلق بھی' معانی و مطالب کی تصریف و تکرار کے پہلو سے بھی' اور ترتیب و نظم کے بارہ میں بھی' نیز قرآن کے احکام اور ان کو احادیث کی توضیحات کے ساتھ پیش کرنے کے لحاظ سے بھی ایسی گراں بہا خدمات امت کے لیے اپنے علمی ترکے میں چھوڑی ہیں کہ دورِ حاضر کا معزز لفظ "تحقیق" شرمسار ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر اخلاف کو بھی تا ایں دم اللہ نے قرآن کی علمی خدمات کے لیے بڑی توفیق دی ہے۔ "مترادفات القرآن مع فروق اللغویہ" اس سلسلے کی تازہ ترین کتاب ہے' جو مسرت کے ساتھ ساتھ تحیّر تک لے جاتی ہے۔ اس دورِ فتنہ والحاد میں' اس زمانۂ فرنگ پرستی میں اللہ کا ایک فقیر منش بندہ ایک لمبے عرصے میں متذکرہ موضوع کے راستے پر خاموشی سے چلتا ہوا بہت سے موتی سمیٹ کے لایا ہے اور اب وہ ان موتیوں کو قدر شناسوں پر نچھاور کرکے خراجِ تحسین اور دعائے رحمت رب حاصل کر رہا ہے۔

یوں تو عمومی حد تک یہ مسئلہ ہر زبان میں پایا جاتا ہے کہ اس کے ہم معنی الفاظ (جو درحقیقت قریبُ المعنی ہوتے ہیں) کیا کیا ہیں' اور وہ بلحاظ معانی کیا فروق رکھتے ہیں۔ بعض اوقات یہ فرق بہت ہی لطیف اور عمیق نوعیت کا ہوتا ہے' لیکن عربی زبان اور خصوصاً قرآن کی استعمال کردہ عربی زبان میں جو بے شمار ہم معنی (قریب المعنی) الفاظ وارد ہوئے ہیں' ان کے متعلق یہ سوال بڑا اہم ہے کہ ان میں وجہ یکسانی اور وجہ تفاوت کیا ہے؟ کیونکہ قرآن کے صحیح ترجمہ و تفسیر کے لیے یہ جاننا لازم ہے۔ ایسی چند کتابیں عربی زبان میں تھیں' مگر ان سے پورا مدعا حاصل نہیں ہوتا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پاکستانی صاحبِ علم و ایمان نے اس موضوع پر نہایت جامع اور مفید تحقیقی کتاب کا تمغا اردو زبان کے سینے پر سجا دیا ہے۔ پیش لفظ پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیلانی صاحب نے اپنا سفر تجسس و تفکر کس طرح کیا ہے' نیز کتاب کے مندرجات کو سمجھنے کے لیے بہت اچھی کلیدی باتیں لکھی ہیں۔ بعض مترادف الفاظ' قرآن کریم میں بہ تعدادِ کثیر استعمال ہوئے ہیں' مثلاً: گرنا' گرانا کے لیے ۱۹ الفاظ' سامان کے لیے ۱۵ الفاظ' کم کرنا کے لیے ۱۳' ہلاک کرنے کے لیے ۱۳' کنارہ کے لیے ۱۳' زمین اور اس اقسام کے لیے ۲۱ —— کئی مزید مثالیں ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی نے قرآن کے انداز میں اضداد کے استعمال سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ مضمون کچھ عرصہ میرے ذہن میں بھی رہا کہ قرآن نے شروع سے آخر تک تقابلی انداز بیان

اختیار کیا ہے۔ نظریات' کرداروں' اصولوں' اعمال اور نتائج اعمال' قوموں اور گروہوں' جنگوں اور مظالم' احوال اور مناظر' خیر اور شر کے سلسلے میں اچھے اور برے نمونوں کو آمنے سامنے لا کر وہ اہلِ بصیرت کے سامنے متضاد امور بیان کرتا ہے' اور بالعموم دونوں طرف تقابلی انداز سے الفاظ ملا کر دو طرف فروق کو واضح کرتا ہے۔ مولانا کیلانی نے قرآن میں اضدادی الفاظ کے استعمالات سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ کتاب کا مرکزی خزانہ ۲ فہرستیں ہیں۔ ایک فہرست میں اردو عنوانات' بہ ترتیب حروفِ تہجی جمع کر کے ہر عنوان کے ساتھ قرآن میں مستعمل مترادف الفاظ کا ذکر ہے۔ اس میں ۳۷۷ عنوانات ہیں' جن کے تحت ۳۱۰۰ عربی مادے زیرِ بحث آئے ہیں۔ دوسری فہرست میں قرآن کے استعمال کردہ عربی زبان کے الفاظ اور مادوں کو حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ فلاں مادہ کون کون سے اردو عنوان کے تحت یا کسی ضمیمے میں درج ہے۔ جن الفاظ کا کوئی مترادف استعمال نہیں کیا گیا' ان کو بھی ہم نے سورۃ' آیت کا نمبر دے کر درج کر دیا ہے۔

مولف نے سچ کہا ہے کہ یہ کتاب قرآن کریم کی ایک مختصر اور جامع ڈکشنری کا کام دے سکتی ہے۔ فہرست اول میں سے دو مثالیں:

اوڑھنا (نمبر شمار ۴۵): اِستغشٰی' اِدّثر' اِزمّل۔

اونٹ: اِبل' بعیر' جمل' ہیم' رِکاب' ناقتہ' ضامِر' عِشار' بُدن' بحیرہ' وصیلۃ' سائبۃ' حام۔

"م" کے تحت ملانا : خلط' الحق' وصل' الّف' لبس' رکب' ضم' مشج' مزج' مرج' شاب' ضغث۔

دوسری فہرست سے ایک مثال:

پہلے ہی حرف عنوان "آ" کے نیچے عربی کے مادے اور محاورے۔

آباد ہونا' بسنا' رہنا' کے لیے عربی الفاظ سکن' تبوا' ثوی' بد ا' حضر' خلد' عاشر' غنی۔

اب آگے ان میں سے ان بنیادی الفاظ اور ان کے مشتقات (خصوصاً استعمالات) کی تشریح درج ہے۔ اور جن آیات میں کسی لفظ یا اس کے مشتق کا استعمال کیا گیا ہے' وہ آیت مع حوالہ لکھی گئی ہے۔

آخر میں "ماحصل" کے عنوان سے تمام متذکرہ الفاظ کا' ان کے استعمالات کی روشنی میں' وہ مخصوص مفہوم لکھا گیا ہے جو ایک دوسرے کے فرق و امتیاز کو واضح کرتا ہے۔

یہ باب ص ۶۷ سے ۹۰۴ تک چلتا ہے۔

پھر چند بہت مفید ضمیمے ہیں۔ ضمیمہ نمبر ۱ میں تمام اسمائے معرفہ (انبیاء ورسل، رجال، اماکن اور اسمائے اعداد اور اسمائے ضمیر، اسمائے اشارہ بھی) شامل ہیں۔ علاوہ ازیں عبادات اور شرعی اصطلاحات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ ضمیمہ نمبر ۲ میں اسمائے نکرہ (متنوع عنوانات کے تحت جانوروں، پرندوں، نباتات، اجزائے بدن، ہتھیار، برتن، کپڑے وغیرہ کے عربی الفاظ) بھی اردو تشریح کے ساتھ مندرج ہیں۔ ضمیمہ نمبر ۳ لغت اضداد پر مشتمل ہے۔ ایک دوسرے سے تضاد رکھنے والے الفاظ سے بھی ان کا مفہوم زیادہ آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔ ضمیمہ نمبر ۴ میں ایک بہت اہم ضرورت، اردو دان سرسری عربی شناسوں کے لیے اور عربی زبان کے طلبہ کے لیے پوری کر دی گئی ہے، یعنی ماضی یا مضارع میں حرف عین میں حرکت کی تبدیلی سے معانی میں جو فرق پڑ جاتا ہے اسے نمایاں کیا گیا ہے۔ ضمیمہ نمبر ۵ میں بعض متفرقات کا تذکرہ ہے۔ اگلے ضمیموں میں الفاظ کے اضداد، غلط العام اور خاص الفاظ پر گفتگو کی گئی ہے۔

ایک فقیر آدمی بیس پچیس برس ایک مبارک مقصد کے لیے پختہ عزم اور صبر و ثبات کے ساتھ چلتا رہا اور آج ایک گراں بہا حاصلِ سفر، اہل ذوق کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی نے اور بھی متعدد دینی کتابیں لکھی ہیں، لیکن ان کے اس تازہ کارنامے نے تو گویا ان کتابوں ہی کو نہیں، اپنے دور کے لکھنے والوں کے ہجوم کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ ان کی محنت قبول فرمائے اور ان کی کتاب کے قدردان پیدا کرے۔ (نعیم صدیقی)

(3)

ماہنامہ محدث لاہور

تبصرہ نگار: حافظ محمد اسحٰق زاہد

یہ کتاب قرآن کے مترادفات سے تعلق رکھتی ہے جن کا تعلق قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت سے ہے، سی طرح قرآن مجید انتہائی جامع الفاظ، اس کی کامل ترتیب اور بے بدل فصاحت و بلاغت...... اس کے اعجاز کا ہ پہلو ہے جس کے سامنے عرب و عجم کے تمام ادیب (نزول قرآن سے لے کر اب تک) بالکل عاجز دبے س رہے ہیں۔

قرآن مجید کی فصاحت کے بے شمار پہلو ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کے یک ایک لفظ کو ایسی جگہ پر وضع فرمایا جو اس کے لیے موزوں ترین ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ادیب اور ماہر لغت بھی جب اپنے کلام کو ترتیب دیتا ہے تو کئی

مرتبہ غور و خوض کر کے اس کے الفاظ میں رد و بدل کرتا ہے جب کہ قرآن مجید کا یہ عالم ہے کہ اس کے کسی ایک لفظ کو اگر اس کی اصل جگہ سے ہٹالیا جائے اور اس سے بہتر لفظ لانے کے لئے پورے عربی ادب کو بھی کھنگال ڈالا جائے تو اس کی جگہ کسی اور مناسب لفظ کے مل جانے کی امید رکھنا عبث ہے۔

"بلاغت" کی ایک جامع تعریف پر گو اہل لغۃ کا (بقول امام زرکشی) اتفاق نہیں ہے' لیکن اس کے جتنے بھی ممکنہ ارکان ہو سکتے ہیں وہ سب کے سب قرآن مجید میں بطریق اتم و احسن موجود ہیں' قرآن مجید میں مختلف چیزیں (مثلاً توحید و رسالت' تحلیل و تحریم' وعظ و نصیحت' وعدو وعید' اوامر و نواہی' سیرت و اخلاق' قصص اور غیب کی خبریں وغیرہ) انتہائی احسن اسلوب اور نظم و نسق کے ساتھ یوں سمو دی گئی ہیں کہ جہاں کہیں سے بھی تلاوت کی جائے' حلاوت ہی محسوس ہوتی ہے اور قرآن کی اثر انگیزی میں کسی کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' متفاوت چیزوں کو اتنے عمدہ اسلوب کے ساتھ یکجا کر دینا ہی دراصل بلاغت کی بنیادی خصوصیت ہے ......

اور وہ شے جس میں "بلاغت" کی تمام صفات جمع ہو سکتی ہوں' یہ ہے کہ تقریباً ایک ہی معنی پر دلالت کرنے والے مختلف الفاظ میں سے ہر ایک کو اس کے خاص اور موزوں ترین مقام پر اس طرح لانا کہ اگر اس کی جگہ پر اس کا کوئی اور ہم معنی لفظ لایا جائے تو یا تو معنی بگڑ جائے یا کلام کی وہ خوشنمائی باقی نہ رہے' جس پر "بلاغت" کا انحصار ہوتا ہے ..... اسی طرح کلام عرب میں بعض مترادف الفاظ اکثر لوگوں کے زعم میں قریب المعنی ہوتے ہیں' جیسے علم و معرفت' نعت و صفت' بلٰی و نعم اور مِنْ و عَنْ وغیرہ لیکن اہل لغۃ کے نزدیک معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ مترادف الفاظ میں سے ہر ایک میں ایسی کوئی نہ کوئی خصوصیت لازماً پائی جاتی ہے جو اس کے دوسرے مترادف لفظ میں نہیں پائی جاتی۔

قرآن مجید میں ایسے کتنے اور کونسے مترادف الفاظ ہیں جو بظاہر قریب المعنی لیکن اپنی اپنی مقررہ جگہ پر وہ الگ الگ خاصیت کے حامل ہیں؟

اردو زبان کے کسی بھی عنوان کے تحت قرآن مجید میں کتنے اور کونسے الفاظ کہاں کہاں آئے ہیں؟ اور ہر جگہ پر ان الفاظ میں سے ہر ایک کی حسب موقع کیا مناسبت ہے؟ اور ان سب میں ذیلی فروق کیا ہیں؟ مزید برآں زبان کا کوئی مادہ قرآن مجید میں کہاں اور کیسے استعمال ہوا ہے؟ اور اسی طرح کے دیگر کئی سوالوں کے جوابات ہی دراصل زیر تبصرہ کتاب کے موضوعات ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں' ان کی دسیوں علمی' تحقیقی اور گرانقدر کتب ہی ان کا مکمل تعارف ہیں' موصوف جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں' زیر تبصرہ کتاب بھی ان کی قرآن مجید سے گہری وابستگی' الفاظ و معانی اور علوم و معارف قرآنی کے بارے میں ان کے نہایت عمیق مطالعے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس کتاب کی اہمیت اور عالی مرتبت ہونے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ اس کا اولین مقصد کتاب اللہ کی تفہیم ہے اور یہ بلاواسطہ الفاظ قرآن پر بحث کرتی ہے اگر اس موضوع کا جائزہ لیا جائے جو اس کتاب کا عنوان ہے تو یہ حقیقت آشکارہ ہوتی ہے کہ قرآنی علمی ذخائر میں سے تاحال جو کتابی صورت

میں موجود ہیں، کوئی بھی ایسی کتاب (حتیٰ کہ عربی زبان میں بھی) اس طرز پر دستیاب نہیں جو اس طور پر الفاظ قرآنی کی وضاحت کرے، لہٰذا مصنفؒ کی اس سلسلے میں کاوش قابل صد تعریف ہے کہ اتنے دقیق ترین موضوع پر قلم اٹھا کر جہاں قرآن مجید کے اس پہلو کو بھی تشنہ تکمیل نہیں رہنے دیا وہاں بالکل ایک جدید طرز پر اپنی تحقیق پیش کی ہے اور ان سب خصوصیات پر یہ بات حاوی ہے کہ موضوع میں اتنی دقت وجدت کے باوصف انداز بیان اس قدر سادہ اور دل نشین ہے کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس سے بجا طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کتاب کا اصل موضوع بقول مصنف "اردو الفاظ کے تحت قرآن میں مستعمل تمام مترادف الفاظ کا ذیلی فرق پیش کرنا" ہے، عنوانات' اردو زبان کے حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیئے گئے ہیں، مصنف کا طریقہ کار یہ ہے کہ کسی اردو لفظ مثلاً "سامان" کا عنوان قائم کرنے کے بعد اس کے لئے جتنے الفاظ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں، انہیں پہلے اجمالاً بیان کرتے ہیں جیسے:

عرض، متاع، اَثَاث، رَحل، وِعاء، جَهَاز، زَادَ، اَسْلِحَة، عُدَّة، نَعْمَة، رِيْش، بِضَاعَة، مَاعُوْن، جِذْر اور مَعَايِش)

پھر ان میں سے ہر ایک کا قرآن مجید میں جو محل و مقام ہے، اسے ذکر کرتے ہیں اور اس مقام سے مناسبت رکھنے والا معنی واضح کرتے ہیں، پھر آخر میں لب لباب یا خلاصے میں تمام الفاظ کے درمیان ذیلی فروق بیان کرتے ہیں۔

اس کتاب کے فائدے کا عملی طور پر جائزہ لینے کے لئے راقم الحروف نے "سورۃ نٓ والقلم" کا انتخاب کیا، چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ "لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ" پر خواہش ہوئی کہ اردو کے عنوان "کاٹنا" کے لئے جو بھی مترادف الفاظ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں، انہیں معلوم کیا جائے، چنانچہ معلوم ہوا کہ اس عنوان کے تحت قرآن مجید میں دس الفاظ آئے ہیں (حصد، صرم، قطّع، قطع، بتر، بتک، عض، خصد جز اور عقر) مصنف ان الفاظ کے قرآن مجید میں جو مقامات ہیں، درج کرنے کے بعد "ماحصل" میں لکھتے ہیں:

(۱) "حصد" پکی ہوئی کھیتی درانتی سے کاٹنا، (۲) "صرم" تیز دھار آلہ سے پھلوں کے گچھے کاٹنا، (۳) "قطع" کسی بھی چیز کو کاٹ کر جدا کرنا (۴) "قطّع" کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، (۵) "بتر" جانور کی دم کاٹنا، مقطوع النسل ہونا (۶) "بتک" کان وغیرہ کاٹنا یا چیرنا (۷) "عض" دانتوں سے کاٹنا (۸) "خصد" درخت کے کانٹے کاٹنا اور صاف کرنا (۹) "جز" کسی سخت چیز کو کاٹ کر ٹکڑے کر دینا (۱۰) "عقر" کاٹ کر کاری زخم لگانا۔

پھر میں نے فرمان الٰہی "حَرْدٍ قادرین" کے بارے میں جاننا چاہا کہ حَرْدٍ کا مادہ نکال کر اردو عنوان "غصہ" معلوم کیا، جس کے تحت میری معلومات میں اضافہ ہوا کہ اس کے لئے قرآن مجید میں چار الفاظ سخط، غیظ، غضب حَرْدٍ استعمال ہوئے ہیں۔

گویا اس کتاب سے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں' ایک تو یہ ہے کہ اگر آپ کو اردو عنوان کے تحت قرآن مجید میں کئی مستعمل مترادف الفاظ مطلوب ہیں تو بڑی آسانی سے آپ اپنے مطلوب تک پہنچ سکتے ہیں دوسرا یہ ہے کہ اگر آپ کو قرآن کے کسی لفظ کے معنی معلوم نہ ہوں تو آپ اس کے معنی معلوم کر کے پھر اس کے لئے وارد ہونے والے قرآن مجید کے مترادف الفاظ بھی جان سکتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں مصنف نے پانچ اہم ضمیموں کا اضافہ کر کے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں' وہ پانچ ضمیمے اس طرح ہیں:

(۱) اسماء معرفہ' اس میں ۱۴ عنونات کے تحت اسماء معرفہ کو تفصیلاً ذکر کر دیا گیا ہے۔

(۲) اسماء نکرہ: اس میں ۷ عنوانات قائم کر کے انتہائی قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

(۳) ذوالاضداد

(۴) افعال کے عین کلمہ کی حرکت یا مصدر میں فرق سے معانی میں تبدیلی۔

(۵) متفرقات' اس ضمیمے میں جامع اسماء' غلط العام' مشتبہ الفاظ' چند محاورات اور چند مشکل مادوں وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔

بہرحال یہ کتاب اپنے موضوع پر اردو زبان میں پہلی اور نہایت جامع مانع کتاب ہے۔

محترم کی ہر بات مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ باحوالہ بھی ہے' الفاظ کے مابین جملہ فروق کے ضمن میں ہر فرق کے ساتھ حوالہ بھی دیا گیا ہے' انہیں خصوصیات کی وجہ سے اس تصنیف کا ہر گھر' ہر لائبریری' ہر مدرسے اور ہر تحقیقی مرکز میں ہونا لازمی ہے۔

اللہ جل شانہ مصنف کی اس خدمت جلیلہ کو قبول فرمائے اور اسے ان کے لئے آخرت میں باعث نجات اور بلندی درجات بنائے' آمین ثم آمین۔

حافظ محمد اسحٰق زاہد

(۴)

ہفت روزہ الاعتصام لاہور تبصرہ نگار علیم ناصری ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء

تفاسیر کا مطالعہ کیا اور ایک طویل کاوش اور دیدہ ریزی کے بعد اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین میں اردو الفاظ کو بنیاد بنایا گیا ہے اور ان کو حروف تہجی کے تحت ترتیب دے کر ہر لفظ کے عربی متبادل الفاظ کے مفاہیم شرح و بسط سے بیان کر دیئے ہیں۔ افسوس ہے کہ پرچے کی تنگ دامانی کے باعث مثالیں درج نہیں کی جا سکتیں۔ بس اتنا کہنا کافی ہے کہ "آباد ہونا یا رہنا" کے لیے عربی الفاظ سَکَنَ، تَبَوَّءَ، ثَوٰی، ھَلَا، حَضَرَ، خَلَدَ، عَاشَرَ، اور غنی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مولانا موصوف نے ان سب کے معانی اور شرح میں اس کے استعمال کی وجہ بیان کی ہے جس سے قاری پر واضح ہو جاتا ہے کہ جس مقام پر وہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں اسی کی ضرورت تھی۔ اگرچہ اردو میں اس کے لیے آباد ہونا یا رہنا ہی ترجمہ ہو گا۔ اس طرح یہ سلسلہ الف سے ی تک چلا گیا ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے محض مترادفات کی لغت ہی نہیں بلکہ ایک انسائیکلوپیڈیا ہے جو الفاظ کے مطالب و معانی پر ہمہ جہتی روشنی ڈالتا ہے۔ لغت کا یہ سلسلہ الف سے ی تک ۳۰۴ صفحات پر محیط ہے۔ اس کے بعد ضمیمہ جات ہیں جن میں پہلے انبیائے کرام کے مختصر حالات ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ اس کے بعد فرشتے، کتب سماویہ، اسمائے ابرار، اسمائے اشرار و کفار، معبودان باطل، ملک شہر اور علاقے، پہاڑ، وادیاں اور اماکن،

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی اسلامی اور دینی ادب کے پرانے اور پختہ کار قلم کار ہیں۔ ان کی بیشتر تالیفات اہل علم و بصیرت سے خراج تحسین پا چکی ہیں۔ ان کے محققانہ مقالات اکثر اخبارات و جرائد کی زینت بنتے ہیں۔ اور ہمیں فخر ہے کہ ہمارے یہ بھائی قومی سطح کے اہلِ قلم میں شمار ہوتے ہیں۔ یوں تو وہ عموماً معاشرت، معیشت، عقائد اور دینی مسائل پر تحقیق و تنقید اور فکر و نظر پر قلم اٹھاتے ہیں مگر زیرِ نظر کتاب میں انہوں نے قواعد و لغت پر دادِ تحقیق دی ہے۔ قرآن مجید میں استعمال شدہ مترادف الفاظ جو مختلف مقامات پر استعمال ہوئے ہیں مگر ہمارے ہاں اردو ترجمہ میں ایک ہی لفظ سے اس کا مفہوم و مطلب بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً خوف، خشیۃ، حذر، وجل، تقویٰ۔ اور رہب وغیرہ کا ترجمہ "ڈرنا" ہی لکھا جاتا ہے۔ ان کے اندر یہ معلوم کرنے کی جستجو پیدا ہوئی کہ آخر ان الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے اور "ڈرنا" کے لئے ہر جگہ عربی کا وہی لفظ کیوں استعمال نہیں ہوا جو پہلی مرتبہ آیا ہے۔ اس لگن میں انہوں نے بہت سی لغت اور

اقوام' فرقے اور مذاہب' عبادات اور شرعی اصطلاحات' اسم عدد' اسم ضمیر' اسم اشارہ۔ ضمیمہ نمبر۲ میں اسمائے نکرہ' تیسرے میں لغت ذوی الاضداد اور اضداد کی مختصر فہرست' چوتھے میں افعال (ع کلمہ کی حرکت سے مصدر میں فرق وغیرہ) اور پانچویں میں متفرقات (جامع اسماء' غلط العام' مشتبہ الفاظ اور محاورات وغیرہ) گویا لغت کے بعد تاریخ اور جغرافیہ کے ساتھ ساتھ صرف ونحو کی تعلیم کا بھی عمدہ اہتمام کر دیا گیا ہے ہم مولانا کی اس محنت و کاوش کی داد دیتے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اہل تحقیق کے لیے بہترین کتاب مرتب کر دی ہے بلکہ عربی زبان کے طالب علموں کے لیے ایک ہی جگہ نہایت مفید معلومات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان کی یہ محنت قرآن کریم کی ایک بیش بہا خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور مرتب کو جزائے خیر سے نوازے۔

(۵)

ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور   تبصرہ نگار: سید افروغ حسن   اکتوبر ۱۹۹۲ء

قرآن مجید کی زبان عربی مبین ہے جو اپنی وسعت میں بے پایاں ہے۔ ایک مفہوم کو بیان کرنے کے لیے اگر اردو زبان میں صرف ایک لفظ ہے تو قرآن مجید میں اسی مفہوم اور اسی مطلب کے لیے متعدد الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً ''گرنا'' کے لیے ۱۹/ الفاظ ''سامان'' کے لیے ۱۵ ''ہلاک کرنا'' کے لیے ۱۳ ''آواز'' کے لیے ۲۰' اور ''روکنا'' کے لیے ۱۵/ الفاظ استعمال میں آئے ہیں۔ یہ الفاظ ہم معنی ضرور ہیں مگر ان سب کے مفہوم اور معانی میں ایک نہایت لطیف اور نازک فرق ہے۔ مثلاً ''جماعت'' کے لیے قرآن مجید میں چودہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ہر ایک کا مفہوم جدا ہونے کے باوجود وہ سب کے سب ''جماعت'' کے مفہوم میں مشترک ہیں جس کا اندازہ ذیل کے گوشوارے سے کیجیے۔

۱۔ جمیع (ج م ی ع) کسی بھی موقع پر جمع شدہ لوگ۔

۲۔ رھط (ر ھ ط) اس جماعت کا سردار جس میں ایک ہی خاندان کے دس تک نوجوان شامل ہوں۔

۳۔ شرذمۃ (ش ر ذ م ۃ) کمزور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔

۴۔ عصبۃ (ع ص ب ۃ) طاقتور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔

۵۔ طائفۃ (ط ا ء ف ۃ) ایک رائے اور ایک مذہب کے لوگ۔

۶۔ فئۃ (ف ء ۃ) ایک دوسرے سے تعاون حاصل کرنے والی جماعت۔

۷۔ فرقۃ (ف ر ق ۃ) کسی بڑی جماعت سے الگ ہونے والی چھوٹی جماعت۔

۸۔ ثُلۃ (ث ل ۃ) کثیر تعداد کے لیے آتا ہے۔

۹۔ زُمرۃ (زم رۃ) کسی بڑی جماعت کے بکھرے ہوئے ٹولے جو نقل وحرکت کر رہے ہوں۔

۱۰۔ عِزین (ع زی ن) ایک ہی نسب کے لوگ۔

۱۱۔ حِزب (ح ز ب) لشکر' سیاسی پارٹی۔

۱۲۔ معشر (م ع ش ر) کسی مخصوص مقصد کی حامل جماعت کے کل افراد۔

۱۳۔ ثقلان (ث ق ل ان) دو بڑی مخلوقات یعنی جن اور انسان۔

۱۴۔ اُمّۃ (ام ۃ) ایک امام کے متبع ہم عقیدہ لوگ۔

فاضل مصنف نے مترادف الفاظ کے معانی ومفاہیم کا یہ نازک فرق قرآن مجید اور عربی کی مستند لغات کے حوالوں سے واضح کیا ہے اور اردو الفاظ کے ۳۷۷ عنوانات قائم کر کے ان کے تحت ۳۱۰۰ مترادف الفاظ کی تشریح وتوضیح کی ہے۔ اس طرح یہ فہرست کتاب کے تقریباً ۹۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

کتاب میں نہایت مفید پانچ ضمیموں کا بھی اضافہ کیا گیا ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

ضمیمہ نمبر ۱: اس میں قرآن مجید میں مذکور تمام اسمائے معرفہ جمع کر کے ان کے متعلق جامع معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اس طرح نبیوں' فرشتوں' آسمانی کتابوں' ملکوں' شہروں' وادیوں اور اہل خیر اور اہل شر افراد کے حالات ایک جگہ آ گئے ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۲: قرآن میں مذکور جملہ اسمائے نکرہ کے متعلق معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۳: اس میں قرآن مجید کے ان تمام الفاظ کی فہرست تیار کی گئی ہے جن کے اضداد بھی کتاب الٰہی میں مذکور ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۴: اس میں ایسے تمام افعال کی فہرست درج ہے کہ اگر ان کے ''ع'' کلمے کے اعراب میں تبدیلی آ جائے تو ان کے معانی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً ''بَصَرَ یَبْصُرُ'' کے معنی ہیں ''آنکھوں سے دیکھنا'' جب کہ ''بصر یبصر'' کے معنی ہوں گے ''سوچنا سمجھنا''

ضمیمہ نمبر ۵۔ اس میں متفرقات کے تحت چند جامع اسماء' غلط العام' چند مشتبہ الفاظ اور لغوی اور شرعی معنوں میں فرق کے موضوعات پر نہایت مفید علمی مواد جمع کر دیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب نے اپنی جامعیت کی بنا پر قرآن مجید کی ایک مکمل اور مستند لغت کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ قرآنی علوم کے وہ شائقین جو کتاب اللہ کی بے مثل فصاحت و بلاغت اور اس

کے اعجاز بیان کی محیّرالعقول نزاکتوں اور لطافتوں کے انوار سے اپنے قلب و ذہن کو منور کرنے کے متمنی ہوں ان کے لیے یہ کتاب ایک گراں قدر تحفہ ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی صاحب اپنے اس علمی شاہکار پر اہلِ اسلام کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(۶)

تبصرہ نگار طالب ہاشمی

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اب تک مختلف علمی موضوعات پر ان کی متعدد بلند پایہ تالیفات اہلِ علم سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان کے قلم نے جہاں دورِ حاضر کے کئی فتنوں کا بھرپور تعاقب کیا ہے وہاں بہت سے دینی، معاشرتی، معیشی اور متفرق دوسرے مسائل پر بھی حقِ تحقیق ادا کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ان کی تازہ ترین تالیف ہے۔ جسے حقیقی معنوں میں ایک معرکۃ الاراء علمی کاوش اور اپنے موضوع پر منفرد شاہکار کتاب کہا جا سکتا ہے۔ فاضل مولف نے اس کی تالیف میں بڑی ریاضت، عرق ریزی اور تحقیق کی ہے جس کے لیے وہ بجا طور پر ہدیۂ تحسین و ستائش کے مستحق ہیں۔

قرآن کریم میں سینکڑوں مترادف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایسے ہی الفاظ کے بارے میں فاضل مولف نے تحقیق کر کے شرح و بسط اور مستند کتب لغت کے حوالہ جات کے ساتھ بتلایا ہے کہ ان الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے؟ اور وہ مختلف مقامات پر کن معنوں اور مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب قرآنی مترادفات کی نہایت دلچسپ علمی اور ادبی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت اختیار کر گئی ہے کتاب کے پیش لفظ کے آخر میں فاضل مولف نے قارئین سے مخاطب ہو کر اس خیال کا اظہار کیا ہے۔

"اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں آپ کو عربی زبان کی وسعت کا علم ہو گا وہاں آپ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے بھی محظوظ ہو سکیں گے۔ فصاحت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے موزوں ترین لفظ کون سا ہو سکتا ہے۔ اور بلاغت یہ ہے کہ اپنا مافی الضمیر پورے کا پورا مختصر اور جامع الفاظ میں مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور اس میں کوئی بات مبہم نہ رہ جائے۔ مترادف الفاظ کا فرق ذہن نشین کرنے کے بعد آپ خود بھی یوں محسوس کرنے لگیں گے کہ قرآن کریم کے نئے معانی و مفہوم آپ کے ذہن میں اتر رہے ہیں اور آپ اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"

ہم فاضل مولف کے اس خیال کی پوری تائید کرتے ہیں "مترادف القرآن" بلا شبہ اپنے

موضوع پر نہایت گرانقدر کتاب ہے۔ قرآن حکیم سے شغف رکھنے والے اردو دان طبقے اور عربی زبان کے طلبہ کے لیے تو یہ ایک ایسا گراں بہا تحفہ ہے جس کا کوئی بدل ہی نہیں اور ہماری ناچیز رائے میں اس کتاب سے علماء کی معلومات میں بھی اضافہ ہو گا۔ کتاب صوری و معنوی ہر طرح کی خوبیوں سے مالا مال ہے۔

اس کتاب میں مترادفات کی لغت اور ان کے مطالب و مفاہیم کا سلسلہ اور اردو عنوانات کے تحت بہ ترتیب حروف تہجی ا سے ی تک ۹۰۴ صفحات تک پھیلا ہوا ہے۔ باقی کے سو صفحات چند نہایت مفید ضمیموں پر مشتمل ہیں۔ ضمیمہ نمبر ۱ میں قرآن میں مذکور ۲۷ انبیاء و رسل کے مختصر حالات زندگی' فرشتوں جبریل' میکائیل' ہاروت و ماروت وغیرہ کا تذکرہ' کتب سماوی' ذوالقرنین' حضرت مریم' حضرت زید' لقمان' طالوت' ابولہب' جالوت' سامری' فرعون' قارون اور ہارون کے تذکرے' معبودان باطل' مختلف ملکوں' شہروں علاقوں' پہاڑوں اور وادیوں وغیرہ کی تفصیل درج ہے ضمیمہ نمبر ۲ میں قرآن میں مذکور جانوروں' پرندوں' درختوں' پھلوں' ہتھیاروں' رنگوں' گھریلو اشیاء' اور اعضائے بدن وغیرہ کی تفصیل ہے۔ ضمیمہ نمبر ۳ لغت ذوی الاضداد پر مشتمل ہے ضمیمہ نمبر ۴ میں افعال کے ع کلمہ کی حرکت یا مصدر کی تبدیلی سے معانی میں تبدیلی کی تفصیل ہے ضمیمہ نمبر ۵ متفرقات پر مشتمل ہے مثلاً غلط العام' چند محاورات' مشکل مادے مشتبہ الفاظ وغیرہ درج ہے۔ بلا شبہ ان ضمیموں نے کتاب کی افادیت میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو دارین میں اس تالیف کا اجر عطا فرمائے (آمین) ہمیں امید ہے کہ ملک کے تعلیمی ادارے' کتب خانے اور اہلِ علم حضرات اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر مؤلف کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

(۷)

ماہنامہ محدث جہلم — تبصرہ نگار: اکرام اللہ ساجد کیلانی — جون ۱۹۹۳ء

مولانا عبدالرحمان کیلانی آج سے چند ہی سال پیشتر محض ایک خوشنویس تھے، اور کتابت ہی ایک طویل عرصہ تک آپ کا شغل اور ذریعہ آمدنی رہا۔ آپ نے مختلف رسم الخطوط میں قرآنِ مجید کے کئی نسخے اپنے ہاتھ سے کتابت کیے، اسی دوران اپنے بیٹوں کو دینی و دنیوی اعلیٰ تعلیم بھی دلوائی ـــــ ہونہار اور صالح اولاد نے بفضلِ ایزدی جب آپ کو فکرِ معاش سے آزاد کر دیا تو اچانک آپ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس میدان میں آپ کی آمد" دیر آید، درست آید" کی مصداق ثابت ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ

میں آپ نے متعدد ضخیم کتب تصنیف کر ڈالیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مختلف اخبارات و جرائد مثلاً ترجمان الحدیث، محدث، منہاج وغیرہ سے قلمی تعاون بھی جاری رہا ــــ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور "محدث" کے تو آپ مستقل لکھنے والوں میں سے ہیں۔ طرفہ یہ کہ لاہور میں اپنی رہائش گاہ کے ساتھ ہی لڑکیوں کے ایک دینی مدرسہ (جو آپ کی اہلیہ مرحومہ کی یادگار ہے اور ان کے لیے صدقۂ جاریہ!) کے مہتمم بھی ہیں اور بڑی خوبی سے اس کے جملہ انتظامات سنبھالے ہوئے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک تن تنہا آدمی کس طرح ان گوناگوں ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو رہا ہے؟ مختصراً، مولانا اپنی ذات میں گویا ایک پوری انجمن ہیں اور اس بڑھاپے میں بھی کارکردگی اور صحت کے لحاظ سے نوجوانوں تک کے لیے قابلِ رشک! ــــ حقیقت یہ ہے کہ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جیسا کہ ذکر ہوا، مولانا کیلانی صاحب بس ایک کامیاب خوشنویس تھے، اور کسی بھی مدرسہ کے باقاعدہ فارغ التحصیل نہیں ــــ اس کے باوجود جب آپ علمی میدان میں اترے تو انتہائی دقیق اور مشکل ترین موضوعات پر قلم اٹھایا اور پھر ان کا حق بھی ادا کر دیا ــــ زیرِ نظر کتاب سے قبل آپ کی کئی کتابیں منظرِ عام پہ آ کر قارئین سے زبردست خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں، جن میں اسلام کا ضابطۂ تجارت، خلافت و جمہوریت، آئینۂ پرویزیت، عقل پرستی اور انکارِ معجزات، شریعت و طریقت اور مترادفات القرآن بالخصوص قابلِ ذکر ہیں ــــ مؤخر الذکر "مترادفات القرآن" تو اپنی طرز کا ایک ایسا منفرد، علمی شاہکار ہے، جسے اللہ نے چاہا تو شہرتِ دوام حاصل ہو گی۔ ایک ہزار سے زائد صفحات کی اس کتاب میں آپ نے قرآنِ مجید کے ہم معنیٰ اور مترادف الفاظ کے معانی کا فرق بتلایا ہے ــــ مثلاً "ڈرنے" کے معنوں میں قرآنِ مجید میں "خوف، خشیۃ، حذر، وجل، وجس، تقویٰ اور رھب" وغیرہ مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ آپ نے ان تمام الفاظ کا ذیلی فرق واضح کیا اور حتی الامکان یہ بتلایا ہے کہ قرآنِ مجید کے فلاں مقام پر ان میں سے فلاں لفظ کے استعمال میں کیا حکمت اور مصلحت ہے؟ ــــ قرآنِ مجید کی یہ ایک ایسی خدمت ہے جو ایک طرف اگر قرآنِ مجید کے طالب علموں کے لیے انتہائی نفع بخش ثابت ہو گی، تو دوسری طرف ان شاء اللہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو گی۔

فہرست عنوانات "مترادفات القرآن مع فروق اللغویہ"

بہ ترتیب حروف تہجی

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
		الف ممدودہ
۱	آباد ہونا	سَکَنَ۔ تَبَوَّأَ (بوء) ثَوٰی۔ بدا (بدو) حَضَرَ۔ خَلَدَ۔ عَاشَ۔ غَنِیَ (۸)
۲	آباد کرنا	اَسْکَنَ۔ بَوَّأَ۔ عَمَرَ۔ اٰوٰی (۴)
۳	آخرت	اُخرت۔ دار الاخر۔ یوم الاخر۔ دار القرار۔ یوم البعث (۵) نیز دیکھیے "قیامت"
۴	آدمی (انسان)	انس۔ انسان۔ ناس۔ اِنسیًا۔ اناسی۔ ادم۔ بشر (۷)
۵	آرام کرنا	سَکَنَ۔ سَبَتَ۔ اِرْتَفَقَ (۳)
۶	آرزو کرنا	اَمَلَ۔ اَمْنِیَة۔ وَدَّ (۳)
۷	آڑ	برزخ۔ حجر۔ حجز۔ حد (۴)۔ نیز دیکھیے "پردہ" اور "دیوار"
۸	آزاد	حُرٌّ۔ مُحْصِن۔ سُدًی (۳)
۹	آزاد کرنا	حَرَّرَ۔ طَلَّقَ۔ سَرَّحَ (۳) نیز دیکھیے "رخصت کرنا"
۱۰	آزمائش کرنا	اِمْتَحَنَ۔ بَلٰی اور ابتلٰی۔ فَتَنَ (۳)
۱۱	آسان	یسیر۔ هَیِّنٌ (۲)
۱۲	آسمان	سماء۔ فلك (۲)
۱۳	آسیب زدہ کرنا	تخبّط۔ اِعْتَرٰی (عرو) (۲)
۱۴	آگ	نار۔ لَظٰی (۲)
۱۵	آگ کا انگارہ	شهاب۔ جذوہ۔ قبس (۳)
۱۶	آگ جلنا۔ جلانا	قَدَحَ۔ اَرٰی (وری) اَوْقَدَ اور اِسْتَوْقَدَ۔ قَبَسَ۔ سَعَّرَ۔ سَجَّرَ۔ تَلَظّٰی (۷)
۱۷	آگ کا دوسری چیزوں کو جلانا	لَوَّحَ۔ لَفَحَ۔ شوی۔ صهر۔ نفج۔ حَرَقَ اور اِحْتَرَقَ (۶)
۱۸	آگ بجھنا۔ بجھانا	خَمَدَ۔ خَبَا (خبو) طَفَأَ (۳)
۱۹	آگاہ ہونا	شَعَرَ۔ ظَهَرَ۔ عَثَرَ۔ عَلِمَ۔ خَبَرَ (۵)
۲۰	آگاہ کرنا۔ بتلانا	اَشْعَرَ۔ اَظْهَرَ۔ عَلَّمَ۔ ادرٰی۔ حَدَّثَ۔ عَرَّفَ۔ اَطْلَعَ۔ نَبَّأَ۔ دَلَّ (۹)
۲۱	آگے (سامنے)	قُبُل اور قِبَل۔ بَيْنَ يَدَيْ (۲)
۲۲	آگے آنا۔ بڑھنا	قدّم اور استقدم۔ سبق اور استبق۔ اَقْبَلَ اور اِسْتَقْبَلَ (۳)
۲۳	آگے بھیجنا	قدّم اور اَسْلَفَ (۲)
۲۴	آلاتِ جنگ	اَسْلِحَة۔ اَوْزَار۔ جُنْد۔ شَوْكَة (۴)
۲۵	آنا	جَاءَ۔ اَتٰی۔ هَيْتَ۔ هَلُمَّ۔ تعال۔ (۵)
۲۶	آنکھ	عَيْنٌ۔ عِيْنٌ۔ حُوْرٌ۔ بَصَرٌ (۴)
۲۷	آوارہ پھرنا	تَاهَ (تیہ) هَامَ (هیم) (۲)
۲۸	آواز اور اس کی اقسام	صوت۔ صدّ۔ صریخ۔ همس۔ حسیس۔ مکاء۔ تصدیة۔ ضبح۔ خوار۔ زفیر۔ شهیق۔ لهث۔ رکز۔ صیحة۔ صاخة۔ تغیظ۔ هدّ۔ غلی۔ صلصال۔ قارعة (۲۰)
۲۹	آہستہ آہستہ (کرنا)	رُوَید۔ رخاء۔ عرف۔ یسر۔ استدراج۔ دلّی (۶)
		الف مقصورہ
۱	ابلنا۔ جوش مارنا	غَلٰی۔ نَضَخَ۔ فَارَ (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲	ابھار	کَعبَ۔ حَدَبَ۔ اَمتَ۔ نَجَدَ۔ سَمكَ (۵)
۳	ابھارنا	حَرَّضَ۔ حَضَّ۔ حَثَّ۔ اَزَّ۔ جَرَمَ۔ (۵)
۴	آتارنا۔ اترنا	نَزَلَ۔ نَزَّلَ۔ اَنزَلَ۔ تَنَزَّلَ۔ حَلَّ اور اَحَلَّ۔ هَبَطَ۔ وَضَعَ خَلَعَ۔ (۵)
۵	اِترانا۔ تکبر کرنا	فَرِحَ۔ بَطِرَ۔ مَرَحًا۔ اِختَالَ (خیل) فَخَرَ۔ اَشِرَ تَمَطّٰی۔ تَکَبَّرَ۔ فَرِهَ۔ (۹)
۶	اٹکل پچو من گھڑت باتیں کرنا	خَرَصَ۔ اِختَلَقَ۔ اِفتَرَاء۔ تَقَوَّلَ۔ (۴)
۷	اٹھانا	حَمَلَ۔ نَاءَ (نوء) وَزَرَ۔ اَثَارَ (ثور) اَقَلَّ۔ بَعَثَ۔ اَنشَرَ۔ اَنشَزَ۔ لَقَطَ اور لَقَحَ (۱۰)
۸	اٹھنا	اِنبَعَثَ۔ نَشَرَ۔ نَشَزَ۔ قَامَ (۴)
۹	اجازت لینا۔ دینا	استاذن اور اَذِنَ۔ اِستَانَسَ (۲)
۱۰	اجڈ	عُتُلّ۔ فَظّ۔ اَعرَاب (۳)
۱۱	اچانک	اِذ اور اِذَا۔ بَغتَةً (۲)
۱۲	اچھا۔ خوب۔ بہتر	نِعمَ۔ خَیرٌ۔ حَسَنَ۔ اَمثَل اور مُثلٰی۔ جَمِیل۔ (۵)
۱۳	اچنبھا (اجنبی) ہونا	نَکِرَ۔ عَجَبَ۔ جُنُب (۳)
۱۴	احسان کرنا	فَضَّلَ۔ مَنَّ۔ اَنعَمَ۔ اَحسَنَ (۴)
۱۵	اختیار (رکھنا)	خِیَرَة۔ مَلَكَ۔ وَلَایَة۔ اَمکَنَ (۴)
۱۶	اختیار کرنا	اِستَحَبَّ۔ تَحَرّٰی (حرو) (۲)
۱۷	ادھار	قَرضَ۔ دَینَ۔ (۲)
۱۸	ارادہ کرنا (قصد کرنا)	اَرَادَ۔ عَزَمَ۔ اَبرَمَ۔ هَمَّ۔ اَمَّ۔ تَیَمَّمَ (یمم) تَحَرّٰی (۷)
۱۹	اَڑنا	اَصَرَّ۔ مَرَدَ۔ لَجَّ (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۰	اڑنا۔ اڑانا	طار اور استطار۔ اَذرٰی۔ نَسَفَ (۳)
۲۱	اشارہ کرنا	اَشَارَ۔ رَمَزَ۔ تَغَامَزَ۔ عَرَّضَ (۴)
۲۲	اطاعت و تابعداری پیروی فرمانبرداری	تَبِعَ۔ اِقتَدَاء۔ اُسوَة۔ اَطَاعَ۔ اِستَجَابَ۔ اَسلَمَ۔ قَنَتَ۔ ذَعَنَ (۸)
۲۳	اعتدال	قَصدَ۔ وَسَطَ۔ تَقوِیم (۳)
۲۴	اعمال نامہ	طَائِر۔ قِطّ۔ کِتَاب۔ صُحُف (۴)
۲۵	افسوس	وَیلَ۔ لَیتَ۔ اَسَفٰی۔ اٰسٰی (۴)
۲۶	اقتدار بخشنا	مَکَّنَ۔ اِستَخلَفَ (۲)
۲۷	اقرار کرنا	اَقَرَّ۔ اِعتَرَفَ۔ شَهِدَ (۳)
۲۸	اکٹھا کرنا	جَمَعَ۔ اِجتَمَعَ۔ حَشَرَ۔ اِدَّخَرَ۔ خَزَنَ وَسَقَ اور اِتَّسَقَ۔ کَفَتَ۔ لَمَّ۔ حَصَّلَ۔ مَثَابَةً (۱۰)
		اکڑنا ـــ دیکھیے اترانا
		اکسانا ـــ دیکھیے ابھارنا
۲۹	اکھاڑنا۔ اکھڑنا	اِجتَثَّ۔ اِنقَعَرَ (۲)
۳۰	اکیلا	اَحَد۔ وَحِید۔ فَرد۔ فُرَادٰی (۴)
۳۱	اگر	اِن۔ اِمَّا۔ لَو (۳)
۳۲	الٹ دینا اوندھا کرنا۔ ہونا	اَرکَسَ۔ اِئتَفَكَ۔ جَثَمَ۔ کَبَّ۔ کَبکَبَ۔ قَلَبَ اور تَقَلَّبَ۔ نَکَسَ اور نَکَّسَ (۷)
	الٹ پلٹ کرنا	کے لیے دیکھیے "آزمائش کرنا" اور "الٹ دینا"
۳۳	الگ (جدا یا علیحدہ) کرنا	فَرَقَ۔ فَتَقَ۔ عَزَلَ۔ جَنَبَ۔ مَازَ (میز) زَیَّلَ (۶)
۳۴	الگ ہونا	تَفَرَّقَ۔ اِعتَزَلَ۔ تَجَنَّبَ۔ اِمتَازَ۔ تَزَیَّلَ۔ خَلَا۔ خَلَصَ فَصَلَ۔ اِنتَبَذَ۔ تَجَافٰی (جفو) (۱۰)
۳۵	امید لگانا	اَمَلَ۔ مَنّٰی۔ رَجَا (رجو) (۳)
	انبار۔ انبوہ	کے لیے دیکھیے "وافر۔ بہت"
	انتخاب کرنا	〃 〃 "چن لینا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
٣٦	انتڑیاں	حَوَایَا۔ اَمْعَاء (٢)
٣٧	انتظار کرنا	اِنْتَظَرَ۔ اِرْتَقَبَ۔ تَرَبَّصَ (٣)
٣٨	انجام (کار)	مُنْتَہٰی۔ عَاقِبَۃ۔ مَصِیْر (٣)
٣٩	اندازہ لگانا	خَرَصَ۔ قَدَّرَ (٢)
٤٠	اندر	خِلَال۔ جَوْف۔ بَاطِن اور بطائن۔ (٣)
٤١	اندھا	اَعْمٰی۔ اَکْمَہ اور عَمِہ (٣)
٤٢	انصاف (کرنا)	قِسْط اور عَدْل (٢)
٤٣	انکار کرنا	اَبٰی۔ اَنْکَرَ۔ جَحَدَ۔ کَفَرَ (٤)
٤٤	انگلیاں	اَصَابِع۔ اَنَامِل (٢)
٤٥	اوڑھنا	اِسْتَغْشٰی۔ اِدَّثَرَ۔ اِزَّمَّلَ (٣)
٤٦	اولاد	اولاد۔ ذُرِّیَّۃ۔ اسباط۔ عَقِب۔ نسل۔ حفدۃ۔ اٰل۔ اَہْل (٨)
٤٧	اون	صُوْف۔ عِہْن (٢)
٤٨	اونٹ	اِبِل۔ بَعِیْر۔ جَمَل۔ ھِیْم۔ رِکَاب۔ نَاقَۃ۔ ضَامِر۔ عِشَار۔ بُدْن۔ بَحِیْرَۃ۔ وَصِیْلَہ۔ سَائِبَۃ۔ حَام (١٣)
	اونچا کرنا	دیکھیے "بلند کرنا"
	اوندھا کرنا	" "الٹ دینا"
٤٩	اونگھ	نُعَاس۔ سِنَۃ (٢)
٥٠	ایندھن	حَطَب۔ حَصَب۔ وَقُوْد (٣)
٥١	اے (حرفِ ندا)	یا۔ اَیُّہ اور یَااَیُّہَا (٣)
		ب
١	باپ	وَالِد۔ اَب (٢)
٢	بابرکت ہونا	تَبَارَکَ اور مُبَارَک۔ اَیْمَن۔ طُوْبٰی (٣)
٣	بات	قَوْل۔ حَدِیْث۔ کَلِمَۃ (٣)
٤	بات کرنا	کَلَّمَ۔ حَاوَرَ۔ خَاطَبَ (٣)
٥	بادشاہی	سُلْطَان۔ مُلْک اور ملکوت (٢)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
٦	بادل	سحاب۔ غمام۔ عارِض۔ مُعْصِرَات۔ مُزْن۔ صَیِّب (٦)
٧	بار (دفعہ۔ مرتبہ)	مَرَّۃ۔ کَرَّۃ۔ تَارَۃ (٣)
٨	بارش	مَطَر۔ ماء۔ طَلّ۔ وَدْق۔ غَیْث۔ مِدْرَار۔ غَدَق۔ صَیِّب۔ وَابِل (٩)
٩	باز آنا	اِنْتَہٰی۔ اِنْفَکَّ (٢)
١٠	بازو	جَنَاح۔ عَضُد۔ ذِرَاع (٣)
١١	باغ	جَنَّۃ۔ حَدِیْقَۃ۔ رَوْضَۃ (٣)
١٢	باقی چھوڑنا	اَبْقٰی۔ اَثْبَتَ۔ غَادَرَ (٣)
١٣	بال	شَعْر۔ وَبَر۔ صُوْف (٣)
١٤	بانجھ	عَاقِر۔ عَقِیْم (٢)
١٥	باندھنا	رَبَطَ۔ شَدَّ۔ غَلَّ (٣)
١٦	بُت	صَنَم۔ نُصُب۔ اَوْثَان۔ جِبْت۔ طَاغُوْت (٥)
	بتلانا	دیکھیے "آگاہ کرنا"
١٧	بجلی	بَرْق۔ رَعْد۔ صَاعِقَۃ (٣)
١٨	بچانا	وَقٰی۔ مَنَعَ۔ حَجَزَ۔ اَحْصَنَ۔ جَنَّبَ۔ عَصَمَ (٦)
١٩	بچنا	اِتَّقٰی۔ تَحَصَّنَ۔ اِجْتَنَبَ۔ اِسْتَعْصَمَ۔ حَذِرَ۔ تَعَفَّفَ (٦)
٢٠	بچہ (لڑکا)	اَجِنَّۃ۔ وَلِیْد، مولود، وَلَد۔ طِفْل۔ صَبِی۔ غلام (٥)
٢١	بچھانا	دَحٰی۔ طَحٰی۔ سَطَحَ۔ فَرَشَ۔ مَہَدَ۔ (٥)
٢٢	بچھونا	مِہَاد۔ فِرَاش۔ مَضَاجِع (٣)
	بخشنا	دیکھیے "دینا اور معاف کرنا"
٢٣	بخل کرنا	بَخِلَ۔ اَمْسَکَ۔ اَدْعٰی۔ اَکْدٰی۔ اَقْتَرَ۔ ضَنَّ۔ شَحَّ۔ غُلّ (٨)
٢٤	بدبختی	شِقْوَۃ۔ نَحُوْسَۃ۔ طَائِر۔ شُؤْم

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
		حُسُوم (۵)
۲۵	بددعا دینا	لَعَنَ۔ سَحَقَ۔ بَعُدَ۔ اِبْتَهَلَ (۴)
۲۶	بدصورت بنانا ہونا	مَسَخَ۔ كَلَحَ۔ قَبُحَ (۳)
	بدفالی اور بدشگونی	دیکھیے "بدبختی" اور "نامبارک"
۲۷	بدکاری۔ بدکار	زنا۔ بغاء۔ فاحشۃ۔ سفح (۴)
۲۸	بدل دینا	بَدَّلَ۔ حَوَّلَ۔ غَيَّرَ۔ حَرَّفَ اور تحرّف۔ نكّس۔ داول (۶)
۲۹	بدلہ	بَدَل۔ ب۔ عَدْل۔ اجر۔ جزاء ثواب۔ عِقاب۔ وبال۔ کفارۃ قِصاص۔ دِيَۃ۔ فِدْيَۃ (۱۲)
۳۰	بدلہ دینا	جَزٰى۔ ثَوَّبَ اور آثاب۔ عذّب دَانَ (۴)
۳۱	بدلہ لینا	عَاقَبَ۔ اِنْتَصَرَ۔ اِنْتَقَمَ (۳)
۳۲	بدمست ہونا	نَزَفَ۔ غالَ (غول) سکر (۳)
	برانگیختہ کرنا	دیکھیے "ابھارنا"
۳۳	بُرا۔ بُرائی	بِئْسَ۔ شر اور شرير۔ ساء۔ سُوْءٌ۔ سَيِّئَۃ۔ سَيِّئٌ۔ قَبُحَ (۲)
۳۴	برا بھلا کہنا	ذَمَّ۔ عَتَبَ۔ لَامَ۔ ثَرَّبَ (۴)
۳۵	بُرا لگنا	نَقَمَ۔ نكر (۲)
۳۶	برابر ہونا، کرنا	عدل۔ سواء۔ سوّٰى اور استوٰى (۲)
۳۷	برباد ہونا۔ کرنا ضائع ہونا۔ کرنا	ضَلَّ اور اَضَلَّ۔ حَبِطَ اور اَحْبَطَ بطل اور ابطل۔ اَضَاعَ (۴)
۳۸	برداشت کرنا	حِلْم۔ صَبْر۔ كَظَمَ (۳)
۳۹	بڑا۔ (بزرگ)	کبیر اور اکبر۔ عظیم اور اعظم جلیل اور ذوالجلال۔ مجید (۴)
۴۰	بڑائی	کِبْر۔ جَلَال۔ جَدّ (۳)
۴۱	بڑھنا۔ بڑھانا	زَادَ اور ازداد۔ كَثُرَ اور كَثَّرَ۔ عَفَا۔ ضَاعَفَ۔ تَطَوَّعَ۔ نَفَلَ۔ اَرْبٰى (۸)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۴۲	بستی۔ بستی والے	قَرْيَۃ۔ بَدْو۔ اَعْرَاب (۳)
۴۳	بکری	غَنَم۔ مَعْز (۲)
۴۴	بکھرنا (پراگندہ ہونا)	اِنْبَثَّ۔ اِنْتَشَرَ۔ اِنْتَثَرَ (نثر) اِنْفَضَّ۔ اِسْتَطَارَ (طیر) (۵)
	بکھیرنا	دیکھیے "پھیلانا" اور "اڑانا"
	بگاڑ	" "خرابی"
	بگاڑنا	" "خراب کرنا"
	بلانا	" "پکارنا"
۴۵	بلند کرنا	رَفَعَ اور اَنْشَاَ
۴۶	بلند ہونا	عَلَا۔ بَسَقَ۔ شَمَخَ
۴۷	بنانا	جَعَلَ۔ بَنٰى۔ صَنَعَ۔ اِتَّخَذَ (۴)
۴۸	بند کرنا	غَلَّقَ۔ وَصَدَ۔ قَصَرَ۔ قَبَضَ (۴)
۴۹	بُننا	حَبَكَ۔ وَضَنَ (۲)
۵۰	بوجھ	ثِقْل۔ حَمْل اور حِمْل۔ وَقْر اور وِقْر۔ وِزْر۔ اِصْر۔ كَلّ وَزَن اور مَوَازِين (۸)
۵۱	بوجھل (گراں ہونا)	ثَقُلَ۔ كَلّ۔ اَدَ۔ كَبُرَ اور كَبِيْرَۃ۔ (۴)
	بوجھ اٹھانا	دیکھیے "اٹھانا"
۵۲	بوڑھا	شَيْخ۔ شَيْب۔ كَهْل۔ عَجُوْز مُعَمَّر۔ عوان۔ فارض (۷)
۵۳	بوسیدہ ہونا	بَلِيَ۔ وَهِيَ۔ رَمَّ۔ رَفَتَ۔ نَخِرَ (۵)
۵۴	بولنا	لَفَظَ۔ نَطَقَ۔ نَصَحَ۔ اَعْرَبَ اَعْجَمَ۔ تَكَلَّمَ اور لَحْن (۷)
۵۵	بہانا اور بہنا	سَالَ اور اَسَالَ۔ اَفَاضَ۔ سَكَبَ سَفَكَ۔ سَفَحَ۔ فَجَرَ اور جَرٰى (۸)
۵۶	بہانہ۔ بہانہ بنانا	عَذَرَ۔ عَذْر۔ اِعْتَذَرَ۔ فِتْنَۃ (۴)
۵۷	بہتان	بُهْتَان۔ اِفْك۔ افتراء (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۵۸	بھٹکنا اور بھٹکانا	ضَلَّ اور اَضَلَّ۔ غَوٰی اور اَغْوٰی۔ تَاہَ (۳)
۵۹	بھاگنا۔ بھگانا	فَرَّ۔ اَبَقَ۔ زَھَقَ۔ ھَرَبَ۔ اِسْتَنْفَرَ۔ شَرَّدَ (۶)
۶۰	بھائی	اِخْوَۃ۔ اِخْوَان (۲)
	بھاری ہونا	دیکھیے "بوجھل ہونا"
	بھٹکنا	" "بہکنا"
۶۱	بھر جانا	مَلَأَ اور اِمْتَلَأَ۔ دَھِقَ۔ شَحَنَ (۳)
۶۲	بھوک	جُوْع۔ مَسْغَبَۃ۔ مَخْمَصَۃ۔ خَصَاصَۃ (۴)
۶۳	بھولنا۔ بھلانا	نَسِیَ اور اَنْسٰی۔ سَھَا۔ ضَلَّ۔ ذَھَلَ (۴)
۶۴	بھوننا	شَوٰی۔ حَنَذَ (۲)
۶۵	بھیجنا	اَرْسَلَ۔ بَعَثَ (۲)
۶۶	بیان کرنا	وَصَفَ۔ قَصَّ۔ ضَرَبَ۔ حَدَّثَ۔ اَبَانَ اور بَیَّنَ۔ صَرَّفَ۔ فَصَّلَ۔ فَسَّرَ (۸)
۶۷	بیٹا۔ بیٹی	ولد۔ ولید۔ مولود۔ ابن اور بنت (۲)
۶۸	بیٹھنا	قَعَدَ۔ جَلَسَ۔ جَثَا (۳)
۶۹	بیمار	مریض۔ سقیم۔ حَرَضَ (۳)
۷۰	بیوی	زَوْج۔ حَلَائِل۔ اِمْرَاَۃ۔ صَاحِبَۃ۔ نِسَاء اور اَھْل (۶)
۷۱	بے انصافی کرنا	عَدَلَ۔ قَسَطَ۔ ظَلَمَ۔ حَافَ۔ عَالَ۔ ضَارَّ (ضیز) (۶)
	بے خبر ہونا	دیکھیے "غافل ہونا"
۷۲	بے رغبتی کرنا	رَغِبَ عَنْ۔ حُصُوْر۔ زَاھِد (۳)
۷۳	بیزار ہونا	تَبَرَّاَ۔ قَلٰی۔ مَقَتَ (۳)
۷۴	بلاشک	اِنَّ۔ اَنَّ۔ لَا جَرَمَ۔ قَدْ (۴)
	بے عزتی کرنا	دیکھیے "برا بھلا کہنا"
۷۵	بے قرار ہونا (کرنا)	فَرِغَ۔ جَزِعَ۔ فَزِعَ۔ کَرَبَ۔ ھَلَعَ۔ اِضْطَرَّ۔ اِسْتَفَزَّ (۷)
۷۶	بے کار ہونا	فَرَغَ۔ عَطَّلَ (۲)
۷۷	بے نصیب	محروم۔ شقی (۲)
	بے نور ہونا	دیکھیے "دھندلانا"
۷۸	بے نیاز	غنی۔ صمد (۲)
	بے وفائی کرنا	دیکھیے "دھوکا دینا"
	بے وقوف	" "نادان"
۷۹	بے ہودہ کلام	لَغْو اور لَاغِیَہ۔ ھَزْل۔ نَزْف (۳)
۸۰	بے ہوش ہونا	صَعِقَ۔ سَکِرَ۔ غَمَرَ۔ صَرَعَ۔ غشی (۵)

پ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	پاس	عِنْدَ۔ لَدٰی اور لَدُنْ۔ حَوْلَ۔ تِلْقَاء (۴)
۲	پاک (ستھرا)	سُبْحَان۔ قُدُّوْس۔ زَکِیَّۃ۔ طَھُوْر۔ طَیِّب (۵)
۳	پاک کرنا	مَحَّصَ۔ زَکّٰی۔ طَھَّرَ۔ صَفَا۔ بَرَّاَ (۵)
۴	پاکیزگی بیان کرنا	دیکھیے "تسبیح و تقدیس"
۴	پانا	وَجَدَ۔ ثَقِفَ۔ اَلْفٰی۔ اَدْرَکَ (۴)
۵	پانی اور اس کی اقسام	ماء۔ حمیم۔ غَسَّاق۔ اٰنٍ اور اٰنِیَۃ۔ غَوْر۔ مَعِیْن۔ عَذْب۔ فُرَات۔ اُجَاج (۹)
۶	پانی کے رستے اور ذخیرے	اَوْدِیَۃ۔ عَیْن۔ اَنْھَار۔ سَرِیّ۔ یَمّ۔ بحر (۶)
۷	پانی مانگنا	اِسْتَسْقٰی۔ اِسْتِغَاثَ (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۸	پاؤں (پیر)	رِجل - قدم (نیز دیکھیے "قدم") (۲)
۹	پتھر	حَجَر اور حِجارۃ - حَصَب - سِجّیل - (۳)
۱۰	پچھلا	آخِر - خَلْف (۲)
۱۱	پچھتانا	نَدِم - خَسِرَ - سُقِطَ فِی یَدِہٖ (۳)
	پراگندہ ہونا	دیکھیے "بکھرنا"
۱۲	پرانا ہونا	بَلِیَ - قَدِیم - عَتِیق (۳)
۱۳	پردہ	غِطَاء - غِشَاوَۃ - غُلْف - اَکْمَام - اَکِنَّۃ - سِتْر - حِجَاب - عَوْرَۃ - سُرَادِق (۹)
۱۴	پردہ کرنا	استتر - حجب - (۲)
۱۵	پرورش کرنا	انشأ - اَنْبَتَ - رَبَا - رَبّٰی - کَفَّلَ (۵)
۱۶	پڑھنا - پڑھانا	قَرَأَ اور اَقْرَأَ - تَلٰی - رَتَّلَ - دَرَسَ اور دِرَاسۃ - اَملٰی (۵)
	پسند آنا	دیکھیے "خوش ہونا"
۱۷	پسند کرنا	حَبَّ - وَدَّ - اِرْتَضٰی - تَخَیَّرَ (۴)
۱۸	پکارنا	دَعَا - نَادٰی - اَذَّنَ - اِبْتَهَلَ - جَهَرَ - (۵)
۱۹	پکڑنا	اَخَذَ - بَطَشَ - تَنَاوَشَ - قَبَضَ - خَطِفَ - سَطَا - اِعْتَصَمَ - اِسْتَمْسَکَ - دَرَکَ (۹)
	پلٹنا	دیکھیے "پھرنا" اور "لوٹنا"
۲۰	پناہ - پناہ گاہ	وَزَر - مَوْئِل - اَکْنَان - مَلْجَأ - مَفَازَۃ - مَحِیص - مُلْتَحَد (۷)
۲۱	پناہ مانگنا/دینا	اجار اور اِستجار - اعاذ اور استعاذ (۲)
۲۲	پوچھنا	سَاَلَ - اِسْتَفْتَا - اِسْتَنْبَاَ (۳)
۲۳	پورا (سارا سب)	کل - کامل - کافّۃ - سلم (۴)
۲۴	پورا کرنا - ہونا	تَمَّ اور اَتَمَّ - اَکْمَلَ - اَوْفٰی - قَضٰی - اَسْبَغَ (۵)
	پوشیدہ ہونا	دیکھیے "چھپنا"
۲۵	پوشاک	لباس - کِسْوَۃ (۲)
۲۶	پہاڑ	جَبَل - رَوَاسِی - طَود - صَخْرۃ - اَعلام (۵)
۲۷	پہچاننا	عَرَفَ - تَوَسَّمَ (۲)
۲۸	پہلا - پہل - پہلے	اَوَّل اور اُولٰی - سَابِق - قَبْل (۳)
۲۹	پہلو (کروٹ)	جَنْب - جَنَاح - عِطْف (۳)
۳۰	پہنچنا	بَلَغَ - اَصَابَ - افضٰی - نال - تناوش - تعاطٰی (عطو) وصل - مَسَّ - وَرَدَ (۹)
۳۱	پہنچانا	اَبْلَغَ اور بَلَّغَ - اَوْرَدَ - جبا (جبو) - اَدْلٰی (دلو) (۴)
۳۲	پھاڑنا	خَرَقَ - قَدَّ - فَطَرَ - فَجَرَ - مَخَرَ - شَقَّ - فَلَقَ - فَرَقَ - مَزَّقَ (۹)
۳۳	پھٹنا	اِنْفَطَرَ اور تَفَطَّرَ - شَقَّقَ اور اِنْشَقَّ - اِنْفَلَقَ - تَصَدَّعَ - تَمَیَّزَ (۵)
۳۴	پھرنا	دَارَ - طَافَ - حَارَ - تَقَلَّبَ اور اِنْقَلَبَ - نَکَصَ - اِنْصَرَفَ - وَلّٰی اور تَوَلّٰی - اِرْتَدَّ - اَدْبَرَ (۹)
۳۵	پھیرنا	اَقْلَبَ اور قَلَّبَ - صرف - دَلّٰی - رَدَّ - لَفَتَ - اَفَكَ (نیز دیکھیے منہ پھیرنا) (۶)
۳۶	پھسلنا اور پھسلانا	زَلَقَ اور اَزْلَقَ - زَلَّ اور اَزَلَّ - دَحَضَ اور اَدْحَضَ - هَالَ - زَاوَدَ (۵)
۳۷	پھل	ثَمَر - فاکهۃ - جَنٰی - اُکُل (۴)
۳۸	پھل پکنا	يَنَعَ اور جَنٰی (۲)
	پھوٹنا	دیکھیے "چشمہ پھوٹنا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۳۹	پھونک مارنا	نَفَخَ - نَقَرَ - نَفَثَ - اَطْفَأَ (۴)
	پھیلنا	دیکھیے بکھرنا
۴۰	پھیلانا	ذَرَا - مَدَّ - دحٰی اور طَحٰی - نَشَرَ - بَسَطَ - بَثَّ (۶)
۴۱	پھینکنا	نَبَذَ - طَرَحَ - رَجَمَ - رمی - قَذَفَ - جُفَاءً (۶)
۴۲	پیاسا	ظمآن - ورد - هِیم - لَهِثَ (۴)
۴۳	پیالہ	اکواب - کاس - سقایۃ - صواع (۴)
۴۴	پیپ	غسلین - غسّاق - صدید (۳)
۴۵	پیٹھ - پشت	ظُهر - دُبر - صُلب (۳)
۴۶	پیچھا کرنا	اِبتغاء - قَصَّ - اَتبَعَ (۳)
۴۷	پیچھے	بَعدَ - اِدبار - خلف - وراء (۴)
۴۸	پیچھے آنا	خَلَفَ اور خِلفَةً - اَردَفَ - تَلٰی (۳)
۴۹	چھوڑنا	اَخَّرَ - خَلَّفَ (۲)
۵۰	پیچھے رہنا	تَاَخَّرَ - خَالَفَ - غَبَرَ (۳)
۵۱	پیچھے کرنا یا ڈالنا	اَخَّرَ - اَرجاء - اَرجَہ - نَسَأَ (۴)
۵۲	,, لگانا - لگنا	اَتبَعَ - قَفّٰی اور قَفّٰی - اَغوٰی (۳)
۵۳	پیچھے کے دوسرے متعلقات	خَنَسَ - اِتَّبَعَ - اِلتَفَتَ (۳)
۵۴	پیدا کرنا	بَرَأَ - بَدَعَ - فَطَرَ - خَلَقَ - اَنشَأَ - ذَرَأَ (۶)
	پیروی کرنا	دیکھیے اطاعت کرنا
۵۵	پیش کرنا	عَرَضَ - اَحضَرَ (۲)
۵۶	پیشانی	جبین - جَبهه - ناصِیة (۳)
۵۷	پیغمبر	نبی - رسول - ملائکۃ (۳)
۵۸	پیغمبروں کے حریف	ساحر - کاھن - شاعر - مجنون (۴)
۵۹	پینا	شَرِبَ - جَرَعَ - سَاغَ (۳)

ت

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	تابع کرنا	دیکھیے "مسخر کرنا"
	تابعداری کرنا	دیکھیے "اطاعت کرنا"
۱	تارا (اقسام)	نَجم - کَوَاکِب - خُنَّس - جَوَارِ - کُنَّس (۵)
۲	تاریکی چھانا	عَسعَسَ - غَسَقَ - غَطَشَ - وَقَبَ - سَجٰی - اَظلَمَ (۶)
۳	تازہ	طَرِیّ - رطب - نَضرَة - ناعمة (۴)
۴	تاکہ - تاکہ نہ	لِ - کَی - ان - کَیلَا - لِکَیلَا - لِئَلَّا (۶)
۵	تانبا	قِطر - مُهل (۲)
۶	تخت	عرش - ارائک - سریر (۳)
۷	تختہ	دُسُر - اَلوَاح (۲)
۸	تدبیر - تدبیر کرنا	دَبَّرَ - کَادَ (کید) مَکَرَ - حِیلَةً (۴)
۹	ترازو	میزان - قسطاس (۲)
۱۰	تراشنا	نَحَتَ - جَابَ (۲)
	ترغیب دینا	دیکھیے "ابھارنا"
۱۱	ترکاری	قَضب - بَقل (۲)
۱۲	تسبیح و تقدیس	سَبَّحَ - قَدَّسَ - حَاشَا (۳)
۱۳	تسکین - تسلّی	سَکِینَة - اِطمِینَان (۲)
۱۴	تعبیر بتلانا	عَبَرَ - اَوَّلَ - اَفتٰی (۳)
۱۵	تعریف کرنا	حَمِدَ - شَکَرَ (۲)
۱۶	تعظیم کرنا	عَظَّمَ - وَقَّرَ (۲)
	تقویت دینا	دیکھیے "قوّت دینا"
۱۷	تک	اِلٰی - حَتّٰی (۲)
	تکبر کرنا	دیکھیے "اترانا"
۱۸	تکلیف	ضَرّ - ضُرّ - ضَرَّاء - کُرهًا - اَذٰی - مَعَرَّة (۶)
۱۹	تکلیف دینا / اٹھانا	ضَرَّ - اَذٰی - کَلَّفَ - شَقَّ - اَکرَهَ - عَنَتَ اور اَعنَتَ - سَامَ (۴)
	تلاش کرنا	دیکھیے "ڈھونڈنا"
۲۰	تندرست کرنا - ہونا	شَفٰی - اَبرَأَ - اَفَاقَ (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۱	تنگدستی	فقر- مسکنۃ- عیلۃ- املاق- قتر- باساء- متربۃ (۷)
۲۲	تنگی	عسر- حرج- ضنک- ضیق- حاجۃ- (۵)
۲۳	تنگ کرنا۔ہونا	ضاق- قدر- قبض- حصر- حفا (۵)
۲۴	توڑنا	نکث- نقض- انقض- فقر- جذ (۵)
۲۵	توفیق دینا	وفق- اوزع (۲)
	تہمت لگانا	دیکھیے "پھینکنا"
۲۶	تہ بتہ	طباق- مرکوم اور رکام- متراکب- نضید اور منضود- کسف- (۵)
۲۷	تھکنا	سئم- نصب- عیّ- لغب- حسر- اد (۶)
۲۸	تھمنا (رکنا)	سکن- سکت- رھوا (۳)
۲۹	تھوڑا	قلیل- فتیل- نقیر- قطمیر- فواق (۵)
۳۰	تیار کرنا	ہیّا- اعدّ- اعتد- جھز (۴)
۳۱	تیر	سھم- زلم (۲)
۳۲	تیز	حدید اور حداد- سلق (۲)
۳۳	تیل	زیت- دھن اور دھان (۲)
۳۴	تیوری چڑھانا	عبس- کلح- بسر (۳)
	ٹ	
۱	ٹکڑا	جزء- قطع- بقعۃ- کسفہ- زبر- انکاث- عضین- جذاذ- فرق- بعض (۱۰)
۲	ٹوٹنا	تبّ- انفصم- تقطع- انقض (۴)
	ٹھٹھا کرنا	دیکھیے "مذاق اڑانا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۳	ٹھنڈا ہونا۔کرنا	برد اور قرّ (۲)
۴	ٹھہرنا (رکنا)	سکن- رکد- جمد- رھوا- قرّ- وقف (۶)
۵	ٹھہرنا (آباد ہونا)	لبث- مکث- عکف (۳)
	نیز دیکھیے	آباد ہونا
۶	ٹیلہ اور اس کی اقسام	ربوۃ- امت حدب- ریع- احقاف- نجد (۶)
	ٹیڑھ	عوج- زیغ- زاغ اور ازاغ
۷	ٹیڑھا ہونا	الحد- جار- نکب (۵)
۸	ٹیک لگانا	اتکا- ارتفق (۲)
	ث	
۱	ثابت ہونا	حقّ- حصحص (۲)
۲	ثابت قدم رہنا رکھنا	ثبت اور اثبت- استقام- اصطبر- رابط (۴)
	ج	
۱	جاسوسی کرنا	تجسس- سمّع (۲)
	جانچنا	دیکھیے "آزمائش کرنا"
۲	جاننا	علم- ادری- احسّ (۳)
۳	جانب (سمت)	جانب- طرف- وجھۃ- شطر- تلقاء- قبل (۶)
۴	جب	اذ- اذا- اذاً- لمّا- کلّما (۴)
	جتلانا	دیکھیے "آگاہ کرنا اور خبر دینا"
	جدا ہونا۔کرنا	" "الگ ہونا۔کرنا"
۵	جڑھ	اصل- دابر- اعجاز (۳)
۶	جسم	جسم- جسد- بدن (۳)
۷	جکڑنا	اوثق- قرن (۲)
۸	جگہ	مقام- مکان- مراغم (۳)
۹	جلاوطنی	جلاء- نفی (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۰	جلدی کرنا	س اور سوف۔ سَرِعَ۔ عَجِلَ اور استعجل۔ بدر۔ فور (۵)
	جلنا۔ جلانا	دیکھیے "آگ"
۱۱	جماعت	جمع اور جمیع۔ رھط۔ شرذمۃ۔ عصبۃ۔ طائفۃ۔ فئۃ۔ فرقۃ۔ ثلۃ۔ زمرۃ۔ عزین۔ حزب۔ معشر۔ ثقلان۔ امۃ (۱۴)
۱۲	جماعت (جانوروں کی)	رکب۔ خیل۔ غنم۔ ابابیل (۴)
۱۳	جن	جن اور جنۃ۔ شیطان۔ مارج۔ خناس۔ عفریت (۵)
۱۴	جنت اور اس کے مختلف نام	جنۃ۔ جنت عدن۔ جنۃ الفردوس۔ جنۃ النعیم (۴)
۱۵	جنگ	حرب۔ قتال۔ زحف۔ باس۔ جھاد۔ غزی (۶)
۱۶	جننا	وضع۔ ولد (۲)
۱۷	جواب دینا	اجاب۔ رجع۔ افتی (۳)
۱۸	جوانی	حلم۔ اشد (۲)
۱۹	جوڑا	زوج۔ شفع (۲)
۲۰	جوڑنا	وصل۔ خصف۔ رص (۳)
	جوش مارنا	دیکھیے "ابلنا"
۲۱	جہاں، جہاں کہیں	حیث۔ حیثما۔ اینما (۳)
۲۲	جھڑکنا	زجر اور ازدجر۔ نھر (۲)
۲۳	جھکنا (مائل ہونا)	مال۔ جنح۔ عنا۔ صغا۔ رکن۔ ماد۔ خشع۔ ذل۔ عال۔ دنی۔ جنف۔ صبا (۱۲)
۲۴	جھکانا	خفض۔ غض۔ رکع۔ نکس (۴)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۵	جھگڑنا	شجر۔ تنازع۔ حاج۔ جدل۔ مار۔ خصم۔ لد۔ تشاکس (۸)
۲۶	جھوٹ	کذب۔ باطل۔ زور۔ افک (۴)
۲۷	جھوٹ بولنا یا بنانا	کذب۔ افک۔ تقول (۳)
۲۸	جھٹلانا	کذب۔ ابطل (۲)
	جینا	دیکھیے زندہ ہونا۔ رہنا
		چ
۱	چابی (کنجی)	مقالید۔ مفاتح (۲)
۲	چادر	خمر۔ جلابیب (۲)
۳	چارہ	مرعی۔ اب۔ عصف (۳)
۴	چاند	قمر۔ ھلال (۲)
۵	چاہنا	شاء۔ اراد۔ اشتھی۔ بغی اور ابتغی۔ رغب (۵)
۶	چپ ہونا، رہنا	سکت۔ صمت۔ انصت (۳)
۷	چراغ	مصباح۔ سراج (۲)
۸	چرانا	رعی۔ اسام (۲)
۹	چڑھنا	عرج۔ رقی۔ صعد۔ ظھر۔ رھق۔ تسور (۶)
۱۰	چشمہ	عین۔ ینبوع۔ سری (۳)
۱۱	چشمہ کا پھوٹنا اور بہنا	فار۔ نضخ۔ انبجس۔ انفجر اور فجر۔ سال۔ جری۔ فاض (۹)
۱۲	چلنا	مشی۔ دب۔ انطلق۔ سلک۔ سرب۔ سری۔ داب۔ مضی۔ نقب۔ سار۔ قفی۔ رحل (۱۲)
۱۳	چلانا	ساق۔ حرک۔ ازجی۔ سلک۔ سیر۔ اسری (۶)
۱۴	چلانا (چیخنا)	نعق۔ صدا۔ جئر۔ اصطرخ۔ صرۃ (۵)
۱۵	چمٹنا	الحف۔ لزب۔ لزم (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۶	چمک۔چمکنا	برغ۔اشرق۔ثقب۔سنا۔ دری (۵)
۱۷	چند	معدودۃ۔بضع۔نفر (۳)
۱۸	چن لینا	اختار۔اصطفی۔اجتبیٰ۔ استخلص۔اصطنع (۵)
۱۹	چوپائے	وحوش۔بہائم۔انعام۔دوابّ (۴)
۲۰	چورہ چورہ (ریزہ ریزہ) کرنا	ہشیم۔حطام۔غثاء۔ ہباء۔رفات۔بسّ۔دکّاء (۷)
۲۱	چوری کرنا	سرق۔غلّ (۲)
۲۲	چوکیدار	حرس۔رصد۔معقّب (۳)
۲۳	چھپنا (غائب ہونا)	غاب۔افل۔غرب۔عزب۔ وقب۔بطن۔توارٰی۔خفی۔ کنّ (۹)
۲۴	چھپانا	کتم۔وارٰی۔اکنّ۔اخفٰی۔ اسرّ۔خبّأ (۶)
۲۵	چھت	عرش۔سقف۔بناء (۳)
۲۶	چھوڑنا	ترک۔ہجر۔عطّل۔خلّی۔ یذر۔ودع۔غادر (۷)
۲۷	چھڑانا	فکّ۔نقذ اور استنقذ (۲)
۲۸	چھونا	مسّ۔لمس اور طمث (۳) نیز دیکھیے مجامعت کرنا
۲۹	چھیننا	سلب۔غصب۔نال۔خطف (۴)
	چیخنا	دیکھیے "چلانا" اور آواز
	چیرنا	قدّ۔مخر۔فطر دیکھیے "پھاڑنا"
	ح	
۱	حاجت	حاجت۔مآرب اور اربۃ۔ وطر (۳)
۲	حاضر	حاضر۔شہید۔عتید (۳)
۳	حال۔حالت	بال۔خطب۔دأب۔طور (۴)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۴	حاکم	حاکم۔اولی الامر۔قوام (۳)
۵	حد سے بڑھنا (زیادتی کرنا)	جاوز۔اسرف۔بغی۔عدی۔ فرط۔سلق۔غلا۔شطط (۸)
۶	حد سے کم کرنا	فرّط۔قصر (۲)
۷	حرام	حرام۔سحت (۲)
۸	حصہ	جزء۔زلف۔حظ۔خلاق۔ نصیب۔کفل۔بعض (۷)
۹	حفاظت کرنا	حفظ۔رعی۔احصن۔کلأ (۴)
۱۰	حقدار	احق۔اولیٰ (۲)
۱۱	حق مہر	صدقۃ۔اجر۔فریضۃ (۳)
	حقیر	دیکھیے "ذلیل"
۱۲	حکم۔حکم دینا	امر۔حکم۔اذن۔اوصی (۴)
	حلق	دیکھیے، گلا
۱۳	حملہ کرنا	سطا۔اغار (۲)
۱۴	حیران ہونا	حیران۔بہت۔عجب (۳)
۱۵	حیض	محیض۔قروء (۲)
	خ	
۱	خاوند	بعل۔زوج۔سید (۳)
۲	خبر	خبر۔خُبر۔نبا (۲)
	خبر دینا	دیکھیے "بتلانا"
۳	ختم ہونا	نفد۔ختم (۲)
۴	خدمتگار	غلام۔فتی۔سخریا (۳)
۵	خرابی	خبالا۔معرّۃ۔فساد (۳)
۶	خراب کرنا / ہونا	خرب اور اخرب۔فسد اور افسد۔ اعاب۔سنّ۔اسن۔سنہ (۶)
۷	خرچ کرنا	انفق۔بخل۔اقتر۔اسرف۔ اسرف۔بذر۔اہلک (۶)
۸	خرید و فروخت کرنا	باع اور تبایع۔شری اور اشتری۔ تجر (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۹	خزانہ	کَنز ۔ قِنطَار ۔ خَزَائِن (۳)
۱۰	خشک ہونا	یَبِسَ ۔ هَاجَ ۔ هَمَدَ ۔ جَفَّ ۔ غَاضَ (۵)
۱۱	خلاصی چھٹکارا پانا	نَجَات ۔ مَنَاص ۔ نَقَذَ (۳) نیز دیکھیے "نجات پانا"
۱۲	خلقت مخلوق	بَرِیَّة ۔ اَنَام ۔ جِبِلًّا (۳)
۱۳	خواب	مَنَام ۔ رُؤیا ۔ اَحلام (۳)
۱۴	خواہش	اَمَل ۔ اُمنِیَه ۔ هَوٰی ۔ شَهوَة ۔ وَطَر (۵)
۱۵	خوبصورت	بَهِیج ۔ نَاضِرَة ۔ حِسَان (۳)
۱۶	خوراک لانا	قُوت ۔ رِزق ۔ مَارَ (میرا) (۳)
۱۷	خوش ہونا۔ کرنا لگنا	رَضِیَ ۔ اَسَرَّ ۔ بَهَجَ ۔ حَبَرَ ۔ اِستَبشَرَ ۔ طَابَ ۔ فَرِحَ ۔ فَکِهَ ۔ شَمِتَ ۔ اَعجَبَ (۱۰)
۱۸	خوشحالی	سَرَّاء ۔ نَعمَاء ۔ طُوبٰی (۳)
۱۹	خوشے	طَلعَ ۔ قُطُوف ۔ قِنوَان (۳)
	خون بہانا	دیکھیے "قتل کرنا"
۲۰	خیانت کرنا	خَانَ اور غَلَّ (۲)
۲۱	خیمہ۔ سائبان	خِیَام ۔ ظُلَّة ۔ سُرَادِق (۳)
	د	
۱	داخل ہونا۔ کرنا	دَخَلَ اور اَدخَلَ ۔ وَلَجَ اور اَولَجَ ۔ صَلِیَ اور صَلّٰی ۔ سَلَكَ (۴)
۲	داروغہ	خَزَنَة ۔ مُصَیطِر (۲)
۳	داغ دینا	وَسَمَ ۔ کَوٰی ۔ شِیَة (۳)
۴	دُبلا	عِجَاف ۔ ضَامِر (۲)
۵	دراز ہونا۔ کرنا	طَالَ اور تطاول ۔ مَدَّ اور مَدَّدَ ۔ بَاعَدَ (۳)
۶	درپے ہونا	تَصَدّٰی اور حَفَا (۲)
۷	درخت اور پودے	شَجَرَة اور شَجَر ۔ نَجم ۔ اَثل ۔ یَقطِین ۔ ضَرِیع ۔ زَقُّوم (۶)
۸	درست ٹھیک	صَوَاب ۔ حَقّ (۲)
۹	درست کرنا	اَصلَحَ ۔ سَوّٰی (۲)
	درگزر کرنا	دیکھیے "معاف کرنا"
۱۰	درمیان	بَین ۔ سَوَاء ۔ وَسَط ۔ خِلَال ۔ قَصد (۵)
۱۱	دشمن۔ دشمنی	عدو ۔ بغضاء ۔ شَانِئ (۳)
۱۲	دعا دینا۔ کرنا	دَعَا ۔ سَلَّمَ ۔ حَیّٰی ۔ صَلّٰی (۴)
	دفع کرنا	دیکھیے "ہٹانا"
۱۳	دِل	قلب ۔ فواد ۔ صدر ۔ نفس (۴)
۱۴	دل میں بات ڈالنا	وحی ۔ الهام ۔ القاء ۔ وسواس ۔ همزات (۵)
۱۵	دلیل	دَلِیل ۔ حُجَّت ۔ بَیِّنَه ۔ بُرهَان ۔ سُلطَان (۵)
۱۶	دن اور اس کے اوقات	نَهَار ۔ یَوم ۔ اَلیَوم ۔ یَومَئِذٍ (۴)
۱۷	دنیا کے مختلف نام	دُنیَا ۔ اَدنٰی ۔ عَاجِلَة ۔ اُولٰی (۴)
۱۸	دُور	بَعِید ۔ سَحِیق ۔ عَمِیق ۔ قَصِیًّا (۴)
۱۹	دور کرنا۔ ہونا	بَعُدَ اور بَاعَدَ ۔ قَصَا ۔ نَاٰی ۔ کَفَّرَ ۔ قَضٰی (۵)
۲۰	دوڑنا	سَرِعَ ۔ سَعٰی ۔ زَفَّ ۔ رَکَضَ ۔ جَمَحَ ۔ هَرَعَ ۔ نَسَلَ ۔ وَفَضَ ۔ هَطَعَ ۔ ضَبَحَ ۔ سَبَقَ اور اِستَبَقَ (۱۱)
۲۱	دوڑانا	اَوضَعَ ۔ اَوجَفَ (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۲	دوزخ اور اسکے مختلف نام	اَلنَّار۔ جَھَنَّم۔ جَحِیْم۔ سَقَر۔ سَعِیْر۔ ھَاوِیَۃ۔ غَیّ۔ حُطَمَۃ (۸)
۲۳	دوزخ کے فرشتے	خَزَنَۃ۔ زَبَانِیَۃ۔ مَالِك (۳)
۲۴	دوست	قَرِیْن۔ رَفِیْق۔ صَدِیْق اور صِدِّیق۔ وَلِی اور مَوَالِی۔ خَلِیْل۔ حَمِیْم۔ وَلِیْجَۃ۔ بِطَانَۃ۔ خَذُوْل۔ اَخْدَان (۱۰)
۲۵	دھتکارنا	زَجَرَ۔ خَسَأَ۔ دَحَرَ (۳)
۲۶	دھندلانا	اِبْیَضَّ۔ اِنْکَدَرَ۔ عَمِیَ اور غُمَّۃ (۴)
۲۷	دُھواں	دُخَان۔ نُحَاس۔ یَحْمُوْم (۳)
۲۸	دھوپ	شَمْس۔ ضُحٰی۔ حَرّ۔ حَرُوْر (۴)
۲۹	دھوکہ دینا	غَرَّ۔ خَدَعَ۔ خَانَ۔ خَذَلَ۔ رَاغَ۔ خَتَرَ (۶)
	دھونا	دیکھیے "نہانا دھونا"
۳۰	دیکھنا	رَاٰی۔ نَظَرَ۔ بَصُرَ اور بَصَّرَ۔ آنَسَ۔ رَآی (۵)
۳۱	دیکھنا (کیفیتِ نظر)	شَخَصَ۔ لَمَحَ۔ ھَطَعَ۔ عَشَا۔ اَغْمَضَ۔ زَاغَ۔ بَرِقَ (۷)
۳۲	دکھلانا	اَرٰی اور اَرَای۔ بَصَّرَ۔ تَبَرَّجَ (۳)
۳۳	دین	دِیْن۔ شَرِیْعَۃ۔ مِلَّۃ (۳)
۳۴	دینا	اٰتٰی۔ اَعْطٰی۔ اَثَابَ۔ اَدَّاءَ۔ دِیَۃ۔ وَھَبَ۔ رَفَدَ۔ دَفَعَ اِلٰی۔ ھَدِیَۃ۔ نِحْلَۃ (۱۰)
۳۵	دیوار	جِدَار۔ سَدّ۔ رَدْم۔ سُوْر۔ بُنْیَان (۵)
۳۶	دیوانہ۔ دیوانگی	مَجْنُوْن۔ خَبَطَ۔ مَفْتُوْن۔ سُعُر (۴)
	ڈ	
۱	ڈالنا	اَلْقٰی۔ سَلَكَ۔ نَبَذَ۔ قَذَفَ۔ اَفْرَغَ۔ اَوْقَعَ (۶)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲	ڈبونا	اَغْرَقَ۔ صَبَغَ (۲)
۳	ڈرنا	خَافَ۔ خَشِیَ۔ خَشَعَ۔ اِتَّقٰی۔ رَاعَ۔ حَذِرَ۔ اَوْجَسَ۔ وَجَفَ۔ وَجِلَ۔ رَھِبَ۔ رَعَبَ۔ اَشْفَقَ (۱۲)
۴	ڈرانا	خَوَّفَ۔ حَذَّرَ۔ اَرْھَبَ۔ اَنْذَرَ۔ اَوْعَدَ (۵)
۵	ڈول	دَلْو۔ ذَنُوْب (۲)
۶	ڈھال	جُنَّۃ۔ عُرْضَۃ (۲)
۷	ڈھانکنا	جَنَّ۔ غَشِی۔ اَغْشٰی وغیرہ۔ اَرْھَقَ (۳)
۸	ڈھلنا	زَالَ۔ دَلَكَ (۲)
۹	ڈھونڈنا	طَلَبَ۔ اِبْتَغَا۔ تَجَسَّسَ۔ اِلْتَمَسَ۔ جَاسَ۔ بَعْثَرَ۔ تَحَرّٰی (۸)
۱۰	ڈھیر ڈھیر لگانا	دیکھیے "وافر، بہت"
	ذ	
	ذائقہ	دیکھیے "مزا"
۱	ذبح کرنا	ذَبَحَ۔ ذَکّٰی۔ نَحَرَ (۳)
۲	ذریعہ	سَبَب۔ وَسِیْلَۃ (۲)
۳	ذلت	ذِلَّۃ۔ صَغَار۔ ھُوْن۔ خِزْی (۴)
۴	ذلیل	اَذِلَّۃ۔ مَھِیْن۔ صَاغِر۔ دَاخِر۔ اَرَاذِل۔ اَسْفَل۔ خَاسِئ (۷)
۵	ذلیل کرنا	اَذَلَّ۔ اَھَانَ۔ اَخْزٰی۔ فَضَحَ۔ اِزْدَرٰی۔ کَبَتَ (۶)
۶	ذمہ داری	ذِمَّۃ۔ نَحْب (۲)
	ر	
۱	رات	لَیْل۔ بَیَات (۲)
۲	رات کے کام	بَاتَ۔ بَیَّتَ۔ اَسْرٰی۔ طَرَقَ۔ نَفَشَ۔ ھَجَدَ (۶)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۳	راہ۔راستہ	صِراط۔طریق۔سَبِیل۔ فَجّ۔اِمام۔ھُدیٰ۔نَجد سبب (۸)
۴	راہ ڈالنا۔رائج کرنا	سَنَّ۔شَرَعَ۔اِبتَدَعَ (۳)
۵	راضی کرنا۔ہونا	رَضِیَ۔طَوَّعَ۔اَعتَبَ (۳)
	راندہ ہوا	دیکھیے "دھتکارنا"
۶	رتبہ پانا	درجۃ۔زُلفیٰ۔قُرب۔مَکُنَ (۴)
	رجوع کرنا	دیکھیے "لوٹنا"
۷	رُخ کرنا	تَوَجَّہَ۔اَقبَلَ (۲)
	رخصت کرنا	(دیکھیے "آزاد کرنا" اور "چھوڑنا") (سَرَّحَ۔طَلَّقَ اور وَدَّعَ)
۸	ردی۔ناکارہ	نَکِد۔خَمط۔دَاحِضۃ۔نَاقِص بَخس۔خبیث۔اَدنیٰ۔مزجاۃ (۸)
	رسوائی۔رسوا کرنا	دیکھیے ذلت۔ذلیل کرنا"
۹	رسی	حَبل۔سبب (۲)
۱۰	رشتہ دار	اَقرَبُون۔نَسَب۔صِھر۔اِلّ (۴)
۱۱	رضامندی (خوشنودی)	رِضوَان اور مَرضَاۃ۔وَجہ (۳)
۱۲	رغبت کرنا	رَغِبَ۔تَنَافَسَ (۲)
۱۳	رکھنا	وَضَعَ۔اَلقیٰ (۲)
۱۴	رنگ	لَون۔صِبغَۃ (۲)
	روانہ ہونا	دیکھیے "سفر کرنا"
۱۵	روشنی روشن کرنا ہونا	اَنَارَ اور نُور۔اَضَاءَ اور ضِیَاء نار۔جلی اور تجلی۔وھج۔ اَشرَقَ۔اَسفَرَ۔اَبصَرَ اور مُبصِرَۃ (۸)
۱۶	روزہ دار	صَائِم۔سَائِح (۲)
۱۷	روکنا	مَنَعَ۔نَہیٰ۔عَوَّقَ۔عَضَلَ۔ اَمسَکَ۔صَدَّ۔اَحصَرَ۔حَظَرَ۔ عَکَفَ۔کَفَّ۔ثَبَّطَ۔ذَادَ۔ وَزَعَ۔حَبَسَ۔حَجَرَ (۱۵)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۸	رکنا	اِنتَھیٰ۔اَکدیٰ۔اِشمَازَ۔قَلَعَ (۴)
۱۹	روندنا	حَطَمَ اور وَطَأَ (۲)
۲۰	رونق	زُھرَۃ۔نَضرَۃ۔بھجۃ (۳)
	رہنا	دیکھیے "آباد ہونا" اور "ٹھہرنا"
۲۱	ریت	سراب۔کثیب۔احقاف (۳)
	ریزہ ریزہ	دیکھیے "چورا چورا"

ز

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	زائد	عَفو۔نَافِلَۃ۔ضِعف (۳)
۲	زبردستی کرنا	اَکرَہَ۔جَبَرَ۔قَہَرَ۔سَخَّرَ۔ رَاھَقَ (۵)
۳	زخم	قرح۔جُرح (۲)
	زلزلہ	دیکھیے "کانپنا"
۴	زمانہ	دَھر۔عَصر۔قَرن۔حقبۃ۔ رَیبَ المَنُون (۵)
۵	زمین اور اس کی اقسام	اَرض۔بَرّ۔بَحر۔جُرُز۔سھول۔ سَاھِرَۃ۔صَعِید۔قِیعَۃ۔ صَفصَف۔عَرَاء۔زَلَق۔صَفوَان۔ صَلد۔فَجوَۃ۔سَاحَۃ۔رَبوَۃ۔ نَجد۔رِیع۔وَادِی۔مَوَاطِن۔ جُدَد (۲۱)
۶	زمین بوس ہونا۔کرنا	دَکّ۔دَمدَمَ (۲)
۷	زنجیریں	سلاسل۔اغلال۔انکال۔ اَصفَاد (۴)
۸	زندہ کرنا	اَحیَا۔بَعَثَ۔اَنشَرَ (۳)
۹	زندہ ہونا۔رہنا	حَیّ۔اِستِحیَاء۔عَاشَ (۳)
	زیادہ	دیکھیے "وافر۔بہت"
	زیادہ ہونا۔کرنا	" بڑھنا۔بڑھانا"
	زیادتی کرنا	" حد سے بڑھنا"
۱۰	زینت	زِینَۃ۔زُخرُف۔رِیش

نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعلقہ
		زُهرة - جَمال (۵)
	زینت دینا	دیکھیے "مزین کرنا"
	زینہ	" "سیڑھی"
	س	
۱	ساتھ	مَعَ - بِ (۲)
۲	ساتھی	صاحِب - عشِیر - قرِین - ازواج (۴)
	ساکن ہونا	دیکھیے "تھمنا"
۳	سال	عام - سَنَةٌ - حَوْل - حِجَج (۴)
۴	سامان	عَرَض - متاع - اثاث - رَحل - وِعاء - جِهاز - زاد - أسلِحة - عُدّة - نِعمة - رِیش - بِضاعة - ماعُون - جِذر - مَعایِش (۱۵)
۵	سامنے آنا	اَقبَلَ - بَرَزَ (۲)
۶	سانپ	حَیّة - جَانّ - ثُعبان (۳)
۷	سب - سارے	کُلّ - کافّة - اجمعون (۳)
۸	سپرد (حوالے) کرنا	اَکْفَلَ اور کَفَّلَ - وَکَّلَ - دَفَعَ اِلٰی - سَلَّمَ - فَوَّضَ - اِسْتَوْدَعَ (۶)
	ستارا	دیکھیے "تارا"
۹	سچ	حَقّ - صِدق (۲)
۱۰	سخت	اشقّ - اشدّ - اَدھیٰ - رابیہ - عَصِیب - قَمطرِیر - قاسیة - غَلِیظ - عَزِم (۹)
۱۱	سختی	قَسوة - غلظة - باساء - کَبَد (۴)
۱۲	سر اٹھانا	اَقمَحَ - اَقنَعَ - عَلا (۳)
۱۳	سردار	سیّد - مَلَأ - رَهط - اَئِمّة - نَقِیب (۵)
۱۴	سردی	شِتاء - صِرّ - صَرصَر - نَفحة - زَمهرِیر (۵)
۱۵	سرکشی کرنا	طَغٰی - عَتَا - عَلا - مَرَدَ (۴)
	سرگرداں پھرنا	دیکھیے "آوارہ پھرنا"
۱۶	سرگوشی کرنا	تَخَافَتَ - تَنَاجٰی اور نجوٰی (۲)
۱۷	سرنگ	نفق - سَرَب (۲)
	سزا دینا	دیکھیے "عذاب دینا"
	سزاوار	" "لائق ہونا"
۱۸	سستی کرنا	کَسِلَ - وَهَنَ - وَنٰی - اِستَحسَرَ - بَطَّأَ (۵)
۱۹	سفر کرنا	سَفَرَ - سَاحَ - ظَعَنَ - نَفَرَ - ضَرَبَ فِی الاَرضِ (۵)
	سکڑنا	دیکھیے "خشک ہونا"
	سمت	" "جانب"
۲۰	سمجھنا - سمجھانا	شَعَرَ - فَهِمَ - فَقِهَ اور تَفَقَّهَ - عَقَلَ (۴)
	سمیٹنا	دیکھیے "اکٹھا کرنا"
	سنبھالنا	حفاظت کرنا
۲۱	سننا	سَمِعَ - سَمَاع - اَسمَعَ - استمع - آذِنَ اور اُذُن (۶)
۲۲	سنوارنا	اَصلَحَ - زَکّٰی (۲)
۲۳	سوار ہونا - کرنا	رَکِبَ - اِستَوٰی - حَمَلَ (۳)
۲۴	سوائے	اِلّا - دُون - غَیر - وَرَاء - اِستثناء (۵)
	سوچنا	دیکھیے "غور کرنا"
۲۵	سونا	نَام - هَجَعَ - رَقَدَ - قَالَ (قیل) ضَجَعَ - تَهَجَّدَ (۶)
۲۶	سیاہ - سیاہی	اَسوَد - غَرابِیب - اَحوٰی - مُدهَامَّتٰن - قَترة - مِداد (۶)
۲۷	سیدھا - سیدھی	مُستَقِیم - سَوَاء اور سوی - قصد - سدید (۴)

نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعلقہ
	سیر کرنا	دیکھیے "چلنا" اور "سفر کرنا"
۲۸	سیر کرانا	سَیَّرَ - اَسْرٰی (۲)
۲۹	سیڑھی	سُلَّم اور مَعَارِج (۲)
۳۰	سیکھنا، سکھلانا	عَلَّمَ اور تَعَلَّمَ - تَلَقّٰی - کَلَّبَ (۲)
	ش	
۱	شاخ	فرع - شعب - اَفنان (۳)
۲	شام	رواح - اصیل - عشیا - مسا (۴)
۳	شاید	لَعَلَّ - عَسٰی (۲)
۴	شراب	خمر - مَعِین - رحیق (۳)
۵	شرمانا	اِستحیاء - اِستنکف (۲)
	شرمندگی	دیکھیے "پچھتانا"
۶	شروع کرنا	بَدَأَ - طَفِقَ
۷	شرمگاہ	فرج - سوءۃ (۲)
۸	شریک	خلیط - شریک - نِدّ (۳)
۹	شعلہ	لہب - شواظ - نُحاس - ملہج - شہب (۵)
۱۰	شک و شبہ	شک - شبہ - مریۃ - مریج - لَبس - ریب (۶)
۱۱	شکل و صورت	ہیئۃ - شکل - صورۃ - تمثال (۴)
۱۲	شکل و صورت بنانا	صَوَّرَ - خَلَقَ - تَمَثَّلَ (۳)
۱۳	شگاف	فُطور - فُروج (۲)
۱۴	شہر	مدینۃ - مصر - بلد - دیار - قریۃ (۵)
۱۵	شیشہ	زُجاجۃ - قواریر (۲)
	شیطان	دیکھیے "جن"
	ص	
۱	صاف کرنا	مَحَّصَ - طَہَّرَ - صَفَا - مَسَحَ (۴)

نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعلقہ
۲	صبح	اسحار - فجر - صبح - اشراق - بُکرۃ - غداۃ - ضحٰی (۷)
۳	صبح کرنا	اَصبَحَ - غَدَا (۲)
۴	صبر کرنا	صَبَرَ - قَنِعَ (۲)
۵	صلح	صُلح - سَلم (۲)
	ض	
۱	ضامن	زعیم - کفیل (۲)
	ضائع کرنا	دیکھیے "برباد کرنا"
	ضد کرنا	" "اڑنا اور مخالفت کرنا"
	ط	
۱	طاقت	طاقۃ - قوۃ - مِرّۃ - رُکن - محل (۵)
۲	طاقت رکھنا	اطاق - استطاع (۲)
	طرف	دیکھیے "جانب"
۳	طریقہ - دستور	طریقۃ - سُنّۃ - اُمّۃ - شریعۃ - منہاج - منسک - شاکلۃ - معروف - خُلُق (۹)
۴	طعنہ دینا	طَعَنَ - لَمَزَ - ہَمَزَ (۳)
	طلاق دینا	دیکھیے "آزاد کرنا"
	طلب کرنا	" "مانگنا اور چاہنا"
۵	طوق ڈالنا	طوق اور غلّ (۲)
۶	طمع رکھنا	طَمَعَ - حَرَصَ - شُحّ (۳)
۷	طے کرنا	عَبَرَ - قَطَعَ (۲)
	ظ	
۱	ظاہر ہونا	ظَہَرَ - جَہَرَ - بَدَا - عَثَرَ - تَبَیَّنَ اور اِستَبَانَ - حَصحَصَ - تَجَلّٰی - شُرَّعًا (۸)
۲	ظاہر کرنا	اَظہَرَ - اَبدَا - اَعثَرَ - جَہَرَ - اَعلَنَ (۵)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	ظلم کرنا	دیکھیے "بے انصافی کرنا"
	ع	
۱	عاجز آنا	عَجَزَ - عَيَّ - اِسْتَكَانَ (۳)
۲	عاجزی کرنا	أَخْبَتَ - خَشَعَ - خَضَعَ - تَضَرَّعَ (۴)
۳	عالم	عَالِم - أَحْبَار - قِسِّيسِيْن (۳)
۴	عبادت گاہیں	صَوَامِع - بِيَع - صَلَوَات - مَسَاجِد (۴)
۵	عذاب سزا	عذاب - عِقَاب - بَأْس - نكير - نكال - وبال - مثلت (۷)
۶	عذاب دینا	عذّب - نكّل (۲)
۷	عذاب کی اقسام	حُسْبَان - حَاصِب - صَيْحَة - رجفة - رِجز - خسف (۶)
۸	عزت بخشنا	أَعَزَّ - أَكْرَمَ - كَرَّمَ (۳)
۹	عزت والا - معزز	أكرم - مُكرَّم - حرام اور مُحرَّم - وَجِيه (۴)
۱۰	عقل - عقلمند	حِجْر - عَقْل - حُلُم - أُولِى الالباب - أُولِى الابصار - أُولِى النُّهٰى (۶)
۱۱	عقل کھو دینا	اِسْتَفَزَّ - اِسْتَخَفَّ (۲)
۱۲	عورت	أُنثٰى - اِمرأة - نِسَاء - نِسْوة (۴)
۱۳	عہد - وعدہ	وعده - وعيد - موعدة اور ميعاد - عہد - ذمّة - إصر - ميثاق - عقود (۶)
	غ	
۱	غار	غار اور مغارات - كهف (۲)
۲	غافل ہونا کرنا	غفل اور اغفل - سَهَا - سَمَدَ - أَلْهٰى (۴)
۳	غالب آنا - ہونا کرنا	ظَهَرَ - عَزَّ - غلب - اِسْتَعْلٰى - قهر (۵)
	غائب ہونا	دیکھیے "چھپنا"
۴	غبار	غَبَرَة - نَقْع - هَبَاء (۳)
	غروب ہونا	دیکھیے "چھپنا"
	غرور کرنا	" "اترانا"
۵	غصہ	سَخَط - غَيْظ - غضب - حرد (۴)
۶	غصہ دلانا	أَسْخَطَ - غَاظَ - آسَفَ (۳)
۷	غم	غمّ - حُزْن - بَثّ (۳)
۸	غمگین ہونا	حَزِنَ - أَسِيَ - أَبْلَسَ - اِسْتَيْئَسَ (۴)
۹	غور کرنا	تَفَكَّرَ - تَدَبَّرَ - تَفَقَّهَ - اِدَّكَرَ - اِسْتَنْبَطَ (۵)
	ف	
۱	فائدہ دینا	نَفَعَ - مَتَّعَ - رَبِحَ - مآرب (۴)
۲	فتح ہونا - دینا	فَتَحَ - أَظْفَرَ (۲)
	فخر کرنا	دیکھیے "اترانا"
۳	فراخی - آسودگی	مَيْسَرَة - طَوْل - بَسْطَة - سَعَة (۴)
۴	فراخ ہونا - کرنا	رَحُبَ - وَسِعَ - تَفَسَّحَ (۳)
۵	فرشتہ	مَلَك - رُوح (۲)
۶	فرق	بُعْد - تفاوت (۲)
۷	فرقہ - گروہ	فِرقة - فريق - طائفة - زُمَر - شيعة - أناس (۶)
	فرمانبرداری کرنا	دیکھیے "اطاعت کرنا"
۸	فریاد رسی	اِسْتَجَابَ - أَصْرَخَ (۲)
۹	فریاد کرنا	استصرخ - استغاث (۲)
۱۰	فساد کرنا - ڈالنا	أَفْسَدَ - عَثَا - نَزَغَ (۳)
۱۱	فضول باتیں کرنا	أَلْغٰى - خَاضَ - لَغَا - سَمَرَ - هَجَرَ (۵)
۱۲	فضول خرچی کرنا	أَسْرَفَ - بَذَّرَ (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۳	فضیلت دینا	فَضَّلَ - کَرَّمَ (۲)
۱۴	فیصلہ کرنا	فَتَحَ - فَصَّلَ - حَکَمَ - قَضٰی - حَتَمَ (۵)
	ق	
۱	قابو پانا	قَدَرَ - اَقْرَنَ - اِسْتَحْوَذَ - اِحْتَنَكَ (۴)
۲	قافلہ	سَیَّارَۃ - عِیْر - رَکْب (۳)
۳	قبر	قبر - مرقد - جَدَث (۳)
۴	قبول کرنا	قبل اور تقبل - اجاب اور استجاب (۲)
۵	قبیلہ - خاندان	شعوب - قبائل فصیلۃ - رھط عشیرۃ - اسباط (۶)
۶	قتل کرنا	قَتَلَ - سَفَكَ - حَسَّ - اَثْخَنَ (۴)
۷	قدم	قدم - خطوۃ - اثر (۲)
۸	قرار پکڑنا	قَرَّ - استوٰی (علی)
۹	قرآن کے مختلف نام	قرآن - فرقان - ذکر اور تذکرۃ کتاب مبین - حدیث (۵)
۱۰	قربانی کا جانور	بُدْن - نُسُك - ھَدْی - قَلَائِد (۴)
	قرض	دیکھیے "ادھار"
	قریب ہونا۔ کرنا	" "نزدیک ہونا۔ کرنا"
۱۱	قسم اٹھانا	وَ - تَ - قسم - یمین - حلف اَلِیَّۃ - ایلاء (۷)
۱۲	قسم توڑنا	نکث - نقض - حنث (۳)
۱۳	قلعہ	حصون - صیاصی - بروج - محاریب (۴)
	قوت	دیکھیے "طاقت"
۱۴	قوت دینا	اَیَّدَ - اَزَرَ - عَزَّزَ (۳)
۱۵	قمیص	قمیص - سرابیل (۲)
۱۶	قیامت اور اسکے مختلف نام	قیامت - الساعۃ - یوم الدین یوم الخروج - یوم الحساب یوم الفصل

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
		غاشیۃ - حاقۃ - صاخۃ - آزفۃ - قارعۃ - طامۃ الکبرٰی (۱۲)
	قیام کرنا	دیکھیے "آباد ہونا اور ٹھہرنا"
۱۷	قید خانہ	سِجْن - حَصِیْر (۲)
۱۸	قید کرنا - قیدی بنانا	حَبَسَ - اَثْبَتَ - اَسَرَ - اَسْجَنَ (۴)
	ک	
۱	کاٹنا	حَصَدَ - صَرَمَ - قطع - قَطَّعَ - بَتَرَ - بَتَكَ - عَضَّ - خَضَدَ - جَذَّ - عَقَرَ (۱۰)
۲	کٹنا	تَقَطَّعَ - مَنَّ (۲)
۳	کاغذ	رَقّ - قِرطاس (۲)
۴	کافی ہونا	کَفٰی - حَسْب (۲)
	کالا	دیکھیے "سیاہ"
۵	کام آنا	جَزٰی - اَغْنٰی (۲)
۶	کام - کام کرنا	فِعْل اور فَعَلَ - عَمَل اور عَمِلَ - صَنَعَ - صَدَعَ - جَرَحَ اور اِجْتَرَحَ - تَمَدَّ - اَمْر - شَاْن (۸)
۷	کامیاب ہونا	اَفْلَحَ - فَازَ (۲)
۸	کان	اُذُن - سَمْع (۲)
۹	کانپنا	زَلْزَلَ - مَارَ - رَجَّ - رَجَفَ (۴)
۱۰	کب	اَیَّانَ - مَتٰی (۲)
۱۱	کتاب	کِتَاب - اَسْفَار - سِجِل - نُسْخَۃ - زُبُر - صُحُف (۶)
۱۲	کترا جانا - بچ کر نکل جانا	زَاوَرَ - قَرَضَ - حَادَ (۳)
۱۳	کتنا - کتنے	کَمْ - کَاَیِّنْ یا کَاَیِّنْ (۲)
	کجی	دیکھیے "ٹیڑھ - ٹیڑھا ہونا"
	کروٹ	" "پہلو"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۴	کریدنا	بَحَثَ - بَعْثَرَ (۲)
۱۵	کڑوا	أَمَرَّ - أُجاج - خَمْط (۳)
۱۶	کسان	زَرَّاع - کُفَّار (۲)
۱۷	کشتی - جہاز	جاریۃ - سفینہ - فُلْك (۳)
۱۸	کعبہ اور اس کے مختلف نام	کعبۃ - البیت - البیت العتیق - حرم - بیت الحرام - بیت المحرم - مسجد الحرام (۷)
۱۹	کل	أَمْسِ - غَدٌ (۲)
۲۰	کم کرنا، کمی کرنا گھٹانا	ظَلَمَ - أَلَا - قَصَرَ - أَلَتَ - هَضَمَ - فَتَرَ - قَلَّ - طَفَّفَ - نَقَصَ - خَسِرَ - بَخَسَ - فَرَّطَ - وَتَرَ (۱۳)
۲۱	کمانا یا کمائی کرنا	عَمِلَ - کَسَبَ اور اِکْتَسَبَ - اِقْتَرَفَ - جَرَحَ اور اِجْتَرَحَ (۵)
۲۲	کمرہ	حُجْرَۃ - غُرْفَۃ (۲)
۲۳	کمزور	ضَعِیْف - وَاهِیَۃ - أَوْهَنَ - أَذِلَّۃ (۴)
۲۴	کنارہ	طَرَف - حَدّ - حَرْف - أُفُق - أَقْطَار - أَرْجَاء - شَفَا - مَعْزِل - شاطی - ساحل - اقصا - عُدْوَۃ - صَدَف (۱۳)
۲۵	کنواں	بِئْر - جُبّ - رَسّ (۳)
۲۶	کوڑا	سَوط - جَلْدہ (۲)
۲۷	کوشش کرنا	سَعٰی - جَهَدَ - کَدَحَ (۳)
۲۸	کون	مَنْ - أَیّ (۲)
۲۹	کوئی	أَحَد - مَنْ اور مِنْ (۲)
۳۰	کہ - گویا کہ	أَنْ - کَأَنَّ - کَأَنَّمَا - أَلَّا (۳)
۳۱	کہاں	أَیْنَ اور أَیْنَمَا - أَنّٰی (۲)
۳۲	کہانیاں، واقعات	اساطیر - احادیث - قصص (۳)
۳۳	کھال	جِلْد - شَوٰی (۲)
۳۴	کھال اتارنا	سَلَخَ - کَشَطَ (۲)
۳۵	کھانا	أَکَلَ - طَعِمَ - رَتَعَ (۳)
۳۶	کھلانا	أَطْعَمَ - رَزَقَ (۲)
۳۷	کھجور	نخلۃ - نخل اور نخیل - لینۃ - رطب (۳)
۳۸	کھڑا ہونا، کرنا	قَامَ اور اَقَامَ - وَقَفَ - نَتَقَ - نَشَزَ (۴)
	کھلا میدان	دیکھیے "زمین اور اس کی اقسام"
۳۹	کھولنا	أَنٰی - غَلٰی (۲)
۴۰	کھولنا	بَسَطَ - فَتَحَ - حَلَّ - شَرَحَ - کَشَفَ - نَشَطَ - فَرَجَ (۷)
۴۱	کھیتی	حَرْث - زَرْع (۲)
۴۲	کھینچنا	مَدَّ - جَرَّ - اِضْطَرَّ - سَلَخَ - نَزَعَ - سَفَعَ (۶)
۴۳	کھیلنا	لَعِبَ - لَهٰی - عَبَثَ (۳)
۴۴	کیا	ءَ - هَلْ - ما - ماذا (۴)
۴۵	کیسے	کَیْفَ - أَنّٰی (۲)
۴۶	کیوں، کیونکر	لِمَ - لَوْلَا - لوما (۳)

گ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	گاڑنا	نَصَبَ - أَرْسٰی - دَسَّ - وَأَدَ (۴)
	گرد و غبار	دیکھیے "غبار"
۲	گردشِ ایام	رَیْبَ الْمَنُوْن - دَائِرَۃ - دَوْلَۃ اور دُوْلَۃ (۳)
۳	گردن	عُنُق - جِید - رَقَبَۃ - وَتِیْن (۴)
۴	گرفت کرنا	أَخَذَ - ثَرَّبَ - لَامَ (۳)
۵	گرمی - گرم کرنا ہونا	صَیْف - حَرّ - حَمَّ - حَمِیَ - سقر - سَمُوم (۶)
۶	گرمی حاصل کرنا	دِفْءٌ - اِصْطَلٰی (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۷	گرنا / گرانا	سَقَطَ۔ خَرَّ۔ هَدَمَ۔ هَدَّ۔ اِنْقَضَّ۔ هَبَطَ۔ وَقَعَ۔ هَارَ۔ هَوٰى۔ خَوٰى۔ وَجَبَ۔ رَدِى۔ صَرَعَ۔ تَلَّ۔ تَعَسَ۔ اِدَّارَكَ۔ اِنْهَمَرَ۔ صَبَّ۔ سَكَبَ (۱۹)
۸	گروی رکھنا	رَهَنَ۔ اَبْسَلَ (۲)
۹	گڑھا	حُفْرَة۔ جُرُف۔ اُخْدُوْد۔ غَائِط (۴)
۱۰	گزرنا	سَبَقَ۔ خَلَا۔ سَلَفَ۔ مَرَّ۔ مَضٰى۔ اِنْسَلَخَ (۶)
	گفتگو کرنا	"بات کرنا"
۱۱	گلا	حُلقوم۔ حناجر (۲)
۱۲	گم ہونا	فَاتَ۔ فَقَدَ۔ ضَلَّ (۳)
۱۳	گمان کرنا	ظَنَّ۔ زَعَمَ۔ حَسِبَ (۳)
	گمراہ ہونا	دیکھیے "بھٹکنا اور بھٹکانا"
۱۴	گناہ	ذَنْب۔ خَطَأ اور خِطْأ۔ حُوْب۔ حِنْث۔ اِثْم۔ اجرام۔ جُنَاح۔ لَمَم (۸)
۱۵	گنہگار	اٰثِم اور اَثِيم۔ خاطیٔ مجرم فاسق۔ فاجر (۵)
۱۶	گندگی نجاست	تَفَث۔ رِجز اور رُجز۔ رِجس (۳)
۱۷	گننا	عَدَّ۔ حَسِبَ۔ اَحْصٰى (۳)
۱۸	گود	مَهْد۔ حُجُور (۲)
۱۹	گہرا۔ گہرائی	لُجّىّ۔ غَور۔ عَمِيْق (۳)
۲۰	گھاٹ	مَشْرَب۔ وِرْد (۲)
۲۱	گھاٹی	نَجْد۔ عَقَبَة (۲)
	گھبرانا	دیکھیے "بے قرار ہونا"
۲۲	گھر	بيت۔ مسكن۔ دار۔ اهل (۴)
۲۳	گھڑی	ساعة۔ اٰناء۔ زُلَف (۳)
۲۴	گھسنا	وَلَجَ۔ جَاسَ (۲)
۲۵	گھسیٹنا	جَرَّ۔ سَحَبَ۔ عَتَلَ (۳)
۲۶	گھوڑا	خَيل۔ صَافِنَات۔ جِيَاد۔ عَادِيَات (۴)
	گھومنا	دیکھیے "پھرنا"
۲۷	گھیرنا	حَفَّ۔ اَحَاطَ۔ اَحْصَرَ۔ حَاقَ (۴)

ل

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	لاٹھی	عَصَا۔ مِنسَأَة (۲)
	لالچ	دیکھیے "طمع رکھنا"
۲	لانا	جَاءَ بِ۔ اٰتٰى بِ۔ هَلُمَّ۔ هَاتُوا۔ اَجَاءَ۔ اَجْلَبَ (۶)
۳	لائق ہونا	يَنبَغِي۔ اَجدَرُ۔ اَولٰى۔ حُقَّ (۴)
۴	لپیٹنا۔ لپٹنا	طَوٰى۔ لَفَّ۔ كَوَّرَ (۳)
۵	لٹکنا۔ لٹکانا	اَدْلٰى اور تَدَلّٰى۔ عَلَّقَ۔ تَرَدَّدَ۔ ذَبْذَبَ (۴)
۶	لحاظ رکھنا	رَعٰى۔ رَاقَبَ (۲)
	لرزنا	دیکھیے "کانپنا"
	لڑکا	" "بچہ"
	لڑائی کرنا	" "جنگ"
۷	لشکر	جُنْد۔ فَوج۔ حِزب۔ نَفِير۔ فِئَة۔ ثُبَات (۶)
۸	لکڑی	حَطَب۔ خَشَب (۲)
۹	لکھنا	خَطَّ۔ سَطَرَ۔ رَقَمَ۔ كَتَبَ (۴)
۱۰	لکھوانا	اِسْتَنْسَخَ۔ اَمَلَّ۔ اِكْتَتَبَ (۳)
۱۱	لکھنے والا	كَاتِب۔ سَفَرَة (۲)
۱۲	لگاتار / پے در پے	تَتْرٰى۔ عَلٰى فَتْرَةٍ۔ حُسُوم۔ رَدِف۔ دَاْب۔ مُتَتَابِع۔ وَصَّلَ (۷)
۱۳	لوٹانا۔ لوٹنا / رجوع کرنا	رَجَعَ۔ اَبَ۔ تَابَ۔ اَنَابَ۔ بَاءَ۔ فَاءَ۔ صَدَرَ اور اَصْدَرَ۔

نمبرشمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
		صابر - رَدَّ اور اِرتدّ (۹)
۱۴	لوحِ محفوظ اور اسکے مختلف نام	لَوحٌ محفوظ - امّ الکتاب - امام مبین - کتاب مکنون (۴)
۱۵	لونڈی - غلام	عَبد - اَمَۃ - رقبہ - ملک - یمین (۴)
	لیٹنا	دیکھیے "سونا"
۱۶	لینا	اَخَذَ - تلقّٰی - ھاؤم (۲)
۱۷	لین دین کرنا	تَدَایَنَ - اَدَارَ (۲)
	م	
۱	مارنا	ضَرَبَ - وَکَزَ - صَکَّ - دَعَّ - دَمَغَ - رَجَمَ - وَقَذَ - نَطَحَ - اَجْلَدَ (۹)
۲	مارڈالنا - مرنا	ماتَ اور اماتَ - قَتَلَ اور قَتَّلَ هَلَكَ اور اَهْلَكَ - صَلَبَ اور صَلَّبَ - ذَبَّحَ - رجم - اِنْخَنَقَ - تَوَفّٰی - شهادت (۹)
۳	مال و دولت	مال - دولت - رزق - خیر فَیْءٌ (اَفَاءَ) مَغانِم اَنفال (۷)
۴	مالک	مالك - ربّ - اَهْل (۳)
۵	ماں	والدة - اُمّ
۶	مانگنا	طَلَبَ - سَاَلَ - اِدَّعَ - حَفَا - اِعتَرَّ (۵)
	مائل ہونا	دیکھیے "جھکنا"
	مایوس ہونا	" " ناامید ہونا"
۷	مٹانا	طَمَسَ - مَحَقَ - مَحَا - نَسَخَ (۴)
۸	مٹی اور اس کی مختلف حالتیں	تراب - طِین - لازب - حما صلصال - سُلالَة - فَخّار - ثَرٰی - صعید (۹)
۹	مجامعت کرنا	بَاشَرَ - قَضٰی وَطَرًا - تَغَشّٰی - رَفَثَ - مَسَّ - لَمَسَ - طَمَثَ (۷)

نمبرشمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	مجبور کرنا	دیکھیے "زبردستی کرنا"
	مجبور ہونا	" "بے قرار ہونا"
۱۰	مجلس	مَجْلِس - نادِی (۲)
۱۱	مچھلی	حُوت - نُون
۱۲	محبت کرنا	حَبَّ اور محبتہ - وَدَّ اور وُدّ - اَلِفَ - شَغَفَ - عُرُبًا (۵)
	محتاج - محتاجی	دیکھیے "تنگدستی"
۱۳	محل	قَصر - صَرح (۲)
۱۴	محنت کرنا - مشقت اٹھانا	عَمِلَ - جَهَدَ - نَصَبَ - كَلَفَ - كَدَحَ - كُرْهٌ - شِقّ - شِقّةٌ (۸)
۱۵	مخالفت کرنا	خَالَفَ - ضَدَّ - شَاقَّ - حَادَّ - تَعَاسَ - عَنَدَ (۶)
۱۶	مختلف	مُختَلِف - شَتّٰی - اَزواج (۳)
۱۷	مدت	مُدّت - اَمَد - عِدّت - اُمّة - مَلِیًّا - مَهْل - عُمُر (نیز دیکھیے وقت) (۷)
۱۸	مدد دینا - کرنا - چاہنا	اَعَانَ اور اِستَعَانَ - نصر اور استنصر اَیَّدَ - عَزَّرَ - عَزَّزَ - ظَاهَرَ - رَدَأَ - اَمَدَّ (۹)
۱۹	مددگار	ناصر - نصیر اور انصار - حواری - ولی اور مولٰی - شهید - ظهیر - وزیر - عَضُد (۷)
۲۰	مذاق اڑانا	اِستَهزَاَ - سَخِرَ اور فَنَّدَ (۳)
	مراد پانا	دیکھیے "کامیاب ہونا"
۲۱	مرد	رَجُل - اِمْرَءٌ اور مَرءٌ، ذَكَرٌ (۴)
	مردود	دیکھیے "دھتکارنا"
	مرنا	" " مارنا - مرنا"
۲۲	مزا	ذائقة - طعم - لذة (۴)
۲۳	مزین کرنا	زَيَّنَ - زُخْرُف - سَوَّلَ (۳)
۲۴	مسافر	ابن السبیل - عابری سبیل -

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
		مُقوِین۔ سَیّارَۃ (۴)
۲۵	مسخر کرنا	سَخَّرَ۔ ذَلَّلَ اور ذَلُوْلٌ (۲)
۲۶	مسلط کرنا	سَلَّطَ۔ قَیَّضَ (۲)
۲۷	مشغول ہونا	شَغَلَ۔ خَاضَ۔ اَفَاضَ۔ سَبَحَ
	مشقت	دیکھیے "محنت مشقت"
۲۸	مشقت میں ڈالنا	اَعْنَتَ۔ اِقْتَحَمَ (۲)
	مشکل	دیکھیے "بوجھل ہونا"
۲۹	مشورہ کرنا	شَاوَرَ۔ بَیَّتَ۔ تَنَاجیٰ۔ اِئْتَمَرَ (۴)
۳۰	مشہور کرنا	شَاعَ۔ اَذَاعَ۔ اَرْجَفَ۔ اَھَلَّ (۴)
۳۱	مضبوط	ثابت۔ راسخ۔ متین۔ مُحکم۔ قیّمۃ۔ وُثقیٰ (۶)
۳۲	مضبوط بنانا کرنا	ثَبَّتَ۔ اَحْکَمَ۔ اَوْثَقَ۔ شَدَّ۔ اَتْقَنَ۔ رَبَطَ۔ اَزَرَ۔ عَقَّدَ۔ وَکَّدَ۔ سَنَّدَ۔ رَصَّ۔ شَیَّدَ (۱۲)
۳۳	معاف کرنا (بخشنا، درگزر کرنا)	عَفَا۔ اَصْفَحَ۔ غَفَرَ۔ تصدّق۔ تَجَاوَزَ۔ کَفَّرَ۔ حِطّۃٌ (۷)
۳۴	معبود	اِلٰہ۔ اَللّٰہ (۲)
۳۵	مقدور حیثیت	وُجْد۔ سَعَۃ۔ قَدَر (۳)
۳۶	مقرر کرنا	فَرَضَ۔ وَکَّلَ۔ اَجَّلَ (۳)
۳۷	مکھی	ذُبَاب۔ نَحل (۲)
۳۸	ملنا	لَقِیَ۔ لَحِقَ۔ وَلِیَ۔ اَصْنَا۔ اِخْتَلَطَ۔ تَجَاوَرَ۔ رَتَقَ۔ تَحَیَّزَ۔ اِشْتَمَلَ (۹)
۳۹	ملانا	خَلَطَ۔ اَلْحَقَ۔ وَصَلَ۔ اَلَّفَ۔ لَبَسَ۔ رَکَّبَ۔ ضَمَّ۔ مَشَجَ۔ مَزَجَ۔ مَرَجَ۔ شَابَ۔ ضَغَثَ (۱۲)
	منت ماننا	دیکھیے "نذر ونیاز"
	منتشر ہونا	" "بکھرنا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	منع کرنا	دیکھیے "روکنا"
	من گھڑت	" "اٹکل پچو"
۴۰	منہ پھیرنا	اَعْرَضَ۔ تَوَلّٰی۔ صَدَفَ (۳)
۴۱	موافقت کرنا	رَافَقَ۔ وَطَأَ (۲)
۴۲	موڑنا	ثنی۔ لوی
۴۳	مہربان	رحمان۔ رحیم۔ رءوف۔ لطیف۔ حنان (۵)
۴۴	مہر لگانا	طَبَعَ۔ خَتَمَ (۲)
۴۵	مہلت دینا	اَمْہَلَ اور مَہَّلَ۔ اَمْلٰی۔ نَظِرَۃ (۳)
۴۶	مہمان	ضَیف۔ وفد (۲)
۴۷	مہینے	شُہُور۔ اَشْہُر (۲)
۴۸	میخ	دُسُر۔ اوتاد (۲)
	میدان	دیکھیے "زمین اور اس کی اقسام"
	میوے	" "پھل"

ن

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	ناامید ہونا	یئیس اور استیئس۔ قنط۔ اَبْلَس (۳)
	ناانصافی	دیکھیے "بے انصافی"
۲	ناپاک	رِجْس۔ خَبِیْث۔ نَجَس (۳)
۳	ناپسندیدہ	مکروہ۔ اِدّ۔ مُنکر۔ اِمْر۔ مذموم اور مذءوم۔ اُفّ (۶)
۴	نادان	جاھل۔ سُفہاء (۲)
	ناراض کرنا	دیکھیے "غصہ دلانا"
۵	ناراضگی	سَخَطَ۔ ضَغْن۔ غِلّ (۳)
۶	ناشکرا	کَفُوْر۔ کَنُوْد (۲)
۷	نافرمانی کرنا	عَصٰی۔ فَسَقَ۔ فَجَرَ (۳)
	ناقص	دیکھیے "ردّی"
۸	ناک	انف۔ خُرطوم
	ناگوار	دیکھیے "برا لگنا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	ناگہاں	دیکھیے "اچانک"
۹	نام۔ رکھنا	اِسم اور سَمّٰی۔ لَقَبَ۔ نَبَزَ اور فلان (۴)
۱۰	نامبارک	مشئمۃ۔ نَحس۔ حُسُوم (۳)
	نامبارک سمجھنا	دیکھیے "بدبختی"
۱۱	نجات پانا	نَجٰی۔ فَازَ (۲)
۱۲	نذرونیاز	نَذَرَ۔ قُربان (۲)
۱۳	نرم ہونا۔ کرنا	لَانَ اور اَلَانَ۔ اَدْھَنَ۔ اَوَّاہ (اوہ) تَلَطَّفَ (۴)
۱۴	نزدیک ہونا۔ کرنا	کَادَ۔ قَرُبَ۔ دَنٰی۔ اَزِفَ۔ زَلَفَ۔ قَابَ۔ اِقْتَرَنَ (۷)
۱۵	نشانی	اثر۔ علامت۔ اٰیۃ۔ مُبصِرۃ شَرط۔ نَصب۔ سیما۔ شعائر (۸)
۱۶	نشان لگانا	سَوَّمَ۔ وَسَمَ (۲)
۱۷	نصیحت کرنا حاصل کرنا	نَصَحَ۔ ذَکَّرَ۔ وَعَظَ۔ وَصّٰی اِعْتَبَرَ اور عبرۃ (۵)
۱۸	نعمت	نِعْمَۃ۔ نَعْمَۃ۔ اٰلاء (۳)
۱۹	نعمت عطا کرنا	اَنْعَمَ۔ خَوَّلَ۔ اَتْرَفَ۔ اَغْنٰی۔ اَقْنٰی (۵)
۲۰	نقصان۔ ہونا اٹھانا	ضَرَّ اور ضَیْر۔ خَسِرَ۔ کَسَدَ۔ بَخَسَ۔ بَارَ اور بَوَار۔ غَرِمَ (۶)
۲۱	نکاح کرنا۔ کرانا	نَکَحَ اور اَنْکَحَ۔ زَوَّجَ (۲)
۲۲	نکلنا	خَرَجَ۔ بَرَزَ۔ نَفَرَ۔ غَزٰی۔ زَھَقَ۔ نَفَذَ۔ سَلَّلَ۔ لِوَاذًا دَفَقَ۔ شَرَقَ۔ طَلَعَ (۱۱)
۲۳	نکالنا	اَخْرَجَ۔ بَرَّزَ۔ طَرَدَ (۳)
۲۴	نگاہ	طَرْف۔ بَصَر (۲)
۲۵	نگہبان	حافظ اور حفیظ۔ رقیب۔ مقیت (قوۃ) حَرَس۔ مُھَیْمِن (۵)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۶	نگلنا	بَلَعَ۔ مَرَأَ۔ اَسَاغَ۔ غَصَّ۔ لَقِفَ اِلْتَقَمَ (۶)
۲۷	نہانا۔ دھونا	غَسَلَ اور اِغْتَسَلَ۔ طَھَّرَ اور اِطَّھَّرَ (۲)
۲۸	نہیں	لَیْسَ۔ لَا۔ لَمْ۔ لَنْ۔ اِنْ۔ مَا۔ ھَلْ (۷) لَا۔ لَمَّا۔ بَلٰی۔ کَلَّا۔ مَا۔ اِنَّمَا۔ لَاتَ (۷)
۲۹	نیا۔ نیا ہونا	حَدَثَ۔ جَدَّ۔ بَدَعَ (۳)
۳۰	نیچے	تَحْتَ۔ اَسْفَل، سَافِل، سُفْلٰی (۲)
۳۱	نیچے (پست) کرنا	خَفَضَ۔ غَضَّ۔ قَصَرَ۔ خَشَعَ (۴)
۳۲	نیک۔ نیک بخت	صالح۔ ابرار۔ بَرَرَۃ۔ رشید۔ سعید۔ مُتَّقِیْن۔ رَبَّانِیُّوْن (۷)
۳۳	نیکی۔ نیک کام	عُرْف اور مَعْرُوف۔ حَسَنَۃ۔ خَیر۔ بِرّ (۴)
	نیکی کرنا	اَحْسَنَ۔ اَنْعَمَ دیکھیے "احسان کرنا"
	و	
	واضح کرنا۔ ہونا	دیکھیے بیان کرنا کے تحت بَیَّنَ۔
۱	وافر۔ بہت	کثیر اور کوثر جمۃ۔ مرکوم۔ لُبَد اور لِبَد۔ رَغَد۔ غَدَق۔ ثجاج۔ موفور (۸)
	واقعات	دیکھیے "کہانیاں"
۲	والا۔ والے	اَصْحَاب۔ اٰل۔ اَھْل۔ ذُو۔ اولو (۵)
	وحی	"دل میں بات ڈالنا"
۳	وراثت	ولایت۔ تُراث (۲)
	وسوسہ	"دل میں بات ڈالنا"
	وعدہ	"عہد، وعدہ"
۴	وقت	وَقْت اور مِیقات۔ حِیْن اور حِیْنَئِذٍ۔ اٰن۔ اٰنِفًا۔ اَجَل (۵)
	ہ	
۱	ہاتھ	ید۔ یمین۔ شمال۔ ذراع (۴)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲	ہاں	نَعَمْ۔ اِیْ۔ بَلٰی (۳)
۳	ہانپنا	ضَبَحَ۔ لَهَثَ (۲)
۴	ہٹانا	رَفَعَ۔ جَنَّبَ۔ زَحْزَحَ۔ دَرَءَ۔ دَعَّ۔ دَحَرَ۔ خَسَأَ (۷)
۵	ہدایت دینا، پانا	هَدٰی اور اِهْتَدٰی۔ رَشَدَ (۲)
۶	ہلاکت	تَبَّ۔ تَعَسَ۔ قُتِلَ۔ ثَبُوْر۔ اَوْلٰی۔ وَیْلٌ (۶)
۷	ہلاک ہونا، کرنا	هَلَكَ اور اَهْلَكَ۔ بَادَ۔ رَدِیَ۔ اور تَرَدّٰی۔ بَخَعَ۔ دَمَّرَ۔ دَمْدَمَ۔ تَبَّبَ۔ تَبَّرَ۔ بَارَ۔ اَسْحَتَ۔ اَوْبَقَ۔ قَصَمَ۔ فَنِیَ (۱۳)
۸	ہلکا ہونا، کرنا	خَفَّ۔ خَفَّفَ۔ اِسْتَخَفَّ۔ فَتَرَ۔ قَصَدَ (۳)
۹	ہلنا۔ ہلانا	حَرَّكَ۔ هَزَّ۔ هَشَّ۔ لَوّٰی۔ نَغَضَ (۵)
۱۰	ہم آہنگی ہونا	قَرِیْن۔ اَتْرَاب۔ سَمِیّ۔ كُفُو۔ صَفَّ۔ ضَاهٰی (۶)
۱۱	ہمت ہارنا	فَشِلَ۔ اِسْتَكَان (۲)
۱۲	ہموار کرنا	سَطَحَ۔ دَكَّ۔ مَرَدَ (۳)
۱۳	ہمیشہ	سَرْمَدَ۔ اَبَد (۲)
۱۴	ہمیشہ ہونا۔ رہنا	خَلَدَ۔ وَصَبَ۔ ظَلَّ۔ اِسْتَمَرَّ۔ دَامَ۔ زَالَ۔ اَبْرَحَ۔ فَتَا (۸)
۱۵	ہنسنا	ضَحِكَ۔ تَبَسَّمَ (۲)
۱۶	ہوا اور اس کی اقسام	رِیْح۔ رَوْح۔ رَیْحَان۔ مُبَشِّرَات۔ لَوَاقِح۔ عَاصِف۔ قَاصِف۔ حَاصِب۔ سَمُوْم۔ اِعْصَار۔ حُسْبَان۔ نَفْحَة۔ صَرْصَر۔ رِیْح عَقِیْم (۱۴)
۱۷	ہونا	كَانَ۔ اَصْبَحَ۔ صَدَرَ اور اَصْدَرَ۔ وَقَعَ (۴)

ی

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	یا	اَوْ۔ اَمْ۔ اِمَّا (۳)
۲	یاد کرنا۔ آنا رکھنا	ذَكَرَ اور اِدَّكَرَ۔ حَفِظَ۔ وَعٰی (۳)
۳	یقین کرنا	اَیْقَنَ اور اِسْتَیْقَنَ۔ ظَنَّ (۲)
۴	یکسو ہونا	حَنَفَ۔ تَبَتَّلَ (۲)

ضمیمہ جات

ضمیمہ ۱ اسمائے معرفہ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	صفحہ نمبر
۱	انبیاء و رسل	قرآن میں مذکور ۲۷ انبیاء و رسل کے مختصر حالاتِ زندگی، مرکزِ تبلیغ، زمانہ اور سلسلۂ نسب۔ (۲۷)	۹۰۵
۲	فرشتے	جبریل۔ میکائیل۔ ہاروت۔ ماروت۔ (۴)	۹۱۴
۳	کتب سماوی	تورات۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن۔ صحف اولیٰ۔ (۵)	۹۱۵
۴	اسمائے ابرار	ذوالقرنین۔ زید۔ طالوت۔ لقمان۔ مریم۔ (۵)	۹۱۶
۵	اسمائے اشرار و کفار	ابولہب۔ جالوت۔ سامری۔ فرعون۔ قارون۔ ہامان۔ (۶)	۹۱۷
۶	معبودانِ باطل	وَدّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر۔ بعل۔ لات۔ عزّیٰ۔ منات۔ شمس۔ قمر۔ شعریٰ۔ عجل۔ بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ۔ حام (۱۷)	۹۱۸
۷	ملک، شہر اور علاقے	مکّہ اور بکّہ۔ مدینہ اور یثرب۔ مصر۔ مدین۔ رُوم۔ بابل۔ احقاف۔ حجر۔ سبا۔ (۹)	۹۲۱
۸	پہاڑ، وادیاں اماکن	صفا۔ مروہ۔ جودی۔ سینا۔ طور۔ طویٰ۔ عرفات۔ مشعر الحرام۔ بدر۔ حنین۔ مسجد الاقصیٰ۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ کوثر۔ سلسبیل۔ تسنیم (۱۵)	۹۲۵

فہرست ۲ عربی الفاظ اور مادے بہ ترتیب حروف تہجی

قرآن کریم کی مختصر اور جامع ڈکشنری

یہ فہرست ابتداءً اس غرض کے تحت مرتب کی گئی تھی کہ کوئی ایک عربی زبان کا مادہ اردو کے کون کونسے عنوانات کے تحت اس کتاب میں استعمال ہوا ہے۔ اسی لیے اس فہرست کو بہ ترتیب حروف تہجی مرتب کیا گیا۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے سب الفاظ مترادفات کے ذیل میں نہیں لائے جا سکتے۔ قرآن میں کچھ اسمائے معرفہ بھی استعمال ہوئے ہیں جن کا کوئی مترادف ہوتا ہی نہیں۔ پھر کچھ اسمائے نکرہ بھی ہیں جن کا کوئی مترادف لفظ نہیں ہے یا کم از کم قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ مثلاً لَحم بمعنی گوشت عَدَس بمعنی مسور کی دال یا کَلب بمعنی کتا وغیرہ۔ علاوہ ازیں کچھ الفاظ و حروف ایسے بھی ہیں جن کا مادہ سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ ایسے حروف یک حرفی بھی ہو سکتے ہیں مثلاً ءَ بمعنی کیا، ب بمعنی ساتھ اور دو حرفی بھی مثلاً اَنْ بمعنی یہ کہ۔ اِنْ بمعنی اگر وغیرہ۔ یہ کسی مادہ کے تحت نہیں لائے جا سکتے۔ کیونکہ ہر مادہ کا کم از کم تین حروف پر مشتمل ہونا ضروری ہے لیکن ان الفاظ کے مترادفات موجود ہیں۔ لہٰذا ایسے حروف و الفاظ کا اندراج بھی اس کتاب اور اسی طرح اس فہرست میں ضروری تھا۔ اور یہ بات پہلے مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ اسمائے معرفہ اور ایسے اسمائے نکرہ جن کے مترادف لفظ نہیں ہیں۔ ان سب کو ہم نے ضمیمہ جات کی شکل میں کتاب کے آخر میں لگا دیا ہے۔ علاوہ ازیں چند دیگر مفید ضمیمہ جات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ان سب امور کی طرف اشارہ آپ کو اس فہرست میں مل جائے گا۔ البتہ اس فہرست سے مکمل استفادہ کے لیے درج ذیل امور کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

۱۔ بعض الفاظ کے آگے ان کے معانی ایسے درج ہیں جو اُن کے اصلی معنی نہیں ہیں۔ مثلاً صخر مادہ کے سامنے لفظ صَخرَۃ کے سامنے پہاڑ لکھا ہوا ہے حالانکہ اس کا اصل معنی چٹان ہے۔ اور طلّ کے سامنے بارش لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ اس کا معنی شبنم یا پھوہار یا ہلکی ہلکی بوندا باندی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صخرہ کے معنی کی تفصیل آپ کو پہاڑ کے عنوان کے تحت اور طلّ کی بارش کے عنوان کے تحت ملے گی۔ کیونکہ پہاڑ اور بارش کی مختلف اقسام کے لیے قرآن میں اور بھی بہت سے الفاظ مترادف استعمال ہوئے ہیں۔

۲۔ بعض الفاظ کے سامنے ایک کے بجائے دو دو، تین تین، چار چار بلکہ کہیں زیادہ بھی عنوانات درج ہیں مثلاً لفظ امت (جو مادہ امّ کے تحت درج ہے) کے سامنے جماعت، طریقہ، مدّت لکھا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ قرآن کریم میں ان سب معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس کی تفصیل آپ کو مندرجہ عنوانات کے تحت ملے گی۔

۳۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ ایک مادہ سے مشتق ہونے والے وُہ تمام اسماء و افعال، جو قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں، سب کے سب ان فہرست میں درج ہو جائیں اور کوئی لفظ رہ نہ جائے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ البتہ یہ اہتمام ضرور کیا گیا ہے کہ جو الفاظ بطور مترادف کسی عنوان کے تحت نہیں آ سکے انہیں قوسین (بریکٹوں) میں

درج کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک مادہ حَلّ ہے۔ اس کی تفصیل آپ کو اس فہرست میں اس طرح لکھی ہوئی ملے گی۔

حَلَّ۔ اترنا۔ کھولنا (احرام کھولنا (۵/۲)

اَحَلَّ۔ اتارنا۔ کھولنا (حلال کرنا (۵/۴) حَلِیْلَۃ بیوی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حَلَّ کا لفظ اترنا اور کھولنا کے تحت تو اس کتاب میں زیرِ بحث آیا ہے مگر احرام کھولنا کے عنوان کے تحت نہیں آیا۔ جبکہ یہ قرآن کی پانچویں سورۃ (المائدۃ) کی دوسری آیت میں ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور اَحَلَّ اتارنا اور کھولنا کے زیرِ بحث آیا ہے حالانکہ اس کا ایک معنی حلال کرنا بھی ہے جو پانچویں سورہ (المائدۃ) کی چوتھی آیت میں استعمال ہوا ہے۔ پھر اس سے مادہ مشتق اسم حلیلۃ بھی ہے جو بیوی کے تحت آیا ہے۔ نیز یہ کہ ان کے علاوہ اس مادہ سے مشتق کوئی دوسرا اسم یا فعل (ابواب مزید فیہ وغیرہ کا) قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔

۴۔ جو الفاظ ضمیمہ جات میں استعمال ہوئے ہیں اُن کے آگے ضمیمہ کا نمبر اور اس کے ذیلی عنوان کا نمبر بھی بریکٹوں میں دے دیا گیا ہے۔ مثلاً مادہ ذئب کے آگے یوں لکھا ہے (ذئب بھیڑیا ض ۱/۲) بریکٹوں میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ اصل کتاب میں زیرِ بحث نہیں آیا۔ اس کی تشریح آپ کو ضمیمہ ۲ (اسمائے نکرہ) کے ذیلی عنوان ۱ (جانور) کے تحت ملے گی۔

اسی طرح ایک مادہ فرش ہے۔ اس کے آگے یوں لکھا ہے:

فَرَشَ بچھانا۔ فَرَاش بچھونا (فِرَاش پتنگے ض ۱/۲، ۵/ے) جس کا مطلب یہ ہے کہ:

ا۔ مادہ فرش سے ان تین الفاظ سے علاوہ کوئی لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ پہلا لفظ فعل (ثلاثی مجرد) ہے اور باقی دونوں اسم۔

ب۔ فَرَشَ اور فَرَاش تو مذکورہ عنوانات کے تحت زیرِ بحث آگئے ہیں مگر فِرَاش کا لفظ آپ کو ضمیمہ جات میں دو مقامات پر ملے گا۔ ایک ضمیمہ ۲ (اسمائے نکرہ) کے ذیلی عنوان ۱ (جانور) میں اور دوسرے ضمیمہ د (متفرقات) کے ذیلی عنوان ۵ (ف کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے عجیب فرق) میں ملے گا۔

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
	الف	ابی	اَبٰی۔ انکار کرنا		(اَثَّمَ۔ تاثیمًا گناہ میں ڈالنا
ا	ءَ کیا	اتی	اَتٰی۔ آنا اٰتٰی پ لانا		(۵۲/۲۴)
ابّ	اَبٌّ، چارہ۔		اٰتٰی دینا	اجّ	اُجَاج۔ پانی کی اقسام۔ کڑوا
ابد	اَبَدٌ، ہمیشہ (کبھی)	اثّ	اَثَاث۔ سامان		یاجوج۔ ماجوج (ض ۱/۹)
ابق	اَبَقَ بھاگنا	اثر	اَثَرٌ قدم۔ نشانی	اجر	اَجْرٌ بدلہ۔ حق مہر (مزدوری)
ابل	اِبِلٌ۔ اونٹ ابابیل		(اٰثَرَ۔ ترجیح دینا (۱۲/۹۱)		(اَجَرَ مزدوری کرنا (۲۸/۲۶) استاجر
	جماعت (جانوروں کی)۔	اثل	اَثْلٌ درخت		مزدوری پر رکھنا (۲۸/۲۶)
ابو	اَبٌ باپ	اثم	اِثْمٌ گناہ۔ اَثِمٌ اور اَثِیم گنہگار	اجل	اَجَلٌ مدت۔ وقت

مادہ	الفاظ اور عنوان
	اَجَل - وجہ سبب (۵/۳۲)
	اَجَّلَ مقرر کرنا
احد	اکیلا - کوئی (ص ۱/۱۳)
اخذ	اَخَذَ - پکڑنا - لینا
	اَخذ - گرفت کرنا اِتَّخَذَ بنانا
اخر	اٰخِرت - آخرت -
	اٰخِر پچھلا
	اَخَّرَ پیچھے ڈالنا۔ کرنا۔ چھوڑنا
	تَاَخَّرَ اور اِسْتَاخَرَ پیچھے رہنا
اخو	اَخ بھائی اخت بہن
ادّ	اِدّ ناپسندیدہ
ادم	اٰدم - آدمی (ص ۱/۲)
ادی	اَدَاء دینا (اَدّٰی ادا کرنا)
اذ	اِذ - اِذَا - اِذًا جب ماذا کیا
اذن	اُذُن کان
	اَذِنَ اجازت دینا حکم دینا سننا
	اَذَّنَ پکارنا (اذان دینا - اذان پکار)
	اٰذَنَ سنانا
	تَاَذَّنَ - اعلان کرنا (۲۲/۲۴)
	اِسْتَاذَنَ اجازت لینا
اذی	اَذًی تکلیف (گندگی)
	اٰذٰی تکلیف دینا
ارب	اربۃ خواہش مآرب حاجت فائدہ
ارض	اَرض، زمین
ارك	اَرَائِك تخت
ارم	اِرَم (ص ۱/۹)
ازر	اِزْر کمر (ص ۲/۳)
	اٰزَرَ قوت دینا - مضبوط کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
ازّ	اَزَّ ابھارنا
ازف	اَزِفَ نزدیک ہونا اٰزِفۃ قیامت
اسر	اَسَرَ قیدی بنانا
اسس	(اَسَّسَ بنیاد رکھنا (۹/۱۱۹)
اسف	اَسَفٰی افسوس - یُوسُفَ (ص ۱/۱)
	اٰسَفَ غصہ دلانا
اسن	اَسَنَ خراب ہونا
اسو	اُسْوَۃ اطاعت کرنا
اسی	اَسٰی - افسوس - غمگین ہونا
اشر	اَشِرَ اترانا
اصر	اِصْر بوجھ - عہد
اصل	اَصل جڑ - اَصِیل شام
افّ	اُفّ ناپسندیدہ
افق	اُفُق کنارا
افك	اِفْك بہتان - جھوٹ
	اَفَكَ پھیرنا - جھوٹ بنانا -
	- اِئْتَفَكَ الٹ دینا
افل	اَفَلَ چھپنا
اكل	اَكَلَ کھانا - اُكُل پھل
الت	اَلَتَ کم کرنا
الس	اِلْیَاسَ - اِلْیَاسِیْنَ (ص ۱/۱)
الف	اَلْف ہزار (۹۷/۲)
	اَلَّفَ ملانا - محبت کرنا
الّ	اِلّ رشتہ داری اَلَّذِی جو۔ وہ جو
الم	اَلِمَ تکلیف اٹھانا
اله	اِلٰہ - اللہ - اَللّٰھُمَّ معبود
	اٰلِهَة (ص ۱/۲)
الو	اَلا یَالُو کمی کرنا
	اَلاٰ (اِیلاءً) اور اِئْتَلٰی قسم کھانا

مادہ	الفاظ اور عنوان
الی	اِلٰی - تک اٰلاء نعمت
ام	اَم - یا
امت	اَمْت اُبھار ٹیلہ
امد	اَمَد مدت، فاصلہ
امر	اَمْر حکم کام اولوالامر حاکم
	اِمْر ناپسندیدہ
	اَمَرَ حکم کرنا ائتمر مشورہ کرنا
امس	اَمْس کل
امل	آرزو - امید - خواہش
امّ	اُمّ ماں - امام - سردار - راستہ
	اُمّ الکتاب اور امامِ مبین
	لوح محفوظ
	اُمَّۃ طریقہ - جماعت - مدت
	اَمَّ ارادہ کرنا
	اِمّا - یا - اگر اَمّا جو کوئی
امن	(اَمِنَ امانت رکھنا (۲/۷۵)
	(اَمِنَ اعتبار کرنا ۲/۲۸۳ نڈر ہونا (۹۷/۴)
	اٰمَنَ ایمان لانا (ص ۱/۱۱)
	(بے خوف کرنا - امان دینا (۴/۸۳)
	اِئْتَمَنَ امین بنانا (۲/۲۸۳)
امو	اَمَۃ - لونڈی غلام
ان	اِنْ اگر اَنْ کہ اِنَّ - اَنَّ بیشک
انث	اُنْثٰی - عورت (مادہ)
انجیل	(ص ۱/۳)
انس	انس - انسان - آدمی یونس (ص ۱)
	اٰنَسَ دیکھنا اِسْتَانَسَ اجازت لینا
انف	اَنْف ناک اُنُف وقت
انم	اَنَام خلقت
انی	اَنّٰی - کیسے - کب انی (ج اٰناء)

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
	گھڑی، وقت	بث	بَثَّ غم بَثَّ پھیلانا		نیک بخت (ص ۵/۴)
	اٰنِیَة برتن (ص ۲۴/۴)		اِنْبَثَّ بکھرنا		بِرّ نیکی
	اٰنِیَ یان (پانی) کھولنا (وقت آنا ۵۴/۱۶)	بجس	اَنْبَجَسَ چشمہ پھوٹنا	برز	بَرَزَ سامنے آنا نکلنا (ص ۲/۴)
او	اَوْ۔ یا	بحث	بَحَثَ کریدنا		بَرَّزَ نکالنا
اوب	اَبَ، اَوَّبَ لوٹنا اَیُّوْبُ (ص ۱/۴)	بحر	بَحر پانی کے ذخیرے زمین کی اقسام	برزخ	بَرْزَخ آڑ
اود	اَدَ (یَئُوْدُ) تھکنا۔ بوجھل ہونا		بُحَیرة اونٹ	برص	(اَبْرَص کوڑھی (ص ۲/۴)
اول	اٰل والا۔ والے۔ اولاد	بخس	بَخَسَ کم کرنا بَخْس ردی نقصان	برق	بَرْق بجلی اِستبرق ریشمی کپڑا (ص ۲/۴)
	اَوّل پہلا اُولٰی دنیا	بخع	بَخَعَ ہلاک کرنا		اِبْرِیق لوٹا جگ (ص ۲/۴)
	اَوَّلَ تعبیر بتلانا	بخل	بَخِلَ بخل کرنا۔ خرچ کرنا		بَرِقَ دیکھنا (کیفیت نظر)
اوہ	اَوَّہ نرم ہونا	بدء	بَدَءَ شروع کرنا اَبْدَاَ پہلی بار کرنا	برك	بَارَكَ بڑھانا
اوی	اَوٰی (پناہ لینا) اٰوٰی آباد کرنا	بدر	بَدْر میدان (ص ۱/۲) بَدَرَ جلدی کرنا		تبارك بابرکت ہونا
اھل	اولاد۔ بیوی۔ گھر۔ مالک۔ والا، والے	بدع	پیدا کرنا۔ نیا ہونا	برم	اَبْرَمَ ارادہ کرنا
اید	اَیَّدَ۔ قوت دینا۔ مدد دینا		اِبْتَدَعَ، راہ ڈالنا، رائج کرنا۔	برهن	بُرْهَان دلیل
ایك	اَیْکَة (ص ۱/۱)	بدل	بَدَل۔ بدلہ بَدَّلَ بدل دینا	بزغ	بَزَغَ چمکنا
ایم	اَیِّم رانڈ یا رنڈوا (ص ۵/۱)		(تَبَدَّلَ۔ ادل بدل کرنا (۲/۱۰۸)	بسر	بَسَرَ تیوری چڑھانا
این	اَیْنَ کہاں اَیْنَمَا جہاں کہیں		(اِسْتَبْدَلَ تبدیلی چاہنا ۲/۴)	بسّ	بَسَّ چورا چورا ہونا
ای	اَیُّ کون کَاَیِّنْ یا کَاَیِّنْ کتنے	بدن	بَدَن جسم۔ بُدْن اونٹ قربانی	بسط	بَسَطَ پھیلانا۔ کھولنا بَسْط
	اَیُّهَ یا اَیُّهَا اے اٰیة نشانی		کا جانور		فراخی
	ب	بدو	بَدْو بستی بَدَا آباد ہونا ظاہر ہونا	بسق	بَسَقَ بلند ہونا
ب	بِ ساتھ۔ قسم		اَبْدَا (یُبْدِیْ) ظاہر کرنا	بسل	اَبْسَلَ گروی رکھنا
بابل	شہر کا نام (ص ۱/۲)	بذر	بَذَّرَ فضول خرچی کرنا	بسم	تَبَسَّمَ ہنسنا
بأر	بِئْر کنواں	برء	بَرَءَ پیدا کرنا بَرِیَّة خلقت	بشر	بَشَر آدمی
بأس	بَأس۔ بَاْسَاء تنگدستی۔ جنگ۔		اَبْرَءَ تندرست کرنا بَرَّا پاک کرنا		اَبْشَرَ۔ بَشَّرَ خوشخبری دینا مبشرات (۴۶/۳۰)
	سختی۔ عذاب		تَبَرَّءَ بیزار ہونا		بَاشَرَ مجامعت کرنا
	بِئْسَ بُرا	برج	بُرْج (ج بُرُوج) قلعہ		اِسْتَبْشَرَ خوش ہونا
	اِبْتَئِسَ غمگین ہونا		تَبَرَّجَ دکھلانا	بصر	بَصَر آنکھ عقل۔ نگاہ بَصَرَ
بتر	بَتَرَ کاٹنا } ص (۲/۲)	برح	بَرِحَ ہمیشہ کرنا نیز (ص ۲/۴)		دیکھنا اَبْصَرَ دکھلانا۔ روشن کرنا
بتك	بَتَّكَ	برد	بَرَدَ ٹھنڈا ہونا (بَرَد اولے)		مُبْصِرَة نشانی بَصَّرَ دکھلانا
بتل	بَتَّلَ اور تَبَتَّلَ یکسو ہونا	بر	بَرّ زمین (خشکی) بَرّ (ج ابرار)		(اِسْتَبْصَرَ ہوشیار و چالاک ہونا ۲۹/۳۸)

مادہ	الفاظ اور عنوان
بصل	(بَصَل پیاز ص ۲/۱)
بضع	بِضع چند بِضاعۃ سامان
بطأ	بَطَأ سستی کرنا
بطر	بَطِرَ اترانا
بطش	بَطَش پکڑنا
بطل	بَطَلَ برباد ہونا باطِل جھوٹ
	اَبطَلَ برباد کرنا۔ جھٹلانا
بطن	بَطَنَ اندر (پیٹ ص ۲/۱)
	بطانۃ دوست بَطَنَ چھپنا
بعث	بَعَثَ اٹھانا۔ بھیجنا۔ زندہ کرنا
	یوم البعث آخرت
	اِنبَعَثَ اٹھنا
بعثر	کریدنا۔ ڈھونڈنا
بعد	بُعد پیچھے بُعد دوری۔ فرق
	بعید۔ دور بَعُدَ بُعد دینا اَبعَدَ
	دور کرنا، رکھنا باعَدَ دراز کرنا
بعر	بعیر اونٹ
بعض	بَعض حصہ ٹکڑا (بعوضۃ مچھر ص ۲/۱)
بعل	بَعل خاوند۔ بت ص ۲/۱
بغت	بَغتَۃً اچانک
بغض	بَغضاء دشمنی۔ ناراضگی
بغل	بِغال خچر (ص ۲/۱)
بغی	بَغٰی چاہنا۔ حد سے بڑھنا۔
	بِغاء بدکاری
	اِبتَغٰی پیچھا کرنا۔ ڈھونڈنا
	اِنبَغٰی (ینبغی) لائق ہونا
بقر	بَقَر گائے۔ بیل (ص ۲/۱، ۲/۵)
بقع	بُقعَۃ ٹکڑا
بقل	بَقل ترکاری (ص ۲/۱)

مادہ	الفاظ اور عنوان
بقی	بَقِیَ باقی رہنا اَبقٰی باقی چھوڑنا
بکر	بِکر کنوارا یا کنواری (ص ۲/۵) ج ابکار
	بُکرَۃ صبح۔ صبح کا وقت
بک	بَکَّۃ۔ مکہ (ص ۲/۱)
بکم	بُکم۔ ابکم۔ گونگا (ص ۲/۱)
بکی	(بَکٰی رونا ۱۱/۱۲، اَبکٰی رلانا ۵۳/۴۳)
بلد	بَلَد شہر
بلس	اَبلَسَ غمگین ہونا۔ ناامید ہونا
بلع	بَلَعَ نگلنا۔
بلغ	بَلَغَ پہنچنا اَبلَغَ اور بَلَّغَ پہنچانا
بلو	بَلٰی۔ اَبلٰی۔ اِبتَلٰی آزمائش کرنا
بلی	بَلٰی۔ ہاں۔ نہیں
	بَلِیَ بوسیدہ ہونا۔ پرانا ہونا
بنن	(بنان پورے ص ۲/۱)
بنو	ابن۔ ابنۃ۔ بِنت بیٹا۔ بیٹی
بنی	بَنٰی بنانا بِناء چھت بنیان دیوار
بوء	بَاءَ لوٹنا بَوَّاَ آباد ہونا۔
	تَبَوَّاَ آباد کرنا۔
بوب	(باب۔ دروازہ ص ۲/۱)
بور	بَارَ ہلاک ہونا بوار ہلاکت نقصان
بول	بال۔ حال۔
بہت	بَہِتَ حیران ہونا۔ بہتان
بہج	بَہِجَ خوش لگنا۔ بہجۃ رونق
	بَہِیج خوبصورت
بہل	اِبتَہَلَ بددعا دینا۔ پکارنا
بہم	بہیمۃ (ج بہائم) چوپائے
بیت	بَیت گھر بیات رات
	بَاتَ رات کے کام
	بَیَّتَ مشورہ کرنا (شبخون مارنا)

مادہ	الفاظ اور عنوان
بید	بَادَ ہلاک ہونا
بیض	بَیض انڈے (ص ۲/۱) بِیض سفید (ص ۲/۱)
	اِبیَضَّ (سفید ہونا) دھندلانا
بیع	بِیَع عبادت گاہیں
	بَاعَ۔ تَبَایَعَ خرید و فروخت کرنا ص ۲/۱
	(بَایَعَ بیعت کرنا ۲۸/۱۱)
بین	بَینَ درمیان اَبَانَ بیان کرنا
	بَیَّنَ بیان کرنا بَیِّنَۃ دلیل۔
	تَبَیَّنَ۔ اِستَبَانَ ظاہر ہونا
	ت
تب	ٹوٹنا۔ ہلاکت ہونا۔ ہلاکت
	تَبَّبَ، ہلاک کرنا۔ ہلاکت۔
تبت	(تابوت۔ صندوق ص ۲/۱)
تبر	تَبَرَ ہلاک ہونا تَبَّرَ ہلاک کرنا
تبع	تُبَّع قوم (ص ۱۱/۹)
	تَبِعَ پیچھے آنا۔ پیچھا کرنا اَتبَعَ پیچھے لگانا
	اِتَّبَعَ۔ اطاعت کرنا۔ پیچھے چلنا
	تَتَابَعَ لگاتار
تجر	تجارۃ خرید و فروخت کرنا
تحت	تَحت نیچے
ترب	تُراب مٹی متربۃ تنگدستی ص ۲/۱
	اَتراب ہم آہنگی ترائب پسلیاں ص ۲/۱
ترف	اَترَفَ نعمت عطا کرنا (ص ۲/۱)
ترک	تَرَکَ، چھوڑنا۔
تسع	تِسع۔ تِسعَۃ نو (ص ۱۱/۱۰)
تعس	تَعَسَ گرنا۔ ہلاکت
تفث	تَفَث گندگی

مادہ	الفاظ اور عنوان
تقن	اَتْقَنَ مضبوط کرنا
تلك	تِلْكَ وہ (اشارہ بعید) (ض ۱/۴)
تلّ	تَلَّ گرانا
تلو تلی	تَلِیَ پڑھنا۔ پیچھے آنا
تمّ	تَمَّ پورا ہونا اَتَمَّ پورا کرنا
تنر	تَنُّوْر (ض ۲/۴)
تور	تَارَۃً بار۔ دفعہ (تورات ض ۱/۴)
تین	(تِیْن انجیر ض ۲/۴)
تیہ	تَاہَ آوارہ پھرنا۔ بھٹکنا
	ث
ثبت	ثَابِت مضبوط ثُبَات لشکر
	ثَبَتَ ثابت قدم رہنا
	اَثْبَتَ قیدی بنانا۔ باقی چھوڑنا
	ثَبَّتَ ثابت قدم رکھنا مضبوط کرنا
ثبر	ثُبُوْر ہلاکت
ثبط	ثَبَّطَ روکنا
ثجّ	ثَجَّاج وافر۔ بہت
ثخن	اَثْخَنَ قتل کرنا
ثرب	ثَرَّبَ برا بھلا کہنا۔ گرفت کرنا
	(یثرب۔ مدینۃ النبیؐ ض ۱/۲)
ثعب	ثُعْبَان سانپ
ثقب	ثَقَبَ چمکنا
ثقف	ثَقِفَ پانا
ثقل	ثِقْل بوجھ ثَقِیْل بوجھل ثقلان
	جماعت ثَقُلَ بھاری ہونا اَثْقَلَ بوجھل ہونا
	(اِثَّاقَلَ بتکلف بھاری بننا ۹/۲۸
ثلث	(ثلث ثَلٰثَۃ تین ض ۱/۴)
ثلّ	ثُلَّۃ جماعت
ثمد	(ثمود۔ ض ۱/۲ ہود کے تحت ۲/۴)

مادہ	الفاظ اور عنوان
ثمر	ثَمَر پھل اَثْمَرَ پھل دینا
ثَمَّ	ثَمَّ وہاں وہیں
	ثُمَّ پھر (۲/۲۸)
ثمن	(ثَمَن قیمت ۲/۴) ثمان۔ ثمانیۃ
	آٹھ (ض ۱/۴)
ثنی	ثَانِی۔ اِثْنَان۔ اِثْنَیْن
	(ض ۱/۴)
	اِسْتِثْنَاء سوائے
ثوب	(ثَوْب کپڑا ض ۱/۴) ثواب۔
	مثوبہ بدلہ مَثَابَۃ اکٹھا ہونا
	اَثَابَ۔ ثَوَّبَ بدلہ دینا۔ دینا
ثور	اَثَارَ اٹھانا
ثوی	آباد ہونا (ض ۳/۴)
ثیب	ثَیِّب شوہر دیدہ (ض ۵/۴)
	ج
جأر	جَئَرَ چلانا
جبّ	جُبّ کنواں
جبت	جِبْت بُت
جبر	جَبَرَ زبردستی کرنا (جبریل ض ۱/۲)
جبل	جَبَل پہاڑ جِبِلَّۃ خلقت
جبن	جبین۔ پیشانی
جبہ	جَبْہَہ پیشانی
ج۔ب	جَوَابِی جواب۔ تالاب ض (۵/۴)
	جَبٰی پہنچانا اِجْتَبٰی چن لینا
جثّ	اِجْتُثَّ اکھڑنا
جثم	جَثَمَ الٹ دینا۔
جثو	جَثَا بیٹھنا
جحد	جَحَدَ انکار کرنا
جحم	جَحِیْم دوزخ

مادہ	الفاظ اور عنوان
جدث	جَدَث قبر
جدّ	جَدّ بڑائی۔ بزرگی جُدَد زمین کی
	اقسام جدید نیا
جدر	جِدَار دیوار اَجْدَر لائق ہونا
جدل	جَدَلَ، جَادَلَ جھگڑا کرنا
جذّ	جَذَّ کاٹنا جُذَاذ ٹکڑا
جذع	(جُذُوْع تنا ض ۲/۴)
جذو	جُذْوَۃ آگ کا انگارا
جرح	جَرْح زخم (جوارح شکاری جانور ض ۱/۲)
جرد	جَرَاد ٹڈی ض ۱/۲
جرّ	جَرَّ کھینچنا۔ گھسیٹنا
جرز	جُرُز زمین اور اس کی اقسام
جرع	تَجَرَّعَ پینا
جرف	جُرُف گڑھا
جرم	جَرَمَ ابھارنا لَاجَرَمَ بیشک
	اَجْرَمَ گناہ کرنا
جری	جَرٰی چشمہ کا بہنا جاریۃ کشتی
جزء	جزء ٹکڑا حصہ
جزع	جَزِعَ بے قرار ہونا
جزی	جَزٰی جَازٰی بدلہ دینا۔ کام آنا
	جزاء بدلہ
جسد	جَسَد جسم
جسس	جَسَّسَ جاسوسی کرنا۔ ڈھونڈنا
جسم	جِسْم جسم
جعل	جَعَلَ بنانا
جفأ	جُفَاء پھینکنا۔ خشک ہونا
جفن	(جِفَان لگن بڑا پیالہ ض ۱/۴)
جفو	تجافی الگ ہونا
جلب	اَجْلَبَ لانا جلباب چادر

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
جلت	(جالوت۔ کافر بادشاہ ص ۱/۵)	جوب	جَابَ تراشنا		اِستَحَبَّ اختیار کرنا
جلد	جِلد کھال (ص ۱/۲) جَلدَۃ کوڑا		اَجَابَ جواب دینا۔ فریاد رسی	حبر	حَبَرَ خوش کرنا اَحبَار عالم
	جَلَدَ مارنا		قبول کرنا	حبس	حَبَسَ قید کرنا۔ روکنا
جلس	جَلَسَ بیٹھنا مجلس مجلس		استجاب۔ اطاعت کرنا۔	حبط	حَبِطَ برباد ہونا اَحبَطَ برباد کرنا
جلّ	ذوالجلال۔ جلیل بڑا بزرگ		فریاد رسی۔ قبول کرنا	حبک	حَبَکَ بُننا
جلو	جِلَا جلاوطنی جَلّٰی روشن کرنا	جود	جودی۔ پہاڑ ص ۱/۸ جِیَاد گھوڑا	حبل	حَبل رسی (حبل الورید ص ۲/۳)
	تَجَلّٰی روشن ہونا۔ ظاہر ہونا۔ کرنا	جور	(جار ہمسایہ ۴/۲۵ جَاوَرَ ہمسایہ	حتم	حَتَمَ فیصلہ کرنا
جمح	جَمَحَ دوڑنا		ہونا ۴/۲۲) جَائِر ٹیڑھا جو راہ سے اترا	حتی	حَتّٰی تک۔ یہاں تک
جمد	جَامِدَۃ ٹھہرنا		کشتی ص (۵/۴)	حث	حَثَّ ابھارنا
جمع	جَمَعَ۔ جمیع جماعت سب جمعہ (ص ۱/۱۲)		اَجَارَ پناہ دینا اِستَجَارَ پناہ مانگنا	حجب	حَجَبَ پردہ کرنا حِجَاب پردہ
	جَمَعَ اکٹھا کرنا اِجتَمَعَ اکٹھا ہونا	جوز	جَاوَزَ حد سے بڑھنا	حج	حَجّ اور حِجّ عبادت (ص ۱/۱۲)
	اَجمَعَ (علی الامر) کسی بات پر اتفاق کرنا ۱۲/۱۵		تجاوز (عن) معاف کرنا		حَجَّ (حج کرنا) حِجَج سال
جمل	جَمَل اونٹ جَمِیل اچھا جَمَال زینت	جوس	جَاسَ ڈھونڈنا۔ گھسنا		حَاجَّ اور یحاج جھگڑا کرنا۔
جم	جَمّ وافر۔ بہت	جوع	جُوع بھوک		حُجَّۃ دلیل
جنب	جَنب پہلو۔ جانب ص ۵/۵	جوف	جَوف اندر	حجر	حَجَر پتھر حِجر آڑ۔ عقل۔ گود
	جُنُب اجنبیا (اجنبی۔ جنبی)	جو	(جوّ فضا۔ ہوا ۴۹/۵)		ایک مقام کا نام (ص ۱/۵)
	جَنَبَ دور رکھنا	جہد	جَاھَدَ کوشش کرنا محنت کرنا		حُجرَۃ کمرہ حَجَرَ روکنا
	جَنَّبَ الگ کرنا۔ بچانا۔ ہٹانا		جُہد محنت مشقت جِہَاد جنگ	حجز	حَجَزَ بچانا۔ حَاجِز آڑ
	تَجَنَّبَ الگ ہونا اِجتَنَبَ بچنا	جہر	جَہَرَ پکارنا۔ ظاہر کرنا	حدب	حَدَب ابھار۔ ٹیلہ
جنح	جَنَحَ جھکنا جُنَاح گناہ جَنَاح	جہز	جَہَّزَ تیار کرنا جَہَاز سامان	حدث	حدیث بات۔ قرآن۔ کہانیاں۔ نیا
	بازو۔ پہلو۔ پرندہ کا پر (ص ۲/۴)	جہل	جَاہِل نادان		حَدَّثَ آگاہ کرنا۔ بیان کرنا
جند	جُند لشکر	جہم	جہنم۔ دوزخ		اَحدَثَ (کسی امر کا واقع ہونا)
جنف	جَنَفَ جھکنا (ص ۲/۵) تَجَانَفَ	جیء	جَاءَ آنا جَاءَ ب اور اَجَاءَ لانا	حد	حَدّ آڑ۔ کنارا (حدید لوہا ص ۵/۲)
	جھکنا۔	جیب	جَیب گریبان ص ۲/۴		حَدِید اور حِدَاد تیز
جنّ	جَنَّ ڈھکنا جِنّ اور جِنَّۃ۔	جید	جِید گردن		حَادَّ مخالفت کرنا
	جِنّ دیوانگی جَنَّۃ باغ بہشت		ح	حدق	حدیقۃ باغ
	جُنَّۃ ڈھال جَانّ سانپ	حب	حَبّ اور حَبَّۃ دانہ (ص ۲/۴)	حذر	حِذر آلات جنگ۔ سامان
	جَنِین بچہ		حُبّ اور مَحَبَّۃ محبت		حَذِرَ ڈرنا۔ بچنا۔ حَذَّرَ ڈرانا۔
جنی	جَنٰی پھل۔ پھل پکنا		اَحَبَّ، حَبَّبَ پسند کرنا محبت کرنا	حرب	حَرب جنگ محراب قلعہ مسجد محراب

مادہ	الفاظ اور عنوان
	حَارَبَ لڑنا
حرث	حَرْث کھیتی
	حَرَثَ کھیتی باڑی کرنا (۵۶/۶۳)
حرج	حَرَج تنگی
حرد	حَرْد غصہ
حرّ	حَرّ اور حرور دھوپ۔گرمی
	حُرّ آزاد (حریر ریشم۔ض ۲/۴)
	حَرَّرَ آزاد کرنا۔
حرس	حَرَس چوکیدار۔نگہبان
حرص	حَرَصَ طمع رکھنا
حرض	حَرَض بیمار حَرَّضَ ابھارنا
حرف	حَرْف کنارا
	حَرَّفَ۔ تَحَرَّفَ بدل دینا
حرق	حَرَّقَ آگ کا جلا دینا
	اِحْتَرَقَ آگ میں جل جانا
حرک	حَرَّكَ چلانا۔ہلانا
حرم	حَرَم بیت الحرام بیت المحرم کعبہ
	حَرَّمَ عزت کرنا۔احرام باندھنا (۲/۱۴۲)
	(حرام کرنا ۵/۴) (حُرُم احرام باندھے ۵/۱)
	حَرَام حرام مَحْرُوم بے نصیب
حرو	تَحَرّٰی اختیار کرنا۔ ارادہ کرنا۔
	ڈھونڈھنا۔
حزب	حِزْب جماعت۔لشکر
حزن	حَزِنَ غمگین ہونا حُزْن غم
حسب	حَسْب کافی حُسْبَان عذاب ہوا
	حَسِبَ۔ گمان کرنا
	حَسَبَ۔ حِسَابًا گننا } ض ۴
	(حَاسَبَ حساب لینا (۱۸/۴)
	(اِحْتَسَبَ خیال میں لانا (۶۵/۳)

مادہ	الفاظ اور عنوان
حسد	حَسَدَ حسد کرنا (۱۱۳/۴)
حسر	حَسَرَ تھکنا حَسْرَة پچھتانا
	اِسْتَحْسَرَ سستی کرنا
حسّ	حَسَّ قتل کرنا حَسِيس آواز
	اَحَسَّ جانا تَحَسَّسَ ڈھونڈنا
حسم	حُسُوم بدبختی۔لگاتار۔نامبارک
حسن	حُسْن خوبصورتی حِسَان خوبصورت
	حَسُنَ اچھا ہونا حَسَنَة نیکی
	اَحْسَنَ احسان کرنا۔
حشر	حَشَرَ اکٹھا کرنا (زندہ کرنا) (۶/۱۱۱)
حصب	حَصَب ایندھن۔پتھر
	حَاصِب عذاب۔ہوا
حصحص	حَصْحَصَ ثابت ہونا۔ظاہر ہونا
حصد	حَصَدَ کاٹنا
حصر	حَصِير قید خانہ (چٹائی ض ۲/۴)
	حَصِرَ تنگ ہونا۔رکنا
	حَصُور بے رغبت
	اَحْصَرَ روکنا۔گھیرنا
حصل	حَصَّلَ اکٹھا کرنا
حصن	حُصُون قلعہ
	اَحْصَنَ بچانا۔حفاظت کرنا
	مُحْصِن۔ مُحْصَنَة آزاد
	(شادی شدہ۔ض ۵/۴)
	(حَصَّنَ کسی جگہ کو محفوظ بنانا ۵/۱۴)
	تَحَصَّنَ بچنا (پاکدامن رہنا)
حصی	اَحْصٰى گننا
حضر	حَضَرَ آباد ہونا۔حاضر ہونا
	اَحْضَرَ پیش کرنا
	اِحْتَضَرَ حاضر رہنا (۵۴/۲۸)

مادہ	الفاظ اور عنوان
حضّ	حَضَّ ابھارنا
	(تَحَاضَّ ایک دوسرے کو
	ترغیب دینا ۸۹/۱۲)
حطب	حَطَب ایندھن۔لکڑی
حطّ	حِطَّةٌ معاف کرنا
حطم	حَطَمَ چورا چورا۔روندنا
	حُطَمَة دوزخ
حظر	حَظَرَ روکنا (اِحْتَظَرَ باڑ بنانا ۵۴/۳۱)
حظّ	حَظّ حصہ
حفد	حَفَدَة اولاد
حفر	حُفْرَة گڑھا (حافرة ابتدائی
	حالت ض ۵/۴)
حفظ	حِفْظ حفاظت کرنا۔یاد رکھنا
	حَافِظ، حَفِيظ نگہبان
	(حَافَظَ خبردار رہنا ۲/۲۳۸)
	(اِسْتَحْفَظَ نگہبان بنانا ۵/۴۴)
حفّ	حَفَّ گھیرنا
حفو	حَفَا تنگ کرنا۔درپے ہونا یا نگنا
حقب	اَحْقَاب زمانہ
حقف	اَحْقَاف ٹیلہ۔ریت ض ۱/۸
حق	حَقَّ ثابت ہونا حَقّ سچ درست
	حَاقَّة قیامت
	اَحَقَّ ثابت کرنا۔لائق ہونا حقدار
	(اِسْتَحَقَّ کسی کا حق دبانا ۵/۱۰۷)
حکم	حَكَمَ حکم کرنا۔فیصلہ کرنا۔
	(حَكَم منصف)
	اَحْكَمَ مضبوط بنانا
	حَكَّمَ (منصف بنانا) (۴/۶۵)
	(تَحَاكَمَ جھگڑا فیصلہ کے لیے لے جانا ۴/۵۹)

مادہ	الفاظ اور عنوان
حلف	حَلَفَ قسم حَلَفَ قسم اٹھانا
حلق	(حَلَقَ، حَلَّقَ سر منڈانا ۲/۱۹۶)،
	۴۸/۲۷ حُلقُوم گلا
حلّ	حَلَّ اترنا۔ کھولنا احرام کھولنا (۵/۲)
	اَحَلَّ اتارنا۔ کھولنا (حلال کرنا ۵/۲)
	حلیلۃ بیوی
حلم	حِلْم عقل حُلُم جوانی۔ خواب
	حَلَمَ برداشت کرنا۔ جوبن پر آنا
حلی	(حِلیٰ۔ زیور پہنانا حلیۃ زیور
	ص ۲/۴)
حمأ	مٹی اور اس کی مختلف حالتیں
حمد	حَمَدَ تعریف کرنا (محمدؐ، احمدؐ۔
	ص ۱/۱)
حمر	(اَحْمَر۔ سرخ ص ۲/۶)
	(حِمَار گدھا ص ۲/۱)
حمل	حَمَلَ۔ حِمْل بوجھ (ص ۵/۲)
	حَمَّلَ (بوجھ) اٹھانا۔ سوار کرنا
	(حَمَلَ علیٰ بوجھ لادنا (۲/۲۸۶)
	(حَمَّلَ بوجھ اٹھوانا ")
	احتمل بوجھ اٹھانا اور صبر کرنا (۴/۱۱۲)
حمّ	حمیم۔ پانی۔ دوست۔ گرمی
	یحموم۔ دھواں
حمی	گرمی (گرم کرنا)
حنث	حِنْث گناہ حَنَثَ قسم توڑنا
حنجر	حَنَاجِر گلا
حنذ	حَنَذَ بھوننا
حنف	حَنَفَ یکسو ہونا (ص ۲/۴)
حنك	اِحْتَنَكَ قابو پانا
حنّ	حنان مہربان (حُنَیْن ص ۸/۱)

مادہ	الفاظ اور عنوان
حوب	حُوب گناہ
حوت	حُوت مچھلی (ص ۱/۱، ۲/۱)
حوج	حَاجَۃ حاجت۔ تنگی
حوذ	اِسْتَحْوَذَ قابو پانا
حور	حُور آنکھ حَوَارِی مددگار
	حَارَ پھرنا حَاوَرَ بات کرنا
	(تَحَاوَرَ سوال و جواب کرنا ۵۸/۱)
حوز	تَحَیَّزَ ملنا (ص ۲/۱)
حوش	حَاشَا تسبیح و تقدیس
حوط	اَحَاطَ گھیرنا
حول	حَوْل۔ سال۔ پاس
	(حَوَّلَ بدل دینا حَالَ حائل ہونا ۴/۱۱)
حوم	حام اونٹ (ص ۱/۵، ۲/۵)
حوی	اَحْوٰی سیاہ حوایا انتڑیاں
حیث	حَیْثُ۔ حَیْثُمَا جہاں
حید	حَادَ کتراجانا
حیر	حَیْرَان حیران ہونا۔
حیص	مَحِیص پناہ
حیض	محیض حیض (حاضت۔
	حیض آنا ۶۵/۴)
حیف	حَافَ بے انصافی کرنا
حیق	حَاقَ گھیرنا
حیل	حِیْلَۃ تدبیر کرنا
حین	حین۔ حِیْنَئِذٍ وقت
حی	حَیَّۃ سانپ حیاۃ زندگی
	حَیِیَ زندہ رہنا یحییٰؑ ص ۱/۱)
	اَحْیَا زندہ کرنا حَیِّی دعا دینا
	اِسْتَحْیَاء زندہ رکھنا۔ شرمانا

مادہ	الفاظ اور عنوان
	خ
خبأ	خَبَأَ چھپنا۔ چھپانا
خبت	اَخْبَتَ عاجزی کرنا
خبث	خبیث ناپاک۔ ردی
	خَبُثَ (گندہ یا ناکارہ ہونا)
خبر	خبیر آگاہ ہونا۔ خبر دینا
خبز	خُبْز (ص ۲/۴)
خبط	تَخَبَّطَ آسیب زدہ کرنا
خبل	خَبَال خرابی
خبو	خَبَا آگ کا بجھنا
ختر	خَتَرَ دھوکا دینا
ختم	خَتَمَ مہر لگانا (خاتم مہر) ختم ہونا۔
خدّ	خَدّ رخسار (ص ۲/۴) اخدود گڑھا
	(اصحب الاخدود ص ۱/۱)
خدع	خَدَعَ۔ خَادَعَ دھوکا دینا
خدن	اَخْدَان دوست ص ۵/۱)
خذل	دھوکا دینا۔ دوست
خرب	خراب خرابی۔ خراب ہونا
	اَخْرَبَ خراب کرنا
خرج	(خَرْج خراج۔ محصول چندہ ۱۸/۹۴)
	خَرَجَ نکلنا۔ اَخْرَجَ نکالنا
	اِسْتَخْرَجَ کوشش سے نکالنا ۵۸/۱۸)
خردل	(خَرْدَل رائی ص ۲/۴)
خرّ	خَرَّ گرنا
خرص	خَرَصَ اٹکل پچو۔ اندازہ لگانا
خرطم	خُرْطُوم ناک
خرق	خَرَقَ پھاڑنا
خزن	خَزَنَ اکٹھا کرنا خزائن خزانہ
خزنۃ	داروغہ۔ دوزخ کا فرشتہ

مادہ	الفاظ اور عنوان
خزی	خزی ذلت۔ ذلیل ہونا
	اَخزٰی ذلیل کرنا
خسأ	خسأ دھتکارنا۔ ہٹانا خاسئ ذلیل
خسر	خسِر نقصان اٹھانا اَخسَر کمی کرنا
	(خسّر) تخسیر نقصان
خسف	خسف (زمین میں دھنسانا) عذاب
	(خسف چاند گرہن لگنا (۵/۸)
خشب	خشب لکڑی
خشع	خشع جھکنا ڈرنا۔ عاجزی کرنا۔
	نیچے ہونا
خشی	ڈرنا
خص	خصاصۃ بھوک
	(اِختصّ خاص کرلینا (۲/۱۰۵)
خصف	خصف جوڑنا
خصم	خصم۔ اِختصم جھگڑا کرنا
	(خصم مدعی (خصیم اور
	خصیم جھگڑالو) (تخاصم
	ایک دوسرے سے جھگڑنا (۳۸/۱۴)
خضد	خضد کاٹنا
خضر	(اَخضر سبز ص ۲/۲) (خضر سبزی ۶/۹۹)
خضع	خضع عاجزی کرنا
خطأ	خطاء، خطأ خطأ۔
	خطیئۃ گناہ (اخطأ۔
	غلطی سے گناہ کرنا (۲/۲۸۶)
خطب	خطب حال (خِطبۃ منگنی
	(۲/۲۳۶) خاطب بات کرنا
خطّ	خطّ لکھنا
خطف	خطف، تخطّف چھیننا
خطو	خطوات قدم

مادہ	الفاظ اور عنوان
خفت	خافت۔ تخافت سرگوشی کرنا
خفض	خفض جھکانا۔ نیچے کرنا
خفّ	خفّ ہلکا ہونا خفّف ہلکا کرنا
	اِستخفّ عقل کھو دینا۔ ہلکا بنا دینا
خفی	خفی چھپنا اَخفی چھپانا ص ۲/۲
	(اِستخفی پوشیدہ ہونا ۴/۱۰۸)
خلد	خلد آباد ہونا۔ ہمیشہ ہونا
خلص	خلص الگ ہونا
	اِستخلص چن لینا ص ۳/۲
خلط	خلط، خالط ملانا ص ۲/۲
	خُلطاء شریک اِختلط ملنا
خلع	خلع اتارنا۔
خلف	خلف پیچھے آنا خلف پچھلا پیچھے
	(خلف جانشین خلیفہ نائب
	(اَخلف خلاف کرنا ۳/۹
	خلّف پیچھے چھوڑنا تخلّف پیچھے رہنا
	خالف مخالفت کرنا۔ پیچھے رہنا
	اختلف (اختلاف کرنا) مختلف
	اِستخلف اقتدار بخشنا (خلیفہ بنانا)
خلق	خلق شکل و صورت خُلُق طریقہ
	خلاق حصہ
	خلق پیدا کرنا خلّق شکل و صورت
	بنانا
	اِختلق اٹکل پچو باتیں بنانا
خلل	خلال دوستی۔ درمیان۔ اندر
	خُلّۃ دوستی خلیل دوست
خلو	خلا۔ الگ ہونا۔ گزرنا
	خلی چھوڑنا تخلّی خالی ہونا (۴/۸۴)
خمد	خامد آگ کا بجھنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
خمر	خمر شراب خُمُر چادر
خمس	خمس۔ خمسۃ پانچ ص ۱/۱۳
خمص	مخمصۃ بھوک
خمط	ردی۔ کڑوا
خنزر	(خنزیر سور ص ۲/۱)
خنس	خنس پیچھے ہٹنا خُنّس تارا
	خنّاس جن
خنق	اِنخنق مرنا
خور	خوار آواز
خوض	خاض فضول باتیں کرنا مشغول ہونا
خوف	خاف ڈرنا (تخوّف ڈرنا ۱۶/۴۷)
	خوّف ڈرانا
خول	(خال۔ خالۃ ماموں خالہ ص ۲/۲)
	خوّل نعمت عطا کرنا
خون	خان۔ اِختان خیانت کرنا۔ دھوکہ دینا۔
خوی	خوی گرنا
خیب	(خاب نامراد ہونا ۱۴/۱۵)
خیر	خیر اچھا۔ مال و دولت۔ نیکی
	خیرۃ اختیار (خیرات ص ۵/۲)
	تخیّر پسند کرنا اِختار چن لینا
خیط	(خیط دھاگا خیاط سوئی ص ۲/۴)
خیل	خیل گھوڑا جماعت جانوروں کی
	ص ۵/۱
	(خیّل خیال میں لانا (۲۰/۶۶)
	اِختال اترانا
خیم	خیام۔ خیمۃ
	د
دأب	حال۔ لگاتار
دبّ	دابّۃ چوپائے دبّ چلنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
دبر	دُبُر پیٹھ دَابِر جڑ
	اَدْبَرَ پھرنا اِدْبَار پیچھے
	دَبَّرَ تدبیر کرنا تَدَبَّرَ غور کرنا
دثر	اِدَّثَّرَ اوڑھنا
دحر	دَحَرَ دھتکارنا۔ ہٹانا
دحض	اَدْحَضَ پھسلانا دَاحِضَة ردّی
دحی	دَحٰی بچھانا۔ پھیلانا
دخر	دَاخِر ذلیل
دخل	دَخَلَ داخل ہونا اَدْخَلَ داخل کرنا
	اِدَّخَلَ سر گھسانا (۹/۵۷)
دخن	دُخَان دھواں
درء	دَرَءَ ہٹانا
	(تَدَارَأَ ایک دوسرے پر
	جھگڑے میں الزام دھرنا ۲/۷۲)
درج	دَرَجَة۔ رُتبہ (ص ۲/۲)
	اِسْتَدْرَجَ آہستہ آہستہ (کوئی کام کرنا)
درّ	مِدْرَار بارش دُرِّیّ چمکدار
درس	دَرَسَ پڑھنا اِدْرِیْس ص ۱/۱)
درک	دَرَكَ پکڑنا اَدْرَكَ ص ۲/۲)—
	اَدْرَكَ پانا اِدَّارَكَ گر پڑنا
	(تَدَارَكَ سنبھالنا (۶۸/۴۹)
درهم	(دِرْهَم سکّہ ص ۲/۴)
دری	دَرٰی جاننا اَدْرٰی آگاہ کرنا
دسر	دُسُر میخ
دسّ	دَسَّ۔ دَسّٰی گاڑنا
دعّ	دَعَّ مارنا۔ ہٹانا
دعو	دَعَا پکارنا۔ دُعا دینا اِدَّعٰی مانگنا
	اَدْعِيَاء بے پالک متبنّٰی
دفء	دِفْء گرمی حاصل کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
دفع	دَفَعَ دینا۔ سپرد کرنا۔ ہٹانا
	دَافَعَ ہٹانا۔
دفق	دَفَقَ نکلنا
دكّ	دَكَّ چورا چورا۔ زمین بوس کرنا
	ہموار کرنا
دلک	دُلُوْك ڈھلنا
دلّ	دَلَّ آگاہ کرنا دلیل دلیل
دلو	دَلْو ڈول
دَلّٰی	آہستہ آہستہ (کوئی کام کرنا)
اَدْلٰی	لٹکانا۔ پہنچانا تَدَلّٰی لٹکنا
دمدم	دَمْدَمَ ہلاک کرنا۔ زمین بوس کرنا
دمر	دَمَّرَ ہلاک کرنا
دمع	دَمْع آنسو (ص ۲/۴)
دمغ	دَمَغَ مارنا
دمو	(دم خون ص ۲/۲)
دنر	(دینار۔ سکّہ ص ۲/۴)
دنو	اَدْنٰی دنیا۔ ردّی کم (۵۹/۷)
	دَنٰی جھکنا۔ نزدیک ہونا
	اَدْنٰی (یُدْنِی) نزدیک کرنا
دود	(دَاوُدُ ص ۱/۱)
دور	دَار شہر۔ گھر دائرة گردش ایام
	(ص ۲/۲)
	دَارَ پھرنا اَدَارَ لین دین کرنا
دول	دُوْلَة گردش ایام۔ مال و دولت
	(ص ۲/۲)
	دَاوَلَ بدلنا
دوم	دَامَ ہمیشہ رہنا
دون	دُوْنَ سوائے (کہتر ص ۳/۱)
دهر	دَهْر زمانہ

مادہ	الفاظ اور عنوان
دهق	دَهَقَ بھرنا
دهم	اَدْهَمَ سیاہ ہونا
دهن	دُهْن تیل اَدْهَنَ نرم کرنا
دهی	اَدْهٰی سخت
دین	دَيْن ادھار دِین قیامت۔
	دِین (ص ۲/۱)
	دَانَ بدلہ دینا تَدَايَنَ لین دین کرنا

ذ

مادہ	الفاظ اور عنوان
ذئب	(ذِئْب بھیڑیا ص ۲/۱)
ذءم	مَذْءُوْم ناپسندیدہ
ذبّ	ذُبَاب مکھی ذَبْذَبَ لٹکنا
ذبح	ذَبَحَ ذبح کرنا ذَبَّحَ مار ڈالنا
ذخر	اِدَّخَرَ اکٹھا کرنا
ذرء	پھیلانا۔ پیدا کرنا
ذرّ	ذُرِّیَّة اولاد
ذرع	ذِرَاع بازو۔ ہاتھ
ذرو	ذَرَا اڑانا
ذعن	ذَعَنَ اطاعت کرنا
ذقن	(اذقان ٹھوڑی ص ۲/۴)
ذکر	ذِکْر۔ تَذْکِرَة قرآن نصیحت
	ذَکَر مرد (ص ۵/۱)
	ذَکَرَ یاد کرنا ذَکَّرَ یاد دلانا نصیحت کرنا
	تَذَكَّرَ نصیحت قبول کرنا
	اِدَّکَرَ یاد آنا۔ غور کرنا
ذکو	ذَکّٰی ذبح کرنا
ذلّ	ذِلَّة ذلّت اَذِلَّة کمزور
	ذَلَّ جھکنا۔ ذلیل ہونا
	اَذَلَّ ذلیل کرنا ذَلَّلَ مسخر کرنا
	جھکانا۔

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
ذمّ	ذِمّة ذمہ داری۔عہد		رابیۃ سخت	ردّ	رَدّ پھیرنا۔لوٹانا اِرْتَدَّ پھرنا۔لوٹنا
	مذموم ناپسندیدہ		رَبٰی رَبّٰی پرورش کرنا اَرْبٰی بڑھانا		تَرَدَّدَ۔لٹکنا
	ذَمّ بُرا بھلا کہنا	رتع	رَتَعَ کھانا	ردف	رَدِفَ پیچھے آنا۔اَرْدَفَ
ذنب	ذنب (ج ذنوب) گناہ۔	رتق	رَتَقَ ملنا (ض ۳/۲)		پیچھے لگانا۔لگاتار
	ذَنُوب ڈول	رتل	رَتَّلَ پڑھنا	ردم	رَدْم دیوار
ذود	ذَادَ روکنا	رجّ	رَجّ کانپنا	ردی	ردی۔تَرَدّٰی ہلاک ہونا۔گرنا
ذوق	ذَاقَ (چکھنا) ذائقۃ مزا	رجز	رُجز گندگی رِجز گندگی عذا		اَرْدٰی ہلاک کرنا۔گرانا
	(اذاق چکھانا (۱۶/۱۱۴)	رجس	رِجس گندگی۔عذاب۔ناپاک	رذل	اَرَاذِل ذلیل
ذہب	(ذَہَب سونا (دھات) ض ۲/۵)	رجع	رَجَعَ لوٹنا۔جواب دینا	رزق	رِزق خوراک۔مال و دولت
	ذَہَبَ جانا اَذْہَبَ (لے) جانا		اَرْجَعَ لوٹانا		رَزَقَ کھلانا۔مال و دولت دینا
ذہل	ذَہَلَ بھولنا۔		(تَرَاجَعَ ایک دوسرے کی طرف	رسخ	رَاسِخ مضبوط
ذی	ذُو۔والا، والے۔		لوٹنا (۲/۲۳۰)	رسّ	رَسّ کنواں (اصحاب الرّس ض ۱/۲)
ذیع	اَذَاعَ مشہور کرنا۔	رجف	رَجَفَ کانپنا۔عذاب۔	رسو	اَرْسٰی گاڑنا رَوَاسِی پہاڑ
	ر		(رجفۃ زلزلہ)	رشد	رَشَدَ ہدایت پانا اَرْشَدَ ہدایت
رأس	رَأس سر (ض ۲/۴)		اَرْجَفَ مشہور کرنا		دینا رَشِید نیک بخت
رأف	رءوف مہربان (رافت ترس کھانا)	رجل	رِجل پاؤں رَجُل مرد	رصد	رَصَدَ (گھات لگانا) چوکیدار
رأی	رُؤیا خواب		رَجِل (پیدل) چلنا	رصّ	رَصّ جوڑنا۔مضبوط بنانا
	رَأٰی دیکھنا اَرٰی دکھلانا	رجم	رَجَمَ پھینکنا۔مارنا۔دھتکارنا	رضع	(رَضَعَ دودھ پلانا
	اَرٰی دکھلانا (ریاء نمائش)	رجو	رَجو (ج ارجاء) کنارا۔رجا		رضاعۃ دودھ پلانے کی مدت
ربّ	رَبّ پروردگار۔مالک		امید لگانا اَرْجٰی پیچھے کرنا		اِسْتَرْضَعَ دودھ پلوانا ض ۲/۴) (۲/۲۳۳)
	رَبَّانی نیک بخت	رجہ	اَرْجَہ پیچھے ڈالنا	رضو	رِضوان۔مرضاۃ رضامندی
	رَبَّ پرورش کرنا	رحب	رَحُبَ فراخ ہونا مرحبا کہنا (۲/۵)	رضی	رَضِیَ خوش ہونا۔راضی ہونا
	(ربائب پچھلگ اولاد (ض ۲/۴)	رحق	رحیق شراب		اَرْضٰی خوش کرنا
ربح	رَبِحَ فائدہ ہونا	رحل	رَحْل سامان رَحَلَ سفر کرنا		تَرَاضٰی آپس میں راضی ہونا
ربص	تَرَبَّصَ انتظار کرنا	رحم	رَحْمٰن۔رَحِیم مہربان		اِرْتَضٰی پسند کرنا
ربط	رَبَطَ باندھنا۔مضبوط کرنا		(رَحِم، رحم۔ ج ارحام)	رطب	رَطْب تازہ (ہرا) رُطَب
	(ربط علی القلب ض ۵/۶)		بطن مادر (ض ۲/۴)		(تازہ) کھجور
	رَابَطَ ثابت قدم رہنا	رخو	رُخَاء آہستہ آہستہ	رعب	رَعَبَ ڈرنا
ربو	رِبَا سود ربوۃ ٹیلہ۔زمین	ردأ	رَدَأَ مدد دینا	رعد	رَعْد بجلی

مادہ	الفاظ اور عنوان
رعی	رَعٰی چرانا حفاظت کرنا۔ لحاظ رکھنا
	مَرْعٰی چارہ
رغب	رَغَبَ چاہنا۔ رغبت کرنا۔
	بے رغبتی کرنا
رغد	رَغَدًا وافر۔ بہت
رغم	مُرَاغَم جگہ
رفت	رُفَات بوسیدہ۔ چورا چورا
رفث	رَفَثَ مجامعت کرنا
رفد	رَفَدَ دینا۔ مدد دینا
رفرف	(رَفْرَف قالین ص ۲/۴)
رفع	رَفَعَ بلند کرنا
رفق	رَفِیْق دوست (مرفق کہنی ص ۲/۶)
	رَفَقَ۔ اِرْتَفَقَ آرام کرنا ٹیک لگانا
رقب	رَقَبَۃ گردن۔ لونڈی۔ غلام
	(ص ۵/۴) رَقِیْب نگہبان
	رَقَبَ لحاظ کرنا
	تَرَقَّبَ۔ اِرْتَقَبَ انتظار کرنا
رقد	رَقَدَ سونا مَرْقَد خوابگاہ۔ قبر
رق	رَقّ کاغذ
رقم	رَقَمَ لکھنا
رقی	رَقِیَ چڑھنا (جھاڑ پھونک کرنا ص ۵/۲)
	(تَرَاقِی ہنسلی کی ہڈی ص ۲/۴)
	(اِرْتَقٰی درجہ بدرجہ چڑھتے جانا ۳۸/۱۱)
رکب	رَکْب اونٹ۔ اونٹوں کی جماعت
	قافلہ ص ۵/۲ رِکَاب اونٹ
	رَکِبَ سوار ہونا رَکَّبَ ملانا
	تَرَاکَبَ تہ بہ تہ (ایکدوسرے کے اوپر ہونا)
رکد	رَکَدَ ٹھہرنا
رکز	رِکْز آواز

مادہ	الفاظ اور عنوان
رکس	اَرْکَسَ الٹ دینا
رکض	رَکَضَ دوڑنا
رکع	(رکع جھکنا ص ۱/۱۲)
رکم	رکام۔ مرکوم تہ بہ تہ۔
	وافر۔ بہت
رکن	رَکَنَ جھکنا رُکْن طاقت
رمح	(رُمح (ج رِمَاح نیزہ (ص ۲/۴)
رمد	رَمَاد راکھ ص ۲/۴)
رمز	رَمَزَ اشارہ کرنا
رمض	رَمَضَان نواں ماہ قمری۔
	ماہِ صیام ۲/۸۵)
رمم	رَمِیْم بوسیدہ
رمن	(رُمَّان انار ص ۲/۴)
رمی	رَمٰی پھینکنا
روح	رُوْح فرشتہ (روح ص ۲/۴)
	رَوْح۔ ریح ہوا رواح شام
	پچھلا پہر (اَرَاحَ پچھلے پہر یا شام
	کو کوئی کام کرنا ۱۶/۶)
رود	رُوَیْد آہستہ آہستہ
	اَرَادَ ارادہ کرنا۔ چاہنا
	رَاوَدَ پھسلانا
روض	رَوْضَۃ باغ
روع	رَاعَ ڈرنا
روغ	رَاغَ دھوکہ دینا
روم	رُوْم (ص ۱/۲)
رہب	رَھِبَ ڈرنا (رہبان درویش ص ۵/۴)
	اَرْھَبَ اِسْتَرْھَبَ ڈرانا
رہط	رَھْط جماعت۔ سردار۔ قبیلہ یا خاندان
رہق	رَھِقَ چڑھنا۔ ڈھانکنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
	اَرْھَقَ زبردستی کرنا
رہن	رَھَنَ گروی رکھنا
رہو	رَھَا تھمنا۔ ٹھہرنا
ریب	رَیْب شک و شبہ رَیْبَ الْمَنُوْن
	زمانہ اور اس کی سختیاں گردش ایام
	اَرَابَ شک میں ڈالنا ۱۱/۲۵)
	اِرْتَابَ شک میں پڑنا ۲۹/۴۸)
ریش	رِیْش زینت۔ سامان
ریع	رِیْع ٹیلہ۔ زمین اور اس کی اقسام
رین	رَانَ زنگ لگنا ۸۳/۱۲)
	ز
زبد	(زَبَد جھاگ ۱۳/۱۷)
زبر	زُبَر ٹکڑا۔ تختہ۔ کتاب زبور ص ۱/۴)
زبن	زَبَانِیَۃ دوزخ کا فرشتہ
زجج	زُجَاج شیشہ
زجر	زَجَرَ۔ اِزْدَجَرَ جھڑکنا
زجو	اَزْجٰی چلانا مُزْجَاۃ ردی
زحزح	زَحْزَحَ ہٹانا
زحف	زَحْف جنگ
زخرف	زُخْرُف زینت۔ مزین کرنا
زرب	(زَرَابِی غالیچے (ص ۲/۴)
زرع	زَرْع کھیتی زُرَّاع کسان
	زَرَعَ کھیتی باڑی کرنا
زرق	(زُرْق نیلا ص ۲/۶)
زری	اِزْدَرٰی ذلیل سمجھنا
زعم	زَعِیْم ضامن زَعَمَ گمان کرنا
زفر	زَفِیْر آواز
زفف	زَفَّ دوڑنا
زقم	زَقُّوْم درخت

مادہ	الفاظ اور عنوان
زکر	(زکریا (ص ۱/۱)
زکی	زکیًا ۔ زکیۃ پاکیزہ زکوۃ (ص ۱/۱۱)
	زکی ۔ تزکی پاک ہونا
	زکی پاک کرنا ۔ سنوارنا
زلزل	زلزل کانپنا زلزلہ بھونچال (۲۲/۱)
زلف	زلف حصہ ۔ گھڑی زلفی رتبہ
	زلف نزدیک ہونا
	ازلف نزدیک کرنا
زلق	زلق زمین اور اس کی اقسام
	ازلق پھسلانا
زل	زل پھسلنا ازل ۔ استزل پھسلانا
زلم	زلم (ج ازلام) تیر
زمر	زمر جماعت ۔ فرقہ
زمل	ازمل اوڑھنا
زمہر	زمہریر سردی
	(زنجبیل سونٹھ ۴۶/۱۹
زنم	(زنیم ۔ بدنام ۶۸/۱۳)
زنی	ازنی بدکاری کرنا زنا بدکاری
زہد	زہد بے رغبتی کرنا
زہر	زہرۃ رونق ۔ زینت
زہق	زہق بھاگنا ۔ نکلنا
زوج	زوج بیوی ۔ جوڑا ۔ خاوند ۔ ساتھی ۔ مختلف (ص ۲/۱)
	زوج نکاح کر دینا
زود	زاد سامان
	(تزود زادِ راہ لینا ۲/۱۹۷)
زور	زور جھوٹ
	زاور دیکھنا تزاور ۔ زمین
زول	زال ڈھلنا لا یزال ... رہنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
زیت	زیت تیل (زیتون ص ۲/۱)
زید	زید ص ۱/۵
	زاد ۔ ازداد بڑھنا ۔ بڑھانا
زیغ	زیغ ٹیڑھ
	زاغ ٹیڑھا ہونا زاغ البصر دیکھنا
	ازاغ ٹیڑھا کرنا
زیل	زیل الگ کرنا تزیل الگ ہونا
زین	زین مزین کرنا ازین مزین ہونا
	زینۃ زینت

س

مادہ	الفاظ اور عنوان
س	جلدی
سأل	پوچھنا ۔ مانگنا
	(تساءل ایک دوسرے سے پوچھنا ۴۸/۱)
سأم	سأم تھکنا
سبا	(سبا قوم ۔ علاقہ ص ۲/۱)
سبب	سبّ برا بھلا کہنا سبب ذریعہ
	رستہ ۔ رسی
سبت	سبت آرام کرنا ہفتہ منانا ۔
سبح	سبحان پاک
	سبح مشغول ہونا سبّح تسبیح و تقدیس
سبط	اسباط اولاد ۔ قبیلہ
سبغ	(سابغات کھلی زرہیں ص ۲/۱)
	اسبغ پورا کرنا
سبق	سابق پہلا
	سبق آگے بڑھنا ۔ گزرنا
	استبق دوڑنا
	سابق ایک دوسرے سے آگے بڑھنا
سبل	سبیل رستہ

مادہ	الفاظ اور عنوان
	ابن السبیل ۔ عابر السبیل مسافر
ست	(ست ۔ ستۃ چھ (ص ۱/۱۲)
ستر	ستر پردہ استتر پردہ کرنا
سجد	سجد سجدہ کرنا مسجد عبادت گاہ
	مسجد الحرام کعبہ مسجد الاقصیٰ (ص ۱/۱)
سجر	سجر ۔ سجر آگ جلانا
سجل	سجل کتاب سجیل پتھر
سجن	سجن قید خانہ سجن قید میں ڈالنا
	(سجین ص ۱/۸)
سجی	سجی تاریکی چھانا
سحب	سحب گھسیٹنا سحاب بادل
سحت	سحت حرام اسحت ہلاک کرنا
سحر	سحر صبح (سحر جادو) — سحر جادو کرنا ساحر پیغمبر کے حریف
سحق	سحیق دور سحق بددعا دینا
	(اسحاق ص ۱/۱)
سحل	ساحل کنارہ
سخر	سخر اور استسخر مذاق اڑانا
	سخر مسخر کرنا ۔ زبردستی کرنا ۔
	سخریًا غلام
سخط	سخط ناراض ہونا سخط غصہ
	اسخط ناراض کرنا غصہ دلانا
سد	سد دیوار سدید سیدھا
سدر	(سدر بیر کا درخت اور پھل ص ۲/۱)
	(سدرۃ المنتہی ص ۱/۸)
سدی	سدی آزاد
سرب	سرب چلنا سرب سرنگ
	(سراب ریت ص ۲/۱)
سربل	سرابیل قمیص

مادہ	الفاظ اور عنوان
سرج	سِرَاج چراغ
سرح	سَرَّحَ آزاد کرنا اَسرَحَ صبح کو
	مویشیوں کو چرنے کیلئے کھول کر لے جانا
سرد	سَرَد زرہ۔ زرہ کی کڑیاں (ص ۳/۴)
سردق	سُرَادِق خیمہ۔ پردہ
سر	سَرَّ یَسُرُّ خوش لگنا
	(سُرُور خوش دلی)
	سَرَّاء خوشحالی سَرِیْر تخت
	اَسَرَّ یُسِرُّ چھپانا سِرّ بھید
	ظاہر کرنا (ص ۱/۲)
سرع	سَرُعَ جلدی کرنا سَارَعَ دوڑنا
سرف	اَسرَفَ حد سے بڑھنا۔ فضول خرچی کرنا
سرق	سَرَقَ۔ اِسْتَرَقَ چوری کرنا
سرمد	سَرْمَد ہمیشہ
سری	سَرِیّ چشمہ۔ پانی کی نہر اور راتے
	سَرٰی چلنا
	اسریٰ چلانا۔ رات کے کام۔ سیر کرنا
سطح	سَطَحَ بچھانا۔ ہموار کرنا
سطر	سَطَرَ۔ اِسْتَطَرَ لکھنا
	اَسَاطِیر کہانیاں مُسَیْطِر داروغہ
سطو	سَطَا پکڑنا۔ حملہ کرنا
سعد	سَعِید نیک بخت
سعر	سَعِیر دوزخ سُعُر دیوانگی
	سَعَّرَ آگ جلانا
سعی	سَعٰی دوڑنا۔ کوشش کرنا
سغب	مَسْغَبَة بھوک
سفح	سَفَحَ بہانا سَافَحَ بدکاری کرنا
سفر	سَفَر سفر سِفْر کتاب
	(دونوں کی جمع اسفار) (ص ۵/۳)

مادہ	الفاظ اور عنوان
سَفَرَة	کاتب لکھنے والا۔ سَفَر،
	سفر کرنا اَسفَرَ روشن ہونا
سفع	سَفَعَ کھینچنا
سفك	سَفَكَ بہانا۔ قتل کرنا۔
سفل	سَفَلَ نیچے ہونا
سفن	سَفِینَة کشتی
سفه	سَفِیه نادان
	سَفِهَ (سَفَهًا۔ سفاهة) احمق بنانا
سقر	سَقَر دوزخ۔ گرمی
سقط	سَقَطَ گرنا (ص ۲/[illegible]) فی یدہ پچھتانا
	(ص ۵/۲)
	اَسقَطَ۔ سَاقَطَ گرانا
سقف	سَقف چھت
سقم	سَقِیم بیمار
سقی	(سَقٰی۔ اَسقٰی پانی پلانا)
	سقایة پیالہ
	اِسْتَسْقٰی پانی مانگنا
سکب	سَکَبَ بہانا۔ گرانا
سکت	سَکَتَ تھمنا۔ چپ ہونا
سکر	سُکَارٰی بدمست
	سُکِّرَ بدمست کرنا۔ بیہوش کرنا
سکن	سَکِینَة تسکین
	(سِکِّین چھری ص ۲/۳)
	مَسْکَن گھر مَسْکَنَة تنگدستی
	سَکَنَ آباد ہونا۔ آرام کرنا تھمنا ٹھہرنا
	اَسْکَنَ آباد کرنا
سلب	سَلَبَ چھیننا
سلح	اَسْلِحَة آلات جنگ سامان
سلخ	سَلَخَ کھینچنا۔ کھال اتارنا۔

مادہ	الفاظ اور عنوان
	اِنْسَلَخَ گزرنا۔
	سلسبیل (جنت میں ایک چشمہ کا نام ص ۱/۲)
سلط	سُلْطَان بادشاہی۔ دلیل
	سَلَّطَ مُسَلَّط کرنا
سلف	سَلَفَ گزرنا اَسْلَفَ آگے بھیجنا
سلق	سَلَقَ حد سے بڑھنا۔ تیز
سلك	سَلَكَ چلنا۔ چلانا۔ داخل کرنا ڈالنا
سل	سِلْسِلَة زنجیر سُلٰلَة مٹی کی قسم
	تَسَلَّلَ نکلنا
سلم	سَلَم پورا۔ صلح (سِلْم اسلام ۲/۲۰۸)
	سُلَّم سیڑھی سلام۔ سلامتی (۱۱/۴)
	اَسْلَمَ اطاعت کرنا۔ اسلام لانا (ص ۱/۹)
	سَلَّمَ سپرد کرنا۔ دعا دینا
	اِسْتَسْلَمَ فرمانبردار ہونا
سلو	سلوٰی کھانا۔ (طعام)
سمد	سَمَدَ غافل ہونا
سمر	سَمَرَ فضول باتیں کرنا سامری ص ۱/۵
سمع	سَمِعَ جاسوسی کرنا۔ سننا سَمْع کان
	اَسْمَعَ سنانا اِسْتَمَعَ غور سے سننا
سمعل	(اسمٰعیل ص ۱/۲)
سمك	سَمْك ابھار
سم	(سَمّ سوئی کا ناکہ ۷/۴۰) سَمُوم ہوا گرم
سمن	سِمَان موٹا } ص ۲/۲
	اَسْمَنَ موٹا کرنا }
سمو	سماء آسمان اسم نام۔
	سَمِیّ ہم آہنگی تَسْمِیَة نام رکھنا (۱۲/۲۲)
سُنبل	(سنبل ج سنابل۔ سنبلات)
	بالی ص ۲/۲
سند	سَنَّدَ مضبوط کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
سندس	(سندس باریک ریشم ص ۲/۳)		اِستوٰی برابر ہونا۔ سوار ہونا۔ قرار پکڑنا	شرد	شَرّدَ بھگانا
سنم	(تسنیم جنت میں ایک چشمہ ص ۱/۱)	سھر	سَاھِرَۃ زمین اور اس کی اقسام	شرذم	شِرذِمَۃ جماعت
سن	(سِنّ دانت ص ۱/۲) سُنّۃ طریقہ	سھل	سُھُول " " "	شر	شَرّ برائی تکلیف شریر برا
	سَنّ خراب ہونا۔ راہ ڈالنا	سھم	سَھم تیر (ساھَم قرعہ ڈالنا)	شرر	شَرَر شعلہ
سنہ	تَسَنّہَ خراب ہونا	سھو	سَھا بھولنا۔ غافل ہونا	شرط	شَرط (ج اشراط) نشانی
سنو سنی	سَنَۃ سال سَنَا چمکنا	سیب	سائبۃ اونٹ (ص ۱/۲)	شرع	شَرَعَ راہ ڈالنا شِرعۃ طریقہ
سوء	سُوء برا مُسِیئ بدکار	سیح	سَاحَ سفر کرنا سَائح روزہ دار		شَرِیعَۃ دین شُرَّعًا ظاہر
	سَاءَ برا ہونا سُوء برائی۔ بدی	سیر	سَارَ چلنا سَیّرَ چلانا۔ سیر کرانا	شرق	اَشرَقَ چمکنا۔ روشن ہونا۔ نکلنا
	سَیِّئَۃ برائی سَوءَۃ شرمگاہ (لاش ۱/۲)		سَیّارَۃ قافلہ۔ مسافر		اِشرَاق صبح (مَشرِق مُشرِق
	(اَسَاءَ برا بنانا۔ بگاڑنا ۱/۲)	سیل	سَالَ بہنا۔ چشمہ بہنا اسال بہانا		صبح کے وقت مشرق طلوع ہونے
سوح	ساحۃ زمین اور اس کی اقسام	سین	سیناء پہاڑ کا نام (ص ۱/۲)		کی جگہ)
سود	سَیِّد خاوند۔ سردار		**ش**	شرک	(شَرِیک شریک اشراک شرک کرنا ص ۱/۱)
	اِسوَدّ سیاہ ہونا اَسوَد سیاہ	شام	شأمَ بدبختی۔ نامبارک سمجھنا		(شَارَکَ اور اِشتَرَکَ حصہ دار بننا ۱/۲)
سور	سُور دیوار (اَسوِرَۃ کنگن ص ۱/۲)	شأن	شَأن کام	شری	(شَرٰی خرید و فروخت کرنا ص ۱/۲)
	تَسَوّرَ چڑھنا	شبہ	شُبَہَۃ شک وشبہ		اِشترٰی خریدنا
سوط	سَوط کوڑا		(شَبَّہَ شک میں ڈالنا ۱/۲)	شطأ	(شَطأ کونپل ص ۱/۲) شَاطِئ کنارا
سوع	ساعۃ گھڑی۔ قیامت		تَشَابَہَ متشابہ ہونا ۱/۲)	شطر	شَطر جانب
سوغ	سَاغَ پینا اساغ نگلنا	شت	شَتّٰی مختلف	شطط	شَطَط حد سے بڑھنا
سوف	سَوفَ جلدی	شتو	شِتَاء سردی	شطن	شَیطان جن
سوق	سَاقَ چلانا (ساق پنڈلی ص ۱/۲)	شجر	شَجَر درخت شَجَرَ جھگڑا کرنا	شعب	شَعب شاخ۔ قبیلہ (شُعَیب ص ۱/۱)
	پودے کا ڈنٹھل (ص ۱/۲)	شح	بخل کرنا۔ طمع کرنا	شعر	شَعر بال شِعرٰی تارا ص ۱/۲)
	سُوق بازار ص ۱/۲)	شحم	(چربی ص ۱/۲)		شَاعِر پیغمبر کے حریف
سول	سَوّلَ مزین کرنا	شحن	شَحَنَ بھرنا		شَعَرَ آگاہ ہونا / سمجھنا (اَشعَرَ آگاہ کرنا
سوم	سِیمَا نشانی	شخص	شَخَصَ دیکھنا (کیفیت)	شعل	(اِشتَعَلَ شعلہ مارنا بالوں کا سفید ہونا
	سَامَ تکلیف دینا اَسَامَ چرانا	شد	شَدّ باندھنا۔ مضبوط کرنا		۱۹/۳)
	سَوَّمَ نشان زد کرنا		اَشَدّ شدید سخت اَشُدّ جوانی	شغف	شَغَفَ محبت کرنا
سوی	سَوَاء برابر درمیان۔ سیدھا		(اِشتَدّ زور پکڑنا ۱۴/۱۸)	شغل	شَغَلَ مشغول ہونا
	(سَوِیًّا پورا اور تندرست ۱۹/۱۹)	شرب	شَرِبَ پینا مَشرَب گھاٹ	شفع	شَفع جوڑا
	سَوّٰی۔ سَاوٰی برابر کرنا۔ درست کرنا	شرح	شَرَحَ کھولنا	شفق	(شَفَق شام کی سرخی ۸۴/۶ اَشفَقَ ڈرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
شفہ	(شَفَۃ ہونٹ ص ن ۲/۴)	شوی	شَوٰی کھال	صخر	صَخْرَۃ پہاڑ
شفی	شَفٰی یَشْفِی تندرست کرنا		شَوٰی یَشْوِی آگ کا جلانا۔ بھوننا	صدّ	صَدَّ ے روکنا۔ رُکنا صَدَّ ے چلانا
	(شِفَاء صحت) شفا کنارا ص ن ۳/۴	شہب	شِہَاب آگ کا انگارا		صَدِید پیپ صَدَّ آواز
شق	شَقَّ پھاڑنا۔ تکلیف دینا۔	شہد	شَہِدَ اقرار کرنا۔ حاضر ہونا۔ مرنا	صدر	صَدْر دل (سینہ ص ن ۲/۴)
	محنت مشقت کرنا		شہید حاضر۔ مددگار		صَدَرَ ے ہو جانا اَصْدَرَ لوٹنا
	شِقّ اور شُقَّۃ محنت مشقت۔		(اَشْہَدَ گواہ بنانا ۲/۲۰۸)	صدع	صَدَعَ کام کرنا تَصَدَّعَ پھٹنا
	اَشَقّ سخت		(اِسْتَشْہَدَ گواہ طلب کرنا ۲/۱۵)		(صُدِّعَ سر درد ہونا ۵۶/۱۹)
	شَاقَّ مخالفت کرنا (شِقَاق ضد)	شہر	شُہُوْر۔ اَشْہُر مہینے	صدف	صَدَفَ کنارا صَدَفَ منہ پھیرنا
	تَشَقَّقَ۔ اِنْشَقَّ پھٹنا	شہق	شَہِیْق آواز	صدق	صِدِّیق اور صَدِیق دوست
شقو / شقی	شَقِیّ بُرا۔ بے نصیب	شہو / شہی	شہوۃ خواہش اِشْتَہٰی چاہنا		صَدُقَات حق مہر
	شِقْوَۃ بدبختی	شیٔ	شَاءَ چاہنا (شَیْءٌ چیز)		صَدَقَہ زکوٰۃ و خیرات
شکر	شَکَرَ تعریف کرنا	شیب	شَیْب بوڑھا		صَدَقَ سچ بولنا سچ کر دکھانا (۴۸/۲۷)
شکس	تَشَاکَسَ جھگڑنا	شیخ	شیخ بوڑھا		صَدَّقَ تصدیق کرنا تَصَدَّقَ معاف کرنا
شکّ	شَکّ شک و شبہ	شید	شَادَ۔ شَیَّدَ مضبوط بنانا	صدی	صَدٰی (تصدیۃ) آواز
شکل	شَکل شکل و صورت شاکلۃ طریقہ	شیع	شَاعَ مشہور کرنا شِیْعَۃ فرقہ		تَصَدّٰی درپے ہونا
شکو	اِشْتَکٰی شکایت کرنا (۵۸/۱، ۲۲/۸۹)		**ص**	صرح	صَرْح محل
	(مشکوٰۃ طاق ص ن ۲/۴)	صبء	(صابئ ایک فرقہ۔ ص ن ۱/۱۱)	صرخ	صَرِیخ آواز۔ فریاد
شمت	اَشْمَتَ خوش کرنا	صبب	صَبَّ گرانا		اَصْرَخَ فریاد رسی کرنا
شمخ	شَمَخَ بلند ہونا	صبح	صبح صبح مِصْبَاح چراغ		اِصْطَرَخَ چلانا
شمز	اِشْمَأَزَّ رُکنا		اَصْبَحَ ہونا۔ صبح کرنا صَبَّحَ صبح کرنا		اِسْتَصْرَخَ فریاد چاہنا
شمس	شَمْس دھوپ (سورج ص ن ۱/۴)	صبر	صَبَرَ برداشت کرنا	صرر	صِرّ سردی صَرْصَر ہوا
شمل	شِمَال جانب۔ ہاتھ		صَابَرَ۔ اِصْطَبَرَ ثابت قدم رہنا		صَرَّ چلانا اَصَرَّ اڑنا
	اِشْتَمَلَ ملنا	صبع	اَصَابِع انگلیاں (ص ن ۲/۴)	صرط	صِرَاط راستہ
شنأ	شَنَآن دشمنی شَانِئٌ دشمن	صبغ	صَبَغَ ڈبونا صِبْغَۃ رنگ	صرع	بے ہوش ہونا۔ گرنا
شوب	شَاب (شَوْبًا) ملانا	صبو	صَبَا جھکنا صَبِیّ بچہ	صرف	صَرَفَ پھیرنا صَرَّفَ بیان کرنا۔
شور	اَشَارَ اشارہ کرنا شَاوَرَ مشورہ کرنا	صحب	صاحب ساتھی۔ والے صَاحِبَۃ بیوی		پھیرنا اِنْصَرَفَ پھرنا
	(تَشَاوُر باہمی مشورہ اور رضا ۲/۲۳۳)		(اَصْحَبَ ساتھی بنانا صَاحَبَ ساتھ رہنا)	صرم	صَرَمَ کاٹنا
شوظ	شُوَاظ شعلہ	صحف	صُحُف اعمال نامہ۔ کتاب	صعد	صَعَدَ چڑھنا صعید زمین
شوک	شوکۃ آلاتِ جنگ۔ کانٹا ص ن ۳/۴	صخ	صَاخَّۃ آواز۔ قیامت		(اَصْعَدَ اور تَصَعَّدَ دشواری سے اوپر چڑھنا)

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
صعر	صَعَّرَ اِترانا	صمد	صَمَدَ بے نیاز		(ضَحٰی یَضْحٰی دھوپ لگنا ۲۰/۱۱۹)
صعق	صَعِقَ بے ہوش ہونا صاعقہ بجلی	صمع	صَوَامِع عبادت گاہ	ضدّ	ضِدّ مخالفت ض ۱/۲)
	اَصْعَقَ کڑک کا کسی کو بیہوش کرنا ۵۲/۴۵)	صمم	(اَصَمّ۔ صُمّ بہرہ ض ۲/۲)	ضرب	ضَرَبَ بیان کرنا۔ سفر کرنا۔ مارنا
صغر	صِغَار ذلت صاغر ذلیل		(صَمَّ بہرہ ہونا ۵/۱۷۰ اَصَمَّ بہرہ کرنا ۴۷/۲۳)	ضرر	ضَرّ۔ ضُرّ۔ ضِرَار تکلیف نقصان
	(صغیر اور اصغر چھوٹا)	صنع	صَنَعَ کام کرنا اِصْطَنَعَ چن لینا		(ضَرَّاء تکالیف کا دور)
صغو	صَغَا جھکنا		(صنعۃ کاریگری صُنْع خوبصورت		ضَرَّ۔ ضَارَّ تکلیف دینا پہنچانا
صفح	صَفَحَ معاف کرنا		کام ۲۷/۸۸)		اِضْطَرَّ بے قرار ہونا کھینچنا
صفد	اَصْفَاد زنجیریں	صنم	اَصْنَام بُت	ضرع	ضَرِیع درخت تَضَرَّعَ عاجزی کرنا
صفر	(صُفْر۔ صفراء زرد ض ۲/۱)	صنو	صِنْوَان ملنا	ضعف	ضَعُفَ (کمزور ہونا) ضعیف کمزور
صفف	صَفّ ہم آہنگی صَفْصَف زمین	صوب	صَیِّب بادل۔ بارش		اَضْعَفَ دگنا پانا ۳۰/۳۹)
صفن	صَافِن گھوڑا		صَوَاب درست اصاب پہنچنا		ضِعْف دگنا ضُعْف کمزوری ض ۲/۵)
صفو	(صَفَا پہاڑی ض ۱/۳) صفوان زمین	صوت	صَوْت آواز		ضَاعَفَ بڑھانا۔ زائد
	اَصْفٰی پسند کرنا	صور	(صُوْر بگل ۱/۱۴) صورۃ شکل و صورت		اِسْتَضْعَفَ کمزور کرنا، بنانا
	صَفّٰی پاک و صاف کرنا		صَوَّرَ شکل و صورت بنانا	ضغث	ضَغَثَ ملانا (ضِغْث جھاڑو ض ۲/۲)
	اِصْطَفٰی چن لینا	صوع	صُوَاع پیالہ	ضغن	اَضْغَان ناراضگی
صكّ	صَكَّ مارنا	صوف	اَصْوَاف بال۔ اون	ضفدع	(ضفادع مینڈک ض ۱/۲)
صلب	صُلْب پیٹھ	صوم	صَامَ روزہ رکھنا ض ۱/۱۱) صائم روزہ دار	ضلّ	ضَلَّ برباد ہونا۔ بہکنا۔ بھولنا۔ گم ہونا
	صَلَبَ، صَلَّبَ مار ڈالنا	صہر	صِہْر رشتہ دار صَہَرَ آگ کا جلانا		اَضَلَّ برباد کرنا۔ بہکانا
صلح	صُلْح۔ صلح صالح نیکبخت	صیح	صیحۃ آواز۔ عذاب		(ضَلَّلَ (تَضْلِیلًا) گم کردینا ۱/۲)
	(صَلَحَ نیک ہونا اَصْلَحَ سنوارنا)	صید	(صَیْد شکار ۵/۲) اِصْطَادَ شکار کرنا ۵/۲)	ضمر	ضَامِر اونٹ۔ دبلا
صلد	صَلْد زمین اور اس کی اقسام	صیر	صَارَ لوٹنا مَصِیر انجام	ضمم	ضَمَّ ملانا
صلّ	صلصال آواز۔ مٹی	صیص	صیاصی قلعہ	ضنك	ضَنْك تنگی
صلو	صَلَوَات اور مُصَلّٰی عبادتگاہ	صیف	صَیْف، گرمی۔	ضنّ	ضَنَّ بخل کرنا ضَنِین بخیل)
	(صلوٰۃ۔ نماز)		**ض**	ضوء	اَضَاءَ روشن کرنا ضیاء روشنی
	صلّٰی دعا دینا۔ نماز پڑھنا۔	ضأن	ضَأْن بھیڑ (ض ۱/۲)	ضہی	ضَاھِیَ ہم آہنگی
	رحمت بھیجنا ض ۵/۱)	ضبح	ضَبَحَ آواز۔ ہانپنا۔ دوڑنا	ضیر	ضَیْر نقصان
صلی	صَلِیَ داخل ہونا اَصْلٰی داخل کرنا	ضجع	ضَجَعَ سونا مضجع بچھونا۔ خوابگاہ	ضیز	ضِیْزٰی بے انصافی
	اِصْطَلٰی گرمی حاصل کرنا	ضحك	ضَحِكَ ہنسنا اَضْحَكَ ہنسانا	ضیع	اَضَاعَ برباد کرنا
صمت	صَمَتَ چپ رہنا	ضحی	ضُحٰی صبح۔ دھوپ	ضیف	ضَیْف مہمان ضَیَّفَ مہمانی کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
ضیق	ضَاقَ تنگ ہونا ضِیْقٌ تنگی	طلّ	طَلٌّ بارش		اِسْتَطَارَ اڑنا۔ بکھرنا
	(ضَیَّقَ تنگ کر دینا ص ۶۵/۲)	طمث	طَمَثَ چھونا۔ مجامعت کرنا	طین	طِیْنٌ مٹی
	ط	طمس	طَمَسَ مٹانا		**ظ**
طبع	طَبَعَ مہر لگانا	طمع	طَمِعَ طمع رکھنا	ظعن	ظَعَنَ سفر کرنا
طبق	طَبِقَ (موافق ہونا) طِبَاقًا تہ بہ تہ	طمّ	طَامَّۃٌ قیامت	ظفر	اَظْفَرَ فتح دینا
طحو طحی	طَحَیٰ بچھانا۔ پھیلانا	طمأن	اِطْمَأَنَّ تسلی۔		(ظُفُرٌ ناخن ص ۲/۳)
طرح	طَرَحَ پھینکنا	طود	طَوْدٌ پہاڑ	ظلل	(ظِلٌّ سایہ ظَلَّلَ سایہ کرنا ص ۲/۸)
طرد	طَرَدَ نکالنا	طور	طَوْرٌ حالت (طُوْرٌ پہاڑ ص ۱/۱)		ظُلَّۃٌ خیمہ۔ سائبان
طرف	طَرَفٌ کنارا۔ نگاہ	طوع	(طَاعَ خوشی سے کرنا ص ۴۱/۱۱)		ظَلَّ ہمیشہ ہونا۔ رہنا
طرق	طَرِیْقٌ راستہ۔ طریقہ		اَطَاعَ اطاعت کرنا طَوَّعَ راضی کرنا	ظلم	ظَلَمَ بے انصافی کرنا۔ کم کرنا
	طَرَقَ رات کے کام		تَطَوَّعَ زیادہ کرنا اِسْتَطَاعَ طاقت رکھنا		اَظْلَمَ تاریکی چھانا (ظُلْمَۃٌ اندھیرا)
طرو طری	طَرِیٌّ تازہ	طوف	طَافَ پھرنا	ظمأ	ظَمْآنُ پیاسا اَظْمَأُ پیاسا ہونا
طعم	طَعِمَ مزا۔ کھانا (طعام)		طَائِفٌ ہوا طَائِفَۃٌ جماعت فرقہ	ظنّ	ظَنَّ گمان کرنا۔ یقین کرنا
	طَعَمَ کھانا اَطْعَمَ کھلانا		(تَطَوَّفَ طواف کرنا ص ۱/۱۱)	ظہر	ظَہْرٌ پیٹھ ظَہِیْرَۃٌ دن کے اوقات
	(اِسْتَطْعَمَ کھانا مانگنا ص ۷۷/۱۸)		(اَطَافَ پھرانا ص ۴۷/۳۵)		ظَہَرَ آگاہ ہونا۔ چڑھنا۔
طعن	طَعَنَ طعنہ دینا	طوق	اَطَاقَ طاقت رکھنا		ظاہر ہونا۔ غالب ہونا
طغو طغی	طَغَیٰ سرکشی کرنا طَاغُوْتٌ بت		طَوَّقَ طوق ڈالنا		اَظْہَرَ آگاہ کرنا۔ ظاہر کرنا۔
	(اَطْغَیٰ سرکش بنانا ص ۲۷/۵)	طول	طَالَ۔ تَطَاوَلَ دراز ہونا		غالب کرنا (دوپہر کرنا ص ۱۸/۳)
طفأ	اَطْفَأَ آگ بجھانا۔ پھونک مارنا		طَوْلٌ فراخی		ظَاہَرَ مدد دینا۔ اظہار کرنا ص ۹/۱
طفف	طَفَّفَ کم کرنا	طوی	طَوَیٰ لپیٹنا (طُوًی میدان ص ۱۶/۱)		(تَظَاہَرَ چڑھائی کرنا ص ۸۵/۲)
طفق	طَفِقَ شروع ہونا	طہر	طَہُرَ پاک ہونا طَہُوْرٌ پاک		**ع**
طفل	طِفْلٌ بچہ		طَہَّرَ پاک کرنا۔ نہانا۔ دھونا	عبأ	(عَبَأَ پرواہ کرنا ص ۷۷/۲۵)
طلب	طَلَبَ مانگنا۔ ڈھونڈنا		تَطَہَّرَ پاک رہنا	عبث	عَبَثٌ کھیلنا
طلت	(طالوت ایک بادشاہ ص ۲/۱)		اِطَّہَّرَ نہانا دھونا	عبد	عَبْدٌ لونڈی۔ غلام
طلح	(طَلْحٌ کیلا ص ۲/۷)	طیب	طَابَ خوش لگنا۔ بابرکت ہونا		عَبَّدَ غلام بنانا ص ۲۶/۲۲
طلع	طَلَعَ نکلنا طَلْعٌ خوشے		طَیِّبٌ پاک طُوْبیٰ خوشحالی		(عَبَدَ عبادت کرنا ص ۱/۱۱)
	اَطْلَعَ آگاہ کرنا (اِطَّلَعَ اطلاع پانا)	طیر	طَارَ اڑنا (طَائِرٌ پرندہ ص ۲/۴)	عبر	عَبَرَ تعبیر بتلانا۔ طے کرنا
طلق	طَلَاقٌ اور طَلَّقَ آزاد کرنا		طَائِرٌ اعمال نامہ۔ بدبختی		عِبْرَۃٌ نصیحت عَابِرُ السَّبِیْلِ مسافر
	اِنْطَلَقَ چلنا		تَطَیَّرَ بدبختی (بدشگونی لینا)		اِعْتَبَرَ نصیحت حاصل کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
عبس	عَبَسَ تیوری چڑھانا
عبقر	(عبقری بچھونے ض ۲/۴)
عتب	اِعْتَبَ برا بھلا کہنا راضی کرنا (ض ۴/۳)
	(اِسْتَعْتَبَ ناراضگی دور کرنے کی کوشش کرنا ۴۱/۲۶)
عتد	اَعْتَدَ تیار کرنا عَتِیْد حاضر
عتق	عَتِیْق پُرانا کعبہ۔
عتل	عُتُلّ اُجڈ اِعْتَلَ گھسیٹنا
عتو	عتا سرکشی کرنا
عثر	عَثَرَ آگاہ ہونا۔ظاہر ہونا
	اَعْثَرَ ظاہر کرنا
عثو	عَثَا فساد کرنا
عجب	عَجِبَ اچنبھا ہونا حیران ہونا
	اَعْجَبَ خوش لگنا
عجز	عَجُوْز بڑھیا اَعْجَاز جڑیں
	عَجَزَ عاجز ہونا اَعْجَزَ عاجز کرنا
	(عَاجِز شکست دینا) (۶/۱۴۴)
عجف	عِجَاف دُبلا
عجل	(عِجْل بچھڑا ض ۲/۱) عاجلۃ دنیا
	عَجِلَ تَعَجَّلَ جلدی کرنا
	(اَعْجَلَ جلدی پر ابھارنا ۱۸/۸۹)
	عَجَّلَ جلدی دینا
	استعجل جلدی چاہنا
عجم	اَعْجَمَ بولنا
عدد	عِدَّت مدت۔گنتی
	عُدَّۃ سامان معدودۃ چند
	عَدَّ گننا اَعَدَّ تیار کرنا
	عَدَّدَ گن گن کر رکھنا
	(اِعْتَدَّ گنتی پوری کرنا ۲۲/۴۹)

مادہ	الفاظ اور عنوان
عدس	(عَدَس مسور ض ۲/۲)
عدل	عَدْل برابر۔بدلہ۔انصاف
	انصاف کرنا / بے انصافی } ض ۳/۱)
عدن	عَدْن بہشت
عدو	عَدُو دشمن عَدَاوَۃ دشمنی
	عُدْوَۃ کنارا عَادِیَات گھوڑا
	عَدَای (عدوان) تَعَدّٰی حد سے بڑھنا
	(عَادٰی دشمنی کرنا ۹۰/۸) اِعْتَدٰی زیادتی کرنا
عذب	عَذْب پانی عَذَاب عذاب
	عَذَّبَ بدلہ دینا۔عذاب دینا
عذر	عُذْر۔مَعْذِرَۃ بہانہ
	عَذَرَ، عَذَّرَ بہانہ بنانا
	اِعْتَذَرَ بہانہ پیش کرنا
عرب	اَعْرَاب اُجڈ بستی والے
	عُرُب محبت کرنا اَعْرَبَ بولنا
عرج	عَرَجَ چڑھنا (اَعْرَج لنگڑا ض ۲/۳)
	معراج سیڑھی ض ۴
عرجن	عُرْجُوْن کھجور کی ٹہنی ض ۲/۲)
عرّ	اَعْتَرَّ مانگنا مَعَرَّۃ تکلیف
عرش	عَرْش تخت۔چھت
	(عَرَّشَ ٹٹیاں باندھنا ۶/۱۴۷)
عرض	عَرَض سامان عُرْضَۃ ڈھال
	عَارِض بادل (عَرْض چوڑائی ۵/۲۱)
	عَرَضَ پیش کرنا اَعْرَضَ منہ پھیرنا
	عَرَّضَ اشارہ کرنا
عرف	عُرْف آہستہ آہستہ طریقہ نیکی
	(عرفات ض ۱/۸) عَرَفَ پہچاننا
	عَرَّفَ آگاہ کرنا اِعْتَرَفَ اقرار کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
	(تعارف ایک دوسرے کو پہچاننا ۱/۴۷)
عرم	عَرِم سخت
عرو	عراء زمین کی قسم (عُرْوَۃ کڑا ض ۲/۴)
	اِعْتَرٰی آسیب زدہ کرنا
عری	عَرِیَ ننگا ہونا
عزب	عَزَبَ چھپنا
عزر	(عزیر ض ۱/۱)
	عَزَّرَ مدد کرنا
عزز	عِزَّۃ، عزت (غرور ۲/۱۴۱)
	عُزّٰی ض ۱/۱)
	عَزَّ غالب ہونا اَعَزَّ عزت دینا
	عَزَّزَ مدد دینا۔قوت دینا
عزل	عَزَلَ الگ کرنا اِعْتَزَلَ الگ ہونا
	مَعْزِل کنارا
عزم	عَزَمَ ارادہ کرنا
عزو	عِزِیْن جماعت
عسر	عُسْر۔عُسْرَۃ تنگی
	تَعَاسَرَ مخالفت کرنا
عسعس	عَسْعَسَ تاریکی چھانا
عسل	(عَسَل شہد ض ۲/۲)
عسی	عَسٰی شاید
عشر	(عَشَرَ دس ض ۱/۴) عَشِیْر ساتھی
	عَشِیْرَۃ قبیلہ مَعْشَر جماعت
	عِشَار اونٹ
	عَاشَرَ آباد کرنا
عشو	عِشَاء۔عَشِیًّا۔عَشِیَّۃ شام
	عَشٰی یَعْشُو دیکھنا (کیفیت نظر)
عصب	عُصْبَۃ جماعت عَصِیْب سخت
عصر	عَصْر زمانہ اعصار ہوا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
	مُعْصِرات بادل		عَقَبَ (اترنا۔ پیچھے لگنا)	عمہ	عَمِہَ اندھا ہونا
	(عَصَرَ نچوڑنا) (۱۲/۴۹)		مُعَقِّبْ چوکیدار عَاقَبَ بدلہ لینا	عمی	اَعْمٰی عُمْیٌ اندھا (ص ۲/۳)
عصف	عَصْفٌ چارہ عاصف ہوا	عقد	عَقْدٌ عہد، وعدہ (عُقْدَۃٌ گرہ)		عَمِیَ اندھا ہونا عَمًی دھندلاہٹ
	(عَصَفَ آندھی چلنا)		عَقَّدَ مضبوط بنانا		(اَعْمٰی اندھا کرنا عَمِیَ مخفی ہونا ۱۱/۲۸)
عصم	عَصَمَ بچانا	عقر	عَقَرَ کاٹنا عَاقِرٌ بانجھ	عنب	عِنَبٌ انگور (ص ۳/۲)
	(عِصَمٌ اور عِصْمَۃٌ ناموس)	عقل	عَقَلَ سمجھنا	عنت	عَنَتَ تکلیف اٹھانا
	اِعْتَصَمَ پکڑنا اِسْتَعْصَمَ بچنا	عقم	عَقِیْمٌ بانجھ۔ ہوا		اَعْنَتَ مشقت میں ڈالنا
عصو	عَصًا لاٹھی	عکف	عَکَفَ رکنا۔ ٹھہرنا اِعْتِکَافٌ (ص ۲/۲)	عند	عِنْدَ پاس عَنِیْدٌ مخالف
عصی	عَصٰی نافرمانی کرنا	علق	عَلَقَ لٹکنا۔ لٹکانا	عنق	عُنُقٌ گردن
عضد	عَضُدٌ بازو۔ مددگار		(عَلَقَۃٌ جما ہوا خون ص ۲/۳)	عنکبوت	(عَنْکَبُوْتٌ مکڑی ص ۲/۱)
عض	عَضَّ کاٹنا	علم	(عَالَمٌ جہان ۱/۲) اَعْلَامٌ پہاڑ	عنو	عَنَا جھکنا
عضل	عَضَلَ روکنا		علامۃ نشانی	عوج	عِوَجٌ ٹیڑھ
عضو	عُضْوٌ (ج عِضِیْنَ) ٹکڑا		عَلِمَ آگاہ ہونا۔ جاننا۔ عالم	عود	عَادَ دوبارہ کرنا اَعَادَ دوہرانا
عطف	عِطْفٌ پہلو		عَلَّمَ آگاہ کرنا سکھلانا	عوذ	عَاذَ پناہ لینا اَعَاذَ پناہ میں دینا
عطل	عَطَّلَ چھوڑنا مُعَطَّلَۃٌ بیکار		تَعَلَّمَ سیکھنا		اِسْتَعَاذَ پناہ چاہنا
عطو	عَطٰی اَعْطٰی (عطاء) دینا	علن	اَعْلَنَ ظاہر کرنا علانیۃ ظاہر	عور	عَوْرَۃٌ پردہ
	تَعَاطٰی پہنچنا	علو	عَلَا (یَعْلُوْ) بلند ہونا۔ سر اٹھانا	عوق	عَوَّقَ روکنا
عظم	عَظْمٌ ہڈی عَظِیْمٌ بڑا بزرگ		سرکشی کرنا۔	عول	عَالَ بے انصافی کرنا۔ جھکنا
	(اَعْظَمَ بڑا کرنا زیادہ دینا ۱۵/۶۵)		تَعَالَ آنا تعالٰی بلند ہونا۔	عوم	عام سال
	عَظَّمَ تعظیم کرنا		اِسْتَعْلٰی غالب آنا	عون	عَوَانٌ بوڑھا
عفر	عِفْرِیْتٌ جن	عمد	(عَمَدٌ ج عِمَادٌ ستون ص ۲/۲)		اَعَانَ مدد کرنا اِسْتَعَانَ مدد چاہنا
عف	تَعَفُّفٌ بچنا		تَعَمَّدَ (دیدہ دانستہ) کام کرنا		تَعَاوَنَ ایک دوسرے کی مدد کرنا
	(اِسْتَعْفَفَ بچے رہنا)	عمر	عُمُرٌ مدت معمر بوڑھا	عہد	عَہِدَ عہد کرنا عَاھَدَ معاہدہ کرنا
عفو	عَفْوٌ زائد		عَمَرَ آباد کرنا (عَمَّرَ لمبی عمر دینا ۹۹)	عہن	عِہْنٌ اون
	عَفَا بڑھانا۔ معاف کرنا		(اِعْتَمَرَ عمرہ کرنا ص ۱/۱۱)	عیب	اَعَابَ خراب کرنا
عقب	عَاقِبَۃٌ انجام عَقِبٌ اولاد		(اِسْتَعْمَرَ دیر تک بسانا ۱۱/۷)	عیس	(عِیْسٰی ص ۱/۲)
	ایڑی (ص ۲/۳)	عمق	عُمْقٌ گہرائی عَمِیْقٌ دور	عیش	عَاشَ زندہ رہنا
	عُقْبَۃٌ گھاٹی عِقَابٌ بدلہ۔ عذاب	عمل	عمل کام کرنا۔ کمانا۔ محنت کرنا		مَعِیْشَۃٌ ج مَعَایِشُ سامان
	اَعْقَبَ پیچھے لگانا یعقوب (ص ۱/۱)	عم	(عَمٌّ چچا عَمَّۃٌ پھوپھی ص ۲/۱)	عیل	عَیْلَۃٌ تنگدستی

مادہ	الفاظ اور عنوان
عین	عَیْن آنکھ۔ چشمہ
عیّ	عَیَّ تھکنا۔ عاجز آنا
	غ
غبر	غَبَرَۃ غبار
غبر	باقی چھوڑنا۔ پیچھے رہنا
غبن	یوم التغابن آخرت
غثو	غُثَاءٌ چورا چورا
غدر	غَادَرَ باقی چھوڑنا۔ چھوڑنا
غدق	بارش۔ وافر۔ بہت
غدو	غَدٌ کل غَدُوّ۔ غَدَاوۃ صبح
	غَدَا یَغْدُو صبح کرنا
غرب	غَرَبَ چھپنا (غُرَاب کوا من ۱/۵)
	غَرَابِیْب سیاہ
غرّ	غَرَّ دھوکا دینا
غرف	غُرْفَۃ کمرہ چُلّو ص ۱/۲)
	(اِغْتَرَفَ چُلّو بھر لینا ۲/۲۴۹)
غرق	غَرَقَ (ڈوبنا) اَغْرَقَ ڈبونا
غرم	غُرَام۔ مَغْرَم نقصان
	(غَرِمَ تاوان بھرنا)
غری	اَغْرٰی پیچھے لگانا
غزل	(غَزْل سوت ص ۱/۲)
غزو	غُزًّی نکلنا۔ جنگ
غسق	غَسَّاق پانی۔ پیپ
	غَسَقَ تاریکی چھانا
غسل	غِسْلِیْن پیپ (دھوون)
	غَسَلَ۔ اِغْتَسَلَ نہانا دھونا
غشی	غِشَاوَۃ پردہ غَاشِیَۃ قیامت
	غَشِیَ ڈھانپنا۔ بیہوش ہونا
	اَغْشٰی ڈھانپ دینا غَشّٰی ڈھانپ لینا

مادہ	الفاظ اور عنوان
	تَغَشّٰی مجامعت کرنا
	اِسْتَغْشٰی اوڑھنا
غصب	غَصَبَ چھیننا
غصّ	غَصّ نگلنا
غضب	غَضَبَ غصہ غَاضِب غضبناک ہونا
غضّ	غَضَّ جھکانا۔ نیچے کرنا
غطش	اَغْطَشَ تاریکی چھانا
غطو	غِطَاءٌ پردہ
غفر	غَفَرَ معاف کرنا
	اِسْتَغْفَرَ معافی چاہنا
	(مغفرت۔ غفران بخشش
	غافر۔ غفور۔ غفّار بخشنے والا
غفل	غَفَلَ غافل ہونا اَغْفَلَ غافل کرنا
غلب	غَلَبَ غالب آنا غُلِبَ شکست کھانا
غلظ	غِلْظَۃ سختی
	(اِسْتَغْلَظَ سخت ہونا ۴۸/۲۹)
غلف	غُلْف پردہ
غلق	غَلَّقَ بند کرنا
غلّ	غِلّ ناراضگی۔ اَغْلَال زنجیریں
غلّ	باندھنا۔ بخل کرنا۔ چوری کرنا۔
	خیانت کرنا۔ طوق ڈالنا
غلم	غُلَام بچہ۔ خدمتگار
غلو	غَلَا حد سے بڑھنا
غلی	غَلٰی اُبلنا۔ کھولنا
غمر	غَمْرَۃ بے ہوش ہونا
غمز	تَغَامَزَ اشارہ کرنا
غمض	غَمَضَ دیکھنا (کیفیتِ نظر)
غمّ	غَمّ۔ غَمَام بادل
	غُمَّۃ دھندلاہٹ

مادہ	الفاظ اور عنوان
غنم	غَنَم بکری۔ جماعت (جانوروں کی)
	مَغَانِم مال و دولت
	(غَنِمَ مفت میں کچھ مل جانا)
غنی	غَنِیّ بے نیاز
	غَنِیَ یَغْنٰی آباد ہونا
	اَغْنٰی کام آنا نعمت عطا کرنا
	(اِسْتَغْنٰی بے پرواہ ہونا ۶/۱۰)
غوث	استغاث فریاد کرنا (یغوث ص ۱/۹)
غور	غَوْر پانی۔ گہرا مَغَارَات غار
غوص	اغاص غوطہ لگانا ۲۱/۸۲)
غوط	غَائِط گڑھا
غول	غَوْل بدست ہونا
غوی	غَوٰی بہکنا اَغْوٰی بہکانا
	غَیًّا دوزخ
غیب	غَابَ چھپنا اِغْتَابَ گلہ کرنا ۴۹/۱۲)
غیث	غَیْث بارش (اَغَاثَ پانی دینا)
	اِسْتَغَاثَ فریاد کرنا۔ پانی مانگنا
غیر	غَیْر سوائے آغَارَ حملہ کرنا
	غَیَّرَ بدل دینا (تَغَیَّرَ تبدیل ہونا ۴۷/۱۵)
غیض	غَاضَ خشک ہونا
غیظ	غَیْظ غصہ غَاظَ غصہ دلانا
	تَغَیُّظ آواز
	ف
فأد	فُؤَاد دل
فأی	فِئَۃ جماعت۔ لشکر
فتأ	ہمیشہ کرنا
فتح	فَتَحَ فتح پانا۔ فیصلہ کرنا۔ کھولنا
	فَتَّحَ کھولنا مِفْتَاح چابی
	(اِسْتَفْتَحَ فتح مانگنا۔ فیصلہ چاہنا ۸/۱۹)

مادہ	الفاظ اور عنوان
فتر	فَتَرَ کمی ہونا فَتَّرَ کمی کرنا۔ ہلکا کرنا
فتق	فَتَقَ الگ کرنا (ض ۲/۴)
فتل	فَتِيلًا تھوڑا
فتن	فِتْنَة آزمائش۔ بہانہ
	مَفْتُوْن دیوانہ فَتَنَ آزمائش کرنا
فتو	فتی ج فِتْيَة خدمتگار (مونث فتیان)
	اَفْتٰی تعبیر بتلانا۔ جواب دینا
	اِسْتَفْتٰی پوچھنا
فجّ	فَجّ راستہ
فجر	فَجَرَ بُرا ہونا۔ بہانا۔ نافرمانی کرنا
	فَجْر صبح فَاجِر گنہگار
	فَجَّرَ پھاڑنا } چشمہ کا پھوٹنا
	تَفَجَّرَ پھٹنا } اور بہنا
	اِنْفَجَرَ پھوٹ نکلنا
فجو	فَجْوَة زمین اور اس کی اقسام
فحش	فَاحِشَة۔ فَوَاحِش۔ فَحْشَاء
	بدکاری (بے حیائی)
فخر	فَخَرَ اترانا فَخَّار مٹی کی قسم
	(تَفَاخَرَ ایکدوسرے پر فخر کرنا ۵/۲۰)
فدی	فِدْيَة۔ فِدَاء بدلہ
	(اَفْدٰی بدلہ میں دینا)
	(فَادٰی بدلہ میں لینا ۲/۸۵)
	(اِفْتَدٰی بدلہ کی ادائیگی کرنا ۲/۹۱)
فرت	فُرَات پانی
فرث	(فَرْث ض ۲/۴)
فرج	فَرْج شگاف۔ شرمگاہ۔
	فَرَجَ کھولنا
فرح	فَرِحَ اترانا۔ خوش ہونا
فرد	فَرْد۔ فُرَادٰی اکیلا

مادہ	الفاظ اور عنوان
فردوس	فِرْدَوْس جنّت کے نام
فرّ	فَرَّ بھاگنا
فرش	فَرَشَ بچھانا فِرَاش بچھونا
	(فَرَاش پتنگے ض ۲/۱، ۵/۵)
فرض	فَارِض بوڑھا فَرِيْضَة حق مہر
	فَرَضَ مقرر کرنا
فرط	فَرَطَ زیادتی کرنا۔ کمی کرنا (ض ۳/۱)
	اَفْرَطَ حد سے بڑھنا
	فَرَّطَ حد سے کم کرنا۔ کم کرنا
فرع	فَرْع شاخ
فرعن	(فِرْعَوْن ض ۱/۵)
فرغ	فَرَغَ بے کار ہونا
	فَارِغ بے قرار اَفْرَغَ ڈالنا
فرق	فِرْقَة۔ فَرِيْق۔ فِرْقَة جماعت
	فِرْق ٹکڑا فُرْقَان قرآن
	فَرَقَ الگ کرنا۔ پھاڑنا۔
	فَرَّقَ پھوٹ ڈالنا
	تَفَرَّقَ الگ ہونا
فره	فَرِهَ اترانا
فری	فَرِيًّا بہتان اِفْتَرَاءً اٹکل پچو
فزّ	اِسْتَفَزَّ بیقرار کرنا۔ عقل کھودینا
فزع	فَزِعَ بے قرار ہونا
	(فَزَعَ گھبراہٹ میں پڑنا ۲۴/۲۲)
فسح	فَسَحَ فراخ ہونا تَفَسَّحَ کھل کر بیٹھنا
فسد	فَسَدَ خراب ہونا فَسَاد خرابی
	اَفْسَدَ فساد کرنا۔ خراب کرنا
فسر	فَسَّرَ بیان کرنا
فسق	فَسَقَ نافرمانی کرنا فَاسِق گنہگار
فشل	فَشِلَ ہمت ہارنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
فصح	فَصَحَ بولنا
فصل	(فِصَال: دودھ چھڑانا ض ۲/۴)
	فَصِيْلَة قبیلہ فَصَلَ الگ ہونا۔
	فیصلہ کرنا (فَصْل۔ فیصلہ)
	فَصَّلَ بیان کرنا
فصم	اِنْفِصَام ٹوٹنا
فضح	فَضَحَ ذلیل کرنا
فضّ	فِضَّة چاندی ض ۲/۴
	اِنْفَضَّ بکھرنا
فضل	فَضَّلَ احسان کرنا۔ فضیلت دینا
	تَفَضَّلَ فضیلت حاصل کرنا ۲۳/۲۴
فضی	اَفْضٰی پہنچنا
فطر	فَطَرَ پیدا کرنا۔ پھاڑنا
	فُطُوْر شگاف
	(تَفَطَّرَ اِنْفَطَرَ پھٹ پڑنا)
فظّ	فَظّ اُجڈ
فعل	فَعَلَ کام کرنا فِعْل کام
فقد	فَقَدَ گم پانا
	(تَفَقَّدَ گمشدہ کی تلاش کرنا ۲۷/۲)
فقر	فَقَرَ توڑنا فَقْر تنگدستی
فقع	(فَاقِع گہرا زرد رنگ ض ۲/۱)
فقه	فَقِهَ سمجھنا تَفَقَّهَ غور کرنا۔ سمجھنا
فکر	فَكَّرَ۔ تَفَكَّرَ غور کرنا
فك	فَكَّ چھڑانا اِنْفَكَّ باز آنا
فکہ	فَاكِهَة پھل
	فَكِهَ خوش ہونا
	تَفَكَّهَ فضول باتیں بنانا
فلح	اَفْلَحَ کامیاب ہونا
فلق	فَلَقَ پھاڑنا اِنْفَلَقَ پھٹنا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
فلك	فَلَك آسمان فُلْك کشتی	قبل	قَبْل پہلے قِبَل جانب (مقابلہ)	قذف	قَذَفَ پھینکنا۔ ڈالنا
فلن	فلان نام، رکھنا		قُبُل سامنے قَبِیْلَة قبیلہ	قرء	قُرْآن قرآن قُرُوْء حیض
فند	فَنَّدَ مذاق اڑانا		(قِبَلَة قبلہ) قَبِلَ تَقَبَّلَ قبول کرنا		قَرَءَ پڑھنا اَقْرَأَ پڑھانا
فنن	اَفْنَان شاخ		اَقْبَلَ آگے بڑھنا۔ رخ کرنا سامنے آنا	قرب	قُرْبَان نذر و نیاز قُرْبٰی رشتہ دار
فنی	فَنِیَ ہلاک ہونا		(تَقَابَلَ آمنے سامنے ہونا ۱۵/۴۷)		قَرُبَ نزدیک آنا۔ مجامعت کرنا
فوت	فَاتَ گم ہونا تفاوت فرق		(اِسْتَقْبَلَ سامنے سے آنا ۲۴/۴۶)		قَرَّبَ نزدیک کرنا۔ نذر دینا۔ رتبہ پانا
فوج	فَوْج لشکر	قتر	قَتَرَة سیاہی قَتُوْر بخیل		(اِقْتَرَبَ قریب آجانا)
فور	فَوْر جلدی فَارَ ابلنا چشمہ پھوٹنا		قَتَرَ تنگ دست ہونا	قرح	قَرْح زخم
فوز	فَازَ کامیاب ہونا۔ نجات پانا		اِقْتَرَ بخل کرنا۔ خرچ کرنا	قرد	(قِرَدَة بندر ص ½)
	(ص ½) مَفَازَة پناہ	قتل	قَتْل قتل کرنا۔ مارنا۔ ہلاکت	قرر	قوارير شیشہ
فوض	فَوَّضَ سپرد کرنا		قِتَال جنگ قَتَّلَ (بری طرح مارنا)	قرّ	ٹھہرنا۔ ٹھنڈا ہونا۔ قرار پکڑنا
فوق	فَوَاق تھوڑا فوق اوپر (۱۲/۶۶)		قَاتَلَ لڑنا۔ ہلاک کرنا		اَقَرَّ۔ اقرار کرنا
اَفَاقَ	تندرست ہونا		(اِقْتَتَلَ لڑ پڑنا ۴۹/۹)		(اِسْتَقَرَّ قائم رہنا ۱۴۳/۷)
فوم	(فُوْم گندم ص ½)	قثأ	(قِثَّاء ککڑی ص ½)	قرش	(قُرَیْش قوم ص ½)
فوہ	(فاہ۔ فم منہ ص ½)	قحم	اِقْتَحَمَ مشقت میں ڈالنا	قرض	قَرَضَ کترا جانا
فہم	فَهَّمَ سمجھانا	قد	قَدْ بیشک		اَقْرَضَ ادھار دینا قَرْض ادھار
فیء	فَاءَ لوٹنا فَیْءٌ مال و دولت	قدح	قَدَحَ آگ جلانا	قرطس	قِرْطَاس کاغذ
	اَفَاءَ مال و دولت دینا۔ لوٹانا	قدد	قَدَّ پھاڑنا	قرع	قَارِعَة قیامت۔ آواز
	(تَفَیَّأُ سایہ کا ڈھلنا ۱۶/۴۸)	قدر	قَدْر۔ قَدَر۔ مِقْدَار اندازہ تنگی	قرف	اِقْتَرَفَ کمانا
فیض	فَاضَ بہنا۔ چشمہ کا پھوٹنا اور بہنا		(قِدْر (ج قدور) ہنڈیا ص ½)	قرن	قَرْن زمانہ قرین دوست۔
	اَفَاضَ بہانا۔ مشغول ہونا۔ لوٹنا		قَدَرَ تنگ کرنا۔ قابو پانا		ساتھی۔ ہم آہنگی
فیل	(فِیْل ہاتھی ص ½)		قَدَّرَ اندازہ لگانا (اِقْتَدَرَ قادر ہونا)		ذوالقرنین ص ½) (قارون ص ½)
	ق	قدس	قُدُس۔ قُدُّوْس پاک		اَقْرَنَ قابو پانا قَرَنَ جکڑنا
قبح	قَبُحَ برا ہونا		قَدَّسَ تسبیح و تقدیس کرنا		اِقْتَرَنَ نزدیک ہونا
قبر	قَبْر قبر اَقْبَرَ قبر میں گھسوانا	قدم	قَدَم پاؤں قدم قدیم پرانا	قری	قَرْیَة شہر بستی
قبس	قَبَسَ آگ جلانا قَبَس انگارا		قَدِمَ آگے پہنچنا قَدَّمَ آگے بھیجنا	قسور	(قَسْوَرَة شیر ببر ص ½)
	(اِقْتَبَسَ آگ سے آگ لینا)		تَقَدَّمَ آگے بڑھنا	قس	قِسِّیْسِیْن عالم
قبض	(قَبْضَة مٹھی ص ½)		(اِسْتَقْدَمَ آگے بڑھنے کی خواہش کرنا)	قسط	قَسَطَ انصاف کرنا۔ بے انصافی کرنا
	قَبَضَ بند کرنا۔ پکڑنا۔ تنگی کرنا	قدو	اِقْتِدَاء اطاعت کرنا		اَقْسَطَ انصاف کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
قسط	قِسْطَاس ترازو
قسم	(قَسَمَ تَقَسَّمَ - اِقْتَسَمَ
	بانٹنا ۱۵/۹۰ - ۵/۴)
	اَقْسَمَ - قَاسَمَ قسم کھانا
	تَقَاسَمَ آپس میں قسمیں کھانا
	اِسْتَقْسَمَ تقسیم چاہنا
قسو	قَسَا سخت ہونا قَسْوَۃ سختی
	قَاسِیَۃ سخت
قشعر	(اِقْشَعَرَّ رونگٹے کھڑے ہونا ۲۳/۲۲)
قصد	قَصْد اعتدال - سیدھا - ہلکا
	(قَصَدَ اور اِقْتَصَدَ درمیانی راہ
	اختیار کرنا)
قصر	قَصْر محل
	قَصَرَ بند ہونا - حد سے کم کرنا -
	کم کرنا - نیچے رکھنا
	اَقْصَرَ کمی کرنا (قَصَّرَ چھوٹا کرنا - کترنا)
قص	قَصَص کہانیاں قِصَاص بدلہ
	قَصَّ بیان کرنا - چلنا پیچھا کرنا
قصف	قَاصِف ہوا
قصم	قَصَمَ ہلاک کرنا
قصو	اَقْصَا کنارا - اَقْصٰی قَصِیًّا دور
قضب	قَضْب ترکاری
قض	اِنْقَضَّ گرنا
قضی	قَضٰی پورا کرنا - دور کرنا - فیصلہ کرنا
قطر	قِطْر تانبا قُطْر کنارا
	قَطِرَان گندھک (ص ۵/۶)
قط	قِطّ اعمالنامہ
قطع	قَطَعَ کاٹنا - طے کرنا قِطْعَۃ ٹکڑا
	قَطَّعَ کاٹنا تَقَطَّعَ ٹوٹنا - کٹنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
قطف	قَطْف (ج قُطُوْف) خوشے
قطمر	قِطْمِیْر تھوڑا
قطن	یَقْطِیْن درخت
قعد	قَعَدَ بیٹھنا
قعر	اِنْقَعَرَ اکھڑنا
قفل	(قفل ج اقفال) تالا (ص ۲/۴)
قفو	قَفٰی پیچھے پڑنا قَفّٰی پیچھے لگانا
قلب	قَلْب دل اَقْلَبَ پھیرنا
	قَلَّبَ الٹ دینا - پھیرنا
تقلب	پھیرنا - لوٹانا
	اِنْقَلَبَ پھرنا
قلد	قلائد قربانی کا جانور -
	مَقَالِیْد چابی
قلع	اَقْلَعَ رکنا
قلل	قَلِیْل تھوڑا قَلَّ کم کرنا - کم ہونا
	اَقَلَّ اٹھانا قَلَّلَ تھوڑا دکھلانا
قلم	(قَلَم قلم ص ۲/۴)
قلی	قَلٰی بیزار ہونا
قمح	اَقْمَحَ سر اٹھانا
قمر	قَمَر چاند (ص ۱/۲)
قمص	قَمِیْص
قمطر	قَمْطَرِیر سخت
قمع	(مَقَامِع ہتھوڑا ص ۲/۴)
قمل	(قُمَّل جوئیں ص ۲/۴)
قنت	قَنَتَ اطاعت کرنا
قنط	قَنَطَ نا امید ہونا
قنطر	قِنْطَار خزانہ
قنع	قَنَعَ صبر کرنا اَقْنَعَ سر اٹھانا
قنو	قِنْوَان خوشے

مادہ	الفاظ اور عنوان
قنی	اَقْنٰی نعمت عطا کرنا (ص ۲/۴)
قوب	قَابَ نزدیک ہونا
قوت	قُوْت خوراک مُقْوِیْن مسافر
مقیت	نگہبان
قوس	(قَوْس کمان ص ۲/۴)
قوع	قِیْعَۃ زمین اور اس کی اقسام
قول	قَالَ کہنا قَوْل بات
تقول	اٹکل پچو - جھوٹ بنانا
قوم	قَوْم مُقَام جگہ قیامۃ قیامت
	قَوَام حاکم قَیِّمَۃ مضبوط
	قَامَ اٹھنا کھڑا ہونا اَقَامَ سیدھا کھڑا ہونا
	قَوَّمَ (تقویم) اعتدال
	استقام ثابت قدم رہنا مستقیم سیدھا
قو	قُوَّۃ طاقت
	(اَقْوٰی طاقت دینا کمزور کرنا ص ۳/۴)
قہر	قَہَرَ زبردستی کرنا - غالب آنا - جھڑکنا
قیض	قَیَّضَ مسلط کرنا
قیل	قَالَ سونا

ک

مادہ	الفاظ اور عنوان
کاس	کَاْس پیالہ
کب	کَبَّ الٹ دینا
کبت	کَبَتَ ذلیل کرنا
کبد	کَبَد سختی (کبد جگر ص ۳/۴)
کبر	کَبُرَ بڑا ہونا کبیرہ اور اکبر بڑا اور بزرگ
	کَبِیْرَۃ بوجھل
	(اَکْبَرَ بڑا سمجھنا کَبَّرَ بڑائی کرنا)
	تَکَبَّرَ اترانا
	(اِسْتَکْبَرَ بڑا بننا ۲/۴۴)
کبکب	کُبْکِبَ الٹ دینا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
کتب	کَتَبَ لکھنا کِتاب اعمالنامہ	کسو	کِسْوَة پوشاک کَسَا پہنانا	کمم	(ج اَکْمَام) پردہ
	کِتابٌ مَکْنُونٌ لوحِ محفوظ کاتب لکھنے والا	کشط	کُشِطَ کھال اتارنا	کمہ	اَکْمَہَ اندھا
	کاتَبَ لکھ کر دینا اِکْتَتَبَ لکھوانا	کشف	کَشَفَ کھولنا	کند	کَنُوْد ناشکرا
کتم	کَتَمَ چھپانا	کظم	کَظَمَ برداشت کرنا	کنز	کَنْز خزانہ (کَنَزَ مال سمیٹنا)
کثب	کَثِیْب ریت	کعب	ابھار (ٹخنہ ض) کعبہ کعبہ	کنس	کُنَّس تارا
کثر	کَثِیْر وافر۔ بہت	کفت	کِفَاتَ اکٹھا کرنا	کنن	کَنَّ چھپنا اَکَنَّ چھپانا
	(کوثر جنت کا چشمہ ض)	کفر	کَفَّارَة بدلہ		اَکِنَّة پردہ اکنان پناہ
	کَثُرَ زیادہ ہونا کَثَّرَ بڑھانا		کُفَّار کسان (کافور)	کوب	کُوْب (ج اکواب) پیالہ
	اَکْثَرَ زیادہ کرنا بڑھنا۔ بڑھانا		کَفُوْر ناشکرا کُفُوْر کُفْرَان ناشکری	کود	کَادَ نزدیک ہونا
	(تکاثر بہتات ہونا)		کَفَرَ انکار کرنا کفر کرنا ض	کور	کَوَّرَ لپیٹنا
	(اِسْتَکْثَرَ زیادہ حاصل کرنا)		کَفَّرَ دُور کرنا۔ معاف کرنا	کوکب	کَوْکَب تارا
کدح	کَدَحَ کوشش کرنا محنت مشقت	کفّ	کَافَّةً پورا۔ سب اکفّ ہتھیلی ض	کون	مَکَان جگہ کَانَ ہونا
کدر	اِنْکَدَرَ دھندلانا		کَفَّ روکنا		اِسْتَکَانَ عاجز آنا۔ ہمت ہارنا
کدی	اَکْدٰی بخل کرنا۔ رُکنا	کفل	کِفْل حصہ کفیل ضامن	کوی	کَوٰی داغ دینا
کذب	کَذَبَ جھوٹ بولنا		(ذا الکفل ض)	کہف	کَہْف غار
	کِذب جھوٹ کَذَّبَ جھٹلانا		کَفَلَ پرورش میں لینا	کہل	کَہْل بوڑھا
کرب	کَرْب بے قراری		اَکْفَلَ کَفَّلَ سپرد کرنا	کہن	کَاهِن پیغمبر کے حریف
کرّ	کَرَّةٌ بار (دفعہ)	کفو	کُفُو ہم آہنگی	کی	کَیْ تاکہ
کرسی	(کُرْسِی کرسی ض)	کفی	کَفٰی کافی ہونا	کید	کَادَ تدبیر کرنا کید تدبیر
کرم	کریم بڑا (بزرگ) عزت والا	کلأ	کَلَأَ حفاظت کرنا	کیف	کَیْفَ کیسے
	اَکْرَمَ عزت دینا	کلب	(کَلْب کتا ض) کَلَّبَ سکھلانا	کیل	(کَالَ پیمانہ سے دینا)
	کَرَّمَ عزت دینا۔ فضیلت دینا	کلح	کَلَحَ بدصورت ہونا۔ تیوری چڑھانا		(اِکْتَالَ پیمانہ سے لینا)
کرہ	کُرْہٌ تکلیف۔ مشقت۔ ناپسندیدہ	کلف	کَلَّفَ تکلیف دینا۔ محنت اٹھانا		مِکْیَال پیمانہ کَیْل بھرتی
	اَکْرَہَ زبردستی کرنا	کلّ	کَلّ بوجھ کُلّ پورا۔ سب۔ سارے		**ل**
	(کَرِہَ نفرت ڈالنا)		(کلالہ لاولد ض) کلّا نہیں	لا	نہیں
کسب	کَسَبَ۔ اِکْتَسَبَ کمانا	کلم	کَلِمَة بات (حکم۔ قوانینِ فطرت)	لات	لاتَ نہیں (ایک دیوی ض)
کسد	کساد۔ نقصان		کَلَّمَ بات کرنا تَکَلَّمَ بولنا	لأك	ملك۔ ملائکۃ پیغمبر۔ فرشتہ
کسف	کِسَف تہ بہ تہ ٹکڑا	کم	کَمْ کتنے	لؤلؤ	(لُؤْلُؤ موتی ض)
کسل	کُسَالٰی سُست۔ بوجھل ہونا	کمل	کَامِلَة پورا اَکْمَلَ پورا کرنا	لب	اولو الالباب عقلمند

مادہ	الفاظ اور عنوان
لبث	لَبِثَ ٹھہرنا تَلَبَّثَ ٹھہرے رہنا (۳/۱۵)
لبد	لِبَد، لُبَد۔ وافر، بہت
لبس	لَبِسَ پہننا لِبَاس پوشاک، لَبَسَ ملانا لَبْس شک وشبہ (ص ۱/۶)
لبن	(لَبَن دودھ ص ۲/۳)
لجأ	مَلْجَأ پناہ
لج	لَجَّ اَڑنا لُجَّۃ گہرائی
لحد	اَلْحَدَ ٹیڑھا ہونا الحاد ٹیڑھ
	مُلْتَحَد پناہ
لحف	اَلْحَفَ چمٹنا
لحق	لَحِقَ ملنا اَلْحَقَ ملانا
لحم	(لَحْم گوشت ص ۲/۳)
لحن	لَحَنَ بولنا (کیفیت)
لحی	(لِحْیَۃ داڑھی ص ۲/۳)
لد	لَدَّ جھگڑا کرنا اَلَدّ۔ لُدّ جھگڑالو
لدن لدی	لَدُنْ۔ لَدٰی پاس
لذ	لَذَّۃ مزا
لزب	لَزِبَ چمٹنا لَازِب مٹی کی قسم
لزم	لَزِمَ چمٹنا اَلْزَمَ لازم کرنا۔ چپٹانا (۲/۱۴)
لسن	لِسَان زبان ص ۲/۳ (بولی ۱۶/۱۰۳)
لطف	لَطِیْف مہربان تَلَطَّفَ نرم ہونا
لظی	لَظٰی آگ تَلَظّٰی آگ جلانا
لعب	لَعِبَ کھیلنا
لعل	لَعَلَّ شاید
لعن	لَعَنَ بددعا دینا
لغب	لَغَبَ تھکنا لُغُوْب تھکاوٹ
لغو	لَغْو بے ہودہ کلام
	اَلْغٰی فضول باتیں بنانا
لفت	لَفَتَ پھیرنا اِلْتَفَتَ پیچھے دیکھنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
لفح	لَفَحَ آگ کا جلانا
لفظ	لَفَظَ بولنا
لف	لَفَّ لپیٹنا اِلْتَفَّ لپٹنا
لفو	اَلْفٰی پانا
لقب	لَقَب (ج اَلْقَاب) نام رکھنا
لقح	لَقَحَ اٹھانا ہوا۔
لقط	اِلْتَقَطَ اٹھانا (ص ۳/۴)
لقف	لَقِفَ نگلنا
لقم	اِلْتَقَمَ نگلنا (لقمانؑ ص ۱/۲)
لقی	لَقِیَ ملنا لِقَاء۔ تلاق ملاقات
	تِلْقَاء جانب۔ پاس
	اَلْقٰی ڈالنا۔ دل میں بات ڈالنا۔ رکھنا
	لَقّٰی۔ اِلْتَقٰی ملنا تَلَقّٰی سیکھنا۔ لینا
	لَاقٰی ایک دوسرے سے ملنا
لم	لَمْ نہیں لِمَ کیوں
لمح	لمح دیکھنا (کیفیتِ نظر)
لمز	لَمَزَ طعنہ دینا
لمس	لَمَسَ چھونا لَامَسَ مجامعت کرنا
	اِلْتَمَسَ۔ ڈھونڈنا۔
لمم	لَمَم گناہ لَمًّا اکٹھا ہونا
	لَمَّا۔ کُلَّمَا۔ جب۔
لو	لَوْ اگر لَوْلَا۔ لَوْمَا کیوں نہ
لوح	لَوْح تختہ لوح محفوظ لوحِ محفوظ
	لَاحَ۔ آگ کا جلانا۔
لوذ	لِوَاذًا نکلنا
لوط	(لُوْطؑ ص ۱/۲)
لوم	لَامَ برا بھلا کہنا۔ گرفت کرنا
	(اَلَامَ ملامت کرنا ۲۷/۱۴۲)
	(تَلَاوَمَ ایک دوسرے کو ملامت کرنا ۶۸/۳۰)

مادہ	الفاظ اور عنوان
لون	لَوْن رنگ
لوی	لَوٰی موڑنا لَوّٰی ہلانا
لہب	لَہَب شعلہ (ابولہب ص ۱/۲)
لہث	لَہَثَ آواز۔ پیاسا۔ ہانپنا
لہم	اَلْہَمَ دل میں بات ڈالنا
لہو	لَہَا کھیلنا اَلْہٰی غافل کرنا
	(تَلَہّٰی غفلت برتنا ۸۰/۱۰)
لیت	لَیْتَ افسوس
لیس	لَیْسَ نہیں
لیل	لَیْل رات اور اس کے اوقات
لین	لِیْنَۃ کھجور
	لَانَ نرم ہونا اَلَانَ نرم کرنا
	م
ما	مَا جو۔ کچھ۔ کیا۔ مَاذَا کیا
مائی	(مِائَۃ سو ص ۱/۱۲)
متع	مَتَّعَ فائدہ دینا متاع فائدہ۔ سامان
	تَمَتَّعَ فائدہ اٹھانا اِسْتَمْتَعَ فائدہ چاہنا
متن	مَتِیْن مضبوط
متی	مَتٰی کب
مثل	اَمْثَل۔ مُثْلٰی اچھا (مثالی)
	مَثُلَات عذاب
	تَمَثَّلَ شکل وصورت بنانا
مجد	مجید بڑا (بزرگ)
مجس	(مجوس آتش پرست ص ۱/۱۰)
محص	مَحَّصَ پاک کرنا
محق	مَحَقَ مٹانا
محل	مِحَال طاقت
محن	اِمْتَحَنَ آزمائش کرنا
محو	مَحَا مٹانا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
مخر	مَخَرَ پھاڑنا	مسد	(مَسَد مونج کی رسی صن ۱/۲)		مَلِک بادشاہ مَلَک فرشتہ۔
مخض	(مخاض دردِ زہ صن ۲/۳)	مسّ	چھونا۔ پہنچنا تَمَاسّ مجامعت کرنا		مُلْک اختیار
مدّ	مُدَّت مُدت۔ مِدَاد سیاہی	مسک	(مِسْک کستوری صن ۱/۲)		مَالِک دوزخ کا فرشتہ۔ مالک
	مَدَّ پھیلانا کھینچنا اَمَدَّ مدد دینا		اَمْسَکَ بخل کرنا۔ روکنا		مَلَکَ اختیار رکھنا
	مَدَّدَ دراز کرنا۔ کھینچنا		تَمَسَّکَ اِسْتَمْسَکَ پکڑنا	ملّ	مِلَّۃ دین اَمَلَّ لکھوانا
مدن	مَدِینَۃ شہر (مدینۃ النبی صن ۱/۲)	مسو	مَسَا شام اَمْسٰی شام کرنا	ملی	مَلِیًّا مدت اَمْلٰی پڑھنا مہلت دینا
مرء	مَرْءُ۔ اِمْرَءُ مرد	مشج	مَشَجَ ملنا	من	مَنْ جو کوئی۔ کون
	مِرْاَۃُ۔ اِمْرَاَۃ بیوی عورت	مشی	مَشٰی چلنا	منع	مَنَعَ بچانا۔ روکنا
	مَرِیَٔ نگلنا	مصر	مِصْر شہر (ایک ملک صن ۱/۲)	منّ	مَنّ و سلوٰی کھانا (طعام)
مرت	(مَارُوت فرشتہ صن ۱/۲)	مضغ	(مُضْغَۃ لوتھڑا صن ۲/۳)		مَنَّ احسان کرنا۔ روکنا
مرج	مَارِج شعلہ مَرِیج شک و شبہ	مضی	مَضٰی جانا۔ چلنا۔ گزرنا	منو	(مَنَات بت صن ۱/۲)
	مَرَجَ ملانا (مَرْجَان صن ۲/۵)	مطر	مَطَر بارش اَمْطَرَ بارش برسانا	منی	(مَنِی نطفہ صن ۱/۲) اُمنیۃ خواہش
مرح	مَرَحَ اِترانا	مطو	تَمَطّٰی اِترانا		ریب المنون گردش ایام
مرد	مَارِد جن مَرِید سرکش	معز	مَعْز بکری		اَمْنٰی منی ٹپکانا (مَنّٰی امید لگانا ۱۱۹/[illegible])
	مَرَدَ اُڑنا۔ سرکشی کرنا	معن	مَاعُون۔ سامان معین پانی بہتا		تَمَنّٰی آرزو کرنا
	مَرَّدَ ہموار کرنا	معی	اَمْعَاء انتڑیاں	موت	مَاتَ مرنا اَمَاتَ مارنا
مرّ	مَرَّۃ بار، دفعہ مِرَّۃ طاقت	مقت	مَقَتَ بیزار ہونا مقت بیزاری	موج	(مَاجَ لہریں اٹھانا [illegible]) موج لہر
	اَمَرَّ کڑوا	مکث	مَکَثَ ٹھہرنا	مور	مَارَ کانپنا
	مَرَّ گزرنا اِسْتَمَرَّ ہمیشہ رہنا	مکر	مَکَرَ تدبیر کرنا	موسی	(مُوسٰی صن ۱/۲)
مرض	مَرِضَ بیمار ہونا مریض بیمار	مکّ	(مَکَّۃ شہر صن ۱/۲)	مول	مَال۔ مال و دولت
مرو	(مَروَۃ پہاڑی (صن ۱/۲)	مکن	مکان جگہ مَکِین مرتبہ والا	موہ	مَاء (ج میاہ) پانی۔ بارش
مری	مِرْیَۃ شک و شبہ مَارِی جھگڑا کرنا		اَمْکَنَ اختیار دینا نصیب کرنا (۱/۲)	مہد	مَہْد گود مِہَاد بچھونا
	تَمَارٰی۔ اِمْتَرٰی شک کرنا		مَکَّنَ اختیار بخشنا		مَہَدَ بچھانا (مَہَّدَ بھلائی مہیا کرنا)
مریم	(مَرْیَمْ صن ۱/۲)	مکو	مُکَاء آواز	مہل	مُہْل تانبا مَہَل مدت
مزج	مِزَاج ملانا	ملأ	مَلَأ سردار مَلَأَ بھرنا		اَمْہَلَ۔ مَہَّلَ مہلت دینا
مزق	مَزَّقَ پھاڑنا		اِمْتَلَأَ بھرجانا	مہما	مَہْمَا جو کچھ
مزن	مُزْن بادل	ملح	مِلْح پانی کی اقسام	مہن	مَہِین ذلیل
مسح	مَسَحَ جھاڑنا	ملق	اِمْلَاق تنگدستی	مید	مَادَ جھکنا مَائِدَۃ کھانا (طعام)
مسخ	مَسَخَ بدصورت بنانا	ملک	مُلْک مَلَکُوت بادشاہی۔	میر	مَارَ خوراک لانا

مادہ	الفاظ اور عنوان
مین	مَازَ الگ کرنا تَمَیَّزَ پھٹ پڑنا
	اِمْتَازَ الگ ہونا
میل	مَالَ جھکنا
	ن
نأی	نَأیٰ دور ہونا
نبأ	نَبَأ خبر نبی پیغمبر (نبوۃ پیغمبری)
	اَنْبَأَ خبر دینا نَبَّأَ آگاہ کرنا
	اِسْتَنْبَأَ پوچھنا
نبت	اَنْبَتَ پرورش کرنا نبات کھیتی
نبذ	نَبَذَ پھینکنا۔ ڈالنا اِنْتَبَذَ الگ ہونا
نبز	تَنَابَزَ نام رکھنا
نبط	اِسْتَنْبَطَ غور کرنا
نبع	یَنْبُوْع چشمہ
نتق	نَتَقَ کھڑا کرنا
نثر	نَثَرَ بکھیرنا اِنْتَثَرَ بکھرنا
نجد	ابھار۔ ٹیلہ۔ زمین۔ راستہ۔ گھاٹی
نجس	نَجَس ناپاک
نجم	نَجْم تارا۔ درخت
نجو	نَجیٰ نجات پانا۔ خلاصی پانا
	اَنْجیٰ۔ نَجّٰی نجات دینا
	نَاجیٰ سرگوشی کرنا
	تَنَاجیٰ مشورہ کرنا نَجْویٰ مشورہ
نحب	نَحْب ذمہ داری
نحت	نَحَتَ تراشنا
نحر	نَحَرَ ذبح کرنا
نحس	نَحْس نامبارک۔ بدبختی
	نُحَاس دھواں۔ شعلہ
نحل	نَحْل مکھی نَحَلَ (نِحْلَۃ) دینا
نخر	نَخِرَ بوسیدہ ہونا

مادہ	الفاظ اور عنوان
نخل	نَخْل نخلۃ۔ نخیل کھجور
ندّ	نِدّ شریک یوم التناد قیامت
ندم	نَدِمَ پچھتانا
ندد	نَادیٰ پکارنا نِدَاء پکار
	(تنادیٰ ایک دوسرے کو پکارنا ٢٦/٢١)
نذر	نَذَرَ نذر و نیاز دینا نَذْر نذر و نیاز
	اَنْذَرَ ڈرانا نَذِیْر ڈرانے والا
نزع	نَزَعَ کھینچنا تَنَازَعَ جھگڑنا
نزغ	نَزَغَ فساد ڈالنا
نزل	نَزَلَ اترنا نُزُلاً مہمانی
	اَنْزَلَ نَزَّلَ اتارنا تَنَزَّلَ اترنا
نسأ	نَسِیَ پیچھے ڈالنا۔ کرنا
	مِنْسَاَۃ لاٹھی
نسب	نَسَب رشتہ داری
نسخ	نَسَخَ مٹانا اِسْتَنْسَخَ لکھوانا
	نُسْخَۃ کتاب
نسر	(نَسْر بُت ص ١/١)
نسف	نَسَفَ اڑانا
نسک	نُسُک قربانی کا جانور مَنْسَک طریقہ
نسل	نَسَلَ دوڑنا نَسْل اولاد
نسو	نِسْوَۃ۔ نِسَاء بیوی۔ عورت
نسی	نَسِیَ بھولنا اَنْسیٰ بھلانا
نشأ	اَنْشَأَ اٹھانا۔ بلند کرنا پرورش
	کرنا۔ پیدا کرنا
	نَشْأَۃ۔ نَاشِئَۃ اٹھان اٹھنا
	نَشَأَ پرورش کرنا
نشر	نَشَرَ اٹھنا۔ پھیلنا۔ زندہ ہونا
	اَنْشَرَ اٹھانا۔ کھڑا کرنا۔ زندہ کرنا
	نَشَرَ پھیلانا اِنْتَشَرَ بکھرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
نشز	نَشَزَ اٹھنا۔ کھڑا ہونا اَنْشَزَ اٹھانا
نشط	نَشَطَ کھولنا (ص ٢/١)
نصب	نَصَبَ تھکنا محنت اٹھانا۔ گاڑنا
	نَصَب بُت نُصُب نشانی نصیب حصہ
نصت	اَنْصَتَ چپ رہنا
نصر	نَصَرَ مدد کرنا نَاصِر نَصِیْر مددگار
	(نصاریٰ عیسائی ص ١/١)
	نَاصَرَ ایک دوسرے کی مدد کرنا
	اِنْتَصَرَ بدلہ لینا اِسْتَنْصَرَ مدد چاہنا
نصف	نِصْف ص ١/١
نصو	نَاصِیَۃ پیشانی
نضج	نَضَجَ آگ کا جلانا
نضخ	نَضَخَ ابلنا۔ چشمہ پھوٹنا
نضد	نَضِیْد۔ مَنْضُوْد تہ بہ تہ
نضر	نَاضِرَۃ تازہ۔ خوبصورت
	نَضْرَۃ رونق
نطح	نَطَحَ مارنا
نطف	(نُطْفَۃ ص ٢/٣)
نطق	نَطَقَ بولنا اَنْطَقَ بلانا
نظر	نَظَرَ دیکھنا اَنْظَرَ مہلت دینا
	اِنْتَظَرَ انتظار کرنا نَظِرَۃ مہلت
نعج	(نعجۃ دُنبی ص ٢/١)
نعس	نُعَاس اونگھ
نعق	نَعَقَ چلانا
نعل	(نَعْل جوتی ص ٢/٤)
نعم	نِعْمَ۔ نِعِمَّا اچھا نَعَمْ ہاں
	اَنْعَام چوپائے نِعْمَۃ سامان
	نَعْمَاء خوشحالی نِعْمَۃ نعمت
	اَنْعَمَ۔ نَعَّمَ احسان کرنا نعمت عطا کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
نغض	نَغَضَ ہلانا
نفث	نَفَثَ پھونکنا
نفح	نَفحۃ سردی۔ ہوا
نفخ	نَفَخَ پھونکنا
نفد	نَفِدَ ختم ہونا
نفذ	نَفَذَ نکلنا
نفر	نَفَرٌ چند نَفِیرٌ لشکر نُفُور کرنا
	نَفَرَ نکلنا۔ سفر کرنا
	اِسْتَنْفَرَ بھاگنا۔
نفس	نَفْس دل تَنَفَّسَ سانس لینا
	تَنَافَسَ رغبت کرنا
نفش	نَفَشَ رات کے کام
نفع	نَفَعَ فائدہ دینا
نفق	نَفَقًا سرنگ
	اَنْفَقَ خرچ کرنا نَفَقَۃ خرچ
	(نافق (نفاق منافق ہونا ص ۱/۱)
نفل	نَفَلَ بڑھانا نافِلَۃً زائد
	اَنْفَال مال و دولت
نفو نفی	نَفَی جلا وطن کرنا
نقب	(نَقَبَ دیوار میں سوراخ کرنا ۱۸/۹۸)
	نَقَّبَ چلنا نقیب سردار
نقذ	اَنْقَذَ چھڑانا۔ خلاصی
	اِسْتَنْقَذَ چھڑانے کی کوشش کرنا
نقر	نَقَرَ پھونکنا نَقِیْرٌ تھوڑا
	ناقُور بگل ۷۴/۸
نقص	نَقَصَ کم کرنا ناقِص ردّی
نقض	توڑنا۔ قسم توڑنا اَنْقَضَ توڑنا
نقع	نَقْع غبار
نقم	نَقَمَ بُرا لگنا اِنْتَقَمَ بدلہ لینا

مادہ	الفاظ اور عنوان
نکب	نَکَبَ ٹیڑھا ہونا (مَنکِب کندھا ص ۴/۲)
نکث	نَکَثَ توڑنا۔ قسم توڑنا اَنکاث ٹکڑا
نکح	نَکَحَ۔ اِسْتَنْکَحَ نکاح میں لانا
	اَنْکَحَ نکاح میں دینا
نکد	نَکِد ردّی
نکر	نُکُر۔ مُنْکَر ناپسندیدہ نَکِیْر عذاب
	نَکِرَ اجنبھا ہونا۔ برا لگنا
	اَنْکَرَ انکار کرنا نَکَّرَ بدلنا
نکس	نَکَسَ جھکانا نَکَّسَ اوندھا کرنا
نکص	نَکَصَ پھرنا
نکف	اِسْتَنْکَفَ شرمانا
نکل	اَنْکَال زنجیریں
	نَکَّلَ سزا دینا نَکَال عبرتناک سزا
نمرق	(نَمَارِق غالیچے ص ۲/۴)
نمل	(نَمْلَۃ چیونٹی نَمْل اَنَامِل انگلیاں
نمم	(نمیم چغلی ۶۸/۱۱)
نہج	مِنْہَاج طریقہ
نہر	نَہر پانی کے راستے نَہَار دن
	نَہَرَ جھڑکنا
نہی	نَہَی روکنا نُہٰی عقل
	(تَنَاہی ایکدوسرے کو روکنا)
	اِنْتَہٰی باز آنا۔ رکنا مُنْتَہٰی انجام
نوء	نَاءَ اٹھانا
نوب	اَنَابَ لوٹنا
نوح	(نوح ص ۱/۱)
نور	نُوْر روشنی نَار آگ۔ دوزخ
	اَنَارَ روشن کرنا مُنِیر روشن
نوس	نَاس آدمی اُنَاس فرقہ
نوش	تَنَاوُش پکڑنا۔ پہنچنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
نوص	مَنَاص خلاصی
نوق	نَاقَۃ اونٹ
نوم	نَامَ سونا مَنَام خواب
نون	نُوْن مچھلی
نوی	(نَوٰی گٹھلی ص ۲/۴)
نیل	نَالَ۔ پہنچنا۔ چھیننا
	و
وأد	وَأَدَ گاڑنا
وأل	مَوْئِل پناہ
وبر	اَوْبَار بال
وبق	اَوْبَقَ ہلاک کرنا
وبل	وبال بدلہ وابل بارش
	وَبِیْل عذاب
وتد	اَوْتَاد میخ
وتر	وَتَرَ کم کرنا (وَتْر جوڑا)
	تَتْرًا لگاتار
وتن	وَتِیْن گردن
وثق	اَوْثَقَ جکڑنا۔ مضبوط کرنا
	مِیْثَاق عہد وُثْقٰی مضبوط
	(وَاثَقَ مضبوط عہد لینا ۵/۲)
وثن	وَثَن (ج اوثان) بت
وجب	وَجَبَ گرنا
وجد	وَجَدَ پانا وُجْد مقدور
وجس	اَوْجَسَ ڈرنا
وجف	وَجَفَ ڈرنا اَوْجَفَ دوڑانا
وجل	وَجَلَ ڈرنا
وجہ	وَجْہ رضامندی (چہرہ ص ۲/۴)
	وِجْہَۃ جانب وَجِیْہ عزت والا
	وَجَّہَ۔ تَوَجَّہَ رخ کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
وحد	وَاحِد ایک ص ۱/۱۲ وَحِید اکیلا
وحش	وُحُوش چوپائے
وحی	اَوْحٰی دل میں بات ڈالنا
ودّ	وَدَّ آرزو کرنا۔ پسند کرنا
	وَادَّ محبت کرنا وُدّ محبت ص ۱/۱۰
ودع	وَدَعَ وَدَّعَ چھوڑنا
	اِسْتَوْدَعَ سپرد کرنا
ودق	وَدْق بارش
ودی	دِیَة بدلہ۔ دینا وادی زمین کی تہ
	پانی کے راستے
وذر	یَذَرُ چھوڑنا
ورء	وَرَاءَ پیچھے۔ سوائے (ص ۳/۱)
ورث	تُرَاث وراثت اَوْرَثَ وارث بنانا
ورد	وِرْد پیاسا گھاٹ مَوْرُود گھاٹ
	(وَرْدَة گلابی رنگ ص ۱/۹)
	وَرَدَ پہنچنا اَوْرَدَ پہنچانا۔
ورق	(اَوْرَاق پتہ ص ۱/۹) (وَرِق روپیہ سکہ ص ۱/۷)
وری	اَوْرٰی آگ جلانا۔
	وَارٰی چھپانا تَوَارٰی چھپنا
وزر	وَزَرَ اٹھانا وِزْر بوجھ۔ وَزِیر مددگار
	وَزَر پناہ اَوْزَار آلات جنگ
وزع	وَزَعَ روکنا اَوْزَعَ توفیق دینا
وزن	وَزَنَ تولنا وَزْن بوجھ۔
	مِیْزَان ترازو مَوَازِین تول
	مَوْزُون مناسب ۱۵/۱۹
وسط	وَسَط درمیان وَسَطًا اعتدال
	(اَوْسَط مؤنث وُسْطٰی) درمیانی ۲۸/۶۸
	(وَسَطَ درمیان تک جانا ۱/۵)
وسع	وَسِعَ فراخ ہونا وُسْع مقدور

مادہ	الفاظ اور عنوان
	اَوْسَعَ فراخ کرنا مقدور رکھنا ۴۷/۵۱
وسق	وَسَقَ۔ اِتَّسَقَ اکٹھا کرنا۔ ہونا
وسل	وَسِیْلَة ذریعہ
وسم	داغ دینا۔ نشان لگانا۔ تَوَسَّمَ پہچاننا۔
وسن	سِنَة اونگھ
وسوس	وَسْوَسَ دل میں بات ڈالنا
وشی	شِیَة داغ
وصب	وَصَبَ ہمیشہ رہنا
وصد	وَصَدَ بند کرنا وَصِید چوکھٹ ۱۸
وصف	وَصَفَ بیان کرنا
وصل	وَصِیْلَة اونٹ
	وَصَلَ پہنچنا۔ جوڑنا۔ ملانا
	وَصَّلَ لگاتار ملانا
وصی	وَصِیَّة حکم نصیحت
	اَوْصٰی حکم دینا وَصّٰی نصیحت کرنا
	(تَوَاصٰی ایک دوسرے کو تاکید کرنا ۱۰۳/۳)
وضع	وَضَعَ اتارنا۔ جننا۔ رکھنا
	اَوْضَعَ دوڑانا
وضن	وَضَنَ بننا
وطأ	وَطِئَ روندنا وِطَاء موافقت کرنا
وطر	وَطَر حاجت۔ خواہش
وطن	مواطن زمین اور اس کی اقسام
وعد	وَعْد۔ میعاد۔ موعدۃ۔
	عہد وعدہ وَعَدَ وعدہ کرنا۔
	اَوْعَدَ ڈرانا
	(وَاعَدَ تَوَاعَدَ ایک دوسرے کو وعدہ دینا)
وعظ	وَعَظَ نصیحت کرنا مَوْعِظَة نصیحت
وعی	وَعٰی یاد رکھنا اَوْعٰی بخل کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
	وِعَاء سامان
وفد	وَفْد مہمان
وفر	موفور، وافر۔ بہت
وفض	اَوْفَضَ دوڑنا
وفق	وَفَّقَ توفیق دینا وَافَقَ موافقت کرنا
وفی	اَوْفٰی وَفّٰی پورا کرنا
	تَوَفّٰی پورا کرنا۔ مارنا اِسْتَوْفٰی پورا لینا
وقب	وَقَبَ تاریکی چھانا۔ چھپنا
وقت	وَقْت۔ میقات۔ وقت یا
	اُقِّتَ وقت مقرر کرنا
وقد	وَقُوْد۔ ایندھن
	اَوْقَدَ۔ اِسْتَوْقَدَ آگ جلانا
وقذ	وَقَذَ مارنا
وقر	وَقْر۔ وِقْر بوجھ
	وَقَّرَ تعظیم کرنا وَقَار عزت
وقع	گرنا۔ ہونا وَاقِعَة قیامت
	اَوْقَعَ ڈالنا وَاقِعَ گر پڑنا
وقف	وَقَفَ ٹھہرنا۔ کھڑا ہونا، کرنا
وقی	وقی بچانا اِتَّقٰی بچنا۔ ڈرنا
	مُتَّقِی نیک بخت
وکأ	اِتَّکَأَ ٹیک لگانا
وکد	وَکَّدَ۔ مضبوط کرنا
وکز	وَکَزَ مارنا
وکل	وَکَّلَ سپرد کرنا۔ مقرر کرنا (وکیل کارساز)
	(تَوَکَّلَ بھروسہ کرنا ۸/۸۸)
ولج	وَلَجَ داخل ہونا وَلِیْجَة دوست
	اَوْلَجَ داخل کرنا
ولد	وَلَدَ جننا وَالِد باپ وَالِدَة ماں
	وَلَد بیٹا وِلْدَان۔ وَلِیْد مَوْلُود بچہ

مادہ	الفاظ اور عنوان
ولی	وَلِیَ یَلِی ملنا وَلّٰی پھرنا
	تَوَلّٰی پھرنا۔ دوست بنانا منہ پھیرنا
	وِلَایَۃ اختیار۔ وراثت۔ دوستی
	وَلِیّ مولیٰ دوست مددگار اَوْلیٰ حقدار
ونی	وَنیٰ سُستی کرنا
وھب	وَھَبَ دینا
وھج	وَھَّجَ روشن ہونا
وھن	وَھَنَ سُستی کرنا اَوْھَن کمزور
وھی	وَاھِیَۃ بوسیدہ۔ کمزور
ویل	وَیْلٌ افسوس۔ ہلاکت
	ھ
ھاؤم	ھَاؤُمُ لینا (ہامان ض ۱/۵)
ھبط	ھَبَطَ اترنا۔ گرنا
ھبو	ھَبَاءً چورا چورا۔ غبار
ھجد	تَھَجَّدَ رات کے کام (سونا اور جاگنا ض ۱/۲)
ھجر	ھَجَرَ چھوڑنا۔ فضول باتیں کرنا
	ھَاجَرَ چھوڑنا
ھجع	ھَجَعَ سونا
ھدّ	ھَدَّ گرنا ھُدْھُد پرندہ ض ۱/۲
ھدم	ھَدَمَ گرنا
ھدی	ھَدٰی ہدایت دینا
	اِھْتَدٰی ہدایت پانا
	ھُدًی راستہ ھَدْی قربانی کا جانور
	ھَدِیَّۃ تحفہ (دینا)
ھرب	ھَرَبَ دوڑنا
ھرت	(ھَارُوت ض ۱/۲)
ھرع	ھَرَعَ دوڑنا
ھرن	(ھَارُون ض ۱/۲)

مادہ	الفاظ اور عنوان
ھزء	اِسْتَھْزَاءً مذاق اڑانا ھُزُوًا مذاق
ھزّ	ھَزَّ ہلانا اِھْتَزَّ ہلنا
ھزل	ھَزْل بے ہودہ کلام
ھزم	شکست دینا
ھش	ھَشَّ ہلانا
ھشم	ھَشِیْم چورا چورا
ھضم	ھَضْم کم کرنا
ھطع	ھَطَعَ دوڑنا۔ دیکھنا (کیفیتِ نظر)
ھل	ھَلْ کیا۔ نہیں
ھلع	ھَلَعَ بے قرار ہونا
ھلک	ھلک مرنا۔ ہلاک ہونا
	اَھْلَکَ مارنا۔ ہلاک کرنا۔ خرچ کرنا
ھلّ	اَھَلَّ شہور کرنا اَھِلَّۃ چاند
ھلم	ھَلُمَّ آنا۔ لانا
ھمد	ھَمَدَ خشک ہونا
ھمر	اِنْھَمَرَ گرنا
ھمز	ھَمَزَ طعنہ دینا۔ دل میں بات ڈالنا
ھمس	ھَمْس آواز
ھمّ	ھَمَّ ارادہ کرنا
ھمن	مُھَیْمِن نگہبان
ھنأ	ھَنِیْئًا مزا
ھود	ھَادَ لوٹنا۔ یہودی ہونا
	(ھُوْدٌ ض ۱/۱)
ھور	ھَارَ۔ اِنْھَارَ گرنا
ھون	اَھَانَ ذلیل کرنا
	ھَیِّن۔ اَھْوَن آسان
ھوی	ھَوٰی خواہش کرنا۔ گرنا
	اَھْوٰی خواہش ھَاوِیَۃ دوزخ
	اَھْوٰی گرانا اِسْتَھْوٰی اپنی مرضی

مادہ	الفاظ اور عنوان
	پر لگا لینا (۶/۷۱)
ھیأ	ھَیْئَۃ شکل و صورت ھَیِّئْ مہیا کرنا
ھیت	ھَیْتَ آنا۔ لانا
ھیج	ھَاجَ خشک ہونا۔ جوبن پر آنا
ھیل	ھَالَ پھسلنا
ھیم	ھَامَ آوارہ پھرنا
	ھِیْم اونٹ۔ پیاسا
	ی
یئس	یَئِسَ ناامید ہونا
	اِسْتَیْئَسَ ناامید ہونا۔ غمگین ہونا
یبس	یَبِسَ خشک ہونا
یتم	(یتیم ض ۱/۲)
یدی	یَدٌ ہاتھ بَیْنَ اَیْدِی آگے
یسر	یُسْر آہستہ آہستہ مَیْسَرَۃ فراخی
	یَسَرَ آسان ہونا یَسَّرَ آسان کرنا
	(تَیَسَّرَ میسر آنا۔ آسان ہونا ۲۰/۴۳)
	اِسْتَیْسَرَ " " (۲/۱۹۶)
یسع	(یَسَعَ ض ۱/۱)
یعقوب	(یعقوبؑ ض ۱/۱)
	یعوق۔ یغوث دیکھیے ض ۱/۲
یقت	(یاقوت ۲/۴)
یقظ	(اَیْقَاظ جاگنا ۱۸/۱۸)
یقن	اَیْقَنَ یقین کرنا
	اِسْتَیْقَنَ یقین آنا
یمّ	یَمّ پانی کے ذخیرے
	تَیَمَّمَ ارادہ کرنا تیمم کرنا (۴/۴۳)
یمن	یمین قسم۔ ہاتھ اَیْمَن بابرکت
	مِلْکِ یمین لونڈی۔ غلام
ینع	یَنَعَ پھل پکنا
یوم	یَوْم دن

۱۔ آباد ہونا (بسنا) رہنا

کے لیے سَکَنَ، تَبَوَّاَ (بوء)، ثَوٰی، بَدَا، حَضَرَ، خَلَدَ، عَاشَرَ اور غَنِیَ کے الفاظ قرآن کریم میں مستعمل ہوئے ہیں۔

۱۔ سَکَنَ: سکون کا لفظ اضطرار اور حرکت کی ضد ہے (م۔ل) لہٰذا آباد ہونا کے مفہوم میں جب سَکَنَ کا استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے "کسی دوسرے مقام سے آکر رہائش پذیر ہونا" اور جو قرآن کریم میں ہے:

یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (۲/۳۵) اے آدمؑ! تم اور تمہاری بیوی جنت میں آباد ہو جاؤ۔

تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کی پیدائش الجنۃ کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر ہوئی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو لا بسایا تو فرمایا:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ (۱۴/۳۷) اور ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد لا بسائی ہے۔

۲۔ تَبَوَّاَ کا مادہ (بوء) ہے۔ اس کے مفہوم میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) رجوع الی الشئ اور (۲) برابر سرابر ہونا۔ (م۔ل) اور اس لفظ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کسی رہائشی مقام کی فضا اور ماحول رہنے والے کی طبیعت کے موافق اور سازگار ہو (مف) یا کوئی شخص جس مقصد کے لیے کسی رہائشی جگہ کا انتخاب کرتا ہے وہ اس کے لیے موافق اور سازگار ہو۔ مثلاً:

وَکَذٰلِكَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ۔ (۱۲/۵۶) اور اسی طرح ہم نے یوسفؑ کو ملک (مصر) میں اقتدار بخشا، وہ جہاں چاہتے رہائش اختیار کر لیتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ حضور اکرمؐ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳/۱۲۱) اور جب آپ صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر (موقع بہ موقع) متعین کر رہے تھے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ جنگ کے موقع و محل کے لحاظ سے ہر ایک کو مخصوص مقامات پر متعین فرماتے تھے۔

۳۔ ثَوٰی: بمعنی دفن کیا جانا۔ کسی جگہ ٹھہرنا، آباد ہونا۔ ثَوَی الرَّجُلُ، آدمی کا مرنا (منجد) (لغت اضداد) اور بمعنی۔ کسی جگہ کو مستقل طور پر اقامت گاہ بنا لینا (مف) آباء و اجداد سے کسی ایک مقام پر ہی رہائش اختیار کیے رکھنا۔ اللہ تعالیٰ حضور اکرمؐ کو ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (۲۸/۴۵) اور آپ تو مدین میں رہنے والوں میں سے نہ تھے کہ انہیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے۔

۴۔ خَلَدَ : کسی جگہ پر ایک طویل عرصہ تک رہنا جہاں تغیر و فساد واقع نہ ہو (مف) اللہ تعالیٰ اہل جنت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۲/۲۵) اور وہاں اُن کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے

۵-۶ حَضَرَ / بَدَا : کسی شہر میں مقیم ہونا۔ شہری رہائش اختیار کرنا اور حَضَرٌ کی ضد بَدْوٌ ہے (م ل) بَدَا (يَبْدُوْا بَدَاوَةً) کے معنی کسی گاؤں یا دُور اُفتادہ جگہ کا باشندہ ہونا۔ بَدَا کے لغوی معنی (ظاہر ہونا) بھی ہے اور اس سے ایسا مقام رہائش مراد ہوتا ہے جہاں بلند عمارتیں نہ ہونے کی وجہ سے سب کچھ نمایاں طور پر نظر آتا ہے (مف) اسی سے بادیۃ بمعنی صحرا، بَادِیْ بمعنی صحرا نشین اور بَدَوِیٌّ بمعنی دیہاتی کے الفاظ مشتق ہیں۔ اب ان کی قرآن کریم سے مثالیں دیکھئے :

(۱) ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۲/۱۹۶) یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مکہ میں نہ رہتے ہوں۔

اور یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں :

(۲) وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ (۱۲/۱۰۰) اور اُس (اللہ) نے مجھ پر بہت سے احسان کیے ہیں جبکہ مجھے جیل خانہ سے نکالا اور آپ (سب گھر والوں) کو گاؤں سے یہاں لایا۔

۷۔ عَاشَرَ : اس کا مادہ عشر ہے جس کے دو بنیادی معنی ہیں ۱۔ دس کا عدد اور ۲۔ مخالطت اور مداخلت (م ل) یعنی آپس میں مل جل کر رہنا۔ اسی سے لفظ عشیرۃ مشتق ہے جس کے معنی قبیلہ کے ہیں اور عَاشَرَ کے معنی ایک کنبہ کے ساتھ مل جل کر رہنا۔ قرآن کریم میں ایسے مردوں کو جنھیں اپنی بیویوں پر کچھ شکایات ہوں حکم دیا گیا ہے کہ :

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۴/۱۹) اور اُن عورتوں کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو۔

۸۔ غَنِيَ بِالْمَكَانِ : بمعنی کسی مقام پر طویل مدت تک آرام و اطمینان سے رہنا۔ گویا وہ دوسری جگہوں سے بے نیاز ہے (مف) قرآن میں ہے :

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا (۷/۹۲) جنھوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی ایسے برباد ہوئے کہ گویا وہ ان میں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔

ماحصل :

۱۔ سَكَنَ : کسی دوسرے مقام سے آکر آباد ہونے کیلیے
۲۔ تَبَوَّاَ : موافق اور سازگار ماحول میں آباد ہونے کے لیے
۳۔ ثَوٰى : موروثی طور پر کسی جگہ آباد ہونے کے لیے
۴۔ خَلَدَ : طویل عرصہ کے لیے جس میں تغیر و فساد نہ ہو
۵۔ حَضَرَ : کسی شہر میں رہنے کے لیے
۶۔ بَدَا : کسی دیہات یا جنگل میں رہنے کے لیے
۷۔ عَاشَرَ : اپنے خاندان میں مل جل کر رہنے کے لیے
۸۔ غَنِيَ : طویل مدت تک آرام و اطمینان سے رہنے کیلیے استعمال ہوتا ہے

۲- آباد کرنا ــــ بسانا

یہ مصدر آباد ہونا سے متعدی ہے۔ لہٰذا سَکَنَ سے اَسْکَنَ اور بوء سے بَوّأ بھی قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اور عَمَّرَ اور اٰوٰی (ا و ی) کے الفاظ بھی آئے ہیں:

۱- اَسْکَنَ: کسی ایک مقام سے دوسرے مقام پرلے جاکر آباد کرنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (۱۴/۳۷) — اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو ایسی وادی (جہاں بعد میں شہر مکہ آباد ہوا) میں لا بسایا ہے جہاں کوئی کھیتی نہیں۔

۲- بَوَّأَ: کسی کو اس کی طبیعت اور پسند کے موافق جگہ پر آباد کرنا۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ (۱۰/۹۳) — اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لیے عمدہ جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں عطا کیں۔

۳- عَمَّرَ: کا لفظ مکان بنانے، رونق بڑھانے اور بنجر زمین کو آباد کرنے کے معنی میں آتا ہے اور ابن الفارس کے نزدیک اس کے مفہوم میں بقاء اور طویل مدت بھی شامل ہے (م ـ ل) اور عُمر وہ مدت ہے جب تک روح جسم کے ساتھ آباد رہے۔ عَمَرَ کی ضد خَرِبَ ہے جس کے معنی مکانوں یا کھیتوں کو برباد کرنا، اجاڑنا اور بے آباد کرنا اور بے رونق بنانا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی جو علامات بتلائیں تو ان میں ایک یہ بھی ہے:

مَسَاجِدُھَا عَامِرَۃٌ وَّھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی — اس وقت مسجدیں آباد تو ہونگی مگر ہدایت کے لحاظ سے اجڑی ہونگی

اور قرآن کریم میں ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (۹/۱۸) — خدا کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْھُمْ قُوَّۃً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْھَآ اَکْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْھَا (۳۰/۹) — وہ (ان سے پہلی قومیں) ان سے زور و قوت میں کہیں زیادہ تھے، انہوں نے زمین کو جوتا اور اس کو اس سے زیادہ آباد کیا تھا جتنا انہوں نے آباد کیا ہے۔

۴- اٰوٰی: کسی کو اپنے ہاں رہائش کے لیے جگہ دینا، پناہ دینا۔ اس کا مادہ ا و ی ہے جس کے معنی کسی کے ساتھ مل جانا اور منضم ہو جانا (مف) کے ہیں۔ تاکہ کسی خطرہ وغیرہ سے پناہ حاصل ہو جیسا کہ قرآن میں اصحاب کہف کا قصہ مذکور ہے کہ وہ مشرک حکومت کے ڈر سے پہاڑ کی ایک کھوہ میں جا بیٹھے تھے۔ فرمایا:

اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَھْفِ (۱۸/۱۰) — جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ پکڑی۔

اور جب نوح ؑ نے اپنے کافر بیٹے کو اسلام لانے اور کشتی میں سوار ہونے کو کہا کہ وہ طوفان سے ہلاک ہونے سے بچ جائے تو اس نے کہا:

سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ (۱۱/۴۳) — میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا

اور افعال کے باب میں ایواء کا معنی کسی کو اپنے ہاں جگہ دینا، ٹھہرانا سے مخصوص ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔ (۸/۷۲) — جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

ماحصل: ۱۔ اَسْکَنَ: کسی دوسرے مقام پر آباد کرنے کیلیے بڑھانے کے لیے۔

۲۔ بَوّا: مناسب ماحول میں آباد کرنے کے لیے

۳۔ عَمَرَ: زمین آباد کرنے، مکان تعمیر اور آباد کرنے اور رونق

۴۔ آوٰی: کسی کو اپنے ہاں بطور پناہ رہائش دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ آخرت

کے لیے آخرۃ، دارالاخرۃ، یومِ الاخر، دارالقرار اور الیوم البعث کے الفاظ آئے ہیں۔ جو آخرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں نیز یوم التغابن، یوم التناد، یوم الدین، یوم الفصل، یوم الجمع۔ یوم النشور کے لیے دیکھیے زیرِ عنوان "قیامت"

۱۔ آخرۃ کا معنی دارالبقاء ہے (م،م۔منجد) یعنی مرنے کے بعد انسانوں کو دوسرے جہان میں جو دائمی زندگی حاصل ہوگی اور اس زندگی میں روح اور جسم دونوں کا کلی طور پر اتصال ہوگا اور نیک اور بدکار لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے بدلہ میں جنت یا دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ (۲/۴) — اور (ایماندار لوگ) آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں آخرت سے مراد اسی قسم کی زندگی ہے۔ اسی لحاظ سے آخرت کی ضد عاجلۃ، دنیا، ادنیٰ اُولیٰ سب قرآن میں مستعمل ہیں۔

۲۔ دارالاخرت۔ دار کا معنی رہائش گاہ ہے اور دار (جمع دیار، دُور) کا اطلاق بہت وسیع مفہوم پر ہوتا ہے۔ دار بمعنی گھر، حویلی، علاقہ، وطن، ملک، حتیٰ کہ یہ پوری دنیا بھی انسانوں کی رہائش گاہ ہونے کے لحاظ سے دارالدنیا ہے اور اس کی ضد دارالاخرت ہے۔ البتہ اس اخروی زندگی میں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق دار عطا کیا جائے گا۔ قرآن میں ہے وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ (۱۶/۳۰) پرہیزگاروں کے لیے دار (جنت) کیسا اچھا ٹھکانہ ہے اور کافروں کے لیے یہی ٹھکانہ سُوْٓءُ الدَّارِ (۱۳/۲۵) اور دَارُ الْبَوَارِ (۱۴/۲۸) ثابت ہوگا اور دونوں سے مراد دوزخ ہے۔

۳۔ دارالقرار: قرار بمعنی کسی جگہ جم کر رہنا ہے۔ چونکہ یہ زندگی ابدی اور دائمی ہوگی اس لحاظ سے اسے دارالقرار کہا گیا۔ تاہم دارالقرار کا لفظ اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور دارالقرار سے مراد نیک لوگوں کا ٹھکانا

یعنی جنت ہوگا۔ کافروں کے لیے اسی زمانہ کی طوالت اور خلود کے لیے قرآن نے بئس القرار (مراد دوزخ) (۱۴/۲۹) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

- الیوم الآخر: یوم سے مراد اس دُنیا کا معروف دن نہیں جو ۲۴ گھنٹے کا ہوتا ہے یا جو رات کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے آخرت کی زندگی کا طویل دور مراد ہے۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (۷/۵۴) — بیشک تمہارا پروردگار وُہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔

اور یہ تو واضح ہے۔ زمین اور آسمانوں کی پیدائش سے پہلے موجودہ دن، جو سورج کے وجود سے پیدا ہوتا ہے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

- یوم البعث: بعث سے مراد قبروں سے زندہ ہو کر کسی خاص مقصد کے لیے اٹھ کھڑے ہونا ہے چونکہ آخرت کے اس طویل دَور کا آغاز اسی "بعث" سے ہوگا لہٰذا اسے یوم البعث بھی کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ (۳۰/۵۶) — بیشک تم اللہ کی کتاب کے مطابق یوم البعث تک قبروں میں ٹھہرے رہے۔

۴۔ آدمی (انسان)

کے لیے انس اور اس کے مشتقات مثلاً انسان، انسیًّا۔ ناس، اناسی، وغیرہ کے علاوہ آدم اور بشر کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غریب القرآن میں اِنس کے بہت سے معنی درج ہیں۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ انسان کو انس اس لیے کہتے ہیں کہ وُہ ظاہر ہے اور آنکھوں سے اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے اور دلیل قرآن کریم کی اس آیت سے لاتے ہیں:

اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا (۲۸/۲۹) — میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور اس لحاظ سے انس کی ضد جن ہے۔ جس کے معنی استتار یا پوشیدگی کے ہیں اور آنکھ ان کا ادراک نہیں کرسکتی اور یہ اس لحاظ سے قرین قیاس بھی ہے کہ انہیں دو مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے ثقلان کہا ہے اور ایک دوسرے کے مقابل استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (۵۱/۵۶) — اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

۲۔ ابن عباسؓ سے یُوں روایت ہے کہ انسان کو انسان یا (اِنسیًّا) اس لیے کہا گیا ہے کہ لِاَنَّہٗ عُهِدَ اِلَیْهِ فَنَسِیَ۔ یعنی اس سے ایک عہد کیا گیا تھا جسے وُہ بھول گیا۔ (غ ق) گویا اس لحاظ سے انسان یا اِنسیًّا کا مادہ نسی ہوا۔

۳۔ امام راغبؒ اسے اُنس سے مشتق بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایسی مخلوق جو آپس میں اُنس و موانست اور باہم معاشرتی زندگی

گزارنے کے لیے پیدا کی گئی۔ جو مانوس ہو اور ایک دوسرے سے جان پہچان رکھتی ہو۔ اس لحاظ سے اس کی ضد وحشی ہو گی۔ (مف)

۴۔ اور ابن الفارس نے یہ دونوں چیزیں پیش کر دی ہیں۔ (۱) ظاہر ہونا (۲) ہر وہ شے جو جنگلی اور وحشی طور طریقہ سے مختلف ہو۔ (م۔ل)

اِنس اسم جنس ہے یعنی انس سے مراد ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور تمام بنی نوع انسان بھی۔ یہی کیفیت لفظ انسان کی بھی ہے لیکن یہ لفظ بول کر عموماً تمام بنی نوع انسان ہی مراد لی جاتی ہے۔ اس کا واحد اِنسِیٌّ ہے۔ قرآن میں ہے:

فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا۔	پھر (اے مریم) اگر تجھے کوئی آدمی دیکھ پائے تو کہہ دے کہ میں نے اللہ کے لیے روزہ کی منت مانی تھی۔ سو آج میں کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

اور اس کی جمع ناس، اناس اور اناسی آتی ہے۔

ناس کے لفظ میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ اگر یایھا الناس کہا جائے تو اس سے مراد موجودہ دور یعنی حال اور مستقبل کے سب انسان مخاطب ہوتے ہیں۔

ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ (۲/۲۱)	اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

۱۔ اُناس: انسانوں کے ایسے گروہ کو کہا جاتا ہے جو تقسیم کار یا قبیلہ یا کسی دوسری وجہ سے دوسرے سے مختلف ہو۔ جیسے فرمایا:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (۲/۶۰)	ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ (پینے کی جگہ) پہچان لیا۔

اور أَنَاسِيَّ: انسانوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو کہا جاتا ہے جیسے:

خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا (۲۵/۴۹)	ہم نے چوپائے اور بیشمار انسان پیدا کیے۔

۲۔ آدم: کا مادہ ادم ہے جس کے بنیادی معنی "موافقت اور ملائمت" کے ہیں (م۔ل) اور ادام ہر موافق اور ملائم چیز کو کہتے ہیں (منجد) اور اس پر دلیل حضور اکرمؐ کا وہ ارشاد ہے جو آپؐ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو ایک عورت کو پیغام نکاح کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

لَوْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا۔ (ترمذی، نسائی)	اگر تو اسے (اپنی منگیتر کو) ایک نظر دیکھ لے تو اس سے تمہارے درمیان الفت اور خوشگواری پیدا ہونے کا زیادہ امکان ہے!

اس توجیہ کے علاوہ اور بھی کئی توجیہات بیان کی جاتی ہیں لیکن راجح یہی مذکورہ توجیہ ہے کیونکہ اس کی تائید حدیث سے بھی ہو جاتی ہے۔

آدم: ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ تاہم افرادِ جنس پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے (منجد)

اور جب بنی آدم کہا جائے تو اس سے تمام نوع انسانی مراد ہوتی ہے۔
اور آدم یا بنی آدم کا استعمال جہاں کہیں بھی قرآن کریم میں مذکور ہے وہ انسان کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً آدم کی مٹی سے پیدائش، عہدالست، فرشتوں کا سجدہ کرنا۔ اس کا اشرف المخلوقات ہونا، شیطان کا آدم اور بنی آدم کو گمراہ کرنا اور اس کا خدا سے مکالمہ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ بشر: کے بنیادی معنی کسی چیز کا حسن و جمال کے ساتھ ظہور ہے (م ل) جبکہ اُنس کے معنی محض ظہور کے ہیں۔ اَلْبَشَرَۃُ انسان کی جلد کی اُوپر کی سطح کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (۷۴/۲۹) دوزخ کی آگ جلد کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔

اور اس کی جمع بَشَرٌ اور اَبْشَارٌ آتی ہے اور انسان کو بشر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بمقابلہ دوسرے حیوانات کے اُون، پشم اور بالوں وغیرہ سے بہت حد تک پاک صاف ہوتی اور ظاہر دکھائی دیتی ہے۔ (مف)
بشر کا لفظ واحد، جمع، مذکر، مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ اس کی تثنیہ بَشَرَیْن ہے۔ جیسے فرمایا:

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا (۲۳/۴۷) کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟

اور بشر کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب انسان کے طبعی اور مادی پہلو اس کی جسمانی بناوٹ فطری حوائج اور کمزوریوں کا ذکر کرنا مقصود ہو۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہے۔
اور بشر کے مقابلہ میں مَلَکٌ (بمعنی فرشتہ) کا لفظ ہے جو مادی پہلو، یعنی ظاہری جسم اور فطری حوائج سے یکسر پاک ہوتا ہے۔ کفار کا ہمیشہ یہی اعتراض رہا کہ ہم اپنے ہی جیسے ایک بشر جو ہماری طرح ہی پیدا ہوتا اور مرتا ہے، کھاتا پیتا، بازاروں میں چلتا پھرتا اور اپنی حاجات ہماری طرح ہی پوری کرتا ہے۔ تو اس میں آخر کیا فوقیت ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ ہاں اگر کوئی فرشتہ ہوتا، جو ان حوائج سے پاک ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔ درج ذیل آیات میں خدا تعالیٰ نے اسی اعتراض کا جواب دیا ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَھُمُ الْھُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا۔ (۱۷/۹۴-۹۵)	اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا خدا نے آدمی کو پیغمبر بنا کے بھیجا ہے آپ کہہ دیجیے کہ اگر فرشتے زمین میں آباد ہوتے جو چلتے پھرتے اور آرام کرتے تو ہم ان کے پاس آسمان سے فرشتہ ہی پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

ماحصل: جب انسان کے معاشرتی پہلو کا تذکرہ مقصود ہو تو انس اور اس کے مشتقات اور جب تاریخی پہلو کا ذکر ہو تو آدم اور بنی آدم اور جب اس کے طبعی اور فطری حوائج کا ذکر مقصود ہو تو بشر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ آرام کرنا

کے لیے سَکَنَ، سَبَتَ اور اِرْتَفَقَ (رفق) کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں:

۱۔ سَکَنَ: حرکت اور اضطراب کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں (م ل) اور سکون کا لفظ ظاہری و معنوی دونوں طرح سے مستعمل ہوتا ہے جسمانی تھکاوٹ کے بعد آرام کرنے کے لیے بھی، جیسے فرمایا:

مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ۔ (۲۸/۷۲) — اللہ کے سوا اور کون معبود ہے جو رات لاسکے جس میں تم آرام کرتے ہو۔

اور ذہنی تفکرات سے سکون حاصل کرنے کے لیے بھی۔ جیسے فرمایا:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹/۱۰۳) — اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرو کیونکہ تمہاری دُعا اُن کے لیے موجب تسکین ہے۔

۲۔ سَبَتَ: اس کے بنیادی معنیٰ راحت اور سکون ہے (م ل) یعنی ایسا آرام جس کے بعد راحت بھی حاصل ہو (مف) جیسے فرمایا:

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (۷۸/۹) — اور ہم نے نیند کو تمہارے لیے (موجبِ) آرام بنایا۔

اور طبی تحقیق یہ ہے کہ دن بھر کام کرنے سے جسم کے جو خلیے ختم ہو جاتے ہیں نیند کی حالت میں انکی تلافی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری نیند لینے کے بعد انسان جب بیدار ہوتا ہے تو تازہ دم اور مسرور ہوتا ہے اور یہی سبت کا مفہوم ہے۔

۳۔ اِرْتَفَقَ: اس کا مادہ رفق ہے۔ درشتی اور سختی سے پاک باہم موافقت اور قرب کو رفق کہتے ہیں۔ بعد ازاں جو شے راحت اور موافقت کا سبب بنے اسے رفق کہا جاتا ہے۔ اسی لحاظ سے مِرْفَق کہنی کو کہتے ہیں کہ اس سے ٹیک لگائی جاتی ہے اور انسان آرام محسوس کرتا ہے اور مِرفقہ چھوٹے تکیہ کو کہتے ہیں اور ارتفاق ایسی رفاقت کو کہتے ہیں جو موجبِ راحت اور موافقت ہو۔ اور مُرتفق ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں آرام بھی میسر ہو اور کوئی چیز خلل انداز نہ ہو۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا (۱۸/۲۹) — (وہ جنت کیا ہی) خوب بدلہ ہے اور (کیا) اچھی آرامگاہ ہے۔

ماحصل:
۱۔ سَکَنَ: جسمانی اور ذہنی آرام کے لیے
۲۔ سَبَتَ: آرام اور اس کے بعد راحت کے لیے
۳۔ ارتفق: ایسے آرام کے لیے جس میں کوئی دوسری چیز حائل یا خلل انداز نہ ہو، استعمال ہوتا ہے۔

۶۔ آرزو۔ آرزو کرنا

کے لیے اَمَلَ، اُمْنِيَّة (منی) اور وَدَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَمَلَ (ج آمال) ایسی آرزو اور توقع جس کا پورا ہونا گو متوقع اور منتظر ہوتا ہے تاہم مشکل اور بعید ہوتا ہے چنانچہ ابن فارس نے اس کے معنیٰ اَلتَّثَبُّتُ وَالْاِنْتِظَار درج فرمائے ہیں (م ل) یعنی کسی آرزو کی آس

لگائے رکھنا اور اس کی تکمیل کا منتظر رہنا، زندگی کی بہاریں دیکھنے کا آرزومند رہنا۔ جیسے کسی شاعر نے اپنے دوست سے وفا کی آرزو میں یہ مصرع کہہ دیا جو امل کے مفہوم کی صحیح ترجمانی کرتا ہے ؎

وصل فریب ہے طولِ امل ہے، کچھ بھی نہیں!

ارشادِ باری ہے:

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ۔ (۱۵/۳)	(اے پیغمبرؐ!) اُن کو اُن کے حال پر رہنے دو کہ کھالیں اور فائدے اٹھالیں اور (طول) امل ان کو (دنیا میں) مشغول کیے رہے، عنقریب اُن کو (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

۲۔ اُمْنِيَّة: (ج امانی) ایسی آرزو جس کی کوئی مضبوط بنیاد موجود نہ ہو۔ حسن ظن و تخمین پر کوئی خیال باندھنا پھر اس کی آرزو رکھنا (مف) گویا یہ لفظ باطل اور جھوٹی خواہشات اور توقعات لگانے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (۲/۱۱۱)	اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جائے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطل ہیں۔ (اے پیغمبرؐ!) ان سے کہہ دیجیے، اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

اور بعض علماء نے درج ذیل آیت:

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ۔ (۲/۷۸)	اور ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں کہ اپنے خیالاتِ باطل کے سوا (خدا کی) کتابوں سے واقف ہی نہیں اور وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔

میں امانی سے مراد وہ روایات لی ہیں جو انہوں نے اپنی طرف سے دین میں شامل کر لی تھیں یا تحریف کر لی تھی اور مجاہد نے إِلَّا أَمَانِيَّ کے معنی إِلَّا كَذِبًا یعنی جھوٹ کیا ہے اور بعض نے اَمَانِیّ سے مراد بے سوچے سمجھے تلاوت کرنا مراد لیا ہے۔ (مف) جیسا کہ اس خیال کی تائید بعض دوسری آیات بھی کرتی ہیں اور تمنّی بمعنی جھوٹی بات کرنا تمنی الرجل یعنی اس نے جھوٹ بولا (م۔ق) قرآن میں ہے:

أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنَّىٰ (۵۳/۲۴)	کیا انسان جس چیز کی آرزو کرتا ہے وہ اسے میسر ملتی ہے؟

۳۔ وَدّ: اس کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) کسی چیز سے محبت کرنا (۲) اس کے حصول کی آرزو کرنا۔ پھر یہ لفظ کبھی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے کبھی کسی ایک معنی میں۔ مثلاً درج ذیل آیت:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (۱۵/۲)	کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش وہ مسلمان ہوتے۔

میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور درج ذیل آیت:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے خدا ان کی محبت

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ (۱۹/۹۶) (مخلوقات کے دل میں) ڈال دے گا۔

میں صرف پہلا مفہوم پایا جاتا ہے۔

ماحصل: اَمَل بظاہر غیر متوقع اور دیر سے وقوع پذیر ہونے والی آرزو۔ اُمْنِيَّة ، باطل اور بے بنیاد آرزو کو کہتے ہیں (اور جس آرزو کی بنیاد موجود ہو وہ رجاء ہے۔ "امید لگانا" میں دیکھیے) اور ودّ کسی بھی چیز کی محبت اور آرزو کو کہتے ہیں۔ نیز دیکھیے "خواہش"

۷۔ آڑ

کے لیے برزخ، حجر، حجز اور حد کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ برزخ : دو چیزوں کے درمیان کوئی حائل چیز جبکہ ان دونوں چیزوں کے درمیان کافی وسعت[1] ہو تو یہ حائل چیز برزخ ہے (م۔ ل) جیسے دنیا اور آخرت کے درمیان یا مرنے سے لے کر قیامت تک کا درمیانی وقفہ برزخ کہلاتا ہے۔

لیکن ابن الفارس نے جو کافی وسعت کی قید لگائی ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن کریم اس کی تائید نہیں کرتا ارشادِ باری ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ۔ (۵۵/۲۰) اس نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے۔

البتہ اگر "کافی کھلی جگہ" کے بجائے کافی فرق (خواص وغیرہ کا) ہوتا تو موزوں تر تھا۔

برزخ دراصل دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز ہوتی ہے جو آڑ کا کام بھی دیتی ہے مگر اس تیسری چیز یعنی برزخ میں دونوں چیزوں کے خواص بھی موجود ہوتے ہیں خواہ ایک چیز کے دوسری سے زیادہ ہوں یا برابر۔ عالم برزخ کی بھی یہی صورت ہے کہ مومن کے لیے راحت اور کافر کے لیے عذاب یہیں سے شروع ہو جاتا ہے لیکن یہ اخروی راحت یا عذاب سے کم تر درجہ کا ہوتا ہے۔

اور دو دریاؤں کا درمیانی برزخ یوں ہوتا ہے کہ سمندر میں ایک گرم رَو چل رہی ہے، دوسری سرد ہے تو اس برزخ کا پانی معتدل ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک طرف میٹھا پانی ہو اور دوسری طرف کڑوا اور کھاری تو اس برزخ کا پانی درمیانی کیفیت کا حامل ہوگا اور اس برزخ کی چند مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ جن میں درمیانہ قسم کے خواص موجود ہوتے ہیں، مثلاً جنّت اور دوزخ کے درمیان اعراف کہ یہاں نہ عذاب ہوگا نہ راحت۔ انسان اور حیوان کے درمیان بن مانس، انسان اور مچھلی کے درمیان جل پری، حیوانات اور جمادات کے درمیان مرجان، ٹھوس اور مائع اشیاء کے درمیان پارہ وغیرہ وغیرہ!

۲۔ حجر۔ حجارۃ کا عام معنی پتھر ہے جو سخت اور ٹھوس ہے۔ پھر حجر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سخت بھی ہو اور ایسی آڑ یا روک کا کام دے جو کسی چیز کو دوسری چیزوں سے الگ کر سکے (مع) ابن فارس کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے: المنع والاحاطة على الشيء (م ل) گاؤں کی حفاظت کے لیے

---

[1] اصل الفاظ یہ ہیں: (البرزخ) الحائل بين الشيئين، كان بينهما براز ای متّسعًا۔

گاؤں کے گرد حصار کھینچ لینا، پتھروں سے احاطہ کرنا، کوٹ یا حویلی سے احاطہ کرنا۔ یہ سب کچھ حجر کے مفہوم میں شامل ہے، ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ (۲۵/۲۲)	(۱) جس دن وہ گنہگار فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہگاروں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی اور کہیں گے (خدا کرے) تم روک لیے اور بند کر دیے جاؤ۔ (جالندھری) (۲) روک دی جاوے کوئی آڑ۔ (عثمانی)

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کا لفظ اہل عرب کسی دشمن یا آفت کے نازل ہونے کے وقت مجازاً استعمال کرتے تھے جیسے ہم کہتے ہیں "اس سے خدا کی پناہ" تو سننے والا اس کو عموماً کوئی تکلیف نہ پہنچاتا۔

پھر حجر کا لفظ ایسی عقل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو غلط اور باطل نظریات اور بیہودہ باتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔ گویا ایسی محتاط عقل کو بھی جو اپنا بچاؤ سوچ لے حجر کہتے ہیں ارشادِ باری ہے:

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ (۸۹/۵)	بیشک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں

پھر حجر کا لفظ ممنوع، ناجائز اور حرام چیز کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ (۶/۱۳۸)	اور وہ اپنے خیال سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہے اس کو اس شخص کے سوا جسے ہم چاہتے ہیں کوئی نہ کھائے۔

۳۔ حجز دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز جو دونوں کے درمیان حائل ہو جائے (الحول بین الشیئین۔ م ل) اور حاجز بمعنی اوٹ۔ پردہ۔ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا (۲۷/۶۱)	اور دو دریاؤں کے درمیان اوٹ (کس نے) بنائی؟

پھر حاجز کا لفظ درمیان میں حائل ہو کر کسی ایک چیز کو روک لینے یا دوسری کو بچا لینے کے معنی میں بھی آتا ہے

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ (۶۹/۴۷)	(۱) پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا (جالندھری) (۲) پھر تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس سے بچالے (عثمانی)

۴۔ حَدّ: ہر چیز کی انتہا اور آخری کنارا جو اسے دوسری چیزوں سے الگ کر دے (م ل) گویا اس کے بنیادی معنی میں (۱) روک (۲) کنارا کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ گویا حَدّ کوئی تیسری چیز نہیں ہوتی وہ ایک ہی چیز کا آخری کنارا ہے جو اسے دوسری چیزوں سے ملنے نہیں دیتا (مف) ہمارے ہاں حدود اربعہ کا لفظ عام مستعمل ہے جو اس مفہوم کی وضاحت کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا۔ (۴/۱۴)	اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں (آخری انتہا) سے آگے نکل جائے تو خدا اُسے دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

ماحصل: (۱) بَرْزَخ: دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز جس میں دونوں کم و بیش یا برابر برابر خواص پائے جائیں اور روک کا کام دے (۲) حِجْر: ایسی روک جو کسی چیز کو دوسری چیزوں سے محفوظ رکھے۔

(۳) حِجْر دو چیزوں کے درمیان ایسی روک جو ایک چیز کو دوسری چیز سے محفوظ اور بچائے رکھے۔ (۴) حَدّ : ایک ہی چیز کو آخری انتہا یا آخری کنارا جو اُسے دوسری چیزوں سے ملنے سے روک دے۔ نیز دیکھیے "پردہ" اور "دیوار"

۸—آزاد

کے لیے حُرّ، مُحْصِن اور مُحْصَنَات اور سُدًی کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں

۱۔ حرّ : بمعنی آزاد (ضد عبد یعنی غلام) یعنی ایسا شخص جو کسی کا غلام نہ ہو۔ قرآن میں ہے :

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی۔ (۲/۱۷۸) — آزاد کے بدلے آزاد مارا جائے، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

۲۔ مُحْصِن : حصن کے معنی قلعہ یا پناہ گاہ کے ہیں اور ابن الفارس کے نزدیک اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ حفاظت، احاطہ اور پناہ۔ اور احصان میں بھی بنیادی طور پر انہی باتوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ احصان بھی دو قسم پر ہے ایک یہ کہ آزادی اور اس کا شرف غلامی کے مقابلے میں بذات خود ایک قلعہ کا کام دیتا ہے۔ دوسرے نکاح بھی فحاشی سے بچنے اور عفت و عصمت کو محفوظ رکھنے کے لیے قلعہ کا کام دیتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ محصن یا محصنات اگر عفیف یا عفیفہ کے معنی میں ہو تو ص کو زبر اور زیر دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور اگر محوّمت کے بعد یہ لفظ آئے تو ص پر زبر ہی پڑھا جائے گا اور اس کا معنی صرف شادی شدہ ہو گا (مف) لونڈی اور غلام کے مقابلہ میں آزاد مرد اور عورت اپنی عصمت کی حفاظت کرنے میں بہت حد تک آزاد ہیں۔ ایک تو لونڈی غلام کو کام کاج کے لیے باہر جانا پڑتا ہے اور وہ معاشرہ میں کمتر درجہ رکھنے کے باعث فحاشی کے زیادہ مرتکب یا شکار ہو جاتے تھے۔ دوسرے اس وقت کا یہ دستور بھی تھا کہ مالک محض لالچ کی خاطر اپنی لونڈی سے پیشہ کرواتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مکروہ کاروبار سے بشدت منع فرما دیا۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۴/۳۳) — اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو محض دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

نیز فرمایا :

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (۴/۲۵) — اور جو شخص تم میں سے آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے تو مومن لونڈیوں ہی سے جو تمہارے قبضہ میں آ گئی ہوں نکاح کر لے۔

اس آیت میں محصنٰت کا لفظ آزاد اور کنواری عورتوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ شادی شدہ عورتوں کو اپنی عصمت کی حفاظت کے اور بھی زیادہ مواقع میسر آتے ہیں۔ نکاح کے بعد شہوت کی تسکین اور مرد کی

غیرت عورت کو فحاشی سے بچانے کے لیے مضبوط قلعہ کا کام دیتی ہے۔ درج ذیل آیت میں محصنٰت کا لفظ صرف شادی شدہ عورت کا مفہوم واضح کر رہا ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا — اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ لونڈیاں

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۴/۲۴) — جو تمہارے قبضہ میں آ جائیں۔

گویا اِحْصَان کا لفظ اپنی عصمت و عفت کی حفاظت میں آزاد ہونے کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔

۳۔ سُدًی: سدی الناقۃ بمعنی اونٹنی نے اپنی چال میں فراخ قدم رکھا اور سادی اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو اپنی چال میں کھلے کھلے قدم رکھے (منجد) اور سُدًی بمعنی شتر بے مہار جس پر کوئی پابندی نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (۷۵/۳۶) — کیا انسان خیال کرتا ہے کہ چھوٹا رہے گا بے قید (عثمانی)

ماحصل: (۱) حُرّ: عبد کے مقابلہ میں آزاد — (۳) سُدًی: شتر بے مہار

(۲) مُحْصَن: اپنی عصمت کی حفاظت کرنے میں آزاد

---

۹ آزاد کرنا

کے لیے تحریر، طلاق اور تسریح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ تحریر: اس کا اصل حُرّ ہے اور اس کے مادہ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) آزاد ہونا (۲) عیب نقص سے پاک ہونا (م ل) حُرّ کی ضد "عبد" بمعنی غلام ہے۔ اور حَرَّرَ (تَحْرِيْرًا) کے معنی غلام کو آزاد کرنا۔ گویا یہ لفظ صرف غلام کو آزاد کرنے کے لیے مخصوص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ — اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان

مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ (۴/۹۲) — غلام آزاد کرے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خونبہا بھی دے۔

۲۔ طَلَاق: اس کے مادہ "طلق" میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) تخلیہ (۲) ارسال (م ل)۔ گویا کسی ذی حیات کو، جو اپنے کنٹرول اور نگہداشت میں ہو، اس سے کنٹرول اٹھا لینا اور اپنے ہاں سے روانہ کر دینا اس کا معنی ہے اور اس لفظ کا استعمال بالعموم اپنی بیوی کو نکاح کے بندھن سے آزاد کرنے اور رخصت کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تاہم یہ ضروری نہیں کہ دونوں باتیں ایک ساتھ ہی پائی جائیں۔ ارشادِ باری ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ (۲/۲۲۹) — طلاق دو بار ہے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ ایک یا دو مرتبہ کی طلاق میں تخلیہ تو پایا جاتا ہے لیکن رخصتی نہیں ہے۔ اسی طرح قیدی کو آزاد کرنے کے لیے بھی طلاق کا لفظ استعمال ہوتا ہے (گو قرآن کریم میں اس کی مثال موجود نہیں) تو یہاں بھی تخلیہ یا اپنے حق سے دستبرداری کی شرط موجود ہے لیکن ارسال کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ شرط۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق میں اصل شرط تخلیہ کی ہے۔ اور ارسال کی شرط بعض اوقات

جیسے تیسری مرتبہ کی طلاق میں یہ شرط لازمی ہے اور بعض اوقات معدوم ہوتی ہے جیسے پہلی یا دوسری بار کی طلاق میں۔

۳۔ تسریح : سرح سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں مویشی کا چرنے کے لیے لے جانا اور اَسْرَحَ بمعنی اونٹ یا مویشیوں کو چرنے کے لیے بھیجنا (منجد) بعد میں اس کا اطلاق مویشیوں کو چراگاہوں میں کھلا چھوڑ دینے پر ہونے لگا (م ل) چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ۔ (۱۶/۶) — اور شام کو جب ان مویشیوں کو (جنگل سے) لاتے ہو اور صبح کو جب (جنگل) چرانے لے جاتے ہو تو ان سے تمہاری عزت وشان ہے۔

گویا تسریح کا بنیادی معنی رخصت میں سہولت کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے اور اس میں بندھن کی گرفت ایسی مضبوط نہیں ہوتی جیسی طلاق کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔ نیز تسریح کا لفظ عام ہے جبکہ طلاق کا لفظ قریباً عورت ہی سے مختص ہو کر رہ گیا ہے۔ البتہ یہ تسریح اگر عورت سے متعلق ہو (تسریح المراۃ) تو پھر اس کے معنی عورت کو طلاق دے کر رخصت میں آسانی ملحوظ رکھنا (م ل) ہوں گے۔ ارشاد باری ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ (۲/۲۲۹) — طلاق (صرف) دو بار ہے۔ پھر یا تو بطریق حسنہ نکاح میں رہنے دیا جائے یا انہیں بھلائی سے رخصت کر دیا جائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۳۳/۲۸) — اے نبیؐ! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں!

ماحصل (۱) تحریر کا لفظ صرف غلام کو آزاد کرنے کے لیے مخصوص ہے۔

(۲) الطلاق اور تسریح دونوں لفظ عورت کی جدائی یا عام مفہوم میں "طلاق" کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ الطلاق میں تخلیہ ضروری اور ارسال جزوی شرط ہے جبکہ تسریح میں لازمی جز ارسال ہے اور وہ بھی آسانی وسہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

۱۰۔ آزمائش کرنا

کے لیے اِمْتَحَنَ (محن) بلی اور ابتلی (بلو) اور فَتَنَ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ اِمْتَحَنَ : امتحان ایسی آزمائش کو کہتے ہیں جو سختی کے بجائے نرمی سے کی جائے اور اس میں کشائش کا پہلو بھی شامل ہو (م ل) اور بسا اوقات اس آزمائش سے پیشتر امتحان دہندہ کو زیر تعلیم و تربیت بھی رکھا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ — اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں

الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ (۶۰/۱۰)

وطن چھوڑ کر آئیں تو اُن کی آزمائش کر لو۔ (اور) خدا تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ سو اگر تمہیں معلوم ہو کہ مومن ہیں تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجو۔

۲۔ بَلٰی (یَبْلُو۔ بَلَاءً) بلاء ایسی آزمائش ہے جس میں سختی اور شدّت پائی جائے صاحب منتہی الارب اس کے معنی "سختی و در یافتن چیزے وکشف آں" بتلاتے ہیں (م ا) اور یہ آزمائش خیر و شر دونوں صورتوں میں ہو سکتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۷/۱۶۸)

اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں طرح) سے ان کی آزمائش کرتے رہے تاکہ وُہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔

تاہم آزمائش چونکہ عموماً تکلیف دہ ہوتی ہے اس لیے شر کے پہلو میں استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (۲/۱۵۵)

اور ہم کسی قدر خوف، بھوک اور مال، جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے اور صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔

اور ابتلیٰ کے معنی کسی چیز کو اُلٹ پلٹ کرنا یا حالات کو دگرگوں کرکے جانچنا ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ (۷۶/۲)

ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا جسے ہم اُلٹتے پلٹتے رہے۔

پھر ابتلاء عموماً کسی اتفاقی حادثہ سے ہوتا ہے۔ ایسے واقعہ سے جسے دوسرے لوگ بھی دیکھ سکیں (مف) دیکھیے درج ذیل آیت:

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ (۲/۱۲۴)

اور جب حضرت ابراہیمؑ کی اس کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمائش کی تو وُہ اُن میں پورے اترے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ باتیں ترک وطن، اولاد کو بے آب وگیاہ میدان میں بے آسرا چھوڑ دینا، بیٹے کی قربانی پر تیار ہو جانا، یا آگ میں داخل ہو جانا وغیرہ تھے۔ جنھیں دوسرے سب لوگ دیکھ سکتے تھے۔

۳۔ فَتَنَ: ابتلاء کی طرح اس آزمائش میں بھی سختی پائی جاتی ہے۔ فَتَنَ کے معنی سونا چاندی کو کٹھالی میں ڈال کر تپانا گلانا اور کھوٹ معلوم کرنا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱/۱۳)

وہ اس دن آگ پر تپائے جائیں گے۔

اور فتنة کا لفظ اکثر بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ فتنہ کے معنی آزمائش، دکھ، رنج، رسوائی، دیوانگی، عبرت، عذاب، مرض ہیں (منجد) اسی طرح فتّان کے معنی شر انگیز انسان، چور، شیطان ہیں۔ (منجد) جبکہ ابتلاء میں انسان کی آزمائش ذاتی برائی اور خباثت کے سبب سے نہیں آتی۔ دورِ ابتلاء اور دورِ فتن میں جو فرق ہے وُہ بالکل واضح ہے۔ ابتلاء میں بُرا پہلو عموماً قدرتی حوادث سے متعلق ہوتا ہے

جبکہ فتنہ میں بُرا پہلو بسا اوقات انسان کا اپنا پیدا کردہ ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (۸/۷۳) — مسلمانو! اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ بپا ہو جائیگا اور بڑا فساد مچے گا۔

ابتلاء اور فتنہ میں مابہ الامتیاز فرق یہ ہے کہ فتنہ میں عام طور پر آزمائش ایسی چیزوں سے ہوتی ہے جن سے انسان محبت کرتا ہے اور ان سے اس کا دلی لگاؤ ہوتا ہے۔ (م ل) چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (۸/۲۸) — اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور اولاد بہت بڑی آزمائش ہیں۔

اسی پر قوی دلیل ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہاروت اور ماروت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (۲/۱۰۲) — وہ دونوں اس وقت تک کسی کو جادو نہ سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعۂ) آزمائش ہیں۔ تم کفر میں نہ پڑو۔

اور یہ کفر جادو کی طلب تھی۔ جس کی ہوس میں وُہ لوگ گرفتار تھے۔ اسی ہوس کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا۔

ماحصل: (۱) امتحان: اس آزمائش میں سختی کے بجائے نرمی ہوتی ہے اور اس میں سابقہ تعلیم و تربیت کی آزمائش ہوتی ہے۔

(۲) بلاء اور ابتلاء: یہ آزمائش سخت قسم کی ہوتی ہے اور بالعموم ایسے واقعات سے ہوتی جسے دوسرے بھی دیکھ سکیں یعنی حوادث سے ہوتی ہے۔

(۳) فتنہ: بذاتِ خود سخت مگر دلکشی سے ہوتی ہے۔ یعنی بالعموم ایسی چیزوں سے ہوتی ہے جن سے انسان کا دلی لگاؤ ہو۔ دوسرے تو کیا بسا اوقات خود مفتون کو بھی اس آزمائش کا پتہ نہیں چلتا کہ وُہ اس میں مبتلا ہے۔

۱۱۔ آسان

کے لیے یسیر (یسر) اور ھیّن (ھون) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ یسیر: اس کے مادہ یُسر میں اِنفتاح اور خفیف ہونا داخل ہے (م ل) اور یسیر وُہ کام ہے جو آسانی اور سہولت کے ساتھ سرانجام پا جائے (ضد: عسیر)

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (۴/۳۰) — اور جو تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا۔ ہم اُس کو عنقریب جہنم میں داخل کریں گے اور یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے۔

۲۔ ھیّن: اس کا مادہ ھون ہے۔ جس میں آسانی کے علاوہ نرمی کا پہلو بھی شامل ہے (م ل) بشرطیکہ اس نرمی میں سُبکی نہ ہو۔ بلکہ نرمی کے ساتھ ساتھ سکینت اور وقار شامل ہو اور یہ صفت قابلِ ستائش ہے، ارشادِ باری ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۲۵/۶۳) — اور خدا کے بندے تو وُہ ہیں جو زمین پر متواضع ہو کر چلتے ہیں۔

اور اگر یہ نرمی کسی کو کمتر کر دے تو یہ ذلت اور رسوائی کی بات ہوتی ہے اور یہ مذموم فعل ہے اور اس کے لیے ھُون کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (۹۳/۶) سو آج تم کو ذلت کا عذاب ہے۔

لہٰذا ھَیّنٌ ایسا کام ہے جو کرنے والے کی طاقت اور قدرت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہو۔ کیونکہ اس کے مادہ کے مفہوم میں فروتنی کے ساتھ ساتھ کمتری و ذلت کا پہلو بھی شامل ہے۔ (بالکل معمولی اور حقیر بات)

سورۂ مریم میں ہے کہ جب فرشتے نے حضرت مریم کو بن باپ بیٹے کی پیدائش کی اطلاع دی۔ تو وُہ حیران ہو کر بولیں:

اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۔ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ (۱۹/۲۰، ۲۱) یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہو جبکہ مجھے کسی آدمی نے چھوا ہے اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ فرشتے نے کہا۔ یونہی ہوگا۔ تمہارے پروردگار نے فرمایا: یہ چیز میرے لیے بہت آسان ہے۔

ماحصل: (۱) یسیر: بات یا کام جو فاعل سے بسہولت سرانجام پائے۔ (۲) ھَیّنٌ: وُہ بات یا کام جو فاعل کی قوت و قدرت کے مقابلہ میں بہت کم درجہ کا ہو۔

۱۲۔ آسمان

کے لیے سَمَاء (سمو) اور فلک کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ سماء۔ سمو اور سماء کے بنیادی معنی بلندی کے ہیں۔ لیکن اس بلندی کی کوئی حد نہیں۔ صاحب فقہ اللغۃ نے سماء کی تعریف ہی یہ کی ہے: ہر وُہ چیز جو ہمارے اوپر اور ہم پر سایہ فگن ہو (ف ل ۱۶) سماء ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (۲۲/۲) اور اس (اللہ) نے آسمان سے پانی اتارا (مینہ برسایا)

یہاں سماء سے مراد بادل ہیں جو سطح زمین سے عموماً میل ڈیڑھ میل کی بلندی پر اڑتے پھرتے ہیں۔ اس معمولی سی بلندی کے لیے بھی سماء کا لفظ استعمال ہوا ہے اور درج ذیل آیت میں:

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ (۳۷/۶) بیشک ہم نے آسمان دُنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔

اتنی زیادہ بلندی مراد ہے جتنی دوری پر ستارے چمکتے ہیں خواہ وہ لاکھوں میلوں کی بلندی پر ہوں جیسے چاند یا کروڑوں میلوں پر جیسے سورج یا ارب ہا میل کی بلندی جیسے العقرب وغیرہ۔

سماء کا لفظ اسمائے نسبیہ میں سے ہے اور اس کی ضد "ارض" ہے۔ یعنی ہر چیز اپنے ماتحت کے لحاظ سماء اور وُہی چیز اپنے مافوق کے لحاظ سے ارض بھی ہے (مف) گویا ایک ہی چیز اپنے ماتحت کے لحاظ سے سماء ہے اور وہی اپنے مافوق کے لحاظ سے ارض ہے۔ چنانچہ:

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۶۵/۱۲)	خدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان اور ویسی ہی زمینیں پیدا کیں۔

اس آیت میں یہی معنی پائے جاتے ہیں۔

پھر جس طرح سماء، بلندی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے "ارض" بھی پستی کے معنوں میں آتا ہے۔ مثلاً:

لَوْشِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ۔ (۷/۱۷۶)	اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس کے (درجے) بلند کر دیتے۔ مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا۔ اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔

۲۔ فلك، کا معنی عموماً آسمان ہی کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقتاً فضا میں سیاروں کے مدار یا اجرام فلکی کے گھومنے کے راستوں کو فلك کہتے ہیں (م ر م ل بعث)

ارشاد باری ہے:

هُوَالَّذِىْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ (۲۱/۳۳)	اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو بنایا۔ یہ سب (یعنی سورج، چاند اور سیارے) آسمان میں اس طرح چلتے ہیں گویا) تیر رہے ہیں۔

اور ان راستوں کو فلك کہنے کی توجیہ یہ ہے کہ سیارے فضا میں پورے دائرہ کی شکل میں نہیں گھومتے بلکہ بعض قوانین حرکت کے تحت بیضوی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ پھر ان کے کشتی نما ہونے کی وجہ سے انہیں فلك کہا گیا ہے۔ ایسی کشتی کو عربی میں فُلك کہتے ہیں۔

ماحصل: (۱) سماء سے مراد محض بلندی بھی ہے اور وہ مخصوص اجسام بھی جن کا قرآن و احادیث میں ذکر ہے (۲) فلك: فلک سے مراد سیاروں کے مدار ہیں۔

۱۳۔ آسیب زدہ کرنا

کے لیے قرآن میں تَخَبَّطَ اور اِعْتَرٰى (عری) کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ تَخَبَّطَ: خبط بمعنی کسی کو مار مار کر بدحواس کر دینا (مف) اور مخبوط بمعنی فاتر العقل۔ یعنی ایسا شخص جس کی عقل ٹھیک کام نہ کرتی ہو۔ اہل عرب کے خیال کے مطابق یہ کام جنوں اور شیطانوں سے متعلق تھا۔ جیسے کہ وہ دیوانہ کو بھی مجنون کہتے تھے۔ یعنی جس کو جن پڑ گئے ہوں اور اس نے اسے دیوانہ بنا دیا ہو۔ مجنون اور مخبوط میں فرق صرف یہ تھا کہ جو شخص فتورِ عقل کے عارضہ سے بیمار ہوتا اسے مجنون کہہ دیتے تھے اور جسے وقتی اور عارضی طور پر یہ مرض لاحق ہوتا اُسے مخبوط کہتے تھے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (۲/۲۷۵)	جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قبروں سے) اس طرح (بدحواس ہو کر) اٹھیں گے۔ جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

۲- اعترٰی: (عری - عرو) بمعنی ننگا ہونا اور اَعْرٰی بمعنی کسی کے کپڑے اتار کر اسے ننگا کر دینا اور اعرٰی فلانا صدیقہ بمعنی کسی شخص کا اپنے دوست کی مدد نہ کرنا اور اسے چھوڑ کر دور ہو جانا اور عُرِیَ بمعنی بخار کی سردی لگنا اور خوف سے کپکپانا اور عُرَوَاء بمعنی بخار کی سردی (منجد) اور اعترٰی بمعنی کسی کو اس قسم کے عارضہ سے دوچار کر دینا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ (۱۱/۵۴) (قوم ہود نے کہا) ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچا (کر دیوانہ کر) دیا ہے۔

ماحصل: عارضہ اگر عقل سے تعلق رکھتا ہو تو تخبّط اور اگر جسم سے متعلق ہو تو اعترٰی کا لفظ استعمال ہوگا۔

۱۴- آگ

آگ کے لیے قرآن کریم میں نار اور لظٰی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

نار: کا لفظ عام ہے۔ آگ چاہے بھڑک رہی ہو، تیزی میں ہو یا بجھنے والی ہو، اس میں شعلہ ہو یا نہ ہو سب پر لفظ نار کا اطلاق ہوتا ہے جبکہ لظٰی ایسی شدید گرم اور بھڑکنے والی آگ کو کہتے ہیں۔ جس میں شعلہ نہ ہو (الخالص من اللهب ف ل ۵۶) قرآن میں ہے:

كَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى ـ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى (۷۰/۱۵) وہ (دوزخ) بھڑکتی ہوئی آگ ہے، کھال ادھیڑ دینے والی

۱۵- آگ کا انگارہ

کے لیے شِهَاب، جِذْوَة اور قَبَس کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- شِهَاب: ایسے انگارہ کو کہتے ہیں جس میں چمک اور شعلہ موجود ہو، خواہ وہ آگ کا ہو یا فضا میں پایا جائے (مف) اور اس کی جمع شُهُب آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ـ (۷۲/۸) (جنوں نے کہا) اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔

۲- جِذْوَة: ایسا انگارہ جس میں چمک ختم ہو چکی ہو اور اوپر راکھ آگئی ہو۔ (مف) قرآن میں ہے:

اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ (۲۸/۲۹) مجھے آگ نظر آئی ہے۔ شاید میں وہاں سے (رستے کا) کچھ پتہ لاؤں یا آگ کا انگارا لے آؤں۔

۳- قَبَس: مانگا ہوا آگ کا انگارہ یا شعلہ۔ تفصیل آگ جلانا میں دیکھیے۔

ماحصل: (۱) شِهاب: شعلہ والا چمکتا ہوا انگارہ (۲) جذوۃ: ایسا انگارہ جس پر راکھ آ رہی ہو اور چمک ختم ہو گئی ہو۔ (۳) قبس: مانگا ہوا آگ کا انگارہ یا شعلہ۔

۱۶۔ آگ کا جلنا۔ جلانا

کے لیے قرآن کریم میں قَدَحَ، اَوْرٰی (وری)، اِسْتَوْقَدَ اور اَوْقَدَ، قَبَس، سَعَّرَ (سعر) سُجِّرَ اور تَلَظّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَدَحَ بالزند بمعنی چقماق سے آگ نکالنے کا ارادہ کرنا (منجد) گویا قَدَحَ کا لفظ صرف آگ نکالنے کی کوشش اور ارادہ تک محدود ہے۔

۲۔ اوری (وری) وری الزند محاورہ ہے یعنی چقماق سے آگ کا شعلہ نکالنا (مف) اور وَرٰی یَرِیْ کے معنی آگ کا شعلہ برآمد ہونا (ف ل ۲۸۸) چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت :

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا (۱۰۰/۲) پھر (ان گھوڑوں کی قسم) جو پتھر پر نعل مار کر آگ نکالتے ہیں

میں قدح سے مراد پتھر پر نعل مارنا (کہ اس سے شعلہ پیدا ہو) اور (آری سے مراد شعلہ پیدا ہونا ہے۔ بعد ازاں لفظ اوری آگ جلانے کے معنوں میں عام استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ نباتاتی ایندھن سے ہو یا کسی دوسری چیز سے۔ قرآن میں ہے :

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ۔ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ۔ (۵۶/۷۱-۷۲) بھلا دیکھو جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں؟

۳۔ اَوْقَدَ : وقد بمعنی آگ کا بھڑک اٹھنا (منجد) ابن فارس نے اس کے معنی کلمۃ تدل علی اشتعال النار بیان کیے ہیں (م ل)

اور اَوْقَدَ : آگ جلانے کے معنی میں آتا ہے جبکہ اس میں شعلے پیدا ہونے لگیں۔ جیسے :

فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا (۲۸/۳۸) (فرعون نے کہا) اے ہامان! میرے لیے گارے کو آگ لگا (کر اینٹیں پکا) دو پھر ایک اونچا محل بنا دو۔

اَوْقَدَ : کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے :

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (۵/۶۴) جب کبھی یہ (یہود) لڑائی کے لیے آگ لگاتے ہیں تو خدا اُسے بجھا دیتا ہے۔

اور اِسْتَوْقَدَ کے معنی ایندھن وغیرہ اکٹھا کر کے بہ تکلف آگ یا چراغ روشن کرنے کے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے :

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ (۲/۱۷) ان (منافقین) کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے (شب تاریک میں) آگ جلائی۔ جب آگ نے ارد گرد کی چیزیں روشن کیں تو اللہ نے ان لوگوں کی روشنی زائل کر دی۔

۴۔ قَبَس : بمعنی آگ کی چنگاری جو شعلہ سے لی جائے (مف) اور بمعنی آگ کو بصورت شعلہ لینا اور قَبَس بمعنی آگ کا

وہ شعلہ جو بڑی آگ سے لیا جائے۔
اور قَابِس بمعنی آگ کا طالب اور قَبَسَهُ النَّارَ بمعنی کسی کے واسطے آگ لانا اور اَقْبَسَ فُلَانًا بمعنی کسی کو آگ دینا (منجد) ارشاد باری ہے:

اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًی۔ (۲۰/۱۰) — میں نے آگ دیکھی ہے شاید اس میں سے تمہارے پاس انگاری لاؤں یا آگ جلانے والوں سے رستہ معلوم کر سکوں۔

اس آیت میں قبس کا لفظ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ" کے عوض آیا ہے اور مانگی ہوئی آگ کے لیے بھی۔
پھر قَبَسَ کا لفظ آگ کے علاوہ آگ سے آگ جلانے، بڑی روشنی سے روشنی حاصل کرنے اور بڑے علم والے سے علم حاصل کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ قَبَسَ الْعِلْمَ بمعنی علم حاصل کرنا۔ علم سے فائدہ اٹھانا اور اقتبس منه النار والنور والعلم بمعنی کسی سے آگ، روشنی یا علم حاصل کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (۵۷/۱۳) — اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے ہماری طرف نظر شفقت کیجیے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔

اور ہمارے ہاں جو اقتباس کا لفظ مستعمل ہے تو اس کا معنی کسی کی علمی تحریر یا کتاب سے کوئی حصہ یا ٹکڑا لینا اور اس کو پیش کرنا ہے۔

۵۔ سعر۔ سَعَرَ کا معنی آگ کا جلنا بھڑکنا اور بلند ہونا ہے۔ (م ل) گویا یہ وَقَدَ سے اگلا درجہ ہے اور سَعَّرَ بمعنی آگ کو خوب بھڑکانا (منجد) اور سعیر بمعنی بھڑکتی ہوئی آگ۔ قرآن کریم میں ہے:

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ (۸۱/۱۲) — اور جب دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

۶۔ سَجَرَ، سَجَرَ میں کسی چیز کے بھرے ہوئے ہونے اور اس میں مخالطت یا تلاطم کا مفہوم پایا جاتا ہے (م ل) سَجَرَ التَّنُّوْرَ کے معنی تنور کو ایندھن سے بھر کر گرم کرنا (منجد) تاکہ آگ پوری شدت سے بھڑک سکے۔ نیز سَجر (مع) بادل کی گرج اور رعد کی آواز کو بھی کہتے ہیں (منجد) قرآن کریم کے الفاظ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ (۵۲/۶) سے مراد ہے کہ سمندر بھرا ہوا بھی ہو اور جوشِ تلاطم سے ابل بھی رہا ہو اور سَجُوْر اس ایندھن کو کہتے ہیں جس سے تنور گرم کیا جائے (منجد) گویا ہر وہ چیز جو آگ میں شدت پیدا کرنے کے لیے تنور میں جھونک دی جائے وہ سَجُوْر ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

فِی الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ يُسْجَرُوْنَ۔ (۴۰/۷۲) — یہ (کافر لوگ) پہلے کھولتے پانی میں پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

۷۔ تَلَظّٰی، لَظٰی میں ایسی آگ جو بھڑک رہی ہو مگر اس میں شعلہ نہ ہو (ف ل ۵۶) اور لَظَّی النَّارَ بمعنی آگ بھڑکانا اور تَلَظّٰی بمعنی آگ کا بھڑک اٹھنا۔ قرآن میں ہے:

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی (۹۲/۱۴) — پھر میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا۔

ماحصل: (۱) قَدَحَ: آگ نکالنے کی ابتدائی کوشش (۲) اوریٰ: شعلہ پیدا کرنا

(۳) اَوْقَدَ : ایندھن سے آگ جلانا۔
(۴) قَبَسَ : آگ سے آگ جلانا۔
(۵) سَعَّرَ : آگ کا بھڑکانا
(۶) سَجَّرَ : اس بھڑک میں شدت پیدا کرنا
(۷) تَلَظّٰی : جب آگ میں بھڑک ہی بھڑک ہو شعلہ نہ ہو۔

۱۷۔ آگ کا دوسری چیزوں کو جلانا

۱۔ لَوَّحَ، لَفَحَ، شَوٰی صَھَرَ، نَضِجَ، حَرَقَ اور اِحْتَرَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَوَّحَ : لاح سے مراد فقط جلد کی سیاہی مائل رنگت کی تبدیلی ہوتا ہے۔ خواہ یہ آگ سے ہو یا حرارت سے، دھوپ سے ہو یا پیاس یا سفر سے (منجد) یعنی آگ یا حرارت کا کسی کو چھونا کہ اس سے رنگت سیاہی مائل ہو جائے اور لَوَّحَ کے معنی آگ سے کسی چیز کو گرم کرنا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (۲۹/۷۴) (دوزخ کی آگ) جلد کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔

۲۔ لَفَحَ : کے معنی آگ یا بادِ سموم کا چہرے یا جلد کو جھلس دینا (مف۔ منجد) ہے۔ جس سے حلیہ بگڑ جائے گویا یہ دُوسرا درجہ ہوا؟ قرآن میں ہے:

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ (۱۰۴/۲۳) جہنم کی آگ ان کے چہرے جھلس دے گی اور وہ اس میں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔

۳۔ شَوٰی (یشوی) : آگ میں (گوشت کو) بھُوننا اور بھُنے ہوئے گوشت کو شواء کہتے ہیں (منجد) (یہ تیسرا درجہ ہوا) قرآن میں ہے:

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ (۲۹/۱۸) اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا اور چہروں کو بھُون ڈالے گا۔

۴۔ صَھَرَ : الصّھر بمعنی چربی وغیرہ کو گرم کر کے پگھلانا اور صھارۃ بمعنی پگھلائی ہوئی چیز۔ چربی کا ٹکڑا، ہڈی کا گودا اور صَھُوْر بمعنی پگھلانے والا۔ گوشت بھوننے والا (مف منجد) گویا صھر میں اتنی حرارت درکار ہے کہ جو پگھلنے والی اشیاء۔ بالخصوص چربی کے پگھلانے کے لیے اور گوشت کے گلنے کے لیے درکار ہوتی ہے ارشادِ باری ہے:

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (۲۰/۲۲) اور ان کے سروں پر اوپر سے جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔

۵۔ نَضِجَ : شدتِ حرارت سے گوشت کا گل جانا (مف) اس طرح کہ اس کے اجزاء الگ ہونے لگیں۔ (یہ چوتھا درجہ ہوا) قرآن میں ہے:

سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا (۴/۵۶) — ہم عنقریب انہیں آگ میں داخل کریں گے۔ جب ان کی کھالیں گل اور جل جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے۔

۶۔ حَرَقَ، حَرَّقَ اور حَرَقَ (بالنار) آگ کا جلاڈالنا اور احترق بمعنی اس چیز کا جل کر راکھ ہو جانا ہے (مف) (یہ گویا آخری درجہ ہوا)

قرآن میں ہے:

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِينَ۔ (۲۱/۶۸) — (تب وُہ مشرک) کہنے لگے۔ اگر تمہیں (ابراہیمؑ سے اپنے معبودوں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو ابراہیمؑ کو جلاڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ — تو (ناگہاں) اس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولا چلے اور وُہ جل (کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے۔

۱۸۔ آگ کا بُجھنا اور بُجھانا

کے لیے خَمَدَ اور خَبَا (خبو) اور طَفَأَ (طفا) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَمَدَ : آگ کے مدہم پڑجانے کو کہتے ہیں جس سے شعلہ ختم ہو چکا ہو مگر انگارہ نہ بجھا ہو۔ اور خَمِدَتِ الْحُمّٰى کے معنی بخار کا زور ٹوٹ جانا اور خُمُوْد کوئلہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور بطور کنایۃ موت کے معنی میں بھی (مف۔م۔ق) ارشاد باری ہے:

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خٰمِدُونَ (۳۶/۲۹) — تو وُہ صرف ایک چنگھاڑ تھی سو وُہ (اس سے) ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔ (یا مر گئے)۔

۲۔ خَبَا بمعنی آگ کا شعلہ افسردہ ہو جانا اور کوئلہ یا انگارہ پر راکھ کا پردہ چڑھ جانا۔ (مف) ارشاد باری ہے:

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيرًا (۱۷/۹۷) — جب اُس کی آگ بجھنے کو ہو گی تو ہم اس کو اور بھڑکا دیں گے

۳۔ أَطْفَأَ۔ طَفَأَ بمعنی آگ کا بالکل بجھ جانا، سرد پڑ جانا اور أَطْفَأَ بھی آگ کو بجھا دینا۔ پھونک مار کر چراغ کو گل کر دینا (مف منجد) پھر اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ جیسے أَطْفَأَ الْفِتْنَةَ أَوِ الْحَرْبَ۔ بمعنی فتنہ کو یا لڑائی کو بجھا دیا۔ ٹھنڈا کر دیا (منجد) ارشادِ باری ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ (۶۱/۸) — کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے پھونک مار کر بجھا دیں۔

ماحصل: (۱) خَمَدَ: آگ کا شعلہ ختم ہونا (۲) خَبَا: شعلہ کا ختم ہونا اور انگارہ پر راکھ کا پردہ آجانا۔ یہ درمیانی صورت ہے

(۲) طَفَا: آگ کا بالکل بجھ جانا۔

۱۹ آگاہ ہونا

کے لیے شَعَرَ، ظَهَرَ، عَثَرَ، عَلِمَ، خَبُرَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ شَعَرَ: شَعْر بال کو کہتے ہیں لہٰذا شَعَرَ کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کرنا ہے (مف) کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھ لینا یا حالات و واقعات سے نتیجہ اخذ کرنا اور معاملہ کی تہ تک پہنچ جانے کو شَعَر کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ — دیکھو تو منافقین بلاشبہ خود مفسد ہیں لیکن انہیں سمجھ نہیں آتی۔

۲۔ ظَهَرَ: اس کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) قُوَّة (۲) عیاں ہونا (م ل) یہاں دوسرے مفہوم سے تعلق ہے جس کی ضد بطن ہے تو ظَهَرَ سے مراد ایسا علم ہے جو بالکل ظاہری حالات و واقعات سے حاصل ہو۔ قرآن میں ہے:

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (۲۴/۳۱) — یا ایسے لڑکوں سے (عورتوں کو پردہ کی ضرورت نہیں) جو ابھی عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوئے ہوں۔

۳۔ عَثَرَ: ایسی بات کی واقفیت جو بغیر ارادہ کے باتوں باتوں میں حاصل ہو جائے (مف) ارشاد باری ہے:

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا۔ (۵/۱۰۷) — پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے (جھوٹ بول کر) گناہ حاصل کیا ہے۔

۴۔ عَلِمَ: کسی چیز کی حقیقت کے متعلق واقفیت اگر یقین کی حد تک پہنچ جائے تو یہ واقفیت علم کہلائے گی اور اس کی ضد جَهْل ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ (۲/۱۰۲) — اور وہ جان گئے تھے کہ جو شخص ایسی چیزیں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا۔ اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

۵۔ خَبُرَ: کسی چیز کی حقیقت و ماہیت سے واقف اور باخبر ہونا اور اس کے دوسرے معنی خبر الشیٔ: کسی چیز کو تجربہ سے جان لینا۔ تجربہ کرنا۔ آزمانا (منجد) ان سے واضح ہے کہ علم کے مقابلہ میں خبر میں واقفیت واضح تر ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۵۹/۱۸) — بیشک خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

ماحصل: (۱) شعر، کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھنے پر (۲) ظَهَرَ، ظاہری واقعات و حالات سے واقفیت بہم پہنچنے پر (۳) عَثَرَ، باتوں باتوں میں کسی چیز کا پتہ چل جانے پر (۴) عَلِمَ، کسی چیز کی حقیقت کے متعلق یقین حاصل ہونے پر

(۵) خَبَّرَ : جب علم کے ساتھ اس کی جانچ بھی ہو چکی ہو۔ تب استعمال ہوتا ہے۔

۲۰۔ آگاہ کرنا (بتلانا)

یہ لفظ آگاہ ہونا سے متعدی ہے۔ لہٰذا شَعَرَ سے اَشْعَرَ، ظَهَرَ سے اَظْهَرَ اور عَلِمَ سے عَلَّمَ کے الفاظ آتے ہیں۔ پہلے ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ اَشْعَرَ:

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا۔ (۱۸/۱۹)

(اصحاب کہف طویل مدت کے بعد بیدار ہوئے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے) کہ اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دیکر شہر بھیجو وُہ دیکھے کہ نفیس کھانا کونسا ہے تو اس میں سے کھانا لے آئے اور (قول و فعل میں) نرمی اختیار کرے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتلائے (تمہارے حال سے کسی کو آگاہ نہ ہونے دے)

۲۔ اَظْهَرَ:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا (۷۲/۲۶)

(وہی اللہ) غیب (کی باتوں کو) جاننے والا ہے اور پھر اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔

۳۔ عَلَّمَ:

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ (۴۹/۱۶)

اے پیغمبرؐ! آپ ان سے کہہ دیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتلاتے ہو۔

ان کے علاوہ اس مفہوم میں اَدْرٰى، حَدَّثَ، عَرَّفَ اور اَطْلَعَ، اَنْبَاَ یا نَبَّاَ (نبی) اور دَلَّ کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

۴۔ اَدْرٰى (د ر ی) بمعنی کسی حیلہ یا تدبیر یا کسی اور چیز کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم حاصل ہونا (مف) دری سے مصدر درایۃ ہے جو بکثرت مستعمل ہے۔ اَدْرٰى اس سے فعل متعدی ہے اس پر ہمیشہ مَا، یا اِنْ نافیہ، یا مَا استفہامیہ داخل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ (۱۰۱/۱۰-۱۱)

اور تم کیا سمجھے کہ وُہ کیا چیز ہے؟ (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔

مزید مثالیں "جاننا" میں دیکھیے)

۵۔ حَدَّثَ: حَدَثَ بمعنی کسی امر کا وقوع پذیر ہونا۔ نیا ہونا یا نئی چیز یا بات کا پیدا ہونا ہے (منجد) اور ابن الفارس کے مطابق كَوْنُ الشَّيْءِ لَمْ يَكُنْ۔ پس ایسی چیز کا پیدا ہونا یا وجود میں آنا جو پہلے نہ تھی (م ل) اور حَدَّثَ کے معنی کسی کو ایسی بات بتلانا جو وُہ پہلے نہ جانتا ہو یا کم از کم بتلانے والا ایسا ہی گمان کرتا ہو۔

ارشاد باری ہے:

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ (۲/۷۶)

اور یہ (یہود) جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جس وقت علیحدگی میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں جو بات خدا نے تم پر ظاہر فرمائی ہے وہ تم ان کو اس لیے بتلاتے ہو کہ (قیامت کے دن) اس کے حوالے سے تمہارے پروردگار کے سامنے تم پر الزام دیں۔

۶- عَرَّفَ: عَرَفَ کے معنی کسی چیز کے علامات و آثار پر غور و فکر کر کے اس کا ادراک کر لینا یا پہچاننا ہیں (مف) اور ظاہر ہے کہ پہچاننے میں انسان بعض دفعہ غلطی بھی کر سکتا ہے لہٰذا معرفت یا عرفان کا درجہ علم سے کمتر ہے اور عرفان کی ضد انکار ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ (۱۲/۵۸)

یوسفؑ نے تو انہیں (اپنے بھائیوں کو) پہچان لیا لیکن وہ آپؑ کو نہ پہچان سکے۔

پھر عَرَفَ کے معنی خوشبو لگانا اور عَرَّفَ کے معنی خوشبو سے معطر کرنا اور خوشبو چھوڑ دینا بھی۔ (مف، منجد) جبکہ عَرَّفَ کا عام مفہوم واقف کرانا، تعارف کرانا یا مطلع کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ درج ذیل آیت:

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (۴۷/۶)

اور ان کو بہشت میں داخل کرے گا جس سے ان کو آشنا کر رکھا ہے۔

کا ترجمہ امام راغبؒ نے یوں کیا ہے: "اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کو خوشبو سے بسا دیا ہے" (مف)

۷- أَطْلَعَ: طلع کے بنیادی معنی نمودار ہونا اور سامنے آنا ہے (م ل) اور طلع الکواکب بمعنی سیاروں سورج، چاند وغیرہ کا طلوع ہونا ہے اور أَطْلَعَ کے معنی کسی کو حقیقتِ حال سے واقف کرنا (منجد)۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ ۖ (۳/۱۷۹)

اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ تم کو غیب کی باتوں سے مطلع کرے البتہ خدا اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔

۸- أَنْبَأَ اور نَبَّأَ: نبا کے بنیادی معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ آنا ہے اور سَیْلٌ نَابِئٌ ایسے سیلاب کو کہتے ہیں جو ایک شہر سے دوسرے شہر تک جا پہنچے (م ل) پھر اسی بناء پر نبا کا لفظ خبر کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ صاحب منتہی الارب نے أَنْبَأَ کے معنی خبر دادن (آگاہ کردن) (م ل) لکھے ہیں۔

خبر اور نبا کا فرق یہ ہے۔ خبر عام ہے اور نبا کسی خاص واقعہ کی خبر کہتے ہیں جو سننے والے کیلیے مفید بھی ہو علاوہ ازیں نبا کا تعلق ماضی، حال، مستقبل حتیٰ کہ مابعد الطبیعات یعنی مرنے کے بعد اور دوبارہ زندگی کی خبروں سے بھی ہوتا ہے جبکہ خبر کا دائرہ صرف ماضی اور حال تک محدود ہوتا ہے۔ گویا اہمیت، افادیت اور زمانہ کی وسعت تین چیزیں نبا کو عام خبر سے ممتاز کرتی ہیں۔ نبا میں چونکہ مستقبل کی خبر یا پیشین گوئی بھی شامل ہے۔ اسی بناء پر کافر انبیاء کو کاہن بھی کہتے رہے۔ امام راغبؒ نے نبا کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے

کہ اس میں کذب کا احتمال نہ ہو اور اس سے علم یا مفید ظن حاصل ہو جیسا کہ وحی الٰہی سے اور خبرِ متواتر وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے لیکن ہمارے خیال میں یہ قید درست نہیں۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا (۴۹/۶)	اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی بدکار کوئی خبر لیکر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور یہ تو ظاہر ہے کہ فاسق کی نبا میں کذب کا احتمال موجود ہے جبھی تو اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا حکم دیا ہے اسی طرح ہدہد پرندہ نے حضرت سلیمانؑ کو جو خبر (نبا) دی تھی اس سے انہیں بھی علم یا مفید ظن حاصل نہیں ہوا تھا (نیز دیکھیے خبر دینا)

۹۔ دَلَّ بمعنی راہنمائی کرنا، رستہ دکھانا۔ کسی چیز کا پتہ بتلانا اور دلالت بمعنی جس کے ذریعہ کسی چیز کی معرفت حاصل ہو جیسے الفاظ کا معانی پر دلالت کرنا۔ یا جیسے کوئی چیز حرکت کرنے لگے تو انسان سمجھ لیتا ہے کہ یہ چیز کوئی زندہ جانور ہے۔ گویا اس کی حرکت جاندار کی زندگی پر دلالت کرتی ہے (مف) اور دَلَّ کا لفظ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ (۲۰/۴۰)	اور (اے موسیٰ) تیری بہن (فرعون کے ہاں) گئی اور کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسے شخص کا پتہ بتلاؤں جو اس کی کفالت کرے۔

دوسرے مقام پر ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (۶۱/۱۰)	اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔

ماحصل: (۴) اَدْرٰی: کسی حیلہ اور تدبیر سے بات سمجھانا

(۵) حدّث: کوئی نئی بات بتلانا۔

(۶) عَرَّفَ: علامات اور نشانات سے بات سمجھانا۔

(۷) اطلع: کسی چیز کی حقیقت سے مطلع کرنا۔

(۸) نَبَّاَ اور اَنْبَاَ: کسی اہم واقعہ کی خبر دینا جس کا تعلق خبر لانے والے کی ذات سے ہو خواہ یہ ماضی سے متعلق ہو یا حال سے یا مستقبل سے اور اس پر متنبہ کرنا۔

(۹) دَلَّ: راہ نمائی کرنا۔ کسی چیز سے دوسری کا پتہ بتلانا یا راہ سمجھانا۔

۲۱۔ آگے ــ سامنے

کے لیے قُبُل۔ قِبَل اور بین ایدی کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ قُبُل۔ اور قُبْل (ضد دُبُر اور دُبْر) ہر چیز کا آگے کا حصہ جو پہلے نظر آئے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا (۶/۱۱۱)	اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

اور قِبَل بمعنی طاقت اور قدرت بھی ہے (منجد) اور قِبَل کسی ایسی چیز کے سامنے آنے کو کہتے ہیں جس کے مقابلہ کی طاقت اور سکت نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (۵۷/۱۳) — اس دیوار کی اندرونی جانب رحمت ہے اور بیرونی جانب سامنے عذاب ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا (۱۷/۹۲) — یا تم اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ

۲۔ بَيْنَ يَدَيْ اور بَيْنَ اَيْدِيْ (لفظی معنی ہاتھوں کے درمیان) کنایۃً اور محاورۃً معنی آگے یا سامنے۔ (ضد خلف) اس کا استعمال ظرف زمان اور مکان دونوں طرح ہوتا ہے۔ زمانی کی صورت میں اس کا معنیٰ اس وقت کے موجود لوگ یا اس دور کے لوگ ہو گا لیکن عام طور پر اس کا معنیٰ اگلے کر لیا جاتا ہے۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا (۲/۶۶) — تو ہم نے اس قصے کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

اور مکانی کی صورت میں اس کا معنیٰ آگے یا آگے آگے ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۱۳/۱۱) — اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ماحصل: قِبَل اور اس کے مشتقات میں دو چیزوں کا آمنے سامنے یا آگے اور سامنے ہونا) یا رُو در رُو ہونا ضروری ہے جبکہ بَيْنَ يَدَيْ خواہ زمانی ہو یا مکانی) میں چیزوں کا آمنے سامنے ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

۲۲۔ آگے بڑھنا

کے لیے قَدِمَ اور اِسْتَقْدَمَ، سَبَقَ اور اِسْتَبَقَ، اَقْبَلَ اور اِسْتَقْبَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَدِمَ: کے معنی آگے چلنا، قدموں پر چلنا اور کسی کے آگے چلنا ہے (مف) قرآن میں ہے:

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ (۱۱/۹۸) — (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا۔

اور اِسْتَقْدَمَ۔ آگے بڑھنے کا ارادہ رکھنا (مف) اور اس کی ضد اِسْتَاْخَرَ ہے (مف) ارشاد باری ہے:

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۱۰/۴۹) — جب وہ وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی بھی دیر نہیں کر سکتے اور نہ جلدی کر سکتے ہیں۔

۲۔ سَبَقَ: کے معنی آگے بڑھنا، پیش پیش ہونا، سبقت کرنا۔ السَّبَقُ: شرط جو آگے نکل جانے پر رکھی جاتی ہے اور سابق بمعنی دوڑ سے جیتنے والا گھوڑا اور سَبَّقَ کے معنی شرط لینا دینا ہوتا ہے (منجد) گویا سبق میں مقابلۃً آگے نکل جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (۵۹/۱۰) — اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں (سب کے) گناہ معاف فرما۔

اور اِسْتَبَقَ: کے معنی جلد آگے بڑھنے کی کوشش کرنا (منجد) یا آگے بڑھنے کے لیے دوڑ لگانا (مف) کے

آتے ہیں، ارشادِ باری ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ (۱۲/۲۵) — اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا۔

۳۔ اَقْبَلَ : اِقبال اور استِقبال دونوں کے معنی کسی کے روبرو اور اس کی طرف متوجہ ہو جانے اور آگے بڑھنے کے ہیں (مف) یعنی کسی کی جانب آگے بڑھنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ (۶۸/۳۰) — پھر لگے ایک دوسرے کو رُو در رُو ملامت کرنے۔ (جالندھری)

دوسرے مقام پر ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔ (۴۶/۲۴) — پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو دیکھا کہ بادل (کی صورت میں) ان کے میدانوں کی طرف بڑھ رہا ہے تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔

ماحصل : قَدَمَ میں صرف آگے چلنے یا آگے بڑھنے، سَبَقَ میں دوسروں سے مقابلۃً آگے بڑھنے اور اَقْبَلَ میں کسی شخص یا کسی چیز کی طرف منہ کرنے اور آگے بڑھنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۲۳۔ آگے بھیجنا

کے لیے دو الفاظ قَدَّمَ اور اَسْلَفَ (سلف) آتے ہیں۔

۱۔ قَدِمَ کے اصل معنی (۱) آگے بڑھنا، آگے چلنا اور (۲) آگے نکل جانا (م۔ل) اور قَدَّمَ بمعنی "کوئی کام وقت ضرورت سے پہلے کرنا اور اس کی ضد اَخَّرَ یعنی کسی کام کو مناسب وقت پر نہ کرنا اور پیچھے ڈال دینا (مف) اور یہ مناسب وقت موت ہے یعنی موت سے پہلے اپنی زندگی میں جو اعمال انسان نے کیے وہ گویا سب اس نے اپنی اخروی زندگی کے لیے آگے بھیجے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (۲/۹۵) — اور ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں یہ یہود کبھی موت کی آرزو نہ کریں گے۔

پھر کسی شخص کو کوئی کام کرنے سے بیشتر اس کے نتائج سے آگاہ کرنے کے لیے بھی قَدَّمَ کا لفظ آتا ہے۔ مثلاً:

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ (۵۰/۲۸) — اللہ تعالیٰ (اہلِ دوزخ سے قیامت کے دن) فرمائے گا کہ ہمارے حضور رد و کد نہ کرو۔ ہم تمہارے پاس پہلے ہی (عذاب کی) وعید بھیج چکے تھے۔

۲۔ اَسْلَفَ : سَلَفَ کے معنی کسی چیز یا کام کا گزر جانا (م۔ا) بیع سلف وہ بیع ہے جس میں قیمت پیشگی ادا کر دی جاتی ہے اور اسلاف گزشتہ دور میں گزری ہوئی نسلوں کو کہتے ہیں۔ گزشتہ آباؤ اجداد (منجد) قرآن میں ہے اِلَّا

مَا قَدْ سَلَفَ (۴/۲۲) مگر جو ہو چکا سو ہو چکا)

پھر سَلَفَ کے دوسرے معنیٰ "آگے بڑھنا" کے بھی آتے ہیں (م ل، منجد) سَلِيف کے معنی آگے ہونے والا، آگے چلنے والا۔ اَسْلَاف بمعنی جماعت متقدمین (منجد) اور اَسْلَفَ کے معنی زمانہ ماضی میں کوئی کام کرنا ہوتا ہے۔

هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ۔ (۱۰/۳۰) (۱) وہاں ہر شخص اپنے اعمال کی جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے آزمائش کرے گا۔

(۲) وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو اس نے پہلے کیا تھا (عثمانیؒ)

ماحصل: قَدَّمَ اور اَسْلَفَ میں وہی فرق ہے جو ارتفاع اور عمق میں ہے اگر نیچے کے کنارے پر ہوں تو اسی راسی فاصلہ کو بلندی کہتے ہیں اور اوپر کے کنارے پر کھڑے ہوں تو وہی فاصلہ گہرائی یا عمق کہلاتا ہے۔ وہی بات یا کام جو قدم کا مفہوم ہے موقع کے لحاظ سے وہی اسلف بن جاتا ہے۔ جیسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرمائیں گے،

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ (۶۹/۲۴) جو (عمل) تو ایام گذشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔ اب اگر یہی مفہوم زمانہ حال میں ادا کرنا ہو بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيكُمْ سے ادا ہوگا۔

۲۴ آلاتِ جنگ

کے لیے اَسْلِحَة، اَوْزَار، حِذْر اور شَوْكَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَسْلِحَة: سلاح کی جمع ہے اور ہر وہ چیز سلاح ہے جس سے جنگ کی جا سکے (م ل) گویا یہ لفظ جنگی ہتھیاروں سے مخصوص ہے خواہ وہ چاقو اور نیزہ تک موقوف ہو یا رائفل اور میزائل تک۔

وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ (۴/۱۰۲) کافر لوگ تو یہ آرزو کرتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ۔

۲۔ اَوْزَار: وِزْر کی جمع ہے جس کے معنی بوجھ، ہتھیار اور آلہ کے ہیں۔ اور جب وِزْرُ الْحَرْب کا استعمال ہو تو یہ جنگی آلات سے مخصوص ہو جاتا ہے۔ (مف)

تاہم صرف لفظ وِزر سے بھی جنگی ہتھیار مراد لیا جاتا ہے (وکذا الوزر: السلاح والجمع اوزار۔ م ل) قرآن میں ہے:

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (۴۷/۴) یہاں تک کہ لڑائی (فریق مقابل) اپنے ہتھیار ڈال دے۔

۳۔ حِذْر: کے اصلی معنی بچاؤ کرنا، محتاط اور چوکنا رہنے کے ہیں (م ل) یہ لفظ عام ہے۔ اگر جنگ کے سلسلہ میں استعمال ہو تو اس کا مطلب دفاعی سامانِ جنگ ہوگا۔ اس سے جہاں بچاؤ کی جگہ مراد لی جا سکتی ہے جیسے مورچے وغیرہ، بعینہٖ اسی طرح ڈھال سے لے کر ریڈار تک بھی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ یعنی ہر وہ چیز اور ہر وہ تدبیر جس سے بچاؤ اور مدافعت کی جا سکے وہ حِذْر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ (۴/۱۰۲)	اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار۔ اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ۔ (عثمانیؒ)

اس آیت میں خُذُوْا کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں حذر سے مراد صرف ہوشیار رہنا نہیں (جیسا کہ فتح محمد صاحب نے لکھا ہے) بلکہ دفاعی سامان ہر حالت میں اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن نہتا دیکھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

۴: شوکۃ: شَوْكٌ بمعنی کانٹا (مع) درشَاكَ بمعنی کانٹا چبھونا اور شوکۃ بمعنی ایک کانٹا (ج اشواک) بچھو کا ڈنگ۔ ہتھیار، تیزی۔ قوت۔ لڑائی۔ دبدبہ اور ذو شوکۃ بمعنی باہتھیار مسلح اور شوک سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے جارحانہ ہتھیار مراد ہیں جن سے حملہ کیا جا سکے۔ (منجد) قرآن میں ہے:

وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ (۸/۷)	اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے ہتھیار ہے وہ تمہارے ہاتھ آ جائے۔

ماحصل: (۱) اَسْلِحَۃ: ہر قسم کا جنگی سامان جنگی سامان کے لیے مخصوص لفظ۔ جنگ ہیں ورنہ نہیں۔
(۲) اوزار: بمعنی ہتھیار۔ اگر جنگ سے نسبت ہو تو آلات
(۳) حِذْر: دفاعی جنگ اور ہتھیار
(۴) شَوکۃ: جارحانہ لڑائی کے ہتھیار

۲۵۔ آنا

کے لیے جَاءَ (جئ)، اَتٰی۲، هَيْتَ۳، هَلُمَّ۴ اور تَعَالَ۵ (علو) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَاءَ: آنا کے لیے جَاءَ کا لفظ عام ہے۔ تاہم اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آنے کا عمل فی الواقعہ ظہور میں آ چکا ہو (مف) ارشاد باری ہے:

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ (۱۲/۱۶)	اور وہ (یوسفؑ کے بھائی) رات کو روتے روتے اپنے باپ کے پاس آئے۔

۲۔ اَتٰی: کسی دوسرے کام کے نتیجہ میں آنے کو یا بسہولت آنے کو کہتے ہیں جیسے دودھ بلونے سے اوپر مکھن آ جاتا ہے تو اس مکھن کو اَتُوْۃٌ کہتے ہیں اور اِتِیّ سیلاب کو (مف فل) کہتے ہیں۔

جَاءَ اور اَتٰی میں دوسرا فرق یہ ہے کہ اَتٰی میں (بخلاف جاء کے) یہ ضروری نہیں ہوتا کہ فی الواقعہ آنے کا عمل واقعہ ہو چکا ہو۔ مثلاً درج ذیل آیت:

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (۱۶/۱)	خدا کا حکم (یعنی عذاب گویا) آ ہی پہنچا تو (کافرو) اس کے لیے جلدی مت کرو۔

میں امر سے مراد قیامت اور جزا۔ وسزا کا عمل ہے جو ابھی واقع ہونے والا ہے۔

۳۔ هَيْتَ: یہ لفظ دراصل اَتٰی کے صیغہ امر حاضر کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کے صیغے ضمائر منفصل سے

تبدیل ہوتے ہیں۔ مثلاً هَيْتَ لَكَ هَيْتَ لَكُمَا، هَيْتَ لَكُمْ۔ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا۔ ابن فارس کے نزدیک هَيْتَ اصل میں "چیخنے" پر دلالت کرتا ہے (كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَى الصَّيْحَةِ م ل) بعض نے اس کے معنی یہاں آنے، اِدھر آنے اور جلدی آنے کے بھی لکھے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ (۱۲/۲۳) وہ عورت (زلیخا) دروازے بند کر کہنے لگی (یوسف) جلدی آؤ۔

۴۔ هَلُمَّ: اسماء الافعال سے ہے۔ هَلُمَّ بمعنی پکار یعنی کسی کو پکار پکار کر بلانا (م ل) یہ لفظ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا۔ (۳۳/۱۸) خدا تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو (لوگوں کو جنگ میں شامل ہونے سے) منع کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔

۵۔ تعال: علو بمعنی بلندی اور تعال بمعنی کسی کو بلند جگہ یا بلند مقصد کی طرف بلانا (مف) کسی کو تعظیم سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور صرف امر حاضر کے صیغے استعمال ہوتے ہیں:

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (۳/۶۴) (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب: جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مسلّم ہے۔ اس کی طرف آؤ۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

ماحصل: (۱) جَاءَ کا استعمال عام ہے اور واقع شدہ امر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۲) اَتٰی: بسہولت یا کسی دوسرے کام کے نتیجہ میں آنا۔ نیز پیش آئندہ واقعہ کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

(۳) هَيْتَ: کسی کو چیخ کر اپنے پاس بلانے کے لیے۔

(۴) هَلُمَّ: پکار پکار کر بار بار کہنے کے لیے۔

(۵) تَعَالَ: کسی بلند مقصد کے لیے یا تعظیم سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۶۔ آنکھ

کے لیے عَيْن، عِيْن، مُحُوْر اور بَصَر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَيْن مشہور عضو انسانی جس سے دیکھتے ہیں اور بمعنی چشمہ کہ ان دونوں میں کئی لحاظ سے مناسبت ہے۔ (ج اعین اور عیون) لیکن قرآن میں عین (آنکھ) کی جمع اکثر اَعْيُن اور بمعنی چشمہ کی جمع عُيُوْن ہی آئی ہے۔ لفظ عَيْن کا اطلاق محض ظاہری آنکھ پر ہوتا ہے جیسے وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ (۵/۴۵) آنکھ کے عوض آنکھ (قصاص ہے) اور صفات کے لحاظ سے عَيْن کی دو اور قسمیں قرآن میں مذکور ہیں:

۲۔ عِيْن بمعنی موٹی موٹی یا بڑی بڑی آنکھوں والی۔ اَعْيَن اس مرد کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں موٹی اور خوبصورت ہوں اور عَيْنَاء ایسی ہی عورت کو اور اَعْيَن اور عَيْنَاء دونوں کی جمع عِيْنٌ آتی ہے۔ وحشی گائے کی آنکھیں بھی چونکہ موٹی موٹی اور خوبصورت ہوتی ہیں لہٰذا اسے بھی اَعْيَن اور عَيْنَاء کہا جاتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ۔ (۳۷/۴۸) اور ان (جنتیوں) کے پاس عورتیں ہوں گی نگاہیں نیچی رکھنے والی اور بڑی بڑی آنکھوں والی۔

۳۔ حُور : حَوِرَتِ الْعَیْنُ یعنی آنکھ کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی خوب سیاہ ہوگئی۔ اور جس قدر آنکھ کی سفیدی میں سفیدی اور پتلی کی سیاہی میں سیاہی زیادہ ہو۔ اسی قدر خوبصورتی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اَحْوَرُ اور حَوْرَاءُ اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جو اسی صفت سے موصوف ہو اور ان دونوں کی جمع حُور آتی ہے (مف۔م ق) قرآن میں ہے:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ (۵۵/۷۲) (جنت میں) حوریں ہوں گی خیموں میں رکی رہنے والی۔

ایک دوسرے مقام پر آنکھ کی ان دونوں صفات کا اکٹھا بھی ذکر آیا ہے:

وَحُوْرٌ عِیْنٌ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ (۵۶/۲۲-۲۳) اور بڑی بڑی آنکھوں والی سیاہ چشم عورتیں ایسی ہیں جیسے حفاظت سے چھپائے دھرے موتی۔

۴۔ بَصَر: بَصَر میں ظاہری آنکھ کے علاوہ قلبی رؤیت کا بھی لحاظ ہوتا ہے (مف) علاوہ ازیں بَصَر کا اطلاق ظاہری آنکھ کے عمل یعنی دیکھنے اور نگاہ پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ظاہری آنکھ کے لیے: وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (۲۱/۹۷) اور قیامت کا سچا وعدہ قریب آجائے تو ناگاہ کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔

(۲) نگاہ کے لیے: فَکَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ (۵۰/۲۲) اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

(۳) قلبی رؤیت کے لیے:

وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲/۷) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے۔

بصر سے مصدر بصارة بھی ہے اور بصیرت بھی۔ بصارت کا اطلاق ظاہری نگاہ پر ہوتا ہے ضعفِ بصارت سے اسی ظاہری نظر کی کمزوری مراد ہوتی ہے اور بصیرت سے مراد قلبی نگاہ ہے۔ کسی شاعر نے بصیرت اور بصارت کے فرق کو یوں واضح کیا ہے ؎

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں!

ماحصل : عَیْن کا لفظ دیکھنے کے ظاہری عضو کے لیے آتا ہے عِیْن اور حُور آنکھوں کی صفات ہیں عِین موٹی موٹی آنکھوں والی اور حُور نہایت سفید اور پتلی نہایت سیاہ رنگ کی آنکھوں والی (۲) بَصَر کا لفظ ظاہری عضو کے علاوہ آنکھ کے عمل یعنی نگاہ اور پھر اس دیکھی ہوئی چیز پر غور کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔

۲۷ آوارہ پھرنا

کے لیے تَاهَ (تیه) اور هَامَ (هیم) کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ تَاهَ : حیران و سراسیمہ پھرنا۔ گمراہی کی حالت میں ادھر ادھر بھٹکتے پھرنا۔ (مف) اور ابن فارس کے نزدیک (جِنْسٌ مِّنَ الْحَیْرَةِ م ل) یعنی یہ حیرانگی کی ایک خاص قسم ہے اور التیه کے معنی ایسا چٹیل میدان

جس میں چلنے والا بھٹک جائے ۔ قرآن میں ہے :

فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۚ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ (۵/۲۶) — خدا نے فرمایا کہ وُہ ملک ان (بنی اسرائیل) پر چالیس برس تک کیلیے حرام کر دیا گیا اور یہ جنگل کی زمین میں سرگردان پھرتے رہیں گے۔

۲۔ ھَامَ : بمعنی مجنونانہ کیفیت سے پھرنا ۔ عاشق ستم کو لوگوں کی آوارگی (مف) صاحب منجد اس کے معنی محبت کرنا اور آوارہ پھرنا لکھتے ہیں ۔ قرآن میں ہے :

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ (۲۶/۲۲۵) — اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وُہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں ۔

ماحصل : تاہ ، حیرانگی و سراسیمگی میں گمراہی کے رستوں پر سرگردان پھرنے کے لیے اور ھَام عشق و محبت کی آوارگی کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔

۲۸ — آواز اور اُس کی اقسام

عربی میں ہر قسم کی آواز کے لیے صَوت کا لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ وُہ خواہ بولنے سے پیدا ہو یا چیزوں کے ٹکرانے سے ، صوت کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے : منہ سے نکلی ہوئی شے اگر الفاظ اور حروف پر مشتمل نہ ہو تو وُہ صوت ہے (محیط) یہ تعریف قابل اعتبار نہیں ۔ قرآن میں ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ۔ (۴۹/۲) — اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔

ظاہر ہے کہ صحابہؓ کی حضور اکرم ﷺ سے بامعنی کلام ہوتی تھی ۔ بے معنی آوازیں نہ ہوتی تھیں ۔

البتہ ابن فارس نے صوت کی جامع تعریف کی ہے ۔ وُہ کہتے ہیں (كُلُّ مَا وَقَرَ فِي أُذُنِ سَامِعٍ ۔ م ل) ہر وُہ کچھ جو سننے والے کے کان سے ٹکرائے وُہ آواز ہے ۔

قرآن کریم میں کچھ تو جانداروں کی آوازیں مذکور ہیں اور کچھ بے جان چیزوں کی ۔ ہم اسی ترتیب سے انہیں بیان کریں گے ۔

جانداروں کی آوازیں : صَدّ ، صَرخ ، همس ، حَسِيس ، مُكَاء (مكو) تَصدِيَة ، ضَبح ، خُوار ، زفير ، شهيق ، لهث ۔

۲۔ صَدّ (يَصِدُّ صَدِيدًا) کسی انسان کے گرنے کے وقت کی چیخ و پکار اور کراہنے کی آواز (ف ل ۱۹۲) لیکن یہ لفظ قرآن میں محض چیخنے چلانے کے معنوں میں آیا ہے ۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ (۴۳/۵۷) — اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ کا) حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھتے ہیں ۔

۳۔ صرخ : مصیبت اور گھبراہٹ میں چلانے کی آواز فریاد (ف ل) ارشادِ باری ہے ۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ۚ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا — وُہ اس (دوزخ) میں چلائیں گے اور (کہیں گے) اے

نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ۔ (۳۵/۳۷) | پروردگار ہم کو نکال لے۔ تب ہم نیک عمل کیا کریں گے نہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے۔

۴۔ هَمْس : انسان کی کسی بھی حرکت کی آواز (ف ل ۱۹۲) کھسر پھسر یا کانا پھوسی کی آواز (منجد) الصوت الخفیّ وَاَخَسّ (م ل) گویا اس سے مراد انسان کی کوئی بھی دھیمی اور قابل محسوس آواز ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ (۲۰/۱۰۸) | اور خدا کے سامنے سب آوازیں دب جائیں گی اور تم آواز خفی کے سوا کوئی آواز نہ سن سکو گے۔

۵۔ حَسِیْس : قدموں کی آہٹ، چاپ، خفیف سی آواز (منجد) آگ کے بھڑکنے کی آواز (ف ل ۲۰۲) ارشادِ باری ہے:

لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ (۲۱/۱۰۲) | نہیں سنیں گے اس کی آہٹ وہ اپنے جی کے مزوں میں سدا رہیں گے۔ (عثمانی)

۶۔ مُكَآءً : (مکو) منہ سے سیٹی بجانا (منجد) اور اس میں موسیقی کے تمام سُر تال شامل ہیں۔

۷۔ تَصْدِیَة : (صدی) دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجانا (م ل) اور اس میں تمام ساز و مضراب شامل ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِیَةً (۸/۳۵) | اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔

۸۔ ضَبْح : گھوڑے کے تیز دوڑنے کی وجہ سے اس کے ہانپنے کی آواز (ف ل ۱۹۹) ارشادِ باری ہے:

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا (۱۰۰/۱) | اُن سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں۔

۹۔ خُوَار : بیل، گائے یا بچھڑے کی آواز (ف ل ۱۹۲) قرآن میں ہے:

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ (۷/۱۴۸) | اور قوم موسیٰ نے موسیٰ کے بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا بنالیا۔ وہ ایک جسم تھا جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی۔

۱۰۔ زَفِیْر : زفر بمعنی لمبا سانس باہر نکالنا اور زفیر بمعنی گدھے کے رینگنے کی ابتدائی آواز جو آہستہ آواز سے اونچی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ (ف ل ۴۴)

۱۱۔ شَهِیْق : گدھا جب رینگنے کو ختم کرنے لگے تو آخر کی آواز جو اونچی آواز سے پست ہونا شروع ہوتی ہے (ف ل ۴۴) اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں (م ل) ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ۔ (۱۱/۱۰۶) | تو جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے اس میں ان کے لیے زفیر اور شہیق جیسی آوازیں ہوں گی۔

یہ آوازیں یا تو جہنم کی آگ سے پیدا ہوں گی جو انہیں سننا پڑیں گی یا گرمی اور پیاس کی شدت کی وجہ سے خود اُن کے اندر سے منہ کے راستہ ایسی آوازیں نکلیں گی۔

۱۲۔ لہث: کتّے کے ہانپنے کی آواز جس کی وجہ گرمی یا پیاس کی شدت ہوتی ہے اور وہ زبان باہر نکال کر ہانپنے یا ہونکنے لگتا ہے۔ (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔ (۷/۱۷۶)	اس شخص کی مثال کتّے کی سی ہے کہ اگر اس پر بوجھ لادو تو بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دو تو بھی ہانپے۔

بے جان چیزوں کی آوازیں:

۱۳۔ رِکز: خفیف اور دھیمی آواز (ف ل ۱۹۳) اور بعض کے نزدیک بھنک۔ مکھی کی بھنبھناہٹ۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا (۱۹/۹۸)	اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ بھلا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا کہیں ان کی بھنک سنتے ہو۔

۱۴۔ صَيْحَة: (صیح) آواز پھاڑ پھاڑ کر چلّانا صور پھونکنے کی آواز (مف) ایسی آواز جس سے دل دہل جائیں گرج دار آواز۔ دھماکہ۔ یعنی جب کسی بھی آواز میں شدت پیدا ہو جائے۔ ہر بے معنی اور بلند آواز کو صَيْحَة کہتے ہیں (فق ل ۲۶) ارشادِ باری ہے:

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (۱۵/۷۳)	سو ان کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑ نے آپکڑا اور ہم نے اس (شہر) کو (الٹ کر) اس کے اوپر کے حصے کو نیچے کا بنا دیا

۱۵۔ صَاخَّة: (صخ) ایسی کرخت آواز جو کانوں کو بہرا کر دے (م۔ل) کان پھوڑنے والی آواز سخت قسم کا شوروغل۔ قرآن میں ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ (۸۰/۳۳)	پھر جب آئے وہ کان پھوڑنے والی (عثمانیؒ)

۱۶۔ تَغَيُّظ: جوشِ غیظ و غضب میں جھنجھلاہٹ (منجد) مجازاً جہنم کی آگ میں تیزی اور جوش کی وجہ سے پیدا شدہ آوازیں۔ قرآن میں ہے:

إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا (۲۵/۱۲)	جب وہ (دوزخ) اُن کو دُور سے دیکھے گی (تو غضبناک ہو رہی ہو گی اور یہ) اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلّانے کو سنیں گے۔

۱۷۔ هَدّ: کسی عمارت یا دیوار یا ستون وغیرہ کے گرنے کی آواز (ف ل ۱۹۴) دھڑام کی آواز۔ ارشادِ باری ہے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۱۹/۹۰)	قریب ہے کہ اس (افترا) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔

۱۸۔ غَلْي: ہنڈیا کے ابلنے اور جوش مارنے کی آواز۔ کھولنے کی آواز۔ (مف) قرآن میں ہے:

كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ	جیسے پگھلا ہوا تانبا، پیٹوں میں (اس طرح) کھولے گا،

اَلْحَمِیْمِ۔ (۴۴-۴۵-۴۶) جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔

۱۹۔ صَلْصَال، خشک اور پختہ مٹی سے کھنکنے کی آواز۔ اصل میں یہ صلال تھا۔ ایک لام صٓ سے بدل گیا۔ (مف) الصلال من الطین۔ خشک کھنکنی مٹی جو لوہے کی طرح بجے (منجد) صَلَّ المسمارُ۔ یعنی وُہ آواز جو کسی چیز میں میخ یا کیل ٹھونکنے سے پیدا ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۱۵/۲۶) اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔

۲۰۔ قَارِعَة، قرع کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا (مف) اور قَرَعَ الْبَابَ معنی دروازہ کھٹکھٹانا (منجد) یعنی جب اس کے ایک پٹ کو دوسرے پٹ سے ٹکرا کر یا ہاتھ مار کر یا کسی اور چیز سے آواز پیدا کی جائے۔ قیامت کو اللہ تعالیٰ نے قارعۃ کہا ہے کہ اس وقت چیزیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آوازیں پیدا ہوں گی۔ ارشادِ باری ہے:

اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ (۱۰۱/۱-۲) کھڑکھڑا ڈالنے والی۔ کیا ہے وُہ کھڑکھڑا ڈالنے والی۔

ماحصل: (۱) صوت۔ عام ہے۔ ہلکی ہو۔ بلند جاندار کی ہو بے جان کی ہو، بے معنی ہو یا بامعنی ہو۔
(۲) صَدّ: چیخنا چلانا یا کراہنا۔
(۳) صرخ: فریاد کی صورت چلانے کی آواز
(۴) ھَمْس: انسان کی کسی بھی حرکت کی ہلکی سی آواز
(۵) حَسِیْس: قدموں کی آہٹ کی طرح خفیف آواز
(۶) مکاء: سیٹی کی قسم کی آواز
(۷) تصدیۃ: تالی کی قسم کی آواز
(۸) ضبح: دوڑتے وقت ہانپنے کی آواز
(۹) خوار: بچھڑے کی آواز
(۱۰) زفیر: گدھے کے رینگنے کی ابتدا
(۱۱) شھیق: گدھے کے رینگنے کی انتہا
(۱۲) لہث: کتے کے ہونکنے کی آواز
(۱۳) رکز: مکھی بھنبھناہٹ جیسی ہلکی آواز
(۱۴) صیحۃ: بلند اور بے معنی آواز
(۱۵) صاخّۃ: کان پھوڑنے والی کرخت اور بلند آواز
(۱۶) تغیّظ: غیظ و غضب میں جھنجھلاہٹ
(۱۷) ھدّ: دھڑام کی آواز
(۱۸) غلی: ہنڈیا کے ابلنے کی آواز
(۱۹) صلصال: پختہ مٹی کے کھنکھنے کی آواز
(۲۰) قارعۃ: کھڑکھڑانے کی آواز

۲۹۔ آہستہ آہستہ

کے لیے رُوَیْدًا (رود) رُخَاءً (رخو)، عُرْفٌ، یُسْرٌ، اِسْتِدْرَاج اور دَلّٰی کے الفاظ آئے ہیں اور ان تمام الفاظ میں آہستگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۱۔ رُوَیْدًا: الرَّوْد سے مشتق ہے اور اَرْوَدْ کا مصدر مصغر ہے۔ کہتے ہیں اِمْشِ علی الرود آہستہ چلو۔ اور سَارُوْا سَیْرًا رُوَیْدًا۔ وُہ نرمی سے اور آہستہ آہستہ چلے اور اَرْوَدُ معنی اپنے کام میں آہستگی کرنے والا۔ نیز کہتے ہیں اَلدَّھْرُ اَرْوَدُ ذُوْ غِیَرٍ یعنی زمانہ چپکے چپکے کام کرتا رہتا ہے۔ پتہ نہیں لگنے

دینا۔ نیز کہتے ہیں رُوَیْدَ زَیْدًا۔ زید کو مہلت دو (منجد) گویا رُوَیْد کا مفہوم آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے رسی دراز کرتے جانا یا تھوڑی مہلت دیتے جانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔ (۸۶/۱۷) تو تم کافروں کو مہلت دو۔ بس چند روز ہی مہلت دو۔

۲۔ رُخَاءً: اتنی نرم اور آہستہ چلنے والی ہوا جو کسی چیز کو نہ ہلائے (منجد) ہوا کا نرمی سے دھیرے دھیرے چلنا (ف ل ۴۶) ارشادِ باری ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاءً حَيْثُ اَصَابَ (۳۸/۳۶) پھر ہم نے ہوا کو ان کے زیرِ فرمان کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی۔

۳۔ عُرْفًا: دھیمی چلنے والی راحت بخش ہوا۔ العرف بمعنی بُو۔ اکثر اس کا استعمال خوشبو کے لیے ہوتا ہے۔ (منجد) اور ایسی ہوائیں عموماً دھیمی رفتار سے چلتی ہیں۔ جیسے نسیمِ سحر۔ قرآن میں ہے:

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا (۷۷/۱) قسم ہے چلتی ہواؤں کی، دل کو خوش آتی (عثمانیؒ)

۴۔ یُسْر: بمعنی آسانی اور سہولت اور اس کی ضد عُسر (تنگی) ہے اور یُسْرًا کا لفظ اس حالت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ جب کوئی کام آسانی اور سہولت کے ساتھ بلا تکلف سرانجام دیا جائے۔ اور اس میں کسی قسم کا جھول واقع نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا (۵۱/۳) پھر (قسم ہے ان ہواؤں کی جو) آہستہ آہستہ چلتی ہیں (جالندھری)
پھر کشتیاں آسانی سے چلنے والیاں (عثمانیؒ)

تو یہاں یُسْر سے مراد رفتار کی کمی نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ تیز رفتاری سے چلنے کے باوجود ان میں کوئی ہچکولہ، جھول، ڈھلک یا آواز پیدا نہیں ہوتی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آہستہ اور نرمی سے چل رہی ہیں۔

۵۔ استدراج: (درجہ) سیڑھی کے زینہ کو کہتے ہیں جبکہ اُوپر کو چڑھا جائے اور استدرج کے معنی آہستہ آہستہ اور بتدریج ایک چیز کو دوسری چیز کے قریب کرنے کے ہیں (مف) تاکہ اسے کچھ معلوم نہ ہو سکے۔ گویا استدراج میں تدریج اور آہستگی دو چیزوں کی رعایت ضروری ہوتی ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (۷/۱۸۲) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو بتدریج اس طرح پکڑیں گے کہ انہیں معلوم ہی نہ ہو گا (جالندھری)
ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے۔ (عثمانی)

۶۔ دَلّٰی۔ دَلْوٌ کے معنی ایسا ڈول ہے جو پانی سے خالی ہو اور اَدْلٰی کے معنی خالی ڈول کو پانی سے بھرنے کے لیے کنویں میں لٹکانا ہے جو آہستہ آہستہ پانی تک پہنچ جاتا ہے اور دَلّٰی کے معنی آہستہ آہستہ کسی کام کو سرانجام دینے اور مقصد تک پہنچنے کے ہیں۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ (۲۲)

غرض (شیطان مردود نے) ان دونوں (آدم و حوا) کو دھوکا دے کر (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا۔ (جالندھریؒ)

مائل کر لیا اُن کو فریب سے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) رُوَیْد : کسی کی رسی آہستہ آہستہ چھوڑتے جانا تاکہ وُہ اپنے انجام کو پہنچے۔

(۲) رُخَاءً : ہوا کا آہستگی اور نرمی سے کام کرنا جس سے کچھ مزاحمت نہ ہو۔

(۳) عُرْفًا : ہوا کا آہستگی کے ساتھ چلنا جبکہ راحت بھی شامل ہو۔

(۴) یُسْرًا : بلا تکلف اور بسہولت کسی کام کو بغیر کسی مزاحمت کے سرانجام دینا۔

(۵) استدراج : تدریج اور آہستگی سے کسی دوسری چیز کے قریب ہونا۔

(۶) دَلّٰی : تدریج اور آہستگی سے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے آتا ہے۔

✱✱ ✲✲ ✱✱

ا
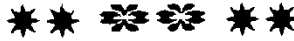
۱- اُبلنا - جوش مارنا

کے لیے غَلٰی، نَضَخَ اور فَارَ (فور) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- غَلٰی: غلا کے بنیادی معنی اپنی حد سے تجاوز کرنا اور اوپر اٹھنا ہے: اس سے غَلَا القِدْرُ (ہانڈی کا جوش مارنا اور غلا السّعر (نرخوں کا بلند ہو جانا) ہے (م ل) ارشادِ باری ہے:

كَالْمُهْلِ يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ كَغَلْىِ الْحَمِيْمِ (۴۴/۴۶) — جیسے پگھلا ہوا تانبا، پیٹوں میں اس طرح کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔

۲- نضخ: پانی کا چشمہ سے زور سے پھوٹنا (منجد) مگر نضخ میں جوش مارنے کی وجہ کثرتِ آب اور دباؤ ہوتی ہے نہ کہ حرارت اور نَضَّاخ موسلا دھار بارش کو بھی کہتے ہیں۔ (منجد) اور عَيْنٌ نَضَّاخَةٌ وہ چشمہ ہے جو کثرتِ آب کی وجہ سے جوش مار رہا ہو۔ (م ل) ارشادِ باری ہے:

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (۵۵/۶۶) — ان دونوں باغوں میں دو چشمے ابل رہے ہیں

۳- فَارَ: فار کا لفظ ہانڈی کے جوش مارنے، چشمہ سے پانی ابلنے کے لیے اور آگ کے جوش مارنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مگر یہ لفظ اس صورت میں استعمال ہو گا جبکہ ابال جلد جلد اُٹھ رہا ہو کیونکہ الفور کے معنی بہت جلدی کے ہیں۔ کہا جاتا ہے رجع من فوره، وُہ بلا توقف بہت جلد جلد واپس ہوا۔ (منجد) اور لفظ فوّارہ بھی اسی سے مشتق ہے۔ جس میں پانی میں تسلسل قائم رہتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰى إِذَا جَآءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ (۱۱/۴۰) — یہاں تک کہ ہمارا حکم آپہنچا اور تنور جوش مارنے لگا۔

ماحصل: (۱) غلی: گرمی کی وجہ سے کسی مائع چیز کا جوش مارنا اور اپنی اصل سطح سے بلند ہونا۔ (۲) نضخ: کثرتِ آب اور دباؤ کی وجہ سے پانی کا جوش مارنا (۳) فَارَ: کسی چیز میں شدت اور جلدی کی وجہ سے اس کے ابال میں تسلسل قائم رہنا

۲ — اُبھار

کے لیے كَعَبَ، حَدَب، اَمْت، نَجد اور سَمْك کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- کعب: بمعنی ٹخنہ۔ پھر جو کوئی ابھار ٹخنہ کی مانند ہو اس پر بھی کعب کا اطلاق ہوتا ہے۔ كَعَبَتِ الْجَارِيَةُ بمعنی لڑکی کے پستان ابھرے اور بڑے ہوئے۔ اور کُعُب بمعنی عورت کے ابھرے ہوئے پستان اور کَاعِب

اس عورت کو کہتے ہیں جس کے پستان اُٹھ آئے ہوں۔ (ج کواعب) بمعنی نوجوان عورتیں (مف منجد) ارشاد باری ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا۔ (۳۳-۳۱/۷۸)
بیشک پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے (یعنی) باغ، اور انگور اور نوجوان ہم عمر عورتیں۔

۲۔ حَدَب: حَدَبَ الرَّجُل بمعنی آدمی کا کبڑا ہونا اور حدب بمعنی کبڑاپن اور مجازاً اس بلند اور سخت زمین کو بھی کہتے ہیں جو اس شکل کی ہو۔ ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو اور یہ ابھار یا ڈھلان کبڑاپن کی طرح ہو۔ (محدّب ضد مجوّف) ایسے شیشے جو دور و نزدیک کی نظر کی کمزوری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور محدّب شیشہ کو عدسہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ شیشہ مسور کے دانے کی طرح دونوں طرف اُبھرا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ (۹۶/۲۱)
یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے آ رہے ہوں۔

۳۔ اَمْت: (ضد عوج) (بمعنی پستی) اور عوج اور امت بمعنی نشیب و فراز اور اَمْت بمعنی چھوٹا ٹیلہ۔ رُتبہ بلند مقام (منجد) یعنی ایسی بلندی اور پھیلاؤ جس میں کوئی ترتیب نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (۱۰۷/۲۰)
جس میں نہ تم کجی (پستی) دیکھو گے نہ ٹیلا (اور بلندی)

۴۔ نجد: کعب نما بلند اور بڑا ٹیلہ۔ اور بمعنی چھوٹا پہاڑ اور بمعنی گھاٹی اور اس پر چڑھنے اور اترنے کا راستہ۔ نیز بمعنی عورت کے پستان (منجد م ق) اور نَجْدَیْن کا لفظ محاورتاً عورت کے دو پستانوں، صدق و کذب اور حسن و قبح کے تقابل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۱۰-۹/۹۰)
اور انسان کو خیر و شر کے دونوں راستے بھی دکھا دیے مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔

اس میں نجدین سے بعض مفسّرین دونوں پستان مراد لیتے ہیں جن کی طرف بچہ پیدا ہوتے فطری طور پر لپکتا اور پرورش پاتا ہے۔

۵۔ سَمْك: سمك بمعنی بلند کرنا۔ موٹا اور دبیز کرنا اور سمك بمعنی چھت یا چھت کی موٹائی۔ نیز ہر اونچی اور موٹی چیز کا قد و قامت (منجد) اور سَنَامٌ سَامِكٌ بمعنی اونٹ کی اونچی کہان۔ (م-ق) ارشادِ باری ہے:

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا۔ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا (۲۸-۲۷/۷۹)
کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا۔ اللہ نے آسمان کو بنایا۔ پھر اونچا کیا اس کا اُبھار، پھر اسے برابر کیا (عثمانیؒ)

ماحصل: اُبھار کا اگر پھیلاؤ اور بلندی تقریباً برابر ہوں تو یہ کعب اور نجد ہے۔ صرف کمیت کا فرق ہے۔ اگر پھیلاؤ زیادہ اور بلندی کم ہو تو یہ حَدَب ہے اور اگر پھیلاؤ کم اور اونچائی زیادہ ہو تو یہ سمك ہے اور اگر بلندی

اور پھیلاؤ میں کوئی ترتیب اور تناسب نہ ہو تو یہ آھت ہے۔

۳۔ اُبھارنا۔ برانگیختہ کرنا

کے لیے حَرَّضَ، حَضَّ، حَثَّ، اَزَّ اور جَرَمَ کے الفاظ آئے ہیں :

۱۔ حَرَضَ : کے معنی سخت بیمار رہنا۔ لاغر ہونا اور قریب بہ ہلاکت ہونا ہے (م۔ل، م ق) قرآن میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ - (۱۲/۸۵)
(یعقوبؑ کے) بیٹے اپنے باپ سے) کہنے لگے کہ واللہ اگر آپ یوسف کو اسی طرح یاد کرتے رہیں گے تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

اور حَرَّضَ کے معنی ترغیب دے کر ایسی ہلاکت اور تباہی سے بچانا ہے (م ل) یعنی کسی ایسے کام پر ابھارنا، یا اشتیاق پیدا کرنا کہ اگر وہ نہ کیا جائے تو ہلاکت و تباہی کا موجب ہو۔ قرآن میں ہے :

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ - (۸/۶۵)
اے نبیؐ! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔

۲۔ حَضَّ }
۳۔ حَثَّ } کسی کو کسی کام پر ابھار کر کام کی رفتار تیز کرنا۔ اچھے کام کی ترغیب دینا۔ اصل میں حَضَّ اور حَثَّ دونوں الفاظ ابھارنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ حَثَّ کا لفظ صرف کسی (سواری وغیرہ) کو چلانے اور ہانکنے کے لیے آتا ہے اور باقی سب کاموں میں حَضَّ کا استعمال ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے :

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا - (۷/۵۴)
وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔

اور حَضَّ دوسری باتوں پر ابھارنے یا ترغیب دینے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے :

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ - (۱۰۷/۱-۳)
بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔

۴۔ اَزَّ : کسی کو یوں برانگیختہ کرنا کہ اسے احساس بھی نہ ہو۔ کسی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دینا (م ل) اَزِيز ہانڈی کے جوش کی آواز کو بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال عموماً بُرے مفہوم میں ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے :

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا (۱۹/۸۳)
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ اُن کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔

۵۔ جَرَمَ : جَرَمٌ (مصدر) گناہ اور قصور کو کہتے ہیں اور جب یہ فعل ہو تو اس کے معنی کسی کو بُرے جانکاہ کام پر اکسانا اور برانگیختہ کرنا[1]۔ قرآن میں ہے :

---

[1] لغت اس معنی کی تائید نہیں کرتی لیکن تراجم مثلاً جالندھریؒ، عثمانیؒ اور تفہیم القرآن سب ہمارے بیان کردہ معنی کی تائید کرتے ہیں۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا (۵/۸) — اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔

ماحصل: (۱) حَرَّضَ: ایسی بات پر ترغیب دینا کہ اس کا نہ کرنا ہلاکت وتباہی کا موجب ہو۔

(۲) حَثَّ: سواری وغیرہ کی رفتار تیز کرنے کیلیے۔

(۳) حَضَّ: سواری کے سوا باقی اچھے کاموں کی ترغیب کے لیے۔

(۴) أَزَّ: برے کاموں پر یوں ابھارنا کہ احساس بھی نہ ہو۔

(۵) جَرَمَ: گناہ کے کاموں پر ابھارنے اور اشتعال دلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۴۔ اُتارنا۔ اُترنا

اترنا کے لیے نَزَلَ اور تَنَزَّلَ، حَلَّ اور هَبَطَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَزَلَ: اترنا معروف لفظ ہے۔ بلندی سے کسی چیز کا نیچے آنا (مف) اور اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ (نزول کی ضد صعود بھی ہے اور عروج بھی۔ قرآن میں ہے:

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا۔ (۵۷/۴) — اور جو چیز آسمان سے اترتی اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے۔

اور تَنَزَّلَ بھی نَزَلَ کا ہم معنی ہے۔ اور فرشتوں اور احکاماتِ الٰہی کے نزول کے لیے یہ دونوں الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

(۱) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۲۶/۱۹۳) — اسے امانتدار فرشتہ لے کر اُترا۔

(۲) تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (۹۷/۴) — اس رات میں رُوح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں۔

لیکن شیطانی القاء کے لیے صرف تَنَزَّلَ ہی آئے گا (مف) ارشاد باری ہے:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (۲۶/۲۲۱-۲۲۲) — میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔

۲۔ حَلَّ: کے بنیادی معنی "گرہ کھولنا" ہے اور اس کی ضد "عَقَدَ" یعنی گرہ باندھنا ہے۔ اربابِ حل وعقد عام فہم لفظ ہے بمعنی صاحبانِ بست وکشاد۔ اور سامان باندھنے اور کھولنے کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ مسافر سامان باندھ کر سفر پر جاتا ہے اور جہاں فروکش ہوتا ہے تو سامان کھول دیتا ہے۔ لہٰذا حَلَّ کا لفظ فروکش ہونے اور اترنے کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا (م ل) اور جس طرح مسافر کسی جگہ فروکش ہو کر سامان کھولتا ہے۔ اسی طرح حَلَّ کا لفظ کسی کام کے نتیجہ کے طور پر بھی آتا ہے۔ کہا جاتا ہے من جرّب المجرّب حلّت به الندامة۔ یعنی جو آزمائے ہوئے کو آزمائے اس پر ندامت اترتی ہے۔ قرآن میں ہے:

مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ۔ (۳۹/۴) — کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے؛

۳۔ هَبَطَ : کسی چیز کا قہرًا یا اضطرارًا نیچے اتر آنا یا گرنا یا نکلنا جیسے پتھر بلندی سے گرتا ہے (مف) بے اختیار ہو کر نکلنا، اپنے مرتبہ سے فروتر ہونا اور بلندی سے پستی کی طرف جانا، سب اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

(۱) کسی سواری سے نیچے اترنا کے لیے:

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ (۱۱/۴۸) — حکم ہوا کہ نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر (نازل کی گئی ہیں) اتر آؤ۔

(۲) کسی چیز کا اضطرارًا و قہرًا نیچے اترنا۔

وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ (۲/۷۴) — اور (پتھروں میں سے) کچھ ایسے ہیں کہ خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

(۳) مرتبہ سے فروتر ہو کر نکلنے کے لیے:

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ (۲/۳۶) — پھر شیطان نے ان دونوں (آدم و حوا) کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں تھے۔ اس سے ان کو نکلوا دیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ یہاں سے نکل جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

اس مفہوم کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن — بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے ہم نکلے!

ماحصل : (۱) نزل کا لفظ عام ہے۔ تنزل، وحی و احکاماتِ الٰہی اور شیطانی القاء وغیرہ کے آتا ہے۔

(۲) حَلَّ : کسی مقام پر اترنے کے لیے۔

(۳) هبط : قہرًا یا اضطرارًا کسی جگہ سے اترنے، گرنے یا نکلنے کے لیے آتا ہے۔

اتارنا : کے لیے نَزَلَ سے اَنْزَلَ اور نَزَّلَ، حَلَّ سے اَحَلَّ اور اس کے علاوہ وَضَعَ اور خَلَعَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ اَنْزَلَ اور نَزَّلَ بعض علماء کا خیال ہے کہ اَنْزَلَ کا لفظ بلندی سے کوئی چیز یکبارگی اتارنے کیلیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (۹۷/۱) — ہم نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں اتارا۔

اور یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم یکبارگی نازل نہیں ہوا۔ اس کی توجیہہ یہ ہے کہ قرآن کریم اس رات کو آسمان دنیا پر تو یکبارگی نازل ہو گیا۔ بعد میں حسب موقع و ضرورت بذریعہ وحی نازل ہوتا رہا۔ دوسری توجیہہ یہ ہے جیسے (فتح محمد صاحبؒ) نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع

کیا اور تنزیل سے مراد کسی چیز کو بتدریج یا حسبِ ضرورت اتارنا کے ہیں۔ جیسے:

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ۔ (۲۵/۱)	وہ خدائے عزوجل بہت ہی بابرکت ہے۔ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔

چنانچہ امام راغب بھی یہی خیال فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "ان دونوں میں معنوی فرق یہ ہے کہ تنزیل کے معنی ایک چیز کو مرۃً بعد اخریٰ اور متفرق طور پر نازل کرنے کے ہوتے ہیں۔ اور انزال کا لفظ عام ہے جو ایک ہی دفعہ مکمل طور پر کسی چیز کو نازل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے (مف) گویا امام موصوف کے نزدیک تنزیل کا لفظ تدریج کے لیے اور انزال کا تدریج اور یکبارگی اتارنے دونوں کیلئے آتا ہے لیکن قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔ مثلاً:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً۔ (۲۵/۳۲)	اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن یکبارگی کیوں نہیں اتارا گیا؟

یہاں یکبارگی کے ساتھ تنزیل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں لفظ اس قدر قریب المعنیٰ ہیں کہ ایک کی جگہ دوسرا بلا تکلف استعمال ہو سکتا ہے صرف الفاظ کی بندش اور جملہ کی وضاحت کے لحاظ سے کوئی بھی ایک لفظ قرآن کریم نے استعمال کر لیا ہے۔

۲۔ اَحَلَّ: کسی دوسرے کو کسی مقام پر اتارنا۔ اور یہ اترنے والے کے کسی عمل کے نتیجہ پر ہوتا ہے۔ اور خیر و شر دونوں صورتوں میں آتا ہے۔ مثلاً خیر کے لیے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (۳۵/۳۵)	وہ کہیں گے، خدا کا شکر ہے، کہ جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا اور قدردان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے لیے اپنے گھر میں اتارا۔

شر کے لیے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ (۱۴/۲۸)	کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خدا کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جا اتارا۔

۳۔ وَضَعَ: وضع کے بنیادی معنی نیچے رکھ دینا کے ہیں (مف) لفظ وضع حمل اور بوجھ اتارنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور حمل میں بھی بوجھ ہی اتارا جاتا ہے۔ مثلاً:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ (۹۴/۲)	اور ہم نے آپ سے وہ بوجھ اتار دیا جو آپ کی کمر توڑ رہا تھا۔

پھر یہ لفظ اتارنے کے لیے عام ہونے لگا، مثلاً:

حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ۔ اور جب تم دوپہر کو اپنے کپڑے اتارتے ہو۔

۴۔ خَلَعَ : بنیادی معنی کسی چیز کو علیحدہ کرنا ہیں جو پہلے اس میں شامل تھی۔ (م ل) لفظ خُلع بھی یہی مفہوم ادا کرتا ہے کہ عورت زربدل دے کر خاوند سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ پاؤں سے جوتے تک کو علیحدہ کرنے (اتارنے) کے لیے استعمال ہوا ہے۔ فرمایا:

اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۔ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۔ (۱۲/۲۰) (اے موسیٰؑ) میں تمہارا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دو۔ تم یہاں پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو۔

اور خلع میں یہ عجیب نسبت ہے کہ قدیم تہذیبوں میں عورت کو پاؤں کے جوتے سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

ماحصل : (۱) اِنْزَال اور تَنْزِيْل کسی چیز کو نیچے اتارنے کے لیے ہیں انزال یکبارگی اور تنزیل محض آتنے کے لیے خواہ یکبارگی ہو یا بتدریج

(۲) اَحَلَّ : میں اتارنے کا عمل اترنے والے کے کسی عمل کے نتیجے میں ہوتا ہے۔

(۳) وضع : کسی چیز کو اتار کر نیچے رکھنے کے لیے۔

(۴) خلع : کسی چیز کو دوسری چیز سے علیحدہ کر کے اتارنے کے لیے جس میں وُہ شامل تھی، استعمال ہوتے ہیں۔

اِترانا — تکبّر کرنا

کے لیے فَرِحَ، بَطِرَ، مَرِحَ، اِخْتَال، فَخَرَ، اَشِرَ، تَمَطّٰی اور تَكَبَّرَ اور نَفَرَہ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ فَرِحَ : کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔ فرح القلب اور فرح النفس۔

فرح القلب سے مراد کسی نعمت پر تہ دل سے شکر گزار ہوتا ہے۔ یہ محمود صفت ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۔ (۵۸/۱۰) آپ کہہ دیجئے کہ (کتاب) خدا کے فضل اور اس کی مہربانی سے نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں اور یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وُہ جمع کرتے ہیں۔

اور فرح النفس مذموم صفت ہے۔ یعنی خدا کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اترانے لگنا اور پھولا نہ سمانا اور خوشیاں منانا۔ ارشاد باری ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (۷۶/۲۸) جب اس (قارون) کی قوم نے اسے کہا، اترائیے مت۔ خدا اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۲۔ بَطِرَ : نعمتوں کی فراوانی کی وجہ سے بہک جانا اور بقول امام راغب بطر ایک دہشت ہے جو خوشحالی کے غلط استعمال، حق نعمت میں کوتاہی اور نعمت کے غلط استعمال سے انسان کو لاحق ہوتی ہے۔ (مف) اور ابن فارس کے نزدیک بطر کے اصل معنی پھاڑنا کے ہیں۔ یعنی جیسے نعمت کی فراوانی نے کسی کے دیدے پھاڑ دیے ہوں اور وُہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا گویا بطر کے مفہوم میں بھی نعمت کی فراوانی اور عدم شکر اور غلط استعمال موجود ہے اور یہ فَرِحَ سے اگلا درجہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا۔ (۲۸/۵۸)	اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی فراخیٔ معیشت پر اترا رہے تھے۔

۳۔ مَرَحَ: فرطِ انبساط سے جھومنے لگنا (شِدَّۃُ الفرح ف ل ۱۷۰) ناز و ادا سے اکڑ اکڑ کر چلنا۔ یہ تیسرا درجہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (۱۷/۳۷)	اور زمین میں اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو نہ تو زمین کو پھاڑ سکے گا اور نہ ہی لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔

۴۔ اِخْتَالَ: (خیل) ابن فارس کے نزدیک خیل کے معنی یدل علی حرکۃ فی تلوّن (م۔ل) یعنی وہ حرکت جو ہر آن نیا رنگ بدلتی ہے۔ تَخَیُّل کے معنی تصور باندھنا، تکبّر کرنا اور اختال بمعنی اکڑ کر چلنا اور تکبّر کی چال چلنا (منجد) آتے ہیں۔ گویا ایسے شخص کا دماغ عام آدمیوں سے اونچی سطح پر ہوتا ہے۔ اور یہ مَرَحَ سے اگلا درجہ ہے۔

۵۔ فخر، ایسی باتوں پر شیخی بگھارنا جو اس کے اپنے قبضہ و اختیار سے خارج ہوں۔ مثلاً حسب ونسب پر اترانا یا موروثی مال و دولت پر شیخی بگھارنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (۳۱/۱۸)	اور (ازراہِ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کہ خدا کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرح، اختال اور فخر تینوں مذموم صفات کا بالترتیب ذکر فرمایا ہے۔

۶۔ اَشَر، اَشِرٌ: ایسے خود پسند کو کہتے ہیں جو مندرجہ بالا صفات کے علاوہ زبان سے ڈھینگیں مارتا اور لاف زنی بھی کرتا ہو۔ امام راغب الاشر کے معنی بہت زیادہ اترانا بتلاتے ہیں (مف) گویا یہ مَرَحَ اور اختال سے بھی اگلا درجہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ	ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔

۷۔ تَمَطّٰی: (مطو بمعنی چلنے میں گھمنڈ سے بازو پھیلانا (منجد) بے نیازی کا اظہار کرنا۔ بازو پھیلا کر گھمنڈ سے تیز تیز چلنا (ف ل ۸۱۷) قرآن میں ہے:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۙ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۔ (۷۵/۳۳)	تو اس (عاقبت نا اندیش نے) نہ تو (کلامِ خدا کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔

۸۔ تَكَبُّر: یہ فخر کا سب سے آخری درجہ ہے جس میں انسان عُجب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خود پسندی کی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور حق بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں مروی ہے، الکبر ان تسفہ الحق وتغمص الناس[1] (الادب المفرد للبخاری)

[1] تکبر یہ ہے کہ تو حق بات ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

ارشاد باری ہے:

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا (۷/۱۳) — اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا تو جنت سے نکل جا تجھے شایاں نہیں کہ تو یہاں غرور کرے۔

۹۔ فَرِهَ، بمعنی خوش ہونا۔ اکڑنا اور فرہ بمعنی ماہر ہونا۔ حاذق ہونا۔ خوش ہونا۔ سبک ہونا اور فارِہٌ بمعنی چست چالاک۔ جس کی مہارت ظاہر ہو (منجد) گویا فَرِهَ اپنے ہنر اور فن کے کمال پر خوش ہونے اترانے اور فخر کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ (۲۶/۱۴۹) — اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔ (جالندھریؒ)

فخریہ عمارتیں بناتے ہو (مودودیؒ)

ماحصل: (۱) فَرِحَ، خوشیاں منانا۔ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے ان پر اترانا۔

(۲) بَطَرَ: کفرانِ نعمت اور ان کا غلط استعمال کرنے لگنا اور دوسروں کو خاطر میں نہ لانا۔

(۳) مَرِحَ، ناز و ادا سے اکڑ اکڑ کر چلنا شدت الفرح

(۴) اختال، متکبرانہ چال چلنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا۔

(۵) فَخَرَ، ایسی باتوں پر اترانا جنہیں کسی کا اپنا کچھ دخل نہ ہو۔

(۶) اَشَرَ، خود پسند اور لاف زنی کرنے والا ڈھینگیں مارنا

(۷) تَمَطّٰی، گھمنڈ کی وجہ سے بازو پھیلا کر تیز تیز چلنا۔

(۸) تَكَبَّرَ، گھمنڈ کا آخری درجہ۔ حق بات کو رد کر دینا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔

(۹) فرہ، اپنے فن کی مہارت پر اترانا۔

۶۔ اٹکل پچو یا من گھڑت باتیں کرنا

کے لیے خَرَصَ، اِخْتَلَقَ (خلق)، اِفْتِرَاء (فری) اور تَقَوَّلَ (قول) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَرَصَ، محض ظن اور تخمین سے کام لینا۔ خَرَصَ النَّخْلَةَ سے یہ مراد ہے کہ محض اٹکل سے اندازہ لگانا کہ اس کھجور کے درخت پر کتنا پھل ہوگا اور خرّاص اس شخص کو کہتے ہیں جو اکثر کاموں میں محض اندازہ اور تخمینہ سے کام لیتا ہو۔ (منجد) ایسا آدمی عموماً جھوٹا اور ناقابلِ اعتماد ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قُتِلَ الْخَرّٰصُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ - يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ (۵۱/۱۰ تا ۱۲) — اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں، جو بے خبری میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا؟

۲۔ اِخْتَلَقَ، خَلَقَ بمعنی کوئی چیز پیدا کرنا جس کا مواد کچھ نہ کچھ پہلے موجود ہو اور اختلاق کے معنی ایسی بات جس میں کچھ تھوڑی بہت حقیقت بھی ہو تو اس میں جھوٹ سچ ملا کر اس کو ہموار، چکنا اور ملائم بنانا (م ل) بناوٹی اور خود تراشیدہ بات۔ اختراع (مف) یہ لفظ جھوٹی بات سے مختص ہے جسے اس طرح ہموار کیا گیا ہو کہ وہ سچ معلوم ہو۔ (فق ل ۱۱۲) ارشادِ باری ہے:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ إِنْ هٰذَآ إِلَّا اخْتِلَاقٌ (۳۸/۷) — کافروں نے کہا) ہم نے یہ بات پچھلے مذہب میں کبھی سنی ہی نہیں۔ یہ تو بالکل بناوٹی ہوئی بات ہے۔

۳۔ افتراء: اس کا مادہ فری ہے۔ فری کے معنی جھوٹ باندھنا اور بگاڑ پیدا کرنا (م-۱) ہے۔ چنانچہ قرآن کی اس آیت:

فَأَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۖ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (۱۹/۲۷) — پھر (مریمؑ) لائی اس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں تو وہ اسے کہنے لگے اے مریمؑ! تو لائی یہ چیز طوفان کی (عثمانیؒ) سے یہ مراد ہے تو نے یہ کیا غضب کر دیا اور فساد بپا کر دیا ہے۔

اور افتریٰ ایسے جھوٹ یا الزام کو کہتے ہیں جو فساد اور بگاڑ کی خاطر سوچ سمجھ کر بنایا جائے (مف) بہتان باندھنا۔

وَإِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۔ (۱۷/۷۳) — اور اے پیغمبرؐ جو وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے قریب تھا یہ (کافر) لوگ تم کو اس سے بچلا دیں تاکہ تم اس کے سوا دوسری باتیں ہماری نسبت بنا لو۔

۴۔ تَقَوَّلَ، قول۔ ہر منہ سے نکلی ہوئی بات قول ہے۔ اور بعض دفعہ قول کا اطلاق ایسی بات پر بھی ہوتا ہے جو ابھی دل میں ہو۔ مثلاً:

وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ ۔ (۵۸/۸) — اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا؟

اور تَقَوَّلَ کے معنی جھوٹی بات کو اختراع کرنا پھر اسے کسی دوسرے کے سر تھوپ دینا (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيْلِ ۔ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (۶۹/۴۴ تا ۴۶) — اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔

ماحصل: (۱) خرص، محض ظن وتخمین سے کام لینا جہاں حقیقت کو دخل نہ ہو۔ (۲) اِخْتَلَقَ، جبکہ تھوڑی بہت حقیقت باقی سب فسانہ ہو۔ جھوٹی بات جو سچی معلوم ہو۔ (۳) افتراء، فساد اور بگاڑ پیدا کرنے کی خاطر جھوٹ تراشنا۔ (۴) تقوّل، جھوٹ خود تراشنا پھر اسے کسی دوسرے پر تھوپ دینا۔

۷۔ اُٹھانا — بوجھ اُٹھانا

کے لیے حَمَلَ، نَاءَ (نوء)، وَزَرَ، أَثَارَ (ثور)، أَقَلَّ، بَعَثَ، أَنْشَرَ، أَنْشَأَ، اِلْتَقَطَ اور لَقَحَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَمَلَ: بوجھ اٹھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال عام ہے اور مادی اور معنوی دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ مثلاً:

(۱) مادی بوجھ اٹھانے کے لیے خواہ یہ ظاہری ہو یا باطنی جیسے ماں کا اپنے پیٹ میں بچہ کا بوجھ اٹھانا یا درخت کا اپنے پھل کا یا بادل کا اپنے پانی کا بوجھ اٹھانا۔ غرض یہ لفظ ہر طرح مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهٖ (۷/۱۸۹)
جب مرد عورت کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل ہو جاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔

(۲) معنوی بوجھ اٹھانے کے لیے:

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا۔ (۲۰/۱۱۱)
اور اس زندہ و قائم کے روبرو منہ نیچے ہو جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ نامراد رہا۔

اور حَمَلَ عَلٰی بمعنی کسی پر بوجھ لادنا اور حَمَّلَ بوجھ اٹھوانا کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا (۲/۲۸۶)
اور ہم پر بوجھ نہ ڈال۔

۲۔ نَآءَ: (ینوء) کے معنی سخت محنت کرنا اور مشقت سے بوجھ اٹھانا (م۔ل) زیادہ بوجھ ہونے کی وجہ سے مشکل سے اٹھانا یا اٹھا سکنا (م۔ا) ارشادِ باری ہے:

وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ (۲۸/۷۶)
اور ہم نے اس (قارون) کو اتنے خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں۔

۳۔ وَزَرَ: جب کوئی شخص اپنا کپڑا پھیلا کر اس میں اپنا بوجھ رکھ کر اٹھاتا اور چل دیتا ہے تو یہی وَزَرَ کا صحیح مفہوم ہے۔ اسی لیے ذنب یعنی گناہ کو وِزْر کہتے ہیں یعنی وہ شخص اپنے کیے ہوئے گناہ کا بوجھ اٹھا لیتا ہے۔ (م ل) گویا وِزْر کا استعمال عموماً گناہوں کے بارگراں اٹھانے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ۔ (۶/۳۱)
اور وہ اپنے (گناہوں کے) بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ یہ اٹھائیں گے کیسا برا ہے۔

۴۔ اَثَارَ: (ثور) ثار کے معنی کسی چیز کے اوپر اٹھنا ہیں (م ل) اور اَثَارَ کا لفظ اوپر اٹھانے کے لیے آتا ہے۔ اگر یہ لفظ زمین سے متعلق ہو تو اس کے معنی ہل جوتنا ہوتا ہے کہ اس سے زمین کو اوپر اٹھاتے ہیں۔ اور بالعموم اس لفظ کا استعمال ہواؤں اور دریاؤں کو اوپر اٹھانے کے لیے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا (۳۰/۴۸)
خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر خدا اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔

۵۔ اَقَلَّ: قَلَّ بنیادی طور پر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کم ہونا (۲) بلند ہونا اور اَقَلَّ بمعنی کسی چیز کو اٹھانا اور بلند کرنا (منجد) اور اَقَلَّ اَثَارَ سے زیادہ ابلغ ہے۔ یعنی ہواؤں کا بارش سے لدے ہوئے بوجھل بادلوں کو معمولی اور حقیر سمجھ کر اٹھائے لیے پھرنا (مف) چنانچہ درج ذیل آیت بھی اس بات کی وضاحت کر رہی ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ (۵۷/۷)	اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں۔

۶۔ بَعَثَ: بنیادی طور پر اس میں دو معنی پائے جاتے ہیں (۱) ابھارنا۔ اٹھانا (۲) تنہا روانہ کرنا (منجد) کبھی تو بیک وقت یہ لفظ دونوں معنوں میں کبھی الگ الگ کسی ایک معنی میں استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے بَعَثْتُ الْبَعِیْرَ جس کے معنی ہیں اونٹ کو اٹھانا اور آزاد کر دینا۔ اس وقت ہمارے زیر بحث اس کے پہلے معنی ہیں۔ اگر اس لفظ کا استعمال مُردوں سے متعلق ہو تو بھی اس میں دونوں معنی پائے جاتے ہیں یعنی مردوں کو زندہ کر کے اٹھانا اور میدانِ محشر کی طرف چلانا۔ مثلاً:

وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا	اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں
وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ (۷/۲۲)	اور یہ کہ خدا سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائے گا۔

پھر یہ لفظ نیند سے اٹھانے کے لیے بھی (یعنی صرف پہلے معنی میں) استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ نیند بھی ایک ہلکی قسم کی موت ہی ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِیَتَسَآءَلُوْا بَیْنَهُمْ (۱۹/۱۸)	اور اسی طرح ہم نے ان (اصحاب کہف) کو (نیند سے) اٹھایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں۔

۷۔ اَنْشَرَ: نَشَرَ کے بنیادی معنی پھیلانا ہیں اور اس کی ضد طوی یعنی لپیٹنا ہے۔ نَشَرْتُ الْكِتَابَ یعنی میں نے کتاب کو کھولا یا پھیلایا اور طَوَیْتُهٗ کے معنی کتاب کو لپیٹ دیا یا بند کر دیا (م ل) جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۱۰/۸۱)	اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔

اور نَشَرَ الْمَیِّتُ نُشُوْرًا کے معنی میت کے از سر زندہ ہونے کے ہیں (مف) وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ کے معنی اللہ کے پاس ہی قبروں سے نکل کر جانا ہے۔ اس میں زندہ ہونا، اٹھنا اور پھیلنا سب معنی پائے جاتے ہیں۔ اسی سے اَنْشَرَ فعل متعدی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (۲۲/۸۰)	پھر اللہ نے انسان کو موت دی پھر اسے قبر میں دفن کرایا پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا:

۸۔ اَنْشَزَ: نشز کے بنیادی معنی ارتفاع، اٹھان، ابھار کے ہیں خصوصاً جب کسی چیز میں یہ اٹھان تحرک اور ہیجان کا نتیجہ ہو۔ (رغ ق) نَشَزَ الرجل کا معنی بیٹھے ہوئے آدمی کا اٹھ کھڑا ہونا ہے (منجد) اسی سے اَنْشَزَ فعل متعدی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا	اور اپنے (ہمراہ) گدھے کو دیکھو اور ہم نے تجھے لوگوں کے واسطے نمونہ بنانا چاہا اور ہڈیوں کی طرف بھی دیکھو، ہم

ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (۲/۲۵۹) — انھیں کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت پوست چڑھاتے ہیں۔ (عثمانیؒ)

یہاں اَنْشَزَ استعمال کرنے کا یہ معنیٰ ہے کہ ان ہڈیوں میں تحرک اور ہیجان پیدا ہوا۔ وُہ آپس میں جڑنے لگیں اور گدھے کا پنجر کھڑا ہو گیا۔

۹۔ اِلْتَقَطَ : لَقَطَ کے معنی زمین سے کسی چیز کا اٹھانا اور لُقْطَۃ اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر گری پڑی دستیاب ہو اور اس کا مالک معلوم نہ ہو (منجد) اسی سے اِلْتَقَطَ مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ زمین سے کسی ایسی گری پڑی چیز کا اٹھانا جس کے مالک کا علم نہ ہو۔ قرآن میں ہے :

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِىْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ (۱۲/۱۰) — (یوسفؑ کے بھائیوں میں سے) ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو۔ کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو۔ کوئی راہگیر اسے اٹھا لے جائیگا۔

۱۰۔ لَقَحَ : یہ لفظ باطنی قسم کے بوجھ اٹھانے سے مخصوص ہے لقحت الناقۃ بمعنی اونٹنی حاملہ ہو گئی (م ف) پھر یہ لفظ ہواؤں سے بھی متعلق ہے جو نر درخت سے تخم لے جا کر مادہ درخت میں تخم ریزی کرتی ہیں یا وُہ ہوائیں جو بارش کا بوجھ اٹھائے پھرتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (۱۵/۲۲) — اور ہم بادلوں کے پانی کا بوجھ اٹھانے والی ہوائیں بھیجتے ہیں۔ پھر ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں۔

نیز دیکھیے —— بلند کرنا۔

ماحصل :
(۱) حَمَلَ : بوجھ اٹھانے کے لیے خواہ مادی ہو یا معنوی۔ عام ہے۔
(۲) نَآءَ : زیادہ بوجھ جو بہ مشقت اٹھایا جا سکے) بوجھ کو بہ مشقت اٹھانا
(۳) اَثَارَ : ہواؤں کا بادلوں کو اٹھانے کے لیے
(۴) وَزَرَ : عموماً گناہ کا بوجھ اٹھانے کیلیے آتا ہے۔
(۵) اَقَلَّ : بادلوں کا بوجھ معمولی سمجھ کر اٹھانے کے لیے
(۶) بَعَثَ : مُردوں کو اٹھانے کے لیے
(۷) اَنْشَرَ : مُردوں کو اٹھا کر پھیلانے کے لیے
(۸) اَنْشَزَ : کسی چیز میں تحرک پیدا کر کے اٹھانے کے لیے
(۹) اِلْتَقَطَ : کسی گری پڑی چیز کو اٹھانے کے لیے
(۱۰) لَقَحَ : باطنی قسم کا بوجھ اٹھانے کے لیے مخصوص ہے

نیز دیکھیے "بلند کرنا"

۸۔ اٹھنا

کے لیے بعث سے انبعث، نَشَرَ، نَشَزَ اور قَامَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اِنْبَعَثَ : بَعَثَ (کے معنی کے لیے اٹھنا) کے بابِ اِنْفِعَال میں ہونے کی وجہ سے اس کے معنی کسی شخص کا خود اٹھنا اور کسی اہم مقصد کی تکمیل کے لیے تنہا روانہ ہونا ہے۔ قرآن میں ہے :

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ اِذِ انْبَعَثَ — (قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب پیغمبر کو جھٹلایا۔ جب

اَشْقٰهَا (۹۱/۱۲) — ان میں ایک نہایت بدبخت اٹھا۔

۲۔ نَشَرَ: (۱) مُردوں کا قبروں سے اٹھ کر پھیل جانا (کما مرّ) (۲) اٹھ کر نکل کھڑا ہونا۔

(۱) وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا (۲۵/۳) — نہ مرنا ان کے اختیار میں ہے اور نہ جینا اور نہ (مرکر) اٹھ کھڑے ہونا۔

(۲) هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا۔ (۲۵/۴۷) — اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔

۳۔ نَشَزَ: کسی تحریک یا تحرک کی وجہ سے اٹھنا۔ (کما مرّ)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا (۵۸/۱۱) — اے ایمان والو! جب تمہیں مجالس میں کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو کھل کر بیٹھو خدا تم کو کشادگی بخشے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

۴۔ قَامَ: بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے آدمی کا اٹھ کھڑا ہونا یا چلتے چلتے کھڑے ہونا سب کے لیے آتا ہے۔ گویا کھڑا ہونا کے لیے بالعموم استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں دیکھئے:

(۱) اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا۔ (۳/۱۹۱) — وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے خدا کو یاد کرتے ہیں۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ (۷۴/۱-۲) — اے (محمدؐ) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو اٹھو اور ہدایت کرو۔

(۳) كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا (۲/۲۰) — جب بجلی (چمکتی اور) ان پر روشنی ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

ماحصل: (۱) انبعث: اٹھ کر تنہا کسی مقصد کے روانہ ہو جانا کے لیے۔
(۲) نشر: اٹھنا اور پھیل جانا۔
(۳) نشز: کسی تحریک کی بنا پر اٹھ جانے کے لیے۔
(۴) قام: کسی بھی حالت کے بعد کھڑا ہونا۔ عام ہے۔

۹۔ اجازت لینا

اجازت لینے کے لیے اِسْتَاْذَنَ (اذن) اور اِسْتَاْنَسَ (انس) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اِسْتَاْذَنَ: اذن (بمعنی اجازت یا منظوری) سے مشتق ہے۔ اِسْتَاْذَنَ بمعنی منظوری حاصل کرنا کسی کام کے لیے اجازت چاہنا اور اِسْتَاْذَنَ عَلَيْهِ بمعنی اندر آنے کی اجازت طلب کرنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ — جو لوگ خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ تو آپ سے

بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (۹/۴۴) — اجازت نہیں چاہتے کہ پیچھے رہ جائیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ اپنے مال اور جان سے جہاد کریں۔

۲۔ اِسْتَانَسَ: اَنَسَ بمعنی کسی چیز کو دیکھنا اور اس کو جاننا۔ اَنَسَ الصوت بمعنی آواز سن لینا۔ اَنَسَ النار۔ بمعنی آگ دیکھنا۔ اسی سے اِسْتَانَسَ مشتق ہے۔ بمعنی موانست پیدا کرنا۔ اپنے کسی قول و فعل کے ذریعے دوسرے کو اپنے سے متعارف کرنا۔ مثلاً کوئی شخص دروازے پر کھڑا ہو کر صاحب خانہ کو آواز دیتا ہے یا کھانستا ہے تو اس آواز یا کھانسنے کے عمل سے صاحب خانہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دروازے پر فلاں شخص ہے۔ تو اِستَانَسَ کا مفہوم پورا ہو گیا۔ ارشادِ باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا۔ (۲۴/۲۷) — اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر نہ داخل ہوا کرو۔

ماحصل: (۱) استاذن: کسی کام کی اجازت یا منظوری طلب کرنا۔

(۲) استانس: اپنے کسی قول و فعل سے دوسرے کو متعارف کرانا۔

اور اجازت دینا کے لیے صرف اَذِنَ آیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (۹/۴۳) — (اے پیغمبر) خدا آپ کو معاف کرے۔ آپ نے ان (منافقوں کو جہاد پر نہ جانے کی) کیوں اجازت دی۔

۱۰۔ اُجڈ

کے لیے عُتُلّ۔ فَظّ اور اَعْرَاب کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ عُتُلّ: عَتَلَ بمعنی سختی سے اور درشتی سے کسی کو اس کے سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا اور گھسیٹنا (مف)

عَتَلَهٗ اِلَی السِّجْنِ بمعنی اسے گھسیٹ کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (۴۴/۴۷) — اسے پکڑ لو اور کھینچ کر دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

اور عُتُلّ بمعنی اجڈ اور درشت خو (م۔ق) سخت گیر (مف) ارشاد باری ہے:

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ (۶۸/۱۳) — سخت خو اور اس کے علاوہ بد ذات ہے۔

۲۔ فَظّ بمعنی بدمزاج (مف) بدخلق (م۔ق) اور فظ بمعنی سخت کلام اور خلق ہونا (منجد) زبان کا کڑوا صندلین یعنی زبان اور مزاج کا نرم ہونا) ارشادِ باری ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (۳/۱۵۹) — (اے محمدؐ!) خدا کی مہربانی سے تمہاری افتادِ مزاج ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر آپ تندخو اور سخت دل واقع ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

۳۔ اعراب: گنوار۔ بادیہ نشین، جنگلی، جنگل میں رہنے والے۔ غیر مہذب۔ جنھیں گفتگو یا طرزِ بود و باش کا سلیقہ

اور تمیز ہی نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (۹/۹۷)

گنوار کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔ اور اسی لائق ہیں کہ وہ ان احکام کو جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں جان ہی نہ سکیں۔

ماحصل: (۱) عتل: سخت مزاج اور سخت گیر (۲) فظ: بدمزاج اور گفتگو میں گالی گلوچ استعمال کرنے والا (۳) اعراب: بدتمیز جنھیں آدابِ گفتگو کا سلیقہ ہی نہ ہو

۱۱۔۔۔اچانک۔۔(ناگہاں)

کے لیے اِذْ اور اِذَا اور بَغْتَةً کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ اِذْ اور اِذَا۔ دونوں حروف ظرف "جب" کا معنی دیتے ہیں۔ اِذْ عموماً ماضی کے لیے آتا ہے اور اِذَا مضارع کے لیے۔ یہ دونوں حروف کبھی مفاجات یعنی ناگہاں یا اچانک کسی خبر کے ظہور کے لیے آجاتے ہیں۔ تاہم بعد کے واقعہ کا پہلے سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوتا ہے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا اَسَدٌ بِالْبَابِ۔ یعنی میں نکلا تو اچانک دروازے پر شیر تھا۔ (منجد) اور قرآن میں ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ۔ (۷/۱۰۷)

موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈالی تو اچانک وہ صریح اژدھا بن گیا۔

۲۔ بَغْتَةً: بمعنی اچانک کسی چیز کا یوں ظہور میں آنا کہ اس کے ظہور کا گمان بھی نہ ہو (مف) بَغْتَةً اور اِذْ یا اذا کا فرق یہ ہے کہ اذا میں بعد کے واقعہ کی پہلے واقعہ سے کچھ تعلق یا نسبت ہوتی ہے، جبکہ بغتۃ میں صرف کسی فجائی یا ناگہانی واقعہ کا ذکر ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (۷/۹۵)

تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ بے خبر تھے۔

دوسرے مقام پر ہے:

حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا (۶/۳۱)

یہاں تک کہ جب قیامت اچانک ان پر آموجود ہوگی تو کہیں گے ہائے افسوس جو ہم نے قیامت کے بارے میں تقصیر کی!

۱۲۔۔۔اچھا۔۔۔خوب۔۔۔بہتر

کے لیے نِعْمَ، خَيْر، حَسَنٌ، مُثْلٰى اور جَمِيْل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نِعْمَ: کلمہ تحسین ہے جو ہر قسم کی مدح کے لیے استعمال ہوتا ہے (مف) جس کے معنی ہیں۔ واہ۔ واہ کیا خوب۔ کسی اچھی چیز پر خوش ہو کر بولا جاتا ہے۔ ابن فارس کے نزدیک اس کا اصل عطف اور میلان ہے (م ل) یعنی جس چیز کو دیکھ کر طبیعت ادھر مائل اور راغب ہو تو نِعْمَ کہتے ہیں اور اس کی ضد بِئْسَ

ہے جو کلمہ ذم ہے اور مذمت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (۱۶/۳۰) — اور پرہیز گاروں کا گھر کیا خوب ہے؟

۲۔ خَیْر: ہر وہ چیز جو سب کو مرغوب ہو۔ مثلاً عدل، فضل، عقل اور مال و دولت کو بھی خیر کہتے ہیں (م۔ا) اس کی ضد شر ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۱۰۰/۸) — اور وہ انسان تو مال و دولت سے سخت محبت کرنے والا ہے۔

یعنی خیر سے مراد ہر بھلی بات یا نیک کام ہوتا ہے اور اس کی جمع خیرات ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ (۳/۱۱۴) — وہ خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر لپکتے ہیں۔

خیر کا لفظ صرف بھلی بات یا بھلے کام پر ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ بھلے آدمیوں یا چیزوں پر بھی ہوتا ہے اور ایمان کے لیے بھی اس صورت میں خیر سے جمع اخیار آتی ہے۔ مثلاً:

اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (۳۸/۴۷) — وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔

گویا خیر کا لفظ کسی بھلی بات یا کام یا آدمی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور نِعْمَ کسی بھلی چیز کو دیکھنے سے خوش ہونے پر بولا جاتا ہے۔ درج ذیل آیت اس بات کی وضاحت کر رہی ہے:

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (۱۶/۳۰) — آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے۔ اور پرہیزگاروں کا گھر کیا ہی خوب ہے۔

۳۔ حَسَن: بمعنی خوش کن اور پسندیدہ چیز (مف) اور اس کی ضد سَاءَ ہے۔ پھر یہ لفظ ظاہری خوبصورتی اور چہرے کے نکھار کے لیے بھی مستعمل ہے۔ جیسے فرمایا:

فِيْهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ (۵۵/۷۰) — ان (جنت کے باغوں میں) نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں۔

اس صورت میں اس کی ضد قَبِیْح ہے۔ علاوہ ازیں یہ لفظ اخلاق کی عمدگی کو ظاہر کرنے کے لیے بھی معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (۴/۶۹) — اور ان لوگوں کی رفاقت کیا ہی خوب ہے۔

۴۔ اَمْثَل اور مُثْلٰی۔ مَثَل کے معنی تصویر کا آنکھوں کے سامنے ہونا (مف) اور اَمْثَل کے معنی مثالی، بے نظیر، آئیڈیل۔ بہترین (م۔ا) جیسے قرآن میں ہے:

اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً (۲۰/۱۰۴) — اس وقت سب سے اچھی راہ والا (یعنی عاقل و ہوشمند) کہے گا۔ (جالندھری)

اور مُثْلٰی، اَمْثَلُ سے مؤنث ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (۲۰/۶۳) — اور تمہارے مثالی طریق زندگی کا خاتمہ کردیں۔

۵۔ جمیل: اپنی اصل کے لحاظ سے جمال کے معنی ظاہری خوبی، شان، ٹھاٹھ اور خوبصورتی ہے (فق، ۲۱۷) جیسے فرمایا:

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ (۱۶/۶) — اور تمہارے لیے اس میں شان ہے۔

اور اَجْمَلَ فی العمل بمعنی کام کو بہتر طریقے سے سرانجام دینا ہے (م۔ق) اور جمیل کا لفظ بہتر راستہ اختیار کرنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ (۱۲/۱۸) — تم یہ بات اپنے دل سے بنا لائے ہو۔ سو اب صبر ہی اچھا ہے۔

اور رسول اللہؐ نے اپنی بیویوں سے فرمایا:

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (۳۳/۲۸) — اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔

بعد میں یہ لفظ چہرہ کی خوبصورتی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ لیکن اس کی مثال قرآن میں نہیں ہے۔

ماحصل: (۱) نعم۔ کلمہ تحسین ہے جو کسی اچھی بات پر تعریف کے طور پر کہا جاتا ہے۔

(۲) خیر۔ ہر بھلی بات، کام یا آدمی کے لیے۔

(۳) حُسن۔ خوش کن اور پسندیدہ بات ظاہری و معنوی خوبصورتی اور اچھائی کے لیے۔

(۴) امثل اور مثلٰی بمعنی مثالی۔ بہترین۔ آئیڈیل جو قابل تقلید ہو۔

(۵) جمیل۔ افعال، اخلاق اور احوال ظاہرہ کی اچھائی کے لیے آتا ہے۔

۱۳۔ اچنبھا ___ اجنبی ہونا

کے لیے نکِر۔ عَجَب اور تعجّب کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

۱۔ نَكِرَ بمعنی کسی بات سے ناواقف ہونا (نَكِرَة ضد مَعْرِفَة) اور انکر بمعنی انکار کرنا۔ کسی سے ناواقف ہونا اور تناکر بمعنی جان بوجھ کر ایک دوسرے سے ناواقف بننا اور اجنبیوں کا سا سلوک کرنا اور نُکر۔ برا کام۔ سخت کام (منجد) اور منکر بمعنی برا کام۔ بری بات۔ ناگوار چیز۔ گویا نکر میں اجنبیت اور ناگواری دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا رَاٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً (۱۱/۷۰) — پھر جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا۔

۲۔ عَجَب۔ عَجَبٌ ایسی حیرت کو کہتے ہیں جس کا سبب معلوم نہ ہو (مف) نیز عَجَب بمعنی پسند کرنا اور اَعْجَبَ بمعنی کسی ایسی چیز کا خوشگوار محسوس ہونا جو غیر متوقع ہو یا اس کا سبب معلوم نہ ہو۔ اور کبھی یہ لفظ محض خوشگوار کے

معنوں میں بھی آتا ہے۔ گویا عجب میں بھی دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ اجنبیت اور خوشگواری۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ (۱۱/۷۳) — فرشتے (حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سے) کہنے لگے کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔ اے اہل بیت! تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

۳۔ جُنُب، جَنْب بمعنی پہلو۔ کروٹ اور جُنُب بمعنی اجنبی بھی اور ناپاک بھی اور جُنُب کا لفظ واحد تثنیہ جمع، مذکر و مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ (منجد) یہ لفظ قرآن میں ان دونوں معنوں میں آیا ہے۔ جب یہ اجنبی کے معنوں میں آئے تو اس میں ناگواری یا خوشگواری کا کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ ارشاد باری ہے:

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ (۴/۳۶) — اور رشتہ دار ہمسایوں، اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (پاس بیٹھنے والوں) سے اچھا سلوک کرو۔

اور جَنَبَ بمعنی ایک طرف ہو جانا اور دُور ہونا اور جنبی شخص کو بھی چونکہ نماز اور مسجد وغیرہ سے ایک طرف یا علیحدہ رہنے کا حکم ہے۔ اسی نسبت سے اسے جُنُبی یا جُنُب کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا (۴/۴۳) — اور جنبی بھی (نماز کے قریب نہ جاتے) جب تک نہا نہ لے۔ مگر جو راہ چلتا مسافر ہو۔

ماحصل: اجنبیت کے ساتھ اگر ناگواری شامل ہو تو نَکِرَ اور اگر خوشگواری شامل ہو تو عجب اور جب ناگواری یا خوشگواری کچھ نہ ہو تو جُنُب آتا ہے۔

۱۴۔ احسان کرنا

کے لیے فَضَّلَ، مَنَّ، اَنْعَمَ، اَحْسَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ فَضَلَ: بمعنی کسی اچھی چیز کے اقتصاد اور متوسط درجہ سے زیادہ ہونا (مف) اور فُضُوْل یعنی ضرورت سے زیادہ چیز۔ نیز وُہ مالِ غنیمت جو تقسیم کے بعد بچ رہے۔ اور فَضُوْل بہت فضل کرنیوالا اور فَضَّلَ بمعنی احسان۔ زیادتی (منجد) اور فَضَّلَ بمعنی کسی کو فضیلت یا بڑائی دینا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ (۲/۲۳۷) — اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو۔ (عثمانیؒ)

اور فَضَّلَ بمعنی کسی کے اصل استحقاق سے از راہِ مہربانی کچھ زیادہ دینا۔ ارشادِ باری ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ (۲/۲۵۳) — یہ پیغمبر ہیں (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے) ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

۲۔ مَنَّ: بمعنی احسان بھلائی اور مَنَّ بمعنی احسان کرنا۔ احسان جتلانا اور ایک بھاری وزن کا نام (ج اَمْنَان اور اَمْنَاء) (منجد۔ مف) اور مَنَّ بمعنی بھاری احسان یا بڑا احسان ہے۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ — اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں

بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (۳/۱۶۴) انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔

۳۔ اَنْعَمَ، اَلنِّعْمَة۔ انسان کی اچھی حالت کو کہتے ہیں اور نعمۃ ہر وہ چیز ہے جو انسان کی کوئی ضرورت پوری کرے اور اس کی خوشحالی کا باعث بن سکے اور یہ لفظ جنس کے لیے ہے خواہ نعمت تھوڑی ہو یا زیادہ اور نعمت اور انعام کا لفظ انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اَنْعَمَ کے معنی احسان، نیکی یا بھلائی کرنا ہے۔ لیکن انعم علی فرسہ کبھی نہ آئے گا (م۔ق) نیز یہ لفظ اپنی ذات کے لیے بھی استعمال نہیں ہوتا۔ (فق۔ل ۱۵۸)

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (۳۳/۳۷) جب تم اس شخص سے ، جس (زید بن حارثہ) پر خدا نے بھی احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا۔ یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔ (طلاق نہ دو)

۴۔ اَحْسَنَ: احسان کا معنی ہر نیک اور اچھا کام ہے خواہ اس کا تعلق اپنی ذات سے ہو، یا کسی دوسرے سے (فق ل ۱۵۸)۔ حدیث جبرئیل میں ہے کہ جبرئیل نے آپ سے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "احسان یہ ہے کہ تو خدا کی یوں عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم یہ ضرور سمجھنا چاہیے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے"۔ احسان کا لفظ چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے ہر بھلائی کے کام پر بولا جاتا ہے۔ جیسے حضرت یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ (۱۲/۱۰۰) اور اس نے مجھ پر احسان فرمایا کہ مجھ کو جیل خانہ سے نکالا اور تم سب کو گاؤں سے یہاں لے آیا۔

ماحصل: (۱) فَضَّلَ: از راہِ مہربانی کسی کو اس کے استحقاق سے کچھ زیادہ دینا۔ (۲) مَنَّ: کسی بڑے احسان کرنے کے لیے۔ (۳) اَنْعَمَ: کسی انسان پر سوائے اپنی ذات کے احسان کرنے کیلئے آتا ہے۔ (۴) اَحْسَنَ: بہت عام ہے اور اس کا تعلق دوسرے سے بھی ہو سکتا ہے اور اپنی ذات سے بھی۔

۱۵۔ اختیار (رکھنا)

کے لیے خِيَرَة، مَلَكَ، وَلَايَة اور اَمْكَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ خِيَرَة۔ خیر یعنی اچھا اور بہتر اور خِيَرَة اور اختیار یعنی دو یا زیادہ چیزوں میں سے کسی اچھی چیز کو پسند کر لینا، چن لینا یا اختیار کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (۳۳/۳۶) کسی مومن مرد یا مومن عورت کا یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو ان کا اپنا کچھ اختیار باقی رہ جائے۔

۲۔ مَلَكَ: مِلْك ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے قبضہ میں ہو اور کسی دوسرے کا اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو اور مَلَكَ اور مِلْك دونوں اس لحاظ سے ہم معنی ہیں (مف) یعنی مَلَكَ ایسی چیز میں اختیار

کو کہتے ہیں جو اپنی ملکیت اور قبضہ میں ہو (اور مَلِكٌ بادشاہ کو کہتے ہیں کہ پبلک اس کے قبضہ اور تصرف میں ہوتی اور وُہ اس کا منتظم ہوتا ہے) قرآن میں ہے:

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا۔ (۲۰/۸۷) (بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے) کہا ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلاف نہیں کیا۔

یعنی سامری فریب سے ہم سے زیورات لے کر اور بچھڑا بنا کر کچھ اس طرح ہم پر مسلط ہو گیا تھا کہ ہمیں اپنی مرضی سے اپنی چیزوں میں بھی تصرف کرنے کا اختیار ہی نہ رہا۔

۳۔ وَلَایَۃ: (و مفتوحہ کے ساتھ، اور اگر و مکسورہ یعنی وِلَایَۃ ہو تو اس کا معنی ملک، سلطنت یا بادشاہی ہے) اور وَلَایَۃ بمعنی کسی کام کا متولی ہونا (مف) اور الولاء بمعنی وُہ میراث جو اپنے آزاد کردہ غلام سے حاصل ہو (مف) اور وَلَایَۃ کا لفظ قرآن میں وراثت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ مہاجرین اولین اور انصار میں جب مواخاۃ کا سلسلہ قائم ہوا تو وُہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔ لیکن بعد میں یہ احکام ختم کر دیے گئے اور حقیقی وارثوں کو ہی اصل وارث قرار دیا گیا۔ (دیکھیے سورۂ انفال ۷۲) نیز قرآن نے موالی (ج موالی) وارث کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴/۳۳) اور ایسے مال کے لیے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ مریں ہم نے ہر ایک کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں

گویا وَلَایَۃ کا لفظ مَلْكٌ سے بہت زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (۱۸/۴۴) یہاں (سے ثابت ہوا کہ) حکومت سب خدائے برحق کی ہے (جالندھری)
یہاں سب اللہ ہی کو اختیار ہے (عثمانیؒ)

۴۔ اَمْكَنَ: مکان بمعنی جگہ۔ موضع۔ درجہ اور اَمْكَنَ اور مَكَّنَ دونوں کے معنی کسی کو کسی جگہ پر قدرت دینا۔ اختیار دینا اور قادر بنانا ہے (منجد) اور امکن الامر بمعنی کسی کام کو ممکن اور آسان بنانا ہے۔ (منجد) گویا اَمْكَنَ میں اختیار کے ساتھ جگہ یا مقام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ (۸/۷۱) اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں گے تو یہ پہلے ہی خدا سے دغا کر چکے ہیں۔ تو اللہ نے ان کو (تمہارے) قبضے میں کر دیا (جالندھری)
تو اس نے ان کو پکڑوا دیا۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) خِیَرَۃ۔ دو یا زیادہ چیزوں میں سے ایک کو انتخاب کر لینے کا اختیار۔ (۲) مَلْكٌ: کسی چیز میں تصرف کرنے کا اختیار (۳) وَلَایَۃ: کسی چیز کے جملہ اختیارات کا کسی شخص کے قبضہ میں ہونا۔ (۴) اَمْكَنَ: جب اختیار میں مقام یا جگہ کا تصور بھی موجود ہو۔

۱۶ــــــ اختیار کرنا

کے لیے اِسْتَحَبَّ اور تَحَرّٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتَحَبَّ، حُبّ بمعنی محبت اور اِسْتَحَبَّ بمعنی ایسی چیز کو اختیار کرنا جسے اختیار کرنے کو انسان کا جی بھی چاہتا ہو۔ ارشاد باری ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ۔ (۹/۲۳)	اے ایمان والو! اگر تمہارے ماں باپ اور بہن بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو اختیار کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو۔

۲۔ تَحَرّٰی (حرو) اَحْرٰی بمعنی لائق تر (م ق) اور تَحَرّٰی بمعنی استعمال میں زیادہ مناسب و لائق کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (۷۲/۱۴)	تو جو کوئی اسلام لایا اس نے اٹکل کر لیا نیک راہ کا (عثمانیؒ)

ماحصل: دو یا زیادہ چیزوں سے ایسی چیز کو اختیار کرنا جو جی کو بھائے تو یہ اِسْتَحَبَّ ہے اور اس چیز کو اختیار کرنا جو فی الواقع مناسب اور لائق تر ہو تو یہ تَحَرّٰی ہے۔ نیز دیکھیے۔ پسند کرنا اور چن لینا۔

۱۷۔ اُدھار

کے لیے قرض اور دَین کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ قرض
۲۔ دین

قرض ایسا ادھار جو انسان اپنی احتیاجات کے لیے کسی دوسرے سے لیتا ہے اور امام راغب کے مطابق وہ مال جو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیا جائے۔ اس شرط پر کہ وُہ واپس مل جائے گا۔ (مف) اور صاحب منتہی الارب اس پر اس شرط کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ ایسا ادھار جس کی ادائیگی کے لیے مدت مقرر نہ کی گئی ہو۔ (م۔ا) اگر مدت مقرر ہو تو یہ دَین ہے۔ اس پر دلیل یہ آیت ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ (۲/۲۸۲)	اے ایمان والو۔ جب تم آپس میں کبھی لین دین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

اور دَین سے مراد لین دین کی تمام تر ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ گویا یہ لفظ قرض سے عام ہے۔ یہ تجارتی اغراض کے تحت بھی لیا جا سکتا ہے۔ اور ذاتی ضرورتوں کے لیے بھی۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک آدمی نے لوگوں کو پانچ ہزار روپے ادا کرنے ہیں۔ اور ساتھ ہی آٹھ ہزار لینے بھی ہیں۔ تو وہ مدیون تو ضرور ہے لیکن مقروض نہیں ہے۔ اور اگر اس نے آٹھ ہزار ادا کرنے ہیں اور پانچ ہزار لینا ہیں تو وہ مدیون بھی ہے اور مقروض بھی۔ اور اگر کسی شخص نے ذاتی ضروریات کے لیے قرض کسی مقررہ مدت پر لیا ہے تو اس نے مقررہ وقت پر قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کر لی ہے تو یہ قرض نہیں بلکہ دَین ہے کیونکہ قرض کا لفظ جہاں کہیں قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ اکثر ساتھ حسنا کا لفظ بھی آیا ہے اور قرض حسنہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ:

وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ۔ (۲/۲۸۱)	اور اگر قرض لینے والا تنگدست ہو تو اسے کشائش (کے حاصل ہونے تک) مہلت دو۔

اور ایسے قرض کو اللہ تعالیٰ قرض حسنہ فرماتے ہیں اور خود قرض لینے سے منسوب فرماتے ہیں حالانکہ یہ دیا تو صاحب احتیاج لوگوں کو ہی جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ۔ (۵۷/۱۱) — کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے تو وہ اس کو اس سے دگنا ادا کرے اور اس کے لیے عزت کا صلہ (یعنی جنت) ہے۔

اس لحاظ سے ہر قرض دَین تو ہوتا ہے۔ لیکن ہر دَین قرض نہیں ہوتا۔ (فق ل ۱۴۰)

ماحصل : (۱) قرض۔ ذاتی احتیاجات کے لیے واپسی کی شرط پر اور قرض حسنہ غیر معین مدت کے لیے۔
(۲) دین : کسی بھی طرح کی ادائیگی اور اس کی ذمہ داری کو کہتے ہیں خواہ یہ ادائیگی تجارتی قرضہ کی ہو یا ذاتی قرضہ کی یا کسی دوسری چیز کی۔

۱۸۔ ارادہ کرنا (قصد کرنا)

کے لیے اَرَادَ (رود)، هَمَّ، عَزَمَ، اَبْرَمَ، اَمَّ، تَيَمَّمَ (يمم) اور تَحَرّٰى (حری) کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

۱۔ اَرَادَ : رَوْد بمعنی کسی چیز کی تلاش میں آنا جانا (م۔ ا) اور اَرَادَ بمعنی کسی بات یا کام کے کرنے کا دل میں خیال آنا (مف) اور اسے چاہنا۔ (ضد کَرِهَ) فق ل ۱۰۳) ارشاد باری ہے :

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۳۶/۸۲) — اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

۲۔ هَمَّ : جب کوئی ارادہ کچھ وقت دل میں رہے اور انسان اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے تو اسے هَمَّ سے تعبیر کیا جائے گا (مف) ارشاد باری ہے :

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ (۹/۱۳) — بھلا تم اس قوم سے کیوں نہ لڑو جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور رسول کو نکالنے کی فکر میں رہے۔ (عثمانیؒ)

۳۔ عَزَمَ : پھر جب ایسے ارادہ پر سوچ بچار کے بعد ایک قطعی فیصلہ کر لیا جائے تو اسے عَزَمَ کہتے ہیں۔ ابن الفارس کے الفاظ میں یدل علی العَزِیْمَۃِ والقَطْع (م۔ل) یعنی پختہ ارادہ بنا لینا۔ پھر اس کو پورا کرنے کی ٹھان لینا۔ ارشاد باری ہے :

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۳/۱۵۹) — اور (اے نبی) اپنے معاملہ میں (صحابہ سے) مشورہ کر لیا کرو۔ پھر جب کسی کام کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

۴۔ اَبْرَمَ : بَرَمَ بمعنی دو رسیوں کو ملا کر بٹنا اور اَبْرَمَ بمعنی کسی کام یا معاملہ یا چیز کو مضبوط بنانا ہے (م ل م ا) اور اس کی ضد نقض ہے) اور ابرام بمعنی کسی عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تدابیر اختیار کرنا، منصوبہ بندی کرنا اور اسے آخری شکل دینا۔ ارشاد باری ہے :

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ (۴۳/۷۹) — کیا انہوں نے کوئی بات ٹھہرا رکھی ہے تو ہم بھی ٹھہرانے والے ہیں

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو کفارِ مکہ نے رسول اکرم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اور اللہ کا یہ منصوبہ تھا کہ وہ اپنے رسول کو ان سے بچالے گا۔

۵۔ اَمَّ: بمعنی کسی راستے یا سفر کا ارادہ کرنا (م۔ا) اور امام راغب کے نزدیک "سیدھا مقصد کی جانب متوجہ ہونا اور کسی طرف مائل نہ ہونا" ہے۔ ارشاد باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ	اے ایمان والو خدا کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور
اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ	نہ ادب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان
وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ	جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں اور نہ اُن
الْحَرَامَ (۵/۲)	لوگوں کی جو عزت کے گھر (بیت اللہ) کو جارہے ہوں۔

۶۔ تَیَمَّمَ: صاحب منتہی الارب کے نزدیک یہ لفظ دراصل تَاَمَّمَ تھا جو اَمَّ سے مشتق ہے اور ابن الفارس اس کا مادہ تمم قرار دیتے ہیں یعنی عمدًا اور قصدًا کوئی کام کرنا (م ل) گویا یہ لفظ ایسے امور سے متعلق ہے جہاں سوچ و فکر اور مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ احکام شرعی کی تعمیل کا قصد کرنا مراد ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ ایک دفعہ امر کے لیے اور دوسری دفعہ نہی کے لیے۔ ارشاد باری ہے:

(۱) فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا (۴/۴۳)	تو نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو تم زمین پاک کا (عثمانی)
(۲) وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ	اور جو کچھ تم (راہ خدا میں) خرچ کرو تو اس میں کسی بُری اور
وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ۔	ناپاک چیز دینے کا قصد نہ کرنا کہ اگر وہ چیز تمہیں دی جائے
(۲/۲۶۷)	تو خود بھی لینا گوارا نہ کرو الا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔

۷۔ تَحَرّٰی: حری بمعنی سزاوار اور تحرّٰی بمعنی راہ صواب ترین جُستن" (م۔ا) یعنی بہترین راہ کی تلاش کرنا اور بمعنی" زیادہ مناسب اور لائق کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا" (منجد) ارشاد باری ہے:

فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (۷۲/۱۴) تو جو فرمانبردار ہوتے انہوں نے فیصلہ کر لیا اچھی راہ کا۔ (عثمانی)

ماحصل: (۱) اَرَادَ، دل میں کسی بات کا خیال آنا جانا۔
(۲) هَمَّ، اس ارادے پر سوچ بچار کرنا۔
(۳) عزم، سوچ بچار کے بعد پختہ ارادہ بنالینا۔
(۴) اَبْرَمَ، عزم کی منصوبہ بندی کرنا۔
(۵) اَمَّ، ادھر ادھر توجہ کیے بغیر سیدھا اپنی منزل کا قصد۔
(۶) تَیَمَّمَ: کسی شرعی حکم کی تعمیل کا ارادہ کرنا۔
(۷) تَحَرّٰی: خوب تر راہ کا قصد کرنا

۱۹۔۔۔ اَڑنا

کے لیے اَصَرَّ۔ مَرَدَ اور لَجَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں:

۱۔ اَصَرَّ: صَرَّ بمعنی باندھنا اور صَرَّة اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں نقدی رکھ کر باندھ دی جاتی ہے اور اَصَرَّ بمعنی کسی گناہ یا بُری بات پر سختی سے جم جانا اور اس سے باز نہ آنا۔ (مف) زیادہ تر گناہ کے لیے یہ

لفظ آتا ہے (م-ق) ارشاد باری ہے:

وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ (۵۶/۴۵) اور وہ لوگ بڑے گناہ (شرک) پر اڑے ہوئے تھے۔

۲۔ مَرَدَ: مَرَدَ کے بنیادی معنی کسی چیز کا ایسی چیز سے خالی ہونا جس کا وہ سزاوار ہو۔ امرد وہ درخت ہے جس کے پتے نہ ہوں اور نیز وہ نوجوان جس کے یا تو ابھی داڑھی نہ اتری ہو یا ویسے ہی بے ریش ہو۔ لونڈا۔ اور مارد جنوں یا انسانوں میں سے ایسے شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہوں۔ پھر یہ لفظ کسی بُری بات پر اڑ کر خیر سے خالی رہنے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ (مف) ارشاد باری ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ اور تمہارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض

مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (۱۰۱/۹) مدینہ والے بھی جو اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔

۳۔ لَجَّ: بمعنی ضد سے جھگڑنا۔ دشمنی میں مداومت کرنا (منجد) اور لَجَّةٌ بمعنی پانی کی گہرائی اور بَحْرٌ لُجِّيٌّ بمعنی گہرا سمندر اور اِلْتَجَّ الْبَحْرُ بمعنی سمندر کا ہیجان یا طوفان میں آنا اور متلاطم ہوتا (منجد) گویا لَجَّ کے معنی کسی بُرے کام میں دور دراز تک چلے جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ

لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۷۵/۲۳) دور کر دیں تو اپنی سرکشی پر اڑے رہیں (اور) بھٹکتے پھریں)

ماحصل: (۱) اَصَرَّ: کسی بُرے کام پر اڑ جانا یا اڑے رہنا (۳) لَجَّ: اڑنا اور اڑنے کے فعل میں دور دراز تک چلے جانا اور شدت اختیار کرنا۔

(۲) مرد: جب اڑنا بطور عادت بن جائے۔

۲۰۔ اُڑانا۔ اُڑنا

اُڑانا کے لیے اَذْرٰی (ذرو) اور نَسَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں اور اُڑنا کے لیے طَارَ اور استطار کے۔

۱۔ اَذْرٰی: ذرع بمعنی کلام کا نا تمام ٹکڑا اور ذَرَاتِ الرِّيْحُ بمعنی ہوا نے ٹکڑے ٹکڑے شدہ چیز کو اٹھایا اور دور لے گئی (م-ل) اور اَذْرٰی بمعنی ہوا کا ہلکی پھلکی چیزوں کو ہوا میں بکھیر کر اڑانا۔ ابن الفارس کے نزدیک ذرو سے مراد ایسی چیزوں کا ہوا میں اڑنا ہے جو بعد میں متفرق ہو کر نیچے گر پڑیں (م-ل) ارشاد باری ہے:

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ پھر اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی پھر وہ چورا چورا

هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ (۴۵/۱۸) ہو گئی کہ ہوائیں اسے اڑائے پھرتی ہیں۔

۲۔ نَسَفَ: نَسَفَ الْحَبَّ۔ غلہ کو چھاج سے پھٹکنا اور مِنْسَفٌ چھاج اور چھلنی وغیرہ جس سے غلہ صاف کیا جائے۔ اور نَسَفَ الرِّيْحُ بمعنی ہوا کا کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا (مف، منجد) اور بمعنی پہاڑ وغیرہ کو کوٹنا اور اسے ہوا میں اڑا دینا (م-ا) ارشاد باری ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو

رَبِّيْ نَسْفًا (۱۰۵/۲۰) کہ خدا اُن کو اُڑا کر بکھیر دے گا۔

ماحصل: (۱) ذرو چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ہوا میں اُڑنے کے لیے اور (نسف) بڑی چیزوں کو پہلے ریزہ ریزہ بنانے پھر ہوا میں اڑا کر بکھیرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۔ طَارَ اور اِسْتَطَار۔ الطائر ہر پردار جانور کو کہتے ہیں جو فضا میں حرکت کرتا ہے اور طَارَ یَطِیْر بمعنی پرندہ کا اڑنا اور طَیْر طائر کی جمع ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ (۶/۳۸) اور نہ ہی کوئی پرندہ جو اپنے دونوں پروں سے اُڑتا ہے۔

اور غُبَارٌ مُّسْتَطَارٌ بمعنی ہوا میں اڑ کر منتشر ہو جانے والا غبار (مف) یعنی استطار کے معنی کسی چیز کا ہوا یا فضا میں اڑ کر منتشر ہو جانا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا۔ (۷۶/۷) اور وہ لوگ ڈرتے ہیں اس دن سے جس کی بُرائی پھیلی ہوئی۔ (عثمانیؒ) ہے

۲۱۔ اشارہ کرنا

کے لیے اَشَارَ (شور، شیر)، رَمَزَ، تَغَامَزَ اور عَرَّضَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَشَارَ: منہ کھولے بغیر ہاتھ کی حرکت سے کسی کو کوئی بات سمجھانا (ف ل، ۱۷۴) قرآن میں ہے:

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ (۱۹/۲۹) تو مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ کہنے لگے ہم اس سے کہ ابھی گود کا بچہ ہے کیسے بات کریں؟

۲۔ رَمَزَ: ہونٹ سے اشارہ کرنے یا ہلکی سی آواز نکالنے کو کہتے ہیں (ف ل ۱۷۴) اور ہر وہ کلام جو اشارہ کی طرح کا ہو وہ رمز ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا (۳/۴۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے۔

۳۔ تَغَامَزَ: (غمز) یعنی پلکوں اور ابروؤں سے بات سمجھانا (ف ل ۱۷۴) اور ابن الفارس کے بقول کسی جانور کو کوئی چیز چبھونا تاکہ چل پڑے (م ل۔ منجد) اور تَغَامَزَ بمعنی کسی کی عیب جوئی کرنے کے لیے ابرو سے اشارہ کرنا (مف) ارشاد باری ہے:

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (۸۳/۳۰) اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے

۴۔ عَرَّضَ: عَرَضَ بمعنی پیش کرنا اور عَرَّضَ بمعنی اشارہ اور کنایہ میں بات کرنا اور امام راغبؒ کے نزدیک تعریض کے معنی "پہلودار بات کرنا جو سچ اور جھوٹ اور ظاہر و باطن دونوں پر محمول ہو سکتی ہو (مف) ارشاد باری ہے:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ (۲/۲۳۵) اور (عدت کے دوران) اگر تم کنایہ کی باتوں میں عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

ماحصل: ہاتھ کی حرکت سے اشارہ کرنے کے لیے اَشَارَ، ہونٹوں کی حرکت سے اشارہ کے لیے رمز، آنکھوں، پلکوں یا

ابروؤں سے اشارہ کرنے کے لیے غَمَزَ آتا ہے اور عَرَّضَ میں اشارہ کرنا مقصود نہیں بلکہ اشارہ کنایہ سے بات سمجھانا مقصود ہوتا ہے۔

۲۲۔ اطاعت (پیروی تابعداری، فرمانبرداری کرنا)

کے لیے تَبِعَ، اِقْتَدَ (قدو) اُسْوَۃ (اسو) اَطَاعَ، اِسْتَجَابَ، اَسْلَمَ، قَنَتَ اور ذَعَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ تَبِعَ: کسی کے پیچھے لگنا یا اس کے نقش قدم پر چلنا (مف) اور یہ ظاہری اور باطنی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ باطنی طور پر جیسے دین کی یا ہدایت کی یا کسی شخص کے عادات و اطوار کی پیروی کرنا۔ جیسے:

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۲/۳۸) — جس نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

اور ظاہری طور پر کسی شخص کے پیچھے پیچھے چلنے کے لیے اَتْبَعَ آتا ہے۔ جیسے:

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ (۲۰/۷۸) — پھر پیچھا کیا فرعون نے اپنے لشکروں کو لے کر (عثمانیؒ)

۲۔ اِقْتِدَا: بمعنی کسی کی پیروی کرنا اور اس جیسا کام کرنا اور اَقْدٰی کے معنی نیکی اور دین کے راستہ میں کسی کی پیروی کرنا ہے (منجد) جیسا کہ مقتدی نماز کی حالت میں امام کی اقتداء کرتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (۶/۹۰) — یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی تھی تو تم انکی ہدایت کی پیروی کرو۔

اور اقتداء کا لفظ بُرے مفہوم میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ قُدْوَة دراصل انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جب وہ کسی دوسرے کا تبع ہو (مف) اور قُدْوَةٌ، مقتدا، رہنما اور پیشوا کے معنی میں بھی آتا ہے (منجد) تو اگر مقتدا، بُرا شخص یا بُری چیز یا بُرا نمونہ ہو تو اقتداء بھی ایسی ہی ہوگی۔ جیسے قرآن میں ہے:

اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (۴۳/۲۳) — ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم ان ہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔

۳۔ اُسْوَةٌ اور قُدْوَةٌ دونوں قریب المعنٰی الفاظ ہیں۔ اور نمونہ یا قابل تتبع حالت کے لیے آتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اُسْوَةٌ میں مواساۃ یعنی آپس میں ہمدردی اور غمگساری کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ گویا اسوہ ایسا نمونہ ہے جس سے تسلّی بھی ہو سکے اور اٰسِیْ مرہم پٹی کرنے والے، طبیب اور صلح جو کو کہتے ہیں (مف۔ م ل منجد) گویا اُسْوَةٌ کا لفظ قُدْوَةٌ سے زیادہ ابلغ ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۳۳/۲۱) — تم کو پیغمبر خدا کی پیروی کرنی بہتر ہے (جالندھریؒ) تمہارے لیے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال (عثمانیؒ)

۴۔ اَطَاعَ: طوع بمعنی دل کی خوشی اور رضامندی (ضد کُرْهٌ بمعنی کراہت، نفرت، ناپسندیدگی)

اور اطاع سے مراد ایسی فرمانبرداری ہے جو دل کی خوشی سے سرانجام دی جائے۔ ارشاد باری ہے:

فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ (۴۱/۱۱) — اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خواہ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ انہوں نے کہا، کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔

۵۔ اِسْتَجَابَ، بمعنی جواب دینا۔ بات ماننا۔ فرمانبرداری کرنا۔ حکم مان لینا۔ اطاعت اور استجابت میں فرق یہ ہے کہ اطاعت صرف بڑے کی کی جاتی ہے جبکہ استجابت چھوٹا بھی بڑے کی کر سکتا ہے اگر اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کا معنی اللہ کے بندے کی دعا کو قبول کر لینا ہے اور اگر اس کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کا معنی بندے کا اللہ کا حکم مان لینا ہے (فق ل ۱۸۴) ارشاد باری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ (۸/۲۴) — اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔

۶۔ اَسْلَمَ، اَلسَّلْمُ بمعنی صحت و عافیت (م ل) اور بمعنی ظاہری اور باطنی آفات سے محفوظ ہونا (مف) اور اَسْلَمَ بمعنی اطاعت اختیار کرنا اور خدا کے احکام اور اس کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا تاکہ اخروی عذاب سے امن اور عافیت حاصل ہو۔ (مف) ارشاد باری ہے:۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (۲/۱۳۱) — جب حضرت ابراہیمؑ کے پروردگار نے ان سے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے سامنے سر اطاعت خم کرتا ہوں۔

۷۔ قَنَتَ بمعنی تمام و کمال خاموشی سے نماز میں کھڑا ہونا اور اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع و خضوع کرنا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک "عبادت میں ہمہ تن مصروف ہونا اور غیر سے توجہ ہٹانا" ہے (مف) گویا قنوت ایسی اطاعت ہے جو پورے خشوع و خضوع اور توجہ سے بجا لائی جائے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ (۳۳/۳۱) — اور (اے نبی کی بیویو!) جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبردار رہیگی اور بھلے کام کریگی اس کو ہم دگنا ثواب دینگے!

۸۔ ذَعَنَ: بمعنی مطیع و منقاد ہونا اور اشاروں پر چلنا اور مِذْعَانٌ بمعنی آسانی سے فرمانبردار ہو جانے والا (منجد) اور نَاقَةٌ مِذْعَانٌ سوار کی مطیع اور فرمانبردار اونٹنی کو کہتے ہیں (مف) گویا ذعن میں اطاعت کے ساتھ عاجزی اور ذلت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ (۲۴/۴۹) — اور اگر حق ان کو پہنچتا ہو تو اس کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔

بعض مفسرین نے مذعنین کا ترجمہ مطیعین سارعین کیا ہے۔ یعنی اگر معاملہ ان کے حق میں جاتا ہو تو اسے قبول کرنے کو دوڑتے آتے ہیں (فق ل ۲۰۹)

ماحصل: (۱) تبع۔ بمعنی کسی کے پیچھے چلنا۔ یہ اطاعت سے عام اور ابلغ ہے۔

(۲) اقتداء بمعنی کسی کے پیچھے چلنا اور اس جیسا کام کرنا مان لینا اور یہ بڑے سے بھی ممکن ہے۔
(۳) اسوۃ۔ کسی مثالی کردار کی اتباع کرنا جذبہ ہمدردی کیساتھ
(۴) اَطَاعَ۔ دل کی خوشی کیساتھ کسی کا حکم بجالانا۔
(۵) استجاب۔ حکم قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا، بات
(۶) اَسْلَمَ۔ کسی کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا۔
(۷) قَنَتَ۔ عبادات میں ایسی اطاعت جس میں عاجزی اور تذلل بھی ہو
(۸) ذَعَنَ۔ نکو بن کر یا اپنے مفاد کی خاطر اطاعت کرنا۔

۲۳۔ اعتدال

کے لیے قَصْد، وَسَط اور تَقْوِیم کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ قَصْد: قَصْد اور اِقْتِصَاد کے معنی افراط اور تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راہ کو اختیار کرنے کے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اِقْتِصَاد کا استعمال عموماً خرچ اخراجات سے متعلق ہے جبکہ قصد کا لفظ عام ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ (۳۱/۱۹) اپنی چال میں اعتدال کو ملحوظ رکھو۔

اور قصد السبیل سے مراد افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی اور اعتدال کی راہ اختیار کرنا ہے اور یہی ایک راستہ سیدھا ہو سکتا ہے۔ جبکہ باقی سب راستے افراط یا تفریط کی طرف مائل یا ٹیڑھے ہی ہوں گے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (۱۶/۹) اور اللہ پر پہنچتی ہے سیدھی راہ (عثمانی) اور اس کے علاوہ سب راہیں ٹیڑھی ہیں۔

۲۔ وَسَط: ایک ہی چیز کا درمیان یا دو یا دو سے زیادہ چیزوں کی درمیانی چیز۔ گویا کہ یہ لفظ قصد سے زیادہ ابلغ ہے اور وَسَط بمعنی ہر ایک معاملہ میں درمیانی اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے والا
ارشاد باری ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (۲/۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

۳۔ تَقْوِیم: تَقْوِیم کا تعلق ایک ہی چیز سے ہوتا ہے کہ اس میں افراط و تفریط کے جملہ پہلوؤں کو دور کر دیا جائے۔ اور وہ متوازن، متناسب اور معتدل بن جائے۔ اس میں کوئی جھول، ڈھلک اور ٹیڑھ نہ رہے (فق ل ۱۷۴) قوم الشئ بمعنی کسی چیز کی تعیین و تعدیل کرنا اسی سے تقویم البلدان بنایا گیا ہے کیونکہ اس میں شہروں کے طول و عرض کو بیان کیا جاتا ہے اور قَوَّمَ دَرْأَہٗ بمعنی ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۹۵/۴) بیشک ہم نے انسان کو بہترین اندازے پیدا کیا ہے۔

ماحصل: (۱) قصد، کسی عمل میں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ۔

(۲) وسط: یہ زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے بھی اوساط ہیں۔ یہ لفظ سب پر حاوی ہے۔
بہت سی اشیاء کا درمیان بھی وسط ہے اور اعمال کے (۳) تقویم: ایک ہی چیز میں ہر پہلو سے اعتدال کو ملحوظ رکھنا۔

۲۴۔ اعمال نامہ

کے لیے طائر، قِطّ، کتاب اور صُحُف کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ طائر: طائر بمعنی پرندہ (ج طَیْر) اور تَطَیَّرَ اور اطَّیَّرَ بمعنی پرندہ سے شگون لینا۔ یہ لفظ بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ پھر طائر کا لفظ بھی نحوست، بدعملی اور بدشگونی کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ (۳۶/۱۹) وہ کہنے لگے تمہاری نحوست تمہارے اپنے ہی ساتھ ہے

اور جب انسان کوئی عمل کر چکتا ہے تو اس پر اسے کوئی اختیار نہیں رہتا۔ گویا وہ اس کے ہاتھوں سے یوں اڑ گیا جیسے پرندہ اُڑ جاتا ہے۔ اس پہلو سے انسان کے اعمال کو بھی طائر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ (۱۷/۱۳) اور ہر انسان کا نامۂ اعمال اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

۲۔ کتاب: کَتَبَ بمعنی لکھنا اور ہر قسم کی تحریر چھوٹی ہو یا بڑی۔ چھٹی ہو یا کوئی ضخیم کتاب سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور انسان کے اعمال بھی ساتھ ہی ساتھ کراماً کاتبین تحریر کرتے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اعمال نامہ کو اس لحاظ سے کتاب کہا گیا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کا اگلا حصہ یوں ہے:

وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا (۱۷/۱۳) اور ہم وہ کتاب اسے قیامت کے دن نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔

۳۔ قِطّ: بمعنی حساب کا رجسٹر۔ حکم نامہ۔ محاسبہ کی تحریر۔ احکام (منجد۔ مف) اعمال نامہ کو اس لحاظ سے قرآن میں قِطّ کہا گیا ہے کہ یہی تحریر انسان کے محاسبہ کی بنیاد ہو گی۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۳۸/۱۶) وہ کہنے لگے، اے رب ہمارے جلد دے ہم کو چٹھی ہماری قیامت کے دن سے پہلے پہلے۔ (عثمانیؒ)

۴۔ صُحُف (واحد صحیفہ) صحیفہ بمعنی پھیلی ہوئی چیز اور ہر وہ چیز جس پر کچھ لکھا جاتا ہے (مف) صحیفہ بمعنی لکھا ہوا کاغذ۔ ورق اور صِحَافَۃ بمعنی اخبار نویسی اور اَصْحَفَ بمعنی صحیفوں یا لکھے ہوئے اوراق کو کتاب کی صورت میں جمع کرنا اور مُصْحَف بمعنی کتاب مجلد کتاب (ج مصاحف) (منجد) اور اعمال نامہ کو اس پہلو سے صحیفہ کہا گیا ہے کہ یہ بڑے بڑے پھیلے ہوئے صفحات کی صورت میں ہو گا۔ ارشاد باری ہے:

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۸۱/۱۰) اور جب (عملوں کے) دفتر کھولے جائیں گے۔

ماحصل: اعمال کے نتیجہ پر اختیار نہ رہنے کی وجہ سے اعمال نامہ کو طائر، لکھے ہونے کی وجہ سے کتاب، محاسبہ کی بنیاد ہونے کی وجہ سے قِطّ اور بڑے بڑے صفحات میں لکھا ہونے کی وجہ سے صُحُف کہا گیا ہے۔

۲۵۔ افسوس

کے لیے وَيْلٌ، لَيْتَ، اَسَفٰی اور آسٰی (اسی) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ وَيْلٌ، کلمۂ وعید ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے بددعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور وَيْلٌ (اسم) بمعنی شر و برائی کا نزول۔ ہلاکت، بہت سخت مصیبت (منجد) اور تَوَايَل بمعنی ایک دوسرے کو بددعا دینا (منجد) ویل کا لفظ بُرے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور حسرت کے موقع پر بولا جاتا ہے (م-ل) اور جب انسان کسی مصیبت یا پریشانی میں گرفتار ہو تو اس کلمہ سے افسوس کا اظہار کرتا ہے۔

اب اس کی مثالیں دیکھیے:

(ا) مصیبت میں: (۱) قَالُوا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶/۵۱) — کہیں گے۔ اے ہائے! ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے جگا دیا؟

(۲) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۷۷/۱۵) — اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔

(۲) پریشانی میں: فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۚ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ (۵/۳۱) — اب خدا نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا، تاکہ اسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیونکر چھپائے کہنے لگا اے ہے۔ مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوّے کے برابر ہوتا۔

۲۔ لَيْتَ، حرف تمنی مشبہ بہ فعل ہے اور گذشتہ کوتاہی پر اظہار تاسف کے لیے آتا ہے (مف) بمعنی اے کاش کہ کاش کہ۔ افسوس اور ایسی آرزو کے لیے آتا ہے جس کا پورا ہونا ممکن نہ ہو۔ جیسے لَيْتَ الشَّبَابُ عَائِدًا ــــ کاش جوانی لوٹ آتی۔ ارشاد باری ہے:

وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا۔ (۷۸/۴۰) — اور (قیامت کے دن) کافر کہے گا۔ اے کاش! میں مٹی ہو چکا ہوتا۔

۳۔ اَسَفٰی، افسوس اور غم کے ملے جلے جذبات کو کہتے ہیں۔ غصہ جب کسی کمزور شخص پر آتے تو وہ غیظ و غضب کی شکل اختیار کرتا ہے اور جب اپنے سے طاقتور پر غصہ آئے تو وہ منقبض ہو کر حزن اور افسوس بن جاتا ہے (مف فل ۱۷۰) قرآن میں ہے:

وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (۱۲/۸۴) — اور (یعقوبؑ) نے کہا ہائے افسوس! یوسف (ہائے افسوس) اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور اس کا دل غم سے بھرا ہوا تھا۔

۴۔ آسٰی: جو موقعہ غفلت یا کوتاہی کی وجہ سے ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس اور غم کا اظہار کرنا (ف ل ۱۷۰)

ارشاد باری ہے :

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ (۵۷/۲۳)	تاکہ جو کچھ تم سے فوت ہوگیا اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔

ماحصل (۱) ویل کا لفظ اظہار افسوس کا کلمہ ہے جو کسی پریشانی اور مصیبت میں انسان کے منہ سے نکل جاتا ہے۔

(۲) لیلت، حرفِ تمنی ہے اور گذشتہ کوتاہی پر اظہارِ افسوس کے لیے آتا ہے۔

(۳) اسف: ایسے افسوس اور غم کو کہتے ہیں جہاں انسان کا بس نہ چل سکتا ہو۔

(۴) اَسٰی: کوئی اچھا موقعہ اپنی کوتاہی سے کھو دینا، پھر اس پر افسوس کرنا۔

۲۶۔ اقتدار بخشنا

کے لیے مَکَّنَ اور اِسْتَخْلَفَ کے الفاظ آتے ہیں :

۱۔ مَکَّنَ بمعنی قدرت دینا، اختیار دینا، قادر بنانا (منجد) جگہ اور منزلت پانا۔ اپنے پاؤں پر قائم ہونا اور کسی چیز پر قادر ہونا (م۔ل) یعنی کسی کو اقتدار بخشنا اور حکومت عطا کرنا کے ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (۲۲/۴۱)	وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں دسترس دیں تو وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔

۲۔ اِسْتَخْلَفَ، خَلَفَ بمعنی پیچھے آنا یا کسی کا جانشین ہونا اور اِسْتَخْلَفَ بمعنی کسی کو جانشین یا قائم مقام بنانا (منجد۔ م۔ل) ارشاد باری ہے :

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ (۲۴/۵۵)	جو لوگ تم سے بھی ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا۔

گویا استخلاف کا لفظ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ موجودہ اقتدار برے آدمیوں کے ہاتھ میں ہے اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور اچھے کام کریں تو اللہ تعالیٰ یہ موجودہ حکومت بدل کر اقتدار ان کے حوالے کردے گا۔

ماحصل : مَکَّنَ کا لفظ اقتدار و اختیار اور حکومت دینے کے لیے عام ہے جبکہ استخلف سے مراد صرف ایسی حکومت یا کسی کا جانشین بنانا ہے جو احکام شرعیہ کو رائج کریں اور فروغ بخشیں۔

۲۷۔ اقرار کرنا

کے لیے اَقَرَّ، اِعْتَرَفَ (عرف) اور شَهِدَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوتے ہیں :

۱۔ اَقَرَّ : اس کا مادہ قرر ہے بمعنی کسی جگہ جم کر ٹھہرنا۔ قرار پکڑنا اور اَقَرَّ کے معنی کسی بات پر ثابت و قائم

ہو جانا (م۔ا) اور اقرار عموماً کسی معاملہ یا وعدہ سے متعلق ہوتا ہے جو زمانہ مستقبل سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی کسی وعدہ پر ثابت قدم اور قائم رہنا۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (۳/۸۱)	اللہ نے (انبیاء سے عہد لینے کے بعد) پوچھا کیا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا۔ ہاں! ہم نے اقرار کر لیا (خدا نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

۲۔ اِعْتَرَفَ : عَرَفَ کے معنی کسی چیز کو پہچان لینا اور اَعْتَرَفَ بمعنی اپنے جرم کا اقرار کر لینا اور ذلیل و خوار ہونا (م۔ا) گویا مجرم جو اپنے جرم سے بہر حال پہلے ہی واقف اور شناسا ہوتا ہے۔ جب خود اس کا اقرار کرے تو یہ اعتراف کہلاتا ہے اور اس جرم کا تعلق زمانہ گذشتہ سے ہوتا ہے۔ جس کا اس نے اقرار کیا۔

ارشاد باری ہے:

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (۶۷/۱۱)	تو (گنہگار قیامت کو) اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے۔ سو اہل جہنم کے لیے (خدا کی رحمت سے) دوری ہے۔

۳۔ شَهِدَ : بمعنی گواہی شہادت۔ اور یہ شہادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک عینی شہادت دوسرے قلبی شہادت یعنی ایسی حقیقت جس کا انسان کو کلی طور پر یقین ہو اور اس کا قاضی کے سامنے بیان دینا جیسے کلمہ شہادت۔ جو ہر مسلمان گواہی دیتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے اللہ کو دیکھا نہیں۔ اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے مسلمانوں نے رسول اللہ کو بھی نہیں دیکھا۔ پھر جب یہی قلبی شہادت اپنی ذات سے متعلق ہو تو اس کا معنی "اقرار کرنا" ہو گا۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (۶/۱۳۰)	وہ کہیں گے۔ پروردگار! ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے اور ان لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا۔

ماحصل: (۱) اقرار، کسی عہد و پیمان پر قائم ہونا اور اس کا تعلق آئندہ سے ہوتا ہے۔

(۲) اعتراف، اپنے جرم کا اقرار کرنا جو زمانہ ماضی میں ہو چکا ہوتا ہے۔

(۳) شَهِدَ : قلبی شہادت یعنی ایسی بات کا اقرار جس کا تعلق اپنی ذات سے ہو۔

اکڑنا: کے لیے دیکھیے — اترانا۔

اکسانا: کے لیے دیکھیے — ابھارنا۔

۳۰ — اکیلا

کے لیے اَحَدٌ، وَحِيْدٌ، فَرْدٌ اور فُرَادٰی کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَحَدٌ : بمعنی لاثانی ۔ بے نظیر (منجد) اس لحاظ سے اس لفظ کا اطلاق صرف ذات باری تعالیٰ پر ہوتا ہے

غیر باری تعالیٰ کے لیے وَاحِد کا لفظ استعمال ہوتا ہے (مف۔م ا) لیکن دو موقعوں پر اَحَد کا لفظ واحد کا مرادف ہو کر آتا ہے۔ (۱) اسمائے عدد اور ان کی ترکیب میں جیسے اَحَدَ عَشَرَ، اَحَدُهُمَا، احدکم منکم، احدکم، یوم الاحد (اتوار) وغیرہ (۲) نفی کی صورت میں صرف ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ جیسے لَيْسَ فِي الدَّارِ اَحَدٌ (گھر میں کوئی بھی نہیں ہے) جیسے کہ قرآن میں ہے:

فَمَا مِنكُم مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ۔ پھر تم میں سے کوئی بھی ہم کو روکنے والا نہ ہوگا۔ (۶۹/۴۷)

اور واحد کا لفظ عام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور ماسوا سب کے لیے یکساں مستعمل ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے جس کے معنی ایک کے ہیں۔ جیسے هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، لیکن جب ہم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱۱۲/۱) کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔

کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یکتا، بے نظیر اور لاثانی ہے۔ اور ان معنوں میں یہ لفظ ذات باری تعالیٰ سے مختص ہے۔

۲۔ وَحِيْد، احد کے مقابلہ میں جو چیز خلقت میں سے اکیلی اور یکتا ہو اور اس کی مثل نہ ہو۔ اس کے لیے واحد اور وحید دونوں الفاظ مستعمل ہیں۔ جیسے اَلشَّمْسُ وَاحِدَةٌ (سورج ایک ہی ہے)۔ یا فُلَانٌ وَاحِدُ عَصْرِهٖ (فلاں شخص یکتائے روزگار ہے) اور لفظ وحید انہیں معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا (۷۴/۱۱) ہمیں اس شخص سے سمجھ لینے دو جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا

یہ آیت ولید بن مغیرہ سے متعلق ہے جو اس وقت اولاد اور جاہ و حشم میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

۳۔ فَرْد: بمعنی اکیلا۔ طاق۔ ایک تلوے کی جوتی۔ کہا جاتا ہے۔ هٰذَا شَيْءٌ فَرْدٌ۔ (یہ منفرد چیز ہے۔ منجد) فرد ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دوسری نہ ملائی گئی ہو۔ یہ لفظ وتر (طاق: جفت کی ضد) سے عام ہے اور واحد سے خاص (مف) اس کی جمع افراد ہے جس کے معنی ہیں سب الگ الگ۔

ارشادِ باری ہے:

وَزَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ (۲۱/۸۹) اور زکریا (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔

۴۔ فُرَادٰى اَلْفَرْدَةُ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں، تنہا جانے والا۔ کہا جاتا ہے جَاءُوْا فُرَادٰى وہ سب اکیلے اکیلے آئے۔ (منجد) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۶/۹۵) اور جیسا ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا ایسا ہی آج اکیلے اکیلے ہمارے پاس آئے۔

ماحصل: (۱) اَحَد۔ لاثانی بے مثل، ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے یا ایسی مخلوق کے لیے جس کی مثال نہ ہو۔

۲۔ وحید، لاثانی بے مثل، ان معنوں میں مخلوقات کے لیے اور یہ احد سے عام ہے۔

۳۔ فرد، اکیلا فردِ واحد۔ منفرد کے لیے جبکہ اسی جیسے دوسرے موجود ہوں۔

۴۔ فرادیٰ، ایک ایک کرکے جانے والے کو کہتے ہیں۔ (نیز دیکھیے ضمیمہ ملا اسم عدد)

اکھاڑنا۔ اکھڑنا

کے لیے اِجْتَثَّ (جثّ) اور اِنْقَعَرَ (قعر) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِجْتَثَّ، جثّ بمعنی جڑ سے اکھاڑنا۔ بیخ کنی کرنا اور مِجَثَّۃ اس کھرپی کو کہتے ہیں جس سے گھاس وغیرہ کریدی جاتی ہے (منجد) اور جثیثۃ اس کھجور کے پودے کو کہتے ہیں جو اکھاڑ کر دوسری جگہ لگایا گیا ہو۔ (مف) اور اجتثّ بھی انہیں معنوں میں مستعمل ہے۔ جثّ کا لفظ گھاس پھوس اور چھوٹے پودوں کی بیخ کنی کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (۱۴/۲۶) — اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم، نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے اس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں۔

۲۔ اِنْقَعَرَ، تعر کا معنی کسی چیز کی گہرائی اور پیندا ہے اور اَقْعَرَ البِئْرَ کے کنویں کو گہرا کھودنا اور اَقْعَرَ الشَّجَر کے معنی کسی درخت کو جڑ سے اکھاڑ دینا ہے۔ ابن الفارس کے مطابق کسی ایسی شے کی جڑیں اکھاڑنا جو زمین میں نیچے تک چلی گئی ہوں (م ل) اور صاحب منتہی الارب اس کے معنی میں درخت کو جڑ سے اکھاڑنا کے بعد پھر اسے زمین پر پھینک دینا کا اضافہ بتلاتے ہیں (م ا)

گویا اقعر کا لفظ ایسے بڑے بڑے درختوں کی بیخ کنی کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کی جڑیں زمین میں دور تک گہرائی میں چلی گئی ہوں اور انقعر جب اس فعل کا ورود اس چیز پر ہو۔ ارشادِ باری ہے:

تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ (۵۴/۲۰) — وہ (بادِ صرصر) لوگوں کو یوں اکھیڑے ڈالتی تھی گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کی جڑیں ہیں۔

ماحصل: جثّ، چھوٹے پودوں اور گھاس پھوس کی بیخ کنی کے لیے اور انقعر بڑے بڑے درختوں، جن کی جڑیں کافی گہرائی تک ہوں کی بیخ کنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۸۔ اکٹھا کرنا۔ ہونا

کے لیے جَمَعَ اِجْتَمَعَ، حَشَرَ، اِدَّخَرَ، خَزَنَ اور وَسَقَ اِتَّسَقَ، کَفَتَ، لَمَّ، حَصَّلَ اور مَثَابَۃ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ جَمَعَ، جمع کا لفظ ایک ہی چیز کے مختلف اجزاء کو، یا مختلف چیزوں کو اکٹھا کرنے کے لیے آتا ہے۔ یہ چیزیں خواہ جاندار ہوں یا بے جان۔ مثلاً:۔

۱۔ جاندار اشیاء کے لیے :

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ (۳/۱۷۳) — جب ان لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے۔

۲۔ بیجان چیزوں کے لیے :

اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ (۱۰۴/۲) — جس نے مال جمع کیا پھر گنتا رہا۔

پھر جمع کا لفظ جس طرح ظاہری چیزوں کو اکٹھا کرنے کے لیے آتا ہے۔ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً :

فَتَوَلّٰی فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ کَیْدَہٗ ثُمَّ اَتٰی۔ (۲۰/۶۰) — پھر لوٹ گیا فرعون پھر جمع کیے اپنے سارے داؤ پھر آیا۔ (عثمانیؒ)

۲۔ اِجْتَمَعَ کا لفظ صرف ذوی العقول کے اکٹھا ہونے کے استعمال ہوتا ہے۔ خواہ وہ ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں یا مختلف ہوں مثلاً :

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ (۱۷/۸۸) — کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو نہ لا سکیں گے۔

۳۔ حَشَرَ کا لفظ صرف جانداروں کے لیے آتا ہے یعنی لوگوں کو ان کے ٹھکانوں سے کسی ایک مقام کی طرف لے جانا (مف) اور ابن الفارس بھی اس معنٰی کی تائید کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں الحشر الجمع مع سوق (م۔ل) قرآن میں ہے :

فَحَشَرَ فَنَادٰی فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (۷۹/۲۳-۲۴) — تو فرعون نے (لوگوں کو) اکٹھا کیا اور پکارا۔ کہنے لگا تمہارا سب سے بڑا مالک تو میں ہوں۔

پھر یہ لفظ کبھی صرف بعث یا انبعاث کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے (م۔ل) یعنی مردہ کو جلا اٹھانا یا کسی خاص مقصد کے لیے لے جانا۔ بعث کے معنوں میں درج ذیل مثال دیکھئے :

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا (۲۰/۱۲۵) — وہ کہے گا کہ میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں (قبر سے) اٹھایا۔ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔

اور کبھی اس لفظ کے استعمال میں تجمّع، سُوق اور بعث سب معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے :

وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَۃً وَّحَشَرْنٰھُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْھُمْ اَحَدًا (۱۸/۴۷) — اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے اور ان لوگوں کو ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

۴۔ اِدَّخَرَ : اس کا مادہ ذخر ہے۔ جس کے معنی مستقبل کی ضرورت کے لیے کوئی چیز یعنی از قبیل اجناس خوردنی سٹاک کر لینا۔ ذخیرہ کرنا (مف) اور یہ ذخیرہ انسانوں کے علاوہ دوسرے بھی کئی جاندار کرتے ہیں۔ ابن فارس اس کے معنی میں دو بنیادی باتیں لکھتے ہیں اکٹھا کرنا اور اسے محفوظ کرنا (م ل)

اور ادّخَرَ بھی اسی معنی میں آتا ہے اور جمع شدہ چیز کو ذخر اور ذخیرہ کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ (۳/۴۹)	(عیسیٰؑ نے کہا) اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں۔

۵۔ خَزَنَ: ذخیرہ کا لفظ عموماً اجناس خوردنی کو جمع کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن خَزَنَ کا لفظ اس سے عام ہے۔ یہ اکثر مال و دولت کے جمع کرنے کے لیے آتا ہے جیسے خَزَنْتُ الدَّرَاهِمَ لیکن اس میں بنیادی مفہوم اکٹھا کرنے سے زیادہ حفاظت کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے، خَزَنْتُ السِّرَّ (میں نے بھید کو محفوظ رکھا) (م۔ل) اور جو شخص اس جمع شدہ چیز یا مال کا محافظ ہو اسے خَازِنٌ کہتے ہیں اور اس کی جمع خَزَنَۃٌ آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ (۶۷/۸)	جب اس (دوزخ) میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے خازن (محافظ داروغہ) ان سے پوچھیں گے تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؛

اور جہاں کوئی چیز جمع کی جائے اس جگہ کو خزانہ اور خزینہ کہتے ہیں اور اس کی جمع خزائن ہے۔ آیہ مندرجہ میں جمع شدہ چیز گنہگار لوگ، دوزخ خزانہ اور داروغہ یا اس خزانہ کا محافظ یعنی خازن ہیں۔

۶۔ وَسَقَ، اِتَّسَقَ: کے معنی چیزوں کو جمع کرنا اور اٹھانا (منجد۔ م ل) ہے اور اوسق بمعنی جانور پر بوجھ لادنا اور وَسَقْتُ الشَّیْءَ: کسی چیز کے متفرق اجزاء کو جمع کرنے کے ہیں اور اِتَّسَقَ کے معنی یہ ہیں کہ اس چیز کے سب اجزاء مجتمع ہوگئے اور وہ مکمل ہوگئی۔ (مف) قرآن میں ہے:

وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ (۸۴/۱۷،۱۸)	اور قسم ہے رات کی اور جن چیزوں کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے اور چاند کی جب کامل ہو جائے۔

۷۔ كَفَتَ: بمعنی کسی چیز کو جمع کر کے اسے اپنے قبضہ میں لے لینا (مف) سنبھال لینا۔ سمیٹ لینا اور كِفِيتٌ بمعنی توشہ دان جس میں خوراک اور سامانِ خوراک کو سنبھال رکھتے ہیں اور اَللّٰهُمَّ اكْفِتْه - یا اللہ اسے سنبھال لے یا مار دے (منجد) ارشادِ باری ہے:

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا۔ (۷۷/۲۵)	کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا (یعنی) زندوں کو اور مُردوں کو۔

۸۔ لَمَّ: بمعنی کسی چیز کو جمع کرنا اور اس کو سنوارنا یا اس کی اصلاح کرنا (مف) قرآن میں ہے:

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا (۸۹/۱۹)	اور تم میراث کے مال کو سمیٹ کر کھاتے ہو

۹۔ حَصَّلَ۔ التحصیل بمعنی چھلکے سے گودہ اور مغز کو نکالنا (مف) گویا حَصَّلَ کے معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) نکالنا (۲) جمع کرنا۔ قرآن میں ہے، وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ (۱۰۰/۱۰) تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جو بھید سینوں میں ہوں گے وہ نکال کر اس طرح جمع کر دیے جائیں گے جس طرح کہ چھلکے سے مغز الگ کر لیا جاتا ہے (مف)

۱۰۔ مثابۃ: ثوب کے اصل معنیٰ کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنا ہے۔ کہتے ہیں ثَابَ فُلَانٌ اِلٰی دَارِہٖ۔ یعنی فلاں شخص اپنے گھر کی طرف لوٹ آیا اور مَثَابَۃ اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو کنویں کے منہ پر پانی پلانے کے لیے بنائی جاتی ہے (مف) چونکہ لوگ پانی پینے اور دے جانے کے لیے ایسی جگہ پر بار بار لوٹ کر آتے اور جمع ہوتے تھے۔ لہٰذا اسے مثابۃ کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو مثابۃ کہا کہ یہاں لوگ آکر بار بار اپنی روحانی پیاس بجھاتے اور جمع ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (۲/۱۲۵) اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا۔

ماحصل: (۱) جمع کا لفظ عام ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے لیے اور ظاہری اور معنوی سب صورتوں میں استعمال ہوتا ہے

(۲) اجتمع، صرف جانداروں کو اکٹھا کرنے کیلیے

(۳) حَشَرَ: جانداروں کے لیے اور جو اپنے اپنے ٹھکانوں سے بیجا کر اکٹھا کرنے کے لیے۔

(۴) ذَخَرَ: مستقبل کے لیے ضرورت کی چیزوں کو جمع کرنے کے لیے

(۵) خَزَنَ: جمع شدہ چیزوں کی حفاظت کرنے کیلیے۔

(۶) وَسَقَ: ایک ہی چیز سے متعلقہ اجزاء کو اکٹھا کرنے کے لیے۔

(۷) کَفَتَ: بمعنی جمع کرنا اور قبضہ میں لینا، سمیٹ لینا۔

(۸) لَمَّ: جمع کرنا اور اس کی اصلاح کرنا۔

(۹) حَصَّلَ، نکالنا اور جمع کرنا۔

(۱۰) مَثَابَۃ: میں جمع ہونا کا معنیٰ کنایۃً پایا جاتا ہے۔ اصل معنیٰ بار بار آتے رہنا ہے۔

۳۱۔۔۔ اگر

کے لیے اِنْ۔ اِمَّا اور لَوْ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اِنْ، حرفِ شرط ہے۔ مستقبل کے لیے آتا ہے۔ اس کا پہلا جملہ شرطیہ ہمیشہ فعل ہوتا ہے اور دوسرے جملہ (جزا) پر ف داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (۵/۱۱۸) اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔

۲۔ اِمَّا: (اِنْ۔ مَا) جب حرف شرط کے طور پر آتا ہے تو اس میں صرف اِنْ ہی معنیٰ دیتا ہے۔ مَا حرفِ زیادت اور صرف تحسین کلام کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا۔ (۱۷/۲۳) اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائے۔

(۲) فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا (۱۹/۲۶) تو (اے مریم!) اگر تم کسی آدمی کو دیکھو۔

۳۔ لَوْ: حرفِ شرط مگر اس میں جزا کا جملہ ہمیشہ شرط سے مقید ہوتا ہے اور اس کی جزا پر لَ (لام مفتوحہ) داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا اگر مالِ غنیمت سہل الحصول اور سفر ہلکا ہوتا تو یہ لوگ تمہارے

لَا اتَّبَعُوكَ ۔ (۹/۴۲) ساتھ چل پڑتے ۔

اور اگر لَوْ سے پہلے وَ داخل ہو (ولو) تو یہ "اگرچہ" کا معنی دے گا ۔ ارشاد باری ہے :

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴/۷۸) جہاں کہیں بھی تم ہو موت تمہیں آپکڑے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو ۔

اور لَوْ کے بعد لَا کا اضافہ کرنے سے "اگر نہ" کے معنی پیدا ہوتے ہیں ۔ جیسے فرمایا :

لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (۳۴/۳۱) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے ۔

ماحصل : لَوْ میں جزا شرط سے مقید ہوتی ہے جو اِنْ کی صورت میں نہیں ہوتی ۔ اِمَّا جب اگر کے معنوں میں آئے تو اس میں مَا حرف زیادت ہے جو محض تحسین کے لیے آتا ہے ۔

۴۲ ۔ اُلٹ دینا ، اوندھا کرنا

کے لیے اَرْكَسَ اور اِئْتَفَكَ (افك) ، جَثَمَ ، كَبَّ ، كَبْكَبَ اور قَلَّبَ ، نَكَسَ اور نَكَّسَ کے الفاظ آئے ہیں :

۱ ۔ اَرْكَسَ ، رَكَسَ کے معنی کسی چیز کو اس کے سر پر اُلٹا کر دینا (یعنی سر نیچے ہو اور ٹانگیں اوپر) اُلٹا کر دینا یا اس کے پہلے سرے کو پچھلے سرے سے اُلٹا کر ملا دینا (م ۔ ل) تہ وبالا کر دینا ۔ کہتے ہیں ۔ ارکس الثوب فی الصبغ بمعنی اُلٹا کر رنگ میں کپڑا ڈبویا (م ۔ ق) ارشادِ باری ہے :

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا (۴/۸۸) خدا نے ان (منافقین) کو ان کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کر دیا ۔

۲ ۔ اِئْتَفَكَ ، اَفَكَ کے معنی کسی کو صحیح رُخ سے موڑ دینا (م ۔ ل) اور اگر کسی صحیح رُخ کے علاوہ کسی دوسرے رخ پر پٹخ دیا جائے تو اسے اِئْتَفَكَ کہتے ہیں (مف) قرآن میں ہے :

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى (۵۳/۵۳) اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے ٹپکا ۔

۳ ۔ جَثَمَ ، پرندے کا سینہ کے بل زمین پر بیٹھنا اور پھر اس سے چمٹ جانا (فل ۱۸۶) کنایۃً کسی شخص کا سینہ کے بل زمین پر لیٹنا ۔ ارشاد باری ہے :

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۷/۷۸) تو اُن کو بھونچال نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ۔

۴ ۔ كَبَّ : كَبَّ الْاِنَاءَ کے معنی برتن کو الٹا کر کے رکھ دینے کے ہیں (منجد) اور كَبَّ فُلَانًا کے معنی کسی کو منہ کے بل گرا دینے کے (مف) قرآن میں ہے :

وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (۲۷/۹۰) اور جو کوئی برائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے ۔

۵ ۔ كَبْكَبَ : میں تکرار لفظی ہے جو اس کے معانی میں بھی شدت پیدا کر رہا ہے ۔ بمعنی کسی چیز کو اوپر سے لڑھکا کر گڑھے میں پھینک دینا ۔ (مف ۔ منجد) ارشاد باری ہے :

فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُنَ (۲۶/۹۴) — تو وُہ اور گمراہ (یعنی بت اور بت پرست) اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔

۶۔ قَلَبَ: تقلیب الشئ بمعنی کسی چیز کو پھیرنے اور ایک حالت سے دوسری حالت میں لوٹانے کے ہیں اور قَلَبَ الثَّوْبَ بمعنی کپڑے کو الٹنا۔ قَلَبَ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے مادی کی مثال یہ ہے:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ (۳۳/۶۶) — جس دن اُن کے منہ آگ میں الٹائے جائیں گے۔

اور معنوی کی مثال یہ ہے:

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ (۹/۴۸) — یہ پہلے بھی طالب فساد رہے ہیں اور بہت سی باتوں میں تمہارے لیے الٹ پھیر کرتے رہتے ہیں یہانتک کہ حق آپہنچا۔

۷۔ نَكَسَ اور نَكَّسَ: نَكَسَ بمعنی اوندھا کرنا اور نَكَسَ رَأْسَهُ بمعنی ذلت یا ندامت سے سر جھکا دینا۔ (یہ محاورتاً استعمال ہوتا ہے اور نُكِسَ الْمَرِيضُ مریض کا دوبارہ بیمار پڑنا اور اَلنُّكَاس بمعنی بیماری کا دوبارہ عود کر آنا اور اَلنُّكْس بمعنی بیماری کا دوبارہ عود کر آنا۔ گر کر نہ سنبھلنا۔ پھر دوبارہ پہلے سے زیادہ زور سے گرنا اور النکس بمعنی بہت بوڑھے لوگ اور نکس بمعنی اوندھا کرنا اور اِنْتَكَسَ بمعنی سر کے بل گرنا، دوبارہ بیمار پڑنا۔ (منجد مف) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ (۲۱/۶۵) — پھر شرمندہ ہو کر سر نیچا کر لیا۔

دُوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ (۳۶/۶۸) — اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں اوندھا کر دیتے ہیں۔

ماحصل:

(۱) ارکس، نچلا سرا اُوپر اور اُوپر کا نیچے کر کے پھینک دینا۔

(۲) ائتفک: صحیح رُخ کے علاوہ دوسرے رُخ پر پٹخ دینا۔

(۳) جثم: سینہ کے بل گرنا یا چمٹنا۔

(۴) کَبَّ: اوندھے منہ گرانا۔

(۵) کُبْکِبَ: لڑھکا کر اوندھے منہ گڑھے میں گرا دینا۔

(۶) قَلَبَ: کسی چیز کی حالت یا معاملہ کو الٹ دینا یا الٹ کر دینا۔

(۷) نکس اور نکّس: سر کو ندامت سے جھکانا۔ بیماری کا پہلے شدید حملہ ہونا جس سے بیمار سنبھل نہ سکے۔ بڑھاپے کا آ دبانا جس سے عقل و حواس زائل ہونے لگے۔

الٹ پلٹ کرنا کے لیے فتن اور ابتلیٰ "آزمائش کرنا" میں دیکھیے اور قَلَبَ "الٹ دینا" میں۔

۳۲۔ الگ کرنا (جدا یا علیحدہ کرنا)

کے لیے فَرَقَ، فَتَقَ، عَزَلَ، جَنَبَ، مَازَ (میز) اور زَيَّلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرَقَ، کسی چیز کو پھاڑ کر الگ کر دینا۔ (مف) پھر اس الگ شدہ حصّہ کو فِرْق، اور اگر انسانوں کا گروہ ہو تو اسے فرقہ کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ (۲/۵۰) — اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو پھاڑ کر الگ کر دیا۔

اور دوسری جگہ ہے:

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ (۲۶/۶۳) — تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا گویا بڑا پہاڑ (ہے)۔

پھر فَرَقَ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی دو قسم کی چیزیں جو بظاہر ایک ہی نظر آتی ہوں مگر حقیقتاً الگ الگ ہوں تو ان کو الگ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ۔ (۵/۲۵) — موسیٰؑ نے (خدا سے) التجا کی کہ پروردگار! میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی ڈال دے۔

اور فَرَّقَ بمعنی کسی جماعت سے الگ ہونا، علیحدہ فرقہ بنا لینا۔ قرآن میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا۔ (۶/۱۶۰) — جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے رستے نکالے) اور کئی کئی فرقے ہو گئے۔ (جالندھریؒ)

۲۔ فَتَقَ: کے معنی کسی چیز میں بڑا سا شگافِ ڈال کر اسے کھول دینا ہے۔ جیسے نافۂ مشک کو کھولا جاتا ہے (م ا) یا دو متصل چیزوں کو الگ الگ کرنا اور اس کی ضد رَتَقَ ہے بمعنی کسی چیز کا گڈمڈ شدہ اور جڑی ہوئی ہونا (مف) چنانچہ قرآن میں ہے:

أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا۔ (۲۱/۳۰) — آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو جُدا جُدا کر دیا۔

۳۔ عَزَلَ، کسی کو اس کے اصل کام یا مقصد سے علیحدہ کر دینا۔ بیکار کر دینا۔ ایک جانب لگا دینا (م۔ا۔منجد) اسی سے معزول اس شخص کو کہتے ہیں جو کام سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔ اور عُزلت گوشۂ تنہائی کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ۔ (۳۳/۵۱) — اور جس بیوی کو تم نے علیحدہ کر دیا ہو اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

۴۔ جَنَبَ: جنب کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) پہلو (۲) بُعد ہونا اور جَنَبَ کے معنی کسی کو کسی آفت یا مصیبت سے دُور رکھ کر بچا لینا (م۔ل)۔

قرآن میں ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ — اور جب ابراہیمؑ نے دُعا کی کہ میرے پروردگار! اس شہر مکہ کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس

تَعْبُدَ الْاَصْنَامَ (۱۴/۳۵) | بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ۔

۵۔ مَازَ (میز) کسی چیز کو دوسری سے کسی فوقیت اور ترجیح کی بنا پر الگ کرنا اور ماز الشئ بمعنی چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دینا۔ فوقیت دینا (منجد) قرآن کریم میں ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (۳/۱۷۹) | (لوگو!) جب تک خدا ناپاک کو پاک سے الگ کر دیگا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا۔

۶۔ زَيَّلَ: بمعنی کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے زائل کرنا (مف) زال عن مکانہ جگہ سے ہٹانا اور زَيَّلَ بمعنی کسی کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسروں سے الگ کر دینا یا متفرق کرنا (منجد) ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ (۱۰/۲۸) | اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو پھر ہم ان میں جدائی ڈال دیں گے۔

ماحصل: (۱) فرق۔ کسی چیز کو پھاڑ کر الگ الگ کر دینا۔
(۲) فتق۔ کسی چیز کو پھاڑ کر کھول دینا۔ یا دو متصل چیزوں کو منفصل کرنا
(۳) عزل۔ کسی کو اس کے کام سے الگ کرنا
(۴) جَنَبَ: کسی کو الگ کر کے کسی مصیبت سے دور رکھنا
(۵) مَازَ: کسی چیز کو دوسری سے فوقیت اور ترجیح کی بنا پر الگ کرنا۔
(۶) زَيَّلَ: کسی کو ایک جگہ سے سرکا کر یا ہٹا کر دوسروں سے الگ کر دینا۔

۳۴۔ الگ ہونا (جدا ہونا۔ علیحدہ ہونا)

کے لیے فَرَقَ سے تَفَرَّقَ، عَزَلَ سے اِعْتَزَلَ، جَنَبَ سے تَجَنَّبَ، مَازَ سے امتاز اور زَيَّلَ سے تَزَيَّلَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔ ان پر لغوی بحث ہو چکی۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ تَفَرَّقَ: تَجَمَّعَ کی ضد ہے۔ یعنی الگ الگ اور متفرق ہو جانا۔ پھٹ کر علیحدہ علیحدہ ہو جانا (منجد)

ارشادِ باری ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۳/۱۰۳) | اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔

۲۔ اِعْتَزَلَ: کسی چیز سے کنارہ کش ہو جانا خواہ کسی کام سے یا عقیدہ سے۔ یعنی خواہ یہ کنارہ کشی ظاہری ہو یا معنوی سب صورتوں میں اِعْتَزَلَ استعمال ہوتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) اعتقادات سے یعنی معنوی کنارہ کشی کے لیے:

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ (۴۴/۲۱) | اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

(۲) کسی کام سے یعنی ظاہری کنارہ کشی کے لیے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ (۲/۲۲۲) سو ایامِ حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو۔

۳۔ تَجَنَّبَ، ایک طرف ہو کر دُور رہنا۔ پہلو تہی کرنا۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (۸۷/۱۰،۱۱) جو خوف رکھتا ہے وُہ تو نصیحت پکڑے گا اور (بے خوف) بدبخت پہلو تہی کرے گا۔

۴۔ اِمْتَازَ: کسی فضیلت اور ترجیح کی بنیاد پر اچھی چیز کا بُری سے یا بُری چیز کا اچھی سے الگ ہو جانا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (۳۶/۵۹) اور گنہگارو! تم آج الگ ہو جاؤ

ان کے علاوہ درج ذیل الفاظ بھی الگ ہونا کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

خَلَا (خلو)، خَلَصَ، فَصَلَ، اِنْتَبَذَ (نبذ) تَزَيَّلَ (زیل) اور تَجَافٰى (جفو)

۵۔ خَلَا (یخلو) خلاء خالی جگہ کو کہتے ہیں جہاں عمارت و مکان وغیرہ کچھ نہ ہو۔ یہ لفظ زمان و مکان دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے خلا الزمان کے معنی زمانہ گزر گیا اور ظرف مکانی کے لحاظ سے خلا الرجل کے معنی کسی کے ساتھ علیحدگی (خلوت) میں ملاقات کرنا ہو گا (مف منجد)

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ (۲/۱۴) اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں۔ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں (عثمانیؒ)

۶۔ خَلَصَ: کسی چیز کو آمیزش سے پاک کرنا اور اس سے ملاوٹ علیحدہ کرنا اور اس کی ضد خَلَطَ ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا۔ (۱۲/۸۰) جب وُہ اس سے نا امید ہو گئے تو الگ ہو کر صلاح کرنے لگے۔

یعنی آپس میں مشورہ کرنے کے لیے دوسرے لوگوں سے الگ ہو کر کہیں جا بیٹھے۔

۷۔ فَصَلَ: دو چیزوں کا یوں علیحدہ ہونا کہ ان میں فاصلہ ہو جائے (مف) کسی مقام سے روانہ ہو جانا:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ۔ (۲/۲۴۹) غرض جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا تو اس نے (ان سے) کہا، کہ خدا ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔

۸۔ اِنْتَبَذَ: نَبَذَ کے معنی کسی چیز کو ناقابلِ التفات سمجھ کر پھینک دینا (مف) اور اِنْتَبَذَ کے معنی خود احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر دوسروں سے علیحدہ ہو جانے کے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا۔ (۱۹/۱۶) اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی تذکرہ کرو۔ جب وُہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں۔

اس مقام پر حضرت مریم کے لیے انتبذ کا لفظ اس لیے استعمال ہوا ہے کہ وُہ حضرت عیسیٰؑ کے حمل کی وجہ سے لوگوں کے اعتراضات اور طعن و تشنیع سے بچنے کے لیے لوگوں سے علیحدہ ہو کر شرقی مکان میں عزلت نشین ہو گئی تھیں۔

۹۔ تَزَيَّلَ: زَال کے معنی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا دینا (مف) اسی نسبت سے تزیل کے معنی کسی چیز کا اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر ادھر ہو جانا۔ ہٹ کر پرے ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۲۵/۴۸) اور اگر وہ الگ ہو جاتے تو جو ان میں کافر تھے ہم انکو دکھ دینے والا عذاب دیتے۔

۱۰۔ تجافی: جَفْوَةٌ اور جَفَاءٌ کے معنی ظلم اور جفا یا جفوا کے معنی ایک جگہ قرار نہ پکڑنا ہے (منجد) اور اسی نسبت سے تَجَافٰی کا معنی بیقراری کی وجہ سے اپنی جگہ بدلنا یا اس جگہ سے الگ رہنا ہیں۔ ارشادِ باری ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۱۶/۳۲) ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔

ماحصل: (۱) تَفَرَّقَ: جماعت سے الگ اور متفرق ہو جانا۔

(۲) اِعْتَزَلَ: کسی کام سے یا عقیدہ سے یا انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کر لینا۔

(۳) تَجَنَّبَ: کسی چیز سے الگ ہو کر دور چلے جانا تاکہ مصیبت سے نجات ہو۔

(۴) اِمْتَازَ: کسی خصوصیت کی بنا پر دوسروں سے الگ ہونا

(۵) خَلَا: تنہائی میں ملنے کے لیے علیحدہ ہونا۔

(۶) خَلَصَ: آمیزش کا اصل چیز سے الگ ہونا اور خالص باقی رہ جانا۔

(۸) اِنْتَبَذَ: احساس کمتری کی بنا پر دوسروں سے الگ ہونا

(۹) تَزَيَّلَ: اپنی جگہ چھوڑ دینا اور ہٹ کر علیحدہ ہونا۔

(۱۰) تَجَافٰی: بیقراری کی وجہ سے کسی چیز سے الگ ہونا

۳۵۔ امید لگانا

کے لیے اَمَلَ: اَمْنٰی اور رَجَا کے الفاظ آئے ہیں،

۱۔ اَمَلَ کی بحث "آرزو" میں گزر چکی ہے اور اس کے معنی ایسی آرزو اور امید کے ہیں جو بظاہر غیر متوقع اور دیر سے وقوع پذیر ہونے والی ہو۔ گویا اَمَلَ میں مدت اور انتظار کا تصور بھی پایا جاتا ہے اس لحاظ سے یہ امید لگائے رکھنے کے معنی میں آتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے؛

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔ (۴۶/۱۸) اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید لگانے کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں

۲۔ اَمْنٰی: اُمْنِيَةٌ بمعنی جھوٹی اور باطل آرزو اور اَمَانِی اس کی جمع ہے۔ یہ بحث بھی "آرزو کرنا" میں گزر چکی اور اَمْنٰی کا لفظ کسی کو ایسی ہی باطل اور جھوٹی امید دلانے کے معنوں میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے؛

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ (۱۱۹/۴) (شیطان نے کہا) اور ان (انسانوں) کو ضرور گمراہ کرتا اور امیدیں لگاتا رہوں گا۔

۳۔ رجا: (رجو) رَجَا کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) کنارہ (۲) امید لگانا (م۔ل) یہاں دوسرے معنی سے غرض ہے اور اس میں بھی اَمَلَ کی طرح مدت اور انتظار کا تصور پایا جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے؛

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (۱۰۶/۹) اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا کام ڈھیل میں ہے حکم پر اللہ کے (تفہیم)

البتہ رجاء ایسی امید کو کہتے ہیں جس کے پورا ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے (اور اس کی ضد یاس ہے)۔

ارشاد باری ہے:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ (۴/۱۰۴)

اور کفار کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا۔ اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہو۔ اسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں اور تم خدا سے ایسی ایسی امیدیں بھی رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔

ماحصل: (۱) اَمَل ، دیر سے پوری ہونے والی اور بظاہر غیر متوقع امید کے لیے آتا ہے۔

(۲) اَمْنِی ، جھوٹی قسم کی امیدیں دلانے کے لیے اور

(۳) رَجَا ، ایسی امید کے لیے آتا ہے جس کے وقوع پذیر ہونے کا ظن غالب ہو خواہ دیر سے ہو۔

انبار اور انبوہ ، کے لیے دیکھیے "وافر۔ بہت"

انتخاب کرنا ، کے لیے دیکھیے "چن لینا"

۳۶۔ انتڑیاں

کے لیے دو الفاظ حَوَايَا (حوی) اور اَمْعَاء (معی) آئے ہیں۔

۱۔ حَوَايَا ، (حَوِيَّة کی جمع ہے) حوایا سے مراد سانپ کی طرح کنڈلی مارنے والی انتڑیاں ہیں۔ حَيَّةٌ سانپ کو کہتے ہیں۔ تحوی الحیۃ "سانپ کے کنڈلی مارنے کو اور حاوی۔ سانپ کا منتر پڑھنے والے کو کہا جاتا ہے (منجد) اور یہ وہ رودہ مستقیم ہے جو کنڈلی مارتے مارتے مقعد تک چلی جاتی ہے۔ (م ل)

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ (۶/۱۴۶)

اور ہم نے ان (یہودیوں) پر ان دونوں (گائے اور بکری) کی چربی حرام کر دی تھی سوائے اس کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا انتڑیوں کی یا جو ہڈی کے ساتھ مل گئی ہو۔

۲۔ اَمْعَاء ، یہ مَعْیٌ کی جمع ہے۔ یہ لفظ عام ہے جو ہر قسم کی چھوٹی بڑی انتڑیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ (۴۷/۱۵)

اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

۳۷۔ انتظار کرنا

کے لیے اِنْتَظَرَ ، اِرْتَقَبَ ، تَرَبَّصَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ اِنْتَظَرَ نَظَرَ کے بنیادی معنی دو ہیں۔ (۱) معائنہ یعنی آنکھوں سے کوئی چیز دیکھنا اور (۲) تَاَمَّلِ الشَّيْءِ ، کسی چیز کے لیے انتظار اور مہلت (م ل) یہاں دوسرے معنی سے غرض ہے۔ قرآنِ کریم میں نَظِرَةٌ اسی معنی میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ۔ (۲/۲۸۰)	اور اگر قرض لینے والا تنگدست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت (دو)۔

اور انتظر: کسی امید کے پورا ہونے کا وقت گزارنا اور یہ لفظ انتظار کے لیے عام ہے اور اس لحاظ سے نظرۃ اور انتظار قریب المعنیٰ ہیں۔ اور انتظار خیر وشر دونوں میں۔ نیز شک اور یقین دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (فق ل ۵۸) ارشاد باری ہے:

وَقُلْ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عٰمِلُوْنَ وَانْتَظِرُوْا إِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (۱۱/۱۲۲)	اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ ہم (اپنی جگہ) عمل کیے جاتے ہیں۔ اور (نتیجہ اعمال کا) تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

۲۔ اِرْتَقَبَ: رَقَبَۃٌ۔ گردن کو کہتے ہیں اور رَقَبَ کسی کی گردن پر نظر رکھنے یا اس کی نگرانی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (مف) اور رِقْبَۃٌ کے معنی احتیاط۔ نگہبانی، بچاؤ اور خوف ہے (منجد) لہٰذا اِرْتَقَبَ سے مراد ایسی انتظار ہے جس میں انسان چوکس اور چوکنا رہے۔ دوسرے کی حرکات وسکنات کا خیال رکھے اور اپنے بچاؤ کا بھی۔ قرآن میں ہے:

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا إِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ (۱۱/۹۳)	تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے اور جھوٹا کون ہے؟ اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۳۔ تَرَبَّصَ: رَبَصَ اور تَرَبَّصَ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ انتظار یا تو کسی معینہ مدت کے لیے ہوتا ہے یا کسی ایسے امر کے ہونے یا زائل ہونے کا جس کی توقع ہو (مف)۔ مثلاً اشیائے تجارت کی گرانی اور ارزانی کا۔ تَرَبَّصَ بِسِلْعَۃٍ کا معنی ہے مال کی گرانی کا انتظار کرنا (منجد)
اسی طرح عورت کے لیے اپنی عدت پوری کرنے کا انتظار تربص کہلائے گا اور بمعنی زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے انتظار کرنا۔ (فق ل ۵۹) ارشاد باری ہے:

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ أَوْ بِأَيْدِيْنَا فَتَرَبَّصُوْٓا إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ (۹/۵۲)	کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ خدا (یا تو) خود اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے اور یا ہمارے ہاتھوں سے تو تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اِنْتِظَار: کسی امید کے وقت تک کی مدت گزارنا اور یہ لفظ عام ہے۔ خیر وشر میں اور شک ویقین دونوں صورتوں میں آتا ہے۔

(۲) تَرَقُّب: انتظار کرنا اور چوکس رہنا۔ کڑی نظر رکھنا۔ عموماً برائی کے وقت کی انتظار کے لیے آتا ہے۔

(۳) تَرَبُّص: زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی مدت یا معینہ مدت کا انتظار۔

۳۸۔ انجام (کار)

کے لیے مُنتہٰی، صَارَ (صیر) اور عَاقِبَۃ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ منتھٰی، النھی کے معنی روکنا اور انتھٰی رک جانا کے معنوں میں آتا ہے۔ النھاء والنھایۃ کسی چیز کی غایت اور آخر (منجد) اور نھایۃ الدار گھر کی چار دیواری کو کہتے ہیں (م ق) اور منتھٰی اسم ظرف ہے۔ زمانہ یا جگہ کے لحاظ سے کوئی چیز جہاں تک پہنچ کر رک جائے وُہ اس کی آخری حد یا منتھٰی یا انجام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (۵۳/۴۲) — پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ آخر تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔

۲۔ صَارَ، کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) رجوع اور (۲) مآل یعنی انجام (م ل) اور صیر الامر سے مراد کسی کام کا آخری حصہ یا اس کی انتہا ہے۔ جب کسی شخص کا کوئی کام اختتام پذیر ہو تو کہتے ہیں فُلَانٌ عَلٰی صَیْرِ الْاَمْرِ (منجد) پھر صَارَ کے معنی ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا بھی ہیں۔ (منجد) گویا صَارَ کا لفظ کام کی نوعیت سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ ایک کام جس نہج پر ہو رہا ہے۔ وُہ کوئی اور رُخ تو اختیار نہیں کرے گا اور جس انداز میں وُہ جا کر ختم ہو گا اس آخری کیفیت کا نام صَیْر ہے۔ اور مَصِیْر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے (مف) ارشاد باری ہے:

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (۴۲/۵۳) — دیکھو سب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے۔

۳۔ عَاقِبَۃ، عقب بمعنی ایڑی اور عَقَبَ کے معنی کسی کے پیچھے چلنا اور پیچھے آنا اور عاقبۃ ہر چیز کا آخر یا عمل کا انجام ہے (منجد) پھر عقب کے مفہوم میں شدت اور صعوبت بھی پائی جاتی ہے عَاقَبَہٗ کے معنی کسی کو اس کے عمل کے بدلہ میں پکڑنا بھی ہے اور عِقَاب کا لفظ عموماً کسی بُرے کام کے بدلہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (۵/۴۰) — اور بیہودہ (شبہات سے) جھگڑتے رہے کہ اس سے حق کو زائل کر دیں تو میں نے ان کو پکڑ لیا۔ سو دیکھ لو) میرا عذاب کیسا ہوا!

گویا عاقبۃ کے لفظ کا اطلاق محض کسی کام کے انجام پر نہیں ہوتا بلکہ اس کام کے بدلہ پر بھی ہوتا ہے۔ نیز یہ لفظ اچھے اور بُرے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً

(۱) خیر کے لیے: اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۱۲۸/۷) — زمین تو خدا کی ہے۔ وُہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور آخر بھلا تو ڈرنے والوں کا ہے

(۲) شر کے لیے: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ — تم سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں تو تم زمین میں

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (۳/۱۳۷) — سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؛

ماحصل: (۱) منتھیٰ، کسی کام کا انجام جہاں جا کر وہ ختم ہوتا ہے، یہ عام ہے۔

(۲) مصیر، کسی کام کا انجام اور اس کے ختم ہونے کا رُخ اور طور طریق۔

(۳) عاقبۃ، کسی کام کے انجام اور اس کے بدلہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۳۹۔ اندازہ لگانا

کے لیے دو الفاظ خَرَصَ اور قَدَرَ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ خَرَصَ کے معنی محض ظن اور تخمین سے کام لینا۔ خَرَصَ النَّخْلَةَ سے یہ مراد ہے کہ محض اٹکل سے اندازہ کرنا کہ اس کھجور کے درخت پر کتنا پھل ہو گا اور خَرَّاص ایسا تخمینہ لگانے والے آدمی کو کہتے ہیں (منجد) اور خَرَّاص بمعنی کذّاب (بہت جھوٹا) بھی مستعمل ہے کیونکہ ایسا آدمی بغیر علم اور حقیقت کے بات کرتا ہے اور یہی بات جھوٹ کی بنیاد ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ (۶/۱۴۹) — تم محض خیال کے پیچھے لگتے اور اٹکل کے پیچھے چلتے ہو۔

۲۔ قَدَرَ: قَدَرَ کے معنی کسی معاملہ کی تدبیر کرنا، کسی چیز کو تیار کرنا اور اس کی دیکھ بھال کرنا ہے (منجد) اور قَدَرَ (مف) سے مراد وہ قوانینِ فطرت ہیں جن کے تحت کوئی چیز وجود میں آتی اور ترتیب پاتی ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ سے خاص ہے اور صرف اچھے معنوں میں آتا ہے (فق ل ۱۵۷)

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (۵۴/۴۹) — ہم نے ہر چیز اندازہ مقررہ کے ساتھ پیدا کی ہے۔

اور قَدَرَ کے کسی چیز کو اس مخصوص طرز پر بنانا اور تربیت کرنا ہے جیسا کہ حکمت کا تقاضا ہو، اور یہ لفظ عام ہے اور یہ اندازہ اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی (فق ل ۱۵۷) جیسا کہ یہ بات عقیدہ میں شامل ہے۔ وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ (۱۰/۵) — وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔

ماحصل: (۱) خَرَصَ، ایسا اندازہ جس کی بنیاد علم و حقیقت کی بجائے ظن و تخمین پر ہو۔ اور یہ ناقابلِ اعتماد ہوتا ہے۔

(۲) قدر، وہ قوانینِ فطرت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی علم و حکمت سے مقرر کر رکھے ہیں اور یہ مستحکم الدلائل ہوتے ہیں۔ اور قَدَرَ ایسے قوانین پر مبنی اندازہ کو کہتے ہیں۔

۴۰۔ اندر

کے لیے خِلَال، بَاطِنٌ اور بَطَائِنُ اور جَوْف کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ خلال، دو ایسی چیزوں کے اندر کوئی جگہ جن کا آپس میں تعلق ہو۔ خلال دانتوں کی درمیانی جگہ کو صاف کرنے کے تنکہ کو بھی کہتے ہیں اور اس جگہ کے صاف کرنے کو بھی۔ ایسے ہی ہاتھ کی انگلیوں اور داڑھی کے بالوں میں وضو کرتے وقت پانی سے خلال کیا جاتا ہے۔ منافقین کے بارے میں ارشادِ باری ہے:

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَّلَاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ۔ (۹/۴۷)

اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل بھی کھڑے ہوتے تو تم میں فساد ڈلوانے کی خاطر تمہارے ہی اندر گھوڑے دوڑاتے۔

۲۔ باطن: بطن پیٹ اور ہر چیز کے اندرونی حصہ کو کہتے ہیں اور باطن صرف کسی چیز کے اندرونی حصہ، اندرونی جانب یا اندر کو کہا جاتا ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (۵۷/۱۳)

سو ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہو گا۔ اس کے اندر (کی طرف) تو رحمت ہو گی اور باہر کی طرف عذاب ہو گا۔

بطائن: بَطَانَة کی جمع ہے اور بطانة لباس کے اندرونی طرف لگے ہوئے کپڑا یا استر کو بھی کہتے ہیں اور بھید کو بھی (منجد) نیز رازدار دوست کو بھی۔ قرآن میں ہے:

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ (۵۵/۵۴)

(اہلِ جنت) ایسے بچھونوں سے تکیہ لگائے ہوں گے جن کے استر اطلس کے ہوں گے۔

۳۔ جَوْف، جَوِفَ بمعنی کھوکھلا ہونا اور جَوَّفَ بمعنی کھوکھلا کرنا۔ جَوْف پیٹ یا اندرونی حصہ کو کہتے ہیں اور جوف البیت مکان کے اندرونی حصہ کو اور مُجَوَّف کھوکھلی چیز کو (منجد) گویا جوف میں جہاں اندر یا اندرونی حصہ کا تصور پایا جاتا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ کھوکھلا پن وسعت یا خلا کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (۳۳/۴)

اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہیں بنائے۔

ماحصل: (۱) خلال۔ دو ایسی چیزوں کا درمیان یا اندرونی حصہ جن کا آپس میں تعلق ہو۔ (۲) کسی چیز کا اندر یا اندرونی حصہ یا جانب۔ (۳) جَوْف، کسی چیز کا اندرونی خلا۔

۴۱۔ اندھا

کے لیے اَعْمٰی، اَکْمَہ اور عَمِہَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَعْمٰی: نابینا جو بصارت سے عاری ہو۔ آنکھوں کا اندھا۔ (فل ۲۹) (ج عُمْیٌ) قرآن میں ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (۱۳/۱۶)

کیا بینا اور نابینا برابر ہیں؟

گو اس لفظ کا اطلاق عموماً ظاہری آنکھوں کے اندھے پن پر ہوتا ہے۔ لیکن گاہے گاہے دل کے اندھے پن پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً:

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ (۲۷/۸۱) — اور آپ ان اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر) راستہ نہیں دکھا سکتے۔

۲۔ اَکْمَہَ: مادرزاد اندھے کو کہتے ہیں (م ل۔ منجد) قرآن میں ہے:

وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ (۵/۱۱۰) — اور (اے عیسیٰؑ) تم میرے حکم سے مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو چنگا کر دیتے تھے۔

۳۔ عَمِهَ، عَمَهٌ: بمعنی فقدان بصیرت (منجد) اور بمعنی دل کا اندھا پن (م ق) اور بمعنی حیران ہونا۔ گمراہی میں بھٹکنا (منجد) اور بمعنی حیرانگی کی وجہ سے تردّد میں پڑنا (مف) ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۲/۱۵) — اللہ اُن سے مذاق کرتا ہے اور انہیں مہلت دیے جاتا ہے کہ سرکشی میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔ (جالندھری)

اپنی سرکشی میں اور حالت یہ ہے کہ دل کے اندھے ہیں (عثمانی)

ماحصل: مادرزاد اندھے کے لیے اَکْمَہَ اور اس کے علاوہ اَعْمٰی کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور عَمِہَ بمعنی دل کا اندھا ہونا۔

اندھیرا کرنا۔ ہونا کے لیے دیکھیے "تاریکی چھانا"

۴۲۔ انصاف

کے لیے قِسط اور عدل کے الفاظ آئے ہیں

۱۔ قِسط: کے معنی کسی کو اس کا حق پورا پورا ادا کر دینا یعنی اس کے بنیادی معنی ظلم سے بچنے کے ہیں (مف) اس لحاظ سے اس کا معنی انصاف کرنا کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کا اطلاق ظاہری امور میں انصاف کرنے پر ہوتا ہے۔ اسی لیے میزان اور مکیال کو بھی قسط کہتے ہیں (فق ل ۱۹۴)

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (۵۵/۹) — اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔

پھر قِسط کا لفظ لغت ذوی الاضداد سے ہے۔ اگر قَسَطَ یَقْسُطُ ہو تو اس کے معنی اُوپر بیان ہوئے اور قَسَطَ یَقْسِطُ تو اس کے معنی کسی کے حق دبانے، حق کے خلاف کرنے اور حق سے تجاوز کرنا ہوں گے ——— (مف منجد) ارشاد باری ہے:

وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (۷۲/۱۵) — اور وُہ جو بے انصاف (ظالم) ہوتے وُہ جہنم کا ایندھن بنے (عثمانیؒ)

پھر کسی کے حق کی ادائیگی خواہ ایک مشت ہو یا کئی حصوں میں۔ اس کے لیے بھی قِسط اور اَقساط کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ گویا لفظ قسط کا استعمال حق کی ادائیگی کل اور جزو دونوں پر ہوتا ہے۔

پر ہوتا ہے۔ لیکن ان معنوں میں اس کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے۔ البتہ باب افعال ہو تو انصاف کرنا ہی کے معنوں میں آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (۴۹/۹) اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۲۔ عدل، میں بنیادی معنی دو پائے جاتے ہیں (۱) توازن و تناسب کو قائم رکھنا (۲) دوسرے کو اس کا حق بے لاگ طریقہ سے دینا (ف ق) اور یہ روایت کہ بالعدل قامت السموت والارض۔ یعنی زمین و آسمان عدل کے سہارے قائم ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کے سیاروں میں اس قدر توازن و تناسب اور ہم آہنگی ہے۔ کہ اگر ان کی کشش اور حرکت میں ذرا بھی کمی بیشی ہو جائے تو زمین و آسمان ایک دوسرے سے ٹکرا کر کائنات فوراً فنا ہو جائے۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیت اسی پہلے معنیٰ میں استعمال ہوئی ہے اور عدل کا تعلق ظاہری اور باطنی امور سب پر ہوتا ہے (فق ل ۱۹۴) اور یہ قسط سے بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ۔ (۸۲/۷) جس نے تجھے پیدا کیا اور (تیرے اعضا) کو ٹھیک کیا اور (تیری قامت کو) معتدل رکھا۔

پھر یہ لفظ اسی لحاظ سے (۱) برابری اور (۲) عوض یا بدلہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) یعنی دو چیزوں کا آپس میں برابر ہونا۔

أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِينَ أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ۔ (۵/۹۵) یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا (ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے۔

(۲) بمعنی عوض۔ بدلہ۔ معاوضہ:

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ (۲/۴۸) نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے۔

اور عدل کا دوسرا مفہوم یعنی دوسرے کا حق دینا، ہی ہمارے زیرِ بحث ہے جو انصاف کا مفہوم ادا کرتا ہے، ارشادِ باری ہے:

اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (۵/۹) انصاف کیا کرو، یہی بات تقویٰ سے قریب تر ہے۔

پھر ان معنوں میں بھی عدل کا لفظ ذوی الاضداد سے ہے۔ اگر عَدَلَ يَعْدِلُ باب سے آئے تو اس کے معنی ظلم کرنا یا ناانصافی کرنے کے ہوتے ہیں (منجد) قرآن کریم میں ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۖ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (۶/۱) ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور روشنی بنائی پھر بھی کافر اپنے پروردگار سے ناانصافی کرتے ہیں۔ یا دوسروں کو اللہ کے برابر کر دیتے ہیں

لفظ عدل چونکہ وسیع مفہوم رکھتا ہے لہٰذا یہاں یَعْدِلُوْنَ کا ترجمہ خدا کے برابر ٹھہراتے یا خدا کی مثل اور نظیر قرار دیتے ہیں بھی کر لیا جاتا ہے۔

ماحصل: (۱) قسط، کا لفظ دوسرے کو اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، وہ یکمشت ہو یا بالاقساط۔ خصوصاً جبکہ باب افعال سے ہو اور اس کا تعلق ظاہری چیزوں سے ہوتا ہے۔

(۲) عَدْل، دوسرے کو اس کا پورا پورا حق یا اس کی مالیت کے برابر اس کا عوض دینا اور تناسب و مساوات کو ملحوظ رکھنا اور اس کا استعمال ظاہری اور باطنی امور میں عام ہے۔

۴۲۔ انکار کرنا

کے لیے اَبٰی، اَنْکَرَ، جَحَدَ اور کَفَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَبٰی بمعنی کسی بات کو تسلیم نہ کرنا، شدّت امتناع۔ (مف) گردن کشی۔ قبول نہ کرنا۔ اَڑ جانا (م۔ل) اور اَبٰی کے معنی مکروہ جاننا، ناپسند کرنا۔ کسی چیز سے ناخوش ہونا بھی ہے۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ	اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ	سجدہ کرو۔ تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے
وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ (۲/۳۴)	انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا۔

۲۔ اَنْکَرَ. نکر کے معنی کسی چیز کو نہ پہچاننا، کسی چیز یا بات سے اجنبی ہونا (م ل) اور اس کی ضد عَرَفَ ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کو پہچان لینے کے ہیں) یعنی ایسی بات جسے انسان کا دل قبول نہ کرے اور جو اچنبھا معلوم ہو۔ خواہ وہ بوجہ جہالت نہ سمجھ سکے یا سمجھتا ہو۔ (مف) ارشاد باری ہے:

وَجَآءَ اِخْوَۃُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ	اور یوسف کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے۔
فَعَرَفَھُمْ وَھُمْ لَہٗ مُنْکِرُوْنَ (۱۲/۵۸)	تو اس نے ان کو پہچان لیا۔ اور وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَھٰذَا ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ اَنْزَلْنٰہُ	اور یہ مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے،
اَفَاَنْتُمْ لَہٗ مُنْکِرُوْنَ (۲۱/۵۰)	تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟

۳۔ جَحَدَ، بمعنی کسی بات کا علم ہو جانے کے بعد دیدہ دانستہ انکار کر دینا (م۔ل) ایسی بات کا زبان سے انکار کرنا جسے دل صحیح تسلیم کرتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَحَدُوْا بِھَا وَاسْتَیْقَنَتْھَآ اَنْفُسُھُمْ	اور انہوں نے بے انصافی اور غرور سے ان معجزات سے انکار کیا
ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (۲۷/۱۴)	حالانکہ ان کے دل ان کو مان چکے تھے۔

۴۔ کَفَرَ: حق کو نہ پہچاننا (م۔ل) اور اس کے بنیادی معنی کسی چیز کو چھپانے اور اس پر پردہ ڈالنے کے لیے ہیں۔ اور کسان کو بھی کافر کہا جاتا ہے (منجد) کیونکہ وہ زمین میں دانہ کو چھپا دیتا ہے۔ اور ان معنوں میں بھی یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ (۵۷/۲۰) جیسے بارش (کہ اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے۔

اور کفر کی ضد ایمان ہے اور اسے کفر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے ایمان پر پردہ پوشی کی جاتی ہے (م۔ل) قرآن میں ہے:

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (۱۸/۳۷) تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا۔کیا تو منکر ہو گیا اس سے جس نے پیدا کیا تجھے مٹی سے۔ (عثمانیؒ)

اور کَفَرَ بمعنی احسان فراموشی بھی ہوتا ہے۔ اس معنی میں اس کی ضد شَكَرَ ہے (۱۴/۷)

ماحصل: (۱) اَبٰی۔ کسی بات کو قبول کرنے سے انکار۔ اڑ جانا۔ نہ ماننا۔ تسلیم نہ کرنا۔

(۲) جحد۔ ایسی بات سے انکار جس کا دل میں یقین ہو۔

(۳) اَنْكَرَ۔ کسی چیز کو نہ پہچاننے کی وجہ سے انکار۔

(۴) كَفَرَ۔ حق بات پر پردہ ڈالتے ہوئے انکار کر دینا۔

۴۴۔ انگلیاں

کے لیے دو الفاظ اَصَابِعَ اور اَنَامِلَ آئے ہیں:

۱۔ اَصَابِعَ: اصبع کی جمع ہے۔ جس کے معنی انگلی کا ناخن والا پور۔ خم اور جوڑ کا مجموعہ ہے (مف) قرآن میں ہے:

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ (۲/۱۹) وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں۔

اور صرف پوروں کے لیے بَنَان کا لفظ آیا ہے جس کا واحد بنانۃ ہے۔ قرآن میں ہے:

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ (۷۵/۴) کیوں نہیں، اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔

۲۔ اَنَامِلَ: اَنْمَلَةٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں انگلی کا بالائی حصہ اور اس کی اطراف (مف) قرآن میں ہے:

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (۳/۱۱۹) اور جب علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔

۴۵۔ اوڑھنا

کے لیے اِسْتَغْشٰی (غشی) اِدَّثَّرَ (دثر) اور اِزَّمَّلَ (زمل) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ استغشی: غشی کے معنی کسی چیز کا دوسری چیز کو ڈھانپ لینا۔ اور یہ لفظ اوپر سے ڈھانک لینے یا پردہ ڈالنے کے معنی میں آتا ہے (م ل)

اور استغشٰی کے معنی اپنے اوپر کوئی کپڑا اوڑھ لینا اور غواش ہر اوڑھنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ (م ل) قرآن میں ہے:

اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ (۱۱/۵)

سن رکھو! جس وقت وہ اوڑھتے ہیں اپنے کپڑے جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ (عثمانیؒ)

اور یہ لفظ جس طرح ظاہری طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی لحاظ سے بھی ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (۷۱/۷)

(نوحؑ نے کہا) اور جب میں نے ان کو بلایا کہ (توبہ کریں اور) تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے اوڑھ لیے اور اڑ گئے اور اکڑ بیٹھے۔

۲۔ اِدَّثَرَ: الدّثار اس گرم چادر یا کمبل کو کہتے ہیں جسے عام لباس کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔ یا سونے والا اوڑھ کر سوتا ہے (منجد) اور ہر وہ کپڑا جو بدن سے ملا ہوا ہو اُسے شعار اور جو کپڑا شعار سے ملا ہوا ہو اسے دثار کہتے ہیں (ف۔ل ۱۹) اور اِدَّثَرَ بمعنی چادر یا کمبل عام لباس کے اوپر اوڑھ لینا۔ اور دثور القلب بمعنی کسی کی یاد دل سے محو ہونا اور داثِر بمعنی ہالک اور غافل (م۔ل) گویا اِدَّثَرَ سے مراد کپڑا اوڑھ کر غفلت کی نیند سونا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (۷۴/۱،۲)

اے (محمدؐ) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو۔ اٹھو اور ہدایت کرو۔

۳۔ اِزَّمَّلَ: زَمَّلَ بمعنی کپڑے میں لپٹنا۔ کپڑے میں اپنے آپ کو چھپانا اور مُزَّمَّل بمعنی کپڑوں میں لپٹا ہوا اور اِزَّمَّلَ اور زُمَیْل بمعنی کمزور۔ بزدل، ڈرپوک (منجد) اور زُمَّل بمعنی ضعیف، ترسیدہ بد دل (م۔ل) گویا مُزَّمِّل اس کپڑا اوڑھنے والے کو کہتے ہیں جو کسی کمزوری، ڈر یا بد دلی کی وجہ سے کپڑا اوڑھ کر لیٹ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا (۷۳/۱)

اے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات۔

ماحصل: (۱) استغشٰی: کسی حالت میں کوئی بھی کپڑا اوڑھنا یا اپنے گرد لپیٹنا عام ہے۔

(۲) اِدَّثَرَ: کپڑا اوڑھ کر غفلت کی نیند سونا یا گہری نیند لینے کی نیت سے کپڑا لپیٹنا۔

(۳) اِزَّمَّلَ: کسی ڈر، کمزوری یا بد دلی کی وجہ سے کپڑا اوڑھنا۔

۴۶ —— اولاد

کے لیے اَوْلَاد، ذُرِّیَّة (ذ ر ر) اَسْبَاط، عَقِب، نَسْل، حَفَدَة، اَهْل اور آل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَوْلَاد: وَلَد بمعنی جنا ہوا بچہ اور اولاد اس کی جمع ہے۔ اس لفظ کا اطلاق عموماً بیٹے بیٹیاں، پوتے،

پوتیاں اور پھر نیچے تک ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (۴/۱۱)	خدا تمہاری اولاد کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے حصّے کے برابر ہے۔

۲۔ اَسْبَاط: سِبْط کے معنی اولاد کی اولاد کے ہیں (یعنی دوسری نسل) مگر یہ لفظ زیادہ تر نواسوں کے لیے مخصوص ہے۔ جس طرح پوتے کے لیے حَفِیْد یا حَفَدَة ہے (منجد) اور اسباط کے معنی لڑکیوں کی اولاد یعنی نواسے نواسی اور پھر آگے تک۔ نیز اسباط عموماً حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد کے لیے استعمال ہوتا ہے (مف۔ منجد) ارشاد باری ہے:

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (۲/۱۴۰)	(اے یہود و نصاریٰ) کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے۔

۳۔ ذُرِّیَّة: بعض اہلِ لغت اسے ذَرّ سے مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی ہیں چھوٹی چیونٹیاں (منجد) اور ذَرَّة اس کا واحد ہے اور ذُرِّیَّة چھوٹی اولاد کو کہتے ہیں (مف) جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ۔ (۲/۲۶۶)	اور اس کو بڑھاپا آ پکڑے اور اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں۔

پھر اس لفظ کا اطلاق سب اولاد پر ہونے لگا اور بعض اسے ذَرَاَ سے مشتق قرار دیتے ہیں۔ ذَرَاَ الْاَرْض کے معنی زمین میں کچھ بونا (منجد) اور ابن فارس کے نزدیک ہر وہ چیز جو بوئی اور کھیتی کی جا سکے (م ل) اور یہ لفظ اولاد سے عام ہے۔ اس میں بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں سب شامل ہیں۔ (ف ل ۲۰۶) ارشاد باری ہے:

قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (۲/۱۲۴)	اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے فرمایا۔ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ (پروردگار) میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیو) خدا نے فرمایا ہمارا اقرار ظالموں کے لیے نہیں ہوا کرتا۔

۴۔ عَقِب: عَقَب بمعنی ایڑی۔ بیٹا۔ پوتا اور عَقَّبَ کے معنی پیچھے چلنا اور اَعْقَبَ کے معنی جانشین ہونا ہے (منجد) اور عَقِبَ کا اطلاق انسان کے مرنے کے بعد اپنی پیچھے چھوڑی ہوئی اولاد پر ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ (۴۳/۲۸)	اور (حضرت ابراہیمؑ) یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے۔

۵۔ نَسْل: نَسَلَ کے لغوی معنی تیز دوڑنا یا بلندی سے پستی کی طرف دوڑنا کے ہیں (منجد) جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے:

حَتّٰٓى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ	یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور
وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ (۲۱/۹۶)	وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

اور اس کا دوسرا معنی کسی جاندار کے جسم سے کوئی چیز جدا ہونا ہے اور نُسَالَہ داڑھی سے گرے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں یا پرندوں کے ان پروں کو جو جھڑ کر گر جاتے ہیں اور چونکہ اولاد بھی ماں باپ کے جسم کا حصہ ہوتا ہے جو ان سے جدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اولاد کو نسل سے تعبیر کرتے ہیں (مف) ابن الفارس نے بھی یہی دو معنے بیان کیے ہیں (م ل)

نَسْل (مع) سے مراد کسی مخصوص انسان کی تمام تر پشتیں ہوتی ہیں۔ گویا یہ لفظ اولاد اور ذُرِّیّت وغیرہ سب سے عام ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ثُمَّ	اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی
جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ	نسل خلاصے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔
مَّهِينٍ۔ (۳۲/۸)	

۶۔ حَفَدَة: حَفَدَ بمعنی کام کرنے میں پھرتی دکھانا (مف منجد) دُعائے قنوت کے الفاظ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ سے یہی مراد ہے اور حَافِد بمعنی تَبَرّعًا تیزی کے ساتھ خدمت بجا لانے والا خواہ یہ اجنبی ہو یا رشتہ دار (مف) اور حَافِد اور حَفِيْد دونوں کے معنی پوتا بھی ہیں (مف منجد) اور حَافِد کی جمع حَفَدَة ہے۔ امام راغب کے نزدیک حَفَدَة کا اطلاق سُسر اور اولاد دونوں طرف کے رشتہ داروں پر ہوتا ہے (اناث اس میں شامل نہیں) ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَ	اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے
حَفَدَةً (۱۶/۷۲)	پیدا کیے۔

۷/۸ آل اور أَهْل: بعض اہل لغت کے نزدیک یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں اور رشتہ دار یا خاندان کے معنوں میں آتے ہیں۔ مگر ان دونوں لفظوں میں کئی فرق ہیں مثلاً:

(۱) أَهْل کا دائرہ اس لحاظ سے محدود ہے کہ اس میں صرف گھر والے یعنی بیوی بچے شامل ہوتے ہیں جبکہ آل میں ذہنی یگانگت رکھنے والے بھی شامل ہوتے ہیں مثلاً أَهْل فرعون سے صرف اس کے گھر والے اور آل فرعون سے گھر والوں کے علاوہ اس کے اہل کار اور اس سے متعلق تمام لوگ شامل ہیں۔ اسی طرح آل النبیؐ میں آنحضرتؐ کے رشتہ داروں کے علاوہ امت کے وہ لوگ بھی شامل ہیں، جنہیں علم و معرفت کے لحاظ سے آپ سے خصوصی تعلق ہو۔

(۲) اور أَهْل کا دائرہ آل سے اس لحاظ سے وسیع ہے کہ یہ غیر ذوی العقول کی طرف بھی مضاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً اهل البلد (شہر والے) یا اہل الارض تو کہا جا سکتا ہے مگر آل البلد یا آل الارض نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح اہل المدینہ، اہل الذکر، اہل الکتاب اور اہل النار کی بھی صورت ہے۔

(۳) آل کا لفظ صرف کسی معروف ہستی کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ مثلاً آل ابراہیم یا آل عمران تو

کہہ سکتے ہیں مگر آل الخیاط نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اہل الخیاط کہہ سکتے ہیں۔ اس صورت میں "درزی کے گھر والے" اس کا معنی ہوگا۔

ماحصل: (۱) اولاد: بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں اور آگے تک۔
(۲) اَسْبَاط: نواسے، نواسیاں اور آگے تک۔
(۳) ذُرِّیَّت: اس میں پوتے نواسے سب شامل ہیں۔
(۴) مرنے کے بعد کسی کی اولاد کو عقب کہہ سکتے ہیں، اُس کی زندگی میں نہیں۔
(۵) نَسل: کسی شخص کی تمام نچلی پشتیں اس کی نسل ہے۔
(۶) حَفَدَة: پوتے (صرف ذکور) اور بعض کے نزدیک سسرال والے بھی۔
(۷) اَھل: گھر والے۔ بیوی سمیت۔ اولاد اور اہل خاندان۔
(۸) آل: رشتہ داروں کے علاوہ ذہنی یگانگت رکھنے والے۔

۴۷۔ اُون

کے لیے دو الفاظ آئے ہیں۔ صُوف اور عِھْن

۱۔ صوف: بھیڑ اور مینڈھے وغیرہ کے جسم سے اتاری ہوئی اُون کو صوف کہتے ہیں۔ (ف ل ۳۰) ارشادِ باری ہے:

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (۱۶/۸۰) — اور ان (جانوروں) کی اون، پشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں (بناتے ہو جو) مدت تک (کام دیتی ہیں)۔

۲۔ عِھْن: اور جب یہ اون رنگ دی جائے تو عِھْن ہے۔ رنگی ہوئی اون۔ قرآن میں ہے:

وَتَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ (۷۰/۸-۹) — جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسا پگھلا ہوا تانبا اور پہاڑ جیسے رنگی ہوئی اُون۔

۴۸۔ اُونٹ

کے لیے اِبِل، بَعِیر، جَمَل، هِیْم، رِکَاب، نَاقَة، ضَامِر، عِشَار، بُدْن، بَحِیْرَة، وَصِیْلَة، سَائِبَة اور حَام۔ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِبِل: اسم جنس ہے۔ ہر قسم کے اونٹ اور نر و مادہ سب کے لیے مستعمل ہے۔ اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا۔ اور اس لفظ سے اونٹوں کا گلہ بھی مراد لیا جاتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (۸۸/۱۷) — یہ لوگ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے عجب پیدا کیے گئے ہیں۔

۲۔ بَعِیر: اسم جنس ہے اور نر و مادہ سب پر استعمال ہوتا ہے۔ جب اونٹ چار سال کا بار برداری کے قابل ہو جائے تو بَعِیر ہوتا ہے۔ نوجوان اور طاقت ور اونٹ (مف فل ۲۷) قرآن میں ہے:

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ — وہ بولے کہ بادشاہ کے (پینے کا) گلاس ہمیں مل نہیں رہا اور

حِمۡلُ بَعِيۡرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيۡمٌ (۱۲/۷۲) جو شخص اس کو لے آئے اس کے لیے ایک بار شتر (انعام) اور میں اس کا ضامن ہوں۔

۳۔ جَمَل، پانچ سال سے زائد عمر کا نر اونٹ۔ خوبصورت اونٹ (ف ل ۲۷) اس کی جمع جِمَالَةٌ آتی ہے۔ قرآن میں ہے؛

اِنَّهَا تَرۡمِيۡ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ (۷۷/۳۲-۳۳) اس سے آگ کی اتنی بڑی بڑی چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے جمل گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

۴۔ هِيۡم، هَام دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) عاشقانہ اور مجنونانہ کیفیت سے آوارہ پھرنا اور (۲) سخت پیاسا ہونا۔ یہاں دوسرا معنی زیر بحث ہے اور هیام اونٹوں کی ایک بیماری ہے جس میں اسے اتنی پیاس لگتی ہے کہ وہ سیر نہیں ہوتا (منجد) اور هِيۡم ایسے اونٹ کو کہتے ہیں جو سخت پیاسا ہو۔ ارشاد باری ہے؛

فَشٰرِبُوۡنَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡحَمِيۡمِ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِيۡمِ (۵۶/۵۵) اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیو گے بھی تو اس طرح جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔

۵۔ رِكَاب، رَكِبَ کے معنی سوار ہونا اور رکاب کسی سوار کے سوار ہونے کے وقت پاؤں رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ (ہمارے ہاں رکاب انہی معنوں میں مستعمل ہے) پھر یہ لفظ ہر سوار اور سواری کے لیے استعمال ہونے لگا۔ (منجد) عرف عام میں راکب کا لفظ صرف شتر سوار کے لیے مخصوص ہے اور اس کی جمع رُكۡبَان، رَكۡب اور رُكُوۡب آتی ہے (مف) اور رکاب کا لفظ اونٹوں کے گلہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ جس طرح خیل کا لفظ گھوڑوں کے گلہ پر بولا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے؛

فَمَاۤ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ خَيۡلٍ وَّلَا رِكَابٍ (۵۹/۶) اس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔

۶۔ ضَامِر، ضَمَرَ بمعنی ہموار شکم، باریک اور لطیف جسم والا۔ اور ضامر ہر وہ سواری (گھوڑا یا اونٹ) ہے جو کہ ریاضت کی وجہ سے تنک جسم ہو، خوراک کی کمی کی وجہ سے نہ ہو، اور مضمار اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ان جانوروں کو ریاضت کی مشق کرائی جاتی ہے (م ۔ ل) گویا ضامر بمعنی چھریرے بدن والے، سبک رفتار گھوڑے یا اونٹ خواہ نر ہو یا مادہ۔ اور عرب میں چونکہ اونٹ کی سواری عام ہے اس لیے اس کا اطلاق بیشتر اس قسم کے اونٹ پر ہی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ۔ (۲۲/۲۷) اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر جو (دور دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔

۷۔ بُدۡنَ: بَدَنَةٌ کی جمع ہے اور بَدَنَةٌ وہ اونٹ یا گائے ہے جو مکہ کو بھیجی جائے (م ۔ ل) یا جو مکہ معظمہ لے جا کر ذبح کی جائے (منجد ۔ مف) اور بَدَنَة بدن کی مناسبت سے ان دونوں جانوروں کے جسیم ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اور عرف عام میں اس سے صرف قربانی کا اونٹ مراد ہے

جو مکہ لے جا کر ذبح کیا جائے۔ ارشاد باری ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (۲۲/۳۶) — اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے شعائرِ خدا مقرر کیا ہے۔

اور شَعَآئِرِ اللّٰہ سے مراد وہ ادب کی چیزیں ہیں جو اللہ کے نام نامزد کی جاتی ہیں۔

۸۔ نَاقَة: (نوق) اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو جفتی کے قابل ہو چکی ہو (ف۔ل ۱۷) قرآن میں ہے:

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً۔ (۱۱/۶۴) — اور (صالح) نے کہا۔ اے قوم! یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے۔

۹۔ عِشَار: عَشْرَاءَ کی جمع ہے اور عشر بمعنی دس سے مشتق ہے۔ عَشْرَاء ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں جسے حاملہ ہوئے دس ماہ گزر چکے ہوں (م۔ل) اور ایسی اونٹنی بہت پیاری سمجھی جاتی تھی کہ اب بہت جلد بچہ دینے والی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (۸۱/۴) — اور جب بیاتی اونٹنیاں چھٹی پھریں (عثمانی) (یعنی ایسی پیاری چیزوں کو سنبھالنے کا کسی کو ہوش نہ ہوگا)۔

۱۰۔ بَحِيْرَة: جب کوئی اونٹنی یا بکری دس بچے جن چکتی تو اسے اہل عرب بتوں کی قربانی کے لیے وقف کر دیتے اور علامت کے لیے اس کے کان چیر دیتے اور اسے آزاد کھلا چھوڑ دیتے اور اس کا کوئی دودھ بھی نہیں دوہ سکتا تھا اور اس کے مرنے پر اس کا گوشت مردوں کے لیے حلال لیکن عورتوں پر حرام سمجھا جاتا تھا۔

۱۱۔ سَائِبَة (سیب) بحیرۃ کے مقابلہ میں سائبہ وہ سانڈ قسم کا اونٹ ہے جو پانچ بچے جنم دینے کے بعد آزاد چھوڑ دیا گیا ہو۔ اور اسے پانی اور چارہ کی کہیں بھی رکاوٹ نہ ہو۔ یہ بھی بتوں کے نام قربانی ہوتی تھی۔ اور اس پر کوئی بوجھ نہ لاد سکتا تھا۔

۱۲۔ وَصِيْلَة: وہ بکری جو دو دو بچے دینے کے بعد ساتویں بطن میں ایک نر اور ایک مادہ بچہ دے، جاہلیت میں اس مادہ کی وجہ سے اس نر بچہ کو بھی ذبح نہ کرتے تھے (مف) یہ بھی بتوں پر قربانی کیا جاتا۔

۱۳۔ حَام (حوم) ایسا اونٹ جس سے کم از کم دس بچے پیدا ہو چکے ہوں۔ یہ بھی آزاد چھوڑا اور بتوں کی نذر کیا جاتا تھا۔

اب ایسی قربانیوں کے متعلق ارشاد باری ملاحظہ فرمائیے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (۵/۱۰۳) — اللہ نے بحیرہ کچھ چیز بنایا ہے نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام۔ بلکہ کافر خدا پر جھوٹ افترا کرتے ہیں۔

کافروں نے یہ نام تو خود مقرر کر رکھے تھے اور کہتے کہ یہ شریعت ابراہیمیؑ کے حکم میں اور ان سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔

ماحصل: (۱) ابل۔ اسم جنس ہر قسم کے اونٹ پر اور نر و مادہ کے لیے۔
(۲) بعیر: اسم جنس۔ چار سال کا باربردار اونٹ نر و مادہ دونوں کے لیے۔
(۳) جَمَل: پانچ سال سے زائد عمر کا نر اور خوبصورت اونٹ۔
(۴) ضامر: چھریرے بدن کا سبک رفتار اونٹ نر ہو یا مادہ۔
(۵) رکاب: سواری کے قابل اونٹوں کا گلہ۔
(۶) ھیم: سخت پیاسا اونٹ۔
(۷) ناقۃ: ایسی اونٹنی جو جفتی کے قابل ہو چکی ہو۔
(۸) عِشَار: دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں۔
(۹) بُدن: قربانی کے اونٹ جو حرم کعبہ میں لے جا کر ذبح کیے جائیں۔
(۱۰-۱۳) بحیرۃ، سائبۃ، وصیلۃ اور حام، جاہلیت میں مختلف شرطوں کے تحت بتوں کی نذر و نیاز اور قربانی کے جانور۔

اونچا کرنا: دیکھیے بلند کرنا ———— اوندھا کرنا: دیکھیے اُلٹ دینا ————!

۴۹۔ اُونگھ

کے لیے قرآن کریم میں دو الفاظ ہیں۔ نُعَاس اور سِنَۃٌ (وسن)

۱۔ نُعَاس (نعس) یہ نیند کی ابتدائی کیفیت ہے (ف ل ۲۴) بمعنی غنودگی۔ جب نیند کی وجہ سے حواس سست پڑ جائیں اور آنکھوں پر اس کا اثر نمایاں ہونے لگے تو اسے نُعَاس کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْہُ (۸/۱۱) جب اللہ نے تمہاری تسکین کے لیے اپنی طرف سے تمہیں نیند (کی چادر) اوڑھا دی۔

۲۔ سِنَۃٌ (وسن) اونگھ۔ ایسی غنودگی جس سے سر میں گرانی محسوس ہونے لگے اور سر جھکنے لگے۔ غنودگی کا اگلا درجہ۔ غنودگی اور نیند کی درمیانی کیفیت (ف ل ۱۶۱) ارشاد باری ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (۲/۲۵۵) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ ہمیشہ رہنے والا، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

۵۰۔ ایندھن

کے لیے حَطَب، حَصَب اور وَقُوْد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَطَب: نباتاتی ایندھن۔ ناکارہ صرف جلانے کے قابل لکڑی، جھاڑ جھنکار (پنجابی۔ بالن) قرآن میں ہے:

وَامْرَاَتُہٗ حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ (۱۱۱/۴) اور اس (ابولہب) کی جورو بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔

اور جو لکڑی کارآمد ہو اسے خَشَب کہا جاتا ہے۔

۲۔ حَصَب: کے معنی پتھر۔ چھوٹی پتھریاں۔ کنکر وغیرہ اور حَاصِبْ اس تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو

کنکروں اور چھوٹے پتھروں کو اٹھائے پھرتی ہے (منجد) چنانچہ یہ لفظ قرآن کریم میں پتھروں کی بارش کے معنی میں استعمال ہوا ہے (۶۷/۱۷) اور حَصَب کے معنی ایندھن بھی ہے (منجد) اور اس سے مراد جماداتی ایندھن ہے۔ مثلاً گندھک۔ پوٹاش اور دوسرے آتش گیر مادے۔ اور پتھر وغیرہ غرضیکہ ہر وُہ چیز جو آگ کو بھڑکا دے وُہ حصب ہے (ف ل ۱۶) ارشاد باری ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (۹۸/۲۱) — کافرو اس روز تم اور جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

۳۔ وَقُوْد: وَقَدَ بمعنی آگ روشن کرنا اور وَقُوْد ہر وُہ ایندھن ہے جو شعلہ پیدا کرکے جلے (ف ل ۴) خواہ وہ لکڑیاں ہوں یا پتھر یا انسان۔ بعض دفعہ آگ کی تیزی اس انتہا کو پہنچ جاتی ہے کہ پانی بھی آگ بجھانے کی بجائے اس کے مزید بھڑکنے کا سبب بن جاتا ہے۔ تو اس صورت میں پانی بھی وقود میں شامل ہوگا۔ کوئی بھی ایندھن کی قسم ہو جب وُہ جل رہا ہو تو اس وقت وُقود کہلائے گا پہلے نہیں۔ اسی لیے فرمایا:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (۲۴/۲) — تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

ماحصل (۱) حَطَب، نباتاتی ایندھن، ناکارہ لکڑیاں، بالن۔
(۲) حَصَب، جماداتی اور معدنیاتی ایندھن۔ (۳) وُقُوْد، جلتے ہوئے ایندھن کو خواہ کسی قسم کا ہو وُقود کہتے ہیں۔

۵۱۔ اَے (حرفِ ندا)

کے لیے قرآن میں یَا۔ اَیُّہَ اور یٰاَیُّهَا کے الفاظ آئے ہیں۔

یَا کا استعمال عام ہے۔ اسم نکرہ اور معرفہ سب پر داخل ہو سکتا ہے جیسے یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (۴۰/۲) اور یٰمَرْیَمُ (۴۲/۳) (اے مریم) لیکن جب اسم نکرہ پر ال معرفہ کا داخل ہو تو اَیُّہَ۔ یا۔ اَیُّهَا استعمال ہوگا۔ جیسے اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ (۳۱/۵۵) (اے دو بھاری فرقو) اور اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ (۶۴/۳۹) (اے جاہلو) اور مؤنث کے لیے اَیَّتُهَا آتا ہے جیسے اَیَّتُهَا الْعِیْرُ (۷۰/۱۲) (اے قافلہ والو) اور کبھی کلام میں زور پیدا کرنے اور تحسینِ کلام کے لیے یَا اور اَیُّهَا کو ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ نکرہ معرف باللام پر ہی داخل ہوگا جیسے فرمایا یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ (۵۰/۳۳) اور یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ (۲۱/۲) (اے لوگو) پھر جس طرح یہ الفاظ نکرہ معرف باللام پر داخل ہوتے ہیں، اسمائے موصولہ الذی، الذین وغیرہ پر بھی داخل ہوتے ہیں۔ جیسے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۹/۴) (لفظی ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو) اور مؤنث کے یٰٓاَیَّتُهَا آتے گا جیسے فرمایا یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۷/۸۹) (اے اطمینان پانے والی جان)۔

یاد رہے کہ (۱) منادٰی کے واحد، تثنیہ، جمع ہونے کا حرفِ ندا پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (۲) اللہ سے پہلے یَا کا استعمال ترکیب موضوعہ اور غیر عرب کی پیداوار ہے۔ جیسے یا اللّٰہ کہنا۔ قرآن و حدیث میں اے اللہ کے لیے اَللّٰهُمَّ کا لفظ آتا ہے۔

۱۔ باپ

باپ کے لیے دو الفاظ آتے ہیں۔ والد اور اَب۔

۱۔ والد: کا لفظ صرف باپ کیلیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی صرف وہ شخص جس نے جنا ہو۔ اسی طرح والدہ کا لفظ صرف اس عورت کے لیے جس نے بچہ جنا ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا (۳۱/۳۳) — نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آسکے گا۔

اور ماں باپ دونوں کے لیے والدین کا لفظ آئے گا۔ جیسے:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ۔ (۳۱/۱۴) — میرا بھی شکریہ ادا کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی۔

۲۔ اَب: لیکن اَب کا لفظ بہت وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ باپ دادا پردادا اور اوپر کی سب پشتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور ماں باپ کے لیے حسب موقع ابوین یا ابوان آتا ہے۔

اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) صرف ماں باپ کے لیے وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ۔ (۱۸/۸۰) — اور وہ جو لڑکا تھا، اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے۔

(۲) کئی پشتوں کے لیے مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ (۲۳/۲۴) — ہم نے اپنے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی سنی نہیں۔

اور یہ پشتیں بہت زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔ جیسے:

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ (۲۲/۷۸) — اور (تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیمؑ کا نظام دین (پسند کیا) اور تمہارا نام مسلمان رکھا۔

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیمؑ میں قریباً ۶۲ پشتوں کا فاصلہ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت آدمؑ کے لیے بھی جو نوع انسان کے جدِ اعلیٰ ہیں اَب کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے۔ مثلاً:

يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا — اے بنی آدم! دیکھنا کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے جسطرح

اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ (۷/۲۷) تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) جنت سے نکلوا دیا۔
اب اصل میں ابو ہے۔ اور یہ کسی کی تربیت اور خوراک کی فراہمی پر دلالت کرتا ہے (م ل) اس لیے بیٹا اگر باپ سے مخاطب ہو تو عموماً اَبّ کا لفظ ہی استعمال ہو گا جیسے :
حضرت یوسفؑ اپنے باپ یعقوب سے یوں گویا ہوئے :
يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ (۱۲/۱۰۰) ابا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے بچپن میں دیکھا تھا۔
پھر اب کا لفظ بعض دفعہ کسی خاص صفت کی وجہ سے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے میزبان کو ابوالاضیاف اور جنگجو کو ابوالحرب کہہ دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ابولہب کا لفظ اسی صفت کی وجہ سے استعمال ہوا ہے کہ اس کا رنگ شعلہ کی طرح دمکتا تھا۔ اسی طرح کسی چیز سے نسبت اور پیار کی وجہ سے کنیت رکھ لیتے ہیں جیسے ابوہریرہ اور ابوتراب وغیرہ۔ نیز دیکھیے کنیت اور نسب میں فرق "بیٹا۔ بیٹی" میں۔

۲ــــ بابرکت ہونا

کے لیے تبارک اور مبارک، اَیمن اور طیب اور طوبٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ تبارک مبارک برکت کے معنی میں کسی چیز میں خیر الٰہی کا ثابت ہونا (مف) یعنی جو کام کیا جائے اس میں متوقع زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو جانا برکت ہے۔ بشرطیکہ یہ کام یا توقع خیر کا پہلو رکھتی ہو اور برکۃ بمعنی بڑھاؤ۔ زیادتی (منجد) اور جس چیز میں یہ خیر کا پہلو بار آور ثابت ہو وہ مبارک ہے۔ ارشاد باری ہے :
وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (۲۱/۵۰) اور یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔
اور تبارک بمعنی نیک فال یا نیک شگون لینا (منجد) لیکن یہ لفظ عموماً اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اور ان خیر کے کاموں کے لیے آتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں۔ مثلاً تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (۲۵/۱) فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۴۰/۶۴) تَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (۲۳/۱۴) تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا (۲۵/۶۱) اور تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (۶۷/۱) وغیرہ۔
۲۔ اَیمن، یمین۔ بمعنی دایاں ہاتھ اور دائیں طرف اور اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ بمعنی دائیں ہاتھ یا دائیں جانب والے بھی اور اصحاب خیر و برکت بھی (مف) ہے۔ اور يَمَنَ يَيْمَنُ بمعنی بابرکت ہونا خوش قسمت ہونا۔ تَيَمَّنَ بمعنی برکت لینا۔ نیک فال لینا اور مَيْمُوْن بمعنی مبارک (منجد) ہے اور امام راغب کے نزدیک میمون بمعنی سعادت مند ہے (مف) گویا جس طرح سعادت فطرت میں ودیعت ہوتی ہے اسی طرح اَیمن وہ چیز ہے جس کی فطرت میں برکت ودیعت کی گئی ہو۔ ارشاد باری ہے :

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ (۲۸/۳۰)	پھر جب موسٰیؑ وہاں پہنچے تو بابرکت میدان کے کنارے سے آواز آئی۔

۳۔ طیّب اور طوبیٰ: طَابَ بمعنی کسی چیز کا دل کو اچھا لگنا اور طَیِّبٌ بمعنی پاکیزہ اور حلال چیز اور طِیْبٌ بمعنی خوشبو۔ اور بَلْدَۃٌ طَیِّبَۃٌ بمعنی امن اور برکتوں والا شہر (منجد) نیز اَلْبَلَدُ الطَّیِّبُ بمعنی بابرکت یا زرخیز زمین (مف) ارشاد باری ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (۷/۵۸)	اور زرخیز زمین سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے نفیس ہی نکلتا ہے۔

اور طُوْبٰی بمعنی رشک، سعادت۔ خیر۔ بہتری (منجد) گویا طُوْبٰی سے ایسی خیر و برکت مراد ہے جو من کو بھی بھاتی ہو۔ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (۱۳/۲۹)	جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے ہی خوشحالی اور عمدہ ٹھکانا ہے۔

ماحصل: (۱) مُبارك۔ ہر وہ چیز جو خیر کا پہلو لیے ہو اور نتیجہ خیز ثابت ہو۔

(۲) تبارك۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات۔

(۳) اَیمن۔ ایسی خیر و برکت جو فطری طور پر ودیعت ہو۔ سعادت۔

(۴) طُوبیٰ۔ ایسی خوشحالی اور خیر و برکت جو دل کو لبھاتی ہو۔

۳۔ بات

کے لیے قَوْلٌ، حَدِیْثٌ اور کَلِمَۃٌ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ قول: اس کی جمع اقوال اور جمع الجمع اَقَاوِیْل ہے۔ عمومًا یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر وہ بات جو زبان سے ادا کی جائے وہ قول ہے خواہ وہ بے معنی ہو یا بامعنی۔ لیکن قرآن کریم میں یہ لفظ تین صورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) منہ سے نکلی ہوئی بات کے لیے (۲) ایسی بات جو منہ سے نہ نکلی ہو بلکہ ابھی دل میں ہی ہو اور (۳) کسی نظریہ کے لیے۔ مثلاً:

(۱) منہ سے نکلی ہوئی بات کے لیے: قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ (۱۸/۱۹)	ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (یہاں) کتنی مدت رہے؟
(۲) دل میں بات کے لیے: وَیَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ (۵۸/۸)	اور وہ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعی سچ ہے تو خدا ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا؟
(۳) کسی نظریہ کے لیے: ذٰلِكَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (۱۹/۳۴)	یہ مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔

۲۔ حَدِیْث: حدث بمعنی کسی چیز کا ظہور میں آنا۔ کسی امر کا واقعہ ہونا۔ نئی چیز یا بات کا پیدا ہونا۔ (منجد)

اور اس کی ضد عدم ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں ایسی شے کا پیدا ہونا جو پہلے نہ تھی (م ل) اور حدیث سے مراد ہر وُہ نئی بات یا نظریہ ہے جس کا تعلق عام لوگوں سے ہو اور پہلے اکثر لوگ اس سے ناآشنا ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ (۶۵/۱) — تجھے کیا معلوم شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق کے بعد نئی صورت (عثمانی)

نیز فرمایا:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ (۳۹/۲۳) — خدا نے نہایت ہی اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں۔

یہاں حدیث سے مراد قرآنِ کریم ہے اور ظاہر ہے کہ اس دور کے لوگوں کے نظریات اور خیالات کے مطابق یہ ایک نئی چیز تھی۔ پھر حدیث کے لفظ کا اطلاق جس طرح نئی چیز کے لیے ہوتا ہے، اسی طرح کسی ایسی پرانی بات یا واقعہ کے لیے بھی ہوتا ہے جو عام طور پر لوگوں کے ذہن سے اتر چکی ہو۔ ایسی صورت میں اس کا مفہوم بھولی بسری بات یا کہانی ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ۔ (۲۳/۴۴) — جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آتا تو اسے جھٹلا دیتے۔ تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے (ہلاک کرتے اور اُن پر عذاب) لاتے رہے اور ان کے افسانے بناتے رہے۔

۳۔ كلمة: کلمہ۔ کا لغوی معنی "بامعنی بات" ہے۔ جس کا ادراک قوتِ سامعہ سے ہو سکے اور اس کا مفہوم سمجھ میں آسکے۔ ابن فارس کے اپنے الفاظ میں نطق یُفهم (م۔ل) ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا۔ (۲۳/۱۰۰) — وُہ تو ایک بات ہو گی جو کہنے والا کہہ دے گا۔

لیکن جب لفظ کلمۃ کی نسبت ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی عجائباتِ قدرت، قوانینِ فطرت اور اللہ تعالیٰ کے تخلیقی کارنامے مراد ہوتے ہیں (تفہیم القرآن) ارشادِ باری ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (۱۸/۱۰۹) — کہہ دو اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے لیے) سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے۔ اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لائیں۔

اور جب کلمہ کی نسبت خدا تعالیٰ سے انسان کی طرف ہو تو اس سے مراد احکام و فرامینِ الٰہی ہوتے ہیں:

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ (۳۹/۱۹) — بھلا جس شخص پر خدا کا حکم صادر ہو چکا تو کیا تم (ایسے) دوزخی کو مخلصی دے سکو گے؟

ماحصل: (۱) قول، کوئی بات بے معنی ہو یا بامعنی۔ خواہ دل میں ہو یا کوئی نظریاتی ہو۔

حدیث - نئی بات - ایسی بات جس سے عام لوگ نا آشنا ہوں۔

کلمۃ - صرف بامعنی بات - خدا کے احکام اور عجائباتِ قدرت وغیرہ۔

۴- بات کرنا

کے لیے کَلَّمَ اور حَاوَرَ (حور) اور خَاطَبَ کے الفاظ آئے ہیں

۱- کَلَّمَ بمعنی ہم کلام ہونا۔ بات چیت کرنا، گفتگو کرنا (منجد) یہ عموماً مختصر سی بات چیت کے لیے یا ایسی باتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا جواب بات سن کر فوری طور پر دیا جا سکے۔ پھر کَلَّمَ میں یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ بات چیت دو طرفہ ہو۔ کبھی یہ یک طرفہ بھی ہو سکتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۳/۷۷) — اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو ان سے کلام کرے گا نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا۔

۲- حَاوَرَ: ابن فارس کہتے ہیں کہ حور میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) رجوع اور مراجعۃ الکلام اور (۲) ایک چیز ایک کی طرف اور پھر دوسرے کی طرف لوٹائی جاتے (م ل) اور صاحب منجد حَارَ کے معنی واپس ہونا نیز متحیر ہونا لکھتے ہیں۔ گویا حَاوَرَ سے مراد ایسی گفتگو ہے جو بطور سوال جواب ہو۔ اور کسی بات کا جواب سننے والے کو سوچ سمجھ کر دینا پڑے۔ ایسی گفتگو عموماً طویل ہوتی ہے۔ اسی سے لفظ محاورہ مشتق ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ بات سوچ سمجھ کر کہی گئی ہو اور زبان زد بھی ہو۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا (۱۸/۳۷) — تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا، کہنے لگا کہ کیا تم اس (خدا) سے کفر کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے پھر تمہیں پورا مرد بنایا۔

۳- خَاطَبَ: بھی گفتگو کرنے کے معنوں میں آتا ہے (منجد) اور خطبہ وعظ و تقریر کو کہتے ہیں۔ جو عموماً یکطرفہ ہوتی ہے۔ خطیب بمعنی خطبہ دینے والا۔ وضاحت سے بات کہنے والا (م ق) اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سننے والا مختصر سا جواب دے کر خطاب کرنے والے کو چپ کرا دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ سے فرماتے ہیں:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (۱۱/۳۷) — اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (۲۵/۶۳) — اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ، تو کہہ دیتے ہیں صاحب سلامت۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) کلم: گفتگو کے لیے عام لفظ۔ عموماً مختصر اور فوری گفتگو کے لیے۔

(۲) حاور: سوال و جواب کے طرز پر گفتگو جو سوچ سمجھ کر کی جائے اور طویل ہو۔

(۳) خاطب: یہ عموماً یکطرفہ بات ہوتی ہے۔ یا جس کا جواب مخاطب دینا پسند کرے یا ضروری سمجھے تو دے دے۔

نیز دیکھیے ــــ "بولنا" ــــ

۵ــــ بادشاہی

کے لیے سُلطان اور مُلک اور مَلکُوت کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سُلطان: کا لفظ تین معنوں میں آتا ہے (۱) بمعنی دلیل جو سند یا دستاویز کی حیثیت رکھتی ہو۔ اتھارٹی۔ ان معنوں میں یہ لفظ قرآن کریم میں اکثر آیا ہے۔ (۲) سلطنت یا بادشاہی۔ اس معنی میں صرف ایک مقام پر آیا ہے اور (۳) بمعنی بادشاہ (ج سلاطین) ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا اور سلطان کا معنی بادشاہ۔ لغت کے اعتبار سے نہیں بلکہ یہ کنائی معنی ہے۔

جب یہ لفظ سلطنت یا بادشاہی کے معنوں میں آئے تو اس سے مراد وہ علاقہ ہے جو کسی شخص یا ادارہ یا سلطان کے زیر نگیں ہو اور اس پر اس کا تسلط ہو۔ قرآن میں ہے، کافر قیامت کے دن کہیگا:

مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ۔ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ (۶۹/۲۸-۲۹) — آج میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا (ہائے) میری سلطنت بھی میرے پاس نہ رہی۔

۲۔ مُلك: مُلك کا لفظ سلطنت سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ زمین کا کوئی خاص علاقہ جو چند ایک قدرتی حدود سے محدود ہو وہ بھی ملک ہے اور تمام روئے زمین بھی ملک ہے۔ ارشاد باری ہے،

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳/۲۶) — کہو اے اللہ! (تمام) ملک کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی بخشتا ہے۔

اس آیت میں پہلا ملک تمام روئے زمین کے معنوں میں اور دوسرا ایک مخصوص رقبہ کے معنوں میں آیا ہے۔

اور مُلك کے معنی ملکیت، بادشاہی اور قبضہ اور مَلِك بمعنی بادشاہ اور جمع دونوں کی اَملاك اور مُلُوك آتی ہے (منجد) اور مَلکُوت کا لفظ ملک سے بھی زیادہ وسیع مفہوم میں آتا ہے۔ یعنی زمین و آسمان یا کائنات کی بادشاہی۔ قرآن میں ہے،

(۱) وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ (۲/۱۰۲) — اور وہ ان ہزلیات کے پیچھے لگ گئے جو حضرت سلیمانؑ کی بادشاہی کے وقت شیاطین پڑھا کرتے تھے۔

(۲) فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (۳۶/۸۳) — وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے۔ اور اس کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

ماحصل: جب اقتدار اور شان و شوکت کا اظہار مقصود ہو تو سُلطان اور جب رقبہ کی وسعت کا اظہار مقصود ہو تو مُلك کا لفظ آئے گا۔

۶۔ بادل

کے لیے سحاب، غمام، عارض، معصرات، مزن اور صیب کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ سحاب: (سحب بمعنی گھسیٹنا اور کھینچنا) بادل کے لیے اس کا استعمال عام ہے ف۔ل ۲۵۴) ہر قسم کے بادل کو سحاب کہہ لیتے ہیں تاہم اس لفظ کا اطلاق اس بادل پر ہوتا ہے جسے ہوائیں اٹھا کر آسمان پر پھیلا دیتی ہیں۔ گویا یہ ہر بادل کی ابتدائی شکل ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا (۳۵/۹) — اور خدا ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو ابھارتی ہیں۔

۲۔ غمام: غَمَّ بمعنی ڈھانک لینا (منجد) اور غمام وہ بادل ہے جو تہہ بہ تہہ ہو کر گاڑھا ہو جائے اور سورج کی روشنی کو زمین تک آنے سے روک دے۔ (ف ل ۲۵۴) یعنی زمین پر سایہ فگن ہو جائے۔ قرآن میں ہے:

وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی (۲/۵۷) — اور ہم نے بادل کا تم پر سایہ کیے رکھا اور تمہارے لیے من وسلوٰی اتارتے رہے۔

۳۔ عارض: پھر جب گاڑھے اور پھیلے ہوئے بادل سے بوندا باندی بھی شروع ہو جائے تو وہ عارض ہے (ف ل ۲۵۴) قرآن میں ہے:

قَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ ھُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِیْحٌ فِیْھَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۴۶/۲۴) — کہنے لگے یہ بادل تو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے۔ یعنی آندھی جس میں درد دینے والا عذاب ہے۔

۴۔ مُعصِرات: عصر: کے معنی کپڑے کو نچوڑنا اور (پھلوں وغیرہ سے رس) نچوڑنا۔ نیز عصر نکالے ہوئے رس کو بھی کہتے ہیں (م ل) اور اعصر القوم بمعنی قوم پر بارش برسایا جانا (منجد) اور مُعصِرات "مُعصِرۃ" کی جمع ہے یعنی ایسے بادل جو پانی سے لدے ہوئے اور برسنے والے ہوں، نچوڑنے والے بادل۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا۔ (۷۸/۱۴) اور ہم نے نچڑتے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔

۵۔ مُزن: مَزَنَ بمعنی (مشک کو پانی وغیرہ سے) بھرنا اور ابن المزنۃ۔ بادلوں میں سے نمودار ہونے والے چاند کو کہتے ہیں (مف) اور مزن سفید اور چمکدار بادلوں کو کہتے ہیں (مف۔ فل ۲۵۵) اور حَبُّ الْمُزْن اولے کو (منجد) اور مُزن بارش والے بادل کو (منجد) ارشاد باری ہے:

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (۵۶/۶۹) — کیا تم نے اس (پانی) کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں؟

۶۔ صَیِّب: جو بادل سخت گرجدار ہو اسے صَیِّب کہتے ہیں (فل ۲۵۵) جبکہ صاحب منتہی الادب

اس سے زوردار بارش مراد لیتے ہیں (م۔ل) صاحب منجد کے نزدیک کوئی سا بارش والا بادل صیب ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۔ (۲/۱۹) — یا اس بارش کی مانند جس میں اندھیرے بھی ہیں، گرج بھی اور چمک بھی۔

ماحصل: (۱) سحاب۔ بادل کے لیے عام لفظ اور اس کی ابتدائی شکل۔

(۲) غمام۔ جب بادل گاڑھا ہو جانے اور سایہ فگن ہو سکے۔

(۳) عارض۔ ایسا بادل جس میں بوندا باندی کی ابتداء ہو چکی ہو۔

(۴) معصرت۔ پانی سے بھرپور بادل۔

(۵) مزن۔ سفید چمکدار بادل۔

(۶) صیّب۔ بعض کے نزدیک سخت گرجدار بادل

۷۔ بار۔ دفعہ۔ مرتبہ

کے لیے مَرَّةً، كَرَّةً اور تَارَةً کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں اور یہ سب الفاظ اسم مرۃ ہیں بمعنی کسی کام کو ایک بار کرنا۔ جس طرح جَلْسَةً کے معنی ایک بار بیٹھنا اور غَزْوَةً کے معنی ایک بار کی لڑائی یا حملہ ہے۔ اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ مَرَّة: مَرَّ بمعنی کسی مقام کے پاس سے گزرنا (مف) اور نیز وقت کا گزرنا۔ اور اس لحاظ سے اس کا معنی ہوگا، ایک بار گزرنا یا کوئی کام کرنا۔ اس کی تثنیہ مَرَّتَان یا مَرَّتَيْن اور جمع مرّات اور مِرَارًا (بمعنی کئی بار) آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ (۹/۱۲۶) — کیا یہ دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال ایک یا دو بار بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ كَرَّة: كَرَّ۔ كَرًّا بمعنی (دشمن پر) حملہ کرنا۔ ٹوٹ پڑنا۔ اسی سے لفظ کرّ اور مشہور ہے اور کرّ و فرّ اس جنگی چال کو کہتے ہیں جو عرب میں ایک دور میں مشہور تھی۔ یعنی حملہ کرنا اور یکدم پسپا ہو کر از سر نو دوبارہ ٹوٹ پڑنا اور (۲) كَرَّ۔ تکرارًا بمعنی کسی کام کو پہلے کی طرح بار بار کرنا (منجد) اور یہی زیر بحث ہے یعنی کسی کام کو بالکل اسی طرح کرنا جیسے پہلے کیا تھا، ایک بار پھر کرنا۔ اور ابن الفارس کے الفاظ میں رجوع الی الشي بعد مرة الاولی (م ل) بمعنی دوبارہ پہلے ہی جیسا کام کرنا (فق ل) اور كَرَّةً بمعنی لڑائی میں ایک بار کا حملہ بھی اور کسی کام کو دوبارہ کرنا بھی۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ (۱۷/۶) — پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔

اس آیت میں كَرَّة کا لفظ دونوں مفہوم ادا کر رہا ہے اور عَلٰی کا صلہ غلبہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا:

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ (۶۷/۴) — پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کرو تو نگاہ (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

جب کوئی شاعر اپنا کلام سناتا ہے تو کسی اچھے شعر پر حاضرین میں سے کوئی مکرر کا نعرہ لگاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شعر کو دوبارہ سہ بارہ پڑھ کر سناؤ۔ یہی کَرَّۃ کا مفہوم ہے اور ابو ہلال عسکری کے نزدیک دوسری بار کرنے یا دہرانے کے لیے اعادہ اور دو بار سے زیادہ کرنے کے لیے کرّہ آتا ہے (فق۔ل ۲۷)

۴۔ تَارَةً : اسے بعض اہل لغت تور کے تحت لائے ہیں اور بعض تارہ کے تحت۔ اور اس کا معنی ہے اعادة بَعْدَ مَرَّةٍ (م۔ق) اور بمعنی ہنگام و یکبارہ (م۔ل) یعنی کبھی کسی وقت ایک بار پھر وہ کام کرنا۔ کہتے ہیں فعلت تارة هذا وتارة ذاك۔ یعنی میں نے کبھی تو یہ کام کیا اور کبھی وہ (منجد) گویا تارۃ ایسے کام کا اعادہ ہے جو کبھی کسی زمانہ میں پہلے کیا تھا۔ ارشاد باری ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (۲۰/۵۵) — اس (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری مرتبہ نکالیں گے۔

ماحصل: (۱) مَرَّۃ : بار۔ دفعہ یا مرتبہ کے لیے عام لفظ۔

(۲) کَرَّۃ ۔ یعنی ایک بار پھر مکرر وہی کام کرنا۔ دو بار سے زیادہ کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۳) تَارَۃً ۔ کبھی پھر وہ کام یا اس جیسا کام کرنا۔

۸۔۔۔ بارش

کے لیے مَطَر، مَآء، طَلّ، وَدْق، غَيْث، مِدْرَار، غَدَق، وَابِل، صَيِّب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَطَر۔ بارش کے لیے عام لفظ ہے۔ بارش فائدہ مند ہو یا نقصان دہ۔ پانی برسے یا کوئی اور چیز سب کے لیے مَطَر کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور اَمْطَرَ بمعنی بارش برسانا۔ ارشاد باری ہے:

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ (۲۶/۱۷۳) — اور ہم نے ان پر مینہ برسایا۔ سو جو مینہ ان پر برسا، جو ڈرائے گئے تھے، وہ بُرا تھا۔

۲۔ مَآء : لفظی معنی پانی ہے (ج میاہ) مجازاً بارش کے لیے استعمال ہوتا ہے: مثلاً

وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ (۲/۲۲) — اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لیے انواع و اقسام کے میوے پیدا کیے۔

۳۔ طَلّ : بالکل خفیف اور کمزور سی بارش (ف ل ۲۵۶۔ م ل) شبنم اور پھوہار دونوں کے لیے طَلّ کا لفظ استعمال ہوتا ہے (ف۔م) قرآن میں ہے:

فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ (۲/۲۶۵) — پھر اگر (اس باغ پر) مینہ نہ پڑے تو پھر پھوہار بھی کافی ہے۔

۴۔ وَدْق : جو بارش لگاتار ہوتی رہے اسے وَدْق کہتے ہیں (ف ل ۲۵۸) ایسی بارش عموماً آہستہ آہستہ اور

بہت دیر تک جاری رہتی ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ (۲۴/۴۳) — پھر ان بادلوں کو تہ بتہ کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ بادل میں سے مینہ نکل رہا ہے۔

۵۔ غَيْث: وہ بارش جو ضرورت کے وقت ہو اور ضرورت کے مطابق ہو وہ غیث ہے (ف ل ۲۵۸ م ل) قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ۔ (۵۷/۲۰) — جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔

۶۔ مِدْرَارًا: الدَّرّ دودھ اور دودھ کی فراوانی کو کہتے ہیں اور درور بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ اس سے مِدْرَارًا مشتق ہے۔ عَيْنٌ مِّدْرَارٌ کے معنی بہت آنسو بہانے والی آنکھ اور مدرار کے معنی بہت برسنے والی بارش ہے (منجد) یعنی مدرار وہ بارش ہے جس میں پانی کی فراوانی ہو۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (۱۱/۵۲) — اور اے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائیگا۔

۷۔ غَدَق: ابن الفارس کے مطابق غدق وہ بارش ہے جس میں پانی کی بھی فراوانی ہو اور سود مند بھی ہو (م ل) اور غَدَقَةٌ بمعنی شیریں چشمہ اور غدق المکان بمعنی جگہ کا بارش سے تر ہو جانا۔ سرسبز ہو جانا اور غَدِق بمعنی سرسبز جگہ (منجد) گویا غدق ایسی بارش کو کہتے ہیں جو سرسبزی کا باعث ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (۷۲/۱۶) — اور اگر یہ لوگ سیدھے رستے پر رہتے تو ہم ان کے پینے کو بہت سا پانی دیتے۔

۸۔ صَيِّب: ایسی زوردار بارش ہے جس میں بادل بھی خوب گرج رہے ہوں اور بجلی بھی چمک رہی ہو (ف ل ۲۵۵-م ا) اور ابن الفارس کے نزدیک ایسی بارش جو جم کر برسے (م ل) ایسی بارش کو پنجابی میں پھانڈا کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ (۲/۱۹) — یا اس بارش کی مانند جس میں اندھیرے بھی ہوں گرج بھی اور چمک بھی۔

۹۔ وَابِل: وَبَل کے معنی (مویشی وغیرہ کو) لاٹھی سے لگاتار مارنا (منجد) اس کے معنی میں شدت اور ثقل پایا جاتا ہے۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ وبل کسی چیز میں شدت اور کثرت کے معنی دیتا ہے اور وابل سے مراد شدید قسم کی بارش ہے (م ل)، گویا وابل وہ بارش ہے جو پانی کی کثرت اور اپنی شدت اور تیزی کی وجہ سے خس و خاشاک تک بہالے جاتے اور یہ بارش کا آخری درجہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ — اس کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی
فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا (۲/۲۶۴) — پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔

ماحصل: (۱) مَطَر۔ ہر طرح کی بارش کے لیے۔ اسم جنس ہے۔
(۲) ماء۔ بمعنی پانی مجازاً استعمال ہوتا ہے۔
(۳) طَلّ۔ شبنم۔ یا پھوہار
(۴) وَدْق۔ دھیمی اور لگاتار بارش۔
(۵) غَيْث۔ مناسب وقت پر حسب ضرورت بارش۔
(۶) مِدْرَارًا۔ پانی کی فراوانی پر دلالت کرتی ہے۔
(۷) غَدَق۔ ایسی بارش جس میں پانی وافر ہو اور وہ سودمند بھی ہو یعنی سبزہ اگانے کا باعث بنے۔
(۸) صَيِّب۔ زوردار بڑے بڑے قطروں والی بارش۔ چھانڈا۔ بوچھاڑ۔
(۹) وَابِل۔ ایسی شدید بارش جو خس و خاشاک بہالے جائے۔

۹۔ باز آنا

کے لیے دو الفاظ آتے ہیں۔ اِنْتَهٰى (نہی) اور اِنْفَكَّ (فک)

۱۔ اِنْتَهٰى: اَلنَّهْیُ کے معنی روکنا اور انتہی بازآجانا یا رکنا کے معنی میں آتا ہے اور اَلنِّهَاءُ وَالنِّهَايَةُ کسی چیز کی غایت اور آخری حد کو کہتے ہیں (منجد) ارشاد باری ہے:

فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (۹/۱۲) — تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو کیونکہ یہ بے ایمان لوگ ہیں اور ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں۔ عجیب نہیں کہ (اپنی حرکات سے) باز آجائیں۔

۲۔ اِنْفَكَّ: فَكّ کے معنی کسی بندھن سے آزاد کرانا ہیں۔ فَكُّ الْاَسِيْرِ بمعنی قیدی کو چھڑانا۔ فَكُّ الرَّهْن۔ گروی چیز کو واگزار کرانا ہے۔ اور فَكُّ رَقَبَةٍ غلام کو چھڑانا۔ اور انفکاک کے معنی خود جدا ہونا، کھلنا۔ اِنْفِكَاكُ الْعَبْدِ کے معنی غلام کا آزاد ہونا ہے۔ نیز اِنْفَكَّ الْعَظْمُ کے معنی کمزوری کی وجہ سے شانہ کے اپنی جگہ سے ہٹ جانے کے ہیں (منجد۔ مف) جس کا مطلب یہ ہے کہ انفکاک میں باز رہنا اضطراری طور ہوتا ہے۔ یعنی جس جگہ چمٹے ہوئے تھے اس جگہ سے اضطراراً الگ اور پرے ہونا۔ ارشاد باری ہے:

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ (۹۸/۱) — جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز رہنے والے نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل نہ آتی۔

اور یہ کھلی دلیل حضور اکرمؐ کی بعثت اور غلبہ اسلام تھا جس نے انھیں کفر و شرک سے باز رہنے پر مجبور کر دیا۔

ماحصل: (۱) انتہی میں باز رہنے کا عمل بہت حد تک اختیاری ہوتا ہے جبکہ اِنْفَكَّ میں یہ عمل اضطراری صورت میں ہوتا ہے۔

۱۰۔ بازو

کے لیے جَنَاح۔ عَضُد اور ذِرَاع کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ جَنَاح بمعنی پرندے کا پر یا بازو۔ تثنیہ جَنَاحَین۔ پھر کنایۃً کسی چیز کے دو پہلوؤں کو بھی جَنَاحَین کہہ دیتے ہیں۔ جَنَاحَا الْعَسْکَر بمعنی لشکر کے دونوں بازو یا جانب۔ اسی طرح انسان کے دونوں بازوؤں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ گویا جَنَاح کا لفظ دائیں یا بائیں جانب یا پہلو یا بازو سب جگہ استعمال ہوتا ہے۔ اور بازو سے مراد کندھے سے لے کر انگلیوں کے آخر تک کا حصہ ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (۲۸/۳۲) — اور خوف سے بچنے کے لیے اپنے بازو کو اپنی طرف سکیڑ لو۔

۲۔ عَضُد: سے مراد کہنی سے لے کر کندھے تک کا حصہ ہے (مف) اور عَضَدَہٗ بمعنی میں نے اسے بازو پر مارا۔ نیز اس کے معنی میں نے اس کا بازو پکڑا اور سہارا دیا بھی ہیں۔ لہٰذا یہ لفظ ید کی طرح بطور استعارہ مددگار کے معنوں میں بھی آتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا (۱۸/۵۱) اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔

۳۔ ذِرَاع: بمعنی کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے آخر تک کا حصہ اور اس کا ترجمہ عموماً "ہاتھ" ہی کر لیا جاتا ہے۔ (مف) ارشاد باری ہے:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (۱۸/۱۸) اور ان کا کتا چوکھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا

پھر ذِرَاع سے مراد پیمائش میں اتنی لمبائی بھی لی جاتی ہے جتنی کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے آخر تک ہوتی ہے۔ اس لمبائی کو ہاتھ کہتے ہیں۔ چونکہ انسان کا قد و قامت مختلف ادوار میں مختلف رہا ہے۔ لہٰذا اس ماپ کی مقدار بھی مختلف رہی ہے۔ صاحب منجد نے ۵۰ سے ۷۰ سنٹی میٹر بتلائی ہے یعنی تقریباً ۲۰ انچ سے ۲۸ انچ تک۔ بعض مترجمین اس کا ترجمہ گز بھی کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ (۶۹/۳۲) — پھر ایک زنجیر سے جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اسے جکڑ دو۔

ماحصل: کندھے سے کہنی تک عَضُد، کہنی سے درمیانی انگلی کے آخری سرے تک ذِرَاع اور ان دونوں کا مجموعہ یعنی کندھے سے انگلی کے سرے تک جَنَاح ہے۔

۱۱۔ باغ

کے لیے جَنَّة۔ حَدَائِق اور رَوْضَة کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ جَنَّة: جَنَّ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنا اور چھپانا ہیں۔ اور

جَنَّۃٌ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کی زمین درختوں اور سبزہ کی وجہ سے نظر نہ آئے (مف) صاحب منجد کے نزدیک جَنَّۃٌ درختوں سے ہرا بھرا باغ ہے۔ خواہ وہ ارضی ہو یا سماوی۔ قرآن میں ہے:

کَمَثَلِ جَنَّۃٍ بِرَبْوَۃٍ اَصَابَھَا وَابِلٌ — (ان کی مثال) ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر
فَاٰتَتْ اُکُلَھَا ضِعْفَیْنِ۔ (۲/۲۶۵) — واقع ہو (جب) اس پر زور کا مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے

۲۔ حَدَآئِق: حَدِیْقَۃ کی جمع ہے جو حَدَق سے مشتق ہے اور حَدَق کے معنی کسی کو چاروں طرف سے گھیر لینا۔ لہٰذا حَدِیْقَۃ ایسے باغ یا باغیچہ کو کہتے ہیں جس کے گرد حفاظت کے لیے چار دیواری بنادی گئی ہو (منجد) ارشاد باری ہے:

فَاَنْۢبَتْنَا بِہٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَھْجَۃٍ (۲۷/۶۰) — پھر ہم نے اس بارش سے سرسبز باغ اگائے۔

۳۔ رَوْضَۃ (ج روضات) روض کا لفظ وسعت اور فراخی پر دلالت کرتا ہے (م-ل) اور رَوَّضَ المَطَرُ الاَرْضَ کے معنی بارش کا زمین کو باغ و بہار بنا دینا ہے اور رَوْضَۃ پُر بہار کیاری کو بھی کہتے ہیں (منجد) گویا رَوْضَۃ کسی باغ کے اندر وہ حصہ یا مقام ہوتا ہے جو بڑا پُربہار ہو۔ اور ایسی جگہ ہی عموماً بالاخانے یا بارہ دری وغیرہ بنائی جاتی ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ
فَھُمْ فِیْ رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ (۳۰/۱۵) — (بہشت کے) باغ میں آؤ بھگت کیے جائیں گے۔

ماحصل (۱) جنۃ: کوئی سا باغ جہاں درخت بکثرت ہوں۔
(۲) حَدِیْقَۃ: چار دیواری والا باغ اور (۳) روضۃ: باغ کے اندر کوئی پُربہار خطہ ہے۔

۱۲۔ باقی رکھنا۔ چھوڑنا

کے لیے اَبْقٰی، اَثْبَتَ اور غَادَرَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ اَبْقٰی: بقی کے معنی کسی چیز کا باقی رہنا اور ہمیشہ رہنا (م-ل) ہے۔ اور اس کی ضد فنی اور ھلک ہے یعنی کسی چیز کا نیست و نابود اور ختم ہو جانا اور اَبْقٰی کے معنی کسی چیز کو برقرار اور باقی رکھنے کے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَاَنَّہٗٓ اَھْلَکَ عَادَ نِ الْاُوْلٰی وَثَمُوْدَا — اور یہ کہ اسی نے عادِ اوّل کو ہلاک کر دیا اور ثمود کو بھی۔
فَمَآ اَبْقٰی (۵۳/۵۱) — غرض کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

۲۔ اَثْبَتَ: ثَبَتَ کے معنی کسی چیز کو اپنی حالت پر برقرار رہنا اور اس کی ضد زَالَ ہے۔ یعنی کسی چیز کا اپنی جگہ سے ادھر ادھر ہٹ جانا) اور اَثْبَتَ کے معنی کسی چیز کو اس کی اصلی حالت پر برقرار اور جمائے رکھنا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ (۱۳/۳۹) — اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے (عثمانیؒ)

۳۔ غادر: غدر کے معنی عہد کو توڑنا اور وعدہ خلافی کرنا ہے (م۔ل) نیز اس کے معنی پیچھے چھوڑ دینا بھی ہے (م۔ل) اور غادر کے معنی حساب کتاب کرنے کے وقت کوئی چیز ارادۃً پیچھے چھوڑنا یا شمار نہ کرنا کے ہیں (مف) ارشاد باری ہے:

وَيَقُولُونَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا۔ (۱۸/۴۹)
اور کہیں گے ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو۔ مگر اسے لکھ رکھا ہے۔

ماحصل: (۱) اَبْقٰی۔ کسی چیز کا وجود باقی رکھنا (۲) اَثْبَتَ۔ کسی چیز کو اپنی حالت پر باقی رکھنا (۳) غادر۔ بہت چیزوں میں سے کسی ایک کو باقی چھوڑنا۔

۱۳۔۔۔۔بال

کے لیے شَعَر۔ وَبَر اور صُوف کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں،

۱۔ شَعَر: انسان سمیت تمام جانداروں کے بال۔ یہ لفظ عام ہے اور اس کی جمع اشعار ہے۔
۲۔ وَبَر: اونٹ اور پرندوں کے بال۔ پشم (ج اَوْبَار) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۳۔ صُوف: بھیڑ بکری وغیرہ کے بال۔ اون (ج اَصْوَاف) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ } ف ل ۹۸

قرآن میں ہے،

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (۱۶/۸۰)
ان کی اون، پشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں بناتے ہو جو ایک وقت تک کام دیتی ہیں۔

۱۴۔۔۔۔بانجھ

کے لیے دو الفاظ ہیں: عَاقِر اور عَقِیْم۔

۱۔ عَاقِر کے مادہ عقر میں گھاؤ زخم لگانے کا مفہوم پایا جاتا ہے (م ل) اَلْكَلْبُ الْعَقُوْر کاٹنے والے کتے کو کہتے ہیں اور عَقَرَ النَّخْلَة کے معنی کھجور کے درخت کو جڑ سے کاٹ دینا۔

قرآن میں ہے،

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا (۹۱/۱۴)
تو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

پھر اَلْعُقْر کسی کے آخری بچہ کو بھی کہتے ہیں جس کے بعد کوئی اولاد نہ ہو (مف) گویا عاقر کا لفظ ایسی عورت کے لیے مستعمل ہے جس کے پہلے اولاد ہوتی رہی ہو۔ بعد میں رحم میں زخم یا حیض کی بندش یا کسی دوسرے عارضہ سے اس کے ہاں اولاد ہونا بند ہو گئی ہو۔ نیز یہ لفظ عورت و مرد دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ
(حضرت زکریا نے خدا سے التجا کی) اور میں اپنے بعد

وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا (۱۹/۵) — اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں۔ اور میری بیوی بانجھ ہے۔ تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔

۲۔ عَقِيْم ، لفظ عَاقِر کی طرح عَقِيْم بھی مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ عَقِيْم اس تودۂ ریت یا خطۂ زمین کو بھی کہتے ہیں جو بنجر ہو (م۔ ل) اور رِیحٌ عَقِیْمٌ ایسی ہوا کو کہتے ہیں جو خیر سے خالی ہو۔ اس معنی میں یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ (۵۱/۴۱)

اور عقیم وہ شخص ہے جس کے مادۂ تولید موجود ہی نہ ہو یا اس کے کرم مردہ ہوں۔ اسی طرح عقیم ایسی عورت کو کہتے ہیں جو مرد کا مادہ سرے سے قبول نہ کرے (م۔ ل) گویا عقیم وہ مرد یا عورت ہے جس کے ہاں سرے سے کوئی اولاد نہ ہوئی ہو (پنجابی سَنڈھ) ارشادِ باری ہے:

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا (۴۲/۵۰) — یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔

ماحصل ؛ عَاقِر۔ وہ جس کے پہلے اولاد ہوتی رہی، بعد میں بند ہو چکی ہو اور عقیم وہ ہے جس کے ہاں مطلقاً اولاد پیدا نہ ہوئی ہو۔

۱۵۔ باندھنا

کے لیے رَبَطَ ، شَدَّ ، غَلَّ کے الفاظ آئے ہیں؛

۱۔ رَبَطَ ، مضبوط باندھنا اور مربط اور مربطۃ اس رسی کو کہتے ہیں جس سے جانور باندھا جائے اور رَبَّاط بمعنی تانت کو باندھنے والا اور ربیط بمعنی بندھے ہوئے جانور اور رَبَطَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ محاورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو باندھ دیا یعنی اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا فرمایا (منجد) ارشاد باری ہے؛

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا۔ (۲۸/۱۰) — اگر ہم اس (موسیٰ کی ماں کے) دل کو گرا نہ دیتے، تو قریب تھا کہ وہ اس بات کو ظاہر کر دے۔

۲۔ شَدَّ ، شَدَّ الشَّیْئَ بمعنی کسی چیز کو باندھنا، مضبوط کرنا، مضبوط باندھنا (منجد) قرآن میں ہے:

حَتّٰۤى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (۴۷/۴) — پھر جب ان کو خوب قتل کر چکو تو انہیں مضبوط باندھ کر قید کر لو۔

۳۔ غُلّ ، غُلّ ہر وہ چیز جس سے کسی بھی عضو کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جائے اور بمعنی طوق (ج اغلال) اور کنایۃً مغلول الید بخیل شخص کو کہتے ہیں۔ یعنی اس شخص کے ہاتھ خرچ کرنے سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں (مف) ارشاد باری ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا — اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے) انھیں کے ہاتھ باندھے جائیں

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ (۵/۶۴) | اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت ہو۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ وُہ جس طرح چاہتا ہے۔ خرچ کرتا ہے۔

ماحصل: (۱) ربط۔ کسی چیز کو رسی سے باندھنا اور ربط اللہ علیٰ قلبہ۔ اللہ کا کسی کے دل کو مضبوط کر کے صبر عطا فرمانا۔

(۲) شدّ۔ باندھ کر خوب مضبوط کرنا۔ ربط سے ابلغ ہے۔

(۳) غلّ۔ کچھ خرچ کرنے سے ہاتھوں کا باندھا جانا اور مغلول الید بمعنی بخیل۔

۱۶۔ بُت

کے لیے صَنَم، نُصُب، اَوْثَان، جِبْت، اور طَاغُوْت کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ صَنَم (ج اَصْنَام) چاندی، پیتل یا لکڑی کے خود تراشیدہ بت اور مورتیاں وغیرہ (مف م ل) جو قابلِ انتقال اور خرید و فروخت ہوتے ہیں۔ صَنَّاعَۃُ الْاَصْنَام۔ بُت فروشی کے فن اور پیشہ کو کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ جن کا باپ آزر یہی کاروبار کرتا تھا، اپنے ربّ سے دُعا کرتے ہیں:

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ (۱۴/۳۵) | اور (اے پروردگار!) مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچائے رکھنا۔

۲۔ نُصُب: نَصَبَ الشَّیْءَ کے معنی کسی کو سیدھے رخ کھڑا کر دینا اور زمین میں گاڑ دینا اور نَصِیْبٌ وُہ پتھر ہے جو بطور نشان راہ گاڑا جاتا ہے (مف) اور نَصِیْب پتھر یا لوہے وغیرہ کے اس مجسمے کو بھی کہتے ہیں جو کسی جگہ بغرض عبادت نصب کر دیا گیا ہو۔ یہ مجسمے عموماً نبیوں، ولیوں اور پیروں یا بادشاہوں کے ہوتے ہیں۔ اور ایسے مقامات جہاں یہ مجسمے نصب ہوں انہیں تھان کہا جاتا ہے۔ اور اس کی جمع نُصُب اور اَنْصَاب آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ (۵/۳) | اور وُہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی پانسوں کے تیروں سے قسمت معلوم کرو۔ (یہ سب کچھ تم پر حرام کیا گیا ہے)

۳۔ وَثَن (ج اوثان) اپنی جگہ ثابت و قائم رہنے والے بت (م ل) یہ بت تراشیدہ اور نصب کردہ نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض مخصوص مقامات پتھروں، درختوں، ستاروں یا دریاؤں وغیرہ میں خدا کی صفات کا عقیدہ رکھ کر ان کی عبادت شروع کر دی جاتی ہے۔ اَلْوَثَنِیُّ بت پرست کو اور اَلْوَثَنِیَّۃ بت پرستی کو کہتے ہیں (منجد) ارشاد باری ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۲۲/۳۰) | تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔

۴۔ جِبْت : بمعنی بُت و کاہن و فال گری، اور ہر وُہ چیز جس میں خیر نہ ہو (م-ل) یہ لفظ دراصل اوہام و خرافات کے لیے جامع لفظ ہے۔ جس میں جادو، ٹونے ٹوٹکے، جنتر منتر، ستاروں کی تاثیرات، گنڈے، نقش اور تعویذ وغیرہ سب کچھ شامل ہے۔

۵۔ طاغُوت بمعنی "لات، عزّیٰ، جادوگر، کاہن، باطل، بُت اور غیر اللہ کی پرستش اور سرکش (م-ل) گویا طاغوت سے مراد وہ تمام باطل اور سرکش نظام یا قوت ہے جو اللہ کے مقابلہ میں اس کے احکام کی اطاعت پر مائل یا مجبور ہوں۔ ارشاد باری ہے :

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا	کیا آپ نے ان لوگوں پر غور نہیں کیا جنھیں کتاب اللہ
مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ	سے حصہ ملا ہے۔ پھر بھی وہ جبت اور طاغوت
وَالطَّاغُوْتِ (۴/۵۱)	پر ایمان رکھتے ہیں۔

ماحصل : (۱) اَصْنَام : تراشیدہ اور قابلِ انتقال و خرید و فروخت بت۔

(۲) نُصُب، کسی جگہ گاڑے ہوئے مجسمے۔

(۳) وَثَن : مخصوص مقامات اور شجر و حجر وغیرہ جن میں خدائی صفات تسلیم کی جائیں اور ان کی عبادت کی جاتے۔

(۴) جِبْت، اوہام و خرافات مثلاً ٹونا ٹوٹکہ، جادو گنڈا یا ستاروں کے اثرات اور اُن کی فرمانروائی ماننا۔

(۵) طَاغُوت، اللہ کے سوا ہر وُہ باطل اور سرکش طاقت، نظام یا اقتدار جسے خدائی احکام کے علی الرغم تسلیم کر لیا جائے۔

بتلانا کے لیے دیکھیے آگاہ کرنا۔

۱۷۔ بجلی

کی تین مختلف اقسام کے لیے تین الفاظ بَرْق۔ رَعْد اور صَاعِقَۃ آئے ہیں۔

۱۔ بَرْق : چمکنے والی یا کوندنے والی بجلی کو کہتے ہیں جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے اور بَرِقَ الْبَصَرُ بمعنی آنکھوں کا چندھیانا۔ قرآن میں ہے :

یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ	قریب ہے کہ بجلی کی چمک (ان کی آنکھوں (کی بصارت)
(۲/۲۰)	کو اُچک لے جائے۔

۲۔ رَعْد : کڑکنے اور گرجنے والی بجلی۔ نیز ایسے بادل کو بھی کہتے ہیں جس میں کڑک اور گرج ہو (مف) ارشاد باری ہے :

وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ	اور رعد اور فرشتے سب اس کے خوف سے اس کی
مِنْ خِیْفَتِهٖ (۱۳/۱۳)	تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ صَاعِقَۃ، گرنے اور گر کر بھسم کرنے والی بجلی کو کہتے ہیں۔ لہٰذا اس کا معنی عذابِ الٰہی یا موت بھی کر لیا جاتا ہے۔

اور امام راغب کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا خوفناک دھماکہ ہے جو اجسام علوی سے متعلق ہو اور

اس کے مقابل لفظ صَقَعَ ہے جو اجسام ارضی سے مخصوص ہے اور معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ (مف)
اور صاحب منتہی الادب اس کے معنی آسمان سے شدید کڑک کے ساتھ آگ پھینکنا، یا ایسی سخت آواز جسے سن کر بیہوش ہو جائیں، بتلاتے ہیں (م۔ل) اس صورت میں صَاعِقَۃ، رَعْد ہی کی انتہائی صورت ہے۔ صَاعِقَۃ کی جمع صَوَاعِق آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳/۱۳) — اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے۔ پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔

ماحصل: بَرْق۔ چمکنے والی رَعْد۔ گرجنے والی اور صَاعِقَۃ۔ شدید کڑک کے ساتھ گرنے والی بجلی کو کہتے ہیں۔
بجھانا اور بجھنا کے لیے دیکھیے آگ اور اس کے افعال۔

---

۱۸ بچانا

کے لیے وَقٰی، مَنَعَ، حَجَزَ، اَحْصَنَ، جَنَّبَ اور عَصَمَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱- وَقٰی کے معنی برے کاموں کے انجام سے ڈرا کر ان برے کاموں اور ان کی عقوبت سے بچانا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (۶۶/۶) — مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش جہنم سے بچاؤ۔

۲- مَنَعَ: کے معنی روکنا اور اس کی ضد الْاِعْطَاء یعنی کسی کو کچھ دے دینا ہے (م۔ل) روک کھڑی کر دینا یا رکاوٹ بن کر کسی مصیبت یا آفت سے بچانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (۵۹/۲) — اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا (کے عذاب) سے بچا لیں گے۔

۳- حَجَزَ: حجز اصل میں دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز ہوتی ہے جو درمیان میں حائل ہو کر آڑ کا کام دے دیتی ہے (م۔ل) اور حجز بمعنی آڑ بن کر ایک چیز کو دوسری سے بچا لینا ارشاد باری ہے:

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ (۶۹/۴۷) — پھر تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اسے اس سے بچا لے۔ عثمانی

۴- اَحْصَنَ، حَصَنَ کے معنی قلعہ یا پناہ گاہ کے ہیں۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کے معنی میں تین باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) حفاظت (۲) احاطہ (۳) پناہ (م ل) لہٰذا اَحْصَنَ میں بھی یہی باتیں پائی جائیں گی۔ یعنی روکنا۔ بچانا اور پوری طرح نگہداشت کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا۔ (۶۶/۱۲) — اور عمران کی بیٹی مریم کی جنھوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔

۵- جَنَّبَ۔ جنب کے بنیادی دو معنی ہیں (۱) پہلو (۲) دور کر دینا (م ل) اور جَنَّبَ کے معنی کسی کو دور

کر کے علیحدہ لے جاکر کسی مصیبت یا آفت سے بچالینا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پروردگار کے حضور دُعا فرمائی:

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ۔ (۱۴/۳۵) اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ۔

۶۔ عَصَمَ: کسی چیز کو اپنے پاس روک کر یا اپنی حفاظت میں لے کر اسے کسی ایسی آفت سے بچانا جس میں وُہ جا پڑنے والا ہو۔ (م۔ل) ابن فارس کے اپنے الفاظ میں ع۔ص۔م۔ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَى الْإِمْسَاكِ وَالْمَنْعِ وَالْمُلَازَمَةِ مِنْ سُوْءٍ مَا يَقَعُ فِيْهِ (م۔ل) ارشاد باری ہے:

يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (۵/۶۷) اے پیغمبر! جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

ایک دُوسرے مقام پر نوحؑ کا بیٹا حضرت نوحؑ کو یوں جواب دیتا ہے:

سَآوِيْ إِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ (۱۱/۴۳) میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا۔ وُہ مجھے (طوفان کے) پانی سے بچالے گا۔

ماحصل: (۱) وَقٰى: کسی بُرے کام کی عقوبت سے ڈر کر اس بُرے کام اور سزا سے بچانا۔

(۲) مَنَعَ: کسی چیز کی روک بن کر بچانا۔

(۳) حَجَزَ: کسی تیسری چیز کا حائل ہو کر بچانا۔

(۴) أَحْصَنَ: نگہداشت اور حفاظت کر کے خود کو بچانا۔

(۵) جَنَبَ: کسی چیز سے دُور لے جاکر بچانا۔

(۶) عَصَمَ: کسی مصیبت، خوف و خطرہ سے کسی دُوسرے کو اپنی حفاظت میں لے کر بچانا۔

۷۔ بچنا

کے لیے وَقٰى سے اِتَّقٰى، حَصَنَ سے تَحَصَّنَ، جَنَبَ سے اِجْتَنَبَ اور عَصَمَ سے اِسْتَعْصَمَ کے افعال لازم قرآن کریم میں آئے ہیں جن کی تشریح گزر چکی، اب ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ اِتَّقٰى: کسی بُرے کام کی سزا سے بچنے کے لیے بُرے کام اور اس کی سزا سے بچنا، پرہیز گاری اختیار کرنا۔ ارشاد باری ہے:

خُذُوْا مَا آتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۲/۶۳) جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو زور سے پکڑے رہو۔ اور جو اس میں (لکھا) ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم (عذاب سے) بچ سکو۔

۲۔ تَحَصَّنَ: کسی چیز کی نگہداشت اور حفاظت کر کے اسے بچانا۔ یہ لفظ عموماً اپنی عفت کی حفاظت کے لیے مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۴/۳۳) — اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو (بے شرمی سے) دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرنا۔

۳۔ اِجْتَنَبَ: کسی چیز سے دور رہ کر بچنا۔ ارشاد باری ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ (۲۲/۳۰) — تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔

۴۔ اِسْتَعْصَمَ: کسی مضرت، خوف یا گناہ سے خود بچنا۔ قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ (۱۲/۳۲) — (زلیخا کہنے لگی) بلیشک میں نے اسے (یوسفؑ کو) اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا۔

مندرجہ بالا الفاظ علاوہ حَذَرَ اور تَعَفَّفَ بھی بچنا کے معنوں میں قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں:

۵۔ حذر: کسی متوقع خطرہ سے بچاؤ کی خاطر چوکنا اور ہوشیار رہنا (مف م ل) ارشاد باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (۶۴/۱۴) — اے ایمان والو! تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو۔

۶۔ تَعَفَّفَ: عَفَّ کے معنی حرام یا غیر مستحسن کام سے رکنا۔ پاکدامن رہنا اور تعفف کے معنی کوشش سے پاکدامن اور پارسا رہنا ہے (منجد م ل) قرآن میں ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (۲/۲۷۳) — ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے اور تم قیافے سے ان کو صاف پہچان لو کہ وہ (شرم کے سبب منہ پھاڑ کر اور لپٹ کر نہیں مانگتے۔

ماحصل: (۱) اِتَّقٰی اور تَقْوٰی: بُرے کاموں کی عقوبت سے ڈر کر ان بُرے کاموں سے بچنا۔

(۲) تَحَصَّنَ: نگہداشت اور حفاظت کر کے بچنا۔

(۳) اِجْتَنَبَ: کسی چیز یا کام سے دور رہ کر بچنا۔

(۴) اِسْتَعْصَمَ: کسی گناہ یا نقصان سے بچنا اور حفاظت رکھنا۔

(۵) حَذَرَ: آنے والے خطرہ سے ہوشیار رہنا اور بچنا۔

(۶) تَعَفَّفَ: غیر مستحسن اور حرام کاموں سے بہ تکلف بچنا۔ پاکدامن رہنا۔

۲۰ بچہ (لڑکا)

کے لیے اَجِنَّةٌ۔ وَلِيْدٌ، مَوْلُوْدٌ، وَلَدٌ، طِفْلٌ، صَبِيٌّ اور غُلَامٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ اَجِنَّة: جَنِيْن کی جمع ہے۔ جَنَّ بمعنی کسی چیز کو ڈھانپ لینا اور پوشیدہ کرنا اور جَنِيْن وہ بچہ ہے جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہو (فل ۹۰) ارشاد باری ہے:

وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (۵۳/۳۲) — اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔

۲- وَلِیْدًا: کا لغوی مفہوم نوزائیدہ بچہ ہے۔ پھر اس لفظ کا اطلاق چھوٹی عمر کے بچوں پر ہونے لگا (مف۔ فل ۱۹۰) قرآن میں ہے:

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ (۲۶/۱۸)
(فرعون نے موسیٰؑ سے کہا۔ کیا ہم نے تم کو کہ تم ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا اور تم نے برسوں ہمارے ہاں عمر بسر (نہیں) کی؟

اور ولد اور مولود کا تعلق صرف بچہ یا اس کی عمر سے نہیں۔ بلکہ والد کے مقابلہ میں اس کے (جننے جانے) کے فعل سے بھی ہے۔ وہ خواہ چھوٹی عمر کا ہو یا جوان ہو یا بوڑھا' اپنے والد کے مقابلے میں ولد اور مولود ہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا (۳۱/۳۳)۔
لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آ سکے۔

اس لحاظ سے ولد اور مولود، ولید یعنی "نوزائیدہ بچہ" یا طفل شیر خوار کے معنوں میں بھی آ جاتے ہیں۔ مثلاً:

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (۲/۲۳۳)
نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب (دودھ پلانے کے معاملہ میں) نقصان پہنچایا جائے۔ اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے!

اور ولد کے لفظ کا تعلق عمر سے ہو۔ تو اس کا اطلاق عموماً آٹھ دس سال کے نوخیز بچوں پر ہوتا ہے جو چھوٹے موٹے کام کرنے اور خدمت کرنے کے قابل ہو جائیں اور اس کی جمع وِلْدَان آتی ہے۔ مذکر و مونث دونوں کے لیے مستعمل ہے (فل ۹۲) جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا۔ (۷۶/۱۹)
اور ان (جنتی لوگوں) کے پاس لڑکے آتے جاتے ہونگے جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہیں گے۔ جب تم ان پر نگاہ ڈالو تو خیال کرو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

۳- طِفْل: طَفِلَ کے معنی نرم و نازک ہونا اور طَفْلَةٌ گداز بدن عورت کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے جب تک بچہ نرم و نازک رہے وہ طِفْل ہے (مف) تاہم اس سے ایسے بچے مراد ہوتے ہیں جو ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں (ج اطفال) ارشاد باری ہے:

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (۲۴/۵۹)
اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو اُن کو بھی اس طرح اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے اگلے (یعنی بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے رہے ہیں۔

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ بلوغت کے بعد طفل بچہ کی حد سے بڑے کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔

۴۔ صَبِیٌّ: صَبِی وُہ بچہ ہے جو ابھی نادانی اور کھیل کود کی عمر میں ہو (م۔ ل) اور اس لفظ کا تعلق عمر سے زیادہ بچپنے کی عادات سے ہوتا ہے۔ اگر لڑکا بالغ ہونے کے بعد بھی نادان کھیل کود میں مبتلا ہو تو وُہ صَبِیٌّ ہی ہے۔ صَبِیٌّ بمعنی بچگانہ عادات اور حرکات و سکنات والا بچہ۔

ارشاد باری ہے:

يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (۱۹/۱۲) — اے یحییٰ! (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں دانائی عطا فرمائی تھی (یعنی جس عمر میں دوسرے بچے کھیل کود میں مصروف ہوتے ہیں)

۵۔ غُلٰمٌ: وُہ بچہ جس میں جنسی خواہشات بیدار ہو چکی ہوں (م۔ل) یعنی بالغ ہو چکا ہو۔ نوجوان۔ اور اِغْتَلَمَ الْفَحلُ غُلْمَةً یعنی کسی نر میں جماع کی خواہش کا ہیجان پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔ اور غَلِیم نوجوان کو اور اِغلام مشت زنی کرنے کو۔ غُلام کی جمع غِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ۔ (۵۲/۲۴) — اور نوجوان خدمت گار (جو ایسے ہوں گے) جیسے چھپائے ہوئے موتی، اُن کے آس پاس پھریں گے۔

ماحصل: (۱) جَنِیْن۔ وُہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ (۲) ولد۔ آٹھ دس سال کی عمر تک کا بچہ (والد کی طرف نسبت کے لحاظ سے ہر عمر کا آدمی۔ (۳) طِفْل: بلوغت کی عمر تک کا بچہ۔ (۴) صَبِیٌّ: بچپنے کی عادات اور کھیل کود میں رہنے والا نادان بچہ (۵) غُلام: وُہ بچہ جو بالغ ہو چکا ہو۔ نوجوان۔

۲۱۔ بچھانا

کے لیے دَحٰی (دحو) اور طَحٰی (طحو)، سَطَحَ، فَرَشَ اور مَهَدَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱-۲۔ دَحٰی اور طَحٰی: یہ دونوں لفظ دراصل ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ صرف تلفظ کا فرق ہے (مف) یعنی مختلف علاقوں کی لغت ہے۔ قرآن کریم میں یہ دونوں الفاظ صرف ایک ایک بار ہی استعمال ہوئے ہیں اور ایک ہی معنی میں آئے ہیں۔ کہتے ہیں دَحَی الْمَطَرُ الْحَصٰی۔ بارش کنکریوں کو دُور دُور تک بہالے گئی اور دَحَی الرَّجُل کے معنی اس شخص نے ملک بھر میں (یعنی دور دراز تک) سفر کیا۔ تو دَحٰی اور طَحٰی کے معنی دور دور تک) لے جاکر بچھانا یا پھیلانا کے ہیں۔

قرآن کریم کی متعلقہ دونوں آیات یہ ہیں:

(۱) وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا (۹۱/۶،۵) — اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بنایا اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔

(۲) وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا۔ (۷۹/۳۰) — اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔

اور جدید تحقیق یہ ہے کہ دَحٰی کے مفہوم میں گولائی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اُدْحِيَّةٌ بمعنی ریت میں

شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ (منجد) اور اُدْحِیُّ النَّعَام بمعنی ریت میں شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ (مف) اور دحوۃ شتر مرغ کے انڈے کو کہتے ہیں۔ اور لفظ دَحٰی سے زمین کا گول ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

۳۔ سَطَحَ کے بنیادی معنی (۱) پھیلانا اور پھر (۲) ہموار کرنا ہیں۔ سَطَحَ الْبَیْتَ گھر کی چھت کو ہموار کرنا اور مَسْطَحٌ ہموار کرنے کے اوزار کو کہتے ہیں۔ مکان کے اوپر کے حصہ اور چھت کو سطح کہتے ہیں۔ (منجد) امام راغب کے الفاظ میں اَلسَّطْحُ: اَعْلَی الْبَیْتِ جُعِلَ سَوِیًّا (مف) قرآن میں ہے،

وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ (۸۸/۲۰) اور (کیا وہ نہیں دیکھتے) زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی (یعنی اس کا اُوپر کا حصہ ہموار بنایا گیا)

۴۔ فَرَشَ بمعنی کپڑا وغیرہ بچھانا) بستر لگانا۔ اور ہر وہ چیز جو بچھائی جائے اسے فرش اور فراش (بمعنی بچھونا) کہتے ہیں (مف) فرش کے بنیادی معنی کسی چیز کو پھیلانا اور فراخ کرنا ہے (م ل) یعنی کسی چیز کو پورے کا پورا پھیلا دینا اور فَرَشَ الدَّار بمعنی فرش لگانا۔ اینٹ اور پتھر بچھانا (منجد)

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (۲/۲۲) جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔

۵۔ مَهَدَ: صاحب منجد کے نزدیک جس طرح چھت کو پھیلانے اور ہموار کرنے کے لیے سَطَحَ کا لفظ آتا ہے اسی طرح زمین کو ہموار کرنے کے لیے مَهَدَ استعمال ہوتا ہے (منجد) لیکن مَهْد ماں کی گود کو بھی کہتے ہیں جس میں تربیت کا پہلو بھی شامل ہے۔ اور مَهَدَ الْاَرْض کے معنی یہ ہوں گے کہ زمین کو اس طرح پھیلانا کہ اس کے باشندگان کو وسائل رزق بھی مناسب طور پر مہیا ہوں۔ اور قرآن کریم سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (۷۴/۱۴) اور میں نے اس کے لیے ہر طرح کے سامان میں وسعت دی۔ ابھی خواہش رکھتا ہے کہ اور زیادہ دُوں!

اور قرآن کریم کی اس آیت:

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ۔ (۵۱/۴۸) اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا تو (دیکھو) ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں۔

سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مَهَدَ میں فَرَشَ سے زیادہ وسعت ہے۔ یعنی ضرورت سے پیشتر متعلقہ سامان کی تیاری۔

ماحصل: (۱، ۲) دَحٰی اور طَحٰی: کسی چیز کو اپنی جگہ سے دُور دُور تک لے جا کر پھیلا دینا۔

(۳) سَطَحَ: پھیلانا یا بچھانا اور پھر اسے ہموار کرنا۔

(۴) فَرَشَ: کسی چیز کو پورے کا پورا پھیلانا یا بچھا دینا اور ہموار کرنا۔

(۵) مَهَدَ: بچھانے کے ساتھ اس میں سامانِ تربیت بھی فراہم کرنا۔

۲۲۔ بچھونا

کے لیے قرآن کریم میں مِہَاد، فِرَاش اور مَضَاجِع کے الفاظ آتے ہیں؛

۱۔ مِہَاد، مَھَدَ کا معنی بچھانا اور اس میں سامانِ تربیت مہیا کرنا ہے۔ جیسا کہ اوپر تفصیل گزر چکی ہے۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے اس لحاظ سے مِہَاد فرمایا ہے کہ اس میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے ؛

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (۷۸/۶) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا ؟

۲۔ فِرَاش، فرش بمعنی بچھانا اور ہموار کرنا۔ الفرش اپنے اصل معنی کے لحاظ سے کپڑا بچھانے کے معنوں میں آتا ہے (مف) تاہم فرش اینٹ پتھر کا فرش لگوانے کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے فَرَشَ الرَّجُلُ کے معنی بچھونا بچھانا بھی ہے اور فرش بنوانا بھی (منجد) اور فِرَاش بچھونا یا بستر کو کہتے ہیں اور کنایۃً فراش میاں بیوی میں سے ہر ایک پر بولا جاتا ہے (مف) جیسے آنحضرتؐ نے فرمایا اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ اور لِلْعَاهِرِ الْحَجَر (لڑکا خاوند کا ہے اور زانی کے لیے رجم ہے) قرآن کریم نے اس لفظ کو زمین کے معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ اور بچھونا یعنی بستر کے معنوں میں بھی۔ (ج فُرُش) ارشاد باری ہے ؛

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ (۵۵/۵۴) اہلِ جنت ایسے بچھونوں سے تکیہ لگائے ہوں گے جن کے استر اطلس کے ہوں گے۔

۳۔ مَضَاجِع، (مضجع کی جمع ہے) ضَجَعَ بمعنی پہلو یا کروٹ کے بل لیٹنا، سستانا یا آرام کرنا۔ خواہ اونگھ یا نیند آجاتے یا نہ آتے۔ نیم خوابی حالت (م۔ق) اور اَضْجَعَهٗ بمعنی اس نے سلا دیا (منجد) اور مضجع بمعنی بستر یا بچھونا جس پر آرام کیا یا سویا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے ؛

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۲۲/۱۶) ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف و امید سے پکارتے ہیں۔

ماحصل؛ (۱) مِہَاد۔ کنایۃً زمین کو کہتے ہیں کہ وہ تمام جانوروں کے سامان تربیت کے علاوہ آرامگاہ یعنی بستر کا کام دیتی ہے۔

(۲) فِرَاش۔ بستر یا بچھونا کے لیے عام مستعمل لفظ ہے۔

(۳) مضجع۔ ہر ایسی چیز جس کے ساتھ انسان ٹیک لگا کر سستا سکے یا سو سکے۔ خواہ چارپائی اور بستر ہو یا کوئی اور چیز۔

بخشنا | اگر کچھ دینے کے معنی ہیں تو "دینا" میں اور اگر گناہ وغیرہ معاف کرنا کے معنی ہیں ہو تو معاف کرنا دیکھیے

۲۳۔ بخل کرنا

کے لیے بَخِلَ۔ اَمْسَكَ۔ اَوْعٰى۔ اَكْدٰى۔ اَقْنٰى۔ ضَنَّ۔ شُحّ اور غَلّ کے الفاظ آئے ہیں ؛

۱۔ بَخِلَ: کے معنی اپنے جمع شدہ مال میں سے ایسی جگہ بھی خرچ نہ کرنا جہاں خرچ کرنا چاہیے (مف) بخل دو قسم کا ہوتا ہے (۱) کسی دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں یا انفاق فی سبیل اللہ میں بخل کرنا (۲) اپنی جائز ضروریات پر بھی خرچ نہ کرنا۔ یہ دونوں قسم کا بخل مذموم فعل ہے۔ اور یہ لفظ عام ہے جو ہر طرح کے بخل پر استعمال ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ	جو خود بھی بخل کریں اور دوسروں کو بھی بخل سکھائیں
بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ	اور جو (مال) خدا نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا
مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ	ہے اسے چھپا چھپا کے رکھیں۔ اور ہم نے اپنے ناشکروں
عَذَابًا مُّهِیْنًا (۴/۳۷)	کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۲۔ اَمْسَكَ: کے معنی جو کچھ پاس ہو اسے ہاتھ سے نکلنے نہ دینا اور تھامے رکھنا۔ یا کسی چیز سے چمٹ جانا اور اس کی حفاظت کرنا (مف) کے ہیں۔ اور اِمساك کے معنی بخل اور ممسك بمعنی بخیل بھی استعمال ہوتا ہے (م۔ ل) ارشاد باری ہے:

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ	کہہ دو کہ اگر میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے
رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَکْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ	ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے خوف سے
(۱۷/۱۰۰)	ان کو روکے رکھتے۔

۳۔ اَوْعٰی، الْاِیْعَاء کے معنی کسی چیز (مال وغیرہ) کو تھیلی میں سنبھال کر اُوپر سے منہ بند کر دینا (مف) صاحب منجد کے نزدیک یہ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) کسی چیز کو یاد رکھنا (۲) جمع کرنا اور (۳) بخل کرنا (منجد) اور ابن الفارس کے نزدیک اس کا بنیادی معنیٰ صرف منہ بند کرنا ہے (م۔ ل) اور وِعَاء ہر ایسے سامان کو کہتے ہیں جس کا منہ بند کر دیا جائے یا مقفل کر دیا جائے قرآن میں ہے:

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی وَجَمَعَ	ان لوگوں کو (دوزخ) اپنی طرف بلائے گی جنھوں
فَاَوْعٰی۔ (۷۰/۱۸)	نے (دین حق سے) اعراض کیا اور منہ پھیر لیا اور
	مال جمع کیا اور بند رکھا۔

اور اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ (۶۹/۱۲) بمعنی کسی بات کو دھیان سے سننے اور یاد رکھنے والے کان اور مراد اس سے ایسے آدمی ہیں جو کسی بات کو خوب غور سے سنیں۔ پھر اس کو خوب یاد رکھیں اور اس بات کے الفاظ یا مفہوم میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہونے دیں۔ جیسا کہ رسول اللہ نے اپنے مشہور خطبہ حجۃ الوداع میں، جو آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر منیٰ کے مقام پر دیا تھا، فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ	اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوشحال رکھے جس نے میری
فَوَعَاهَا ثُمَّ اَدَّاهَا وَبَلَّغَهَا۔ (ترمذی)	احادیث کو سنا۔ پھر ان کو یاد رکھا پھر دوسروں تک
	پہنچا دیا۔

گویا وعٰی کا لفظ صرف اموال کے لیے نہیں بلکہ ہر قابلِ حفاظت چیز کے لیے عام ہے۔

۴۔ اَکْدٰی: کُدْیَۃٌ سخت زمین کو کہتے ہیں۔ اور حَفَرَ فَاَکْدٰی کے معنی ہیں وہ گڑھا کھودتے کھودتے سخت زمین تک جا پہنچا (مف فل ۲۶۲) اور مال کے خرچ کرنے کی نسبت سے اَکْدٰی کے معنی تھوڑا سا خرچ کر کے ہاتھ روک لینا۔ یا خرچ کرنے کا ارادہ کر کے پھر رک جانا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی۔ (۵۳/۳۴)	بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے منہ پھیر لیا اور تھوڑا سا دیا۔ پھر ہاتھ روک لیا۔

۵۔ اَقْتَرَ: قَتَرَ کے معنی بہت کم خرچ کرنا ہے۔ (مف) اور اقتار، اسراف کی ضد ہے۔ یعنی اپنی جائز ضروریات پر بھی ضرورت سے کم خرچ کرنا اور کنجوسی کر جانا۔ صاحب منتہی الارب کے نزدیک اس کے معنی "وہ شخص جس نے اپنے اہل وعیال پر نفقہ تنگ کر رکھا ہو۔ (م۔ ل) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا۔ (۲۵/۶۷)	اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔

۶۔ ضَنَّ: کے معنی کسی پسندیدہ اور مرغوب شے کے دینے میں بخل کرنا (مف) اور الضنائن وہ چیزیں ہیں جن کی نفاست کی وجہ سے بخل کیا جائے (منجد) جیسے حکیم اپنے مجرب نسخے بتانے یا کوئی فن کار اپنا کسب سکھلانے میں بخل کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (۸۱/۲۴)	اور وہ (حضور اکرمؐ) پوشیدہ باتوں (کے ظاہر کرنے) میں بخیل نہیں۔

۷۔ شُحَّ: کے معنی بخل کرنا۔ حرص ولالچ کرنا (منجد) جب بخل اور حرص دونوں باتیں جمع ہو جائیں تو اسے شُحّ کہتے ہیں (فل ۲۲، م ل) اور اسی کا دوسرا نام شدتِ حرص ہے۔ یعنی ہر وقت مال و دولت سمیٹنے کی فکر میں رہنا اور خرچ کرنے میں بخل کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۹/۹)	اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

اور شَحِیْحٌ کے معنی بخیل اور حریص آدمی اور اس کی جمع شِحَاحٌ اور اَشِحَّۃٌ آتی ہے ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا ذَھَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْکُمْ بِاَلْسِنَۃٍ حِدَادٍ اَشِحَّۃً عَلَی الْخَیْرِ (۳۳/۱۹)	پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کریں اور مال میں بخل کریں (یعنی مال غنیمت میں) ڈھکے پڑتے ہیں مال پر (عثمانیؒ)

۸۔ غُلَّ: کے بنیادی معنی اس طرح کی خیانت ہے کہ اپنے زیرِ تصرف کوئی چیز جو اپنی ملکیت نہ ہو اٹھا کر چپکے سے اپنے سامان میں رکھ لی جائے جیسے غنیمت کے مشترکہ مال سے کوئی چیز اٹھا کر اپنی ملکیت میں کر لینا۔ اور غُلٌّ بمعنی طوق ہتھکڑی یا بیڑی یعنی ہر وہ چیز جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر وسط میں باندھ دیا جاتا ہے اور اس کی جمع اغلال ہے۔ اسی نسبت سے کنایۃً مغلول الید کنجوس شخص کو بھی کہہ دیتے ہیں جس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں اور وہ کچھ خرچ نہیں کر سکتا۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ (۵/۶۴)	اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا۔ انہیں کے ہاتھ بند ہو جاویں۔ (عثمانیؒ)
	خدا کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے) انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں (جالندھری)

ماحصل: (۱) بخل۔ جائز ضرورت سے کم خرچ کرنا اپنی ذات یا دوسروں کے لیے۔ نیز یہ لفظ بخل کے لیے عام ہے۔

(۲) امسك۔ جو کچھ بھی اپنے پاس ہو اسے روکے رکھنا۔

(۳) اَوْعٰی۔ سنبھالنا اور کمی نہ ہونے دینا۔ ہر قابلِ حفاظت چیز کے لیے عام ہے۔

(۴) اَكْدٰی۔ تھوڑا سا خرچ کرنے کے بعد رک جانا یا ارادہ کر کے پورا نہ کرنا۔

(۵) اَقْتَرَ: اپنے عیال میں نان و نفقہ میں بخل کرنا یا اپنی ذات پر بھی کنجوسی کرنا۔

(۶) ضَنَّ: کسی مرغوب شے کے بتلانے میں بخل کرنا۔

(۷) شُحَّ: شدتِ حرص و بخل کا مجموعہ

(۸) مغلول الید۔ مجازاً بخیل اور کنجوس آدمی جو دوسروں کو کچھ نہ دے۔

۲۴۔۔۔بدبختی

کے لیے شِقْوَة، نَحُوسَة، طَائِر، شُؤْم اور حُسُوم کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ شِقْوَة: شِقْوَة اور شِقَاوَة دونوں کے معنی بدبختی (ضد سعادۃ) اور جس طرح سعادۃ امورِ اضافیہ سے ہے۔ اسی طرح شقاوۃ اور شقوۃ بھی امورِ اضافیہ سے ہے اور شقی وہ شخص ہے جو فطرتاً ہی بدبخت یا بدنصیب ہو (مف) قرآن میں ہے:

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ (۲۳/۱۰۶)	کافر کہیں گے لے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور ہم رستے سے بھٹک گئے۔

۲۔ نَحُوسَة: نُحَاس کے معنی تانبہ بھی ہے اور آگ کی ایسی لپٹ بھی جس کا رنگ تانبے جیسا ہو۔ اور نَحَسَ کے معنی آسمان کا سرخ ہو کر تانبے کی رنگت جیسا ہو جانا ہے اور یہ نحوست کے لیے ضرب المثل ہے۔ اور نحس اور نحوسۃ بمعنی سختی اور بدبختی کا دور (نحس کی ضد بھی

سَعْد ہی آتی ہے) ارشاد باری ہے:

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ (۴۱/۱۶) — ہم نے ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی ٹھنڈی ہوا چلائی۔

۳۔ طائر: طَارَ بمعنی پرند وغیرہ کا ہوا میں اُڑنا اور طَائِر (ج طیر) بمعنی پرندہ ہے۔ چونکہ پرندوں سے فال لینے کا رواج عام تھا۔ لہٰذا طائر کا لفظ فال یا شگون لینے کے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا۔ اس لفظ کا استعمال عموماً بُرے معنوں میں ہوتا ہے۔ اِطَّيَّرَ اور تَطَيَّرَ کے معنی بدفالی یا بُرا شگون لینا ہے (ضد تَيَمَّنَ اور تَبَرَّكَ) گویا طائر کا اصل معنی بدبختی نہیں بلکہ بدبختی کی فال لینا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ (۳۶/۱۸) — کافروں نے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں نامبارک سمجھتے ہیں۔

تو ان پیغمبروں نے یہ جواب دیا کہ:

قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ (۳۶/۱۹) — پیغمبر کہنے لگے کہ تمہاری بدبختی تمہارے ساتھ ہے۔

۴۔ شؤم: الشَّأْمَةَ الْمَشْئَمَةَ بمعنی نحوست۔ بے برکتی اور بایاں پہلو (ضد) اور بایاں پہلو بھی نحوست کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اور شامت دراصل ایسی بدشگونی کو کہتے ہیں جو اپنے اعمال کے نتیجہ میں متوقع ہو۔ شامتِ اعمال مشہور لفظ ہے اور تَشَاءُم بمعنی بُری فال لینا (ضد تَيَمُّن) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ (۹۰/۱۷ تا ۱۹) — پھر ان لوگوں میں داخل ہوا جو ایمان لائے اور صبر کی تلقین اور لوگوں پر شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے یہی لوگ صاحب سعادت ہیں اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا، یہی لوگ بدبخت ہیں۔

۵۔ حُسُوم: الحسم بمعنی چیز کو کاٹنا اور اس کے نام و نشان تک کو مٹا دینا اور زائل کر دینا۔ اور حُسَام بمعنی تلوار۔ پھر حسوم ایسی نحوست یا عذاب کو بھی کہتے ہیں کہ انسان کا نام و نشان تک مٹا ڈالے (مف) ارشاد باری ہے:

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ۔ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۔ (۶۹/۶،۷) — رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔ خدا نے اس ہوا کو سات دن اور آٹھ راتیں لگاتار چلائے رکھا۔ تو تو دیکھے انہیں پچھڑے ہوئے، گویا وہ ہیں کھجوروں کی کھوکھلی جڑیں۔

ماحصل: (۱) شِقْوَة - ایسی بدبختی جو مقدر ہو۔ (۴) شُؤْم - شامۃ - اعمال کے نتیجہ میں متوقع بدبختی۔
(۲) نَحُوسَة - بدبختی اور سختی کا دور۔ (۵) حُسُوم - ایسی بدبختی جو ملیامیٹ کردے۔
(۳) طائر - کسی کے متعلق بدبختی کی فال لینا۔ بدشگونی

۲۵ — بددعا دینا

کے لیے لَعَنَ، بَعِدَ، سُحْقًا اور اِبْتَهَلَ (بہل) کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَعَنَ بمعنی کسی کو ناراضگی کی بناء پر اپنے سے دور کرنا اور دھتکارنا ہے۔ اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا مطلب اللہ کی رحمت اور توفیق سے دور ہونا ہے (مف) اور نیز بمعنی گالی دینا نیکی سے دور کرنا اور دھتکارنا ہے (منجد) اور لعنت بددعا کے لیے عام اور جامع لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (۵/۷۸)	جو لوگ بنی اسرائیل سے کافر ہوئے ان پر داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔

۲۔ بَعِدَ اور بَعُدَ (بُعْدًا) بمعنی دور ہونا۔ ہلاک ہونا۔ مرنا۔ اور بُعْدًا بددعا کا کلمہ ہے یعنی اللہ اس کو ہلاک کرے یا اپنی رحمت سے دور کرے (منجد) ارشاد باری ہے:

اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (۱۱/۹۵)	سن رکھو کہ مدین پر بھی (ویسی ہی) پھٹکار ہے۔ جیسے ثمود پر تھی۔

۳۔ سُحْقًا: سَحَقَ بمعنی دوا وغیرہ کو پیسنا ہے۔ اور اَسْحَقَ الثَّوْبُ بمعنی کپڑے کا پرانا ہونا اور اَسْحَقَهُ اللهُ کے معنی اللہ اسے ہلاک کرے (مف) نیز سَحِقَ سُحْقًا بمعنی دور ہونا اور اِنْسَحَقَ بمعنی دور کرنا بھی ہے (منجد) گویا یہ بھی بددعا کا کلمہ ہے اور اس کا معنیٰ بھلائی سے دوری ہے۔ مگر اس میں بُعدًا سے زیادہ شدت پائی جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (۶۷/۱۱)	پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے۔ سو دوزخیوں کے لیے (خدا کی رحمت سے) دوری ہے (جالندھریؒ)

۴۔ اِبْتَهَلَ: اَبْهَلْتُ فُلَانًا محاورۃً استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنیٰ ہے کسی کو اس کی رائے اور ارادہ میں آزاد چھوڑ دینا اور اَلْبَهْلُ وَالْاِبْتِهَالُ فِي الدُّعَاءِ کے معنی دعا میں پوری آزادی اور عاجزی سے دعا کرنا (مف) پھر چونکہ آیت مباہلہ میں اللہ کی لعنت کا ذکر ہے۔ اس لیے مباہلہ کا لفظ ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے کے معنوں میں مشہور ہوگیا گویا اس کا استعمال بھی برے مفہوم میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَي	پھر ہم دونوں فریق خدا سے دعا و التجا کریں اور جھوٹوں

الْكَاذِبِيْنَ (۳/۶۱) خدا کی لعنت بھیجیں۔

ماحصل: (۱) لَعَنَ: خدا کی رحمت اور توفیق سے دوری کی بددعا۔

(۲) بَعِدَ: رحمت سے دوری اور ہلاکت کی بددعا۔

(۳) سُحْقًا: بددعا کے لیے عام اور جامع لفظ۔ اس کے مفہوم میں بُعْدًا سے زیادہ شدت پائی جاتی ہے۔

(۴) اِبْتِهَال: فریقین کا ایک دوسرے پر لعنت کے لیے مکمل آزادی سے دعا و التجا کرنا۔

۲۶۔ بدصورت بنانا۔ ہونا

کے لیے مسخ، کلح اور قبح کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَسَخَ: بمعنی شکل و صورت کو بگاڑ دینا اور خراب کر دینا (مف) ارشاد باری ہے:

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ (۳۶/۶۷)

اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ان کی صورتیں بدل دیں۔ پھر وہاں سے نہ آگے جا سکیں اور نہ پیچھے لوٹ سکیں۔

۲۔ كَلَحَ: كَلَحَة بمعنی منہ اور اس کے آس پاس کا حصہ اور کالح وہ شخص جس کے ہونٹ آپس میں ملیں نہیں بلکہ کھلے رہتے ہوں اور کَلَحَ، كَلَحَ بمعنی تیوری چڑھا ہوا ہونا اور اِكْلَوَّحَ بمعنی تیوری چڑھانے میں دانت نکالنا (منجد) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک یہ تیوری چڑھانے کا انتہائی درجہ ہے (دیکھیے تیوری چڑھانا) جس میں انسان کا حلیہ بگڑ جاتا ہے اور دانت نکلے ہونے کی وجہ سے بڑا بدصورت دکھائی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (۲۳/۱۰۴)

آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور وہ اس (دوزخ) میں بدشکل ہو رہے ہوں گے

۳۔ قَبُحَ: بمعنی بدصورت ہونا۔ بدنما ہونا اور قبیح بمعنی برا۔ بدنما۔ بدشکل اور قبح کا لفظ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے یعنی قول یا فعل یا شکل کا برا ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ (۲۸/۴۲)

اور وہ قیامت کے روز بھی بدحالوں سے ہوں گے!

اس آیت میں مقبوحین دونوں معنی دے رہا ہے۔

ماحصل: (۱) مسخ۔ اچھی شکل و صورت کو بگاڑنے اور بری بنانے کے لیے۔

(۲) کلح۔ کسی عارضہ، تکلیف یا جذبات کی وجہ سے عارضی طور پر شکل کے خراب ہونے کے لیے اور

(۳) قبح۔ پیدائشی طور پر بری شکل و صورت ہونے کے لیے آتا ہے۔ صفات کے لیے بھی آتا ہے۔

<u>بدفالی اور بدشگونی</u> کے لیے "بدبختی" اور "نامبارک سمجھنا" دیکھیے!

۲۷ — بدکاری

کے لیے زنا، بغاء، سافح اور فاحشۃ کے الفاظ آئے ہیں؛

۱۔ زنا: معروف لفظ ہے یعنی کسی مرد کا غیر عورت سے یا عورت کا اپنے مرد کے علاوہ کسی دوسرے سے بدفعلی کا ارتکاب زنا کہلاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا (۱۷/۳۲) — اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔

۲۔ بغاء: بغی کے معنی حد سے تجاوز کرنا۔ نافرمانی کرنا، دراز دستی کرنا ہیں۔ اور بَاغَتِ الْاَمَۃُ بِغَاءً کے معنی لونڈی کا زنا کرنا ہے اور بَغِیّ کے معنی زنا کار فاحشہ عورت کے ہیں (منجد) یعنی بغاء کا لفظ یا تو لونڈی کے زنا سے مخصوص ہے یا پھر پیشہ ور بدکار عورت یعنی کنجری کے لیے۔ جو دوسروں میں زانیہ مشہور ہو چکی ہو۔ قرآن ان دونوں معنوں کی تائید کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ (۲۴/۳۳) — اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرنا۔

ایک دوسرے مقام پر یہود حضرت مریمؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں؛

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (۱۹/۲۸) — اے ہارون کی بہن، نہ تو تیرا باپ ہی بداطوار آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔

۳۔ سافح: سفح کے معنی خون یا پانی بہانا اور سافح کے معنی زنا کرنا ہیں (منجد) اور ابن الفارس کے الفاظ میں صَبَّ الْمَاءِ بِلَا عَقْدِ نِکَاحٍ یعنی نکاح کے عقد کے بغیر زنا کرنا۔ گویا زنا اور سافح میں فرق یہ ہے کہ اس میں تکرار پایا جاتا ہے۔ اور قرآن کریم نے مُحْصِنِیْن کے مقابلے میں مُسَافِحِیْن کا لفظ استعمال کرکے، اس کی تائید کر دی ہے۔ تو سافح کے معنی ہماری زبان میں "بطور داشتہ رکھنا" ہیں اور مُسَافِح بمعنی ایسی عورت اور مرد ہیں جن کے آپس میں علانیہ تعلقات استوار ہوں۔ آشنا کا لفظ بھی آج کل اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

فَانْكِحُوْھُنَّ بِاِذْنِ اَھْلِهِنَّ وَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (۴/۲۵) — تو ان کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کرکے نکاح کر لو۔ اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کرو بشرطیکہ عفیفہ ہوں نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔

۴۔ فاحشۃ: فحش کے معنی ہر وہ قول یا فعل جو قباحت اور برائی میں حد سے بڑھا ہوا ہو (مف م ل) اور فاحشۃ سے مراد ایسے اقوال و افعال ہیں جو زنا کے قریب لے جاتے ہیں یعنی بے حیائی کے کام اور باتیں اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن کریم میں بارہا استعمال ہوا ہے اور زنا کے لیے فاحشۃ مُبَیِّنَۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ (۴/۱۹)	اور اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو انہیں (گھروں میں) مت روکنا مگر یہ کہ وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں۔

اور فاحشۃ کا لفظ ایسے بدکاری کے فعل پر آتا ہے جو ابھی ثبوت کا محتاج ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ (۴/۱۵)	مسلمانو! تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو۔

ماحصل: (۱) زنا۔ معروف لفظ ہے۔ غیر مرد اور غیر عورت کا آپس میں بدفعلی کرنا۔

(۲) بغاء۔ لونڈی کا بدکاری کرنا یا پیشہ ور عورت کا زنا کا پیشہ۔

(۳) سافح۔ غیر مرد اور غیر عورت کا بدکاری کے تعلقات علانیہ استوار رکھنا۔ داشتہ رکھنا۔

(۴) فاحشۃ۔ زنا کے قریب لے جانے والے کاموں اور باتوں یا اس زنا کے الزام کے لیے آتا ہے۔ جو ثبوت کا محتاج ہو۔

۲۸۔۔۔بدل دینا

کے لیے بَدَّلَ، حَوَّلَ، غَيَّرَ، حَرَّفَ اور تَحَرَّفَ، نَكَّرَ اور دَاوَلَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ بَدَّلَ، بَدَلَ معروف لفظ ہے۔ یعنی ایک چیز کے عوض کوئی چیز اور بدل سے مراد کسی چیز کے بدلے دوسری چیز لے آنا (مف) گویا پہلی چیز مفقود اور اس کی جگہ دوسری چیز آموجود ہوتی ہے۔

۲۔ حَوَّلَ: حول کے معنی ابن فارس کے نزدیک تحرک فی دور یعنی چکر میں حرکت کرنا ہے (م ل) اور کسی چیز کے ارد گرد کو اس کا حول کہتے ہیں اور حَوَّلَ کے معنی کسی چیز کو اصلی جگہ سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ رکھ دینا۔ گویا حول میں چیز مفقود نہیں ہوتی۔ بلکہ اصل مقام سے ہٹ جاتی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا (۳۵/۴۳)	یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا کسی اور چیز کے منتظر نہیں سو تم خدا کے دستور میں نہ تو تبدیلی پاؤ گے نہ اُسے ٹلتا پاؤ گے (عثمانیؒ)

اور خدا کا دستور یہ ہے کہ مجرم قوموں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ آیت بالا میں خدا کے دستور میں تبدیل" کا مطلب یہ ہے کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ مجرم قوم پر سزا کی بجائے انعامات ہونے لگیں اور" تحویل" کا مطلب یہ ہے کہ جرم تو کسی کا ہو اور اس کی سزا دوسرے کو ملے۔

۳۔ غَيَّرَ: غیر کے معنی سوا۔ کوئی دوسرا اور غیّر سے مراد حالت کی تبدیلی ہے۔ غیّر میں کوئی چیز نہ مفقود ہوتی ہے اور نہ اپنی جگہ سے ٹلتی ہے بلکہ اس کی حالت یا صورت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (۱۳/۱۱) — خدا اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک وُہ آپ اپنی حالت نہ بدلے۔

اور اسی آیت کا ترجمہ کسی شاعر نے یُوں کیا ہے ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ایک دُوسرے مقام پر شیطان اللہ تعالیٰ کو یُوں جواب دیتا ہے:

وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ — اور میں (بنی آدم کو) گمراہ کرتا اور امیدیں دلاتا رہوں گا
فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ — اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں
فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (۴/۱۱۸) — اور (یہ بھی) کہتا رہوں گا کہ وُہ خدا کی بنی ہوئی صورتوں کو بدلتے رہیں۔

۴۔ حَرَّفَ: حرف کے بنیادی معنی کسی چیز کے کنارا کے ہیں اور حَرَّفَ کے معنی اس کنارہ کو موڑ دینا (مف م ل) اور حرف کی جمع حروف اور حروف الکلام سے مراد حروف تہجی ہیں۔ اور تحریف الکلام یہ ہے کہ مسلسل عبارت کے کچھ الفاظ کو سیاق وسباق کا خیال نہ رکھ کر اصل مقام کے بجائے دوسرے مقام پر چسپاں کر دینا جس سے کوئی دوسرا مطلب حاصل کیا جاسکے اور اگر کچھ لفظوں کی بجائے دوسرے لفظ داخل کر دیے جائیں تو یہ "تبدیلی" ہوگی اور یہود یہ دونوں کام کر لیا کرتے تھے۔ ارشادِ باری ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (۵/۱۳) — تو ان لوگوں کے عہد توڑنے کے سبب ہم نے اُن پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلمات (کتاب) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

اور تحرّف بمعنی کنارا یا پہلو بدلنا اور تَحَرَّفَ عَنْهُ بمعنی کسی سے مائل ہو کر ایک طرف ہو جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ (۸/۱۶) — اور جو شخص جنگ کے روز سوائے اس کے کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (جالندھری)
ہُنر کرتا ہوا لڑائی کا (عثمانیؒ)

۵۔ نَكَّرَ: نکر میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) اجنبیت اور (۲) ناگواری۔ تنکیر کی ضد تعریف ہے اور منکر کی معروف۔ تنکیر بمعنی کسی کو نہ پہچاننا اور تعریف بمعنی کسی کو پہچاننا۔ اسم نکرہ اور اسم معرفہ مشہور الفاظ ہیں۔ اور منکر بمعنی بُرے کام اور معروف بمعنی بھلے کام اور نَكَّرَ کے معنی اسم نکرہ بنانا بھی ہے (منجد) اور کسی چیز کی ہیئت کو اس طرح بدل دینا کہ وہ اجنبیا معلوم ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا (۲۷/۴۱) — سلیمانؑ نے کہا اس (بلقیس) کے لیے اس کے تخت کا

رُوپ بدل دو۔

۶۔ دَاوَلَ: اَلدَّوْلَةُ وَالدُّوْلَةُ بمعنی گردش کرنا اور دَالَ کی ضد دَارَ ہے۔ دَوْرٌ اور دائرة کا لفظ تنگ دستی، بدحالی اور گردشِ ایام کے لیے آتا ہے۔ اور دَوْلَةٌ اور دُوْلَةٌ بُرے دنوں سے خوشحالی کے ایام پھرنے کو کہتے ہیں۔ اور دَاوَلَ بمعنی خوشحالی کے دنوں کا ادل بدل کرنا یا پھیر پھیر کر لانا (مف، منجد)

ارشاد باری ہے:

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (۳/۱۴۰) — اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔

ماحصل: (۱) بَدَّلَ، ایک چیز کو مفقود کرنا اور اس کی جگہ دوسری لانا۔
(۲) تَحْوِيْل: کسی چیز کو اس کے اصل مقام کی بجائے دوسری جگہ کر دینا
(۳) تَغْيِيْر: کسی چیز کی حالت یا صورت میں تبدیلی لانا۔
(۴) تحریف: کسی مسلسل عبارت یا تحریر میں یا اس کے مفہوم میں تبدیلی کرنا۔
(۵) تَكَنُّن: رُوپ بدل دینا۔
(۶) دَاوَل: ادل بدل کرنا اور بہتر حالت کی طرف لانا۔

۲۹ ——— بدلہ

کے لیے بَدَل، بِ، عَدْل، اَجْر، جَزَا، ثَوَاب، عِقَاب، وَبَال، كَفَّارَة، قِصَاص فِدْيَة اور دِيَت (ودی) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ بدل بمعنی ایک چیز کے بجائے دوسری چیز لانا (مف) اور یہ کم بھی ہو سکتا ہے زیادہ بھی، اچھا بھی اور بُرا بھی، اس جیسا بھی اور اس کے علاوہ بھی۔ گویا بدلہ کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ ہم یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) ارشاد باری ہے:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (۱۸/۵۰) — کیا تم شیطان اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ اور (شیطان کی دوستی ظالموں کے لیے (خدا کی دوستی کا) بُرا بدل ہے۔ (احالانکہ ٹھہری)

(۲) اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰۗىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔ (۲۵/۷۰) — مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو خدا نیکیوں سے بدل دے گا۔

۲۔ بِ، ایک چیز کے عوض دوسری بالکل ایسی ہی چیز کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ — اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (۵/۴۵) — کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے۔

۳۔ عَدْل، جبکہ یہ بدلہ اصل چیز کے متوازن اور متناسب ہو۔ (تفصیل "انصاف کرنا" میں دیکھیے) ارشاد باری ہے:

وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ (۲/۴۸) — نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے اور نہ کسی سے کسی کا بدلہ قبول کیا جائے۔

۴۔ اَجْر، اَجْر اور اُجْرَۃ وُہ بدلہ ہے جو پہلے عہد و پیمان سے متعین ہو چکا ہو یا بوقتِ ضرورت آجر بدلہ کا اعلان کرے اور اجیر اس کو قبول کر کے کام شروع کر دے۔ یہ جزائے عمل ہے۔ اور عموماً نفع مند بدلہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ اجر کا لفظ دینی اور دنیوی دونوں طرح کے بدلہ کے لیے آتا ہے لیکن اجرت کا لفظ عموماً دنیوی بدلہ پر بولا جاتا ہے۔ اور اٰجِر کام لینے والے کو اور اَجِیر کام دینے والے خدمتگار یا اجرت وصول کرنے والے کو کہتے ہیں (مف) اور اِسْتَاْجَرَ بمعنی کسی کو مزدور یا نوکر رکھنا، اجر کا استعمال دینی، دنیوی دونوں صورتوں میں قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ (۱۲/۵۷) — اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ان کے لیے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے۔

(۲) قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ (۲۸/۲۷) — انہوں نے (موسیٰؑ) سے کہا کہ میں چاہتا ہوں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں۔ اس (عہد) پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو۔

۵۔ جزاء کے معنی کافی ہونا اور کفایت کرنا (م۔ل) اور جزاء وہ بدلہ ہے کہ جو کام کی نسبت سے کسی صورت کم نہ ہو۔ خواہ وُہ کام اور اس کا بدلہ اچھا ہو یا بُرا۔ اور اس میں عہد و پیمان اور تعین بھی شرط نہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۶/۵۴) — اور تم کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسے تم کام کرتے رہے۔

۶۔ ثواب: ثوب کے بنیادی معنی دوبارہ آنا اور واپس آنا کے ہیں اور یَثُوْبُ اِلَیْهِ النَّاس کے معنی جس شخص کے پاس لوگ بکثرت آتے جاتے ہوں۔ قرآن میں یہ لفظ ان معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (۲/۱۲۵) — اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا۔

علیٰ ہذا القیاس انسان کو اس کے اعمال کا جو بدلہ لوٹتا ہے۔ اسے ثواب کہا جاتا ہے (مف) گو اس کا استعمال خیر و شر دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ تاہم عموماً اچھے اعمال کے اچھے بدلہ کے لیے آتا ہے ارشادِ باری ہے:

فَاٰتٰـهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ (۳/۱۴۸) — تو خدا نے ان کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلہ دے گا۔

اور یہ جو قرآن میں ہے:

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۸۳/۳۶) — تو کافروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل گیا۔

اس آیت میں بطور طنز ثواب کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔

۷۔ عِقَاب، کا لفظ بُرے کام کے بُرے بدلہ کے لیے آتا ہے (تفصیل "انجام" میں دیکھیے) یعنی سزا یا عذاب کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۲/۱۹۶) — اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے

۸۔ کَفَّارَةٌ: کَفَرَ بمعنی چھپانا (تفصیل "انکار کرنا" میں دیکھئے) اور تکفیر بمعنی گناہ کو چھپانا اور کَفَّارَةٌ کے معنی وُہ نیکی جو گناہ کے بدلے میں کی جائے اور اس سلسلہ میں جو صدقہ یا روزہ رکھا جائے وُہ کَفَّارَة کہلاتا ہے۔

۹۔ وَبَال: وَبَل کے بنیادی معنی میں شدّة اور ثقل کا مفہوم پایا جاتا ہے (مف۔ منجد) اور اس کے معنی لاٹھی سے مارتے جانا ہے۔ اور وبال کا لفظ کسی بُرے کام کی سخت سزا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ سزا خواہ دُنیا میں ملے یا آخرت میں لیکن اکثر دنیوی گرفت یا مکافاتِ عمل کی صورت میں ملتا ہے۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) وبال بصورت کفارہ: اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ (۵/۹۵) — یا کفارہ (دے اور وُہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا کا مزہ چکھے۔

(۲) كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۵۹/۱۵) — ان کا حال ان لوگوں کا سا ہے جو ان سے کچھ ہی پیشتر اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ اور (ابھی) ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

۱۰۔ قِصَاص: قصّ کا بنیادی معنی کسی چیز کا تتبع کرنا ہے (م۔ل) اور قصاص کے معنی کسی کے بُرے فعل کا بدلہ دینا ہے (منجد) اور قصاص بالعموم انسانی خون اور اس کے اعضاء وجوارح سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی مثال اسی عنوان میں ب کے تحت گزر چکی، تاہم یہ ضروری نہیں۔ ارشاد باری ہے:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (۲/۱۹۴) — ادب کا مہینہ ادب کے مہینے کا مقابل ہے اور ادب کی چیزیں ایک دوسرے کا بدلہ ہیں۔

۱۱۔ فِدْيَةٌ: فداء کے معنی کسی کی طرف سے کچھ مال وغیرہ دے کر اسے کسی مصیبت سے بچالینا ہے (مف)

صاحبِ منجد کے نزدیک مال وغیرہ دے کر قید سے چھڑانا ہے۔ اور یہ رقم جو بطور معاوضہ دی جائے فِدْیَۃ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْھُمْ وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُھُمْ۔ (۲/۸۵)

اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔

۱۲۔ دِیَۃٌ (ودی) وَدَی یَدِیْ وَدْیًا وَدِیَۃٌ بمعنی قاتل یا اس کے لواحقین کا مقتول کے لواحقین کو خون بہا ادا کرنا۔ اور اَوْدٰی بمعنی کسی کا ناجائز خون بہانا اور دِیَۃٌ وہ مال ہے جو مقتول کی جان کے عوض قاتل یا اس کے ورثاء کی طرف سے دیا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ وَّدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰٓی اَھْلِہٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا (۴/۹۲)

اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے۔ الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

ماحصل: (۱) بدل: بدلہ کے لیے عام لفظ، کم ہو یا زیادہ، اچھا ہو یا برا۔

(۲) ب: بالکل ویسی ہی چیز سے بدلہ دینا۔

(۳) عَدْل: اصل چیز کے متوازن اور متناسب بدلہ

(۴) اَجْر: طے شدہ بدلہ۔ خدمت کا عوضانہ۔

(۵) جَزَا: وہ بدلہ جو کسی صورت کم نہ ہو۔

(۶) ثَوَاب: اچھے کام کا اچھا بدلہ۔

(۷) عِقَاب: برے کام کا برا بدلہ۔

(۸) وبال: مکافاتِ عمل کی صورت میں شدید گرفت۔

(۹) کَفَّارَۃ: گناہ کے دور کرنے کے لیے عوض یا بدلہ۔

(۱۰) قِصَاص: انسانی خون ناحق اور اعضا و جوارح کا بدلہ۔

(۱۱) فِدْیَۃ: کسی کو مصیبت یا قید سے چھڑانے کا عوضانہ۔

(۱۲) دِیَۃ: قاتل یا اس کے لواحقین کا مقتول کے لواحقین کو خون بہا دینا۔

۳۰۔ بدلہ دینا

کے لیے جَزَا، ثَوَّبَ اور اَثَابَ، عَذَّبَ اور دَانَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱، ۲۔ جَزٰی کا بیان تو "بدلہ" (جزاء) اور اثاب اور ثَوَّبَ کا بھی "بدلہ" میں گزر چکا ہے۔ باقی عَذَّبَ اور دَانَ کی تفصیل یہ ہے:

۳۔ عَذَّبَ: عَذَبَ بمعنی سخت پیاس کی وجہ سے کھانا چھوڑ دینا اور عَذُبَ کے معنی میٹھا اور خوشگوار مشروب یا کھانا اور مَاءٌ عَذْبٌ کے معنی ٹھنڈا اور خوشگوار پانی اور اَعْذَبَ بمعنی میٹھے پانی پر پہنچنا (مف منجد) لیکن یہ لفظ باب تفعیل میں جا کر اپنے بنیادی معنی چھوڑ دیتا ہے اور عَذَّبَ بمعنی سخت تکلیف یا سزا دینا یا عذاب دینا ہے۔ ابو ہلال اس کی تعریف "اَلْاَلَمُ الْمُسْتَقِرُّ" (یعنی ثابت و برقرار رہنے والا دکھ) سے کرتے ہیں (فق ل ۱۹۸) ارشادِ باری ہے:

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ

اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں، عذاب نہیں

رَسُوْلًا (۱۷/۱۵) دیا کرتے۔

۴۔ دَانَ : الدِّین کا لفظ بڑے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے مختصراً اس کے چار معانی ہیں۔(۱) مکمل حاکمیت (۲) مکمل عبودیت اور بندگی۔ قرآن میں ہے:

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (۳۹/۳) تو اس میں یہ دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں (۳) قانون جزا و سزا بھی اور (۴) اور اس قانون کے اچھے اور بُرے اعمال کی جزا اور سزا دینا بھی۔ مٰلِکِ یومِ الدین (۱/۴) میں یہ چوتھا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَوْلَآ اِنْ کُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ پھر اگر تم بدلہ دیے جانے سے آزاد ہو تو رُوح کو
تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ جب نکل رہی ہوتی ہے) لوٹا کیوں نہیں لیتے۔ اگر تم
(۵۶/۸۶، ۸۷) سچے ہو۔

ماحصل: (۱) جَزَا: پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔

(۲) اثاب اور ثوب: عموماً اچھے کام کے اچھے بدلہ کے لیے۔

(۳) عَذَّبَ: سخت سزا کے لیے۔

(۴) دان: جزا و سزا میں حاکم و محکوم کے پہلو کو اُجاگر کرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۱ــــ بدلہ لینا

کے لیے عَاقَبَ، اِنْتَقَمَ اور اِنْتَصَرَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ عاقب: عقب کے معنی ایڑی اور پیچھے اور عقب کے معنی پیچھے لگنا اور عاقب کے معنی کسی کے پیچھے لگ کر اس کا مواخذہ کرنا اور سزا دینا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا اور اگر بدلہ لو تو اسی قدر بدلہ لو جس قدر تم کو تکلیف
عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (۱۶/۱۲۶) پہنچائی جائے۔

۲۔ اِنْتَقَمَ: نقم کے معنی کسی چیز کو بُرا سمجھنا اور اس میں عیب دھرنا ہے (مف۔م ل) قرآن میں ہے:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وُہ خدا پر ایمان
بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (۸۵/۸) لائے ہوتے تھے۔

اور انتقام کے معنی کسی کو اس کے ناپسندیدہ کام پر غضبناک ہو کر سزا دینا یا بدلہ لینا ہے۔ اور ابو ہلال عسکری کے نزدیک انتقام کی ضد انعام اور انتقام کا معنی انعام کا سلب کر لینا ہے (فق ل ۱۹۹) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون جس کو اس کے پروردگار کی
ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ آیتوں سے نصیحت کی جاتی تو وُہ ان سے منہ پھیرے

مُنْتَقِمُوْنَ (۳۲/۲۲) — ہم گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔

۳۔ اِنْتَصَرَ: نَصَرَ کے معنی ظلم اور زیادتی دور کرنے کے لیے کسی کی مدد کرنا (محیط) اور اِنْتَصَرَ کے معنی کسی ظلم و زیادتی اور دفع مضرت کے لیے بدلہ لینا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (۴۲/۳۹) — اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم (تعدی) ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت نوحؑ اپنے پروردگار سے فریاد کرتے ہیں:

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۵۴/۱۰) — تو اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔

ماحصل: (۱) عاقب: کسی کے پیچھے لگ کر اس کے کیے کا بدلہ لینا۔

(۲) انتقام: کسی کو اس کے بُرے اعمال پر غضبناک ہو کر سزا دینا یا بدلہ لینا یا نعمت کا چھین لینا۔

(۳) انتصار: کسی ظلم و زیادتی کا بدلہ لینا۔ خواہ مظلوم خود لے یا اس کی مدد کرتے ہوئے کوئی دوسرا بدلہ لے۔

۳۲۔۔۔ بدمست ہونا

کے لیے نَزَفَ، غَالَ (غول) اور سَکَرَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ نَزَفَ: بمعنی کسی چیز کا بتدریج ختم ہو جانا ہے۔ نَزَفَ الْمَاءَ الْبِئْرَ بمعنی بتدریج کنویں سے سارا پانی کھینچ لینا اور نُزِفَ الْمَآءُ بمعنی بتدریج پانی کا ختم ہو جانا۔ اسی طرح نُزِفَ دَمْعُهٗ بمعنی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر ختم ہو گئے یا خشک ہو گئے۔ اور نُزِفَ الرَّجُلُ کسی شخص کی عقل کا بتدریج ختم ہو جانا، بے عقل ہونا یا بدمست ہونا ہے۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہو۔ (مف منجد) ارشاد باری ہے:

لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ (۵۶/۱۹) — اس سے نہ تو ان کے سر میں درد ہو گا اور نہ بکواس کریں (عثمانیؒ)

۲۔ غَالَ (غول) الغول بمعنی گوناگوں شکلیں اختیار کرنے والا جنّ اور جادوگر۔ چھلاوہ، چڑیل (مف منجد) اور الغول بمعنی مدہوشی۔ سردرد۔ (منجد) اور غَالَ بمعنی کسی کو یوں ہلاک کر دینا کہ اس کا پتہ بھی نہ چل سکے (مف) گویا غول سے ایسی مدہوشی اور بدمستی مراد ہے جس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔ ارشاد باری ہے:

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (۳۷/۴۷) — نہ اس سے عقلیں ضائع ہوں اور نہ بکواس کریں (عثمانیؒ)

۳۔ سَکَرَ: سُکر کا استعمال عموماً شراب کی وجہ سے مستی اور عقل ضائع ہو جانے پر ہوتا ہے اور سَکَرٌ بمعنی ہر نشہ آور چیز ہے۔ یعنی جب کسی بھی چیز کی مستی، خواہ غلبۂ عشق ہو یا موت کی سختی کی وجہ سے عقل زائل ہو جائے تو سکرؔ کا استعمال ہو گا۔ سکرات الموت مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (۴/۴۳) — اے ایمان والو! جب تک تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔

ماحصل: (۱) نزف: بتدریج عقلی کا زائل ہونا، وجہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن معلوم ہو۔

(۲) غـول: ایسی بدمستی جس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔

(۳) سُکر: ایسی فوری بدمستی جس کی وجہ شراب ہو۔ تاہم یہ لفظ غلبہ عشق یا دہشت کے موقعہ پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

برانگیختہ کرنا ——— دیکھیے "ابھارنا"

۴۳ ——— بُرا ——— بُرائی

اور بُرا کے لیے بِئْسَ، شَرّ اور سَاءَ اور اس کے مشتقات اور قَبِیْح کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- بِئْسَ: بمعنی بُرا، کلمہ ذم، فعل ماضی جامد ہے۔ کسی ناگوار کام یا بُری بات کی مذمت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (منجد) اور اس کی ضد نِعْمَ ہے۔ یعنی اچھا، واہ واہ، کیا خوب، جو ہر قسم کی مدح کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (۲/۲۰۶) — سو ایسے کو جہنم سزاوار ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

۲- شَرّ: ہر وہ چیز جس سے ہر کوئی کراہت کرے یا اس سے نقصان پہنچے اور اس کی ضد خَیر ہے یعنی سب کے لیے مرغوب اور پسندیدہ ہو (مف) اور شر کا لفظ بُرا، بُرائی اور تکلیف سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور شرارہ آگ کی چنگاری کو کہتے ہیں جس کی جمع شرر ہے۔

اور شرارت ہر وہ در پردہ فعل ہے جس سے کسی کو نقصان پہنچایا جا سکے۔ اور بُرے آدمی کو شریر کہتے ہیں اور اس کی جمع اشرار آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲/۲۱۶) — اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ (۳۸/۶۲) — اور (اہل دوزخ) کہیں گے کیا سبب ہے کہ ہم (یہاں) ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جنھیں ہم بُروں میں شمار کرتے تھے

۳- سَاءَ: بمعنی قبیح ہونا (منجد) بدصورت یا ناگوار ہونا، جو ظاہری بدصورتی اور معنوی خرابی دونوں کے لیے آتا ہے۔ اور اس کی ضد حَسُنَ ہے۔ اسی طرح سیّئات (بُرے کام) کی ضد حسنات آتی ہے۔ سَاءَ سے صرف ماضی اور مضارع کے صیغے آتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) معنوی برائی کے لیے:

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى — اور وہ (اپنے اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے

ظُهُوْرِهِمْ اَلَاسَآءَ مَا يَزِرُوْنَ۔ (۶/۳۱) — ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ بہت بُرا ہے۔

۲۔ ظاہری بدصورتی کے لیے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۶۷/۲۷) — سو جب وُہ دیکھ لیں گے کہ وُہ (وعدہ) قریب آ گیا تو کافروں کے منہ بُرے ہو جائیں گے۔

اور سَاءَ سے فعل متعدی اَسَاءَ کے معنی خراب کرنا اور بگاڑنا، بُرا بنا دینا کے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْءٗا وُجُوْهَكُمْ (۱۷/۷) — پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے) تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں۔

اور سَوْء (مص) بمعنی بُرا ہُری۔ بُرائی جو کسی چیز کے اندر ہو۔ اِمْرَأَ سَوْءٍ بمعنی بدکار آدمی۔ اور سُوْءٌ (صفت) بمعنی عیب بُرا کام اور بُرائی کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور مُسِيْءٌ بمعنی بُرے کام کرنیوالا بدکار۔ بدکردار۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْءُ (۴۰/۵۸) — اور نہ وُہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اور بدکار (برابر ہو سکتے ہیں)۔

۴۔ قَبَحَ: بمعنی قول یا فعل یا شکل کا بُرا ہونا اور قبیح بمعنی بُرا۔ بدنما (منجد) یہ لفظ عموماً ظاہری حالت کی بُرائی کے لیے آتا ہے اور قَبِيْح بمعنی بدحال (مف) بمعنی بدصورت یا بدنما ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ۔ (۲۸/۴۲) — اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وُہ بدحالوں میں سے ہونگے۔

ماحصل: (۱) بِئْسَ: کلمہ ذم ہے اور اس کی ضد نِعْمَ ہے۔

(۲) شَرٌّ: ہر وُہ چیز جس سے انسان کراہت کرے۔

(۳) سَاءَ: ظاہری اور معنوی بدصورتی کے لیے آتا ہے اور اس کی ضد حَسُنَ ہے۔

(۴) قَبَحَ: بدحالی یا بدصورت ہونا۔ قول، فعل اور شکل کی بُرائی کے لیے آتا ہے۔ عموماً ظاہری طور پر استعمال ہوتا ہے۔

۳۴۔ بُرا بھلا کہنا

کے لیے ذَمَّ، عَتَبَ، لَامَ (لوم) سَبَّ اور ثَرَّبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذَمَّ (ضد مَدَحَ) بمعنی بُرائی کرنا۔ عیب گیری کرنا۔ اَذَمَّ بمعنی حقیر جاننا اور تَذَمَّمَ بمعنی کسی سے خود بچنا اور اسے اپنے لیے ننگ و عار سمجھنا (منجد) اور ذمام بمعنی عزت اور ذَمَّمَهُ یعنی اس نے اس کی خوب بے عزتی کی۔ (م۔ق) گویا ذَمَّ کا لفظ ایسے کام پر عیب گیری یا بےعزتی

کرنے کے لیے آتا ہے جس کا کرنا کرنے والے کے لیے باعث ننگ و عار ہو۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا۔ (۱۷/۱۸) — پھر اس کے لیے ہم نے جہنم ٹھکانا مقرر کر رکھا ہے۔ جس میں وہ نفرین سن کر اور راندہ خدا ہو کر داخل ہو گا۔

۲۔ عَتَبَ: بمعنی سرزنش کرنا، خفگی کرنا۔ (یہ لفظ لغت اضداد سے ہے۔) عاتب کے معنی ملامت کرنا اور غصہ کرنا بھی ہے اور ناز سے خطاب کرنا بھی۔ اور اَعْتَبَ کے معنی سبب ناراضگی کو دور کرنا اور اِسْتَعْتَبَ کسی کو راضی کر لینا اور روٹھے ہوئے کو منا لینا (منجد) گویا عتاب ایسی میٹھی میٹھی سرزنش اور ملامت کو کہتے ہیں جس کا مقصد بالآخر رضامند ہونا اور من جانا ہو۔ اور عتاب کا استعمال دوستی اور ہمدردی کے تعلقات ضائع کرنے پر ہوتا ہے (فق ل ۳۹) ارشاد باری ہے۔

وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ (۴۱/۲۴) — اگر وہ منانا چاہیں تو ان سے رضامندی نہ ہو گی۔

۳۔ لَامَ: بمعنی کسی کام کو برا سمجھ کر اس کے کرنے والے کو برا بھلا کہنا (مف) خواہ یہ فعل بذات خود برا نہ ہو اور بمعنی انسان کے کسی فعل کے نتیجہ پر اسے تنبیہ کرنا (فق ل ۳۹) ارشاد باری ہے:

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (۵/۵۴) — اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

۴۔ سَبَّ: بمعنی مغلظات بکنا اور فحش گالیاں دینا (مف) اور سَبَّبَ بمعنی بہت زیادہ گالی دینا۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۶/۱۰۹) — جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے یا پرستش کرتے ہیں انہیں گالی نہ دو۔ ورنہ وہ از راہ نادانی ضد میں آ کر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔

۵۔ ثَرَّبَ: کسی کے برے فعل پر اسے سرزنش اور زجر و توبیخ یا ڈانٹ ڈپٹ کرنا (مف) قرآن میں ہے:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (۱۲/۹۲) — (حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا) آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ بھی تمہیں معاف کرے۔

ماحصل: (۱) ذَمَّ: عیب گیری کر کے کسی کی بے عزتی کرنا۔

(۲) عَتَبَ: ناراضگی دور کرنے کے لیے میٹھے انداز میں خفگی کا اظہار کرنا۔

(۳) لَامَ: کسی کو اس کے کسی فعل پر برا بھلا کہنا۔ اس کے کام کے نتیجہ پر تنبیہ کرنا۔

(۴) سَبَّبَ: فحش مغلظات بکنا۔

(۵) ثَرَّبَ: ملامت کے علاوہ ڈانٹ ڈپٹ بھی کرنا۔

۳۵۔۔۔ بُرا لگنا

کے لیے نُکر اور نقمہ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نکر میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں۔(۱) اجنبیت (۲) ناگواری۔ اور اَنکَرَ کے معنی انکار کرنا بھی ہے اور اچنبھا سمجھنا بھی اور مُنکر کے معنی ہر وُہ بات جو عام معاشرہ کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہو یا جسے شریعت نے ناپسندیدہ قرار دیا ہو۔ اور نُکُر بمعنی ایسی بُری بات جو ہر ایک کو ناگوار ہو اور بُری لگے۔ قرآن میں ہے ؛

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُكُرٍ (۵۴/۶)	تو تم ان (کافروں سے) منہ پھیر لو اس دن تک جب بلانے والا ایک ناپسندیدہ بات کی طرف بلائے گا۔

۲۔ نَقَمَ اور نَقِمَ بمعنی کسی چیز کو بُرا سمجھنا (مف) اور بمعنی مکروہ جاننا۔ عیب لگانا، ملامت کرنا، سزا دینا (منجد) گویا نِقمَۃ ایسی ناگوار بات کو کہتے ہیں کہ کسی کو بُری لگے، کسی کو نہ لگے۔ خواہ یہ بات فی الواقعہ ناگوار ہو یا نہ ہو۔ پھر وُہ اس کے انتقام پر بھی اتر آتے اور نقمۃ بمعنی سزا، عذاب یا بدلہ بھی ہے۔ قرآن میں ہے ؛

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (۸۵/۸)	اور ان کافروں کو مومنوں کی صرف یہ بات بُری لگتی تھی کہ وُہ خدائے غالب و قابلِ ستائش پر ایمان لائے تھے!

ماحصل ؛ (۱) نُکُر ، ہر وُہ بات جو عام لوگوں کی نظروں میں ناگوار ہو اور اچنبھا بھی ہو۔
(۲) نقم ؛ جو کسی خاص شخص کو بُری لگے اور وُہ اسے برداشت نہ کر سکے۔ اگرچہ فی الواقعہ بات بُری نہ ہو۔

۳۶۔۔۔ برابر۔ برابر ہونا۔ کرنا

کے لیے عَدْل، سَوَاء، سَوّٰی اور استوٰی کے الفاظ آئے ہیں ؛

۱۔ عَدْل ، ایسی چیزوں میں برابری کو کہتے ہیں جن کا تعلق ماپ تول یا وزن سے ہو یا جن کا ادراک حواس ظاہری سے ہو سکے (مف) انہی حواس ظاہرہ کی بنا پر ہی عدل کو انصاف بھی کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ (۵/۹۵)	یا اُس کے برابر روزے رکھے تاکہ وُہ اپنے کرتوت کا مزہ چکھے۔

۲۔ سَوَاء اور استوٰی ؛ حالت اور مقدار کی برابری کے لیے آتا ہے (مف۔ فق ل ۱۲۸) ارشادِ باری ہے :

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (۲/۶)	جو لوگ کافر ہیں انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لیے برابر ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ (۱۳/۱۶)
کیا بینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتی ہے۔

اور اِسْتَوٰی عَلٰی کا معنی کسی سواری پر جم کر بیٹھنا ہے۔

اور مقدار یا حالت کو برابر کرنے کے لیے سَوّٰی کا لفظ آتا ہے۔ درج ذیل آیت میں یہ دونوں الفاظ اکٹھے آ گئے ہیں۔

اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ۔ (۸۲/۷)
وُہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر (تیری حالت کو) درست کیا پھر تجھے برابر (متناسب و متوازن) کیا۔

اور سَوّٰی کا لفظ بھی وسیع المفہوم ہے۔ جس میں پورا کرنا۔ برابر کرنا۔ درست اور ٹھیک ٹھاک کرنا۔ سب کچھ آ جاتا ہے۔

ماحصل: عدل کا تعلق ان چیزوں سے ہے جن میں حواس ظاہرہ سے برابری پیدا کی جا سکے اور سواء حالت اور مقدار میں برابری اور مساوات کو کہتے ہیں۔

۲۷۔ برباد ہونا۔ کرنا (ضائع ہونا۔ کرنا)

کے لیے ضَلَّ اور اَضَلَّ، حَبِطَ اور اَحْبَطَ، بَطَلَ اور اَبْطَلَ اور اَضَاعَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ ضَلَّ کے معنی کسی چیز کا ضائع ہو کر دوسرے کے حق میں چلا جانا ہے (م۔ل) یعنی اپنے وجود کو ختم کر کے یا ملیا میٹ کر کے کسی دوسرے وجود میں مدغم ہو جانا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (۳۲/۱۰)
اور کافر کہنے لگے کہ جب ہم زمین میں رَل مل جائیں گے تو کیا از سرِ نو پیدا ہوں گے؟

پھر بعض دفعہ یہ لفظ صرف کسی چیز کے وجود کے ختم ہو جانے یا ضائع و برباد ہونے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ (۷/۳۷)
وہ کافر کہیں گے (معلوم نہیں) کہ وُہ ہمارے شریک ہم سے کہاں غائب ہو گئے۔ اور اقرار کریں گے کہ بیشک وُہ کافر تھے۔

اور ضَلَّ کا لفظ اگرچہ عام ہے جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے۔ تاہم اس کا اطلاق عموماً راستہ کھو دینے پر ہوتا ہے اور ضَلَّ بمعنی راہ گم کر دینا اور صحیح راہ کا پتہ نہ چل سکنا۔ اور اس کی تلاش میں پھرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی (۹۳/۷)
اور اللہ نے تجھے بھٹکتا پایا تو راہ سجھائی (عثمانی)

اور اَضَلَّ کا معنی عموماً کسی دوسرے کو راستہ سے بہکا دینا، بھٹکا دینا۔ اور بہکا کر غلط راستے پر ڈال دینا ہے۔ تاہم یہ لفظ اکارت کرنے یا ضائع کرنے کے معنوں میں بھی

آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعْمَالَہُمْ (۴۷/۱)	جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) خدا کی راہ سے روکا خدا نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔

۲۔ حَبِطَ: بمعنی اکارت جانا، برباد ہونا، عمل بیکار ہونا، خراب ہونا اور حَبِطَ دم القتیل بمعنی مقتول کا خون رائیگاں جانا (منجد) یعنی کسی عمل کا بعض دوسرے اسباب کی وجہ سے نتیجہ خیز ثابت نہ ہونا۔ اچھے اعمال کا بُرے اعمال کی وجہ سے ضائع ہونا اور اگر بُرے اعمال اچھے اعمال کی وجہ سے ختم ہوجائیں تو اسس کا نام تکفیر ہے۔ (فق ل ۱۹۶) ارشادِ باری ہے؛

وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْہُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۶/۸۸)	اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے سب ضائع ہو جاتے۔

اور اَحْبَطَ بمعنی اکارت بنا دینا یا برباد اور ضائع کر دینا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ کَرِہُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَہُمْ۔ (۴۷/۹)	یہ اس لیے کہ اللہ نے جو کچھ نازل فرمایا، انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔

۳۔ بطل: باطل کی ضد حق ہے۔ تحقیق کے بعد جس چیز میں ثبات اور پائیداری نظر نہ آئے وہ باطل ہے (مف) یعنی ناحق اور بے اصل کام کو بَاطِل کہتے ہیں۔ اور بَطَلَ بمعنی کسی چیز کا بے نتیجہ اور بے اثر ہونے کی وجہ سے ضائع ہونا ہے۔ جیسے بدپرہیزی علاج کے فائدہ کو بے اثر کر دیتی ہے یا علاج بیماری کے اثرات کو دور کر کے ختم کر دیتا ہے، ارشاد باری ہے:

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۷/۱۱۸)	پھر حق ثابت ہو گیا تو جو کچھ فرعونی کرتے تھے وہ باطل ہو گیا۔

اور اَبْطَلَ بمعنی کسی کام کو بے اثر اور بے نتیجہ بنا دینا جس کی وجہ کوئی دوسرا اس کے مخالف عمل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (۲/۲۶۴)	اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع نہ کرو۔

۴۔ اَضَاعَ: بمعنی تلف کرنا۔ ہلاک کرنا۔ برباد کرنا۔ خواہ یہ کسی بھی وجہ سے ہو، عام ہے۔

ارشادِ باری ہے؛

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِہِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّہَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔ (۱۹/۵۹)	پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب ان کو گمراہی کی سزا ملے گی۔

ماحصل (۱) ضَلَّ: کسی چیز کا ضائع ہو کر دوسرے کے حق میں چلے جانا اور اپنا وجود کھو دینا۔

(۲) حَبِطَ: بعض دوسرے اسباب کی وجہ سے کوئی عمل بے اثر اور بے نتیجہ ثابت ہونا۔

۳۔ بَطَلَ: کسی عمل کے مخالف کوئی ایسا عمل جو پہلے عمل کو بے کار کر دے۔
۴۔ اَضَاعَ: عام ہے۔ کسی بھی وجہ سے کوئی چیز برباد کر دینا۔

۳۸۔ برداشت کرنا

کے لیے حلم، صبر اور کظم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَلُمَ: بمعنی بُردبار ہونا۔ حوصلہ والا ہونا۔ یہ ایک مستقل صفت ہے جو ہر وقت حلیم انسان کے اندر موجود رہتی ہے۔ یعنی جب وہ کوئی ناگوار بات سنے یا اسے کوئی صدمہ پیش آئے یا کوئی بے عزتی کرے یا کوئی بڑی خوش کن بات سنے تو اس کی طبیعت میں اتار چڑھاؤ پیدا نہ ہو یا اگر ہو تو معمولی قسم کا ہو اور علیٰ حالہ برقرار رہے۔ اور یہ بڑی محمود صفت ہے اور ابوہلال اس کا معنی اِمْهَالُ بِتَاخِيْرِ الْعِقَابِ الْمُسْتَحَقِّ (فق ل ۱۶۵) یعنی کسی مستحق سزا کو سزا میں تاخیر کر کے مہلت دینا ہے (فق۔ل) ارشاد باری ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (۳۷/۱۰۱) ہم نے ابراہیمؑ کو ایک صاحب حوصلہ لڑکے کی خوشخبری دی۔

۲۔ صَبَرَ: اَلصَّبْرُ کے لغوی معنی ہیں کسی کو تنگی کی حالت میں روکنا (مف) اور رسول اللہ صلعم نے الصبر کی یوں تعریف فرمائی کہ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی (بخاری) یعنی کسی صدمہ، مصیبت یا ناگوار حادثہ کے پڑنے پر فوراً اپنے نفس کو جزع فزع اور بیقراری سے روکنا اور اسے برداشت کر جانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ (۲/۱۷۷) اور وہ لوگ جو سختی، دکھ اور جنگ کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔

۳۔ کَظَمَ: کَظْم سانس کی نالی کو کہتے ہیں اور کَظَمَ السِّقَاءَ بمعنی مشک کو پانی سے لبالب بھر کر اس کا منہ بند کر دینا (مف) اور کَظِيْم اور مکظوم اس شخص کو کہتے ہیں جو غم یا غصہ سے سانس کی نالی تک بھرا ہوا ہو۔ مگر اس کا اظہار نہ کرے اور اسے دبا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (۱۲/۸۵) اور یعقوبؑ کی دونوں آنکھیں غم کی وجہ سے سفید ہو گئیں اور وہ غم سے (لبالب) بھرے ہوئے تھے۔

دوسرے مقام پر حضرت یونسؑ کے متعلق فرمایا:

اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ (۶۸/۴۸) جب انہوں نے پکارا اور وہ غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے۔

تیسرے مقام پر مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ (۳/۱۳۴) اور وہ غصہ کو دبا جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

ماحصل: (۱) حِلم: غم وغصہ کے موقعہ پر طبیعت کا اعتدال پر رہنا۔ اور کسی مستحق سزا کو سزا دینے میں تاخیر کرنا اور اور مہلت دینا۔

(۲) صَبر: ہر قسم کی سختی اور مصیبت کے وقت بے قراری سے پرہیز اور اسے برداشت کر جانا۔

(۳) کظم: غم اور غصہ خواہ کتنا ہی زیادہ ہو کو دبائے رکھنا اور اس کا اظہار نہ ہونے دینا۔

۳۹۔۔۔ بڑا (بزرگ)

کے لیے کبیر اور اکبر اور عظیم اور اعظم، ذوالجلال اور مجید کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ کَبِیر اور اَکبَر، اَکبَر میں بنیادی طور پر محض بڑائی کے معنے پائے جاتے ہیں۔ کبیر کی ضد صغیر اور اکبر کی اصغر ہے۔ اور یہ اسمائے اضافیہ سے ہے۔ یعنی ہر چیز اپنے سے چھوٹی کے مقابلہ میں کبیر ہے اور وہی چیز اپنے سے بڑی کے مقابلہ میں صغیر ہے (مف) اور کبیر کا لفظ بنیادی طور پر اجسام کیلیے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ چیز عمر میں بڑی ہو یا جسامت میں یا کسی دوسری صفت ظاہری میں۔ مثلاً:

(۱) عمر میں بڑائی کے لیے:

قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوٓا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ (۱۲/۸۰)

ان (یوسفؑ کے بھائیوں) میں سے سب سے بڑے نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے خدا کا عہد لیا ہے۔

(۲) جسامت میں بڑائی کے لیے:

فَجَعَلَهُمْ جُذَٰذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ (۲۱/۵۸)

پھر حضرت ابراہیمؑ نے ان (بتوں) کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ مگر بڑے بُت کو (نہ توڑا)۔

لیکن بعد میں لفظ کبیر اور اکبر کا استعمال معنوی طور پر بھی ہونے لگا۔۔۔ مثلاً:

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا۔ (۲/۲۱۹)

اے پیغمبر! لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کیلیے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔

کبیر کی جمع کُبَراء آتی ہے اور اکبر اسم تفضیل ہے بمعنی بہت بڑا یا سب سے بڑا۔ دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع اکابر آتی ہے۔

۲۔ عَظِیم ضد حقیر اور اعظم: عظم کے بنیادی معنی میں بڑائی کے علاوہ قوت اور شدت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اور یہ معنوی صفات کہیں سب اکٹھی اور کہیں فرداً فرداً پائی جاتی ہیں۔ اور ہڈی کو بھی اس کی قوت اور شدت کی وجہ سے عَظم کہتے ہیں۔ (م ل) عَظم اور عَظِیم دونوں کی

جمع عِظَام آتی ہے۔ عَظِیم کا لفظ بھی اجسام و اعیان دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (مف) اور اعظم اسم تفضیل ہے بمعنی بہت بڑا یا بزرگ یا سب سے بڑا اور بزرگ۔ اب مثالیں دیکھیے:

(۱) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲/۷) اور ان کافروں کے لیے بڑا عذاب ہے۔

(۲) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (۵۶/۹۶) تو آپ اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرتے رہتے۔

ایک قوم میں کبیر اور اکبر بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں لیکن عظیم ایک ہی ہوتا ہے۔ (فق ل ۱۵۰)

۳۔ ذوالجلال، جلال قدر و منزلت میں بڑائی کو کہتے ہیں۔ ذوالجلال بمعنی عظیم المرتبت اور جلیل کے معنی بڑی بڑی عظیم الشان اشیاء کو پیدا کرنے والا ہے (مف) اور بمعنی اپنے عظیم الشان کاموں کی وجہ سے مستحق تعریف ذات (فق ل ۱۵۰) ارشادِ باری ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۵۵/۷۸) بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کے، جو بڑائی والا اور عظمت والا ہے۔ (عثمانیؒ)

۴۔ مجید، مجد کے معنی شان و شوکت میں بڑا اور وسیع الشان ہونے کے ہیں (مف)۔ اور ابن الفارس کے نزدیک، وہ جو کرم و عزت و شرافت میں انتہائی حد کو پہنچا ہوا ہو (م ل) اور بمعنی لوگوں کی نظروں میں بڑا ہو (م ق)۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (۸۵/۱۵) اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک بڑی شان والا۔

ماحصل: (۱) کَبِیر، بڑائی کے لیے عام لفظ ہے۔ عموماً اجسام اور ظاہری صفات میں بڑائی کے لیے آتا ہے۔

(۲) عَظِیم: جس میں بڑائی کے علاوہ قوت اور شدت پائی جائے۔ جس طرح حقیر اصغر سے کم تر ہے اسی طرح عظیم اکبر سے اوپر ہے۔

(۳) ذُوالْجَلَال: قدر و منزلت میں بزرگ۔ اور عظیم الشان کاموں کی وجہ سے حمد کا مستحق۔

(۴) مَجِیْد: شان و شوکت میں بزرگ رعب و داب میں بڑا۔

۳۹ — بڑائی (بزرگی)

کے لیے کِبْر، جَلَال اور مَجْد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کِبَر: عموماً عمر میں بڑائی کے لیے آتا ہے۔ بمعنی بڑھاپا۔ جیسے فرمایا:

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ (۲/۲۶۶) اور اسے بڑھاپا آ پہنچے اور اس کے ننھے ننھے بچے ہوں۔

نیز کِبر بمعنی اظہار عظیم الشان (فق ل ۲۰۴) اپنی شان کی بڑائی کا اظہار تکبّر ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے لیے سزاوار ہے۔ باقی سب کے لیے مذموم ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنْ فِي صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ (۴۰/۵۶) ان کے دلوں میں بڑائی اور تکبر کے سوا کچھ نہیں۔

۲۔ جلال : قدر و منزلت میں بڑائی۔ عظمت کی آخری حد جس کے بعد اور کوئی مرتبہ نہ ہو۔ اور ذُوالجلال کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے۔ جبکہ جلیل دوسری اشیاء بھی ہو سکتی ہیں۔ اور جلیل ہر وُہ چیز ہے جو ہر بات میں بڑی ہو اور مضبوط ہو۔ عظیم الشان (مف) ارشادِ باری ہے؛

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۵۵/۷۸) — تمہارے پروردگار کا نام بڑا بابرکت ہے جو صاحب جلال و عظمت ہے۔

۳۔ جَدّ : بمعنی فیضِ الٰہی اور بمعنی بخت و نصیب جُدِدْتُ بمعنی مَیں خوش قسمت اور صاحبِ نصیب ہو گیا۔ اور جَدَّ بمعنی دنیاوی مال و جاہ سے کسی کو نوازنا نیز جَدّ بمعنی آبائی نسب (مف) جَدّ بمعنی دادا نانا (ج اجداد) اور بمعنی خوش قسمتی۔ بزرگی۔ عظمت دولت۔ رزق اور فُلَانٌ ذُوجَدٍّ بمعنی وُہ شخص بڑا صاحب نصیب ہے (منجد) ارشادِ باری ہے؛

وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا (۷۲/۳) — اور ہمارے پروردگار کی شان بہت بڑی ہے جس کے نہ بیوی ہے اور نہ اولاد۔

ماحصل؛ (۱) کبیر : عمر میں بڑائی کے لیے یا اپنی شان کے اظہار کے لیے۔ (۲) جَلال : قدر و منزلت میں بڑائی کی آخری حد۔ (۳) جَدّ : فیضانِ الٰہی کہ وہ دوسروں کو بھی بزرگی عطا کرتا ہے۔

۴۰۔ بڑھنا اور بڑھانا

کے لیے زَادَ اور اِزْدَادَ، کَثُرَ اور کَثَّرَ۔ ضَاعَفَ، عَفَا۔ تَطَوَّعَ۔ نَفَلَ۔ اَرْبٰی کے الفاظ آئے ہیں؛

۱۔ زَادَ اور اِزْدَادَ : (ضد نقص) بمعنی بڑھنا اور بڑھانا۔ دونوں افعال لازم و متعدی دونوں طرح آتے ہیں (مف۔ منجد) یہ بڑھنے اور بڑھانے کے لیے عام لفظ ہے جو عموماً مقدار اور صفات میں اضافہ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور الزیادۃ بمعنی وُہ اضافہ ہے جو کسی چیز کے پورا ہونے کے بعد بڑھایا جائے (مف) اب ان کی مثالیں دیکھیے؛

(۱) وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ (۲/۲۴۷) — اور اللہ نے اس (طالوت) کو علم اور جسم میں زیادہ کشائش بخشی تھی۔

(۲) وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ۔ (۱۳/۸) — اور اللہ جانتا ہے) پیٹ جو سکڑتے اور بڑھتے ہیں۔

۲۔ کَثُرَ اور کَثَّرَ۔ کَثُرَ (ضد قلّ) تعداد اور مقدار میں زیادہ ہونا۔ مثلاً تعداد کے لیے؛

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (۲/۱۰۹) — اہل کتاب میں سے اکثر یہ چاہتے ہیں۔

مقدار کے لیے مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ — اس (ترکہ) سے، خواہ یہ تھوڑا ہو یا زیادہ، حصے

نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (۴/۷) مقرر شدہ ہیں۔

اور کَثُرَ عموماً تعداد میں اضافہ کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ (۷/۸۶) اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اللہ نے تمہیں بڑھا دیا۔

اور اَكْثَرَ عموماً مقدار میں اضافہ کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ (۸۹/۱۲) تو انہوں نے اس (زمین) میں زیادہ فساد برپا کر دیا۔

۳۔ ضَاعَفَ: ضعف بمعنی دوگنا (ضد نصف) ضعف الشئ بمعنی کسی چیز کی مثل اتنا ہی اور (مف) خواہ یہ اضافہ مقدار میں ہو یا تعداد میں۔ اور ضَعَّفَ بمعنی دُگنا کرنا اور ضَاعَفَ میں اور زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھا دیتا ہے اور اللہ فراخی والا اور جاننے والا ہے۔

۴۔ عَفَا: عفا کا عام معنی معاف کرنا ہے تاہم اس کا لغوی معنی یہ بھی ہے کہ کسی چیز کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ بڑھ جائے۔ عفا الشعر بمعنی بالوں کو چھوڑ دینا تاکہ وہ بڑھ جائیں اور لمبے ہو جائیں۔ ارشادِ نبوی ہے قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى یعنی مونچھوں کو کترو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ اور یہ لفظ لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا (۷/۹۵) پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا حتیٰ کہ وہ (مال و اولاد میں) بڑھ گئے۔

اور عفو بڑھی ہوئی اور ضرورت سے زائد چیز کو بھی کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲/۲۱۹) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (راہ خدا میں) کیا خرچ کریں تو کہہ دو جو ضرورت سے زائد بچ رہے۔

۵۔ تَطَوَّعَ: طوع بمعنی دل کی خوشی سے تابعدار ہونا ہے (مف) اور تَطَوَّعَ کے اصل معنی تو بہ تکلف حکم بجا لانا ہے۔ مگر عرف عام میں وہ نیکی کے کام اور عبادات ہیں جو فرائض کے علاوہ اپنے شوق سے سرانجام دی جائیں۔ مثلاً نفلی نماز و صدقات وغیرہ۔ ارشاد باری ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ (۲/۱۸۴) اور جو شخص روزہ کی طاقت نہ رکھیں تو اس کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔ پھر جو کوئی اپنے شوق سے نیکی میں اضافہ کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

۶۔ نَافِلَةً: نفل بھی واجب پر زیادتی کو کہتے ہیں (مف) اور انفال اموال غنیمت کو۔ نفل اور تطوع میں فرق یہ ہے کہ تطوع میں دل کی خوشی اور شوق بھی ضروری ہوتا ہے جبکہ نوافل کی ادائیگی

میں یہ بات ضروری نہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ (۱۷/۷۹) اور رات کو بیدار ہو کر نمازِ تہجّد ادا کرو۔ یہ تمہارے لیے زیادتی ہے۔

۷۔ اَرْبٰی: رِبَا الْمَال بمعنی مال کا زیادہ ہونا۔ اور رِبٰو بمعنی سود۔ اصل زر پر بلا محنت زائد اضافہ۔ رِبَا الْفَرَس بمعنی گھوڑے کا سانس پھول جانا اور رِبَا الْوَلَد بمعنی بچے کا نشوونما پاکر پڑھنا ہے اور اَرْبٰی بمعنی کسی چیز کی تربیت کرنا یا پال پوس کر بڑھانا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (۲/۲۷۶) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

ماحصل؛

(۱) زاد: کسی چیز کے پُورا ہونے کے بعد مقدار اور صفات میں اضافہ کے لیے۔

(۲) کثر: تعداد اور مقدار میں اضافہ کے لیے۔

(۳) ضاعف: دگنا یا اس سے بھی زیادہ کرنے کے لیے۔

(۴) عفا: کسی چیز کو چھوڑ دینا کہ وُہ بڑھ جائے۔

(۵) تطوع: فرائض پر اپنے شوق سے زیادتی۔

(۶) نفل: واجبات پر زیادتی۔

(۷) اَرْبٰی: پال پوس کر بڑھانے کے لیے۔

۴۲۔ بستی ۔ بستی والے

کے لیے قَرْیَة، بَدْو اور اَعْرَاب کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں؛

۱۔ قَرْیَة: ہر وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہو کر آباد ہو جائیں قَرْیَة ہے خواہ یہ چھوٹی سی بستی ہو، گاؤں ہو، قصبہ ہو یا شہر (ج قریٰ) اور اُمُّ الْقُرٰی بمعنی مرکزی بستی یا شہر۔ شہر مکہ کو بھی اُمُّ الْقُرٰی کہا گیا ہے اور قریہ سے مراد بستی بھی ہے اور بستی والے بھی یا باشندگان بھی (مف) قرآن میں ہے؛

وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا (۱۲/۸۲) اور جس بستی میں ہم ٹھہرے تھے اس (کے رہنے والوں) سے پوچھ لیجئے۔

۲۔ بَدْو: بمعنی گاؤں۔ دیہات یا دور افتادہ جگہ۔ بَدَا بمعنی ظاہر ہونا اور بَدْو سے ایسی جگہ مراد ہے جہاں بلند عمارتیں نہ ہونے کی وجہ سے سب کچھ نمایاں طور پر نظر آتا ہو (مف) اسی سے بادیة بمعنی صحرا، بادی بمعنی صحرانشین اور بَدَوِیّ بمعنی دیہاتی کے الفاظ مشتق ہیں۔ قرآن میں ہے؛

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ (۱۲/۱۰۰) اور اس (اللہ) نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے جیل سے نکالا اور آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔

۳۔ اَعراب: عَرَبِیّ بمعنی ملک عرب کا باشندہ اور اَعْرَابِی بمعنی عرب کا دیہاتی۔ ملکِ عرب کے دیہات میں رہنے والا (ج۔ اَعْرَاب) بادیہ نشین۔ پھر چونکہ دیہات کے رہنے والے عموماً جاہل اور گنوار ہوتے ہیں لہٰذا اعراب کا لفظ گنوار کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا (۹/۹۸) — اور بعض دیہاتی (گنوار۔عثمانیؒ) ایسے ہیں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں۔

ماحصل: قَرْيَة ۔ بستی (گاؤں یا شہر) اور اس کے باشندے۔ بدو: دیہات اور دور افتادہ مقامات کیلیے اور اعراب دیہاتیوں اور گنواروں کے معنوں میں آتا ہے۔

۴۳۔ بکری

کے لیے غَنَم اور مَعْز کے الفاظ ہیں۔

۱۔ غَنَم: غَنَم کے معنی اصل میں ایسا مال ہاتھ لگنا ہے جو پہلے کسی کی ملکیت نہ ہو (م ۔ل) پھر یہ لفظ ایسی بکریوں کے ریوڑ پر استعمال ہونے لگا جو کہیں سے ہاتھ لگ جائیں۔ بعد میں اس لفظ کا اطلاق اس مال پر بھی ہونے لگا۔ جو لڑائی کے بعد دشمن سے حاصل ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ (۸/۴۱) — اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) لوٹ کر لاؤ۔

پھر اس لفظ کا استعمال عام بکریوں کے ریوڑ سے بھی مخصوص ہو گیا۔ قرآن میں ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ (۲۱/۷۸) — اور داؤد اور سلیمان کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں (اور اسے روند) گئی تھیں۔

۲۔ مَعْز: بمعنی بکریاں اسم جنس ہے۔ بکری، بکرا سب کے لیے یکساں ہے اور اس کا واحد مَاعِز ہے۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ۔ (۶/۱۴۳) — بھیڑوں میں سے دو (دو) اور بکریوں میں سے دو (دو)۔

ماحصل: جب دو یا دو سے زیادہ بکریاں ہوں تو اس پر معز کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن غَنَم صرف بکریوں کے ریوڑ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۴۴۔ بکھرنا (پراگندہ ہونا)

کے لیے اِنْبَثَّ، اِنْكَدَرَ، اِنْتَثَرَ (نثر) اور اِنْفَضَّ۔ اِسْتَطَارَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ اِنْبَثَّ: بَثَّ کے معنی پراگندہ کرنا اور دُور دُور تک پھیلا دینا ہے (م۔ا) اور اِنْبَثَّ کے معنی کسی چیز کا متفرق ہو کر سب اطراف میں دُور تک پھیل جانا ہے۔ اور اس میں پھیلنے والی چیز کے ارادہ کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری ہے:

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً — اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پھر

مُّنْۢبَثًّا (۵۶/۶) غبار ہو کر اُڑنے لگیں۔

۲۔ اِنْتَشَرَ: نشر کے معنی پھیلانا اور مشہور کرنا (م۔ ل) اور اِنْتَشَرَ کے معنی کسی مجمع یا جلوس وغیرہ سے لوگوں کا اُٹھ کر چلے جانا اور اپنی اپنی راہ لینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۶۲/۱۰) پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو۔ اور خدا کا فضل (معاش) تلاش کرو۔

۳۔ اِنْفَضَّ: فَضَّ کے معنی کسی چیز کو اس طرح توڑنا کہ وہ الگ الگ ہو جائے اور انفضاض بمعنی شیشہ وغیرہ کے ٹکڑے ٹوٹ ٹوٹ کر الگ الگ ہوتے جانا (م۔ ل) ہے۔ گویا انفضّ کے معنی کسی چیز کے سب کے سب اجزاء کا پراگندہ ہونا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا۔ (۶۲/۱۱) اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

۴۔ اِنْتَثَرَ: نَثَرَ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز سے جھڑ کر پراگندہ ہو جائے۔ اور اِنْتِثَار ناک جھاڑنے کو کہتے ہیں۔ (م ل) ابن فارس نثر کے معنی کسی متفرق چیز کو نیچے ڈال دینا لکھتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ میں کلمة تدل على القاء شيءٍ متفرقٍ (م۔ ل) اور نثر غیر منظوم عبارت کو بھی کہتے ہیں۔ نیز انتثر صرف غیر جاندار کے لیے آتا ہے،

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (۸۲/۲) جب آسمان پھٹ جائے گا اور تارے جھڑ جائیں گے۔

۵۔ اِسْتَطَارَ: طَارَ بمعنی کسی پردار جانور یا چیز کا ہوا میں اُڑنا اور طائر بمعنی پرندہ ہے (ج طیر) اور استطار بمعنی کسی چیز کا ہوا میں بلند ہو کر پھیلنا اور بکھر جانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا (۷۶/۷) وہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہو گی خوف رکھتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اِنْبَثَّ: متفرق ہونا اور دُور دُور تک پھیل جانا۔ (ارادہ کا دخل نہیں ہوتا)

(۲) اِنْتَشَرَ: مجمع کا متفرق ہونا اور اپنی اپنی راہ لینا۔ (اپنے ارادہ سے)

(۳) اِنْفَضَّ: کسی چیز کے پورے اجزاء کا آہستہ آہستہ متفرق ہونا اور پراگندہ ہوتے جانا۔

(۴) انتثر: متفرق ہونا اور گر پڑنا (غیر جاندار چیزوں کے لیے آتا ہے)۔

(۵) استطار: کسی چیز کا فضا میں بکھر کر پھیل جانا۔ نیز دیکھیے اٹھانا۔

بکھیرنا کیلیے دیکھیے پھیلانا اور اڑانا۔

بگاڑ 〃 〃 خرابی ——— بگاڑنا کیلیے دیکھیے فساد کرنا۔

بلانا 〃 〃 پکارنا۔

۴۵۔ بلند کرنا (اونچا کرنا)

کے لیے رَفَعَ اور اَنْشَأَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ رفع کے معنی بلند کرنا۔ اور اگر یہ فعل زمین سے کوئی چیز اٹھانے اور بلند کرنے سے متعلق ہو تو اس کی ضد وَضَعَ آتی ہے۔ اور اگر آواز کو بلند کرنے سے متعلق ہو تو اس کی ضد خَفَضَ آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) کسی چیز کو بلند کرنے کے لیے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ (۲/۱۲۷)	اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔

(۲) آواز بلند کرنے کے لیے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (۴۹/۲)	اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے اونچی نہ کرو۔

۲۔ اَنْشَأَ: نشو بمعنی کسی چیز کا اٹھنا اور بلند ہونا (م ل) نیز اس کے معنی کسی کی تربیت کرکے اُسے پروان چڑھانا بھی ہے (مف) اور نشاۃ اٹھان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اس لفظ کے بلند ہونے کا پہلو زیرِ بحث ہے۔ اور اَنْشَأَ بمعنی کسی چیز کو پیدا کرنا، اٹھانا اور پروان چڑھانا۔ قرآن میں ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳/۱۲)	وُہی تو ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ (جالندھریؒ) اٹھاتا ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) رَفَعَ: کسی چیز کو زمین سے بلند کرنا، اونچا کرنا۔

(۲) اَنْشَأَ: کسی چیز کو پیدا کرنا۔ تربیت کرنا اور اوپر اٹھانا۔

۴۶۔ بلند ہونا۔ اونچا ہونا

کے لیے عَلَا، بَسَقَ اور شَمَخَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ عَلَا: بمعنی بلند ہونا اور اس کی ضد سَفَلَ ہے۔ یہ لفظ اجسام و اعیان دونوں جگہ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جگہ اور کسی جسم کی بلندی کے لیے بھی اور مرتبہ کی بلندی کے لیے بھی۔ نیز یہ لفظ مذموم اور محمود دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) جگہ کی بلندی کے لیے: وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ (۱۹/۵۷)	اور ہم نے ان (ادریسؑ) کو اونچی جگہ اٹھا لیا تھا (جالندھریؒ) اور اٹھا لیا اس کو ایک اونچے مکان پر (عثمانیؒ)

(۲) مرتبہ کی بلندی کے لیے:

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (۱۹/۵۰) — اور ہم نے ان (انبیاءؑ) کا ذکر جمیل بلند کیا۔ (جالندھری) اور کہا ان کے واسطے سچا بول اونچا۔ (عثمانی)

(۳) مذموم صورت میں:

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ (۲۸/۴) — بیشک فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔

۲۔ بَسَقَ: صرف بلند و بالا درختوں اور خصوصاً کھجور کے بلند ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (ف ل ۴۳) ارشاد باری ہے:

وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ (۵۰/۱۰) — اور بلند کھجوریں جن پر تہ بر تہ خوشے لگے ہیں۔

۳۔ شمخ: کا لفظ کسی چیز کے (۱) بڑا اور (۲) بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے (م ل) پہاڑوں اور بلند و بالا عمارتوں کی بلندی کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۴۲) فلک بوس بلندی۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ (۷۷/۲۷) — اور ہم نے اس (زمین) پر اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیے۔

ماحصل: علا کا استعمال عام ہے لیکن بلند درختوں اور خصوصاً کھجور کی بلندی کے لیے بَسَقَ اور پہاڑوں اور بلند عمارتوں کی بلندی کے لیے شمخ آئے گا۔

۴۷۔۔۔۔بنانا

کے لیے جَعَلَ، بَنٰی اور صَنَعَ اور اِصْطَنَعَ اور اِتَّخَذَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ جعل: بنانا کے لیے جعل کا استعمال عام ہے۔ خواہ اس کام کا تعلق ایجاد اور تخلیق سے ہو یا محض ترتیب وغیرہ سے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً (۲/۲۲) — جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔

۲۔ بَنٰی: کوئی عمارت وغیرہ بنانا اور بُنْیَان بمعنی عمارت، دیوار یا کوئی تعمیر ہے (مف) اور ابن فارس کے نزدیک بناء الشی بضم بعضہ الی بعض (م ل) (یعنی کسی چیز کو اس طرح بنانا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے میں ضم ہو جائے) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَّإِنَّا لَمُوسِعُونَ (۵۱/۴۷) — اور آسمان کو ہم ہی نے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کو سب مقدور ہے۔

۳۔ صَنَعَ: کوئی چیز فنی مہارت کے ساتھ خوبصورت بنانا (مف) اور صَنَّاع۔ ماہر کاریگر یا فنکار کو کہتے ہیں اور اِصْطَنَعَ کے معنی کسی کام کو فنی مہارت اور خاص توجہ سے بنانا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

(۱) وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا (۱۱/۳۷) اور اے نوحؑ! ہمارے رو برو اور ہماری ہدایت کے مطابق کشتی بناؤ

(۲) وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (۲۰/۴۱) اور (اے موسیٰؑ!) بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے لیے۔

۴۔ اِتَّخَذَ : اخذ بمعنی پکڑنا، لینا، کسی چیز کو حاصل کرنا۔ احاطہ میں لینا اور اِتَّخَذَ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو کر جَعَلَ کے جاری مجری ہوتا ہے۔ (مف) اس میں نہ ترتیب کو کچھ دخل ہوتا ہے نہ تخلیق کو۔ اور اس میں استمرار پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (۱۲/۲۱) اور مصر میں جس شخص نے یوسفؑ کو خریدا، اپنی بیوی سے کہنے لگا اس کو عزت و اکرام سے رکھو کچھ عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔

ماحصل : (۱) جَعَلَ ، کا لفظ عام ہے۔ ہر موقع پر استعمال ہو سکتا ہے۔

(۲) بَنٰى ، عمارت وغیرہ بنانا۔

(۳) صَنَعَ ، کسی چیز کو فنی مہارت سے بنانا۔

(۴) اِتَّخَذَ ، دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو کر بنانا کے معنی دیتا ہے اور اس میں استمرار پایا جاتا ہے۔

۴۸۔ بند کرنا۔ ہونا

کے لیے غَلَّقَ ، وَصَدَ ، قَصَرَ اور قَبَضَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ غَلَّقَ : غَلَقَ بمعنی بند کر دینا اور اس کی ضد فَكَّ بمعنی رہا کرانا یا چھڑانا ہے (م ل) اور غَلَق بمعنی قفل یا تالا کے ہیں (منجد) اور غَلَّقَ الباب کے معنی دروازہ کو مضبوطی سے بند کرنا، چٹخنی وغیرہ لگانا یا مقفل کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ (۱۲/۲۳) اور اس عورت (زلیخا) نے دروازے بند کر لیے اور کہنے لگی یوسف جلدی آؤ۔

۲۔ وَصَدَ : وَصَدَ اس طرح بند کرنے کو کہتے ہیں کہ بند شدہ چیز سے کچھ باہر نہ نکل سکے۔ ابن فارس کے الفاظ الوصد ختم شَيْءٍ اِلٰى شَيْءٍ (م ل) اور اَوْصَدْتُ الْقِدْرَ کے معنی ہانڈی پر ڈھکنا دینا تاکہ بھاپ نہ نکل سکے۔ (م ل) اور اَوْصَدْتُ الْبَابَ۔ دروازہ بند کرنا۔ لیکن اس کا اطلاق اس وقت ہو گا جب کوئی دوسری کھڑکی یا دروازہ یا روشندان وغیرہ کھلا نہ ہو۔ قرآن میں ہے:

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (۹۰/۲۰) یہ لوگ آگ میں بند کر دیے جائیں گے۔

۳۔ قَصَرَ : بنیادی طور پر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی چیز کا اپنی انتہا اور ہدف تک نہ پہنچنا (۲) حبس یعنی بند ہونا (م ل)۔ یہاں دوسرا معنی زیر بحث ہے۔ کہتے ہیں قَصَرَ فِي بَيْتِهٖ : اپنے گھر میں محبوس یا بند ہو گیا۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (۵۵/۷۲) حوریں ہیں رکی رہنے والی خیموں میں (عثمانیؒ)

۴۔ قَبَضَ : کے معنی کسی چیز کو مٹھی میں بند کرنا اور قبضۃ مٹھی کو کہتے ہیں (مف) لہٰذا قبض پکڑنا

کم کرنا، تنگ کرنا اور بند کرنا سب معنوں میں مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ۔ (۹/۶۷) (منافق) بُرے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے۔ اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کیے رہتے ہیں۔

ماحصل: (۱) غَلَّقَ: دروازہ وغیرہ بند کرنے کے لیے (۲) وَصَدَ: کسی چیز کو یوں بند کرنا کہ کوئی چیز باہر نہ نکل سکے۔ (۳) قَصَرَ: کسی جگہ بند ہونے کے معنوں میں ۔۔۔ اور (۴) قبض: موجود چیز کو اپنے ہاتھوں میں بند رکھنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(نیز اَمْسَكَ اور اَوْعٰی "بخل کرنا" میں دیکھیے)

۴۹۔۔۔ بُننا

کے لیے حَبَكَ اور وَضَنَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ حَبَكَ: حبّاك بمعنی جولاہا اور حَبَكَ الثَّوْبَ اس نے کپڑا بُنا (م۔ق) اور حَبَكَ حَابِكُ الثَّوْبِ بمعنی جولاہے کا کپڑے کو کاریگری سے بُننا۔ عمدہ بُننا (منجد) اور حَبَكَ بمعنی راستہ بھی ہے (ج حُبُكٌ) (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ۔ (۵۱/۷) قسم ہے آسمان جالیدار کی (یعنی آسمان پر ستاروں کا جال بچھا ہوا ہے) (عثمانیؒ)

اور آسمان کی قسم جس میں رستے ہیں (جالندھریؒ)

۲۔ وَضَنَ: کے اصل معنی زرہ بافی کے ہیں۔ اور استعارۃً بمعنی کسی چیز کو مضبوطی کے ساتھ بُننے پر بولا جاتا ہے (مف) اور موضون بمعنی باریک بنی ہوئی یا زر و جواہر سے بنی ہوئی چیز (منجد) ارشادِ باری ہے:

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِيْنَ (۵۶/۱۵-۱۶) (لعل و یاقوت وغیرہ سے) جڑے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوں گے۔

ماحصل: عام چیزوں سے بُنائی کے لیے حبك اور زرہ بافی یا جواہرات کے جڑاؤ کے لیے وَضَنَ کا لفظ آتا ہے۔

۵۰۔۔۔ بوجھ

کے لیے ثِقْل، حِمْل، حَمْل، وَقْر، وِقْر، وِزْر، اِصْر، كَلّ اور وزن اور موازین کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ثقل: مسافر کا سامان، بوجھ، وزن وغیرہ (منجد) اور یہ عموماً مادی اور حسّی بوجھ کے لیے استعمال

ہوتا ہے۔ اور ثَقِیل کی ضد خفیف ہے بمعنی وزن میں ہلکا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ؛

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (۹/۴۱) تم سبکسار ہو کر یا گرانبار ہو کر گھروں سے نکل آؤ۔

اور ثقل کی جمع اَثقال آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ۔ (۱۶/۷) اور (دُور دراز) شہروں میں جہاں تم زحمت شاقہ کے بغیر نہیں پہنچ سکتے ۔ وُہ (چارپائے) تمہارا بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

اور ثقیل (بمعنی وزنی اور بوجھل اشیاء) کا استعمال کبھی کبھی معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (۷۳/۵) ہم عنقریب آپؐ پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔

یہاں ثقیل سے مراد ایسی بات، کلام یا فرمان ہے جو طبیعت کو بہت بوجھل محسوس ہو اور اس پر عمل پیرا ہونا بڑی ہمت کا کام ہو۔

۲۔ حَمْل، حَمَلَ بوجھ اٹھانے اور بوجھ لادنے کو کہتے ہیں۔ اور حَمْل ایسے بوجھ کو کہتے ہیں جو کوئی چیز بباطن اپنے اندر اٹھائے ہوئے ہو۔ جیسے پیٹ میں بچہ، درخت کا پھل یا بادل میں پانی (مف) قرآن میں ہے ؛

فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ (۷/۱۸۹) جب مرد عورت کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل ہو جاتا ہے۔ اور وُہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔

اور حِمْل اس بوجھ کو کہتے ہیں جو حسی طور پر کسی کی پیٹھ پر لاد دیا جائے (مف) لیکن صاحب منتہی الارب کے نزدیک حِمْل کے معنی بارِ سر یا بارِ پشت ہے (م ا) یعنی اٹھانے والا جتنا زیادہ سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہو وہی اس کے لیے حِمْل ہے۔ اور یہ تعریف زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے ؛

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ (۱۲/۷۲) وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا گلاس کھویا گیا ہے اور جو شخص اس کو لے آئے اس کے لیے ایک بارِ شتر (انعام) اور میں اس کا ضامن ہوں۔

۳۔ وَقْر: بوجھ کے لیے وقر کا استعمال معنوی طور پر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں "فِیْ صَدْرِهٖ وَقْرٌ" اس کے دل میں کینہ (کا بوجھ) ہے"۔ (منجد) اسی طرح "فِیْ اُذُنِهٖ وَقْرٌ" "اس کے کان میں بوجھ ہے" یعنی اسے ثقلِ سماعت یا بہرا پن کا عارضہ ہے اور اونچا سنتا ہے۔ بعض لوگ وَقر کا معنی کانوں کا میل بھی کرتے ہیں مگر پہلا معنی زیادہ ابلغ ہے۔ اور کانوں کا میل اسے محدود کر دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ بیشک ہم ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ سمجھ نہ سکیں

يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (۶/۵۷) اور ان کے کانوں میں ثقل پیدا کر دیتے ہیں۔

اور وِقْر کا لفظ اسی معنوی بوجھ کی اس زیادہ سے زیادہ مقدار کو کہتے ہیں جو اٹھانے والے کی استطاعت کے مطابق ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا۔ (۵۱/۲) بکھیرنے والی ہواؤں کی قسم جو اڑا کر بکھیر دیتی ہیں پھر ان ہواؤں کی (جو پانی کا) بوجھ اٹھاتی ہیں۔

۴۔ وِزْر: ابن فارس لکھتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنا کپڑا پھیلا کر اس میں اپنا بوجھ رکھ کر اور اُٹھا کر چل دیتا ہے تو یہ وِزْر ہے۔ اور اسی لیے الذنب (گناہ) کو وِزْر (بوجھ) کہتے ہیں۔ یعنی اپنے کیے ہوئے عمل کا بوجھ۔ اور ایسے ہی وِزْر اسلحہ کو بھی کہتے ہیں جمع اوزار (م۔ل) اور آوَزَرَ اِیْزَارًا کے معنی چھپانا، لے جانا اور پناہ دینا وغیرہ بھی آئے ہیں (منجد) اور اسی طرح وَزَر کے معنی کسی پہاڑ میں جائے پناہ کے بھی آتے ہیں (مف) اور وِزْر کا استعمال اکثر گناہوں کے بارِ گراں کے لیے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ (۶/۳۱) اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں بہت بُرا ہے۔

۵۔ اِصْر: الاصر کے معنی (۱) گرہ لگانے اور (۲) کسی چیز کو زبردستی روک لینے کے ہیں (مف م ل) اس لحاظ سے اپنے عہد و پیمان کی پابندی اور شرعی احکام کی تعمیل کی ذمہ داری کا بار اِصْر ہے اور ابن فارس کے نزدیک ہر عقد، عہد اور قرابت اِصْر ہے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (۲/۲۸۶) اے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تونے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔

پھر اِصْر کا اطلاق راہ حق کو اختیار کرنے میں ان رکاوٹوں پر بھی ہوتا ہے۔ جو کسی معاشرہ کے رسم و رواج کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۷/۱۵۷) اور (محمد رسول اللہ) ان پر سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان (کے سر) پر تھے۔ اور وہ طوق بھی جو ان (کے گلے) میں تھے

۶۔ كَلّ: بمعنی محتاج، عیال، یتیم، درماندہ، عاجز اور بوجھ کے ہیں۔ (منجد م۔ا۔م۔ل) اور کَلّ سے مراد تربیت کی ذمہ داری یا نان و نفقہ کا بوجھ ہے۔ قرآن میں ہے:

اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَـمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ (۱۶/۷۶) ان دونوں میں سے ایک گونگا ہے (بے اختیار و ناتواں) کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مالک پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ وہ جہاں اسے بھیجتا ہے (خیر سے کبھی) بھلائی نہیں لاتا۔

۷۔ وَزْن اور موازین: وَزَنَ بمعنی کسی چیز کو تولنا۔ وزن کرنا۔ اور وَزْن وُہ بوجھ جو ترازو کے کسی پلڑے میں تلنے کے لیے رکھا جائے۔ اور میزان بمعنی ترازو بھی اور مقدارِ وزن بھی (ج مَوَازِین) (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ (۱۰۱/۶) — تو جس کے اعمال کے وزن بھاری نکلیں گے وُہ دلپسند عیش میں ہو گا۔

ماحصل: (۱) ثقل: عموماً مسافر کے سامان اور مادی بوجھ کے لیے۔

(۲) حَمْل: ایسا بوجھ جو بباطن اٹھایا جائے۔

حِمْل: اٹھانے والے کی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ مادی بوجھ۔

(۳) وَقْر: عموماً معنوی بوجھ کے لیے آتا ہے۔

وِقْر: اٹھانے والے کی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ معنوی بوجھ۔

(۴) وِزْر: عموماً گناہوں کے لیے۔ گناہوں کا بار۔ پاپ کی گٹھری۔

(۵) اِصر: عہد و پیمان، شرعی احکام کی ذمہ داریاں یا رسم و رواج کی جکڑ بندیاں۔

(۶) کَلّ: کسی بے اختیار و ناتوان کی تربیت کے بوجھ کے لیے آتا ہے۔

(۷) وزن اور موازین: وُہ بوجھ جو تلنے کے لیے ترازو میں رکھ دیا جائے۔

۵۱۔ بوجھل (بھاری یا گراں) ہونا

کے لیے ثَقُلَ، کَسَلَ، اَدَّ (اود) کَبُرَ اور کَبِیْرَۃٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ثَقُلَ: بمعنی تول میں کسی چیز کا بھاری ہونا جیسے کہ آیت بالا سے واضح ہے۔

۲۔ کَسَلَ: سستی کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل اور بھاری ہونا اور الکَسَل بمعنی ایسے معاملہ میں گرانباری ظاہر کرنا جس میں گرانباری مناسب نہ ہو (مف)۔ منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰی (۹/۵۴) — اور وُہ نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر۔

۳۔ اَدَ: (اود) بمعنی بوجھ یا محنت و مشقت کی زیادتی کی وجہ سے طبیعت کا گرانبار ہونا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (۲/۲۵۵) — اور زمین و آسمان کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو گرانبار نہیں کرتی۔

۴۔ کَبُرَ اور کَبِیْرَۃٌ: کسی کام کو مشکل اور بھاری سمجھنے کی وجہ سے طبیعت کا گراں بار ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ (۶/۳۵) اور اگر اُن کی رُوگردانی تم پر گراں گزرتی ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ (۲/۴۵) اور نماز اور صبر سے مدد لیا کرو اور بیشک نماز گراں ہے مگران لوگوں پر جو عاجزی کرنے والے ہیں۔

ماحصل: (۱) ثقل، وزن میں بوجھل ہونا۔ (۲) کسل، سستی کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل ہونا۔ (۳) اِدّ: محنت و مشقت کی زیادتی کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل ہونا۔ (۴) کَبُرَ: کسی کام کو مشکل اور بھاری سمجھنے کی وجہ سے طبیعت بوجھل ہونا۔

بوجھ اٹھانا کیلئے دیکھیے ـــــ اُٹھانا

۵۲ ـــ بوڑھا

کے لیے شَیْخ، شِیْب، کَہْل، عَجُوز، مُعَمَّر، عَوَان، فَارِض کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ شیخ: بمعنی بزرگ۔ خواہ عمر کے لحاظ سے بڑا ہو، یا علم فضیلت اور مرتبہ میں بلند مقام رکھتا ہو۔ (منجد) شیخ دراصل تکریم کا لفظ ہے۔ شیخ المرأۃ عورت کے خاوند کو بھی کہہ دیتے ہیں خواہ وہ چھوٹی عمر کا ہو۔ تاہم قرآن کریم سے یہ لفظ عمر کے لحاظ سے بوڑھا کے معنی میں ہی استعمال ہُوا ہے (ج۔ شیوخ) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا۔ (۴۰/۶۷) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو۔ پھر بوڑھے ہو جاتے ہو۔

۲۔ شِیْب: شَابَ بمعنی سفید بالوں والا ہونا۔ کہتے ہیں شَابَتْ رُءُوسُ الْآكَامِ یعنی ٹیلوں کی چوٹیاں برف سے سفید ہوگئیں۔ اور اَشْيَب کے معنی سفید سر والا۔ شِیْب اسی کی جمع ہے۔ (منجد) اور شَيْب بمعنی بڑھاپا (مف) صاحب فقہ اللغۃ اسے جوانی اور بڑھاپے کا درمیانی حصہ قرار دیتے اور ۳۰ سے ۴۰ سال تک عمر بتلاتے ہیں (ف۔ل ۹۱) بہرحال شیب وہی ہوسکتا ہے جس کے بال سفید ہونا شروع ہو چکے ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا (۷۳/۱۷) اگر تم نے کفر کیا تو تم اس دن سے کیونکر بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

۳۔ کَہَلَ بمعنی ادھیڑ عمر کا ہونا اور کَہْل ۳۰ سال سے ۵۰ سال کی عمر والے کو کہتے ہیں اور کَاهَلَ الرَّجُل سے مراد آدمی کا شادی کرنا ہے (منجد) جبکہ صاحب فقہ اللغۃ اسے ۴۰ سے ۶۰ سال کا عرصہ قرار دیتے ہیں (ف ل ۹) ان کے اپنے الفاظ ہیں "ثُمَّ مَا دَامَ بَيْنَ الثَّلَاثِينَ وَالْأَرْبَعِينَ فَهُوَ شَابٌّ۔ ثُمَّ هُوَ كَهْلٌ إِلَى أَنْ يَسْتَوْفِيَ السِّتِّينَ" قرآن میں ہے:

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ (۳/۴۶) اور وہ (مسیح ابن مریم) ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا۔

۴۔ عَجُوْز: صرف مؤنث کے لیے آتا ہے۔ بمعنی بڑھیا عورت جس کے اولاد ہونا بند ہو چکی ہو۔ اور عجزۃ کسی کے آخری بچہ کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا (۱۱/۷۲) — اس نے کہا اے ہے میرے بچہ ہوگا۔ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں۔

۵۔ مُعَمَّر: بمعنی عمر رسیدہ کافی عمر تک زندگی پانے والا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ (۳۵/۱۱) — اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔

۶، ۷۔ عَوَان اور فَارِض: عان بمعنی ادھیڑ عمر والا ہونا۔ انسان، حیوان، عورت، مرد سب کے لیے آتا ہے۔ اور عَوَان بمعنی ادھیڑ عمر (منجد) اور فَارِض بمعنی عمر رسیدہ گائے یا بیل اور اس کی ضد بِکر ہے۔ یعنی بچھڑا جو ابھی جوان نہ ہوا ہو۔ (مف) نیز بمعنی کنواری لڑکی (منجد) ارشاد باری ہے:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ (۲/۶۸) — موسیٰ نے کہا، تمہارا پروردگار کہتا ہے کہ وہ بیل نہ تو بوڑھا ہو اور نہ بچھڑا بلکہ ان کے درمیان (یعنی ادھیڑ عمر) ہو۔

ماحصل: (۱) شیخ: بوڑھا کے لیے عام لفظ ہے، نیز عزت و شرف اور علم والے کو بھی شیخ کہہ دیتے ہیں۔
(۲) شیب: جس کے بال سفید ہونا شروع ہو چکے ہوں۔
(۳) کہل: چالیس سے ساٹھ سال کی درمیانی عمر۔
(۴) عجوز: بڑھیا۔ (یہ صرف مونث کیلیے استعمال ہوتا ہے)
(۵) مُعَمَّر: کہولت کے بعد کی عمر تک زندہ رہنے والا۔
(۶) عوان: ادھیڑ عمر۔ انسان حیوان، عورت مرد سب کے لیے مستعمل ہے۔
(۷) فارض: عمر رسیدہ گائے یا بیل کے لیے مخصوص لفظ۔

۵۳۔ بوسیدہ ہونا

کے لیے بَلِىَ (يَبْلٰى) وَهِىَ، رَمَّ، رَفَتَ اور نَخِرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَلِىَ: کسی قابلِ استعمال چیز کا پرانا ہو جانے کی وجہ سے کمزور پڑ جانا۔ بَلِىَ الثَّوْب: کپڑا پرانا ہو گیا (مف) پنجابی ہنڈ جانا۔

قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (۲۰/۱۲۰) — شیطان نے کہا اے آدم! میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا رہنے کا اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو۔

۲۔ وَهِىَ: کسی چیز کے جوڑ ڈھیلے پڑ جانا (م ل) وَهِىَ الثَّوْبُ وَالْحَبْلُ، کپڑے یا رسی کا کہنگی کی وجہ سے پھٹنے لگنا (ف ل ۳۹) چمڑے کا بوسیدگی کی وجہ سے پھٹ جانا (م۔ل) قرآن میں ہے:

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (۶۹/۱۶) — اور آسمان پھٹ جائے گا وہ تو اس دن کمزور (اور بوسیدہ ہوگا)

۳۔ رَمَّ: رَمَّ بمعنی قابلِ مرمت ہونا (بوجہ بوسیدگی) اور رَمَّ الْحَبْلُ بمعنی رسی کا ٹوٹ جانا۔ اور رَمَّ العظم۔ ہڈی کا بوسیدہ ہوجانا اور رِمَّۃ پرانی ہڈی کو کہتے ہیں جو بوسیدہ اور بھربھری ہوچکی ہو (فل ۵۴) یا پھر پرانی رسی کے ٹکڑے کو جو علیحدہ ہوگیا ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْہِ اِلَّا جَعَلَتْہُ کَالرَّمِیْمِ۔ (۵۱/۴۲) وُہ (نامبارک ہوا) جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔

۴۔ رَفَتَ: بمعنی توڑنا۔ کوٹنا اور رَفَتَ الْعَظْمَ بمعنی ہڈی کا چورا چورا ہونا۔ اور الرفات بمعنی ہر ٹوٹی ہوئی چیز۔ بوسیدہ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا (۱۷/۴۹) اور کہتے ہیں کہ جب ہم (مرکر بوسیدہ) ہڈیاں اور چورا چورا ہوجائیں گے تو کیا از سرِنو اُٹھائے جائیں گے؟

۵۔ نَخِرَ: نَخَرَ کے معنی خراٹے لینا، اور نَخِرَ کے معنی بوسیدہ ہونا اور ریزہ ہونا ہے (منجد) نخرۃ بمعنی ہڈی کا بوسیدہ ہوکر اندر سے کھوکھری یا خالی ہوجانا یا اس میں سوراخ ہوجانا ہے۔ قرآن میں ہے:

یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً۔ (۷۹/۱۱) (کافر) کہتے ہیں کیا ہم اُلٹے پاؤں پھر لوٹیں گے؟ بھلا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہوجائیں گے (تو پھر زندہ کیے جائیں گے)۔

ماحصل: (۱) بَلِیَ: کسی چیز کا بوسیدہ اور پرانا ہونا۔ (۲) وَھِیَ: کہنگی کی وجہ سے کسی چیز کے بند ڈھیلے پڑ جانا اور پھٹنے لگنا۔ (۳) رَمَّ: بوسیدگی کی وجہ سے ٹکڑے الگ ہونے لگنا۔ (۴) رَفَتَ: بوسیدگی کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہوجانا۔ (۵) نَخِرَ: (ہڈی کا) بوسیدگی کی وجہ سے اندر سے کھوکھلی ہوجانا

۵۴۔ بولنا

کے لیے لَفَظَ، نَطَقَ، فَصَحَ، اَعْرَبَ، اَعْجَمَ، تَکَلَّمَ اور لَحَنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَفَظَ: اور لَفَظَ کے معنی منہ سے پھینکنا اور لُفَاظَۃٌ منہ سے پھینکی ہوئی چیز یا دسترخوان سے جھاڑی ہوئی چیز کو کہتے ہیں اور لفظ بمعنی منہ سے بولا جانے والا کلمہ (ج الفاظ، منجد) اور لافظ چکی کو کہتے ہیں کہ وہ آٹا باہر پھینکتی جاتی ہے (م۔ق) اور لفظ بمعنی کسی بات کا زبان سے ادا ہونا خواہ وُہ ایک آدھ لفظ ہی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (۵۰/۱۸) کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔

۲۔ نَطَقَ: ایسی بات کہنا جس کے معنی سمجھ میں آسکیں۔ کہتے ہیں اَلْمَالُ النَّاطِقُ وَالصَّامِتُ یعنی بولنے والے مال سے حیوان اور چپ رہنے والے مال سے سونا چاندی مراد ہے۔ اور حیوان

بھی ناطق ہیں۔ کیونکہ وُہ ایک دوسرے کی بولی سمجھ لیتے ہیں۔ اور مَنْطِقَ الطَّیْرِ بمعنی جانوروں کی بولی۔ لیکن یہ لفظ بالذات صرف انسان کے متعلق بولا جاتا ہے۔ اور اہل منطق صرف انسان کو ہی حیوانِ ناطق کہتے اور نطق سے قوتِ گویائی مراد لیتے ہیں۔ (سب سے پہلے ارسطو نے انسان کو حیوانِ ناطق کہا تھا۔ مگر لغوی لحاظ سے یہ لفظ ذوی العقول کے لیے استعمال ہو سکتا ہے)۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (۵۳/۴) — اور (محمدؐ) خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے یہ (قرآن تو) حکم خدا ہے جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے

اور جو حضرت سلیمانؑ کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔ (۲۷/۱۶) — اے لوگو! ہمیں خدا کی طرف سے پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

تو یہاں نطق کا لفظ حضرت سلیمانؑ کے سمجھ لینے کی نسبت سے آیا ہے اور پرندوں کے بولنے کی نسبت سے۔

پھر جس طرح نطق ظاہری ہے اور اس سے مراد قابلِ فہم بات ہے نطق باطنی بھی ہے جس سے مراد فہم و ادراک یا زبانِ حال ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۵/۲۹) — یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں سچ سچ بول دے گی جو کچھ تم کیا کرتے تھے، ہم لکھواتے جاتے تھے۔

۳۔ فَصَحَ: کے معنی کسی چیز کو آمیزش سے پاک و صاف کرنا۔ اور فَصَحَ اللَّبَنَ کے معنی دُودھ کے اوپر سے جھاگ اتار کر دُودھ کو صاف کر لینا ہے۔ اور فَصَحَ الرَّجُل اسی سے مستعار ہے جس کے معنی کسی شخص کا خوش گفتار ہونا اور اس کے کلام کا حشو و زوائد سے پاک صاف ہونا۔ اور موزوں تر الفاظ کا استعمال کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ۔ (۲۸/۳۴) — (موسیٰؑ نے کہا) میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو (اے اللہ) اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے۔

۴۔ اَعْرَبَ
۵۔ اَعْجَمَ
: اَلْاِعْرَاب بمعنی کسی بات کو واضح کر دینا۔ اور اَعْرَبَ عَنْ نَفْسِهٖ بمعنی اس نے بات کو وضاحت سے بیان کر دیا۔ اَلْعَرَبِیُّ بمعنی وضاحت سے بیان کرنے والا بھی ہے اور واضح اور فصیح کلام بھی (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (۱۲/۲) — ہم نے اس قرآن کو واضح اور فصیح زبان میں نازل کیا ہے

اور اَلْعُجْمَةَ کے معنی ابہام اور اخفا کے ہیں اور اَلْاَعْجَمُ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان فصیح نہ ہو خواہ وُہ زبان عربی ہی کیوں نہ ہو۔ اہل عرب اپنے آپ کو فصیح زبان کے مالک اور دوسروں کو

غیر فصیح تصور کرتے تھے اور تمام غیر عرب کو العجم کہتے تھے۔ اَلْعَجَمِیُّ اسی کی طرف منسوب ہے۔ اور چوپایوں کو بھی عجماء کہتے ہیں کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرسکتے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ (۴۱/۴۴)

اور اگر ہم قرآن کو غیر عربی زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں (کیا خوب کہ قرآن تو) عجمی اور (مخاطب) عربی۔

۶۔ تکلّم: کَلَّمَ بمعنی کلام کرنا یا بات کرنا اور تَکَلَّمَ بمعنی بولنا یا بات کو منہ پر لانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ۔ (۷۸/۳۸)

کوئی شخص بول نہ سکے گا مگر جسے اللہ تعالیٰ اجازت بخشے گا۔

۷۔ لَحِنَ: بمعنی عام مستعمل طریقہ اور اسلوب سے پھیر دینا اور لحن القول بمعنی مروجہ طرزِ بیان یا اندازِ گفتگو سے ہٹ کر کوئی دوسرا طریقہ استعمال کرنا اور اَللَّحْنُ فصیح کلام کو بھی کہتے ہیں (م۔ق) اور زبان آور اور فصیح شخص کو بھی (مف) اور لَحَّنَ بمعنی سریلی آواز سے پڑھنا ہے۔ لحنِ داؤدی مشہور ہے۔ تاہم لحن کا اصل معنی لہجہ کی تبدیلی ہے۔ کہ اس سے ایک ہی فقرہ کبھی مثبت کبھی منفی اور کبھی استفہامیہ بن جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (۴۷/۳۰)

اور تم انہیں ان کے اندازِ گفتگو ہی سے پہچان لوگے۔

ماحصل:

(۱) لفظ۔ جو کچھ بھی منہ سے نکلے وہ لفظ ہے۔ منہ سے کچھ کہنا۔

(۲) نطق۔ قابلِ فہم بات کہنا۔

(۳) فَصُحَ۔ خوش گفتار ہونا۔ حشو و زوائد سے پاک بات کرنا۔

(۴) اَعْرَبَ۔ وضاحت سے بولنا۔

(۵) اعجم۔ غیر فصیح اور مبہم بات کرنا۔

(۶) تَکَلَّمَ۔ کسی بامعنی بات کا زبان پر لانا، جیسے دوسرا سن رہا ہو۔

(۷) لَحِنَ۔ عام روش سے ہٹ کر کوئی دوسرا اندازِ گفتگو اختیار کرنا۔

نیز دیکھئے "بات کرنا"

۵۵۔ بہانا اور بہنا

کے لیے اَسَالَ، اَفَاضَ، سَکَبَ، سَفَكَ، سَفَحَ، فَجَّرَ اور جَرٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَسَالَ: سَالَ (سیل) کے معنی (مائع اشیاء کا) بہنا یا بہ نکلنا اور سیل کے معنی بہنے والا پانی، سیلاب اور سیّال بمعنی زور سے بہنے والا (منجد) نیز ہر بہنے والی چیز کو سیّال کہتے ہیں۔ اور اَسَالَ کے معنی کسی (بہنے والی یا مائع چیز) کو بہا دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ (۳۴/۱۲)

اور اس (داؤد) کے لیے ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔

۲۔ اَفَاضَ: فاض (فیض) کے معنی کسی چیز کا بسہولت جاری ہو جانا (م۔ل) یا پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہہ نکلنا (مف) کہتے ہیں۔ اَفَاضَ السَّیْلُ پانی کا کثرت سے ہونا۔ اور وادی کے کناروں سے بہہ نکلنا۔ اور فَاضَتْ عَیْنُہٗ یعنی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور افاض کے معنی (پانی وغیرہ کا) بسہولت بہانا کہتے ہیں۔ اَفَاضَ اِنَاءَہٗ اس نے اپنا برتن لبالب بھرا کہ پانی اوپر سے نیچے گرنے لگا۔ گویا اس کا اصل معنی (OVER FLOW) ہونا ہے قرآن میں ہے:

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ (۷/۵۰) — اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے کہ کسی قدر زائد پانی ہم پر بھی بہا دو۔

۳۔ سَكَبَ: کے معنی (پانی وغیرہ کا) گرانا اور بہانا ہے۔ اور السکب لگاتار بارش کو (منجد) یا موٹے موٹے قطروں والی بارش کو (م۔ل) کہتے ہیں جس کا پانی بہہ نکلے۔ اور الاُسْكُوْب بمعنی لگاتار جھڑی (منجد) گویا سَكَبَ میں پانی وغیرہ کے گرنے یا بہنے کے ساتھ تسلسل یا دوام کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اور مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ بمعنی جَارٍ دَائِمًا (م ق) قرآن میں ہے:

وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ (۵۶/۳۱) — اور سایہ لمبا اور پانی بہتا ہوا (عثمانیؒ)

۴۔ سَفَكَ: بمعنی خون یا پانی بہانا۔ لیکن اس کا اطلاق زیادہ تر خون بہانے پر ہوتا ہے۔ اور سفاك خونریز انسان کو کہتے ہیں (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ (۲/۸۴) — اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کشت و خون نہ کرو گے۔

۵۔ سَفَحَ: کے معنی بھی لغوی لحاظ سے خون یا پانی بہانے کے ہیں (مف) اور بمعنی کسی بہنے والی چیز کا سرعت سے بہنا اور جاری ہونا (فق ل ۲۵) قرآن میں دَمًا مَّسْفُوْحًا بہتا ہوا خون کے معنوں میں آیا ہے۔ تاہم اس لفظ کا عموماً استعمال منی کا پانی ناجائز طور پر بہانے یا بدکاری کرنے کے لیے ہوتا ہے، مُسَافِحٌ کے معنی بدکار مرد اور مُسَافِحَة بمعنی بدکار عورت۔ ارشادِ باری ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ (۴/۲۴) — اور ان (محرمات) کے علاوہ اور سب عورتیں تم پر حلال ہیں۔ اس طرح کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو بشرطیکہ نکاح سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو، نہ کہ شہوت رانی۔

۶۔ فَجَرَ: کے اصل معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا کے ہیں (مف) بہنے والی چیزوں کے متعلق اس کا استعمال وسعت پر دلالت کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ	اور کافر کہنے لگے ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے
لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا (۱۷/۹۰)	تا آنکہ تم ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ بہا دو۔

بہنا کے لیے سَالَ اور فَاضَ اوپر گزر چکے۔ان کی مثالیں دیکھیے۔

(۱) سَالَ : اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	اسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے اپنے اپنے
فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا - (۱۳/۱۷)	مقدور کے مطابق نالے بہہ نکلے۔
(۲) فَاضَ : وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ	اور جب اس کتاب کو سنتے ہیں جو پیغمبر (محمدؐ) پر نازل
اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ	ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری
مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (۵/۸۳)	ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی۔

۷۔ جَرٰى : (جَرْيًا وَجَرَيَانًا) اپنی اصل کے لحاظ سے یہ لفظ پانی اور اسی طرح کی سیال چیزوں کے بہنے اور بہتے جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے (مف) جیسے ارشادِ باری ہے:

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (۸۸/۱۲)	اس (جنت) میں چشمہ ہے بہتا ہوا۔

پھر یہ لفظ ہر اُس چیز کے لیے استعمال ہونے لگا جو دُور تک یا دیر تک بہتی اور چلتی رہتی ہیں۔ گویا ظرف زمانی اور مکانی دونوں صورتوں میں اس کا استعمال عام ہو گیا۔ جیسے ہواؤں یا شمس و قمر کے چلنے اور چلتے رہنے کے لیے اس کا استعمال قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ پھر اس کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے سنتِ جاریہ مشہور لفظ ہے۔

ماحصل:

(۱) اسال، کسی بھی بہنے والی چیز کو بہانا۔

(۲) فَاضَ، کسی بہنے والی چیز کا کنارے سے بہنے لگنا

(۳) سَكَبَ، کسی بہنے والی چیز کا بکثرت گرانا کہ بہہ نکلے

(۴) سَفَكَ، خون بہانا کے لیے عام استعمال ہے۔

(۵) سَفَحَ، شہوت رانی کے لیے عام استعمال ہے۔

(۶) فَجَرَ: کسی چیز کا وسیع و عریض رقبہ میں بہنا۔

(۷) جَرٰى: کسی چیز کا دور تک یا دیر تک بہتے یا چلتے جانا ہے۔

۵۶۔ بہانہ۔ بہانہ بنانا

کے لیے عَذَرَ۔ عَذَّرَ اور اِعْتَذَرَ اور فِتْنَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ العُذر، بمعنی کسی الزام کو دور کرنے کے لیے کوئی وجہ پیش کرنا ہے۔ امام راغب کے الفاظ میں ایسی کوشش جس سے انسان اپنے گناہوں کو مٹا دینا چاہے اور عَذَرَ کے معنی عذر قبول کرنا، عَذَّرَ کے معنی جھوٹا بہانہ یا کوئی جھوٹ موٹ وجہ بیان کرنا اور اِعْتَذَرَ بمعنی عذر پیش کرنا ہے۔ اب اس عذر کی بھی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم فِتْنَةٌ ہے۔

۲۔ فِتْنَةٌ: (۱) یہ کہ انسان جھوٹ سے کام لے کر اس الزام یا گناہ ہی سے انکار کر دے۔ اس قسم کے لیے قرآن نے فِتْنَةٌ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ	تو اُن سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا بجز اس کے کہ وہ

قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ (۶/۲۳) — یہ کہہ دیں۔ خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم شریک نہیں بناتے تھے۔

(۲) عُذْر کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کوئی غلط وجہ یا جھوٹا بہانہ پیش کر کے اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے لیے قرآن نے عَذَّرَ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ (۹/۹۰) — اور صحرانشینوں سے کچھ لوگ عذر بناتے ہوئے تمہارے پاس آئے کہ انہیں (جہاد پر نہ جانے کی) اجازت دیجائے۔

(۳) اور تیسری قسم یہ ہے کہ یہ وجہ فی الواقعہ درست اور معقول ہو۔ اس کے لیے عُذْر اور مَعْذِرَة کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۷/۱۶۴) — اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں خدا ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ تمہارے پروردگار کے سامنے معذرت پیش کر سکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔

ماحصل: درست اور معقول وجہ پیش کرنے کے لیے عُذْر اور مَعْذِرَة، جھوٹا بہانہ بنانے کے لیے تَعْذِيْر اور الزام سے یکسر انکار کر دینے کے لیے فِتْنَة کا لفظ آیا ہے۔

۵۷۔ بہتان

کے لیے بُهْتَان۔ اِفْك اور اِفْتَرَاء کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ بُهْتَان: بَهِتَ کے معنی حیران اور متحیر ہونا (مف) یا حیرانی کی وجہ سے خاموش اور دم بخود ہو جانا ہے (منجد) اور بہتان ایسی بات کو کہتے ہیں جسے سن کر لوگ ہوش کھو دیں اور حیران و ششدر رہ جائیں اور انہیں یقین نہ آئے کہ یہ بات ممکن العمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (۲۴/۱۶) — اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایانِ شان نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں (پروردگار) تو پاک ہے یہ تو (بہت بڑا) بہتان ہے۔

۲۔ اِفْك: اَفَكَ کے معنی کسی چیز کو اس کے صحیح رُخ سے موڑ دینا ہے (مف) قرآن میں ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا۔ (۴۶/۲۲) — وہ (قوم عاد) کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو۔

اسی طرح حق سے باطل کی طرف یا سچ سے جھوٹ کی طرف یا اچھے کاموں سے بُرے کاموں کی طرف

پھرنے کو اِفک کہتے ہیں۔ اور اسی لحاظ سے من گھڑت اور جھوٹی بات اور الزام کو بھی اِفک کہتے ہیں۔ اور اَفّاک بمعنی جھوٹی اور من گھڑت باتیں گھڑنے والا الزام تراش ہے اور ابو ہلال عسکری کے الفاظ میں اِفک ایسا جھوٹ ہے جس کا تعلق فَاحِشُ الْقُبح سے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (۲۴/۱۲) — جب تم نے وُہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور (کیوں نہ) کہا کہ صریح طوفان ہے۔

گویا اِفک کا واقعہ اس لحاظ سے کہ وُہ بے بنیاد باتوں پر استوار تھا افک تھا اور اس لحاظ سے کہ وُہ اتنا بڑا جھوٹ تھا کہ عقلِ سلیم دنگ رہ جائے بُہتان تھا۔

۳۔ اِفْتَرٰی: فری کے معنی چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لیے کاٹنے کے ہیں اور اِفْتِرَاء کے معنی اسے خراب کرنے کے لیے کاٹنے کے (مف) اور فری یفری بمعنی طوفان جوڑنا (منجد) اور اِفْتَرٰی کا لفظ اِصلاح وفساد دونوں کے لیے آتا ہے۔ لیکن اس کا زیادہ استعمال فسادی کے معنوں میں ہوتا ہے (مف) قرآن پاک میں یہ لفظ جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور اِفْتِرَآءً سے مراد عموماً وُہ بناوٹی عقائد ہیں جو خود تراش کر خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (۶/۹۳) — اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے۔

اور فَرِيًّا کا معنی کسی کے ذمہ بہتان اور جھوٹی بات لگا دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا (۱۹/۲۷) — وُہ کہنے لگے مریم! یہ تو تم نے بہت بڑا پاپ کیا۔ (تفہیم القرآن)

ماحصل (۱) اِفْک: بے بنیاد الزامات۔ اصل بات کو توڑ موڑ کر بنایا ہوا قصہ۔

(۲) بُہْتَان: ایسا الزام جو لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دے۔

(۳) اِفْتِرَاء: بناوٹی عقائد جو خود تراش اللہ کی طرف منسوب کر دیے جائیں۔ یا جو اصلاح کی بجائے بگاڑ پیدا کریں۔

۵۸ — بہکنا اور بہکانا

کے لیے ضَلَّ۔ غَوٰی اور تَاهَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَلَّ کے معنی کسی چیز کا ضائع ہو کر کسی دوسرے حق میں چلا جانا ہے (م ل) یعنی جس مقصد کے لیے کوئی کام کیا جائے وہ نتیجہ برآمد نہ ہونا۔ یا راہِ راست سے ہٹ جانا۔ قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (۱۸/۱۰۴)
وُہ لوگ جن کی سعی دنیا میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وُہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

نیز فرمایا:
اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيْلٍ (۱۰۵/۲)
کیا ان کا داؤ غلط نہیں کیا۔ یعنی ان کی تدبیر رائیگاں ہوگئی۔

اور یہ بے راہروی قصداً بھی ہوسکتی ہے اور اضطراراً بھی۔ اگر اضطراراً یعنی ترکِ ضبط وجہ ہو تو اس کے معنی بھولنا ہوں گے یعنی کسی بات یا واقعہ یا اس کا کچھ حصّہ بھول جانا۔ ارشادِ باری ہے:
فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (۲/۲۸۲)
اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو کہ اگر ان میں سے ایک بھُول جائے تو دُوسری اسے یاد دلا دے۔

اس لحاظ سے ضلال یا ضلالۃ کی ضد حق بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:
فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (۱۰/۳۲)
اور حق بات ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟

اور ہدایت بھی جیسے فرمایا:
وَوَجَدَكَ ضَاۗلًّا فَهَدٰى (۹۳/۷)
اور (آپ کو) رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔

۲۔ غَوٰی کے معنی کسی کام میں لاعلمی کی بنا پر غلط کام میں پھنس جانا (م ۔ ل) اور پھر راہِ راست سے ناامید ہو جانا ہے (م ۔ ل) اور اس کا استعمال صرف دینی معاملات میں ہوتا ہے۔ (فق ل ۱۷۱)
ارشادِ باری ہے:
وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (۲۰/۱۲۱)
آدمؑ نے اپنے پروردگار کے (حکم کے) خلاف کیا تو وُہ (اپنے مطلوب سے) بے راہ ہوگئے۔

اور غیّ (معہ) کی ضد رُشد ہے۔ بمعنی سیدھی راہ پر گامزن ہو جانا اور نیک چلن اختیار کرنا۔ اور رشید بمعنی ہدایت یافتہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲/۲۵۶)
ہدایت صاف طور پر ظاہر (اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

نیز ارشادِ باری ہے:
مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (۵۳/۲)
تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔

۳۔ تَاهَ (تیہ) اور تیہاء ایسے چٹیل میدان کو کہتے ہیں جس میں چلنے والا بھٹک جائے۔ اور تَاهَ کے معنی متحیر ہو کر سرگشتہ پھرنا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ (۵/۲۶) — خدا نے فرمایا کہ وہ ملک ان کے لیے چالیس برس تک کے لیے حرام کر دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور جنگل کی) زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے۔

ماحصل: ضَلَّ، عمداً یا سہواً بے راہرو ہونے کے لیے۔ غَوٰی: دینی امور میں بے راہ آدمی کے غلط کام میں پھنس جانے کے لیے (ضلالت سے اگلا درجہ) اور تَاهَ: حیرت و سراسیمگی میں بھٹکتے رہنے کے لیے آتا ہے۔

اور بہکانا یا گمراہ کرنا کے لیے ضَلَّ سے أَضَلَّ اور غَوٰی سے اغوٰی آئیں گے۔ مثلاً:

(۱) فَيَقُولُ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ (۲۵/۱۷) — تو اللہ تعالیٰ ان (معبودانِ باطل) سے فرمائے گا کیا تم نے میرے بندوں کو بہکایا تھا یا یہ خود بہک گئے تھے؟

(۲) قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا (۲۸/۶۳) — تو جن لوگوں پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو چکا ہوگا، وہ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار یہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے گمراہ کیا تھا اور جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے اسی طرح ان کو گمراہ کیا تھا۔

۵۹۔ بھاگنا ۔ بھگانا

کے لیے فَرَّ، أَبَقَ، زَهَقَ، هَرَبَ، اِسْتَنْفَرَ اور شَرَّدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرَّ: بمعنی بھاگنا عموماً ملزم کے لیے آتا ہے یا کسی قسم کے خوف و خطر سے بھاگنے کے لیے۔ کہتے ہیں۔ فَرَّ مِنَ الْحَرْبِ فِرَارًا کے معنی میدانِ کارزار کا چھوڑ دینا یا لڑائی سے فرار ہو جانا اور مَفَرّ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں بھاگ کر پناہ لی جا سکے۔ اور مفرور وہ ملزم جو بھاگ جائے

ارشادِ باری ہے:

قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا (۳۳/۱۶) — تم کہہ دو کہ اگر موت یا قتل ہو جانے سے بھاگتے ہو تو بھاگنا تم کو فائدہ نہیں دے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے۔

نیز یہ لفظ مقابلۃً تیز دوڑنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ الفَرَّار تیز دوڑنے والے کو کہتے ہیں۔ اور مفر من الخیل اس تیز دوڑنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں جو بھاگتے وقت کام میں آئے (منجد) یہ لفظ ان معنوں میں بھی قرآنِ کریم میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (۵۱/۵۰) — تو تم لوگ خدا کی طرف بھاگ چلو۔ میں اس کی طرف سے تم کو صریح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

اس آیت میں مندرجہ بالا دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں۔

۲۔ اَبَقَ : کا لفظ غلام کا اپنے مالک کے ہاں سے بھاگ جانے کے لیے مخصوص ہے (مف منجد) خصوصاً جب اسے اپنے مالک کی طرف سے کوئی خطرہ بھی نہ ہو (ف۔ل ۲۱) نیز اس لفظ کا استعمال اپنی ذمہ داریوں سے فرار کی راہ اختیار کرنے پر بھی ہوتا ہے۔ارشادِ باری ہے :

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۳۷/۱۴۰)	اور یونسؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔

اس آیت میں اَبَقَ کا لفظ یہ سب معنی دے رہا ہے۔

۳۔ زَهَقَ : کے معنی شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہونا ہے (م۔ل) کہتے ہیں زَهَقَتْ نَفْسُهٗ اس کی رُوح نکل گئی۔ یہ لفظ لغت اضداد سے ہے۔ زاھق بمعنی بہت موٹا جانور بھی اور بہت دُبلا اور کمزور بھی (منجد) لہٰذا اَزْهَقَ سے مراد کسی چیز کا شکست کھا کر یا کمزور اور مضمحل ہو کر نکل بھاگنا ہے۔ قرآن میں ہے :

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔	اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل نابود ہوگیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔ (جالندھریؒ)
(۱۷/۸۱)	اور کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ۔ بیشک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔ (عثمانیؒ)

۴۔ هَرَبَ : کسی کا خود پکڑے جانے کے خطرہ کی وجہ سے بھاگنا (ف ل ۲۱) جیسے چور کا چوری کرتے وقت اطلاع ہونے پر بھاگ کھڑا ہونا۔ یا مال چوری لے جانا اور تھرِیب محصول بچانے اور مُھَرِّب اسمگلر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (قاموس الجدید) قرآن میں ہے :

وَاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا (۷۲/۱۲)	اور یہ کہ ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم زمین میں (خواہ کہیں ہوں) خدا کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں۔

۵۔ اِسْتَنْفَرَ : نَفَرَ کے معنی جنگ وغیرہ کے لیے نکلنا، اور اِسْتَنْفَرَ کے معنی کسی چیز سے بدک کر بھاگنے کو کہتے ہیں (مف) قرآن میں ہے :

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (۷۴/۵۰)	گویا گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں، جو شیر سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

۶۔ شَرَدَ الْبَعِيْرُ : بمعنی اونٹ بدک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور شَرَّدَ بمعنی ایسا کام کرنا کہ پھر دوسرے اس جیسا کام نہ کریں (مف) اور بمعنی دھتکارنا ڈرانا بھگانا (منجد) گویا اس کا معنی کسی سے عبرتناک سلوک کر کے دوسروں کو بھگا دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ	اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو

بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ (۸:۵۷) لوگ ان کے پس پشت ہوں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوں۔

ماحصل: (۱) فرق: کسی ملزم کا بھاگنا۔ (۲) ابق: غلام کا آقا کے پاس سے بھاگنا یا ذمہ داریوں سے بھاگنا۔ (۳) زھق: کمزور اور شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہونا۔ (۴) ھرب: مجرم کا جرم کرنے کے دوران بھاگنا کہ پکڑا نہ جائے۔ (۵) استنفر: بدک کر بھاگنا۔ (۶) ایسی عبرتناک سزا جس سے دوسرے بھاگ کھڑے ہوں۔

۶۰۔ بھائی

کے لیے اَخٌ اور اس کی جمع اِخْوَةٌ اور اِخْوَانٌ آتی ہے۔

۱۔ اِخْوَةٌ بمعنی بھائی بھائی۔ نسبی تعلق کے لیے استعمال ہوتا ہے (منجد۔ مف) اور اس میں سب بہن بھائی شامل ہوتے ہیں۔ جیسے:

فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ (۴:۱۱) اگر میت کے بھائی بھی ہوں۔

میں اِخْوَةٌ کا لفظ بہن بھائی دونوں کے لیے شامل ہے (مف)

۲۔ اخوان کا لفظ بلحاظ صداقت اور دوستی بھائی کے معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (۵۹:۱۰) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما۔

اور قرآن کریم کی اس آیت:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (۴۹:۱۰) مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنوں کو محض صداقت اور دوستی کا تعلق ہی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ نسبی برادری کی طرح ایک دوسرے کو سمجھنا چاہیے۔

بھاری ہونا کیلئے بوجھل ہونا ـــــ بھٹکنا کیلیے دیکھیے بھکنا

۶۱۔ بھرنا

کے لیے مَلَأَ اور اِمْتَلَأَ، دِهَاقٌ اور شَحَنَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ مَلَأَ: مَلَأَ الْإِنَاءَ کے معنی کسی برتن کو بھر دینا اور مِلْءٌ کسی چیز کی وہ مقدار ہے جس سے کوئی برتن بھر جائے (م ل منجد) قرآن میں ہے:

فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ (۳:۹۱) (کافر اگر نجات حاصل کرنے کے لیے) بدلے میں زمین بھر سونا دیں۔ تو بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور امتلأ بمعنی کسی چیز کا بھر جانا۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ (۵۰/۳۰) — اس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی ؟ اور وہ کہیگی کچھ اور بھی ہے ؟

۲۔ دَهَق، پیالہ کے کسی مشروب سے بھر جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۶۵) قرآن میں ہے:

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَأَعْنَابًا وَّكَوَاعِبَ أَتْرَابًا وَّكَأْسًا دِهَاقًا (۷۸/۳۴) — بے شک پرہیز گاروں کے لیے کامیابی ہے (یعنی) باغ اور انگور اور ہم عمر نوجوان عورتیں اور چھلکتے ہوئے جام۔

۳۔ شحن کشتی یا جہاز کو سوار اور سامان لاد کر بھرنا (ف ل ۶۹) ارشادِ باری ہے:

إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ (۳۷/۱۴۰) — جب وُہ (یونسؑ) بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔

ماحصل: دھق، پیالہ بھرنے کے لیے شحن، کشتی کا سامان سے بھرنے کے لیے اور مَلأَ کا استعمال عام ہے۔

۶۲ — بھوک

کے لیے جُوع، مَسْغَبَة، مَخْمَصَة اور خَصَاصَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جُوع: بمعنی کھانے کی طلب پیدا ہونا (ف ل ۱۶۱) اور اس کی ضد شَبِعَ (کھا کر سیر ہو جانا) ہے۔ (م۔ل) اور یہ بھوک کا ابتدائی درجہ ہے (فل ۱۶۱) ارشادِ باری ہے:

الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ (۱۰۶/۴) — جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔

۲۔ مَسْغَبَة: سغب بمعنی بھوکا ہونا اور أَسْغَبَ بمعنی قوم کا قحط سالی میں مبتلا ہونا اور سغاب بھوک کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھوک کا دوسرا درجہ ہے (ف ل ۱۶۱) قرآن میں ہے:

أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ (۹۰/۱۴) — یا بھوک والے دنوں میں کھانا کھلانا۔

۳۔ مَخْمَصَة: خَمَصَهُ الْجُوع بمعنی بھوک کا کسی کو دبلے پیٹ والا کر دینا اور مخمصہ بمعنی پیٹ کا کھانے سے خالی ہونا ہے (منجد) خوراک کی کمی اور محنت کی زیادتی سے لاغر و کمزور ہونا (م۔ل) اور پیٹ کا پچک جانا۔ اور یہ بھوک کا تیسرا درجہ ہے (فل ۱۶۱) ارشادِ باری ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۵/۳) — ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔ تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

۴۔ خَصَاصَة: خَصَّ بمعنی محتاج و مفلس ہونا اور خَصَاصَةٌ مصدر ہے اور خُصَاصَة تھوڑا اور قلیل کے معنوں میں آتا ہے (منجد) یعنی مفلسی اور احتیاج کی وجہ سے فاقہ کشی کی نوبت کو پہنچنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (۵۹/۹)	اور ان (مہاجرین) کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔ اگرچہ ہُوا ہے اُن پر فاقہ (عثمانیؒ)

ماحصل (۱) جُوع: وُہ حالت جب انسان کو کھانے کی طلب ہو۔ (۲) مسغبۃ: قحط سالی کا دور۔ (۳) مخمصۃ: خوراک کی کمی کی وجہ سے دبلے پیٹ والا ہونا۔ (۴) خصاصۃ: مفلسی اور محتاجی کی وجہ سے فاقہ کشی کی نوبت آنا۔

۶۳۔۔۔بھولنا، بھلانا

کے لیے نَسِیَ، سَھَا، ضَلَّ اور ذَھَلَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ نَسِیَ: بھولنا کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ خواہ اس کی وجہ غفلت ہو یا ترک ضبط، یا کوئی اور (مف) ارشادِ باری ہے:

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ۔ (۳۶/۷۸)	اور (انسان) ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔

اور اَنْسٰی بمعنی کسی دوسرے کو کوئی بات بھلا دینا۔ قرآن میں ہے:

فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ (۱۲/۴۲)	لیکن شیطان نے اسے اپنے آقا سے (یوسفؑ کا) ذکر کرنا بھلا دیا۔

۲۔ سَھَا (سَھْوًا) غفلت کی وجہ سے کسی بات یا کام سے توجہ ہٹ جانا۔ توجہ کا اصل کام سے ہٹ کر دوسری طرف پھر جانا اور سَاھِی بمعنی غافل اور فراموش کار (م۔ ل) سجدہ سہو مشہور لفظ ہے۔ یعنی کام اور کوئی کرنا چاہیے تھا۔ بھول کر کر کوئی اور دیا۔ قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ (۵۱/۱۱)	جو بے خبری میں بھولے ہُوئے ہیں۔

۳۔ ضَلَّ: ترکِ ضبط کی وجہ سے کوئی بات یا واقعہ یا اس کا کچھ حصّہ بھول جانا۔ (دیکھیے بھکنا)

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (۲/۲۸۲)	اگر ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک بھول جائے تو دُوسری اُسے یاد دلا دے۔

۴۔ ذَھَلَ: ذَھَلَ (ذُھُوْلًا) جب بھولنے کا سبب دہشت ہو یا ایسی مشغولیت جو غم اور پریشانی کا باعث ہو تو اسے ذھول کہتے ہیں (مف) ذَھَلَ (ذھولًا) کے معنی غافل ہونا بھول جانا اور ذَھِلَ ذُھُوْلًا کے معنی ہکا بکا ہونا، حیران رہنا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى	جس دن تو اس (زلزلہ قیامت) کو دیکھے گا تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور تُو لوگوں کو متوالا

وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى (۲/۲۲) دیکھے گا مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے۔

ماحصل: (۱) نَسِیَ، عام استعمال ہوتا ہے، وجہ خواہ کچھ ہو۔

(۲) سَھَا، غفلت کی وجہ سے بھولنا۔ توجہ کا دوسری طرف پھر جانا اور اصل کام کی بجائے کوئی دوسرا کام کرنا۔

(۳) ضَلَّ، ترکِ ضبط کی وجہ سے بھولنا۔

(۴) ذَھَلَ: دہشت اور پریشانی کی وجہ سے بھولنے کو کہتے ہیں۔

۶۴ — بھوننا

کے لیے شَوٰی اور حَنَذَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ شَوٰی، بمعنی گوشت وغیرہ کو آگ میں بھوننا (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُھْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ (۲۹/۱۸) اور اگر وہ فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کھولتے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو اُن کے چہروں کو بھون ڈالے گا۔

۲۔ حنذ: الحنذة بمعنی سخت حرارت اور حَنِیذ بمعنی گرم پانی بھی اور بھونا ہوا گوشت بھی۔ اور حَنَذَتْهُ الشَّمْسُ یعنی سورج کا کسی کو جھلس دینا۔ (منجد) حنذ کے اصل معنی کسی بھی ذریعہ حرارت سے لزوجت اور رطوبت کو خارج کرنا ہے (مف) قرآن میں ہے:

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ۔ (۶۹/۱۱) ابھی کچھ وقفہ نہیں گزرا تھا کہ (ابراہیمؑ) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

ماحصل: شَوٰی: آگ سے گوشت وغیرہ کو بھوننا اور پکانا۔

حنذ: کسی بھی حرارت کے ذریعہ گوشت وغیرہ سے لزوجت اور رطوبت کو خارج کر دینا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق یہ روایت ہے کہ انہوں نے بچھڑے کی کھال اتار کر اسے دو سخت گرم پتھروں کے درمیان رکھ کر اس گوشت سے لزوجت اور رطوبت خارج کی۔ اور اسے خستہ اور کھانے کے قابل بنا دیا تھا۔ (مف)

۶۵ — بھیجنا

کے لیے دو لفظ ہیں۔ اَرْسَلَ اور بَعَثَ۔

۱۔ اَرْسَلَ، کسی کو پیغام، چٹھی یا حکم دے کر بھیجنا یا روانہ کرنا اور اَرْسَلَ بِهٖ اِلَیْهِ کے معنی پیغام کے ساتھ کسی کو کسی کے پاس بھیجنا ہے۔ (منجد) اور رسول بمعنی پیغمبر یا پیغام بر ہے جو انسانوں میں سے بھی ہیں اور فرشتوں سے بھی۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِی فرعون کے درباریوں نے اس سے کہا کہ فی الحال موسٰیؑ

الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (۷/۱۱۱) اور اس کے بھائی کے معاملے کو موقوف رکھیے اور شہروں میں ہرکارے روانہ کردیجئے۔

۲۔ بَعَثَ ، بنیادی طور پر اس کے دو معنی ہیں (۱) اُبھارنا، اُٹھانا اور (۲) تنہا روانہ کرنا۔ پھر کبھی اس سے ایک ہی مفہوم لیا جاتا ہے۔ مثلاً بَعَثْتُ الْبَعِيْرَ میں نے اونٹ کو اٹھا کر آزاد چھوڑ دیا۔ اور جب یہ روانہ کرنا کے معنی میں ہو تو اس کا مطلب کسی مقصد یا مہم کی تکمیل کے لیے روانہ کرنا ہوگا۔

ارشادِ باری ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ (۵/۳۱) اور خدا نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کریدنے لگا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (۶۲/۲) وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو اُن پر اللہ کی آیات پڑھتا اور اُن کو پاک کرتا ہے۔

ماحصل: اَرْسَلَ، کسی کو پیغام دے کر بھیجنا۔ بعث، کسی کو کسی مقصد کی تکمیل کے لیے تنہا روانہ کرنا۔

۶۶۔ بیان کرنا

کے لیے وَصَفَ، قَصَّ، ضَرَبَ، حَدَّثَ، بَيَّنَ، صَرَّفَ، فَصَّلَ اور فَسَّرَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ وَصَفَ کے معنی کسی کا حلیہ بیان کرنا (م۔ل) کسی چیز کا حلیہ اور نعت بیان کرنا خواہ وہ صحیح ہو یا غلط (مف) منظر کشی کرنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (۱۲/۱۸) یعقوبؑ نے کہا (یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو۔ اچھا صبر ہی خوب ہے اور جو تم بیان کرتے ہو، اس کے بارے میں خدا ہی سے مدد مطلوب ہے

۲۔ قَصَّ کے معنی کسی کے نشانِ قدم پر چلنا ہے (مف) جیسا کہ قرآن میں ہے:

فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸/۶۴) تو وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔

اسی سے قَصَّ بمعنی بتدریج اتباع کرتے جانا ہے (منجد) یعنی ایسی بات یا واقعہ بیان کرنا جو لوگوں میں نسلاً بعد نسلٍ بیان ہوتا چلا آرہا ہو۔ جیسے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ (۱۲/۳) (اے پیغمبرؐ) ہم اس قرآن کے ذریعے جو ہم نے تمہاری طرف وحی کیا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔

پھر اس لفظ کا اطلاق عام واقعہ اور قصّہ کو بیان کرنے پر بھی ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۲۸/۲۵)

جب موسیٰؑ شعیبؑ کے پاس آئے اور ان سے اپنے واقعات بیان کیے تو انہوں نے کہا کہ کچھ خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔

۳۔ ضَرَبَ (مَثَلًا) کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے کوئی دوسری بات سمجھ میں آ جائے۔ (مف) کہاوت یا مثال بیان کرنا۔ ضرب المثل مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا (۲/۲۶)

خدا اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز (مثلاً مکھی، مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان فرمائے۔

۴۔ حَدَّثَ، حَدَثَ کے معنی کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا ہے جو پہلے موجود نہ تھی (م۔ل) اور حَدَّثَ کے معنی ایسی بات یا خبر بتلانا جس سے عام لوگ بے خبر ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ (۹۹/۳)

اور انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا ہے؟ اس روز وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی۔

۵۔ بَيَّنَ: بیان کے معنی فصیح گفتگو (منجد) اور بَيِّنَة کے معنی دلیل اور ثبوت کے ہیں۔ اور بَيَّنَ سے مراد کسی بات کو دلائل سے پیش کرنا ہے۔ ابن الفارس کے نزدیک بین میں تین باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ (۱) افتراق (۲) بُعد اور (۳) وُضوح۔ یعنی کسی چیز کا دوسری سے جُدا اور واضح ہونا (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۲/۱۸۷)

اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں۔ (عثمانیؒ)

اور تَبَيَّنَ واضح ہونا۔ جُدا ہونا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲/۲۵۶)

ہدایت صاف طور پر گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

۶۔ صَرَّفَ، صرف بمعنی کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری میں پھیر دینا۔ اور صرّف بمعنی بات کو لوٹا لوٹا کر بیان کرنا ہے (مف) یعنی کسی معاملہ کو سمجھانے کے لیے اسے مختلف انداز سے بیان کرنا اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (۶/۶۵)

دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھ سکیں۔

۷۔ فَصَلَ کے معنی ایک چیز کا دوسری سے اس طرح الگ ہونا کہ ان کے درمیان فاصلہ ہو جائے اور فَصَّلَ کے معنی کسی معاملہ کو الگ الگ کر کے اور ترتیب وار کر کے بیان کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (۱۷/۱۲)

اور ہم نے ہر چیز کی (بخوبی) تفصیل بیان کر دی ہے۔

۸۔ فَسَّرَ: الفسر کے معنی کسی چیز کی معنوی صفت بیان کرنا (مف) نیز فَسَّرَ بمعنی مراد بتلانا اور

وضاحت کرنا ہے۔ اور فَسَّرَ کسی چیز سے پردہ ہٹانا ہے (م۔ل منجد) اور عموماً ذوالفاظ سے کی جاتی ہے۔ لفظ اَیْ سے مبہم کی وضاحت اور لفظ اَوْ سے معنی اور مراد کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اور معنی جملہ کے ایک ایک لفظ کو کھول کر بیان کرنا اور تنزیل کا لحاظ رکھنا (فق ل ۴۲)

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا (۲۵/۳۳) اور یہ لوگ جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں۔

ماحصل

(۱) وَصَفَ: کسی چیز کا حلیہ بیان کرنا۔
(۲) قَصَّ: کوئی قصہ یا ماجرا بیان کرنا۔
(۳) ضَرَبَ (مَثَلًا) مثال یا کہاوت بیان کرنا
(۴) حَدَّثَ: ایسی چیز بتانا جس سے عام لوگ بے خبر ہوں۔
(۵) بَيَّنَ: بات کو دلائل کے ساتھ بیان کرنا۔
(۶) صَرَّفَ: کسی بات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا۔
(۷) فَصَّلَ: کوئی بات ترتیب وار اور الگ الگ کر کے بیان کرنا۔
(۸) فَسَّرَ: مبہم اور مشکل مقامات کی وضاحت کرنا۔

۶۷ — بیٹا۔ بیٹی

کے لیے وَلَد، ولید، مولود، ابن اور بنت کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ولد: ہر وہ بچہ جسے ماں نے جنا وہ ولد بھی ہے ولید بھی اور مولود بھی۔ یہ تینوں الفاظ مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ لغوی لحاظ سے ولید کی مؤنث ولیدۃ آتی ہے۔ لیکن قرآن میں ولیدۃ کا لفظ نہیں آیا۔ ان تینوں الفاظ میں اگر کچھ فرق ہے تو یہ کہ ولد کا لفظ ہر عمر والے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک بوڑھا آدمی بھی اپنے باپ یا ماں کا ویسے ہی ولد ہے۔ جیسے پیدا ہوتے وقت تھا۔ ولید کا لفظ پیدائش سے لے کر بلوغت سے پہلے تک کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے۔ فرعون نے موسیٰؑ کو مخاطب کر کے کہا:

أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا (۲۶/۱۸) کیا ہم نے تمہیں بچپنے میں پالا نہ تھا۔

اور مولود کی نسبت بالعموم باپ کی طرف ہوتی ہے۔ ماں کی طرف کم ہی ہوتی ہے۔ مولود لہ باپ کے معنوں میں اور مولود بیٹا کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کا اطلاق بھی عموماً چھوٹے بچہ پر ہوتا ہے (منجد) تاہم بڑے پر بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا (۳۱/۳۳) اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔

۲۔ ابن اور بنت: ابن بمعنی بیٹا (ج ابناء اور بنون۔ تصغیر بنی) اور بنت بمعنی بیٹی (ج بنات) اَبٌ اور اُمٌّ کی طرح یہ الفاظ بھی صرف صلبی بیٹے اور بیٹی کے معنی میں استعمال نہیں ہوتے بلکہ ان کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً بنی آدم، بنو اسمٰعیل وغیرہ اور قبائل کے تو نام ہی جدِ امجد کے نام پر چلتے ہیں۔

ولد اور ابن میں دوسرا بڑا فرق یہ ہے کہ ابن اور بنت کے الفاظ نسب اور رشتہ کو ظاہر کرنے کے لیے آتے ہیں۔ جیسے عیسیٰ بن مریم، مریم ابنت عمران۔ بَنِيٓ إِخْوَانِهِنَّ اور بنات الاخ وغیرہ۔ ولد وغیرہ استعمال نہیں ہوتے۔

اور تیسرا فرق یہ ہے کہ ابن اور بنت کے الفاظ کنیت کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اور کنیت میں ابو اور ام بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں ایک ادنیٰ سی مشابہت یا تعلق ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ابوتراب، ابوھریرہ، ام الخبائث (شراب) ام الامراض (قبض) اسی طرح ابن الوقت۔ ابن السبیل۔ ابن الادھم، بنت الکرم (انگور) اور بنات النعش (کہکشاں) وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ ولد اور اس کے مشتقات کنیت کے لیے بھی استعمال نہیں ہوتے۔

۶۸۔ بیٹھنا

کے لیے جَلَسَ، قَعَدَ اور جَثَا (جثو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَلَسَ، بیٹھ جانے کے معنوں میں اس کا استعمال عام ہے۔ خواہ کوئی لیٹنے کی حالت سے اُٹھ کر بیٹھ جائے یا کہیں سے آکر یا کھڑے ہونے کے بعد بیٹھ جائے (ضد قام) اور جَلْسٌ بمعنی بلند اور سخت زمین اور جَلَسَ بمعنی کسی سخت جگہ پر اپنی مقعد رکھنا اور بیٹھنے کی جگہ کو مجلس کہا جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی جو اکٹھے بیٹھے ہوں (ج۔ مجالس) اور جلسہ اسم مرہ ہے بمعنی ایک بار بیٹھنا یا بیٹھنے کی حالت (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ۔ (۵۸/۱۱)	اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کھل کر بیٹھو تو کھل بیٹھا کرو اللہ تم کو کشادگی بخشے گا۔

۲۔ قَعَدَ، کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) کھڑا ہونے کی حالت سے بیٹھ جانا اور قعدۃ اسم مرہ ہے۔ بمعنی ایک بار بیٹھنا جیسا کہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔ (م۔ ق) قرآن میں ہے:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۶/۶۸)	یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔

(۲) بمعنی بیٹھ رہنا۔ کوئی کام نہ کرنا۔ اصل کام سے اعراض کرنا۔ ان معنوں میں جَلَسَ استعمال نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (۹/۹۰)	اور صحرا نشینوں میں سے بھی کچھ لوگ عذر کرتے ہوئے تمہارے پاس آئے کہ ان کو بھی اجازت دی جائے اور جنھوں نے خدا اور رسولؐ سے جھوٹ بولا وہ (گھر میں) بیٹھ رہے۔

(۲) بمعنی کھڑا ہونا (قَعَدَ لغت ذوی الاضداد سے ہے) قعود کے معنی بیٹھتے ہوئے بھی اور کھڑے ہوئے بھی۔ اسی طرح مَقْعَد بمعنی بیٹھک بھی اور مقام بھی (م۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴/۵۵)	جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے (یعنی) پاک مقام میں (سچی بیٹھک میں) (عثمانیؒ) ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

(۳) پھر جس طرح قَعَدَ بیٹھ رہنے یا کام نہ کرنے کے معنوں میں آتا ہے کسی کام کے لیے تیار ہو بیٹھنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ جیسے قَعَدَ لِلْحَرْبِ بمعنی لڑائی کے لیے تیار ہو بیٹھا (م۔ ق)

ارشادِ باری ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (۹/۶)	مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ انہیں پکڑ لو اور گھیر لو۔ اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔

اور قَعِيْدَة اس عورت کو کہتے ہیں جو گھر کی نگہبان اور محافظ ہو اور گھر میں ہی رہے (ج قواعد)

ارشادِ باری ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا (۲۴/۶)	اور گھر میں بیٹھ رہنے والی عورتیں جنہیں نکاح کی امید نہ رہی ہو۔

۳۔ جَثَا يَجْثُوْا جُثُوًّا اور جَثٰى يَجْثِيْ جِثِيًّا دونوں طرح آتا ہے بمعنی زانو کے بل بیٹھنا (مف) دوزانو ہو کر بیٹھنا۔ قرآن میں ہے:

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً (۴۵/۲۸)	اور تم ہر فرقے کو گھٹنوں کے بل بیٹھا دیکھو گے۔

ماحصل (۱) جَلَسَ: لیٹنے، کھڑا ہونے یا چلنے کے بعد غرضیکہ کسی بھی حرکت کے بعد بیٹھ جانا۔

(۲) قَعَدَ: بہت وسیع مفہوم میں مستعمل ہے (لغت اضداد سے ہے) بمعنی بیٹھنا۔ بیٹھ رہنا۔ ہو بیٹھنا وغیرہ۔ کام چھوڑ دینا۔ تیار ہونا۔

(۳) جَثَمَ: زانو کے بل بیٹھنا۔

۶۸ ــــ بیمار

کے لیے مَرِيْض، سَقِيْم اور حَرَض کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ سَقِيْم: سقم۔ بیماری، روگ اور غیر درست کلام کو بھی کہتے ہیں (منجد) سقم کا لفظ جسمانی عوارض سے مخصوص ہے (مف) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک بیماری کا پہلا درجہ علالت ہے۔ جبکہ مریض کی طبیعت معمولی خراب ہو تو اسے علیل کہتے ہیں۔ مزید بگڑنے پر اسے سَقِيْم کہیں گے اور جب زیادہ بیمار ہو جائے تو وہ مریض ہوتا ہے (فل ۱۲۳) قرآن میں ہے:

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ (۳۷/۸۹) — پھر ابراہیمؑ نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی اور کہا کہ میں تو بیمار ہوں۔

۲۔ مریض: بیماری کے لحاظ سے سَقِیْمٌ سے اگلا درجہ ہے۔ اور مرض الموت ایسی بیماری کو کہتے ہیں جو جان لیوا ثابت ہو۔ اور مرض کا لفظ جسمانی اور قلبی عوارض دونوں کے لیے آیا ہے قرآن میں ہے:

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا (۲/۱۰) — اُن کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا۔ خدا نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا۔

اور قلبی امراض سے مراد اخلاق رذیلہ مثلاً بزدلی، بخل، نفاق، کفر وغیرہ ہیں۔

اور مریض کی جمع مَرْضٰی (اور اس کی جمع مراض) آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ (۹/۹۱) — نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ موجود نہیں کہ وہ شریک جہاد ہوں)۔

حَرَضَ: بمعنی بڑی بیماری میں مبتلا ہو کر لاغر و ناتوان ہونا اور اَحْرَضَهُ المرض او الحزن بمعنی اس کو بیماری یا غم نے گھلا دیا (منجد) اور حرض بمعنی سخت لاغر ہو کر موت کے قریب پہنچ جانا۔ (م۔ق) قرآن میں ہے:

قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ (۱۲/۸۵) — بیٹے کہنے لگے کہ واللہ اگر آپ یوسفؑ کو اسی طرح ہی یاد کرتے رہیں گے تو یا تو سخت بیمار پڑ جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

ماحصل: (۱) سقیم: صرف جسمانی عوارض اور معمولی بیمار کے لیے۔

(۲) مریض: جسمانی، قلبی، معمولی یا سخت ہر طرح کے بیمار کے لیے۔

(۳) حرض: وہ مریض جو لاغر و ناتواں اور قریب بہ ہلاکت ہو۔

۷۰ ـــــ بیوی

کے لیے کوئی مخصوص لفظ نہیں ہے۔ اور جتنے الفاظ قرآن کریم کے اس معنی میں آئے ہیں سب مجازاً استعمال ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

زَوج، حلائل، امرأۃ، صاحبۃ، نساء اور اھل۔

۱۔ زَوج: بمعنی جوڑا۔ پھر جوڑا میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کا زوج ہے۔ میاں بیوی کا زوج ہے اور بیوی میاں کی زوج۔ مثلاً:

(۱) عورت کے لیے، وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ — اور ہم نے کہا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی (دونوں)

اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (۲/۳۵) — جنت میں رہو۔

(۲) مرد کے لیے: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا (۵۸/۱) — (اے پیغمبرؐ!) جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے بحث و جدال کر رہی تھی خدا نے اس کی التجا سن لی۔

اور دونوں مل کر بھی زوج ہی رہتے ہیں۔

۲۔ حلائِل: حلائل حلیلہ کی جمع ہے بمعنی حلال اور منکوحہ عورت یا بیوی۔ اور حلیلۃ حلیل کی مؤنث ہے۔ مرد کے لیے بیوی حلیلۃ ہے اور بیوی کے لیے مرد حلیل ہے حلیل اور حلیلۃ دونوں کی جمع حلائل ہے (منجد) حلیل کی مثال قرآن میں نہیں ہے، حلیلۃ کی مثال یہ ہے:

وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ (۴/۲۳) — اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں۔

۳۔ اِمْرَاَةٌ: عام عورت کو کہتے ہیں اور یہ لفظ بیوی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ (۶۶/۱۰) — اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔

۴۔ نِسَآءٌ: اِمْرَاَةٌ کی جمع غیر سالم ہے بمعنی عام عورتیں۔ یہ لفظ بھی بیویوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (۳۳/۳۲) — اے نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

۵۔ صاحبۃ: صاحب بمعنی ساتھی اور دوست۔ اور اس سے مؤنث صاحبۃ ہے جو بیوی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (۸۰/۳۶) — اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے دور بھاگے گا۔

۶۔ اَهْل: اهل الرجل کسی شخص کے ہم نسب لوگ یا وہ جو ایک ہی مسکن میں رہتے ہوں۔ پھر اس لفظ کا استعمال آدمی کے قریبی رشتہ داروں پر بھی ہوتا ہے۔ اور کبھی اہل الرجل سے مراد بیوی ہوتی ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا (۱۲/۲۵) — (زلیخا) نے اپنے خاوند سے کہا بھلا جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی کیا سزا ہو؟

۷۰۔ بے انصافی یا نا انصافی کرنا

کے لیے عَدَلَ، قَسَطَ، ظَلَمَ، حَافَ (حیف) عَالَ اور ضَارَّ (ضنین) کے الفاظ استعمال

ہوئے ہیں۔

۱۔ عدل
۲۔ قسط } کے لیے دیکھیے انصاف کرنا۔ کیونکہ یہ دونوں لفظ ذوالاضداد سے تعلق رکھتے ہیں۔

۳۔ ظَلَمَ: ظلم بنیادی طور پر دو طرح استعمال ہوتا ہے (۱) کسی چیز کو ناجائز طریقہ سے اس کے اصل مقام کے علاوہ کسی دوسری جگہ رکھنا اور (۲) بمعنی تاریکی جو روشنی اور نور کی ضد ہے۔ اور ظُلْمَۃ بمعنی تاریکی ج ظُلُمٰت اور جمع الجمع ظلام آتی ہے (م۔ل)

اور پہلے معنوں میں ظلم کی ضد عدل ہے۔ اور ہر بے انصافی کی بات، خواہ وُہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہو یا حقوق العباد سے، وُہ ظلم ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۳۱/۱۳) — اے میرے بیٹے! خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔

(۲) لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (۴/۱۴۸) — اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ بُرا کہے مگر وُہ جو مظلوم ہو۔

۴۔ حَافَ: کا بنیادی معنی اَلْمَیْل یا کسی جانب جھکاؤ ہے (م۔ل) یعنی فیصلہ کرتے وقت ایک جانب جُھک جانا اور انصاف نہ کرنا (مف) پھر حَافَ کے معنی کسی چیز کو اطراف سے گھٹانا کے بھی آتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ (۲۴/۵۰) — یا ان کو یہ خوف ہے کہ خُدا اور اس کا رسول اُن کے حق میں بے انصافی کریں گے۔

۵۔ عَالَ: بمعنی ظلم کرنا، سیدھی راہ سے ہٹنا (منجد) اور العول ہر ایسی چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کو گرانبار کر دے اور وُہ اس کے بوجھ تلے دب جائے۔ گویا اس کے معنی حق استحقاق سے زیادہ لے کر بے انصافی کرنا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا (۴/۳) — اور اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔

۶۔ ضَازَ: بمعنی ظلم کرنا۔ حق کم دینا۔ ضَیْز بمعنی کجی اور قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی بمعنی ناقص اور ظالمانہ تقسیم (منجد) یعنی اپنے اور دوسروں کے حقوق متعین کرتے وقت تمام انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دینا۔ دھاندلی کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (۵۳/۲۱-۲۲) — (مشرکو!) تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور خدا کے لیے بیٹیاں۔ یہ تو بڑی دھاندلی کی تقسیم ہوئی (تفہیم القرآن)

ماحصل: (۱) عدل، دُوسرے کو اس کا حق یا اس کا عوض پورا نہ دینا اور توازن و تناسب کا لحاظ نہ رکھنا اور
(۲) قسط: کسی کے حق کی ادائیگی نہ کرنا۔ (جبکہ یہ دونوں الفاظ نا انصافی کے معنوں میں آتے ہوں۔
(۳) ظلم: ہر بے انصافی کی بات خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا معاملات سے۔
(۴) حاف: دوسرے کے حق کی ادائیگی میں جانبداری کرنا اور کم دینا۔
(۵) عَال: ایسی بے انصافی کرنا جس میں دُوسرے کا حق بھی تلف ہو۔ اور حق دبنے والے کے لیے گراں بار بھی ہو۔
(۶) ضازٰ: حقوق کے تعین میں انتہائی بے ضابطگی کرنا۔

۲۷۔ بے رغبتی کرنا

کے لیے رَغِبَ عَنْ، حَصُوْر اور زَاھِد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ رَغِبَ عَنْ: رَغِبَ بمعنی کسی چیز کی طرف رغبت یا خواہش رکھنا اور اگر اس کا صلہ عن سے ہو تو اس سے بے رغبتی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (۲/۱۳۰)
اور ابراہیم کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے الا یہ کہ وُہ اپنے آپ کو بدّھو بنا لے۔

۲۔ حَصُوْر: حصر بمعنی تنگ کر کے گھیر لینا اور حَصِر بمعنی تنگ ہونا اور رکنا۔ اور حَصُوْر اس شخص کو کہتے ہیں جو عورتوں کی طرف سے رُکا رہے اور ان سے رغبت نہ رکھتا ہو۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۳/۳۹)
بے شک اللہ تجھے (اے زکریاؑ) یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ (عیسیٰؑ) کی تصدیق کرے گا اور سردار ہو گا اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والا اور پیغمبر نیکو کاروں سے ہو گا۔

۳۔ زاھد: زَھَدَ بمعنی بے غرض ہونا چھوڑ دینا۔ اور زھید بمعنی حقیر چیز اور زاھد فی الشئ بمعنی کسی چیز سے بے رغبتی کرنے والا یا حقیر سی چیز پر راضی ہو جانے والا (مف) قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ (۱۲/۲۰)
اور یوسف کے بھائیوں نے یوسفؑ کو تھوڑی سی قیمت یعنی چند ٹکوں میں بیچ ڈالا اور انہیں اس بارے میں کچھ رغبت بھی نہ تھی۔

ماحصل: (۱) رغب عن: بے رغبتی کے لیے عام لفظ۔
(۲) حَصُوْر: وہ شخص جو عورتوں کی طرف سے بے رغبت ہو۔
(۳) زاھد: کسی چیز کو حقیر اور معمولی سمجھ کر اس سے بے رغبتی کرنے والا یا دلچسپی نہ لینے والا۔

۷۳۔ بیزار ہونا

کے لیے تبرّأ، قلیٰ اور مقتًا کے الفاظ آتے ہیں ؛

۱۔ تبرّأ ، برأ کے معنی ہیں کسی مکروہ یا تکلیف دہ چیز سے نجات حاصل کرنا (مف) برءَ ت من المرض یعنی میں تندرست ہوا۔ اور ابرأ المریض ۔ یعنی مریض کو شفا دینا (منجد) قرآن میں ہے ؛

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳/۴۹) — اور میں خدا کے حکم سے اندھے اور برص والے کو تندرست کر دیتا ہوں اور مردے میں جان ڈال دیتا ہوں۔

اور بَرَاءَۃ بمعنی بیزاری، قطع تعلق ۔ بائیکاٹ ۔ فق ل ۱۱۳) جیسے فرمایا ؛

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ (۹/۱) — اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے

اور بَرَّأَ کے معنی کسی کو کسی مکروہ یا تکلیف دہ بات سے نجات دینا ۔ بری کرنا یا الزام اور تہمت وغیرہ دُور کرنا ۔ قرآن میں ہے :

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (۱۲/۵۳) — اور میں اپنے تئیں پاک صاف نہیں کہتا ۔ کیونکہ نفس (امارہ انسان کو) برائی ہی سکھلاتا رہتا ہے۔

اور تبرّأ کے معنی مکروہ یا تکلیف بات سے خود بیزار ہو جانا ۔ قرآن میں ہے ۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ (۲/۱۶۶) — اس دن (کفر کے) پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور (دونوں عذاب الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس میں تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

۲۔ قلیٰ ، کسی سے ناراضگی کی بناء پر بیزار ہونا ۔ صاحب فقہ اللغۃ قلیٰ کو عداوت کے باب میں دُوسرے درجہ پر لائے ہیں ۔ یعنی بغض کے بعد قلیٰ کا درجہ ہے (ف ۔ ل ۱۶۶) ارشادِ باری ہے :

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۔ (۹۳/۳) — (۱) (اے محمدؐ) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا اور نہ (ہی تم سے) ناراض ہوا ۔ (جالندھری)

(۲) نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا (عثمانیؒ)

۳۔ مقت ، کسی قبیح فعل کے ارتکاب پر سخت ناراض ہونا اور بیزار ہو جانا ۔ اور یہ قلیٰ سے اگلا درجہ ہے (ف ل ۱۶۶) ارشادِ باری ہے ؛

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا (۴/۲۲) — اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو اُن سے نکاح نہ کرنا مگر (جاہلیت میں) جو ہو چکا (سو ہو چکا) یہ نہایت ہی بے حیائی اور ناخوشی کی بات

تھی اور بہت بڑا دستور تھا۔ (جالندھریؒ)

ماحصل : تَبَرَّا : کسی مکروہ بات یا تکلیف دہ امر سے بیزار ہونا۔
قَلٰی : کسی سے ناراضگی کی بنا پر اس سے بیزار ہونا۔ اور مقت : کسی قبیح فعل پر سخت ناپسندیدگی اور بیزاری۔ قَلٰی کا اگلا درجہ۔

۴۷۔۔۔۔ بلاشک

کے لیے اِنَّ، اَنَّ، لَا جَرَمَ اور قَدْ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔ یہ سب تحقیق کے لیے آتے ہیں۔ اور بلاشبہ، بلاشک، یقیناً کا معنی دیتے ہیں۔

۱-۲ اِنَّ اور اَنَّ : یہ دونوں الفاظ اسم پر داخل ہوتے ہیں۔ اِنَّ صدر کلام میں آتا ہے۔ جیسے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲/۲۰) بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے) لیکن اَنَّ درمیان میں آتا ہے۔ جیسے اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲/۲۶۰) (میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ قَالَ اور اس کے مشتقات کے بعد درمیان کلام میں بھی اِنَّ ہی آئے گا۔ جیسے قرآن میں ہے :

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ (۲/۶۸) موسیٰؑ نے کہا کہ بلاشبہ تمہارا پروردگار کہتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے۔

عَلِمَ اور شَهِدَ کے بعد درمیان کلام میں گرامر کے لحاظ سے اَنَّ ہی آنا چاہیے۔ (جیسا کہ اوپر مثال بھی دی گئی ہے) لیکن ایک مقام پر قرآن میں عَلِمَ اور شَهِدَ کے بعد بھی اِنَّ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (۶۳/۱) اور اللہ جانتا ہے کہ آپؐ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ (یہ بھی) گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

۳- لَا جَرَمَ : اس لفظ کے معنی میں علماء میں اختلاف ہے۔ اکثر مترجمین اس کا معنی بلاشبہ یا بلاشک لکھتے ہیں۔ صاحب منجد اس کا معنی خدا کی قسم لکھتے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ تین بار استعمال ہوا ہے اور تینوں بار اَنَّ سے پہلے آیا ہے (۱۱/۲۲، ۱۶/۲۳، ۱۶/۱۰۹) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تحقیق مزید کے لیے آتا ہے۔ تاہم اگر صاحب منجد کا معنی "خدا کی قسم" کر لیا جائے تو بھی درست ہے اور تاکید مزید ہی پیدا ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے :

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (۱۱/۲۲) بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں۔

۴- قَدْ فعل ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی بھی دیتا ہے اور زمانہ حال کے قریب بھی کر دیتا ہے۔ یعنی فعل ماضی کو ماضی قریب میں بدل دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ (۵۸/۱) بلاشبہ اللہ نے اس عورت کی بات سُن لی ہے۔

ماحصل: اِنَّ صدر کلام میں اَنَّ درمیان میں آتا ہے۔ لاجرم اَنَّ پر داخل ہو کر تاکید مزید پیدا کرتا ہے۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر ماضی قریب کے معنوں میں بھی کر دیتا ہے۔

۷۵۔ بیقرار ہونا۔ گھبرانا

کے لیے فَرَغَ، جَزِعَ، فَزِعَ، کَرُبَ، هَلَعَ، اِضْطَرَّ اور اِسْتَفَزَّ کے الفاظ آئے ہیں،

۱۔ فَرَغَ: بمعنی خالی ہونا اور اس کی ضد شَغَلَ یعنی کسی کام میں معروف ہونا ہے اور قَلْبٌ فَارِغٌ ایسی کیفیت ہے جب اس میں کچھ شغل نہ ہو (ف ل ۷) یعنی حوصلہ یا صبر نہ رہے اور بے قرار ہو جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فَارِغًا اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا (۱۰/۲۸) اور موسٰی کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کر دے

۲۔ جَزِعَ: اس کی ضد صبر ہے) یعنی بے صبر ہو جانا۔ اور اس لفظ کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب انسان کسی دکھ یا مصیبت پر صبر کرنے کے بجائے غم و تکدر کا زبان سے اظہار بھی شروع کر دے (منجد) قرآن میں ہے:

سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ (۲۱/۱۴) برابر ہے ہمارے حق میں ہم بیقراری کریں یا صبر کریں ہم کو نہیں خلاصی (عثمانیؒ)

۳۔ فَزِعَ: بمعنی دہشت زدہ ہونا (م۔ل) اور امام راغب کے نزدیک یہ جزع ہی کی قسم ہے (مف) یعنی جب جزع کے ساتھ گھبراہٹ بھی شامل ہو جائے تو یہ فزع کی کیفیت ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ (۸۹/۲۷) جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے بہتر (بدلہ تیار) ہے اور ایسے لوگ (اس روز) گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔

۴۔ کَرُبَ: ایسی بیقراری جس میں غم بھی شامل ہو (ف۔ل ۱۷۰) بے چینی۔ اضطراب اور گھبراہٹ ارشادِ باری ہے:

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ (۷۶/۲۱) اور نوح کا قصہ بھی یاد کرو) جب (اس سے پیشتر انہوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی۔

۵۔ هَلَعَ : صاحب فقہ اللغۃ کے مطابق یہ جزع کی انتہائی کیفیت ہے (ف ل ۴۸) بے حوصلہ اور بے صبر ہونا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (۷۰/۱۹) — کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔

۶۔ اِضْطَرَّ: ضَرَّ اور ضُرَّ بمعنی کسی کو تکلیف دینا۔ نقصان پہنچانا اور اضطرہ علی الامر بمعنی کسی کو کسی کام پر مجبور کر دینا۔ اور اضطر بمعنی کسی کو مجبور کرنا۔ حاجتمند بنانا (منجد) گویا اضطرار ایسی بے قراری ہے جس سے انسان کی کوئی حاجت وابستہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (۲/۱۷۳) — پھر جو کوئی بیقرار ہو جائے بشرطیکہ وہ نہ تو خدا کا نافرمان ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر (سخت بھوک کی حالت میں کوئی حرام چیز کھا لینے پر) کچھ گناہ نہیں۔

۷۔ اِسْتَفَزَّ: فَزَّ کے معنی کسی کے ہوش اڑا دینا۔ کسی کو گھبراہٹ میں مبتلا کر کے نکال دینا۔ اور اِسْتَفَزَّ بمعنی مضطرب کر دینا، ہلکا بنا دینا (مف) اور ذلیل جاننا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (۱۷/۶۴) — اور گھبرا لے تو ان کو جن کو تو گھبرا سکے اپنی آواز سے۔ (عثمانیؒ)

ماحصل:
(۱) فَرَغَ : دل کا صبر و سکون سے خالی ہونا۔
(۲) جَزِعَ : جب بے صبر بن کر زبان سے واویلا کرنے لگے۔
(۳) فَزِعَ : گھبراہٹ جو کسی چیز کی دہشت کی وجہ سے ہو۔
(۴) کرب : جس بیقراری میں غم کا عنصر بھی شامل ہو۔
(۵) هَلَعَ : جزع کی انتہائی کیفیت۔
(۶) اضطر: کسی ضروری حاجت کی تکمیل کے لیے بیقرار ہونا۔
(۷) اِسْتَفَزَّ: کسی دوسرے کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنا۔

۷۶ — بیکار ہونا

کے لیے فَرَغَ اور عَطَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرَغَ : کسی کام سے فارغ ہونا (ضد شَغَلَ مف) یعنی کسی شخص کا کسی ایک کام کو ختم کر کے فارغ ہونا۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ (۹۴/۷،۸) — تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

۲۔ عَطَلَ : بمعنی کسی مزدور کا بے کار ہونا یا عورت کا زیور سے خالی ہونا (مف) اور عَطَّلَ بمعنی کسی کو بے کار چھوڑ دینا۔ قرآن میں ہے:

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (۸۱/۴) — اور جب بیانے والی اونٹنیاں بیکار چھٹی پھریں۔

ماحصل: فراغت ایک کام کے ختم ہونے اور دوسرا شروع کرنے کے درمیانی وقفہ کا نام ہے۔ اور یہ بیکاری کبھی ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی۔ اور اگر ہو تو عارضی ہوتی ہے۔

اور عَطَّلَ: بے کاری جو اضطراراً ہو۔

۷۷۔ بے نصیب

کے لیے محروم اور شقیًّا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ محروم: حرام وُہ چیز ہے جس سے روک دیا گیا ہو۔ پھر یہ امتناع بعض دفعہ تسخیری ہوتا ہے۔ کبھی جبری اور کبھی شرعی۔ اور محروم وُہ شخص ہے جس سے وسعتِ رزق اور خوشحالی کو روک دیا گیا ہو (مف) محروم کا لفظ قرآن میں غالباً تین جگہ آیا ہے اور ہر مقام پر تنگدست ہی کے معنوں میں آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۔ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (۷۰-۲۴-۲۵) — اور ان (اغنیاء) کے اموال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا حصّہ مقرر ہے۔

۲۔ شقیًّا: شقی کی ضد سعید ہے۔ اور سعید وُہ شخص ہے۔ جسے فطری طور پر نیک بختی ودیعت ہوئی ہو۔ اسی طرح شقی وہ شخص ہے جو اس بہرہ قسمت سے محروم ہو۔ قرآن میں ہے:

وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا (۱۹/۴) — (حضرت زکریاؑ نے کہا) اور اے میرے پروردگار! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔

ماحصل: محروم معاشی لحاظ سے بے نصیب کے لیے اور شقیا تمام بھلائی کی باتوں سے بے نصیبی کے لیے آیا ہے۔

بے نور ہونا ـــــ دیکھیے ـــــ "دُھندلانا"

۷۸۔ بے نیاز

کے لیے دو لفظ آئے ہیں۔ غنی اور صَمَد۔

۱۔ غنی کی ضد فقیر بمعنی محتاج ہے۔ اور غنی وُہ ہے جسے کسی دوسرے کی احتیاج نہ ہو۔ اور یہ لفظ اکثر مال و دولت سے بے نیاز ہونے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور غنی دولت مند کو کہتے ہیں (ج اغنیاء)۔ یعنی کم از کم اتنا مالدار ضرور ہو کہ وُہ اُسے معاش کے سلسلہ میں دوسروں کی احتیاج نہ ہو (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲/۲۷۳) — ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص اُن کو مالدار خیال کرتا ہے۔

۲۔ صَمَد: اس میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کسی چیز کا ٹھوس اور مضبوط ہونا (۲) لوگ ہر طرف سے اس کی طرف قصد کریں (م-ل منجد) یعنی ایسی ذات جو خود تو کسی کی محتاج نہ ہو مگر دُوسرے سب اس کے محتاج ہوں۔

غنی اور صمد میں دوسرا فرق یہ ہے کہ غنی کا تعلق زیادہ تر معاشی امور سے ہے جبکہ صمد جملہ پہلوؤں میں بے نیاز اور دوسرے اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ (۱۱۲/۲) کہہ دیجئے کہ وُہ اللہ ایک ہے معبود برحق بے نیاز ہے۔

بے وفائی کرنا کے لیے خان، خذل اور ختر ـــــ "دھوکہ دینا" میں دیکھیے۔

۷۹ ـــ بے ہُودہ کلام

کے لیے لَغْو اور لَاغِیَۃ، ھَزْل اور نَزَفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لغو: لغی (یلغوا) کے معنی بے سوچے سمجھے بولنا اور بکواس کرنا۔ اور لَغَی الطَّیرُ بِاَصْوَاتِھَا پرندوں کے اپنی اپنی بولیاں بولنے کو کہتے ہیں۔ معروف لفظ "لغت" اسی سے مشتق ہے۔ بمعنی سب کی ملی جلی زبان۔ اور لغو ہر بیہودہ کلام اور کتے کی آواز کے لیے استعمال ہوتا ہے اور لاغیۃ کے معنی بیہودہ اور قبیح کلام ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا (۱۹/۶۲) نہ سنیں گے وہاں بک بک سوائے سلام (عثمانیؒ)

دوسری جگہ فرمایا:

لَا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَۃً (۸۸/۱۱) نہیں سنتے اس میں بکواس۔ (عثمانیؒ)

۲۔ ھَزْل، ھَزَلَ کے بنیادی طور پر دو معنٰی ہیں۔ (۱) لاغر، دبلا یا کمزور ہونا (۲) ھَزَلَ فِیْ کَلَامِہٖ یعنی ہنسی مذاق کرنا۔ بکواس کرنا (م-ل منجد) اور ھزالۃ بمعنی ظرافت و خوش طبعی بھی ہے۔ (منجد) گویا ھزل کے معنی دل لگی کے طور پر گپیں ہانکنا ہے (فق-ل ۲۱۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ۔ (۸۶/۱۸) بیشک یہ کلام حق کو باطل سے جُدا کرنے والا ہے۔ اور کوئی بیہودہ بات نہیں (جالندھری) نہیں بات ہنسی کی (عثمانیؒ)

۳۔ نزف: نزف کے معنی کسی چیز کا ختم ہونا اور منقطع ہونا ہے (م-ل) نَزِفَ دَمُهٗ: اس کا سب خون نکل گیا۔ اور نزیف وُہ آدمی جس کی عقل کھینچ لی گئی ہو۔ مدہوش اور متوالا (م-ل) اور نَزَفَ الْمَاءَ کے معنی بتدریج پانی کھینچ لینا ہے (مف) گویا نزف کے معنی وہ بہکی بہکی باتیں ہیں جو کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے یا کسی دوسری وجہ سے عقل و ہوش میں کمی واقع ہونے سے بدمست آدمی کرتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِکَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ان میں شراب لطیف کے جام کا دور چل رہا ہوگا

بَيۡضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ۔ لَا فِيۡهَا غَوۡلٌ وَّلَا هُمۡ عَنۡهَا يُنۡزَفُوۡنَ (۳۷/۴۷) — جو سفید رنگ اور پینے میں نہایت لذیذ ہوگی۔ اس سے نہ تو درد سر ہو اور نہ اس سے متوالے ہوں۔

ماحصل: (۱) لغو: فضول بکواس اور بے سوچے سمجھے شور مچانا۔

(۲) ھزل: دفع الوقتی کے لیے ہنسی مذاق اور خوش گپیوں کو۔ اور

(۳) نزف: ان بہکی باتوں کو کہتے ہیں جو نشہ میں بدمست آدمی کیا کرتے ہیں۔

۸۰ — بیہوش ہونا

کے لیے صَعِقَ، سَکَرَ، غَمَرَ اور صَرَعَ اور غَشِیَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَعِقَ: دہشت اور گھبراہٹ کی وجہ سے بیہوش ہونے کو کہتے ہیں (ف۔ل ۱۳۰) اور صاعقہ گرنے والی بجلی کو یا اس خوفناک دھماکہ کو جس کا تعلق اجسام علوی سے ہو (تفصیل "بجلی" میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوۡسٰى صَعِقًا (۷/۱۴۳) — جب اس کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوار ربانی نے) اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے

۲۔ سَکَرَ: سُکر ایسی حالت کو کہتے ہیں جب انسان عقل و ہوش کھو بیٹھے (مف) قرآن میں ہے:

وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ۔ (۵۰/۱۹) — اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہو گئی۔

لیکن اس کا اکثر استعمال کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے عقل و ہوش کھونے پر ہوتا ہے، کیونکہ سکر شراب اور ہر نشہ آور چیز کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا (۱۶/۶۷) — اور کھجور اور انگور کے میووں سے بھی (تم) ان سے شراب بناتے ہو اور عمدہ رزق (کھاتے ہو)۔

اور سکر بمعنی شراب سے مدہوش ہونا اور صفت سکران ہے۔ مونث سَکرٰی اور اس کی جمع سُکارٰی آتی ہے (منجد)۔

۳۔ غَمَرَ: کے معنی بیہوشی طاری ہونا اور غمرات الموت کے معنی موت کی تکالیف اور سختیاں ہیں جس سے انسان کے ہوش و حواس جاتے رہیں (منجد) غمرۃ کثیر پانی کو بھی کہتے ہیں جس کی اتھاہ معلوم نہ ہو سکے۔ ابن الفارس غمر کے معنی شدائد اور سختیوں کی وجہ سے عقل و ہوش کا مستور ہونا لکھتے ہیں (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِىۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوۡۤا — اور کاش تم ان ظالم لوگوں کو اس وقت دیکھو جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں اور فرشتے اُن کی

اَيۡدِيۡهِمۡ (۶/۹۳) طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

بَلۡ قُلُوۡبُهُمۡ فِيۡ غَمۡرَةٍ مِّنۡ هٰذَا۔ (۲۳/۶۳) کوئی نہیں۔ ان کے دل بیہوش ہیں اس طرف سے۔ (عثمانیؒ)

۴۔ صَرَعَ: صرع بمعنی مرگی یا اُمّ الصبیان۔ مشہور بیماری ہے جس میں انسان بیہوش ہو کر پٹاخ سے زمین پر ایسے گر پڑتا ہے جیسے کسی نے پٹخ دیا ہو۔ اور صَرَعَ بمعنی اضطراب اور گھبراہٹ کی وجہ سے زمین پر گرنا (ف۔ل ۱۳۰) قرآن میں ہے:

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى (۶۹/۷) پھر تو دیکھے کہ لوگ اس میں پچھڑے گئے (عثمانیؒ)

۵۔ غشی: غَشَا کے معنی کسی چیز کو ڈھانپ لینا اور اس پر پردہ ڈال دینا ہے۔ اور جب انسان کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور اس کے حواس کام نہ کریں تو اسے بھی غشی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ خواہ دہشت ہو یا خوف یا کوئی اور۔ اور مغشی اس کو کہا جاتا ہے جو بے ہوش ہو گیا ہو، قرآن میں ہے:

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (۳۳/۱۹)

پھر جب ڈر کا وقت آئے تو تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں اور ان کی آنکھیں (اس طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔

ماحصل: (۱) صَعِق: کسی آسمانی حادثہ سے بیہوش ہونے کے لیے۔

(۲) سکر: عموماً شراب یا نشہ آور چیزوں سے بے ہوشی۔

(۳) غمر: شدائد اور سختیوں کی وجہ سے بے ہوشی۔

(۴) صرع: بے ہوشی کی وجہ سے پٹاخ سے زمین پر گر پڑنے کے لیے۔

(۵) غشی: کسی چیز کی دہشت یا مرض کی وجہ سے یا کسی بھی وجہ سے بیہوشی کے لیے عام لفظ ہے۔

پاس

کے لیے عِنْدَ، لَدَیٰ اور لَدُنْ، تِلْقَاء اور حَوْلَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں؛

۱- عِنْدَ بمعنی نزدیک۔ ظرفِ زمانی اور مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ عند المکان بمعنی کسی مقام کے پاس یا قریب اور عند اللیل بمعنی رات کو یا رات کے قریب۔ (م - ل) غروبِ آفتاب سے تھوڑا پہلے یا تھوڑا بعد۔ ارشادِ باری ہے؛

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (۹۶/۱۶) — جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

اور کبھی عِنْدَ سے پہلے مِنْ آتا ہے جو مزید تاکید کو ظاہر کرتا ہے۔ مِنْ عِنْدِ بمعنی پاس سے، طرف سے۔ جیسے فرمایا؛

قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ (۱۶۵/۳) — تو تم چلا اٹھے کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی۔ کہہ دو یہ تمہاری ہی طرف سے شامتِ اعمال ہے۔

۲- لَدَیٰ اور لَدُنْ۔ دونوں لفظ ایک ہی ہیں۔ اگر لَدَیٰ پر مِنْ داخل ہو تو یہ لَدُنْ سے بدل جائے گا۔ جیسے مِنْ لَدُنْكَ، مِنْ لَدُنَّا۔ اگر مِنْ کے بغیر آئے تو لَدَیٰ آتا ہے۔ جیسے بِمَا لَدَيْهِمْ یا لَدَا الْبَاب۔ یہ لفظ عِنْد سے اخص اور ابلغ ہے (مف) اور مزید قربت کو ظاہر کرتا ہے۔ نیز تمکّن کو مقتضی ہے۔ مثلاً میرے پاس مال اگر حاضر ہو تو لَدُنِّیْ مَالٌ کہتے ہیں لیکن عِنْدِیْ مَالٌ اس صورت میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مال ملکیت میں تو ہو مگر پاس موجود اور حاضر نہ ہو (فق ل ۲۴۶) ارشادِ باری ہے؛

وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ (۲۵/۱۲) — ان دونوں نے زلیخا کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا۔

دوسرے مقام پر ہے؛

وَاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا (۶۷/۴) — اور اس وقت ہم انہیں اپنے ہاں سے اجرِ عظیم بھی عطا فرماتے۔

۳- تِلْقَاء، لَقِیَ یَلْقٰی لِقَاءً۔ بمعنی کسی چیز کا کسی چیز کے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔ اور تلقاء، لقاء سے اسم (حاصل مصدر) ہے۔ اور مقابل یا متقابل کے معنوں میں آتا ہے۔ کہتے ہیں جَلَسَ تِلْقَاءَہٗ بمعنی وہ اس کے سامنے یا مقابل بیٹھا۔ قرآن میں ہے؛

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ (۲۸/۲۲) اور جب موسٰی نے مدین کی طرف رُخ کیا۔

اور تلقاء نفس بمعنی خود بخود۔ اپنے آپ۔ فَعَلَ الْاَمْرَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ اس نے کام کو خود بخود کیا (منجد) نہ اس کی کسی نے مدد کی نہ کسی نے مجبور کیا۔ قرآن میں ہے:

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ (۱۰/۱۵) کہہ دو مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ میں قرآن کو اپنے آپ بدل دوں۔

۴۔ حَوْل: حَالَ کا بنیادی معنی تغیّر پذیری حرکت اور انتقال ہے۔ اور حول الشیٔ بمعنی کسی چیز کی وہ جانب جس کی طرف اسے پھیرنا ممکن ہو۔ (مف) بعد میں یہ لفظ کسی چیز کے ارد گرد، گرداگرد (منجد) یا آس پاس کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ (۲/۱۷) پھر جب آگ نے اس کے ارد گرد کی چیزیں روشن کیں تو خدا نے ان لوگوں کی روشنی زائل کر دی۔

ماحصل: (۱) عِنْدَ: قرب زمانی اور مکانی کے لیے آتا ہے اور مِنْ داخل ہو تو مزید تاکید کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) لَدُنْ: پر مِنْ ہمیشہ داخل ہوتا ہے۔ عِنْدَ سے اخص اور ابلغ ہے۔ مزید قربت اور تمکن کے لیے آتا ہے لَدَی اس کا ہم معنی ہے جو مِن کے بغیر آتا ہے۔

(۳) تلقائ: نفس کے ساتھ مل کر خود بخود، اپنے آپ کے معنی دیتا ہے۔ عند انفسکم کی نسبت اس میں تاکید بھی ہے اور قربت بھی۔ اور مقابل کی سمت بھی متعین کرتا ہے۔

(۴) حول: کسی چیز کے گرداگرد یا آس پاس۔

۲۔ پاک

کے لیے سُبْحَان، قُدُّوس، زَکِیّہ، طَہُورا، طَیِّب اور ان کے مشتقات آئے ہیں۔

۱۔ سُبْحَان: ابن فارس کے نزدیک لفظ سَبَحَ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) عبادت کی قسم۔ (۲) دوڑنے کی قسم۔ (م۔ ل)

اور امام راغب سَبَحَ کے معنی کسی چیز کا پانی یا ہوا میں تیرنا یا تیز رفتاری سے گزر جانا لکھتے ہیں (مف) سَبَّاح بمعنی بڑا تیراک۔ اور فَرَسٌ سَبُوْحٌ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو رفتار میں تیزی کی وجہ سے اِدھر اُدھر نہ ہلے (منجد) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (۲۱/۳۳) اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو بنایا (یہ) سب (یعنی سورج، چاند اور ستارے) آسمان میں تیر رہے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا (۷۹/۳) اور ان فرشتوں کی قسم جو (فضا میں) تیرتے پھرتے ہیں۔

پھر اس لفظ کا استعمال کسی کام کو سرعت سے کرنے پر ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے:
اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (۷۳/۷) دن کے وقت تو آپ کو اور بہت سے شغل ہوتے ہیں۔

۱۔ سُبْحَان: سَبَحَ سے مصدر ہے۔ جیسے غَفَرَ سے غُفْرَان فضا میں لاکھوں اور کروڑوں سیارے نہایت تیزی سے گردش کر رہے ہیں۔ جن میں نہ کبھی لرزش پیدا ہوتی ہے نہ جھول اور نہ ہی تصادم یا ٹکراؤ۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان پر کنٹرول کرنے والی ہستی اپنی تقدیر و تدبیر اور انتظام میں نہایت محکم اور ہر قسم کی بے تدبیری اور عیب یا نقص سے پاک ہستی ہی ہو سکتی ہے۔ اور یہی سُبْحَان کا معنیٰ ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ایسی مُدبّر ہستی جو اپنی تدبیر محکم سے کائنات کا انتظام چلا رہی ہے، وُہ اس انتظام و انصرام میں بلا شرکت غیرے مختارِ کل ہو۔ کیونکہ کسی بھی دُوسرے کا عمل دخل اس کائنات کے انتظام میں خلل انداز ہو کر اس میں گڑبڑ پیدا کر سکتا ہے۔ لہٰذا سبحان کے معنیٰ وُہ ہستی ہے جو عیب و نقص سے بھی پاک ہو۔ اور وُہ بلا شرکت غیرے مختارِ کل بھی ہو۔ اور کائنات میں اس طرح کی حرکت پذیر تمام اشیاء پر پُورا پُورا کنٹرول بھی رکھتی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ (۲/۱۱۶)

اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے۔ (نہیں) وُہ پاک ہے۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور سب اسکے فرمانبردار ہیں

اور کائنات کی جملہ اشیاء کا یہ عمل جس کے تحت وُہ مدبّر ہستی کے مجوزہ قوانین کے تحت سرگرم عمل ہیں۔ ان کی تسبیح، فرمانبرداری یا عبادت کہلاتا ہے۔ گویا کائنات کی جملہ اشیاء زبانِ حال اور اپنے عمل سے اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ ان کا انتظام کرنے والی مدبّر ہستی ہر طرح کے عیوب و نقائص اور شرک سے منزّہ و مبرّا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۶۱/۱)

جو چیز آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، سب خدا کی تنزیہہ کرتی ہے اور وُہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی۔

پھر کائنات اور اس کی جملہ اشیاء کے اس مربوط اور منظم عمل کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان اسکی تنظیم اور باقاعدگی جس میں ایک لمحہ کی بھی تقدیم میں تاخیر ناممکن ہے، نہ جھول ہے نہ تصادم اور ٹکراؤ کو دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے تو بے اختیار اُس کی زبان سے اس مدبّرِ کائنات کی بزرگی اور تعریف جاری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سُبْحَان کا لفظ ایسے مقام پر بھی استعمال ہوتا ہے جب خالقِ کائنات کی کار آفرینیاں انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ گویا یہ کلمہ تنزیہہ بھی ہے اور استعجاب بھی۔ ہماری زبان میں "سبحان تیری قدرت" ایسے ہی موقع پر بولا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي اَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا وُہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (۱/۱۷) — مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصٰی (یعنی بیت المقدس) تک لے گیا۔

اس مقام پر لفظ سُبحان کا استعمال اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سیر روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھی۔

۲۔ قُدُّوس: قَدُسَ کے معنی پاک اور صاف ہونا ہے (مف) اور صاحبِ منجد کے نزدیک پاک اور بابرکت ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (۱۰۲/۱۶) — (اے پیغمبرؐ!) کہہ دیجیے کہ اس پاکیزہ رُوح (جبرئیل) کو تمہارے پروردگار کی طرف سے سچائی کیساتھ لیکر نازل ہوئے ہیں

تو یہاں رُوح القدس سے مراد یہ ہے کہ جبرئیل خدا کے کلام کو ہر طرح کی آلائشوں اور آمیزشوں سے پاک و صاف رکھ کر نازل فرماتے تھے۔ اسی لیے انہیں دوسرے مقام پر رُوح الامین بھی کہا گیا ہے۔

اور ارضِ مقدسہ میں سے مراد وُہ پاک اور مبارک سرزمین (منجد) ہے جو انبیاء کے مولد و مدفن ہونے کی نسبت کی وجہ سے بابرکت ہو گئی ہے اور ان کی تبلیغ کی وجہ سے شرک کی آلائشوں سے پاک رہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۱/۵) — (موسیٰؑ نے کہا) تو بھائیو! تم ارضِ مقدس (یعنی ملکِ شام) میں جسے خدا نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے داخل ہو جاؤ۔

اور قُدُّوس اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ جس کے معنی ہیں اضداد اور انداد (جمع ند بمعنی شریک) سے پاک (م۔ل) اور معنی ہر بُری بات سے پاک اور بابرکت ذات (منجد) ارشادِ باری ہے:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (۱/۶۲) — جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے، سب خدا کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے۔

۳۔ زَكِيَّة، زَكٰى (زکو) کے معنی بالیدگی۔ نشو و نما پانا، بڑھنا اور عمدہ ہونا ہے۔ اور زَكّٰى کے معنی کسی چیز کو عمدہ بنانا، اس کی اصلاح کرنا اور آگے بڑھانا ہے۔ اور زَكّٰى نَفْسَهٗ کے معنی اپنی تعریف آپ کرنا یا اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (۳۲/۵۳) — تو اپنے آپ کو صاف نہ جتاؤ۔ جو پرہیزگار ہے، وُہ (اللہ) اس سے خوب واقف ہے۔ (جالندھریؒ)

سومت بیان کرو اپنی خوبیاں وُہ خوب جانتا ہے اسکو جو بچکر نکلا (عثمانیؒ)

اور تزکیہ کا استعمال عموماً نفس سے متعلق ہے۔ تزکیۂ نفس کے معنی نفس کو رُوحانی آلائشوں بیماریوں یا اخلاقِ رذیلہ سے پاک صاف کر کے اوصافِ حمیدہ پیدا کرنا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ — جس نے (اپنے) نفس (یعنی رُوح) کو پاک رکھا، وُہ مراد کو

دَسّٰھَا۔ (۹۱/۹) پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا۔

اور نفس زکیہ وہ شخص ہے جو بے گناہ اور ہر طرح کے الزام سے پاک صاف ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـــًٔا نُّكْرًا۔ (۱۸/۷۴) (موسیٰؑ نے خضر سے) کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ شخص (ناحق) بغیر قصاص کے مار ڈالا (یہ تو) آپ نے بری بات کی۔

۴۔ طہور: طہر کی ضد دَنَس بمعنی میل کچیل اور تلچھٹ وغیرہ ہے (م-ل) اور طہور وہ چیز ہے کہ میل کچیل اور گندگی سے پاک صاف ہو، یا بقول امام راغب نجاست محسوسہ سے پاک ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (۷۶/۲۱) اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔

اسی طرح عورت کا حیض، نفاس وغیرہ سے پاک ہونا بھی طہر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (۲/۲۲۲) سو ایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

اور طَھَّرَ (باب تفعیل) ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاستوں سے پاکیزگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ظاہری نجاست کو دور کرنے کے لیے:

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (۷۴/۴) اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔

(۲) باطنی برائیوں سے صاف کرنے کے لیے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (۳۳/۳۳) اے (پیغمبرؐ کے) اہل بیت! خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔

۵۔ طَیِّب: طَابَ بمعنی کسی چیز کا دل کو خوش لگنا، خوش ذائقہ ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ (۴/۳) تو نکاح کر لو جو عورتیں تم کو خوش آویں۔ (عثمانیؒ)

اور طِیب بمعنی خوشبو (منجد) اور طیبۃ دل کی خوشی اور رضا کو کہتے ہیں (م-ق) اور طیّب ہر وہ چیز ہے جو خوشگوار، پاکیزہ اور حلال ہو (مف) اور اس کی ضد خبیث ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (۲/۱۷۲) اے اہل ایمان! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ۔

اور بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ ایسے شہر کو کہتے ہیں جو صاف ستھرا، خوش منظر اور صاف ستھرے ماحول والا اور زرخیز ہو۔

ماحصل: (۱) سُبْحَان: وہ ذات جو ہر طرح عیب اور نقص کمی اور کوتاہی سے پاک ہو۔ اور وہ صرف اللہ ہے

(۲) قُدُّوس: اللہ تعالیٰ کا نام۔ شرک اور اسی طرح کی دُوسری برائیوں سے پاک اور بابرکت ہستی یا مقام۔
(۳) زکیہ: نفس کا اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہونا اور صلاح یافتہ ہونا یا سنورنا۔
(۴) طھر: ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاستوں سے پاک ہونا۔ اور یہ اَزکیٰ سے ابلغ ہے۔
(۵) طیّب: ظاہری نجاستوں سے پاک حلال اور خوش منظر چیز۔

۳ــــــ پاک کرنا

کے لیے مَحَّصَ، زَکّٰی اور طَھَّرَ، صَفَا، بَرَّاَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں:

۱۔ مَحَّصَ: محص بمعنی کسی چیز کو کھوٹ، آلائش اور آمیزش سے پاک صاف کرنا۔ اور مَحَّصَ الذّھب بمعنی سونے کو کٹھالی میں ڈال کر اور آگ پر پگھلا کر اس سے میل کچیل اور آمیزش کو دُور کر کے اسے خالص بنانا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ‏ تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خالص مومن بنا دے
وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ (۳/۱۴۱) اور کافروں کو نابود کر دے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عملی کمزوریوں کا ذکر کر کے ان کی اصلاح فرما رہے ہیں۔ گویا محّص سے مراد عملی زندگی میں انسان کو کمزوریوں اور تقاضوں سے پاک کرنا مراد ہے۔

۲۔ زکّٰی سے مراد نفس کو رُوحانی آلائشوں، بیماریوں اور اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا ہے (تفصیل اوپر دیکھئے)

۳۔ طَھَّرَ سے مراد ظاہری نجاست کو دُور کرنا بھی ہے۔ اور دل کو شرک اور شیطانی وساوس سے پاک کرنا بھی۔ تفصیل اوپر گزر چکی)

۴۔ صَفَا بمعنی کسی چیز کا ہر طرح کی آمیزش سے پاک وصاف ہونا ہے (مف) اور صَفّٰی بمعنی کسی چیز کو پاک وصاف بنانا۔ جیسے شہد کو موم اور ستھا وغیرہ کی آمیزش اور آلائش سے پاک و صاف کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (۴۷/۱۵) اور (جنت میں) صاف شدہ شہد کی نہریں ہوں گی۔

۵۔ بَرَّاَ: بَرِءَ بمعنی بیماری سے شفا پانا اور اَبْرَاَ بمعنی تندرست کرنا اور بَرَّاَ بمعنی کسی کو تہمت یا عیب سے پاک کرنا (منجد۔ مف) بَری قرار دینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ ‏ تو اللہ تعالیٰ موسیٰؑ کو لوگوں کے الزام سے بے عیب
عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (۳۳/۶۹) ثابت کیا اور وُہ خدا کے نزدیک آبرو والے تھے۔

ماحصل: (۱) محّص: کسی چیز کو ظاہری اور باطنی آلائشوں اور کمزوریوں سے پاک کرنا۔
(۲) زکّٰی: نفس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا۔
(۳) طھّر: ظاہری نجاست نیز شرک و وساوس کی آلائشوں سے پاک صاف کرنا۔
(۴) صَفّا: خام پیداوار کو اس کی آلائشوں سے پاک کرنا۔

(۵) بَرَّاَ: کسی کو تہمت یا عیب سے پاک کرنا۔ نیز دیکھیے صاف کرنا۔
پاکیزگی بیان کرنا کے لیے دیکھیے "تسبیح و تقدیس"

۴ــــــ پانا

کے لیے وَجَدَ، ثَقِفَ، اَلْفٰی اور اَدْرَکَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وجد۔ کسی چیز کو موجود دیکھنا (مف) اس لفظ کا استعمال عام ہے اور ہر جگہ استعمال ہو سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (۳/۳۷) — زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس (مریم) کے پاس آتے تو اس کے پاس کھانا پاتے۔

۲۔ ثقف، بمعنی کسی چیز کے پالینے یا کسی کام کے کرنے میں حذاقت اور مہارت سے کام لینا (مف) اور ثقف فن حرب و ضرب کے استاد اور ماہر کو کہتے ہیں (م۔ل) ثقیف بمعنی دانا اور ہوشیار اور ثقافت بمعنی دانائی اور مہارت اور ثَقِفَ بمعنی کسی کو پانا اور اس کی خوب خبر لینا اور اس پر فتح پانا ہے۔ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ (۲/۱۹۱) — اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اور جہاں سے اُنہوں نے تم کو نکالا ہے وہاں سے تم بھی اُن کو نکال دو۔

دوسرے مقام پر بالکل ایسے ہی موقع کے لیے ثقف کے بجائے وجد کا لفظ استعمال ہوا ہے جو وجد کی عمومیت پر دال ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (۴/۸۸) — تو اُن کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو۔

۳۔ اَلْفٰی، لفو بمعنی کسی چیز کے آگے سے حجاب دُور ہونا اور اس کا ظاہر ہو جانا (م۔ل) اور اَلْفٰی یعنی از خود کسی چیز کا علم میں آنا یا کوئی چیز سامنے آنا۔ قرآن میں ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ۔ (۱۲/۲۵) — اور وُہ دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسفؑ پیچھے زلیخا) اور عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا۔ اور دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا۔

دوسرے مقام پر قرآن کریم میں ہے:

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (۲/۱۷۰) — کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

اس آیت میں اَلْفٰی کا استعمال اس لحاظ سے ہُوا ہے کہ چیز انہیں نسلاً بعد نسلٍ ورثہ میں ملی تھی۔ ایک دوسرے مقام پر بالکل ایسے ہی موقع پر اَلْفٰی کی جگہ وَجَدَ کا لفظ استعمال ہُوا ہے جو وَجَدَ کی عمومیت

پر دلالت کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (۵/۱۰۴) — کہتے ہیں کہ جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی ہمیں کافی ہے۔

۴۔ اَدْرَكَ : دَرَكٌ اور درج ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ سیڑھیوں پر جب نیچے سے اُوپر کو چڑھیں تو یہ درج یا درجة ہے۔ اور جب اوپر سے نیچے آئیں تو یہ درک ہے۔ اسی لیے درجاتُ الجنّة اور درکاتُ النار کا محاورہ استعمال ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے؛

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴/۱۴۵) — کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

اور اَدْرَكَ کے معنی کسی چیز کا درجہ بدرجہ اپنی غایت کو پہنچنا۔ پالینا (مف) یا کسی چیز کا اپنے وقت پر پہنچنا۔ اَدْرَكَ الثَّمَرُ پھل کا پک جانا اور اَدْرَكَ الْوَلَد بمعنی لڑکے کا بالغ ہونا ہے۔ (منجد) اور ابن الفارس اس کے معنی کسی چیز کا دوسری کو مل کر اسے پالینا (یعنی آپکڑنا، آلینا، یا آدبوچنا) بتلاتے ہیں (م۔ل) مزید تفصیل گرانا میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے؛

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (۶/۱۰۳) — نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو۔ (عثمانیؒ)

ماحصل؛ (۱) وَجَدَ : کسی چیز کو موجود دیکھنا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) ثقف : کسی چیز کو پانے میں مہارت سے کام لینا۔ دورانِ جنگ مطلوبہ افراد کو پانا۔

(۳) اَلْفٰى : اتفاقاً کسی چیز کو پانا۔ حجاب دُور ہونے پر کسی چیز کا موجود پانا۔ از خود کسی چیز کو پانا۔

(۴) اَدْرَكَ : کسی چیز کی انتہا تک پہنچ کر اس کو پانا۔

۵ — پانی اور اس کی اقسام!

پانی کے لیے عام مستعمل لفظ مَاءٌ ہے۔ پانی گدلا ہو یا ستھرا، میٹھا ہو یا کھاری۔ سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس کی درج ذیل اقسام قرآن کریم میں مذکور ہوئی ہیں۔ حَمِيْم۔ غَسَّاق۔ اٰنٍ اور اٰنِيَةٍ۔ غَوْر۔ مَعِيْن۔ عَذْب۔ فُرَات۔ مِلْح۔ اُجَاج۔

۱۔ بلحاظ حرارت؛

۱۔ حَمِيْم : حَمَّ بمعنی گرم ہونا اور حُمّٰى تپ یا بخار کو کہتے ہیں (منجد) اور حمیم ایسے گرم پانی کو کہتے ہیں جو دُھوپ کی وجہ سے (جوہڑوں وغیرہ میں) سخت گرم اور بعض دفعہ بدبودار بھی ہوجاتا ہے۔ صاحب فقہ اللغۃ اس کے معنی "سخت گرم پانی" بتلاتے ہیں۔

۲۔ غَسَّاق : کا ترجمہ عموماً پیپ یا رِستی پیپ سے کیا جاتا ہے لیکن صاحب فقہ اللغۃ اور صاحب منجد دونوں اس کے معنی ٹھنڈا اور بدبودار پانی بتلاتے ہیں (ف ل ۲۶۰۔ منجد) قرآنِ کریم سے

بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن میں حمیم اور غسّاق کے الفاظ دوبار ایک دوسرے کے مقابلے میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا (۷۸/۲۵) — وہاں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے۔ نہ پلینا ہوگا مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ (جالندھری)

(۲) جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ هٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَّغَسَّاقٌ (۳۸/۵۷) — دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے وہ بری آرامگاہ ہے۔ یہ کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ ہے۔ اب اس کے مزے چکھیں۔ (جالندھری)

۳- اٰنٍ - اٰنِيَةٍ: اَنَی کے معنی پکنا یا اس کا وقت قریب آنا ہے۔ اور اٰنٍ ایسے شدید گرم پانی کو کہتے ہیں جو کھولنے لگ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ اٰنٍ۔ (۵۵/۴۴) — وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (۸۸/۵) — وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ ایک کھولتے ہوئے چشمے کا ان کو پانی پلایا جائے گا۔

(ب) بلحاظ گہرائی:

۴- غَوْر: وہ پانی جو زمین کے نیچے ہو۔ گہرائی میں پانی (ف ل ۲۵۹) اور صاحب منجد غَوْر کے معنی "زمین میں جذب ہونے والا پانی" لکھتے ہیں۔

۵- معین: مَعَنَ بمعنی پانی کا نرم رفتار سے بہنا (منجد) اور معین ایسا پانی جو سطح زمین پر جاری ہو (ف ل ۲۵۹) سیلاب کی طرح تندی اور تیزی سے نہیں بلکہ نرمی اور سہولت سے جاری ہونے والا (م-ل) چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ (۶۷/۳۰) — کہہ دیجئے بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہا لائے۔

(ج) بلحاظ ذائقہ:

۶- عَذْبٌ: میٹھا اور خوشگوار پانی (منجد) ٹھنڈا اور میٹھا پانی جسے پینے کو خواہ مخواہ جی چاہے۔ (مف)

۷- فُرَاتٌ: فرات بمعنی سمندر۔ نیز ایک بڑے دریا کا نام ہے جو خلیج فارس میں گرتا ہے اور فُرَاتَان دریائے دجلہ اور فرات کو کہتے ہیں۔ اور فَرُتَ الْمَاءُ کے معنی پانی کا بہت میٹھا اور خوشگوار ہونا ہے (منجد) گویا فرات میں خاصیت عذب کی ہے جبکہ مقدار میں کافی زیادہ ہو۔ (۲۵/۵۳)

۸- مِلْحٌ: نمکین پانی۔ آبِ شور۔ (ف-ل ۳۳)

۹۔ اُجَاج: ایسا پانی جو نمکین بھی ہو اور کڑوا بھی (فل ۳۲) سخت کھاری اور گرم پانی چھاتی جلانے والا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرَانِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (۳۵/۱۲)

اور دونوں دریا یکساں نہیں ہو سکتے۔ یہ تو میٹھا ہے۔ پیاس بجھانے والا جس کا پانی خوشگوار ہے۔ اور یہ کھاری ہے۔ کڑوا کسیلا

ماحصل:

(۱) حمیم: گرم پانی

(۲) اٰن: کھولتا ہوا پانی

(۳) غسّاق: ٹھنڈا اور بدبودار پانی یا پیپ۔

(۴) غَوْرٌ: زمین کے نیچے موجود پانی

(۵) مَعِیْن: سطح زمین پر زمی سے بہنے والا پانی۔

(۶) عَذْبٌ: ٹھنڈا اور میٹھا پانی۔

(۷) فُرَاتٌ: ٹھنڈا اور میٹھا پانی جبکہ کثیر مقدار میں ہو۔

(۸) مِلْحٌ: آبِ شور

(۹) اُجَاجٌ: کھاری اور کڑوا پانی۔

۲۔ پانی کے راستے اور ذخیرے

کے لیے اَوْدِیَة (ودی) عَیْن، اَنْهَار، سَرِیٌّ، یَمّ اور بَحْر کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَوْدِیَة: وادی کی جمع ہے۔ وادی اصل میں اس کشادہ میدان کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کے درمیان ہو اور اس ڈھلوان کو بھی جو پہاڑوں کے درمیان ہوتی ہے اور اس میں پانی بہتا ہو۔ (مف) پہاڑوں کے درمیان ہونے کی وجہ سے اس میدان میں ندی نالوں کا جاری ہونا ضروری ہے۔ پہاڑوں پر ہونے والی بارش اور پگھلنے والی برف کے پانی کے بہنے کے یہی راستے ہوتے ہیں۔ پھر وادی کا لفظ کبھی تو صرف درمیان کے وسیع میدان کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی ندی نالے کے معنوں میں۔ ارشادِ باری ہے:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا (۱۳/۱۹)

اسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے اپنی اپنی گنجائش کے مطابق ندی نالے بہہ نکلے۔

۲۔ عَیْن، بمعنی چشمہ۔ پہاڑوں یا زمین میں کسی جگہ اگر پانی پھوٹ کر کسی نشیبی جگہ میں جمع ہو جائے تو یہ چشمہ ہے۔ اور چشمہ اتنے بڑے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے دریا اور نہریں بہنے لگتے ہیں۔ ایسے ہی چشمہ کو آج کے معنوں میں جھیل کہا جاتا ہے۔ پھر ایسی ہی جھیلوں کا اگر کوئی ایک حصہ بڑے سمندر سے مل رہا ہو تو اسے خلیج کہا جاتا ہے۔ (ج عیون) قرآن میں ہے:

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ (۱۸/۸۶)

جب ذوالقرنین غروبِ آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو اس نے سورج کو گرم اور بدبودار پانی کے چشمہ میں ڈوبتے دیکھا۔

اور تاریخی تحقیق کے مطابق یہ وہ مقام تھا جہاں بحر ایجین چھوٹی چھوٹی خلیجوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

قرآن نے یہاں بحر کی بجائے عین کا لفظ استعمال کیا ہے جو عین کے لغوی مفہوم کے مطابق ہے۔

۳۔ اَنْھٰر: نَھْر کی جمع ہے۔ یعنی پانی کے بہاؤ کے لیے وُہ بڑا نالہ جس میں ادھر ادھر سے کئی نالے آ کر شامل ہو جاتے ہیں۔ نہر کا اطلاق عام طور پر اس بڑے نالے پر ہوتا ہے جس کے بہاؤ کا راستہ انسان اپنی ضرورت کے مطابق اپنی کوششوں سے بناتے ہیں۔ نہریں یا تو پہاڑوں کے درمیان پانی کے کسی بہت بڑے ذخیرہ چشمہ یا جھیل سے نکالی جاتی ہیں یا دریاؤں سے۔ ارشادِ باری ہے:

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا (۷۶/۶) — یہ ایک چشمہ ہو گا جس سے خدا کے بندے پئیں گے اور اس میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکال کر اپنے پاس لے جائیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۲/۲۵) — باغات جن میں نہریں جاری ہیں۔

۴۔ سَرِيًّا: سری میں دو باتوں کا تصور پایا جاتا ہے (۱) رات کو چلنا (۲) چھوٹا ہونا۔ سریّة بمعنی چھوٹا سا لشکر بھی اور چھوٹی کشتی بھی۔ اور اس کی جمع سرایا ہے۔ اور ساریہ بمعنی رات کو روانہ ہونے والا چھوٹا سا لشکر۔ اور سَرِيًّ بمعنی چھوٹی سی نہر جو جاری ہو (منجد۔ ف ل ۳۶) ارشادِ باری ہے:

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (۱۹/۲۴) — تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔

۵۔ یَمّ: کا معنی اکثر اہل لغت پانی کا بہت بڑا ذخیرہ۔ دریا، سمندر لکھتے ہیں۔ (مف منجد) لیکن ہمارے خیال میں یَمّ کا اطلاق پانی کے اس ذخیرہ پر ہوتا ہے جو نشیبی علاقہ کی طرف بہہ رہا ہو۔ یعنی دریا قرآن میں ہے:

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ (۲۰/۳۹) — (ہم نے موسیٰؑ کی ماں کی طرف وحی کی کہ) موسیٰؑ کو صندوق میں رکھو۔ پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو تو دریا اس کو کنارے پر ڈال دے گا۔ پھر میرا اور تمہارا دشمن (فرعون) اسے اٹھا لے گا۔

اور دوسرے مقام پر ہے کہ:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۲۸/۱۱) — اور موسیٰؑ کی ماں نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا کہ اس (صندوق) کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ تو وُہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یَمّ پانی کا وُہ ذخیرہ ہے جو ندی، نالوں اور نہروں کی طرح نشیبی علاقہ کی طرف بہہ رہا ہو۔ اور اس کے لیے ہمارے ہاں دریا کا لفظ مخصوص ہے۔

۶۔ بَحر (ج: اَبْحُرٌ) اہل لغت بَحر کا معنی بھی دریا یا سمندر لکھتے ہیں۔ لیکن آج کی زبان میں بحر پانی کا وُہ بہت بڑا ذخیرہ ہے جو نشیبی جگہ میں جمع ہو جائے اور ہر طرف سے پانی اس میں آکر شامل ہوتا رہے۔ نشیبی علاقہ میں جمع ہونے والا پانی اگر قلیل مقدار میں ہو تو اسے جوہڑ کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ مقدار میں ہو تو اسے جھیل کہتے ہیں زیادہ مقدار میں ہو تو اسے بُحیرہ یعنی چھوٹا سمندر اور اس سے زیادہ مقدار میں ہو تو اسے بَحر کہتے ہیں۔ قرآن میں بحیرہ اور بحر کے لیے بحر ہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (۲/۵۰)	اور (اے بنی اسرائیل وُہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لیے بحر کو پھاڑ دیا اور تم کو تو نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا۔

اور تاریخی تحقیق یہ ہے کہ "یہ بحر" بحیرۂ قلزم تھا۔

سمندر میں جمع شدہ پانی کبھی بھی ساکن ہوتا ہے۔ بسا اوقات ہوائیں اس میں تموج پیدا کرتی اور اسے متحرک رکھتی ہیں۔ گو یہ حرکت کسی نشیبی علاقہ کی طرف نہیں ہوتی۔ پھر سمندر کے جمع شدہ پانی کے اندر بھی پانی کے دریا نشیب کی طرف چلتے ہیں اور کبھی دو دریا بھی ساتھ ساتھ رواں ہوتے ہیں۔ جن میں ایک گرم پانی کا ہوتا ہے دُوسرا سرد پانی کا۔ یا ایک میٹھے پانی کا دُوسرا کڑوے پانی کا۔ اور یہ آپس میں ملتے نہیں۔ حالانکہ یہ بات بھی پانی کی خاصیت کے خلاف ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے تحت ہوتا ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۵۵/۱۹)	اسی نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے کہ تجاوز نہیں کر سکتے

اس آیت میں دریا کے لیے قرآن میں بحر کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ اس لیے کہ ایسے دریا سمندر میں ہی چلتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اَوْدِيَة: بمعنی ندی نالے۔
(۲) عَيْن: چشمہ۔ جھیل۔ خلیج وغیرہ۔
(۳) نَهْر: معروف لفظ ہے۔
(۴) سَرِي: چھوٹی سی نہر۔
(۵) يَم: پانی کا بڑا ذخیرہ جو نشیب کو بہتا ہو۔ دریا۔
(۶) بَحر: سمندر یا سمندر میں بہنے والے دریا کے لیے آتا ہے۔

۷۔ پانی مانگنا

کے لیے اِسْتَسْقٰی اور اِسْتَغَاثَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتَسْقٰی: سَقٰی بمعنی کسی کو پانی پلانا اور اَسْقٰی بمعنی کسی دُوسرے کو پینے کے لیے پانی دینا۔ اور اِسْتَسْقٰی بمعنی پینے کے لیے پانی مانگنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذِ اسۡتَسۡقٰى مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ (۲/۶۰)
اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے (خدا سے) پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔

۲۔ اِستغاثۃ : غَیۡث اس بارش کو کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت ہو اور ضرورت کے مطابق ہو (نہ کم نہ زیادہ) (ف ل ۲۵۸-م ل) اور غیث اس گھاس اور نباتات کو بھی کہتے ہیں جو اس بارش سے اُگے۔ (منجد-م-ق) اور غاث الله البلاد بمعنی اللہ تعالیٰ نے ملک پر بارش برسائی۔ (منجد) اور استغاثہ بمعنی ایسی ہی بارش کے لیے فریاد کرنا یا فریاد کے طور پر پانی مانگنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ (۱۸/۲۹)
اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے جیسا کھولتا پانی دیا جائے گا۔

ماحصل: (۱) اِستسقٰی : پینے کو پانی مانگنا۔ (۲) اِستِغاثہ : پانی مانگنے کے لیے فریاد یا التجا کرنا

۸۔ پاؤں (پیر)

کے لیے دو الفاظ ہیں، رِجۡلٌ اور قَدَمٌ۔

۱۔ رِجۡلٌ : پنڈلی کے نیچے سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک معروف عضوِ بدن (مف) اور اس کی جمع اَرۡجُلٌ آتی ہے۔ (۵/۶) ارشادِ باری ہے:

اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (۳۸/۴۲)
(ہم نے ایوبؑ سے کہا) کہ زمین پر لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں)

اور رَجُلٌ بمعنی مرد کی جمع رِجَالٌ آتی ہے۔ اور اگر رِجَالاً بطور صفت ہو تو اس کے معنی پیادہ پا اور اس کی ضد رُکۡبَانًا (بمعنی سوار) آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا (۲/۲۳۹)
اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار (جس حال میں ہو نماز ادا کر لو)

۲۔ قَدَم : چلتے وقت پچھلے پاؤں اور اگلے پاؤں کے درمیانی فاصلہ کو قدم کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع اقدام آتی ہے (مف) اور انگریزی میں رِجل اور قدم دونوں کے لیے لفظ (FOOT) آتا ہے اور فٹ ۱۲ انچ کی لمبائی کا پیمانہ بھی ہے۔ لہٰذا جدید عربی میں اس لمبائی کے پیمانہ کو بھی قدم کہتے ہیں۔ چالیس فٹ کی لمبائی کا عربی ترجمہ ہے اربعین اقدام (قاموس الجدید) اور قَدَمَ بطور فعل استعمال ہو تو اس کے معنی آگے بڑھنا اور آگے چلنا کے ہوں گے۔ اور قدم بطور اسم رجل یعنی پاؤں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ گویا رِجل اور قدم میں بالکل ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ عَین اور بصر میں ہے جس کی تفصیل "آنکھ" میں گزر چکی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ (۵۵/۴۱) — گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائیں گے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔

نیز دیکھیے "قدم"!

۹۔ پتھر

کے لیے حَجَر اور حِجَارَۃ، حَصَب اور سِجِّیْل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَجَر: بمعنی سخت پتھر اور اس کی جمع اَحْجَار اور حِجَارَۃ آتی ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ (۲/۷۴) — اور کچھ پتھر ایسے بھی ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔

۲۔ حَصَب: بمعنی چھوٹے چھوٹے پتھر، کنکر اور حَاصِب اس تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو ایسی کنکریوں کو اڑائے پھرتی ہے۔ قرآن میں حَاصِب کا لفظ پتھروں، کنکروں کی بارش کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۶۷/۱۷) — یا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو گئے کہ وہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔

۳۔ سِجِّیْل: بمعنی کنکر، سنگِ گل (مف۔ منجد) یعنی وہ نوکدار کنکریاں جس میں مٹی کی بھی آمیزش ہوتی ہے۔ اور وہ مٹی سے کنکریاں بن رہی ہوتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ (۱۱/۸۲) — تو جب ہمارا حکم آیا، ہم نے اس بستی کو (الٹ کر) اس کا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر پتھر کی تہ بہ تہ (یعنی پے در پے کنکریاں برسائیں۔

ماحصل: (۱) حجر: سخت اور بڑا پتھر۔

(۲) حصب: چھوٹی کنکریاں اور چھوٹے چھوٹے پتھر۔

(۳) سجّیل: بمعنی سنگِ گل۔ مٹی کی آمیزش والی نوکدار کنکریاں۔

۱۰۔ پچھلا

کے لیے دو الفاظ اٰخِر اور خَلْف آئے ہیں:

۱۔ اٰخِر: بعد کا۔ اوّل کی ضد۔ اس لفظ میں عمومیت ہے۔ ظرف زمان کے طور پر استعمال ہوتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۵۶/۴۰) — بہت سے اگلے لوگوں میں سے ہیں اور بہت سے پچھلوں میں سے۔

۲۔ خَلَفَ : (ضد سَلَفَ) ایک ہی قوم یا گروہ کی بعد کی نسل۔ (خَلَفَ بمعنی جانشین ہونا) اور خَلَف کا لفظ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی نالائق اور نااہل نسل ناخلف۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۱۹/۵۹) — پھر ان کے بعد چند ناخلف اُن کے جانشین ہوئے۔ جنھوں نے نماز کو چھوڑ دیا۔ اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب اُن کو گمراہی کی سزا ملے گی۔

اور خَلف کی ضد بین یدی یا بین ایدی بھی ہے اور یہ الفاظ بطورِ زمان و مکان دونوں طرح آتے ہیں۔ زمانی کی صورت خَلف سے مراد بلا کسی تخصیص پچھلے لوگ مراد ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا (۲/۶۶) — تو اس قصے کو ہم نے اس دور کے لوگوں کے لیے اور پچھلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

لیکن بین یدی کے مقابلہ میں اگر خَلف ظرف مکانی کے طور پر استعمال ہو تو اس کا معنی پچھلے نہیں بلکہ پیچھے ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۱۳/۱۱) — اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں۔ جو اس کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) آخر، صرف ظرف زمانی کے طور پر آتا ہے۔ اور اس کے استعمال میں عمومیت ہے۔
(۲) خَلف، ظرف زمانی و مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ زمانی کی صورت میں پچھلے کا معنی تو دیتا ہے۔ مگر اس میں اگلے اور پچھلوں میں نسلی تعلق ہونا ضروری ہے۔

۱۱۔ پچھتانا

کے لیے ندم، حَسِرَ اور سُقِطَ فِی یَدِہٖ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ نَدِمَ : اپنے کیے ہوئے کسی بُرے فعل پر پشیمان ہونا۔ اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ (۵/۵۲) — سو قریب ہے کہ خدا فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر نازل فرمائے) تو پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو یہ چھپا یا کرتے تھے پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔

۲۔ حَسِرَ : صاحب فقہ اللغۃ حسرۃ کے معنی اَشَدُّ النَّدَامَةِ (بہت زیادہ نادم ہونا) بتلاتے ہیں۔ (ف۔ل ۴۰) لیکن صاحب منجد حَسِرَ اور حسرۃ کے معنی افسوس کرنا لکھتے ہیں۔ یعنی حسرۃ اپنے کسی کئے ہوئے فعل پر افسوس اور ندامت کے اظہار کا نام ہے۔ ارشادِ

باری ہے:

قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا وَهُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰی ظُهُوْرِهِمْ (۶/۳۱) — تو کہیں گے کہ ہائے! اس تقصیر پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔ اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہونگے۔

۳۔ سُقِطَ فِیْ یَدِهٖ: محاورہ ہے جس کے معنی اپنی کی ہوئی بات یا دلیل کے غلط معلوم ہونے پر لوگوں کے سامنے نادم اور ذلیل ہونا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (۷/۱۴۹) — اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔

ماحصل: (۱) ندم: اپنے کسی برے فعل پر پچھتانا۔

(۲) حَسْرَۃ: انتہائے ندامت اور اس کا اظہار۔

(۳) سُقِطَ فِیْ یَدِهٖ: اپنا سامنہ لے کر رہ جانا۔ اپنی بات یا دلیل کی غلطی کے احساس پر نادم ہونا۔

پراگندہ ہونا دیکھیے "بکھرنا"

۱۲۔ پرانا — پرانا ہونا

کے لیے بَلِیَ، قَدِیْم اور عَتِیْق کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَلِیَ (یَبْلٰی بَلَاءً) کسی قابلِ استعمال چیز کا استعمال میں رہنے کی وجہ سے پرانا اور بوسیدہ ہو جانا۔ بَلِیَ الثَّوْبُ بمعنی کپڑا کا پرانا اور بوسیدہ ہونا (منجد ۔ مف) پنجابی "ہنڈ جانا"

قرآن میں ہے:

قَالَ یٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰی (۲۰/۱۲۰) — شیطان نے کہا اے آدم! میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا زندہ رہنے کا اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو (عثمانیؒ)

۲۔ قَدِیْم: پرانے زمانے کا۔ پرانے وقت کا۔ پرانا اور اس کی ضد جدید (بمعنی نیا) ہے۔ قَدَمَ بمعنی آگے بڑھنا اور قَدُمَ بمعنی پرانا ہونا ہے۔ (منجد)

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ (۱۲/۹۵) — (یعقوبؑ کے بیٹے) بولے کہ واللہ آپ اسی قدیم غلطی میں (مبتلا) ہیں۔

۳۔ عتیق: العتق (مصدر) کے معنی خالص الاصل ہونا۔ جمال۔ شرافت۔ نجابت آزادی۔ کہنگی۔ (منجد) عتیق وہ چیز ہے جس کے قدیم ہونے کے باوجود اس کی شرافت و نجابت میں کوئی فرق نہ آئے۔ زندۂ جاوید۔ اسی لحاظ سے خانہ کعبہ کو بیت العتیق کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (۲۲/۲۹) — پھر چاہیے کہ (حجاج) اپنا میل کچیل دور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں

ماحصل: (۱) قَدِیم: پُرانا۔ پُرانے زمانے کا۔ مدتوں سے۔
(۲) بَلِیَ: کسی قابلِ استعمال چیز کا استعمال کی وجہ سے پُرانا ہونا۔
(۳) عَتِیق: کسی چیز کے پُرانا ہونے کے باوجود اس کی شرافت و نجابت میں فرق نہ آنا۔

۱۳۔ — پردہ

کے لیے غِطَاء (غطو)، غِشَاوَۃ (غشی) غُلْف، اَکْمَام، اَکِنَّۃ، سِتْر، حِجَاب، عَوْرَۃ اور سُرَادِق کے الفاظ آئے ہیں۔

اور ان کے علاوہ حَجَر، حَجْز، بَرْزَخ کے الفاظ بھی اس سے قریب المعنی ہیں۔ جو "آڑ" میں گزر چکے ہیں۔

۱۔ غِطَاء: ہر وُہ چیز جو کسی چیز پر بطور سرپوش رکھی جائے اور اسے مکمل طور پر ڈھانپ دے۔ وُہ غطاء ہے (مف) جیسے ہانڈی کا طباق یا ڈھکنا، یا دوات کا ڈھکنا۔ اور اس لفظ کا اطلاق عموماً ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جن کی ایک ہی طرف خالی ہو۔ اور اس خالی طرف پر جو چیز رکھ دی جاتے، تاکہ اسے مکمل طور پر ڈھانک دے وُہ غِطَاء ہے۔ غِطَاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ کثیف بھی ہو اور ملا ہوا بھی تاکہ مکمل طور پر ڈھانک کر اوجھل کر دے (فق۔ل ۲۳۸) ارشادِ باری ہے:

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (۵۰/۲۲)	اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

۲۔ غِشَاوَۃ: غشی بمعنی کسی چیز کو کسی رقیق چیز سے ڈھانپنا کہ وُہ کچھ نہ کچھ نظر بھی آتی رہے۔ (فق۔ل ۲۳۸) اور یہ غِطَاء سے عام ہے۔ غشی اس مرض کو کہتے ہیں جس سے حواس پر پردہ پڑ جائے اور وُہ جواب دے جائیں۔ اسی طرح یہ پردہ کپڑے وغیرہ یا تاریکی کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲/۷)	خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

۳۔ غُلْفٌ: غَلَفَ بمعنی کسی چیز کو ہر طرف سے ڈھانک دینا تاکہ وُہ چیز پوری طرح چھپ جائے۔ غَلَّفْتُ السَّيْفَ یعنی میں نے تلوار کو نیام میں ڈال دیا (مف) اور غلاف وُہ چیز جس میں کوئی چیز چھپائی جاتے۔ اس کی جمع غُلُف آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ (۲/۸۸)	اور یہود کہتے ہیں کہ ہمارے دل پردے میں ہیں (نہیں) بلکہ خدا نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے۔

۴۔ اَکْمَام: کَمَّ بمعنی چھپانا اور کَمَّ الْبَعِيْرَ بمعنی اونٹ کے منہ پر چھوتنی چڑھانا (منجد) اور کُمّ

کا لفظ خوشوں کے غلاف کے لیے آتا ہے۔ اور اس کی جمع اَکْمَام ہے (مف) ارشاد باری ہے:

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ (۵۵/۱۱)	اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں۔

۵۔ اَکِنَّۃٌ: کَنَّ الشَّیْءَ بمعنی کسی چیز کو محفوظ مقام میں چھپانا اور دھوپ سے بچانا۔ اور کَنَّ فِی نَفْسِہٖ کے معنی کسی بات کو دل میں چھپانا (منجد) اور کِنٌّ اس جگہ کو کہتے ہیں، جہاں حفاظت یا پناہ حاصل کی جائے اور اس کی جمع اَکْنَان اور اَکِنَّۃ آتی ہے۔ گویا یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ظاہری طور پر:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا (۱۶/۸۱)	اور خدا نے تمہارے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

(۲) معنوی استعمال:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ إِلَيْهِ (۴۱/۵)	اور کہنے لگے جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں۔

۶۔ سِتْرًا: سَتَرَ بمعنی چھپانا اور پردہ کرنا ہے۔ اور سِتْرٌ ڈھال کو بھی کہتے ہیں (منجد) نیز اس چیز کو بھی جو چھپائے یا پردہ کا کام دے (مف) اور سُتْرَۃ اس روک کو کہتے ہیں جو نمازی نماز پڑھتے وقت اپنے آگے رکھ لیتا ہے۔ اور سُتْرَۃُ السَّطْحِ چھت پر پردہ کی دیوار کو کہتے ہیں (منجد) گویا ستر میں کوئی چیز مکمل طور پر نظروں سے اوجھل نہیں ہوتی۔ اور ستر کا تعلق کسی دوسری چیز سے ہونا ضروری نہیں جبکہ حجاب کا تعلق کسی دوسری چیز سے ہوتا ہے (فق ۲۳۸)

ارشادِ باری ہے:

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا (۱۸/۹۰)	ذوالقرنین کو یوں معلوم ہوا کہ سورج ایسے لوگوں پر طلوع کرتا ہے جن کے لیے ہم نے سورج کے اس طرف کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی۔

۷۔ حجاب: حجب کے معنی کسی چیز تک پہنچنے سے روکنا اور درمیان میں حائل ہو جانا ہے۔ اور حاجب دربان کو کہتے ہیں (مف، فق۔ل ۲۳۸) اور تَحَجَّبَ کے معنی پردہ میں کر دینا (م۔ا) وہ اس طرح کہ دو چیزوں کے درمیان یوں پردہ کر دینا کہ ایک چیز دوسری کو نہ دیکھ سکے نہ دوسری تک پہنچ سکے۔ عورتوں سے متعلق پردہ کے احکام کو آیۂ حجاب کہا جاتا ہے۔ اور حجاب کا مطلب یہ ہے کہ چادر یا کوئی دوسرا کپڑا نگاہوں سے اتنا نیچے ہو جانا چاہیے کہ عورت راستہ تو دیکھ سکے، لیکن کسی راہ چلتے کو نہ دیکھ سکے اور نہ کوئی مرد عورت کے چہرہ یا جسم وغیرہ کو دیکھ سکے۔ اسی طرح ہر ایسی آڑ یا روک جو یہ مقصد پورا کر دے وہ حجاب ہے۔ بالفاظِ دیگر حجاب دو چیزوں

کے درمیان ایسا پردہ ہے جس سے ایک دوسرے کو دیکھنا اور پہنچنا ممنوع ہو۔ ارشادِ باری ہے :

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (۳۳/۵۳) اور جب پیغمبرؐ کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

۸۔ عَوْرَة ، العوار والعورة ۔ بمعنی کپڑے یا مکان میں شگاف ہونا۔ رخنے پڑ جانا۔ قرآن میں ہے :

اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۔ (۳۳/۱۳) کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ وُہ کھلے نہیں تھے۔

یعنی ان مکانوں میں کوئی شگاف یا رخنے نہیں پڑے تھے جن سے کوئی اندر گھس آتا۔

اور عَوْرَة بمعنی ہر وُہ چیز جس سے شرم (عار) محسوس ہو۔ اور کنایۃً انسان کے وُہ اعضا جنہیں شرم کی وجہ سے چھپایا جاتا ہے۔ مقاماتِ ستر۔ (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے :

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (۲۴/۳۱) یا ایسے لڑکوں سے جو ابھی عورتوں کے پردہ کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔

اور عورت کو عورت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے چہرہ اور ہاتھوں کے سوا سارے جسم کو ڈھانپنا ضروری ہے۔ اور بے ستر رہنے کو باعثِ عار سمجھا جاتا ہے۔ گویا عورت کا معنی شگاف یا رخنہ بھی ہے۔ مقامِ ستر بھی اور اُن کو پردہ سے ڈھانپنا بھی۔ پھر یہ لفظ صرف پردہ کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ قرآن میں ہے :

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ (۲۴/۵۸) یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔

۹۔ سُرَادِق : یہ لفظ فارسی سے معرب ہے۔ بمعنی سراپردہ (مف) موٹے کپڑے کی دیواریں ـــ قناتیں یا شامیانے یا ایسے خیمے جن پر چھت نہ ہو۔ واحد سَرْدَق) قرآن میں ہے :

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (۱۸/۲۹) ہم نے ظالموں کے لیے (دوزخ کی) آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس کی قناتیں اس کو گھیر رہی ہوں گی۔

ماحصل : (۱) غِطَاء ، کسی چیز کی ایک خالی طرف کو کثیف چیز سے ڈھانپ کر اُسے اوجھل کرنے والا۔

(۲) غِشَاوَة : کسی رقیق چیز کا پردہ جس سے وُہ کچھ نہ کچھ نظر بھی آئے۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح مستعمل ہے۔

(۳) غَلْف ، کسی چیز کو ہر طرف سے ڈھانک دینے والی چیز۔

(۴) اَكْمَام : درختوں کے میووں کے اوپر کے پردے

(۵) اَكِنَّة ، حفاظتی پردے اور جگہیں۔

(۶) سِتْرا : جزوی طور پر حائل ہونے والے پردے۔ اس کا تعلق کسی دوسری چیز سے ہونا ضروری نہیں۔

(۷) حِجَاب : ایسا پردہ جس سے ایک چیز کا دُوسری کو دیکھنا یا اس تک پہنچنا ممنوع ہو۔

(۸) عَوْرَة : شگاف۔ مقاماتِ ستر اور ان کا پردہ۔

(۹) سُرَادِق : قناتیں۔ بغیر چھت کے موٹے کپڑے کے کھڑے کیے ہوئے پردے۔

۱۴۔۔۔ پردہ کرنا

کے لیے اِسْتَتَرَ اور حَجَبَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں:

ان دونوں الفاظ کی تشریح اور فرق اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ (۴۱/۲۲)

اور تم اس (بات کے خوف) سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف شہادت دیں گے۔

۲۔ كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (۸۳/۱۵)

بیشک یہ لوگ اپنے پروردگار (کے دیدار) سے اوٹ میں ہوں گے۔

۱۵۔۔۔ پرورش کرنا

کے لیے رَبَا اور رَبّٰی (ربو)، اَنْبَتَ، اَنْشَاَ، رَبَّ اور كَفَّلَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ رَبٰی اور رَبّٰی۔ رَبَا الْوَلَدُ بمعنی بچے کا نشوونما پانا۔ اور رَبّٰی بمعنی بچے کی پرورش کرنا، پالنا۔ مہذب بنانا (منجد) قرآن میں ہے: فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا:

اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا (۲۶/۱۸)

کیا ہم نے تم کو کہ تم ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا؟

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (۱۷/۲۴)

اور دعا کرو کہ جس طرح ان دونوں (والدین) نے مجھے بچپن میں پرورش کیا ہے تو بھی ان پر رحم فرما۔

۲۔ اَنْبَتَ۔ نَبَتَ بمعنی گھاس یا سبزی وغیرہ کا اگنا۔ اور انبت بمعنی اگانا ہے۔ لیکن اگر کسی بچے کی یوں پرورش کی جائے کہ بچے کے پلنے اور بڑھنے کی رفتار عام بچوں سے غیر معمولی طور پر زیادہ ہو تو اس کے لیے بھی اَنْبَتَ کا لفظ قرآن کریم نے استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (۳/۳۷)

تو اس عمران کی بیوی کے پروردگار نے اس (نذر) کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح پرورش کیا۔

۳۔ اَنْشَاَ: نَشَاَ کے معنی پیدا ہونا، زندہ ہونا اور جوانی کو پہنچنا (منجد) اور اَنْشَاَ بمعنی کسی کو پیدا کرنا پھر اس کو پال پوس کر بڑھانا ہے (مف) اور نَاشِئٌ نوجوان کو کہتے ہیں اور نشأة (۴۳/۴۲) اُٹھان کو۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (۵۶/۷۲)

بھلا دیکھو تو جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو، کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳/۱۲)	اور وُہ (خدا) بھاری بادل پیدا کرتا ہے (جالندھری) اور اُٹھاتا ہے بادل بھاری (عثمانیؒ)

اور نَشَّأَ يُنَشِّئُ باب تفعیل) کے معنی صرف پالنا اور پرورش کرنا کے ہوتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

أَوَمَنْ يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ (۴۳/۱۸)	کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت وضاحت نہ کرسکے (خدا کی بیٹی ہو سکتی ہے)۔

۴۔ رَبّ: رَبٌّ مصدر ہے جس کے معنی کسی کو پرورش کر کے بتدریج حدِ کمال تک پہنچانا اور اس کی پوری ضرورتوں کا خیال رکھنا ہے (مف)۔ یہ لفظ عموماً بطور اسم فاعل استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱/۱)	سب طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پرورش کنندہ ہے۔

ربوبیت کی صفت اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اور الرّبّ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تاہم لفظ ربّ کی نسبت آقا اور مالک کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ (اور اس صورت میں اس کا مصدر ربوبیۃ نہیں بلکہ ربابیت آئے گا (مف) قرآن میں ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا (۱۲/۴۱)	اے میرے جیل خانہ کے رفیقو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔

اسی طرح رَبّ کی جمع آنے کی بھی کوئی تُک نہیں۔ لیکن چونکہ کفار نے کئی رَبّ بنا لیے تھے اس لیے قرآن نے اس کی جمع اَرْبَابٌ استعمال کی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۱۲/۳۹)	اے میرے جیل خانہ کے ساتھیو! بھلا کئی جُدا جُدا آقا اچھے یا ایک خدائے یکتا و غالب؟

۵۔ کَفَلَ، فُلَانًا بمعنی کسی کو پالنا اور اس پر خرچ کرنا (م۔ق) اور بمعنی کسی کے نان و نفقہ اور اس کی خبر گیری کا ذمہ دار ہونا (مف، منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (۳/۴۴)	اور آپؐ اس وقت ان کے پاس نہیں۔ (بطور قرعہ) اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریمؑ کو پرورش میں لے۔

ماحصل: (۱) رَبّٰی: محض تربیت کرنے اور پالنے کے لیے آتا ہے۔

(۲) اَنْبَتَ: خوراک وغیرہ کا خیال رکھ کر نہایت اچھی طرح پرورش کرنا۔

(۳) نَشَّأَ: بمعنی پیدا کرنا۔ پھر پال پوس کر بڑھانا۔

(۴) رَبَّ : پیدا کرنا۔ پھر تربیت کر کے بتدریج حدِ کمال تک پہنچانا اور اس کی جملہ ضرورتوں کا خیال رکھنا۔

(۵) کَفَلَ : کسی کی پرورش اور تربیت کا ذمہ دار بننا۔

۱۶۔۔۔ پڑھنا۔ پڑھانا

کے لیے قَرَأَ اور اَقْرَءَ ، تَلٰی، رَتَّلَ، دَرَسَ اور دراسۃ اور اَمْلٰی (ملی) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَرَءَ : پڑھنا اور مطالعہ کرنا کے لیے اس کا استعمال عام ہے۔ خواہ کوئی تحریر پڑھی جائے یا کتاب یا ایک آدھ لفظ (فق ل ۴۸) اور قرآنِ کریم کو قرآن اس لیے کہا گیا ہے کہ وُہ بکثرت اور بار بار پڑھا جاتا ہے۔ اور اس لفظ قرآن میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ جیسے غَفَرَ سے غفران۔ ارشادِ باری ہے :

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ (۶۹/۱۹) تو جس کا (اعمال) نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وُہ (دوسروں سے) کہے گا کہ لیجیے میرا نامہ (اعمال) پڑھیے۔

اور اَقْرَأَ بمعنی کسی دوسرے کو پڑھانا۔ ارشادِ باری ہے :

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی (۸۷/۶) ہم تمہیں پڑھائیں گے تو پھر تم نہیں بھولو گے۔

۲۔ تلٰی ، یتلوا۔ تلوا کے معنی کسی چیز کے پیچھے پیچھے آنا اور بار بار آتے رہنا ـــــــــ (مف) ارشاد باری ہے :

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (۹۱/۲) سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب اس کے پیچھے چلے۔

اور تلٰی (یَتْلُوْا۔ تِلَاوَةً) بمعنی کتاب یا قرآن پڑھنا۔ اور تلاوۃ کا لفظ صرف خدا کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کے پڑھنے سے مخصوص ہے (مف) کیونکہ اس میں ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری آیات (علی ہذا القیاس) پڑھی جاتی ہیں۔ (م۔ ل) الہامی کتابوں کا ایک آدھ حرف یا جملہ پڑھنے پر تلاوت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ (فق ل ۴۸) ارشادِ باری ہے :

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْکِتٰبِ (۲۹/۴۵) (اے محمدؐ) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔ اس کو پڑھا کرو۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ لغت کا تلاوت کے لفظ کو الہامی کتابوں کے پڑھنے سے مختص کرنا نزولِ قرآن سے بہت بعد کی پیداوار ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس لفظ کو عام پڑھنے حتیٰ کہ جنتر منتر اور جادو کے الفاظ و اوراد پڑھنے کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ (۲/۱۰۲) اور وُہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمانؑ کے عہدِ حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے۔

۳- رَتَّلَ: رَتَل کسی چیز کی خوبی، آرائش اور بھلائی کو کہتے ہیں (م-ل) اور رَتَّلَ کے معنی سہولت اور حسنِ تناسب کے ساتھ کسی کلمہ کو ادا کرنا (مف) ہے۔ اور ترتیل بمعنی خوش آوازی سے پڑھنا یا پڑھنے میں خوش الحانی اور حسنِ ادائیگی حروف کا لحاظ رکھنا ہے (منجد) اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (۷۳/۴) — اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو (جالندھریؒ)
اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف (عثمانیؒ)

۴- دَرَسَ: بمعنی بوسیدہ ہونا۔ کہا جاتا ہے، دَرَسَ الثَّوبُ یعنی کپڑا پرانا اور بوسیدہ ہوگیا اور درس العلم بمعنی علم کو یاد کرنے کے لیے متوجہ ہونا ہے۔ (منجد) اور امام راغب کے نزدیک اس کے معنی علم کو حفظ اور ضبط کر کے اس کا اثر حاصل کرنا ہے۔ اور چونکہ یہ بات مسلسل پڑھنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے لہٰذا دَرَسَ مسلسل اور باقاعدہ پڑھنے کے معنی میں آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ (۳/۷۹) — (اے اہل کتاب!) تم (علماء) ربانی بن جاؤ۔ کیونکہ تم کتاب خدا کو سکھلاتے اور پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔

اور دَرَّسَ (دِرَاسَةً) بمعنی پڑھنا پڑھانا اور دَارَسَ (دِرَاسًا) بمعنی ایک دوسرے کو پڑھکر سنانا باہم پڑھنا (منجد) قرآن میں ہے:

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ (۶/۱۵۶) — تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری ہیں اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (معذور اور) بے خبر تھے۔

۵- اَمْلٰى: اَلْاِمْلَاءُ کو اہل لغت دو مادوں کے تحت لائے ہیں۔ (۱) اَمَلَّ يُمِلُّ اِمْلَاءً (ملل) اور (۲) اَمْلٰى يُمْلِىْ اِمْلَاءً (ملی) اور دونوں صورتوں میں املاء کا ایک ہی معنی ہے یعنی تحریر کرانا یا لکھوانا (منجد، مف) اور چونکہ املاء کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی بولتا جاتا ہے اور دوسرا لکھتا ہے۔ تو اس لحاظ سے تُمْلٰى کا لفظ قرآن کریم میں بعض کے نزدیک لکھی ہوئی عبارت کو پڑھ کر سنانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ (۲۵/۵) — (۱) اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنکو اس نے جمع کر رکھا ہے اور وہ صبح و شام پڑھ پڑھکر سنائی جاتی ہیں۔ (جالندھریؒ)
(۲) اور کہتے ہیں یہ نقلیں ہیں پہلوں کی جن کو اس نے لکھ رکھا ہے سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اس کے پاس صبح و شام (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) قَرَأَ: پڑھنے کے لیے اس کا استعمال عام ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ کتاب ہو یا چھٹی۔
(۲) تلاوۃ: الہامی کتابوں یا جنتر منتر کے پڑھنے کے لیے آتا ہے۔
(۳) رَتَّل: ٹھہر ٹھہر کر اور سنوار سنوار کر پڑھنا۔
(۴) دَرَس: باقاعدہ سیکھنے کے لیے اور اس کا ضبط کرنا۔
(۵) اَمْلٰی: لکھی ہوئی عبارت پڑھ کر سنانا۔

پسند آنا کے لیے دیکھیے "خوش ہونا"

۱۷۔ پسند کرنا

کے لیے حَبَّ، وَدَّ، اِرْتَضٰی اور تَخَیَّرَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ حَبَّ اور حَبَّۃ دانہ (گندم، جو وغیرہ) کو کہتے ہیں۔ اور حَبَّۃُ الْقَلْب سویدائے دل کو۔ اور محبّۃ کے معنی کسی چیز کو اچھا سمجھ کر سویدائے دل میں جگہ دینا، اس کا ارادہ کرنا اور چاہنا (مف) اور بمعنی چاہنا اور اس کے حصول میں حکمت سے کام لینا (فق ل ۹۹) قرآن میں ہے:

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ (۴۹/۱۲) — کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔

۲۔ وَدَّ: کے معنی بہت محبّت کرنا (م۔ ل) اور امام راغب کے نزدیک کسی چیز سے محبّت کرنا اور بعض دفعہ صرف اس کے ہونے کی تمنّا کرنے کے ہیں۔ پھر یہ لفظ ان دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے (مف) اور مَوَدَّت بمعنی بہت محبّت اور وَدُوْد بہت محبّت کرنے والا ہے۔ اور یہ لفظ صرف کسی چیز کو پسند کرنے یا کسی چیز کی تمنّا کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍۭ بِبَنِیْهِ — (اس روز) گنہگار خواہش کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں اپنا بیٹا دیدے۔

(۲) رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (۱۵/۲) — کسی وقت کافر یہ آرزو کریں گے، کاش وہ مسلمان ہوتے۔

۳۔ اِرْتَضٰی، رَضِیَ بمعنی کسی سے خوش اور راضی ہونا۔ اور اِرْتَضٰی بمعنی اپنے دل کی خوشی سے کسی چیز کو پسند کر لینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (۷۲/۲۶-۲۷) — اللہ تعالیٰ اپنا علم غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے (تو اسے غیب کی باتیں بتلا بھی دیتا ہے)۔

۴۔ تَخَیَّرَ: خَیْر بمعنی بہتری، بھلائی۔ اور تَخَیَّرَ بمعنی بہت سی چیزوں میں سے کسی چیز کے

اوصاف کی بنا پر اسے پسند کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ (۵۶/۲۰) — اور میوے جس طرح کے ان کو پسند ہوں۔

ماحصل: (۱) حَبَّ: کسی چیز کی پسندیدگی اور خواہش اور اس کے حصول میں حکمت سے کام لینا۔
(۲) وَدَّ: انتہائی محبت یا اس کے حصول کی تمنا کے لیے آتا ہے۔ گویا پسندیدگی کی اصل سے وَدَّ کا لفظ حَبَّ سے ابلغ ہے۔
(۳) ارتضیٰ: میں پسندیدگی کی اصل وجہ دل کی خوشی ہے جبکہ:
(۴) تَخَیَّر میں پسندیدگی کی اصل وجہ اس پسندیدہ چیز کے اوصاف ہیں۔

نیز دیکھیے "چن لینا"

۱۸ ـــــ پکارنا

کے لیے دُعَا، نَادٰی، اَذَّنَ، اِبْتَهَلَ اور جَهَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱-۲۔ دُعَا اور نِدَاء: دونوں الفاظ قریب المعنی ہیں۔ دُعَاء کا لفظ نداء سے اخص ہے۔ اور ان میں درج ذیل باتوں میں فرق پایا جاتا ہے۔

(۱) دُعَاء کے معنی محض پکارنا ہے جبکہ نداء عموماً بلند آواز سے پکارنے کے لیے آتا ہے کیونکہ نِدٰی کے معنی لمبے فاصلے کے بھی آتے ہیں۔ (م۔ل) اور منادی ڈھنڈورچی یا اعلانچی کو کہتے ہیں۔

(۲) دُعَا میں کلام کا بامعنی ہونا ضروری ہے جبکہ نداء بامعنی بھی ہو سکتی ہے اور بے معنی بھی یعنی صرف بلند آواز نداء تو ہے مگر دُعَاء نہیں ہے۔ گویا نداء کا لفظ محض چلّانے پر بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

(۳) دُعَاء میں کسی کو مخاطب کرنا ضروری ہے۔ مگر نِدَاء میں مُنادٰی کا نام لینا ضروری نہیں (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً (۲/۱۷۱) — اور جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی ایسی چیز کو آواز دے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سن سکے۔

نعق، کوّے کے چلّانے کو کہتے ہیں۔ اور آیتِ بالا میں نِدَاء سے مراد محض چلّانا اور دُعَاء سے مراد پکارنا ہے۔ اور یہ جو قرآن میں آیا ہے:

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا (۱۹/۳) — جب انہوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا

تو یہاں خَفِيًّا کا لفظ استثنا کی صورت پیدا کر رہا ہے۔

اور نِدَاء کا لفظ قرآن کریم میں اذان کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ - (۶۲/۹)	مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لیے جلدی کرو۔

گویا نداء کی اس صورت میں منادیٰ کا نام بھی نہیں لیا جاتا اور بلند آواز اور لمبے فاصلے کی شرط بھی موجود ہے۔

۳۔ اٰذَّنَ، کے معنی کسی کو بلند آواز سے متوجہ کرنا اور بلانا ہے۔ اس طرح کہ آواز اس کے کانوں تک پہنچ سکے۔ گویا اذان اور تاذین کا لفظ نداء سے اخص ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (۱۲/۷۰)	پھر (جب وہ آبادی سے باہر نکل گئے تو) ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ قافلے والو تم تو چور ہو۔

۴۔ اِبْتَہَلَ: بہل۔ علیحدگی اور دعا کی ایک خاص قسم کو کہتے ہیں۔ اور ابتہال یا مباھلہ یہ ہے کہ کسی فیصلہ طلب امر میں فریقین میں سے ہر ایک جھوٹا اور غلط ہونے کی صورت میں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے نہایت آزادی اور عاجزی سے بد دعا کرے ــــ (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ - (۳/۶۱)	تو (اے پیغمبرؐ انصاریٰ سے) کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ ہم بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ۔ پھر دونوں فریقین (خدا سے) دعا و التجا کریں۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔

۵۔ جَھَرَ، بمعنی اتنی بلند آواز سے پکارنا یا بولنا جسے دوسرے ساتھ والے سن سکیں۔ اور اس کی ضد اَسَرَّ ہے۔ یعنی اتنی خفی آواز سے بولنا جسے ساتھ والے نہ سن سکیں۔ جیسے نماز میں مقتدی پڑھتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے،

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (۲۰/۷)	اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک جانتا ہے۔

ماحصل: (۱) دُعا، بامعنی کلام، عام یا دبی آواز سے اور مدعو کو مخاطب کرنا ضروری ہے۔

(۲) نداء: کا اطلاق صرف بلند آواز سے اور بے معنی کلام پر بھی ہو سکتا ہے اور منادی کا نام بھی لینا ضروری نہیں!

(۳) اذان اور تاذین: بلند آواز سے پکار کر اپنی طرف کسی کو متوجہ کرنا یا بلانا۔

(۴) اِبتہال، بددعا کی ایک خاص قسم ہے۔

(۵) جَھَر: اتنی بلند آواز سے پکارنا جسے کم از کم ساتھ والے سن سکیں۔

۱۹ ــــ پکڑنا

کے لیے اَخَذَ، بَطَشَ اور تَنَاوُش (نوش) قَبَضَ، خَطَفَ، سَطَا (سطو) اِعْتَصَمَ (عصم)

استمسك (مسك) اور درك کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَخَذَ: پکڑنے کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ کسی چیز کو حاصل کر لینا یا احاطہ میں لے لینا (مف) اور یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ظاہری لحاظ سے:

قَالَ يَا بْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي (۲۰/۹۴) — (ہارون حضرت موسیٰ سے) کہنے لگے کہ بھائی میری داڑھی اور سر کے بالوں کو نہ پکڑیے۔

(۲) معنوی لحاظ سے:

خُذُوا مَا آتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا (۲/۹۳) — جو (کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اسے قوت سے پکڑو اور (جو تمہیں حکم ہوتا ہے اسکو) سنو۔

۲۔ بَطَشَ: بمعنی کسی چیز کو غلبہ اور قوت سے پکڑنا (م۔ل) یا کوئی چیز زبردستی سے پکڑنا یا لے لینا۔ (مف) ہے۔ سخت اور مضبوط گرفت۔ جابرانہ گرفت۔ سختی اور رعب سے پکڑنا (م۔ق) اخذ کی طرح یہ لفظ بھی ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (۲۶/۱۳۰) — اور جب (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔

۳۔ تَنَاوُش: نَاشَ بمعنی کسی چیز کو اتنی دور سے پکڑنا کہ اس تک ہاتھ پہنچ سکے۔ طلب کرنا (منجد) اور تناوش بمعنی کسی مطلوبہ چیز تک رسائی ہونا۔ دست رسی ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (۳۴/۵۲) — اور (اب) اتنی دور سے ان کا ہاتھ (ایمان کے لیے) کیونکر پہنچ سکتا ہے؟ (نیز دیکھیے پہنچنا)

۴۔ قَبَضَ: کسی چیز کو مٹھی میں پکڑنا اور قبضۃ بمعنی مٹھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ (۲۰/۹۶) — (سامری نے) کہا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی تو میں نے فرشتے کے نقش پا سے (مٹی کی) ایک مٹھی بھر لی۔

۵۔ خطف: کسی چیز کو پکڑنا اور لے اڑنا۔ جلدی سے کوئی چیز پکڑنا اور چلتے بننا (فل ۱۷۰) اچک لے جانا۔ کسی (پرندے وغیرہ) کا کوئی چیز جلدی میں لے اڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (۲۲/۳۱) — اور جو شخص (کسی کو) خدا کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا کر پھینک دے۔

۶۔ سَطَا: بمعنی کسی پر حملہ کر کے اسے مغلوب کرنا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک حملہ کے دوران سختی سے گرفت کرنا ہے (مف) اور سَطْوَة کے معنی "البطش برفع الید" کسی پر ہاتھ اٹھا کر سخت

گرفت کرنا ہے، ہاتھ چلانا (م-ق) ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (۲۲/۷۲) اور جب ان کو واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں (تو ان کی شکل بگڑ جاتی ہے اور) تم ان کے چہروں میں صاف طور پر ناخوشی (کے آثار) دیکھتے ہو۔ قریب ہوتے ہیں کہ جو لوگ اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر حملہ کر دیں۔

۷۔ اِعْتَصَمَ: عَصَمَ معنی چیز کو محفوظ رکھنا اور بچانا (منجد) اور اِعْتَصَمَ بمعنی دونوں ہتھیلیوں سے مضبوط پکڑنا اور پنجہ مارنا ہے (فل ۱۷۴) ارشادِ باری ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۳/۱۰۳) اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔

۸۔ اِسْتَمْسَكَ: اَمْسَكَ: کے معنی جو چیز پاس ہو اسے ہاتھ سے نکلنے نہ دینا۔ روک لینا۔ چمٹنا اور تَمَسَّكَ اور اِسْتَمْسَكَ معنی مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ چمٹ جانا۔ مضبوط پکڑے رکھنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (۲/۲۵۶) تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور خدا پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ ہاتھ میں پکڑ لیا۔

۹۔ دَرَكَ بمعنی کسی چیز کا پیچھے سے دوسری چیز کو ملنا اور اسے آپکڑنا (م ل) دَرَكَ سمندر کی تہ کو بھی کہتے ہیں اور اس رسی کو بھی جس کے ساتھ پانی کی تہہ تک پہنچنے کے لیے دوسری رسی باندھ کر ملائی جاتی ہے (مف) گویا دَرَكَ کسی چیز کو جالینا۔ جاپکڑنا یا آپکڑنا کا معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (۳۶/۴۰) نہ تو سورج سے یہ ہو سکتا ہے کہ وُہ چاند کو جا پکڑے

ماحصل:

(۱) اَخَذَ: پکڑنا کے لیے عام لفظ ہے۔
(۲) بطش: سخت اور جابرانہ گرفت۔
(۳) تناوش: کسی دُور کی چیز کو پکڑنے کی کوشش۔
(۴) قبض: مٹھی میں کوئی چیز پکڑنا۔
(۵) خطف: جلدی سے کوئی چیز لے کر چلتے بننا۔ اچک لے جانا۔
(۶) سطا: یوں پکڑنا جیسے کوئی حملہ کر رہا ہو۔
(۷) اعتصم: دونوں ہتھیلیوں سے کسی چیز کو مضبوط پکڑنا۔
(۸) استمسك: جو چیز پکڑی ہے یا پاس ہے اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا۔
(۹) درك: کسی چیز کو پیچھے سے جا پکڑنا۔

۲۰۔ پناہ ۔ پناہ گاہ یا جائے پناہ

کے لیے وَزَرٌ، مَوْئِلًا، اَكْنَانًا، مَلْجَاً، مَفَازَةٌ، مَحِيْصٍ اور مُلْتَحَدًا کے الفاظ آئے ہیں:

۱- وَزَر: پہاڑ کو بھی کہتے ہیں اور جائے پناہ کو بھی (م-ل) اور بقول امام راغب کسی پہاڑ میں جائے پناہ کو (مف) غار۔ کھوہ وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

كَلَّا لَا وَزَرَ ‎﴿﴾‏ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ (۷۵/۱۱) — بیشک کہیں پناہ نہیں اس روز پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔

۲- مَوْئِلًا: وَأَلَة، اُونٹ اور بھیڑ بکریوں کے باڑہ کو کہتے ہیں اور اِستیئال بمعنی اونٹوں کا جمع ہونا ہے (م-ل) اور ابن فارس کے نزدیک "اکٹھا ہونے اور حفاظت و نجات" پر دلالت کرتا ہے۔ گویا مَوْئِلًا ایسی خودساختہ جگہ ہے جو چوری چکاری اور دوسرے خطرات سے محفوظ رہنے کے لیے بنائی گئی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

"بَل لَّهُم مَّوْعِدٌ لَّن يَجِدُوا مِن دُونِهِ مَوْئِلًا (۱۸/۵۸) — مگر ان کے لیے ایک وقت (مقرر کر رکھا) ہے کہ اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔

۳- أَكْنَان: كَنَّ بمعنی کسی چیز کو گھر میں چھپانا اور دھوپ وغیرہ سے بچاؤ کرنا (منجد) اور كِنّ وہ محفوظ مقام ہے جہاں دھوپ اور بارش سے پناہ لی جا سکے (م-ل) یا ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو چھپایا جا سکے۔ اور كِنّ کی جمع اَكْنَان اور اَكِنَّةٌ آئی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا۔ (۱۶/۸۱) — اور خدا ہی نے تمہارے لیے پہاڑوں میں غاریں بنائیں (فتح محمد جالندھری)

اور بنا دیں تمہارے واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں (عثمانی)

۴- مَلْجَأ: لَجَأ بمعنی قلعہ وغیرہ میں پناہ لینا (منجد) اور لَجَأ قلعہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کی جمع اَلْجَاء ہے (م-ق) اور ملجا کے معنی قلعہ یا کوٹ کے ہیں۔ جہاں دشمن سے حفاظت کا انتظام ہو۔ ارشادِ باری ہے:

مَا لَكُم مِّن مَّلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم مِّن نَّكِيرٍ (۴۲/۴۷) — اس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تم سے گناہوں کا انکار ہی بن پڑے گا۔

۵- مَحِيص: حَيْص بمعنی تنگی اور سختی (م-ل) حَيْص اور بَيْص دونوں الفاظ عموماً اکٹھے استعمال ہوتے ہیں اور قریب المعنی ہیں۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی مشکل اور تردّد جس سے نجات کی صورت نہ ہو۔ اور مَحِيص وہ جگہ جہاں شدائد سے پناہ مہیا ہو سکے۔ ارشادِ باری ہے:

أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا (۴/۱۲۱) — ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ وہ وہاں سے مخلصی نہ پا سکیں گے۔

۶- مَفَازَة: فَازَ بمعنی نجات حاصل کرنا مصیبتوں سے نجات حاصل کر کے خیر و عافیت کے ساتھ سلامتی کی جگہ پہنچنا ہے (مف) اسی لیے فاز الرجل اور فَوَّزَ الرَّجُل کے معنی مرنا اور ہلاک ہونا بھی آتا ہے (یہ لفظ ذوی الاضداد سے ہے) (م-ل، م ق) گویا مر کر بھی انسان دنیا کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرتا ہے۔ اور مفازة وہ امن و سلامتی کی جگہ ہے جہاں

انسان کو سختیوں سے اطمینان اور پریشانیوں سے سکون نصیب ہو۔ اور نیز بمعنی ہلاکت کی جگہ اور اس کا سبب (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ (۳۹/۶۱) — اور جو پرہیز گار ہیں ان کی (سعادت اور) کامیابی کے سبب خدا ان کو نجات دے گا تو ان کو کوئی سختی نہ پہنچے گی۔

۷۔ مُلْتَحَدًا۔ لَحَدَ بمعنی کسی کی طرف جھکنا اور مائل ہونا۔ گوشۂ چشم سے دیکھنا۔ اور لَحْد کے معنی وہ شگاف جو قبر کے ایک طرف بنایا جاتا ہے (م۔ل) اور مُلْتَحَدًا وہ جگہ جہاں تھوڑا سا ادھر ادھر یا آگے پیچھے ہو کر انسان بچ سکے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (۷۲/۲۲) — یہ بھی کہدو کہ خدا (کے عذاب) سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں دیکھتا

ماحصل: (۱) وَزَرَ: پہاڑ کی کھوہ۔ یا غار کو کہتے ہیں۔ جس میں پناہ لی جا سکے۔

(۲) مَوْئِلًا: خود ساختہ پناہ گاہ جہاں انسان یا مویشی کسی حفاظت گاہ میں اکٹھے ہوں۔ حفاظت گاہ۔

(۳) اَكْنَان: دھوپ اور بارش وغیرہ سے بچاؤ کی جگہ۔ محفوظ مقام۔

(۴) مَلْجَاً: قلعہ یا کوٹ جہاں دشمن سے حفاظت کا انتظام ہو۔

(۵) مَحِيْص: سختیوں اور مصائب سے حفاظت کی جگہ۔

(۶) مَفَازَة: سختیوں اور مصائب سے خیر و عافیت سے ایسی حفاظت گاہ میں پہنچنا جہاں امن اور سلامتی بھی نصیب ہو۔

(۷) مُلْتَحِدًا: کسی مصیبت کے مقام سے ادھر ادھر ہٹ کر بچاؤ کی جگہ۔

۲۱۔۔۔پناہ دینا۔۔۔مانگنا

کے لیے اَجَارَ اور اِسْتِجَار۔ اَعَاذَ اور اِسْتِعَاذ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَجَار اور اِسْتِجَار۔ جَار بمعنی پڑوسی۔ ہمسایہ۔ حمایتی اور مددگار (مف) اور استجار بمعنی دشمن سے بطور حمایت و امداد حفاظت اور پناہ چاہنا۔ اس کے دکھ اور سزا سے حفاظت کی طلب کرنا۔ اور اَجَارَ بمعنی کسی کو دشمن سے حفاظت میں لینا یا پناہ دے دینا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ (۹/۶) — اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ خدا کا کلام سنے۔ پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔

۲۔ اَعَاذ اور اِسْتِعَاذ۔ عَوْذ بمعنی جائے پناہ اور مَعَاذ بمعنی پناہ گاہ بھی اور جادو بھی (منجد) گویا یہ پناہ

بدروحوں خواہ وُہ جن ہوں یا شیطان یا جادوگر قسم کے لوگ ہوں، سے متعلق ہے۔ اور تعویذ بمعنی رقیہ منتر۔ دم جھاڑ بھی (مف) اور وُہ اسماء۔ و آیات بھی جو رفع مرض یا کسی دوسری تکلیف کے دفعیہ کے لیے گلے وغیرہ میں باندھے جاتے ہیں (منجد) اور اِستِعاذ بمعنی ایسی خبیث رُوحوں کے شر سے پناہ یا حفاظت چاہنا اور اَعاذَ بمعنی پناہ میں آنا اور چمٹے رہنا ہے (مف) قرآن میں ہے:

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (۲/۶۷)	موسیٰ نے کہا کہ میں خدا کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں نادان بنوں۔

دُوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (۷/۲۰۰)	اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی قسم کا وسوسہ پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگو۔

ماحصل: (۱) اَجَارَ۔ دشمن سے پناہ اور حفاظت کے لیے اور (۲) اَعَاذَ: تمام بدرحوں کے شر سے پناہ اور حفاظت کے لیے آتا ہے۔

۲۲۔ پُوچھنا

کے لیے سَاَلَ، اِسْتَفْتَا اور اِسْتَنْبَاَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ سَاَلَ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) استفسار یعنی کسی بات کا جواب لینے کے لیے پوچھنا (۲) کوئی چیز مانگنا اور جواب میں وُہ چیز چاہنا۔ اس وقت پہلا معنی زیرِ بحث ہے۔ استفسار کے معنوں میں اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۶۷/۸)	جب بھی دوزخ میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے ان سے پُوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا تھا۔

۲۔ اِسْتَفْتَاء، فتوٰی اور فُتْيَا۔ کسی مشکل مسئلہ کے جواب کو کہتے ہیں (مف) اور اِسْتَفْتَاء بمعنی فتوٰی مانگنا۔ کسی عالم سے کسی مشکل مسئلہ کے بارے میں شرعی حکم پوچھنا۔ کسی مشکل مسئلہ میں مشورہ یا رائے دریافت کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ (۴/۱۷۵)	لوگ آپؐ سے کلالہ کے متعلق حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے۔

۳۔ اِسْتَنْبَاء: نَبَاَ ایسی خبر کو کہتے ہیں جو اہم بھی ہو اور پوچھنے یا جواب دینے والے سے تعلق بھی رکھتی ہو۔ خواہ کوئی واقعہ ہو چکا ہو یا ہونے والا ہو۔ لفظ نبوّت اور نبی اسی سے مشتق ہے۔ نبی وہ ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی ایسی خبریں پا کر لوگوں تک پہنچائے خواہ یہ خبریں زمانہ ماضی سے تعلق رکھتی ہوں یا مابعد الطبیعات اور آنے والے واقعات سے۔ اور استنبا بمعنی خبر دریافت کرنا۔ خبر

کی تحقیق کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

یَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ	آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ بات (قیامت)
وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (۱۰/۵۳)	سچ ہے۔ کہدو۔ ہاں۔ خدا کی قسم وہ سچ ہے۔

اور امام راغب کے نزدیک نبا وہ خبر ہے جس میں کذب کا احتمال نہ ہو (مف) مگر یہ قید درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ	اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی بدکردار کوئی خبر
فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (۴۹/۶)	لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اسی طرح ہُدہُد پرندہ جو نبا حضرت سلیمان کے پاس لایا تھا۔ تو آپ نے اسی کذب کے احتمال کی بنا پر اس کی تحقیق ضروری سمجھی تھی۔

ماحصل: (۱) سَاَلَ "پُوچھنا" کیلیے عام لفظ ہے۔ (۳) اِسْتَنْبَاء: کسی اہم خبر کے متعلق پوچھنا۔
(۲) اِسْتَفْتَاء: کسی مشکل مسئلہ میں شرعی حکم پُوچھنا۔

۲۳۔ پُورا۔ سارا (سب)

کے لیے کُلٌّ، کَامِلٌ، کَآفَّةٌ اور سَلْمٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ **کُلٌّ** بمعنی سب۔ پورے کا پُورا (اس کی ضد جُزْءٌ ہے) یعنی جس کے اجزاء پورے ہوں۔ اور کُلٌّ کا استعمال اس کے پورے اجزاء کا احاطہ کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ گویا معنی ہر ایک، ہر کوئی، ہر چیز اور کل پر بھی۔ اور اس صورت میں اس کا معنی پوری طرح ہوتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (۳/۱۸۵)	ہر ایک جان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔
(۲) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ	اور اُن لوگوں سے لڑتے رہو یہانتک کہ فتنہ (کفر کا
وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (۸/۳۹)	فساد) باقی نہ رہے اور دین سب خدا ہی کا ہو جائے۔

۲۔ **کَامِلٌ** (اس کی ضد نَاقِصٌ ہے) یعنی وہ چیز جس کے[1] اجزاء پورے ہوں۔ اور[2] صفات مکمل ہوں۔ یعنی اپنی غرض وغایت کو پُورا کرے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ	اور مائیں اپنے بچّوں کو پورے دو سال دُودھ پلائیں۔
حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ (۲/۲۳۳)	

۳۔ **کَآفَّةٌ**: اَلْکِفَاف: کسی چیز کے پُورے گھیر کو کہتے ہیں۔ اور کَافٌّ اسم فاعل ہے اور اس سے مؤنث کَآفَّةٌ ہے۔ کہا جاتا ہے، جَآءَ النَّاسُ کَآفَّةً یعنی سبھی لوگ آئے (منجد) یہ لفظ کَامِلٌ سے بھی ابلغ ہے۔ کیونکہ یہ صرف اجزاء کو ہی نہیں جملہ پہلوؤں کو محیط ہوتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ	اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل

كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔

(۲/۲۰۸)

(۲) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (۳۴/۲۸) اور (اے محمدؐ) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(نیز دیکھیے سب۔ سارے)

۴۔ سَلَمٌ بمعنی بے گزند اور درست۔ صحیح وسالم (م۔ل) اَلسَّلَمُ کے معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک اور محفوظ رہنا۔ اور سَلَمٌ ایسی چیز جو اپنی ذات میں درست بھی ہو اور اس پر کسی دوسرے کا بھی کوئی حق نہ ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

رَجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا (۳۹/۲۹)

۱۔ ایک شخص ہے جس میں کئی (آدمی) شریک ہیں مختلف المزاج اور بدخو) اور ایک آدمی خالص ایک شخص کا (غلام) ہے۔ بھلا دونوں کی حالت برابر ہے؟ (جالندھری)

۲۔ ایک مرد ہے کہ اس میں شریک ہیں کئی ضدی اور ایک مرد پورا ایک شخص کا کیا برابر ہوتی ہیں دونوں مثل؟ (عثمانی)

ماحصل: (۱) کل: جز کے مقابلہ میں بھی آتا ہے اور کل اجزاء کے احاطہ کے لیے بھی۔ پورا۔ سارا۔ ہر ایک

(۲) کامل: ناقص کے مقابلہ میں آتا ہے جس میں کوئی کسر یا کمی نہ رہ گئی ہو۔ اور غرض وغایت کو پورا کرے۔

(۳) کافۃ: جماعت کے سبھی افراد۔ یا کسی معاملہ کے جملہ پہلوؤں کے لیے آتا ہے۔ پورے کے پورے سب کے سب۔ ان معنوں میں یہ کل سے ابلغ ہے۔

(۴) سلم: بے گزند اور درست۔ یعنی جس پر دوسرے کا کسی قسم کا کوئی حق نہ ہو۔

۲۴۔ پورا کرنا۔ ہونا

کے لیے تَمَّ، اَتَمَّ، اَكْمَلَ، اَوْفٰى، قَضٰى اور اَسْبَغَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَتَمَّ: تَمَّ یا تَمَامُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز کے اس حد تک پہنچ جانے کے ہیں جس کے بعد کسی اور خارجی چیز کی ضرورت باقی نہ رہے اور اس کی ضد نَقَصَ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا۔ (۶/۱۱۵) اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔

اور اَتَمَّ کے معنی کسی ناقص اور ناتمام چیز کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ اور اس کا استعمال عموماً گنتی، مقدار یا مدت کو پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ گنتی کے لیے فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ (۲۸/۲۷) اور اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری طرف سے (احسان) ہے۔

۲۔ مقدار کے لیے وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (۵/۳) اور میں نے تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔

۳۔ مدت کے لیے، ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ (۲/۱۸۷) پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو۔

۲۔ اَکْمَلَ: (کامل کی ضد بھی ناقص ہے) بمعنی کسی شروع کیے ہوئے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا یعنی جس غرض کے لیے وُہ وجود میں آئی تھی وُہ غرض پوری ہو جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (۵/۳) آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔

تمام اور کمال کا فرق واضح کرنے کے لیے دوسری مثال ملاحظہ ہو:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ (۲/۲۳۳) اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دُودھ پلائیں۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دُودھ پلوانا چاہے۔

اس آیت میں رضاعت کی مدت پوری کرنے کے لیے تمام اور رضاعت کی غرض پوری کرنے کے لیے کامل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۳۔ اَوْفٰی: وفی کا لفظ عہد، ماپ تول، زندگی یا شرط اور اجر کو پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس کی ضد غدر (بیوفائی کرنا) ہے (مف) اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ عہد کے لیے، اَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (۲/۴۰) اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا، میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

۲۔ ماپ تول کے لیے، فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ (۷/۸۵) ماپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو۔

۳۔ منت، نذر، شرط کے لیے، وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ (۲۲/۲۹) اور انہیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔

۴۔ اجر یا اجرت کی ادائیگی کے لیے، اور یہ باب وَفّٰی سے آئے گا۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ (۳/۵۷) اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خدا پورا پورا صلہ دے گا۔

۴۔ قَضٰی: جب اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو اس کے معنی ذمہ داری پورا کرنا اور اس سے فارغ ہونا (مف۔ م ق) ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ (۲/۲۰۰) پھر جب حج کے ارکان پورے کر چکو تو (منٰی میں) خدا کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:

فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ (۱) ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے

يَنْتَظِرُ (۲۳/۲۳) اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں۔

۲- پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا ہے۔

۵- اسبغ ، سبغ کا لفظ کسی چیز کے تمام اور کمال پر دلالت کرتا ہے (م-ل) اور امام راغب کے نزدیک اس میں وسعت اور آسانی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور سابغ کھلی زرعہ کو کہتے ہیں (مف) اور اسبغ کے معنی کسی کام کو اس طرح پورا کرنا کہ اس میں کچھ کسر یا کمی بھی نہ رہے۔ اور غرض و غایت بھی پُوری ہو جائے۔ اور اس لفظ کا استعمال عموماً وضو اور نعمتوں کے پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (۳۱/۲۰) اور خدا نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔

ماحصل: (۱) اَتَمَّ: کسی چیز کو اس طرح پورا کرنا کہ اس میں کوئی کسر یا کمی نہ رہ جائے اور اس کا استعمال مدت، مقدار یا گنتی پورا کرنے کے لیے ہے۔

(۲) اَكْمَلَ: کسی چیز کو اس طرح پورا کرنا کہ اس کی غایت پوری ہو جائے۔

(۳) اَوْفٰى: عہد، ماپ تول، اجرت، قدر اور زندگی پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۴) قَضٰى: جب اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو ذمہ داری پوری کرنا اس سے فارغ ہونے کے لیے آتا ہے۔

(۵) اَسْبَغَ: کسی چیز کو اس طرح پورا کرنا کہ اس میں کمی بھی نہ رہے اور غایت بھی بطریق احسن پوری ہو جائے۔

پوشیدہ ہونا کیلیے دیکھیے "چھپنا"

۲۵ — پوشاک

کے لیے لِبَاس اور كِسْوَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- لَبِسَ يَلْبَسُ۔ فعل ماضی میں ب مکسور اور مضارع میں مفتوح بمعنی کپڑا یا لباس پہننا اور لباس بمعنی کسی کی اپنی پوشاک۔ ارشادِ باری ہے،

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی۔
وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ (۲۲/۲۳) اور وہاں (جنت میں) ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

۲- كِسْوَة: كَسَا۔ يَكْسُوْا بمعنی کسی دُوسرے کو کپڑا پہنانا اور كِسْوَة بمعنی کسی دوسرے کی پوشاک یا لباس۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (۲/۲۳۳) اور ان مطلقہ عورتوں کی خوراک اور پوشاک دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہے۔

ماحصل: جو پوشاک اپنے لیے ہو وہ لباس ہے اور جو دوسرے کے لیے تیار کی جائے وہ كِسْوَة ہے۔

۲۶۔ پہاڑ

کے لیے جَبَل، رَوَاسِی، طَوْد، صَخْرَة اور اَعْلَام کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جبل، اسم جنس ہے۔ اس لفظ کا اطلاق ہر طرح کے پہاڑ پر چھوٹا ہو یا بڑا، بلند ہو یا پست، سب پر ہوتا ہے (فل ۲۶۶) اور اس کی جمع جبال آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (۲/۲۶۰) — پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو۔

۲۔ رواسی: (راسیہ کی جمع) رسو بمعنی کسی چیز کا جما ہوا اور گڑا ہوا ہونا۔ ثابت اور استوار ہونا۔ رَسَا السَّفِیْنَةُ بمعنی جہاز کا لنگر انداز ہونا۔ اور مَرْسٰی بندرگاہ کو کہتے ہیں (منجد) اور راسی اس بڑی دیگ کو بھی کہتے ہیں جو بڑی ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ نصب کی گئی ہو۔ (۳۴/۱۳) اور راسیہ کے معنی مضبوط اور مستحکم پہاڑ (م۔ ل منجد) اور رواسی بمعنی سلسلہ ہائے کوہ۔ یہ عموماً جمع ہی استعمال ہوتا ہے۔ دور تک پھیلے ہوئے پہاڑ۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ (۲۱/۳۱) — اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ لوگوں (کے بوجھ) سے ہلنے اور جھکنے نہ لگے۔

۳۔ طَوْد: بہت بڑا پہاڑ۔ جو بلند بھی ہو اور پھیلاؤ میں بھی بڑا ہو (فل ۲۶۷) اور صاحب منتہی الارب کے نزدیک بڑے پہاڑ کے علاوہ بہت بڑے تودۂ ریگ پر اس کا استعمال عام ہوتا ہے (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ (۲۶/۶۳) — تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا (کہ) گویا بڑا پہاڑ (ہے)۔

۵۔ صَخْرَة: بمعنی چٹان۔ چھوٹا سا بلند پہاڑ۔ سخت پتھر (مف) دراصل صخرۃ ایک ہی بہت بڑا پتھر ہوتا ہے جو کافی بلندی تک چلا گیا ہو۔ ابن فارس اس کے معنی حجر عظیم لکھتے ہیں

(م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (۹/۹) — اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے۔

۶۔ اَعْلَام: عَلَم کی جمع ہے۔ اور عَلَم کے معنی نشان۔ نشانِ منزل۔ جھنڈا۔ روشنی کا مینار اور پہاڑ سب آتے ہیں۔ اور اعلام ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے ہمسروں میں ممتاز ہو۔ نامور ہستیاں، پہاڑ وغیرہ۔ اعلام کے ساتھ ایسا قرینہ موجود ہو تو پھر اس کے معنی یقیناً پہاڑ ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ (۵۵/۲۴) — اور جہاز بھی اس کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں۔

ماحصل: (۱) جَبَل: اسم جنس۔ اس کا استعمال عام ہے۔
(۲) رَوَاسِی: مضبوط اور مستحکم پہاڑ۔ سلسلہ ہائے کوہ۔
(۳) طَوْد: بہت بڑا اور بلند پہاڑ یا تودہ ریت۔
(۴) صَخْرَۃ چھوٹا اور بلند پہاڑ۔ بہت بڑا سا اونچا۔ پتھر۔ چٹان
(۵) اَعْلَام: پہاڑ کے لیے مجازاً استعمال ہوا ہے۔ اصل معنی ہر وُہ چیز جو اپنے ہمسروں سے ممتاز ہو۔

۲۷۔ پہچاننا

کے لیے عَرَفَ اور تَوَسَّمَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ عَرَفَ: بمعنی کسی چیز کی علامات و آثار پر غور کر کے اس کا ادراک کر لینا (ضد نَکِرَ) یہ علم سے کم درجہ رکھتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (۱۲/۵۸)

اور یوسفؑ کے بھائی (کنعان سے مصر غلہ خریدنے کیلیے) آئے تو یوسفؑ کے پاس گئے، یوسفؑ نے انہیں پہچان لیا مگر وُہ یوسفؑ کو نہ پہچان سکے۔

۲۔ تَوَسَّمَ: وَسَمَ بمعنی نشان زد کرنا۔ داغ لگانا (مف) اور بمعنی جسم پر نقش و نگار اور تل وغیرہ کھودنا (م۔ل) اور وسم اور وسام وُہ چیز جس سے داغ لگایا یا رنگا جائے۔ اور وسیم بمعنی خوبصورت (م۔ق) اور تَوَسَّمُ بمعنی فراست سے کوئی چیز بیان کرنا۔ علامت طلب کرنا۔ پہچاننا (منجد) ارشاد باری ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (۱۵/۷۵) بیشک اس (قصے) میں اہلِ فراست کے لیے نشانیاں ہیں!

ماحصل: (۱) عَرَفَ: علامات و آثار سے کسی چیز کو پہچاننا۔
(۲) تَوَسَّمَ: اپنی فہم و فراست سے پہلے علامات و قرائن معلوم کرنا پھر پہچاننا۔

۲۸۔ پہلا۔ پہلی۔ پہلے

کے لیے اوّل، اُولٰی، سابق اور قبل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اوّل: بمعنی پہلا اور اس کا مونث اُولٰی بمعنی پہلی ہے۔ اور اوّل کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے
(۱) عددی ترتیب کے لحاظ سے: یعنی وُہ عدد جس سے پہلے کوئی عدد نہیں۔ اس لحاظ سے اوّل کے بعد ثانی۔ پھر ثالث وغیرہ آئے گا۔
(۲) ترتیب کار یا نظام صناعی کے لحاظ سے جیسے الاسّ اوّلا ثمّ البناء یعنی پہلے بنیاد رکھی جائے گی پھر تعمیر ہو گی۔
(۳) ترتیب زمانی کے لحاظ سے۔ اس لحاظ سے اوّل کی ضد اٰخِر بمعنی پچھلا ہے۔ اور اُولٰی (پہلی دنیا)

کی ضد اٰخرت (پچھلی۔ اخروی زندگی) ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۵۶ ۴۹-۵۰) — کہہ دو کہ سب پہلے اور پچھلے ایک روز مقرر کے وقت پر جمع کیے جائیں گے۔

۲۔ سَبَقَ: کا اصل معنی خود آگے بڑھ جانا اور دوسروں کو پیچھے چھوڑ دینا ہے۔ یعنی سابق کا لفظ مسبوق کا مقتضی ہوتا ہے۔ جبکہ اوّل کا لفظ آخر کا مقتضی نہیں ہوتا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں، فلاں کا پہلا لڑکا ہے خواہ اس کے بعد دوسرا تیسرا کوئی بچہ نہ ہو۔ لیکن سابق نہیں کہہ سکتے (فق ل ۹۷) ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (۵۹ ۱۰) — اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

۳۔ قبل (ضد بعد) ہر طرح کے تقدم (زمانی، مکانی، ترتیبی) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مگر قرآن میں یہ لفظ صرف تقدّم زمانی کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (۲ ۴) — اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تجھ پر نازل ہوا اور اس پر بھی جو تم سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوا۔

ماحصل: (۱) اَوّل اور اُولٰی۔ یعنی پہلا صرف ترتیب عددی، صناعی اور زمانی کے لیے۔ (۲) سَبَقَ، مسبوق کا بھی مقتضی ہوتا ہے اور (۳) قبل: کسی بھی کام میں تقدم زمانی کے لیے آتا ہے۔ اور اوّل کے مقابلہ میں اخص ہے۔

۲۹۔ پہلو

کے لیے جَنْب، جَنَاح اور عِطْف کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَنْب: بمعنی پہلو۔ طرف۔ جانب۔ کروٹ۔ اور جنب کسی چیز کی کوئی ایک طرف یا پہلو بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا (۱۰ ۱۲) — اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا (ہر حال میں) ہم کو پکارتا ہے۔

اور اس کے علاوہ پاس یا پہلو والی کوئی اور چیز بھی۔ جیسے صاحبِ بالجنب بمعنی پاس بیٹھنے والا ساتھی اور جانب یا طرف بھی جیسے جنب الحائط بمعنی دیوار کی جانب (مف) اور جنب بنیادی طور پر بھی دو معنوں میں استعمال ہوا ہے ۱۔ پہلو ۲۔ دور ہونا (م۔ل) درج ذیل آیت میں:

وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (۴ ۳۶) — اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والا اور مسافر۔

اور جار الجنب سے مراد دُور کا ہمسایہ اور صاحب بالجنب کے معنی پاس رہنے والا ہے۔

اور اسی نسبت سے کسی "کے حق میں" "کے بارے میں" "کی بابت" کے لیے بھی یہ لفظ آتا ہے۔

قرآن میں ہے:

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (۳۹/۵۶) مبادا اس وقت کوئی یوں کہے۔ افسوس اس تقصیر پر جو میں نے اللہ کے حق میں کی۔

۲۔ جَنَاح: عموماً پرندوں کے پر کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی تثنیہ جَنَاحَیْن (۶/۳۸) اور جمع اَجْنِحَۃٌ (۳۵/۱) آتی ہے۔ پھر یہ لفظ انسان کے بازو کے لیے بھی استعمال ہونے لگا۔ جس سے مراد کندھا، اور ہتھیلی تک کا حصّہ ہے (منجد) اور جَنَحَ بمعنی مائل ہونا۔ اگر یہ میلان اچھائی کی طرف ہو، تو جَنَاح اور برائی کی طرف ہو تو جُنَاح کا استعمال ہوگا (مف) درج ذیل آیات میں جَناح کا معنی بازو یا پہلو ہی ہے مگر اس کا جھکاؤ بھلائی کی طرف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۲۶/۲۱۵) اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے لیے اپنے بازو نیچے رکھ۔ (عثمانیؒ)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (۱۷/۲۴) اور عجز و نیاز سے ان (والدین کے) لیے اپنے کندھے نیچے رکھ (عثمانیؒ)

لفظ جُنَاح بھلائی کے میلان کے لیے نہیں آتا بلکہ گناہ یا اس کی طرف میلان کے معنی دے گا۔

۳۔ عِطْف، عَطَفَ بمعنی کسی چیز کا ایک سرا دوسرے کی طرف موڑنا، دوہرا کرنا۔ اور عطاف دو تہوں والی چادر کو کہتے ہیں (مف) اور عَطْف کجی اور جھکاؤ کو بھی کہتے ہیں (منجد) اور عطف بمعنی پہلو اور کنارہ۔ اور عطف الرجل بمعنی مرد کے دونوں پہلو ہیں۔ اور ثَنَا عِطْفِهٖ بمعنی منہ موڑ لینا اور زیادتی کرنا۔ اور مَرَّ ثَانِیَ عِطْفِهٖ بمعنی تکبّر کی چال چلنا ہے (منجد) گویا عِطْف کا لفظ جب پہلو کے معنی استعمال ہو تو زیادتی اور تکبّر کی حالت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثَانِیَ عِطْفِهٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (۲۲/۹) اور (تکبّر سے) کروٹ موڑ لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو) خدا کے رستے سے گمراہ کر دے۔

ماحصل: (۱) جَنْب: جاندار اور بے جان دونوں کے پہلو، پاس والی اور دُور والی چیز کے لیے یکساں آتا ہے۔

(۲) جَنَاح: جانداروں کے پہلو کے لیے اور تواضع و انکساری کی کیفیت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۳) عِطْف: زیادتی اور تکبّر کی حالت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۰۔ پُہنچنا

کے لیے بَلَغَ، اَصَابَ (صوب) اَفْضٰی (فضی) نَالَ (نیل) نَاوَشَ، تَعَاطٰی (عطو) وَصَلَ،

مَسَّ اور وُرُود کے الفاظ آئے ہیں :

۱۔ بَلَغَ : بمعنی کسی مقصد کے منتہیٰ کو پہنچنا، آخری حد کو پہنچنا (مف) ارشادِ باری ہے :

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (۴/۶) — اور سدھاتے رہو یتیموں کو۔ جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو۔

۲۔ اَصَابَ : صَوْب کے معنی کسی چیز کے اترنے اور قرار پکڑنے کے ہیں۔ اور الصوب بارش برسنے کو بھی کہتے ہیں۔ اور اَصَابَ بمعنی تیر دغیرہ کا ٹھیک نشانے پر لگنا۔ اور صواب بمعنی درست اور ٹھیک۔ اور اس کی ضد خطا ہے (منجد) اور مُصِیْبَةٌ اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جو ٹھیک نشانہ پر لگ جائے۔ پھر عرف عام میں مصیبت کا لفظ عموماً برے مفہوم میں استعمال ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے :

اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (۲/۱۵۶) — کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (عثمانیؒ)

گویا اَصَابَ کا اطلاق خدا کی طرف سے انسان کو پہنچنے والی تنگی ترشی پر ہوتا ہے۔ گو اس کا استعمال زیادہ تر برے مفہوم میں ہوتا ہے۔ تاہم اچھے معنیٰ میں بھی آسکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (۴/۷۳) — اور اگر تم کو پہنچے فضل اللہ کی طرف سے (عثمانیؒ)

۳۔ نَالَ : اس چیز تک پہنچنا یا حاصل کرنا جس کی انسان خواہش رکھتا ہو (مف) آڑے ہاتھوں لینا (ق۔ ج) اور نیل مطلب اور مراد کو۔ اور نَیْلَةً مطلوبہ چیز کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے :

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (۳/۹۲) — جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں راہِ خدا میں صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔

۴۔ ناوش، ناش بمعنی کسی چیز کو پکڑنا۔ طلب کرنا (منجد) اور بمعنی تناول کرنا۔ اور نَاشَ فُلَانًا بمعنی اس کا سر اور داڑھی پکڑنے کو لپکا (م۔ ق) نَالَ اور نَاشَ تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں یعنی بڑھ کر ہاتھ سے پکڑ لینا یا ہاتھ کا کسی چیز تک پہنچ پانا۔ فرق صرف یہ ہے کہ نَالَ صرف کسی مرغوب چیز کے حصول کے لیے آتا ہے جبکہ ناش عام ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (۳۴/۵۲) — اور (عذاب دیکھ کر) کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اتنی دور سے ان کا ہاتھ ایمان کے لیے کیونکر پہنچ سکتا ہے؟

۵۔ تَعَاطٰی (عطو) کسی مطلوبہ چیز تک پہنچنے اور اسے پکڑنے کے ہیں۔ ابن فارس کے الفاظ میں اس کے معنی "تناول بالید" ہیں۔ اور جو چیز حاصل ہو وہ عطاء اور عطیّہ ہے۔ اور تَعَاطٰی کے معنی

ایسی چیز پر ہاتھ ڈالنا ہے جس پر کوئی حق نہ ہو (م۔ل) اور بمعنی ایڑیاں اٹھا کر انگلیوں کے بل کھڑا ہوا اور ہاتھ اٹھا کر کوشش سے ایک ناحق چیز کو پکڑا (م۔ق) ارشاد باری ہے:

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ (۵۴/۲۹) — تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا۔ اور اس نے اونٹنی تک پہنچ کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

۶۔ وَصَلَ: کے معنی کسی چیز کا دوسری چیز تک پہنچ کر اس میں مل جانا ہے۔ جیسے دائرہ کا قطر دونوں سروں پر محیط سے مل یا جڑ جاتا ہے (مف) لہٰذا اس کے معنی پہنچنا۔ ملانا اور جوڑنا سب آتے ہیں (منجد۔م ق) پھر یہ لفظ ان تینوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ بمعنی پہنچنا: قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ (۱۱/۸۱) — فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم تمہارے پروردگار کے فرستادہ ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔

۲۔ بمعنی ملانا۔ جوڑنا: وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (۲/۲۷) — اور جس چیز کو (رشتہ قرابت) کو جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اسے قطع کیے ڈالتے ہیں (جالندھری) اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو (عثمانیؒ)

۷۔ اَفْضٰى، فَضَا کے معنی زمین و آسمان کے درمیان کھلی اور خالی جگہ ہے۔ (مف۔م۔ل) اور مَقَامٍ فَاضٍ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جو کھلی، کشادہ اور خالی پڑی ہو (منجد) اور اَفْضٰى اِلَيْهِ بِسِرِّهٖ کسی کو راز کی بات بتا دینا۔ اور افضٰی بفلان۔ کسی کو کشادہ میدان کی طرف لے جانا (منجد) اور اَفْضٰى اِلٰى امْرَاَتِهٖ اپنی عورت سے صحبت کرنا کے معنوں میں محاورتاً استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ (۴/۲۱) — اور تم کیونکر اس (دیے ہوئے حق مہر) کو (واپس) لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے تک (عثمانیؒ)

۸۔ مَسَّ: کا اصل معنی ایک چیز کا دوسری کو چھونا ہے۔ لیکن ترجمہ میں بعض دفعہ یہ لفظ پہنچنا کا معنی دے جاتا ہے۔ مثلاً ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ (۷/۹۵) — پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ (مال و اولاد) میں بڑھ گئے تو کہنے لگے کہ اسی طرح کا رنج و راحت تو ہمارے بڑوں کو پہنچتا رہا ہے۔

۹۔ وَرَدَ کا لغوی معنی کسی شخص کا پانی پینے کے لیے پانی کی تلاش میں کنویں یا گھاٹ پر آ پہنچنا ہے اور اس کی ضد صَدَرَ ہے۔ یعنی پانی لے کر یا پی کر یا سیراب ہو کر واپس چلے جانا ہے (مف) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ (۲۸/۲۳) — اور جب موسیٰؑ مدین کے پانی (کے گھاٹ) پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ (اپنے چوپایوں کو) پانی پلا رہے ہیں۔

ماحصل: (۱) بَلَغَ: کسی مقصد کے منتہیٰ یا آخری حد کو پہنچنا۔
(۲) اَصَابَ: خدا کی طرف سے انسان کو تنگی یا بھلائی پہنچنا۔
(۳) نَالَ: اس چیز تک پہنچنا اور حاصل کرنا جس کی انسان خواہش رکھتا ہو۔
(۴) نَاوَشَ: ہاتھ بڑھا کر کسی چیز تک پہنچ کر اسے پکڑنا۔ نَالَ سے عام ہے۔
(۵) تَعَاطیٰ: کسی ایسی چیز تک پہنچ کر ہاتھ چلانا جس پر اس کا حق نہ ہو۔
(۶) وَصَلَ: کسی چیز تک پہنچنا اور مل جانا۔
(۷) اَفْضٰی: محاورۃً میاں بیوی کے ایک دوسرے کے پاس پہنچنے یا صحبت کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔
(۸) مَسَّ: کا اصل معنی چھونا ہے۔ ترجمہ کی ضرورت سے بعض دفعہ پہنچنا کر لیا جاتا ہے۔
(۹) وَرَدَ: پانی کے گھاٹ یا کنویں پر پہنچنا۔

۳۱ — پہنچانا

کے لیے اَبْلَغَ اور بَلَّغَ، اَوْرَدَ، جَبَا (جبو) اور اَدْلٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَلَّغَ اور ابلغ دونوں کوئی چیز یا پیغام وغیرہ اصل منتہیٰ تک پہنچانے کے معنی میں آتے ہیں۔
ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ (۹/۶)

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ وُہ خدا کا کلام سنے۔ پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (۵/۶۷)

اے پیغمبر! جو کچھ تم پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے دوسرے لوگوں تک پہنچا دو۔

۲۔ اَوْرَدَ: بمعنی دوسرے شخص کو گھاٹ پر پہنچانا (مف) ارشادِ باری ہے:

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (۱۱/۹۸)

وُہ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں جا پہنچائے گا۔ کیسا بُرا گھاٹ ہے جس پر وُہ پہنچے۔

۳۔ جَبَا کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) کسی چیز کو جمع کرنا یا اکٹھا کرنا (۲) پھر اسے دوسرے مقام تک پہنچانا۔ جبیت الخراج جبایۃ محاورہ جو اموال خراج کو اکٹھا کرنے پھر اسے اصل مقام کی طرف بھیجنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ (۲۸/۵۷)

کیا ہم نے ان کو حرم میں جو امن کا مقام ہے جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں۔

۴- اَدْلٰی: دَلْو بمعنی پانی کا خالی ڈول۔ اور اَدْلٰی بمعنی اس خالی ڈول کو بھرنے کے لیے کنویں میں لٹکانا (مف) جو آہستہ آہستہ پانی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ادلی الی فلان کے معنی ہیں اپنے معاملہ یا جھگڑا وغیرہ کو کسی دوسرے شخص کے پاس فیصلہ کے لیے پہنچانا یا لے جانا اور رشتہ داری یا سفارش کا وسیلہ پکڑنا ہے۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ	اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ اور نہ اس کو
وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا	(رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال
فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ (۲/۱۸۸)	کا کچھ حصّہ ناجائز طور پر کھاؤ۔

ماحصل: (۱) اَبْلَغَ اور بَلَّغَ: کوئی چیز یا پیغام منتہی تک پہنچانا۔ بَلَّغَ عام طور پر پیغام پہنچانے کے لیے آتا ہے جبکہ اَبْلَغَ عام ہے۔

(۲) اَوْرَدَ: کسی کو گھاٹ پر پہنچانا۔

(۳) جبا: کسی چیز کو جمع کر کے دوسرے مقام تک پہنچانا۔

(۴) ادلی الی فلان: اپنا قضیہ کسی دوسرے شخص تک پہنچانا۔ اور قرابت رشوت اور سفارش سے کام لینا ہے۔

۳۲۔۔۔۔ پھاڑنا

کے لیے خَرَقَ، قَدَّ، فَطَرَ، فَجَرَ، مَخَرَ، شَقَّ، فَلَقَ، فَرَقَ، مَزَّقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- خَرَقَ کے معنی کسی چیز کو پھاڑنا اور خراب کر دینا۔ توڑ پھوڑ دینا۔ یا بگاڑنے کے لیے توڑنا ہے۔ (مف) اور خِرْقَہ کپڑے کے چیتھڑے کو کہتے ہیں اور خارق عادت کے خلاف بات کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ	تو دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار
خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا۔	ہوئے تو (خضر نے) کشتی کو پھاڑ ڈالا (موسیٰؑ نے) کہا،
(۱۸/۷۱)	کیا آپ نے اس کو اس لیے پھاڑا ہے کہ سواروں کو غرق کر دیں۔

۲- قَدَّ: کسی چیز کو لمبائی کے رخ پھاڑنا۔ اور قَدّ بمعنی انسان کی لمبائی۔ قد و قامت (مف) اور قدید خشک گوشت کی لمبی لمبی قاشوں کو کہتے ہیں (مف۔ منجد) قرآن میں ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ	اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے
مِنْ دُبُرٍ (۱۲/۲۵)	زلیخا) اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے پکڑ کر (کھینچا تو) پھاڑ ڈالا۔

۳- فَطَرَ: کسی چیز کو لمبائی میں یوں پھاڑنا کہ اس میں شگاف پڑ جائے۔ تراش خراش کرنا۔ اس لحاظ سے فَطَرَ بنانے اور پیدا کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور فُطُوْر شگاف کو کہتے ہیں (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ	آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف

نظر آتا ہے۔ (۶۴/۳)

دوسرے مقام پر فرمایا:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (۳۰/۳۰)
۱۔ خدا کی بنائی ہوئی (فطرت) جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے رہو)
۲۔ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ (عثمانیؒ)

۴۔ فَجَرَ: کسی چیز کو وسیع پیمانے پر پھاڑنا۔ اور فَجْر (پو پھٹنے کا وقت) کو اسی لیے فجر کہتے ہیں کہ وُہ سارے افق پر نمودار ہوتی ہے۔ اور فجور بمعنی دین کے احکام کی دیدہ دلیری سے پردہ دری کرنا۔ اور اسی سے فاجر اور فجّار ہے (مف) اور فَجَرَ اور فَجَّرَ کے معنی اسی لحاظ سے پانی کو وسیع علاقے تک چلانا یا جاری کرنا کے بھی آتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا (۹۰/۱۷)
اور کافر کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔

اور فَجَّرَ کا لفظ صرف "پانی بہانے کے لیے دور تک راستہ کھولنا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (۳۳/۱۸)
اور ہم نے ان دونوں (باغوں) کے درمیان ایک نہر جاری کر رکھی تھی۔

۵۔ مَخَرَ: پانی کے کٹاؤ اور چیر پھاڑ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں مَخَرَ الْمَاءُ الْاَرْضَ بمعنی پانی کا زمین کو چیرنا پھاڑنا اور اس میں چکر لگانا۔ اور مخر السفینۃ بمعنی کشتی کا اپنے سینہ سے پانی کو چیرنا اور پھاڑنا۔ اور آواز پیدا کرنا۔ اور ماخر اس کشتی کو کہتے ہیں جو پانی کو پھاڑے اور اس میں آواز پیدا کر دے (م۔ ل) اور ماخِر کی جمع مَوَاخِر آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَرَی الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ (۱۴/۱۶)
اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔

۶۔ شَقَّ: کسی سخت چیز کا پھاڑنا۔ قرآن میں اس کا استعمال آسمان، زمین، چاند اور پتھر جیسی بڑی اور سخت چیزوں کے پھٹنے پر ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۲۶/۸۰)
پھر ہم نے ہی زمین کو چیرا پھاڑا۔

۷۔ فلق
۸۔ فرق
: الفلق اور الفرق دونوں قریب المعنیٰ ہیں۔ اور دونوں میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ (۱) پھٹنا اور (۲) الگ ہونا۔ اور سر کے بالوں کے درمیانی حصہ یعنی مانگ کو فَرق بھی کہتے ہیں اور فِلق بھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ ایک مقام پر فرمایا:

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (۵۰/۲)
جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو پھاڑ دیا تو تم کو تو نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا۔

اسی واقعہ کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ (۲۶/۶۳) اس وقت ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر مارو۔ تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا کہ گویا بڑا پہاڑ (ہے)

البتہ ان دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ فلق عام طور پر اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی چیز کا ایک حصہ علیحدہ ہو جائے۔ یعنی کل برابر دو حصوں میں سر کی مانگ کے لیے فلق کا لفظ اسی لیے آتا ہے کہ وُہ بالوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اور فِلق اور فلقہ دو حصوں میں بٹی ہوئی چیز کے ایک حصہ کو کہتے ہیں۔ لیکن فرق کا لفظ اس لحاظ سے عام ہے۔ اس کا اطلاق دو اور دو سے زیادہ حصوں پر بھی ہوتا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ فلق کا اطلاق عموماً بے جان اشیاء پر ہوتا ہے جبکہ فرق عام ہے۔ اس کا اطلاق بے جان اور جاندار خصوصاً انسان پر بھی ہوتا ہے۔ کسی جماعت سے الگ شدہ حصہ کو فِرق اور اگر یہ الگ شدہ حصہ بھی بڑی تعداد میں ہو تو اسے فرقہ کہا جاتا ہے۔ اور کسی جھگڑا یا معاملہ کی صورت میں فریق۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی (۶/۹۵) بیشک اللہ ہے کہ پھوڑ ڈالتا ہے دانہ اور گٹھلی۔ (عثمانیؒ)
یعنی دانہ اور گٹھلی درمیان سے پھٹ کر الگ ہوتے ہیں اور اس سے کونپل نکلتی ہے۔

اسی طرح فالق الاصباح (۶/۹۶) پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی (عثمانی) میں فلق کا لفظ اس لحاظ سے موزوں ہے کہ صبح کی دھاری آسمان میں ہے، جیسے سر میں مانگ۔

۹۔ مَزَّقَ : مَزَقَ (الثوب) بمعنی کپڑا پھاڑنا اور مَزَّقَ بمعنی پھاڑنا۔ بکھیرنا۔ تباہ کر دینا (منجد) گویا مزّق میں عمل کی شدت پیدا ہو جاتی ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ (۳۴/۱۹) تو ہم نے ان کے افسانے بنا دیے تو ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دیا۔

ماحصل:
(۱) خَرَقَ : کسی چیز کو بگاڑنے کے لیے پھاڑنا
(۲) قَدَّ : لمبائی میں پھاڑنا۔
(۳) فَطَرَ : شگاف ڈالنا اور تراش خراش کرنا۔
(۴) فَجَرَ : کسی چیز کو وسیع پیمانے پر پھاڑنا اور بہانا۔
(۵) مَخَرَ : کشتی کا پانی کو پھاڑنا جس سے آواز بھی پیدا ہو۔
(۶) شق : کسی سخت چیز کو پھاڑنا۔
(۷) فلق : کسی بے جان چیز کو دو حصوں میں پھاڑنا اور الگ کرنا۔
(۸) فرق : کسی چیز کو دو یا زیادہ حصوں میں علیحدہ کر دینا (عام ہے)
(۹) مَزَّقَ : ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دینا۔

۲۳ — پھٹنا

کے لیے فطر سے اِنفطر اور تفطّر، شقّ سے شَقّق اور اِنشقّ، فلق سے اِنفلق۔ صدع اور تصدّع اور تمیّز کے الفاظ آئے ہیں۔ اب اُن کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ اِنفطر، جیسے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ (۸۲/۱) — (۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (۲) جب آسمان چرجائے (عثمانیؒ)

۲۔ تفطّر اور اِنشقّ جیسے:
تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ (۱۹/۹۰) — قریب ہے کہ اس (افتراء) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے۔

شقق جیسے:
وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ (۲/۷۴) — اور بعضے پتھر ایسے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلنے لگتا ہے۔

۳۔ فلق سے اِنفلق: مثال بھی اُوپر گزر چکی۔

۴۔ صَدَع: کسی چیز کا اس طرح پھٹنا کہ ٹکڑا جُدا نہ ہو (منجد) اور بقول امام راغب ٹھوس اجسام، جیسے لوہا شیشہ وغیرہ میں شگاف پڑنا۔ (مف) اور ایسی سر درد کو جس سے سَر درد کی وجہ سے پھٹ رہا ہو صداع کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۸۶/۱۲) — اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:
لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ۔ (۵۶/۱۹) — اس (شراب) سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔

اور تَصَدَّعَ کے معنی کسی چیز کا پھٹ کر کئی حصے ہو جانا ہے۔ تَصَدَّعَ الْقَوْمُ بمعنی قوم کا منتشر ہونا (منجد) ہے۔ ارشادِ باری ہے:
لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۵۹/۲۱) — اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر اتارتے تو تُو دیکھتا کہ وہ اللہ کے خوف سے پھٹ جاتا ہے۔

۵۔ تَمَيَّزَ: مَازَ (میز) کے معنی کسی چیز کو دوسری سے کسی فوقیت کی بنا پر الگ کرنا۔ اور امتاز اور تَمَيَّزَ کے معنی دوسروں سے جُدا ہونا ہے۔ اور تَمَيَّزَ بمعنی الگ ہونا اور پھٹ کر پارہ پارہ ہو جانا (م-ق) اور تَمَيَّزَ فُلَانٌ مِنَ الْغَيْظِ محاورہ ہے۔ بمعنی فلاں شخص غصہ سے پھٹ پڑا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:
تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ (۶۷/۸) — قریب ہے کہ جہنم مارے جوش کے پھٹ پڑے

ماحصل: (۱) تفطر اور انفطر: لمبائی میں کسی چیز میں پھٹ کر شگاف پڑنا۔
(۲) تَشَقَّقَ اور اِنشقّ: کسی سخت چیز کا پھٹ کر دو حصے ہو جانا
(۳) انفلق: کسی نرم یا چھوٹی چیز کا پھٹ کر دو حصے ہو جانا
(۴) تصدّع: پھٹ کر کئی حصوں میں بٹ جانا۔
(۵) تمیّز: کسی چیز کا اندر کے جوش سے پھٹنا۔

۳۴ ـــــ پھرنا

کے لیے دَارَ، طَافَ، حَارَ، تَقَلَّبَ اور اِنقلب، نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیۡہِ، اِنۡصَرَفَ، وَلّٰی تَوَلّٰی، اِرۡتَدَّ اور اَدۡبَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دَارَ: (دَوۡر) گولائی میں پھرنا۔ گھومنا۔ چکر کھانا۔ زمانہ کا پلٹا کھانا (منجد) اور دائرہ مشہور لفظ ہے۔ اس کی جمع دوائر بمعنی گردشِ ایام۔ زمانہ کی آفتیں اور مصیبتیں (منجد) یہ لفظ بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ دَوۡرَۃ کی ضد دَوۡلَۃ ہے۔ جس سے مراد خوشحالی کا زمانہ ہوتا ہے۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ رَاَیۡتَہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ تَدُوۡرُ اَعۡیُنُہُمۡ کَالَّذِیۡ یُغۡشٰی عَلَیۡہِ مِنَ الۡمَوۡتِ (۳۳/۱۹)

پھر جب ڈر کا وقت آئے تو تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور اُن کی آنکھیں (اس طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آرہی ہو۔

۲۔ طَافَ (طوف) کسی چیز کا دوسری چیز کے گرد چکر کاٹنا (م۔ ل) کسی چیز کے چاروں طرف گھومنا یا چکر لگانا۔ اور مطاف چکر لگانے کی جگہ کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

یَطُوۡفُ عَلَیۡہِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ (۵۶/۱۷)

نوجوان خدمتگار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے ان کے اردگرد پھریں گے۔

۳۔ حَارَ: بمعنی گھوم پھر کر اسی جگہ واپس آنا جہاں سے ابتدا ہوئی۔ ابن فارس کے نزدیک اس کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) رجوع (۲) ان یدور الشئ دورا (م۔ل) کہا جاتا ہے حار الماء فی الغدیر بمعنی پانی حوض میں گھومنے لگا۔ اور محور اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے گرد چرخی گھومتی ہے۔ یعنی چرخی کا دُھرا (مف) قرآن میں ہے:

اِنَّہٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ (۸۴/۱۴)

وُہ (مجرم) خیال کرتا تھا کہ (خدا کی طرف) پھر کر نہ جائیگا

۴۔ تَقَلَّبَ اور اِنۡقَلَبَ: قَلَبَ حالت کا رُخ موڑنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کسی چیز کے اوپر کے حصّہ کو نیچے یا اندر کے حصّہ کو باہر کر دینا (منجد) اور امام راغب کے الفاظ میں ایک حالت سے دُوسری حالت میں بدلنا پلٹنا ہے (مف) اور تقلب اور انقلاب کے معنی خود پھرنا یا پہلی حالت کو بدلنا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

(۱) قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡہِکَ فِی السَّمَآءِ (۲/۱۴۴)

(اے محمدؐ) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں۔

اور انقلاب کا لفظ خیر و شر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ ہُوَ حَسِیۡرٌ (۶۷/۴)

پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

اور شر کے لیے یا خیر سے واپس پھرنے کے لیے اِنقلبَ علیٰ عَقِبِہٖ اور علیٰ وَجْہِہٖ دونوں محاورے استعمال ہوئے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (۳/۱۴۴) — اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مر جائیں یا مارے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ گے؟)

(۲) وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ (۲۲/۱۱) — اور اگر اسے کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل ٹوٹ جائے۔

۵۔ نَکَصَ علیٰ عَقِبِہٖ: نکص۔ بمعنی ہٹنا۔ اور نکص عن الامر بمعنی کسی کام سے باز رہنا۔ رک جانا۔ اور نَکَصَ علیٰ عَقِبِہٖ الٹے پاؤں پھرنا۔ پہلے کام سے ہٹ جانا (منجد) اور اس کا استعمال صرف نیک کاموں سے پھرنے کے لیے ہوتا ہے۔ (م۔ل) گویا یہ لفظ انقلاب سے اخصّ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ (۲۳/۶۶) — میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاتے تھے۔

۶۔ اِنْصَرَفَ: صَرَفَ کا لفظ نَکَبَ (ٹیڑھا ہونا) سے اعم ہے۔ نَکَبَ پوری تبدیلی کے لیے آتا ہے۔ بمعنی الٹ دینا پلٹ دینا۔ پھیر دینا۔ جبکہ صَرَفَ رُخ تبدیل کرنے اور پوری تبدیلی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ تَصْرِیْفِ الرِّیَاح بمعنی ہواؤں کا رُخ بدلنا ہے۔ خواہ یہ تبدیلی بالکل تھوڑی سی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا (۹/۱۲۷) — اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں (اور پوچھتے ہیں کہ) بھلا تمہیں کوئی دیکھتا ہے؟ پھر پھر جاتے ہیں۔

۷۔ وَلّٰی اور تَوَلّٰی: اَلشَّیْءَ یا عن الشیء بمعنی اعراض کرنا۔ منہ پھیرنا۔ الٹا پھرنا۔ دُور ہونا (منجد) اور وَلَّی الدُّبُرَ۔ پیٹھ دے کر پھر جانا۔ یا بھاگ جانا کے معنی میں آتا ہے۔

مثلاً: (۱) فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا (۲۷/۱۰) — پھر جب (موسیٰؑ نے عصا دیکھا تو وہ (اس طرح) ہل رہا تھا گویا سانپ ہے، تو پیٹھ دے کر بھاگے۔

(۲) فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ (۷/۷۹) — پھر صالحؑ ان سے (ناامید ہو کر) پھرے اور کہا کہ میری قوم! میں نے خدا کا پیغام تم کو پہنچا دیا۔

۸۔ اِرْتَدَّ: رَدّ کے معنی کسی چیز کو قبول نہ کرنا اور واپس موڑ دینا (م۔ق) اور مردود وہ چیز ہے جو ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے واپس لوٹا دی جائے۔ اور ارتد بمعنی کسی چیز سے ناپسندیدگی کی بنا پر پھرنا۔ واپس ہونا۔ اور اِرْتَدَّ عَنْ دِيْنِهٖ دین سے پھر جانا یا مرتد ہونا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ (۱۸/۶۴) — پھر الٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے (عثمانیؒ)

دوسرے مقام پر ہے:

(۲) وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (۲/۲۱۷) — اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر کافر ہو جائے گا۔ اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے۔

۹۔ اَدْبَرَ: دُبُر (ج اَدْبَار) بمعنی پشت، مقعد (ضد قبل) اور دَبَرَ فُلَانٌ بمعنی فلاں شخص نے پلٹھ پھیری (مف) اور اَدْبَرَ بمعنی پلٹھ پھیر کر چلے جانا۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ۔ (۷۴/۲۱-۲۳) — پھر تامل کیا، پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا پھر پلیٹھ پھیر کر چلا اور تکبر کیا۔

نیز "لوٹنا" بھی ملاحظہ فرمایئے!

ماحصل:

(۱) دَارَ: گھومنا چکر کاٹنا۔ گولائی میں پھرنا

(۲) طَافَ: کسی چیز کے چاروں طرف پھرنا۔

(۳) حَارَ: گھوم پھر کر اصل مقام پر آنا۔

(۴) تقلب وانقلب: ایک حالت سے اس کے مخالف حالت میں مکمل تبدیلی۔

(۵) نَكَصَ عَلٰى عقبه: اچھے کاموں سے بُری طرف پھرنا۔

(۶) انصرف، رُخ موڑ دینا۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی۔ تھوڑی ہو یا زیادہ۔

(۷) وَلّٰى اور تَوَلّٰى (عن) پھرنا۔ اعراض کرنا اور دُور ہو جانا۔

(۸) اِرْتَدَّ: کسی بات کو ناقابلِ قبول سمجھتے ہوئے پھرنا۔

(۹) اَدْبَرَ: پلٹھ دے کر پھر جانا۔ اعراض کرنا۔

۳۵ ــــــ پھیرنا

کے لیے اَقْلَبَ اور قَلَّبَ، صَرَفَ، وَلّٰى، رَدَّ، لفتَ اور اَفَكَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَقْلَبَ ۔ قَلَّبَ: قلب ایک حالت سے دوسری حالت میں مکمل تبدیلی کو کہتے ہیں۔ اور یہ افعال قلب سے متعدی ہیں ارشادِ باری ہے:

(۱) يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ (۲۹/۲۱) — دکھ دے گا جس کو چاہے اور رحم کرے جس پر چاہے، اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ (عثمانیؒ)

(۲) وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸/۱۸) — اور ہم اُن کو دائیں طرف اور بائیں طرف کروٹ بدلواتے رہتے۔

۲۔ صَرَفَ: موڑ دینا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ (۷/۴۷) — اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف (عثمانیؒ)

۳۔ وَلّٰی: منہ موڑنا، اعراض کرنا۔ دُور ہونا اور دور کر دینا۔ ارشادِ باری ہے:
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (۲/۱۴۴) سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے۔

۴۔ ردّ: ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے پھیر دینا۔ لوٹانا۔ دفع کرنا۔ ارشادِ باری ہے:
وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ (۱۲/۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ انکا سرمایہ واپس کر دیا گیا ہے۔

۵۔ لَفَتَ بمعنی کسی چیز کو دائیں یا بائیں موڑنا۔ اور لَفَتَ اور اِلتَفَتَ بمعنی متوجہ ہونا۔ مڑ کر دیکھنا۔ چہرے کا رُخ پھیر کر نظر کرنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:
(۱) قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا (۱۰/۷۸) فرعون کے درباری بولے (اے موسیٰؑ) کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اس سے ہم کو پھیر دو؟
(۲) وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ (۱۱/۸۱) تم میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے!

۶۔ اَفَكَ: بمعنی صحیح اور درست سمت سے پھیر دینا (مف) اور اِفْك جھوٹ اور بہتان کے معنی میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا (۴۶/۲۲) وہ (قوم عاد) بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو۔

ماحصل: (۱) تَقَلُّب: پہلی حالت کی پوری تبدیلی اور پہلے کام سے الٹ کام کرنا۔
(۲) صَرَفَ: محض رُخ پھیرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔
(۳) وَلّٰی: اعراض کرنا۔ منہ موڑنا اور دُور ہونا۔
(۴) ردّ: ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے کوئی چیز پھیر دینا۔
(۵) لَفَتَ: دائیں یا بائیں موڑنا۔
(۶) اَفَكَ: صحیح رخ سے غلط رُخ کی طرف پھیرنا۔

نیز دیکھیے "منہ پھیرنا"

۳۹۔ پھسلنا۔ پھسلانا

کے لیے زَلِقَ اور اَزْلَقَ، زَلَّ اور اَزَلَّ۔ دَحَضَ اور اَدْحَضَ، هَالَ (هيل) اور زَاوَدَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ زَلِقَ: بمعنی پھسلنا۔ اور اس کی ضد ثَبَتَ آتی ہے (م۔ل) زَلِقَتِ الْقَدَمُ۔ پاؤں پھسل گیا اور زَلَقَ يَدَهٗ بمعنی بدن پر تیل وغیرہ مل کر پھسلاہٹ پیدا کرنا۔ اور مزلق ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں پھسلن ہو جائے اور قدم جم نہ سکے۔ قرآن میں ہے:
وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ اور اس تمہارے باغ پر آسمان سے آفت بھیج دے

• فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا (۱۸/۴۰) تو وُہ صاف میدان ہو جائے۔ (یعنی ایسا کہ اس پر انسان پھسل جائے)

اور اَزْلَقَ کے معنی کسی کو ڈرا کر یا مکر و فریب سے پھسلانا۔ اور اَزْلَقَ بِبَصَرِہٖ محاورہ ہے۔ بمعنی کسی کو غصّہ اور تیز نظروں سے گھورنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ (۶۸/۵۱) اور کافر جب نصیحت (کی کتاب) سنتے ہیں تو یُوں لگتے ہیں کہ تم کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں گے۔ (یعنی تم کو گھور گھور کر اسطرح دیکھتے ہیں کہ تم ڈر کر پھسل جاؤ)

۲- زَلَّ — زَلَّ بمعنی پھسلنا اور اپنی جگہ سے ہل جانا۔ اور اس کی ضد رَسَخَ ہے (م۔ل) اور بعض کے نزدیک اس کے معنی پھسلنا اور گر پڑنا (م۔ق) ہیں۔ اور اس کی ضد ثبت بھی آتی ہے اور قرآن کریم اسی کی تائید کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَتَّخِذُوْا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (۱۶/۹۴) اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں کے) قدم جمنے کے بعد اکھڑ جائیں۔

اور اَزَلَّ بمعنی کسی دوسرے کو یوں پھسلانا کہ وُہ اپنی جگہ سے اُکھڑ جائے۔ اور زَلَّ اور اَزَلَّ دونوں ظاہری اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (۲/۳۶) پھر شیطان نے دونوں (آدم و حوا) کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں تھے اس سے ان کو نکلوا دیا۔

۳- دَحَضَ اور اَدْحَضَ: دحض ہر وہ چیز جو زوال پذیر اور پھسل جانے والی ہو (م۔ل) اور دَحَضَ بمعنی مذبوح جانور کی طرح پٹخنا اور دَحَضَ الرَّجُل بمعنی آدمی کا پاؤں پھسلا یا اس نے ٹھوکر کھائی (مف) اور دَحَضَتِ الْحُجَّة بمعنی کسی دلیل کا باطل ہونا (منجد) اور اَدْحَضَ بمعنی کسی کو پھسلا دینا۔ ڈگمگا دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (۱۸/۵۶) اور جو کافر ہیں وہ باطل (کی سند) سے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو پھسلا دیں۔

۴- هَالَ (هيل) ریت یا مٹی کے تودہ سے ریت کا اوپر سے نیچے کو پھسلنا۔ اور الھیل اور الھیال گری ہوئی ریت کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا (۷۳/۱۴) اور ہو جائیں پہاڑ ریت کے تودے پھسلتے۔

۵- رَاوَدَ: (ر و د) رَادَ بمعنی کسی شے کی تلاش میں گھومنا اور آنا جانا۔ اور اَرَادَ دل میں کسی خیال کا آنا۔ اور رَاوَدَ بمعنی دوسرے کو ہم خیال یا ہم ارادہ بنانا جبکہ پہلے ہم آہنگی نہ ہو۔ اور اس لفظ کا استعمال بدی اور بدکاری کی ترغیب کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی بدکاری کے لیے کسی کو پھسلانا اور بہکانا (مف) ارشادِ باری ہے:

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ شاہِ مصر نے عورتوں سے پُوچھا کہ بھلا اس وقت کیا

يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۔ ہوا تھا۔ جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔

(۱۲/۵۱) ۲ ——— کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلایا یوسف کو اسکے نفس کی حفاظت سے (عثمانیؒ)

ماحصل : (۱) زلق : قدم پھسلنا۔ (۴) ھَالَ : ریت وغیرہ کا تودے سے نیچے پھسلنا۔

(۲) زَلَّ : قدم پھسلنا اور اکھڑ جانا یا گر پڑنا۔ (۵) رَاوَدَ : کسی کو بدکاری کے لیے اس کے ارادہ سے پھسلانا۔

(۳) دحض : پھسلنا اور کمزور ہونا۔ زائل ہونا۔

۳۷ ——— پھل

کے لیے ثَمَر، فَاکِہ، جَنیٰ اور اُکُل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ثمر : بمعنی پھل۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ پھل تازہ ہو یا خشک اور کوئی بھی ہو سب پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اس کی جمع اثمار اور ثمرات آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے :

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (۲/۲۲) پھر نکالے اس (زمین) سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے (عثمانیؒ)

۲۔ فَاکِہَة : کھجور، انگور اور انار کے علاوہ باقی سب پھلوں کو فَاکِہَة کہتے ہیں اور اس کی جمع فواکہ ہے (م۔ل) اور بعض علماء کے نزدیک صرف کھجور اور انار کے علاوہ باقی سب پھل انگور سمیت فاکہ ہیں۔ اور اس پر قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت دلیل لاتے ہیں :

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (۵۵/۶۸) ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ کھجوریں اور انار فاکہ سے الگ چیزیں ہیں اور بعض فواکہ سے خشک میوے مراد لیتے ہیں اور فَکِہَ کے معنی خوش طبعی، ہنسنے ہنسانے والا ہونا۔ اور فَکَّہَ کے معنی میوہ کھلانا بھی ہے۔ اور شیریں کلام سے کسی کو خوش کرنا بھی (منجد) اسی لیے ابن فارس کے نزدیک فاکہة وہ پھل ہے جس سے لذّت اور سرور حاصل ہو۔ (م۔ل) واللہ اعلم)

۳۔ جنی : تازہ پھل۔ یعنی وہ پھل جو پک کر چننے کے لیے بالکل تیار ہو۔ خواہ وہ ابھی درخت پر ہو یا اتارا جا چکا ہو (مف) جَنیٰ کے معنی پھل چننا یا تازہ پھل توڑنا بھی ہے (منجد) ارشادِ باری ہے :

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۵/۵۴) اور دونوں باغوں کے میوے قریب ہو (جھک) رہے ہیں۔

۴۔ اُکُل : درختوں اور پودوں کی ہر پیداوار کا وہ حصہ جو انسان کی خوراک بنے (مف) صاحب منجد کے نزدیک اس کے معنی پھل، خوراک اور کشادہ روزی ہے۔ قرآن میں ہے :

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ (۲/۲۶۵) واقع ہو اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے۔

ماحصل: (۱) ثمر: پھل کے لیے عام لفظ ہے۔
(۲) فاکھۃ: کھجور اور انار کے سوا باقی پھل اور بعض کے نزدیک لذیذ پھل یا خشک میوے۔
(۳) جَنِي: تازہ بہ تازہ اترے ہوئے یا لٹکتے ہوئے پھل۔
(۴) اُكُل: پھلار، درخت یا پودے کا وہ حصہ جو انسانی خوراک کا کام دے۔

۳۸ــــ پھل پکنا

کے لیے يَنَعَ اور جَنِيّ کے الفاظ آئے ہیں:

۱- يَنَعَ بمعنی پھل کا بالکل پک کر تیار ہو جانا۔ اور پختہ پھل کو يَانِعَةٌ یا مُوْنِعَةٌ کہتے ہیں (مف) ارشاد باری ہے:

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ (۶/۱۰۰) اس کے پھل کو دیکھو۔ جب وہ پھل دیتا ہے اور اس کے پکنے کو بھی دیکھو۔

۲- جنی: جنا یجنی۔ لغوی طور پر پکے ہوئے پھل کو توڑنے اور اسے چُننے کے معنوں میں آتا ہے (مف۔ منجد) لیکن قرآن میں یہ لفظ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ تو درختوں پر لگے ہوئے پکے اور اترنے کے قابل پھل کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۵/۵۴) اور ان دونوں باغوں کے میوے جھک رہے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (۱۹/۲۵) اور درخت کے تنے کو اپنی طرف زور سے ہلاؤ۔ تو پکی کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔

ماحصل: (۱) ینع: پھل کا پک کر تیار ہو جانا۔
(۲) جنی، اتنا پک جانا کہ اگر چُنا نہ جائے تو از خود درخت سے گر پڑے یا پھل کو توڑنا اور چُننا۔

پھوٹنا کے لیے دیکھیے "چشمہ پھوٹنا"

۳۹ــــ پھونکنا ــ پھونک مارنا

کے لیے نَفَخَ، نَفَثَ، نفث اور اَطْفَأَ (طفأ) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- نَفَخَ: نَفَخَ بمعنی پیٹ کا پھولنا اور منفوخ بڑے پیٹ والے یا موٹے آدمی کو کہتے ہیں اور نَفَخَ بمعنی کسی جسم میں پھونک مار کر ہوا داخل کرنا (م۔ ل) اور صاحب منجد کے نزدیک نَفَخَ کے معنی صرف "پھونک مارنا" ہے۔ اور منفاخ لوہار کی دھونکنی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے

اللّٰهِ (۲/۴۹) (سچ مچ) کا پرندہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ نَقَرَ: بمعنی کسی بجنے والی چیز میں پھونک مار کر بجانا۔ اور ناقور ہر وہ چیز ہے جو کھوکھری اور اندر سے خالی ہو۔ مثلاً نرسنگا، بگل، صُور یا کوئی بجانے کی چیز (مف) قرآن میں ہے:

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (۷۴/۸) تو جب صُور میں پھونکا جائے گا۔

۳۔ نَفَثَ: کے معنی تھتکارنا۔ تھوڑا سا اُگلنا (فل ۱۹۰) جھاڑ پھونک کرنا یا زہر اُگلنا (مف) اور نَفَثُ الدّم اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں تھوک کے ساتھ کچھ خون بھی آئے۔ قرآن میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ۔ (۱۱۳/۴) اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی برائی سے (اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں)

۴۔ أَطْفَأَ: طَفِئَتِ النَّار بمعنی آگ کا بجھنا۔ اور أَطْفَأَ بمعنی پھونک سے بجھانا (مف) اور چراغ یا روشنی گل کرنے کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے (ف۔ل ۱۲۲) ارشادِ باری ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ (۶۱/۸) یہ چاہتے ہیں کہ خدا (کی ہدایت) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔

ماحصل: (۱) نفخ: پھونک مارنا۔ عام استعمال ہے۔ اور بعض کے نزدیک کسی جسم میں پھونک مارنا۔

(۲) نقر: کسی بجنے والی یا اندر سے خالی چیز میں پھونک مارنا۔

(۳) نفث: تھتکارنا۔ جھاڑ پھونک کرنے والے کا پھونک مارنا۔

(۴) اطفأ: پھونک مار کر چراغ گل کرنا یا آگ بجھانا۔

پھیلنا کے لیے دیکھیے "بکھرنا"

۱۴۰۔ پھیلانا

کے لیے ذَرَأَ، مَدَّ، دَحٰی اور طَحٰی، نَشَرَ، بَسَطَ اور بَثَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذَرَأَ: ذَرْءٌ ہر وہ چیز جو بوئی جائے اور کھیتی باڑی کی جائے (م۔ل) اور ذَرَأَ الْأَرْضَ بمعنی زمین میں بیج ڈالنا (منجد) اور صاحب منتہی الارب اس کے معنی پیدا کرنا اور بڑھانا یا پھیلانا لکھتے ہیں (م۔ل) اور اسی سے ذُرِّيَّة ہے جس کا اطلاق جن اور انسان دونوں کی اولاد پر ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم بھی صاحب منتہی الارب کے معنیٰ کی تائید کرتا ہے مثلاً:

(۱) صرف پیدا کرنے کے معنی ہیں:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ (۷/۱۷۹) اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔

(۲) پھیلانا یا بڑھانا کے معنی ہیں:

قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي کہدو کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور

الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (۲۳/۷۹) اسی کے رُو برو تم جمع کیے جاؤ گے۔

۲- مَدّ کسی چیز کو لمبائی میں کھینچ کر پھیلانا اور لمبا کر دینا (م ل)۔ (مف) گویا مدّ کے معنی لمبا کرنا اور پھیلانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵/۴۵) بھلا تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت کو) نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا) دیتا ہے۔

۳- دَحٰی اور طَحٰی: یہ دونوں حقیقتاً ایک ہی لفظ ہیں۔ صرف لہجہ یا علاقائی لغت کا فرق ہے۔ اور اس کا معنی دور دور تک پھیلا دینا ہے۔ اس کی تفصیل بچھانا میں گزر چکی ہے۔

۴- نَشَرَ کے معنی کسی چیز کو پھیلانا، خبر مشہور کرنا (م ل) اور اس کی ضد طوی بمعنی لپیٹنا ہے۔ کہتے ہیں نشرتُ الکتابَ ثم طویتُہ میں نے کتاب کھولی پھر بند کر دی۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ۔ (۴۲/۲۸) اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت (یعنی بارش کی برکت) کو پھیلا دیتا ہے۔

۵- بَسَطَ کے معنی کسی چیز کو کھولنا، پھیلانا اور وسیع کرنا ہے۔ اور بساط کے معنی وسیع زمین بھی ہے اور وسعت بھی (مف) اور اس کی ضد قبض بھی آتی ہے (۲/۲۴۵) اور قدر بھی۔ (۱۳/۲۶) ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ۔ (۳۰/۴۸) خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اُبھارتی ہیں۔ پھر خدا اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔

۶- بَثَّ: بمعنی پراگندہ کرنا اور بکھیرنا۔ اور بثّ پراگندگی حال اور سخت غم کو بھی کہتے ہیں (منجد) گویا بثّ پھیلانا کے معنوں میں یوں استعمال ہوتا ہے کہ اس چیز کے اجزاء بکھرے ہوئے ہوں۔ جیسے گرد و غبار (۵۶/۶) یا شمع کے پروانے (۱۰۱/۴) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً (۴/۱) لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورت (پیدا کر کے رُوئے زمین پر) پھیلا دیے۔

ماحصل:
(۱) ذَرَأَ: بمعنی پیدا کرنا اور پھیلانا۔
(۲) مَدَّ: پھیلانا اور لمبا کرنا۔
(۳) دَحٰی اور طَحٰی: دُور دُور تک پھیلانا
(۴) نَشَرَ: اٹھانا، پھیلانا اور مشہور کرنا۔
(۵) بَسَطَ: کھولنا۔ پھیلانا اور وسیع کرنا۔
(۶) بَثَّ: اس طرح پھیلانا کہ اسکے اجزاء پراگندہ اور بکھرے ہوں۔

۱۴۱۔۔۔ پھینکنا

کے لیے نَبَذَ، طَرَحَ، رَجَمَ، رَمٰی، قَذَفَ اور جَفَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نبذ: بمعنی کسی چیز کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پھینک دینا۔ کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے پسِ پشت ڈال دینا (مف۔ فل ۱۹۰) ارشادِ باری ہے:

اَوَکُلَّمَا عٰھَدُوْا عَھْدًا نَّبَذَہٗ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ (۲/۱۰۰) — ان لوگوں نے جب کبھی (خدا سے) عہدِ واثق کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اسکو (بے پرواہی سے) پھینک دیا۔

۲۔ طَرَحَ: کسی چیز کو فالتو اور ردّی سمجھ کر پھینک دینا۔ لوگوں کی نظروں سے بچا کر کہیں دُور پھینکنا (مف) کہتے ہیں رَاَیْتُہٗ مِنْ طَرَحٍ میں نے اسے دُور سے دیکھا۔ اور طروح دور دراز مقام کو۔ اور الطرح اس چیز کو کہا جاتا ہے جو فالتو سمجھ کر پھینک دی جائے۔ قرآن میں ہے:

اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْہُ اَرْضًا یَّخْلُ لَکُمْ وَجْہُ اَبِیْکُمْ (۱۲/۹) — (یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا) یا تو یوسف کو (جان سے) مار ڈالو۔ یا کسی ملک میں پھینک آؤ، پھر ابا کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے گی۔

۳۔ رَجَمَ: پتھر، کنکر پھینک کر کسی کو ہلاک کرنا اور جان سے مار ڈالنا، سنگسار کرنا (فل ۱۸۹) قرآن میں ہے:

اِنَّھُمْ اِنْ یَّظْھَرُوْا عَلَیْکُمْ یَرْجُمُوْکُمْ اَوْ یُعِیْدُوْکُمْ فِیْ مِلَّتِھِمْ (۱۸/۲۰) — اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دینگے یا پھر اپنے مذہب میں داخل کرلیں گے۔

۴/۵ رَمٰی، قذف، دونوں الفاظ قریب المعنٰی ہیں۔ دونوں کے معنی کنکر۔ پتھر وغیرہ دُور پھینکنا یا دُور سے پھینکنا (مف) ان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ رَمٰی عام طور پر مادی اشیاء کے پھینکنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (۸/۱۷) — اور (اے محمدؐ) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وُہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

اسی سے رمی الجمار کی شرعی اصطلاح بھی اس معنی میں استعمال ہوتی ہے کہ حاجی لوگ منٰی میں دور سے شیطانوں پر کنکریاں مارتے ہیں۔ اور قذف کا لفظ معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے، جیسے حدِّ قذف مشہور شرعی اصطلاح ہے یعنی کسی پر بدکاری کا الزام یا تہمت لگانے کی حد۔ اسی معنی میں قرآنِ کریم میں ہے:

وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا (۳۳/۲۶) — اور اللہ نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی تو کتنوں کو تم قتل کر دیتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے۔

لیکن بعد میں یہ دونوں الفاظ ہم معنی استعمال ہونے لگے۔ چنانچہ قرآن کریم میں رمی کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَن يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (۴/۱۱۲)

اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرے لیکن اس سے کسی دوسرے کو متہم کر دے تو اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔

اسی طرح قذف کا استعمال قرآن کریم میں مادی اشیاء کے لیے بھی ہوا ہے۔ مثلاً:

وَلَٰكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِّن زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا (۲۰/۸۷)

ولیکن اٹھوایا ہم سے بوجھ قوم فرعون کے زیور کا سو ہم نے اس کو (آگ میں) پھینک دیا۔

۶۔ جفا: الجفاء بمعنی وُہ کوڑا کرکٹ جو وادی کے دونوں کناروں پر رہ جاتا ہے یا ہانڈی کا میل کچیل جو اُبال آنے سے اِدھر اُدھر گر جاتا ہے، کہا جاتا ہے اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ زَبَدَهَا یعنی ہنڈیا نے اپنا اُبال پھینک دیا۔ قرآن میں ہے:

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً۔ (۱۳/۱۷)

اور وُہ جو جھاگ ہے وُہ جاتا رہتا ہے سوکھ کر۔ (یعنی دریا اسے کناروں پر پھینک دیتا ہے جو بعد میں وہیں خشک ہو کر جم جاتا ہے)

ماحصل: (۱) نَبَذَ: کسی چیز کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پسِ پشت ڈال دینا۔

(۲) طَرَحَ: فالتو اور ردّی چیز سمجھ کر پھینکنا۔

(۳) رَجَمَ: دُور سے پتھر کنکر مارنا یا مار کر ہلاک کرنا۔ سنگسار کرنا۔

(۴) رمی: دُور پھینکنا یا دُور سے پھینکنا

(۵) قذف: اور ان کا استعمال ظاہری اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے۔

(۶) جفا: دریا کا اپنے جھاگ یا ہنڈیا کا اپنے ابال کو کناروں پر پھینکنا۔

۴۲۔ پیاسا۔ پیاسا ہونا

کے لیے ظمآن، وِرْد، ھِیم اور لَهَث کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ظمآن: ظَمَأَ بمعنی پیاسا ہونا۔ اور ظَمَأٌ بمعنی پیاس۔ اور ظَمَأٌ کا لفظ عَطَش (بمعنی پیاس) سے اگلا درجہ ہے (فل ۱۶۲) اور ظمآن اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی ایسا شخص جو پیاس سے بے قرار ہو رہا ہو۔ بہت پیاسا۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً۔ (۲۴/۳۹)

اور جن لوگوں نے کفر کیا۔ ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے سراب (میدان میں ریت) کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔

۲۔ وِرْد، وُہ پیاسا آدمی یا قافلہ جو پانی کی تلاش میں نکل کھڑا ہو (مف) اور وَرَدَ کے معنی پانی پینے کے لیے گھاٹ پر پہنچا (۱۲/۹) اور وِرْد بمعنی گھاٹ (۱۱/۹۹) اور مَوْرِد بھی گھاٹ کو کہتے ہیں وَرَدَ کی ضد صَدَرَ ہے بمعنی پانی پی لینے کے بعد واپس ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (۱۹/۸۶)	اور ہم گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔

۳۔ ھِیْم (الھیام) انتہائی شدت کی پیاس (م ل۔ فل ۱۶۲) اور ھَامَ بمعنی سخت پیاسا ہونا (منجد) اور ھُیَام اونٹ کی ایک بیماری ہے۔ جس میں اونٹ سخت پیاسا رہتا ہے۔ اور ھِیْم وُہ سخت پیاسا اونٹ جسے پیاس نہ بجھنے کی بیماری لگی ہو ارشادِ باری ہے:

فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ	اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیو گے بھی تو
فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (۵۶/۵۵)	اس طرح جیسے پیاس کی بیماری والے اونٹ پیتے ہیں۔

۴۔ لَھَث، سخت پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالنا اور ہانپنا۔ اور بعض کے نزدیک یہ لفظ درماندگی اور پیاس دونوں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے (مف) اور لُھْثَۃٌ سخت پیاس کو اور لُھَاث اس پیاس کو کہتے ہیں جو اندرونی گرمی کی وجہ سے ہو (ق م) ارشادِ باری ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ	تو اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تو اس پر بوجھ لادے تو
عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔ (۷/۱۷۶)	زبان نکالے رہے اور اگر یوں ہی چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے رہے۔

ماحصل: (۱) ظَمْاٰن: پیاس سے بیقرار۔ (۲) وِرْد جو پیاسا پانی کی تلاش میں چل کھڑا ہو۔ (۳) ھِیْم: ایسا سخت پیاسا جس کی پیاس بجھنے میں نہ آئے (۴) لَھَث: سخت پیاس کی وجہ سے زبان کا باہر نکل آنا۔

۴۳۔ پیالہ

کے لیے اَکْوَاب، کَاْس، سِقَایَۃ اور صُوَاع کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَکْوَاب، کُوْب کی جمع ہے۔ اور کُوْب ایسے پیالے کو کہتے ہیں جس کے دستی نہ ہو (گلاس وغیرہ) اور اگر دستی والا ہو تو اسے کُوْز کہتے ہیں (فل ۳۰) اور اگر دستی اور ٹونٹی دونوں ہوں تو وُہ اِبریق ہے۔ جس کی جمع اباریق آتی ہے۔ بمعنی لوٹا یا جگ وغیرہ۔

۲۔ کَاْس: مشروب سے بھرا ہوا پیالہ۔ جام۔ چھلکتا جام۔ اور اگر اس میں مشروب نہ ہو تو وہ قدح ہے۔ (ف۔ل ۳۰) کاس عموماً شراب سے بھرے ہوئے پیالہ کو کہتے ہیں۔ اور کاس کا معنی شراب بھی ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ	نوجوان خدمتگذار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں
بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ	رہیں گے آس پاس پھریں گے یعنی آبخورے اور آفتابے

مَّعِيْنٍ (۵۶/۱۸) اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔

۳۔ سِقَايَة : سَقٰی بمعنی پانی پلانا یا کوئی مشروب پیش کرنا۔ اور سقاية پانی پلانے کو بھی کہتے ہیں اور پینے کے برتن کو بھی (مف) کوئی سا پینے کا برتن۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ (۱۲/۷۰) جب ان کا اسباب تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے شلیتے میں گلاس رکھ دیا۔

۴۔ صُوَاع اور صِوَاع بمعنی پانی پینے کا پیالہ ج صیعان (منجد) اور بمعنی پانی پینے کا برتن جو سونے یا چاندی کا ہو۔ اگر کانچ کا ہو تو اسے قدح، لکڑی کا ہو تو عُس، چمڑے کا ہو تو عَلْبَه اور مٹی کا ہو تو مرکن کہتے ہیں (الجمال والکمال سلیمان منصور پوری ص ۱۷۴) (واضح رہے کہ یہ لفظ صاع (بمعنی پیمانہ معروف) سے مشتق نہیں) ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (۱۲/۷۲) وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا گلاس ہمیں نہیں ملتا۔

ماحصل: (۱) کوب: بغیر دستی کے پیالہ۔ (۲) کاس: مشروب سے بھرا ہوا پیالہ۔ شراب کا جام۔ (۳) سقاية: پانی پینے پلانے کا پیالہ یا برتن۔ (۴) صواع: پانی پینے کا پیالہ یا گلاس جو سونے یا چاندی کا ہو۔

۴۴ پیپ

کے لیے غِسْلِيْن، غَسَّاق اور صَدِيْد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ غِسْلِيْن: غَسَلَ کے معنی کسی چیز کو پانی سے پاک کرنا اور میل کچیل دُور کرنا۔ اور غِسْل ہر وہ چیز ہے جس سے کسی چیز کو دھویا یا میل کاٹی جائے (منجد)
اور غِسْلِيْن میلے کچیلے اور گندے پانی یا دھودن کو کہتے ہیں اور زخموں کے دھوون کو بھی جس میں پیپ، خون اور میل کچیل شامل ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ لَا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ (۶۹/۳۶) اور نہ پیپ کے سوا (اس کے لیے) کھانا ہے جس کو گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔

۲۔ غَسَّاق، غساق کا ترجمہ عموماً پیپ یا بہتی پیپ کر لیا جاتا ہے۔ صاحب منجد، فقہ اللغۃ اور منتہی الادب سب نے اس کے معنی ٹھنڈا اور بدبودار پانی بتلائے ہیں۔ اور صاحب مقائیس اللغۃ نے اس کے معنی "مَا تَقَطَّرُ مِنْ جُلُوْدِ اَهْلِ النَّارِ" یعنی "جو کچھ دوزخیوں کی جلدوں سے قطرہ قطرہ کر کے گرے گا۔" لکھے ہیں (م۔ل) قرآن کریم میں غساق کا لفظ دو مقامات حمیم کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی ٹھنڈا اور بدبودار پانی، ہی زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا۔ (۷۸/۲۵) (۱) مگر گرم پانی اور بہتی پیپ (جالندھری)
(۲) مگر گرم پانی اور بہتی پیپ (عثمانی)

(۲) هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ۔ (۳۸/۵۷) (۱) یہ کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ (ہے) اب اس کے مزے چکھیں (جالندھریؒ)

(۲) یہ ہے۔ اب اس کو چکھیں گرم پانی اور پیپ (عثمانیؒ)

۳۔ صدید: امام راغب کے نزدیک اس کے معنی "پیپ جو گوشت اور چمڑے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔" (مف) اور یہ غالباً صدّ کے معنی کے لحاظ سے تعریف کی گئی ہے۔ صاحب منجد اس کے معنی "خون ملی پیپ یا کچلہو"، لکھتے ہیں۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور صاحب فقہ اللغۃ اس کے معنی "زخم میں پانی اور خون کی آمیزش لکھتے ہیں (ف۔ل ۱۱۸) ارشادِ باری ہے:

مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ (۱۴/۱۶) اس کے پیچھے دوزخ ہے۔ اور اُسے پیپ کا پانی دیا جائے گا۔

ماحصل: (۱) غسلین: زخموں کا دھوون، خون، پیپ اور میل کچیل کا ملا جلا مجموعہ۔

(۲) غسّاق: بدبودار، ٹھنڈا پانی یا بہتی ہوئی پیپ۔

(۳) صدید: پیپ، خون اور پانی کی آمیزش۔ کچلہو۔

۴۵۔ پیٹھ۔ پُشت

کے لیے ظَهر[۱]، دُبُر[۲] اور صُلب[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ظَهر: مقعد کے اوپر گردن تک پچھلا بیرونی حصہ (مف) اور اس کی جمع ظہور آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ (۸۴/۱۰) اور جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

۲۔ دُبُر: بمعنی مقعد اور ہر چیز کا پچھلا حصہ (مف) جمع ادبار اور اس کی ضد قُبُل ہے۔ دُبر اور ادبار بعد یا پیچھے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ دبر الصلوٰۃ اور ادبار السجود (۵۰/۴۰) کے معنی بعد از نماز ہے۔ اسی طرح وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ (۱۵/۶۵) کا معنی "اور خود ان کے پیچھے پیچھے چل" ہے۔ گویا دُبر کا لفظ ظہر سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (۵۴/۴۵) عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

۳۔ صُلب: صَلَبَ العظم بمعنی ہڈی سے چربی نکالنا۔ اور صلب ریڑھ کی ہڈی کی چربی اور گودا کو کہتے ہیں (منجد) اور چونکہ یہ ہڈی پشت کے درمیان ہوتی ہے لہٰذا اس کا ترجمہ پشت یا پیٹھ ہی کر لیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (۸۶/۷) جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

ماحصل: (۱) ظَہر: کسی جاندار کا مقعد سے لے کر گردن تک کا پچھلا بیرونی حصہ۔
(۲) دُبر: مقعد اور ہر چیز کا پچھلا حصہ۔
(۳) صُلب: ریڑھ کی ہڈی۔ چربی گودا وغیرہ سمیت پُشت۔

۴۶۔۔۔ پیچھا کرنا

کے لیے اِبتِغاء، قَصّ اور اَتبَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِبتِغاء: بَغی بمعنی ڈھونڈنا، طلب کرنا، چاہنا۔ اور ابتغاء کے معنی مطلوبہ چیز کو ڈھونڈنا اور اس کا پیچھا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ (۴/۱۰۴) اور کفار کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا۔

۲۔ قَصّ: پیچھے پیچھے چلنا، کسی نشان کا پیچھا کرتے چلے جانا (مف) قرآن میں ہے:

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ (۲۸/۱۱) اور (موسیٰؑ کی ماں نے) اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

۳۔ اَتبَعَ: کسی کا پیچھا کرنا اور اس کو جا لینا (مف) قرآن میں ہے:

فَأَتْبَعُوهُم مُّشْرِقِينَ فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ (۲۶/۶۱) تو انہوں نے سورج نکلتے (یعنی صبح کو) ان کا تعاقب کیا۔ جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰؑ کے ساتھی کہنے لگے، ہم تو پکڑ لیے گئے۔

ماحصل: (۱) اِبتِغاء: کسی مطلوب چیز کو ڈھونڈنا اور اس کا پیچھا کرنا۔
(۲) قَصّ: کسی نشان کا تتبع کرتے چلے جانا۔ (۳) اَتبَعَ: پیچھا کرنا اور جا لینا۔

۴۷۔۔۔ پیچھے

کے لیے بَعد، وَرَاء، خَلف اور اَدبَار کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَعد: بمعنی پیچھے۔ بعد ازاں۔ یہ ظرف زمان ہے (منجد) اور اس کی ضد قبل بمعنی پہلے ہے:

ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۲/۵۶) پھر موت آجانے کے بعد ہم نے تم کو از سرِ نو زندہ کر دیا، تاکہ تم احسان مانو۔

۲۔ اَدبَار: دُبر ہر چیز کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں اور اس کی ضد قُبل ہے۔ اور یہ پیچھے کے معنوں میں بطور ظرف زمانی متصل استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کسی کام کے ختم ہونے کے ساتھ ہی یا فوراً بعد اور دبر الصّلوٰة کے معنی بعد از نماز ہے (جمع ادبار) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ۔ (۵۰/۴۰) اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تنزیہ کیا کرو۔

اور ادبار کے معنی کسی چیز کا پیٹھ دے جانا اور غائب ہو جانا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشادِ باری ہے،

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (۵۲/۴۹)	اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تنزیہ کیا کرو۔

اس آیت میں فصاحت یہ ہے کہ اِدبار کے ساتھ اَدبار کا مفہوم بھی آ گیا ہے۔

۳۔ خلف: بمعنی پیچھے اور اس کی ضد بین یدین بمعنی سامنے ہے (مف) یا قریب ہے اور یہ بھی ظرف زمان و مکان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ظرف زمانی کی صورت میں بین یدین کے معنی موجودہ اور مکانی صورت میں سامنے ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) زمان کے لیے:

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا (۲/۶۶)	اور اس قصے کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور جو بعد میں آنے والے تھے، عبرت بنا دیا۔

(۲) مکان کے لیے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۱۳/۱۱)	اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

۴۔ وَرَآء: بمعنی پیچھے یا آگے (لغت اضداد) مذکر و مونث ہے (منجد) اور ظرف زمان و مکان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اب اس کی مثالیں دیکھیے:

(۱) بمعنی پیچھے ظرف مکان:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (۴۹/۴)	جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے (باہر) سے آواز دیتے ہیں۔

(۲) پیچھے ظرف زمان:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (۱۱/۷۱)	تو ہم نے اس کو اسحٰق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی۔

(۳) بمعنی آگے مکان:

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا (۱۸/۷۹)	اور ان کے سامنے (کی طرف) ایک بادشاہ تھا۔ جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا۔

پھر یہ لفظ کبھی سوا یا علاوہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۲۳/۷)	اور جو اُن کے سوا اوروں کے طالب ہوں (خدا کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔

اور وَرَآءَ الْاِنْسَان بمعنی "پوتا" ہے۔ جیسا کہ اُوپر مثال ۲ سے بھی واضح ہے۔ گویا وراء کے معنی پرے ہے۔ اِس پار یا اُس پار۔ اِدھر یا اُدھر۔ اور یہ زمانی بھی ہے اور مکانی بھی۔ جیسا کہ درج ذیل

آیت سے واضح ہے:

فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ (۴/۱۰۲)	جب وُہ سجدہ کر چکیں تم سے پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔

ماحصل: (۱) بَعْد: ظرف زمانی (ضد قَبل بمعنی پہلے) زمانہ یا وقت کے لحاظ سے پیچھے۔

(۲) اَدْبَار: ظرف زمانی متصل (ضد قُبل) بمعنی فوراً بعد۔

(۳) خَلْف: ظرف زمانی اور مکانی۔ ضد بین یدین (زمانی کی صورت میں بین یدی یا ایدی کے معنی اس وقت کے موجود لوگ۔ اور مکانی کی صورت میں سامنے۔)

(۴) وَرَاء: خود ذوی الاضداد سے ہے۔ بمعنی آگے یا پیچھے۔ اِس طرف یا اُس طرف۔ اِدھر یا اُدھر۔ اِس پار یا اُس پار۔ اس کے علاوہ۔

۴۸ — پیچھے آنا

کے لیے خَلَفَ اور خِلْفَةً، اَرْدَفَ اور تَلَیٰ (تلو) کے الفاظ استعمال ہُوئے ہیں۔

۱۔ خَلَفَ، سَلَفَ کی ضد ہے اور ظرف زمانی کے طور پر آتا ہے۔ بمعنی بعد میں آنا۔ قائم مقام ہونا۔ جانشین ہونا (منجد) اور خَلْفٌ عموماً نالائق اور نا اہل جانشین کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۱۹/۶۰)	پھر اُن کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے۔ جنھوں نے نماز کو (چھوڑ دیا گویا اسے) کھو دیا۔ اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب اُن کو گمراہی (کی سزا) ملے گی۔

اور خِلْفَةً کے معنی دو چیزوں کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا۔ پہلا دوسرے کے پیچھے، دوسرا پہلے کے پیچھے۔ یکے بعد دیگرے آتے جاتے رہنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (۲۵/۶۲)	اور وُہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے (جانے) والا بنایا۔

۲۔ اَرْدَفَ، رَدِفَ بمعنی کسی کے پیچھے سوار ہونا اور رِدْفٌ ایک سوار کے پیچھے دوسرے سوار کو کہتے ہیں (منجد) ایک چیز کے بعد اسی طرح کی دوسری چیز کا آنا۔ اور اَرْدَفَ بمعنی ایک چیز کے بعد اسی طرح کی چیز کا لگاتار بھیجنا۔ تانتا باندھنا۔ (ردیف مشہور لفظ ہے) ارشادِ باری ہے:

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ	جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے

لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (۹/۹)	تمہاری دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) میں ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کروں گا۔

۳۔ تلی: بمعنی کسی چیز کے پیچھے پیچھے آنا اور بار بار آنا۔ آتے رہنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (۹۱/۲)	سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔

ماحصل: (۱) خَلْفَ: ظرف زمانی۔ انسانوں کا بعد میں آنا۔ بعد میں آنے والی نسلیں۔ خِلْفَۃً۔ ایک چیز کا دوسری کے اور دوسری کا پہلی کے پیچھے آنا جانا۔

(۲) رَدِف: کسی چیز کے پیچھے اسی طرح کی دوسری چیز کا لگاتار آنا۔

(۳) تلی: کسی چیز کے پیچھے کسی دوسری چیز کا بار بار آتے رہنا۔

۴۹۔ پیچھے چھوڑنا

کے لیے اَخَّرَ اور خَلَّفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَخَّرَ: تاخیراً کی ضد تقدیم ہے۔ ظرف زمانی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی پیچھے چھوڑنا یا پیچھے کرنا۔ پھر یہ لفظ کسی کام کو پیچھے کرنے اور اس کا تعلق اگر کسی دوسرے سے ہو تو مہلت دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (۷۵/۱۳)	اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے ہونگے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیے جائیں گے۔

۲۔ خَلَّفَ: پیچھے چھوڑنا۔ جہاں ظرف زمانی و مکانی دونوں کا تعلق ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ (۹/۱۱۸)	اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا (جالندھری) اور ان شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا گیا تھا (عثمانیؒ)

ماحصل: اَخَّرَ صرف ظرف زمانی کے لیے اور خَلَّفَ ظرف زمانی اور مکانی بیک وقت دونوں کے لیے آتا ہے۔

۵۰۔ پیچھے رہنا

کے لیے تَاَخَّرَ، خَالَفَ اور غَبَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَاَخَّرَ: خود اپنے اختیار سے پیچھے رہنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (۲/۲۰۳)	اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو ہی دن میں (چل دے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے

اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔

۲۔ خَالِفَ: نقصان یا کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہنا (مف) اس کا دوسرا معنی مخالفت کرنا بھی ہے اور خَالِفُ اپنی سستی یا نااہلی سے پیچھے رہنے والے کو کہتے ہیں (مف) اور خالف بمعنی احمق اور وہ جو ایک شخص کے جانے کے بعد بیٹھا رہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے تو اب

فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِيْنَ (۹/۸۳) بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

اور خَالِفُ کی مؤنث خَالِفَةٌ سے عموماً گھریلو عورت مراد لی جاتی ہے جو جہاد کے دوران گھر پر رہ جاتی ہے۔ اور جس کی جمع خَوَالِفُ آتی ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ۔ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں گھروں میں بیٹھ رہیں۔ (۹/۸۷)

۳۔ غَبَرَ: اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ اور ہم نے لوطؑ اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا۔ مگر

كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (۷/۸۳) ان کی بی بی (نہ بچی) کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی۔

ماحصل: تَاَخَّرَ: اپنے ارادہ واختیار سے پیچھے رہنا خَالَفَ: سستی اور کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہ جانا۔

غَبَرَ: اپنے ساتھیوں سے کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہ جانا۔

۱۵۔ پیچھے کرنا یا ڈالنا

کے لیے اَخَّرَ، اَرْجٰی (رجو)، اَرْجَاَ اور نَسَاَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَخَّرَ: مقررہ وقت سے پیچھے کرنا یا مہلت دینا (منجد۔ مف) اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (۶۳/۱۱) اور جب کسی کی موت آجاتی ہے تو خدا اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا۔

۲۔ اَرْجٰی: رجاء ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو (مف) اور اس کی ضد خوف ہے۔ اور رجاء اور خوف دونوں متلازم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے حصول کی توقع ہوگی تو اس کے ضیاع کا اندیشہ بھی دامنگیر رہے گا۔ ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ امید بھی پائی جاتی ہے۔ اور اَرْجٰی کے معنی کسی ایسی چیز کو پیچھے ڈالنا جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ ارشادِ باری ہے:

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ پیچھے رکھ دے تو جس (بیوی) کو تو چاہے ان میں سے اور

اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳۳/۵۱) جگہ دے اپنے پاس جس کو تو چاہے! (عثمانیؒ)

۳۔ اَرْجَاَ: رَجَاَ کے معنی کسی چیز کو دانتوں سے تھامنا اور اَرْجَاَ الْاَمْرَ کسی کام کو پیچھے ڈالنا (منجد) یعنی اَرْجَاَ میں تاخیر کا سبب احتیاط اور مضبوطی ہوتا ہے تاکہ اس کام سے متوقع نتائج برآمد ہو سکیں۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ۔ (۷/۱۱۱)

وہ درباریوں نے فرعون سے کہا کہ فی الحال موسٰیؑ اور اس کے بھائی کے معاملہ کو موقوف رکھیے اور شہروں میں نقیب روانہ کر دیجئے (جالندھری)

بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج پرگنوں میں جمع کرنے والوں کو۔ (عثمانیؒ)

۴۔ نَسَأَ: بمعنی کسی چیز کو مؤخر کر دینا۔ محاورہ ہے۔ نَسَأَكَ اللّٰهُ فِيْ اَجَلِكَ یعنی خدا تمہاری عمر دراز کرے (مف ؟) اور نَسِيْئَةٌ تاخیر اور ادھار کو بھی کہتے ہیں۔ یعنی خرید و فروخت اور لین دین میں رقم بعد میں ادا کرنا۔ اور نَسِیْءُ کا لفظ قرآن کریم نے تقدیم و تاخیر کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور فی الحقیقت یہی اس کا معنی ہے۔ یعنی ایک بات میں تعجیل ہو اور دوسری میں تاخیر (م۔ق) کفار مکہ یوں کرتے تھے کہ حج کے ایام کو مقدم یا مؤخر کر کے موسم کے مطابق بنا لیتے تھے تاکہ فصلیں پک تیار ہو جائیں اور خدّامِ کعبہ کے نذرانوں کی ادائیگی میں سہولت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی تقدیم و تاخیر کو کفر قرار دیا اور فرمایا:

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا۔ (۹/۳۷)

امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے اور اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں ایک سال تو اس کو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔

ماحصل: (۱) اَخَّرَ: اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) اَرْجٰی: ایسی تاخیر جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ پُر امید ہونے کی وجہ سے دیر کرنا۔

(۳) اَرْجَۃَ: ایسی تاخیر جس میں احتیاط ملحوظ ہو تاکہ کام درست ہو سکے۔

(۴) نسئ: ایک بات میں تعجیل اور دوسری میں تاخیر کرنا۔

۵۲۔ پیچھے لگانا۔ پیچھے لگنا

کے لیے اَتْبَعَ، تَقَفّٰی اور قَفّٰی (قفو) اور اَغْرٰی (غری) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَتْبَعَ: لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ لازم ہو تو اس کے معنی پیچھے لگنا یا تعاقب کرنا ہے۔ مثلاً:

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ (۲۶/۶۰)

تو فرعون کے درباریوں نے سورج نکلتے ہی ان کا (بنی اسرائیل) کا تعاقب کیا۔

اور متعدی ہو تو اس کے معنی پیچھے لگانا ہوگا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً۔ (۲۸/۴۲)

اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی۔

۲ - قَفٰی اور قَفّٰی : القفاء کے معنی گدّی کے ہیں۔ اور قَفَا۔ یَقْفُوْا کے معنی کسی کی گدّی پر مارنا اور کسی کے پیچھے لگ جانا یا پیچھے پڑجانا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔

اور قَفّٰی کے معنی کسی کے پیچھے کسی چیز کو لگاتار لگانے کے ہیں (اسی سے لفظ قافیہ ہے۔ اس طرح پیچھے لگانا کہ تسلسل قائم رہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ (۲/۸۷) اور ان کے پیچھے یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے۔

۳- اَغْرٰی : کے معنی کتّے یا کسی شکاری جانور کو برانگیختہ کر کے شکار کے پیچھے لگا دینا (مف) پنجابی شِشکارنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ پھر ہم نے لگادی آپس میں ان کے دشمنی اور کینہ۔ (عثمانیؒ) (۵/۱۵)

ماحصل: (۱) اِتَّبَعَ : عام ہے۔ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ یعنی پیچھے لگنا اور لگانا۔ (۲) قَفٰی : کسی چیز کے پیچھے پڑجانا اور قَفّٰی : کسی چیز کے پیچھے کسی کو تسلسل کے ساتھ لگانا۔ (۳) اَغْرٰی : کسی چیز کو ابھار کر دوسرں کے پیچھے لگا دینا۔

۵۳ — پیچھے کے دوسرے مشتقات

علاوہ ازیں "پیچھے" کے کچھ مشتقات ایسے ہیں جن کے لیے قرآن کریم میں ایک ہی لفظ آیا ہے اور وُہ یہ ہیں:

(۱) پیچھے چلنا کے لیے اِتَّبَعَ اور

(۲) پیچھے دیکھنا کے لیے اِلْتَفَتَ : لَفَتَ کے معنی کسی چیز کو موڑ کر دائیں یا بائیں کر دینا۔ (م - ل) اور التفت کے معنی مڑ کر دیکھنا۔ توجہ کرنا اور پیچھے کی طرف دیکھنا ہے۔ التفات مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ - (۱۵/۶۵) تو آپ کچھ رات رہے سے ان کو لے نکلیں اور خود ان کے پیچھے چلیں اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔

۳- پیچھے ہٹنا کے لیے خَنَسَ : خَنَسَ کے معنی پیچھے ہٹنا اور سکڑ جانا (منجد) اور بمعنی سیدھا چلتے چلتے ایک قدم پیچھے ہٹ جانا (مف) آنکھ بچا کر یا چوری چھپے پیچھے ہٹ جانا۔ (م - ل) اور خَانِسٌ بمعنی پیچھے ہٹ جانے والا۔ اس کی جمع خُنَّسٌ آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۔ ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور جو سیر کرتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔ (۸۱/۱۵)

اور خَانِسٌ سے اسم مبالغہ خَنَّاسٌ ہے یعنی جس نے بار بار پیچھے ہٹ جانے کو اپنا وطیرہ

بنا لیا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ (۱۱۴/۴) (اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں، شیطان) وسوسہ انداز کی برائی سے جو (خدا کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

۵۴۔ پیدا کرنا

کے لیے بَرَأَ، بَدَعَ، فَطَرَ، خَلَقَ، اَنْشَأَ اور ذَرَأَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَرَأَ: کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ جامۂ خلقت پہنانا (منجد) نق۔ل ۱۱۳)۔ ایجاد و اختراع کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ (۲/۵۴) اور اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔

۲۔ بَدَعَ: پہلی بار بنانا کسی نمونہ اور کسی کی تقلید کے بغیر بنانا (مف) اور بدیع بمعنی انوکھی چیز بنانے والا (منجد) ارشادِ باری ہے:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۲/۱۱۷) وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

۳۔ فَطَرَ: کے معنی تراش خراش کو خوبصورت تخلیق کرنا۔ آیت فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (۳۰/۳۰) کا ترجمہ عثمانی صاحب یوں کرتے ہیں، "وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو"

نیز ارشادِ باری ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۳۵/۱) سب تعریف خدا ہی کو (سزاوار ہے) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

سب خوبی اللہ کو ہے جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین (عثمانی)

۴۔ خَلَقَ: کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) کسی چیز کو بنانے کے لیے اس کا اندازہ لگانا یا خاکہ تیار کرنا (مف) گویا تخلیق کا کام ذہنی بھی ہو سکتا ہے اور اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔

(۲) کبھی خلق اِبداع کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قرآن کریم میں جیسے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آتا ہے، ایسے ہی بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بھی آتا ہے۔ اس صورت میں اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف نہیں ہو سکتی۔

(۳) اور خلق کا عام مفہوم یہ ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بنائی جائے۔ پہلے مادہ موجود ہو تو اس سے کوئی دوسری ایجاد کی جائے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (اور) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت

كَثِيْرًا وَّنِسَآءً (۴/۱) پیدا کر کے انُ سے زمین پر) پھیلا دیے۔

اس صورت میں اس کی نسبت غیر اللہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (۵/۱۱۰) اور جب تو بناتا تھا گارے سے جانور کی صورت۔ (عثمانیؒ)

نیز یہ آیت:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ (۲۳/۱۴) تو خدا جو سب سے بہتر بنانے والا ہے، بڑا بابرکت ہے۔ (جالندھری)

بہترین پیدا کرنے والا۔ (عثمانیؒ)

۵۔ اَنْشَاَ: اس کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) کسی چیز کو پیدا کرنا اور (۲) پھر اسے پال پوس کر بڑھانا (م۔ل۔منجد) اور یہ لفظ ان دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے اور مشترکہ طور پر بھی مثلاً:

(۱) بمعنی پیدا کرنا:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (۶/۹۸) اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔

(۲) بمعنی پالنا پوسنا:

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ (۴۳/۱۸) بھلا ایسا شخص جو پرورش پاتا ہے زیور میں۔

(۳) پیدا کرنا اور بڑھانا مشترکہ عمل کے لیے:

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ (۵۶/۷۲) کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

۶۔ ذَرَءَ (۱) بمعنی پیدا کرنا (۲) پھیلا دینا۔ (م۔ا) اور یہ لفظ دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے اور اکٹھے معنوں میں بھی۔ مثلاً درج ذیل آیت صرف پیدا کرنے کے معنوں میں ہے:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (۷/۱۷۹) اور بلاشبہ ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے۔

اور ذَرَاَ بمعنی کھیت میں بیج ڈالنا (منجد) اور ذرءٌ بمعنی ہر وہ چیز جو بوئی جائے اور کھیتی باڑی کی جائے (م۔ل) گویا جس طرح بیج پھیلا کر بکھیر دیا جاتا ہے اسی طرح انسانوں کے زمین میں پھیلا دینے یا بکھیر دینے کے معنوں میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ کہہ دو وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا دیا

وَاِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ (۶۷/۲۴) اور اسی کے رُوبرو تم جمع کیے جاؤ گے۔

ماحصل: (۱) بَرَأَ: بغیر مادہ کے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔
(۲) بَدَعَ: بغیر نمونہ اور تقلید کے یعنی پہلی بار بنانا یا پیدا کرنا۔
(۳) فَطَرَ: تراش خراش کر اچھی شکل بنانا۔
(۴) خَلَقَ: ایسی چیز بنانا جس کا مواد پہلے موجود ہو۔
(۵) اَنْشَأَ: پیدا کرنا اور نشوونما کرنا۔
(۶) ذَرَأَ: پیدا کرنا اور پھیلانا۔

—— پیروی کرنا کے لیے دیکھیے "اطاعت کرنا"

۵۵ —— پیش کرنا

کے لیے عَرَضَ اور اَحْضَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَرَضَ: بمعنی پیش کرنا۔ سامنے لانا (منجد) اور یہ عموماً غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ جیسے عرضداشت، پیغام یا دوسری اشیاء۔ اور عموماً معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (مف) قرآن میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ (۲/۳۱) اور اللہ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھلائے اور پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔

۲۔ اَحْضَرَ: حَضَرَ کے معنی سامنے آنا، پیش ہونا۔ اور اَحْضَرَ بمعنی کسی دوسرے کو پیش کرنا یا سامنے لانا، حاضر کرنا اور اس میں اس شے کا ورود اور مشاہدہ ضروری ہے (م-ل) اور یہ عموماً ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ اور بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جیسے کسی مجرم کو حاضر کرنا اور احضار کا لفظ ناراضگی اور غضب پر دلالت کرتا ہے (فق ل ۷۷) ارشادِ باری ہے:

فَوَرَبِّکَ لَنَحْشُرَنَّھُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّھُمْ حَوْلَ جَھَنَّمَ جِثِیًّا۔ (۱۹/۶۸) تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان کو جمع کریں گے اور شیطانوں کو بھی پھر ان سب کو جہنم کے گرد حاضر کردیں گے۔

ماحصل: (۱) عَرَضَ: غیر ذوی العقول کے لیے۔ مادی و معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔
(۲) اَحْضَرَ: ذوی العقول کے لیے اور اس میں ورود اور مشاہدہ ضروری ہے اور بُرے مفہوم میں آتا ہے۔

۵۶ —— پیشانی —— (ماتھا)

کے لیے جَبِیْن، جَبْہَۃ اور نَاصِیَۃ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَبِیْن: ماتھے کے کسی ایک کنارہ کو کہتے ہیں (منجد) اور پیشانی کی دونوں اطراف (دائیں

اور بائیں کو اجبیان کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (۳۷/۱۰۳) جب دونوں نے حکم مان لیا تو باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔

۲- جَبہہ: بمعنی پیشانی کی چوڑائی اور اس کی خوبصورتی (منجد) جبہہ دراصل پیشانی کے سامنے کے حصہ کو کہتے ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر لگتا ہے۔ پیشانی کے دونوں اطراف کا درمیانی حصہ۔ اور اس کی جمع جِبَاہ آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ (۹/۳۵) ان بخیلوں کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں، داغی جائیں گی۔

۳- نَاصِيَة: بمعنی پیشانی یا پیشانی کے بال جبکہ وہ دراز ہوں۔ (منجد) اس کا اطلاق پیشانی کے بالوں پر بھی ہوتا ہے اور پیشانی پر بھی۔ اس کی جمع نَوَاصِی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ (۵۵/۴۱) گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائیں گے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔

ماحصل: (۱) جبین: پیشانی کی کوئی ایک طرف دائیں یا بائیں۔
(۲) جبہہ: پیشانی کا درمیانی حصہ۔ (۳) نَاصِيَة: پیشانی اور اس کے بال۔

۵۷ — پیغمبر

کے لیے نَبِیّ[۱]، رَسُوْل[۲]، مُرْسَل اور مَلٰٓئِکَة[۳] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱-۲- نبی، رسول اور مرسل: نبی، نبا سے مشتق ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی انبائے غیب وصول کرنے والا۔ اور نبوت کی نسبت نبی کی طرف ہوتی ہے۔

اور رسول کا لغوی معنی صرف پیغامبر ہے جو کسی کی طرف سے کوئی شخص بھی ہو سکتا ہے لیکن شرعی اصطلاح میں رسول وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی و الہام انبائے غیب اور احکام وصول کرے اور اس پیغام کو دوسرے لوگوں تک پہنچا دے۔ رسالت کی نسبت رسول کی طرف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اور رسول، مرسل صرف اسی وقت کہلا سکتا ہے جب وہ پیغام دوسروں تک پہنچا دے۔ حالانکہ رسول وہ اس وقت سے ہوتا ہے جب کوئی پیغام یا نامہ اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ (فق۔ل ۲۲۳)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں اور یہ ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں۔ ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے نبی کہا، ان کو یا ان میں سے اکثر کو رسول بھی کہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی اور رسول میں بیّن فرق ہے۔ اور اس فرق کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (۲۲/۵۲)
اور ہم نے کوئی رسول اور نہ ہی کوئی نبی ایسا بھیجا ہے کہ جب اس نے کوئی آرزو کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں وسوسہ ڈال دیا۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ نبی اور رسول دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں اور ان میں بنیادی فرق مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) رسول کے مبعوث ہونے کے پیشتر اس کی آمد کی خبر سابقہ نبیوں کے ذریعہ دی جاتی ہے جس کا وہ اعلان کرتے ہیں۔ لیکن نبی کے لیے یہ بات ضروری نہیں ہوتی۔

(۲) رسول اپنے ساتھ ایک نئی شریعت لاتا اور ایک نئی امت کی تشکیل کرتا ہے لیکن نبی اپنے سے پہلے کے رسول کی مسخ شدہ تعلیم کی اصلاح اور پہلی ہی امت کے کردار کی اصلاح کے لیے آتا ہے۔

(۳) لوگوں کی دستبرد سے رسول کی حفاظت اللہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جبکہ انبیاء بغیر حق کے قتل بھی کیے جاتے رہے ہے۔

۳۔ مَلٰٓئِکَة: کا مادہ لأك ہے۔ اَلأَكَةُ اِلٰى فُلَانٍ بمعنی اس کو پیغام پہنچانا۔ اَلِکْنِیْ اِلٰی فُلَانٍ بمعنی میرا اسے پیغام دینا۔ اور مَلأَك اور مَلَك بمعنی پیغام رساں فرشتہ (منجد) ملك بمعنی فرشتہ (ج مَلٰٓئِکَة) بھی ایک شرعی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس میں یہ تخصیص بھی نہیں کہ ہر ملك ضرور پیغام رساں ہو۔ اور وہ فرشتہ جو اللہ کا پیغام نبیوں اور رسولوں تک لانے کے لیے مقرر ہے وہ جبریلؑ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے رُوح اور رُوح الامین کے لقب سے بھی پکارا ہے تاہم پیغام رسانی کا کام دوسرے فرشتے بھی کرتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (۳/۴۵)
اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

ماحصل: (۱) نَبِی: اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی غیب کی خبریں وصول کرنے والا اور اس کے مطابق سابقہ تعلیم اور سابقہ امت کے کردار کی اصلاح کرنے والا۔

(۲) رَسُوْل: وہ نبی جو صاحبِ شریعت بھی ہو اور نئی امت تشکیل کرے اور اللہ کا پیغام دوسروں تک پہنچائے۔

(۳) مَلٰٓئِکَة: فرشتے جو پیغام رساں بھی ہوتے ہیں۔

۵۸ — پیغمبروں کے حریف

حریف کا لغوی معنی تو ہم پیشہ ہے تاہم اس لفظ کا اطلاق کسی ایک پہلو میں مماثلت پر بھی ہوتا ہے۔ پیغمبروں نے جب بھی دعوت پیش کی تو کفار کی طرف سے انہیں ساحر، کاہن، شاعر اور مجنون کے

الزامات دیے جاتے رہے۔ ہم یہاں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے کاموں اور پیغمبروں کے کام میں بنیادی فرق کیا ہے؟

۱۔ سَاحِرٌ: (بمعنی جادوگر) انبیاء و رسل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض دفعہ از خود، بعض دفعہ کفار کے مطالبہ پر اور بعض دفعہ کسی اشد ضرورت کے تحت معجزات[1] عطا کیے جاتے رہے تو کفار فوراً جادوگر کا الزام دے دیتے۔ ارشادِ باری ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۵۴/۱-۲)

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے ہمیشہ سے چلا آتا۔

پہلی آیت میں انشقاقِ قمر کا معجزہ بیان کرنے کے بعد فوراً یہ حقیقت بتلائی گئی کہ کفار کا تو کام ہی یہ ہے کہ وُہ جھٹ معجزہ کو جادو کہہ دیتے ہیں۔ لہٰذا جادو اور معجزہ کا فرق سمجھنا ضروری ہے۔ اور یہ فرق درج ذیل ہیں۔

(۱) جادو میں اشیاء کی ماہیت اور حقیقت نہیں بدلتی بلکہ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا جاتا ہے۔ اور انھیں چیز کچھ کی کچھ دکھائی دینے لگتی ہے۔ موسیٰؑ کے مقابلہ میں جادوگروں نے رسیوں اور لاٹھیوں کے جو سانپ بنائے تھے ان کے متعلق ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (۷/۱۱۶)

جب ان جادوگروں نے جادو کی چیزیں ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بندی کر دی) اور انھیں بہت ڈرا دیا اور بہت بڑا جادو دکھایا۔

جبکہ معجزہ کی صورت میں چیز کی ماہیت اور حقیقت ہی بدل جاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کا عصا جسے پھینکنے پر تو سانپ بن جاتا۔ مگر پھر پکڑنے سے اپنی اصلی حالت میں آجاتا تھا۔

(۲) معجزہ سے نئی پیدا شدہ چیز یا تو اسی صورت میں قائم اور بحال رہتی ہے جیسے چاہِ زمزم یا بارہ چشموں کا اجرا یا پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے۔ جیسے انشقاقِ قمر، عصائے موسیٰ یا یدِ بیضا۔ معجزہ کا اہلاک ممکن نہیں جبکہ جادو کا اہلاک ممکن ہے۔ جیسے جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو حضرت موسیٰ کا عصا (سانپ) ہڑپ کر گیا تھا۔

---

[1] قرآن میں معجزہ کا لفظ نہیں آیا۔ اس کی بجائے اٰیۃ، اٰیۃ بینۃ، بصیرۃ اور برھان کے الفاظ آئے ہیں۔ قرآن کے بیان، اندازِ بیان اور سیاق و سباق سے بھی فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ اپنے معروف معنوں میں استعمال ہوا ہے یا معجزہ کے معنوں میں۔ اور بعض دفعہ ان الفاظ میں سے کوئی بھی نہیں آتا۔ صرف اندازِ بیان ہی سے معجزہ ثابت ہو جاتا ہے۔ مثلاً سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى میں سُبْحَان کا لفظ جو کلمہ حیرت و استعجاب ہے۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ سفر رُوحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا اور معجزہ تھا۔

(۳) جادو ایک فن ہے جو کسب سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن معجزہ وہبی چیز ہے جو کسب و اکتساب سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں آنے والے جادوگر، جو فن کی انتہائی بلندیوں پر تھے، یہ جان گئے کہ یہ چیز جو موسیٰ نے پیش کی ہے فن سے ماوراء ہے۔ لہٰذا وُہ فورًا ایمان لے آئے۔

(۴) جادوگروں کی سیرت و کردار مکروہ ہوتا ہے اور لوگ ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے خائف رہتے ہیں۔ جبکہ انبیاء کی زندگی انتہائی پاکیزہ ہوتی ہے اور اس لحاظ سے وُہ لوگوں میں معزز اور محبوب ہوتے ہیں۔

۲۔ کاھن: انبیاءؑ بھی مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبریں دیتے ہیں اور کاہن بھی۔ اس لحاظ سے انبیاء کو کاہن کا الزام بھی دیا جاتا رہا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کی خبر کا ماخذ وحی الٰہی ہوتا ہے جس کا جھوٹ ثابت ہونا ناممکنات سے ہے۔ جیسے دُورِ نبویؐ میں رُومیوں کو شکست ہوئی تو وحی الٰہی نے بتلایا کہ ۳ سے ۹ سال کے عرصہ تک رومی دوبارہ غالب آجائیں گے۔ اگرچہ بظاہر اس بات کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا تاہم یہ پیشگوئی پوری ہو کر رہی۔ اور کہانت کا ماخذ جنّات اور خبیث روحیں ہیں۔ جو ملاءِ اعلیٰ سے کوئی نہ کوئی بات سُن پاتے اور جھوٹ سچ ملا کر کاہنوں تک پہنچاتے ہیں لہٰذا ان کی خبریں غلط بھی ہو جاتی ہیں اور کبھی صحیح بھی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ عورت کاہنہ تو ہو سکتی ہے لیکن نبیہ نہیں ہو سکتی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے لیکن کوئی عورت حتیٰ کہ حضرت مریم بھی نبی نہ تھیں۔ کاہن مردوں اور عورتوں کو مذہبی تقدس کا درجہ حاصل تھا۔ لوگ ان سے اپنے پیچیدہ خصومات کا فیصلہ بھی کرواتے اور اسی تقدیس کی وجہ سے اسے حتمی فیصلہ سمجھتے تھے۔ دورِ نبویؐ میں ابنِ صیاد ایسا ہی کاہن تھا جس کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ انسانی جان کے مقابلہ میں سو اونٹ کی دیّت کا فیصلہ بھی کہانت کی بنا پر رواج پا گیا جسے اسلام نے بحال رکھا۔

۳۔ شاعر کا کام یہ ہے کہ وُہ فصیح و منظوم زبان میں اپنے تخیل کی بلندی اور نکتہ آفرینی کو یوں پیش کرتا ہے کہ اس سے سننے والے پر ایک وجدانی سی کیفیت آجاتی ہے۔ قرآن کریم گو بحر و اوزان کے لحاظ سے مبّرا ہے لیکن باقی تمام خصوصیات اس میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں جو کسی انسان کے کلام میں ممکن نہیں۔ اس وجہ مماثلت کی بنا پر آپ کو شاعر بھی کہا جاتا رہا۔ شاعر اور نبی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ شاعر کے تخیل کی پرواز کا میدان زندگی کا ہر اچھا یا بُرا پہلو ہوتا ہے ماحول کا تاثر اس کی طبیعت پر غالب رہتا ہے۔ اور معاشرہ کی اکثریت چونکہ گمراہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا تخیل بھی انہیں راستوں پر پرواز کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ - اَلْمُرْتَش   اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔

اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ (۲۶/۲۲۴) تم دیکھتے نہیں کہ وُہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں۔

جبکہ نبی کے تخیل کی پرواز کا میدان وحی الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ شاعر کے نظریات میں عمر و عقل کی پختگی تجربہ اور ممارست کی وجہ سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن نبی ابتداء میں جو کچھ کہہ دیتا ہے۔ بعد میں جو کچھ بھی کہے گا اس کی تائید میں کہے گا۔ کفار کے ان الزامات کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ۔ وَلَا بِقَوْلِ کَاھِنٍ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۔ (۶۹/۴۱-۴۲)

اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ لیکن تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔ اور نہ ہی یہ کسی کاہن کے مزخرفات ہیں مگر تم لوگ کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔

ان قباحتوں کی وجہ سے ہی آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی گئی۔ حالانکہ آپ اَفْصَحُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ کہنا غلط ہے کہ سب اشعار اور شعراء مذموم ہی ہوتے ہیں۔ شاعر کا تخیل صواب کی راہ بھی دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت لبیدؓ کے دورِ جاہلیت کے اس شعر کو بہت پسند فرمایا۔ کیونکہ یہ شعر وحی الٰہی ہی کی ترجمانی پیش کرتا ہے:

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ جان لو کہ اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور ہر نعمت
وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ لامحالہ زائل ہو کے رہے گی۔

۴۔ مجنون: یعنی فاترالعقل۔ وُہ شخص جس کی عقل پر پردہ پڑ چکا ہو۔ اور وُہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہو۔ اہلِ عرب دیوانے کو مجنون اس لیے کہتے تھے کہ ان کے خیال کے مطابق جن کسی انسان کے اندر داخل ہو کر اسے مخبوط الحواس بنا دیتا ہے اور وُہ خلافِ عقل یا دستور باتیں کرنے لگتا ہے۔ انبیاء کی تعلیم بھی چونکہ معاشرہ کو راس نہیں آتی اس لیے کفار کی طرف سے انبیاء کو مجنون کا خطاب بھی دیا جاتا رہا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

کَذٰلِکَ مَا اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ۔ (۵۱/۵۲)

اسی طرح ان سے پہلے بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا، جسے لوگوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو۔

نبی اور مجنون میں بنیادی فرق ہے کہ نبی کی دعوت گو معاشرہ کی عقل اور دستور کے خلاف ہوتی ہے۔ تاہم وُہ ہمیشہ اپنی ذات پر قائم رہتا اور اس پر عمل کر کے دکھاتا اور اپنی پاکیزہ سیرت و کردار سے اپنی بات پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے جبکہ مجنون ان تینوں باتوں سے عاری ہوتا ہے۔

۵۹ ــــ پینا

کے لیے شَرِبَ، جَرَعَ اور سَاغَ (سوغ) کے الفاظ آئے ہیں۔

شَرِبَ: بمعنی پانی یا کوئی دوسری پینے کی چیز نوش کرنا (مف) پینا کے لیے اس لفظ کا استعمال

عام ہے۔ شراب بمعنی پینے کی کوئی چیز۔ شِرْب۔ شِربة۔ پینے کی باری یا ایک بار پینا۔ اور مَشْرَب بمعنی پینے کی جگہ۔ گھاٹ (منجد) قرآن میں ہے:

فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ (۲/۲۴۹) — جو کوئی اس سے پانی پی لے گا وہ ہم سے نہیں۔

۲۔ جَرَعَ: بمعنی گھونٹ گھونٹ کرکے پینا (منجد) اور جُرْعَة بمعنی گھونٹ اور اِجْتَرَعَ یکبارگی پی جانے کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ (۱۴/۱۷) — وہ اس کو گھونٹ گھونٹ پیئے گا اور گلے سے نیچے نہیں اتار سکے گا۔

۳۔ سَاغَ: بمعنی کسی مشروب کا آسانی کے ساتھ حلق سے نیچے اتر جانا (مف) غٹ غٹ کرکے پی جانا اور ساغية خوش مزہ شربت یا مشروب کو کہتے ہیں (صراح) اور اس کی ضد غَصَّ ہے یعنی ایسی چیز جو گلے سے آسانی سے نیچے نہ اترے اور پھنس جائے ــــ ارشادِ باری ہے:

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (۱۶/۶۶) — (ان مویشیوں) کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے اس میں سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

ماحصل: (۱) شَرِبَ: پینا کے لیے عام لفظ ہے۔ (۲) جَرَعَ: گھونٹ گھونٹ کرکے پینا۔
(۳) سَاغَ: مشروب خوشگوار ہونے کی وجہ سے غٹ غٹ کرکے پی جانا۔

تابعداری کرنا کیلیے دیکھیے" اطاعت کرنا" — تابع کرنا کیلیے دیکھیے "مسخر کرنا"

ا — تارا — (اقسام)

کے لیے نَجْم[1] اور کَوکَب[2] کے الفاظ آئے ہیں:

۱- نَجْم: بنیادی طور پر دو معنوں میں آتا ہے۔ (۱) بے تنہ نباتات۔ جڑی بوٹیاں اور جھاڑ جھنکار (۲) ستارے جو طلوع و غروب ہوتے ہیں۔ اور اس کی جمع نجوم آتی ہے۔ اور نجم بطور اسم جنس استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (۱۶/۱۶) اور لوگ ستاروں سے رستے معلوم کرتے ہیں۔

۲- كَوَاكِب: کوکبۃ ایک بڑے ستارے کا نام (منجد) اور کوکب ہر بڑے تارے کو کہتے ہیں خواہ وُہ ستارہ ہو یا سیارہ (ف-ل) اور اس کی جمع كَوَاكِب ہے۔ اور کوکب الحدید بمعنی لوہے کا چمکنا دمکنا۔ چم چم کرنا (منجد) ہے۔ گویا کوکب ہر اس تارے کو کہتے ہیں جو بڑا بھی ہو اور تابناک بھی۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ (۳۷/۶) بیشک ہم ہی نے آسمانِ دُنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔

قرآن کریم میں مندرجہ ذیل ستاروں کا ذکر آیا ہے:

(۱) شِعْرٰی: ایک چمکدار ستارے کا نام جو سخت گرمی کے موسم میں طلوع ہوتا ہے (مف) ایامِ جاہلیت میں اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ (مزید تفصیل حن (ب) "معبودانِ باطل" میں دیکھیے) اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے فرمایا کہ:

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى (۵۳/۴۹) اور یہ کہ وہی (اللہ) شعرٰی کا مالک ہے۔

(۲) خُنَّس: خَنَسَ بمعنی پیچھے ہٹنا اور سکڑ جانا (منجد) سیدھا چلتے چلتے ایک قدم پیچھے ہٹ جانا (مف) آنکھ بچا کر یا چوری چھپے پیچھے ہٹ جانا (م-ل) خَانِس کے معنی پیچھے ہٹنے والا اور خُنَّس اس کی جمع ہے۔ گویا خُنَّس وُہ سیارے ہیں جو سیدھے چلتے چلتے الٹی چال چلنے

لگ جاتے ہیں۔

بعض کے نزدیک زہرہ، مشتری، زحل، مریخ اور عطارد یہ پانچ سیارے ہیں (منجد) اسی وجہ سے انہیں خمسہ متحیرہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) جَوَار: جَارَ۔ جَوْرًا۔ بمعنی راستہ سے ایک طرف ہٹ جانا۔ (منجد) اور جوار سے مراد وُہ سیارے ہیں جو سیدھی چال چلتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھار تھوڑا سا رخ بدل جاتے ہیں۔

(۴) کُنَّس: کنس بمعنی چھپ جانا، غائب ہو جانا (م۔ ل) اور کناس ہرن کی پناہ گاہ کو اور کانس پناہ گاہ میں داخل ہونے والے ہرن کو کہتے ہیں۔ کانس کی جمع کُنَّس ہے۔ یعنی وُہ سیارے جو چلتے چلتے یک دم غائب ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۔ (۸۱/۱۵-۱۶) ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور جو سیر کرتے اور غائب ہو جاتے ہیں۔

۲ ــــــ تاریکی چھانا

کے لیے عَسْعَسَ، غَسَقَ، غَطَشَ، وَقَبَ، سَجٰی، اَظْلَمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَسْعَسَ: بمعنی شام کا دھندلکا ہونا۔ سورج غروب ہوتے ہی شام کا اندھیرا چھانا۔ ایسے ہی سورج طلوع ہونے سے تھوڑا پیشتر کا دھندلکا (مف) قرآن میں ہے:

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (۸۱/۱۷) اور رات کی قسم جب چھانے لگتی ہے۔ اور صبح کی قسم جب نمودار ہوتی ہے۔

۲۔ غَسَقَ: شفق غائب ہو جانے کے بعد کا اندھیرا۔ ابتدائی رات۔ اول اللیل (ف۔ ل ۲۴) ارشادِ باری ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ (۱۷/۷۸) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) اور صبح کو نماز پڑھا کرو۔ (جالندھری)

۳۔ اَغْطَشَ: غَطَشَ (اللیل) بمعنی رات کا تاریک ہونا۔ اور غطش بمعنی کمزور نظر یا دھندلی نظر والا ہونا۔ اسی طرح غطاش رات کی تاریکی کو بھی کہتے ہیں اور نظر کی کمزوری کو بھی (منجد) یعنی اتنی تاریکی جس میں اشیاء دُھندلی سی نظر آسکیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا (۷۹/۲۹) اور اسی نے رات تاریک بنائی اور دن کو دھوپ نکالی۔

۴۔ وَقَبَ: وَقْب کسی چٹان وغیرہ میں گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور وَقَبَ بمعنی گڑھے میں داخل ہو کر غائب ہو جانا۔ وقب الشمس بمعنی سورج کا غروب ہونا۔ اور وقب الظلام بمعنی اتنی تاریکی چھانا جس کے اندر اشیاء غائب ہو جائیں (مف) قرآن میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (۱۱۳/۳) — اور شب تاریکی کی برائی سے (اے اللہ تیری پناہ مانگتا ہوں) جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔

۵۔ سَجٰی: سجی اللیل بمعنی رات کا سنسان اور خاموش ہونا۔ اور سَجَّی الْمَیِّتَ۔ میت پر چادر ڈال کر لپیٹنا اور چھپانا۔ سَجِّ مَعَایِبَ اَخِیْکَ بمعنی اپنے بھائی کے عیبوں کو چھپاؤ (منجد) گویا اس لفظ میں چھپانے کا تصور بھی پایا جاتا ہے اور پُرسکون ہونے کا بھی۔ یعنی رات کا اتنا حصہ گزر چکا ہو کہ سب لوگ سو چکے ہوں اور تاریکی بھی پوری طرح چھا چکی ہو۔ قرآن میں ہے:

وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی (۹۳/۲) — آفتاب کی روشنی کی قسم اور رات کی تاریکی کی جب چھا جائے۔

۶۔ اَظْلَمَ: ظَلِمَ (ظُلْمًا) اور اَظْلَمَ اللَّیْلُ بمعنی رات کا تاریک ہونا (منجد) اندھیرا چھانا۔ یہ لفظ رات کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اگر دن کو بادلوں یا کسی دوسری وجہ سے اندھیرا ہو جائے تو اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور ظُلْمَۃٌ بمعنی اندھیرا (ضد نور) (ج ظُلَم اور ظُلُم اور ظُلُمٰت اور ظُلُمَات) (منجد) ارشادِ باری ہے:

یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ کُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا (۲/۲۰) — قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں (بصارت) کو اچک لے جائے۔ جب بجلی چمکتی اور ان پر روشنی ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

ماحصل:

(۱) عَسْعَسَ، صبح یا شام کا دھندلکا
(۲) غَسَق: رات کا ابتدائی حصہ۔
(۳) غَطَش: اتنی تاریکی کہ چیزیں اچھی طرح نظر نہ آئیں۔
(۴) وَقَبَ: جب اشیاء تاریکی میں غائب ہو جائیں۔
(۵) سَجٰی: گئی رات کا سناٹا اور تاریکی۔
(۶) ظُلْمَت: اندھیرا کے لیے عام لفظ خواہ رات کا ہو یا کسی دوسری وجہ سے۔

۳ — تازہ

کے لیے طَرِیّ، رُطَبٌ، نَضْرَۃٌ (نضر) اور نَاعِمَۃٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَرِیّ: بمعنی تر و تازہ۔ اس کا استعمال گوشت کے لیے ہوتا ہے (ف۔ ل ۶۴) طراوت بمعنی تر و تازگی۔ قرآن میں ہے:

وَمِنْ کُلٍّ تَاْکُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَۃً تَلْبَسُوْنَهَا (۳۵/۱۲) — اور ہر طرح (کے سمندر میٹھے پانی کا ہو یا کھاری کا) سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔ اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔

۲۔ رطب: بمعنی تر و تازہ اور اس کی ضد یابس بمعنی خشک شدہ ہے۔ لیکن عرف عام میں رطب

کا لفظ پکی اور تازہ کھجور کے ساتھ مخصوص ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (۱۹/۲۵)	اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔ تم پر تر و تازہ پکی کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔

۳۔ نَضْرَةٌ: نَضَرَ بمعنی ملائم و تازہ اور خوبصورت ہونا (منجد۔ م۔ ل) اور نضرۃ رنگت کی خوبصورتی اور جمال کو کہتے ہیں (م۔ ل) چہرے کی تر و تازگی اور رونق۔ بشاشت۔ قرآن میں ہے:

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (۷۶/۱۱)	تو خدا ان کو اس دن کی سختی سے بچالے گا اور تازگی اور خوشدلی عنایت فرمائے گا۔

۴۔ نَاعِمَةٌ: بمعنی آسودہ زندگی۔ آسودہ حالی (منجد) نعمتوں کی فراوانی اور آسودہ حالی کی وجہ سے چہرے کا تر و تازہ ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (۸۸/۹،۸)	اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے اعمال (کی جزا) کی وجہ سے خوش دل ہوں گے۔

ماحصل: (۱) طریّ: عموماً گوشت کی تر و تازگی کے لیے۔

(۲) رطب: کھجور کی تازگی یا تازہ کھجور کے لیے

(۳) نضرۃٌ: چہرے کی بشاشت اور فضا کی پاکیزگی اور

(۴) ناعمۃ: آسودہ حالی کی وجہ سے تر و تازگی کے لیے آتا ہے۔

۴۔۔۔ تاکہ

کے لیے لِ۔ کَیْ۔ اَنْ، کَیْ لَا۔ لِکَیْلَا، لِئَلَّا کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں:

یہ سب الفاظ مضارع پر داخل ہو کر تعلیل (وجہ بتلانے) کا فائدہ دیتے ہیں۔ ان میں سے پہلے تین اثبات کے لیے ہیں۔ لِ اور کَیْ ابتدا میں اور اَنْ درمیان میں آتا ہے۔ باقی تین آخر میں لا کے اضافہ کے ساتھ نفی کے لیے مرکب بنا لیے گئے ہیں۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (۴۸/۲)	تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دے۔
۲۔ کَیْ: کَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ (۲۰/۴۰)	تاکہ اس (موسیٰ کی ماں) کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ رنج نہ کریں!
۳۔ اَنْ: ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ (۳۳/۵۱)	اس میں امید ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔
۴۔ کَیْ لَا: كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (۵۹/۷)	تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں۔ انہی کے ہاتھوں میں (وہ مال) نہ پھرتا رہے۔
۵۔ لِکَیْلَا: لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (۳/۱۵۳)	تاکہ تم اس چیز سے غمناک نہ ہو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی۔

۶- لِئَلَّا: لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ (۱۵۰/۲) تاکہ لوگوں کے لیے تم پر کوئی الزام نہ ہو۔

۵۔۔۔ تانبا (پگھلا ہوا)

کے لیے قِطْر اور مُہْل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- قِطْر: پگھلے ہوئے تانبا کے لیے مخصوص لفظ (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ (۱۲/۳۴) اور ہم نے اس (سلیمانؑ) کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔

۲- مُہْل: بمعنی فلذات جیسے چاندی، لوہا، تانبا۔ پگھلی ہوئی دھاتیں۔ پتلا قطران (بہنے والی گندھک) زہر۔ پیپ (منجد) اور مُہْل اور مُہْلَة بمعنی زرد آب مردہ۔ یعنی وُہ زرد رنگ کی پتلی آلائش جو لاش سے نکلتی ہے۔ (منجد۔م۔ق) گویا مُہْل تانبا کے علاوہ چند دوسری پگھلی ہوئی دھاتوں، نیز ہر بہنے والی زرد آلائش کے لیے بھی آتا ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے مُہْل کا ترجمہ پیپ بھی کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ (۲۹/۱۸) اگر وُہ (پانی کے لیے) فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کھولتے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔ (کیسا) بُرا مشروب ہے؟

ماحصل: (۱) قطر: پگھلا ہوا تانبا۔

(۲) مُہْل: تانبہ کے علاوہ بعض دوسری پگھلی ہوئی دھاتیں۔ اور ہر بہنے والی مکردہ آلائش۔

تباہ ہونا کے لیے دیکھیے ۔۔۔۔۔ "ہلاک ہونا" تبدیل کرنا کے لیے دیکھیے ۔۔۔۔۔ "بدلنا"

۶۔۔۔ تخت

کے لیے عَرْش، اَرَائِك (اریکہ کی جمع) اور سُرُر (سریر کی جمع) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عرش: بمعنی تخت شاہی۔ سریر الملك (ف ل ۲۳۰) ارشادِ باری ہے:

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (۱۰۰/۱۲) اور یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔

اور عَرْشُ الْبَيْتِ گھر کی چھت کو کہتے ہیں۔ اور عَرَشَ يَعْرِشُ بمعنی لکڑی کا گھر بنانا۔ گویا عرش البیت ایسی چھت کو کہتے ہیں جو شہتیر اور بالوں وغیرہ پر مشتمل ہو۔

۲- اَرَائِك: اریکہ کی جمع بمعنی چھپرکھٹ یا مسہری والی چارپائی یا تخت (ف۔ل۔۳۰) یا ٹیک لگائے جانے والے آرام دہ تخت پوش اور کرسیاں۔ آراستہ و مزین تخت (منجد) ارشادِ باری ہے:

مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ (۱۳/۷۶) اہلِ جنت جنت میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہونگے

۳۔ سُرُر: واحد سریر۔ بغیر مسہری یا چھپر کھٹ کی چارپائی (ف۔ل ۳۰) سَرِیْرُ الْمَیِّت وہ چارپائی جس پر جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور صاحب منجد کے نزدیک سریر کا استعمال بھی زیادہ تر تخت شاہی کے لیے ہوتا ہے۔ اور امام راغب اس کے معنی ایسا تخت بتلاتے ہیں جو خوشحال لوگ ٹھاٹھ سے بیٹھنے کے لیے بنواتے ہیں۔ (مف) قرآن میں ہے:

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ (۵۶/۱۶) (لعل و یاقوت سے) جڑے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوئے۔

اور مَوْضُوْنَةٍ میں وَضَن کا لفظ زر بافی یعنی سونے چاندی کے تاروں سے بُننے کے لیے آتا ہے (مف) گویا اس آیت کا یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے۔ سونے چاندی کے تاروں سے بُنے ہوئے تختوں پر۔

ماحصل: (۱) عرش، تختِ شاہی کے لیے

(۲) اریکہ: ٹیک والے تخت کے لیے اور

(۳) سریر: خوشحال لوگوں کے ٹھاٹھ سے بیٹھنے کے تخت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۷۔ تختہ

کے لیے زُبَرٌ اور اَلْوَاحٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زُبَر: زُبْرَۃ کی جمع ہے۔ اور زُبْرَۃ بمعنی لوہے کا تختہ۔ چادر (مف۔ منجد) قرآن میں ہے:

اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (۱۸/۹۶) تم میرے پاس لوہے کے (بڑے بڑے) تختے لاؤ۔

۲۔ اَلْوَاح (واحد لوح) اور لوح بمعنی کشتی وغیرہ کا تختہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (۵۴/۱۳) اور ہم نے نوحؑ کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی۔ سوار کیا۔

نیز لَوح لکڑی وغیرہ کی اس تختی کو بھی کہا جاتا ہے جس پر کچھ لکھا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً (۷/۱۴۵) اور ہم نے موسیٰؑ کے لیے (تورات کی) تختیوں میں ہر نصیحت کی چیز لکھ دی۔

ماحصل: (۱) زُبَر، عموماً لوہے کی چادروں اور بڑے تختوں کے لیے اور

(۲) لَوح: لکڑی کے تختے یا لکھنے کی تختی کے لیے آتا ہے۔

۸۔ تدبیر کرنا

کے لیے دَبَّرَ، کَادَ (کید) مَکَرَ اور حِیْلَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دَبَّرَ: دُبُر بمعنی پشت یا کسی چیز کا پچھلا حصہ۔ اور دَبَّرَ بمعنی کسی کام کے انجام پر نظر رکھ کر اس میں غور و فکر کرنا اور اس کی راہ متعین کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ (۱۰/۳۱) — اور دُنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ!

۲۔ کَیْد: کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے خفیہ تدبیر کرنا۔ داؤ یا چال چلنا (مف) اور کَیْدٌ ساحرٍ بمعنی جادوگر کے ہتھکنڈے (مف) ایسی تدبیر کا مقصد اگر درست اور نیک ہو تو یہ جائز اور درست ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۔ (۱۲/۷۶) — اسی طرح ہم نے یوسفؑ کے لیے تدبیر کی۔

اور اگر مقصد بُرا ہو تو یہ مذموم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ (۷۷/۳۹) — اگر تم کو کوئی داؤ آتا ہو تو مجھ سے کر چلو۔

۳۔ مَکْر: کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے حیلہ جوئی اور دھوکا کرنا (م۔ل) اور بمعنی کسی کو خفیہ طریقہ سے مکروہ چیز دوچار کر دینا (فق ل ۲۱۴) یہ لفظ عموماً بُرے مفہوم میں آتا ہے۔ مکر بمعنی فریب اور مکار بمعنی فریب کار اور بدنہاد (م۔ا) اور امام راغب اس کے معنی کسی شخص کو حیلہ بہانہ سے اس کے مقصد سے پھیر دینا بتلاتے ہیں (مف) اگر اس لفظ کی نسبت اللہ کی طرف ہو۔ تو مکار لوگوں کے لیے جواباً کارروائی کے طور پر آتا ہے۔ جیسے فرمایا اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ۔ اور مشاکلہ کی صورت میں یہ بات روا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (۳/۵۴) — یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں ایک چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰؑ کو بچانے کے لیے) ایک چال چلا۔ اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔

۴۔ حِیْلَة: (حول) بمعنی ہوشیاری۔ دوربینی۔ تصرف کرنے پر قدرت (ج۔ حِیَل اور حِوَل) (منجد) اور بمعنی مکر و فریب (م۔ق) حیلہ دراصل ایسے کام کو کہتے ہیں جو کہ جلبِ منفعت یا دفعِ مضرت کے لیے اس طرح کیا جائے کہ لوگوں یا قانون کی گرفت سے بچ جائے مثلاً سال گزرنے سے پہلے اپنا مال، اپنی بیوی کو ہبہ کر دینا تاکہ زکوٰۃ نہ ادا کرنی پڑے اور وقت گزرنے کے بعد پھر بیوی سے اپنے لیے ہبہ کر لے۔ یہ ہوشیاری بھی ہے اور دھوکہ بھی اور تدبیر بھی۔ مکر یا کَید کی طرح یہ کوئی خفیہ تدبیر نہیں ہوتی۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (۴/۹۸) — ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے بے بس ہیں۔ جو نہ تو حیلہ کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی رستہ جانتے ہیں۔

ماحصل: (۱) دَبَّرَ: کسی کام کے انجام کو سامنے رکھ کر غور و فکر کرنا۔

(۲) کَید: ایسی خفیہ تدبیر جو کسی کو مکروہ چیز سے دوچار کر دے۔ ہلکے پیمانہ پر ہو تو مکر اور بڑے پیمانہ پر ہو تو کید ہے:

(۳) مکر: } اور یہ اچھے مقصد کے لیے درست اور بُرے مقصد کے لیے ہوں تو ناجائز ہیں البتہ مکر کا لفظ اکثر بُرے مفہوم میں آتا ہے۔

(۴) حیلۃ: ہوشیاری اور چالاکی سے تصرف پر قدرت حاصل کرنا۔

۹۔۔۔۔۔ترازو

کے لیے مِیزَان[1] اور قِسطَاس[2] کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ مِیزَان: وزن کرنے کا آلہ کسی وزن کے برابر وزن کرنے کے آلہ کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ اور میزان ترازو میں دونوں طرف پڑے ہوئے وزن میں سے ہر ایک کو بھی کہتے ہیں۔ تول

ارشادِ باری ہے:

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ (۵۵-۸-۹) — تاکہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے کمی بیشی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ اور تول کم مت کرو۔

۲۔ قِسطَاس: رومی لغت کا لفظ ہے جو عربی میں استعمال ہونے لگا (ف-ل ۲۸۶) اور اس ترازو کو کہتے ہیں جو بہت حساس ہو۔ راست تر ترازو۔ (م-ا) ایسا ترازو جس میں جھکاؤ دیکھنے کے لیے کانٹا (لِسَانُ الْمِیْزَان) بھی لگا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ (۱۷/۳۵) — اور جب تول کر دو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔

۱۰۔۔۔۔۔تراشنا

کے لیے نَحَتَ[1] اور جَابَ[2] (جوب) کے الفاظ ہیں۔

۱۔ نَحَتَ: کسی سخت چیز مثلاً لکڑی، پتھر، لوہا وغیرہ کو چھیلنے یا تراشنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور نُحَاتَۃ برادہ یا تراشہ کو کہتے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے:

اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (۳۷/۹۵) — کیا تم انھیں پوجتے ہو جنھیں خود تراشتے ہو۔

اور ظاہر ہے کہ یہ بت، پتھر، لکڑی یا دھاتوں سے بنائے جاتے تھے۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا (۷/۷۴) — اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔

۲۔ جَابَ: بمعنی قطع کرنا (مف) اور سوراخ یا شگاف کرنا (منجد) اور پھر اسے چھیل چھال کر درست کرنا ہے۔ گویا باریک کام کے لیے نَحَتَ کا لفظ موزوں ہے اور بھاری کام کے لیے جَاب کا۔ ارشادِ باری ہے:

وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (۸۹/۹) — اور ثمود جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے۔

ماحصل: نَحَت: صرف تراشنے اور باریک کام کے لیے اور جَاب، کاٹنے، شگاف کرنے اور چھیلنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور اس کا تعلق بھاری کام سے ہے۔

ترغیب دینا ——— "اُبھارنا"، میں دیکھیے!

۱۱ ——— ترکاری

کے لیے قَضْبًا اور بَقْل کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَضْب بمعنی وُہ ترکاری یا سبزی جو تازہ کاٹ کر کھائی جائے (منجد) اور صاحب مفردات اور منتہی الارب اس میں تازہ گھاس (یعنی مویشیوں کی خوراک) کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اور صاحب تفسیر محمدی نے بحوالہ معالم التنزیل قضب کی جو تعریف کی ہے۔ وُہ خوب تر معلوم ہوتی ہے۔ یعنی ہر وُہ سبزی یا ترکاری جس کے پتے مویشیوں کی خوراک) زمین سے باہر ہوں اور کارآمد چیز، انسانوں کی خوراک) زمین کے اندر ہو۔ مثلاً گاجر مولی، شلجم، چقندر وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا (۸۰/۲۸) — پھر ہم نے اس میں سے اناج اگایا اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں۔

۲۔ بقل، امام راغب کے نزدیک ایسی سبزیاں جن کی جڑیں اور شاخیں سردیوں میں باقی نہیں رہتیں (مف) اور صاحب منتہی الارب کے نزدیک بَقْل ہر وُہ سبزی اور ترکاری ہے جو بیج سے اُگتی ہے نہ کہ جڑ سے۔ جیسے گنا وغیرہ۔ لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ بقل کا لفظ عام ہے جو ہر قسم کی سبزی ترکاری کو محیط ہے۔ اور بَقّال سبزی فروش کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی سبزی ترکاری بیچتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا (۲/۶۱) — تو اپنے پروردگار سے دُعا کیجئے کہ ترکاری جو زمین سے اُگتی ہے ہمارے لیے پیدا کر دے۔

۱۲ ——— تسبیح و تقدیس (پاکیزگی بیان کرنا)

کے لیے سَبَّحَ، قَدَّسَ اور حَاشَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَبَّحَ: تسبیح کہنا۔ سبحان اللہ کہنا یا سبحان اللہ کا ذکر کرنا۔ اس ذات کی زبان یا زبانِ حال سے صفت بیان کرنا۔ جو ہر قسم کے عیب، نقص اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ اس کی خوبیوں کا مثبت انداز میں ذکر اور حمد بیان کرنا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "پاک")

۲۔ قَدَّسَ: قُدُّوس اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ یعنی وُہ ذات جو دوسرے کی شرکت کی احتیاج اور شرک کی دوسری آلائشوں سے پاک ہو۔ (تفصیل "پاک" کے تحت دیکھیے) اور قدّس بمعنی ایسی ذات کی پاکیزگی کا ذکر کرنا۔ تنزیہہ کرنا۔ جو باتیں اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ان کی نفی کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (۲/۳۰) — (فرشتے کہنے لگے) اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ حَاشَ : کلمۂ استعجاب ہے۔ اور حَاشَا لِلّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ کے ہم معنی ہے۔ لیکن بہت محدود معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ کلمہ تنزیہہ اور کلمہ استثنا۔ ہے (مف) کلمۂ استعجاب کے لحاظ سے بھی اس کا استعمال نہیں ہوتا (مف) ارشادِ باری ہے :

فَلَمَّا رَاَیْنَہٗۤ اَکْبَرْنَہٗ وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَہُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَاۤ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ۔ (۱۲/۳۱)	جب ان عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو ان کا رعب ان پر ایسا) چھا گیا کہ (پھل تراشتے تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بلیساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ (یہ حسن اور یہ کردار) یہ آدمی نہیں، کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

دوسرے مقام پر ہے :

قَالَ مَا خَطْبُکُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِہٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْٓءٍ (۱۲/۵۱)	(بادشاہ نے عورتوں سے) پوچھا، بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسفؑ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا؟ سب بول اٹھیں کہ حاشا للہ ہم نے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں کی

اور کبھی حاشا کے ساتھ کلّا کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ حَاشَ وَکَلَّا جو اپنے یا کسی دوسرے سے الزام کی پرزور تردید کے لیے آتا ہے۔ اس کا استعمال قرآن میں نہیں ہے۔ گویا حَاشَ میں الزام کی پرزور تردید کا پہلو شامل ہوتا ہے۔

ماحصل : (۱) سَبَّحَ : تسبیح کہنا۔ سبحان اللہ کا ذکر کرنا۔ اس ذات کی مثبت صفات کا ذکر اور اس کی حمد بیان کرنا

(۲) قدّس : بری اور منفی صفات کی تردید کرتے ہوئے کسی ذات یا چیز کا ذکر کرنا تنزیہہ کرنا

(۳) حَاشَ : سبحان کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور الزام کی تردید کے لیے آتا ہے۔

۱۳۔۔۔۔ تسکین (تسلّی)

کے لیے سَکِیْنَۃٌ اور اِطْمَئِنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَکِیْنَۃٌ : سکون حرکت کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں۔ یہ جسمانی بھی ہو سکتا ہے اور ذہنی یا قلبی بھی۔ اگر ذہنی یا قلبی ہو تو اسے سَکِیْنَۃ کہا جاتا ہے۔ یعنی تفکرات اور غم و فکر سے دل کو نجات ملنا اور قرار حاصل ہونا۔ قرآن میں ہے :

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ (۹/۴۰)	جب پیغمبرؐ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمائی۔

۲۔ اِطْمَئِنَّ : اطمینان حاصل ہونا۔ خلجان، تردّد اور شک و شبہ کے بعد نفس کا سکون پذیر ہونا (مف) طبیعت کا مطمئن ہونا۔ ارشادِ باری ہے :

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ	فرمایا کیا تم نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں لیکن

لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (۲/۲۶۰) اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جائے میرے دل کو (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) غم و تفکرات سے سکون کے لیے سَكِيْنَة اور (۲) شکوک و شبہات سے نجات کے لیے اِطْمِينَان کا لفظ آتا ہے۔

۱۴۔ تعبیر بتلانا

کے لیے عَبَرَ، اَوَّلَ اور اَفْتٰی کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ عَبَرَ: بمعنی کسی وادی یا نہر کو پار کر جانا اور عِبَارَةَ الرُّؤْيَا اور عَبَرَ الرُّؤْيَا بمعنی خواب کی تعبیر بیان کرنا اور عَبَّار بمعنی تعبیر خواب دینے والا (منجد) اور اَلْعِبْرَةَ وَالْاِعْتِبَار بمعنی کسی دیکھی ہوئی چیز سے ان دیکھے نتائج تک پہنچنا۔ اور تعبیر بمعنی خواب کا انجام بتلانا (مف) قرآن میں ہے:

اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُوْنَ (۱۲/۴۳) اگر تم خواب کی تعبیر بیان کر سکتے ہو۔

۲۔ اَوَّلَ: (تاویل) بمعنی کسی چیز کو اس کی غایت یا انجام کی طرف لوٹانا۔ اور یہ لفظ تعبیر سے اعم ہے۔ کیونکہ تاویل کے معنی مطلق کسی بات کا انجام بیان کرنا۔ خواہ یہ خواب ہو یا کوئی دوسری بات ہو۔ جبکہ تعبیر کا لفظ خواب کا انجام بیان کرنے کے لیے مخصوص ہے اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک تاویل متشابہ چیز کی ہی کی جاتی ہے (فق۔ل ۴۳) ارشادِ باری ہے:

وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ (۱۲/۳۶) دوسرے نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے ان میں سے کھا رہے ہیں تو ہمیں اسکی تعبیر بتلا دیجئے!

۳۔ اَفْتٰی: بمعنی کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا حل بتلانا۔ فتوٰی ایک شرعی اصطلاح ہے یعنی کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا شرعی حل پیش کرنا۔ بتلانا۔ اور استفتاء بمعنی کسی عالم سے ایسے مسئلہ کا حل پوچھنا۔ قرآن میں اَفْتٰی کا لفظ خواب کی تعبیر کے لیے صرف اس لحاظ سے آیا ہے کہ جس خواب کی تعبیر مطلوب تھی وہ خواب بڑا پیچیدہ اور مشکل تھا۔ قرآن میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ (۱۲/۴۳) بادشاہِ مصر نے کہا، اے سردارو! مجھے میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ!

اور اسی پیچیدہ خواب کو ان تعبیر بتلانے والوں نے اضغاث احلام کہہ کر ٹال دیا۔ پھر یوسفؑ کے آزاد شدہ ساتھی نے کہا:

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ (۱۲/۴۶) یوسف! اے سچے دوست ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے کہ سات موٹی گائیں؟ ...

ماحصل: (۱) عبر اور تعبیر کا لفظ خواب کا انجام بتلانے سے خاص ہے۔

(۲) تاویل: کسی بات یا واقعہ کا انجام بتلانا عام ہے جس میں خواب بھی شامل ہے۔

(۳) اَفْتُو: کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا حل پیش کرنا جس میں خواب کی تعبیر بھی شامل ہے۔

۱۵ــــ تعریف کرنا

کے لیے حَمِدَ اور شَکَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَمِدَ: کسی کے اوصافِ حمیدہ اور فضائل بیان کرنا۔ بشرطیکہ وہ افعال اختیاری ہوں۔ مثلاً کوئی شخص سخاوت کرتا ہے تو اس کا یہ فعل اختیاری ہے۔ اس پر جو تعریف کی جائے گی وُہ حَمد ہوگی۔ اور اگر اضطراری ہوں۔ مثلاً کوئی شخص دراز قامت یا خوش شکل یا عالی نسب ہے تو اس میں اس کا اپنا کچھ عمل دخل نہیں ہے۔ تو ان اوصاف پر اگر اسکی تعریف کی جائے تو یہ مدح کہلائے گی۔ اور اس کی ضد ذمّ ہے۔ یعنی ایسے عیوب کا بیان جو کسی شخص میں موجود ہوں۔ خواہ وُہ اختیاری ہو یا اضطراری۔ گویا حمد کا لفظ مدح سے خاص ہے۔ مدح ہر اختیاری اور اضطراری خوبی پر ہو سکتی ہے۔ لیکن حمد کا اطلاق افعال اختیاری پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے۔

وَيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا۔ (۳/۱۸۸) اور وُہ چاہتے ہیں کہ جو (پسندیدہ) کام انہوں نے نہیں کیے ان پر بھی ان کی تعریف کی جائے۔

اور اللہ کے لیے مدح کا لفظ ناموزوں ہے۔ کیونکہ اللہ کے سب افعال پسندیدہ بھی ہیں اور اختیاری بھی۔ اسی لیے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱/۱) سب طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے۔ جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔

اور مدح کا لفظ قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔

۲۔ شُکر: کسی کے احسانات وانعامات کے تصور اور اظہار کو کہتے ہیں (مف) اور اس کی ضد کُفر ہے۔ یعنی کسی کے احسان کو بھلا دینا یا نعمت کو چھپانا اور ظاہر نہ ہونے دینا۔ احسان ناشناسی یا کفرانِ نعمت۔ گویا شُکر، حَمد سے بھی خاص ہے۔ اگر ہم کہیں کہ خدا تعالیٰ نے کائنات کا نظام کس خوبی سے چلایا ہے تو یہ حَمد ہے اور اگر ہم کہیں کہ خدا ہی ہمیں کھلاتا پلاتا ہے تو یہ شُکر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (۱۴/۷) اگر شکر کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ اور اگر ناشکری کروگے تو یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔

ماحصل: مدح، ہر طرح کی صفت کی خوبی بیان کرنے کیلیے حمد اختیاری اوصاف کیلیے اور شکر انعامات واحسانات کیلیے آتا ہے۔

۱۶ــــ تعظیم کرنا

کے لیے عَظَّمَ اور وَقَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عَظَم: عَظَم کے معنی بڑا ہونا بھی ہیں اور ہڈی بھی۔ گویا عظم میں بڑائی کے ساتھ صلابت یا سختی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اور عَظَّمَ کے معنی کسی کو دل سے بڑا اور قابلِ عزت سمجھنا ہے اور یہ جاندار اور بے جان سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (۲۲/۳۲) اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وُہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے (عثمانیؒ)

۲- وَقَر: وقار بمعنی سنجیدگی اور عظمت (منجد) اور صاحبِ مفردات کے نزدیک سنجیدگی اور حلم (مف) ہے۔ ابن فارس بھی اس کے معنی الحلم والرّزانۃ (م۔ل) لکھتے ہیں۔ اور وَقَّرَ کے معنی کسی صاحبِ مرتبہ کے مرتبہ کو ملحوظ رکھنا اور اس کے منافی کوئی بات نہ کرنا۔ اور یہ لفظ صرف انسانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ (۴۸/۹) تاکہ تم خدا پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کو بزرگ سمجھو۔

ماحصل: (۱) عظم عام ہے، جبکہ (۲) وَقَّر صرف انسان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تقویت دینا کیلیے دیکھیے "قوت دینا"

۱۷- تک

کے لیے دو الفاظ ہیں۔ اِلٰی اور حَتّٰی۔

یہ دونوں الفاظ انتہا اور غایت بتلانے کے لیے آتے ہیں۔ ظرف زمان اور مکان دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں مندرجہ ذیل فرق ہیں:

۱- اِلٰی: اسم ضمیر پر بھی داخل ہو سکتا ہے۔ جیسے اِلَیْکُمْ اور اس صورت میں یہ "طرف" کا معنی دیگا لیکن حتّٰی صرف اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو سکتا ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔ اسم یا فعل ہی پر داخل ہوتا ہے، جیسے فرمایا حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہْرَۃً (۲/۵۵) یہاں تک کہ ہم اللہ کو سامنے دیکھ لیں۔

۲- حَتّٰی: انتہیٰ اور غایت بتلانے کے لیے حَتّٰی، اِلٰی سے زیادہ ابلغ ہے۔ حَتَّی الْاٰنَ (اس وقت تک) تو کہہ سکتے ہیں، مگر اِلَی الْاٰنَ نہیں کہتے۔ اِلٰی کا معنی صرف تک سے کیا جاتا ہے جبکہ حَتّٰی کا معنی تک "یہاں تک کہ" ہے۔ جیسا کہ اُوپر کی مثال سے واضح ہے۔

تکبر کرنا ـــــ "اِترانا" میں دیکھیے!

۱۸- تکلیف

کے لیے ضَرٌّ، ضُرٌّ، ضَرَّاء، کُرْھًا، اَذًی اور مَعَرَّۃٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- ضَرّ: بمعنی نقصان۔ کوئی بھی مادی یا معنوی تکلیف یا نقصان۔ اور اس کی ضد نفع ہے۔ اور یہ

بعض دفعہ اچھی بھی ہو سکتی ہے جیسے کڑوی دوا سے تکلیف پہنچنا (فق ل ۱۶۲) ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا	کہو کہ تم خدا کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو
لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (۵/۷۶)	جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں۔

۲۔ ضُرّ میں مبالغہ پایا جاتا ہے اور یہ عموماً جسمانی تکلیف کے لیے آتا ہے۔ بدحالی، بیماری زخم یا دوسرے جسمانی اور ذہنی عوارض (مف۔ منجد) کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بُرے مفہوم میں آتا ہے (فق ل ۱۶۲) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا	اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا، کھڑا اور
لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا (۱۰/۱۲)	بیٹھا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے۔

۳۔ ضَرَّآء: تکالیف اور بدحالی کا دور۔ جان، مال یا اولاد کا نقصان ہونا یا قحط (منجد۔م ق) اور اس کی ضد نعماء بمعنی خوشحالی کا دور ہے یعنی ایسی ظاہری تکالیف جو دوسروں کو نظر آئیں۔ (فق ل ۱۶۳) ارشادِ باری ہے:

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا	ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں۔ اور وہ
حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	(صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور
مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (۲/۲۱۴)	مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب
	خدا کی مدد آئے گی۔

۴۔ اَذًى: بمعنی اَلضُّرُّ الْیَسِیْرُ (م ق) یعنی ہلکی تکلیف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى (۳/۱۱۱)	یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں
	پہنچا سکیں گے۔

پھر یہ ہلکی تکلیف ذہنی بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کسی کا دل دکھانا یا گالی گلوچ۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ	اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو پیغمبرؐ کو ایذا دیتے ہیں
يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (۹/۶۱)	اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے۔

اور جسمانی بھی جیسا کہ قرآن کریم میں حیض کو اَذًى سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا ترجمہ ناپاکی یا گندگی بھی کیا جاتا ہے۔

۵۔ کُرْهًا: بمعنی جبریہ مشقت یا اضطراری تکلیف (مف) کسی تکلیف دہ کام کے سرانجام دینے پر مجبور ہونا۔ (اور اس کی ضد طَوْعًا ہے۔ یعنی کسی کام کو دل کی خوشی سے سرانجام دینا۔ قرآن میں ہے:

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ	اس کی ماں نے اس (انسان) کو تکلیف سے پیٹ میں
كُرْهًا (۴۶/۱۵)	اٹھایا اور تکلیف ہی سے جنا۔

۶- مَعَرَّۃٌ : اَلْعَرُّ وَالْعُرُّ: خارش کی بیماری کو کہتے ہیں جو پورے بدن کو عارض ہو جاتی ہے۔ اسی نسبت سے مَعَرَّۃٌ ہر قسم کی مضرت پر بولا جاتا ہے (مف) اور صاحب منجد اس کے معنی گناہ، تکلیف، بدی قصور، عیب، بُری بات۔ سختی اور گالی لکھتے ہیں۔ گویا یہ لفظ وسیع المفہوم ہے جو ہر طرح کے دُکھ، رنج اور خرابی پر بولا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتُصِيبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۴۸/۲۵) — پھر تم پر اُن کی وجہ سے خرابی پڑ جاتی بے خبری سے۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) ضَرٌّ: نقصان کے معنوں میں فائدہ کے مقابلہ پر۔

(۲) ضُرٌّ: جسمانی تکلیف اور عوارض کے لیے۔

(۳) ضَرَّاءُ: ظاہری مشکلات کے دُور کے لیے۔

(۴) اَذًی: ہلکی تکلیف کے لیے۔

(۵) کُرْھًا: جبری تکلیف کے لیے۔

(۶) مَعَرَّۃ: ہر طرح کی تکلیف اور خرابی کے لیے آتا ہے۔

۱۹ — تکلیف اُٹھانا۔ دینا

کے لیے اَذًی سے اٰذٰی یُؤْذِی اور ضَرٌّ اور ضُرٌّ سے یَضُرُّ اور کُرْھًا سے اَکْرَہَ یُکْرِہُ کے افعال تکلیف دینے کے معنوں میں قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اذی یؤذی کی مثال اوپر گزر چکی۔ اب باقی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱- (۱) وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ (۳۳/۶۹) — اور ان لوگوں کی طرح جنھوں نے موسیٰؑ کو تکلیف دی تھی۔

۲- (۲) وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (۳/۱۲۰) — اور اگر تم صبر کرو اور تقوٰی اختیار کرو تو ان کا فریب تمھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

اور ضَارَّ یُضَارُّ بمعنی ایک دوسرے کو دُکھ دینا، نقصان دینا یا تکلیف پہنچانا۔ قرآن میں ہے:

لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ (۲/۲۳۳) — نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب دکھ پہنچایا جائے اور باپ کو اس کی اولاد ہونے کی وجہ سے۔

۳- (۳) کُرْہٌ بمعنی جبری مشقت اور اَکْرَہَ بمعنی کسی کو ایسی مشقت میں ڈالنا جو اس کے مرضی کے خلاف ہو۔ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ (۲۴/۳۳) — اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرنا۔

ان کے علاوہ ان معنوں میں کَلَّفَ، شَقَّ، سَأَمَ اور عَنَتَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۴- کَلَّفَ: بمعنی کسی چیز سے اس کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ کام لینا (مف) یا مشکل کام کا حکم

دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۲/۲۸۶) خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اور تکلیف محمود بھی ہوتی ہے اور مذموم بھی۔ محمود یہ ہے کہ کسی کام کو اس لیے سرانجام دے کہ وُہ اس پر آسان ہو جائے اور اس سے اُسے محبت ہو جائے۔ اور یہی شرعی تکلیف ہے۔ اور مذموم وُہ ہے جسے تکلّف کہتے ہیں۔ بمعنی بناوٹی تکلیف یا بناوٹ کرنا۔

۵۔ شَقَّ: شَقَّ بمعنی پھاڑنا بھی آتا ہے۔ اور شَقَّ يَشُقُّ کسی سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لینا یا محنت و مشقت میں مبتلا کرنا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ (۲۸/۲۷) اور میں تجھ کو تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

۶۔ عَنَتَ: ایسی تکلیف پانا جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو (مف) اور بمعنی اشدّة الضرر یا انتہائی تکلیف (م۔ق)۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ (۳/۱۱۸) مومنو! کسی غیر مذہب کے آدمی کو اپنا رازدار نہ بنانا یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ جس طرح ہو تمہیں تکلیف پہنچے!

اور اَعْنَتَ بمعنی کسی کو ایسی مشقت میں ڈال دینا ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ (۲/۲۲۰) اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا۔

۷۔ سَامَ: بمعنی کسی کو تکلیف دینا اور سَامَ خَسْفًا، محاورہ ہے بمعنی کسی کو ذلیل و خوار کرنا (منجد) سام سے مفہوم ایسی تکلیف ہے جس میں ذلّت اور خواری کا پہلو بھی شامل ہو۔ قرآن میں ہے:

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ (۲/۴۹) وُہ (لوگ) تم کو بڑا دُکھ دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے

ماحصل: (۱) اَذٰی: معمولی تکلیف کے لیے۔ ذہنی ہو یا جسمانی۔

(۲) ضَرّ: بڑی تکلیف اور نقصان کے لیے۔

(۳) اَکْرَہَ: جبری تکلیف کے لیے۔

(۴) تَکْلِیف: استطاعت کے مطابق کام لینے کیلیے

(۵) مُشَقَّۃ: طاقت سے زیادہ کام لینے کے لیے۔

(۶) عَنَت: ایسی تکلیف جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو۔

(۷) سَامَ: ایسی تکلیف کے لیے جس میں ذلت کا پہلو شامل ہو۔

۲۰۔ تندرست کرنا۔ ہونا

کے لیے شَفٰی[۱] اور اَبْرَاَ[۲] (برء) اور اَفَاقَ[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَفٰی: شِفَاء بمعنی مرض سے نجات پانا۔ سلامتی سے ہمکنار ہونا۔ اور شَفٰی يَشْفِي بمعنی مرض سے نجات دینا۔ تندرست کرنا (مف) قرآن میں ہے:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (۳۶/۸۰) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔

اور شَفٰی جس طرح جسمانی بیماریوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ویسے ہی رُوحانی بیماریوں سے نجات کے لیے بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (۹/۱۴) اور مومنوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔

۲- اَبْرَءَ : بَرِءَ بمعنی بیزار ہونا۔ اور بُرْءٌ بمعنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنا اور رَجُلٌ بَرِیٌٔ بمعنی پاک اور بے گناہ آدمی۔ اور بَرِءَ مِنَ الْمَرَضِ بمعنی شفا پانا۔ مرض سے نجات حاصل کرنا۔ اور اَبْرَءَ الْمَرِيْضَ بمعنی مریض کو اس کی مرض سے شفا دینا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳/۴۹) اور میں خدا کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور مردے میں جان ڈال دیتا ہوں۔

۳- اَفَاقَ : بمعنی نشہ یا غشی کی حالت سے ہوش میں آنا یا کمزوری سے قوت کی طرف لوٹنا۔ (مف) (م۔ق) صاحبِ فقہ اللغۃ کے نزدیک اَفَاقَ کا لفظ صرف بیہوشی سے ہوش میں آنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۱۲۱) ارشادِ باری ہے :

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ (۷/۱۴۳) جب اُن کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوارِ ربانی نے) پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے، تیری ذات پاک ہے۔

ماحصل : (۱) شَفٰی : مرض سے صحت پانا۔ (۳) اَفَاقَ : بے ہوشی سے ہوش میں آنا۔
(۲) اَبْرَءَ : کسی شدید مرض سے نجات دینا۔

۲۱ـــــ تنگدستی

کے لیے فقر، مسکنۃ، عَيْلَةٌ (عیل) اِمْلَاق، قَتَرٌ، بَاْسَاءُ اور مَتْرَبَةٌ کے الفاظ آئے ہیں

۱- فَقْر : بمعنی مفلسی، ناداری، فقر اور فقرۃ۔ ریڑھ کی ہڈی کے منکے کو کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع فِقَار ہے۔ فِقرۃ بمعنی ریڑھ کی ہڈی۔ اور فَقَرَہٗ ریڑھ کی ہڈی یا کمر توڑنے کے معنی میں بھی آتا ہے کہتے ہیں فَقَرَتْهُ الدَّاهِيَةُ اس پر ایسی مصیبت نازل ہوئی جس نے اس کی کمر کی ہڈی کو توڑ دیا (منجد) گویا فقر کمر توڑنے والی یا انتہائی مفلسی کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (۲۴/۳۲) اگر وُہ مفلس ہوں گے تو خدا انہیں اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا۔

۲- مَسْكَنَة : مِسْكِيْن وُہ شخص ہے جس کے پاس ضروریاتِ زندگی نہ ہونے کے برابر ہوں (ف ل ۶۵)

بعض کے نزدیک مسکین وُہ ہے جو بمشکل گزر بسر تو کر رہا ہو لیکن اس کی ملکیت کچھ نہ ہو۔ یعنی رہائش بھی نہ ہو۔ اہلِ لغت کا اس بات میں اختلاف ہی رہا ہے کہ آیا معاشی طور پر فقیر سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے یا مسکین۔ تاہم قرآن کے اندازِ بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فقیر ہی زیادہ محتاج اور تنگدست ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ (۹/۶۰) — صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں، محتاجوں کا حق ہے۔

آیتِ بالا میں فقیر کا لفظ مسکین سے پہلے استعمال ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ اور آیت ذیل

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ (۱۸/۷۹) — اور جو کشتی تھی وُہ غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے تھے۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ مسکین مالک ہو سکتا ہے۔

۳۔ عَيْلَةً: عَوْل ہر وُہ چیز ہے جو انسان کو گرانبار کر دے اور اس کے بوجھ تلے دب جائے۔ اور عیال سے مراد وُہ افراد ہیں جن کے اخراجات زندگی کے لیے انسان ذمہ دار ہونے کی وجہ سے بوجھ تلے دبا ہوا ہو (مف) گویا عیلۃ وُہ مفلسی اور محتاجی ہے جو عیال کی وجہ سے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (۹/۲۸) — اور اگر تم کو مفلسی کا خوف ہو تو خدا چاہے گا تو اپنے فضل سے تم کو غنی کر دے گا۔

۴۔ إِمْلَاق: دراصل مفلسی اور محتاجی کو نہیں کہتے، بلکہ اس اندیشے کو کہتے ہیں کہ جو مال و دولت موجود ہے وُہ کہیں خرچ ہو کر ختم نہ ہو جائے۔ کہا جاتا ہے "أَمْلَقَ الدَّهْرُ مَالَهُ" زمانہ نے اس کے مال کو ہاتھ سے نکال دیا (منجد) اور أَمْلَقَ بمعنی موجود مال و دولت کا ہاتھ سے نکل جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ (۱۷/۳۱) — اور اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔

یہی مفہوم ایک دوسری آیت میں خشیۃ انفاق سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

۵۔ قتر: بمعنی احتیاج، مفلسی اور ناداری بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ (۲/۲۳۶) — اور (مطلقہ) عورتوں کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو۔ (یعنی) مال دار اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔

لیکن اہلِ لغت اس کے معنی "اپنے عیال پر نفقہ کو تنگ کر دینا" (م ل م ق) بتلاتے ہیں۔ یعنی مُقتِر وُہ شخص ہے جو فی الواقع تنگ دست نہیں ہوتا لیکن اپنی حیثیت کے مطابق اپنے عیال پر خرچ کرنے

میں بخل سے کام لیتا ہے۔ اور ان معنوں میں بھی یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے:

وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ (۲۵/۶۷) — اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔ بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔

۶۔ بَأْسَآء: بَئِسَ يَبْئَسُ بمعنی سخت حاجتمند ہونا اور بَأْس بمعنی عذاب، جنگ اور بھوک (منجد) اور بَأْسَاء عموماً مالی مشکلات کے دور اور فقر و فاقہ کے لیے آتا ہے (اور اس کی ضد سرّاء بمعنی خوشحالی اور مسرت کا دور۔ یعنی مسرۃ فی الیسر (م ق) اور باساء بمعنی ایسی تکلیف جس میں خوف بھی شامل ہو۔ (فق ل ۱۶۳) ارشاد باری ہے:

وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ (۲۲/۲۸) — اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔

اسی طرح مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ (۲/۲۱۴) میں بَأْسَاء سے مراد معاشی بدحالی اور ضرّاء سے مراد دوسرے شدائد ہیں۔

۷۔ مَتْرَبَة: تُرَاب بمعنی خشک مٹی اور تَرِبَ (يَتْرَبُ تَرَبًا مَتْرَبًا) الرجل بمعنی آدمی اتنا غریب ہوا کہ خاک میں مل گیا (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۲-۱ لغت اضداد (تحت، ترب)

قرآن میں ہے:

أَوْ إِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ أَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۹۰/۱۴-۱۶) — یا بھوک کے دنوں میں کھانا کھلانا، یتیم رشتہ دار کو، یا خاک میں ملے ہوئے مسکین کو۔

ماحصل: (۱) فقر: انتہائی تنگدستی۔
(۲) مَسْكَنَت: بمشکل گزر بسر کرنا۔
(۳) عيلة: عیال کے خرچ تلے دب جانا۔
(۴) إِمْلَاق: تنگدست ہونے کی فکر رہنا۔
(۵) قَتَر: اپنے عیال پر خرچ کرنے میں بخل کرنا۔
(۶) بَأْسَاء: فقر و فاقہ کا دور۔
(۷) مَتْرَبَة: غربت کی وجہ سے خاک میں رُل جانا۔

۲۲۔ تنگی

کے لیے عُسْر[۱]، حَرَج[۲]، ضَنْكًا[۳]، ضَيْق[۴] اور حَاجَة[۵] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عُسْر: بمعنی تنگی یا تنگی کا وقت، صعوبت اور شدت (م ل) خواہ یہ تنگی معاشی ہو یا کسی اور قسم کی۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے اور اس کی ضد يُسْر ہے بمعنی آسانی اور فارغ البالی۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۹۴/۶) — بیشک تنگی کے ساتھ آسانی بھی ہے۔

۲۔ حَرَج، دل کی گھٹن۔ ناجائز پابندیوں سے دل کا تنگ ہونا (ف ل ۵۴)

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (۲۲/۷۸) — اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔

۳۔ ضَنْك: بمعنی بود و باش اور رہن سہن کی تنگی۔ (ف ل ۵۴) دل کی بے اطمینانی و بے قراری۔ تفکرات کا ہجوم رہنا۔ ضَنَاکَة بمعنی تنگ زندگی (منجد)۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا (۲۰/۱۲۴) — اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔

۴۔ ضِيق: جگہ کی تنگی کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۵۴) اور اس کی ضد سَعَةٌ بمعنی فراخی ہے۔ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

إِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا (۲۵/۱۳) — اور جب یہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے۔

کبھی اس کی ضد رَحُبَ بھی آتی ہے جیسے:

حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (۹/۱۱۸) — یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی۔

پھر کبھی ضِيق کا لفظ حَرَج یعنی دل کی تنگی کے معنوں استعمال ہوتا ہے۔ گویا یہ ضِيق کا معنوی استعمال ہے۔ جیسے:

وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ (۱۶/۱۲۷) — اور جو یہ بداندیشی کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو۔

۵۔ حاجة، الحوج بمعنی احتیاج اور فقر و فاقہ۔ اور حَاجَ بمعنی محتاج ہونا۔ اور حاجت بمعنی ضرورت۔ وہ تنگی جو کسی خواہش یا ضرورت کے پورا نہ ہونے کی وجہ دل میں محسوس ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا (۵۹/۹) — اور جو کچھ انہیں ملا ہے۔ اس سے اپنے سینوں میں تنگی محسوس نہیں کرتے۔

ماحصل: (۱) عُسر: تنگی کے وقت کے لیے۔
(۲) حرج: دل کی تنگی اور گھٹن کے لیے۔
(۳) ضنك: زندگی کی تنگی اور پریشانیوں کے لیے یا تفکرات سے زبوں حالی کے لیے۔
(۴) ضِيق: جگہ کی تنگی کے لیے۔
(۵) حاجة: وہ گھٹن جو کسی خواہش یا ضرورت کے پورا نہ ہونے پر پیدا ہوتی ہے۔

۲۳۔ تنگ کرنا۔ ہونا

کے لیے ضَاقَ، قَدَرَ، قَبَضَ، حَصِرَ اور حَفًا (حفو) کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَاقَ: جگہ کی تنگی پر دلالت کرتا ہے۔ تفصیل اوپر گزر چکی۔

۲۔ قَدَرَ: قَدَرَ کے معنی بنیادی طور پر کسی چیز کا اندازہ کرنا اس کی دیکھ بھال اور اس کی تدبیر کرنا ہے (منجد) لیکن جب یہ لفظ رزق کے ساتھ منسوب ہو گا تو اس سے مراد رزق کی تنگی ہوتا ہے اور اس کی ضد بسط آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ (۲۹/۶۲)	خدا ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۳۔ قبض: کے معنی کسی چیز کو پورے پنجے سے پکڑنا (مف) مٹھی میں بند کرنا اور سکڑنا۔ اور قَبْضَۃٌ بمعنی مٹھی اور اس میں بند شدہ چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی ضد بھی بسط آتی ہے۔ اور قبض کا استعمال اس وقت ہوتا ہے۔ کسی ایسی چیز میں تنگی یا کمی کر دی جائے جو پہلے زیادہ ہو۔ خواہ رزق کا معاملہ یا اور کچھ۔ ارشادِ باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْۜصُۜطُ (۲/۲۴۵)	کوئی ہے کہ خدا کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے گا اور خدا ہی روزی کو تنگ کرتا اور کشادہ کرتا ہے۔

۴۔ حَصِرَ: حَصِرَ بمعنی تنگی ہونا۔ گھر جانا اور حصر الرجل بمعنی دل پر کسی کا دباؤ محسوس کرنا (منجد) دل گھٹ جانا۔ تنگ ہو جانا۔ قرآن میں ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ (۴/۹۰)	مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملیں کہ ان میں اور تم میں معاہدہ ہے۔ یا تمہارے پاس آئیں تو ان کے دل تنگ ہوتے ہیں کہ وہ تم سے لڑائی کریں یا اپنی قوم سے لڑائی کریں۔

۵۔ حفا: حفا کا لغوی معنی کسی چیز میں طلب میں مبالغہ اور اصرار ہے۔ (مف م ق) اور حَفِیٌّ کے معنی کسی چیز کے متعلق پورا پورا علم رکھنے والا۔ عزت و اکرام و اظہار خوشی میں مبالغہ کرنیوالا۔ کسی شخص کے حالات بہت پوچھنے والا اور سوال کرنے میں اصرار کرنے والا (منجد) تو اسی مبالغہ اور اصرار سے بعض دفعہ تنگ کرنے کا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ یَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا (۴۷/۳۷)	اور وہ تم سے مال طلب کرے اور تمہیں تنگ کرے تو تم بخل کرنے لگو۔

ماحصل: (۱) ضاق: جگہ کی تنگی کے لیے۔

(۲) قدر: اگر رزق سے منسوب ہو تو رزق کی تنگی کے لیے۔

(۳) قبض: اگر رزق سے منسوب ہو تو پہلی حالت کے مقابلہ میں تنگی کے لیے۔

(۴) حَصِرَ: (صدر) دل کی گھٹن اور گھبراہٹ کے لیے اور

(۵) حفا: کسی سوال میں مبالغہ اور اصرار سے تنگ کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔

۲۴ـــــــ توڑنا

کے لیے نَکَثَ، نَقَضَ، اَنْقَضَ، فَقَرَ اور جَذَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَکَثَ: بمعنی بٹی ہوئی یا بُنی ہوئی چیز کو اُدھیڑنا۔ اور نِکث دوبارہ کاتنے کے لیے اُدھیڑے ہوئے کمبل یا خیمے کو۔ اور نکّاث بُنی ہوئی یا بٹی ہوئی چیز کو اُدھیڑنے والے کو کہتے ہیں۔ (منجد) اور اس کا استعمال عموماً عہد و پیمان، قسم اور بیع کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی عہد توڑ دینا، وعدہ کا خلاف کرنا (م۔ ا) ارشادِ باری ہے:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ ‎(۹/۱۳)‏ — بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا۔

۲۔ نَقَضَ: بمعنی کسی چیز کا شیرازہ بکھیرنا (اور اس کی ضد اَبْرَمَ ہے۔ یعنی کسی معاملہ کو مضبوط و مستحکم بنانا) (مف) اور یہ لفظ نکث سے زیادہ عام ہے۔ جیسے نقضت البناء بمعنی عمارت کو ڈھانا۔ ـــ اَلْعَظْمُ ہڈی توڑنا ـــ العقدۃ گرہ کھولنا۔ اسی طرح نَقَضْتُ الْحَبْلَ رسی کے بل اتارنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ پھر نقض، نکث سے ابلغ بھی ہے۔ اور اس عہد یا قسم کو توڑنے کے لیے آتا ہے۔ جو پختہ کیا جا چکا ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ — اور جب خدا سے عہد واثق کرو تو اس کو پورا کرو
وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا — اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو۔ ‎(۱۶/۹۱)‏

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ‎(۲/۲۷)‏ — جو خدا کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔

۳۔ اَنْقَضَ کے معنی کسی چیز کا اس طرح توڑنا کہ کڑ کڑانے کی آواز سنائی دے (مف) پھر اس کا اطلاق مختلف مواقع پر بھی ہونے لگا۔ مثلاً اَنْقَضَتِ الدَّجَاجَةُ بمعنی مرغی کا انڈا دیتے وقت کڑ کڑ کرنا۔ الادیم چمڑے کا چڑ چڑانا۔ اور اَنْقَضَ اَصَابِعَهٗ بمعنی انگلیاں چٹخانا (منجد) اور اَنْقَضَ الْحِمْلُ الظَّهْرَ، بمعنی پیٹھ پر اتنا زیادہ بوجھ لادنا۔ کہ کڑ کڑانے لگے اور دوہری ہو جائے۔

چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ‎(۹۴/۳)‏ — اور ہم نے تم پر سے بوجھ اتار دیا جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی۔

۴۔ فَقَرَ: یہ لفظ اَنْقَضَ سے اخص ہے۔ جو صرف کمر توڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ جبکہ اَنْقَضَ عام ہے۔ اَلْفَقْرَةُ اور اَلْفِقْرَةُ ریڑھ کی ہڈی کے منکے کو کہتے ہیں جس میں سوراخ ہوتا ہے اور

اور اس کی جمع فِقَار اور فِقْرَات آتی ہے۔ اور فَقَرَ الْخَرَزَ بمعنی موتی کے پرونے کے لیے اس میں سوراخ کرنا۔ اور فَاقِرَۃٌ ایسی مصیبت کو کہتے ہیں جو ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَۃٌ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِھَا فَاقِرَۃٌ (۷۵/۲۵) — اور کتنے منہ اس دن اداس ہیں، خیال کرتے ہیں کہ ان پر وہ آئے جس سے ٹوٹے کمر۔ (عثمانیؒ)

۵۔ جَذَّ: کسی سخت چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا (تفصیل کاٹنا میں دیکھیے)

ماحصل: (۱) نَکَثَ: بیع، قسم اور عہد توڑنے یا بنی ہوئی چیز کو ادھیڑنے کے لیے۔

(۲) نَقَضَ: کسی بھی چیز کو ادھیڑنے، شیرازہ بکھیرنے اور پختہ عہد اور قسم کو توڑنے یا حیلہ بہانہ سے خراب کرنے کیلیے

(۳) اَنْقَضَ: کسی چیز کو اس طرح توڑنا کہ کڑکڑانے کی آواز پیدا ہو۔

(۴) فَقَرَ: کمر کی ہڈی توڑنے سے مخصوص ہے۔

(۵) جَذَّ: کسی سخت چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

تہمت لگانا ——— دیکھیے "پھینکنا"

۲۵ ——— توفیق دینا

کے لیے وَفَّقَ اور اَوْزَعَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں:

۱۔ وَفَّقَ: وَفِقَ بمعنی دو چیزوں کے درمیان مطابقت اور ہم آہنگی (مف) اور وَفَّقَ بمعنی موافق بنانا۔ اور وَفَّقَ اللہ بمعنی اللہ تعالیٰ کا حالات کو کسی کام کے موافق بنا دینا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللہُ بَیْنَھُمَا (۴/۳۵) — اگر وہ دونوں صلح کرا دینا چاہیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔

۲۔ اَوْزَعَ: وَزَعَ بمعنی روکنا۔ وَزَعَ الْجَیْشَ بمعنی فوج کو ترتیب وار صفوں میں رکھنا اور وَزَّعَ اور اَوْزَعَ بمعنی تقسیم کرنا۔ پراگندہ کرنا (لغت اضداد) اور اَوْزَعَ الشَّیْءَ بمعنی الہام کرنا اور استوزع اللہ شکرہ خدا تعالیٰ سے شکر کی توفیق چاہنا (منجد) اور اوزع اللہ فلانا بمعنی اللہ تعالیٰ نے فلاں کو شکر گزاری کا الہام کیا (مف) ارشادِ باری ہے:

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ۔ (۲۷/۱۹) (۴۶/۱۵) — تو کہنے لگا کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، اُن کا شکر ادا کروں۔

ماحصل:

(۱) وَفَّقَ اللہُ: اللہ کا حالات کو کسی کام کے لیے سازگار بنانا۔

(۲) اَوْزَعَ اللہُ: اللہ تعالیٰ کا کسی کے دل کو کسی کام کے لیے سازگار بنانا۔

۲۶ ــــــــــ تہ برتہ

کے لیے طِبَاق (طبق) مَرْکُوم۔ رُکَام (رکم) مُتَرَاکِبًا (رکب)، نَضِیْد اور منضود (نضد) اور کِسَفٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طبق: ایک چیز کے اوپر اس کے برابر دوسری چیز رکھنا (مف) کہ فٹ بیٹھ جائے۔ مطابقت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ (۶۷/۳) — اس نے سات آسمان اُوپر تلے بنائے (جالندھری)
جس نے بنانے سات آسمان تہہ برتہہ (عثمانیؒ)

۲۔ رَکَمَ: بمعنی ڈھیر لگانا (منجد) بغیر کسی نظم وترتیب کے کسی چیز کو اُوپر نیچے یا آگے پیچھے ساتھ ملا کر اکٹھا کر دینا۔ اور رُکام اور مرکوم بمعنی تہ برتہ بادل یا ریت (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَہٗ ثُمَّ یَجْعَلُہٗ رُکَامًا۔ (۲۴/۴۳) — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا ہی بادلوں کو چلاتا ہے۔ پھر اُن کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ پھر اُن کو تہ برتہ کر دیتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَہٗ جَمِیْعًا (۸/۳۷) — اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنا دے۔

۳۔ تراکب: رَکِبَ بمعنی سوار ہونا۔ اور رکیب دو سواروں میں سے پچھلا سوار یا جڑی ہوئی چیز جیسے انگوٹھی میں نگ ہوتا ہے (منجد) اور تراکب بمعنی اس طرح تہ برتہ ہونا کہ ان میں کوئی خاص نظم اور ترتیب پائی جاتی ہو۔ اور متراکب بمعنی گتھے ہوئے یا گندھے ہوئے۔

ارشادِ باری ہے:

فَاَخْرَجْنَا مِنْہُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْہُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا (۶/۹۹) — پھر ہم اس میں سے سرسبز کونپلیں نکالتے ہیں اور ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے ہوتے دانے نکالتے ہیں۔ (جالندھریؒ)

۴۔ نضید: نَضَدَ بمعنی سامان کا ایک دوسرے پر چُننا۔ اور نضد گھر کے چُنے ہوئے سامان کو کہتے ہیں (منجد) اور تَنَضَّدَتِ الْاَسْنَان بمعنی دانتوں کا باترتیب ہونا (منجد) گویا نضد اس طرح اکٹھا کرنے کو کہا جاتا ہے۔ جس میں کوئی سلیقہ اور ترتیب پائی جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّہَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ (۵۰/۱۰) — اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گابھا تہ بتہ ہوتا ہے۔

۵۔ کِسَف: کِسْفَۃٌ کے معنی کسی متخلخل جسم مثلاً بادل یا روئی وغیرہ کا ٹکڑا ہے جس کی جمع کِسَفٌ آتی ہے۔ اور کِسْفًا ایسے متخلخل ٹکڑوں کو، خواہ وہ چھوٹے بڑے ہوں، ایک دوسرے کے اُوپر تہ

لگا دینے کو کہتے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ کِسَفًا (۳۰/۴۸)	خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اُبھارتی ہیں۔ پھر خدا اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا اور تہ بتہ کر دیتا ہے۔

ماحصل: (۱) طباق: ایک چیز کے اوپر اس کے برابر دوسری چیز رکھنا۔
(۲) رکم: بغیر کسی نظم و ترتیب کے کسی چیز کا اُوپر نیچے یا آگے پیچھے ڈھیر لگا دینا۔
(۳) تراکب: اس طرح نظم و ضبط سے اوپر نیچے یا آگے پیچھے رکھنا کہ وہ جڑی ہُوئی ہوں۔
(۴) نضد: قرینے سے اشیاء کو اوپر نیچے رکھنا اور سجانا۔
(۵) کِسَف: متخلخل اجسام مثلاً روئی بادل وغیرہ کو اُوپر نیچے رکھنا۔

۲۷ — تھکنا

کے لیے سَئِمَ، نَصِبَ، عَیَّ، لَغَبَ، حَسَرَ اور اَدَّ (اود) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَئِمَ: کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر یا دل برداشتہ ہونا۔ (مف) اُکتا جانا۔ کسی چیز سے دل کا اُچاٹ ہو جانا۔ کسی کام کو کرتے کرتے دل بھر جانا۔ یہ تھکنے کی ابتدائی حالت ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا یَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ (۴۱/۴۹) انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا تھکتا نہیں۔

۲۔ نَصَبَ: کے لغوی معنی گاڑنا ہے۔ اور عَلِمَ یَعْلَمُ باب سے ہو تو اُلٹ معنی پیدا ہو جاتے ہیں یعنی انسان تھکاوٹ کی وجہ سے اپنا جسم مستوی اور قائم نہ رکھ سکے۔ (م-ل) لہٰذا نصب بمعنی سخت محنت کرنا، نیز بمعنی محنت کی وجہ سے تھکاوٹ۔ شدۃ التعب (ف ل ۴۸) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔ (۱۸/۶۲)	جب آگے چلے تو (موسیٰؑ نے) اپنے شاگرد سے کہا کہ ہمارے لیے کھانا لاؤ۔ اس سفر سے ہمیں بہت تھکان ہو گئی ہے۔

۳۔ لَغَبَ: کام یا محنت کی زیادتی کی وجہ سے تھک جانا اور کمزور ہو جانا۔ (م ل) درماندہ ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (۵۰/۳۸)	اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) ان میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا۔ اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوا۔

۴۔ عَیَّ: تھکاوٹ کی وجہ سے مزید کام نہ کر سکنا اور عاجز و درماندہ ہونا۔ اَلْعَیُّ اور اَلْعَیَّانُ تھکے ہوئے

اور دَاءٌ عَیَاءٌ لاعلاج مرض کو کہتے ہیں (منجد) ارشاد باری ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِھِنَّ (۴۶/۳۳)	کیا انہوں نے نہیں دیکھا، خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اُن کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں

۵۔ حَسَرَ: اَلْعَیَّ سے اگلا درجہ ہے (ف ل ۱۰) یعنی تھکاوٹ کی وجہ سے سخت لاچار ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ (۶۷/۴)	پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر تو (ہر دفعہ) نظر تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

۶۔ اَدَ (یَئُوْدُ) کے اصل معنی بوجھ اور گرانباری کی وجہ سے اپنی گزرگاہ سے ٹیڑھا ہو جانا ہے (مف) اور عرف عام میں اس کا معنی بوجھ اور گرانباری کی وجہ سے تھک جانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا (۲/۲۵۵)	اس کی کرسی زمین و آسمان پر حاوی ہے اور اسے ان دونوں کی حفاظت گرانبار نہیں کرتی۔

ماحصل: (۱) سَئِمَ: کسی کام سے طبیعت اکتا جانا۔

(۲) نَصَبَ: تھکاوٹ کی وجہ سے جسم مستوی رکھ سکنا۔

(۳) لَغَبَ: تھکاوٹ کی وجہ سے کمزور ہو جانا۔

(۴) عَیَّ: تھکاوٹ کی وجہ سے مزید کام کرنے سے عاجز ہونا۔

(۵) حَسَرَ: تھکاوٹ اور عاجزی میں عیّ سے اگلا درجہ

(۶) اَدَ: بوجھ اور گرانباری کی وجہ سے تھکنا۔

۲۸ — تھمنا (رُکنا)

کے لیے سَکَنَ، سَکَتَ اور رَھْوًا کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ سَکَنَ: حرکت کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کی ضد علی الترتیب حرکت اور اضطراب ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ (۴۲/۳۳)	اگر خدا چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔

۲۔ سَکَتَ: بمعنی خاموش ہونا (منجد) باتیں کرتے کرتے چُپ ہو جانا (مف) ٹھہر جانا، تھم جانا اور سَکِیْت اور سَاکُوْت اس شخص کو کہتے ہیں جو زیادہ چپ رہنے والا ہو۔ اور سَکَتَ الْغَضَبُ بمعنی غصّہ کا فرو ہونا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَمَّا سَکَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ (۷/۱۵۴)	اور جب تھم گیا موسیٰؑ کا غصہ (عثمانیؒ)

۳۔ رَھْوًا: رَھَا یَرْھُوْا: بمعنی نرم رفتار سے چلنا۔ اور رَھَا الْبَحْرُ بمعنی سمندر کا سکون پذیر ہونا۔

(منجد) یعنی پانی میں موجوں اور لہروں کا تھم جانا۔ اور بمعنی ہموار قطعہ زمین جمع شدہ پانی (مف) قرآن میں ہے:

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (۴۴/۲۴) اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا۔

ماحصل: (۱) سَکَنَ : کا استعمال عام ہے۔ ہر چیز کی حرکت کے بعد تھمنے کو سکون کہتے ہیں۔

(۲) سَکَتَ : بولتے بولتے تھم جانے کے لیے اور

(۳) رَهْوًا : پانی پر لہروں اور موجوں کے تھمنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۵ ـــــ تھوڑا

کے لیے قلیل، فتیل، نقیر، قطمیر اور فواق کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ قَلِیل: اس کی ضد کثیر ہے۔ یعنی زیادہ کے مقابلے میں کم، اس کا استعمال عام ہے۔ مقدار، وزن، فاصلہ مدت وغیرہ سب جگہ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِي ثَمَنًا قَلِيلًا (۲/۴۱) اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا (عثمانیؒ)

۲۔ فَتِیل: فتل بمعنی رسی وغیرہ بٹنا۔ اور فتیل بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں۔ اس کی مؤنث فتیلۃ ہے۔ جس کے معنی وُہ بتی جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ نیز فتیلہ اس باریک سے دھاگے کو بھی کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں ہوتا ہے (منجد) اور اس لفظ سے بہت تھوڑی مقدار مراد لی جاتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا (۴/۴۹) اور اُن پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہو گا۔

۳۔ نَقِیر: نقر الطیر بمعنی پرندہ نے چونچ لگائی۔ اور نقر الطیر الحب بمعنی پرندے نے دانہ چنا۔ منقار بمعنی چونچ اور نقیر کھجور کی گٹھلی میں چھوٹے سے گول نشان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی شکل ایسی ہوتی ہے جیسے کسی پرندے نے چونچ لگائی ہو۔ اور نقیر سے مراد بھی بہت ہی قلیل مقدار لی جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا (۴/۵۳) یا اُن کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے (تو) لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں گے۔

۴۔ قِطْمِیر: کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک سا پردہ یا چھلکا (منجد) اور اس لفظ سے انتہائی قلیل مقدار مراد ہے جو نہ ہونے کے برابر ہو۔ محاورہ ہے "مَا اَصَبْتُ عَنْهُ قِطْمِيرًا" یعنی "اس سے مجھے کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ (۳۵/۱۳) اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وُہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی (کسی چیز کے) مالک نہیں

۵۔ فَوَاق: دو دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقت۔ دوہنے والے کے ہاتھ سے تھنوں کو دبانے اور ہاتھ کھولنے کے درمیان کا وقت (منجد) اور اس سے مراد قلیل وقت یا مدت لی جاتی ہے۔ ارشادِ

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (۳۸/۱۵)	اور یہ لوگ تو صرف ایک زور کی آواز کا جس میں شروع ہونے کے بعد) کچھ وقفہ نہیں ہوگا انتظار کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) قلیل: ہر زیادہ چیز کے مقابلہ میں تھوڑی کے لیے۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) فتیل: تھوڑی سی مقدار کے لیے۔

(۳) نقیر: بہت تھوڑی مقدار کے لیے۔

(۴) قطمیر: اتنی تھوڑی مقدار جو نہ ہونے کے برابر ہو۔

(۵) فواق: بہت تھوڑی مدت یا وقفہ کے لیے آتا ہے۔

نوٹ: اسی طرح قرآن میں خردل (رائی کا دانہ) اور ذرّۃ بھی انتہائی قلیل مقدار ظاہر کرنے کیلیے آئے ہیں۔

۳۰۔۔۔۔۔ تیار کرنا

کے لیے ھَيَّاَ، اَعْتَدَ، اَعَدَّ اور جَهَّزَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ هَيَّاَ: (هَاءَ يَهِيْئُ) هَيْئَةً کسی چیز کی حالتِ محسوسہ کو کہتے ہیں (مف) اور هَيَّاَ بمعنی موافقت کرنا۔ درست کرنا۔ تیار کرنا (منجد) یعنی کسی کام کی سرانجام دہی کے لیے اس کے موافق اسباب تیار کرنا اور انہیں درست کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ (۱۸/۱۶)	تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت وسیع کرے گا اور تمہارے کاموں میں آسانی (کے سامان) مہیا کرے گا۔

۲۔ اَعْتَدَ: العتاد اس سامان کو کہتے ہیں جو کسی مقصد کے لیے تیار کیا جائے اور عَتُدَ بمعنی آمادہ ہونا۔ تیار ہونا۔ اور اَعْتَدَ بمعنی تیار کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا۔ (۱۸/۱۰۲)	ہم نے (ایسے) کافروں کے لیے جہنم کی مہمانی تیار کر رکھی ہے۔

۳۔ اَعَدَّ: بمعنی تیار کرنا۔ حاضر کرنا (منجد) یعنی تیار کر کے سامنے لا کھڑا کرنا۔ عَدَّ بمعنی گننا اور شمار کرنا ہے۔ اور اَعَدَّ بمعنی اس کی تیاری سے متعلق ایک ایک چیز کو مکمل کر کے سامنے حاضر کر دینا۔

ارشادِ باری ہے:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (۲/۲۴)	اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اکثر اہلِ لغت اَعْتَدَ کو بھی عدد کے تحت لے آتے ہیں۔ امام راغب کے نزدیک اَعْتَدْنَا دراصل اَعْدَدْنَا تھا۔ پہلی (د) (ت) سے بدل گئی تو اَعْتَدْنَا ہو گیا (مف) گویا اکثر اہلِ لغت کے نزدیک اَعَدَّ اور اَعْتَدَ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

۴۔ جَهَّزَ: جِهَاز: مسافر کا وہ سامان ہے جو تیار کر کے رکھا جاتے۔ اور جَهَّزَ بمعنی تیار شدہ سامان

کو لادنا اور بھیجنا (مف) عموماً اس لفظ کا اطلاق یا تو میّت کے لیے ہوتا ہے۔ تجہیز و تکفین مشہور لفظ ہے۔ یا پھر مسافر کا سامان تیار کرنے کے لیے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ (۱۲/۷۰) پھر جب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا۔

ماحصل: (۱) هَيَّأَ: کسی چیز کی تیاری میں سامان کا موافقت کرنا۔

(۲) عَتَدَ: تیاری سے متعلقہ سامان تیار کر رکھنا۔

(۳) اَعَدَّ: سب کچھ مکمل کر کے سامنے لا کر حاضر کرنا۔

(۴) جَهَّزَ: مسافر یا میت کا سامان تیار کرنا۔

۳۱ ــــ تیر

کے لیے سَهْمٌ اور زَلَمٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ سَهْمٌ: عام تیر کو بھی کہتے ہیں۔ اور جوئے کے تیر کو بھی جس سے قرعہ نکالتے ہیں (ج سہام) اور سَاهَمَ بمعنی قرعہ اندازی کرنا۔ اور تَسَاهَمَ بمعنی کسی چیز کو آپس میں بانٹ لینا ہے۔ سَهْم بمعنی بانٹا ہوا حصہ۔ نصیب۔ قسمت (م۔ ق) قرآن میں ہے:

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ (۳۷/۱۴۱) اس وقت قرعہ ڈالا تو یونسؑ نے زک اٹھائی۔

۲۔ زلم: بے پر کا تیر۔ فال لینے کا تیر (ج۔ ازلام) (منجد) وہ چھوٹا سا تیر جس میں ریش اور نصل نہ ہو (م۔ ق) پانسہ۔ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ (۵/۹۰) اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں۔

۳۲ ــــ تیز

کے لیے حدید اور حداد اور سلق کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حدید اور حداد: حد بمعنی کسی چیز کا آخری کنارا جو اسے دوسری چیزوں سے علیحدہ کر دے اور حَدَّ السَّيْفَ وَالسِّكِّينَ بمعنی تلوار یا چھری کی دھار تیز کرنا۔ اور حدید بمعنی لوہا بھی اور تیز بھی۔ حدید الفهم بمعنی تیز فہم۔ اور حديد النظر بمعنی تیز نظر والا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (۵۰/۲۲) تو اس (قیامت کے دن) سے غافل ہو رہا تھا۔ اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا۔ سو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

اور حدید اللسان بمعنی تیز زبان اور حدید کی جمع حداد ہے۔ اور

۲۔ سَلَقَ: بمعنی قہر اور غلبہ کے ساتھ دست درازی یا زبان درازی کرنا ہے۔ اور سلق اللسان بمعنی زبان کو تیزی سے چلانا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (۳۳/۱۹) — پھر جب (جنگ کا) خوف دُور ہو جائے تو تیز تیز زبانوں سے تمہارے بارے میں زبان درازی کریں۔ اور بہت حریص ہیں مال پر۔

۳۳۔۔۔۔۔۔تیل

کے لیے زَیت، دُھن اور دِھان کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ زَیت: زیتون کے درخت کے تیل کو زیت اور پھل کو زیتونة کہتے ہیں (م۔ق) اور زَاتَ الطَّعَام بمعنی کھانے میں زیتون کا تیل ڈالا یا اس کو زیتون کے تیل سے مرغن کیا۔ اور یہ تیل جلانے کے لحاظ سے بہت عمدہ تیل ہے۔ ارشادِ باری ہے،

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (۲۴/۳۵) — اس کا تیل خواہ اسے آگ نہ بھی چھوئے جلنے کو تیار ہے۔

۲۔ دُھن: بمعنی تیل، روغن، چکنائی یہ لفظ عام ہے۔ خواہ یہ روغن یا تیل کسی قسم کا ہو، نباتاتی ہو، یا حیواناتی۔ اور دَھَنَ اور اَدْھَنَ بمعنی دھوکا دینا۔ منافقت کرنا اور تَدَھَّنَ بمعنی تیل سے چکنا کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ (۲۳/۲۰) — اور وہ درخت (بھی ہم ہی نے پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے اور روغن لیے ہوئے اگتا ہے۔

۳۔ دِھَان: بمعنی تیل کی تلچھٹ۔ پھسلنے کی جگہ۔ وارنش۔ پلینٹ (منجد) ارشادِ باری ہے،

فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (۵۵/۳۷) — پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا۔

ماحصل: زَیت صرف زیتون کے تیل کو کہتے ہیں اور دُھن زیت سمیت ہر قسم کے تیل کو۔ اور تیل خواہ کسی قسم کا ہو اس کا تلچھٹ دِھان ہے۔

۳۴۔۔۔۔۔۔تیوری چڑھانا

کے لیے عَبَسَ، کَلَحَ اور بَسَرَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ عَبَسَ: بمعنی چیں بہ جبیں ہونا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی میں سلوٹ پڑ جانا۔ یہ پہلا درجہ ہے (ف ل ۱۳۹) قرآن میں ہے:

عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى (۸۰/۱) — (محمد مصطفی) ترش رُو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ

اُن کے پاس ایک نابینا آیا۔

۲۔ کَلَحَ : یہ عبس کا اگلا درجہ ہے۔ چہرہ پر سلوٹیں پڑ جانا کہ شکل بگڑ جائے (ف۔ل ۱۳۹) اور بعض کے نزدیک ہونٹوں کو اس طرح اوپر نیچے کرنا کہ دانت نظر آنے لگیں اور چہرہ بدنما نظر آئے۔

(م۔ق) قرآن میں ہے:

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (۲۳/۱۰۴) آگ اُن کے مونہوں کو جُھلس دے گی اور وُہ اس میں تیوری چڑھائے ہوں گے۔ (جالندھریؒ)

جُھلس دیگی انکے منہ کو آگ اور وُہ اسمیں بدشکل ہو رہے ہونگے (عثمانیؒ)

۳۔ بَسَرَ : عَبَسَ کا آخری درجہ۔ جب تیوری چڑھانے کا عمل انتہا کو پہنچ جائے تو بَسَرَ کہلائیگا۔ ترش رُو ہونا (ف۔ل ۱۳۹) قرآن میں ہے:

ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (۷۴/۲۲) پھر تامل کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔ (جالندھریؒ)

۱۔ ٹکڑا

کے لیے جُزء، قِطَع، بُقعَة، کِسفا، زُبَر، أنکَاث، عِضِین (عضو)، جُذَاذ (جذّ)، فِرق، بعض کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جُزء: بمعنی ٹکڑا یا کسی چیز کا علیحدہ شدہ حصّہ۔ اس کی ضد کُلّ ہے (ج اجزاء) ہے۔ یعنی کسی چیز کے وہ حصّے جن کے ملانے سے وہ چیز مکمل ہوتی ہے۔ اور جزءَ الشیءَ بمعنی کسی چیز کو مختلف اجزاء میں تقسیم کرنا۔ ایک حصّہ لینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (۲/۲۶۰) پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو۔

۲۔ قِطَعٌ: قِطعَةٌ کی جمع ہے یعنی کسی چیز کا جُدا کردہ حصّہ یا ٹکڑا۔ قِطعَہ۔ اشعار کے اس مجموعہ کو بھی کہتے ہیں جن میں ۴ سے زیادہ اور ۱۰ سے کم شعر ہوں اور زمین کے علیحدہ کیے ٹکڑے کے لیے بھی آتا ہے۔ پلاٹ وغیرہ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَفِی الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ۔ (۱۳/۴) اور زمین کئی طرح کے قطعات ہیں۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔

اور قِطعٌ کا لفظ اگر رات سے منسوب ہو۔ تو اس سے مراد رات کا کوئی ایک حصّہ ہوتا ہے (منجد) لیکن بعض مترجمین اس سے رات کا آخری حصّہ مراد لیتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ (۱۱/۸۱) تو کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو۔

۳۔ بُقعَة: صاحب مقیاس اللغۃ کے نزدیک (بحوالہ خلیل) بقعۃ زمین کا وہ قطعہ ہے جو آس پاس کے قطعات سے نمایاں ہو (م۔ل) قرآن میں ہے:

فَلَمَّآ أَتٰهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَکَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ (۲۸/۳۰) جب اُس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت سے آواز آئی۔

۴۔ کِسَف: کِسْفَۃ کی جمع ہے۔ بمعنی متخلخل اجسام جیسے بادل یا رُوئی کا ٹکڑا (مف) جو آسانی سے علیحدہ ہوسکتے اور جُڑ سکتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۶/۱۸۷) — اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا لاؤ۔

۵۔ زُبر: زُبْرَۃ کی جمع ہے۔ بمعنی لوہے کا بڑا ٹکڑا (منجد) لوہے کی چادریں، تختے۔ پھر ہر پھیلائی ہوئی چیز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس کی موٹائی تو کم ہو لیکن پھیلی ہوئی زیادہ ہو۔ مثلاً کاغذ کے تختے۔ کتب کے اوراق، صحیفے وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ (۱۸/۹۶) — تو تم لوہے کے (بڑے بڑے) تختے میرے پاس لاؤ۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (۲۶/۱۹۶) — اور اس کی خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں (لکھی ہوئی) ہے۔

زُبُر کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا۔ (۲۳/۵۳) — پھر انہوں نے آپس میں اپنے کام کو متفرق کرکے جُدا جُدا کر دیا (جالندھری)

پھر پھوٹ ڈال کر کر لیا اپنا کام ٹکڑے ٹکڑے۔ (عثمانیؒ)

۶۔ انکاث، نُکْث کی جمع ہے۔ بمعنی دوبارہ کاتنے کے لیے اُدھیڑا ہوا کمبل یا خیمہ۔ اور نکّاث کسی بنی ہوئی یا لپٹی ہوئی چیز کو اُدھیڑنے والے کو کہتے ہیں (منجد) پھر اُدھیڑنے میں ایسی چیزیں چونکہ خراب اور ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو جاتی ہیں لہٰذا انکاث ایسے ہی ٹکڑوں کے معنی میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا (۱۶/۹۲) — اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے سوت کاتا پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

۷۔ عِضِیْن: اَلْعُضْو اور اَلْعِضْو بمعنی بدن کا حصہ اور اس کی جمع اَعْضَاء آتی ہے۔ اور عَضَا یَعْضُو بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اور اَلْعِضَۃ کے معنی ٹکڑا، فرقہ۔ اس کی جمع عِضِیْن اور عِضُوْن آتی ہے (منجد) اور صاحب مقاییس اللغۃ کے نزدیک عَضَّنَ کے معنی کسی چیز کے ٹکڑے کرنا۔ اور اسی سے عُضْو اور عِضْو ہے۔ (م۔ل) گوشت کے ٹکڑے۔ بوٹیاں۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ۔ (۱۵/۹۱) — یعنی قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (جالندھری)

جنھوں نے کیا ہے قرآن کو بوٹیاں (عثمانیؒ)

۸۔ جُذاذ: جَذَّ بمعنی کاٹنا۔ توڑنا۔ اور جِذٌّ کٹی ہوئی چیز کے چھوٹے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع جُذاذ اور جذاذات آتی ہے۔ بمعنی کٹی ہوئی شے کے باریک ٹکڑے یا ریزے۔ جذاذات من الفضۃ بمعنی چاندی کے ریزے اور جذاذ سونے کے ڈلے کو بھی کہتے ہیں۔ (منجد) گویا جذاذ قیمتی دھاتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں یا ریزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ — پھر ان (بتوں) کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ مگر ایک بڑے

لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ (۲۱/۵۸) (بت)کو (نہ توڑا) تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

۹- فِرق: بمعنی کسی چیز کا ٹوٹا ہوا یا کٹا ہوا ٹکڑا (منجد) اس میں بالعموم دو ٹکڑوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ایک کٹ کر علیحدہ شدہ ٹکڑا۔ دوسرے وہ جو کٹنے کے بعد باقی رہ گیا۔اور فَرق سر کے بالوں کے درمیانی رستہ یا مانگ کو بھی کہتے ہیں (منجد) اور فَرَق سامنے کے دو دانتوں کے درمیانی فاصلہ کو (منجد)

ارشادِ باری ہے:

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (۲۶/۶۳) پھر دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ یوں ہو گیا۔گویا بڑا پہاڑ ہے۔

(فِرق اور فِلق میں فرق کیلئے دیکھیے "پھاڑنا")

۱۰- بعض کا استعمال عام ہے۔یہ کسی "کل" کے "جزء" کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا (۲/۷۳) تو ہم نے کہا کہ اس (ذبح شدہ گائے کا) ایک ٹکڑا دوسرے پر مارو۔

اور اگر کُل کئی مستقل چیزوں کا مجموعہ ہو تو فرد کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے بعض اللیالی بمعنی راتوں میں سے کوئی ایک رات یا بعض الناس۔کوئی آدمی۔ قرآن میں ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ۔ (۶۸/۳۰) پھر لگے ایک دوسرے کو ملامت کرنے۔

علاوہ ازیں بعض کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (۴۳/۶۳) نیز اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو تمہیں سمجھا دوں۔

ماحصل: (۱) جزء: کسی چیز کے حصے جن سے وہ مکمل ہوتی ہے۔

(۲) قطعة: زمین، اشعار اور رات کے حصے یا ٹکڑے کے لیے۔

(۳) بقعه: وہ قطعہ زمین جو دوسروں سے ممتاز ہو۔

(۴) کِسَف: متخلخل اجسام مثلاً بادل، روئی یا آسمان کا ٹکڑا۔

(۵) زُبُر: لوہے یا کاغذ وغیرہ کے تختے۔اوراق۔

(۶) انکاث: بُنی ہوئی روئی یا اُون کے ٹکڑے۔

(۷) عضین: گوشت کے ٹکڑے۔بوٹیاں۔

(۸) جذاذ: قیمتی دھاتوں کے ریزے اور ٹکڑے۔

(۹) فِرق: بالعموم دو حصوں میں سے کوئی ایک۔

(۱۰) بعض: کل کے مقابلہ میں جزء کے لیے اور مجموعہ کے مقابلہ میں فرد یا کچھ افراد کے لیے آتا ہے۔

نیز دیکھیے "حصہ"

---

۲ —— ٹوٹنا

کے لیے تَبَّ، اِنْفَصَمَ، اِنْقَضَّ، تَقَطَّعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَبَّ: کے لغوی معنی مسلسل نقصان وخسارہ کی وجہ سے ہلاکت کو پہنچنا ہیں (مف) اور قرآن میں تباب کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور تَبَّ دعائیہ کلمہ بھی ہے۔ کہتے ہیں تَبًّا لَكَ بمعنی خدا تجھے غارت کرے یا ہلاک کرے۔ اسی طرح تَبَّتْ يَدَاهُ بمعنی اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱۱۱/۱) — ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ تباہ ہو۔

۲۔ اِنْفَصَمَ: کسی چیز کا اس طرح ٹوٹنا کہ دونوں حصے الگ نہ ہوں بلکہ جڑے رہیں (منجد) لکیر آجانا۔ بال آنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲/۲۵۶) — تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور یقین لاوے اللہ پر اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط۔ جو ٹوٹنے والا نہیں۔ (عثمانیؒ)

۳۔ اِنْقَضَّ: نَقَضَ بمعنی توڑنا اور اِنْقَضَّ بمعنی عمارت یا دیوار وغیرہ کا تڑخ جانا۔ اور اَلنَّقْض معنی عمارت وغیرہ کا ٹوٹا ہوا حصہ (منجد) دیوار وغیرہ کا تڑخ کر اس میں دراڑ پڑنا اور شکستہ ہو کر ایک طرف کو جھک جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ (۱۸/۷۷) — پھر انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو (جھک کر) گرا چاہتی تھی۔ تو اس (خضر) نے اسکو سیدھا بنا دیا۔

۴۔ تَقَطَّعَ: کسی چیز کا ٹوٹ کر یا کٹ کر علیحدہ ہو جانا۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ۔ (۲/۱۶۶) — وہ عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

ماحصل: (۱) تَبَّ: دعائیہ کلمہ۔ برے مفہوم میں بمعنی کسی کی تباہی و بربادی کے لیے بددعا۔ (۲) اِنْفِصَام: اس طرح ٹوٹنا کہ دونوں حصے الگ نہ ہوں۔ (۳) تقطّع: اس طرح ٹوٹنا کہ اس کے حصے الگ ہو جائیں۔ (۴) انقض: عمارت یا دیوار وغیرہ کا تڑخنا۔

ٹھٹھا کرنا —— دیکھئے "مذاق اڑانا"

۲ —— ٹھنڈا ہونا — کرنا

کے لیے بَرَدَ اور قَرَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَرَدَ: بمعنی ٹھنڈا ہونا۔ اور بَرَد۔ بُرُوْدَت بمعنی ٹھنڈک یا سردی۔ اور بَرَد بمعنی اولے۔ بُرِدَتِ الارض بمعنی زمین پر اولے برسے (منجد) اور بارِد بمعنی کوئی بھی ٹھنڈی چیز۔ ارشادِ باری ہے:

اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ (ہم نے ایوبؑ سے کہا کہ زمین پر) اپنی ایڑی مارو۔
بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (۳۸/۴۲) (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو شیریں۔

۲۔ قَرَّ: قَرَّ الْیَوْمُ بمعنی دن کا ٹھنڈا ہونا۔ یَوْمٌ قَرٌّ بمعنی ٹھنڈا دن۔ لَیْلَةٌ قَرَّةٌ بمعنی ٹھنڈی رات۔ پھر یہ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے قَرَّتْ (قُرَّةً وقُرُوْرًا) عَیْنُهٗ بمعنی کسی کی آنکھ ٹھنڈی ہونا۔ دل کی خوشی اور مراد حاصل ہونا (مف۔ منجد) گویا ایسی ٹھنڈک جو خوشگوار بھی ہو اسکے لیے قَرَّ کا لفظ آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا (۱۹/۲۵) تو (اے مریم) کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

ماحصل: برد ٹھنڈک کے لیے عام ہے۔ اور قَرَّ ایسی ٹھنڈک کو کہتے ہیں جو خوشگوار اور باعثِ راحت سکون ہو۔

۴۔ ٹھہرنا (بمعنی رُکنا)

کے لیے سَکَنَ، رَکَدَ، جَمَدَ، رَهْوًا، قَرَّ اور وَقَفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَکَنَ: حرکت کے بعد ٹھہراؤ کے لیے آتا ہے (مف)

۲۔ رکد: کسی چیز کی احتیاج کے بعد کسی چیز کا اپنے سہارے قائم و ثابت ہو جانا (م۔ ا) رکد المیزان بمعنی ترازو کا برابر ہو کر ٹھہر جانا۔ اور رَکَدَ الشَّمْس بمعنی سورج کا سر پر آ کر ٹھہرتا معلوم ہونا۔

ارشادِ باری ہے:

اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ اگر خدا چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے اور جہاز اس کی سطح پر
رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ (۴۲/۳۳) کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔

۳۔ جَمَدَ: بے جان چیزوں کا بالکل بے حس و حرکت ہونا۔ جمد الماء بمعنی پانی کا جم جانا۔ اور جمد الدم بمعنی خون خشک ہونا۔ اور جَمَد جمے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً اور تم پہاڑوں کو دیکھو کہ (اپنی جگہ پر) جمے کھڑے ہیں
وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (۲۷/۸۸) مگر وہ (اس روز) اس طرح اڑتے پھریں گے، جیسے بادل اڑتے پھرتے ہیں۔

۴۔ رَهْوًا: سمندر یا سطح آب پر لہروں اور موجوں یا تلاطم کا رُک جانا (منجد) دوسری لغت یہ ہے: دو بلندیوں کے درمیان کھلی جگہ یا راستہ (م۔ ا۔ مف)
قرآن کریم میں یہ لفظ ایک ہی بار استعمال ہوا ہے۔ اور دونوں معانی کا ساتھ دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (۴۴/۲۴) اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا۔

۵۔ قَرَّ: کسی جگہ قرار پکڑنا (منجد)، جم کر ٹھہرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (۲۲/۵) — اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک مقررہ میعاد تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔

۶۔ وقف، بے حس و حرکت کھڑا ہونا (م۔ق) کسی کام کے کرتے کرتے تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرنا۔ (موقف سیارات بس سٹینڈ کو کہتے ہیں) یا ایسا ٹھہراؤ جس کے بعد پہلی سی حرکت یا کام متوقع ہو۔ اور یہ لفظ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) لازم: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ (۶/۳۰) — اور کاش تم ان کو (اس وقت) دیکھو جب وہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔

(۲) متعدی (بمعنی ٹھہرانا): وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ (۳۷/۲۴) — اور ان کو ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔

ماحصل: (۱) سکن: حرکت کے بعد ٹھہرنا۔

(۲) رَكَدَ: کسی حرکت کرتی ہوئی چیز کا اپنے سہارے قائم و ثابت ہو کر ٹھہر جانا۔

(۳) جَمَدَ: جم جانا۔ بیجان اشیاء کا مستقل ٹھہراؤ۔

(۴) رَهْوًا: سطح آب کا پرسکون ہونا۔ یا دو برقرار چیزوں کے درمیان کھلی جگہ۔

(۵) قَرَّ: کسی چیز کا کسی جگہ قرار پکڑنا۔ کچھ مدت کے لیے ٹھہرے رہنا۔

(۶) وقف: دورانِ کار ٹھہرنا۔

۵۔ ٹھہرنا — (آباد ہونا)

کے لیے لَبِثَ، مَكَثَ، عَكَفَ کے الفاظ آئے ہیں۔ نیز دیکھیے "آباد ہونا"

۱۔ لَبِثَ، بمعنی کسی جگہ جم کر ٹھہرنا اور مستقل قیام کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (۱۸/۲۵) — پس وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں نو اُوپر تین سو سال رہے (جالندھری)

۲۔ مَكَثَ: کسی چیز کی انتظار میں ٹھہرنا (مف۔م ل) قرآن میں ہے:

فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا (۲۰/۱۰) — موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ آپ ٹھہریں۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (۲۷/۲۲) — ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔

اور تیسرے مقام پر ہے:

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ — اور قرآن کو ہم نے جزو جزو کرکے (نازل کیا ہے)

عَلٰى مُكْثٍ (۱۷/۱۰۶) تاکہ آپ انھیں ٹھیر ٹھیر کر پڑھ کر سنائیں۔ (تاکہ وہ ساتھ ساتھ سمجھتے جائیں)

لیکن بعد میں یہ لفظ اپنی اصل کو چھوڑ کر لَبِثَ کا ہم معنی قرار پا گیا۔ جیسے قرآن میں ہے:

مَاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا (۱۸/۳) وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔

۳۔ عَكَفَ: بمعنی تعظیماً کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا (مف) اور بمعنی گوشہ نشین ہونا، اپنی اصلاح کرنا اور خود کو باز رکھنا (م۔ل) یعنی کسی متبرک مقام پر بغرض عبادت ٹھہرنا اور رُکے رہنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ (۲/۱۸۷) اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔

ماحصل: (۱) لبث: بہت طویل مدت تک ٹھہرنے کے لیے۔

(۲) مکث: کسی چیز کے انتظار میں ٹھہرنے کے لیے۔

(۳) عکف: کسی متبرک مقام پر بغرض عبادت ٹھہرنے کے لیے آتا ہے۔

نوٹ: سَكَنَ، خَلَدَ وغیرہ کے لیے دیکھیے ——— آباد ہونا۔

۶ـــ ٹیلہ اور اس کی اقسام

کے لیے رَبْوَةٌ، اَمْتًا، حَدَبٌ، رِيْعٌ، اَحْقَافٌ اور نَجْدٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَبْوَة: بمعنی جائے بلند جس میں نشیب و فراز ہو (م۔ل) ربا یربو ابمعنی بڑھنا اور پھلنا پھولنا۔ اور رَبْوَة سے مراد ایسی ریتلی زمین ہے جس کی سطح قدرے بلند ہو۔ یہ عموماً سرسبز اور شاداب ہوتی ہے (پنجابی میرا زمین) قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ (۲/۲۶۵) ایک باغ کی مانند، جو اونچی جگہ پر واقع ہو (جب) اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے۔

۲۔ اَمْتًا: اونچان (م۔ق) ٹبہ چھوٹا ٹیلہ۔ بلند مقام (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (۲۰/۱۰۷) جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلہ اور بلندی۔

۳۔ حَدَب: کے لغوی معنی اُبھار اور کبڑا پن ہے۔ اور مجازاً بلند اور سخت زمین کو بھی کہتے ہیں جو اس شکل کی ہو (مف) یعنی ایسا ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو۔ (محدّب ضدّ مجوّف) شیشے جو نزدیک اور دُور کی نظر کی کمزوری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور محدّب شیشہ کو عدسہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ مسور کے دانوں کی شکل کی طرح دونوں طرف اُبھرا ہوا ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (۲۱/۹۶) یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج چھوڑ دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

۴- رِیع : ریعۃ کی جمع ہے بمعنی بلند وادی - پہاڑوں کے درمیان قابلِ رہائش وادیاں (م-ل) اور ریعۃ بمعنی بلند ٹیلہ- وادی کی بلندی سے پانی بہنے کی جگہ - پہاڑی کشادہ راستہ (منجد) ارشادِ باری ہے،

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ (۲۶/۱۲۸) بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عبث نشان تعمیر کرتے ہو۔

۵- احقاف: حقف کی جمع ہے - بمعنی ریت کا ناہموار ٹیلہ (مف) ریت کا لمبا اور پیچدار قطعہ (منجد) اور احقاف بمعنی ریت کے ٹیلے - ریگستان - ایک ریگستان کا نام - ارشادِ باری ہے۔

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ (۴۶/۲۱) اور (قوم) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو- جب انہوں نے سرزمین احقاف میں اپنی قوم کو ڈرایا۔

۶- نَجد : بلند اور سخت زمین - ٹیلہ کو بھی کہتے ہیں اور پستان کو بھی (منجد) اور بمعنی چھوٹا پہاڑ (منجد) پھر نجد گھاٹی کو اور گھاٹی کو جانے والے بلند راستہ کو بھی کہتے ہیں اور اترنے والے کو بھی (منجد) ارشادِ باری ہے؛

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۹۰/۱۰) اور انسان کو (خیر و شر) دونوں راستے بھی دکھا دیئے مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔

ماحصل : (۱) ربوۃ : بلند اور نرم ریتلی زمین- (۲) امت : چھوٹا سا ناہموار ٹیلہ- (۳) حدب : ایسا ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو (۴) ریع : پہاڑوں کے درمیان قابلِ رہائش وادیاں- (۵) احقاف : ریگستان - ریت کے لمبے اور پیچدار ٹیلے (۶) نجد : گھاٹی اور اس پر چڑھنے اور اترنے کا راستہ

۷- ٹیڑھ (کجی) ٹیڑھا ہونا

کے لیے عِوَج ، زَیغ ، اِلحاد ، جَور اور نَکب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عوج : بمعنی کسی ایستادہ چیز مثلاً دیوار یا درخت کے بالائی حصّہ کا ٹیڑھا ہونا اور اَعْوَج بمعنی ٹیڑھی چال والا آدمی - اور العَوَج وہ ٹیڑھا پن ہے جو ظاہری آنکھوں سے دیکھا جا سکے اور العِوَج وہ ٹیڑھا پن ہے جو عقل و بصیرت سے دیکھا جا سکے (مف) لیکن درج ذیل آیت کی رُو سے یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی - واللہ اعلم!

لَا تَرٰى فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (۲۰/۱۰۷) جس میں تم کوئی پستی اور بلندی نہ دیکھو گے۔

عوج اور امت متضاد الفاظ ہیں - بمعنی اونچ نیچ اور خلیل کے نزدیک یہ دونوں لفظ مترادف یا ہم معنی ہیں جو کہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں - (م-ل) بہر حال عوج وسیع مفہوم رکھتا ہے - ظاہری اشیاء میں اس کا مفہوم اونچ نیچ اور موڑ ہے اور معنوی چیزوں میں اس کا مفہوم پیچیدگی، الجھن یا ابہام ہے - ارشادِ باری ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا (۱۸/۱) سب تعریف خدا ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی پیچیدگی نہ رکھی۔

زیغ: زاغ بمعنی راہِ حق سے انحراف کرنا۔ زاغ البصر بمعنی نظر کا تھکنا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک نگاہ نے غلطی کی اور ایک طرف ہٹ گئی (مف) یہ لفظ عموماً معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کا مفہوم زاویۂ نگاہ یا نقطۂ نظر میں تبدیلی، ٹیڑھ اور انحراف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ (۳/۷) — تو پھر جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ ان میں سے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (۶۱/۵) — تو جب انہوں نے کجروی کی تو اللہ نے (بھی) اُن کے دل ٹیڑھے کر دیے۔

۳۔ اَلْحَدَ: لَحَد بمعنی قبر اور اس کا بغلی حصہ۔ اور اَلْحَدَ بمعنی راہِ راست سے کسی ایک طرف ہو جانا اور اَلْحَدَ السَّهْمُ الْهَدَفَ بمعنی تیر کا نشانہ کے کسی ایک پہلو میں لگنا۔ اور اَلْحَدَ عَنِ الدِّیْنِ بمعنی دین میں طعن کرنا (مف) اور اس الحاد کا تعلق عقائد سے ہوتا ہے (فق۔ل ۱۸۹) جیسے خدا کی ذات وصفات میں شک کرنا یا معجزات سے انکار کرنا۔ تاہم اس سے انسان کافر نہیں ہوتا (فق ل ۱۸۹)

ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (۲۲/۲۵) — اور جو اس میں شرارت سے کجروی (وکفر) کرنا چاہے۔ اس کو ہم دکھ دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآئِهٖ (۷/۱۸۰) — اور خدا کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو۔ اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں۔ اُن کو چھوڑ دو۔

۴۔ جور: جَارَ بمعنی مَیَلَ عن الطریق (م۔ل) یعنی راستہ سے ایک طرف مائل ہو جانا اور بمعنی شریعت کے احکام سے رک جانا (منجد) اور اس کجی کا تعلق شریعت کے احکام سے عدول کرنا ہے (فق ل ۱۹۹) اور جائر بمعنی ایک طرف جھکا ہوا۔ زیادتی کی طرف مائل۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (۱۶/۹) — اور سیدھا راستہ خدا تک پہنچاتا ہے۔ اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں (وہ اس تک نہیں پہنچتے) (جالندھری)

۵۔ نکب: نَکَبَ الْاِنَاءَ: بمعنی برتن میں جو کچھ ہے اسے جھکا کر گرا دینا۔ اور نَکَبَتِ الرِّیْحُ بمعنی ہوا کا ٹیڑھا چلنا (منجد) اور اَلْاَنْکَبُ (۱) بمعنی ٹیڑھے شانے والا اور (۲) وہ اونٹ جو جھک کر چلے (مف) اور اَلْاَنْکَبُ بمعنی ایک شانہ کو دوسرے سے اونچا رکھنے والا۔ ظالم۔ جفا کار۔ اور نکب (ج نُکُوْب اور نکبات) بمعنی مصائب (منجد) گویا نَکَبَ ایسے جھکاؤ اور ٹیڑھ کو کہتے ہیں جس کا نتیجہ عیب، ظلم یا مصیبت ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوۡنَ (۲۳/۷۴) اور وُہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ وُہ راہ (حق) سے ٹیڑھے ہو گئے ہیں (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) عوج: اجسام میں بلندی، پستی، موڑ، ٹیڑھ، جھکاؤ اور معنوی استعمال ہو تو اس کا معنی پیچیدگی الجھاؤ اور ابہام ہے۔

(۲) زَیۡغ: زاویۂ نگاہ اور نظریات میں ٹیڑھ کے لیے۔

(۳) اِلۡحَاد: خدا کی ذات وصفات اور عقائد میں ٹیڑھ کے لیے۔

(۴) جَوۡر: احکام شریعت کی تعمیل میں بے راہروی کے لیے۔

(۵) نَکۡب: ایسی ٹیڑھ اور جھکاؤ جو کسی عیب، ظلم اور معصیت کا سبب ہو۔

۸ —— ٹیک لگانا

کے لیے اِتَّکَأَ اور اِرۡتَفَقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اِتَّکَأَ: اَتۡکَاَ بمعنی کسی کے لیے تکیہ لگانا۔ اور اَتۡکَاَ عَلَی الشَّیۡءِ بمعنی سہارا لینا، ٹیک لگانا۔ تَوَکَّأَ عَلَی الۡعَصَا بمعنی اس نے عصا پر ٹیک لگائی اور تُکَاَۃٌ بمعنی جس چیز پر ٹیک لگائی جائے مثلاً لاٹھی تلوار، کمان وغیرہ۔ اور اِتَّکَأَ بمعنی ٹیک لگا کر بیٹھ جانا (منجد م-ق) ارشاد باری ہے:

مُتَّکِئِیۡنَ فِیۡهَا عَلَی الۡاَرَآئِكِ (۱۳/۷۶) وُہ اس جنّت میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

۲- اِرۡتَفَقَ: مِرۡفَق بمعنی کہنی اور ہر وُہ چیز جس سے سہارا لیں۔ اور مِرۡفَقَۃ بمعنی چھوٹا تکیہ اور اِرۡتَفَقَ بمعنی کہنی یا تکیہ پر ٹیک لگانا۔ اور مُرۡتَفَق ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں تکیے لگے ہوں اور ہر طرح کا آرام میسّر ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

نِعۡمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا (۳۱/۱۸) کیا اچھا بدلہ ہے اور کیا خوب آرام کی جگہ ہے؟

ماحصل: اِتَّکَأَ۔ کسی بھی چیز سے ٹیک لگانے اور اِرۡتَفَقَ صرف آرام دہ چیزوں سے ٹیک لگانے کیلئے آتا ہے۔

۱۔ ثابت ہونا

کے لیے حَقَّ اور حَصْحَصَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَقَّ : بمعنی ثابت ہونا۔ واجب ہونا منجد اور اس کی ضد بَطَلَ ہے۔ (م۔ل) اور حَقّ بمعنی ثابت شدہ بات۔ سچائی۔ راستی (ضد باطل) ارشادِ باری ہے:

فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (۱۷/۱۶) — تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے۔ پھر اس (بستی) پر (عذاب کا) حکم ثابت ہوگیا اور ہم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔

۲۔ حَصْحَصَ : حق بات جو کسی دباؤ کے تحت چھپی رہے۔ پھر دباؤ اٹھنے پر اس کا واضح طور پر سامنے آجانا (مف) حق کا پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ (۱۲/۵۱) — عزیز کی عورت نے کہا اب سچی بات تو ظاہر ہو ہی گئی ہے (اصل یہ ہے کہ) میں نے ہی اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔

۲۔ ثابت قدم رہنا۔ رکھنا

کے لیے ثَبَتَ، اِسْتَقَامَ (قوم) اور اِصْطَبَرَ (صبر) اور صَابَرَ اور رَابَطَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ثَبَتَ : بمعنی کسی بات پر جم جانا۔ اپنی جگہ پر برقرار رہنا۔ ثابت قدم رہنا (ضد زلّ) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا (۸/۴۵) — اے ایمان والو! جب تمہارا (کفار کی) جماعت سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔

۲۔ اِسْتَقَامَ : قام علی الامر بمعنی کسی کام یا بات پر برقرار رہنا۔ اور اقام الشئ بمعنی کسی کو کھڑا کر دینا سیدھا کرنا اور استقام بمعنی کسی چیز کو قائم اور جاری رکھنا۔ اور مداومت کرنا (منجد) نیز استقام بمعنی سیدھی راہ پر چلنا اور اس پر ثابت قدم رہنا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا — جن لوگوں نے کہا۔ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے پھر

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (۴۶/۱۲) اس بات پر ثابت قدم رہے انہیں نہ تو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

۳۔ اِصْطَبَرَ: صَابَرَ اور صَبَرَ بمعنی اپنے آپ کو تنگی یا مصیبت کے وقت ناجائز افعال سے روکنا۔ (مف) (ضد جزع) اور صَبَرَ بمعنی بہادری سے برداشت کرنا۔ اور صَبَرَ الدَّابَّۃَ بمعنی کسی جانور کو بغیر چارہ کے باندھے رکھنا۔ صابر بمعنی ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے اور صبر کرنے کی تلقین کرنا۔ (منجد) اور اصطبر بمعنی مصائب ومشکلات کے آگے سینہ سپر ہونے کی عادت بنا لینا۔ اسی پر مداومت کرنا۔ ڈٹ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (۲۰/۱۳۲) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے۔ پھر اس پر ڈٹ جا۔

۴۔ رَابَطَ: ربط الفرس بمعنی گھوڑے کو حفاظت کے لیے کسی جگہ باندھنا۔ اور رباط وہ مقام جہاں حفاظتی دستے متعین رہتے ہیں۔ چھاؤنی قلعہ اور رباط الجیش بمعنی فوج کا کسی جگہ پر متعین کرنا (مف) اور رابط الجیش دشمن کی سرحد کے پاس لشکر کا ہمیشہ پڑاؤ رکھنا اور رَابَطَ الْاَمْرَ بمعنی کسی امر پر ہمیشگی اختیار کرنا (منجد) گویا رَابَطَ کسی ایسے امر پر ہمیشگی اختیار کرنے کے لیے آئے گا۔ جس کا تعلق اس امر کی حفاظت اور مضبوطی سے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (۳/۲۰۰) اے اہل ایمان! کفار کے مقابلے میں صبر کرو، استقامت اختیار کرو اور (مورچوں میں) جمع رہو (جالندھری)

ماحصل: (۱) ثبت: کسی بات پر ثابت قدم رہنا۔

(۲) استقام: کسی درست بات پر چلنا اور ثابت قدم رہنا۔ اس پر مداومت کرنا۔

(۳) اصطبر: مصائب ومشکلات کے سامنے سینہ سپر ہونا اور اس کو عادت بنا لینا۔

(۴) رابط: کسی ایسے کام پر ثابت قدم رہنا جس کا استحکام اور حفاظت ضروری ہو۔

اور ثابت قدم رکھنا کے لیے ثَبَّتَ آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (۱۱/۱۲۰) (اے محمدؐ!) ہم رسولوں کے حالات سے سب کچھ بیان کیے دیتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو ثابت قدم رکھیں۔

۱۔ جاسوسی کرنا

کے لیے تَجَسَّسَ اور سَمَّاع کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ تَجَسَّسَ: جَسَّ بمعنی پتہ لگانے کے لیے ہاتھ سے چھونا۔ اور جَسَّ بِعَیْنِہٖ بمعنی تیز نظر سے دیکھنا گھورنا۔ اور جَسَّسَ اور تَجَسَّسَ بمعنی تفتیش کرنا (منجد) کسی کے عیب تلاش کرنا۔ اُس کی ٹوہ میں رہنا۔ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور جَسِیس بمعنی جاسوس (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (۴۹/۱۲) اور کسی کا بھید نہ ٹٹولو۔ اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔

۲۔ سَمَّاع: سَمِعَ بمعنی سننا اور سامع بمعنی سننے والا۔ اور سَمَّاع بمعنی جاسوسی کرنے کے لیے کوئی بات چوری چھپے سننے والا۔ جاسوس (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ (۵/۴۱) یہودی غلط باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لیے جاسوس بنے ہیں۔ جو ابھی تمہارے پاس نہیں آئے۔

ماحصل: تَجَسَّسَ، عموماً بُرے مفہوم میں آتا ہے۔ بمعنی کسی کے عیب تلاش کرنا۔ اور اس کی ٹوہ لگانا۔ خواہ کسی طریقہ سے ہو۔

سَمَّاع: وہ شخص جو جاسوسی کرنے کے لیے کسی بات پر کان لگائے اور دوسروں کو خبر پہنچائے۔

جانچنا ــــ دیکھیے آزمائش کرنا۔

۲۔ جاننا

کے لیے عَلِمَ، اَدْرٰی (دری) اور اَحَسَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَلِمَ: بمعنی کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا (مف) جاننا۔ معلوم کر لینا قرآن میں ہے:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (۲/۶۰) اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔

۲۔ اَدْرٰی: کسی دوسری چیز کی وساطت، تدبیر یا حیلہ سے کسی بات کا علم ہونا (مف) بمعنی جاننا، سمجھنا یہ علم ناقص ہوتا ہے کیونکہ بالواسطہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس پر ہمیشہ لَا یا مَا یا اِنْ نافیہ یا استفہامیہ

داخل ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) قُلْ إِنْ أَدْرِيٓ أَقَرِيبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُۥ رَبِّيٓ أَمَدًا (۷۲/۲۵)	کہہ دو کہ جس دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ (دن) قریب (آنے والا) ہے یا میرے پروردگار نے اس کی مدت دراز کر دی ہے۔
(۲) وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا هِيَهْ ۞ نَارٌ حَامِيَةٌۢ (۱۰۱/۱۰۱)	اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔
(۳) لَا تَدْرِى لَعَلَّ ٱللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا (۶۵/۱)	تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق کے بعد نئی صورت (عثمانیؒ)

۳۔ اَحَسَّ ۔ قوت حس سے کسی چیز تک پہنچنا (مف) حواس خمسہ ظاہری سے کسی بات کا علم میں آنا۔ محسوس کر لینا۔ اس کو قریب بہ علم کہہ سکتے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ ٱلْكُفْرَ (۵۲/۳)	پھر جب معلوم کیا عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کا کفر (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) عَلِمَ: کسی چیز کو صحیح اور ٹھیک طور پر جاننا۔

(۲) اَدْرٰی: بالواسطہ کسی چیز کا علم ہونا۔

(۳) اَحَسَّ: حواس ظاہری سے کسی چیز کا علم ہونا۔ یہ قریب بہ علم ہوتا ہے۔

۳۔ جانب (سمت)

کے لیے جَانِب، طَرَف، وِجْهَة، شَطْر، تِلْقَاءَ اور قِبَل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَانِب اور جَنْب بمعنی پہلو۔ طرف۔ گوشہ۔ سمت اور اس کی جمع جَوَانِب ہے (منجد) سمتیں جہات یہ چھ ہیں۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے، شمال، مشرق، جنوب، مغرب وغیرہ۔ اور جانب وہ سمت ہے جس کا کسی کام کے وقت قریب ہونے سے تعلق ہو (فق ل ۲۴۴) ارشادِ باری ہے:

وَنَٰدَيْنَٰهُ مِن جَانِبِ ٱلطُّورِ ٱلْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَٰهُ نَجِيًّا ۔ (۵۲/۱۹)	اور ہم نے موسیٰؑ کو طور کی داہنی طرف سے پکارا اور باتیں کرنے کے لیے نزدیک بلایا۔

۲۔ طَرَف: بمعنی کسی شے کی آخری حد یا کنارا (مف۔ م۔ ل) ج اَطْرَاف۔ سمت کے لیے طَرَف کا لفظ عربی میں مستعمل نہیں۔ البتہ اردو میں اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ استعمال ہوا ہے آخری حد یا کنارا کے معنی میں آیا ہے۔ یا پھر حدِ نگاہ اور نگاہ کے لیے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيْلِ (۱۱۵/۱۱)	اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو!
(۲) يَنظُرُونَ مِن طَرْفٍ خَفِيٍّ (۴۵/۴۲)	نیچی نگاہ سے دیکھ رہے ہوں گے۔ (جالندھری)

۳۔ وِجْهَة: وَجْه بمعنی چہرہ۔ اور کسی چیز کے سامنے کی طرف۔ وَجْهُ النَّهَار بمعنی دن کا پہلا حصہ اور وَاجَهَ بمعنی آمنے سامنے ہونا (منجد) اور وِجْهَة وہ سمت ہے جس کی طرف کوئی متوجہ ہو (مف)

یعنی وُہ مخصوص سمت اور مقام جدھر کوئی رُخ کر کے عبادت وغیرہ کرے۔ قبلہ (فق۔ل ۲۴۴) ارشادِ باری ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔ (۲/۱۴۸) | اور ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک سمت (مقرر) ہے۔ جدھر وُہ (عبادت کے وقت) منہ کیا کرتے ہیں۔

۴۔ شَطْر: کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) نِصْفُ الشَّيْءِ (۲) اَلْبُعْدُ وَالْمُوَاجَهَةُ (م۔ل) یعنی شطر میں آمنے سامنے ہونے کے علاوہ دُوری بھی ضروری ہے جبکہ وِجْهَةٌ میں یہ ضروری نہیں یعنی دُور دراز مقام سے کسی مخصوص جگہ کی طرف منہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۲/۱۴۹) | اور تم جہاں سے نکلو (نماز میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو۔

۵۔ تِلْقَاءَ: لَقِيَ بمعنی کسی چیز کے سامنے آنا اور اسے پالینا (مف۔ منجد) اور تِلْقَاءَ لِقَاء کا اسم ظرف ہے بمعنی ملاقات کی جگہ۔ کہتے ہیں۔ جَلَسَ تِلْقَاءَهُ وُہ اس کے مقابل بیٹھا۔ فَعَلَ الْاَمْرَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ اس نے وُہ کام خود بخود کیا۔ اسے کسی نے مجبور نہیں کیا (منجد) اور قرآنِ کریم کی آیت:

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي (۱۰/۱۵) | کہہ دو مجھ کو اختیار نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔

یعنی اپنی مرضی سے نہیں بدل سکتا۔ اور آیت:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ (۲۸/۲۲) | اور جب مدین کی طرف رُخ کیا۔

میں مقابل یا سامنے کی طرف ہے۔

۶۔ قِبَلَ: بمعنی مقابلہ بھی اور ایک چیز کا دوسری کے سامنے ہونا بھی ہے۔ گویا قِبَل وُہ جانب ہے جو سامنے نظر آ رہی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (۲/۱۷۷) | نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کو قبلہ سمجھ کر اُن) کی طرف منہ کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔

ماحصل: (۱) جَانِب۔ قریبی سمت۔

(۲) طَرَف: عربی میں جانب یا سمت کے لیے نہیں آتا۔ البتہ اردو میں غلط العام ہے۔ اس کے معنی کنارہ یا حد کے ہیں۔

(۳) وِجْهَة: مخصوص مقام اور سمت جدھر منہ کر کے عبادت کی جائے۔

(۴) شَطْر: دُور دراز مقام سے کسی چیز کی طرف رُخ کرنا۔

(۵) تِلْقَاءَ: سامنے کی طرف کسی چیز کے بالمقابل ہونا۔ (۶) قِبَل: سامنے کی طرف جو نظر آ رہی ہو۔

۴ — جب

کے لیے اِذْ۔ اِذَا اور اِذًا اور لَمَّا اور كُلَّمَا کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اِذْ: ماضی کے لیے آتا ہے۔ اس کے بعد جملہ ہی آتا ہے۔ یا پھر جملہ محذوف ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (۲/۳۰) — اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا، کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

۲۔ اِذَا: مستقبل میں ظرف زمان کے طور پر آتا ہے۔ اور فعل ماضی پر داخل ہو کر اس میں مضارع کے معنی پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ (۲/۱۴) — اور یہ لوگ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۸۱/۱) — جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔

اور کبھی اس پر تنوین لا کر مستقبل میں وقت کا تعین کیا جاتا ہے یعنی اِذًا بمعنی اُس وقت۔ اُس صورت میں۔ اُس حال میں۔ جیسے فرمایا:

اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (۲۹/۴۸) — اس وقت اہل باطل ضرور شک کرتے۔

حِیْن کے بعد بھی اس لفظ کا اضافہ کر کے حِیْنَئِذٍ بمعنی اس وقت کے معنوں میں۔ اور یَوْمَ کے بعد اضافہ کر کے یَوْمَئِذٍ اُس دن کے معنوں میں مختص کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ سب مشتقات مستقبل میں ظرف زمان کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

۳۔ لَمَّا: ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ (۱۲/۹۶) — تو جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا۔

۴۔ كُلَّمَا: بمعنی جب کبھی۔ جب بھی۔ کئی امور میں بطور ظرف زمانی (ماضی) سب کا احاطہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ (۲/۸۷) — تو جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسی باتیں لے کر آیا جن کو تمہارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو گئے۔

ماحصل: (۱) اِذْ: ماضی میں بطور ظرف زمان۔ (۲) اِذَا: مستقبل میں بطور ظرف زمان (۳) لَمَّا: ماضی میں شرط کے طور ظرف زمان۔ (۴) كُلَّمَا: کئی امور کا احاطہ کرنے کے لیے۔

جتلانا دیکھیے آگاہ کرنا اور "خبر دینا" جدا ہونا کے لیے دیکھیے "الگ ہونا"، اور جدا کرنا کے لیے "الگ کرنا"

۵۔۔۔ جڑ

کے لیے اَصْل۔ اَعْجَاز اور دَابِر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَصْل: بمعنی کسی چیز کی بنیاد اور درختوں اور پودوں وغیرہ کی جڑ (ضد فرع بمعنی شاخ) (مف، منجد) (ج اصول) اور اصول ان قواعد کو بھی کہتے ہیں جن پر کسی علم کی بنیاد ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (۱۴/۲۴) — پاکیزہ کلمہ کی مثال اس پاکیزہ درخت کی طرح ہے جسکی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے ہو) اور شاخیں آسمان میں ہوں۔

۲۔ اَعْجَاز: اَعْجَازُ النَّخْلِ بمعنی کھجور کے درخت کی جڑیں (منجد) درخت کی جڑ کے کئی حصے بن کر زمین میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ جڑ کے ان حصوں کو اعجاز کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۶۹/۷) — تو اس قوم کو اس طرح پچھڑے ہوئے دیکھے جیسے کھجور کی کھوکھلی جڑیں۔

۳۔ دَابِر: دُبُر بمعنی پشت۔ مقعد۔ اور ہر چیز کا پچھلا حصہ۔ اور دَابِر بمعنی ہر چیز کا آخر۔ اصل اور قَطَعَ اللّٰهُ دَابِرَهُمْ بمعنی اللہ اُن کی بیخ کنی کرے (منجد) اور اِدْبَار کا ایک معنی نحوست ہے اور اس کی ضد اِقْبَال ہے۔ اور دَابِر دراصل کسی چیز کے رہے سہے یا بچے کھچے بُرے اثرات کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ (۸/۷) — اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر پھینک دے۔

ماحصل: (۱) اَصْل: درختوں اور پودوں کی جڑ۔ (۲) دَابِر: بیخ کنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خرابی کی جڑ یا بنیاد (۳) اَعْجَاز: جڑ کی زمین میں پھیلی ہوئی چھوٹی شاخیں۔

۶ — جسم

کے لیے جِسْم۔ جَسَد اور بَدَن کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جِسْم: ہر وہ چیز جو طول، عرض اور عمق رکھتی ہو (منجد) خواہ جاندار ہو یا بے جان (ج اجسام) (مف) جسامت بمعنی ڈیل ڈول۔ قد و قامت۔ تناور اور بڑا ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ (۶۳/۴) — اور جب تم ان (کے تناسب اعضاء) کو دیکھتے ہو تو اُن کے جسم تمہیں (کیا ہی) اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

۲۔ جَسَد: جاندار اشیاء کا جسم جن میں دورانِ خون نہ ہو (ف۔ل ۴۵ - ۱۱۵) خواہ کسی حیوان کا جسم ہو جیسے:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ (۲۰/۸۸) — تو سامری نے ان کے لیے ایک بچھڑا بنا دیا۔ (یعنی اس کا قالب، جس کی آواز گائے کی سی تھی۔

اور خواہ انسان کا جیسے:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ (۲۱/۸) — اور ہم نے ان پیغمبروں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

اسی لیے میّتِ انسانی کو جسدِ خاکی یا جسدِ عنصری کہا جاتا ہے۔

۲۔ بَدَن : جانداروں کا جسم جس میں خون جاری ہو یا ابھی خشک نہ ہوا ہو (ف ل ۱۱۵) ارشادِ باری ہے:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً (۱۰/۹۲) — تو آج (اے فرعون) ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تُو پچھلوں کے لیے عبرت ہو۔

ماحصل: جسم۔ اعم ہے ہر مادی چیز جسم رکھتی ہے۔ جسد جسم سے خاص ہے یعنی کسی جاندار کا جسم جس میں خون خشک ہو چکا ہو۔ اور بدن اخص ہے۔ یعنی جاندار کا ایسا جسم جس میں خون جاری ہو یا ابھی خشک نہ ہُوا ہو۔

۷۔ جکڑنا (رسّی وغیرہ سے)

کے لیے وَثَقَ اور قَرَنَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ وَثَقَ : بمعنی رسّی سے باندھنا اور گانٹھ دینا۔ اور وَثَاق اور وِثَاق جکڑنے کی چیز یا رسی وغیرہ کو کہتے ہیں (منجد) نیز وَثَق اس رسّے کو بھی کہتے ہیں جس سے جانوروں کو باندھا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (۴۷/۴) — جب اُن کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں اُن کو) مضبوطی سے قید کر لو۔

اس آیت میں شَدَّ کا لفظ شامل ہونے سے وَثَقَ کے معنیٰ "مضبوط باندھنا یا جکڑنا" ہو گئے ہیں۔

۲۔ قَرَنَ : قَرَنَ بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ باندھنا اور ملانا۔ اور قَرَن اس رسّی کو کہتے ہیں جس سے دو یا زیادہ اونٹوں کو باندھ دیا جائے (مف) اور اس کے معنی کسی کے ساتھ ملا ہوا کے بھی ہیں (منجد) اسی لیے قرین ایسے دوست کو کہتے ہیں جو ہم عمر یا ہم نشین ہو۔ اور قَرَّنَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ (۳۸/۳۸) — اور اوروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

ماحصل: وثق : صرف رسی وغیرہ سے جکڑنے کے لیے اور قَرَنَ جب اس رسی کا تعلق مزید مضبوطی کے لیے کسی دوسری چیز سے بھی ہو۔

۸۔ جگہ

کے لیے مقام۔ مکان۔ مراغم کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَقَام : قَامَ بمعنی کھڑا ہونا۔ اور مَقَام اس سے اسم ظرف (مکانی) کھڑا ہونے کی جگہ کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (۲/۱۲۵) — اور جس مقام پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہوئے اُسے نماز کی جگہ بنا لو۔

اور مُقَام (م مضموم) قام سے مصدر میمی ہے۔ بمعنی کھڑا ہونا۔ جیسے فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ (۵۵/۴۶) — اور جو شخص اپنے پروردگار کے رُوبرو کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔

۲۔ مَکَان: (مکن) مکان اس جگہ کو کہتے ہیں جو کسی جسم پر حاوی ہو۔ اور اس میں رہنے والے کو مَکِیْن کہتے ہیں (مف) (بشرطیکہ یہ ظرف مکانی کے طور پر استعمال ہو) ارشادِ باری ہے، فرعون نے مُوسٰیؑ سے کہا:

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى (۲۰/۵۸)

ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لو جس کا نہ ہم خلاف کریں نہ تم اور یہ (مقابلہ) ایک ہموار جگہ (میدان) میں ہو گا۔

۳۔ مُرَاغَم: رغم بمعنی خاک اور رَغِمَ اَنْفُ فُلَانٍ بمعنی اس کی ناک خاک آلود ہو یا وہ ذلیل ہو۔ (ناراضگی کا کلمہ ہے) اور رَاغَمَ بمعنی ایک دوسرے کو ذلیل کی کوشش اور منازعت۔ اور مُرَاغَم اس جگہ کو کہتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ منازعت اور کوشش سے حاصل کی جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً (۴/۱۰۰)

اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا۔

ماحصل (۱) مقام، کھڑا ہونے یا قیام کرنے کی جگہ۔ (۲) مراغم، منازعت اور کوشش سے حاصل شدہ جگہ۔ (۲) مکان، ایسی جگہ جو کسی جسم پر حاوی ہو۔

۹ ——— جلاوطنی

کے لیے جَلَا (جلو) اور نَفْی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جلاء: جَلَا بمعنی کسی امر کو واضح کرنا۔ ظاہر و آشکارا کرنا۔ اور جلا الرجل (عن بلدہ) کسی کو اس کے شہر یا ملک سے نکالنا۔ جلاوطن کرنا۔ جَلَا النَّحل بمعنی شہد نکالنے کے لیے دھونی دے کر مکھیوں کو بھگانا۔ اور الجالی بمعنی وہ مسافر لوگ جو اپنا وطن چھوڑ کر آتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا (۵۹/۳)

اور اگر خدا نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ رکھا ہوتا تو اُن کو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا۔

۲۔ نَفْی: بمعنی موجود نہ رہنا۔ اور اس کی ضد ثَبَتَ ہے۔ اور مَنْفی بمعنی نیست و نابود کیا ہوا۔ دور ہٹایا ہوا اور نفی الرجل من بلدہ بمعنی کسی کو شہر بدر کرنا (منجد) اور نَفِی ینفوا بمعنی قید خانہ میں قید کرنا (منجد م۔ق) اور کسی چیز کو باہر پھینک دینا کے بھی آتے ہیں جیسے چکی آٹے کو، یا ہنڈیا اُبل کر اُبال کو یا سیلاب کوڑا کرکٹ کو باہر پھینک دیتا ہے (م۔ق) اور اَلنِّفَایَۃ اس ردی شے کو کہتے ہیں جو پرے پھینک دی جائے (م۔ل) گویا نَفی ینفوا میں بے بسی اور بے آبروئی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا جَزٰۗؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ سے لڑائی کریں اور ملک

وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْيُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْيُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔ (۵/۳۳)

میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں اُن کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں۔

ماحصل: جلاء بمعنی کسی کو جلاوطن کرنا۔ اور نفی ینفوا بمعنی کسی کو ذلت اور رسوائی سے نکالنا ہے۔

۱۰ ــــــ جلدی کرنا

کے لیے سَرِعَ۔ عَجِلَ۔ اور اِسْتَعْجَلَ۔ بَدَرَ اور فَوْرٌ۔ سٌّ اور سَوْفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَرِعَ: جو کام کرنا ہو اس میں دیر نہ کرنا (مف) آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا۔ سستی نہ کرنا۔ کام کو وقت پر یا ذرا پہلے کر لینا۔ اور یہ صفت محمود ہے اور اس کی ضد بَطَأَ یعنی دیر کرنا (بوجہ سستی وغیرہ) ہے۔ جہاں جلدی کرنا بہتر اور درست ہو وہاں کرنا (فق ل ۱۶۸) ارشادِ باری ہے:

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۲/۲۰۲)

یہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کے کاموں کا حصہ (یعنی اجر نیک تیار) ہے۔ اور خدا جلد حساب لینے والا اور جلد اجر دینے والا ہے۔

۲۔ عَجِلَ: کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا (مف) جلد بازی کرنا۔ اور صفت مذموم ہے۔ جہاں جلدی نہ کرنا چاہیے وہاں کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (۱۷/۱۱)

اور انسان جس طرح (جلدی سے) بھلائی مانگتا ہے اسی طرح بُرائی مانگتا ہے۔ اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے۔

اور اِسْتَعْجَلَ بمعنی کوئی چیز جلدی یا پیش از وقت طلب کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ۔ (۱۳/۶)

اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے تم سے بُرائی کے جلد خواستگار یعنی طالب عذاب ہیں۔

۳۔ بَدَرَ: کسی کام کے سرانجام دینے میں جتنا وقت درکار ہو۔ اس وقت میں جلدی کر کے کام کو پہلے کر لینا۔ حدیث میں ہے:

لَا تُبَادِرُوْنِيْ بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ۔

رکوع و سجود مجھ سے پہلے کرنے میں جلدی نہ کیا کرو۔

(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

اور قرآن میں ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا (۴/۶)

اور نہ کھاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے۔

۴۔ فَوْر: فَارَ یعنی اُبلنا اور جوش مارنا۔ اور فَوْر بمعنی بہت جلدی۔ کہا جاتا ہے رَجَعَ مِنْ فَوْرِہٖ۔ وہ بلا توقف بہت جلدی واپس ہوا (منجد) یعنی فوراً اسی دم جوش کے ساتھ کوئی کام کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

بَلَىٰٓ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ (۳/۱۲۵)

ہاں اگر تم دل کو مضبوط رکھو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعۃً حملہ کر دیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار نشان زد فرشتے تمہاری مدد کو بھیجے گا۔

۵۔ سَ اور سَوْفَ، علاوہ ازیں سَ اور سَوْفَ مضارع پر داخل ہو کر جلدی کا معنے پیدا کر دیتے ہیں۔ اور مضارع کو مستقبل سے مختص کر دیتے ہیں۔ ان دونوں میں صرف یہ فرق ہے کہ سَ مستقبل قریب کے لیے آتا ہے اور اس کا معنیٰ "اب" سے کیا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ (۲/۱۴۲)

اب احمق لوگ (یہ) کہیں گے۔

اور سَوْفَ کا زمانہ سَ سے لمبا ہوتا ہے جیسے فرمایا:

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (۱۰۲/۳)

ہرگز نہیں تم جلد ہی جان لوگے۔

ماحصل: (۱) سَرَعَ : کام کو مناسب وقت سے ذرا پہلے سرانجام دینا۔

(۲) عجل : جلد بازی کسی چیز کو اس کے مناسب وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ کہ وہ صحیح طور پر ادا نہ ہو۔

(۳) بَدَرَ : کام کے مطلوبہ وقت میں کمی کر کے جلدی کرنا۔

(۴) فَوْر : اسی دم جوش سے کوئی کام کرنا۔ (۵) سَ اور سَوْفَ مضارع پر داخل ہو کر اس میں جلدی کا معنی پیدا کر دیتے ہیں۔

جلنا دیکھیے "آگ"

۱۱ — جماعت

کے لیے جَمْع، رَهْط، شِرْذِمَة، عُصْبَة، طَائِفَة، فِئَة (فای)، فِرْقَة، زُمْرَة، حِزْب، ثُلَّة، عِزِيْن، مَعْشَر، ثَقَلَان اور أُمَّة کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ جَمْع : جماعت کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ خواہ تھوڑے آدمیوں کا ہو یا زیادہ کا اور خواہ کسی قسم کا ہو۔ ارشاد باری ہے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (۵۴/۴۵)

عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی۔ اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَاذِرُونَ (۲۶/۵۶)

اور ہم سب باساز و سامان ہیں۔

۲۔ رَهْط : ایک ہی خاندان کے نوجوانوں کی مختصر جماعت جو ۳ سے ۹ افراد تک ہو، ان کا سردار بھی رَهْط کہلاتا ہے (ف۔ ل ۲۰۵) اور امام راغب کے نزدیک یہ تعداد چالیس تک ہے۔ (مف) اور صاحب منجد یہ قید لگاتے ہیں کہ ان میں کوئی عورت نہ ہو۔ (منجد) اور اگر عدد کی طرف اضافت ہو تو اس سے افراد و اشخاص مراد ہوتے ہیں جیسے عِشْرُونَ رَهْطًا بمعنی بیس اشخاص (منجد) ارشاد باری ہے:

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ۔ (۲۷/۴۸)

اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔

دوسرے مقام پر ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (۱۱/۹۲)

شعیبؑ نے کہا کہ اے میری قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر خدا سے زیادہ ہے؟

۳۔ شِرْذِمَةٌ: ناتواں اور بیکس لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔ یہ تعداد کے لحاظ سے رَھط سے بڑی ہوتی ہے (ف۔ل ۲۰۵) اور ثِيَابٌ شِرَاذِمُ بمعنی پھٹے پرانے چیتھڑے (منجد۔ مف) قرآن میں ہے،

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ (۲۶/۵۴) یہ لوگ ایک جماعت ہے تھوڑی سی۔

۴۔ عُصْبَةٌ: طاقتور اور مضبوط لوگوں کی جماعت جس کے سب افراد ایک دوسرے کے حامی و ناصر ہوں (مف) تعداد کے لحاظ سے یہ شرذمۃ سے بڑی ہے (ف ل ۲۰۵) لیکن صاحب فقہ اللغۃ کی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن نے یہ لفظ یوسفؑ کے دس بھائیوں کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (۱۲/۱۴)

وہ (یوسفؑ کے بھائی) کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اسے بھیڑیا کھا گیا۔ تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے۔

۵۔ طَآئِفَة: ایک رائے اور مذہب کے لوگ (منجد) تعداد کے لحاظ سے عصبۃ سے بڑی ہوتی ہے (ف۔ل ۲۰۵) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (۴۹/۹)

اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔

اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ طَآئِفَة کا اطلاق ایک فرد بھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ ایک فریق ہو۔ اور دلیل میں یہی آیت پیش کرتے ہیں۔

۶۔ فئۃ: ایسی جماعت جس کے افراد تعاون کے لیے ایک دوسرے کی طرف لوٹ آئیں (مف) ارشادِ باری ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۲/۲۴۹)

بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے۔

۷۔ فِرْقَة: ایسی جماعت جو کسی بڑی جماعت سے کٹ کر علیحدہ ہو گئی ہو۔ اور فِرق بمعنی کسی چیز کا الگ شدہ ٹکڑا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ

تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند

طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّہُوۡا فِی الدِّیۡنِ (۹/۱۲۲) — اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم) سیکھتے اور اس میں سمجھ پیدا کرتے۔

اس آیت میں بھی طآئفۃ کا اطلاق ایک فرد پر ہونا مراد لیا جاتا ہے۔

۸۔ ثُلَّۃ: ثُلَّۃٌ اون کے ڈھیر کو بھی کہتے ہیں اور بکریوں کے ریوڑ کو بھی (مف) اور ثُلَّۃ الانسانوں کی جماعت کو بھی (منجد) (گویا اس کی بنیاد کثیر مقدار یا تعداد ہے) کہتے ہیں فُلَانٌ لَا یفرق بَیۡنَ الثَّـلَّۃَ وَالثُّلَّۃَ یعنی فلاں شخص بھیڑوں اور انسانوں کی جماعت میں تمیز نہیں کرتا۔ اور تعداد کے لحاظ سے صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک ثُلَّۃ کی تعداد طائفۃ سے زیادہ اور فرقہ سے کم ہے (ف ل ۲۰۵)

قرآن میں ہے:

ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ وَقَلِیۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ۔ (۵۶/۱۴) — وہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے۔

۹۔ زُمۡرَۃٌ: صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک زُمۡرَۃ، ثُلَّۃ سے بڑی جماعت کو کہتے ہیں (ف ل۔ ۲۰۵) اور اس کی جمع زُمَر ہے۔

اور امام راغب کے نزدیک زمرۃ چھوٹی سی جماعت کو کہتے ہیں۔ اور شَاۃٌ زَمِرَۃٌ بمعنی کم اُون والی بھیڑ۔ اور زَمِرٌ بے مروت آدمی کو کہتے ہیں (مف) اور قرآن کریم بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے یعنی جب کوئی بڑی جماعت چھوٹے چھوٹے دستوں یا ٹولوں میں بٹ کر نقل وحرکت کرے تو یہ ٹولے زُمَر کہلائیں گے۔ قرآن میں ہے:

وَسِیۡقَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّہُمۡ اِلَی الۡجَنَّۃِ زُمَرًا۔ (۳۹/۷۳) — اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے۔

۱۰۔ عِزِیۡن: اَلۡعِزَۃ کی جمع عِزِیۡن اور عِزُوۡن آتی ہے۔ اور اَلۡعِزَۃُ بمعنی ایک ہی نسب کے لوگوں کی جماعت (مف) اور اَلۡاِعۡتِزَآءُ فِی الۡحَرۡبِ بمعنی کسی شخص کا لڑائی کے دوران اپنا حسب نسب بیان کرنا (مف) ہے۔ قرآن میں ہے:

فَمَالِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا قِبَلَکَ مُہۡطِعِیۡنَ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیۡنَ۔ (۷۰/۳۷) — تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑے چلے آتے ہیں (اور) دائیں بائیں سے گروہ گروہ ہو کر جمع ہوتے جاتے ہیں۔

۱۱۔ حِزۡب: ایسی جماعت جس میں سختی اور شدت پائی جائے (مف) اور حِزۡب بمعنی پارٹی، گروہ جتھا، ہتھیار، انسانوں کی فوج اور آپس میں ہم خیال ساتھی۔ ج احزاب اور حَازَبَ بمعنی کسی پارٹی میں شامل ہونا۔ مدد دینا۔ اور قوت پہنچانا ہے (منجد) ایک جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ (م۔ق) گویا حِزۡب کا لفظ سیاسی پارٹی یا فوج اور لشکر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ جس کا مقصد مملکت میں عمل دخل حاصل کرنا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (۳۳/۲۲) — اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اس کے پیغمبر نے وعدہ کیا تھا

۱۲۔ معشر: عشر بمعنی دس اور عشیرۃ خاندان کے کل افراد کو کہتے ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں۔ گویا اس میں عدد کامل جو دس ہے کا تعلق پایا جاتا ہے (مف) اس لحاظ سے معشر کسی جماعت کے وہ کل افراد ہوتے ہیں جن کا مقصد و مطلوب ایک ہو۔ اور ان میں اختلاط اور موافقت پائی جائے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا (۵۵/۳۳) — اے گروہ جن وانس! اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ۔

۱۳۔ ثَقَلَان: ثِقْل بمعنی بوجھ۔ وزن۔ گرانباری۔ اور ثَقِیْل اور ثِقَال بمعنی بوجھل اور وزنی چیز اور ثقلان دو بڑی بھاری جماعتیں۔ دو بڑی الواع یعنی جن اور انسان (منجد۔ ف ل ۱۳۴) ارشادِ باری ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ (۵۵/۳۱) — اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۱۴۔ اُمَّة: ہم جنس لوگوں یا جانوروں یا پرندوں کی جماعت۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (۶/۳۸) — اور زمین میں جو چلنے پھرنے والا (حیوان) یا دو پروں سے اڑنے والا جانور ہے ان کی بھی تمہاری ہی طرح جماعتیں ہیں۔

اور جب اس لفظ کا اطلاق انسانوں کے لیے ہو تو اس سے مراد ہم عقیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (۲/۲۱۳) — (پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا۔

اور عرفِ عام میں اُمّۃ ان ہم عقیدہ لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں جسے کوئی نبی یا رسول تشکیل دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (۳/۱۱۰) — (مومنو) جتنی امتیں بھی لوگوں کے لیے پیدا ہوئیں تم ان میں سے بہتر ہو۔

اور اُمّۃ کا لفظ قرآن کریم نے صرف حضرت ابراہیمؑ (فردِ واحد) کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اکیلے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اتنا کام کر دکھایا جتنا کہ ایک امت کام کرتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک امۃ بمعنی امام یعنی پیشوا یا راہ ڈالنے والا ہے۔ (جالندھری عثمانیؒ۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا (۱۶/۱۲۰) — بیشک ابراہیمؑ ایک پوری امت تھے۔ خدا کے فرمانبردار اور صرف اسی کے ہو رہے تھے۔

ماحصل: (۱) جمع اور جمیع: کسی بھی موقعہ پر جمع شدہ لوگ۔
(۲) رَھط: ایک خاندان کے نوجوانوں کی جماعت جو دس تک ہو اور اس جماعت کا سردار۔
(۳) شِرذِمة: ناتواں لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔
(۴) عُصبة: مضبوط اور طاقتور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت جو ایک دوسرے کے حامی و ناصر ہوں۔
(۵) طائفة: ایک رائے اور مذہب کے لوگ۔
(۶) فئة: ایک دوسرے سے تعاون حاصل کرنے والی جماعت۔
(۷) فرقة: کسی بڑی جماعت سے الگ شدہ چھوٹی جماعت۔
(۸) ثلّة: صرف کثیر تعداد کے لیے آتا ہے۔
(۹) زمرة: کسی بڑی جماعت کے متفرق شدہ نقل و حرکت کرنے والے ٹولے۔
(۱۰) عزین: ایک ہی نسب کے لوگ۔
(۱۱) حزب: لشکر، سیاسی پارٹی۔ مملکت کے کاروبار میں عمل دخل حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی جماعت۔
(۱۲) معشر: کسی مخصوص مقصد والی جماعت کے کل افراد جن میں اختلاط و موافقت ہو۔
(۱۳) ثقلان: دو بڑی مخلوقات جنّ اور انسان۔
(۱۴) اُمّة: ہم جنسوں (انسان، جانور، پرندے) کی جماعت۔ یا ایسے ہم عقیدہ لوگ جو کسی ایک امام کے متبع ہوں۔

۱۲۔ جماعت (جانوروں کی)

کے لیے رَکبٌ[۱]، اَلخَیلُ[۲]، غَنَمٌ[۳] اور اَبَابِیلُ[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَکب: بمعنی اونٹوں کا گلہ بھی اور قافلہ بھی اور شتر سوار بھی سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (مف)

ارشادِ باری ہے:

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ (۸/۴۲)	جب تم (مدینے سے) قریب کے ناکہ پر تھے اور کافر بعید کے ناکہ پر اور شتر سوار قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا) تھا۔

۲۔ خَیل: (مع) بمعنی گھوڑوں کا گلہ۔ پھر رَکب کی طرح لفظ خیل کا اطلاق گھڑسوار (بمعنی فارس) پر بھی ہوتا ہے (منجد۔ مف) اور گھوڑے اور سوار دونوں کے مجموعہ پر بھی بولا جاتا ہے (مف)

ارشادِ باری ہے:

وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّکُمْ (۸/۶۰)	اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھاؤ۔

۳۔ غَنَم: بمعنی بکریوں کا ریوڑ (مف) قرآن میں ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ	اور داؤدؑ اور سلیمانؑ جب ایک کھیتی سے متعلق مقدمہ

إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ (۲۱/۷۸) — کا فیصلہ کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر کر (اسے اجاڑ) گئی تھیں۔

۴۔ ابابیل: بمعنی پرندوں کا جھنڈ۔ اور بعض کے نزدیک ابابیل کا اطلاق پرندوں، اونٹوں اور گھوڑوں کی جماعت پر ہوتا ہے (م۔ق) ہاں اگر طَیْرًا اَبَابِیْلَ ہو تو اس کا معنی پرندوں کا جھنڈ ہی ہوگا۔ پرندوں کی ٹکڑیاں۔غول۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ (۱۰۵/۳-۴) — اور اللہ نے ان پر جھلڑ کے جھلڑ جانور بھیجے جو ان پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے۔

۱۳ — جنّ

کے لیے جِنّ، شَیْطان، مَارِد، خَنَّاس اور عِفْرِیت کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ جنّ: اَلْجِنّ وَالْجِنَّة: اسم جنس۔ انسان کے علاوہ دوسری بڑی مخلوق جو شریعت کی مکلف ہے۔ پوشیدہ مخلوق جو آگ سے پیدا کی گئی۔ آتشین مخلوق۔ جن۔ پری۔ دیو اور جَانّ۔ جن کا اسم جمع ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۵۱/۵۶) — اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

۲۔ شَیْطٰن: شَطَنَ بمعنی دور ہونا۔ شَطَنَ الرَّجُلُ کسی آدمی کا حق سے دور ہونا۔ اور شیطان ہر بدروح کو کہتے ہیں جو اپنی سرکشی اور نافرمانی سے حق سے دور ہو چکا ہو (م۔ل) جنوں میں سے کچھ نیک اور صالح بھی ہوتے ہیں اور کچھ خبیث، موذی اور بدکردار بھی۔ اس دوسری قسم کو شیطان کہتے ہیں (ف ل ۱۲۵) پھر اس لفظ کا اطلاق ہر سرکش اور نافرمان پر بھی ہونے لگا خواہ انسان ہو یا جن یا کوئی جانور۔ سانپ کو اس کی ایذا دہی کی وجہ سے شیطان (منجد) جنّ اور جَانّ (۲۷/۱۰) کہتے ہیں۔ مثلاً شیاطین العرب کے معنی ہیں عرب کے سرکش اور نافرمان لوگ۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶/۱۱۲) — اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔

۳۔ مَارِد: اگر شیطان اپنی سرکشی اور ایذا رسانی میں غایت کو پہنچ جائے تو اسے مارد کہتے ہیں (ف ل ۱۲۵) ارشادِ باری ہے:

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ (۳۷/۷) — اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔

۴۔ خَنَّاس: خَنَسَ: بمعنی پیچھے ہٹنا اور سکڑنا اور خانس (ج خُنَّس) ایسے ستاروں کو کہتے ہیں جو سیدھی چال چلتے چلتے الٹے چلنے لگتے ہیں۔ مثلاً زحل، مشتری اور مریخ وغیرہ (مف) اور خَنَّاس مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی ہر وقت داؤ فریب کی غرض سے پیچھے ہٹنے اور پھر آگے چلنے والا۔ اور

اس سے مراد وسوسہ اندازی کرنے والا شیطان ہے، جو ہر آن انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اس انداز سے وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے خواہ وہ جنوں سے ہو یا انسانوں سے۔ ارشادِ باری ہے:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (۱۱۴/۴تا۶)

میں شیطان وسوسہ انداز کی برائی سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو خدا کا نام سن کر پیچھے ہٹ جاتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے (خواہ یہ جنوں سے ہو یا انسانوں سے۔

۵۔ عِفْرِیْت: وہ جن جو بہت شہ زور اور قوی ہیکل ہو اسے عِفْرِیْت کہتے ہیں (ف۔ل ۱۲۵) ارشاد باری ہے:

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ۔ (۲۷/۳۹)

جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس تخت کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں۔

ماحصل: (۱) جِنّ۔ انسان کے علاوہ دوسری پوشیدہ اور آتشیں مخلوق جو شریعت کی مکلف ہے۔

(۲) شَیْطَان: خبیث، سرکش اور موذی جن یا انسان۔

(۳) مَارِد: وہ شیطان جو ایذا رسانی اور شرارت و سرکشی میں حد درجہ کو پہنچ جائے۔

(۴) خَنَّاس: وسوسہ اندازی کرنے والا شیطان۔

(۵) عِفْرِیْت: شہ زور اور قوی ہیکل جن۔

۱۴۔ جنّت اور اس کے مختلف نام!

۱۔ جَنَّةٌ: بمعنی باغ (ج جَنَّاتٌ) جَنَّ بمعنی ڈھانپنا اور جَنَّةٌ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کی زمین درختوں یا کھیتی کی وجہ سے نظر نہ آئے (مف) قرآن میں ہے:

اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ (۲/۲۶۶)

بھلا تم سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو۔

اور اَلْجَنَّة اور جَنَّة کا لفظ قرآن کریم اکثر مقامات پر اس باغ کے لیے استعمال ہوا ہے جہاں نیک اور متقی لوگوں کو اخروی زندگی میں ٹھکانا ملے گا۔ بہشت۔ ارشادِ باری ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۲/۲۵)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

۲۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ: عَدَنَ بمعنی کسی جگہ قرار پکڑنا۔ رہائش پذیر یا مقیم ہونا (مف) کسی جگہ اقامت کرنا اور ہمیشہ رہنا۔ (م۔ا) گویا جَنّٰتُ عَدْنٍ ایسے باغات ہوں گے جو طویل مدت تک برقرار

رہیں گے۔ اور جنتی لوگ اس میں اقامت پذیر ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۹۸/۸)	ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

۳۔ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ: فِرْدَوْس بمعنی سرسبز وادی (منجد) اور فردوس بمعنی رودبار میں واقع باغ جس میں ہر قسم کے پھل اور پھول موجود ہوں (م ل) گویا جَنّٰتُ الْفِرْدَوْس سرسبز، گھنے سائے والے اور ٹھنڈی چھاؤں والے باغ کو کہتے ہیں جو پھولوں کی خوشبو سے معطر اور ہر قسم کے پھل بافراط ہوں۔ بہشت کا وُہ حصہ جس کے لیے حضور اکرمؐ نے مسلمانوں کو دُعا سکھلائی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ الْفِرْدَوْس" اور قرآنِ کریم میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ (۱۸/۱۰۸)	جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام۔ ان کے واسطے ہیں ٹھنڈی چھاؤں کے باغ مہمانی۔ (عثمانیؒ)

۴۔ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ: نَعْمٌ بمعنی آرام و آسائش و عیش و عشرت کا سامان اور پاکیزہ زندگی (م ل) گویا جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ایسے باغات ہیں جن میں باغ کی خوبیوں کے علاوہ آسائش رہائش کے دوسرے لوازم بھی موجود ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۶۸/۳۴)	پرہیزگاروں کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں نعمتوں والے باغ ہیں۔

۱۵ ـــــ جنگ

کے لیے حَرْب، قِتَال، زَحْف، بَأْس، جِهَاد اور غَزٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قِتَال: قَتَلَ بمعنی کسی کو مار ڈالنا۔ اور قِتَال بمعنی ایسی لڑائی جس میں ایک دوسرے کو مار ڈالنے کا ارادہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (۲/۲۱۶)	تم پر (خدا کے راستے میں) لڑنا فرض کیا گیا ہے جو تمہیں ناگوار ہے۔

اور کبھی قتال بمعنی مَقْتَل یا میدان کارزار بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳/۱۲۱)	اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر موقع بہ موقع متعین کرنے لگے۔

۲۔ حَرْب: حَرَبَ بمعنی لُوٹ لینا یا چھین لینا۔ اور حَرْبَةٌ نیزہ، برچھی یا برچھے کو کہتے ہیں (منجد) اور اَحْرَبَ الْحَرْبَ کے معنی لڑائی کو بھڑکانا یا دشمن کا مال لوٹنے کے لیے کسی کی راہنمائی کرنا ہے۔

(منجد) حَرْب کا لفظ قِتَال سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اس میں لڑنے کے علاوہ مالِ غنیمت حاصل کرنے کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ نیز یہ لفظ لڑائی کے اسباب و نتائج اور متاثرہ حالات تک کے پورے زمانہ کو محیط ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (۵/۶۴) — جب کبھی آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے لیے اللہ اُسے بجھا دیتا ہے (عثمانیؒ)

۳۔ زَحْف: زَحَفَ بمعنی گھٹنوں یا سرین کے بل دھیرے دھیرے گھسٹنا۔ اور زَحَفَ الْعَسْكَرُ اِلَى الْعَدُوِّ بمعنی لشکر کا کثیر ہونے کی وجہ سے دشمن کی طرف آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنا۔ اور اَلزَّحْفُ دشمن کی طرف بڑھنے والے لشکرِ جرار کو کہتے ہیں (منجد) گویا زَحْفًا کے لغوی معنی لڑائی کرنا یا لڑائی کا میدان نہیں بلکہ کسی لشکرِ جرّار کا میدانِ کارزار کی طرف آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنا ہے۔ جن کی آپس میں مٹھ بھیڑ ہو جائے (م ۔ ق) اور زَحُوف اور زحافات، زمین کے ساتھ پیٹ لگا کر چلنے والے یا رینگنے والے جانوروں کو کہتے ہیں جیسے سانپ وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (۸/۱۵) — اے ایمان والو! جب میدانِ جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو اُن سے پیٹھ نہ پھیرنا۔

۴۔ بَاْس: کا بنیادی مفہوم سختی، شدت، قوت اور ناگواری ہے۔ (م ل مف) خواہ وُہ معیشت میں ہو جیسے تنگ دستی اور فقر و فاقہ۔ اور اس کے لیے عموماً بَاْسَآء کا لفظ آتا ہے خواہ عذاب کی صورت ہو یا لڑائی کی۔ صاحبِ منجد نے بَاْس کے معنی شجاعت، دلیری، قوت، خوف اور عذاب لکھے ہیں۔ اور بَاْس کا لفظ جب جنگ یا میدانِ جنگ کے لیے آتا ہے تو اس سے لڑائی کی سختیاں، شدائد اور جسمانی نقصان مراد ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ (۲/۱۷۷) — اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکۂ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہنے والے۔

۵۔ جِہَاد: بمعنی کسی کام میں اپنی انتہائی کوشش صرف کرنا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ ہر وہ کوشش ہے جو ذاتی غرض کو چھوڑ کر محض اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے کی جائے۔ اور جہاد ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا اطلاق عموماً جہاد بالسیف یعنی اپنی ذاتی غرض کو چھوڑ کر محض کلمۃ اللہ اور دین کی سربلندی کے لیے کفار سے لڑائی کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ (۹/۸۶) — اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جنگ کرو۔ تو جو ان میں دولت مند ہیں تم سے اجازت طلب کرنے لگتے ہیں۔

۶- غزّٰی : (غزوۃ) بمعنی دشمن سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلنا۔ اور غازی وُہ ہے جو اس ارادہ سے نکلے۔ اور اس کی جمع غُزاۃٌ اور غزٌّی ہے۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا (۳/۱۵۶)	ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کفر کرتے اور اپنے ان بھائیوں سے، جو سفر کرتے یا لڑائی کے لیے نکلتے ہیں، کہتے ہیں کہ اگر وُہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

ماحصل: (۱) قتال۔ ارادہ سے ایک دوسرے کو مارنا۔ جنگ اور میدانِ جنگ۔

(۲) حَرْب : لڑائی کرنا اور دشمن سے مال چھیننا۔

(۳) زَحفًا : میدانِ جنگ کی طرف کسی بڑے لشکر کا آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنا۔

(۴) بَأس : دورانِ جنگ کی سختیاں اور جسمانی نقصان۔

(۵) جِهَاد : ذاتی اغراض کو چھوڑ کر محض دین کی سربلندی کے لیے لڑنا۔

(۶) غزّٰی : دشمن کو لڑنے کے لیے بغرضِ جہاد نکل کھڑا ہونا۔

۱۶ ـــــ جننا

کے لیے وَضَعَ اور وَلَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- وَضَعَ کے بنیادی معنی کسی چیز کو نیچے رکھ دینا ہے (مف) وَضَعَتِ الْحَمْلَ بمعنی میں نے بوجھ اتار کر نیچے رکھ دیا۔ (مف) جب وضع کے ساتھ حمل کا لفظ آئے اور اس کی نسبت مادہ کی طرف ہو تو اس کا معنی بچہ جننا ہے۔ وضع حمل کا لفظ عام ہے جو انسانوں کے علاوہ حیوانات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ ایک وقتی عمل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ (۳/۳۶)	پھر جب عمران کی بیوی نے بچہ جنا تو کہنے لگیں اے میرے پروردگار میں نے مادہ جنا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا (۲۲/۲)	اور ہر حمل والی اپنا بچہ جن دے گی۔

۲- وَلَدَ : عموماً انسان کے لیے آتا ہے۔ اور ولادت کی نسبت وقتی نہیں بلکہ دائمی ہوتی ہے۔ والدہ ہمیشہ کے لیے اپنے مولود کی والدہ ہے مگر وُہ ہمیشہ کے لیے واضع حمل نہیں۔ پھر وَلَدَ میں صرف جننے کا ہی تعلق نہیں ہوتا مولود کی تربیت کا بھی ہوتا ہے۔ اور وَلَدَ الْوَلَدَ بمعنی اس نے بچہ کی پرورش کی۔ قرآن میں ہے۔ فرعون نے موسیٰؑ کو مخاطب کر کے کہا:

أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا (۲۶/۱۸)	کیا ہم نے تم کو کہ ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا؟

۱۷۔ جواب دینا

کے لیے اَجَابَ (جوب) رَجَعَ اور اَفْتٰی (فتو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَجَابَ (صند سَاَلَ) اور سَاَلَ معنی سوال کرنا، کوئی چیز مانگنا بھی ہے اور کچھ پوچھنا بھی ہے۔ اسی طرح اَجَابَ کے معنی کسی سوال کا جواب دینا بھی ہے۔ اور کوئی چیز مانگی جائے تو اس کا قبول کرنا یا دینا بھی ہے۔ یہاں سوال کا جواب زیر بحث ہے۔ قرآن میں ہے؛

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ (۵/۱۰۹) — اس دن اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو جمع کریگا۔ پھر پوچھے گا۔ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؛

۲۔ رَجَعَ، کا بنیادی معنی پھرنا، لوٹنا یا واپس ہونا ہے۔ اور الرَّجْعُ (مصدر) بمعنی خط کا جواب دینا (منجد) ہے۔ قرآن میں ہے:

اِذْھَبْ بِّکِتٰبِیْ ھٰذَا فَاَلْقِہْ اِلَیْھِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْھُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ۔ (۲۷/۲۸) — میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے۔ پھر ان کے پاس سے پھر آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

۳۔ اَفْتٰی: بمعنی کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا جواب دینا خواہ یہ مسئلہ شرعی ہو یا عام دنیوی امور سے متعلق ہو اور فتویٰ بھی شرعی اصطلاح میں کسی عالم سے کسی پیچیدہ مسئلہ کا جواب لینے کو کہتے ہیں۔ اور استفتاء بمعنی ایسے مسئلہ کا جواب طلب کرنا۔ ارشادِ باری ہے؛

یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ (۴/۱۷۶) — لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

ماحصل؛ (۱) اَجَابَ: کسی سوال کا جواب دینا۔ (۲) رَجَعَ: خط کا جواب دینا۔ (۳) اَفْتٰی: کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا جواب دینا۔ فتویٰ دینا۔

۱۸ — جوانی

کے لیے حُلُم اور اَشُدّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حلم: (حُلُمًا) بمعنی لڑکے کا بالغ ہونا (منجد) اور حُلُم بمعنی خواب میں جماع کرنا (م-ا) گویا جب لڑکے کو پہلی بار احتلام ہو تو اس عمر کو حُلُم یا سنّ بلوغت کہتے ہیں۔ آغازِ جوانی۔ قرآن میں ہے؛

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْکُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا کَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (۲۴/۵۹) — اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اسی طرح (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) اجازت لینی چاہیے۔ جس طرح اُن سے اگلے (یعنی بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ اَشُدَّ: اَشُدّ بمعنی عقل یا عمر کی پختگی تک پہنچنا (منجد) اور یہ تقریباً ادھیڑ عمر ہوتی ہے۔ بھرپور جوانی۔ جس کے بعد بڑھاپے کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (۴۶/۱۵) — یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔

۱۹ ــــ جوڑا

کے لیے زَوْج اور شَفْع کے الفاظ آئے ہیں:

۱- زَوْج: زوج کا لفظ بہت وسیع معنوں میں آیا ہے۔ زوج بمعنی (۱) بیوی یا مادہ (۲) شوہر یا نر۔ (۳) میاں بیوی یا نر و مادہ دونوں مل کر بھی ایک زوج ہیں۔ اور نر و مادہ یا میاں بیوی کے ملانے کو زوج کہتے ہیں۔ نکح کے برعکس زَوْج کا اطلاق ہر اس چیز پر بھی ہوتا ہے جس میں نر و مادہ کا وجود یا شعور پایا جاتا ہے جیسے نباتات وغیرہ۔

اب زوج کے دو حصے ہوئے۔ ایک نر اشیاء۔ انہیں ذکر (ج ذُکُور اور ذُکْرَان) دوسرے مادہ انہیں اُنْثٰی (ج اناث) کہا جاتا ہے پھر زَوْج کے لیے یہ بھی ضروری نہیں' ان کا جنسی لحاظ سے ملاپ ہو بلکہ صرف ایک نر اور ایک مادہ کے الگ کر دینے پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا (۴۲/۴۹-۵۰) — جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا پھر انہیں بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے۔

۲- شفع: کا اطلاق ان اشیاء پر ہوتا ہے جن میں نر و مادہ کی تمیز نہیں۔ اور شفع بمعنی ایک چیز کو اس جیسی دوسری چیز کے ساتھ ملا دینا اور جفت چیز کو شَفْعٌ اور جس کے ساتھ اس جیسی دوسری چیز نہ ہو اسے وِتْر کہتے ہیں۔ اور اعداد میں ہر وہ ہندسہ جو دو پر تقسیم ہو جائے وہ شفع یا جُفت ہے۔ اور جو دو پر پورا تقسیم نہ ہو وہ وتر یا طاق ہے۔ مثلاً ایک، تین، پانچ سات وغیرہ۔ اور دو، چار چھ، آٹھ وغیرہ جُفت یا شَفْع ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَالْفَجْرِ ۔ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۔ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (۸۹/۱-۳) — قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی)

اور شَفَعَ بمعنی ایسی چیزوں کا جوڑا بنانا۔ یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا۔ البتہ شَفَعَ سفارش کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۲/۲۵۵) — کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی (سفارش) کر سکے۔

۲۰ ــــ جوڑنا

کے لیے وَصَلَ، خَصَفَ اور رَصَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ وَصَلَ، بمعنی ملانا اور جوڑنا (م-ل) ملانا کے لحاظ سے اس کی ضد فَصَلَ ہے۔ اور جوڑنا کے لحاظ سے قَطَعَ۔ اور وَصَلَ کے معنی ایک چیز کو دوسری سے اس طرح ملانا کہ وہ جڑ جائے۔ یہ لفظ دونوں معنوں میں الگ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں بھی۔

ارشادِ باری ہے:

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ۔ (۲/۲۷) — اور وہ اس تعلق کو توڑتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے ملانے (یا جوڑنے) کا حکم دیا تھا۔

۲۔ خَصَفَ: خَصَفَ چمڑے کے اس ٹکڑے (یا فرمے) کو کہتے ہیں جس کے اوپر چمڑا رکھ کر نئے جوتے کا ماپ کاٹا جائے (مف) اور خَصَفَ بمعنی جوتا سینا، جوتے میں پیوند لگانا۔ اور خصف الشیء علی الشیء بمعنی ایک چیز کو دوسری پر رکھ کر جوڑنا اور چپکانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ (۷/۲۲) — تو آدم و حوا کی شرمگاہیں ان پر ظاہر ہو گئیں۔ اب وہ ان پر بہشت کے پتے جوڑنے لگے۔

۳۔ رَصَّ: بمعنی ایک چیز کو دوسری سے ملانا، چمٹانا، پیوستہ کرنا (منجد) اور بمعنی دو چیزوں کو باہم جوڑ دینا (مف) اور نیز رَصَّهُ بمعنی سیسے کی قلعی کرنا۔ اور رصاص بمعنی سیسہ (منجد) یعنی رَصَّ کے معنی کسی چیز کو کسی مسالہ وغیرہ سے جوڑ کر اسے مضبوط بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (۶۱/۴) — اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں یوں قطار باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔

ماحصل (۱) وصل: بمعنی ملانا اور جوڑنا۔ (۲) رَصَّ: دو چیزوں کو جوڑنا اور مسالہ وغیرہ سے پیوست کرنا۔ (۲) خصف: بمعنی جوڑنا اور چپکانا۔

جوش مارنا کیلئے دیکھیے ——— "ابلنا"

۲۱ — جہاں، جہاں کہیں

کے لیے حَيْثُ، حَيْثُمَا، أَيْنَمَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَيْثُ: مکان مبہم کے لیے آتا ہے مابعد کے جملہ سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ بمعنی جہاں (مف)

ارشادِ باری ہے:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۲/۱۴۹) — اور تم جہاں سے نکلو، مسجد الحرام کی طرف منہ (کرکے نماز پڑھا) کرو۔

۲۔ حَيْثُمَا: بمعنی جہاں کہیں۔ مَا کا اضافہ صرف معنوں میں وسعت کے لیے ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ — اور تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اس (مسجد حرام) کی طرف رُخ

شَطْرَهٗ (۲/۱۴۹) کر لیا کرو۔

۳۔ اَیْنَمَا: اَیْنَ بمعنی کہاں۔کسی جگہ کے متعلق سوال کرنے کے لیے آتا ہے۔اور اَیْنَمَا بمعنی کوئی بھی جگہ اس طرح اَیْنَمَا اور حَیْثُمَا ہم معنی بن جاتے ہیں۔البتہ اَیْنَمَا میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں (منجد م۔ق) ارشادِ باری ہے:

اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا (۳۳/۶۱) جہاں کہیں بھی پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار ڈالے گئے۔

۲۲۔۔۔جھڑکنا

کے لیے زَجَرَ، اِزْدَجَرَ اور نَہَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ زَجَرَ: کسی کو اونچی آواز سے تہدید آمیز کلمات کہنا۔جھڑکنا۔دھتکارنا۔ڈانٹنا۔اور زَجْرَۃٌ بمعنی ڈانٹ (۷۹/۱۳) قرآن میں ہے:

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (۳۷/۲) پھر (قسم ہے) ڈانٹنے والے فرشتوں کی جھڑک کر۔

۲۔ اِزْدَجَرَ: بمعنی کسی کو جھڑک کر بھگا دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَکَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (۵۴/۹) تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور انہیں ڈانٹا بھی۔

۳۔ نَہَرَ: بمعنی کسی مائع چیز کا زور سے بہنا بھی۔اور نَہَرَ السَّآئِلَ بمعنی سائل کو جھڑکنا بھی (منجد) جھڑکنے اور ڈانٹنے میں سختی سے کام لینا۔الزّجر الغلیظ (مف۔ف ل ۱۸۸) ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْہَرْ (۹۳/۱۰) اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا۔

ماحصل: (۱) زجر۔جھڑکنا۔ڈانٹنا۔ (۲) ازدجر۔جھڑک کر نکال دینا۔ (۳) نہر: سختی سے جھڑکنا۔

۲۳۔۔۔جُھکنا

کے لیے جَنَحَ، مَالَ (میل)، عَنَا (عنو)، صَغَا (صغو)، رَکَنَ، مَادَ (مید)، خَشَعَ، ذَلَّ، عَالَ، دَنٰی، جَنَفَ، صَبَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَنَحَ: کسی ایک طرف جُھکنا۔جَنَحَتِ السَّفِیْنَۃُ۔کشتی کا ایک جانب جھکنا۔اور جناح بمعنی پرندہ کا پَر۔انسان کا پہلو۔(تثنیہ جَنَاحَیْنِ) اور جَنَاحَ بھلائی کی طرف جھکاؤ،اور جُنَاح (گناہ) بُرائی کی طرف جُھکاؤ کے لیے آتا ہے۔ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَہَا (۸/۶۱) اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔

۲۔ مَالَ: المیل بمعنی میلان طبع۔رغبت (منجد) طبیعت کا جھکاؤ ہونا۔کسی بات یا چیز پر طبیعت کا

مائل ہونا۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ (۴/۱۲۹) — اور تم خواہ کتنا ہی چاہو عورتوں میں ہرگز برابری نہیں کر سکو گے۔ تو ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی طرف جھک جاؤ۔

۳۔ عَنَا يَعْنُوْا بمعنی ذلیل ہونا، پست ہونا۔ فرمانبردار ہونا۔ اور عَنَا يَعْنِيْ بمعنی مشقت برداشت کرنا۔ اور عَنِيَ يَعْنٰى بمعنی تھکنا (منجد) گویا عَنَا يَعْنِيْ ذلیل ہو کر، تھک کر یا مشقت سے عاجز آکر جھکنا کے معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ (۲۰/۱۱۱) — اور زندہ و قائم کے رُوبرو منہ جُھک جائیں گے۔

۴۔ صَغَا يَصْغُوْا: پوری طرح جھکنے کے معنی میں آتا ہے۔ صَغَتِ النُّجُوْمُ وَالشَّمْسُ بمعنی سورج یا ستاروں کا مائل بہ غروب ہونا (مف۔ منجد) اور صَغَيْتُ الْاِنَاءَ میں نے برتن کو جُھکایا کہ اس سے چیز نکل آئے اور اَصْغٰى اِلَيْهِ بمعنی کسی طرف کان جھکانا۔ کان دھرنا (م۔م) قرآن میں ہے:

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (۶۶/۴) — اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے، کیونکہ) تمہارے دل کج ہو گئے ہیں۔

۵۔ رَكَنَ: رُکن بمعنی قوت۔ غلبہ۔ قلعہ۔ مضبوط پہلو۔ اور رَكَنَ بمعنی کسی پر بھروسہ کرنا اور اس کی طرف جُھکنا جس سے قوت حاصل کی جائے۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (۱۷/۷۴) — اور اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو تم کسی قدر ان کی طرف مائل ہونے ہی لگے تھے۔

۶۔ مَادَ: بمعنی کسی چیز میں حرکت پیدا ہو کر جُھکنا۔ ہل جُل کر کسی بھی طرف جُھک پڑنا (م۔ل) حرکت کرنا، ہلنا، کانپنا (منجد) مادت الغصن بمعنی شاخ جُھک پڑی (منجد) قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنَا فِى الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ (۲۱/۳۱) — اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ لوگوں (کے بوجھ) سے ہلنے (اور جُھکنے) نہ لگے۔

۷۔ خَشَعَ: عاجزی کی وجہ سے جھکنا۔ ایسا خوف جس کا اثر جوارح پر ظاہر ہو (مف) یہ عموماً آنکھوں، چہرہ، آواز اور دل کے جُھکنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس میں خوف بھی شامل ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) آواز کے لیے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (۲۰/۱۰۸) — اور خدا کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔

(۲) آنکھ کے لیے:

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (۷۰/۴۴) — اُن کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہو گی۔

۸۔ ذَلَّ: بمعنی زور اور قہر اور دباؤ کی وجہ سے جُھکنا۔ (اور اس کی ضد عَزَّ ہے) (مف) ذلیل ہونا طبیعت

کی تیزی اور سختی کا از خود مغلوب ہو جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا (۷۶/۱۴)

ان سے (ثمردار شاخیں اور) ان کے سائے قریب ہوں گے۔ اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔

۹۔ عَالَ: (عول) بمعنی ظلم کرنا۔ سیدھی راہ سے ہٹنا (منجد) اَلْعَوْلُ ہر ایسی چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کو گرانبار کر دے اور وہ اس کے بوجھ تلے دب جائے (مف) اس سے مراد ایسا جھکاؤ ہے جس میں کسی کا حق تلف ہوتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا (۴/۳)

اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہ کرسکو گے تو ایک (عورت) کافی ہے۔ یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ یہ (اس لیے کہ) تم ایک طرف نہ جھک جاؤ (عثمانیؒ)

۱۰۔ دَنٰی: بمعنی قریب ہونا۔ نزدیک ہونا۔ اور اگر اس کی نسبت کسی بلندی کی طرف ہو تو یہ جھک کر قریب ہونا کے معنی دے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۵/۵۴)

اور ان دونوں باغوں کے پکے میوے جھک رہے ہوں گے (یعنی زمین سے قریب ہو رہے ہوں گے)

۱۱۔ جَنَفَ: بمعنی جانبداری کرنا۔ طرفداری کرنا۔ جھکاؤ کا رُخ کسی ایک فریق کی طرف ہو جانا ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا (۲/۱۸۲)

پھر جو شخص وصیت کرنے والے کی طرف سے جانبداری یا حق تلفی کا خوف رکھتا ہو۔

۱۲۔ صَبَا: (صبو) صَبِيٌّ بمعنی بچہ، چھوٹا لڑکا (ج صِبْيَان) اور صَبَا بمعنی بچوں جیسی حرکتوں کی طرف مائل ہونا۔ اور تَصَبِّيْ بمعنی کھیل کی طرف راغب ہونا (م۔ق) گویا صَبَاءَ ایسے جھکاؤ کو کہتے ہیں جو از راہِ بچپن ہو۔ یوسفؑ نے فرمایا:

وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ (۱۲/۳۳)

(اے اللہ!) اگر تو مجھ سے ان عورتوں کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔

ماحصل: (۱) مَالَ: طبیعت کا جھکاؤ اور رغبت عام ہے۔
(۲) جَنَحَ: اچھے کام کی طرف جھکنا۔
(۳) عَنَا: مشقت کی وجہ سے تھک کر جھکنا۔
(۴) صَغَا: پورے یا زیادہ جھکاؤ کے لیے۔
(۵) رَكَنَ: کسی چیز کی طرف قوت یا پناہ حاصل کرنے کے لیے جھکنا
(۶) مَادَ: حرکت یا بوجھ کی وجہ سے جھک پڑنا۔ ہچکولے کھانا۔
(۷) خَشَعَ: خوف اور عاجزی سے جھکنا جس کا اثر جوارح سے نمایاں ہو
(۸) ذَلَّ: کسی دباؤ کی وجہ سے جھکنا۔
(۹) عَالَ: ایسا جھکاؤ جس میں دوسرے کی حق تلفی ہو۔
(۱۰) دَنٰی: جھک کر قریب ہونا۔
(۱۱) جَنَفَ: جانبداری کی وجہ سے جھکنا
(۱۲) صَبَا: از راہِ بچپن کسی ناشائستہ حرکت کی طرف جھک پڑنا

۲۴۔ جھکانا

کے لیے خَفَضَ[1]، غَضَّ[2]، رَکَعَ[3] اور نَکَسَ[4] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَفَضَ: بمعنی جھکانا۔ پست کرنا (اور اس کی ضد رَفَعَ ہے۔ بمعنی اوپر اٹھانا۔ بلند کرنا) خَفَضَ ظاہری اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ خافض اور رافع دونوں اللہ تعالیٰ کے نام یا صفات بھی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (۱۷/۲۴) — اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کر نیازمندی سے (عثمانیؒ)

۲۔ غَضَّ: نظر جھکا لینے یا آواز کو پست کرنے سے مخصوص ہے (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (۲۴/۳۰) — مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

۳۔ رَکَعَ: بمعنی بدن کو جھکانا، سر کو خم کرنا، خمیدہ پشت ہونا (مف) کنایۃً نماز ادا کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ (۷۷/۴۸) — اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکو تو جھکتے نہیں۔

۴۔ نَکَسَ: بمعنی اوندھا کرنا۔ اور نَکَسَ رَأْسَهٗ کے معنی سر جھکانا۔ سرنگوں ہونا۔ شرم و ندامت سے سر جھکا لینا اور تَنَكَّسَ الْعَلَمُ بمعنی جھنڈا کا سرنگوں ہونا (منجد) ہے اور اِنْتَكَسَ بمعنی سر کے بل گرنا۔ اور نُکِسَ عَلٰى رَأْسِهٖ محاورہ ہے بمعنی لاجواب ہو کر ندامت سے سر جھکا لینا۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَاۤءِ يَنْطِقُوْنَ (۲۱/۶۵) — پھر (شرمندہ ہو کر) سر نیچا کر لیا (اس پر بھی ابراہیمؑ سے کہنے لگے کہ) تم جانتے تو ہو کہ یہ بولتے نہیں۔

ماحصل: (۱) خَفَضَ: جھکانے یا پست کرنے کے لیے عام لفظ۔
(۲) غَضَّ: نظر اور آواز کے لیے۔
(۳) رَکَعَ: بدن کو جھکانے اور خمیدہ پشت ہونے کے لیے۔
(۴) نَکَسَ: عَلٰى رَأْس لاجواب ہو کر ندامت سے سر ڈال دینا۔

۲۵۔ جھگڑنا

کے لیے شَجَرَ[1]، تَنَازَعَ[2]، حَاجَّ[3]، جَدَلَ[4]، مَارَ[5] (مری) خَصَمَ[6]، لَدَّ[7] اور تَشَاکَسَ[8] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَجَرَ: جھگڑنا اور اختلاف کرنا (مف) بحث کرنا مختلف فیہ ہونا (منجد) اختلاف رائے کی بنا پر

جھگڑا کرنا جبکہ اصول پر فریقین متفق ہوں اور جھگڑا فروعی نوعیت کا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (۴/۶۵) — تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں تب تک مومن نہیں ہونگے۔

۲۔ تنازع: بمعنی اختلاف کرنا اور اپنی طرف کھینچنا (منجد) اور نزع کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنا (مف) کھینچا تانی۔ جھگڑے کا طول پکڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (۴/۵۹) — پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسولؐ کے۔ (عثمانیؒ)

۳۔ حَاجَّ: حَجَّ بمعنی دلیل میں غالب آنا۔ اور حُجَّةٌ بمعنی دلیل۔ اور اِحْتَجَّ بمعنی اپنے دعوٰی پر دلیل لانا (منجد) ہے۔ گویا حَاجَّ دلائل سے بحث کرنے اور ایک دوسرے کی بات کو دلیل سے ردّ کرنے کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَاجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖ (۲/۲۵۸) — بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ابراہیمؑ سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

۴۔ جَدَلَ: گفتگو میں ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا (مف) بے جا تکرار کرنا۔ اور جَدَلَ بمعنی پچھاڑ دینا اور زمین پر گرانا (منجد) بطور سوال جواب جھگڑنا (م۔ق) صاحب مقائیس اللغۃ کے نزدیک طویل گفتگو سے جھگڑا کو طول دینا (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

يُجَادِلُوْنَكَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ (۸/۶) — وہ لوگ حق بات میں اس کے ظاہر ہوئے پیچھے جھگڑنے لگے۔

۵۔ مَارَ: مِرْيَةٌ بمعنی تردّد اور شک۔ اور مَارَ بمعنی ایسی بات میں جھگڑا کرنا جس کے تسلیم کرنے میں تردّد ہو۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (۵۳/۱۲) — جو کچھ انہوں (محمدؐ) نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا۔ کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں اُن سے جھگڑتے ہو۔

۶۔ خَصْمٌ: بمعنی دعویدار۔ مدّعی اور مدعا علیہ یا دونوں میں سے کوئی ایک۔ مخالف فریق۔ خواہ ایک فرد ہو یا زیادہ۔ ایسا جھگڑا یا مقدمہ جس میں فریقین کے حقوق زیرِ بحث ہوں۔ اور اَخْصَمَ بمعنی کسی کے خلاف دلیل مہیا کرنا۔ دلیل سجھانا (منجد) قرآن میں ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ (۳۸/۲۱) — بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے (جالندھری) اور پہنچی تجھ کو خبر دعوے والوں کی (عثمانیؒ)

۷۔ لَدَّ: بمعنی شدّۃ الخصومۃ (ف۔ل ۴۸) اور اَلَدّ بمعنی سخت جھگڑالو آدمی۔ پنجابی (اڑبے خور) جو دوسروں کی بات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھے اور اپنی بات کے لیے شور مچاتا جائے۔ قرآن میں ہے:

وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖ وَهُوَ — اور وہ اپنے مافی الضمیر پر خدا کو گواہ بناتا ہے حالانکہ

اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲/۲۰۴) — وُہ سخت جھگڑالو ہے۔

۸۔ تشاکس: اَلشِّکْسُ بمعنی بدمزاج آدمی۔ اور تَشَاکَسَ بمعنی بدمزاجی کی وجہ سے باہم جھگڑا کرنا (مف) اور شَکُسَ بمعنی سخت مزاج اور بخیل ہونا (منجد) گویا تشاکس کے معنی بخل، تند خوئی اور بدمزاجی کی وجہ سے ایک دوسرے سے اپنے اپنے حق کے لیے کھینچا تانی کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْہِ شُرَکَآءُ مُتَشَاکِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا (۳۹/۲۹) — اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے، ایک شخص چند بدسرشت اور بخیل مالکوں کا غلام ہے اور دوسرا صرف ایک ہی آدمی کا غلام ہے۔ تو کیا ان دونوں کی حالت ایک جیسی ہو سکتی ہے؟

ماحصل:

(۱) شَجَرَ: اختلافِ رائے ہونا۔

(۲) تَنَازَعَ: اختلافِ رائے میں کھینچا تانی۔

(۳) حَاجَّ: دلیل سے جھگڑا کرنا۔

(۴) جَدَلَ: خصومۃ بالباطل۔ کج بحثی۔

(۵) مَارَ: ایسی بات میں جھگڑا کرنا جس کو تسلیم کرنے میں تردّد ہو۔

(۶) خصم: کسی چیز کے دعویدار ہونے کی بنا پر دوسروں سے جھگڑنا۔

(۷) لَدَّ: شدۃ الخصومۃ۔

(۸) تشاکس: بدمزاجی اور بخل کی بنا پر ایک دوسرے سے اپنے اپنے حق کے لیے جھگڑنا۔

۲۶۔ جھوٹ

کے لیے کِذْب[۱]، باطِل[۲]، زُور[۳] اور اِفک[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کِذب: بمعنی جان بوجھ کر غلط خبر دینا (منجد) دل اور زبان کی ہم آہنگی نہ ہونا (مف) یا خلافِ واقعہ بات کہنا ہے۔ اور اس کی ضد صِدق ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰہِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۳/۷۸) — اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور (وہ یہ بات) جانتے بھی ہیں۔

۲۔ باطل: بمعنی ہر وُہ بات جس میں تحقیق کے بعد ثبات اور پائیداری نظر نہ آئے (مف) ناحق، بے اصل، لغو، فضول (منجد) اور اس کی ضد حقّ ہے۔ بمعنی حقیقت۔ سچ۔ سچائی۔ راستی وغیرہ۔ گویا باطل کا لفظ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جس کا ایک معنیٰ کذب یا جھوٹ بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۳/۷۱) — اے اہلِ کتاب تم سچ کے ساتھ جھوٹ کو کیوں خلط ملط کرتے ہو؟

۳۔ زُور: زور بمعنی سینہ کے اوپر کے حصّہ کی خمیدگی کجی اور زُوْر بمعنی حق کے خلاف جھوٹ اور اللہ سے شرک کرنا (منجد) اور زَاوَرَ کے معنی راہِ حق سے کترا جانا۔ سیدھی راہ سے ایک طرف ہو کر نکل جانا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ — اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ (دھوپ) اُن کے

عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ (۱۸/۱۷) غار سے داہنی طرف سمٹ جائے۔

اور قول الزور کے مقابلہ میں قرآن میں قَوْلًا سَدِيْدًا کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ایسی بات جس میں کوئی رخنہ، ابہام، ہیرا پھیری اور پیچیدگی نہ ہو۔ اور قَوْلَ الزُّوْرِ ایسی بات ہے جس میں یہ باتیں یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو۔ اور ابو ہلال عسکری کے نزدیک زُوْر ایسا جھوٹ ہے جسے بنا سنوار کر پیش کیا جائے کہ وہ بھلا اور درست معلوم ہو۔ (فق ل ۲۴) ارشادِ باری ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۲۲/۳۰) تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔

۴۔ اِفْك: اَفَكَ بمعنی اصل سمت سے رُخ موڑ لینا جس میں بدنیتی شامل ہو (مف) بات کچھ ہو تو اس سے کچھ اور ہی بنا لینا۔ باتیں گھڑنا۔ الزام۔ بہتان۔ اور یہ جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک اس جھوٹ کا تعلق فاحش القبیح یعنی زنا وغیرہ کی تہمت سے ہوتا ہے (فق ل ۳۱) ارشادِ باری ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (۲۴/۱۲) جب تم نے بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا۔ اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ صریح طوفان ہے۔

ماحصل (۱) کذب: خلافِ واقعہ بات۔

(۲) باطل: ناپائیدار اور بے بنیاد بات بہت وسیع معنوں میں آتا ہے جس کی ایک قسم کذب ہے۔

(۳) زور: ایسی بات جو تیج ڈال کر حقیقت کو چھپاتے ہوئے بنا سنوار کر یوں پیش کی جائے کہ وہ سچ معلوم ہو۔

(۴) افک: بدنیتی سے کسی بات کو کچھ کا کچھ بنا دینا۔ اور اس کا تعلق تہمت سے بھی ہوتا ہے۔

۲۷۔ جھوٹ بولنا یا بنانا

کے لیے کَذَبَ، اَفَكَ اور تَقَوَّلَ (قول) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَذَبَ: جان بوجھ کر ایسی خبر دینا جو واقعہ کے خلاف ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۲/۲۷) اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ (زلیخا) جھوٹی اور وہ (یوسفؑ) سچا ہے۔

۲۔ اَفَكَ: کسی چیز کا رُخ موڑ دینا۔ بدنیتی سے بات کو کچھ کا کچھ بنا دینا جیسا کہ اوپر گذرا) اور یہ بدترین قسم کا جھوٹ ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (۲۶/۲۲۲) (اچھا) میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔

۳۔ تَقَوَّلَ: ایسی بات کہنا جس کا اصل موجود ہی نہ ہو۔ کسی پر جھوٹ تھوپنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (۴۴/۶۹)

اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنا لاتے تو ہم اُن کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔

ماحصل: (۱) کَذَبَ: خلافِ واقعہ بات یا جھوٹ بولنا۔ (۲) اَفَكَ: کسی پر بہتان تراشنا۔ (۳) تَقَوَّلَ: جھوٹ بنانا اور دوسرے کے نام لگا دینا۔

۲۸ ــــ جھٹلانا

کے لیے کَذَّبَ[۱] اور اَبْطَلَ[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَذَّبَ: بمعنی کسی کو جھوٹا قرار دینا۔ معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ (۱۸۴/۳)

پھر اگر ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو آپ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔

۲۔ اَبْطَلَ: باطل بمعنی ناحق اور ناپائیدار (ضد حق) تو جس طرح حق کا ایک معنی سچ ہے اسی طرح باطل کا ایک معنی جھوٹ بھی ہے۔ اور اَبْطَلَ حالات و واقعات کے ساتھ کسی چیز کو جھٹلانا یا جھوٹ ثابت کر دینا۔ ارشادِ باری ہے:

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (۸/۸)

تاکہ (اللہ تعالیٰ) سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ ثابت کر دے۔ اگرچہ مجرم (مشرک) ناخوش ہی ہوں۔

ماحصل: کَذَّبَ: محض کسی کی بات کو جھٹلا دینے کے لیے اور ابطل کسی بات یا کام کو دلائل، تجربات اور مشاہدات سے جھوٹا ثابت کرنے کے لیے آتا ہے۔

جینا کے لیے دیکھیے ــــ "زندہ رہنا"

۱۔ چابی ۔ (کنجی)

کے لیے مَقَالِید[۱] اور مَفَاتِح[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مقالید: قَلَدَ بمعنی لوہے کو تپلا کرنا اور کسی چیز پر موڑنا یا موڑ کر گچھا بنانا۔ اور قلاد یا اقلید تانبے یا پیتل کے اس تار کو کہتے ہیں جس کو ہار میں استعمال کیا جائے۔ اور قلادۃ گلے کے ہار کو کہتے ہیں۔ مِقْلَد اس لوہے کی چابی کو کہتے ہیں جو تالے میں موڑ کر تالا کھولا جاتا ہے۔ اس کی جمع مَقَالِد اور جمع الجمع مقالید آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (۴۲/۱۲) — آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وُہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۲۔ مَفَاتِح: فَتَحَ کے معنی کھولنا یا کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی دور کرنا (مف) اور یہ لفظ دروازہ کھولنے، تالا کھولنے، پانی بہنے کے لیے راستہ کھولنے، کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے اور کسی ملک کو فتح کرنے سب معنوں میں آتا ہے۔ مِفْتَحٌ (ج مَفَاتِح) کے معنی چابی بھی ہے اور پانی کی نالی بھی۔ (منجد) اور مِفْتَاح کی جمع مَفَاتِح پھر اس کی جمع مفاتیح ہے (منجد) اور یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا۔ گویا مفاتح کا لفظ مقالید سے زیادہ ابلغ ہے جو ہر قسم کی بندش اور رکاوٹ کو دُور کرنے اور کھولنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (۶/۵۹) — اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۲ ۔ چادر

کے لیے خُمُر[۱] اور جلَابِیب[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خُمُر: واحد خِمَار بمعنی اوڑھنی۔ دوپٹہ۔ پردہ (منجد) خِمَار وُہ چھوٹی چادر یا دوپٹہ جس سے چہرہ کا پردہ کیا جا سکے۔ اور پہلوؤں کو نیز سینہ کو ڈھانپا جا سکے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُيُوْبِهِنَّ۔ (۲۴/۳۱) اور (مومن عورتوں کو) چاہیے کہ اپنے گریبانوں کو اوڑھنیوں سے اوڑھے رہا کریں۔

۲۔ جَلَابِيْب: واحد جِلْبَاب۔ بمعنی چادر یا قمیص اور جَلْبَبَ بمعنی چادر یا قمیص پہنانا (منجد) جلباب دراصل وُہ بڑی چادر ہے جو سر سے پاؤں تک سارا بدن ڈھانپ سکے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (۳۳/۵۹) اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں، اور مسلمان عورتوں سے کہدو کہ وُہ اپنی چادریں نیچے لٹکائے رکھیں تاکہ وُہ پہچانی جائیں اور نہ انہیں کوئی ایذا دے۔

۳۔ چارہ

کے لیے مَرْعٰی[1]، اَبّ[2] اور عَصْف[3] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَرْعٰی: رَعٰی بمعنی مویشی کا گھاس چرنا۔ اور مَرْعٰی کا لفظ چراگاہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور تازہ گھاس یا چارہ کے بھی (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی (۸۷/۵) اور جس نے چارا اگایا پھر اس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا۔

۲۔ اَبّ: ایسی گھاس جو جانوروں کے چرنے اور کٹنے کے لیے بالکل تیار ہو (مف) اور صاحبِ منجد کے نزدیک اس لفظ کا اطلاق تر و خشک ہر قسم کے چارہ پر ہوتا ہے جو مویشیوں کی خوراک ہو، مثلاً توڑی، گھاس، بھوسہ وغیرہ۔ یا ایسا چارہ جسے سٹاک کیا جا سکے۔ جو حیثیت انسان کے لیے فاکھہ کی ہے وہی چار پایوں کے لیے اَبّ کی ہے۔ فاکھۃ بمعنی میوے خشک ہوں یا تر۔ اسی طرح اَبّ خشک و تر چارہ کے لیے آتا ہے (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا۔ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (۸۰/۳۱) اور میوے اور چارا (بھی زمین سے نکالا۔ یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے چار پایوں کے لیے بنایا۔

۳۔ عَصْف: دانہ کے اوپر کے پردے اور چھلکے (م۔ل) توڑی، بھوسہ۔ وغیرہ۔ اور عصف ماکول چارے کا وُہ حصہ یا ڈنٹھل ہیں۔ جو جانور چرنے کے آخر پر چھوڑ دیتے ہیں (عثمانیؒ) اور صاحبِ منجد کے نزدیک کھیتی کے تنے اور بھوسہ کے تنکے ہیں۔ عَصَفَ بمعنی ہوا کا تیز چلنا اور عَاصِفَه آندھی کو کہتے ہیں۔ اور آندھی جو گھاس پھوس اور اس کے تنکے اڑاتی پھرتی ہے وُہ بھی عَصْف ہے قرآن میں ہے:

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ (۱۰۵/۵) تو اُن کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھُس۔

ماحصل: مَرْعٰی: تازہ چارہ کے لیے اَبّ: ایسے چارہ کے لیے جو خشک ہو رہا ہو۔ اور عَصْف چرنے کے بعد

چھوڑے ہوئے حصہ کے لیے آتا ہے۔

۴۔ چاند

کے لیے قَمَر اور اَھِلَّة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَھِلَّة : اَھِلَّة : ھِلَال کی جمع ہے۔ اور ھلال بمعنی نیا چاند اور ھَلّ بمعنی ہلال کا ظاہر ہونا۔ اور اَھَلّ بمعنی کسی بات کو مشہور کرنا۔ جیسے لوگ نئے چاند دیکھتے وقت ایک دوسرے کو اشارہ سے بتلاتے، دکھاتے اور مشہور کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (۲/۱۸۹)

(اے پیغمبرؐ!) لوگ آپ سے نئے چاند کے بارہ میں پوچھتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) تو کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے اوقات مقرر کرنے اور حج کا وقت معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں۔

۲۔ قمر : اہل عرب نے چاند کو شکلوں کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا ہلال کا وقت ۷ دن ہے۔ تین دن نمودار ہونے کے بعد اور چار دن پہلے۔ چوتھی سے لے کر بارھویں تک اور پھر انیسویں سے لے کر چھبیسویں تک قَمَر ہے۔ اور تیرھویں سے اٹھارہویں تک ایک ہفتہ بَدْر ہے۔ تاہم اس کا عام مستعمل نام قمر ہی ہے۔ اور ہر شکل کے چاند کو قمر کہہ سکتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (۳۶/۳۹)

اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی خشک ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے

ماحصل: ہر شکل کے چاند کو قمر کہہ سکتے ہیں۔ اور ھلال صرف نئے چاند یا پتلی شکل کے چاند کو کہتے ہیں۔ یعنی چھبیسویں تاریخ کے چاند سے لے کر تیسری تک کا چاند۔

۵۔ چاہنا

کے لیے شَاءَ اور اَرَادَ، اِشْتَھٰی اور بَغٰی، اِبْتَغٰی اور رَغِبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَاءَ : کا مصدر شَیْئٌ ہے بمعنی چیز۔ اور شَیْئٌ وہ ہوتی ہے جس کا علم ہو سکے اور اس کی خبر دی جا سکے (ج اشیاء) (منجد۔ مف) اور شِیْئَة اور مَشِیْئَة اسم ہے بمعنی ارادہ۔ (منجد) اصل میں مشیئة کے معنی کسی چیز کی ایجاد یا اس کو پا لینے کے ہیں۔ لیکن ہر چیز کو وجود میں لانے اور اس کا انتظام رکھنے والا چونکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا مشیئت کا لفظ صرف ارادہ الٰہی کے معنوں میں آتا ہے۔

۲۔ اَرَادَ : مشیئتِ الٰہی اور ارادہَ الٰہی میں بھی فرق ہے مشیئت ایسا ارادہ ہوتا ہے جو اللہ کے علم اور تقدیر کے مطابق وجود میں آنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کہتے ہیں مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ یعنی اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔ جبکہ ارادہَ الٰہی اس کے حتمی وجود کا مقتضی نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (۲/۱۸۵) — خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے۔ سختی نہیں چاہتا۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ (۴۰/۳۱) — اور خدا بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

حالانکہ یہ امر واقع ہے کہ لوگوں میں سختی، تنگی اور ظلم پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ مشیئت ان باتوں کی مقتضی ہوتی ہے۔ مشاء کی نسبت جب انسان کی طرف ہو تو اس سے مراد ایسی خواہش یا ارادہ ہوتا ہے جو اللہ کی تقدیر کے تابع ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۸۱/۲۹) — اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے۔ مگر وُہی جو خدائے رب العٰلمین چاہے۔

جبکہ انسان کا ارادہ اس قید سے آزاد ہے وُہ اللہ کی مشیئت کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً انسان چاہتا ہے کہ اسے موت نہ آئے۔ لیکن ایسا ہونا مشیئتِ الٰہی کے خلاف ہے۔ لہٰذا نہیں ہو سکتا۔ ارشادِ باری ہے:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (۶۱/۸) — یہ چاہتے ہیں کہ خدا (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ حالانکہ خدا اپنی روشنی کو پُورا کر کے رہیگا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

نیز ارادہ اور مشیئت کا واضح یہ فرق ہے کہ ارادہ آگے پیچھے ہو سکتا ہے لیکن مشیئت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوتا (فق ل ۴۰)

۳۔ اِشْتَهٰی بمعنی نفس کا اس چیز کی طرف کھچ جانا جسے وُہ فطری طور پر پسند کرتا ہو۔ فطری میلانات مثلاً بھوک، شہوت، حرص وغیرہ (مف) (ضد نَفَرَ) اور صاحب منجد اس کے معنی مرغوب چیزوں کی خواہش کرنا لکھتے ہیں (منجد) ایسی خواہشات جن میں ارادہ کو دخل نہیں ہوتا (فق ل ۹۸) ارشادِ باری ہے:

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۴۱/۳۱) — اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے موجود ہوگی۔

۴۔ بَغٰی بمعنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کرنے کی خواہش کرنا (مف) (اور یہ صفت محمود بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے فرائض سے آگے بڑھ کر تطوع بجا لانا اور مذموم بھی۔ جیسے حق سے تجاوز کر کے باطل کی طرف مائل ہونا) قرآن میں ہے:

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا (۱۲/۶۵) — کہنے لگے ابا! ہمیں (اور) کیا چاہیے، یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے۔

گویا یہ پونجی کی بازیافت ”اُن کا حق نہ تھا جو انہیں مل گیا۔

اور اِبْتَغٰی بمعنی کوشش کے ساتھ کسی چیز کا طلب کرنا (مف) ہے۔ یعنی واجبی کوشش سے زیادہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (۹۲/۲۰) مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے۔

۵۔ رَغِبَ: کسی چیز کو دل سے چاہنا۔ اور مرغوب بمعنی من بھاتا۔ خواہ یہ چیز طبعی میلانات کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

عَسٰی رَبُّنَآ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ (۶۸/۳۲) شاید ہمارا پروردگار ہمیں اس سے بہتر باغ عطا کردے ہم اپنے پروردگار کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

ماحصل: (۱) شَاءَ: ایسی خواہش یا ارادہ جو اللہ کی تقدیر کے تابع ہو۔ اور یہ مقررہ وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوتا۔

(۲) اَرَادَ: عام ہے۔ خواہ مشیت الٰہی کے تابع ہو یا نہ ہو۔ اس کا وقت آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔

(۳) اِشْتَهٰی: مرغوب چیزوں کی خواہش طبعی میلانات کی خواہش کرنا۔

(۴) بَغٰی: کسی چیز کو حاصل کرنے میں حدِ اعتدال سے آگے چلا جانا۔

(۵) رَغِبَ: کسی چیز کی محض چاہت۔ خواہ یہ طبعی میلانات کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

۶۔ چُپ ہونا۔ رہنا

کے لیے سَكَتَ[۱]، صَمَتَ[۲] اور اَنْصَتَ[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَكَتَ: بات کرتے کرتے رک جانا۔ تھم جانا۔ چپ ہو جانا۔ خلاف الکلام (م۔ ل منجد) اس معنی میں اس لفظ کا استعمال قرآنِ کریم میں نہیں۔ البتہ غصہ تھم جانے کے لیے آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ (۷/۱۵۴) جب موسیٰؑ کا غصہ فرو ہوا۔

۲۔ صَمَتَ: بمعنی چپ رہنا۔ کم گو یا "خاموش طبع" ہونا۔ فرمانِ نبویؐ ہے مَنْ صَمَتَ نَجَا یعنی جو شخص خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ صَمَتَ کی ضد نَطَقَ ہے۔ مالِ صامت روپے پیسے اور نقدی کو کہتے ہیں جبکہ مال ناطق حیوانات کو (منجد) قرآن میں ہے:

سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ (۷/۱۹۳) تمہارے لیے برابر ہے تم اُن کو بلاؤ یا چپکے ہو رہو۔

۳۔ اَنْصَتَ: نَصَتَ اور اَنْصَتَ بمعنی دوسرے کی بات چپ چاپ رہ کر سننا (منجد) قرآن میں ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۷/۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔

ماحصل:

خاموش طبع یا کم گوئی کے لیے صَمَتَ، باتیں کرتے کرتے چپ ہونے کے لیے سَكَتَ اور دوسرے کی بات خاموش ہو کر سننے کے لیے اَنْصَتَ آتا ہے۔

۷ ـــــ چراغ

کے لیے مِصْبَاح[1] اور سِرَاج[2] کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ مِصْبَاح، صَبَحَ بمعنی روشن اور چمکدار ہونا، صَبَحَ الشَّعْرُ بمعنی بالوں کا چمکدار ہونا۔ اور صَبَحَ الْحَدِیْد بمعنی لوہے کا تابدار ہونا۔ اور صَبِیْح اور صَبْحَان خوبصورت کے معنوں میں آتا ہے (منجد) اور ابن فارس لکھتے ہیں کہ صَبَحَ کا لفظ بنیادی طور پر سرخ رنگ پر دلالت کرتا ہے۔ صبح کو بھی اسکی سرخی کی وجہ سے صبح کہتے ہیں۔ اور مِصْبَاح (ج مصابیح) (چراغ) کو بھی اس کی سرخی کی وجہ سے مصباح کہتے ہیں (م ل) قرآن میں ہے:

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ۔ (۲۴/۳۵) اس (اللہ) کے نور کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے۔

پھر مِصْبَاح کا لفظ روشن ستاروں کے لیے بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ۔ (۶۷/۵) اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی۔

۲۔ سِرَاج: ابن فارس کہتے ہیں کہ سَرَجَ کا لفظ حسن، زینت اور جمال پر دلالت کرتا ہے۔ اور سِرَاج (چراغ) کو سراج اس کی روشنی اور زینت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ گھوڑے کی زین کو بھی سرج اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اس کی زینت ہے۔ کہا جاتا ہے سَرَّجَ وَجْهَهٗ اس نے اپنے چہرے کی آرائش کی۔ سَرَّجَ شَعْرَهٗ اس نے اپنے بال سنوارے یا گوندھے۔ (م۔ل) قرآن میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا (۲۵/۶۱) (وہ خدا) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔

ابن الفارس صاحب مقائیس اللغۃ کے حوالے سے اوپر جو لغوی تحقیق پیش کی گئی ہے قرآن اس کی تائید نہیں کرتا بلکہ معاملہ اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ قرآن نے سورج کو سراج (۲۵/۶۱) اور سِرَاجًا وَّهَّاجًا (۷۸/۱۳) کہا ہے حالانکہ اس کی روشنی سرخی مائل ہوتی ہے سفیدی مائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن نے ستاروں کو مصابیح کہا ہے حالانکہ ان کی روشنی سفیدی مائل ہوتی ہے سرخ نہیں ہوتی۔ لہٰذا اصل یہ ہے کہ:

ماحصل: سِرَاج وہ ہے جس کی روشنی سرخی مائل ہو اور مصباح وہ ہے جس کی روشنی سفیدی مائل ہو۔ واللہ اعلم!

۸ ـــــ چرانا

کے لیے رَعٰی[1] اور اَسَامَ[2] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ رَعٰی: بمعنی کسی حیوان کو چرانا اور اس کی حفاظت اور نگہداشت کرنا۔ اور رَاعِی بمعنی چرواہا۔ گڈریا۔ اور

مَرْعٰی بمعنی چارہ بھی اور چراگاہ بھی (مف) کسی چیز کو ضائع ہونے سے بچانا۔ اور بیرونی خطرات پیدا ہونے کے اسباب دُور کرنا (ضد اھمال) بمعنی ریوڑ کا چرواہا کے بغیر ہونا (فق ل ۱۵) ارشادِ باری ہے:

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ (۲۰/۵۴) خود بھی کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ (یا کھلاؤ)

لفظ رَعٰی کا بنیادی معنی چونکہ تربیت اور نگہداشت ہے لہٰذا اس کا اطلاق انسانوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ بادشاہ راعی ہے اور پبلک رعیت۔

۲۔ اَسَامَ: سَوْمٌ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) طلب (۲) روانگی یعنی کسی چیز کی طلب میں روانہ ہو جانا سامت الْاِبِل بمعنی اونٹ چرنے کے لیے چراگاہ کی طرف چلے گئے۔ اور اَسَامَ بمعنی چرانے کو لے جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ (۱۶/۱۰) اور اس بارش سے درخت (بھی شاداب ہوتے) ہیں جنھیں تم اپنے چارپایوں کو چراتے ہو۔

ماحصل: (۱) رَعٰی: بمعنی چرانا اور نگہداشت کرنا۔ (۲) اَسَامَ: چرانے کے لیے لے جانا۔

۹۔ چڑھنا (اُوپر کو)

کے لیے عَرَجَ، رَقِیَ، صَعِدَ، ظَهَرَ، رَهِقَ اور تَسَوَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

نوٹ: سورج اور سیارات کے چڑھنے یا طلوع ہونے کے لیے دیکھیے نکلنا۔

۱۔ عَرَجَ: کے معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ جھکاؤ اور بلندی (م۔ل) عَرَجَ بمعنی لنگڑا کر چلنا اور اَعْرَجَ لنگڑے کو کہتے ہیں۔ اور عَرَجَ فِي السُّلَّمِ بمعنی سیڑھی پر چڑھنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا (۱۵/۱۴) اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں۔ اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں کہ ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں۔

۲۔ رَقِیَ: کے معنی جھاڑ پھونک کرنا بھی ہیں اور بلندی پر چڑھنا بھی۔ اس طرح کہ اس میں اپنی وسعت کے مطابق قوت صرف کی جائے۔ آہستہ آہستہ نرم رفتار سے اُوپر چڑھنا (منجد) کہا جاتا ہے اِرْقِ عَلٰى ظَلْعِكَ یعنی اپنی ہمت کے مطابق چڑھو۔ اپنے نفس پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ (منجد۔ مف) اور یہ کہا جاتا ہے رَقِيْتُ فِي الْعِلْمِ وَالشَّرَفِ میں نے علم اور شرف میں ترقی کی (فق ل ۱۵۲) گویا اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ (۱۷/۹۳) یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں۔

۳۔ صَعِدَ: کے مفہوم میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) بلندی (۲) مشقت (م۔ل) یعنی کسی بلند

مقام پر مشقت سے چڑھنا۔ اور صُعُود بلندی اور گھاٹی کو کہتے ہیں۔ اور اس پر چڑھنے والے دشوار گزار راستے کو بھی (منجد) کسی چیز کا بمشکل اوپر اُٹھنا جیسے دُھواں اُوپر اٹھتا ہے۔ اور مصعد الکھربائیہ برقی لفٹ کو کہتے ہیں (مف) اور اصعد اور صعّد بمعنی دقت اور دشواری سے اوپر چڑھنا قرآن میں ہے:

يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ (۶/۱۲۶) — اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے۔ گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا تینوں الفاظ عَرَجَ، رَقِيَ اور صَعَدَ کی ضد نَزَلَ ہے۔

۴۔ ظَهَرَ: بمعنی ظاہر ہونا۔ غالب آنا۔ چڑھنا اور چڑھ کر اُوپر تک پہنچ جانا خواہ یہ سیڑھیاں ہوں یا دیوار وغیرہ جس پر بغیر سیڑھیوں کے چڑھا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا (۱۸/۹۷) — پھر نہ تو وہ اس (دیوار) پر چڑھنے کی طاقت رکھیں اور نہ سوراخ کرنے کی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ (۴۳/۳۳) — ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے۔

۵۔ رَهِقَ: بمعنی ایک چیز کے اوپر دُوسری چیز چڑھ جانا اور اسے چھپا لینا (اس میں اضطراری کیفیت پائی جاتی ہے) رھقہ الامر بمعنی کسی معاملہ نے اسے بزور و جبر دبا لیا (مف) یعنی اسے ڈھانپ لیا۔ (م۔ل) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۸۰/۴۱) — اور کتنے منہ ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہو گی (اور) سیاہی چڑھ رہی ہو گی۔

۶۔ تَسَوَّرَ: سُور بمعنی شہر پناہ یا ایسی بلند دیوار جسے پھاند کر اندر داخل نہ ہو سکیں (م۔ل) اور سَارَ بمعنی دیوار پر چڑھنا یا اس کو پھاندنا۔ اور تَسَوَّرَ کا معنی دیوار پر چڑھنا اور پھاندنا بھی ہے اور کنگن پہنانا بھی (جو سِوار، سَوار (ج اساور اور اسورۃ) بمعنی کنگن سے مشتق ہے) ارشادِ باری ہے:

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (۳۸/۲۱) — بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی خبر بھی آئی ہے۔ جب وہ دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے۔

ماحصل:
(۱) رُک رُک کر چڑھنے کے لیے عَرَجَ۔
(۲) اپنی ہمت کے مطابق چڑھنے کے لیے رَقِيَ۔
(۳) بہ مشقت اوپر چڑھنے کے لیے صَعَدَ۔
(۴) اوپر تک چڑھ جانے کے لیے ظَهَرَ۔
(۵) ایک چیز پر دوسرے کے چڑھنے اور اسے دبا لینے کے لیے رَهِقَ۔
(۶) دیوار پر چڑھنے یا اُسے پھاندنے کے لیے تَسَوَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۰۔ چشمہ

کے لیے عَیْن، یَنْبُوْع اور سَرِیّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَیْنٌ: بمعنی آنکھ اور اس کی جمع قرآن میں اَعْیُن آئی ہے پھر اس اعتبار سے کہ آنکھ سے پانی بہتا ہے۔ مشکیزہ کے منہ کو بھی عَیْنٌ کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح پانی کے اس چشمہ کو بھی جس سے پانی جاری ہو جائے (مف) اور عَیْنٌ جاری چشمہ کے معنی میں آتا ہے اور اس کی جمع قرآن میں عُیُوْن آئی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (۵۴/۱۲) — اور زمین میں چشمے جاری کر دیے تو پانی ایک کام کے لیے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا۔

اور عَیْن کا اطلاق جھیل اور خلیج پر بھی ہو سکتا ہے۔ دیکھیے ۔۔۔ "پانی کے راستے"

۲۔ یَنْبُوْع: نَبَعَ بمعنی چشمہ سے پانی پھوٹنا اور منبع اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے پانی پھوٹتا ہے۔ اور یَنْبُوْع ایسے چشمہ کو کہتے ہیں جس سے پانی اُبل رہا ہو (مف) اور اس کی جمع ینابیع (۳۹/۲۱) آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا (۱۷/۹۰) — اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ جاری کر دو۔

۳۔ سَرِیٌّ: بمعنی چھوٹی سی نہر۔ جاری نہر (ف ل ۲۶۱ منجد) اس کی جمع اَسْرِیَةٌ اور سُرْیَان آتی ہے اور سَرِیَّة چھوٹے سے لشکر یا فوجی دستے کو بھی کہتے ہیں جس کی جمع سرایا ہے۔ اور ساریہ بمعنی رات کو جانے والی تھوڑی سی فوج (منجد) گویا اس میں چھوٹائی کا تصور پایا جاتا ہے۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا (۱۹/۲۴) — تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔

ماحصل: چشمہ کو جریان کے اعتبار سے عین اور زمین سے پانی پھوٹنے کے اعتبار سے ینبوع اور جاری شدہ چشمہ جو چھوٹی نہر کی شکل اختیار کر جائے اسے سَرِیٌّ کہتے ہیں۔

۱۱۔ چشمہ کا پھوٹنا اور بہنا

کے لیے فَارَ، اِنْبَجَسَ، اِنْفَجَرَ، فَجَّرَ، نَضَخَ، سَالَ (سیل)، جَرٰی اور فَاضَ (فیض) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَارَ: بمعنی جوش مارنا اور ابلنا (منجد) اور فور بمعنی غلیان یا اُبال (م۔ل) ہے۔ فَارَ الْقِدْرُ بمعنی ہانڈی کا جوش مارنا۔ فَارَ الْمَاءُ بمعنی پانی کا جوش مارنا اور فَارَ الْعِرْقُ بمعنی رگ کا مضطرب ہونا (منجد) ہے گویا فار میں پانی بہنے کی بجائے اس کے جوش مار کر اوپر اٹھنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ خصوصاً جبکہ نیچے پانی کا دباؤ زیادہ ہو اور سوراخ تنگ ہو۔ اسی سے مشہور لفظ فوّارہ مشتق ہے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوۡرُ (۱۱/۴۰) — یہاں تک کہ ہمارا حکم آپہنچا اور تنور سے چشمہ جوش مارنے لگا۔

۲۔ نَضَخَ: بمعنی پانی کا چشمہ سے زور سے پھوٹنا۔ اور اِنْضَخَ بمعنی پانی کا اُچھل کر نیچے گرنا۔ نَضَّاخ موسلا دھار بارش اور منضخة پانی چھڑکاؤ کرنے کے آلہ کو کہتے ہیں (منجد) گویا اس لفظ میں جوش مار کر اُوپر اُچھلنے کی بجائے اُبلنے اور بہنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فِیۡہِمَا عَیۡنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (۵۵/۶۶) — ان (دونوں باغوں میں) دو چشمے اُبل رہے ہیں۔

۳۔ اَنۡبَجَسَ: بمعنی کسی چیز کا پانی کی وجہ سے کھل جانا، خواہ زمین ہو یا پتھر یا پہاڑ (م۔ل) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک پہاڑ یا پتھر سے پانی نکلنے اور بہنے کے لیے انبجس کا لفظ خاص ہے (ف ل ۲۵۹)

ارشادِ باری ہے:

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اِذِ اسۡتَسۡقٰىہُ قَوۡمُہٗۤ اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡحَجَرَ ۚ فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡہُ اثۡنَتَا عَشۡرَۃَ عَیۡنًا (۷/۱۶۰) — اور جب موسیٰؑ سے اُن کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

۴۔ اِنۡفَجَرَ اور اِنۡبَجَسَ قریب المعنیٰ الفاظ ہیں۔ اور قرآنِ کریم میں یہ دونوں الفاظ ایک ہی موقع کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً اَنۡفَجَرَ سے متعلقہ آیت اس طرح ہے:

وَ اِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡحَجَرَ ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡہُ اثۡنَتَا عَشۡرَۃَ عَیۡنًا (۲/۶۰) — اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے خدا سے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (انھوں نے لاٹھی ماری) تو پھر اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

ان دونوں میں خفیف سا فرق یہ ہے کہ جب چشمہ کا دہانہ پوری طرح نہ کھلا ہو اور پانی کچھ تھوڑا بہت اوپر بھی اٹھتا ہو تو اَنۡبَجَسَ کا لفظ استعمال ہوگا۔ اور جب منہ پوری طرح کھل جائے اور پانی دہانہ پر آکر بہنے لگے تو اِنۡفَجَرَ کا لفظ استعمال ہوگا۔ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ انجس پہاڑ یا پتھریلی زمین سے چشمہ پھوٹنے سے خاص ہے جبکہ انفجر کا لفظ عام ہے۔ یہ پہاڑی اور میدانی زمین دونوں کے لیے استعمال ہوسکتا ہے۔ طوفانِ نوحؑ کے وقت پانی عام زمین سے پھوٹ کر بہ نکلا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَّ فَجَّرۡنَا الۡاَرۡضَ عُیُوۡنًا فَالۡتَقَی الۡمَآءُ عَلٰۤی اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ (۵۴/۱۲) — اور ہم نے زمین میں سے چشمے جاری کردیے اور پانی ایک کام کے لیے جو مقدر ہوچکا تھا جمع ہوگیا۔

۵۔ سَالَ: میں صرف پانی کے بہنے کا تصور پایا جاتا ہے خواہ یہ پانی بارش کا ہو یا چشمے کا۔ مثلاً:

(۱) اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَۃٌۢ بِقَدَرِہَا (۱۳/۱۷) — اسی نے آسمان سے مینہ برسایا۔ پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہ نکلے۔

(۲) وَ اَسَلۡنَا لَہٗ عَیۡنَ الۡقِطۡرِ (۳۴/۱۲) — اور ہم نے سلیمانؑ کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔

اسی سے لفظ سَیَّال ہے جو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پانی کی طرح نشیب کی طرف بہہ نکلے۔ گویا سیل میں نیچے کی طرف زور سے بہنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ اور سیل کو ہی ہماری زبان میں سیلاب

کہتے ہیں. ارشادِ باری ہے:

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ (۳۴/۱۶) — انہوں نے (ناشکر گزاری سے) منہ پھیر لیا پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا۔

۶۔ جَرٰی: پانی کا چلنا اور جاری ہونا۔ جبکہ نشیب بھی زیادہ نہ ہو اور پانی کا زور بھی زیادہ نہ ہو۔ معمولی رفتار سے پانی کا بہنا یا چلنا خواہ یہ چشمہ کا ہو یا نہر کا یا دریا کا۔ مثلاً:

(۱) فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ (۵۵/۵۰) — ان دونوں باغوں میں دو چشمے بہ رہے ہیں۔

(۲) لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۲/۲۵) — ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

اور جَرٰی کا استعمال عام ہے جو سیال چیزوں کے علاوہ ہواؤں اور سورج، چاند وغیرہ کے چلنے کے لیے بھی قرآن کریم میں استعمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے جیسے سنّتِ جاریہ مشہور لفظ ہے۔ مگر قرآن میں اس معنوی استعمال کی مثال غالباً موجود نہیں۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، بمعنی دور تک یا دیر تک جاری ہونا یا بہنا۔

۷۔ فاض، فیض میں دو تصوّر پائے جاتے ہیں۔ (۱) کسی چیز کی کثرت (۲) کثرت کی وجہ سے بے قابو ہو جانا۔ فَاضَ السَّیْلُ بمعنی پانی کا کثرت سے ہونا اور ندی کے کناروں کے اوپر سے بہہ نکلنا (منجد) اور اَفَاضَ الْاِنَاءَ بمعنی اس نے برتن کو اتنا بھرا کہ پانی کناروں سے بہنے لگا (OVER FLOW) (منجد۔ مف) قرآن میں ہے:

تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (۵/۸۳) — آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق کی بات پہچان لی۔

یعنی آنکھیں آنسوؤں سے اتنی بھر جاتی ہیں کہ آنسو بہنے لگتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔ (۲/۱۹۹) — پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں تم بھی وہیں سے واپس ہو۔

یہاں لوگوں سے مراد لوگوں کا ریلا، ہجوم یا کثرت ہے۔ جن کی کثرت خود بخود ان کا ساتھ دینے پر مجبور کرتی ہے۔ اور ان کا ساتھ دینے اور لوٹنے کو افاض سے تعبیر کیا گیا۔ اسی طرح تیسرے مقام پر کسی کام یا باتوں میں انتہائی انہماک کی بنا پر بھی اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ (۱۰/۶۱) کا استعمال ہوا ہے۔

ماحصل: (۱) فَارَ: پانی کا جوش مار کر اوپر اچھلنا۔

(۲) نَضَخَ: پانی کا اچھلنا اور نیچے گرنا۔

(۳) اِنْبَجَسَ: پانی کا چشمہ سے پھوٹ کر بہ نکلنا جب کہ دہانہ تنگ ہو۔

(۴) اِنْفَجَرَ: پانی کا چشمہ سے پھوٹ کر بہ نکلنا جب کہ دہانہ کشادہ ہو جائے۔

(۵) سَالَ : میں پانی یا کسی مائع چیز کے صرف بہنے کا تصور پایا جاتا ہے۔
(۶) جَرٰی : معمولی رفتار سے پانی یا کسی دوسری چیز کا دیر تک یا دُور تک بہتے یا چلتے جانا۔
(۷) فاض : محض کثرت کی وجہ سے پانی یا کسی دوسری چیز کا بہنے لگنا۔ (OVER FLOW)

۱۲۔ چلنا

کے لیے مَشٰی[۱]، دَبَّ[۲]، اِنْطَلَقَ[۳]، سَلَکَ[۴]، سَرَبَ[۵]، سَرٰی[۶]، دَأَبَ[۷]، مَضٰی[۸]، نَقَّبَ[۹]، سَارَ[۱۰] (سیر) قَصَّ[۱۱] اور رَجِلَ[۱۲] (رِجَالاً) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَشٰی : بمعنی ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف قصد اور ارادہ سے چلنا (مف) قدم بہ قدم چلنا۔ چلنا پھرنا۔ عام رفتار سے چلنا۔ (فل ۱۷۶) چلنا کے لیے بالعموم یہی لفظ استعمال ہوتا ہے قرآن میں ہے:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (۲۵/۷) — اور کافر کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے۔ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

۲۔ دَبَّ : عام رفتار سے تھوڑی ہلکی رفتار سے چلنا (حرکۃ علی الارض اخف من المشی) (م۔ل) رینگنا، سانپ کی طرح چلنا یا بچہ جو ہاتھ پاؤں پر چلنا سیکھتا ہے سب اس میں شامل ہے (م۔ق) اور جو بھی زمین پر چلتا پھرتا ہے وُہ دابۃ ہے۔ (م۔ل) قرآن میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۱۱/۶) — اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اُس کا رزق خدا کے ذمہ ہے۔

۳۔ اِنْطَلَقَ : طَلَقَ بمعنی کسی بندھن سے آزاد کرنا (مف) اور انطلق بمعنی کسی توقف کے بعد چلنا۔ چل کھڑا ہونا۔ روانہ ہونا۔ قیدی کا رہائی کے بعد روانہ ہونا یا چُپ رہنے کے بعد گفتگو شروع کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ (۱۸/۷۱) — پھر وُہ دونوں چل کھڑے ہوئے حتیٰ کہ ایک کشتی میں سوار ہوتے۔

(۲) وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ (۲۶/۱۳) — (موسیٰؑ نے عرض کی) اور میری زبان نہیں چلتی سو ہارونؑ کی طرف بھی وحی بھیج (کہ میرا مددگار رہے)۔

۴۔ سَلَکَ : دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) کسی رستہ کو پکڑے چلے جانا اور ادھر ادھر نہ ہونا (منجملہ رستہ پر چلنا اور چلانا (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا (۱۶/۶۹) — (اے شہد کی مکھی) ہر قسم کے میوے کھا اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں پر چلتی جا۔

اور (۲) نفوذ الشیٔ فی الشیٔ (م ل) یعنی ایک چیز میں دوسری کا نفوذ کرنا۔ داخل ہو جانا، کرنا۔ پرونا۔

قرآن میں ہے:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوٓءٍ (۲۸/۳۲) — اور (اے موسیٰ) اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو۔ بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔

۵۔ سَرَبَ : بمعنی نشیب کی طرف جانا۔ گھُستے چلے جانا۔ اور سَرَب بمعنی وحشی جانوروں کا سوراخ یا بل۔ زمین کے اندر کا گڑھا۔ تہ خانہ۔ قید خانہ (مف) کہتے ہیں اِنْسَرَبَتِ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا۔ یعنی سانپ اپنے بل میں گھُس گیا (مف) قرآن میں ہے:

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا (۱۸/۶۱) — تو اس (مچھلی) نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا رستہ بنا لیا۔

۶۔ سَرٰى (يَسْرِيْ) بمعنی رات کو چلنا۔ رات کو سفر کرنا۔ اور اَلسَّارِيَة بمعنی رات کو سفر کرنے والی چھوٹی سی جماعت (مف) قرآن میں یہ لفظ رات کو چلنے کے معنی میں نہیں، بلکہ خود رات کے چلنے کے معنی میں آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ (۸۹/۴) — اور رات کی قسم جب جانے لگے۔

۷۔ دَأَبَ : کوشش اور مشقت سے برابر کسی کام کو کرتے رہنا (منجد) مسلسل چلتے جانا۔ بغیر وقفہ کے چلتے رہنا (مف) قرآن میں ہے:

سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ۔ (۱۴/۳۳) — اور تمہارے لیئے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا (۱۲/۴۷) — سات برس متواتر کھیتی باڑی کرو گے۔

۸۔ مَضٰى : بمعنی گزرنا۔ چلے جانا۔ اور خالی ہونا (م۔ق) مضٰی میں یا تو محض وقت یا زمانہ کے گزرنے کا تصور پایا جاتا ہے اور ماضی گزرے ہوئے زمانہ کو کہتے ہیں یا کسی چیز کے وقت اور زمانہ کے ساتھ چلنے اور گزر جانے کے معنی دیتا ہے مَضٰى مَا مَضٰى بمعنی جو ہوا سو ہوا۔ جو گزرا سو گزرا (منجد) قرآن میں ہے:

(۱) فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ (۴۳/۸) — تو جو اُن میں سخت زور والے تھے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا اور اگلے لوگوں کی حالت گزر گئی۔

(۲) حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا (۱۸/۶۰) — جبتک کہ میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں۔ ہٹنے کا نہیں خواہ برسوں چلتا جاؤں۔

یہاں زمانہ کے لحاظ سے مَضٰى کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی ہٹنے کا نہیں خواہ مدتیں گزر جائیں۔

۹۔ نَقَبَ : نَقَبَ بمعنی (۱) دیوار یا چمڑے میں سوراخ کرنا اور (۲) خبروں کی تحقیق کرنا۔ اور نَقَّبَ بمعنی گشت لگانا۔ کسی ملک میں داخل ہونا۔ اور حالات کی تحقیق و تفتیش کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (۵۰/۳۶) — وہ شہروں میں گشت کرنے لگے۔ کیا کوئی بھاگ کر پناہ

پناہ حاصل کرنے کی جگہ ہے؛

۱۰۔ سَارَ: بمعنی چلنا پھرنا۔سیر کرنا، چہل قدمی کرنا خواہ یہ کسی بھی مقصد کے لیے ہو۔اور چلنے والے آدمی کو سائر، اور ایک ساتھ چلنے والی جماعت کو سَیّارۃ (۱۲/۱۹) کہا جاتا ہے۔قرآن میں ہے ؛

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ (۲۸/۲۹)	جب موسیٰؑ مدت (مقررہ) پوری کر چکے تو اپنے گھر والوں کو لے کر چلے۔

۱۱۔ قصّ: کے معنی کسی نشان پر چلنا۔بتدریج پیچھے پیچھے چلنا اور اتباع کرتے جانا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (۲۸/۱۱)	اور موسیٰؑ کی ماں نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا، اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور اُن (لوگوں کو) کچھ خبر نہ تھی۔

۱۲۔ رَجِلَ: بمعنی پاؤں پر یا پیدل چلنا۔اور اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب مقابلہ میں کچھ سوار بھی ہوں۔قرآن میں ہے؛

يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ (۲۲/۲۷)	وہ تیرے پاس پیدل بھی آئیں گے۔اور دُبلی پتلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر بھی۔

دوسرے مقام پر ہے؛

فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا (۲/۲۳۸)	یعنی یا پیادہ یا سوار۔

اور اگر سوار نہ ہوں تو مشی کا لفظ آئے گا۔

ماحصل:
(۱) مَشٰی: عام رفتار سے چلنا۔چلنا کے لیے عام لفظ۔
(۲) دَبّ: مشی سے ذرا ہلکی چال چلنا۔
(۳) انطلق: روانہ ہونا۔چل کھڑا ہونا۔
(۴) سَلَکَ: رستہ کے ساتھ ساتھ چلے جانا۔
(۵) سَرَبَ: نشیب کی طرف چلنا۔بل میں گھسنا۔
(۶) سری: رات کو چلنا یا رات کا چلنا۔
(۷) دَأَبَ: کسی معین راہ پر چلتے رہنا۔
(۸) مَضٰی: وقت کا گزرنا یا وقت کے ساتھ چلنا۔
(۹) نَقَّبَ: گشت لگانا۔
(۱۰) سَارَ: چلنا پھرنا۔سیر کرنا سفر کرنا۔
(۱۱) قَصّ: کسی کے پیچھے پیچھے چلتے جانا۔
(۱۲) رَجَلَ: پیدل چلنا جبکہ کچھ لوگ سوار بھی ہوں۔

۱۳—چلانا

کے لیے سَاقَ (سوق) حَرَّكَ، اَزْجٰی (زجو)، سَلَّکَ، سَيَّرَ اور اَسْرٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَاقَ: ہانکنا۔کسی کو پیچھے سے ہانک کر چلانا۔جیسے چرواہا چوپایوں کو ہانکتا ہے۔(ف ل ۱۸۷)۔ ڈرائیور کا گاڑی چلانا (ڈرائیور کو سَوّاق کہتے ہیں) (ق-ج) قرآن میں ہے:

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا (۱۹/۸۶) — اور ہم گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔

۲۔ حَرَّكَ: حَرَكَ بمعنی ہلنا، حرکت کرنا اور حَرَّكَ بمعنی کسی چیز کو ہلانا، حرکت دینا۔ حرکت دے کر آگے بڑھانا یا چلانا۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (۷۵/۱۶) — اور (اے محمدؐ! وحی کے پڑھنے کے لیے) اپنی زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کرلو۔

۳۔ اَزْجٰی: آہستہ آہستہ ہانکنا۔ نرمی سے چلانا اور مُزْجٰی بمعنی کمزور (منجد) ارشادِ باری ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ (۲۴/۴۳) — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر اُن کو آپس میں ملا دیتا ہے۔

۴۔ سَلَكَ: (۱) معین راستہ پر چلنا اور چلانا۔ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

(۲) کسی چیز کا دوسری میں نفوذ کرنا یا آر پار ہونا (م۔ل) پرونا۔ بدھنا۔

اس لفظ کا راستہ سے خاص تعلق ہے۔ قرآن میں ہے:

اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا (۲۰/۵۳) — اور وُہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے چلائے۔

۵۔ سَيَّرَ: سَارَ بمعنی چلنا پھرنا۔ سیر کرنا۔ سفر کرنا۔ اور سَيَّرَ بمعنی چلانا۔ سفر کرانا۔ سفر پر روانہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۰/۲۲) — وہی تو ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے۔

۶۔ اَسْرٰی: سَرٰی يَسْرِي بمعنی رات کو چلنا۔ اور اَسْرٰی بمعنی رات کو چلانا۔ سیر کرانا۔ سفر کرانا۔ قرآن میں ہے:

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ۔ (۱۱/۸۱) — (اے لوط) کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا۔ (۱۷/۱) — پاک ہے وُہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو لے گیا۔

ماحصل:

(۱) سَاقَ۔ پیچھے سے چلانا۔
(۲) حَرَّكَ: حرکت دے کر چلانا۔ ہلانا
(۳) اَزْجٰی: دھیرے دھیرے چلانا۔
(۴) سَلَكَ، راستہ پر چلانا یا راہ چلنا۔
(۵) سَيَّرَ: سیر کرانا۔ چلانا۔
(۶) اَسْرٰی، رات کو چلانا۔ سیر کرانا۔

۱۴۔ چلّانا۔ چیخنا

کے لیے نَعَقَ، صَدَّ، جَئَرَ، اِسْتَصْرَخَ (صرخ) اور صَقَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَعَقَ: بلند آواز سے گلا پھاڑ کر کسی کو پکارنا۔ کوّے کا زور سے کائیں کائیں کرنا۔ چرواہے کا ریوڑ کو دُور سے آواز دینا۔ (ف۔ ل ۱۹۴) قرآن میں ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً (۲/۱۷۱) — جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی ایسی چیز کو آواز دے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سن (اور سمجھ) سکے۔

۲۔ صَدَّ: يَصِدُّ بمعنی خواہ مخواہ شور مچانا۔ چلّانا۔ واویلا کرنا۔ اور صَدَّدَ بمعنی تالی بجانا (منجد)
ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ (۴۳/۵۷) — اور جب (عیسٰی) ابن مریم کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ چلّا اٹھے۔

۳۔ جَئَرَ: بلند آواز سے گڑگڑانا۔ زاری کرنا (منجد) گھبراہٹ کے وقت وحشی جانوروں مثلاً ہرن وغیرہ کا زور سے آواز نکالنا اور چیخنا (مف) ارشادِ باری ہے:

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ (۲۳/۶۴) — یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے آسودہ حال لوگوں کو پکڑ لیا تو وہ اس وقت چلانے لگے۔ (عثمانیؒ)

۴۔ اِسْتَصْرَخَ: صَرَخَ بمعنی چیخنا چلّانا تاکہ دوسرے لوگ مدد کو پہنچیں۔ فریاد کرنا۔ اور اَصْرَخَ بمعنی کسی کی فریاد سن کر اس کی مدد کو پہنچنا۔ اور اِسْتَصْرَخَ کے معنی موجود لوگوں کے سامنے چیخ اور چلّا کر اپنی مدد کو بلانا۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ (۲۸/۱۸) — تو اس وقت وُہی آدمی جس نے کل مدد مانگی تھی، پھر ان سے فریاد کرنے لگا۔

۵۔ صَرَّ اور صَرْصَرَ الرَّجُلُ بمعنی کسی کا زور سے چلّانا (منجد) اور صَرَّةٌ بمعنی چیخ (مف) ارشاد باری ہے:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ (۵۱/۲۹) — تو ابراہیمؑ کی بیوی چلّاتی آئیں اور اپنا منہ پیٹ کر کہنے لگیں کہ (اے ہے ایک تو) بڑھیا اور (دوسرے) بانجھ (جالندھری)

ماحصل: (۱) نَعَقَ: گلا پھاڑ کر آواز دینا۔
(۲) صَدَّ: خواہ مخواہ شور مچانا۔
(۳) جَئَرَ: گھبراہٹ کی وجہ سے زاری کرنا۔
(۴) اِصْطَرَخَ: فریاد کے طور پر چلّانا۔
(۵) صَرَّ: چیخ مارنا۔

۱۵۔ چمٹنا

کے لیے اَلْحَفَ، لَزَبَ اور لَزِمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَلْحَفَ: لِحَاف بمعنی اوڑھنے کا کپڑا۔ محاورہ ہے، اَلْحَفْتُهٗ فَالْتَحَفَ میں نے اسے لحاف میں ڈھانپ دیا چنانچہ وہ اس سے لپٹ گیا۔ اور اَلْحَاف کے معنی اَلْحَاح یعنی چمٹ کر مانگنا ہیں۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (۲/۲۷۳) — تم ان کے چہروں سے پہچان لوگے (کہ وہ حاجتمند ہیں مگر شرم کے باعث) لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔

۲۔ لَزَبَ: لَازِب اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی مقام پر شدت سے ثبت ہو جائے اور چمٹ جائے (مف) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک لازب سے مراد ہی چپکدار اور لیسدار مٹی ہے (ف ل ۲۶۸) قرآن میں یہ لفظ صرف مٹی ہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا دونوں معنٰی کی تائید ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (۳۷/۱۱) — ہم نے انہیں چپکتے گارے سے بنایا ہے۔

۳۔ لَزِمَ: میں ثبت اور دوام دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی کسی چیز کا عرصہ دراز تک ایک جگہ ٹھہرے یا لگے رہنا (مف) اسی مفہوم کے لحاظ سے اس لفظ کا مختلف مقامات پر اردو زبان کے لحاظ سے مختلف الفاظ میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى (۲۰/۱۲۹) — اور اگر ایک بات تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے صادر (اور اجزائے اعمال کے لیے) (ایک مدت مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو عذاب (تم سے) چمٹ جاتا۔

ماحصل: (۱) اَلْحَفَ: کسی سے چمٹ کر یا لپٹ کر اسے کام پر آمادہ کرنا۔

(۲) لَزَبَ: کسی چیز کا چپکدار اور لیسدار ہونے کی وجہ سے چمٹنا۔

(۳) لَزِمَ: ایک چیز کا دوسری سے عرصہ دراز کے لیے لگنا یا چمٹنا۔

۱۶۔ چمکنا۔ چمک

کے لیے بَزَغَ، اَشْرَقَ (شرق) ثَقَبَ، سَنَا (سنو) اور دُرِّیٌّ (درّ) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَزَغَ: (سورج) کا طلوع ہونا جبکہ اس کی روشنی پھیل رہی ہو۔ (مف) سورج، چاند، ستاروں یا اجرام فلکی کی روشنی کے لیے آتا ہے جبکہ وہ طلوع ہو رہے ہوں۔ اور نُجُوْمٌ بَوَازِغُ طلوع ہونے والے ستاروں کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ (۶/۷۸) — پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے میرا پروردگار یہ ہے۔

۲۔ اَشْرَقَ: شرق بمعنی روشنی کا کھل جانا یا پھیل جانا (م ل) اور اَشْرَقَ کسی چیز کو منور کرنا۔ اس پر پوری پوری روشنی ڈالنا کہ وہ چمک اٹھے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (۶۹/۳۹) اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھی۔

۳۔ ثَقَبَ: آگ کا روشن ہونا۔ ستارہ کا چمکنا۔ اور ثَقَبَ سرخی میں آگ کے مشابہ ہونا (منجد) روشنی کا پوری طرح نفوذ کر جانا اور آر پار ہو جانا (م۔ ل) ثَقَبَ بمعنی کسی چیز میں سوراخ کرنا اور ثاقب کے معنی اتنا روشن کہ جس چیز پر اس کی شعاعیں پڑیں ان میں سے چھید کرتی ہوئی پار گزر جائیں (مف) گویا ثقب میں تیزی اور آگ کی طرح سرخ روشنی کا تصور پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (۱۰/۳۷) مگر جو کوئی (شیطان فرشتوں کی بات کو) جھپٹ لیتا ہے تو جلتا ہوا انگارہ اس کے پیچھے لگتا ہے۔

۴۔ سَنَا: بمعنی (چمکنے والی بجلی کی) کوند۔ پنجابی لشک۔ نگاہوں کو خیرہ کرنے والی روشنی (منجد) قرآن میں ہے:

یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (۴۳/۲۴) (اور بادل میں جو بجلی ہوتی ہے) اس کی چمک آنکھوں کو (خیرہ کر کے بینائی کو) اُچکے لیے جاتی ہے۔

۵۔ دُرِّیٌّ: دَرَّ میں چمک اور زیادتی دو تصور پائے جاتے ہیں۔ سَیْفٌ دُرِّیٌّ بمعنی چمک دمک والی تلوار۔ اور دَارٌّ اور اَدَرُّ بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ لفظ مِدْرَارًا میں یہی مفہوم ہے اور دُرّ چمکنے والے موتی کو کہتے ہیں۔ اور کبھی یہ دونوں باتیں اکٹھی پائی جاتی ہیں جیسے کَوْكَبٌ دُرِّیٌّ بہت زیادہ چمکدار ستارہ۔ یعنی روشن بھی بہت ہو اور چمک دمک بھی بہت رکھتا ہو۔ قرآن میں ہے:

كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ (۳۵/۲۴) گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا ہے۔

ماحصل: (۱) بَزَغَ: اجرام فلکی کا بوقتِ طلوع جگمگانا۔

(۲) اشرق: کسی چیز پر روشنی پڑنا اور پھیلنا اور اُسے منور کر دینا۔

(۳) ثقب: سرخ اور تیز روشنی کا آر پار گزر جانا۔

(۴) سنا: نگاہوں کو خیرہ کرنے والی روشنی۔ کوند، لشک۔

(۵) دُرّی: بہت زیادہ چمکدار

۱۷۔۔۔۔ چند

کے لیے معدودۃ، بِضع اور نَفَر کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ معدودۃ کے معنی ہیں گنتی کے، چند ایک یا تھوڑے۔ زیادہ کے مقابلہ میں کم۔ جیسے ہزار کے مقابلہ میں سینکڑہ بھی تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (۲۱/۱۲) اور یوسفؑ کے بھائیوں نے انہیں حقیر سی قیمت چند درہموں کے عوض بیچ دیا۔

۲۔ بِضع: تین سے لے کر دس تک کے درمیانی اعداد میں ہر ایک کو بضع کہہ سکتے ہیں (ف ل ۷۶۔ مف) ۲ سے ۹ تک کے صرف طاق اعداد بضع ہیں (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (۳/۳۰)	اور وُہ (اہل رُوم) اپنی شکست کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔ چند ہی برسوں میں۔

۳۔ نفرٌ: اَلنَّفَرُ بمعنی سارے لوگ بھی اور تین سے لے کر دس تک کی جماعت اُوثَلَاثَۃُ نَفَرٍ اَوْ اَنْفَارٍ بمعنی تین آدمی (منجد) ارشادِ باری ہے:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (۱/۷۲)	(اے پیغمبرؐ! لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

ماحصل: (۱) معدودۃ: گنتی کے چند۔ زیادہ کے مقابلہ میں کم۔ (۲) بضع: ۳ سے ۹ تک عام چیزوں کے لیے۔ (۳) نفر: ۳ سے ۹ تک کی جماعت۔ ذوی العقول کے لیے۔

۱۸ ــــ چُن لینا

کے لیے اِخْتَارَ (خیر)، اِصْطَفٰی (صفو)، اِجْتَبٰی (جبو) اِسْتَخْلَصَ (خلص) اور اِصْطَنَعَ (صنع) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِخْتَار، خیر ہر اس چیز یا بات کو کہتے ہیں جو سب کو مرغوب ہو (مف) اور اختار سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی جنس کی بہت سی اشیاء میں بہتر چیز کا انتخاب کر لینا۔ (مف) قرآن میں ہے:

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا (۱۵۵/۷)	اور موسیٰؑ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم میں سے ستر آدمی منتخب کیے۔

۲۔ اِصْطَفٰی: اَلصَّفَا اور صفو کے معنی ہیں پاک وصاف ہونا (مف) اَلصَّفِيُّ اور اَلصَّفْوَۃُ مخلص دوست کو کہتے ہیں (منجد) اور اصطفیٰ بمعنی پاکیزگی اور طہارتِ نفس کی بنا پر کسی چیز کا انتخاب کرنا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۳۳/۳)	بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ، نوحؑ، آل ابراہیمؑ اور آل عمران کو تمام جہان والوں سے برگزیدہ کیا۔

۳۔ اِجْتَبٰی: جبو کے معنی (۱) کسی چیز کو جمع کرنا (۲) پھر اسے کہیں لے جانا۔ يُجْمَعُ وَيُحْمَلُ (م۔ق) ابن فارس کے الفاظ میں جمع الشئ والتجمّع (م۔ل) ہیں۔ نیز جبو کا لفظ عموماً خراج یا محصول اکٹھا کرنے کے لیے آتا ہے جس میں اسے خزانہ تک پہنچانا بھی شامل ہے۔ اور مُجْبٰی بمعنی خراج۔ (م۔ق) قرآن میں ہے:

يُجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ	یعنی مکہ میں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں (عثمانیؒ)

شَیْءٍ (۲۸/۵۷) پہنچائے جاتے ہیں (جالندھری)

اور اِجتَبٰی کے معنی ہیں کسی عمدہ چیز کو انتخاب کر کے قریب کر لینا، مقرب و برگزیدہ بنا لینا۔ قرآن میں ہے:

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ — اور اسی طرح (اے یوسفؑ) خدا تمہیں برگزیدہ کرے گا

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (۱۲/۶) — اور (خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم تمہیں سکھلائے گا۔

۴۔ اِستَخلَصَ، خَلَصَ (ضد خَلَطَ) بمعنی دوسری چیزوں کی آمیزش اور آلائش سے صاف ہونا خالص ہونا۔ اور خَلَّصَ بمعنی خالص بنانا (منجد) خلص، صفی سے ابلغ ہے۔ کیونکہ صفی کبھی پہلے ہی صاف ہو سکتا ہے۔ لہٰذا استخلص کے معنی کسی کو چننا اور اسے اپنے لیے مختص کر لینا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ — شاہ مصر نے حکم دیا کہ یوسفؑ کو میرے پاس لاؤ۔ میں

لِنَفْسِيْ (۱۲/۵۴) — اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا۔

۵۔ اصطنع، صنع کے معنی ہیں کسی چیز کو فنی مہارت سے بنانا۔ اور اصطنع کے معنی کسی خاص مقصد کے لیے کسی موزوں شخص کا انتخاب کر کے اس کی خاص طور سے تربیت کرنا۔ حضرت موسیٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ (۲۰/۴۱) — اور (اے موسیٰؑ) میں نے تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے۔

ماحصل: (۱) اختار: بہت سی چیزوں میں سے کسی بہتر چیز کا انتخاب کرنا۔

(۲) اِصْطَفٰی، کسی چیز کو پاکیزگی کی بناء پر انتخاب کرنا۔

(۳) اِجْتَبٰی: کسی کو انتخاب کر کے اسے اپنا مقرب بنانا۔

(۴) اِسْتَخْلَصَ، کسی خاص مقصد کے لیے کسی شخص کا انتخاب کرنا۔

(۵) اِصْطَنَعَ: کسی خاص مقصد کے لیے کسی کا انتخاب کر کے اس کی موزوں طریقہ پر تربیت کرنا۔

۱۹۔۔۔۔ چوپائے

کے لیے وُحُوش، بَهَائِم، اَنْعَام، دَوَابّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وُحُوش: وحش کی جمع ہے۔ اور وحش، انس کی ضد ہے۔ یعنی ایسے جاندار جو انسان سے مانوس نہ ہوں۔ جنگلی جانور اور درندے وغیرہ (مف) قرآن میں ہے:

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (۸۱/۵) — اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جاویں گے۔

۲۔ بَهَائِم: بَهِيْمَه کی جمع ہے۔ اور وحشی چوپایوں کے علاوہ باقی سب قسم کے چوپایوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (مف) خواہ خشکی کے ہوں یا تری کے۔ (منجد) تاہم اس کا استعمال زیادہ تر بھیڑ بکری اور گائے پر ہوتا ہے (منجد) بهم بھیڑ بکری کے بچہ کو کہتے ہیں (مف) اور بهيمه کی ایک تعریف یہ ہے کہ ایسے چوپائے (ماسوائے درندوں کے) جن میں قوت گویائی نہ ہو (منجد) اور بُهم

مشکل کام کو اور اَبْھَم گونگے کو کہتے ہیں (منجد)

۳۔ اَنْعَام: نَعَم کی جمع ہے۔ گو اس لفظ کا اطلاق بھی درندوں کے علاوہ باقی جانوروں پر ہوتا ہے۔ تاہم اس کا استعمال زیادہ تر اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے (فل ۱۳۴) کیونکہ عربوں کے لیے اونٹ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ تھی۔ قرآن میں اَنعام کا لفظ تو اکیلا بھی آتا ہے۔ جیسے:

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (۸۰/۳۲) یہ سب سامان تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے لیے ہے۔

كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ (۲۰/۵۴) تم خود بھی کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ۔

لیکن بھیمۃ کا لفظ (واحد کی صورت میں) اکثر انعام کے لفظ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے:

مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (۲۲/۲۸) مویشی چوپائے (ذبح کرنے کے بعد) خود بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔

یا جیسے فرمایا:

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ (۵/۱) چوپائے جانور (چرنے والے) تم پر حلال کیے گئے ہیں۔ مگر جو تم پر پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔

۴۔ الدَّوَابّ، دَابَّۃ کی جمع ہے۔ اور ہر جانور جو سطح زمین پر چلتا ہے خواہ وہ پیٹ کے بل چلے جیسے سانپ وغیرہ یا دو پاؤں پر چلے جیسے انسان۔ اور بندروں کی بعض اقسام یا چار پاؤں والا۔ جیسے وحشی جانور اور چوپائے وغیرہ خواہ وہ سواری کا ہو یا بار برداری کا۔ مذکر یا مؤنث سب کے لیے دَابَّۃ کا لفظ عام ہے (منجد) لیکن اس کا استعمال خصوصاً گھوڑے، خچر اور گدھے پر ہوتا ہے۔ (ف ل ۱۳۴) قرآن میں تخصیص ممکن نہیں بلکہ علی الاطلاق اس کا استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (۱۱/۶) اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

بلکہ ارض سے پہلے فی کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں پانی کے جانور اور پرندے بھی شامل ہیں۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا (۸/۵۵) جانداروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں۔

ماحصل: (۱) وُحُوش: جنگلی جانور۔ درندے۔

(۲) بَھَائِم: درندوں کے علاوہ باقی چوپائے۔ چرنے والے جانور عموماً بھیڑ بکری اور گائے کے لیے۔

(۳) اَنْعَام: درندوں کے علاوہ باقی چوپائے۔ عموماً اونٹ کے لیے۔

(۴) دَوَابّ: زمین میں چلنے والا ہر جاندار۔

۲۰۔ چورا چورا یا ریزہ ریزہ

کے لیے ھَشِیْم، حُطَام، غُثَاء (غثو)، ھَبَاء (ھبو)، رُفَات، بَسّ اور دَکّاء کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ هَشِيم: هَشَمَ بمعنی کوٹنا۔ اور هَشِيم کوٹی ہوئی خشک گھاس کو کہتے ہیں (منجد) اور اس سے مراد ہر قسم کی نباتات کا چورا خس و خاشاک اور بھس ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً	پھر ہم نے قوم ثمود پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ سوکھی
فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ (۵۴/۳۱)	اور ٹوٹی باڑ کی طرح خس و خاشاک بن گئے۔

۲۔ حُطَام: حَطَمَ بمعنی توڑنا۔ مروڑنا۔ اور حَطُوم ایسی تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو توڑ مروڑ کر رکھ دے۔ اور حُطَام توڑی مروڑی یا ریزہ ریزہ شدہ چیز کو کہتے ہیں (منجد) یہ لفظ کسی چیز کو روندنے اور ریزہ ریزہ کر دینے پر بھی بولا جاتا ہے۔ کچل ڈالنا (مف) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا	پھر اللہ تعالیٰ (زمین) سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا
اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا	ہے۔ پھر وہ جوبن پر آتی ہے۔ تو اسے تم زرد دیکھتے
ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا (۳۹/۲۱)	ہو۔ پھر اسے چورا چورا بنا دیتا ہے۔

۳۔ غُثَاء: بمعنی سیلاب کے پانی کے جھاگ میں پھنسا ہوا کوڑا کرکٹ۔ درختوں کے گلے سڑے پتے جو جھاگ میں ملے ہوئے ہوں (منجد) اور غَثِيَ الْكَلَام بمعنی بات میں جھوٹ سچ ملانا۔ اور غُثَاء گھاس پھونس کے چورا اور کوڑا کرکٹ کو بھی کہہ دیتے ہیں (مف) قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً	اُس نے (زمین سے) چارہ نکالا۔ پھر اسے سیاہ رنگ کا
اَحْوٰى۔ (۸۷/۵)	کوڑا بنا دیا۔

۴۔ هَبَاء: گرد و غبار جسے ہوا اُڑاتی پھرے۔ اُڑتی ہوئی خاک (فل ۲۵۳) مٹی کے باریک ذرات جو ہوا میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اَلْهَبْوَةُ گرد و غبار کے بگولے کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ	اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف توجہ
هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (۲۵/۲۳)	کریں گے تو انہیں اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔

۵۔ رُفَات: رَفَتَ بمعنی توڑنا اور کوٹنا (منجد) اور رفات بمعنی کوٹی ہوئی چیز۔ بوسیدہ (منجد) اور اس لفظ کا استعمال بوسیدگی کی وجہ سے چورا چورا ہونے پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا	اور کہتے ہیں کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور چورا چورا
لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (۱۷/۴۹)	ہو جائیں گے تو کیا از سرِ نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے۔

۶۔ بَسَّ: بمعنی پتھروں کا ریزہ ریزہ ہونا (مف) اور صاحب مقاییس اللغۃ کے نزدیک اس کے بنیادی معنی دو ہیں۔ (۱) کسی چیز کا چورا کرنا اور (۲) اُسے کسی دوسری چیز میں ملا دینا۔ قرآن کریم سے ان دونوں معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً	اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پھر غبار بن کر اُڑنے
مُّنْبَثًّا (۵۶/۵-۶)	لگیں۔

۷۔ دَکَّآء: دَکّ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) کوٹنا اور پھر (۲) اسے ہموار کر دینا (م ل) یعنی کسی چیز کو کوٹ کر اور ریزہ ریزہ کر کے اسے زمین کے برابر کر دینا (مف) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (۷/۱۴۳) — پھر جب موسیٰ کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو اسے ریزہ ریزہ کر کے پیوندِ خاک بنا دیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ (۱۸/۹۸) — پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آ پہنچے گا تو اس (سدِ ذوالقرنین) کو ڈھا کر پیوندِ خاک بنا دے گا۔

ماحصل: (۱) هشیم: ہر قسم کی نباتات کا خشک چورا۔ بھُس۔

(۲) حُطام: خشک نباتات۔ وُہ چُورا جو روندے اور کچلے جانے سے بنا ہو۔

(۳) غثاء: خس و خاشاک۔ کوڑا کرکٹ۔

(۴) هباء: گرد و غبار۔ ہر چیز کے اڑتے پھرتے ذرات۔

(۵) رفات: بوسیدگی کی بنا پر کسی چیز کا چُورا چُورا ہونا۔

(۶) بَسّ: پتھر یا کسی سخت چیز کا چُورا چُورا ہونا۔

(۷) دکّاء: کسی چیز کا چُورا چورا ہو کر زمین بوس ہو جانا۔

۲۱۔۔۔چوری کرنا

کے لیے سَرَقَ اور اِسْتَرَقَ اور غَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سرق: چوری کرنا معروف لفظ ہے۔ یعنی کسی دوسرے کی مملوکہ چیز جو محفوظ جگہ پر ہو اسے خفیہ طور پر لے لینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (۵/۳۸) — چور مرد ہو خواہ عورت، ان کے ہاتھ کاٹ دو۔

اور اِسْتَرَقَ بمعنی چوری کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اور اِسْتَرَقَ السَّمْعَ بمعنی کان لگا کر چوری چھپے باتیں سننا۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (۱۵/۱۸) — ہاں اگر کوئی شیطان چوری چھپے سننا چاہے تو چمکتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے لپکتا ہے۔

۲۔ غَلَّ: بمعنی کوئی چیز چوری چھپے پکڑ کر اپنے سامان میں رکھ لینا (منجد۔ م ق) یہ دراصل چوری اور خیانت کی ملی جلی شکل ہے۔ اس لیے اس لفظ کا ترجمہ چوری کرنا بھی کیا جاتا ہے اور خیانت کرنا بھی۔ مثلاً مشترکہ مالِ غنیمت سے کوئی چیز اٹھا کر لے لینا جو چوری کی شرائط پورا نہیں کرتی۔ وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ — اور جو کوئی چھپائے گا آئے گا قیامت کے دن ساتھ

الْقِيٰمَةِ (۳/۱۶۱)	اس کے جو چھپائی اس نے۔ (عثمانیؒ) اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (خدا کے روبرو) لاکر حاضر کرنی ہوگی (جالندھریؒ)

ماحصل: (۱) سرق۔ چوری کرنا مفہوم عام ہے۔ (۲) غلّ: چوری اور خیانت کی ملی جلی شکل۔

۲۲۔ چوکیدار

کے لیے حَرَس، رَصَدٌ اور مُعَقِّبٰتٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَرَسٌ: بمعنی حفاظت میں لینا۔ حراست میں لینا۔ پہرہ لگانا۔ ملزم کی نگرانی کرنا۔ ابن الفارس کے نزدیک حرس میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) حفاظت (۲) زمانہ (م۔ل) یعنی کچھ مدت کے لیے نگرانی کرنا۔ اور حرس الملك بمعنی شاہی محافظ۔ باڈی گارڈ (منجد) قرآن میں ہے:

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا (۸/۷۲)	اور ہم (جنوں) نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا پایا۔

۲۔ رَصَدٌ: بمعنی تاک میں بیٹھنا۔ گھات لگا کے بیٹھنا۔ اور مرصاد بمعنی گھات میں بیٹھنے کی جگہ اور رَاصِدٌ بمعنی گھات میں بیٹھنے والا (ج رُصَّدٌ اور رَصَدٌ) قرآن میں ہے:

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (۲۷/۷۲)	ہاں جس پیغمبر کو چاہے اسے غیب کی خبریں بتا دیتا اور اس کے آگے اور پیچھے چوکیدار لگا دیتا ہے۔

۳۔ مُعَقِّبٌ: عَقَّبَ بمعنی پیچھے آنا۔ پیچھے چلنا (منجد) اور مُعَقِّبَات بمعنی پیچھے پیچھے چلنے والے۔ نگران۔ محافظ۔ پہرے دار۔ چوکیدار۔ ارشادِ باری ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۱۱/۱۳)	اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) حرس۔ کسی کی معین مدت تک نگرانی اور حفاظت کرنے والا چوکیدار۔
(۲) رَصَدٌ: گھات میں بیٹھا ہوا چوکیدار کہ کب شکار آئے اور ہاتھوں ہاتھ لے۔
(۳) مُعَقِّبٰتٌ: ساتھ ساتھ رہ کر حفاظت کرنے اور تکالیف سے بچانے والے نگران یا چوکیدار۔

۲۳۔ چھپنا (غائب ہونا)

کے لیے قرآن کریم میں غَابَ (غیب) اَفَلَ، غَرَبَ، عَزَبَ، وَقَبَ، بَطَنَ، تَوَارٰی (وری) خَفِیَ اور کَنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ غَابَ: کا لفظ عام ہے۔ غَيْبٌ اوجھل چیز کو کہتے ہیں۔ کوئی چیز خواہ کسی وجہ سے یا کسی وقت نظروں سے غائب ہو جائے (م۔ل) اس کے لیے اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ اس کی ضد حَضَرَ

ہے۔ البتہ صاحب فقہ اللغتہ کے نزدیک ہر وُہ چیز غائب ہے جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو۔ لیکن دل میں اس کا تصوّر جمایا جاسکتا ہو (فل ۱۶) قرآن میں ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۷۵/۲۷) — آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں مگر وہ کتابِ مبین میں لکھی ہوئی ہے۔

۲۔ اَفَلَ: اجرام فلکی (مثلاً سورج، چاند، ستارے) کے چھپنے یا ڈوبنے کے لیے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ (۷۸/۶) — پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا تو حضرت ابراہیمؑ کہنے لگے یہ میرا رب ہے۔ پھر جب وُہ بھی ڈوب گیا۔

۳۔ غَرَبَ: یہ لفظ سورج کے چھپنے یا ڈوبنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (جیسے شرق نکلنے کے لیے اور طَلَعَ میں سورج سمیت سب سیارے شامل ہیں) (مف) قرآن میں ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸/۱۷) — اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو گے کہ (دھوپ) ان کے غار سے داہنی طرف سمٹ جائے اور جب غروب ہو تو ان سے بائیں طرف کترا جائے۔

۴۔ عَزَبَ: دُور نکل جانے کی وجہ سے آنکھوں سے اوجھل ہو جانا۔ اور عازب اس آدمی کو کہتے ہیں جو گھاس کی تلاش میں اہل وعیال سے دُور نکل جائے (مف) اور عَزَّبَ بمعنی دیر تک غائب رہنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ (۶۱/۱۰) — اور تیرے رب سے ذرہ بھر چیز بھی اوجھل نہیں رہ سکتی۔

۵۔ وَقَبَ: بمعنی کسی گڑھے میں اتر کر غائب ہو جانا۔ سورج کے غروب ہونے کے لیے وَقَبَتِ الشَّمس کا محاورہ ہے۔ اور وقب الظلام اندھیرا پھیل جانے کو کہتے ہیں (مف) اَلْوَقْبُ بمعنی پتھر کا گڑھا جس میں پانی جمع ہو جائے۔ اور وَقَبَ گڑھے میں داخل ہونے کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (۳/۱۱۳) — اور شبِ تاریک کی بُرائی سے، جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔

۶۔ بَطَنَ: بطن بمعنی پیٹ یا کسی چیز کا اندرونی حصّہ ہے۔ اور اندرونی حصّہ چونکہ مکمل طور پر پوشیدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بَطَنَ کا استعمال کسی چیز کے مکمل طور پر پوشیدہ ہونے پر ہوتا ہے اور اس کی ضد ظَہَرَ ہے۔ (مف) قرآن میں ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (۳۳/۷) — آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ہر طرح کی بے حیائیاں وُہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ سب حرام کر دی ہیں۔

۷۔ تَوَارٰی: وری بمعنی حقیقت پر پردہ ڈالنا۔ اور یتواری بمعنی کسی حقیقت سے شکست خوردہ ہو کر خود دوسرے لوگوں سے چھپتے پھرنا (مف) قرآن میں ہے:

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ (۱۶/۵۹) وہ اپنی قوم سے (لڑکی پیدا ہونے کی) خبر سے ناگواری کی وجہ سے چھپتا پھرتا ہے۔

۸۔ خفی: (ضد بَدَا اور عَلَنَ) کسی بات یا کسی چیز کا دوسروں سے پوشیدہ ہونا۔ اس لفظ میں غاب سے بھی زیادہ عمومیت ہے (مف) یعنی ایسی چیز کا چھپے رہنا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (۳/۵) زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی اللہ سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

۹۔ کَنَّ: کِنّ بمعنی محفوظ مقام یا پہاڑ کے اندر کوئی کھوہ جہاں انسان پناہ لے سکے۔ اور اس کی جمع اَکْنَان اور اَکِنَّة ہے اور کَنَّ کے معنی کسی چیز کا کسی محفوظ مقام میں پوشیدہ ہونا ہے جو عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہو (مف۔ منجد) قرآن میں ہے:

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ (۳۷/۴۹) وہ (جنت کی حوریں) ایسی ہیں جیسے انڈے کسی محفوظ جگہ رکھے ہوں۔

ماحصل: (۱) غَابَ: کسی چیز کا حواس خمسہ کی دسترس سے باہر ہونا۔
(۲) اَفَلَ: اجرام فلکی کا چھپنا۔
(۳) غَرَبَ: سورج کا چھپنا۔
(۴) عَزَبَ: دور نکل جانے کی وجہ سے غائب ہونا۔
(۵) وَقَبَ: گڑھے میں اتر کر غائب ہونا۔
(۶) بَطَنَ: مکمل طور پر پوشیدہ ہونا۔
(۷) یتوارٰی: کسی حقیقت سے فرار اختیار کرتے ہوئے خود دوسروں سے چھپتے پھرنا۔
(۸) خَفِيَ: یہ لفظ غَابَ سے بھی زیادہ عام ہے۔
(۹) کَنَّ: کسی محفوظ مقام میں چھپنا۔

۲۴ ـــــ چھپانا

کے لیے کَتَمَ[۱]، اَوْرٰی اور وَارٰی[۲]، اکَنَّ[۳]، اخفٰی[۴]، اَسَرَّ[۵] اور خَبَّءَ[۶] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کَتَمَ: دانستہ طور پر کوئی بات دل میں چھپائے رکھنا۔ (فق ل ۲۲۷) کسی حق بات، ایمان اور شہادت کے چھپانے کے لیے عموماً یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی ضد اَبْدَا (بدو) ہے اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ (۲/۱۴۰) اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا کی شہادت کو جو اس کے پاس (کتاب اللہ میں) موجود ہے چھپائے۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ (۲/۱۵۹) وہ لوگ جو ہمارے نازل کردہ احکام کو چھپاتے ہیں۔

(۳) وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ اور فرعون والوں میں ایک مومن آدمی نے جو اپنے ایمان

يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ (۴۰/۲۸) — کو چھپائے رکھے تھا۔ کہنے لگا۔

۲۔ وَارٰی: وَرٰی بنیادی طور پر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) آگ سلگانا یا آگ نکالنا۔ کہتے ہیں وری الزند۔ اس نے چقماق سے آگ نکالی۔ اور (۲) کسی حقیقت پر پردہ ڈالنا۔ یہاں صرف دوسرا معنی زیر بحث ہے۔ قرآن میں ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا (۷/۲۰) — پھر شیطان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ ان کے ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ رکھی گئی تھیں انہیں ظاہر کر دے۔

اور وَارٰی یُوَارِیْ کے معنی کسی حقیقت کو کسی اوٹ یا آڑ کے پیچھے کرکے دوسروں کی نظروں سے اوجھل کر دینا ہے (مف) قرآن میں ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ۔ (۵/۳۱) — تب اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کریدنے لگا تاکہ اسے (قابیل کو) دکھلائے کہ وہ کیسے اپنے بھائی کی لاش چھپا سکتا ہے۔

۳۔ اَكَنَّ: اس کے مادہ میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) چھپانا اور (۲) حفاظت (م۔ل) یا یوں کہیے کہ کسی چیز کو حفاظت کے لیے کسی محفوظ جگہ میں چھپانے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے (فق ل ۲۳۸) خواہ کسی بات کو دل میں چھپایا جائے یا کسی چیز کو کسی اور جگہ چھپایا جائے۔ کِنّ بمعنی پہاڑ میں کوئی کھوہ یا چھوٹی سی غار ہے جہاں پناہ مل سکے اور اس کی جمع اکنان ہے اور اکنۃ ایسے پردے، آڑ یا اوٹ کو کہتے ہیں جس کی موجودگی میں کوئی چیز آگے نہ جا سکے یا اندر داخل نہ ہو سکے۔ جیسے فرمایا:

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ (۶/۲۵) — اور ہم نے ان کے دلوں پر ایسے پردے ڈال دیے کہ وہ (حقیقت کو) سمجھ ہی نہ سکیں۔

اور اَكَنَّ کا لفظ قرآن میں بالعموم معنوی طور پر استعمال ہوا ہے (ضد عَلَنَ) جیسے فرمایا:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ (۲/۲۳۵) — تم عورتوں کو نکاح کا پیغام کنایۃً بھیج دو یا اپنے دل میں چھپائے رکھو تم پر کچھ گناہ نہیں!

اور اسی محفوظ مقام کے لیے قرآن میں نفوس، نفس، صدور اور قلوب کے الفاظ عموماً استعمال ہوئے ہیں۔

۴۔ اَسَرَّ: سِرّ کے معنی راز کی بات اور اس کی جمع اسرار ہے۔ اور اَسَرَّ کے معنی کسی راز کی بات کو دل میں چھپانا۔ خواہ وہ کوئی حقیقت ہو یا نہ ہو۔ بلکہ محض ازراہِ مصلحت چھپائی جا رہی ہو۔ اس کی ضد جھر بھی ہے اور عَلَن بھی۔ اور سَارَّ کے معنی کانا پھوسی کرنا یا ایک دوسرے سے راز کی باتیں کرنا ہے (منجد) قرآن میں یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوا ہے جیسے فرمایا:

قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ وَّاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً (۱۲/۱۹) — وہ بولا زہے قسمت! یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے پھر ان قافلہ والوں نے اس کو سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا۔

(۲) وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا (۶۶/۳) — اور جب نبیؐ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی بات کہی۔

۵۔ اَخْفٰی: خفی اس کا استعمال عام ہے۔ کوئی بات یا خیال دل میں چھپایا جائے یا کوئی چیز کسی اور جگہ اس میں کوئی حقیقت یا مصلحت ہو یا نہ ہو۔ ظاہری معنوی دونوں طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کی ضد بَدَا بھی، عَلَنَ بھی۔ اور جَلِّی (جلو) بھی۔ اور معنوی لحاظ سے اس میں سِرّ سے بھی زیادہ عمومیت ہے کیونکہ سِرّ کسی بات کے چھپانے تک محدود ہے جبکہ خفی میں تخیلات اور وساوس بھی شامل ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (۲۰/۷) — بلاشبہ وہ چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔

۶۔ خَبَءَ، خَبَاَ بمعنی کسی چیز کو چھپا رکھنا۔ اور خَابَاَ بمعنی کسی سے چلیتان اور پہیلی کہنا۔ اور اِخْتَبَاَ لَهٗ خَبِيْئًا کسی سے کوئی چیز چھپا کر اس کے متعلق اس سے سوال کرنا (منجد) اور خَبْءٌ بمعنی پوشیدہ اور مخفی خزانہ (مف) خَبْءُ الْاَرْضِ بمعنی زمین کی نباتات۔ قوتِ روئیدگی۔ اور خَبْءُ السَّمَاءِ بمعنی بارش۔ اور اَخْرَجَ خَبْءَ السَّمَاءِ خَبْءَ الْاَرْضِ بمعنی آسمان کی بارش نے زمین پر روئیدگی پیدا کی۔ ظاہر کی اور پودوں کو اُگایا (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (۲۷/۲۵) — وہ اس اللہ تعالیٰ کو کیوں سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔

ماحصل: (۱) کَتَمَ: شہادت، ایمان اور حق بات کو دانستہ طور پر چھپانے کے لیے عموماً استعمال ہوتا ہے۔

(۲) وارٰی، کسی حقیقت کو لوگوں سے چھپانے کے لیے استعمال مادی طور پر ہوتا ہے۔

(۳) اکن: کسی بات یا چیز کو کسی محفوظ جگہ چھپانے کے لیے۔

(۴) اسرّ: کسی راز کی بات کو ازراہِ مصلحت چھپانے کے لیے۔

(۵) اَخْفٰی: سر سے ابلغ تخیلات اور وساوس تک کو چھپانے کے لیے آتا ہے۔

(۶) خَبْءَ: پوشیدہ اور مخفی خزانے۔

۲۵ — چھت

کے لیے عَرْش، سَقْف اور بِنَاء کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ عرش: عَرَشَ يَعْرِشُ بمعنی لکڑی کا مکان بنانا۔ مکان پر لکڑیاں مثلاً شہتیر کڑیوں کی

چھت ڈالنا۔ اور انگور کی بیل ٹٹی پر چڑھانا وغیرہ ہیں۔ اور عرش کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) تختِ شاہی (۲) چھت میں استعمال ہونے والی لکڑیاں (منجد) پھر یہ لفظ کمرہ کی چھت۔ خیمہ، سائبان اور ہر وہ شے جو سایہ کرے، کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (م۔ل) قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چھت اور اس کی لکڑیوں کے لیے مثال ملاحظہ فرمائیے:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا (۲/۲۵۹) یا اس شخص (عزیرؑ) کی طرح جو ایک ایسی بستی پر سے گزرے جو اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی۔

اور تخت کی مثال تخت میں دیکھیے۔

۲۔ سَقْفٌ: چھت کا اندرونی حصہ جو کمرہ کے اندر سے نظر آتا ہے (CEILING) یا آسمان خانہ (م ل) جمع سُقُفٌ قرآن میں ہے:

فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ (۱۶/۲۶) پھر اُن پر اوپر سے چھت آگری۔

۳۔ بِنَاءٌ: بمعنی تعمیر، کوئی تعمیر شدہ عمارت اور عمارت کے ہر حصہ کو بھی بناء کہہ سکتے ہیں خواہ وہ بنیاد ہو یا دیوار ہو یا چھت ہو یا پوری عمارت ہو۔ اور جب فرش کے مقابلہ پر بناء کا لفظ استعمال ہو تو اس کا معنی چھت ہی ہوگا کیونکہ بناء کا لفظ کسی تعمیر کی بلندی پر بھی دلالت کرتا ہے (م ل) قرآن میں ہے:

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً (۲/۲۲) وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔

ماحصل: (۱) عَرْشٌ، پوری چھت کو بھی اور اس کی لکڑیوں کو بھی کہتے ہیں۔ (۲) سَقْفٌ: چھت کا اندرونی حصہ اور (۳) بِنَاءٌ: فرش کے مقابلہ پر چھت کے معنوں میں مخصوص ہو جاتا ہے

۲۶ ـــــ چھوڑنا

کے لیے ترک، هجر، عطّل، خلّیٰ (خلو) يذر (وذر)، ودع اور غادر (غدر) کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ تَرَكَ: یہ لفظ عام ہے۔ یعنی کسی چیز کو چھوڑنا، ارادتاً ہو یا بلا ارادہ۔ اختیاری ہو یا اضطراری (مف) ہر مقام پر اس کا استعمال ہو سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ (۲/۱۸۰) اگر (کوئی شخص مرتے وقت) مال چھوڑے گا تو والدین اور اقرباء کے لیے وصیت ہے۔

یہ صورت اضطراری ہوئی۔ اب اختیاری یا ارادتاً کی مثال دیکھیے:

وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا (۱۲/۱۷) اور ہم یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔

۲۔ هَجَرَ: ایک انسان کا دوسرے انسان یا انسانوں سے تعلقات منقطع کرنے کے لیے آتا ہے (م ل)

ارشادِ باری ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا (۷۳/۱۰) اور جو کچھ کفار کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور بھلے طریقے سے ان سے الگ ہو جائیے۔

پھر لوگوں سے تعلقات ختم کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس علاقہ کو ہی ترک کر دیا جائے۔ اس صورت میں ہجرت کے معنی ترک وطن ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (۲/۲۱۸) اور وہ جنھوں نے ترکِ وطن کیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔

۳۔ عَطَّلَ: کسی چیز کو بے کار چھوڑ دینا۔ کسی مزدور کو بے کار کر دینا۔ (مف) تعطیل بمعنی کام سے چھٹی کا وقت۔ اور مُعَطَّل ایسے ملازم کو کہتے ہیں جو ابھی ملازمت میں ہو مگر اسے کام سے روک دیا گیا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (۸۱/۴) اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھٹی پھریں۔

اور بِئْرٌ مُّعَطَّلَةٌ (۲۲/۴۵) ایسے کنویں کو کہتے ہیں جو برباد، ویران یا غیر آباد ہو۔

۴۔ خَلّٰی (خلو) خَلَا بمعنی خالی ہونا۔ زبان و مکان دونوں صورتوں میں مستعمل ہے۔ خلوت بمعنی تنہائی۔ اور خلا الٰی بعض بمعنی کسی سے تنہائی میں ملاقات کرنا ہے۔ اور خَلّٰی بمعنی کسی کو تنہا چھوڑ کر خود الگ ہو جانا ہے۔ یعنی کسی کو خالی جگہ میں چھوڑ دینا۔ آزادی دینا اور گرفت نہ کرنا کے معنی میں آتا ہے (مف) خَلّٰی سَبِیْلًا محاورہ ہے جو کسی پر گرفت نہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ (۹/۵) پھر اگر وہ (منافق) توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو اُن کا راستہ چھوڑ دو۔ (یعنی ان پر گرفت نہ کرو)

۵۔ یذر (وذر) افعالِ ناقصہ سے ہے۔ اس کا صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے ماضی استعمال نہیں ہوتا۔ اس کا استعمال دو صورتوں میں ہوتا ہے:

(۱) کسی چیز کو حقیر سمجھ کر چھوڑ دینا (م۔ق) جیسے ارشادِ باری ہے:

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا (۶/۷۰) اور جن لوگوں نے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے انہیں چھوڑ دو (ان سے کچھ غرض نہ رکھو)۔

(۲) کسی کام کے کرنے پر مخاطب کو کسی اعتراض یا مداخلت کی اجازت نہ دینا۔ انگریزی میں اس کا متبادل لفظ LET ہے۔ اور ذَرْنِیْ کے معنی (LET ME DO THIS) ہوگا۔ ارشادِ باری ہے:

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا (۷۴/۱۱) مجھے چھوڑیئے اور جسے میں نے پیدا کیا۔

کا مطلب یہ ہوگا کہ میں جانوں اور وہ۔ آپ اس معاملہ میں نہ آئیں۔

۶۔ دَعْ: یہ بھی فعل ناقص ہے جس کا صرف مضارع اور امر مستعمل ہے۔ ماضی نہیں آتا۔ اور اس کے

معنی ہیں کسی چیز کو پرسکون طریقے سے چھوڑ دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَدَعْ اَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۳۳/۴۸) آپ ان کی ایذا کا خیال چھوڑیئے اور اللہ پر توکل کیجئے!

اور وَدَّعَ کے معنی مسافر کو الوداع کہنا یا ہنسی خوشی اور عزت و وقار سے رخصت کرنا ہے (مف) جس میں خود الگ ہونے اور اسے چھوڑ دینے کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (۹۳/۳) تیرے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑ دیا ہے اور نہ ہی ناراض ہوا ہے۔

۷۔ غَادَرَ: غَدَرَ کا لفظ عہد شکنی اور بے وفائی کے لیے مستعمل ہے۔ اور غدار بمعنی بے وفا اور عہد شکن (مف) (صند وفی) اور غَادَرَ بمعنی کسی چیز میں خلل واقع ہونے کی بنا پر اسے چھوڑ دینا، یا باقی چھوڑنا (مف) قرآن میں ہے:

وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا (۱۸/۴۷) ہم انہیں اکٹھا کریں گے تو ان میں کسی کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔

یعنی کسی شخص کے اعمال خواہ کیسے ہوں اسے باقی نہیں چھوڑا جائے گا ــــ دوسرے مقام پر ہے:

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (۱۸/۵۰) کیا بات ہے کہ اس کتاب (اعمال نامہ) نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی مگر اس کا ریکارڈ رکھا ہے۔

ماحصل: (۱) تَرَكَ کا استعمال عام ہے۔

(۲) هَجَرَ: تعلقات یا وطن چھوڑنا۔

(۳) عَطَّلَ: کسی کو بیکار چھوڑنا۔

(۴) خَلَّا سَبِيْلًا: کسی کا راستہ چھوڑ دینا گرفت کرنا

(۵) يَذَرُ: کسی چیز کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا۔

(۶) دَعْ: کسی کو پرسکون طریقے پر چھوڑنا۔

(۷) غَادَرَ: کسی کو کسی خرابی کی بناء پر چھوڑنا۔

۲۷ ــــ چھڑانا

کے لیے قرآن میں فَكَّ، اَنْقَذَ اور اِسْتَنْقَذَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَكَّ: بمعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے چھڑانا یا آزاد کرانا ہے۔ فك الرّهن کے معنی کسی گروی چیز کو چھڑانا۔ اور فك الاسير کے معنی کسی جنگی قیدی کو آزاد کرانا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۔ فَكُّ رَقَبَةٍ ۔ (۹۰/۱۳) اور آپ کیا سمجھے کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ گھاٹی گردن (غلام) کو چھڑانا ہے۔

۲۔ اَنْقَذَ: بمعنی کسی شخص کو کسی مصیبت یا سزا سے چھڑانا، بچانا یا نجات دلانا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ (۳۹/۱۹) کیا آپ ایسے شخص کو چھڑا سکتے ہیں جو دوزخ میں ہے

اور اِسْتَنْقَذَ کسی چیز کو پوری کوشش اور خواہش سے چھڑانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ اور اگر (معبودانِ باطل پیر دفقیر) سے مکھی اگر کوئی چیز چھین لے جائے تو (کوشش کے باوجود) اسے چھڑا نہیں سکتے

وَالْمَطْلُوْبُ (۲۲/۷۳) طالب ومطلوب دونوں ایک جیسے کمزور ہیں۔

ماحصل: کسی کے قبضہ سے چھڑانے کے لیے فَكّ اور کسی کو مصیبت سے چھڑانے یا بچانے کے لیے انقذ آتا ہے۔

۲۸۔۔۔ چھونا

کے لیے قرآن میں مَسّ، لَمَسَ اور طَمَثَ کے الفاظ آئے ہیں۔

یہ تینوں الفاظ کنایۃً مرد اور عورت کی مجامعت کے لیے بھی قرآن میں استعمال ہوئے ہیں مثلاً دیکھیے:

(۱) مَسّ: قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ (۳/۴۷) مریمؑ نے کہا، پروردگار! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جبکہ کسی انسان نے مجھے چھوا تک نہیں۔

(۲) لَمَسَ: اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (۴/۴۳) یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو (ہم بستر ہوئے ہوں) پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

(۳) طَمَثَ: یہ لفظ پہلی دفعہ کی مجامعت کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (۵۵/۵۶) ان (حوروں) کو اس سے پیشتر کسی جن یا انسان نے نہ چھوا ہوگا۔

مگر لغوی اعتبار سے یہ تینوں الگ الگ ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ مَسّ: جسم کے کسی حصے کے ساتھ کسی چیز کا لگنا (مف) یہ لفظ اس معنی میں بھی قرآن میں آیا ہے۔ مثلاً

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ (۲۱/۸۳) اور ایوبؑ جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (۲/۸۰) اور یہود کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔

۲۔ لَمَسَ: ہاتھ یا انگلیوں سے کسی چیز کو چھونا یا ٹٹولنا۔ خواہ مطلوبہ چیز ملے یا نہ ملے (مف) یہ لفظ ان معنی میں بھی قرآن میں مستعمل ہے۔ مثلاً:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا (۷۲/۸) اور (جنوں نے کہا کہ) ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔

۳۔ طمث: طمث بمعنی حیض کا خون (ف ل ۱۱۵) اور طَمَثَ يَطْمِثُ کے معنی عورت کا حیض والی ہونا بھی ہے (منجد) اور مرد کا عورت کے پردہ بکارت کو زائل کرنا بھی (مف) گویا یہ لفظ مجامعت کے معنوں میں پہلی بار کی مجامعت سے مخصوص ہے اور پہلے دو معنوں میں یہ لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ نیز دیکھیے "مجامعت کرنا"

۲۹۔۔۔ چھیننا یا چھین لینا

کے لیے سَلَبَ، غَصَبَ، نَيْل اور خَطِفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَلَبَ: کسی چیز کو کسی دوسرے سے زبردستی لے لینا۔ (منجد) دیکھتے دیکھتے کسی چیز کو اُڑا لینا یا اُٹھا لینا خواہ لینے والا کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ (۲۲/۷۳) — اگر مکھی ان سے کوئی چھین لے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہ سکیں۔

۲۔ غَصَبَ: کوئی چیز ظلم، زیادتی، زبردستی یا مکر و فریب سے چھین لینا (منجد) لیکن مکر و فریب سے کسی چیز کو ہتھیا لینے یا چھین لینے کے لیے الگ لفظ غبن بھی ہے (م۔ق) لہٰذا غصب کے یہی معنی زیادہ صحیح ہیں جو امام راغبؒ نے بیان کیے ہیں۔ یعنی کسی طاقتور کا کسی کمزور کی چیز پر ظلم اور زیادتی سے زبردستی قبضہ جما لینا (مف) قرآن میں ہے:

وَکَانَ وَرَآءَھُمْ مَّلِکٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا (۱۸/۷۹) — اور ان کے پرے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

۳۔ نَالَ: نیل۔ بمعنی ہر وہ چیز جسے انسان اپنے ہاتھ سے پکڑ سکے اور وہ اس کو مرغوب بھی ہو۔ یا جو چیز اس کی دسترس میں ہو (مف) یعنی کسی چیز کا ہاتھ لگ جانا یا مل جانا۔ قرآن میں ہے:

وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِھِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا (۳۳/۲۵) — اور جو کافر تھے تو اللہ نے انہیں پھیر دیا۔ وہ اپنے غصے میں (بھرے ہوئے تھے) کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے۔

پھر اس لفظ کے معانی میں وسعت پیدا ہوئی۔ اور یہ لفظ مراد کو پہنچنے اور محض پہنچنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا جیسے ارشادِ باری ہے:

لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (۲/۱۲۴) — میرا یہ عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

اور دوسری طرف یہ وسعت پیدا ہوئی کہ یہ لفظ چھیننے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا جیسے قرآن میں ہے:

وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا (۹/۱۲۰) — اور وہ دشمن سے کوئی چیز نہیں چھینتے۔

۴۔ خَطِفَ: تیز رفتاری یا تیزی سے کوئی چیز اُڑا کر چلتے بننا (مف۔ فل) جھپٹ لینا۔ اُچک لینا۔ قرآن میں ہے:

یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲/۲۰) — قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) اُن کی آنکھوں (کی بصارت) کو اُچک لے جائے۔

ماحصل: (۱) سلب: کسی چیز کو دوسرے سے زبردستی لے لینا۔ عام۔

(۲) غصب: کسی طاقتور کا کمزور کی چیز پر زبردستی قبضہ جما لینا۔

(۳) نیل: کسی مرغوب چیز کا چھین لینا جس پر دسترس بھی ہو۔

(۴) خطف: تیز رفتاری اور تیزی سے کوئی چیز اڑا لینا۔ اچک لینا۔

<u>چیخنا</u> کے لیے دیکھیے "چلانا" اور "آواز"

<u>چیرنا</u> کے لیے قَدَّ اور مَخَرَ۔ فَطَرَ کے الفاظ آئے ہیں تفصیل "پھاڑنا" میں دیکھیے۔

۱۔ حاجت

کے لیے حَاجَت (حوج)، مَآرِبُ (ارب) اور وَطَرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَاجَة: الحوج بمعنی احتیاج اور فقر و فاقہ (منجد) ایسی ضرورت یا خواہش جس کے پورا نہ ہونے پر دل میں تنگی اور گھٹن محسوس ہو۔ قرآن میں ہے:

مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضٰهَا (۱۲/۶۸) — اور یہ تدبیر اللہ کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی۔ وہ تو محض یعقوب کے دل کی خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

لَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا (۵۹/۹) — اور جو کچھ انہیں ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے (جالندھری)

یعنی اتنا کم ملنے پر بھی صابر و شاکر ہیں اور دل میں کچھ تنگی اور گھٹن محسوس نہیں کرتے۔

۲۔ مَآرِب: (اَرَبٌ) اَرَب اور اِرب ایسی ضرورت کو کہتے ہیں جس کے بغیر چارہ نہ ہو اور اس کے حصول کے لیے تگ و دو کرنی پڑے۔ قرآن میں ہے:

غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ (۲۴/۳۱) — یعنی ایسے خادم مرد جنھیں ابھی (نکاح) کی ضرورت نہ ہو۔

اور مَآرِب، مارِبة کی جمع ہے جس کے معنی کسی حاجت یا ضرورت کا تکمیل پذیر ہونا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى۔ (۲۰/۱۸) — موسیٰ نے کہا، یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی فائدے ہیں۔ (یعنی اور بھی حاجتیں پوری ہوتی ہیں)

۳۔ وَطَر: بمعنی (۱) حاجت۔ مطلوب (منجد) (۲) ہمبستری، شہوت (م۔ق) اور اس کی جمع اوطار ہے قرآن میں یہ صرف دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (۳۳/۳۷) — پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا۔

ماحصل: (۱) حاجۃ: ایسی ضرورت جس کے پُورا نہ ہونے پر دل میں تنگی محسوس ہو۔
(۲) مآرب: ایسی حاجتیں جو تکمیل پذیر ہو جائیں۔
(۳) وطر: حاجتِ جماع کے لیے یہ لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے لیکن اس کے معنی میں وسعت ہے۔

۲۔۔۔۔ حاضر ہونا

کے لیے حَضَرَ، شَہِدَ اور عَتَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَضَرَ: غَابَ کی ضد ہے۔ حَضَرَ بمعنی کسی چیز کا آموجود ہونا (مف) سامنے آجانا۔ قرآن میں ہے:
فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا (۴۶/۲۹) تو جب وہ جن اس کے پاس آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو۔

۲۔ شَہِدَ: یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر موضوع سے متعلق مندرجہ ذیل دو معنی ہیں۔
(۱) حاضر ہونا۔ جیسے اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ (۳۷/۱۵۰) یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا اور وُہ اس وقت موجود تھے۔
(۲) حاضر ہونا اور کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔ پھر اسے قاضی کے سامنے بیان کرنا (فق ل ۳۰) یہ معنی شہادت ہے۔ جیسے:
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (۲/۲۸۲) گواہ (گواہی دینے سے) انکار نہ کریں جبکہ انہیں طلب کیا جائے۔

۳۔ عَتِيْد: عَتَدَ کے معنی تیار ہونا۔ اور اَعْتَدَ بمعنی تیار کرنا۔ اور عَتِيْد بمعنی جو چیز پہلے سے ہی تیار اور موجود ہو۔ ارشادِ باری ہے:
وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ (۵۰/۲۳) اور اس کا ہمنشین (فرشتہ) کہے گا کہ یہ (اعمال نامہ) میرے پاس حاضر ہے۔
نیز دیکھیے ۔۔۔۔ "تیار ہونا"

ماحصل: (۱) حَضَرَ: بمعنی آموجود ہونا۔
(۲) شہد: موجود ہونا۔ دیکھنا اور بیان کرنا۔
(۳) عَتَدَ: کسی سامان کا پہلے ہی سے تیار، موجود یا حاضر ہونا۔

۳۔۔۔ حال ۔۔ حالت

کے لیے بَال (بول) خَطْب، دَاْب اور طَوْر کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ بَال: بمعنی موجودہ حال یا حالت۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:
قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى۔ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ (۲۰/۵۲) فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا "پہلی امتیں کس حال میں ہیں؟" کہا ان کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔

۲۔ خَطْب: عمل۔ حالت معاملہ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ عام طور پر بڑے ناپسندیدہ معاملہ کے لیے استعمال ہوتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ۔ — حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں سے کہا، تمہارا کیا مدعا ہے؟

قَالُوْآ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ۔ — فرشتوں نے کہا، ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ (۵۱/۳۱-۳۲)

۳۔ دَأْب: بمعنی مسلسل چلتے رہنا۔ عادتِ مستمرہ۔ عادات واطوار۔ چال ڈھال (م۔ل) قرآن میں ہے:

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۳/۱۱) — (اُن کا حال بھی فرعون والوں کے حال جیسا ہے۔

۴۔ طَوْر: بمعنی اندازہ۔ حد۔ ہیئت۔ حال۔ باری۔ اور اَلنَّاسُ اَطْوَارٌ بمعنی آدمی کئی قسم کے ہیں (منجد) اور تَطَوَّرَ بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا۔ گویا طَوْر ایسی حالت یا ہیئت کو کہتے ہیں جو اندازہ کے مطابق کچھ مدت بعد تبدیلی چاہتی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (۷۱/۱۴) — اور اللہ نے تم کو طرح طرح کی حالتوں سے پیدا کیا ہے۔

ماحصل: (۱) بَال: سوال کرتے وقت موجودہ حالت کے لیے۔

(۲) خَطْب: کسی ناپسندیدہ معاملہ کے بارہ میں پوچھنے کے لیے۔

(۳) دَأْب: عادات اور چال چلن کے لیے۔

(۴) طَوْر: ایک ہیئت کے بعد دوسری ہیئت کے لیے آتا ہے۔

۴۔۔۔ حاکم

کے لیے حَاكِم، اُولِی الْاَمْر اور قَوَّام کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَاكِم: حَكَمَ بمعنی المنع عن الظلم (م۔ل) یعنی ایسا فیصلہ جس میں کسی کو دوسرے پر ظلم و زیادتی سے روکا جائے۔ اور حَكَّمَ بمعنی کسی کو منصف یا حاکم بنانا۔ اور تحاکم بمعنی کسی حاکم کے پاس اپنا مقدمہ فیصلہ کے لیے لے جانا۔ (منجد) گویا حاکم وہ شخص ہے جو لوگوں کے مقدمہ کا فیصلہ کرے اور ظالم کو ظلم سے روکے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (۴/۵۸) — اور (اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ) جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

۲۔ اُولِی الْاَمْر: وَلِیُّ الْاَمْر کی جمع ہے۔ اور وَلّٰی بمعنی کسی کو کسی علاقہ کا حاکم، والی یا بادشاہ بنانا۔ گویا لغوی لحاظ سے اس لفظ کا اطلاق کسی ملک کی حکومت کی انتظامیہ پر ہوتا ہے۔ تاہم اس کا اطلاق عدلیہ کے حاکموں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور اولی الامر بمعنی اربابِ بست وکشاد۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۴/۵۹) — اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں اُن کی بھی۔

۳۔ قَوَّام: قام بمعنی کھڑا ہونا۔ اور اَقَامَ بمعنی ٹیڑھے کو سیدھا یا ایستادہ کرنا۔ اور قَوَّمَ بمعنی کسی چیز کی تعیین و تعدیل کرنا (منجد) اور قَوَّام یا قیّم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگرانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو (ف۔ق) ارشادِ باری ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (۴/۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے بھی کہ وہ اپنے اموال سے خرچ کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) حَاكِم بمعنی منصف۔ فیصلہ کرنے اور ظلم سے روکنے والا۔

(۲) اُولِی الْاَمْرِ، اربابِ حکومت۔ حکومت کے کارندے جن کا حکم چلتا ہو

(۳) قَوَّام، ہر وہ شخص جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کی تعدیل کا ذمہ دار ہو۔

۵۔ حد سے بڑھنا ___ زیادتی کرنا

کے لیے جَاوَزَ (جوز) اَسْرَفَ، بَغٰی، عَدٰی اور اِعْتَدٰی (عدو) فَرَّطَ، سَلَقَ، غَلَا (غلو) اور شَطَطَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَاوَزَ: کسی خاص مقام یا مجوزہ مقام سے آگے نکل جانا (منجد) راستہ طے کرتے کرتے پار چلے جانا اور جوز الطریق راستہ کے وسط کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔ (۱۸/۶۲)

جب وہ دونوں (اس مقام سے) آگے نکل گئے تو موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، کھانا لاؤ۔ ہمیں اس سفر سے بہت تھکاوٹ ہوئی ہے۔

۲۔ اَسْرَفَ: کسی کام میں حدِ اعتدال سے آگے نکل جانا۔ کام کرتے وقت مقررہ حدود کی پرواہ نہ کرنا۔ سَرَفَ فِی الْاَمْرِ کے معنی کسی کام میں سستی یا غفلت کرنا کے ہیں۔ اور اَسْرَفَ کے معنی زیادتی کرنے کے۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (۷/۳۱)

کھاؤ، پیو مگر بے جا نہ اڑاؤ۔

۳۔ بغی: کسی چیز کی طلب اور خواہش کے حصول میں مناسب حد سے آگے نکل جانا (مف) اپنا حق انصاف سے کچھ زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اسی تناسب سے دوسرے کا حق دبانا۔ قرآن میں ہے:

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۳۸/۲۴)

اور اکثر شریک کار ایک دوسرے پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں۔

۴۔ عَدٰی اور اِعْتَدٰی: راہِ حق سے تجاوز کرنا۔ اللہ کے احکام و حدود کا خیال نہ رکھنا (مف۔ منجد)

اور عدوان بمعنی ظلم وزیادتی میں پہل کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا (۲/۲۲۹) یہ اللہ کے حدود (احکام) ہیں۔ ان سے آگے نہ بڑھو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ (۲/۱۷۳) پھر جو شخص لاچار ہو، وُہ نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد (ضرورت) سے آگے نکل جانے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

یہاں بَاغٍ سے مراد یہ ہے کہ وُہ فی الواقعہ اتنا ناچار نہ ہو کہ حرام کھانے پر مائل ہو جائے۔ مگر وُہ یہ سمجھے کہ اتنا ناچار ہے۔ اور عَادٍ سے یہ مراد ہے کہ اگر تھوڑا سا حرام کھانے پر گزر ہو سکتی ہے تو زیادہ کھانا شروع کر دے۔

۵۔ فَرَطَ: پیش دستی۔ آگے نکلنا۔ جلدی کرنا۔ پہل کرنا۔ فرط منه القول بلا سوچے سمجھے بات کہہ دینا (منجد) گویا یہ لفظ بلا سوچ سمجھے یا جلد بازی میں زیادتی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور فَرَّطَ کمی اور کوتاہی کرنے کے لیے (لغت اضداد) ارشادِ باری ہے:

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ أَمْرُهٗ فُرُطًا (۱۸/۲۸) اور وُہ اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا تھا۔

۶۔ سَلَقَ، دست درازی یا زبان درازی کرنا (مف) چڑھ چڑھ کے آنا (م۔ق) ہاتھ یا زبان سے دوسرے پر زیادتی کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (۳۳/۱۹) پھر جب (جنگ کا) خوف جاتا رہے تو (یہ منافقین) تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کریں اور مال کے حصول میں لالچ رکھیں۔

۷۔ غَلَا: بمعنی مہنگا ہونا۔ غَلَا السِّعْر بھاؤ چڑھ جانا۔ غلا السهم تیر کو انتہائی دُور تک پھینکنا۔ غَلَا فِي الْأَمْرِ مبالغہ کرنا۔ حد سے بڑھنا۔ فرطِ عقیدت میں کسی کی قدر و منزلت میں حد سے آگے نکل جانا (مف) یعنی انتہا پسندی سے کام لینا۔ ارشادِ باری ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِي دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ (۴/۱۷۱) اے اہل کتاب دین کے معاملہ میں حد سے نہ بڑھو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم (نہ خدا تھے نہ اس کے بیٹے بلکہ) وُہ اللہ کے رسول اور اس کا کلمۂ (بشارت) تھے۔

۸۔ شَطَطًا: مبالغہ میں زیادتی کرنا۔ حد سے بہت آگے نکل جانا (منجد) جھوٹ بولنا اور اس میں غلو کرنا۔ (م۔ق) قرآن میں ہے:

لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖ إِلٰهًا لَّقَدْ ہم اس کے سوا کسی کو نہ پکاریں گے (اگر ایسا کیا تو)

قُلۡنَآ اِذًا شَطَطًا (۱۸/۱۴) اس وقت ہم نے بعید از عقل بات کہی۔

ماحصل: (۱) جَاوَزَ: مجوزہ مقام سے آگے نکل جانا۔
(۲) اَسۡرَفَ: حدِ اعتدال سے آگے نکل جانا۔
(۳) بَغٰی: کسی خواہش کی تکمیل کے لیے تجاوز کر جانا۔
(۴) عَدٰی اور اِعۡتَدٰی: راہِ حق اور احکامِ الٰہی سے تجاوز۔
(۵) فرط: بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں حد سے بڑھنا۔
(۶) سَلَقَ: ہاتھ اور زبان سے دوسرے پر زیادتی کرنا۔
(۷) غَلَا: فرطِ عقیدت سے کسی کی قدر و منزلت میں حد سے بڑھنا۔ انتہا پسندی سے کام لینا۔
(۸) شَطَطًا: جھوٹ میں ایسا مبالغہ جسے عقل تسلیم نہ کرے۔

۶۔ حد سے کم کرنا

کے لیے فَرَّطَ اور قَصَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرَّطَ: فرط کا لفظ لغت اضداد سے ہے۔ فرط کے معنی، جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں۔ بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں حد سے آگے نکل جانے یا زیادتی کرنے کے ہیں۔ اور فَرَّطَ کے معنی بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں حد سے پیچھے رہ جانے یا کمی کرنے یا کوتاہی کرنے کے ہیں۔ قرآن میں ہے:

اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطۡتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ (۳۹/۵۶) مبادا اس وقت کوئی نفس یہ کہنے لگے، ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کی۔

۲۔ قَصَرَ: مقررہ حد میں سے کچھ کم کر دینا یا کم رہ جانا۔ قَصَرَ السَّهۡمُ بمعنی تیر کا نشانہ تک نہ پہنچنا۔ قصرُ الصلوۃ نماز پوری نہ پڑھنا بلکہ اس میں کچھ کم کر دینا۔ قَصَّرَ الشَّعۡرَ بمعنی بالوں کا کچھ حصہ کتروا دینا اور قَصُرَ بمعنی چھوٹا ہونا (منجد) اسی سے قصور، تقصیر اور قاصر کے الفاظ ہماری زبان میں مشہور ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوةِ (۴/۱۰۱) تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم نماز کم کر کے پڑھو۔

ماحصل: فَرَّطَ کا لفظ کسی کام کو صحیح طور پر سرانجام نہ دینے اور کوتاہی کرنے کے لیے آتا ہے جبکہ قصر کسی چیز کی مقدار میں کمی کے لیے آتا ہے۔

۷۔ حرام

کے لیے حَرَام اور سُحۡت کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حرام: ایسی باتیں یا اشیا، جن سے شریعت نے سختی سے منع کر دیا ہو۔ صاحب مقائیس اللغۃ کے الفاظ میں اس کے معنی "المنع الشدید" ہے۔ یہ لفظ عام ہے۔ مثلاً والدین کی نافرمانی بھی حرام۔

درندوں کا گوشت بھی حرام۔ اور سود بھی حرام اور مشرک پر جنت بھی حرام۔ اس کی ضد حلال ہے۔ یعنی وُہ چیزیں جن کے استعمال کی عام اجازت ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (۲/۲۷۵) — اللہ تعالیٰ نے بیع (خرید و فروخت) کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام۔

۵۔ سُحت: سُحت کا لفظ کمائی اور مال سے مختص ہے۔ اور اس کا معنی ایسا رزق جو باعثِ ننگ و عار ہو۔ جیسے خنزیر یا کتے کی قیمت وغیرہ (فل ۱۲) ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی دولت۔ حرام کی کمائی، رشوت وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ۔ (۵/۴۲) — یہ یہود (جھوٹی باتیں بنانے کے لیے) جاسوسی کرنے والے اور (رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں۔

۸۔ حصّہ

کے لیے جُزْء، زُلَف، حَظّ، خَلَاق، نَصِيْب، كِفْل اور بَعْض کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جزء: کسی چیز کا حصّہ یا ٹکڑا (جمع اجزاء) بمعنی کسی چیز کے وُہ حصّے یا ٹکڑے جن سے مل کر وُہ چیز مکمل ہوتی یا ترکیب پاتی ہے (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (۲/۲۶۰) — پھر ہر ایک پہاڑ پر ان میں سے ایک حصّہ رکھ دے۔

۲۔ زُلَف: رات کا ابتدائی حصّہ یا پہلی گھڑیاں (ف۔ل ۲۴) زُلَف کے بنیادی معنی مرتبہ اور قرب کے ہیں رات کے ابتدائی حصّہ کو زلف اس لیے کہا جاتا ہے کہ وُہ ساری رات کا نزدیکی اور قریب کا حصّہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (۱۱/۱۱۴) — دن کے دونوں سروں (صبح و شام) اور رات کی پہلی ساعات میں نماز قائم کیا کرو۔

۳۔ حَظّ: بمعنی خیر و فضل کا حصہ (م۔ا) (فق ل ۱۳۵) اور بمعنی مالداری یا خوش قسمتی۔ سعادت (منجد) قرآن میں یہ لفظ ترکہ کے مقرّرہ حصوں کے لیے آیا ہے جو خیر و فضل اور مالداری سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ اور خوش قسمتی اور سعادت سے بھی۔ ارشادِ باری ہے:

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (۴/۱۷۶) — مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصّہ ہوگا۔

۴۔ خَلَاق: ہر طرح کی بھلائی کا معینہ حصّہ (م۔ا) بھلائی کا بڑا حصّہ (منجد) (مف) (فق ل ۱۳۶) یعنی وُہ فضیلت جو انسان اپنے اخلاق سے حاصل کرتا ہے۔ اس حصّہ کا تعلق انسان کے اعمال سے ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا — پھر ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار

وَمَا لَہٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (۲/۲۰۰) ہمیں دنیا میں عنایت کر۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

۵۔ نَصِيْب : نَصَب بمعنی کسی چیز کو راسی سمت میں گاڑنا۔ اور نصیب بمعنی نشان کے طور پر راہ میں گاڑا ہوا پتھر۔ اور نَصِيْب سے مراد وہ معیّن حصہ ہے جو قسمت کا لکھا ہو (مف) خواہ اس کا تعلق کسی محبوب چیز سے ہو یا مکروہ سے (فق ل ۱۲۵) ارشادِ باری ہے:

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (۲۸/۷۷) اور جو (مال) تم کو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجئے اور دُنیا سے (بھی) اپنا حصہ نہ بھولیے۔

۶۔ كِفْل ، بمعنی کفالت ، ضمانت اور كِفْل بمعنی حصہ اور کسی کام کا لازمی بدلہ خواہ اچھا ہو یا برا۔ اور صاحبِ منجد کے نزدیک وگنا ثواب یا دگنا گناہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا (۴/۸۵) جو کوئی نیک بات کی سفارش کرے تو اسے اُس سے حصہ ملے گا۔ اور جو شخص بُری بات کی سفارش کرے تو اُسے اس سے حصہ ملے گا۔

۷۔ بَعْض : بمعنی حصہ ، ٹکڑا ۔ یہ کسی کُل کے جزو کے لیے بھی آتا ہے ۔ قرآن میں ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا (۲/۷۳) تو ہم نے کہا کہ اس (ذبح شدہ گائے) کا ایک ٹکڑا (حصہ) دوسرے پر مارو۔

اور اگر کل کئی مستقل چیزوں کا مجموعہ ہو تو بعض کا لفظ فرد کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے بعض الناس بمعنی کوئی ایک آدمی بعض اللیالی بمعنی راتوں میں سے کوئی ایک رات۔ ارشادِ باری ہے:

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (۲/۳۶) تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

علاوہ ازیں اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (۴۳/۶۳) تاکہ بعض ایسی باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ تمہیں سمجھا دوں۔

ماحصل: (۱) جُزْء ، کسی چیز کا کوئی ایک حصہ یا ٹکڑا۔

(۲) زُلَف : رات کا ابتدائی حصہ۔

(۳) حَظّ ، خیر و فضل اور مال کا حصہ۔

(۴) خَلَاق : وہ معیّنہ حصہ جو اپنے اخلاق کے نتیجہ میں ملے

(۵) نَصِيْب : وہ حصہ جو مقدر ہو تھوڑا ہو یا زیادہ۔

(۶) كِفْل : کسی اچھے یا بُرے کام کے بدلہ میں حصہ۔

(۷) بعض ، کسی کل کا جزء یا کئی ایک جیسی چیزوں میں سے ایک یا کچھ۔

۹۔۔۔حفاظت کرنا

کے لیے حَفِظَ، رَعٰی، اَحْصَنَ اور کَلَأَ کے الفاظ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ حَفِظَ: (ضد اضاع) بمعنی ضائع ہونے اور تلف ہونے سے بچانا (منجد) نگہبانی کرنا (م۔ل) کسی چیز کو بیرونی خطرات سے بچانے کی کوشش کرنا (فق ل ۱۵) قرآن میں ہے:

وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ (۱۲/۶۵) — ہم اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے اور ایک اونٹ کا غلہ زیادہ بھی لائیں گے۔

۲۔ رَعٰی: کسی چیز کی حفاظت کرنا اور بیرونی خطرات پیدا ہونے کے اسباب کو دور کرنا۔ اور رَاعِی بمعنی چرواہا۔ محافظ (ضد اِھمال) بمعنی ریوڑ کا بغیر چرواہا کے چرنا (فق ل ۱۵) قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (۲۳/۸) — اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں (جالندھری) سے خبردار ہیں (عثمانی)

۳۔ اَحْصَنَ: حصن بمعنی قلعہ یا محفوظ مقام اور اس کی جمع حُصُوْن ہے (۵۹/۲) حصن میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ الحفظ والحیاطۃ (م۔ل) یعنی حفاظت۔ احاطہ۔ اور صاحب منجد کے نزدیک اس کا معنی مضبوط جگہ میں محفوظ کرنا۔ نیز عورت کا اپنی عصمت کی حفاظت کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (۶۶/۱۲) — اور مریم بنت عمران، جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔

اور نکاح میں آنا بھی۔ کیونکہ نکاح بھی فحاشی کے خلاف قلعہ کا کام دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۴/۲۴) — اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر (وہ جو اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضہ میں آجائیں۔

۴۔ کَلَأَ: کسی چیز پر ہر وقت نگاہ رکھنا اور اسے باقی رکھنا۔ گویا اس میں بھی بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) مراقبۃ (۲) ثبات (م ل۔ مف) اور بمعنی کسی چیز کو سلامتی سے آفت کی طرف مائل ہونے سے بچانا (فق ل ۱۶۹) ارشادِ باری ہے:

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (۲۱/۴۲) — آپ ان سے پوچھیے کہ رات اور دن میں خدا (کے عذاب) سے کون تمہاری حفاظت کرتا ہے؟

ماحصل: (۱) حفظ: کسی چیز کو ضائع ہونے سے بچانا۔

(۲) رَعٰی: حفاظت اور بیرونی خطرات کے اسباب دور کرنا۔

(۳) اَحْصَنَ: احاطہ کے ذریعہ حفاظت۔

(۴) کَلَأَ: حفاظت کر کے صحیح وسالم رکھنا۔

نیز دیکھیے۔۔۔۔۔۔"نگہبان"

۱۰۔۔۔۔ حقدار

کے لیے اصل لفظ تو مستحق ہے۔ اور" زیادہ حقدار" کے لیے قرآن کریم میں دو الفاظ ملتے ہیں۔ اَحَقّ اور اَوْلٰی (ولی)۔

۱۔ اَحَقّ
۲۔ اَوْلٰی ؛ بمعنی زیادہ حقدار کا مفہوم تو واضح ہے۔ لیکن اَوْلٰی میں بہت زیادہ جامعیت پائی جاتی ہے۔ وَلِیّ کا معنی دوست۔ حمایتی اور مددگار وغیرہ ہے۔ اور ولایۃ کا ایک معنی مُتَوَلّی ہونا بھی ہے۔ ایام جاہلیت میں لوگ کسی شخص کو خواہ وُہ رشتہ دار ہوتا یا غیر رشتہ دار۔ ولی بنا کر اسے وراثت کا مستحق سمجھتے تھے۔ اسلام نے بھی مواخات کے سلسلہ میں اس ولایت کے رواج کو تسلیم کیا۔ لیکن بعد میں رشتہ دار وارثوں کے حصے مقرر کر کے اس حکم کو ختم کر دیا گیا۔ گویا اَوْلٰی میں صرف حق کا پہلو ہی سامنے نہیں ہوتا بلکہ اخوت و موانست اور حق تولیت کا پہلو بھی ملحوظ ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (۳۳/۶) پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔

۱۱۔۔۔۔ حق مہر

کے لیے صَدُقَة، اَجْر اور فَرِیْضَة کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

۱۔ صَدُقَة: (ج صَدُقٰت) صَدَقَة دال پر زبر ہو تو اس کے معنی خیرات اور دال پر ضمہ ہو تو اس کے معنی حق مہر کیا جاتا ہے اور اَصْدَقَ اْلاِبْنَةَ بمعنی بیٹی کا حق مہر مقرر کرنا ہے (منجد) حالانکہ صَدُقَة مہر سے وسیع معنوں میں آتا ہے۔ مہر اُس مقررہ رقم کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی لازم ہو جبکہ صُدَاق اس صدقہ یا خرچہ کو کہتے ہیں جس کی بناء پر نکاح ہو۔ گویا صداق میں مہر کے علاوہ نان ونفقہ بھی شامل ہوتا ہے (فق ل ۱۳۹) قرآن میں ہے ؛

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (۴/۴) تم عورتوں کو ان کے حق مہر بخوشی ادا کیا کرو۔

۲۔ اَجْر (ج اُجُوْر) اَجْر بمعنی اجرت یا اجر اور اَجِیْر کے درمیان طے شدہ معاوضہ۔ چونکہ نکاح میں عورت اپنی عصمت کی حلت وحرمت کے طور پر یہ رقم لیتی ہے جو باہمی رضامندی سے طے پاتی ہے۔ لہٰذا حق مہر کے لیے اَجْر کا لفظ مجازاً قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۴/۲۵) اور تم عورتوں کو ان کے حق مہر بھلے طریقے سے ادا کر دیا کرو۔

۳۔ فَرِیْضَة : فَرَضَ بمعنی مقرر کرنا۔ معین کرنا۔ واجب ٹھہرانا۔ اور فریضۃ بمعنی مقرر کردہ یا طے شدہ حصہ (منجد) فریضۃ کا لفظ بھی حق مہر کے لیے مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ حق مہر کی رقم نکاح کے

وقت باہمی رضامندی سے مقرر کرنا ضروری ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (۲/۲۳۷)

اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا۔

ماحصل: حق مہر مقرر ہونے کی نسبت سے اسے فریضۃ، معاوضہ ہونے کی نسبت اجر کہا گیا ہے۔ اور صدقۃ میں عورت کے تمام واجبات بشمول مہر شامل ہیں۔

۱۲۔ حکم دینا

کے لیے قرآن میں اَمَرَ، اَذِنَ، حَكَمَ اور اَوْصٰى کے الفاظ آئے ہیں۔ اور یہ سب الفاظ کئی کئی معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ اَمَرَ: اَمْر بمعنی معاملہ۔ حالت۔ شان۔ اور اس کی جمع امور ہے۔ یہ معنی یہاں زیرِ بحث نہیں۔ اَمْر بمعنی حکم اس کی جمع اوامر اور ضد نہی ہے۔ اور اَمَرَ کے معنی حکم دینا۔ حکم بھیجنا اور ہدایات دینا خواہ یہ حکم کسی اچھے کام کے لیے ہو یا بُرے کام کے لیے (منجد) گویا اس لفظ کا استعمال عام ہے خواہ یہ حکم ایک بادشاہ یا حاکم کسی ماتحت کو دے یا کوئی عام شخص دوسرے شخص کو دے۔ قرآن میں ہے:

يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۲/۱۴)

وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے کہ قیامت کے دن کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ:

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا (۳۴/۳۳)

جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔

۲۔ اَذِنَ: کے معنی منظوری دینا یا اجازت دینا ہے۔ اور جب حکم دینا اس کا معنی ہو تو اس سے مراد ایسا حکم دینا ہے جو مشیتِ الٰہی کا متقاضی ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (۲۴/۳۶)

وہ گھر جن کے بارے میں خدا نے حکم دیا ہے کہ بلند کیے جائیں اور وہاں اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔

۳۔ حَكَمَ کے معنی کسی چیز کی اصلاح کے لیے اسے روک یا لگام دینا ہے۔ حَكَمْتُ الدَّابَّةَ بمعنی میں نے جانور کو لگام دی (مف) اور حَكَمَ بمعنی منع عن الظلم (م۔ل) یعنی ایسا حکم یا فیصلہ جس سے کسی کو ظلم اور زیادتی سے روکا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۵/۴۷)

اور اہل انجیل کو چاہیے کہ اللہ نے اس میں جو احکام نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق حکم کیا کریں اور جو اللہ کے نازل شدہ احکام کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔

۴۔ اَوْصٰی: کے معنی کسی سے کسی بات کا عہد لینا، حکم اور وصیت کرنا ہے (منجد) اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد تاکیدی حکم ہوتا ہے۔ جیسے:

وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا (۱۹/۳۱)	اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی ہے (عثمانیؒ)
یا ــــ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (۴/۱۱)	خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) اَمْر کا لفظ حکم دینے کے معنی میں عام ہے۔

(۲) اَذِنَ: ایسا حکم جو مشیئتِ الٰہی کا متقاضی ہو ورنہ اس کا معنی اجازت یا منظوری دینا ہے۔

(۳) حُکْمٌ: ایسا حکم جس کے ذریعہ ظلم سے روکا جائے۔

(۴) اَوْصٰی: جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد تاکیدی حکم ہے۔

حلق کے لیے دیکھیے ــــ "گلا"

۱۳ ــــ حملہ کرنا

کے لیے سَطَا اور اَغَارَ (غور) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَطَا (سَطْوَۃ) بہ وعلیہ بمعنی کسی پر حملہ کر کے مغلوب کرنا۔ اور سطا الفرس بمعنی گھوڑے کا چوڑے چوڑے قدم اٹھاتے ہوئے دوڑ پڑنا (منجد) اور سَطَا بمعنی شدید گرفت کرنا یا اس پر حملہ کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا (۲۲/۷۲)	لیسے لگتا ہے کہ جو لوگ اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر ابھی حملہ کر دیں گے۔

۲۔ اَغَارَ: (غور) (غَارَۃً وَاِغَارَۃً) بمعنی لوٹ ڈالنا۔ اَغَارَ الْفَرَسُ بمعنی گھوڑے کا تیز دوڑنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا (۱۰۰/۳)	پھر (قسم ہے ان گھوڑوں کی) جو صبح کو غارت ڈالتے ہیں (عثمانیؒ) چھاپہ مارتے ہیں (جالندھریؒ)

ماحصل: (۱) سطا: حملہ میں سختی کرنا اور مغلوب کرنے کی کوشش کرنا۔

(۲) اَغَارَ: حملہ کرنا اور لوٹ ڈالنا۔

۱۴ ــــ حیران ہونا

کے لیے حَیْرَان (حیر) بُہِتَ اور عَجِبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَیْرَان: عام لفظ ہے۔ راہِ صواب نہ ملنے کی وجہ سے تردد میں پڑنا۔ معاملہ خواہ کچھ ہو۔ قرآن میں ہے:

كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا (۶/۷۱) — جیسے کسی شخص کو جنگل میں جنات نے بھلا دیا ہو اور وہ حیران ہو رہا ہو اور اس کے کچھ رفیق ہوں جو اس کو رستے کی طرف بلائیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔

۲۔ بُهِتَ: حیرانی کی وجہ سے اچانک دم بخود ہو جانا (م ق منجد) ہوش و حواس کھو دینا۔ حیران و ششدر رہ جانا۔ ہکا بکا رہ جانا۔ مَبْهُوْت کا لفظ اسی سے مشتق ہے۔ قرآن میں ہے:

فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ (۲/۲۵۸) — (یہ سن کر) کافر مبہوت ہو گیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ (۲۱/۴۰) — بلکہ قیامت ان پر ناگہاں آ واقع ہو گی تو ان کے ہوش کھو دے گی۔

۳۔ عَجِبَ: اَلْعَجَبُ ایسی حیرانی کو کہتے ہیں جس کی وجہ معلوم نہ ہو (مف) اور عَجِبَ بمعنی حیران ہونا۔ تعجب کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ (۵۰/۲) — لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا۔

ماحصل: (۱) حَيْرَان: عام ہے۔ (۲) بُهِتَ: یکدم حیرانی کی وجہ سے حواس کھو جانا۔ (۳) عَجِبَ: ایسی بات پر حیران ہونا جس کی وجہ معلوم نہ ہو۔

۱۵۔۔۔۔ حیض

کے لیے مَحِيْض اور قُرُوْء (قَرْء) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ محیض: حیض مشہور لفظ ہے۔ اور محیض بمعنی حیض بھی، وقتِ حیض بھی اور مقامِ حیض بھی۔ (مف) اور حَاضَتِ الْمَرْاَةُ بمعنی عورت کو حیض آیا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ (۲/۲۲۲) — لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

۲۔ قُرُوْء: قَرْء کی جمع ہے۔ بمعنی عورت کا طہر سے حیض میں داخل ہونا۔ لہٰذا اس لفظ کا اطلاق لغوی طور پر طہر اور حیض دونوں پر ہوتا ہے (لغت اضداد)۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے ارشاد اُقْعُدِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ اَيَّامَ اَقْرَائِكِ (حیض کے دنوں میں نماز ترک کر دے) کے مطابق اس کا ترجمہ حیض ہی راجح قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (۲/۲۲۸) — اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے تئیں روکے رہیں۔

۱۔۔۔۔ خاوند

کے لیے بَعْل۔ زَوج اور سَیّد (سود) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَعْل: بمعنی خاوند، شوہر (ج بعول) (۲/۲۲۸) اور بیوی کو بَعْل اور بَعْلَۃ کہتے ہیں۔ اور بَاعَلَ بمعنی ایک قوم کا دوسری قوم میں شادی بیاہ یا رشتہ ناتا کرنا ہے (منجد)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب میاں بیوی الگ الگ قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں تو اس وقت یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک کوئی شخص اس وقت تک بَعْل نہیں کہلا سکتا جب تک صحبت نہ کرے۔ اور استشہاد اس ارشادِ نبویؐ سے کیا ہے۔ یوم اکل و شرب وبعال (فق ل ۲۳۶) قرآن میں ہے:

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا (۱۱/۷۲) (حضرت ابراہیم کی بیوی) کہنے لگی ہائے ہے میرے بچہ ہوگا! میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔

۲۔ زوج: (جمع ازواج) بمعنی جوڑا۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے زوج ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج ہے۔ خاوند کے لیے بیوی زوج ہے اور بیوی کے لیے خاوند اس کا زوج ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِىْ تُجَادِلُكَ فِىْ زَوْجِهَا (۵۸/۱) بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے بارے آپ سے بحث وجدال کرتی تھی۔

۳۔ سیّد: بمعنی سردار۔ آقا۔ مالک۔ خاوند کے لیے یہ لفظ مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ عائلی نظام میں خاوند کی حیثیت برتر ہوتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ۔ (۱۲/۲۵) اور دونوں (یوسف وزلیخا) نے زلیخا کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا۔

ماحصل: (۱) بَعْل: وہ خاوند جو صحبت بھی کر چکا ہو۔

(۲) زَوج: ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب کے لیے عام ہے۔ نیز خاوند بیوی دونوں کے لیے۔

(۳) سَیّد: مجازاً خاوند کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۲۔ خبر

کے لیے خَبَرَ[1]۔ خُبْر[2] اور نَبَأ[3] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَبَر (ج اخبار) مشہور لفظ ہے۔ ایسا واقعہ جس کا انسان کو علم نہ ہو۔ اور کسی دوسرے ذریعے سے اسے اطلاع ہو وُہ خبر ہے۔ گرد و پیش کے حالات کا علم قرآن میں ہے:

قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ (۲۸/۲۹) — موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا تم یہاں ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید وہاں سے کوئی خبر لا سکوں۔

دُوسرے مقام پر ہے:

قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ (۹/۹۴) — آپ کہہ دیجئے، عذر مت کرو۔ ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ تمہارے حالات کی اللہ نے ہمیں دے دی ہے

۲۔ خُبْر: کسی واقعہ کی حقیقت کا علم، تجربہ، بصیرت۔ کہتے ہیں صَدَّقَ الْخَبَرَ الْخُبْرُ۔ تجربہ اور مشاہدہ نے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کی (منجد) قرآن میں ہے:

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (۱۸/۶۹) — اور تم اس بات پر کیسے صبر کر سکتے ہو جس کو سمجھ لینے پر آپ قادر نہیں۔

۳۔ نَبَأ: کسی اہم معاملہ کے متعلق خبر (مف) خصوصاً ایسی خبر جس سے سننے والا بھی متعلق ہو۔ اور خواہ یہ خبر گزشتہ واقعہ سے تعلق رکھتی ہو۔ یا آئندہ کے حالات سے۔ قرآن میں ہے:

یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (۴۹/۶) — اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی بدکردار کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

ماحصل: خَبَر اور نَبَأ میں مندرجہ ذیل فرق ہیں:

(۱) خبر عام ہے، نبأ خاص۔ نبأ وُہ خبر ہے جس کے سننے والے کی ذات سے تعلق ہو اور وُہ اس پر اثر انداز ہو سکتی ہو۔ امام راغب کے الفاظ میں اہم خبر۔ کہتے ہیں یہ بات فلاں کے لیے نبأ ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ خبر ہو سکتی ہے۔

(۲) نَبَأ کا تعلق مستقبل اور مابعد الطبیعات سے بھی ہو سکتا ہے جبکہ خبر کا تعلق صرف ماضی اور حال سے ہوتا ہے۔

(۳) اَنْبَاَ اور نَبَّاَ آگاہ کرنا کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور اَخْبَرَ اطلاع دینے کے معنوں میں۔ کہتے ہیں ھٰذَا الْاَمْرُ يُنْبِئُ كَذَا (یہ معاملہ ایسی بات کی نبأ دیتا ہے) یہ نہیں کہتے کہ تُخْبِرُ كَذَا (اس بات کی خبر دیتا ہے (فق ل ۲۹) اور خُبْر اس خبر کو کہتے ہیں جو تحقیق سے درست ثابت ہو۔

۳۔ ختم ہونا

کے لیے نَفِدَ[1] اور خَتَمَ[2] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- نَفَدَ: کسی چیز کا ختم ہو کر باقی نہ رہنا۔ فنا ہو جانا (م۔ل) اور اس کی ضد بَقِیَ ہے۔ قرآن میں ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (۱۶/۹۶) — جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

۲- خَتَمَ: کسی چیز کے پورا ہونے کے بعد اسے بند کر کے سر بمہر کر دینا تاکہ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہو سکے (م ل) آخر الامر اور خَتَمَ الْعَمَلَ یعنی کسی کام سے فارغ ہونا اور خَتَمَ الْکِتَابَ بمعنی پوری کتاب پڑھ جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۳۳/۴۰) — محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول اور انبیاءؑ کی مہر (یعنی ان کے ختم کرنے والے) ہیں۔

ماحصل: نفد میں اصل چیز فنا ہو جاتی ہے یا ہاتھ سے نکل جاتی ہے جبکہ خَتَمَ میں وہ چیز بحال رہتی ہے۔ البتہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

۴۔۔۔خدمتگار

کے لیے غُلَام[۱]، فَتٰی[۲] اور سُخْرِيًّا[۳] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- غُلَام: غُلَام اس بچے یا لڑکے کو کہتے ہیں جو بالغ ہو چکا ہو اور اس کی جنسی خواہشات بیدار ہو چکی ہوں۔ اِغْتَلَمَ الْفَحْلُ غُلْمَةً بمعنی کسی نر میں جفتی کا ہیجان پیدا ہونا۔ اور غلیم نوجوان کو۔ اور اَغْلَام مشت زنی کو کہتے ہیں۔ اور غُلَام کی جمع غِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ آتی ہے۔ دوسرے پہلو سے غُلَام اور غِلْمَان ان بچوں کو کہتے ہیں جو امیر گھروں میں گھر کے چھوٹے موٹے کام کاج کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ اس صلہ میں یا تو ان کو معمولی معاوضہ دیا جاتا ہے یا پھر تہذیب و تربیت ہی اُن کا معاوضہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں غُلَام کے لفظ کا اطلاق بالکل نابالغ بچے پر بھی ہو سکتا ہے)

ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً (۱۲/۱۹) — (قافلہ والے) کہنے لگے۔ زہے قسمت یہ (یوسفؑ) تو (نہایت حسین) لڑکا ہے اور اسے سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (۵۲/۲۴) — اور ایسے نوجوان خدمتگاران کے آس پاس پھریں گے جیسے کہ وہ چھپائے ہوئے موتی ہیں۔

۲- فَتٰی: اور تَفَتّٰی بمعنی جوان ہوا۔ عمر کے لحاظ سے جوان ہونے سے لے کر بھرپور جوانی تک پہنچنے تک اس کا زمانہ ہے۔ (ج فتیان) مؤنث فتاۃ (ج فتیان) خدمت کے لحاظ سے فَتٰی کا استعمال بہت وسیع ہے۔ فَتٰی اور فتاۃ لونڈی غلام کو بھی کہتے ہیں۔ ملازم اور کارندوں کو بھی اور اپنے خدمتگار ساتھیوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور فِتْيَةٌ نوجوانوں کی جماعت کو کہتے ہیں

ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا۔ (۱۸/۶۲) — جب آگے چلے تو موسیٰؑ نے اپنے جوان ساتھی سے کہا کہ ہمارے لیے کھانا لاؤ۔

اور یہ ساتھی یوشع بن نون تھے جو حضرت موسیٰ کے شاگردِ خاص بھی تھے اور خدمتگار بھی۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ (۱۲/۶۲) — اور یوسفؑ نے اپنے خدام سے کہا کہ ان کی پونجی بھی ان کی کھرجیوں میں رکھ دو۔

تیسرے مقام پر ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ (۲۴/۳۳) — اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری کرانے پر مجبور نہ کرو۔

۴۔ سُخْرِیًّا: سَخِرَ (یَسْخَرُ) بمعنی مذاق اڑانا۔ اور سَخَرَ (یَسْخَرُ) اور سَخَّرَ بمعنی کسی کو قہرًا تابعدار بنانا۔ ارشادِ باری ہے:

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ (۲۲/۶۵) — اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگا دیا ہے۔

اور سُخْرِیًّا۔ بے اجرت نوکری اور بیگار لینا بھی اس کا معنی ہے (م۔ق) اور بامعاوضہ خدمت بھی۔ لیکن اس میں اضطرار کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ یعنی ضرورتوں سے مجبور ہو کر خدمت یا ملازمت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (۴۳/۳۲) — اور ہم نے (معیشت میں) ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے کو خدمتگار بنائے۔

ماحصل: (۱) غُلَام: چھوٹی عمر کے گھریلو خدمتگار۔ (۲) فَتٰی: جوان خدمتگار اور کارندے۔ (۳) سُخْرِیًّا: اضطراری خدمت گذاری کے لیے آتا ہے۔

۵۔ خرابی

کے لیے خَبَالًا (خبل)، مَعَرَّۃٌ (عرر) اور فَسَادٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَبَالًا: خبل اعضاء و جوارح کے بگاڑ پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) کہتے ہیں خَبَلَ الْحُزْنُ عَقْلَهٗ غم نے اس کی عقل کو خراب کر دیا۔ خَبَلَ الْحُبُّ عَقْلَهٗ محبت نے اس کی عقل کو تباہ کر دیا (منجد) گویا خبال ایسی خرابی کو کہتے ہیں جو کسی کو لاحق ہو کر اضطراب اور بے چینی پیدا کر دے جیسے جنون یا وہ مرض جو مستقل طور پر اثر انداز ہو (مف) مستقل روگ۔ ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸) — اے ایمان والو! اپنے سوا کسی (غیر مسلم) کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔

۲۔ مَعَرَّۃٌ: ہر قسم کی مضرت پر بولا جاتا ہے۔ عَتّرَ کے معنی خارش زدہ ہونا۔ اور مَعَرَّۃ کا اطلاق ہر طرح کے دکھ۔ رنج۔ خرابی۔ سختی اور گالی گلوچ پر ہوتا ہے (منجد۔ مف) اور ابن الفارس کے نزدیک مَعَرَّۃ ایسے دکھ اور رنج کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی گناہ یا نامناسب کام کے نتیجہ میں پہنچے (م۔ ل) قرآن میں ہے:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۴۸/۲۵)
اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے کہ تم اُن کو پامال کر دیتے تو تم کو اُن کی طرف سے نادانستہ نقصان پہنچ جاتا۔

۳۔ فساد: (ضد اصلاح) ایسی خرابی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے حدِ اعتدال سے کمی بیشی واقع ہونے پر ظاہر ہو اور اس کا توازن بگاڑ دے (مف) قرآن میں ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (۳۰/۴۱)
لوگوں کے (بُرے) اعمال کی وجہ سے بحر و بر میں فساد رُونما ہو گیا۔

ماحصل: (۱) خبال: ایسی خرابی جس کا اثر اعضاء و جوارح پر ہو۔ مستقل روگ۔
(۲) معرۃ: ایسی خرابی جو کسی نامناسب کام کے نتیجہ میں واقع ہو۔
(۳) فساد: حدِ اعتدال میں بے اعتدالی کی وجہ سے پیدا شدہ خرابی۔ معاشرہ کا بگاڑ۔

۶۔ خراب کرنا۔ ہونا

کے لیے خَرِبَ اور اَخْرَبَ، فَسَدَ اور اَفْسَدَ، عَابَ، اَسَنَ، شَنَّ اور سَنِهَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَرِبَ اور اَخْرَبَ: خَرِبَ بمعنی کسی کھیتی یا عمارت کا ویران و برباد یا اجاڑ ہونا۔ بے آباد ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا (۲/۱۱۴)
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام ذکر کیے جانے سے منع کرے اور اُن کی ویرانی کی کوشش کرے۔

اور اَخْرَبَ (ضد عَمَّرَ) بمعنی کسی آباد جگہ کو بے آباد کرنا۔ کسی تعمیر کو گرانا اور ڈھانا۔ کسی کھیتی کو ویران کرنا اور اجاڑنا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (۵۹/۲)
اللہ نے ان یہودیوں کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں اُجاڑنے لگے۔

۲۔ فَسَدَ اور اَفْسَدَ: فساد بمعنی بگاڑ (ضد اصلاح) ہر وہ کام جو خلاف شرع ہو خواہ اس کا تعلق اعمال سے ہو یا عقائد سے۔ اور فَسَدَ بمعنی کسی چیز میں بگاڑ پیدا ہونا اور اَفْسَدَ بمعنی خراب کرنا

اور بگاڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ (۷/۵۶) اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

۳۔ عَاب: عیب کسی چیز کی شکل وصورت یا اس کے اندر کوئی خرابی یا نقص ہونا (مف) اور عَاب بمعنی کسی چیز کو عیب دار بنانا یا خراب کر دینا۔ جاندار ہو یا بے جان۔ قول وفعل ہر صورت میں اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (فق ل ۲۹) ارشادِ باری ہے:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا (۱۸/۷۹) وہ جو کشتی تھی تو غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں۔

۴۔ اَسَنَ: اَسَنَ الْمَاءُ بمعنی پانی کا متغیر ہو کر بدبودار ہو جانا۔ اور اَسِنَ الرَّجُلُ بمعنی سڑے ہوئے پانی والے کنوئیں میں داخل ہونے سے بیہوش ہونا یا سر چکرانا (مف منجد) گویا اَسَنَ کا لفظ پانی کے خراب، متغیر اور بدبودار ہونے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ (۴۷/۱۵) اس (جنت) میں نہریں ہیں جن کا پانی کبھی بو نہیں کرے گا۔

۵۔ سَنَّ: سِنّ بمعنی دانت بھی ہے اور عمر بھی۔ اور سُنَّة بمعنی طریقہ۔ دستور اور سَنَّ سُنَّةً بمعنی اس نے طریقہ رائج یا جاری کیا (مف۔ منجد) گویا سَنَّ کے لفظ میں مدت اور دوام کا تصور پایا جاتا ہے۔ اور مَسْنُوْن اس چیز کو کہتے ہیں جو ایک مدت گزرنے سے خراب اور بدبودار ہو جائے تاہم اس لفظ کا استعمال عموماً کیچڑ وغیرہ کے لیے ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۱۵/۲۶) اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے گلے سڑے گارے سے پیدا کیا ہے۔

۶۔ سَنِهَ: بمعنی بہت سالوں والا ہونا۔ سَنِهَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ بمعنی کھانے پانی کا متغیر ہونا، بگڑ جانا۔ اور تَسَنَّهَ الْخُبْزُ بمعنی روٹی کا سڑنا۔ بدبودار ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ (۲/۲۵۹) اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو (اتنی مدت میں مطلق) خراب نہیں ہوئیں۔

ماحصل: (۱) خرب: مکان۔ جگہ یا کھیتی کا ویران یا خراب ہونا۔

(۲) فساد: اعمال وعقائد میں خرابی۔

(۳) اعاب: کسی چیز کو فی نفسہٖ خراب کرنا۔

(۴) اَسَن: پانی کے خراب ہو کر بدبودار ہونے کے لیے۔

(۵) سَنَّ: طویل مدت میں گزرنے پر خراب ہونے والی چیزوں کے لیے۔

(۶) سَنِهَ: کھانے پینے کی چیزوں کے بدبودار ہونے کے لیے آتا ہے۔

۷۔ خرچ کرنا

کے لیے اَنۡفَقَ، اَسۡرَفَ، بَذَّرَ، بَخِلَ، اَقۡتَرَ اور اَهۡلَكَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنۡفَقَ: خرچ کرنا کے لیے عام لفظ ہے۔ عموماً مال و دولت خرچ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ تاہم اس میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ ایک طرف سے مال آتا جائے اور دوسری طرف خرچ ہوتا رہے۔ نفق، اس سرنگ کو کہتے ہیں جس کے دونوں راستے کھلے ہوں۔ اور نیفق السراویل پاجامے کے نیفہ کو کہتے ہیں۔ اور نَافِقَ الْيَرۡبُوۡعُ وَنَفَقَ بمعنی جنگلی چوہیا اپنے بل کے ایک سرے سے داخل ہو کر دوسرے سرے سے نکل گئی۔ اور شرعی اصطلاح میں نفاق اس طریقے کو کہتے ہیں کہ انسان ایک راستہ سے اسلام میں داخل ہوتا اور دوسرے راستہ سے اس سے نکل جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ (۶۳/۱۰) اور جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس وقت سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے۔

۲۔ بَخِلَ اور ۳۔ اَقۡتَرَ دیکھیے "بخل کرنا"

۴۔ اَسۡرَفَ اور ۵۔ بَذَّرَ کے لیے دیکھیے "فضول خرچی کرنا"۔

۶۔ اَهۡلَكَ: کا اصل معنی کسی چیز کو ہلاک کرنا، تباہ کرنا یا برباد کرنا ہے۔ اور جب اس کی نسبت مال و دولت سے ہو۔ تو اس کا مطلب سارے کی ساری مالیت کا مال خرچ کر دینا ہے۔ اور یہ عموماً بری جگہوں پر مال خرچ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَقُوۡلُ اَهۡلَكۡتُ مَالًا لُّبَدًا (۹۰/۶) انسان کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال برباد کر دیا۔

ماحصل:
(۱) اَنۡفَقَ: خرچ کرنے کے لیے عام لفظ۔
(۲) بَخِلَ: جائز ضرورت پر بھی خرچ نہ کرنا یا کم کرنا۔
(۳) اِقۡتَرَ: اپنے عیال کے نان و نفقہ میں بخل کرنا۔
(۴) اَسۡرَفَ: ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔
(۵) بَذَّرَ: بلا ضرورت اور بے دریغ خرچ کرنا۔
(۶) اَهۡلَكَ: مذموم مقاصد میں بہت سا مال خرچ کرنا

۸۔ خرید و فروخت کرنا

کے لیے بَاعَ اور تَبَايَعَ، شَرٰى اور اِشۡتَرٰى اور تِجَارَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَاعَ اور تَبَايَعَ (بیع) بمعنی خریدنا بھی اور بیچنا بھی یعنی لین دین کرنا۔ یہ لفظ لغت اضداد سے ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۲) اور ابتاع کا لفظ خریدنا کے معنوں میں آتا ہے لیکن یہ لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ عرف عام میں بائع بیچنے والے کو کہہ لیتے ہیں۔ اور بَايَعَ بمعنی معاہدہ کرنا بیعت کرنا بھی اور آپس میں لین دین کرنا بھی اور تبایع بمعنی آپس میں خرید و فروخت یا لین دین کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَشۡهِدُوۡۤا اِذَا تَبَايَعۡتُمۡ (۲/۲۸۲) اور جب لین کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔

۲۔ شَرٰى: بیع کی طرح شرٰی بھی لغت اضداد سے ہے۔ اور خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے (دیکھیے ضمیمہ ۲) البتہ اِشۡتَرٰى کا لفظ خریدنے کے معنوں میں مخصوص ہے۔ اور مشتری

خریدار کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (۹/۱۱۱)	اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔

۳۔ تِجَارَۃ: تَجَرَ کا لفظ بھی خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ لیکن اس میں خریدنے یا بیچنے سے اصل غرض نفع کمانا ہوتا ہے جبکہ بیع و شراء میں اس سے مقصد کوئی دوسری غرض پوری کرنا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ (۲/۱۶)	یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے عوض گمراہی خریدی تو ان کی تجارت نے انہیں کچھ نفع نہ دیا۔

ماحصل: (۱) بَاعَ: خرید و فروخت کرنا۔ جبکہ غرض ذاتی ضرورت پوری کرنا ہو۔ اور عرف عام میں بائع بیچنے والے کو کہتے ہیں۔

(۲) شَرٰی: خرید و فروخت کرنا جبکہ غرض ذاتی ضرورت پوری کرنا ہو۔ البتہ اشتری خریدنا کے معنوں میں آتا ہے۔

(۳) تَجَرَ: خرید و فروخت کرنا جبکہ اصل غرض نفع کمانا ہو۔

۹۔۔۔۔خزانہ

کے لیے قِنْطَار، کَنْز اور خَزَائِن کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قِنْطَار: سونے چاندی یا نقدی کی ایک بھاری مقدار (ج قناطیر) صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک یہ مقدار چار ہزار دینار یا اس سے زائد ہے (فل ۶۴) یا بارہ ہزار اوقیہ (فل ۲۸۷) قرآن میں ہے:

وَمِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ (۳/۷۵)	اور اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک خزانہ بھی بطور امانت رکھیں تو اس کی بازادائی کر دیں گے۔

۲۔ کَنْز (ج کنوز) ایسا جمع شدہ مال جو لوگوں سے چھپایا جائے خواہ وہ دفینہ کی شکل میں ہو یا کسی دوسرے ذریعہ سے۔ اور ابن الفارس کے نزدیک ہر وہ مال جسے سربند کیا جائے۔ اور کَنَزَ المال بمعنی مال جمع کیا۔ دفن کیا (م۔ق) (م ل) قرآن میں ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا (۱۸/۸۲)	اور جو دیوار تھی وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے ان لڑکوں کے لیے ایک خزانہ تھا۔

۳۔ خَزَائِن: (واحد خزین) خزینہ ذخیرہ کیا ہوا۔ جمع شدہ مال (منجد) گودام۔ سٹور۔ نقدی ہو یا کوئی دوسری جنس۔ پوشیدہ ہو یا ظاہر۔ اور خَزَنَ میں دو بنیادی باتیں ہیں (۱) اکٹھا کرنا (۲) حفاظت کرنا۔ خَزَنْتُ السِّرَّ بمعنی میں نے راز کو محفوظ رکھا (م۔ل) اور اس جمع شدہ مال کے محافظ کو خازن کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اجْعَلْنِىْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (۱۲/۵۵)

حضرت یوسفؑ نے شاہِ مصر سے کہا۔ مجھے ملک کے خزانوں پر مختار بنا دیجئے میں ان کی حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف بھی ہوں۔

ماحصل: (۱) قِنْطَار: مال و دولت کی ایک کثیر مقدار۔

(۲) کَنْز: پوشیدہ جمع شدہ مال۔

(۳) خَزَانَة: کسی جنس یا نقدی کا سٹور یا ذخیرہ جس کی حفاظت کا انتظام ہو۔

۱۰۔ خشک ہونا

کے لیے یَبَسٌ، هَاجَ (هیج) هَمَدَ، جُفَآءٌ (جفو) اور غَاضَ (غیض) کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ یَبَسٌ (ضد رَطَبٌ) یہ لفظ عام ہے۔ کسی چیز سے یا کسی مقام سے پانی یا نمی کا ختم ہو جانا۔ کسی چیز کا خشک ہونا قرآن میں ہے:

اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا (۲۰/۷۷)

اے موسیٰؑ! میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل۔ پھر ان کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک راستہ بنا دو۔

۲۔ هَاجَ: نباتات کا طبعی تقاضے یا پانی کی کمی کی وجہ سے سبز سے زرد اور خشک ہونا۔ نباتات کا پورے جوبن پر آنا اور پھر رُوبہ زوال ہونا جب وُہ پک کر زرد اور کاٹنے کے قابل ہو جائے (مف) اور هَاجَ النَّبْتُ بمعنی گھاس کا سُوکھ جانا۔ اور هاجت الارض بمعنی زمین کی گھاس کا سُوکھنے لگنا۔ (م ل) قرآن میں ہے:

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا (۳۹/۲۱)

پھر (اللہ تعالیٰ زمین سے) کھیتی نکالتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے۔ تم اسکو دیکھتے ہو کہ زرد (ہوگئی) پھر اسے چورا چورا بنا دیتا ہے۔

۳۔ هَمَدَ: پانی نہ ملنے کی وجہ سے زمین کا خشک اور بنجر ہو جانا یا نباتات کا خشک ہو کر سُوکھ جانا (مف) نَبَاتٌ هَامِدَةٌ بمعنی سُوکھی ہوئی گھاس اور اَرْضٌ هَامِدَةٌ بمعنی خشک اور بنجر زمین (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ (۲۲/۵)

تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی ہے تو ہم اس پر مینہ برساتے ہیں۔ تو وُہ پھولتی اور ابھرتی ہے اور ہر طرح کی پر رونق چیزیں اگانے لگتی ہے۔

۴۔ جُفَآءٌ: جَفَا یَجْفُوْا۔ دریا کا جھاگ یا کوڑا کرکٹ کنارے پر پھینک دینا یا ہانڈی کا ابل کر جھاگ وغیرہ کناروں پر پھینک دینا (مف) اور جفآء اس بیکار اور بے فائدہ خس و خاشاک کو بھی کہتے ہیں جو دریا کے کنارے پر پڑا سوکھ جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا — اور وُہ جو جھاگ ہے وُہ خشک ہو کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی)

مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ (۱۳/۱۷) — جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وُہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔

۵۔ غاض: بمعنی کسی چیز کو کم کرنا اور اس کا خود بخود کم ہو جانا (مف) کسی چیز کو سکیڑنا یا اس کا سکڑ جانا لازم متعدی دونوں طرح آتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ — اللہ ہی اس بچے سے واقف ہے جو رحم مادر میں ہوتا ہے

الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ (۱۳/۸) — اور وُہ اس جنین کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی واقف ہے۔

اور غاض کی نسبت پانی کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے، پانی کا خشک ہو جانا۔ اور زمین جذب ہو کر سطح آب کا نیچے چلے جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ — اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان،

اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ (۱۱/۴۴) — تھم جا۔ اور پانی خشک ہو گیا۔

ماحصل: (۱) یبس: کا لفظ خشکی کے لیے عام ہے۔ اس کی وجہ پانی کی کمی یا زمین کا بنجر ہونا ہو۔

(۲) ھاج: نباتات کا جوبن پر آنے کے بعد طبعی طور پر خشک اور زرد ہونا (۴) جفا: دریا کے کنارے پر جھاگ یا کوڑا کرکٹ کا سوکھ جانا۔

(۳) ھمد: نباتات کا خشک ہو کر سوکھ جانا جبکہ (۵) غاض: خشک ہو کر کم ہو جانا۔ سکڑ جانا۔ پانی کا نیچے اتر جانا۔

۱۱۔ خلاصی پانا۔ دینا۔ چھٹکارا۔ رہائی

کے لیے نجات (نجو) مناص (نوص) اور اَنْقَذَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نجات، نجا بمعنی کسی اُفتاد، مشکل کام مصیبت یا سزا سے بچ جانا۔ اور اَنْجٰی بمعنی کسی دوسرے کو رہائی دینا۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۷/۱۴۱) — جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی۔

اور نجات بمعنی خلاصی، رہائی اور چھٹکارا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ — اور اے قوم! میرا کیا حال ہے۔ میں تو تمہیں نجات کی

وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ (۴۰/۴۱) — طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو۔

۲۔ مناص: نوص کے معنی میں تردد اور کہیں جا کر رہائی پانا شامل ہے (م۔ل) نَاصَ فُلَانًا کسی کے ہاتھ سے نکل جانا۔ نَاصَ عَنْ قِرْنِهٖ اپنے مقابل سے بھاگ نکلنا (منجد) اور مناص اسم ظرف ہے مکانی اور زمانی دونوں معنوں میں مستعمل ہے بمعنی خلاصی کا وقت اور خلاصی کی جگہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ — ہم نے ان سے پیشتر کتنی جماعتوں کو ہلاک کیا تو وُہ (عذاب

حِيْنَ مَنَاصٍ (۳۸/۳) — کے وقت) لگے فریاد کرنے۔ مگر اب رہائی کا وقت نہ رہا تھا۔

۴۔ انقذ، کسی خطرہ یا ہلاکت سے کسی کو نجات دلانا۔ چھڑانا اور بچانا (مف) جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَأَنتَ تُنقِذُ مَن فِي النَّارِ (۳۹/۱۹) بھلا آپ ایسے شخص کو چھڑا سکتے ہیں جو دوزخ میں ہو۔

ماحصل: (۱) نَجَات: کا لفظ عام ہے۔ کسی الجھن، افتاد، عذاب، مصیبت وغیرہ سے رہائی پانے کے لیے۔

(۲) نوص: خود کہیں جا کر نجات حاصل کرنا۔

(۳) انقذ: نجات سے اخص ہے۔ خطرہ یا ہلاکت یا عذاب سے رہائی دلانے کے لیے آتا ہے۔

نیز دیکھیے ـــــ "نجات پانا"

۱۲ ـــــ خلقت مخلوق

کے لیے بَرِیَّۃ (برئ) اَنَام اور جِبِلًّا (جبل) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَرِیَّۃ: بَرءٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ لہٰذا ہر وُہ چیز جو وجود رکھتی ہے بَرِیَّۃ میں شامل ہے۔ پوری مخلوق۔ ساری کائنات زمین و آسمان، دیگر سیارے بھی اس میں شامل ہیں۔

قرآن میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (۹۸/۷) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وُہ سب مخلوق سے بہتر ہیں۔

۲۔ اَنَام: زمین پر موجود ہر قسم کی مخلوق کے لیے اَنَام کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ جاندار ہو یا بے جان (م۔ ا، فل ۱۳۴) ارشادِ باری ہے:

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ (۵۵/۱۰) اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمام خلقت کے لیے بچھایا۔

اور اَلْوَرٰی بمعنی وُہ خلقت جو زمین پر ایک وقت میں موجود ہو۔ اس میں ماضی اور مستقبل کی نسل شامل نہیں ہوتی (مف) مگر اس لفظ کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے۔ اور اس کی جمع وَرَایَا آتی ہے۔

۳۔ جِبِلًّا: (جبلۃ کی جمع۔ جبل یا پہاڑ کی بڑائی کے لحاظ سے اس کا معنی ہے بہت بڑی جماعت۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا (۳۶/۶۲) بیشک شیطان تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر چکا ہے۔

ماحصل: بَرِیَّۃ تمام مخلوق کے لیے، اَنَام زمین پر موجود مخلوق کے لیے، اور جِبِلًّا مکلّف مخلوق کے ایک بڑے حصّہ کے لیے آتا ہے۔

۱۳ ـــــ خواب

کے لیے مَنَام (نوم)، رُءْیَا (رای) اور اَحْلَام کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَنَام: بمعنی سونے کی حالت۔ اور نیند میں انسان جو کچھ دیکھے وُہ بھی منام ہے خواہ اس کی کچھ حقیقت ہو یا نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا (۸/۴۳) جب اللہ نے آپ کو خواب میں کافروں کو تھوڑی مقدار میں دکھایا۔

۲۔ رُءْيَا: رأی بمعنی دیکھنا۔ اس لفظ کا اطلاق سوتے میں کوئی واقعہ دیکھنے پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے:

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ (۱۲/۵) حضرت یعقوبؑ نے کہا، اے پیارے بیٹے اس خواب کو بھائیوں سے مت بیان کرنا۔

اور بیداری کی حالت میں کوئی واقعہ دیکھنے پر بھی معراج کا واقعہ جس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حالت بیداری میں ہوا تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (۱۷/۶۰) اور یہ نمائش ہم نے تمہیں صرف اس لیے دکھلائی کہ اس کو لوگوں کے لیے آزمائش بنا دیں۔

یہاں فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کے الفاظ بھی اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ عالم بیداری کا تھا۔

۳۔ اَحْلَام: (حُلُم کی جمع) حَلَمَ بمعنی جوان اور بالغ ہونا۔ اور حُلُم بمعنی نوعمری کا خواب۔ بیہودہ اور ڈراؤنے خواب (م۔ل۔منجد) قرآن میں ہے:

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ (۱۲/۴۴) ان (تعبیر بتلانے والوں) نے (شاہِ مصر سے) کہا یہ تو پریشان سے خیالات ہیں جو گڈمڈ ہو گئے۔ اور ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

ماحصل: (۱) مَنَام: کا لفظ خواب کے لیے عام ہے۔ (۳) اَحْلَام: بے ربط، بیہودہ اور ڈراؤنے خواب۔
(۲) رُءْيَا، کوئی واقعہ دیکھنا حالتِ خواب میں ہو یا بیداری میں۔

۱۴۔ خواہش

کے لیے اَمَل، اُمْنِيَّة، هَوٰى، شَهْوَة اور وَطَر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱-۲۔ اَمَل اور امنیة کے لیے دیکھیے ـــــــ "آرزو اور امید لگانا"

۳۔ هَوٰى: (ج اهواء) بمعنی خواہشاتِ نفس اور ان کی طرف میلان (مف) هوی یهوی یعنی اوپر سے نیچے گرنا۔ اور المهواة گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور اهواء ایسی خواہشات کو کہتے ہیں جن کے پیچھے لگ کر انسان اپنی قدر و منزلت کھو دے (منجد) یہ لفظ عموماً برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں هَوَى النَّفْسِ خَالٍ مِّنْ كُلِّ خَيْرٍ (م ل) یعنی خواہشاتِ نفس وہ خواہشیں ہیں جن میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (۷۹/۴۰) اور جو اپنے رب کے حضور پیش ہونے سے ڈرتا رہا۔ اور اپنے آپ کو خواہشات سے روکتا رہا تو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔

۴۔ شَهْوَة: انسان کے طبعی تقاضوں کی خواہشات (ج شَهَوَات) ایسی خواہشیں جن کی طرف انسان کا

نفس کھچا چلا جاتا ہے (مف) جیسے بھوک، پیاس، مال کی حرص اور جنسی شہوت۔ خواہ ان کا استعمال اچھا ہو یا بُرا۔ اور ان میں انسان کے اپنے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا (فق ل ۹۸) قرآن میں ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ (۳/۱۴) — لوگوں کو ان کی خواہش کی چیزیں یعنی عورتیں، بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان زد گھوڑے، مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں۔

اور شہو یشہو بمعنی کھانے کا لذیذ ہونا (منجد) اور اشتہا کا لفظ کھانے پینے کی چیزوں کی طلب یا بھوک سے مخصوص ہو گیا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۴۱/۳۱) — اور جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے موجود ہوگی۔

۵۔ وطر: کسی چیز کی انتہائی خواہش اور اہم ضرورت (مف) ہمبستری، شہوت (م۔ق) قرآن میں یہ لفظ جنسی خواہش کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (۳۳/۳۷) — تاکہ مومنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہ رہے۔ جبکہ وہ ان سے خواہش پوری کر (کے طلاق دے) چکے ہوں۔

ماحصل: (۱) اَمَل: ایسی خواہش جس کے لیے طویل مدت درکار ہو۔ (۲) اُمْنِيَّة: بے بنیاد اور جھوٹی خواہش۔
(۳) ھَوٰی: بُری خواہشات یا فطری خواہشات کا بُرا استعمال۔ (۴) شَهْوَت: انسان کی طبعی خواہشات۔
(۵) وَطَر: انتہائی خواہش اور اہم ضرورت۔ بالخصوص ہم بستری۔

۱۵۔ خوبصورت

کے لیے بَهِيْج، نَاضِرَة اور حِسَان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَهِيْج: بَهُجَ بمعنی خوبصورت ہونا۔ اور ابھج المکان بمعنی کسی جگہ کا سرسبز و شاداب ہونا اور بَهْجَة بمعنی خوبصورتی۔ سرسبزی، شادابی۔ سرور۔ خوشی یا اظہارِ خوشی (منجد) گویا بَهْجَة کا لفظ عموماً نباتات کی خوبصورتی کے لیے آتا ہے۔ ایسی خوبصورتی جو دل کو خوش کر دے۔ اور بَهِيْج بمعنی خوبصورت پُررونق، پُربہار۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ (۵۰/۷) — اور ہم نے زمین میں ہر طرح کی خوشنما چیزیں اگائیں۔

۲۔ نَاضِرَة: نَضَرَ بمعنی تروتازہ ہونا۔ اور نَضَرَ الْوَجْهُ بمعنی چہرے کا ملائم، تازہ اور خوبصورت ہونا۔ اور نَضْرَة بمعنی حُسن، رونق نعمت۔ اور نَاضِر بمعنی خوبصورت۔ نرم و نازک (منجد) یہ لفظ گو نباتات کی تروتازگی کے حسن پر بھی استعمال ہوتا ہے تاہم اس کا اکثر استعمال انسان کے چہرے

کی خوبصورتی پر ہوتا ہے جو تروتازگی اور ملائمت کی وجہ سے ہو۔ارشاد باری ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۷۵/۲۲)	اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔

۳۔ حِسَان ،حَسُنَ بمعنی خوبصورت ہونا۔اور حَسِیْن بمعنی خوبصورت مؤنث حَسَنَة اور حَسْنَاء (ج حِسَان) اور حُسْن بمعنی خوبصورتی۔جمال۔اور مَحَاسِن کے معنی بدن کی خوبصورت جگہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (۵۵/۷۰)	ان (باغوں) میں نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں۔

ماحصل: (۱) بَهْجَة، کا اطلاق عموماً نباتات کی خوبصورتی کے لیے۔

(۲) نَضْرَة ، چہرے کی ملائمت و تروتازگی کی بنا پر خوبصورتی کے لیے۔

(۳) حَسُنَ ، پسندیدہ اور خوش شکل ہونے کے لیے آتا ہے۔

۱۶۔ خوراک ۔ خوراک لانا

کے لیے قُوْت۔ رِزْق اور مَارَ (میر) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قُوْت: بمعنی خوراک ۔ غذا۔خوراک کی اتنی مقدار جو سدِ رمق ہو یعنی جس سے کوئی جاندار زندہ رہ سکے۔ (ج اقوات) اور قَاتَ یَقُوْتُ بمعنی غذا کھلانا۔اور اَقَاتَ بمعنی ایسی چیز دینا جس سے وہ قوت حاصل کر سکے۔ کہتے ہیں مَا لَهٗ قُوْتُ لَيْلَةٍ اس کے پاس رات کا بھی کھانا نہیں ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ (۴۱/۱۰)	اور اللہ ہی نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھی اور ٹھہرائیں اس میں خوراکیں (روئیدگی۔ سامانِ معیشت) اس کی چار دن میں۔

۲۔ رِزْق: بمعنی روزی رَزَقَ بمعنی روزی دینا۔اور رُزِقَ۔روزی پانا،خوش قسمت ہونا۔اور مَرْزُوْق بمعنی خوش قسمت (منجد) اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے۔اور رزق بمعنی نصیبہ بھی ہے۔ رُزِقْتُ عِلْمًا بمعنی مجھے علم عطا ہوا۔اور مادی لحاظ سے رزق ہر وہ چیز ہے جو پیٹ میں پہنچ کر غذا بنتی ہے (مف) اور رزق کے معنی بارش بھی ہے (مف منجد) جیسے کہ ارشادِ باری ہے،

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ (۵۱/۲۲)	اور تمہارا رزق آسمانوں میں ہے۔

گویا ہر وہ چیز جو بلاواسطہ یا بالواسطہ روحانی یا جسمانی غذا اور تربیت کا سبب ہو وہ رزق ہے۔ارشاد باری ہے،

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا (۱۲/۳۷)	یوسف ؑ نے کہا جو کھانا کہ تم دیے جاتے ہو آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو اس کی تعبیر بتلا دوں گا۔

۳۔ مَارَ (میر) مَیْر بمعنی کھانا۔خوراک۔اور مِیْرَة بمعنی جمع کی ہوئی خوراک (ج میر) اور مَارَ اور اَمَارَ

عَيَالَهُ بمعنی عیال کے لیے خوراک لانا۔ اور مَائِر او مَيَّار بمعنی خوراک لانے والا (منجد) گویا مَیْر اس سامان خوردنی کو کہتے ہیں جو بطور ذخیرہ پاس رکھا جائے قرآن میں ہے:

وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَ نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ (۱۲/۶۵) — اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک بار شتر زیادہ لائیں گے۔

ماحصل: (۱) قُوْت: خوراک کی اتنی مقدار جس سے کوئی جاندار زندہ رہ سکے۔

(۲) رِزْق: ہر وُہ چیز جو بلاواسطہ یا بالواسطہ روحانی یا جسمانی تربیت کا سبب بنے۔

(۳) مَیْر: غلہ یا سامانِ خوردنی جو ذخیرہ کے لیے ہو۔ اور مَارَ بمعنی خوراک لانا۔

۱۷۔ خوش ہونا۔ کرنا اور لگنا

کے لیے رَضِیَ۔ سَرَّ (سر) بَهِجَ، حَبَرَ، اِسْتَبْشَرَ، طَابَ (طیب) فَرِحَ، فَكِهَ، اَشْمَتَ اور اَعْجَبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَضِیَ: معروف لفظ ہے۔ بمعنی راضی ہونا۔ پسندیدگی کا اظہار کرنا اور اس کی ضد سَخَطَ بمعنی ناخوش یا ناراض ہونا (مف۔م ل) ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (۴۸/۱۸) — بیشک اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے خوش ہو گیا جو درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

۲۔ سَرَّ: بمعنی سرور بخشنا، قلبی فرحت ہونا۔ دل ہی دل میں خوش ہو جانا۔ لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ قرآن میں ہے:

بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ (۲/۶۹) — اس گائے کا رنگ گہرا زرد ہے۔ وُہ دیکھنے والوں کو خوش کر دیتی ہے۔

۳۔ بَهِجَ: بمعنی خوش اور مسرور ہونا۔ اور بَهُجَ بمعنی خوبصورت ہونا (منجد) لیکن قرآن میں یہ لفظ کسی انسان کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ البتہ سبزیوں اور پھلوں پھولوں کے لیے آتا ہے۔ جیسے حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ (۲۷/۶۰) یا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ (۵۰/۷) اور اس کے معنی پر رونق یا پُر بہار کر لیے جاتے ہیں۔

۴۔ حَبَرَ: بمعنی خوش و مسرور کرنا۔ اور حَبِرَ بمعنی خوش ہونا۔ اور حَبِرَ الْاَرْضُ بمعنی زمین کا خوب پیداوار اگانا۔ خوب سرسبز ہونا۔ اور تَحَبَّرَ بمعنی مزین ہونا، عمدہ ہونا (منجد) گویا حبر سے مراد ایسی خوشی ہے جو ماحول کی نظافت، عمدگی اور بہار سے حاصل ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (۳۰/۱۵) — تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ (بہشت کے) باغ میں خوشحال ہوں گے۔

۵۔ اِسْتَبْشَرَ: بَشَرَ بمعنی کھال چھیلنا اور بَشَرَةٌ بمعنی کھال کے اوپر کا رُخ۔ اور اِسْتِبْشَر سے مراد ایسی خوشی ہے جس کے آثار جلد یا چہرہ نمایاں ہو جائیں۔ باچھیں کھل جانا۔ کسی اچھی خبر کے سننے یا اچھی چیز کے

ملنے پر جو خوشی حاصل ہو اس کے لیے استبشر کا لفظ استعمال ہوگا۔ اور بَشَّرَ کے معنی کوئی اچھی خبر دینا ہے جس سے دوسرا خوش ہو جائے۔ بشارت سنانا۔ قرآن میں ہے:

«فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ (۹/۱۱۱) جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (۵۱/۲۸) اور (فرشتوں نے ابراہیمؑ کو) ایک دانشور لڑکے کی بشارت بھی سنائی

۶۔ طَابَ: طاب ایسی خوشی ہے جس سے دل کے علاوہ انسان کے حواس بھی لطف اندوز ہوں (مف) طَیِّبٰت بمعنی پاکیزہ اشیاء۔ اور طِیب بمعنی خوشبو (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (۴/۳) جو عورتیں تمہیں خوش لگیں ان سے نکاح کرلو۔

۷۔ فَرِحَ: کسی نعمت کے ملنے پر خوش ہونا۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں، فرح القلب جبکہ انسان قسمت کے ملنے پر خوش ہو کر خدا کا شکر ادا کرے اور یہ صفت محمود ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (۳/۱۷۰) جو کچھ انہیں اللہ نے دیا ہے اس پر وہ خوش ہیں۔

فرح النفس جبکہ انسان کسی نعمت کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کرنے کی بجائے اترانے لگے۔ بمعنی خوشیاں منانا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ (۵۷/۲۳) تاکہ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس پر تم افسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہیں مل جائے اس پر پھولے نہ سماؤ۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (۲۸/۷۶) اتراؤ مت۔ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۸۔ فَكِهَ: خوش گپیاں اڑانا۔ خوش ذوق ہونا اور ہنسنا ہنسانا (فل ۱۴۵) طیب النفس یا خوش فوقی (م۔ل) قرآن میں ہے:

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ[1] (۸۳/۳۱) اور جب وہ اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوش گپیاں کرتے جاتے۔

۹۔ اَشْمَتَ: شَمِتَ بمعنی کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ اور اشمت بمعنی اپنی مصیبت پر دوسرے کا خوش ہونا ہے۔ شماتتِ اعداء مشہور لفظ ہے جس کا معنی ہے کسی تکلیف پر دشمن کا خوش ہونا۔ قرآن میں ہے:

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ (۷/۱۵۰) (حضرت ہارونؑ نے کہا اے موسیٰؑ) مجھ پر دشمنوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دے۔

۱۰۔ اَعْجَبَ: کسی چیز کا دلکش ہونا۔ بھلا لگنا۔ اس حیرت کے ساتھ اس کا سبب معلوم نہ ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي اور کوئی شخص تو ایسا ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات

---

[1] یہاں فَكِهِيْنَ کا ترجمہ جالندھری صاحب نے "اتراتے" اور عثمانی صاحب نے "باتیں بناتے" لکھا ہے۔ دونوں کو ملانے سے صحیح مفہوم ادا ہوتا ہے۔

اَلْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۲/۲۴) دلکش معلوم ہوتی ہے۔

ماحصل: (۱) رَضِیَ، محض پسندیدگی کا اظہار ہے۔

(۲) سَرَّ: دل ہی دل میں خوش ہونا۔

(۳) بَهِجَ: سرور۔ خوشی اور خوبصورتی سب کو شامل ہے۔ نباتات اور پھولوں کے لیے۔

(۴) حَبَرَ: ماحول کی نظافت۔ عمدگی اور بہار سے دل کا مسرور ہونا۔

(۵) استبشر: کسی اچھی خبر یا اچھی چیز ملنے پر باچھیں کھل جانا۔

(۶) طَابَ: ایسی خوشی جس سے حواس بھی لطف اندوز ہوں۔

(۷) فرح: خوش ہو کر اترانے لگنا۔ خوشیاں منانا۔

(۸) فکھہ: خوش گپیاں کرنا اور خوش ذوق ہونا۔

(۹) شمت: کسی تکلیف پر دشمن کا خوش ہونا۔

(۱۰) اعجب: دل ہی دل میں اس طرح خوش ہونا کہ حیرت بھی ہو اور اس کا سبب بھی معلوم نہ ہو۔ خوشی اور تعجب کا مجموعہ۔

۱۸ ـــــ خوش حالی

کے لیے سَرَّاء نَعْمَاء اور طُوْبیٰ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سَرَّاء کی ضد ضَرَّاء ہے، جس کے معنی ہیں تنگ دستی اور مصائب کا دور اور سَرَّآءِ کے معنی ہیں وہ وقت جو آرام و سکون سے گزر رہا ہو اور معیشت کی تنگی بھی نہ ہو یعنی آسودگی اور امن و عافیت کا دور جس میں سُرور حاصل ہو (فق ل ۱۶۳) ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (۳/۱۳۴) وہ لوگ جو آسودگی اور تنگی میں اپنا مال (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

۲۔ نَعْمَآء: نِعْمَت بمعنی اچھی حالت احسان۔ اور نعمت بمعنی آرام و آسائش (مف) اور نِعْمَت بمعنی فائدہ فضل۔ انعام اور نَعْمَت بمعنی بہتری۔ آسودگی۔ دولت۔ مویشی اور نُعْمَۃ بمعنی خوشی (منجد) اور نعماء خوشحالی کا ایسا دور ہے جس میں انعاماتِ الٰہی کی فراوانی ہو۔ اور وہ نعمتیں دوسروں کو بھی نظر آئیں (فق ل ۱۶۲) اس کی ضد بھی ضَرَّاء ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ (۱۱/۱۰) اور اگر ہم اسے تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں تو (خوش ہو کر) کہتا ہے کہ (آہا) سب سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔

۳۔ طُوْبیٰ: طَابَ بمعنی ایسی خوشی حاصل ہونا جس سے دل کے علاوہ انسان کے حواس بھی لطف اندوز ہوں (مف) اور طَيِّب بمعنی پاکیزہ اور طِيْب بمعنی خوشبو (منجد) اور طُوبیٰ بمعنی ایسی خوشحالی ہے جس میں دل بھی مطمئن اور مسرور ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (۱۳/۲۹) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانا ہے۔

ماحصل: (۱) سَرَّآء: امن و عافیت اور عام گزارہ۔

(۲) نُعْمَاء: نعمتوں کی فراوانی اور آرام و آسائش۔

(۳) طُوْبیٰ: جب خوشحالی کے ساتھ ساتھ دل بھی مطمئن ہو۔

۱۹۔ خوشے

کے لیے طَلْع، قُطُوْف اور قِنْوَان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طلع کے لغوی معنی نمودار ہونا۔ ظاہر ہونا اور سامنے آنا ہے (م۔ ل) ستاروں کے لیے طلوع و غروب مشہور الفاظ ہیں اور طلع اس نئے خوشے کو بھی کہتے ہیں جبکہ وُہ اپنے شگوفہ یا کھجور کے گابھے سے نمودار ہونے لگتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (۵۰/۱۰) اور بلند کھجوریں جن پر گتھے ہوئے گابھے لگے ہیں۔

۲۔ قُطُوْف: قِطْف کی جمع ہے۔ اور قِطْف ایسا پکا ہوا پھل ہے جو بالکل توڑنے کے قابل ہو۔ اور قرآن سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے جبکہ صاحبِ منجد اس کے معنی "چنے ہوئے پھل۔ انگور کا گچھا جب وُہ چنا جائے" بتلاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (۶۹/۲۱-۲۳) وُہ پسندیدہ گزران میں ہوگا، بلند باغوں میں جن کے خوشے جھک رہے ہوں گے۔

جس سے واضح ہے کہ درختوں کا پھل گو پک کر توڑنے کے قابل ہو چکا ہے تاہم ابھی درختوں پر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قطوف کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

۳۔ قِنْوَان: قِنْو کی جمع ہے اور یہ لفظ صرف کھجور اور انگور کے گچھے سے مختص ہے جو ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ (۶/۹۹) اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے۔

ماحصل: پھل کے شگوفے سے خوشہ نمودار ہونے کو طلع پک کر چننے کے قابل بن جانے کی حالت کو قِطْف اور درمیانی حالت کو قنو کہتے ہیں۔ مگر قِنْو کا اطلاق صرف کھجور اور انگور کے خوشے پر ہوتا ہے۔

خون بہانا کے لیے دیکھیے "قتل کرنا"

۲۰۔ خیانت کرنا

کے لیے خَانَ اور غَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَانَ: بمعنی خیانت کرنا اور اس کی ضد امانت ہے۔ اور یہ خیانت عہد میں بھی ہوتی ہے۔ اور بطورِ امانت رکھے ہوئے مال میں بھی۔ جیسے سارا مال یا اس کا کچھ حصہ حیلے بہانے سے غبن اور غصب کر لیا جائے۔ اسی طرح عہد شکنی اور اس عہد کا پاس نہ کرنے پر بھی خیانت کا اطلاق ہوتا ہے۔ دغا کرنا معنا درج ذیل آیت سے یہ دونوں مفہوم واضح ہو جاتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ (۸/۲۷) اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسولؐ کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز دیکھیے "دھوکا دینا"

۲۔ غَلَّ: بمعنی کوئی چیز چوری سے اپنے سامان میں رکھ لینا پھر اسے یوں بند کرنا کہ ظاہر نہ ہو سکے (منجد، م۔ ل)

اور غلول بمعنی خیانت کرنا باندھ کرنا۔ اور بخل کرنا سب معنوں میں آتا ہے (منجد) گویا غَلّ میں خیانت کے علاوہ چوری کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے یا اس خیانت کا ذریعہ چوری ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ (۳/۱۶۱) — اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر خدا خیانت کریں اور قیامت کے دن ان خیانت کرنے والوں کو خیانت کی ہوئی چیز (خدا کے روبرو) لاکر حاضر کرنا ہوگی۔ (جالندھری) اور نبی کا کام نہیں کہ چھپائے رکھے پھر جو کوئی چھپا دے گا وہ لائے گا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے (عثمانیؒ)

ماحصل: خَانَ عہد کی غداری اور امانت کو حیلے بہانے سے ہضم کرنا جبکہ غَلّ میں خیانت کی وجہ چوری ہوتی ہے۔

۲۱۔ خیمہ۔سائبان

کے لیے خِیَام، ظُلَّۃٌ اور سُرَادِقٌ (سردق) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خِیَام (خیمہ کی جمع) خیمہ معروف لفظ ہے۔ دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لیے موٹے کپڑے یا ٹاٹ کے بنائے ہوئے سائبان جن کے اوپر عموماً چھت نہیں ہوتے بلکہ ڈھلوان ہوتے ہیں۔ اور صاحب منجد کے نزدیک ہر وہ پردہ دار گھر جو اینٹ پتھر اور مٹی سے نہ بنا ہو۔ اور خیمہ اونٹ کی عماری اور ہودے کو بھی کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (۵۵/۷۲) — جو خیموں میں رکی رہتی ہیں۔

۲۔ ظُلَّۃٌ: ایسا سائبان ہے جس کی چھت ہی چھت ہو دیواریں نہ ہوں۔ ظُلَّۃٌ چھتری کو بھی کہتے ہیں اور ظلیل سایہ دار درخت کو (منجد) اور ظِلّ بمعنی سایہ (ج ظلال) اور ظِلًّا ظَلِيْلًا بمعنی لمبے اور گھنے سایے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ (۷/۱۷۰) — اور جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر اٹھا دیا کہ وہ گویا سائبان کی طرح تھا۔

۳۔ سُرَادِقٌ: سردق کی جمع اور فارسی سے معرب ہے۔ ایسا شامیانہ جس کی صرف دیواریں ہوں۔ قناتیں جیسے بیاہ شادیوں کے موقعہ پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (۱۸/۲۹) — ہم نے ظالموں کے لیے دوزخ تیار کر رکھا ہے جسے قناتیں گھیرے ہوئے ہیں۔

د

داخل ہونا ـــــ کرنا

کے لیے دَخَلَ اور اَدْخَلَ۔ وَلَجَ اور اَوْلَجَ صَلِیَ اور صَلّٰی اور سَلَکَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ دَخَلَ: معروف لفظ ہے۔ اندر آنا (ضد خَرَجَ بمعنی باہر نکلنا) اور اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ (۱۲/۳۶) اور حضرت یوسفؑ کے ساتھ دو اور جوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔

اور داخل کرنا کے لیے اَدْخَلَ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

يُدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ (۴۴/۳۱) اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

۲۔ وَلَجَ: الولوج کسی تنگ جگہ میں داخل ہونے کو کہتے ہیں (مف) بمشکل داخل ہونا۔ گھسنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷/۴۰) وہ جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے تا آنکہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔

اور تنگ جگہ میں داخل کرنے یا گھسیڑنے کے لیے اَوْلَجَ استعمال ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ (۲۲/۶۱) اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں۔

۳۔ صلی کا لفظ آگ میں داخل ہونے کے لیے مخصوص ہے۔ یعنی آگ میں داخل ہونا اور جلنا (مف) ارشادِ باری ہے:

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ (۱۴/۲۹) وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

اور آگ میں داخل کرنے یا جلانے کے لیے صَلّٰی کا استعمال ہوگا (مف) ارشادِ باری ہے:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ (۶۹/۳۱) اسے پکڑ لو۔ زنجیروں سے جکڑو پھر جہنم میں ڈال دو۔

۴۔ سَلَکَ: کا لفظ کئی معنوں میں اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور ان سب معنوں میں داخل ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۱) بمعنی پرونا یا گھسانا جیسے موتی میں دھاگہ داخل کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (۲۶/۲۰۰) — اسی طرح ہم نے انکار کو گنہگاروں کے دل میں داخل کر دیا (جالندھری) گھسا دیا (عثمانی)

۲۔ ڈالنا۔ داخل کرنا۔ جیسے گریبان میں ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (۲۸/۳۲) — اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید نکلے گا۔

اب یہی آیت کا ٹکڑا دوسرے مقام پر اُسْلُكْ کی بجائے اَدْخِلْ کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (۲۷/۱۲) — اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید نکلے گا۔

(۳) راستہ کے ساتھ ساتھ چلتے جانا۔ اللہ تعالیٰ شہد کی مکھی سے فرماتے ہیں:

فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا (۱۶/۶۹) — کہ تو اپنے پروردگار کے رستوں پر مطیع ہو کر چلتی جا۔

اس آیت میں اُسْلُكِيْ کا ترجمہ اُدْخُلِيْ سے بھی کیا گیا ہے (م۔ق) نیز قرآن میں ہے:

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (۷۴/۴۲) — تمہیں کس بات نے دوزخ میں داخل کیا۔

ان سب تصریحات کو سامنے رکھ کر صاحب منتہی الارب نے سلك کا مختصر ترین مفہوم یوں ادا کیا ہے "کشیدن چیزے در چیزے" یعنی ایک چیز دوسری میں کھینچنا یا ہیں سے کھینچنا۔ اور صاحب منجد کے نزدیک ایک چیز کو دوسری میں رکھ دینا ہے۔ اور صاحب مقاییس اللغہ اس کے بنیادی معنے دو بتلاتے ہیں (۱) رستہ کے ساتھ ساتھ چلے جانا (۲) ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنا۔ پرونا۔

ماحصل: (۱) دَخَلَ: کا استعمال عام ہے۔ (۲) وَلَجَ: تنگ جگہ میں داخل ہونا۔ (۳) صلی: آگ میں داخل ہونا۔ (۴) سلك: ایک چیز دوسری میں کھینچنا یا داخل کرنا۔

۲ —— داروغہ

کے لیے خَزَنَةٌ[1]، مُصَيْطِرٌ[2] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَزَنَةٌ: (خازن کی جمع) جمع کنندہ۔ خزانچی۔ وہ شخص جو خزانے یا سٹور میں مال یا جنس جمع کرنے اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جہنم میں اس ڈیوٹی پر مقرر شدہ فرشتوں کو بھی قرآن میں خزنہ کہا گیا ہے۔ اور اس کے معنی داروغہ کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۶۷/۸) — جب بھی جہنم میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟

۲۔ مُصَیطِر: اس لفظ کو ص کے بجائے اہل لغت س سے لکھتے ہیں۔ اور قرآن میں ص سے لکھ کر اوپر چھوٹی سی س لکھ دی جاتی ہے۔ پھر بعض اہل لغت اسے مادہ سطر کے تحت لائے ہیں۔ اور بعض سَیطر کے تحت۔ سَیطَرَ عَلٰی بمعنی کسی پر غالب آنا اور اُسکا نگران بننا۔ اور سیطر بمعنی گماشتہ اور نگران

قرآن میں ہے:

فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (۸۸/۲۱-۲۲) — آپ انھیں نصیحت کیجئے۔ آپ صرف انہیں نصیحت کرنے والے ہیں۔ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

یعنی ان پر آپ کا کچھ زور نہیں کہ زبردستی ان سے اپنی بات منواسکیں۔

ماحصل: خازن اور مُصَیطِر میں وہی فرق ہے جو حفیظ اور رقیب میں ہے۔ خازن کی ذمہ داری محض یہ ہے کہ وہ جمع شدہ اشیاء کی حفاظت کرے جبکہ مصیطر کے ذمہ ان کی کڑی نگہداشت بھی ہے۔ کیونکہ وہ ان پر غالب ہے۔

۳۔۔۔ داغ دینا

کے لیے وَسَمَ^(۱)، کَوٰی^(۲)، شِیَۃ^(۳) (وشی) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وَسَمَ: بمعنی نشان کرنا۔ داغ لگانا (مف) اور بمعنی جسم پر نقش و نگار، تل وغیرہ کھودنا (م۔ ل) اور وَسَمَ بمعنی خضاب لگانا۔ اور وِسام اور وِسمہ وہ چیز ہے جس سے داغ لگایا جائے یا رنگا جائے (م ق)

قرآن میں ہے:

سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ (۶۸/۱۶) — عنقریب ہم اس کی سونڈ (لمبوتری ناک) پر داغ لگائیں گے۔

۲۔ کَوٰی یَکوِی: لوہے یا کسی دوسری دھات کے آلہ کو آگ میں سُرخ کرکے اس کو جلد پر رکھ کر داغ دینا اور جلد کا اتنا حصہ جلا دینا۔ اور کاویۃ اس اوزار کو کہتے ہیں جس سے داغ لگایا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ۔ (۹/۳۵) — جس دن (ان کا یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں گرم کرکے ان سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا۔

۳۔ شِیَۃ: (وشی) وَشَیْتُ الشَّیْءَ وَشْیًا بمعنی کسی چیز میں اس کے عام رنگ کے خلاف کوئی اور رنگ لگانا ہے۔ اور وَشْیَۃ اور شِیَۃ کے معنی ایسے رنگ کا نشان یا داغ ہے جو سارے بدن کے رنگ کے علاوہ ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا (۲/۷۱) — وہ (گائے) بالکل صحیح سالم ہو۔ اور اس پر کسی قسم کا داغ نہ ہو۔

ماحصل: (۱) وَسَمَ: نقش و نگار یا تل وغیرہ کھودنا (۲) کَوٰی: کاویۃ وغیرہ سے جلد کو جلا کر داغ دینا۔ (۳) شِیَۃ: ایسا داغ یا نشان جو سارے بدن کے رنگ کے علاوہ ہو۔

۴۔ دُبلا

کے لیے عِجَاف اور ضَامِر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عِجَاف (اَعْجَف کی جمع) عَجَفَ بمعنی کھانا ترک کر دینا جبکہ بھوک ابھی باقی ہو۔(م۔ق) اور عجف بمعنی چربی کم ہو کر دُبلا ہو جانا (م۔ل) گویا اعجف وُہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہو گیا ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ (۱۲/۴۳) بادشاہ نے کہا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا گئی ہیں۔

۲۔ ضَامِر: (ضمر) الاضمار بمعنی گھڑ دوڑ کا میدان۔ گھوڑوں کے سدھانے کا میدان۔ گھڑ دوڑ کے میدان کی انتہا۔۔ اور گھوڑوں کے سدھانے کا عرصہ (منجد) اور ضَامِر وُہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ سدھانے اور مشق کی کثرت اور کسرت کی وجہ سے دُبلا پتلا اور چھریرے بدن والا ہو جائے۔ سبک رو، سبک خرام، تاکہ مقابلہ میں آگے نکل سکے۔ عرب میں ضامر کا لفظ عموماً اونٹ کے لیے مختص ہو گیا، خواہ نر ہو یا مادہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (۲۲/۲۷) اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دُبلے پتلے اونٹوں پر جو دور دراز رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔

ماحصل: (۱) اَعْجَف: وُہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے دبلا ہو۔ اور ضَامِر وُہ ہے جو مشق اور کسرت کی وجہ سے دُبلا پتلا اور چھریرے بدن والا ہو جائے۔

دراز ہونا ــــ کرنا

طَالَ اور تَطَاوَلَ، مَدَّ اور مَدَدَ اور بَاعَدَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ طَالَ (طُوْلًا) بمعنی لمبا ہونا طُوْل بمعنی لمبائی (ضد عرض بمعنی چوڑائی) اور اَطَالَ بمعنی لمبا کرنا۔ قرآن میں ہے:

إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا (۱۷/۳۷) نہ تو تُو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ ہی لمبائی میں پہاڑ کو پہنچ سکتا ہے۔

اور تَطَاوَلَ عَلَيْهِ الْعُمُرُ بمعنی کسی کی عمر بڑھنا۔ عمر کا لمبا ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَٰكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ (۲۸/۴۵) لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) بہت نسلیں پیدا کیں، جن کی دراز ہوئی بہت مدت۔ (عثمانیؒ)

۲۔ مَدَّ: بمعنی کھینچنا اور لمبا کرنا۔ کسی چیز کو کھینچ کر اس طرح لمبا کرنا اور پھیلانا کہ چیز متصل ہی رہے (مف)

اور مدّت بمعنی زمانہ کی لمبائی۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ (۲۵/۴۵) کیا تونے اپنے پروردگار کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ سایہ کو کیسے دراز کر دیتا ہے؛

اور مَدَّدَ میں تکرار لفظی سے تاکید معنوی مقصود ہے جیسے قرآن میں ہے:

فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۱۰۴/۹) لمبے لمبے ستونوں میں۔

۳۔ بَاعَدَ: بَعُدَ بمعنی دُور ہونا۔ اور بَاعَدَ بمعنی دو چیزوں کے درمیان فاصلہ بڑھا دینا۔ قرآن میں ہے:

فَقَالُوْا رَبَّنَا بَاعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا (۳۴/۱۹) تو انھوں نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار، ہماری مسافتوں میں بعد (اور طول) پیدا کر دے۔

ماحصل: (۱) طَالَ: محض لمبا ہونا۔ (۲) مَدَّ: کسی چیز کو کھینچ کر لمبا کرنا۔ (۳) بَاعَدَ: دو چیزوں کے درمیان فاصلہ بڑھانا، اور لمبا کرنا۔

۶ــــ درپے ہونا

کے لیے تَصَدّٰی اور حَفَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَصَدّٰی: صَدٰی بمعنی گونج، صدائے بازگشت جو کسی گنبد یا دوسری جگہ سے ٹکرا کر واپس آئے اور تَصَدّٰی بمعنی صدائے بازگشت کی طرح کسی چیز کے درپے ہونا۔ متوجہ ہونا (مف) ارشادِ باری ہے:

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی۔ (۸۰/۵-۶) جو توجہ نہیں کرتا، تم اس کے درپے ہوتے ہو۔

۲۔ حَفَا (حفو) بمعنی کسی چیز کے مانگنے میں اصرار کرنا۔ یا کسی کی حالت معلوم کرنے کے لیے بحث و کاوش میں لگے رہنا (مف) گویا حفو کا لفظ مسلسل کسی بات کے درپے ہونے یا پیچھے پڑنے کے لیے آتا ہے قرآن میں ہے:

لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا (۷/۱۸۷) قیامت ناگہاں تم پر آ جائیگی۔ یہ لوگ آپ سے (قیامت کے متعلق) یُوں پوچھتے ہیں گویا تم مسلسل اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے ہو (یعنی اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو)

دوسرے مقام پر ہے:

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا۔ (۱۹/۴۷) (حضرت ابراہیمؑ نے باپ کو جواب دیا) میں اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا۔ بیشک وُہ مجھ پر مہربان ہے۔

اس آیت میں حَفِیًّا کے اصل معنی لمحہ لمحہ کی خبر گیری کرنے والا ہے جس کا مختصر ترجمہ مہربان کر لیا جاتا ہے۔

ماحصل: (۱) تَصَدّٰی : عارضی اور وقتی طور پر کسی چیز کے درپے ہونا۔

(۲) حَفَا : مسلسل طور پر درپے رہنا۔

۷۔ درخت اور پودے

کے لیے شَجَرَۃ، شَجَر، نَجْم، اَثْل، یَقْطِیْن، ضَرِیْع، زَقُّوْم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شجرۃ، شجر: شجرۃ بمعنی ایک درخت (ج شجر) بمعنی ہر وُہ نباتات جس کا تنا ہو (مف) اس پر شجرۃ کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ یہ بلند چلا جائے یا زمین پر پھیل جائے۔ گویا شجرۃ کا لفظ عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ۔ (۵۶/۷۱-۷۲) — بھلا دیکھو تو کہ جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟

۲۔ نَجْم: بمعنی ستارہ بھی اور بے تنہ نباتات بھی ہے۔ یعنی جڑی بوٹیاں وغیرہ (مف) ارشادِ باری ہے:

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ (۵۵/۶) — اور بوٹیاں اور درخت اسے (اللہ کو) سجدہ کر رہے ہیں۔

۳۔ اَثْل: اَثَلَ زمین میں جڑ پکڑنا۔ اور اَثْل ہر وہ درخت ہے جس کی جڑ مضبوط ہو۔ عموماً اس کا اطلاق جھاؤ کے درخت پر ہوتا ہے (مف، منجد) ارشادِ باری ہے:

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ (۳۴/۱۶) — اور ہم نے اُن کے دونوں باغوں کو دو اور باغوں میں تبدیل کر دیا جن کے میوے بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔

۴۔ یَقْطِیْن، بمعنی ہر وُہ درخت جس کا پورا (پنڈلی۔ ساق) نہ ہو (مف) اس کا اطلاق عموماً بیلدار پودوں اور بالخصوص پیٹھہ کدو کی بیل پر ہوتا ہے (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ (۳۷/۱۴۶) — اور ہم نے ان (یونسؑ) پر کدو کا درخت اگا دیا۔

۵۔ ضَرِیْع: بمعنی خاردار جھاڑ یا کانٹے والی جھاڑی (مف) ارشادِ باری ہے:

لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ (۸۸/۶) — اور خاردار جھاڑ کے سوا ان کا کوئی کھانا نہ ہوگا۔

۶۔ زَقُّوْم: بمعنی تھوہر کا درخت جس کے پتے چوڑے، موٹے اور کانٹے دار ہوتے ہیں۔ اور ذائقہ میں نہایت کڑوا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ۔ (۴۴/۴۳-۴۴) — بلاشبہ تھوہر کا درخت گنہگار کا کھانا ہے۔

ماحصل: (۱) شجرۃ: عام ہے۔ ہر طرح کی نباتات پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو تنہ دار ہو۔

(۲) نجم: بے تنہ نباتات۔ جڑی بوٹیاں۔

(۳) اَثْل : مضبوط جڑھ والے پودے اور جھاؤ کا درخت۔

(۴) یَقْطِیْن : ایسے درخت جن کا پورا تنا نہ ہو۔ پھلدار درخت۔ خصوصًا پلیٹھ کدو کی بیل۔

(۵) ضَرِیْع : کانٹے دار جھاڑیاں۔

(۶) زَقُّوْم : زمین میں پھیل جانے والی چوڑے اور خاردار پتوں والی نباتات۔ چھتر تھوہر۔

۸۔ درست۔ ٹھیک

کے لیے صَوَابٌ اور حَقٌّ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ صَوَاب : بمعنی درست۔ ٹھیک۔ لائق۔ (منجد) (ضد۔ خطا) اور صَابَ وَاَصَابَ السَّہْمُ بمعنی تیر کا ٹھیک نشانہ پر لگنا۔ اور اِسْتِصْوَاب بمعنی کسی رائے یا فعل کو درست پانا۔ ٹھیک خیال کرنا۔ اور صَوِیْب اور مُصِیْب بمعنی ٹھیک رائے والا۔ درست کار (منجد) اور اگر تیر درست نشانہ پر لگ کر وہیں بیٹھ جائے تو اسے مصیبۃ کہتے ہیں جس کا اطلاق ہر تکلیف دہ حادثہ پر ہوتا ہے (مف) گویا صَوَاب کا تعلق بالعموم قول اور رائے سے اور بعض دفعہ کام سے بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (۷۸/۳۸) کوئی شخص بول نہ سکے مگر جسے اللہ تعالیٰ اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو۔

۲۔ حَقّ : بمعنی سچ۔ سچائی۔ حقیقت۔ درست (ضد باطل) یعنی ہر وُہ بات یا چیز جو تجربہ اور مشاہدہ کے بعد درست ثابت ہو۔ (مف) ارشاد باری ہے :

سَنُرِیْہِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِہِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ (۴۱/۵۳) ہم عنقریب ان کو اطرافِ عالم اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وُہ (وحی یا قرآن) بالکل درست ہے۔

ماحصل : صواب میں درستی کا تعلق کسی شخص کے قول یا رائے سے ہوتا ہے جبکہ حق ہر وُہ چیز یا بات ہے جو تجربہ اور مشاہدہ سے درست ثابت ہو۔

۹۔ درست کرنا

کے لیے اَصْلَحَ اور سَوّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَصْلَحَ : اِصْلَاح کی ضد فساد بمعنی بگاڑ ہے۔ اور اَصْلَحَ کے معنی بگاڑ کو درست کرنا۔ فتنہ وفساد کو دُور کرنا۔ کسی چیز میں افراط وتفریط سے پیدا شدہ بگاڑ کو درست کر دینا (مف) قرآن میں ہے :

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (۱۱/۸۸) (حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا) میں تو، جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمہارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں۔

۲۔ سَوّٰی : سَوِیَ یَسْوٰی کے معنی کسی چیز کی شکل وصورت کا درست ہونا۔ اور سَوّٰی بمعنی کسی کام یا چیز کو درست کرنا، ہموار کرنا، برابر کرنا اور سیدھا کرنا ہے (منجد) اور ابن الفارس کے نزدیک اس کا

معنی اَلْاِسْتِقَامَۃ وَالْاِعْتِدَال" ہے (م ۔ ل) جو بالکل یہی مفہوم ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی (۸۷/۲) جس نے (انسان کو) بنایا۔ پھر اس (کے اعضا) کو درست کیا
ماحصل: تخلیقی ناہمواریوں کو درست کرنے کے لیے سَوّٰی، اس کے علاوہ دوسری اخلاقی اور مادی بگاڑ کو درست کرنے کے لیے اَصْلَحَ کا لفظ آتا ہے۔

۱۰ـــــ درمیان

کے لیے بَیْن، خِلَل، وَسْط، سَوَاء اور قَصْد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ بَیْن: بمعنی دو الگ الگ چیزوں کے درمیان یہ کلمہ حرف ہے۔ جو دو چیزوں کی جدائی یا علیحدگی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور بَانَ بمعنی دور ہونا۔ لہٰذا بَیْن دو چیزوں کے درمیان بُعد یا فاصلہ کے لیے آتا ہے۔ ابن الفارس کے نزدیک بَیْن میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں (۱) افتراق (۲) بُعد (۳) وضوح۔ (م ۔ ل) یعنی کسی چیز کا دوسری سے الگ ہو کر واضح ہونا۔ قرآن میں ہے:
بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (۲/۱۶۴) آسمان اور زمین کے درمیان۔
پھر یہ لفظ جس طرح مادی طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے:
فَاحْکُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ (۳۸/۲۲) ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیے!

۲۔ خِلَل: دو ایسی چیزوں کے درمیان کوئی جگہ جو آپس میں مربوط ہوں۔ اَلْخِلَال دانتوں کی درمیانی جگہ کو صاف کرنے کے تنکہ کو بھی کہتے ہیں اور اس جگہ کے صاف کرنے کو بھی۔ ایسے ہی ہاتھ کی انگلیوں یا داڑھی کے بالوں میں وضو کرتے وقت پانی سے خلال کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:
وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (۱۸/۳۳) اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری کر رکھی تھی۔
پھر یہ لفظ ایک ہی چیز کے متفرق اجزاء کی درمیانی جگہ کے لیے بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:
فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ (۲۴/۴۳) پھر تو دیکھے گا کہ اس (بادل) کے درمیان سے بارش کے قطرے نکلتے ہیں۔

۳۔ وَسْط: ہر چیز کی درمیانی جگہ جہاں سے اس کے دونوں اطراف کا فاصلہ برابر ہو (مف) یا اگر چیزیں زیادہ ہوں تو دونوں اطراف سے تعداد میں برابر ہوں۔ گویا افراط اور تفریط کے درمیان نقطۂ اعتدال کو وسط کہتے ہیں۔ پھر یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں طرح مستعمل ہے (مف) ارشادِ باری ہے:
(۱) حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی (۲/۲۳۸) نمازوں کی حفاظت کرو، خصوصاً درمیانی نماز کی۔
(۲) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (۲/۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل (نقطۂ اعتدال پر رہنے والی) بنایا ہے۔

۴۔ سَوَآء : بیچوں بیچ۔ مرکز۔ مرکزی نقطہ کسی طول عرض اور عمق رکھنے والی چیز کا ہر طرف سے درمیان۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی اَلْاِسْتِقَامَۃ وَالْاِعْتِدَال بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ ہے۔ (م۔ ل) قرآن میں ہے:

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (۴۴/۴۷) (حکم دیا جائے گا) اسے پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

۵۔ قَصْد : بمعنی میانہ روی۔ وہ راہ یا طریق یا افراط اور تفریط کے درمیان ہو۔ نہ زیادہ نہ کم۔ جیسے اسراف اور بخل کے درمیان سخاوت یا تہور اور جبن کے درمیان شجاعت۔ اور قَصَدَ اور اقتصد فی النفقۃ بمعنی خرچ کرتے وقت افراط و تفریط سے بچ کر درمیانہ خرچ کرنا۔ اور قصد السبیل بمعنی راہ پر سیدھے چلتے جانا۔ ادھر ہونا نہ ادھر۔ (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (۳۱/۱۹) اپنی چال میں اعتدال رکھ اور اپنی آواز کو پست رکھ۔

ماحصل: (۱) بَیْنَ : حرف دو الگ الگ چیزوں کے درمیان۔

(۲) خِلَال : ایک ہی چیز کے مختلف اجزاء یا دو ایسی چیزوں کا درمیان جن کا آپس میں کچھ تعلق ہو۔

(۳) وَسْط : تعداد، مقدار یا فاصلہ کے لحاظ سے کسی چیز کا درمیان۔

(۴) سَوَاء : ہر لحاظ سے درمیان۔ مرکزی نقطہ۔

(۵) قَصْد : راہِ اعتدال۔ میانہ روی۔

۱۱۔ دشمن۔ دشمنی

کے لیے عَدُوّ اور عَدَاوَۃ، بَغْضَاء اور شَنَآن اور شَانِئ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَدُوّ : (ج اعداء) ایسا دشمن جو بدخواہ ہو۔ برائی اور نقصان کی بات سوچنے والا اور تکلیف پر خوش ہونے والا۔ اور اس کی ضد صدیق ہے (ف۔ ل ۱۶۸) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۷/۲۲) بیشک شیطان تم دونوں (آدم و حوا) کا کھلا دشمن ہے۔

اور عَدَاوَۃ بمعنی دشمنی اور بدخواہی۔ اور یہ دشمنی کا پہلا درجہ ہے۔ (ف۔ ل ۱۶۹) اور بمعنی کسی کی نصرت سے ہٹ جانا (ضد ولایت) (فق ل ۱۰۶)

۲۔ بَغْضَاء : بُغْض (ضد حُبّ) بمعنی کسی چیز یا شخص سے متنفر ہونا۔ یہ دشمنی کا دوسرا درجہ ہے (فل ۱۶۹) اور بغضۃ بمعنی کسی کو حقیر اور ذلیل کرنے کا ارادہ رکھنا (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (۵/۶۴) اور ہم نے ان کے درمیان تاقیامت عداوت اور دشمنی ڈال دی۔

۳۔ شَانِئ ، شَنَأَ بمعنی دشمنی رکھنا، بغض رکھنا، نفرت کرنا (منجد) اور شَنَآن اس سے مصدر ہے۔ ارشادِ

باری ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا (۵/۸) — کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف چھوڑ دو۔

اور شَانِئٌ وُہ شخص ہے جو بدخواہ بھی ہو اور کینہ پرور بھی۔ یعنی عداوت بھی رکھتا ہو اور بغض بھی۔ (مف) یعنی بدترین دشمن۔ اور یہ دشمنی کا تیسرا درجہ ہے۔ (ف۔ل ۱۶۹) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (۱۰۸/۳) — بلاشبہ تمہارا دشمن بے اولاد رہے گا۔

۱۲۔ دُعا کرنا۔ دینا

کے لیے دَعَا، سَلَّمَ، حَيّٰى اور صَلّٰى کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دَعَا (دعو) کا معنی پکارنا اور بلانا ہے۔ تاہم یہ لفظ دُعا کرنے اور بددعا کرنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اگر اس کا صلہ لَ سے ہو تو دُعا یا اچھی دُعا کے معنوں میں آتا ہے اور اگر عَلٰی سے ہو تو بددعا کرنے کا معنی دے گا۔ مثلاً دَعَا لَهٗ اس کے لیے اچھی دُعا کی۔ اور دَعَا عَلَيْهِ بمعنی اس کے لیے بددعا کی۔ (بددُعا کے لیے اس لفظ کا استعمال قرآن میں نہیں ہے) ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ (۲/۶۱) — اور جب تم نے کہا کہ اے موسٰی! ہم سے ایک (ہی) کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا۔ تو اپنے پروردگار سے دُعا کیجئے کہ جو چیزیں زمین سے اُگتی ہیں وُہ ہمارے لیے پیدا کر دے۔

۲۔ سَلَّمَ: بمعنی سلامت رکھنا اور بچانا بھی ہے، سپرد کرنا بھی اور سلامتی کی دعا دینا بھی۔ یعنی السلام علیکم کہنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (۲۴/۶۱) — اور جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کہا کرو۔

۳۔ حَيّٰى: حَيَّ بمعنی زندہ رہنا۔ اور حَيّٰى (تَحِيَّةً) بمعنی کسی کو حَيَّاكَ اللّٰهُ کہنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے (منجد) پھر اس لفظ کا استعمال ہر طرح کی اچھی دُعا کے لیے عام ہے۔ اور سلامتی کی دعا یا سَلَّمَ یا سَلَامٌ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ گویا سَلَّمَ اخص ہے۔ اور حَيّٰى اعم ہے (فق ل ۲۴۰) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (۴/۸۶) — اور جب تم کو کوئی دُعا دے تو تم اس سے بہتر (کلمے) سے اسے دُعا دو یا انہیں لفظوں سے لوٹا دو۔

۴۔ صَلّٰى (صلو) صلوٰۃ ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا مفہوم نماز پنجوقتہ ہے جو اسلام کا ایک بنیادی

رکن ہے لیکن اس کا اصل معنیٰ دُعا دینا۔ تحسین و تبریک اور تعظیم کرنا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹/۱۰۳) اور ان کے حق میں دُعائے خیر کرو کہ تمہاری دُعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔

اور صَلّ کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اگر بندے کی طرف ہو تو اس سے مراد نزولِ رحمت کی دعا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۳۳/۵۶) تو اے مسلمانو تم بھی اس پر نزول رحمت اور سلامتی کی دعا کیا کرو۔ (عثمانی)

درود بھیجتے ہیں ـــــــ اُن پر درود و سلام بھیجا کرو (جالندھری)

ماحصل: (۱) دُعاء: ہر طرح کی دُعا کیلیے عام ہے۔ (۳) حَيّٰى: درازیٔ عمر کی دُعا دینا۔

(۲) سَلّم: سلام کہنا بھیجنا۔ سلامتی کی دُعا کرنا۔ (۴) صَلّ: نزولِ رحمت کی دعا کرنا۔ درود بھیجنا۔

۱۳ ـــــ دل

کے لیے قَلْبٌ، فُؤَادٌ (فاد) صَدْرٌ اور نَفْسٌ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ قَلْب: مشہور عضو۔ رُوح و حیات کا منبع (ج قلوب) عقل، فہم، سوچ، فکر کے لیے اللہ تعالیٰ نے دل کو مخاطب فرمایا ہے یعنی جو افعال جدید طب نے دماغ سے متعلق بتلائے ہیں، قرآن نے دل سے متعلق کیے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا (۷/۱۷۹) ان کے دل تو ہیں لیکن وُہ ان سے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

۲۔ فُؤَاد: بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو فرق عَیْن اور بصر یا اُذن اور سمع میں ہے وہی فرق قلب اور فؤاد میں ہے۔ اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے:

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا (۱۷/۳۶) بے شک کان، آنکھ اور دل، ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی۔

لیکن یہ حقیقت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقل و فہم شعور اور تدبر کے لیے براہِ راست قلب کو مخاطب کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس عضوِ قلب کے کئی حصے ہیں۔ جس طرح دماغ کے مختلف حصے مختلف قوتوں کا مستقر ہیں۔ اسی طرح قلب کے مخصوص حصے بھی مخصوص افعال و جذبات سے متعلق ہیں۔ علم طب کی رُو سے فؤاد قلب کے اوپر کا وُہ حصہ ہے جو فمِ معدہ کے سامنے ہوتا ہے۔ اور وجع الفواد اسی جگہ پر کے درد کو کہتے ہیں۔

فُؤَاد (جمع أَفْئِدَة) فَأَدَ سے مشتق ہے۔ فَأَدَ اللَّحْمَ کے معنی گوشت کو آگ پر بھوننا۔ اور لَحْمٌ فَئِيدٌ بمعنی آگ پر بھُونا ہوا گوشت ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں اَلْفَأْدُ يَدُلُّ عَلٰى حُمَّى وَ

شِدَّةُ الْحَرَارَةِ (م ل) یعنی یہ لفظ گرمی اور شدید حرارت پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا جہاں انسان کے جذبات کی شدت اور اُس کی تاثیر کا ذکر آئے گا تو یہ لفظ استعمال ہو گا۔ مثلاً:

(۱) وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (۲۸/۱۰) — اور موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا (خالی ہو گیا)

(۲) مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ (۱۴/۴۳) — سر اٹھائے دوڑتے ہوں گے، اُن کی نگاہیں (بھی) انکی طرف نہ لوٹ سکیں گی۔ اور دل (دہشت کے مارے) اُڑ رہے ہوں گے۔

اور جو اللہ تعالیٰ سے فواد سے بازپرس کا ذکر فرمایا ہے تو وُہ ایسے ہی اعمال سے متعلق ہو گی جو شدت جذبات کے تحت انسان کر بیٹھتا ہے۔

۳۔ صَدْر: بمعنی سینہ (ج صُدُوْر) اور سینہ کے اندر ہی دل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (۲۲/۴۶) — لیکن وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

لہٰذا کبھی صرف فِي الصُّدُوْر کہہ کر قلوب مراد لے لیے جاتے ہیں جیسے شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (۱۰/۵۷)

اب چونکہ صَدْر کا تعلق ظرف مکان سے ہے لہٰذا اگر دل کی تنگی یا فراخی کا ذکر مطلوب ہو تو صدر کا لفظ آئے گا۔ مثلاً:

(۱) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (۱۵/۹۷) — اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے۔

(۲) اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۹۴/۱) — کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟

اور شرح صدر یا انشراح صدر محاورہ ہے کسی مشکل اور پیچیدہ معاملہ میں دل میں کوئی راہِ صواب کی بات سوجھ جائے تو اسے شرح صدر کہتے ہیں۔ پھر کسی چیز کو چھپانے کے لیے بھی چونکہ ظرف کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا راز کی بات کے چھپانے، خیالات اور وساوس کے ذکر میں بھی صدر کا استعمال ہو گا۔ مثلاً:

(۱) يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (۴۰/۱۹) — وُہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے۔ اور جو باتیں دلوں میں ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۵/۷) — بیشک اللہ دلوں کی باتوں تک سے واقف ہے۔

(۳) اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ (۱۱۴/۵) — وُہ (شیطان) لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

۴۔ نَفْس: روح، زندگی، جی، جان (ج نفوس) اس سے خواہشات کا مبدأ و ملجا۔ آرزو کرنے والا اور خوش ہو جانے والا دل مراد ہوتی ہے:

(۱) جہاں تک پوشیدہ باتوں اور خیالات وغیرہ کو چھپانے کا تعلق ہے یہ صفت نفوس اور صدور

میں مشترک ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَ تُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ (۳۳/۳۷) — اور تم اپنے دل میں وہ چیز چھپاتے تھے، جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔

(۲) خواہشات کا تعلق نفس سے ہوتا ہے خواہ اچھی ہوں یا بُری۔ ارشادِ باری ہے:

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ (۵۳/۲۳) — یہ لوگ محض ظن (فاسد) اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے چل رہے ہیں۔

(۳) خوش ہونے کا تعلق بھی نفس سے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا (۴/۴) — پھر اگر وہ عورتیں اپنے دل کی خوشی سے اس میں سے تم کو کچھ چھوڑ دیں تو اسے ذوق شوق سے کھاؤ۔

ماحصل: (۱) قَلْب، عقل و شعور اور فہم و تدبر کا منبع

(۲) فؤاد: جذبات کی شدت کا مرکز۔

(۳) صدر: ظرف تنگی اور فراخی۔ اور بات چھپانے کے لیے۔

(۴) نفس: خواہشات کا مرکز۔ خوش ہونے اور بات چھپانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۱۴ — دل میں بات ڈالنا

کے لیے وَحْیٌ، اِلْهَام، اِلْقَاء، وَسْوَاس اور هَمَزَات کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

۱۔ وَحْیٌ کا لغوی معنی صرف خفی اور تیز اشارہ ہے۔ اور اَوْحٰی کے معنی کسی پوشیدہ بات اور نامعلوم بات کے متعلق سرعت سے اشارہ کرنا (مف م ل) پھر وحی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تسخیری امور سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسے فرمایا:

وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا (۴۱/۱۲) — اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کے متعلقہ امور سے متعلق وحی کر دی۔

دوسرے فطری راہنمائی کو بھی وحی سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسے بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کی طرف لپکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ (۱۶/۶۸) — اور تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی جمادات، حیوانات اور انسانوں سب پر ہوتی ہے۔ اور ایسی وحی غیر نبی کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے فرمایا:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ (۲۸/۷) — اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہے۔

ان سب مثالوں میں وحی کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پھر ایک انسان بھی اس

معنٰی کے لحاظ سے دوسرے انسانوں کو وحی کرتا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡہِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُکۡرَۃً وَّ عَشِیًّا (۱۹/۱۱) — تو زکریا نے ان لوگوں کو اشارہ کیا کہ وُہ صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہیں۔

حتیٰ کہ اس قسم کی وحی شیطان کی بھی ایک دوسرے کی طرف کرتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِہِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ (۶/۱۲۱) — اور شیطان اپنے رفیقوں کے دل میں بات ڈالتے ہیں کہ وُہ تم سے جھگڑا کریں۔

گویا وحی رحمانی بھی ہوتی ہے اور شیطانی بھی ہوسکتی ہے۔ وحی رحمانی ہمیشہ خیر پر مبنی ہوتی ہے اور جو وحی، وحی رحمانی کے خلاف ہو وُہ شیطانی ہوتی ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد وُہ تعلیمِ احکام اور انبائے غیب ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ انسان (پیغمبر) کی طرف عام لوگوں کی رہنمائی کے لیے بھیجتے ہیں۔ اور اس کی تین صورتیں قرآنِ کریم میں مذکور ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ براہِ راست دل میں بات ڈال دے (۲) اپنا فرشتہ رسول کی طرف بھیجے اور (۳) پردہ کے پیچھے سے بات کرے (جیسے موسیٰؑ سے کی گئی) (۴۲/۵۱) تاہم ان میں سے عام مستعمل صورت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کے ذریعہ انبیاء و رسل کے دل پر اپنا پیغام ڈال دیتے ہیں جو نبی کی زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلۡ مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِیۡلَ فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلۡبِکَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ (۲/۹۷) — کہہ دو کہ جو شخص جبریلؑ کا دشمن ہو (اس کو غصّہ سے مر جانا چاہیے) اس نے تو یہ پیغام اللہ کے حکم سے تمہارے دل پر اتارا ہے۔

۲۔ اِلۡہَام: بمعنی وُہ بات جو اللہ تعالیٰ یا ملاءِ اعلیٰ کی جانب سے کسی کے دل میں ڈال دی جائے (مف) اور بمعنی سمجھ اور بصیرت عطا فرمانا۔ توفیق دینا (منجد) وحی کی طرح الہام بھی شیطانی ہوسکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کا کسی آیت یا نصِ شرعیہ سے استدلال نہ ہوسکتا ہو۔ اسی لیے صوفیہ کے طبقہ کو چھوڑ کر کسی عالم کے نزدیک الہام قابلِ حجت نہیں ہوتا (م۔م) وحی اور الہام میں فرق یہ ہے کہ ایک الہام کا اطلاق صرف ذوی العقول پر ہوتا ہے جبکہ وحی عام ہے۔ دوسرے یہ کہ الہام کا تعلق کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے ہوتا ہے جبکہ وحی میں بہت زیادہ وسعت ہے (م۔م) ارشادِ باری ہے:

فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰىہَا (۹۱/۸) — پھر انسان کو بدی (سے بچنے) کی اور پرہیزگاری (اختیار کرنے) کی سمجھ دی۔

۳۔ اِلۡقَاء: کا لغوی معنٰی صرف ڈالنا ہے۔ اور اَلۡقٰی عَلٰی بمعنی تعلیم دینا (م۔م) قرآن میں ہے:

ءَاُلۡقِیَ الذِّکۡرُ عَلَیۡہِ مِنۡۢ بَیۡنِنَا (۵۴/۲۵) — کیا ہم سب میں سے اسی (پیغمبر) پر ہی نصیحت نازل ہونا تھی۔

اور تَلَقّٰی الشَّیْءَ مِنْهُ بمعنی سیکھ لینا۔ تعلیم حاصل کرنا (منجد) جیسے فرمایا:

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (۲/۳۷) پھر آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے۔

گویا اِلْقَاء صرف ایسی دل میں ڈالی ہوئی بات کو کہتے ہیں جس کا تعلق تعلیم اور سیکھنے سکھلانے سے ہو۔ وحی اور الہام کی طرح القاء شیطانی بھی ہوسکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ (۲۲/۵۲) پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو دُور کر دیتا ہے۔

۴۔ وَسْوَاس: طبی نقطہ نگاہ سے یہ ایک مرض ہے جو غلبہ سوداء کی وجہ سے ذہن کو ماؤف کر دیتا ہے اور انسان ایسی فضول باتیں کرنے لگتا ہے جو پہلے اس کے دل میں نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان میں کچھ بھلائی ہوتی ہے (م۔م) اور وِسْوَاس بمعنی وہم کی بیماری۔ دل میں آنے والی برائی یا بے نفع بات۔ شیطان (منجد) اور بمعنی شیطان کا کسی بُرے کام کی طرف راغب کرنا اور بُرے خیالات ڈالتے رہنا (مف) اور بمعنی جنون کی ابتدائی حالت (ف ل ۱۳۵) گویا وسوسہ ہر وہ بُرا خیال ہے جو دل میں پیدا ہوتا یا شیطان کی طرف سے ڈالا جاتا ہے اور اس کی نسبت صرف شیطان کی طرف ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ (۱۱۴/۴-۵) (کہہ دو اے اللہ) میں پیچھے ہٹ جانے والے شیطان کے وسوسوں کی برائی سے (تیری پناہ میں آتا ہوں) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

۴۔ هَمَزَات: هَمَزَ يَدُلُّ عَلٰى ضَغْطٍ وَّعَصْرٍ (م ل) یعنی چٹکی لینا۔ چبھونا۔ دبانا۔ اور بمعنی جانور کے کسی پہلو یا پٹھے پر کسی نوکدار لکڑی وغیرہ کو چبھونا کہ وُہ تیز چلے۔ دراصل اس مفہوم کے لیے پنجابی لفظ "چونبڑ دینا" بہت موزوں ہے یعنی شیطان کا کسی دل میں بُرا خیال ڈالنا پھر اس کے لیے انگیخت کرنا۔ اس لفظ کی نسبت بھی صرف شیطان کی طرف ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

"وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ۔ (۲۳/۹۷) اور کہو اے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

ماحصل: (۱) وحی، الہام اور اِلقاء اللہ کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے اور شیطان کی طرف سے بھی جبکہ وَسْوَسَہ اور هَمْز صرف شیطان کی طرف سے ہے۔

(۲) وحی کا تعلق تعلیم، عقائد، احکام اور ابنائے غیب سے ہوتا ہے۔ الہام کا صرف کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے اور اِلْقَاء کا صرف تعلیم سے۔

(۳) وَسْوَسَہ: صرف بُرے خیالات کی دل میں آمد کو کہتے ہیں جبکہ هَمْز میں بُرے خیال کے ساتھ شیطان کی طرف سے انگیخت بھی شامل ہوتی ہے۔

(۴) ہر وُہ وحی، الہام یا القاء۔ جو نصوص شرعیہ کے مطابق ہو وہ رحمانی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وُہ شیطانی ہے۔

۱۵۔۔۔دلیل

کے لیے قرآن میں دَلِیْل، حُجَّة، بَیِّنَة (بیّن) بُرْهَان (برہ و برھن) اور سُلْطٰن کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ دَلِیْل، دَلَالَت اور دَلِیْل کا معنی وُہ راہنمائی ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی معرفت حاصل ہو۔ جیسے ایک شخص کسی جاندار میں حرکت دیکھ کر یہ جان لیتا ہے کہ وُہ زندہ ہے یا جیسے کتابت شدہ الفاظ اپنے مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔ عام گفتگو میں بھی الفاظ مفہوم کی ادائیگی کا ذریعہ اور اس مفہوم پر دلیل ہوتے ہیں (مف) اور دَلَّ بمعنی جتلانا۔ بتلانا۔ راہنمائی کرنا۔ معرفت کا ذریعہ بننا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا (۲۵/۴۵)

بھلا تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وُہ سائے کو کس طرح پھیلا دیتا ہے۔ اگر وُہ چاہتا تو اسے ٹھہرا رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنا دیا۔

گویا سایوں کا بڑھنا اور سورج کا ڈھلنا اور ان میں تناسب دونوں ایک دوسرے پر دلیل ہیں اور سایوں کے گھٹنے بڑھنے سے جہاں سورج کے رُخ کا صحیح تعین ہو سکتا ہے۔ ویسے ہی اوقات کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور سورج کا رُخ دیکھ کر سایہ کے رُخ اور لمبائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ حُجَّة: حَاجَّ بمعنی جھگڑا کرنا اور دلیل میں غالب آنا۔ اور المحاجة جس میں ہر فریق دوسرے کی دلیل کو رد کرے (منجد) اور حُجَّة ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جب ایک بات فریقین میں مسلّم ہو تو اس سے نتیجہ اخذ کر کے ایک فریق دوسرے کے سامنے ثبوت پیش کرے (مف) ایسے ثبوت کو حجة کہتے ہیں۔ مثلاً کفار یہ بات تسلیم کرتے تھے کہ ان کا بھی خالق و مالک اور رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: بھلا جو ہستی انسان کو ایک بوند سے مختلف مراحل سے گزارتی ہوئی پیدا کرتی اور آخر میں مار سکتی ہے وُہ اسے دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتی؛ ایسی دلیل کو حجت کہتے ہیں۔

ارشادِ باری ہے:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ (۶/۸۳)

یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو قوم کے مقابلہ میں دی۔

۳۔ بَیِّنَة، واضح اور کھلی ہوئی بات۔ ثبوت۔ بَیِّنَة کی کچھ تشریح احادیث حضور اکرمؐ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا، اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ (بخاری) یعنی ثبوت فراہم کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور اگر وُہ نہ کر سکے تو پھر مدعا علیہ پر قسم ہے۔

اب دیکھیے کہ زید نے بکر سے کچھ رقم لینی ہے اور بکر انکار کرتا ہے تو اگر زید کے پاس بکر کی کوئی ایسی تحریر موجود ہے جو اس بات کو ثابت کر سکے یا ثابت کرنے میں ممد ہو تو یہ تحریر بَیِّنَة ہے۔ اسی طرح اگر زید گواہ پیش کر کے ثابت کر سکتا ہے تو یہ بھی بَیِّنَة ہے۔ بَیِّنَة ایسی دلیل ہے جس کے سامنے فریقِ ثانی

لاجواب ہو جائے۔ قرآن مجید کا وجود خود بَیِّنَة ہے۔ جس کی مثل تَحَدِّی کے باوجود بھی کفار پیش نہ کر سکے۔ اسی طرح اس کی آیات بھی بَیِّنٰت ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (۲۹/۴۹)

بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں۔ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ اور ظالموں کے سوا ہماری آیتوں سے کوئی انکار نہیں کرتا۔

اس آیت میں جَحَد کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ وُہ دل سے تو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیات بیّنات ہیں گو زبان سے انکار کرتے ہیں۔

۴۔ بُرْهَان: بَرَہَ بمعنی سفید اور چمکدار رہنا۔ اور بُرْهَان وُہ دلیل ہے جو واضح اور حقیقت ثابتہ بھی ہو اور اُس کی تائید کلام الٰہی سے بھی ہوتی ہو (مف) اور بعض کے نزدیک بُرْهَان فارسی لفظ بُرّان سے معرب ہے یعنی شمشیرِ بُرّان۔ بمعنی تیز دھار کاٹنے والی تلوار۔ اور بُرْهَان ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو نزاع کو ختم کر دے (فق ل ۵۵) ارشادِ باری ہے:

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲/۱۱۱)

یہ (باتیں تو محض) ان کی فضول آرزوئیں ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ (۲۸/۳۲)

یہ دو دلیلیں (عصاءِ موسیٰ اور یدِ بیضاء) تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں (ان کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جاؤ۔

۵۔ سُلْطَان: یعنی غلبہ اور قوت اور اختیار (منجد م۔ل) فرمانِ شاہی (منجد) اتھارٹی لیٹر۔ ایسی دلیل جو وحی الٰہی سے واضح طور پر ثابت ہو۔ سند۔ (اور سلطان (ج سلاطین) بمعنی بادشاہ۔ کنائی اور مجازی معنٰی ہے لغوی نہیں۔ نہ ہی قرآن نے اس لفظ کو ان معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ (۷/۷۱)

کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں جن کی خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی۔

ماحصل: (۱) دلیل، کسی چیز کو پہچاننے کے لیے دوسری چیز سے راہنمائی ہونا۔

(۲) حُجَّة، ایک مسلّم بات سے نتیجے کے طور پر کوئی دلیل لانا۔

(۳) بَيِّنَة، ایسی دلیل جس سے مدّعی فریقِ ثانی کی بات کو باطل قرار دے سکے۔

(۴) بُرْهَان، ایسی عقلی یا نقلی دلیل جو قطع نزاع کے لیے مفید ہو۔

(۵) سُلْطَان: ایسی دلیل جو وحی الٰہی سے واضح طور پر ثابت ہو۔ فرمانِ شاہی۔

۱۶ــــــ دن اور اسکے اوقات

کے لیے نَہَار، یَوْم، اَلْیَوْم اور یَوْمَئِذٍ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱- نَہَار: دن (ضد لَیْل بمعنی رات) معروف لفظ ہے۔ طلوعِ آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت۔ دن کو ۱۲ گھڑیوں (یا ۱۲ گھنٹوں) میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ (لیل و نہار کا یکجا ذکر قرآن کریم میں بکثرت آیا ہے)۔

اَلشُّرُوْق (اشراق)، بُکُوْر (بکرۃ) غُدْوَۃ (غدو) ضُحٰی، ھَاجِرَۃ، ظَہِیْرَۃ، رَوَاح، عَصْر قَصْر، صَیْل، عَشِیّ، غُرُوْب (فل ۲۹۲)

۲- یَوْم: بمعنی دن۔ غروبِ آفتاب سے لے کر لگلے دن کے غروبِ آفتاب تک کا وقت۔ لیل اور نہار کے وقت کا مجموعہ ۲۴ گھنٹے (ج ایام) وقت اور زمانہ کا حساب ایام ہی سے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ (۲/۱۹۶) — اور جس کو قربانی نہ ملے وُہ تین دن کے روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو۔

اور یَوْم کی یہ مدت انسان کے لیے ہے۔ اور اس کا تصور بھی سورج اور زمین کی پیدائش کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے ورنہ اللہ کے ہاں یَوْم کی مدت ایک طویل دور ہے خواہ یہ دور ہمارے حساب سے لاکھوں سال تک پھیلا ہوا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ (۴۱/۹) — کیا تم اس خدا سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔

اسی طرح زمین و آسمان کی پیدائش کے سلسلہ میں جب یَوْم کا ذکر آئے گا تو اس سے مراد ایک طویل دور ہوتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا:

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (۲۲/۴۷) — اور بلیشک تمہارے رب کے نزدیک ایک یوم تمہارے حساب کی رُو سے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰/۴) — جس کی طرف روح الامین اور فرشتے چڑھتے ہیں ایک یوم میں جس کا اندازہ پچاس ہزار برس ہے۔

اسی طرح یوم الدّین یعنی جزا و سزا کا دن بھی ایک طویل دور پر منحصر ہو گا جس کی مدت احادیث میں پچاس ہزار سال بیان کی گئی ہے۔

۳- اَلْیَوْم: بمعنی آج کا دن۔ اور اَلْیَوْم کے وقت کی مقدار نَہَار کے مطابق ہو گی یَوْم کے مطابق

نہیں۔یعنی اس سے مراد طلوعِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب کا وقت ہو گا (منجد) ظلّ الیوم بمعنی آج سارا دن سایہ رہا (منجد) جیسے فرعون کی غرقابی کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً (۱۰/۹۲) — سو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو۔

اور اَلْيَوْمُ کا لفظ قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر قیامت کے دن کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔جہاں کہیں اس کا ذکر ہے۔جیسے فرمایا:

قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ (۲۰/۱۲۶) — خدا فرمائے گا کہ ایسا ہی (چاہیے تھا) تمہارے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا۔اسی طرح آج ہم تمہیں بھلا دیں گے۔

۴۔ یَوْمَئِذٍ: یَوْم کے بعد اذ کے اضافہ سے یہ لفظ بنا ہے جو کسی معین زمانہ کی طرف اشارہ کے لیے آتا ہے۔ بمعنی اس دن یا وُہ دن (مف) ارشادِ باری ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ (۸۰/۳۸) — کتنے منہ اسدن چمک رہے ہوں گے، ہنستے ہوئے ہشاش بشاش۔

ماحصل: (۱) نَهَار: طلوع آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا وقت۔

(۲) یَوْم: دن اور رات کا مجموعہ یعنی چوبیس ۲۴ گھنٹے۔

(۳) اَلْيَوْم: آج کا دن طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا وقت۔

(۴) یَوْمَئِذٍ: بمعنی اُسدن۔ وُہ دن

۱۷ـــــ دُنیا اور اُس کے مختلف نام

کے لیے قرآن کریم میں دُنیا، اَدنیٰ، عَاجِلَة اور اُولیٰ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دُنیا: دَنیٰ بمعنی قریب ہونا۔نزدیک ہونا۔اور یہ لفظ مکان، زمان، مرتبہ غرض ہر لحاظ سے قریب ہونے کے معنوں میں مستعمل ہے۔اسلامی عقیدہ کی رُو سے زندگیاں دو بار ہیں۔ایک موجودہ زندگی جسے نشأۃ اولیٰ کہا جاتا ہے اور دوسرے مرنے کے بعد کی دوبارہ زندگی جسے نشأۃ اخریٰ یا ثانیہ کہا جاتا ہے اور موجودہ زندگی چونکہ زمانہ کے لحاظ سے قریب کی زندگی ہے لہٰذا اسے دُنیا کہا گیا ہے اور اس کی ضد آخرت ہے۔اور یہی لفظ موجودہ زندگی کے لیے عمومًا مستعمل ہے۔ارشادِ باری ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ (۲/۸۶) — یہ وُہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کے بدلے دُنیا کی زندگی خریدی۔

۲۔ اَدنیٰ: میں قربِ زمانی کے علاوہ مرتبہ میں کہتری کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔اور اَدنیٰ کا لفظ اَرذل اور حقیر کے معنوں میں بھی آتا ہے (مف) اس کی ضد اَعلیٰ بھی آتی ہے اور اُخریٰ بھی) ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى (۷/۱۶۸) — پھر ان کے بعد ناخلف ان کے قائم مقام ہوئے جو کتاب کے وارث بنے جو اس دنیائے (ادنیٰ) کا مال لے لیتے ہیں۔

۳۔ عَاجِلَة: (ضد آخرۃ) عَجَل بمعنی جلدی اور جلد بازی۔ اور عَاجِلَة بمعنی جلد آنے والی۔ موجودہ نقد دنیا اور اس کا ساز و سامان (مف)

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ (۷۵/۲۰-۲۱) — یوں نہیں، بلکہ تم دُنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو ترک کیے دیتے ہو۔

۴۔ اُوْلٰى: اوّل کا مؤنث بمعنی پہلی۔ یعنی پہلی یا موجودہ زندگی (ضد اخریٰ اور آخرت یعنی پچھلی یا دُوسری زندگی) ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى (۹۲/۱۳) — اور آخرت اور دنیا ہمارے ہی لیے ہیں۔

۱۸۔ دُور

کے لیے بَعِيْد^۱، سَحِيْق^۲، عَمِيْق^۳ اور قَصِيًّا^۴ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ بَعِيْد: بُعد کی ضد قُرب ہے بمعنی دُوری۔ یہ دُوری خواہ فاصلہ کے لحاظ سے ہو یا وقت کے لحاظ سے۔ اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ (۲۱/۱۰۹) — اور مجھے نہیں معلوم کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وُہ قریب ہے یا دُور۔

محسوسات کے علاوہ اس کا استعمال معنوی طور پر بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (۴/۶۰) — شیطان تو چاہتا ہے کہ انھیں بہکا کر راستہ سے دُور ڈال دے۔

۲۔ سَحِيْق: سَحَقَ بمعنی کوٹنا، پیسنا۔ سَحِقَ بمعنی دور ہونا۔ اور سُحْقًا بمعنی خدا کی رحمت سے دُوری۔ لغت (منجد) سَحَقَ الرِّيْحُ الْاَرْضَ ہوا کی تندی کی وجہ سے زمین چھیل ڈالنا۔ اور سَحِيْق بمعنی دُور دراز کا مقام۔ یہ صرف مکان کے لیے آتا ہے (ف ل ۲۹) ارشادِ باری ہے:

فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (۲۲/۳۱) — (مشرک کی مثال ایسی ہے) جیسے آسمان سے گرا۔ پھر یا تو اسے کسی پرندے نے اچک لیا یا پھر ہوا نے کسی دُور دراز مقام میں جا پھینکا۔

۳۔ عَمِيْق: عمق بمعنی گہرائی اور عَمِيْق بمعنی گہرا اور فَجٍّ عَمِيْقٍ بمعنی نشیب و فراز کا راستہ، پُرپیچ اور دُور دراز کا رستہ۔ قرآن میں ہے:

يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (۲۲/۲۷) — دور دراز کے رستوں سے چلے آتے ہوں۔

۴۔ قَصِيًّا: (قصی) قَصٰی بمعنی دور ہونا۔ اَقْصٰی اور قُصْوٰی انتہائی دور چیز (منجد) اور اَقْصٰی بمعنی پار کا

یا دوسری طرف کا کنارا یا سرا۔ قرآن میں ہے:

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى (۲۸/۲۰) اور شہر کے پرلے سرے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔

گویا اَقصَا اور قَصِيًّا میں دوری کے ساتھ سمت کا تصوّر بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا۔ (۱۹/۲۲) تو وہ اس بچے کے ساتھ حاملہ ہوگئیں اور اسے لے کر ایک دور جگہ چلی گئیں۔

یعنی حضرت مریم پہلے شرقی مقام پر گئی تھیں پھر اس سے بھی دور پرے کسی مقام پر چلی گئیں۔

ماحصل: (۱) بَعِيْد، اس کا استعمال عام ہے زمانی ہو یا مکانی۔

(۲) سَحِيْق: ظرف مکانی ہے دوری اور کوفت (کا مجموعہ) ہے۔

(۳) عَمِيْق: بمعنی نشیب و فراز کے راستے۔ دُوری اور دشواری۔

(۴) قَصِيًّا: ایسی دوری جس میں سمت کا بھی کچھ تصور پایا جائے (دُوری اور سمت)

"دُور رہنا" کے لیے دیکھیے "بچنا"،

۱۹۔ دور کرنا ــــ ہونا

کے لیے بَعُدَ اور بَاعَدَ، قَصَا، نَاٰى، كَفَّرَ اور قَضّٰى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَعُدَ: بمعنی دُور ہونا۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ فاصلہ، وقت اور مرتبہ ہر قسم کی دُوری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کہیں دُور جگہ کی طرف روانہ ہونا اور جانا (فق ل ۱۱) قرآن میں ہے:

وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ (۹/۴۲) لیکن مسافت ان کو دور (دراز) نظر آئی۔

اور بَاعَدَ بمعنی دور کرنا (مف) قرآن میں ہے:

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا۔ (۳۴/۱۹) وُہ کہنے لگے اے پروردگار، ہماری مسافتوں میں بعد (اور طول پیدا) کردے۔

۲۔ قَصَا (يَقْصُوْا) بمعنی دور ہونا۔ صرف ظرف مکان کے طور پر آتا ہے۔ اور کسی متعین مقام اور اسکے مکینوں سے دور ہونے کا معنی دیتا ہے۔ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ بمعنی شہر کا پرلہ کنارہ۔ مسجد الاقصٰے (معرفۃ) بمعنی دُور والی مسجد۔ قرآن میں ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (۱۹/۲۲) تو حضرت مریم بچہ سے حاملہ ہوگئیں تو اس کے ساتھ ایک دُور جگہ چلی گئیں۔

۳۔ نَاٰى: بمعنی دور ہونا۔ اور نَائِيَة بمعنی دور رہنے والا (م ل) اور کسی دور مقام کے قریب تک پہنچ جانا۔ (فق ل ۱۱) صرف ظرف زمانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور امام راغب کے ایک قول کے مطابق ازراہِ تکبّر کسی سے پرے ہونا ہے (مف) قرآن میں یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے اور دونوں مقامات پر ان دونوں معانی کی تائید ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ (۱۷/۸۳) اور جب ہم انسان پر نعمت بخشتے ہیں تو روگردان ہو جاتا اور پہلو پھیر لیتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُوْنَ إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (۶/۲۶)

وُہ اس سے (اور وں کو بھی) روکتے ہیں اور خود بھی پرے رہتے ہیں۔ اس طرح وُہ اپنے آپ ہی کو ہلاک کرتے ہیں مگر وُہ (اس سے) بے خبر ہیں۔

۴۔ كَفَّرَ (عن) كَفَرَ بمعنی چھپانا۔ اور كُفْرَة بمعنی رات کی سیاہی۔ اور كَفَّارَة وُہ عمل ہے جس کی ادائیگی سے گناہ پر پردہ پوشی ہو جائے۔ اور كَفَّرَ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی برائیوں کو دور کر دینا ہے۔ اور كَفَّرَ کا تعلق سیّئات سے ہے جیسے کہ عَفَا کا ذنوب سے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ (۵/۶۵)

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم اُن سے اُن کی برائیاں دور کر دیتے۔

۵۔ قَضٰى: کا لغوی معنی دُور کرنا نہیں بلکہ جب اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو ذمہ داری کو پُورا کرنا ہوتا ہے جیسے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْأَجَلَ (۲۸/۲۹)

جب موسیٰ علیہ السلام مقررہ مدت پوری کر چکے۔

البتہ درج ذیل آیت میں اپنی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے اس کا معنی دور کرنا کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی کام کی تکمیل کا حصہ ہے۔

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (۲۲/۲۹)

پھر انہیں چاہیے کہ میل کچیل دُور کریں اور اپنی نذریں پُوری کریں۔

ماحصل: (۱) بُعْد: عام ہے، ہر طرح کی دوری کے لیے۔

(۲) قَصَا: متعین مقام کے مکینوں سے دوری کے لیے۔

(۳) نَاٰى: ظرف زمانی۔ از راہِ تکبّر دُور رہنے کے لیے۔

(۴) كَفَّرَ: (عن) اللہ تعالیٰ کا سیئات کو حسنات کی بنا پر دُور کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۵) قَضٰى: کسی بڑے کام کی تکمیل کے بعد تتمّہ کے طور پر کوئی کام کرنا۔ نیز دیکھیے ——— "ہٹانا"

۲۰ ——— دوڑنا

کے لیے سَرَعَ، سَعٰى، زَفَّ، رَكَضَ، جَمَحَ، هَرَعَ، نَسَلَ، أَوْفَضَ، هَطَعَ، ضَبَحَ، سَبَقَ اور اِسْتَبَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَرَعَ: بمعنی جو کام کرنے کا ہو اس میں دیر نہ کرنا اور فوراً کر دینا (مف) اور رفتار میں سَرَعَ سے مراد صرف تیز رفتاری ہے۔ تیز تیز چلنا جبکہ کوئی خطرہ بھی نہ ہو (ف۔ل ۲۳) (ضد بَطَأ) قرآن میں ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا (۷۰/۴۳)

جس دن وُہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکل آئیں گے۔

۲۔ سَعٰى: عام رفتار اور تیز دوڑنے کے درمیان کی چال۔ سَعٰى وُہ رفتار ہے جیسے صفا و مروہ کے درمیان چلی جاتی ہے (فل ۱۷۰) قرآن میں ہے:

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَسْعٰى (۳۶/۲۰)

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔

۳۔ زَفَّ: دوڑنے کی معروف چال۔ اور صاحبِ منجد کے نزدیک تیز دوڑنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ (۹۴/۳۷) — پھر (حضرت ابراہیمؑ نے) ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا (اور توڑنا) شروع کیا تو وہ لوگ انکے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔

۴۔ رَكَضَ: رَكَضَ بمعنی ایڑی چلانا۔ رَكَضَ الرَّجُلُ دَآبَّتَهٗ اس نے اپنے جانور کو ایڑ لگائی تاکہ آگے نکل جائے (م۔ل) گھوڑے کو ایڑ لگانا۔ سرپٹ دوڑنا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ (۱۲/۲۱) — جب انہوں نے ہمارے عذاب کا احساس کیا تو اس سے بھاگنے لگے۔

۵۔ جَمَحَ: رسیاں تڑانا۔ گھوڑے کا تیزی کے ساتھ دوڑتے جانا اور سوار کے قابو میں نہ رہنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ (۵۷/۹) — اگر ان کو کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا (زمین کے اندر) گھسنے کی جگہ مل جائے تو اس طرف رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں۔

۶۔ هَرَعَ: لپکنا۔ جذبات سے بے قابو ہو کر دوڑنا۔ لرزہ براندام دوڑنا (فل ۲۳) بے قرار ہو کر لپکنا یا دوڑنا۔ غضب، ضعف، خوف یا سردی کی حالت میں بے قرار ہو کر دوڑنا (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ (۷۸/۱۱) — اور لوطؑ کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے۔

۷۔ نَسَلَ: بلندی سے پستی کی طرف دوڑنا۔ صاحبِ منجد کے نزدیک اس کا معنی تیز چلنا اور گرانا۔ اور ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی ایک چیز سے دوسری چیز آہستہ آہستہ نکالنا ہے (م۔ل) لیکن یہ معنی درج ذیل آیت میں مقصود نہیں۔

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (۹۶/۲۱) — یہانتک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

۸۔ اَوْفَضَ: بمعنی تیز دوڑنا۔ اور اَلْوَفْضَةُ بمعنی چمڑے کا ترکش جس میں تیر رکھے ہوتے ہیں (منجد) اور امام راغب کے نزدیک یوں دوڑنا جیسے شکاری شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں (مف) قرآن میں ہے:

كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ (۴۳/۷۰) — گویا کہ وہ کسی ہدف کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

۹۔ هَطَعَ: سامنے کسی چیز پر ٹکٹکی باندھے مطیع و منقاد ہو کر آگے کو دوڑنا (م۔ل) قرآن میں ہے:

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (۸/۵۴) — وہ اس پکارنے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے اور کافر کہیں گے کہ آج کا دن کتنا سخت ہے۔

۱۰۔ ضَبَحَ: گھوڑے کا یوں سرپٹ دوڑنا کہ وہ ہانپنے لگے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (۱/۱۰۰) — ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ رہے ہوں۔

۱۱۔ سَبَقَ اور اِسْتَبَقَ : سَبَقَ بمعنی آگے نکل جانا۔ مقابلہ میں آگے بڑھنا۔ بھاگنا۔ اور استبق بمعنی مقابلہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرنا۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ (۸/۵۹) — اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وُہ آگے نکل گئے۔ وُہ (اپنی چالوں سے ہم کو) ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ (۱۲/۲۵) — اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور عورت نے یوسفؑ کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا۔

ماحصل :

(۱) سَرَعَ : تیز تیز چلنا۔

(۲) سَعْیٌ : چلنے اور دوڑنے کی درمیانی چال۔

(۳) زَفَّ : دوڑنا عام چال سے۔

(۴) رَكَضَ : سرپٹ دوڑنا۔

(۵) جَمَحَ : رسیاں تڑانا قابو میں نہ رہنا۔

(۶) هَرَعَ : لپکنا۔ جذبات سے بے قابو ہو کر دوڑنا۔

(۷) نَسَلَ : بلند جگہ سے نیچے کو دوڑنا۔

(۸) وَفَضَ : تیز اور محتاط دوڑنا جیسے شکاری جال کی طرف دوڑتا ہے۔

(۹) هَطَعَ : سامنے نظر لگائے اور فرمانبردار ہو کر دوڑتے آنا۔

(۱۰) ضَبَحَ : (گھوڑے کا) اتنا سرپٹ دوڑنا کہ ہانپنے لگے۔

(۱۱) سبق او استبق : مقابلہ میں آگے بڑھنے کی کوشش میں دوڑنا۔

۲۱ — دوڑانا (گھوڑا وغیرہ)

کے لیے اَوْضَعَ اور اَوْجَفَ کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

۱۔ اَوْضَعَ : وَضَعَ بمعنی کسی چیز کا نیچے رکھ دینا، ذلیل کرنا۔ مرتبہ سے گرانا۔ اور وَضَعَ یا اَوْضَعَ البَعِیرُ بمعنی اونٹ کا سر جھکا کر تیز چلنا۔ جس میں کوئی بھلائی کا پہلو نہ ہو (منجد) اور اَوْضَعَ بمعنی (سواری کو) بھگدڑ مچانے کے لیے ادھر ادھر دوڑاتے پھرنا۔ ارشادِ باری ہے :

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ (۹/۴۷) — اگر وُہ تم میں شامل ہو کر نکل بھی کھڑے ہوتے تو سوائے خرابی کے کوئی مفید کام نہ کرتے اور فتنہ بپا کرنے کی خاطر تمہارے ہی درمیان گھوڑے دوڑاتے پھرتے۔

۲۔ اَوْجَفَ : وَجَفَ بیقرار ہونا۔ اضطراب۔ بے چین ہونا۔ اور قَلْبٌ وَّاجِفٌ بمعنی مضطرب دل۔ (مف) اور اَوْجَفَ بمعنی (گھوڑے وغیرہ کو تیز دوڑانا) ارشادِ خداوندی ہے :

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ (۵۹/۶) — اور جو مال اللہ نے ان لوگوں سے اپنے رسول کو دلوایا ہے (اس میں تمہارا کچھ حق نہیں کیونکہ) اس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

ماحصل : (۱) اَوْضَعَ : خرابی پیدا کرنے کے لیے دوڑاتے پھرنا۔

(۲) اَوْجَفَ : بے قراری کی وجہ سے تیز دوڑانا۔

۲۲— دوزخ اور اسکے مختلف نام

کے لیے اَلنَّار، جَھَنَّم، جَحِیم، سَقَر، سَعِیر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَلنَّار: نار (نور) کے معنی آگ معروف لفظ ہے۔ جب اس پر معرفہ کا ال داخل ہو اور امتیاز کے لیے دوسرا کوئی قرینہ بھی نہ ہو۔ تو النار سے مراد دوزخ ہوگی۔ قرآن میں ہے:

اِنَّھُمْ صَالُوا النَّارِ (۳۸/۵۹) بلاشبہ وہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

۲۔ جَھَنَّم: فارسی لفظ جہنام سے معرب ہے۔ بمعنی دار العقوبت۔ سزا اور عقوبت کا گھر (مف) اہل لغت عموماً اسے ماہ جہم کے تحت لاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

جَھَنَّمَ یَصْلَوْنَھَا فَبِئْسَ الْمِھَادُ (۳۸/۵۶) وہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

۳۔ جَحِیم: جَحَمَ بمعنی شیر کا گھورنا اور تیز نگاہوں سے دیکھنا۔ اور جحم بمعنی آگ کا تیز بھڑکنا۔ اور جحیم بمعنی تیز بھڑکنے والی آگ (مف) اور جحیم بمعنی گڑھے میں سخت دہکتی ہوئی آگ۔ سخت گرم جگہ۔ دوزخ (منجد) ارشادِ باری ہے:

خُذُوْہُ فَاعْتِلُوْہُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (۴۴/۴۷) اسے پکڑلو اور کھینچتے کھینچتے جہنم کے بیچوں بیچ ڈال دو۔

۴۔ سَقَر: سَقَرَ بمعنی سورج کا کسی کو جھلسنا۔ اور اَلسَّقَرَۃُ بمعنی سورج کی سخت گرمی اور تپش۔ لُو اور سَقَر بمعنی شدید حرارت جو بدن کو جھلس دے۔ قرآن میں ہے:

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا سَقَرُ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ (۷۴/۲۷-۲۹) اور تم کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟ نہ وہ کسی کو باقی رکھے گی نہ چھوڑے گی اور بدن کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔

۵۔ سَعِیر: سَعَرَ بمعنی آگ کو بھڑکانا اور تیز کرنا (مف) اور اسی نسبت سے دوزخ کو سعیر کہا گیا ہے۔ یعنی ہر دم بھڑکتی رہنے والی آگ۔ قرآن میں ہے:

وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (۴/۱۰) عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

دوزخ کے چند طبقات کے نام:

۱۔ غَیّ: غَوٰی بمعنی گمراہ ہو کر غلط راستہ اختیار کر جانا۔ یہ ضلال سے اگلا درجہ ہے۔ اور غَیّ ایسی گمراہی کو کہتے ہیں جو غلط عقیدہ کی وجہ سے ہو (مف) اور غیّ جہنم کی ایک وادی یا طبقے کا بھی نام ہے جس میں ایسے گمراہ لوگوں کو ڈالا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (۱۹/۵۹) پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے، جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ عنقریب ایسے لوگ غیّ میں جائیں گے۔

۲۔ ھَاوِیَۃ: ھَوٰی یَھْوِیْ بمعنی بلندی سے زمین پر گرنا۔ اور اُھْوِیَّۃ گہرے کنویں کو۔ اور اُھْوِیَّۃ گہرے گڑھے کو (منجد) اور ھَاوِیَۃ دوزخ میں ایک گہرے گڑھے کا نام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا ھِیَہْ۔ سو اس کا مرجع ہاویہ ہے۔ اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے

نَارٌ حَامِيَةٌ (۱۰۱/۷-۹) وُہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔

۳۔ اَلْحُطَمَة : حطم بمعنی روند ڈالنا۔ پیس ڈالنا۔ اور حطمة جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ (۱۰۴/۵-۶) اور آپ کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے، وُہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

۲۳ــــ دوزخ کے فرشتے

کے لیے خزنة، زبانیة (زبن) اور مالك کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ خَزَنَة : خازن کی جمع ہے۔ اور خزن میں دو باتوں، جمع کرنا اور حفاظت کرنا، کا تصور پایا جاتا ہے اور خازن بمعنی جمع شدہ مال کی حفاظت کرنے والا۔ خزانچی۔ دوزخیوں کے چوکیدار اور پہریدار داروغے قرآن میں ہے:

سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۶۷/۸) انہیں (جہنم کے) داروغے پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا تھا۔

۲۔ زَبَانِيَة : (زبنية کی جمع) زَبَانِي الْعَقْرَب بمعنی بچھو کا ڈنک (منجد) زبانیة دوزخ کے وُہ سخت گیر اور تند خو فرشتے ہیں جو دوزخیوں کو دوزخ کی طرف دھکیلیں گے۔ قرآن میں ہے:

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (۹۶/۱۸) تو وُہ اپنے یاروں کی مجلس کو بلا لے۔ ہم بھی اپنے موکلانِ دوزخ کو بلائیں گے۔

۳۔ مالك : دوزخ کے داروغوں کا سردار یا سردار کا نام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (۴۳/۷۷) اور دوزخی پکاریں گے کہ اے مالک! کاش تیرا پروردگار ہمیں موت ہی دے دے۔

۲۴ــــ دوست

کے لیے قرین، رفیق، ولی اور موالی، صدیق اور صدّیق، خلیل، حمیم، ولیجة (ولج) بطانة (بطن)، خذول اور اخدان (خدن) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ قَرِيْن : اَلْقَرَن۔ وُہ رسی جس سے دو اُونٹ باندھے جائیں۔ اور اَلقِرن بمعنی ہم سر۔ مقابل۔ شجاعت یا علم میں نظیر (منجد) اس کا اطلاق جاندار اور بے جان سب چیزوں پر ہوتا ہے (فق ل ۲۲۵)۔ اور قِرَانُ السَّعْدَيْن بمعنی دو سعد ستاروں کا ایک برج میں جمع ہونا۔ اور امام راغب کے الفاظ میں قرین وُہ آدمی ہے جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بہادری، قوت اور دیگر اوصاف میں اس کا ہمسر ہو۔ (مف) اس لفظ کا استعمال عموماً بُرے معنوں میں ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ یہانتک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش!

بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ (۴۳/۳۸) — مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ تُو تو بُرا ساتھی ہے۔

۲۔ رَفِیْق: اَلرِّفْقُ نرم برتاؤ۔ مہربانی کا سلوک اور وہ چیز جس سے مدد لی جائے۔ اور مِرْفَقَۃ بمعنی چھوٹا تکیہ (منجد) اور رَفِیْق بمعنی ہمدرد ساتھی۔ نرم دل۔ موافقت کرنے اور قریب رہنے والا (م۔ل)۔ اور رفق کی ضد عنف بمعنی سختی اور سنگدلی ہے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (۴/۶۹) — وہ لوگ قیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا۔ یعنی انبیا، اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔

۳۔ وَلِی: الولاء بمعنی محبت۔ دوستی، نزدیکی۔ رشتہ داری (مف) اور قرابت (م۔ل) اور ولی بمعنی مددگار غمگسار، تنگی ترشی میں کام آنے والا۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (۲/۲۵۷) — اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا دوست ہے جو انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔

اور اَلْوَلَاء بمعنی ولایت، ترکہ کی وراثت۔ اور مَوَالِی (واحد مولی) بمعنی ترکہ کے وارث۔ مزید تفصیل وراثت کے تحت دیکھیے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴/۳۳) — اور جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تو ہم نے ہر اک کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔

۴۔ صَدِیْق: سچا اور وفادار دوست۔ دوستی نباہنے والا دوست۔ اور صداقت بمعنی دلوں کا مودت پر متفق ہونا (فق ل ۹۸/۲۲۹) ارشادِ باری ہے:

وَلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ ۔۔۔ اَوْ صَدِيْقِكُمْ۔ — تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اپنے گھروں سے کچھ کھا لو ۔۔۔ یا اپنے دوست کے گھر سے۔

اور صِدِّیْق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی راستباز اور سچا دوست۔ قرآن میں ہے:

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ۔ (۱۲/۴۶) — یوسف اے بڑے سچے دوست ہمیں (اس خواب کی تعبیر) بتائیے کہ سات موٹی گایوں کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں۔

۵۔ خَلِیْل: خُلَّۃ اور خِلَال بمعنی دوستی کا دل میں سرایت کر جانا (مف) پکی اور گہری دوستی اور خلیل بمعنی مخلص اور گہرا دوست (ج اَخِلَّاء) ارشادِ باری ہے:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ (۴/۱۲۵) — اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنا لیا تھا۔

۶۔ حَمِیم: بنیادی طور پر تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) سیاہ ہونا (۲) گرم ہونا (۳) قریبی ہونا۔ (م۔ل) اور حَمَّ بمعنی گرم کرنا۔ اور حَمَّ الظَّھِیرَۃ بمعنی دوپہر کے وقت شدت کی گرمی (منجد) اور حمیم بمعنی گرمجوشی دکھلانے والا دوست یا قریبی دوست۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا يُبَصَّرُونَهُمْ (۷۰/۱۶) — اور (اسدن) کوئی دوست کسی دوست کا پرسانِ حال نہ ہوگا (حالانکہ) وُہ ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے۔ (جالندھری)

۷۔ وَلِیجَة: وَلَجَ بمعنی داخل ہونا۔ اور وَلِیجَة ایسا دوست ہے جو کسی کے معاملات میں دخیل کار ہو۔ معتمد علیہ۔ اور اس کا دوسرا معنی "وہ آدمی جو دوسری قوم سے بھی چمٹا رہے" (منجد) مفہوم دونوں کا تقریبًا ایک ہی نکلتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللّٰهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً (۹/۱۶) — اور ابھی تو خدا نے ایسے لوگوں کو متمیز کیا ہی نہیں جنھوں نے تم میں سے جہاد کیے اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔

۸۔ بِطَانَة: بطن بمعنی پیٹ اور ہر چیز کا اندرونی حصّہ۔ اور بطانۃ بمعنی بھید۔ پوشاک کا استر آدمی کے اہل وعیال اور خواص (منجد) اور بطانۃ سے مراد ایسا دوست ہے جو ہم راز یا رازدان اور کسی کے اندرونی معاملات سے واقف ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸) — اے ایمان والو کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازدار نہ بنانا۔ یہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے

۹۔ خَذُول: خذل بمعنی کسی کی مدد نہ کرنا اور ساتھ چھوڑ جانا۔ اور خَذُول ایسے دوست کو کہتے ہیں جو زبانی تو دوستی کا دم بھرتا ہو لیکن وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ جائے (منجد) دغا دے جانے والا۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنسَانِ خَذُولًا (۲۵/۲۹) — اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔

۱۰۔ اخدان: (خدن اور خدنۃ کی جمع) بمعنی یار باش آدمی عاشق مزاج۔ یار۔ آشنا۔ بدکار۔ دوست چھپی دوستی رکھنے والا۔ جنسی خواہش پوری کرنے والا۔ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (۴/۲۵) — وُہ عورتیں پاکدامن ہوں نہ تو کھلم کھلا بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ درپردہ دوستی رکھنے والی۔

ماحصل: (۱) قرین: ہم سر۔ ہم پلہ اور ہم عمر۔ کرنے والا۔
(۲) رفیق: ہمدرد اور نرم دل دوست۔ صِدّیق: راست باز اور دوستی نباہنے والا۔
(۳) صدیق: دوستی نباہنے والا۔ دل سے موافقت (۴) ولی: مددگار و غمگسار۔ حامی وناصر۔

(۴) مَوَالِی: قریبی اور ترکہ کا وارث۔
(۵) خَلِیْل: پکا اور گہرا دوست جس سے دلی محبت ہو
(۶) حَمِیْم: گرمجوشی دکھلانے والا۔
(۷) وَلِیْجَۃ: دخیل کار، معتمد علیہ۔
(۸) بِطَانَۃ: ہم راز یا رازدان۔
(۹) خَذُوْل: وقت پڑنے پر دغا دے جانے والا۔ اور
(۱۰) اَخْدَان: آشنا۔ یار۔ بدکار دوست۔

دوست بنانا کے لیے تَوَلّٰی آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ (۲۲/۴) — یہ بات طے ہو چکی کہ جو شخص بھی شیطان کو دوست بنائیگا تو وہ اسے بہکا کر چھوڑے گا۔

۲۵ — دھتکارا ہوا

کے لیے رَجِیْم، دُحُوْر اور مَدْحُوْر اور خَاسِئ (خسأ) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَجِیْم: رَجَم بمعنی دُور سے پتھر کنکر پھینکنا (مف) مادی اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ اور رَجِیْم بمعنی ملعون، مردود۔ قرآن میں ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (۱۶/۹۸) — جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔

۲۔ دُحُوْر: دَحَرَ کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) دھتکارنا (۲) دُور کرنا (م ل) یعنی کسی کو دھتکار کر وہاں سے نکال دینا۔ قرآن میں ہے:

دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ (۳۷/۹) — (یہ شیطان) دھتکارے جاتے ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ (۷/۱۸) — اللہ تعالیٰ نے (ابلیس سے) کہا، اس (جنت) سے نکل جا۔ پاجی مردود۔

۳۔ خَسَأَ: بمعنی کتے یا سور کو دھتکارنا۔ (منجد) ذلیل اور حقیر سمجھ کر دھتکارنا۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (۲۳/۱۰۸) — اللہ فرمائے گا۔ اسی (دوزخ) میں پھٹکارے ہو کر پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

ماحصل: (۱) رَجِیْم: بمعنی مردود اور ملعون۔ (۲) دَحُوْرًا: دھتکارا اور نکالا ہوا۔ (۳) خَاسِئ: حقیر اور ذلیل ہونے کی وجہ سے دھتکارا ہوا۔

۲۶ — دُھندلانا — دُھندلا نظر آنا

کے لیے اِنْکَدَرَ، اَبْیَضَّ، عَمِیَ اور غُمَّۃ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِنْکَدَرَ: کَدَرٌ بمعنی گدلا پن (ضد صَفَاءٌ) عَیْشٌ کَدِرٌ بمعنی تیرہ زندگی۔ اور کُدْرَۃٌ بمعنی

رنگ کا گدلا ہونا (مف) رنگ میلا اور ہلکا پڑ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ (۸۱/۲) اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔

۲۔ اَبْيَضَّ: بیاض بمعنی سفیدی (ضد سَوَاد بمعنی سیاہی) اور بیاض العین بمعنی آنکھ کی سفیدی۔ اور اِبْيَضَّتْ عَيْنُهُ بمعنی اس کی آنکھ سفید یا بے نور ہو گئی۔ قرآن میں ہے:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (۱۲/۸۴) اور غم کے مارے یعقوبؑ کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور وہ غم سے بھرے ہوئے تھے۔

۳۔ عَمِيَ: عَمِی بمعنی آنکھ کا یا دل کا اندھا ہونا۔ اور عَمِيَتِ الْاَخْبَارُ عَنْ فُلَانٍ بمعنی فلاں آدمی کا کچھ پتہ نہیں لاپتہ ہے۔ اور عَمِيَ الْمَعْنٰى بمعنی مفہوم یا مطلب کا پوشیدہ رکھنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى (۴۱/۴۴) اور جو لوگ (قرآن پر) ایمان نہیں رکھتے اُن کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ قرآن ان پر دھندلا رہتا ہے۔

۴۔ غُمَّةً: غَمٌّ بمعنی کسی چیز کو چھپانا اور غُمّٰى بمعنی تاریکی اور غبار۔ اور غمام بمعنی بادل جو سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور غُمَّةُ الْاَمْرِ بمعنی معاملہ کا پیچیدہ اور مشتبہ ہونا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ (۱۰/۷۱) تم اور تمہارے شریک سب مل کر ایک معاملہ پر متفق ہو جاؤ۔ پھر تمہارا یہ معاملہ تم میں سے کسی پر پوشیدہ نہ رہے پھر جو کچھ میرے حق میں کر سکتے ہو وہ کر دو اور مجھے مہلت نہ دو۔

ماحصل: (۱) انکدر: کسی چیز کے رنگ کے پھٹک جانے اور میلا پڑنے کے لیے۔

(۲) عَمِيَ الْاَمْرُ: کسی معاملہ کے پوشیدہ یا دھندلا رہنے کے لیے۔

(۳) اَبْيَضَّ عَيْنُهُ: آنکھ کے بے نور ہونے اور (۴) غُمَّةُ الْاَمْرِ: کسی معاملہ کے مبہم رہنے کیلیے آتا ہے۔

نیز دیکھیے ——— "دیکھنا" (کیفیتِ نظر)

۲۷ ——— دھواں

کے لیے دُخَان، نُحَاس اور يَحْمُوْم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دُخَان: دھواں معروف چیز ہے۔ البتہ امام راغب نے یہ تخصیص کی ہے کہ اس سے مراد وہ دھواں ہے جو آگ کے شعلوں کے ساتھ نکلتا ہے۔ (مف) حالانکہ دھواں آگ کے شعلہ سے پہلے بھی نکلتا ہے۔ اور وہ بھی دُخان ہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ (۴۱/۱۱) پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اس وقت (محض) دھواں تھا۔

۲۔ نُحَاس: بمعنی تانبا۔ اور ایسی آگ جس کا رنگ تانبے کی مانند ہو۔ اور ایسا دھواں بھی جس میں اس رنگ کی آگ کے شعلے لپٹ رہے ہوں (مف) سرخ اور سخت گرم دھواں۔ آگ اور دھوں

ملے ہوئے ہوں تو یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ (۵۵/۳۵)
(اے جنّ وانس) تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔

۳۔ یَحْمُوْم: حَمَّ کے بنیادی معنوں میں سے ایک معنیٰ سیاہ ہونا بھی ہے (م ل) اور حُمَّة بمعنی کوئلہ۔ راکھ اور آگ میں جلی ہوئی ہر شے (منجد) اور یَحْمُوْم ایسے دھواں کو کہتے ہیں جو گرم بھی ہو اور سیاہ اور غلیظ بھی۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (۵۶/۴۲)
اور بائیں والے، کیسے ہوں گے بائیں والے؟ وُہ آگ کی لپٹ اور گرم پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔

ماحصل: (۱) دُخَان: کا لفظ عام ہے (۲) نُحَاس: تانبے جیسے رنگ کے آگ کے سُرخ دھوئیں کو۔ اور (۳) یَحْمُوْم: سیاہ رنگ کے غلیظ دھوئیں کو کہتے ہیں۔

۲۸ ــــــ دُھوپ

کے لیے شَمْس، ضُحٰی اور حَرّ اور حَرُوْر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ شَمْس: بمعنی سورج کی ٹکیہ بھی اور دھوپ بھی۔ شَمَسَ یَوْمُنَا بمعنی دن کا دُھوپ والا ہونا۔ ابر آلود نہ ہونا (مف) اور شَمَّسَ بمعنی کسی کو دُھوپ میں رکھنا۔ اور شَمْس سے جب دُھوپ مراد ہو تو یہ کسی وقت کی بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم اس سے عموماً شدّت کی دُھوپ اور اس کی گرمی ہی مراد لی جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا۔ (۷۶/۱۳)
وُہ (جنتی لوگ) اس (جنّت) میں نہ دھوپ (کی حدّت) دیکھیں گے اور نہ سردی کی شدّت۔

۲۔ ضُحٰی: بمعنی سورج کے چڑھ کر اُوپر آنے اور دُھوپ کے پھیل جانے کا وقت۔ چاشت کا وقت اور اس وقت اور اس وقت کی دھوپ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا۔ (۷۹/۲۹)
اور اسی نے رات تاریک بنائی اور (دن کو) دُھوپ نکالی۔

۳۔ حَرّ: حَرّ اور حَرَارَت بمعنی گرمی اور گرمی کا وقت۔ چونکہ گرمی کے وقت کا تعلق سورج اور دھوپ کی حدّت سے ہے لہٰذا دوپہر کی سخت دُھوپ کو بھی حَرّ کہتے ہیں اور گرم موسم کو بھی۔ قرآن میں ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا (۹/۸۱)
اور وُہ (دوسروں سے بھی) کہنے لگے، گرمی میں مت نکلو۔ ان سے کہدو کہ جہنم کی آگ اس سے بھی کہیں سخت گرم ہے۔

۴۔ حَرُوْر: (ضد ظلّ بمعنی سایہ) بمعنی گرم ہوا۔ لُو۔ تپش (مف) جو شدت کی دُھوپ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ (۳۵-۲۰-۲۱) — اور نہ اندھیرا اور روشنی (برابر ہو سکتے ہیں، اور نہ سایہ اور دُھوپ۔

ماحصل: (۱) شَمْس: دھوپ کے لیے عام لفظ۔ (۲) حَرّ: دوپہر کی گرم دھوپ۔
(۳) ضُحٰی: چاشت کے وقت کی دُھوپ۔ (۴) گرم دھوپ سے پیدا شدہ لُو اور تپش۔

۲۹ — دھوکا دینا

کے لیے غَرَّ، خَدَعَ، خَانَ (خون) خَذَلَ، رَاغَ (روغ) اور خَتَرَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَرَّ: بمعنی کسی کو غافل پاکر اس سے اپنا مقصد حاصل کرنا۔ فریب دینا۔ پھانسنا (مف) اور غُرُوْر اور متاع الغرور بمعنی اباطیل الدنیا اور غُرُوْر بمعنی دھوکا دینا (غ پر ضمہ) اور غَرُوْر (غ پر فتحہ) بمعنی دھوکا دینے والا ہے۔ اور غرور بمعنی ہر وُہ وہم جو انسان کو تکلیف سے دوچار کردے، جیسے پیاسے کو سراب (فق ل ۲۱۴) ارشادِ باری ہے:

وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (۵۷/۱۴) — اور (لاطائل) آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا، یہانتک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور دھوکا دینے والا (شیطان) خدا کے بارے میں تمہیں دھوکا دیتا رہا۔

۲۔ خَدَعَ: حقیقت کو چُھپا کر دُوسرے کو اندھیرے میں رکھنا (م-ل) اور بمعنی کسی سے راہِ صواب کو چھپانا تاکہ وُہ مکروہ میں جا پڑے (فق ل ۲۱۴) جو کچھ دل میں ہو اس کے علاوہ کچھ اور ظاہر کرکے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وُہ درپے ہو۔ چکمہ دینا (مف) اور طریق الخدوع ایسے راستہ کو کہتے ہیں جو کبھی دکھائی دے اور کبھی گم ہو جائے۔ اور رسول اللہ نے جو فرمایا ہے "اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ" تو خُدْعَةٌ کے معنی دھوکا یا مکروفریب نہیں بلکہ جنگی چال ہے جیسے فوج کو اس طریقہ سے کھڑا کرنا کہ اصل تعداد سے بہت زیادہ معلوم ہو۔ یا لشکر کا پسپا ہونا کہ دشمن کو نرغہ میں لیا جا سکے۔ گویا ایسے طریقوں سے مقابل کو اندھیرے میں رکھ کر اپنا مطلب نکال لیا جاتا ہے۔ اس میں مکروفریب یا دھوکے کی کوئی بات نہیں۔ اور اگر مقصد نیک ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ارشادِ باری ہے:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (۲/۹) — منافق لوگ اللہ کو اور ایمانداروں کو چکمہ دینا چاہتے ہیں مگر (درحقیقت) وُہ اپنے سوا کسی کو چکمہ نہیں دیتے۔

۳۔ خَانَ: بمعنی خفیہ طور پر عہد شکنی کرنا۔ اور یہ لفظ عہد، امانت اور نفاق (دین میں خیانت) کے لیے خاص ہے (مف) اور خَوَّان اسم مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بہت بڑا دھوکہ باز۔ بڑا خائن۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (۸/۵۸) — اگر آپ کو کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو ان کا عہد برابری کی سطح پر ان کی طرف پھینک دو کہ اللہ تعالیٰ دغا بازوں کو دوست نہیں رکھتا۔

۴۔ خَذَلَ: زبانی دوستی کا دم بھرنے والا اور وقت پڑنے پر دغا دینے والا (تفصیل "دوست" میں دیکھیے)

۵۔ رَاغَ إِلَىٰ: بمعنی چپکے سے کسی کی طرف مائل ہونا۔ اور رَاغَ عَلَىٰ بمعنی کسی پر پل پڑنا، رَوَّاغ بمعنی مکر و فریب اور رَوَّاغ بمعنی فریبی۔ بڑا دھوکہ باز۔ لومڑی کو بھی رَوَّاغ کہا جاتا ہے۔ اور رَاوَغَہٗ بمعنی اس نے دھوکہ دے کر اسے پچھاڑ دیا۔ (منجد) اور امام راغب کے نزدیک اس کا معنی کسی حیلہ اور تدبیر کی خاطر ایک جانب مائل ہونا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ۔ (۳۷/۹۱) — تو حضرت ابراہیمؑ ان کے معبودوں کی طرف جا گھسے اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟

۶۔ خَتَرَ: بمعنی بُری طرح بے وفائی کرنا۔ اور تَخَتَّرَ بمعنی ڈھیلا ہونا۔ سُست ہونا ہے (منجد) امام راغب کے نزدیک الختر ایسی غداری کو کہتے ہیں جسے اتنی کوشش سے کیا جائے کہ انسان کمزور پڑ جائے اور اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں (مف) یعنی مسلسل دھوکہ دیتے اور بے وفائی کرتے چلے جانا۔ ارشادِ باری ہے:

مَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ۔ (۳۱/۳۲) — اور ہماری نشانیوں سے وُہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناشکرے ہیں۔

ماحصل: (۱) غَرَّ: غفلت سے فائدہ اٹھا کر دھوکہ دینا۔
(۲) خَدَعَ: حقیقت کو چھپا کر اپنا مقصد حل کرنا اور مخالف کو دھوکا دینا۔
(۳) خَانَ: عہد اور امانت اور دین میں خفیہ طور پر دھوکا دینا۔
(۴) خَذَلَ: کسی دوست کا وقت پڑنے پر دھوکا دے جانا۔
(۵) رَاغَ: حیلہ اور تدبیر کی خاطر ایک جانب مائل ہونا۔ دھوکہ دے جانا۔
(۶) خَتَرَ: بُری طرح بے وفائی کرنا اور مسلسل کرتے جانا۔

نیز دیکھیے "تدبیر کرنا" — دھونا کے لیے دیکھیے "نہانا دھونا"

۳۰ — دیکھنا

کے لیے رَأَىٰ (رءی) نَظَرَ، بَصُرَ اور بَصُرَ، اٰنَسَ اور ذَرَّ کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ سب افعالِ قلوب سے ہیں۔ یعنی اس کے دیکھنے کا تعلق صرف آنکھ سے نہیں بلکہ قلب و دماغ سے بھی ہے۔ دیکھنے کی کیفیت کے لحاظ سے شَخَصَ، لَمَحَ، هَطَعَ، عَشَا، اَغْمَضَ، زَاغَ، بَرَقَ کے الفاظ بھی قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ رَاٰی: کسی چیز کا ادراک کرنا۔ دیکھنا۔ خواہ وُہ آنکھوں سے ہو یا غور و فکر، عقل و بصیرت یا وہم وخیال کے لحاظ سے رَاٰی کا استعمال عام ہے۔ خواہ حالتِ بیداری ہو یا خواب میں اور بمعنی آخری نظر۔ غور و تامّل سے دیکھنا۔ ارشاد باری ہے:۔

(۱) آنکھوں سے: اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا (۱۲/۴) — میں نے گیارہ ستارے دیکھے ہیں۔

(۲) غور و فکر سے: اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ (۱۰۷/۱) — بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔

۲۔ نَظَرَ: نظر ڈالنا۔ دیکھنا۔ تاکہ کوئی چیز نظر آئے (فق ل ۵۹) خواہ وُہ چیز نظر آئے یا نہ آئے۔ اس کا استعمال بھی دونوں طرح سے ہوتا ہے۔

(۱) وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ نَّظَرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ۔ (۹/۱۲۷) — اور جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وُہ ایک دُوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔

(۲) فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ (۲۷/۳۳) — تو جو تو حکم دے اس (کے انجام) پر نظر کر لے۔

تاہم نظر کا استعمال بالعموم آنکھوں سے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

۳۔ بَصَرَ: بَصَرَ کا لفظ نگاہ کے لیے اور دیدۂ دل سے دیکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، آنکھوں سے دیکھنے کے لیے یہ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (۷/۱۹۸) — اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ (بظاہر آنکھیں کھولے) تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں مگر وُہ (فی الواقع) کچھ نہیں دیکھتے۔

اس آیت میں رَاٰی، نَظَرَ اور بَصَرَ تینوں مترادفات آ گئے ہیں۔ اور ان کے درمیان فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔ رَاٰی کا لفظ خیال کرنے کے لیے نظر کا آنکھوں سے دیکھنے کے لیے اور بَصَرَ کا لفظ دیدۂ دل سے دیکھنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

اور بَصُرَ کا لفظ بَصَرَ سے بھی اخص ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِہٖ (۲۰/۹۶) — سامری نے کہا: میں نے ایسی چیز دیکھی جو دُوسروں نے نہیں دیکھی۔

یہاں ایسی چیز سے مراد وُہ بات ہے جو اس کے ذہن میں آئی تھی۔ مگر دوسروں کے ذہن میں نہ آسکی۔

۴۔ اٰنَسَ: اٰنَسَ کے معنی نہ غور کرنا ہے نہ نظر سے دیکھنا اور نہ دیدۂ دل سے دیکھنا بلکہ اس کا معنی مانوس ہونا یا کسی چیز کا قرائن سے معلوم ہونا۔ اور امام راغب کے الفاظ میں کسی سے انس پانا (مف) ہے تاہم اپنی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے اس کا ترجمہ دیکھنا سے کر لیا جاتا ہے یعنی دُور سے یا گہری نظر سے دیکھ کر معلوم کر لینا۔ قرآن میں ہے:

(۱) فَقَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ — حضرت موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا، تم یہاں

نَارًا (۲۰/۱۰) ٹھیرو، میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا (۴/۶) اگر تم ان میں عقل کی پختگی دیکھو۔

۵۔ زَارَ: زَارَهُ بمعنی کسی کی ملاقات کرنے کے لیے جانا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کو دیکھنے اور اُسے ملنے کے لیے آنا۔ زیارت کرنا (م۔ق) اور زَوْر بمعنی سینہ کا بالائی حصہ۔ اور زُرْتُ فُلَانًا بمعنی میں نے اپنا سینہ اس کے سامنے کیا یا اس کے سینہ کا قصد کیا (یعنی ملاقات کی (مف) قرآن میں ہے:

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۱۰۲/۲-۱) تمہیں کثرتِ (مال) کی ہوس نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔

ماحصل: (۱) رَأَى: کسی بات پر غور کرنے کیلیے (۲) نَظَرَ: کا استعمال عموماً نظر ڈالنے کے لیے۔ (۳) بَصُرَ: دیدۂ دل سے دیکھنے کے لیے۔ (۴) آنَسَ: دیکھنا بمعنی معلوم کرنا۔ پانا۔ اور (۵) زَارَ: کسی چیز کے دیکھنے کو جانے یا زیارت کرنے کے لیے آتا ہے۔

۲۱ — دیکھنا (کیفیتِ نظر)

کیفیتِ نظر کے لیے شَخَصَ، لَمَحَ، هَطَعَ، عَشَا، اَغْمَضَ، زَاغَ اور بَرِقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ شَخَصَ: بمعنی آنکھوں کا پتھرا جانا۔ آنکھوں کا بے نور ہونا اور پلک نہ جھپکنا (فل ۱۰۳) قرآن میں ہے:

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا (۲۱/۹۷) اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آ جائے تو ناگاہ کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔

۲۔ لَمَحَ: نگاہ کی لپک۔ جلدی سے کسی چیز کی طرف نظر ڈالنا۔ آنکھ کا جھپکنا (فل ۱۰۲)

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ (۱۶/۷۷) اور قیامت کا آنا یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی جلد تر۔

۳۔ هَطَعَ: ٹکٹکی باندھے سامنے دیکھتے اور دوڑتے جانا۔

مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ (۱۴/۴۳) لوگ سر اٹھاتے (قیامت کے میدان کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے۔ اُن کی نگاہیں ان کی طرف لوٹ نہ سکیں گی۔

۴۔ عَشَا (عشو) اس کے بنیادی معنٰی اندھیرے کی وجہ سے چیزوں کو واضح نظر نہ آنا۔ (م۔ل) اور کبھی یہ لفظ محض اندھیرے کے وقت کے لیے آ جاتا ہے۔ اَلْعِشَاءُ بمعنی شام کے بعد کا وقت۔ رات کی نگاہ کا کمزور ہونا۔ رات کا کھانا۔ اور عَشِيَ يَعْشَى عَشِيًّا وَعِشَاوَةً۔ بمعنی رات کو نظر نہ آنا۔ رتوندا ہونا۔ شب کوری (منجد) اور عِشْوَةٌ بمعنی وہ شعلہ جو رات کے وقت دُور سے دکھائی دے۔

(م-ق) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔ (۴۳/۳۶)
اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کرلے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ جو اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔

۵- اَغْمَضَ عَيْنَهٗ: بمعنی کسی کا اپنی آنکھ بند کرنا۔ اور اَغْمَضَ عَنِ الشَّيْءِ بمعنی چشم پوشی کرنا۔ تجاوز کرنا (منجد) یعنی کسی بُری چیز کو دیکھنے یا جاننے کے باوجود دوسرے کو ایسا معلوم کرانا کہ جیسے اس کے متعلق کچھ خبر نہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ (۲/۲۶۷)
اور بُری اور ناپاک چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا قصد نہ کرو۔ اور تم خود ایسی چیز قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوگے۔ اِلّا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔

۶- زَاغَ: بمعنی راہِ حق سے انحراف کرنا۔ اور زَاغَ الْبَصَرُ بمعنی نظر کا تھک جانا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک نگاہ نے غلطی کی اور ایک طرف ہٹ گئی۔ ارشادِ باری ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (۵۳/۱۷)
(رسول اکرمؐ کی) نظر نہ تو ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔

۷- بَرِقَ: برق بمعنی چمکنے والی بجلی۔ اور بَرِقَ الْبَصَرُ بمعنی بجلی کی چمک یا کوند یا کسی تیز روشنی سے آنکھ کا چندھیا جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ (۷۵/۷)
پس جب آنکھیں چندھیا جائیں۔

ماحصل: (۱) شَخَصَ: آنکھوں کا پتھرا جانا۔ (۵) اَغْمَضَ: چشم پوشی کر جانا۔
(۲) لَمَحَ: آنکھ کا جھپکنا۔ (۶) زَاغَ الْبَصَرُ: نظر کا تھک کر بہک جانا۔
(۳) هَطَعَ: ٹکٹکی باندھے سامنے دیکھنا۔ (۷) بَرِقَ: تیز روشنی سے آنکھوں کا چندھیا جانا۔
(۴) عَشَا: اندھرا آنا ہونا۔ رات کی نگاہ کمزور ہونا۔

۳۲ ـــــ دکھلانا

کے لیے قرآن کریم میں اَرٰى۔ اَرٰى۔ رِيَاء۔ بَصَّرَ اور تَبَرَّجَ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱- اَرٰى يُرِيْ (رَاٰى سے باب افعال) بمعنی دوسروں کو دکھلانا۔ یہ لفظ بھی مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) مادی لحاظ سے: اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ (۴۶/۴)
مجھے دکھلاؤ تو، کہ (معبودانِ باطل نے) زمین میں کونسی چیز پیدا کی ہے۔

(۲) معنوی لحاظ سے: لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ
تاکہ تم خدا کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات

بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (۴/۱۰۵)	فیصل کرو۔

(یہاں "اَرٰی" سے مراد خداداد بصیرت بھی ہے اور وحی خفی بھی)

اور اَرٰی یُرَاءِ (رأی سے باب تفاعل) بمعنی ایک دوسرے کو دکھلانا۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (۴/۱۴۲)	اور منافق جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ڈھیلے ڈھالے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ کا ذکر تھوڑا ہی کرتے ہیں۔

اور رِیَاء بھی اسی معنی میں آتا ہے یعنی دکھلاوا کرنا۔ نمائش کرنا۔ ایسا کام کرنا جس کا مقصد ہی دوسروں کو دکھلانا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ (۴/۳۸)	اور وہ لوگ جو اپنا مال دوسروں کو دکھلانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں۔

۲۔ بَصَّرَ: اس طرح دکھلانا کہ دوسرا پہچان اور سمجھ لے۔ احوال و آثار سے واقف کرنا (مف) قرآن میں ہے:

لَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا يُّبَصَّرُوْنَهُمْ (۷۰/۱۱)	کوئی دوست دوسرے دوست کا پرسانِ حال نہ ہوگا (حالانکہ) وہ ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہونگے

۳۔ تَبَرَّجَ: بَرَجَ بمعنی بلند ہونا۔ ظاہر ہونا (منجد) بُرج معروف لفظ ہے۔ اور تبرجت المرأۃ بمعنی عورت کا اجنبیوں کو اپنی زینت اور اپنے محاسن دکھلانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (۳۳/۳۳)	اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور جس طرح سے دورِ جاہلیت میں اظہارِ تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھلاؤ۔

ماحصل: (۱) اَرٰی اور اَرٰی: محض دکھلانے کے لیے۔

(۲) بَصَّرَ: اس طرح دکھانا کہ دوسرا پہچان جائے اور

(۳) تَبَرُّج: زیب و زینت کے دکھلانے کے لیے آتا ہے۔

۳۲ —— دِین

کے لیے دِیْن، شَرِیْعَة اور مِلَّة کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دِیْن: دِیْن کا لفظ بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مختصراً یہ چار معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی کامل اور مکمل حاکمیت (۲) انسان کی مکمل عبودیت اور بندگی (۳) قانونِ جزا و سزا۔ اور (۴) اس قانونِ جزا و سزا کے نفاذ کی قدرت۔ پھر تو یہ لفظ کسی ایک معنی میں بھی آجاتا ہے اور کبھی ایک سے زیادہ معانی میں۔ مثلاً اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (۳۹/۳) میں یہ لفظ چاروں مفہوم ظاہر کر رہا ہے۔ اب دین کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو کچھ باتوں کا حکم دے، کچھ کاموں سے منع کرے اور

جو شخص اس کے خلاف کرے اسے جزا و سزا بھی دے۔ چنانچہ ایسے احکام جو آدم سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ تک غیر متبدل رہے ہیں، یہی اصل دین ہے مثلاً شرک کی حرمت۔ قتل ناحق، چوری، زنا، فواحش وغیرہ سے اجتناب اور آخرت کا محاسبہ وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کو تسلیم کرنے اور فرمانبردار بننے کا نام اسلام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (۳/۱۹) — دین تو اللہ کے نزدیک اسلام (فرمانبرداری) ہی ہے۔

۲۔ شَرِیْعَة : شَرَعَ کا لغوی معنی واضح راستہ متعین کرنا (مف) ہے۔ اور شَرِیْعَة سے مراد وہ احکام ہیں جو زمانہ کی ضرورتوں اور احوال و ظروف کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً حضرت آدمؑ کی اولاد میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا کہ یہ ایک اضطراری امر تھا جو بعد کی شریعتوں میں حرام قرار دیا گیا۔ حضرت یعقوبؑ کی زوجیت میں دو حقیقی بہنیں تھیں جو بعد کی شریعتوں میں حرام قرار دی گئیں۔ اسی طرح اس دور میں سجدہ تعظیمی جائز تھا جو بعد میں حرام کر دیا گیا۔ سابقہ شریعتوں میں اموالِ غنیمت سے استفادہ ناجائز تھا جو امت مسلمہ کے لیے حلال قرار دیا گیا۔ غرضیکہ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ دین اور شریعت کے فرق کو خود رسول اللہ نے ان الفاظ میں سمجھایا کہ:

اَلْاَنْبِيَاءُ إِخْوَةُ الْعَلَّاتِ أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ (متفق علیہ) — تمام انبیاء علاتی بھائی (وہ بھائی جن کا باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں) ہیں۔ کہ ان کی مائیں (شریعتیں) الگ الگ ہیں اور ان کا دین (باپ) ایک ہی ہے۔

اور قرآن میں ہے:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ (۴۲/۱۳) — اس (اللہ) نے تمہارے لیے دین سے راہ متعین کی۔

۳۔ مِلَّت : دین اور شریعت میں سب کچھ منزل من اللہ اور الہامی کتاب میں مذکور ہوتا ہے۔ سب سے پہلے نبی خود ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا پابند ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ ان احکاماتِ الٰہیہ کی تبلیغ کر کے متبعین کی ایک جماعت بناتا اور ان سب کو ان احکامات کا پابند بناتا اور اسلامی نظام قائم کرتا ہے۔ اس نظام کا نام ملت ہے۔ گویا ملت احکام و فرامین کا نام نہیں بلکہ اس نظام کا نام ہے جس میں نبی امیر، مامور اس نبی کے پیروکار اور ان کا دستور احکام الٰہیہ (دین، شریعت) اور جماعت پر امیر کی اطاعت لازم قرار دی گئی ہے۔ مترجم حضرات مختصراً ملت کا ترجمہ "دین" ہی لکھ دیتے ہیں حالانکہ دین تو سب انبیاء کا ایک ہی ہے البتہ ملت کی نسبت کسی مخصوص نبی ہی کی طرف کی جا سکتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (۳/۹۵) — پس تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو سب سے بے تعلق ہو کر ایک اللہ ہی کے ہو گئے تھے۔

ما حصل: (۱) دین : وہ احکام الٰہیہ جو حضرت آدمؑ سے حضرت محمدؐ تک غیر متبدل رہے ہیں اور ان کی اطاعت۔

(۲) شریعت : وہ احکامِ الٰہیہ جو احوال و ظروف زمانہ کے متعلق تبدیل ہوتے رہے۔

(۳) مِلّت: وہ نظام جو ایک نبی احکام الٰہیہ کی فرمانبرداری میں اپنے متبعین کی جماعت میں قائم کرتا ہے۔

۳۴ — دینا

کے لیے اٰتی، اَعْطٰی (عطو) اَدَاء (ادو۔ادی) دِیَۃ، اَثَابَ (ثوب)، وَھَبَ، رَفَدَ، دَفَعَ اِلٰی، ھَدِیَّۃ اور نَحَلَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اٰتی: دینا۔ کسی چیز کا کسی کو دینا۔ معروف معنوں میں مستعمل ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ (۲/۱۷۷) — اور اس نے اپنا مال اللہ کی محبت میں دیا۔

۲۔ اَعْطٰی: دو معنوں میں آتا ہے۔ (۱) کسی کو کوئی چیز محض تفضلاً دے دینا۔ بخشش دینا (مف) قرآن میں ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی (۲۰/۵۰) — حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔

(۲) اور اَعْطٰی کے معنی مطیع ہونا اور خدمت کرنا بھی ہے (منجد) لہٰذا کسی شخص کو اس کی خدمت، محنت اور اطاعت کے عوض زیادہ دے دینا بھی اَعْطٰی ہے۔ عطیہ، انعام خوش ہو کر محنت یا خدمت سے زیادہ دے دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ۔ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ (۱۱/۱۰۸) — اور جو نیک بخت ہیں تو وہ جنت میں ہوں گے جب تک زمین و آسمان قائم رہیں۔ مگر جو تیرا پروردگار چاہے۔ یہ بخشش غیر منقطع ہو گی۔

۳۔ اَدَاء: کسی کو اس کا حق پورا پورا اور یکبارگی دے دینا۔ یہ لفظ عموماً لین دین کے معاملات مثلاً امانت، قرضہ اور خراج وغیرہ کے لیے مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَہٗ (۲/۲۸۳) — اور اگر کوئی شخص کسی کو امین سمجھے تو امانت دار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کرے۔

۴۔ دِیَۃٌ: (ودی) ودی یدی دِیَۃً۔ خون بہا کی ادائیگی کے لیے یہ لفظ مخصوص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰٓی اَھْلِہٖ (۴/۹۲) — وارثانِ مقتول کو خون بہا ادا کرنا ہو گا۔

۵۔ اَثَابَ: اَعْطٰی سے اعم ہے۔ یہ ہر کام کے معاوضہ کے لیے آتا ہے خواہ کام اچھا ہو یا برا۔ تاہم یہ لفظ عموماً اچھے کاموں کے بدلہ کے لیے آتا ہے۔ نیز اس میں بھی اَعْطٰی کی طرح کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ کام کا معاوضہ پورا یا اس سے کچھ زیادہ دینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۵/۸۵) تو اللہ نے ان کو اس کہنے کے عوض (بہشت کے) باغ عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

۶- وَهَبَ : بلا معاوضہ و محنت کسی کو کچھ دے دینا۔ اور بعد میں کسی فائدہ یا عوض کی توقع نہ رکھنا (مف) ارشادِ باری ہے ؛

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (۴۲/۴۹) اللہ جسے چاہتا ہے بیٹیاں دے دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔

۷- رَفَدَ : عطا اور مدد۔ دو باتیں بنیادی طور پر اس کے معنیٰ میں پائی جاتی ہیں یعنی کسی غریب اور مسکین کو عطیہ کے طور پر کچھ دینا۔ وظیفہ دینا۔ وظیفہ مقرر کرنا۔ اور رِفادہ اس فنڈ کو کہتے ہیں جو قریش نادار حجاج کی مدد کے لیے جمع رکھتے تھے۔ اور اَرْفَدَ بمعنی کسی کے لیے عطیہ مقرر کرنا۔ کہ وہ اس مقررہ مقدار میں سے لیتا رہے (مف) اور رفد بمعنی وظیفہ۔ امداد۔ قرآن میں ہے؛

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (۱۱/۹۹) اور اس دنیا میں بھی (فرعون کی قوم) کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت میں بھی لگی رہے گی۔ بُرا ہے وہ انعام جو انہیں ملتا رہے گا۔

۸- دفع (اِلیٰ) دفع بمعنی کسی چیز کی حفاظت و حمایت میں بیرونی خطرات اور حملے کو دور کرنا اور پرے ہٹانا ہے (مف) اور جب اس کا صلہ اِلیٰ سے ہو تو اس کے معنی ادا کرنا یا کسی کی چیز اس کے سپرد کر دینا یا حوالے کر دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (۴/۶) پھر اگر تم ان یتیموں میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

۹- هَدِيَّة : ان تحائف کو کہا جاتا ہے جو ہم ایک دوسرے کو تعلقات کی خوشگواری کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اور مِهْدٰی اس چیز کو کہا جاتا ہے جس میں رکھ کر ہدیہ پیش کیا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ (۲۷/۳۶) (حضرت سلیمانؑ نے کہا) جو کچھ اللہ نے مجھے عطا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے لہٰذا تم اپنے اس تحفہ سے خود ہی خوش رہو۔

۱۰- نَحَلَ : کسی کو کوئی چیز دینا۔ نَحَلَ الْمَرْاَةَ عورت کو اس کا حق مہر دینا۔ اور نُحْل بمعنی عطیہ بخشش (منجد) اور اَلنِّحْلَة اور اَلنُّحْلَة اس عطیہ کو کہتے ہیں جو تبرّعًا دیا جائے۔ یہ ہبہ سے خاص ہے کیونکہ ہر ہبہ کو نِحْلَة کہہ سکتے ہیں لیکن ہر نِحْلَة کو ہبہ نہیں کہہ سکتے (مف)

ارشادِ باری ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔ اور عورتوں کو ان کے حق مہر (اور نان و نفقہ) خوشی سے

دے دیا کرو۔ (۴/۴)

ماحصل: (۱) اٰتٰی: دینا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) اَعْطٰی: بخشش، خدمت یا محنت اور اطاعت کا صلہ زیادہ دینا۔

(۳) اَثَابَ: اعطٰی سے اعم ہے۔ کسی بھی کام کا صلہ اصل معاوضہ سے زیادہ دینا۔

(۴) اَدَاءٌ: حقوق اور مالی معاملات کی ادائیگی۔

(۵) دِیَۃ: خون بہا کی ادائیگی۔

(۶) وَھب: بلامعاوضہ دینا اور بعد میں کسی معاوضہ یا فائدہ کی توقع نہ رکھنا۔

(۷) رَفَدَ: کسی نادار اور مفلس کو امداد کے طور پر وظیفہ وغیرہ دینا۔

(۸) دَفَعَ (اِلٰی): باز ادائیگی کرنا۔ کسی کی چیز اس کے حوالے کرنا۔

(۹) ھَدِیَّۃ: تعلقات کی خوشگواری کے لیے تحفہ تحائف دینا۔

(۱۰) نِحْلَۃً: برضا و رغبت ہبہ کے طور پر کسی کو کچھ دینا۔

۳۵ — دیوار

کے لیے جِدَار، سَدّ[۲]، رَدْم[۳]۔ سُوْر[۴] اور بُنْیَان[۵] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جِدَار: (ج جُدُر اور جُدران) مکان یا قلعہ کی دیواروں میں سے کوئی ایک دیوار۔ جَدَرَ بمعنی دیواروں سے گھرنا (منجد) اور ابن الفارس کے الفاظ میں ھو الحائط (م-ل) یعنی کسی احاطہ شدہ تعمیر کی دیوار ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِی الْمَدِيْنَةِ (۱۸/۸۲) — اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔

۲۔ سَدّ: سَدّ بمعنی روک۔ آڑ۔ دو چیزوں کے درمیان بڑی سی دیوار جو روک کا کام دے اور خود تعمیر کی گئی ہو۔ اور اگر یہ دیوار یا آڑ قدرتی ہو تو اسے سُدّ کہتے ہیں (مف) اور سَدَّ بمعنی پتھر سے شگاف بند کرنا۔ اور سِدَاد اس مسالہ کو کہتے ہیں جس سے رخنہ یا شگاف پُر کیا جائے اور سُدَّۃ حکیموں کی اصطلاح میں آنتوں میں فاسد مادہ کے پھنس کر روک بن جانے کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓی اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا (۱۸/۹۴) — (اے ذوالقرنین!) کیا ہم تمہارے لیے کچھ رقم اکٹھی کریں تاکہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دے۔

۳۔ رَدْم: یہ لفظ سَدّ سے اخص ہے۔ یعنی ایسی دیوار یا روک جس کے سب سوراخ اور شگاف اچھی طرح سے بند کر دیے گئے ہوں (مف) موٹی دیوار۔ مضبوط روک۔ اور رَدَمَ بمعنی رخنہ یا شگاف

بند کرنا۔ اور ردم الثوب بمعنی کپڑے میں پیوند لگانا (منجد) ہے۔ قرآن میں ہے:

فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا (۱۸/۹۵)	(ذوالقرنین نے جواب دیا) تم لوگ مجھے قوتِ (بازو) سے مدد دو تو تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔

۴۔ سُوْر: ابن الفارس کے الفاظ میں یدل علی علو وارتفاع (م۔ل) یعنی اونچی اور بلند دیوار جسے پھاند کر اندر داخل نہ ہو سکیں۔ اور یہ دیوار کسی مکان کی نہیں بلکہ کسی فصیل قلعہ یا احاطہ کی ہوتی ہے۔ اور سُوْرَۃُ المدینۃ شہر پناہ کو کہتے ہیں (مف) ارشاد باری ہے:

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ (۵۷/۱۳)	سو ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ ہوگا۔

۵۔ بُنْيَان، بَنٰی بمعنی تعمیر کرنا۔ عمارت بنانا، اس طرح کہ اس کے سب اجزاء ایک دوسرے میں پھنسے ہوئے ہوں۔ اور بُنْيَان ہر اس تعمیر کو کہتے ہیں جو یہ شرط پوری کرے خواہ یہ صرف بنیاد ہو یا کوئی دیوار یا پوری عمارت۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۶۱/۴)	اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں یوں قطار باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔

ماحصل: (۱) جِدَار: کسی مکان یا احاطہ کی دیوار۔

(۲) سَدّ: دو چیزوں کی درمیانی بنائی ہوئی دیوار جو روک کا کام دے۔

(۳) ردم: ایسی سَدّ جس کے سب رخنے اچھی طرح بند کر دیے گئے ہوں۔

(۴) سُوْر: فصیل وغیرہ کی بلند دیوار جس کو پھاندا نہ جا سکے۔

(۵) بُنْيَان: ایسی دیوار یا تعمیر جس کے اجزاء مضبوطی سے آپس میں پھنسے ہوئے ہوں۔

۳۔ دیوانہ۔ دیوانہ پن

کے لیے مَجْنُوْن[۱]، خَبَط[۲]، مَفْتُوْن[۳] اور سُعُر[۴] کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَجْنُوْن: جَنَّ بمعنی کسی چیز پر چھا کر اسے ڈھانپ دینا۔ حواس پر پردہ پڑ جانا۔ (منجد) اور مَجْنُوْن وہ شخص ہے جس کے ہوش و حواس جاتے رہیں۔ اہلِ عرب مجنون کو مجنون اس لیے کہتے تھے کہ ان کے خیال میں جنّ انسان میں داخل ہو کر اسے دیوانہ بنا دیتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے یہ معنی ہوں گے وہ شخص جسے جنوں نے دیوانہ کر دیا ہو۔ آسیب زدہ۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (۵۱/۵۲)	اس طرح ان سے پہلے بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے لوگوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو۔

اور جِنَّۃ بمعنی جن بھی اور دیوانگی بھی جیسے فرمایا:

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ (۲۳/۲۵) اس آدمی کو تو دیوانگی (کا عارضہ) ہے۔

۲۔ خَبَطَ: بمعنی کسی کو مار مار کر حواس باختہ کر دینا (مف) اور مخبوط بمعنی فاتر العقل ہے۔ یعنی جس کی عقل ٹھیک کام نہ کرتی ہو۔ اہل عرب کے خیال کے مطابق یہ کارنامہ بھی جنوں اور شیطانوں ہی سے متعلق تھا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (۲/۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

خبط اور جنون میں فرق یہ ہے کہ خبط وقتی اور عارضی بیماری ہے جبکہ جنون طویل مدت کے لیے ہوتا ہے۔

۳۔ مَفْتُوْن: فَتَنَ بمعنی فتنہ میں ڈالنا۔ فریفتہ کرنا، مائل کرنا اور تعجب میں ڈالنا۔ اور مفتون بمعنی پاگل اور دیوانہ (منجد) ہے۔ اور مفتون ایسے پاگل کو کہتے ہیں جسے حوادثِ زمانہ نے فاتر العقل اور مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ۔ بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ (۶۸/۶) سو عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ (کفارِ مکہ) بھی کہ تم میں سے دیوانہ کون ہے؟

۴۔ سُعُر: سَعَرَ بمعنی آگ کا بھڑکنا اور شعلے نکلنا۔ پھر مجازاً یہ لفظ اشتعال دلانے یا مشتعل ہونے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ استعر اللصوص بمعنی ڈاکو بھڑک اٹھے۔ استعر الحرب لڑائی بھڑک اٹھی۔ اور مِسْعَر آگ بھڑکانے کی لکڑی کو کہتے ہیں (مف) اور سُعُر سے مراد ایسی دیوانگی ہے کہ کسی بات پر انسان فوراً مشتعل ہو کر غلط کام کرنے لگے اور اس کی عقل صحیح کام نہ کرے سودائی۔ قرآن میں ہے:

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (۵۴/۲۴) کہنے لگے، کیا ہم اپنے ہی میں سے ایک آدمی کی پیروی کرنے لگیں؟ تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے۔

ماحصل: (۱) مَجْنُوْن: بمعنی دیوانہ۔ پاگل۔ آسیب زدہ۔

(۲) خَبَطَ: عقل کا فتور اور اس میں نقص واقع ہونا (عارضی)

(۳) مَفْتُوْن: حوادثِ زمانہ سے پیدا شدہ دیوانگی۔

(۴) سُعُر: طبیعت کے فوراً مشتعل ہو جانے سے پیدا شدہ فتور۔

ا ـــــ ڈالنا

کے لیے اَلْقٰی، سَلَكَ، نَبَذَ، قَذَفَ، اَفْرَغَ اور اَوْقَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَلْقٰی: لَقِیَ بمعنی دو مقابل چیزوں کا آمنے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔ لیکن باب افعال میں جاکر اس کے بنیادی معنی بدل جاتے ہیں۔ اَلْقٰی بمعنی کسی چیز کو یوں ڈالنا، پھینکنا یا رکھ دینا کہ دوسروں کو سامنے نظر آئے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ (۷/۱۰۷) موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈالدی تو وہ اسی وقت صریح اژدھا ہوگیا)

اور اَلْقٰی کا لفظ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ (۲۰/۳۹) اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔

پھر یہ لفظ "دل میں بات ڈالنا" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اسے اِلْقَاء کہتے ہیں۔ یہ بحث "دل میں بات ڈالنا" میں دیکھیے۔

۲۔ سَلَكَ: کی بحث "داخل کرنا" میں گزر چکی۔ اس کے بنیادی معنی ایک چیز کو دوسری میں کھینچنا یا ایک چیز کو دوسری میں رکھ دینا ہے۔ اسی لحاظ سے یہ لفظ کبھی کبھی ڈالنا کا معنی دے جاتا ہے۔ جیسے:

اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ (۲۸/۳۲) اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو۔

۳۔ نبذ: کے بنیادی معنی کسی چیز کو درخورِ اعتنا نہ سمجھ کر پھینکنا یا پسِ پشت ڈالنا ہے (یہ بحث پھینکنا میں دیکھیے) سلك کی طرح اس کا ترجمہ بھی کبھی ڈالنا سے کیا جاتا ہے جیسے:

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ (۳۷/۱۴۵) پھر ہم نے اسے (یونسؑ کو) فراخ میدان میں ڈال دیا، اور وہ بیمار تھا۔

۴۔ قَذَفَ: بمعنی دور سے پھینکنا (یہ بحث "پھینکنا" میں دیکھیے) مگر بعض جگہ اس کا ترجمہ بھی ڈالنا سے کرلیا جاتا ہے جیسے:

وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (۵۹/۲) اور اللہ نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔

۵۔ اَفْرَغَ: فَرَغَ بمعنی کسی کام سے فارغ ہونا (ضد شغل) بھی ہے اور خالی ہوجانا بھی۔ اور اَفْرَغَ

اَلدَّلْو بمعنی ڈول سے پانی بہا کر ڈول کو خالی کر دینا (مف) یعنی کسی چیز کو آہستہ آہستہ ڈالنا یا گرانا۔ قرآن میں ہے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا (۲/۲۵۰) — اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں میں صبر ڈال اور ہمارے قدموں کو (لڑائی میں) مضبوط کر دے۔

دوسرے مقام پر ہے:

قَالَ اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا (۱۸/۹۶) — ذوالقرنین نے کہا کہ اب میرے پاس تانبا لاؤ کہ اس (دیوار) پر پگھلا کر ڈال دوں۔

۶۔ اَوْقَعَ، وَقَعَ کے بنیادی معنی دو ہیں۔ (۱) ثابت ہونا (۲) نیچے گرنا (مف) اور اَوْقَعَ بمعنی واقع کرنا (منجد) یعنی کسی چیز کو ڈالنا، پھر اسے جما دینا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ (۵/۹۱) — شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈال دے۔

ماحصل: (۱) اَلْقٰی: کسی چیز کو آرام سے رکھ دینا۔ ڈالنا۔ جسے دوسرے دیکھ سکیں۔

(۲) سَلَكَ: ایک چیز کو دوسری میں ڈالنا۔ داخل کرنا۔

(۳) نَبَذَ: کسی چیز کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے ڈال دینا۔

(۴) قَذَفَ: پھینکنا یا قوت اور شدت سے ڈالنا۔

(۵) اَفْرَغَ: اس طرح ڈالنا یا گرانا جیسے ڈول سے آہستہ آہستہ پانی انڈیلا جاتا ہے۔

(۶) اَوْقَعَ: کوئی چیز ڈالنا۔ پھر اسے جما دینا۔

۲ ــــــ ڈبونا

کے لیے اَغْرَقَ اور صَبَغَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَغْرَقَ: غرق بمعنی کسی غیر آبی جاندار کا پانی میں تہہ نشین ہو جانا۔ ڈوبنا۔ پانی میں ڈوب کر مر جانا اور اَغْرَقَ بمعنی کسی کو ڈبو دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (۲/۵۰) — اور ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا، اور تم دیکھ رہے تھے۔

۲۔ صَبَغَ، صَبَغَ یَدَهٗ فِی الْمَآءِ بمعنی اپنے ہاتھ کو پانی میں ڈبونا اور اِصْطَبَغْتُ بِالْخَلِّ بمعنی میں نے روٹی سرکہ میں ڈبو کر کھائی۔ صَبَغَ الثَّوْبَ بمعنی کپڑے کو رنگنا۔ کپڑے کو رنگدار پانی میں ڈبونا صِبْغ بمعنی رنگ بھی اور سالن بھی۔ اور صِبْغَة بمعنی رنگ۔ صابغ رنگنے والا۔ اور صَبَّاغ بمعنی رنگریز۔ (مف۔ منجد) قرآن میں یہ لفظ ان دونوں معنوں میں آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ — رنگ تو اللہ ہی کا ہے اور اس سے بہتر رنگ (یعنی

صِبْغَةً (۲/۱۳۸) دین) کس کا ہو سکتا ہے؟

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَنۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ (۲۳/۲۰) (یہ زیتون کا درخت) روغن لیے ہوئے اگتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے۔

ماحصل: اَغْرَقَ: کسی کو پانی میں ڈبو دینا کہ مرجائے۔

اَصْبَغَ: لقمہ کو سالن میں یا کپڑے کو رنگدار پانی میں ڈبونا۔

ڈٹ جانا ——— دیکھیے "ثابت قدم رہنا"

۳ ——— ڈرنا

کے لیے خَافَ، خَشِيَ، خَشَعَ، اِتَّقٰی (وقی) حَذَرَ، رَاعَ، اَوْجَسَ، وَجَفَ، وَجِلَ، رَهِبَ، رَعَبَ، اَشْفَقَ قرآنِ کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ خَافَ: قرائن و شواہد سے کسی آنے والے خطرہ کا اندیشہ کرنا (مف) اور خوف کی ضد امن ہے۔ یعنی خاف کا تعلق بالعموم مستقبل سے ہوتا ہے۔ ابو ہلال کے الفاظ میں خوف کا معنی "توقع الضرر المشکوک" ہے۔ (فق ل ۱۹۹) قرآن میں ہے:

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (۱۱/۷۰) (فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا) آپ خوف نہ کیجیے ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

۲۔ خَشِيَ: ایسا خوف جو کسی امر کی عظمت کی وجہ سے دل پر طاری ہو جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (۱۷/۳۱) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو۔

۳۔ خَشَعَ: ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس کے اثرات دل کے علاوہ اعضاء و جوارح پر بھی نمایاں ہونے لگیں دل کا نرم ہو جانا (مف) اسی لیے یہ لفظ جوارح کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ (۶۸/۴۳) یعنی اس کی آنکھیں ڈر کی وجہ سے جھکی ہوں گی۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (۸۸/۲) کئی منہ اس دن (ڈر کے مارے) جھکے ہوں گے۔ اور وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ (۲۰/۱۰۸) اور آوازیں (ڈر کے مارے) دب جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (۵۷/۱۶) کیا ابھی مومنوں کے لیے ایسا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد پر ان کے دل ڈر جائیں۔

۴۔ اِتَّقٰی: تَقْوٰی بمعنی اپنے اعمال کے انجام سے ڈرنا۔ گناہوں کو چھوڑنے پر اور نیکی کے کام کرنے پر طبیعت کا مائل ہونا (مف) اللہ کے خوف سے اس کے اوامر و نواہی کا خیال رکھنا (منجد) (ضد عدوان) اور اِتَّقٰی بمعنی اپنے گناہوں کے انجام ڈر کر ان سے بچنے کی کوشش کرنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۲/۱۸۷) — اسیطرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وُہ پرہیزگاری اختیار کریں (ڈریں۔ بچیں)

۵۔ حَذَرَ: بمعنی کسی خوف زدہ کرنے والی چیز سے بچنا یا دُور رہنا (مف) کسی خطرہ سے ہوشیار رہنا، چوکنا رہنا۔ بچنا (منجد) ہے۔ حذر میں خطرہ کبھی یقینی ہوتا ہے کبھی ظنی۔ تاہم احتیاط سے اس خطرہ سے بچ سکتے ہیں (فق ل ۲۰۰) جیسے بجلی کا ٹرانسمیٹر یا ننگے تار۔ قرآن میں ہے:

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ (۲/۱۹) — وُہ موت کے ڈر کے مارے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں۔

اور حِذْر بچاؤ کے سامان کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے "خُذُوْا حِذْرَكُمْ (۴/۷۱)" یعنی اپنے ہتھیار سنبھال لو۔ یا کسی بھی دوسرے ذریعے سے اپنی حفاظت اور بچاؤ کا خیال رکھو۔

۶۔ رَاعَ: بمعنی گھبرا دینا اور بمعنی تعجب میں ڈالنا (منجد) رَوْع بمعنی دل اور رَوَّعَہٗ بمعنی خوف زدہ کرنا۔ گھبرا دینا۔ اور نَاقَۃٌ رَوْعَاءُ بمعنی ڈرپوک اونٹنی (مف) اور اَلرَّوْع سے مراد ایسی کیفیت ہے کہ انسان کسی واقعہ سے متعجب بھی ہو اور اسے کوئی موہوم خطرہ بھی نظر آرہا ہو جس کی وجہ سے وُہ گھبرا جائے۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ (۱۱/۷۴) — پھر جب حضرت ابراہیمؑ کا ڈر جاتا رہا۔

۷۔ اَوْجَسَ: وَجَسٌ بمعنی پوشیدہ ہونا (کان کا) آہٹ محسوس کرنا۔ سنی ہوئی بات سے ڈر محسوس کرنا (منجد) اور اَوْجَسَ بمعنی ڈر کو چھپانے کی کوشش کرنا۔ اور چہرہ پر ڈر کے آثار ظاہر نہ ہونے دینا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا رَاٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً (۱۱/۷۰) — جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو اُن کو اجنبی سمجھا اور اُن سے اپنے ڈر کو چھپایا۔

۸۔ وَجَفَ: بمعنی مضطرب ہونا۔ دل دھڑکنا۔ اور بمعنی خوف سے گرنا (منجد) وَجَفَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ بے قراری اور ڈر۔ اور انہی باتوں سے دل دھڑکنے لگتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ (۷۹/۸) — اسدن (لوگوں کے) دل خائف ہو رہے ہوں گے (جالندھری) دھڑکنے والے دل۔ (عثمانیؒ)

۹۔ وَجِلَ بمعنی دل ہی دل میں ڈر محسوس کرنا (مف) اور بمعنی رونگٹے کھڑے ہونا (م۔ ق) ڈر میں بڑھ جانا۔ بوڑھا ہونا (منجد) اور بمعنی کوتاہی کی وجہ سے کسی سے ڈرنا اور بے چین ہونا (فق۔ ل ۲۰۲) ارشاد باری ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (۸/۲) — مومن تو وُہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

۱۰۔ رَهَبَ: رَهَبَ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں اضطراب اور احتیاط بھی شامل ہو (ضد رَغِبَ) اور رَاهِب بمعنی خدا سے ڈرنے والے لوگ۔ گوشہ نشین اور عبادت گزار۔ اسی سے رھبانیۃ ہے یعنی لذاتِ دنیا کا چھوڑ بیٹھنا (منجد) اور بمعنی طول الخوف واستمراہ (فق ل ۲۰۰) یعنی ڈرتے رہنا۔ ارشاد باری ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ — وُہ لوگ بھلائیوں کی طرف دوڑتے تھے اور

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (۲۱/۹۰) — ہمیں امید و خوف سے پکارتے تھے۔

۱۱۔ رَعَبَ: رُعْب بمعنی خوف کی شدت، دہشت۔ اور رَعَبَ بمعنی خوف سے بھر جانا (مف) کسی کے ڈر کی وجہ سے دبک جانا۔ قرآن میں ہے:

لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (۱۸/۱۸) — اگر تُو ان کو جھانک کر دیکھے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور ان (کی اس صورتِ حال) سے دہشت سے بھر جائے۔

۱۲۔ اَشْفَقَ: شَفِقَ عَلٰی بمعنی کسی کی بھلائی چاہنا۔ اور اشفق بمعنی کسی کی خیرخواہی کے ساتھ ساتھ اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا (مف) اور بمعنی اصلاح و بھلائی کی فکر میں ہونا۔ رحم کرنا۔ مہربان ہونا۔ اور شفقۃ بمعنی مہربانی۔ رحم۔ خوف کے ساتھ مہربانی۔ اور اَشْفَقَ مِنْہُ بمعنی ڈرنا۔ لاچ کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ (۱۸/۴۹) — اور اعمال نامہ (کھول کر) رکھا جائے گا تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے، اس سے ڈر رہے ہوں گے۔

ماحصل: (۱) خَافَ: آنے والے خطرہ کا اندیشہ۔

(۲) خَشِيَ: کسی امر کی عظمت کی وجہ سے ڈرنا۔

(۳) خَشَعَ: ایسا ڈر کہ اس کا اثر اعضاء و جوارح پر بھی پڑے۔

(۴) اِتَّقٰی: انجام کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے بچنا۔

(۵) رَاعَ: تعجب کرنا اور موہوم خطرہ سے ڈرنا۔

(۶) حَذِرَ: کسی خطرہ کی چیز سے بچنا۔ ڈرنا۔ چوکنا رہنا۔

(۷) اَوْجَسَ: دل ہی دل میں ڈرنا اور اسے چھپانے کی کوشش کرنا۔

(۸) وَجَفَ: ڈر سے دل دھڑکنا۔ ڈر اور اضطراب۔

(۹) وَجِلَ: اپنی کوتاہی سے کسی سے ڈرنا اور بے چین ہونا۔

(۱۰) رَهَبَ: ایسا ڈر جس میں احتیاط بھی ہو اور اضطراب بھی۔ اور یہ طویل ہو۔

(۱۱) رَعَبَ: شدتِ خوف۔ دہشت۔

(۱۲) اَشْفَقَ: کسی کی خیرخواہی کے ساتھ ساتھ اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا۔ ڈر اور رحم کے ملے جُلے جذبات۔

۴ ـــــ ڈرانا

کے لیے خَوَّفَ، حَذَّرَ، اَرْهَبَ، اَنْذَرَ، اَوْعَدَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱ ـــ ۳: خَوَّفَ، حَذَّرَ اور اَرْهَبَ کی بحث تو اُوپر گزر چکی۔ ثلاثی مزید میں آکر لازم سے متعدی بن جاتے ہیں۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (۳۹/۳۶)	کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں اور یہ لوگ تمہیں اُن سے ڈراتے ہیں جو اس (اللہ) کے سوا ہیں۔
(۲) وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (۳/۲۸)	اور خدا تمہیں اپنے (غضب یا انتقام) سے ڈراتا ہے۔
(۳) وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (۸/۶۰)	اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان سے (مقابلہ کے) لیے مستعد رہو تاکہ تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو۔

اور اِسْتَرْهَبَ بمعنی کسی کو ڈرانے کی کوشش کرنا یا ایسی صورت پیدا کر دینا جس سے وُہ ڈر جائے، قرآن میں ہے:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (۷/۱۱۶)	پھر جب انہوں (فرعون کے جادوگروں) نے (اپنی لاٹھیاں اور رسیاں) ڈال دیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا، لوگوں کو ڈرایا اور بہت بڑا جادو دکھلائے۔

۴۔ اَنْذَرَ: بمعنی واقف کرنا، باخبر کرنا اور نتائج سے ڈرانا (منجد) اعمال کے نتائج اور روزِ جزا کے حساب کتاب سے ڈرانا۔ اور یہ کام صرف خُدا اور اس کے رسولوں کا ہے نَذِيْر بمعنی ڈرانے والا، (ضد بَشِيْر: خوشخبری دینے والا) اور بمعنی ڈرنے کے مقامات کی وضاحت کر کے ڈرانا۔ اور اِنْذَار حقیقتاً مُنْذَر کا بڑا احسان ہوتا ہے (فق ل ۲۰) ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا (۶/۱۳۱)	کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آتے تھے جو تم پر میری آیات بیان کرتے اور اس دن کے سامنے آموجود ہونے سے ڈراتے تھے۔

۵۔ اَوْعَدَ: وعدہ کا لفظ عام ہے۔ بمعنی کسی کو کچھ امید دلانا۔ لیکن وعید کسی بُرے کام کے بُرے نتیجہ، اس کی سزا کو کہتے ہیں، دھمکی۔ اور اَوْعَدَ بمعنی دھمکی دینا۔ ڈرانا۔ دھمکانا (منجد) خواہ یہ زبانی ہو یا عملی طور پر ایسا سامان فراہم کیا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۷/۸۶)	اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے اسے تم ڈراتے اور راہِ خدا سے روکتے ہو۔

ماحصل: (۱) خَوَّفَ: کسی آنے والے خطرہ سے ڈرانا۔

(۲) حَذَّرَ: کسی خطرہ کی چیز سے ڈرانا۔ بچانا۔ آگاہ کرنا۔

(۳) اَرْهَبَ: ڈرانا اور اضطراب پیدا کرنا۔

(۴) اِنْذَار: نبیوں اور رسولوں کا اعمال کے نتائج اور محاسبہ سے ڈرانا۔

(۵) ڈرانا۔ دھمکانا۔ دھمکی دینا۔

۵ ـــــ ڈول

کے لیے دَلْو اور ذَنُوْبٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱- دَلْو: کنویں سے پانی نکالنے کا برتن۔ ڈول۔ بالٹی وغیرہ (بشرطیکہ وہ پانی سے خالی ہو (ف ل۔۳۲)
قرآن میں ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ (۱۲/۱۹)	اور ایک قافلہ آیا۔ انہوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی کنویں پر بھیجا۔ اس نے اپنا ڈول (کنویں میں) لٹکایا۔

۲- ذَنُوْب: پانی نکالنے کا برتن۔ ڈول یا بالٹی وغیرہ جبکہ وہ پانی سے بھرا ہوا ہو (فل ۲۱) ارشادِ باری ہے:

فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ (۵۱/۵۹)	سو ان ظالموں کا بھی ڈول بھر چکا ہے جیسا کہ ان کے ساتھیوں کا بھرا ہوا تھا۔

یعنی اخلاقی لحاظ سے یہ ظالم بھی اسی پستی میں پہنچ چکے ہیں اور ان کی بقاء کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے جیسا ان جیسے دوسرے ظالموں کا ہوا تھا۔

ماحصل: ڈول اگر پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذَنُوْب ہے۔ اگر اس میں کچھ تھوڑا بہت پانی ہو تو سِجْل ہے اور اگر بالکل خالی ہو تو دَلْو ہے۔

۶ ـــــ ڈھال

کے لیے جُنَّة اور عُرْضَة کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- جُنَّة: ڈھال۔ وہ معروف ہتھیار جو دشمن کے حملہ سے بچاؤ کے لیے اس کے وار کے سامنے کر کے وار کو روکا اور اپنے آپ کو بچایا جاتا ہے۔ اس کا استعمال مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ (۵۸/۱۶)	انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روک دیا۔

۲- عُرْضَة: عَرَضَ بمعنی پیش کرنا۔ اور عُرْضَة ہر وہ چیز ہے جو سامنے کر کے اپنا بچاؤ کیا جا سکے خواہ یہ ڈھال ہو یا کوئی دوسری چیز (م۔ق) اور عُرْضَة بمعنی نشانہ۔ کہتے ہیں هُوَ عُرْضَةٌ لِلنَّاسِ وہ لوگوں کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ هُوَ عُرْضَةٌ لِلْكَلَامِ۔ وہ اعتراضات کا نشانہ ہے (منجد) گویا عرضة، جُنَّة سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ (۲/۲۲۴)	اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

۷۔ ڈھانکنا۔ ڈھانپنا

کے لیے جَنَّ[1] اور غَشِیَ[2] اور اس کے مشتقات اَغْشٰی، غَشّٰی اور تَغَشّٰی اور اَرْھَقَ[3] کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَنَّ: کسی چیز کو ڈھانپ کر چھپا دینا کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے (مف) جن وہ مخلوق جو نظروں سے اوجھل رہتی ہے اور جنین ماں کے پیٹ میں بچہ کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا۔ (۶/۷۶) — پھر جب رات نے ان کو (پردہ تاریکی سے) ڈھانپ لیا تو انہوں (حضرت ابراہیمؑ) نے ایک ستارہ دیکھا۔

۲۔ غَشِیَ: ایک چیز کو دوسری چیز سے ڈھانپ دینا (م۔ ل) اس طرح کہ وہ مکمل طور پر گم نہ ہو۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (۳۱/۳۲) — اور جب ان پر (دریا یا سمندر) کی لہر سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو اللہ کو پکارتے اور خالص اسی کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔

اَغْشٰی۔ غَشّٰی اور تَغَشّٰی۔ یہ سب غشی سے متعدی ہیں۔

(۱) يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ (۱۳/۳) — اللہ ہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔

(۲) اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ (۸/۱۱) — جبکہ تم کو اونگھ نے ڈھانپ لیا تھا۔

(۳) فَلَمَّا تَغَشّٰهَا (۷/۱۸۹) — پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا (مجامعت کی)

۳۔ رَہِقَ: رَهِقَهُ الْاَمْرُ بمعنی کسی معاملہ نے اسے بزور و جبر دبا لیا۔ اور رَہِقَ اور اَرْھَقَ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں (مف) اور لَا اَرْھَقَ اللّٰهُ بمعنی اللہ تجھے تکلیف اور مشقت میں نہ ڈالے (منجد) ارشادِ باری ہے:

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ (۶۸/۴۳) — ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہو گی۔

ماحصل: (۱) جَنَّ: ڈھانک کر نظروں سے اوجھل کر دینا۔

(۲) اَغْشٰی: اس طرح ڈھانکنا کہ چیز پوری طرح اوجھل نہ ہو۔

(۳) رَھَقَ: بزور و جبر ایک چیز کا دوسری کو دبانا اور ڈھانک لینا۔

۸۔ ڈھلنا

کے لیے زَوَال[1] اور دُلُوْک[2] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ زَال (زول) زَالَتِ الشَّمْسُ بمعنی سورج کا ڈھلنا۔ اور زوال بمعنی سورج کا سر پر سے ڈھلنا۔ اور

ڈھلنے کا وقت (منجد) پھر زوال کا لفظ کسی چیز کے اپنی انتہا کی بلندی پر پہنچ کر بتدریج نیچے آنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (ضد عروج) اور زوال بمعنی کسی چیز کا اپنے صحیح رُخ کو چھوڑ کر ایک جانب مائل ہونا اور ہٹ جانا (مف) ہے۔ اور زَالَ عَنْهُ مُلْكُهُ بمعنی اس کی حکومت مٹ گئی (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ	کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ
مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (۱۴/۴۴)	تمہیں زوال نہ ہوگا۔

۲۔ دُلُوْكٌ: دَلَكَتِ الشَّمْسُ دُلُوْكًا بمعنی سورج کا غروب ہونے کے لیے جھکنا اور الدلک بمعنی ڈھیلا پن (منجد) ارشاد باری ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ	سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک
اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ (۱۷/۷۸)	نمازیں قائم کرو اور صبح کو قرآن پڑھا کرو۔

ماحصل: زوال میں بلندی سے نیچے آنے اور دُلُوْك میں مضبوطی سے ڈھیلا پن کا تصور پایا جاتا ہے۔

۹ ــــ ڈھونڈنا

کے لیے طَلَبَ، اِبْتَغَاء (بغی) تَحَسَّسَ، تَجَسَّسَ، اِلْتَمَسَ، جَاسَ (جوس) بَعْثَرَ اور تَحَرّٰى (حری) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَلَبَ: بمعنی رغبت کرنا، چاہنا، ڈھونڈنا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کے پانے کی تلاش اور جستجو کرنا (مف) اس کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح سے ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ	یا اس کا پانی گہرا ہو جائے تو تو اسے ڈھونڈ کر بھی نہیں
لَهٗ طَلَبًا (۱۸/۴۱)	لا سکے گا۔

۲۔ اِبْتَغٰى: بَغٰى کے معنی ابن الفارس نے بنیادی طور پر دو بتلائے ہیں۔ (۱) طلب الشیء (۲) جنس من الفساد (م۔ل) یعنی کسی چیز کی طلب اور (۲) فساد کی ایک قسم سرکشی اور بغاوت وغیرہ۔ جبکہ امام راغب ان دونوں کو جمع کرکے اس کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ کسی چیز کی طلب میں حدِ اعتدال سے ذرا آگے بڑھ جانا (مف) اور ابتغاء کوشش کے ساتھ کسی چیز کو طلب کرنے کے لیے بولا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي	تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو، یا
الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ (۶/۳۵)	آسمان میں سیڑھی (تلاش کرو)۔

۳۔ تَحَسَّسَ: اَحَسَّ بمعنی محسوس کرنا۔ اور تَحَسَّسَ بمعنی کسی چیز کی تلاش میں اپنے حواسِ خمسہ سے پوری طرح کام لینا (مف) گمشدہ چیز کی تلاش میں سر توڑ کوشش کرنا۔ یہ صفت محمود ہے۔ قرآن میں ہے:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ	(حضرت یعقوبؑ نے) کہا۔ بیٹو، جاؤ اور یوسفؑ اور

وَاَخِيْهِ (۱۲/۸۷) اس کے بھائی کی تلاش کرو۔

۴۔ تَجَسَّسَ: جَسَّ کے معنی ہیں نبض دیکھ کر مریض کے اندرونی حالات معلوم کرنا۔ یہ حَسَّ سے خاص ہے حَسَّ میں تو حواسِ خمسہ سے کام لے کر بیرونی حالات کا پتہ لگایا جاتا ہے جبکہ جَسَّ اندرونی حالات معلوم کرنے کو کہتے ہیں۔ اور لفظ جاسوس اسی سے مشتق ہے (مف) اور تَجَسُّس بمعنی بھید ٹٹولنا۔ ٹوہ لگانا۔ جاسوسی کرنا اور کسی کے عیوب اور کمزوریاں تلاش کرنا۔ پھر دوسروں کو اطلاع دینا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (۴۹/۱۲) اور نہ (کسی کے) عیب ڈھونڈو اور نہ ہی ایک تمہارا دوسرے کی غیبت کرے۔

۵۔ اِلْتَمَسَ: لَمَسَ بمعنی ہاتھ یا انگلیوں سے کسی چیز کو ٹٹولنا۔ اور اَلْتَمَسَ بمعنی کسی چیز کو چھو چھو کر ڈھونڈنا۔ (فل ۱۷۱) بار بار طلب کرتے جانا۔ ڈھونڈنے کی مسلسل کوشش کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔ (۵۷/۱۳) ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو۔

۶۔ جَاسَ: کسی چیز کی طلب میں انتہا کو پہنچنا۔ (فل ۱۷۱) کسی چیز کو بڑی حرص سے ڈھونڈنا (م۔ ق) قرآن میں ہے:

بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ (۱۷/۵) ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے بندے مسلط کر دیے جو شہروں میں گھس گئے۔

۷۔ بَعْثَرَ: بمعنی ڈھونڈ نکالنا۔ اور بَعْثَرَ الْمَتَاعَ بمعنی سامان کا الٹ پلٹ کرنا (منجد) اور بُعْثِرَ کا لفظ دراصل بُعِثَ اور عُثِرَ سے مرکب ہے۔ جس میں دونوں فعلوں کے معنی پائے جاتے ہیں یعنی اُلٹ پلٹ کر کے مُردوں کو اٹھانا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (۸۲/۴) اور جب قبریں زیروزبر کر دی جائیں گی۔

دوسرے مقام پر ہے:

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ۔ (۱۰۰/۹) کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال باہر کیا جائے گا جو قبروں میں ہے۔

۸۔ تَحَرّٰی (حرو یا حری)۔ اَلْاَحْرٰی بمعنی زیادہ لائق۔ زیادہ مناسب۔ زیادہ بہتر۔ اور تَحَرّٰی بمعنی استعمال میں زیادہ مناسب و لائق کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا۔ (۷۲/۱۴) اور یہ کہ ہم میں سے بعض فرمانبردار ہیں اور بعض (نافرمان) گنہگار ہیں تو جو فرمانبردار ہوئے انہوں نے ہدایت کے بہتر راستہ کو طلب کیا۔

ماحصل :(۱) طَلَب : عام لفظ ہے کسی چیز کو طلب کرنا۔ چاہنا۔ ڈھونڈنا۔

(۲) اِبْتِغاء : کسی چیز کے ڈھونڈنے میں سعی بسیار کرنا۔

(۳) تَحَسَّس : کسی چیز کی تلاش میں حواس خمسہ سے کام لینا جو بیرونی حالات سے متعلق ہو۔

(۴) تَجَسُّس : ٹوہ لگانا۔ کسی کے عیب اور کمزوریاں تلاش کرنا اور دوسروں کو خبر دینا۔

(۵) اِلْتَمَسَ : کسی چیز کو ڈھونڈنے کے لیے بار بار کوشش کرنا۔

(۶) جَاسَ : کسی چیز کی طلب میں انتہا کو پہنچنا۔ شدید حرص کے ساتھ ڈھونڈنا۔

(۷) بَعْثَرَ : الٹ پلٹ کر کے کوئی چیز ڈھونڈ نکالنا۔

(۸) تَحَرّٰی : بہتر اور مناسب تر کی تلاش کرنا۔

ڈھیر —— ڈھیر لگانا کے لیے دیکھیے —— "وافر۔ بہت"

ذائقہ کے لیے دیکھیے ـــــ "مزا"

۱ ـــــ ذبح کرنا

کے لیے ذَبَحَ[۱]، ذَکّٰی[۲] (ذکو) اور نَحَرَ[۳] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ذَبَحَ: کسی جانور کے حلق پر معروف طریقہ شرعی سے چھری چلانا اور حرارت غریزی کو خارج کرنا (مف) قرآن میں ہے:

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ۔ (۷۱/۲) سوانہوں نے گائے کو ذبح کیا۔ گو وہ ایسا کرنے پر آمادہ نہ تھے۔

۲۔ ذَکّٰی: جانور کو اس طریقہ سے ذبح کرنا کہ اس کی جان جلد از جلد اور بسہولت نکل جائے (م ل) اور بمعنی "شکاری جانور پر تکبیر پڑھ کر چھوڑ دیا جائے، پھر بعد میں اسے مخصوص طریق شرعیہ کے مطابق ذبح کر لیا جائے" (مف) ارشاد باری ہے:

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ۔ (۳/۵) اور وہ جانور بھی (تم پر حرام ہے) جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔

۳۔ نَحَرَ بمعنی سینہ پر چوٹ لگانا۔ ذبح کرنا۔ اور نَحَر بمعنی سینہ کا اوپر کا حصہ (ج نحور) اور اِنْتَحَرَ بمعنی خودکشی کرنا۔ اور يَوْمُ النَّحْرِ بمعنی قربانی کا دن۔ یعنی ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ (منجد)۔ اور نَحَرَ بمعنی قربانی کی یا گلا کاٹا یا مقابلہ کیا (م ق) گویا نحر کا اصل معنی گلا کاٹنا ہے خواہ بہ صرف ذبح کی صورت ہو یا قربانی کی۔ خواہ برچھے سے ہو یا چھری سے اور خواہ کھڑے جانور کا کاٹا جائے یا لٹا کر۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (۲/۱۰۸) سو اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا اور قربانی کر۔

ماحصل:

(۱) ذَبَحَ: معروف طریقہ شرعی سے کسی جانور کو ذبح کرنا۔

(۲) ذَکّٰی: ذبح کرتے وقت جانور کی سہولت کا خیال رکھنا۔

(۳) نَحَرَ: گلا کاٹنے کی کوئی بھی صورت خواہ یہ ذبح ہو یا قربانی کی شکل یا کوئی اور صورت۔

۲ــــ ذریعہ

کے لیے سَبَبٌ اور وَسِیْلَةٌ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَبَبٌ، اس رسی کو کہتے ہیں جس سے کھجور کے درخت پر چڑھتے اور اترتے ہیں۔ پھر اسی مناسبت سے ہر اس شے کو سبب کہا جاتا ہے جو دوسری چیز تک پہنچنے کا ذریعہ بنے (مف) پھر اس لفظ کا اطلاق راستہ اور راستہ سے متعلقہ سامان پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا فَاَتْبَعَ سَبَبًا (۱۸/۸۴) — ہم نے ذوالقرنین کو ہر قسم کے ذرائع عطا کیے تھے، سو وہ ایک راہ پر چلا۔

۲۔ وَسِیْلَةٌ: وَسَلَ بمعنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنا (مف) اور وسل الی اللہ بمعنی اللہ تک تقرب حاصل کرنا۔ اور الواسطہ اور الوسیلۃ بمعنی ذریعہ تقرب۔ درجہ۔ مرتبہ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ (۵/۳۵) — اور ان کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اس کی راہ میں جہاد کرو۔

ماحصل: ذریعہ کے لیے سبب کا لفظ عام ہے۔ اور جو ذریعہ تقرب کے حصول کے لیے اختیار کیا جائے وہ وسیلہ ہے

۳ــــ ذلت

کے لیے ذِلَّةٌ، صَغَارٌ، خِزْیٌ اور هُوْنٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذِلَّةٌ: بمعنی زیردستی (ضد عِزّۃ بمعنی بالادستی) کمزوری۔ زور اور قوت کے آگے دب جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا (۳/۱۱۲) — وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ذلت ان کے مقدر کر دی گئی۔

۲۔ صَغَارٌ: بمعنی بڑائی کے بعد چھوٹا بننے کی ذلت اور اس کا اقرار و اعتراف (فق ل ۲۰۷)۔ حاکم یا آزاد ہونے کے بعد محکوم بننے کی ذلت گوارا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ (۶/۱۲۵) — اور جو لوگ گنہگار ہیں انہیں اللہ کے ہاں سے ذلت نصیب ہوگی۔

۳۔ خِزْیٌ: بمعنی رسوائی۔ شرمساری۔ اپنے بڑے اعمال کی وجہ سے دوسروں کی نظروں میں گر جانا (مف) اور اگر یہ محض اپنی ذات تک محدود ہو تو اسے ندامت کہتے ہیں (مف) قرآن میں ہے:

لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ — تو وہ کہتے کہ اے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے

نَخْزٰی۔ (۲۰/۱۳۴) تیرے کلام (واحکام) کی پیروی کرتے۔

۴۔ ھُوْن، بے قدری۔ ذلت۔ رسوائی (مف) خفت۔ تحقیر (منجد) قرآن میں ہے:

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ (۱۶/۵۹) اس بُری خبر سے جو وہ سنتا ہے (لڑکی کی پیدائش کی خبر) لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کرکے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا اسے زمین میں گاڑ دے۔

اور ھَوْن (ھ پر فتحہ) بمعنی نرمی ہے۔ اور یہ صفت محمود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۲۵/۶۳) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔

ماحصل: (۱) ذِلَّة: زیردستی اور کمزوری۔

(۲) صَغَار: بڑائی کے بعد چھوٹا بننے کی ذلت اور اس کا اعتراف۔

(۳) خِزْی: لوگوں کی نظروں میں گر جانا۔ رسوائی۔

(۴) ھُوْن: حقیر ہونے کی وجہ سے ذلت۔

۴ ـــــــ ذلیل

کے لیے اَذِلَّة[۱]، مَهِيْن[۲] (مهن)، صَاغِر[۳]، دَاخِر[۴]، اَرَاذِل[۵]، اَسْفَل[۶]، خَاسِئ[۷] (خسا) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَذِلَّة: (ذلیل کی جمع) اس کی ضد اَعِزَّة ہے جو عَزِيْز کی جمع ہے۔ ہمارے ہاں عموماً ذلیل کے معنی رذیل، خسیس اور کمینہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور عَزِيْز کے معنی قریبی رشتہ دار۔ یہ دونوں مفہوم لغوی لحاظ سے غلط ہیں۔ حقیقت میں ذلیل کے معنی زیردست اور عَزِيْز کے معنی بالادست ہیں۔ ذَلِيْل کے مفہوم کا تصور عَزِيْز کے مقابلہ کے بغیر محال ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (۳/۱۲۳) اور اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم کمزور تھے۔

۲۔ مَهِيْن: مَهُنَ بمعنی حقیر ہوا۔ ضعیف ہوا۔ اور مَهِيْن بمعنی حقیر۔ بے قدر۔ ذلیل وخوار (م۔ ق)۔ اور امام راغب کے نزدیک مهین وہ شخص ہے جس پر دوسرا انسان مسلط ہو کر اسے سبکسار کر دے (مف) قرآن میں ہے:

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ (۴۳/۵۲) (فرعون نے کہا) کیا بھلا میں اس شخص سے، جو حقیر سا آدمی ہے، بہتر نہیں ہوں۔

۳۔ صَاغِرٌ: (صِغَرٌ ضد کِبَر) اور صَغَارٌ بمعنی ذلت۔ اور صَاغِر بمعنی ثانوی حیثیت رکھنے والا بڑائی کے خبط کے ساتھ ذلت کے ساتھ محکومی پر مجبور ہونے والا اور اس کا اقرار و اعتراف کرنے والا۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صَاغِرُوْنَ (۹/۲۹) (ان سے جنگ کرو) یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

۴۔ دَاخِرٌ: دَخَرَ میں عاجزی۔ ذلت اور حقارت تینوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور دَاخِرٌ بمعنی عقل و ہوش کی کم مائیگی کی بناء پر بکری بن کر ذلت کی اطاعت قبول کر لینے والا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (۴۰/۶۰) جو لوگ میری عبادت سے ازراہِ تکبر کنیاتے ہیں۔ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ (۲۷/۸۷) اور جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب گھبرائیں گے مگر وہ جسے خدا چاہے اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔

۵۔ اَرَاذِل: (اَرذَل کی جمع) رَذُلَ، حقارت کے قابل ہونا۔ قبیح ہونا (منجد) دُوْنَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (م۔ل) اور اَرْذَل بمعنی گھٹیا۔ ناقص۔ ردّی (منجد) ردّی درجہ کے لوگ جن کی طرف دوسرے لوگ ان کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے رغبت نہ کریں (مف) قرآن میں ہے:

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ (۱۱/۲۷) اور ہم تو یہی کچھ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ تمہارے پیرو ہیں وہ ہمارے اور موٹی عقل کے لوگ ہیں۔

۶۔ اَسْفَل، اَلسَّفْلَة کمینے لوگ جیسے دُوْن اور اَسْفَل بمعنی پست اور حقیر (مف) (ضد اَعْلٰی) قرآن میں ہے:

نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ (۴۱/۲۹) ہم انہیں پاؤں تلے روندیں تاکہ وہ ذلیل ہوں۔

۷۔ خَاسِئٌ: خَسَأَ (۱) بمعنی نظر کا تھکنا اور کمزور ہونا۔ اور (۲) بمعنی خاسئ من الخنازیر والکلاب دھتکارے ہوئے کتے اور سور جن کو لوگوں کے پاس نہ پھٹکنے دیا جائے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ (۲/۶۵) اور (اے یہود!) تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے ہفتہ کے دن میں زیادتی کی تو ہم نے ان سے کہا، کہ ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔

ماحصل: (۱) ذَلِيْل، عزیز کے مقابلہ میں بمعنی زبردست۔

(۲) مَهِيْن: ذلیل۔ دوسروں کی نظر میں اپنے برے اعمال کی وجہ سے گرا ہوا۔

(۳) صاغر: بالاتری سے نیچے اتر کر محکوم بننے والا اور اس کا اقرار کرنے والا۔

(۴) داخر: عقل کی کم مائیگی کی وجہ سے مطیع و منقاد۔ ذلیل۔ عاجز۔

(۵) ارذل: رذیل۔ کمینہ۔ نچلے طبقہ کا۔ ناقابلِ التفات۔ جو ہر لحاظ سے پست ہو۔

(۶) اَسْفَل: اعلیٰ کے مقابلہ میں پست اور حقیر۔

(۷) خَاسِئٌ: دھتکارے ہوئے۔ ذلیل ترین۔

۵۔۔۔ ذلیل کرنا

کے لیے اَذَلَّ، اَھَانَ، اَخْزٰی، فَضَحَ، اَزْدَرٰی (زری) اور کَبَتَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَذَلَّ: (اَعَزَّ کے مقابلہ میں) کسی کو زبردست کر دینا۔ اور اس میں مغلوب ہونے کا پہلو نمایاں ہوتا ہے (فق ل ۲۰۸) نیز اعلیٰ ہی ادنیٰ کو مغلوب بنا سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ ($\frac{3}{26}$) (اے اللہ) تو ہی جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔

۲۔ اَھَانَ: ازراہِ عداوت کسی کو ہلکا یا کمزور سمجھنا یا کرنا۔ اور اس کی توہین کرنا (ضد اَکْرَمَ) اور یہ برابر کا آدمی بھی کر سکتا ہے۔ اور اعلیٰ بھی (فق ل ۲۰۸)۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ۔ ($\frac{22}{18}$) اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرے اسے عزت دینے والا کوئی نہیں۔

۳۔ اَخْزٰی: ذلیل و رسوا کرنا جس میں انسان کے اپنے بُرے اعمال کا دخل ہو۔ اور لوگ انہیں جانتے ہوں۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ($\frac{3}{194}$) اے اللہ! ہمیں قیامت کے دن رُسوا نہ کرنا۔

۴۔ فَضَحَ: کسی کے عیب بیان کرنا۔ دوسروں کی نظروں میں گرانا۔ دُوسروں کے سامنے ذلیل کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ۔ ($\frac{15}{68}$) حضرت لوطؑ نے کہا، یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ ان کے سامنے مجھے رسوا نہ کرو۔

۵۔ اِزْدَرٰی: زری) کسی کو انتہائی حقیر اور بے عزت سمجھنا اور زَارِیٌ وہ شخص جو اتنا حقیر ہو کہ کسی شمار میں نہ ہو (م۔ ق) قرآن میں ہے:

وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْٓ اَعْیُنُکُمْ لَنْ یُّؤْتِیَھُمُ اللّٰہُ خَیْرًا ($\frac{11}{31}$) اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اللہ انہیں خیر (مال و دولت یا اعمال کی جزائے نیک) نہیں دے گا۔

۶۔ کَبَتَ: بمعنی سختی اور ذلت کے ساتھ لوٹا دینا (مف) اور بمعنی ذلیل کرنا۔ لوٹانا۔ پھیرنا۔ غصہ سے

رد کرنا۔ ہلاک کرنا (منجد) یہ لفظ غصہ کی حالت میں ذلیل وخوار اور رسوا کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے،

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ (۵۸/۵)
جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کیے جائیں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل کیے گئے تھے۔

ماحصل: (۱) أَذَلَّ: اعلیٰ کا ادنیٰ کو زیردست بنانا یا ذلیل کرنا۔

(۲) أَهَانَ: از راہِ عداوت توہین کرنا۔ بسکت دے ذلیل کرنا یہ برابر کا آدمی بھی کر سکتا ہے۔

(۳) أَخْزٰى: کسی کے عیوب ظاہری کی بنا۔ پر اسے ذلیل کرنا۔

(۴) فَضَحَ:۔ کسی کی برائی بیان کر کے دوسروں کی نظروں میں گرانا۔

(۵) تحدی: نہایت حقیر سمجھنا۔

(۶) کبت: غصہ کی حالت میں کسی کو ذلیل اور رسوا کرنا۔

۶ــــ ذمّہ داری

کے لیے ذِمَّة اور نَحْب کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ذِمَّة: بمعنی عہد کی ایک قسم۔ عہد و فاداری۔ امان۔ حفاظت۔ ذمہ داری۔ عہدِ امان۔ کہتے ہیں أَنْتَ فِي ذِمَّةِ اللهِ یعنی تم اللہ کی پناہ میں ہو۔ اور ذِمّی یا اهل الذمّة وہ غیر مسلم ہیں جو عہد و پیمان کی بنا۔ پر دارالاسلام میں مسلمانوں کو جزیہ ادا کر کے ان کی امان اور حفاظت میں رہتے ہیں (منجد) کبھی یہ لفظ محض عہد و پیمان اور اس کی ذمہ داری کو نباہنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً۔ (۹/۱۰)
یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں اور نہ عہد کا۔

۲۔ نَحْب: اس نذر کو کہتے ہیں جس کا پورا کرنا واجب ہو (مف) اور نَحَبَ الرَّجُلُ یعنی آدمی نے اپنی جان پر ایک چیز واجب کی (م۔ق) گویا نحب وہ ذمہ داری ہے جو انسان نے خود اپنے آپ پر لازم قرار دے لی ہو خواہ یہ نذر کی ذمہ داری ہو یا عہد کی۔ ارشادِ باری ہے،

فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ (۳۳/۲۳)
پھر ان میں کچھ ایسے ہیں جو اپنا ذمہ (لڑائی پر جانے کا عہد) پورا کر چکے اور کچھ ابھی انتظار کر رہے ہیں۔

ماحصل: ذِمَّة: دوسرے سے عہد و پیمان کو نباہنے کی ذمہ داری اور نحب اپنے آپ پر لازم کی ہوئی چیز کو نباہنے کی ذمہ داری کو کہتے ہیں۔

ر

۱ــــــ رات

کے لیے لَیل اور بَیات کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَیل، رات (ضد نہار بمعنی دن) معروف لفظ ہے۔ غروب آفتاب سے لے کر طلوع آفتاب تک کا وقت۔ اور قرآن میں بہت مقامات پر لیل و نہار کا یکجا ذکر ہوا ہے۔ رات کو ۱۲ گھڑیوں (یا ۱۲ گھنٹوں) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان گھڑیوں کے بالترتیب نام یہ ہیں۔

شفق، غسق، عتمہ، دُقّہ، فحمہ، زُلفۃ، زُلقۃ، بھرۃ، سحر، فجر، صُبح، صَباح

(فل ۲۹۲)

۲۔ بَیاتًا: بات بمعنی رات گزارنا، شب بسری کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (۲۵/۶۴) — اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے لیے رکوع اور سجود میں رات گزار دیتے ہیں۔

اور بَیاتًا بمعنی رات کے دوران کسی بھی وقت۔ سوتے میں۔ حالت خواب میں۔ قرآن میں ہے:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا (۱۰/۵۰) — کہہ دو: بھلا دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب دن کو یا رات کو آجائے۔

۲ــــــ رات کے کام

کے لیے بَاتَ، بَیَّتَ، اَسْرٰی، طَرَقَ، نَفَشَ اور تَهَجَّدَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ بَاتَ، بمعنی رات گزارنا۔ شب بسری کرنا۔ اور وہ جگہ جہاں رات گزاری جائے۔ وہ بیت (یعنی گھر) ہے۔ (م ل) ارشاد باری ہے:

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (۲۵/۶۴) — اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ میں اور کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

۲۔ بَیَّتَ، بمعنی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر گھر پر جمع ہو کر کسی معاملہ میں مشورہ کرنا (م ل) قرآن میں ہے:

اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ (۴/۱۰۸) — جب وہ رات کو ایسی باتوں کے مشورے کرتے ہیں جنکو

(۴/۱۰۸) وُہ (اللہ) پسند نہیں کرتا۔

نیز بَیَّتَ بمعنی رات کو دشمن پر اچانک حملہ کر دینا۔ شبخون مارنا (مف) بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰہِ لَنُبَیِّتَنَّہٗ وَاَھْلَہٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّہٖ مَا شَھِدْنَا مَھْلِکَ اَھْلِہٖ (۲۷/۴۹) — کہنے لگے کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اُس کے گھر والوں پر شبخون ماریں گے۔ پھر اس کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس گھر والوں کے موقعۂ ہلاکت پر حاضر ہی نہ تھے۔

۳۔ اَسْرٰی: بمعنی رات کو سیر کرانا۔ لے چلنا۔ لے نکلنا۔ ارشادِ باری ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (۱۷/۱) — پاک ذات ہے وُہ جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰی تک سیر کرائی۔

۴۔ طَرَقَ، طَرِیْق کے معنی راستہ اور طَارِق کے معنی راستہ پر چلنے والا۔ مگر عرفِ عام میں بالخصوص اس مسافر کو کہتے ہیں جو رات کو آئے۔ اور ستارے کو طارق کہا جاتا ہے کیونکہ وُہ عموماً رات کو ظاہر ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (۸۶/۱) — آسمان اور رات کو آنے والے کی قسم۔

اس آیت میں طَارِق سے مراد ستارے بھی ہو سکتے ہیں اور رات کو آنے والا مہمان بھی۔

۵۔ نَفَشَ: نَفَشُ الْغَنَمِ بمعنی رات کے وقت بکریوں کا بغیر چرواہے کے چرنے کے لیے منتشر ہونا۔ اور اَلنَّفَش ان بکریوں کو کہتے ہیں جو رات کو بغیر چرواہے کے چرنے کے لیے منتشر ہو گئی ہوں (مف) ارشادِ باری ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْہِ غَنَمُ الْقَوْمِ (۲۱/۷۸) — اور داؤد اور سلیمانؑ (کا حال بھی سنو) جب وُہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی (اور اسے روند گئی) تھیں۔

۶۔ تَھَجَّدَ: ھَجَدَ بمعنی رات کو سونا بھی اور جاگنا بھی (لغت اضداد) اور ھَجَّدَ تَھَجَّدَ بمعنی رات کو سلانا بھی اور جگانا بھی۔ نیند سے جاگنا۔ رات کو سونا۔ رات کو جاگ کر نماز پڑھنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ۔ (۱۷/۷۹) — اور بعض حصۂ شب میں بیدار ہو کر تہجد پڑھا کرو۔ یہ زیادتی صرف تمہارے لیے ہے۔

۳ــــ راہ ــــ راستہ

کے لیے صِرَاط، طَرِیْق، سَبِیْل، فَجّ، اِمَام (ام) ھُدٰی، نَجْد اور سَبَب کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ طریق: ج طرائق) یہ لفظ ہر طرح کے راستہ کے لیے استعمال ہوتا ہے (فل ۲۶۹) اس لفظ کا استعمال بھی مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی طور پر استعمال کی مثال یہ ہے:

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا (۲۰/۷۷) (اے موسیٰؑ!) سمندر پر (لاٹھی مار کر ان کے لیے خشک راستہ بنا دو۔

اور معنوی کی مثال یہ ہے:

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ (۴/۱۶۸) اور نہ ہی (اللہ ان کافروں کو) راہ دکھلائے گا مگر جہنم کی راہ۔

۲۔ صِراط: صُراط لمبی اور تیز دھار تلوار کو کہتے ہیں (منجد) اور وہ راستہ جو جہنم کو عبور کرنے کے لیے بنایا جائے گا جسے عام طور پر پلِ صراط کہا جاتا ہے۔ اس کی بھی یہی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہوگا۔ گویا صِراط وہ راستہ ہے جسے انتہائی حزم و احتیاط سے طے کرنا پڑے۔ اور جس کے ارد گرد بہت خطرات ہوں۔ اس انتہائی حزم و احتیاط سے راستہ طے کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ صِراط کا یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے معنوی صورت میں اس کا مفہوم بالعموم ہدایت کا راستہ ہوتا ہے۔ اور ابو ہلال کے نزدیک صِراط سہل راستہ کو کہتے ہیں (فق ل ۲۴۶) واللہ اعلم۔ ارشادِ باری ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (۱/۴) الٰہی ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

اور مادی طور پر استعمال کی مثال یہ ہے،

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (۷/۸۶) اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے اسے تم ڈراتے دھمکاتے اور راہِ خدا سے روکتے ہو۔

۳۔ سَبِیل: ہر وہ راستہ جس پر بسہولت چل سکیں (مف) ابن السبیل بمعنی مسافر اور عابری سبیل (۴/۴۳) بمعنی راہ گیر ہے (ج سبل) اور سبیل بمعنی کھلی سڑک۔ اسبل الطریق بمعنی راستہ کا بہت آمد و رفت والا ہونا۔ اور اسبل الدمع والمطر بمعنی آنسو یا بارش کا بکثرت بہنا اور برسنا۔ گویا سَبِیل ایسے راستہ کو کہتے ہیں جہاں کثرت سے آمد و رفت ہوتی ہو (منجد)

اللہ تعالیٰ شہد کی مکھی سے فرماتے ہیں:

فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا (۱۶/۶۹) اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں پر چلتی جا۔

یہاں سُبُل سے مراد وہ فطری راہنمائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ودیعت کر رکھی ہے اور جن پر بآسانی چلا جا سکتا ہے۔ اور سب یکساں چلتی ہیں۔ اس لفظ کا استعمال بھی معنوی اور مادی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ اوپر کی مثال معنوی صورت ہے اور مادی صورت کی مثال یہ ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُقِيمٍ۔ (۱۵/۷۶) اور وہ (شہر۔ لوط کی بستی) اب تک سیدھے راستے پر

(موجود) ہے۔

اب دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس "ہدایت کے رستہ" کے لیے قرآن کریم میں طَرِیْق، صِرَاط اور سَبِیْل تینوں لفظ استعمال فرمائے ہیں۔ یہ طَرِیْق اس لحاظ سے ہے کہ طَرِیْق کا لفظ عام ہے، جو ہر راستہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ صِرَاط اس لحاظ سے ہے کہ اوامر و نواہی کی حدود و قیود میں گھرا ہوا ہے۔ اور سَبِیْل اس لحاظ سے ہے کہ جو شخص عزم کے ساتھ اس رستے پر چل کھڑا ہوتا ہے تو شریعت نے اس کے لیے ہر طرح کی آسانیوں کو ملحوظ رکھا ہے اور اس پر چلنے والے افراد کی تعداد بھی کافی ہے۔

۴۔ فَجّ: فَجْوَۃ دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی کو اور فَجْوَۃ دو پہاڑوں کے درمیان کے میدان کو اور فَجّ اس کھلے راستے کو کہتے ہیں جو اس میدان میں سے گزر کر ان دونوں پہاڑوں کو ملاتا ہے (فَجّ کی جمع فِجَاج (۲۱/۳۱) ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (۲۲/۲۷)	اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر جو دور دراز رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر چلے آئیں۔

۵۔ اِمَام: امام بمعنی (۱) پیشوا اور (۲) بمعنی شاہراہ۔ بڑی اور کھلی سڑک (منجد) قرآن میں ہے:

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ (۱۵/۷۹)	سو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور وہ دونوں بستیاں بڑی شاہراہ پر واقع ہیں۔

۶۔ نَجْد: بمعنی (۱) گھاٹی اور (۲) بمعنی وہ راستہ جو اوپر بلندی کی طرف چڑھتا ہے یا اوپر سے نیچے آتا ہے (فل ۲۶۹) ارشادِ باری ہے:

وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۹۰/۱۰)	اور انسان کو دونوں رستے دکھا دیئے مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔

۷۔ هُدًى: (ضد ضَلَالَۃ) راہنمائی اور راہ۔ اگر کسی بھولے بھٹکے انسان کو صحیح راہ مل جائے تو اسے هُدًى کہا جائے گا۔ قرآن میں ہے:

اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى۔ (۲۰/۱۰)	میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید اس میں سے تمہارے پاس انگاری لاؤں یا اس آگ کے مقام (پر بیٹھے لوگوں) سے راہ معلوم کر سکوں۔

۸۔ سبب (ج اسباب) بمعنی ذریعہ۔ رسّی۔ راستہ (منجد) راستہ اور اسے طے کرنے کے وسائل۔ سامانِ سفر (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا (۱۸/۸۹)	پھر ذوالقرنین نے ایک اور سامان (سفر کا) کیا۔
وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا	اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لیے ایک محل

لَعَلِّیٓ اَبۡلُغُ الۡاَسۡبَابَ (۴۰/۳۶) تعمیر کرتا کہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں۔

ماحصل: (۱) طریق: راستہ کے عام لفظ۔
(۲) صِرَاط: ایسا راستہ جس پر محتاط ہو کر چلنا پڑے۔
(۳) سبیل: ایسا رستہ جس پر بسہولت چل سکیں اور کافی آمدورفت رہتی ہو۔
(۴) فَجّ: دو پہاڑوں کا درمیانی کھلا راستہ۔
(۵) امام: شاہراہ۔ کھلی سڑک۔
(۶) نجد: کسی گھاٹی پر چڑھنے اور اترنے والی راہ۔
(۷) ھُدٰی: بھولے بھٹکے انسان کو اگر ٹھیک رستہ مل جائے۔
(۸) سبب: رستہ مع سامان۔ رستہ۔ اور ذرائع۔

۴۔ راہ ڈالنا ۔۔۔ رائج کرنا

کے لیے سَنَّ، شَرَعَ اور اِبۡتَدَعَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سُنَّۃ: سَنَّ بمعنی کسی چیز کا جاری یا رائج ہونا اور اس کا درست طور پر چلنا (م۔ ل) لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ارشادِ نبوی ہے، مَنۡ سَنَّ سُنَّۃً .... الحدیث یعنی جس کسی نے کوئی طریقہ رائج کیا ... اچھے اور برے مفہوم میں دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد قانونِ الٰہی یا عادتِ الٰہی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَهَلۡ يَنظُرُونَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا (۳۵/۴۳) یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے منتظر نہیں۔ سو تم اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے

۲۔ شَرَعَ: بمعنی واضح اور متعین راستہ۔ لیکن اس کا اطلاق صرف احکام الٰہیہ پر ہوتا ہے (مف) اور شَرَعَ لِلۡقَوۡمِ بمعنی قوم کیلئے قانون بنانا۔ اور شریعت بمعنی اسلامی قانون، خدائی احکام، ضابطہ (منجد) شرع دراصل ایسے قوانین ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اقتضاتِ زمانہ کے مطابق تبدیلی فرماتے رہے ہیں (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "طریقہ" اور "دین") ارشادِ باری ہے:

شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوۡحًا (۴۲/۱۳) اس (اللہ) نے تمہارے لیے دین سے وہی رستہ مقرر کیا جس کا نوحؑ کو حکم دیا تھا۔

تاہم لغوی لحاظ سے اس لفظ کی نسبت غیر اللہ اور معبودانِ باطل کی طرف بھی ہو سکتی ہے جیسے فرمایا:

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ (۴۲/۲۱) کیا ان کے وہ شریک ہیں جنھوں نے دین سے اپنا طریقہ رائج کیا ہے جس کا خدا نے حکم نہیں دیا۔

۳۔ اِبۡتَدَعَ: الابداع بمعنی کسی کی تقلید اور اقتدار کے بغیر کوئی چیز ایجاد کرنا۔ اور بِدۡعَۃ ہر وہ نئی رسم و رواج ہے جس کو دین کی بات سمجھ کر اس میں داخل کر دیا جائے اور شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہ ہو۔ اور اِبۡتَدَعَ بمعنی شریعت میں کسی نئی بات کو اس کا جزو قرار دے کر

داخل کر دینا۔ اور ارشادِ نبویؐ ہے، کہ ہر بدعت خواہ وُہ کتنی ہی اچھی معلوم ہو سراسر گمراہی ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (۵۷/۲۷) — تو انہوں نے خود رہبانیت کی ایک نئی راہ نکال لی جس کا ہم نے انہیں حکم نہیں دیا تھا۔

ماحصل: (۱) سَنَّ، ہر اچھے اور بُرے طریقے کو رواج دینے کے لیے آتا ہے۔ البتہ شرعی اصطلاح میں سنۃ سے مراد صرف رسول اللہؐ کے اعمال و فرامین ہیں۔

(۲) شَرَعَ : اللہ تعالیٰ کا بندوں کے لیے پیغمبر کے ذریعہ واضح اور متعین راہ مقرر کرنا۔ آدمؑ سے حضرت محمدؐ تک اس میں تبدیلی ہوتی رہی مگر اب دین کا یہ حصہ بھی غیر متبدل ہے کیونکہ آپ خاتم النبیین تھے اور دین بھی آپؐ پر مکمل کر دیا گیا۔

۳۔ اِبْتَدَعَ : کسی رسم یا طریقہ کو شریعت کا حصہ سمجھ کر اس میں داخل کر دینا جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہ ہو۔

۵ ـــــ راضی کرنا ـــــ ہونا

کے لیے رَضِيَ، طَوَّعَ اور اَعْتَبَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ رَضِيَ : معروف لفظ ہے یعنی کسی سے راضی ہونا، خوش ہونا، پسندیدگی یا اس کا اظہار کرنا۔ ارشادِ باری ہے،

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (۵/۱۱۹، ۹۸/۸) — اللہ تعالیٰ ان (صحابہ کرامؓ) سے راضی ہوا اور وُہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

۲۔ طَوَّعَ : اَطَاعَ بمعنی دل کی خوشی سے حکم بجالانا۔ اور طَوَّعَ بمعنی کسی مکروہ کام پر اپنے دل کو بہ تکلف رضامند کر لینا (مف) ارشادِ باری ہے :

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ (۵/۳۰) — تو اس کے نفس نے اس (قابیل) کو اپنے بھائی کے قتل پر رضامند کر ہی لیا۔

۳۔ اَعْتَبَ : عتب بمعنی کسی کو ملامت کرنا، ناراض ہونا۔ اور اَعْتَبَ بمعنی سبب ناراضگی کو دُور کرنا۔ رُوٹھے کو منانا (لغت اضداد) اور عِتَاب بمعنی دوستی اور ہمدردی کے تعلقات ضائع کرنے پر خفگی کا اظہار (فق ل ۲۹) ارشادِ باری ہے،

وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ (۴۱/۲۴) — اور اگر وُہ منانا چاہیں تو وُہ منائے نہ جائیں گے۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) رَضِيَ : راضی ہونا۔ خوش ہونا۔ عام لفظ ہے۔

(۲) طَوَّعَ : کسی بُرے کام پر بہ تکلف رضامند کرنا۔

(۳) اَعْتَبَ : رُوٹھے ہوئے کو راضی کرنے کی نیت سے شکوہ و شکایت کرنا۔

راندہ ـــ دیکھیے ـــ "دھتکارنا"

۶ـ رتبہ ـــ رتبہ پانا

کے لیے دَرَجَہ، زُلْفٰی، قَرَّبَ اور مَکَّنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دَرَجَۃ: بمعنی برتری فضیلت۔ رُتبہ۔ مرتبہ دَرَج کی ضد دَرَکْ ہے۔ اور یہ دونوں الفاظ ایک ہی چیز کے دو رخ ہیں۔ سیڑھی کے زینوں پر اگر اُوپر کو چھت کی طرف چڑھا جائے تو یہی زینے یا ڈنڈے دَرَجَات کہلاتے ہیں اور نیچے اترنے کے لحاظ سے یہی زینے دَرَکَات کہلاتے ہیں۔ اسی لیے دَرَجَاتُ الْجَنَّۃ اور دَرَکَاتُ النَّار کا محاورہ استعمال ہوتا ہے (مف) اور درجہ سے مراد اتنی برتری یا فضیلت ہے جو ایک اڈے سے دوسرے تک ہوتی ہے ارشادِ باری ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (۲/۲۲۸)

اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے، جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

۲۔ زُلْفٰی: بمعنی قدر و منزلت اور مرتبہ میں نزدیکی۔ (م ۔ ل) ارشادِ باری ہے:

وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ (۳۸/۴۰)

اور بیشک اس (سلیمانؑ) کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔

مگر یہ مادہ جب اِفعال باب میں جاتا ہے تو فاصلہ میں نزدیکی کے معنی بھی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ (۲۶/۶۴)

اور ہم اسی جگہ دوسروں کو بھی پاس پہنچا دیں گے۔

۳۔ قَرَّبَ: قَرُبَ بمعنی نزدیک ہونا۔ اور ایسا عمل کرنا جو رتبہ میں نزدیکی کا ذریعہ بنے۔ اور قُرْبَان وہ نذر و نیاز ہے جس کے ذریعہ رتبہ اور درجہ کا حصول مطلوب ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا (۵/۲۷)

اور (اے محمدﷺ!) اُن کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے حالات درست پڑھ کر سنا دو۔ جب ان دونوں نے (اللہ کے حضور) کچھ نیازیں پیش کیں۔

دُوسرے مقام پر ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (۵۶/۱۰-۱۱)

اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔ وہی (خدا کے) مقرب ہیں۔

۴۔ مَکَّنَ: بمعنی بلند مرتبہ ہونا۔ اور مَکَان بمعنی جگہ۔ جائے۔ رہائش۔ ایسی جگہ جو جسم رکھتی ہو۔ اور مَکَّنَ بمعنی کسی کو اقتدار بخشنا۔ حکومت عطا کرنا۔ اور مَکِیْن بمعنی کسی مکان میں رہنے والا بھی۔ اور صاحبِ مرتبہ شخص بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ (۸۱/۱۹-۲۰) بے شک یہ فرشتہ عالی مقام کا قول ہے جو صاحب قوت ہے، عرش کے مالک (اللہ) کے ہاں اُونچے درجے والا ہے۔

ماحصل: (۱) دَرَجَۃ، فضیلت و برتری کی ایک منزل۔
(۲) زُلْفیٰ، قدر و منزلت میں نزدیکی۔
(۳) قَرَّبَ، رتبہ عطا کر کے اپنا مقرب بنانا۔
(۴) مَکَّنَ، جب درجہ کے ساتھ اختیار بھی حاصل ہو۔

رجوع کرنا ــــــ دیکھیے "لوٹنا"

۷ ــــــ رُخ کرنا

کے لیے تَوَجَّہَ اور اَقْبَلَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْبَلَ، قَبَلَ الْمَکَانَ بمعنی کسی جگہ کی طرف رُخ کرنا۔ قَابَلَ بمعنی آمنے سامنے یا بالمقابل ہونا۔ دو چیزوں کو آمنے سامنے رکھنا۔ مقابلہ کرنا۔ اور قَبَّلَ بمعنی کسی کو بوسہ دینا۔ اور اَقْبَلَ بمعنی کسی ایسی چیز یا شخص کی طرف رُخ کرنا جو سامنے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ۔ پھر لگے ایک دُوسرے کو رُو در رُو ملامت کرنے۔ (۶۸/۳۰)

۲۔ تَوَجَّہَ: وَجْہ بمعنی چہرہ۔ منہ۔ اور وَجَّہَ بمعنی کسی کی طرف بھیجنا۔ اور تَوَجَّہَ اِلَیْہِ بمعنی متوجہ ہونا۔ رخ کرنا۔ منہ اس چیز کی طرف کر لینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ (۲۸/۲۲) پھر جب موسیٰؑ نے مدین کی طرف رخ کیا۔

ماحصل: قَبَلَ صرف کسی سامنے موجود چیز کی طرف رُخ کرنے کے لیے آتا ہے جبکہ تَوَجَّہَ عام ہے۔ یعنی کسی بھی چیز کی طرف رُخ کرنا۔ دُور ہو یا نزدیک۔

رخصت کرنا۔ طلاق دینا۔

کے لیے وَدَّعَ اور سَرَّحَ اور طَلَّقَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔ وَدَّعَ "چھوڑنا" میں اور سَرَّحَ اور طَلَّقَ آزاد کرنا میں دیکھیے۔

۸ ــــــ ردّی ــــــ ناکارہ

کے لیے نَکِدَ، خَمْطَ، دَاحِضَۃ، نَاقِص اور بَخْس، خَبِیْث، اَدْنیٰ، مُزْجٰۃ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَکِدَ بمعنی قلیل الخیر جس میں بھلائی اور خوبی کا پہلو کم ہو۔ (م۔ق) اور امام راغب کے الفاظ میں ہر وُہ چیز جو اس کے طالب کو بڑی مشکل سے حاصل ہو۔ اور ناقۃ نکداء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دُودھ بھی کم دیتی ہو اور اسے دوہا بھی مشکل سے جا سکے (مف) اور نَکَدَ بمعنی کسی کو حاجت سے روک دینا۔ محروم کر دینا یا تھوڑا دینا۔ اور نکد الرجل بمعنی کسی کا بہت سوال کرنے والا اور کم بھلائی والا ہونا (منجد) گویا نَکِد وُہ چیز ہے جو حاصل بھی مشکل سے ہو اور مقدار میں بھی کم ہو اور اس میں بھلائی بھی کم ہو یعنی تھوڑا اور ردّی۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا۔ (۷/۵۸) — اور جو زمین خراب ہوتی ہے تو اس سے بارش کے پانی سے) جو کچھ تھوڑا بہت نکلتا ہے وُہ بھی ناقص ہوتا ہے۔

۲۔ خَمْط: بمعنی ہر کھٹی یا کڑوی چیز۔ ہر درخت کا تھوڑا پھل۔ ہر لمبے کانٹے والا درخت (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ (۳۴/۱۶) — اور ان کے دونوں باغوں کو ایسے باغ بنا دیا جن کے میوے بدمزہ تھے۔ ان میں کچھ تو جھاڑ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔

۳۔ دَاحِضَۃٌ: دَحَضَ بمعنی مذبوح جانور کی طرح پاؤں پٹکنا۔ اور دَحَضَ الْحُجَّۃُ بمعنی دلیل کا باطل اور غلط ثابت ہونا۔ اور اَدْحَضَ بمعنی دلیل کو باطل کرنا اور دَحْض بمعنی پھسلن پھسلنی جگہ (منجد)

ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِیْنَ یُحَآجُّوْنَ فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۴۲/۱۶) — اور جو لوگ اللہ (کے بارے) میں بعد اس کے کہ اسے (مومنوں نے) مان لیا، جھگڑتے ہیں ان کے پروردگار کے نزدیک ان کا جھگڑا لغو ہے۔

۴۔ ناقص: بمعنی نامکمل درھمٌ ناقصٌ بمعنی کم وزن کے درہم (منجد) یا کھوٹے درہم (م۔ق) نَقْص بمعنی کمی عیب اور نقصان بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (۷/۱۲۹) — ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی اور میووں کے نقصان میں پکڑا۔

۵۔ بَخْس: بمعنی ناقص۔ گھٹیا۔ کمتر (منجد) اور بمعنی حقیر اور ناقص چیز (مف) قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (۱۲/۲۰) — اور قافلہ والوں نے حضرت یوسفؑ کو حقیر سی قیمت یعنی چند درہموں کے عوض خرید لیا۔

۶۔ خَبِیْث: خَبُثَ بمعنی پلید و ناپاک ہونا۔ ردّی ہونا۔ بیکار ہونا۔ اور خَبِیْث بمعنی نجس۔ ردّی۔ ناپسندیدہ۔ ہر خراب اور گندی چیز (ضد طَیِّب) (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ (۴/۲) — اور یتیموں کے عمدہ اور پاکیزہ مال کو اپنے گندے مال سے نہ بدلو!

۷۔ اَدْنٰی (ضد اَعْلٰی) وہ چیز جو کسی اچھی چیز کے مقابلہ میں ناقص یا ردّی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ (۲/۶۱) — موسیٰؑ نے کہا کہ بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص چیزیں کیوں بدلنا چاہتے ہو۔

۸۔ مُزْجٰۃ (زجو) زَجَا اور اَزْجٰی بمعنی چلانا۔ دفع کرنا۔ واپس کرنا اور مُزْجٰی (مؤنث مزجاۃ) تھوڑی یا ردّی چیز (منجد۔م۔ق) یعنی ایسی چیز جسے کوئی قبول کرنے کو تیار نہ ہو اور واپس کر دے (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ (۱۲/۸۸) — برادران یوسفؑ نے کہا، اے عزیز ہمیں اور ہمارے اہل و عیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ ہم ناقص سی پونجی لائے ہیں۔ آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دے دیجئے!

ماحصل: (۱) نَكِدَ: تھوڑی مشکل سے حاصل ہونے والی اور ردّی۔

(۲) خَمْط: کڑوی، کسیلی اور بدمزہ چیز۔
(۳) دَاحِضَة: لغو اور بیہودہ باطل۔
(۴) نَاقِص: عیب دار چیز۔ نامکمل۔
(۵) بَخْس: گھٹیا اور ردّی چیز۔
(۶) خَبِیْث: گندی اور ناپاک یا حرام چیز۔
(۷) اَدْنٰی: جو کسی اچھی چیز کے مقابلہ میں گھٹیا ہو۔
(۸) مُزْجٰۃ: ایسی ردّی جسے کوئی کرنے پر تیار نہ ہو۔

رسوا کرنا اور رسوائی کے لیے دیکھیے "ذلّت" اور "ذلیل کرنا"

۹۔ رسّی

کے لیے حَبْل اور سَبَب کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَبْل (ج حبال) رسی اور اس طرح کی کوئی چیز۔ حبل الورید بمعنی شاہ رگ یا رگِ جان۔ اور حبالۃ الصیّاد بمعنی شکاری کا پھندا۔ اس لفظ کے استعمال میں عمومیت ہے۔ قرآن میں ہے:

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (۱۱۱/۵) — اس (ابولہب کی بیوی) کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔

۲۔ سَبَب: وہ رسی جس سے درخت خرما پر چڑھا جاتا ہے (مف) اور سبب بمعنی راستہ۔ سفر، سامانِ سفر اور سامانِ سفر باندھنے کی رسی (منجد) وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْیَقْطَعْ فَلْیَنْظُرْ هَلْ یُذْهِبَنَّ كَیْدُهٗ مَا یَغِیْظُ (۲۲/۱۵) — تو اُسے چاہیے کہ آسمان میں ایک رسّی تان لے پھر اسے کاٹ ڈالے اور دیکھے کہ کیا اس تدبیر سے اس کا غصہ کچھ فرو ہو سکتا ہے۔

ماحصل: حَبْل کا لفظ ہر قسم کی رسی کے لیے ۔۔۔ اور سَبَب کا لفظ صرف اس رسی کے لیے آتا ہے جسے ذریعہ سفر یا چڑھنے کے لیے راستے کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔

۱۰۔ رشتہ دار

کے لیے اَقْرَبُوْن، نَسَب، صِهْر، اُولُوا الْاَرْحَام اور اٰل کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْرَبُوْنَ : قَرُبَ بمعنی نزدیک یا قریب ہونا۔ اور یہ لفظ زمانہ، فاصلہ، مرتبہ، رشتہ داری۔ غرض ہر لحاظ سے جامع مفہوم رکھتا ہے۔ اَقْرَبُ بمعنی زیادہ قریب۔ زیادہ نزدیک۔ اور اَقْرَبُوْنَ یا اَقْرَبِیْن یا ذَاقُرْبٰی یا ذَوِی الْقُرْبٰی کے الفاظ قریبی رشتہ داروں کے معنی میں مخصوص ہو جاتے ہیں۔ رشتہ دار دُور کے بھی ہوتے ہیں اور نزدیکی بھی۔ نزدیکی رشتہ دار وُہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وراثت میں حصّہ مقرر کر دیا گیا ہے یعنی بیٹے، بیٹیاں، ماں باپ، میاں بیوی، اور بہن بھائی۔ ارشاد باری ہے،

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (۴/۷) مردوں کے لیے حصّہ ہے اس مال سے جو والدین یا رشتہ دار چھوڑ مریں۔

۲۔ نَسَب : نَسَبَ يَنْسُبُ بمعنی نسب بیان کرنا اور نسب دریافت کرنا۔ اور اِسْتَنْسَبَ۔ نسب بیان کرنا۔ نسب پُوچھنا۔ اور نَسَب اور اَنْسَاب بمعنی قرابت۔ رشتہ داری (منجد) اور نسب سے مراد وُہ رشتہ دار ہوتے ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں کیونکہ نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے اور اس میں اَقْرَبُوْن کے علاوہ چچے اور پھوپھیاں اور ان کی اولاد بھی شامل ہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ (۲۳/۱۰۱) پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان میں قرابتیں نہ رہیں گی۔

اور امام راغب نسب کا معنی الوین میں سے کسی ایک طرف کے رشتہ دار لکھا ہے (مف) یعنی باپ کے علاوہ ماں کے رشتہ داروں (پنجابی نانکے) کو بھی نسب میں شامل کیا ہے۔

۳۔ صِهر: بمعنی سسرال یعنی وُہ رشتہ دار جو شادی کے نتیجہ میں پیدا ہوں۔ بیوی کے لیے شوہر کے نسبی رشتہ دار سسرال ہیں اور شوہر کے لیے بیوی کے نسبی رشتہ دار سسرال ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا (۲۵/۵۴) وُہی تو ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابت دامادی بنایا۔ (جالندھریؒ)

۴۔ اُولُو الْاَرْحَام: رحم سے تعلق رکھنے والے رشتہ دار۔ ان کا دائرہ بہت وسیع ہے جن میں پھوپھیاں اور چچے بھی شامل ہو جاتے ہیں لیکن علم الفرائض کی رُو سے ان کا درجہ ذوی الفروض اور عصبہ کے بعد آتا ہے) ارشاد باری ہے:

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ (۸/۷۵) اور اللہ کے حکم کی رُو سے رشتہ دار ایک دوسرے کے (ترکہ کے) زیادہ حقدار ہیں۔

۵۔ اِلّ : کا ترجمہ عموماً قرابت یا رشتہ داری کیا جاتا ہے لیکن لغوی لحاظ سے اس کا معنیٰ رشتہ داروں سے کیا ہوا عہد و پیمان ہے۔ اِلّ بمعنی عہد۔ اقرار۔ پڑوسی (منجد) اور اِلُّ الرَّجُل بمعنی جارہٗ یعنی اس کا پڑوسی بنا (م۔ ق) ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً۔ یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس

(۹/۱۰) کرتے ہیں اور نہ عہد کا۔

ذِمّۃ کا صحیح مفہوم محض عہد نہیں بلکہ عہد امان و حفاظت ہے۔ اور اِلّ کے معنی اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں سے کیا ہوا کسی طرح کا بھی عہد و پیمان۔

ماحصل: (۱) اَقْرَبُوْنَ: نزدیکی رشتہ دار جن کا وراثت میں حصہ مقرر ہے۔ (۲) صِہْر: سسرال والے۔ (۳) اُولُوا الْاَرْحَام: رحم سے تعلق والے رشتہ دار۔ ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ (۴) نَسَب: باپ کی طرف سے رشتہ دار۔ (۵) اِلّ: رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے کیا ہوا عہد۔

۱۱۔ رضامندی۔ خوشنودی

کے لیے رِضْوَان، مَرْضَاۃ اور وَجْہ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ رِضْوَان / مَرْضَاۃ } رَضِیَ معروف لفظ ہے بمعنی خوش ہونا۔ اسی سے رِضْوَان، رُضْوَان اور مَرْضَاۃ بھی مصدر کے طور پر آتے ہیں۔ اور رضامندی، خوشنودی یا پسندیدگی کا معنی دیتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (۵/۲) جو اپنے پروردگار کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہوں۔

دوسرے مقام پر ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (۶۶/۱) اے پیغمبر! جو چیز خدا نے تمہارے لیے حلال کی ہے اسے کیوں حرام کرتے ہو؟ (کیا اس سے) اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو؟

۲۔ وَجْہ: بمعنی چہرہ۔ رُخ۔ منہ۔ رضامندی۔ اور ہر چیز کا وہ حصہ جو پہلے سامنے آئے۔ وَجْهُ النَّهَار بمعنی دن کا پہلا حصہ (مف۔ منجد) اور جب کوئی شخص کسی سے ناراض ہو تو اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور خوش ہو تو اس کی طرف اور زیادہ توجہ دیتا ہے۔ یہی وَجْہ بمعنی رضامندی کا مفہوم ہے یعنی ناراضگی کے کاموں سے بچ کر اور اچھے کام کر کے کسی کی رضامندی چاہنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ۔ (۲/۲۷۲) اور تم جو خرچ کرو گے خدا کی خوشنودی کے لیے کرو گے۔

ماحصل: رِضْوَان اور مَرْضَاۃ محض رضامندی کے معنی میں آتا ہے جبکہ وَجْہ کا لفظ رضامندی کے ساتھ توجہ کا پہلو بھی شامل کر لیتا ہے۔

۱۲۔ رغبت کرنا

کے لیے رَغِبَ اور تَنَافَسَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَغِبَ : بمعنی رغبت کرنا یا رکھنا۔ کسی چیز کے حصول کی دل سے خواہش رکھنا اور اس کے لیے کوشش کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ (۸/۹۴) — پھر جب آپ فارغ ہوں تو محنت کیجئے اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے۔

۲۔ تنافس : نَفِسَ بمعنی حسد کرنا۔ اور نَفَسَ (فی الامر) بمعنی کسی کام کی ترغیب دینا۔ اور تنافس بمعنی باہم فخر کرنا، کرم میں مقابلہ کی رغبت کرنا۔ بطور مقابلہ رغبت کرنا (منجد) رقیبانہ جذبہ سے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی رغبت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ (۲۶/۸۳) — ان کو سربمہر شراب خالص پلائی جائے گی جس کی مہر کستوری کی ہوگی۔ تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہیے کہ اسی میں رغبت کریں۔

ماحصل : رغب، کا لفظ عام ہے جبکہ تنافس اچھے کاموں میں رغبت میں مقابلہ کو کہتے ہیں۔

۱۳ —— رکھنا

کے لیے وَضَعَ اور اَلْقٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وَضَعَ (ضد رَفَعَ بمعنی کسی چیز کو اٹھانا۔ بلند کرنا) اور وَضَعَ بمعنی کسی چیز کو آرام سے نیچے رکھنا اور رفیع کی ضد وضیع ہے بمعنی ایسا انسان جس کی معاشرہ میں کوئی قدر و منزلت نہ ہو۔ اور وضع حمل بمعنی بوجھ کو نیچے رکھنا خواہ یہ ظاہری ہو یا باطنی (مف) ارشادِ باری ہے:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۲/۹۴) — اور ہم نے آپ سے وہ بوجھ بھی اتار رکھا جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی۔

۲۔ اَلْقٰی کا اصل معنی ڈالنا ہے۔ اور رکھنا اور ڈالنا میں فرق یہ ہے کہ رکھنا میں آہستگی اور احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور اگر بے احتیاطی اور جلدی سے کام لیا جائے تو "پھینکنا" کہتے ہیں۔ اور ڈالنا ان دونوں کی درمیانی کیفیت ہے۔ پھر جب کبھی اَلْقٰی میں بھی آہستگی اور احتیاط کا پہلو موجود ہو اور اَلْقٰی بھی رکھنا کا معنی دے گا۔ اور اَلْقٰی میں دوسری خصوصیت یہ ہے کہ القی اس چیز کے ڈالنے یا رکھنے کو کہتے ہیں جسے دوسرے دیکھ سکیں جبکہ وضع میں یہ بات ضروری نہیں ہوتی۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ (۱۵/۱۶) — اور رکھ دیے زمین میں پہاڑ (عثمانی)

اور اسی نے زمین میں پہاڑ (بنا کر) رکھ دیے (جالندھری)

ماحصل : (۱) وَضَعَ : عام ہے۔ رکھی ہوئی چیز کسی کو نظر آئے یا نہ آئے۔

(۲) اَلْقٰی : کسی ایسی چیز کو نیچے رکھنا جسے دوسرے دیکھ سکیں۔

۱۴۔۔۔ رنگ

کے لیے لَوْن اور صِبْغَۃ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَوْن: قدرتی رنگ مثلاً سیاہ، سفید، سبز، لال، زرد، نیلا وغیرہ (ج اَلْوَان) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا (۳۵/۲۷) — اور پہاڑوں میں سفید، سُرخ اور مختلف رنگوں کی دھاریاں ہیں۔

۲۔ صِبْغَۃ: صَبَغَ بمعنی رنگنا۔ رنگ چڑھانا۔ اور صَبَّاغ بمعنی رنگریز (منجد) اور صَبْغَۃ کا لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں مستعمل ہے۔ معنوی صورت میں اس کا معنی کسی انسان پر کسی دوسری چیز کا پیدا کردہ اثر اور رنگ ڈھنگ ہوتا ہے اور صَبَغَ بِالْمَاءِ پانی سے بپتسمہ دینا۔ اور تَصَبَّغَ فِیْ دِیْنِہٖ کسی پر دین کا رنگ اچھی طرح چڑھنا۔ مذہب میں پختہ ہونا ہے۔ (منجد) قرآن میں ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (۲/۱۳۸) — رنگ اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ کے رنگ سے بہتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟

ماحصل: لَوْن قدرتی رنگ کو کہتے ہیں۔ اور صِبْغَۃ وہ رنگ ہے جو خود چڑھایا جائے خواہ مادی ہو یا معنوی۔

روانہ ہونا کے لیے دیکھیے "سفر کرنا"

۱۵۔۔۔ روشنی۔۔۔ روشن ہونا، کرنا

کے لیے اَنَارَ (نور)، اَضَاءَ (ضیاء)، نَارَ، جَلّٰی اور تَجَلّٰی (جلو) وَهَجَ، اَشْرَقَ، اَسْفَرَ اور اَبْصَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنَارَ: نور بمعنی روشنی جو چیزوں کو ظاہر کرے (منجد) وُہ پھیلنے والی روشنی جو اشیاء کے دیکھنے میں مدد دیتی ہے (مف) نور مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (۳۹/۲۲) — بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وُہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو۔

اس آیت میں نور سے مراد راہِ ہدایت بھی ہے اور دل کا نور بھی۔

نور تین قسم کا ہوتا ہے (۱) روشن چیزوں کا مثلاً سورج، چاند، ستاروں اور چراغ وغیرہ کا نور جن کے بغیر انسان ظاہری چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ (۲) آنکھ کا نور کہ اس کی عدم موجودگی میں روشن چیزوں کا نور بے کار ہوتا ہے (۳) وحی یا دین کا نور جس کی عدم موجودگی میں انسان ہدایت کے نور سے استفادہ نہیں کر سکتا جس طرح انسان آنکھ کے بغیر ظاہری چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح دل کے اندھے کے لیے تعلیماتِ الٰہیہ بے کار ثابت ہوتی ہیں۔

اور نُوْر کا لفظ کبھی مُنَوِّر کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے بعض علماء درج ذیل آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۲۴/۳۵) — اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو منوّر کرنے والا یا روشن کرنے والا ہے۔

اور ہمارے خیال میں نُوْر کا ترجمہ نُوْر ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں ہر قسم کا نور شامل ہے۔ اور یہ مُنَوِّر سے ابلغ ہے۔

۲۔ ضِیَاء : (ضوء) اور نُوْر اور نَار کا مادہ ایک ہی ہے۔ یعنی ن و ر۔ نور وُہ روشنی ہے،
۳۔ نَار جس میں روشنی اور چمک تو ہو مگر حرارت، تپش اور رنگ میں سُرخی نہ ہو۔ اگر روشنی بھی ہو اور ساتھ حرارت، تپش اور سُرخی بھی ہو تو وُہ ضِیَاء ہے۔ اور اگر روشنی کا عنصر نسبتاً بہت کم اور حرارت اور تپش اور سُرخی کا عنصر بہت زیادہ ہو تو وُہ نار ہے۔ اور اَلنَّار کا لفظ بسا اوقات نارِ جہنّم کے لیے آتا ہے، جیسے فرمایا:

اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ (۳۸/۵۹) — بلاشک وُہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

ضِیَاء نور سے اخصّ ہے اور نور اعمّ۔ بالفاظِ دیگر ضیاء بھی نور ہی کی ایک قسم ہے جس میں حرارت اور تپش اور سُرخی شامل ہوتی ہے۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے الفاظ میں ضیاء، وُہ روشنی ہے جس کے اجزاء ہوا میں نفوذ کر کے اسے سفید بنا دیتے ہیں اور اس کا اطلاق دن کے وقت سورج کی روشنی پر ہوتا ہے (فق ل ۲۵۶) ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (۱۰/۵) — وہی اللہ ہی تو ہے جس نے سُورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا۔

سورج کے علاوہ آگ اور چراغ کی روشنی کے لیے بھی ضیاء کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ (۲/۱۷) — اس شخص کی مثال ایسے شخص کی ہے جس نے (شب تاریک میں) آگ جلائی۔ پھر جب آگ نے اردگرد کی چیزیں روشن کر دیں تو اللہ نے ان لوگوں کا نور زائل کر دیا۔

اور چاند اور ستاروں کی روشنی کے لیے نور کا لفظ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اُوپر آیت گزر چکی۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو سِرَاجًا مُّنِيْرًا (۳۳/۴۶) فرمایا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ میں حرارت اور حدت کا عنصر نہیں تھا۔

۴۔ جَلِّي : (جلو) جلا بمعنی ظاہر ہونا، نمایاں ہونا۔ آشکار ہونا اور کسی چیز کو نمایاں و آشکار کرنا۔ خطِ جلی مشہور لفظ ہے جس کے یہی معنی ہیں۔ جیسے عموماً "موٹے قلم" سے لکھے ہوئے کو کہہ دیتے ہیں۔ اور جَلّٰی بمعنی روشن اور منوّر چیز کا نمایاں طور پر ظہور پذیر ہونا اور روشن کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا (۹۱/۳) اور قسم ہے دن کی جب وہ اسے روشن کرے۔

اور جلوۃ بمعنی عورت کا ہار سنگھار کر کے اس کو خاوند کے پاس پیش کرنا۔ اور اِسْتَجْلٰی بمعنی دلہن کا آراستہ ہو کر خاوند کے سامنے جانا۔ اور الاجلی بمعنی روشن۔ واضح اور خوبصورت چہرہ والا (منجد) اور تجلّٰی کے معنی کسی روشن اور خوبصورت چیز کا اچھی طرح ظاہر ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (۷/۱۴۳) پھر جب اس کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوارِ ربانی نے) اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

۵۔ وَهَّجَ: اَلْوَهَجُ بمعنی آگ کی بھڑک۔ سورج یا آگ کی بھڑک۔ تپش اور چمک (منجد)۔ قرآن میں ہے:

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (۷۸/۱۳) اور تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے اور (آفتاب کا) روشن چراغ بنایا۔

۶۔ اَشْرَقَ: اَلْاِشْرَاق مشہور لفظ ہے۔ دن چڑھنے کے بعد کا وقت اور روشنی۔ اور اَشْرَقَتِ الشَّمْسُ بمعنی آفتاب کا طلوع ہو کر اچھی طرح روشن ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (۳۹/۶۹) اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھی۔

۷۔ اَسْفَرَ: سَفَرَ بمعنی (عورت کا) چہرہ کھولنا (منجد) پردہ اٹھانا۔ اور سَفَرَ عَنِ الْوَجْهِ۔ چہرہ کھولنا (مف) اَسْفَرَ الْوَجْهُ بمعنی چہرہ کا چمکنا۔ حسین ہونا۔ اور اَسْفَرَ الصُّبْحُ صبح کا روشن ہونا (منجد)۔ صبح کی روشنی۔ نور کا تڑکا۔ قرآن میں ہے:

وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ (۷۴/۳۴) اور رات جب پیٹھ پھیرنے لگے۔ اور صبح جب روشن ہو۔

دوسرے مقام پر ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (۸۰/۳۸) کتنے چہرے اس دن روشن ہوں گے، ہنستے ہوئے اور ہشاش بشاش۔

۸۔ اَبْصَرَ: بَصَرَ بمعنی دیکھنا۔ اور مُبْصِر بمعنی اتنا روشن کہ سب چیزیں بآسانی نظر آ جائیں۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (۱۰/۶۷) وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو۔ اور دن کو روشن بنایا۔

ماحصل: (۱) مُنِيْر: ایسا روشن جس میں روشنی اور چمک تو ہو مگر حرارت اور سرخی نہ ہو اور یہ عام ہے۔

(۲) ضِيَاء: ایسی روشنی جس میں حرارت اور سرخی بھی ہو۔ یہ اخص ہے۔

(۳) نَار: جب روشنی کا عنصر کم اور حرارت اور حدّت زیادہ ہو۔

(۴) جَلّٰی: کسی خوبصورت چیز کا روشن اور نمودار ہونا۔

(۵) وَهَّج: ایسی روشنی جس میں حرارت اور بھڑک اور سرخی بہت زیادہ ہو۔

(۶) اَلْاِشْرَاق: چاشت کے وقت کی روشنی اور وقت۔
(۷) سَفَر: صبح کی روشنی۔ نور کا تڑکا اور چہرے کی چمک اور رونق۔
(۸) مُبْصِر: اتنا روشن جس کی روشنی میں ہر چیز بآسانی دیکھی جاسکے۔

۱۶ — روزہ دار

کے لیے صَائِم اور سَائِح کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَائِم: صَوْم (ج صیام) بمعنی روزہ اور صَامَ بمعنی روزہ رکھنا یعنی سحری سے افطاری تک احکام شرعیہ کے مطابق کھانے پینے اور بعض دوسرے کاموں سے اجتناب۔ اور صَائِم بمعنی روزہ دار۔ قرآن میں ہے:

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمٰتِ۔ (۳۳/۳۵) اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔

۲۔ سَائِح: (سیح) اَلسَّاحَۃ بمعنی فراخ جگہ اور گھر کا آنگن۔ اور سَاحَ بمعنی سیر و سیاحت کرنا۔ کھلی زمین میں پھرنا۔ دور دراز تک سفر کرنا۔
اور سَاحَ بمعنی روزہ رکھنا اور اس کی جملہ حکمی پابندیوں کو بھی ملحوظ رکھنا یعنی کھانے پینے کی بندش کے علاوہ جوارح یعنی آنکھ، کان اور زبان وغیرہ معاصی سے روکنا (مف) ہے۔ اور صاحب منجد کے نزدیک سائح مسجد میں رہنے والے روزہ دار کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ (۹/۱۱۲) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے۔

ماحصل: سَائِح، صرف وہ روزہ دار ہے جو کھانے پینے کے علاوہ دوسری حکمی پابندیوں کا بھی لحاظ رکھے جبکہ صَائِم ہر روزہ دار کو کہہ سکتے ہیں۔

۱۷ — روکنا

کے لیے مَنَعَ، نَہٰی، عَوَّقَ، عَضَلَ، اَمْسَكَ، صَدَّ، اَحْصَرَ، حَظَرَ، عَكَفَ، ثَبَّطَ، كَفَّ اور ذَادَ (ذود) وَزَعَ، حَبَسَ، حَجَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ مَنَعَ: بنیادی طور پر دو معنوں میں مستعمل ہے۔
(۱) نہ دینا (عطا کی ضد) بخل کرنا۔ اور مَنَّاع بمعنی بخیل (مف)۔
(۲) ہاتھ یا زبان سے کسی کو روک دینا۔ کوئی کام نہ کرنے دینا۔ محروم کر دینا۔ روک دینا (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ کی مسجدوں

أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (۲/۱۱۴) میں اللہ کا نام ذکر کیے جانے سے روکے۔

۲۔ نَہٰی: اَلنَّہْیُ کا استعمال بالعموم منکرات سے روکنے اور رکنے کے لیے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی (۷۹/۴۰) پھر جو کوئی اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے آپ کو خواہشاتِ نفس سے روکا۔

۳۔ عَوَّقَ: اَلْعَوَقُ وَالْعُوَقُ بمعنی بے فیض انسان۔ لوگوں کو اچھے کاموں سے روکنے والا (منجد) اور عوّق بمعنی بھلے کاموں سے روکنے والا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِہِمْ ہَلُمَّ اِلَیْنَا۔ (۳۳/۱۸) اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو لوگوں کو (جہاد وغیرہ سے) روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ۔

۴۔ عَضَلَ: بمعنی تنگی کرنا۔ منع کرنا (منجد) سختی سے روکنا (مف) عضلہ بمعنی پٹھا۔ اور عَضَّلَ بمعنی تنگی پہنچانا۔ حصولِ مقصد میں حائل ہونا (منجد) یہ لفظ عموماً مرد کا عورت کو نکاح سے روکنے (منجد) تنگ اور پریشان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے تاکہ اس فعل سے کچھ مفاد حاصل کیا جا سکے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَعْضُلُوْہُنَّ لِتَذْہَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْہُنَّ (۴/۱۹) اور (بیویوں کو) اس بنا پر مت روکے رکھو کہ ان سے دیے ہوئے (مہر) میں سے کچھ لے لو۔

۵۔ اَمْسَکَ: کسی چیز سے چمٹ جانا اور اس کی حفاظت کرنا (مف) یہ لفظ عموماً اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی چیز پہلے سے اپنے پاس موجود ہو اور اسے ہاتھ سے نکلنے نہ دیا جائے۔ اور مُمْسِك بخیل کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمْسِکُوْہُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْہُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (۲/۲۳۱) سو تم ان (مطلقہ عورتوں) کو یا تو بھلے طریقہ سے اپنے ہاں رکھو یا بھلے طریقہ سے رخصت کرو۔

۶۔ صَدَّ: بمعنی روکنا۔ ہٹانا۔ باز کرنا۔ اور صَدَّ عَنْ بمعنی اعراض کرنا۔ مائل کرنا (منجد) نرم برتاؤ سے روکنا (فل ۱۸۸) اعراض و عدول۔ ابن الفارس کے الفاظ میں المیل اِلٰی اَحَدِ الْجَانِبَیْنِ وَعَدَلَ عَنْہُ (م ل) اور صَدَّ بمعنی منع عن قصد الشیء خاصۃ (فق ل ۹۲) یعنی کسی کو اس کے قصد و ارادہ سے روکنا۔ گویا صدّ کا لفظ کسی کو اس کے مقصد سے نرم پالیسی کے ساتھ روکنا کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۱۶/۹۴) اور اب اس بات کی سزا چکھو جو تم اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔

۷۔ اَحْصَرَ: بمعنی گھیر لینا۔ گھیرا ڈالنا۔ محاصرہ کر لینا۔ کسی کی جگہ کو تنگ کرتے جانا۔ اور حِصَار بمعنی قلعہ ——— اور حَاصَرَ بمعنی گھیرا ڈال کر کمک بند کر دینا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِی الۡاَرۡضِ۔ (۲/۲۷۳)

وُہ (انفاق) ان فقراء کے لیے ہے جو خدا کی راہ میں روکے گئے ہیں اور زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۸۔ حَظَرَ: بمعنی کسی چیز کی حفاظت کی غرض سے اس کے ارد گرد باڑ لگانا یا کسی چیز کو احاطہ میں جمع کرکے باڑ لگانا۔ قرآن میں ہے:

وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحۡظُوۡرًا۔ (۱۷/۲۰)

اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رُکی ہوئی نہیں۔

۹۔ عَکَفَ: بمعنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا (مف) بند رہنا۔ روکے رکھنا محبوس ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

ہُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡکُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَالۡہَدۡیَ مَعۡکُوۡفًا اَنۡ یَّبۡلُغَ مَحِلَّہٗ (۴۸/۲۵)

یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجدِ حرام سے روک دیا۔ اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رُکی رہیں۔

۱۰۔ کَفَّ: کَفٌّ بمعنی ہتھیلی اور کَفَّ بمعنی ہتھیلی پر وار کو روکنا۔ مدافعت کرنا (مف) پھر یہ لفظ محض وار کو روکنے یا مدافعت کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

اِذۡ ہَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ یَّبۡسُطُوۡۤا اِلَیۡکُمۡ اَیۡدِیَہُمۡ فَکَفَّ اَیۡدِیَہُمۡ عَنۡکُمۡ (۵/۱۱)

جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے

۱۱۔ ثَبَّطَ: بمعنی کسی کام میں دیر لگانا۔ اور وُہ کام نہ کرنا، اس سے رُکے رہنا اور بمعنی دیر اور سستی کرنا اَثۡبَطَہُ الۡمَرَضُ بیماری کا کسی کو چمٹ جانا اور اس کو نہ چھوڑنا (منجد) اور ثَبَّطَہُ الۡمَرَضُ بمعنی بیماری نے اُسے روک دیا (منجد) دیر یا سستی کی وجہ سے کوئی کام کرنے نہ پانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوۡ اَرَادُوا الۡخُرُوۡجَ لَاَعَدُّوۡا لَہٗ عُدَّۃً وَّلٰکِنۡ کَرِہَ اللّٰہُ انۡۢبِعَاثَہُمۡ فَثَبَّطَہُمۡ (۹/۴۶)

اگر وُہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے کچھ تیاری بھی کرتے۔ لیکن اللہ کو ان کا اس کام پر جانا پسند نہ ہُوا لہٰذا انہیں (ان کی اپنی سستی کی وجہ سے) روک دیا۔

۱۲۔ ذَادَ: بمعنی پرے ہٹانا۔ دفع کرنا۔ نزدیک نہ آنے دینا۔ روکے رکھنا (مف منجد) اور ذَوَّدَ عَنۡ حَسَبِہٖ بمعنی کسی کا اپنے نسب کی حفاظت وحمایت کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَوَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمُ امۡرَاَتَیۡنِ تَذُوۡدٰنِ۔ (۲۸/۲۳)

اور موسیٰؑ نے دیکھا کہ ان کے پیچھے دو عورتیں ہیں جو (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں۔

۱۳۔ وَزَعَ: بمعنی روکنا۔ منع کرنا۔ اور وَزَعَ الۡجَیۡشَ بمعنی فوج کو ترتیب وار حصوں میں رکھنا۔ اور الاوزاع بمعنی جماعتیں۔ اس کا واحد نہیں۔ اور اَلۡوَزَعَۃُ ج وَازِعٌ بمعنی بادشاہ کے مددگار ومحافظ (منجد) گویا وزع کا لفظ انتظام اور ترتیب کے لیے روکنے کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (۲۷/۱۷) — اور سلیمانؑ کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور ان کی جماعتیں بنائی گئیں۔

۱۴۔ حَبَسَ: بمعنی قید کرنا۔ پورے طریقہ سے حفاظت کرنا۔ منع کرنا (منجد) اور بمعنی کسی کو لوٹنے سے روک دینا۔ (مف) ارشاد باری ہے:

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ (۵/۱۰۶) — تو ان دونوں کو نماز (عصر) کے بعد روک لو۔

۱۵۔ حِجْرًا: حَجَرَ بمعنی سخت پتھر اور حِجْرًا مَّحْجُوْرًا محاورہ ہے۔ اور اس سے مراد ایسی مضبوط رکاوٹ ہے جو دور نہ ہو سکے۔ دورِ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی ایسا شخص سامنے آجاتا جس سے اذیت کا خوف ہوتا تو حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (یعنی ہم تم سے پناہ چاہتے ہیں) یہ الفاظ سن کر دشمن اسے کچھ نہ کہتا۔ قرآن نے بھی یہ محاورہ استعمال کیا ہے:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۲۵/۲۲) — جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو یہ گنہگاروں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہ ہو گی اور کہیں گے (خدا کرے تم) روک لیے (اور بند کر دیے) جاؤ (حالانکہ محض)

ماحصل: (۱) مَنَعَ: ہاتھ یا زبان سے روکنا۔
(۲) نَهٰى: منکرات سے روکنا۔
(۳) عَوَّقَ: نیکی کے یا بھلے کاموں سے روکنا۔
(۴) عَضَلَ: کوئی مفاد حاصل کرنے کی خاطر روک رکھنا۔
(۵) اَمْسَكَ: موجود چیز کو ہاتھ سے نکلنے نہ دینا۔
(۶) صَدَّ: نرم برتاؤ سے آہستہ آہستہ کسی کو اس کے قصد و ارادہ سے روکنا۔
(۷) اَحْصَرَ: گھیرا ڈال کر روکنا اور تنگی کر دینا۔
(۸) حَظَرَ: باڑ لگا کر روک دینا۔
(۹) عَكَفَ: تعظیماً اپنے ارادہ سے رکنا۔
(۱۰) كَفَّ: کسی حملہ کو روکنا یا مدافعت کرنا۔
(۱۱) ثَبَّطَ: سستی اور دیر کی بنا پر رکنا اور روکنا۔
(۱۲) ذَادَ: پرے ہٹانا اور نزدیک نہ آنے دینا۔ روکے رکھنا۔
(۱۳) وَزَعَ: انتظام اور ترتیب کی خاطر روکنا۔
(۱۴) حَبَسَ: کھڑا ہونے سے روکنا۔ جانے سے روکنا۔
(۱۵) حِجْرًا مَّحْجُوْرًا: محاورۃً استعمال ہوتا ہے بمعنی مضرت سے رکے رہنے کے لیے التجا۔

۱۸۔۔۔۔ رکنا

کے لیے نَهٰى سے اِنْتَهٰى، اَكْدٰى، اِشْمَاَزَّ اور قَلَعَ کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

۱۔ اِنْتَهٰى: رک جانا۔ باز آنا۔ نواہی کی پابندی اختیار کرنا اور انہیں ترک کر دینا۔ قرآن میں ہے:

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۵/۹۱) — اور (تاکہ شیطان شراب اور جوئے کی وجہ سے) تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم باز آجاؤ گے؟

۲۔ اَكْدٰى: اَلْكُدْيَةُ بمعنی سخت اور ٹھوس زمین۔ سخت چٹان۔ اور حَفَرَ فَاَكْدٰى بمعنی

وہ گڑھا کھودتا ہوا سخت زمین تک جا پہنچا (مف) اور کَدٰی بمعنی سوال کرنا، بخشش مانگنا اور سَاَلَہٗ فَاَکْدٰی یعنی اس نے اس سے سوال کیا تو اس کو سخت زمین کی مانند پایا اور کچھ نہ دیا (منجد) گویا یہ لفظ تھوڑا سا خرچ کرنے کے بعد رک جانے کے معنوں میں آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى (۵۳/۳۴) — اس نے تھوڑا سا دیا پھر رک گیا (ہاتھ روک لیا)

۳۔ اِشْمَاَزَّ: شَمَزَ بمعنی کسی مکروہ چیز سے نفرت کرنا۔ اور اِشْمَاَزَّ بمعنی منقبض یا دل گرفتہ ہونا۔ (منجد) قرآن میں ہے:

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ (۳۹/۴۵) — اور جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل رک جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

۴۔ قَلَعَ: بمعنی کسی کام کو ترک کر دینا۔ چھوڑنا اور رک جانا (منجد) کسی جاری کام کو یک لخت ترک کر دینا ارشادِ باری ہے:

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ (۱۱/۴۴) — اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا، اور اے آسمان رک جا، تو پانی خشک ہو گیا۔

ماحصل: (۱) اِنْتَهٰى: منکرات اور نواہی سے رکنا۔

(۲) اَكْدٰى: مال خرچ کرنے سے دل کا رکنا اور سخت ہونا۔

(۳) اِشْمَاَزَّ: کسی ناپسندیدہ چیز سے دل گرفتہ ہو کر رک جانا۔

(۴) قلع: کسی شروع کیے ہوئے کام سے یک لخت رک جانا۔

۱۹ — روندنا

کے لیے حَطَمَ اور وَطَاَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَطَمَ بمعنی توڑنا مروڑنا۔ اور حَطُوْمٌ ایسی تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو توڑ مروڑ کر رکھ دے۔ اور حُطَامٌ توڑی مروڑی ہوئی یا ریزہ ریزہ شدہ چیز کو کہتے ہیں (منجد) یہ لفظ کسی چیز کو روند کر ریزہ ریزہ کرنے کے لیے بولا جاتا ہے (مف) کچل ڈالنا۔ پلیپنا۔ روندنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۲۷/۱۸) — ایک چیونٹی نے کہا، اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور انہیں (اس بات کی) خبر بھی نہ ہو۔

۲۔ وَطَاَ: (۱) بمعنی پامال کرنا۔ پاؤں کے نیچے روندنا (منجد) پنجابی لتاڑنا۔ (وطی کا لفظ جماع کے معنوں میں بھی آتا ہے) اگرچہ قرآن میں ان معنوں میں نہیں آیا۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ — اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جنکو

لَمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۴۸/۲۵) — تم جانتے نہ تھے کہ اگر تم ان کو روند ڈالتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا۔

اور (۲) بمعنی سخت مشقت اٹھانا۔ سخت کوفت ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا (۷۳/۶) — بلاشبہ رات کا اٹھنا بڑی کوفت ہے اور ذکر الٰہی کے لیے بہت موزوں ہے (جالندھریؒ)

سخت روندنا ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: وَطْا: پامال کرنا یا پاؤں کے نیچے روندنا۔ اور حطم: روند کر کچل دینا یا توڑ پھوڑ دینا۔

۲۰ ـــــ رونق

کے لیے زَهْرَة، نَضْرَة اور بَهْجَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- زَهْرَة: خوشنمائی، چمک دمک، ٹیپ ٹاپ۔ اور زَهْرَةُ الدُّنْيَا بمعنی دنیا کی ظاہری چمک اور رونق (منجد) اس لفظ کا استعمال عموماً اس بے ثبات دنیا کی دلفریبیوں اور رنگینیوں کے لیے ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۰/۱۳۱) — اور تمہاری آنکھیں اُدھر متوجہ نہ ہونی چاہئیں جو ہم نے دنیوی زندگی کی چمک دمک کا سامان طرح طرح کے لوگوں کو فائدہ اٹھانے کو دیا ہے۔

۲- نَضْرَة: چہرے کی رونق۔ بشاشت اور تر و تازگی۔ خوبصورتی (منجد۔ م۔ ل) گو لغوی لحاظ سے اس کا استعمال چہرے اور نباتات دونوں کے لیے درست ہے۔ تاہم قرآن کریم میں یہ لفظ جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے چہرہ کی رونق ہی کے لیے ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۷۵/۲۲) — آج کے دن بہت سے چہرے پر رونق ہوں گے جو اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

۳- بَهْجَة: ہر وہ چیز جو دل کو اچھی لگے اور اس کا بنیادی معنی سرور ہے۔ اور خلیل کے نزدیک اس کا تعلق کسی چیز کی اچھی رنگت اور تازگی سے ہے (فق ل ۲۱۶) انسانوں کے لیے بھی آتا ہے تاہم نباتات کی تر و تازگی، سرسبزی، شادابی۔ نباتات کے پُر بہار ہونے کے لیے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ (۲۷/۶۰) — اور (کس نے) تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اگائے۔

ماحصل: زَهْرَة: کا لفظ نباتات دُنیا کی ظاہری چمک اور رونق کے لیے۔ نَضْرَة چہرہ کی رونق کیلیے

اور بَهجَة نباتات کی رونق کے لیے آتا ہے۔

رہنا کے لیے دیکھیے "آباد ہونا" اور "ٹھہرنا"

۲۱ ـــــــ ریت

کی عربی لغت رَمْل ہے جو قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ اس کی مختلف صورتوں کے لیے سَرَاب، کَثِیْب اور اَحْقَاف کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَرَاب: ہر پینے کی چیز کو شَرَاب کہتے ہیں۔ اور جو چیز بظاہر شراب نظر آئے مگر حقیقتاً وُہ پینے کی چیز نہ ہو اسے سَرَاب کہتے ہیں (مف) پھر مجازاً اس کا استعمال ہر بے حقیقت چیز پر ہوتا ہے اور بالعموم اس لفظ کا استعمال ریت کے اس وسیع میدان پر ہوتا ہے جو سورج کی روشنی میں ایک خاص زاویہ سے اور دُور سے دیکھنے پر ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی معلوم ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

كَسَرَابٍۢ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً (۲۴/۳۹) جیسے میدان میں سراب کہ پیاسا آدمی اسے پانی سمجھے۔

۲۔ کَثِیْب: ریت کا لمبا چوڑا ٹیلہ (فل ۲۷۲) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا (۷۳/۱۴) جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں اور پہاڑ ایسے ہو جائیں جیسے ریت کے پھسلتے تودے۔

۳۔ اَحْقَاف: (واحد حقف) بمعنی ریت کا کئی ٹیلوں پر مشتمل میدان اور اَحْقَاف بمعنی ریت کا سینکڑوں میل میں پھیلا ہوا وسیع میدان (منجد) اور بمعنی ربع مسکون مغربی یمن کا وُہ علاقہ جو قوم عاد کا مرکز تھا (م ق) قرآن میں ہے:

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (۴۶/۲۱) اور قوم عاد کے بھائی (ہودؑ) کو یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم میں سرزمینِ احقاف میں ہدایت کی۔

ماحصل: سَرَاب، پانی معلوم ہونے والا ریت کا میدان۔ کَثِیْب: بھربھری اور گرنے پھسلنے والی ریت کا تودہ۔ اور اَحْقَاف ریت کے کئی تودوں پر مشتمل وسیع میدان۔

ریزہ ریزہ کے لیے دیکھیے، چُورا چورا۔

ز

۱ـــــ زائد

کے لیے عَفْو[1]، نَافِلَۃً[2] اور ضِعْف[3] کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَفْو، عَفَا کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کسی چیز کو چھوڑ دینا اور (۲) زیادہ کرنا۔ عَفَا الشَّعْر بمعنی اس نے بالوں کو چھوڑ دیا تاکہ وُہ اور زیادہ لمبے ہو جائیں۔ ارشادِ نبوی ہے، قَصُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی یعنی اپنی مونچھوں کو کترا ؤ اور داڑھیوں کو چھوڑ دو یا بڑھنے دو۔ اور عَفَا الشَّیٔ بمعنی زیادہ کرنا۔ اور اَلْعَفْو بمعنی زائد چیز۔ عمدہ چیز۔ اور عَفْوٌ مِنَ الْمَال بمعنی خرچ یا ضرورت سے زیادہ مال جس کا دینا دشوار نہ ہو (منجد) ارشادِ باری ہے،

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۔ (۲/۲۱۹) اور آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں آپ کہیے جو کچھ زائد از ضرورت ہو۔

۲۔ نَافِلَۃ، نَفَلَ بمعنی عطیہ دینا۔ اور اَنْفَلَ بمعنی مالِ غنیمت دینا۔ اور نَفَل ہر وُہ کام ہے جو واجبات اور ضروریات سے زائد ہو (منجد) نفلی عبادات وُہ ہیں جو فرائض و سنن کے علاوہ اور محض تطوّعاً ادا کی جائیں خواہ وُہ نماز ہو یا صدقہ و خیرات یا روزے یا حج و عمرہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۔ (۱۷/۷۹) اور رات کے کسی حصہ میں نمازِ تہجد ادا کیا کرو۔ یہ زیادتی صرف آپ کے لیے ہے۔

گویا یہ زائد نماز اس حکم کی رُو سے آپ پر فرض تھی جبکہ دوسروں کے لیے یہ نفلی عبادت ہے۔ دوسرے مقام پر ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً (۲۱/۷۲) اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو اسحاقؑ عطا کیا۔ اور مزید برآں یعقوبؑ بھی (جس کے لیے آپؑ نے دعا بھی نہ کی تھی)

۳۔ ضِعْف: بمعنی جتنی چیز ہو اتنی ہی اور زیادہ (م ل) دگنی۔ ارشادِ باری ہے:

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ (۱۷/۷۵) تب ہم تمہیں زندگی میں بھی (عذاب کا) دونا اور مرنے پر بھی دونا مزہ چکھاتے۔

اور ضِعف کا تثنیہ ضِعفَین ہے جو تاکید مزید کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ — اس کی مثال ایک باغ کی ہے جو اونچی جگہ پر ہو

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ (۲/۲۶۵) — اس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے۔

اور ضَاعَفَ بمعنی کسی چیز کو بہت زیادہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (۲/۲۶۱) — اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اور بھی زیادہ کر دیتا ہے۔

ماحصل: عَفْو: ضرورت سے زائد پس انداز شدہ نفل: فرائض و واجبات سے زائد ضِعف: اصل مقدار کے برابر زائد۔

نیز دیکھیے ——— "بڑھنا۔ بڑھانا"

۲ ——— زبردستی کرنا

کے لیے اَکْرَهَ، جَبَرَ، قَهَرَ، سَخَّرَ، رَهِقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَکْرَهَ: کَرِهَ بمعنی کسی چیز کو ناپسند کرنا۔ نفرت کرنا۔ اور اَکْرَهَ بمعنی کسی کو ایسے کام پر مجبور کرنا جسے کرنے کو اس کا جی نہ چاہے۔ گویا اس کے معنی میں دو بنیادی باتیں ہیں۔ ناپسندیدگی اور زبردستی۔

ارشادِ باری ہے؛

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (۲/۲۵۶) — دین (اسلام قبول کرنے) میں زبردستی نہیں ہے۔

نیز فرمایا؛

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۴/۳۳) — اپنی لونڈیوں کو، اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو چند ٹکوں کے دنیوی فائدہ کے لیے انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

۲۔ جَبَرَ: اس کے معنی میں بھی دو باتیں بنیادی ہیں (۱) زبردستی (۲) اصلاح (م۔ل) یعنی زبردستی اور دباؤ سے کسی چیز کی اصلاح کرنا (مف) جَبَرَ الْعَظْمَ بمعنی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو درست کرنا اور جَبَرَ عَلَى الْاَمْرِ کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (۵۹/۲۳) — (اللہ تعالیٰ) غالب بھی ہے، زبردست بھی اور بڑائی والا بھی۔

پھر یہ لفظ کبھی محض زبردستی کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا؛

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (۲۶/۱۳۰) — اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔

۳۔ قَهَرَ: میں بھی دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) غلبہ (۲) ذلت یعنی کسی پر غلبہ ہونا اور مغلوب کو ذلیل کرنا۔ کسی زبردست کا کسی کمزور کو دبانا۔ ارشادِ باری ہے؛

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّاۗىِٕلَ — نہ تو کسی یتیم کو دباؤ، اور نہ ہی کسی سائل کو

فَلَا تَنْهَرْ (۹۳/۹) جھڑکو۔

۴۔ سَخَّرَ: سَخِرَ بمعنی ہنسی مذاق اُڑانا۔ اور سَخَّرَ میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) زبردستی (۲) مقصد برآری (م۔ل) یعنی کسی چیز کو کسی مقصد کی طرف زبردستی لے جانا۔ زبردستی کام پر لگا دینا۔ حکم کا بندھا ہونا۔ اس میں کسی کی مرضی یا پسندیدگی کو کچھ دخل نہیں۔ یہ لفظ بالعموم کائنات کے تسخیری امور کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (۱۴/۳۳) اور سورج اور چاند کو تمہارے لیے کام میں لگا دیا کہ دونوں مسلسل ایک دستور پر چل رہے ہیں۔ اور (اسی طرح) دن اور رات کو تمہارے لیے کام میں لگا دیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (۴۳/۳۲) اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکے۔

۵۔ رَهِقَ: بمعنی ایک چیز کے اُوپر دوسری چیز کا چڑھ جانا اور اسے چھپا لینا (مف) اور رَهِقَهُ الْاَمْرُ بمعنی کسی معاملہ نے اسے بزور جبر دبا لیا (منجد) گویا رَهِقَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) زبردستی (۲) چڑھ کر ڈھانپنا یا چھپانا۔ ارشادِ باری ہے:

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (۶۸/۴۳) اُن کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور اُن پر ذلت چھا رہی ہو گی۔

ماحصل: (۱) اِکْرَاہ: میں دل کی ناپسندیدگی اور زبردستی۔

(۲) جَبْر: میں زبردستی اور اصلاح۔

(۳) قَهْر: میں زبردستی اور دباؤ۔

(۴) سَخَّرَ: میں زبردستی اور مقصد برآری اور

(۵) رَهِقَ: زبردستی اور چھانا یا چھپانا کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۳ ــــ زخم

کے لیے قَرْحٌ[1] اور جُرُوْحٌ[2] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ قَرْحٌ: بمعنی پھوڑا پھنسی۔ خارش۔ زخم (ج قروح) یہ اندرونی اثر سے بھی ہو سکتا ہے اور خارجی سے بھی۔ بمعنی پھوڑے پھنسیاں اور ان کی وجہ سے پیدا شدہ زخم (منجد) پھر ان زخموں سے پیدا ہونے والے درد و الم پر بھی قرح کا اطلاق ہوتا ہے (مف) قروح دراصل ایسے زخموں کو کہتے ہیں جن کا اثر جلد تک محدود ہو خواہ جلد چھل جائے یا خراشیں ہوں یا پھوڑے پھنسیاں۔ قرآن میں ہے:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ اگر تمہیں زخم پہنچے ہیں تو اس قوم (کافروں) کو بھی تو

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ (۳/۱۴۰) ایسے ہی زخم پہنچے ہیں۔

۲۔ جُرُوْح : (واحد جرح) جرح بمعنی گھاؤ۔ گہرا زخم۔ ضرباتِ شدیدہ۔ اور جراح بمعنی سرجن زخموں کی چیر پھاڑ کرنے والا (منجد) اور جوارح (واحد جارحۃ) بمعنی شکار کرنے والے جانور یا پرندے (فل ۱۶) جو شکار میں گہرا زخم کرکے اسے ادھ مُوا کر دیتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۔ (۵/۴۵) اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ہے ان کے برابر۔

ماحصل : قرح ایسا زخم جس کا اثر جلد تک محدود ہو اور جرح گہرے زخم کو کہتے ہیں۔

زلزلہ کے لیے دیکھیے ــــ "کانپنا"

۴ ــــ زمانہ اور اُس کی تقسیم

کے لیے دَھْر، عَصْر، قَرْن، حُقُبَۃ اور رَیْبَ الْمَنُوْن کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دَھْر : زمانۂ کائنات، مدتِ عالم۔ جب سے کائنات شروع ہوئی اس وقت سے لے کر اس کے اختتام تک کا وقت (مف) اور ابن الفارس کہتے ہیں کہ دَھَر میں غلبہ اور قہر کا مفہوم پایا جاتا ہے اور دَھْر کا یہ نام اس لیے ہے کہ وُہ ہر چیز پر گزرتا ہے اور اس پر غالب آتا ہے (م ل) اور دَھْر کا تعلق مشیّتِ الٰہی سے ہے۔ ارشادِ نبوی ہے لَا تَسُبُّوا الدَّھْرَ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الدَّھْرُ یعنی دہر کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے۔ اور دہری وُہ شخص جو کائنات کو ابدالآباد سے شمار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی صانع نہیں ہے۔ فرقہ دہریہ مشہور ہے (م ق) ارشادِ باری ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (۷۶/۱) زمانے میں ایک ایسا دور بھی آیا ہے جبکہ انسان کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا۔

یعنی دورانِ دہر ایک ایسا وقت بھی تھا جب انسان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

۲۔ عَصْر : بمعنی (۱) دن کا آخری حصہ۔ (۲) شب و روز۔ روزگار۔ زمانہ (منجد م۔ ا) یعنی جب سے دن رات وجود میں آئے اور جب تک موجود رہیں گے۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ معنی یا تعریف محلِ نظر ہے عَصْر کا معنی یہ ہونا چاہیے، "بنی نوع انسان کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کا عرصہ۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ بنی نوع انسان پر عصر کو بطور شاہد بیان فرماتے ہیں۔ اور جب انسان کا وجود ہی نہ تھا تو شہادت کیسی؟ واللہ اعلم بالصواب! ارشادِ باری ہے:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (۱۰۳/۱-۲) عصر کی قسم انسان خسارے میں رہا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ شب و روز تخلیقِ آدم سے مدتوں پہلے وجود میں آچکے تھے۔

دَھْر اور عصر کی مندرجہ بالا تصریح کے لحاظ سے ان الفاظ کی جمع نہیں ہونی چاہیے لیکن کتبِ لغت میں دَھْر کی جمع دُھُور اور عَصْر کی جمع عُصُور آتی ہے۔ یہ اس لیے کہ یہ عرفِ عام میں دہر اور

عَصر سے مراد محض ایک طویل زمانہ لے لیا جاتا ہے۔

۳۔ قَرْن: بمعنی سو سال کا عرصہ۔ ایک زمانہ کے لوگ۔ ایک امت کے بعد دوسری امت۔ ایک نسل کے لوگ اور اس کا عرصہ (منجد) گویا قرن کا اطلاق کسی ایک دور یا زمانہ پر بھی ہوتا ہے اور اس دور کے لوگوں پر بھی جیسے قَرْیَۃ کا لفظ بستی اور بستی والوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (ج قرون) قرآن میں یہ لفظ کسی دور کے لوگوں کے لیے ہی بالعموم استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا:

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی (۲۰/۵۱) فرعون نے موسیٰ سے سوال کیا کہ پہلی امتیں کس حال میں ہیں؟

۴۔ حُقْبَۃ: اسّی سال کا عرصہ یا اس سے زائد مدت۔ طویل مدت، غیر معیّنہ مدت (مف) اور اس کی جمع حُقُب بھی ہے اور اَحْقَاب بھی بمعنی مدتوں۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک یہ لفظ حقیبۃ سے ماخوذ ہے۔ اور حقیبہ چمڑے کے اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں سوار اپنا سامان رکھ کر کاٹھی یا خرجی کے ساتھ رکھ لیتا ہے۔ لہٰذا حقب وقت کا حصہ نہیں بلکہ ظرف کی قسم ہے یعنی وہ زمانہ جس میں اعمال و امور سرانجام پائیں (فق ل ۲۲۴) ارشادِ باری ہے،

حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا (۱۸/۶۱) یہاں تک کہ میں دو دریاؤں کے سنگھم پر پہنچ جاؤں، یا پھر مدتوں چلتا رہوں گا۔

۵۔ ان کے علاوہ قرآن میں ایک محاورہ "رَیْبَ الْمَنُوْنِ" بمعنی زمانہ کی گردش بھی استعمال ہوا ہے۔ اور اس سے مراد حوادثِ زمانہ ہے جو عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی کسی پر آفت ارضی و سماوی سے بُرے دن پڑنے کی انتظار (نیز دیکھیے گردش ایام) قرآن میں ہے،

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ (۵۲/۳۰) یا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے حق میں زمانہ کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔

ماحصل: (۱) دَھر: تخلیق کائنات سے آخر تک کا وقت۔

(۲) عَصر: تخلیقِ انسان سے قیامت تک کا وقت۔

(۳) قَرْن: کوئی ایک دور یا اس دور کے لوگ۔

(۴) حُقْبَۃ: طویل مدت۔ اسی سال کا زمانہ یا اس سے زائد۔

(۵) رَیْبُ الْمَنُوْن: حوادثِ زمانہ (نیز دیکھیے "گردشِ ایام"

۵ —— زمین اور اس کی اقسام

کے لیے لفظ اَرض استعمال ہوا ہے یعنی وہ جرم جس پر ہم آباد ہیں۔ اور اس کی ضد سماء (سمو بمعنی آسمان ہے۔ اَرض کا لفظ پستی کے معنوں میں بھی آتا ہے اور اسی لحاظ سے سماء بلندی کے معنی میں۔ قرآن میں ہے:

وَلٰکِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ (۷/۱۷۶) مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا۔

ارض و سماء اسمائے نسبیہ سے ہیں، یعنی ہر چیز اپنے فوق کے لحاظ سے اَرض ہے اور وُہی چیز اپنے ماتحت کے لحاظ سے سَماء ہے بجز سب سے اُوپر کے آسمان کے کہ وُہ ارض نہیں بنتا۔

قرآن میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۶۵/۱۲)	اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان بنائے اور ویسی ہی زمینیں۔

تو یہاں اَرض کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں باقی سب مقامات پر سات آسمانوں کے ساتھ ایک زمین کا ذکر فرمایا ہے۔

پھر اَرض کا لفظ کسی ایک ہی چیز کے نچلے حصہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور سَماء کا اس کے اُوپر کے حصہ کے لیے۔ لیکن اس کی مثال قرآن میں نہیں ہے۔

زمین کی بڑی بڑی دو اقسام ہیں۔ (۱) برّ (۲) بحر۔

۱- بَرّ: بمعنی زمین کا وُہ حصہ جو خشک ہے اور اس پر انسان یا دوسرے خشکی کے جانور آباد ہیں یا ہوسکتے ہیں۔ اور یہ حصہ کل سطحِ زمین کا چوتھا حصہ ہے۔

۲- بَحر: زمین کا وُہ حصہ جو زیرِ آب ہے یعنی جس حصہ پر سمندر واقع ہیں۔ اور یہ حصہ رقبہ کے لحاظ سے خشکی کے حصہ سے تین گنا زیادہ ہے۔ اس حصہ میں صرف آبی جانور ہی زندہ رہ سکتے ہیں اور بحر سے مراد وُہ دریا اور نہریں بھی ہیں جو خشکی میں بہتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (۱۰/۲۲)	وہی تو ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

اور خشکی کی مختلف اقسام جو قرآن میں مذکور ہوئی ہیں وُہ یہ ہیں:
جُرُز، سہول، سَاهِرَة، صَعِید، قِیعَة (قوع) صَفْصَف، عَرَاء (عری) زَلَق، صَفْوَان (صفو) فَجْوَة (فج) صَلْدًا، سَاحَة (سیح) رَبْوَة (ربو)، نَجْد، رِیْع، وَادِی، مَوَاطِن اور جُدَد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- جُرُز: جَرَزَ بمعنی کاٹنا اور سَیفٌ جرازٌ بمعنی کاٹنے والی تلوار (م-ل) اور اَرضُ الجُرُز بمعنی خشک، بنجر اور ناقابلِ کاشت زمین۔ ایسی زمین جہاں بارش بہت کم ہوتی ہو (ف ل ۷۰، ۲۶۶)

ارشادِ باری ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَی الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ۔ (۳۲/۲۷)	کیا وُہ نہیں دیکھتے کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی کو رواں کرتے ہیں۔ پھر اس میں سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے اُن کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وُہ خود بھی۔

۲- سُهُول: (سہل کی جمع) نرم اور ہموار زمین۔ میدانی حصّے (منجد) قرآن میں ہے:

تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا (۷/۷۴) — تم نرم زمین پر محل بناتے ہو۔

۳۔ سَاهِرَة: بمعنی زمین یا سطح زمین (منجد) ایسی زمین جہاں بکثرت آمد و رفت ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ (۷۹/۱۴) — وہ بس ایک ڈانٹ ہی ہوگی جس سے وہ سب (مُردے) فوراً سطح زمین پر آ جائیں گے

۴۔ صَعِيد: صَعَدَ بمعنی چڑھنا۔ اور صَعِيد بمعنی زمین کا بالائی حصہ۔ بالائی سطح اور اس پر موجود گرد و غبار جو اوپر چڑھ جاتا ہے (مف) ہر ہموار زمین صَعِيد ہے (فل ۱۶) اور بمعنی وجہ الارض زمین کے اوپر کی مٹی اور گرد و غبار وغیرہ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (۵/۶) — پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

۵۔ قِيعَة اور قَاعًا (قوع) بمعنی کھلا میدان (م۔ل) قرآن میں ہے:

أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً (۲۴/۳۹) — ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔

۶۔ صَفْصَف: بمعنی مستوی اور ہموار میدان (فل ۲۶۴) قرآن میں ہے:

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (۲۰/۱۰۶) — پھر وہ زمین کو کھلا اور ہموار میدان بنا چھوڑے گا جس میں نہ تم کچھ کجی (پستی) دیکھو گے اور نہ ٹیلا (بلندی)

۷۔ عَرَاء: عَرَا بمعنی ننگا ہونا۔ اور عراء ایسے میدان کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز آڑ کے لیے نہ ہو (مف) چھوٹا صحرا (فل ۲۶) قرآن میں ہے:

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ (۳۷/۱۴۵) — پھر ہم نے اس (حضرت یونسؑ) کو چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھے۔

۸۔ زَلَق: بمعنی پھسلنا۔ اور صَعِيدًا زَلَقًا بمعنی چکنی زمین۔ جہاں سے انسان پھسل جائے۔ قرآن میں ہے:

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا (۱۸/۴۰) — یا میرا رب تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی بگولا بھیج دے تو وہ صاف میدان ہو جائے۔

۹۔ صَفْوَان: بمعنی صاف سطح کی چھوٹی چٹان۔ سل۔ پتھریلی زمین اور

۱۰۔ صَلْدًا: بمعنی ٹھوس اور چکنا پتھر۔ رَأْسٌ صَلْدٌ گنجا سر اور صَلْدٌ بمعنی خشک پتھر (ف ل ۴۵) قرآن میں ہے:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا (۲/۲۶۴) — اس مال کی مثال ایسی ہے کہ ایک چٹان پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو، اس پر زور کا مینہ برسے جو اسے صاف کر ڈالے۔

۱۱۔ فَجْوَة : دو پہاڑوں کے درمیان کھلا میدان۔ وادی۔ اور جو راستہ اس میدان میں سے گزرتا ہو اسے فجّ کہتے ہیں (منجد۔م ل) قرآن میں ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ (۱۸/۱۷)

اور تُو دیکھے کہ جب سورج نکلتا ہے تو اُن کی غار سے دائیں کو بچ کر نکل جاتا ہے، اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں کو کترا جاتا ہے۔ اور وُہ ایک کھلے میدان میں ہیں۔

۱۲۔ سَاحَة : گھروں سے ملحقہ یا نزدیک فراخ جگہ۔ آنگن۔ صحن۔ پارک وغیرہ۔ مل بیٹھنے کی جگہیں۔ قرآن میں ہے:

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ (۳۷/۱۷۷)

کیا وُہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں پھر جب عذاب ان کے آنگنوں میں اترا تو جن کو ڈرسنایا گیا تھا اُن کا بڑا حال ہو گیا (جالندھریؒ)

بُری صبح ہو گی ڈرائے ہوؤں کی (عثمانیؒ)

۱۳۔ رَبْوَة : رَبَا بمعنی بڑھنا۔ پھلنا پھولنا۔ اور رَبْوَة بمعنی اُبھری ہوئی زمین (فل ۲۶۶) عام سطح سے تھوڑی بلند اور شاداب زمین۔ قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ (۲/۲۶۵)

اس کی مثال ایک ایسے باغ کی ہے جو اُونچی جگہ پر ہو۔ اس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے۔

۱۴۔ نَجْد : بمعنی گھاٹی۔ عام سطح زمین سے بلند اور سخت جگہ (ف ل ۲۶۷ مف) نیز نجد اُس راستے کو بھی کہتے ہیں جو گھاٹی پر چڑھتا یا اترتا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰/۱۰)

اور دکھلائی ہم نے اسے دو گھاٹیاں (عثمانیؒ)

اور اس کو دونوں رستے بھی دکھا دیے (جالندھریؒ)

۱۵۔ رِيْع (ربعة کی جمع) ایسی زمین جو رَبْوَة سے اونچی ہو (فل ۲۶۷) اور سخت ہو۔ ارشادِ باری ہے:

أَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ (۲۶/۱۲۸)

کیا بھلا تم ہر اُونچی جگہ پر عبث نشان تعمیر کرتے ہو۔

۱۶۔ وَادِي : ایسی ڈھلوان جگہ جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہو۔ وسیع اور کشادہ ہو۔ اور پہاڑوں پر جو بارش وغیرہ کا پانی نیچے آتا ہے وُہ بھی اس میں بہتا ہو (پھر اس وادی میں بہنے والے نالہ کو بھی وادی (جمع اَوْدِيَة) کہہ دیتے ہیں۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ (۱۴/۳۷)

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو ایسے میدان میں لا بسایا ہے جہاں کھیتی نہیں۔

۱۷۔ مَوَاطِن : وَطَنَ بمعنی اقامت کرنا۔ اور وَطَن بمعنی انسان کی سکونت کی جگہ خواہ وُہ وہاں پیدا ہُوا ہو یا نہ پیدا ہوا ہو۔ اور مَوْطِن (ج مَوَاطِن) کے معنی وطن بھی اور لڑائی کا میدان بھی۔ اور مِيْطَان اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے گھوڑ دوڑ کے لیے گھوڑے چھوڑے جائیں۔ (منجد)

ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ (۹/۲۵) — اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت سے میدانوں میں مدد دی ہے۔

۱۸۔ جُدَد: جَدَّ بمعنی کسی چیز کا نیا ہونا، کسی چیز کو کاٹنا۔ جَادَّۃ بمعنی شاہراہ۔ سڑک کا بیچ اور جَدَد بمعنی ہموار اور سخت زمین۔ اور جُدَّۃ بمعنی نشان طریقہ (ج جُدَد) (منجد) گویا جُدَّہ سخت اور ہموار زمین کے ایسے قطعہ کو کہتے ہیں جو صاف طور پر الگ اور کٹا ہوا نظر آرہا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ (۳۵/۲۷) — اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ کے قطعات ہیں اور (بعض) سیاہ کالے ہیں۔

ماحصل:

(۱) جُرُز: خشک اور بنجر زمین۔

(۲) سَھُوْل: نرم زمین۔

(۳) سَاھِرَۃ: روئے زمین یا سطح زمین۔

(۴) صَعِیْد: زمین کے اوپر کی خشک مٹی جو اڑتی پھرتی ہے۔

(۵) قِیْعَۃ: کھلا میدان۔

(۶) صَفْصَف: ہموار اور مستوی میدان۔

(۷) عَرَاء: چٹیل میدان جس میں کوئی آڑ نہ ہو۔

(۸) زَلَق: چکنا میدان۔ پھسلا دینے والی زمین۔

(۹) صَفْوَان: سِل۔ صاف سطح کی چھوٹی چٹان۔

(۱۰) صَلْدًا: چکنا اور خشک پتھر۔

(۱۱) فَجْوَۃ: دو پہاڑوں کا درمیانی میدان۔

(۱۲) سَاحَۃ: گھروں سے ملحق یا نزدیک کھلی جگہ۔

(۱۳) رَبْوَۃ: عام سطح زمین سے تھوڑی بلند اور شاداب زمین۔

(۱۴) نَجْد: گھاٹی۔ بلند اور سخت زمین۔

(۱۵) رِیْع: ربوہ سے قدرے بلند زمین۔

(۱۶) وَادِی: پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی فراخ جگہ جہاں پانی بہتا ہو۔

(۱۷) مَوَاطِن: لڑائی کے میدان۔

(۱۸) جُدَّۃ: سخت اور ہموار زمین کا الگ تھلگ نظر آنے والا قطعہ۔

۶۔ زمین بوس کرنا

کے لیے دَكَّ اور دَمْدَمَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ دَكَّ: کے معنی میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) کوٹنا (۲) ہموار کر دینا (م۔ل) یعنی کسی چیز کو کوٹ کر اور ریزہ ریزہ کر کے اسے زمین کی سطح کے برابر کر دینا (مف) ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (۷/۱۴۳) — پھر جب موسیٰؑ کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوار ربانی نے) اسے ڈھا کر برابر کر دیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۸۹/۲۱) — جب زمین کوٹ کوٹ کر درست کر دی جائے گی (عثمانی)

۲۔ دَمْدَمَ: دَمْدَمَ الشَّیْءَ بمعنی کسی چیز کو زمین سے چپکانا۔ اور دَمْدَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ بمعنی اللہ تعالیٰ نے

انہیں ہلاک کر ڈالا (منجد) اور دَیْمُوْمَۃ بمعنی صحرا۔ ریگستان (مف) ارشادِ باری ہے:

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنبِهِمْ فَسَوَّاهَا (۹۱/۱۴) — تو اللہ نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور اُن کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔

ماحصل: (۱) دَكَّ: بے جان اشیاء کو کوٹ کاٹ کر زمین بوس کر دینا۔
(۲) دَمْدَمَ: عذاب کے ذریعہ ہلاک کر کے ملیامیٹ کر دینا۔

۷۔ زنجیریں

کے لیے سَلَاسِل (سل)، اَغْلَال، اَنْكَال اور اَصْفَاد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَلَاسِل: (واحد سلسلہ) سَلّ بمعنی ایک چیز سے دوسری چیز کو کھینچ لینا جیسے نیام سے تلوار کو سونتنا۔ اور سلسلہ بمعنی زنجیر جس کی ایک کڑی سے دوسری کڑی نکلی چلی جاتی ہے (مف) اور تسلسل بمعنی ایک چیز کا دوسری سے مربوط ہوتے چلے جانا۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ (۶۹/۳۲) — پھر ایک زنجیر سے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، اسے جکڑ دو۔

۲۔ اَصْفَاد: (واحد صَفَد اور صِفَاد) بمعنی لوہے کا طوق یا زنجیر جس سے قیدیوں کو جکڑا جاتا ہے۔ (مف) اور صَفَدَ بمعنی باندھنا۔ قید کرنا۔ اور اَصْفَدَ بمعنی قید کرنا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ (۳۸/۳۸) — اور دوسرے جنوں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

۳۔ انکال: (واحد نکل) نِكْل جانور کی بیڑی اور لوہے کے لگام کو کہتے ہیں جو اسے قابو میں رکھتے ہیں (مف) اور بمعنی کڑا یا لہ کا لوہا (م۔ق) اور "نکال" ایسی عبرتناک سزا کو کہتے ہیں جس سے کسی کو نتھ پڑ جائے۔ اور نَكَّلَ بمعنی کسی کو عبرت ناک سزا دینا یا کسی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنا یا لگام دینا۔

ارشادِ باری ہے:

إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا (۷۳/۱۲) — بیشک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ ہے۔ اور گلوگیر کھانا اور دردناک عذاب ہے۔

۴۔ اَغْلَال: واحد غُلّ۔ اور اس کی جمع غلول بھی آتی ہے۔ اور غُلّ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے (مف) اور اس کا اطلاق ہتھکڑی، بیڑیاں اور طوق سب پر ہوتا ہے۔ اور غَلَّ بمعنی ہتھکڑی یا طوق ڈالنا (منجد) اور زنجیر تو ان سب کے ساتھ ہوتی ہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا (۷۶/۴) — ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

ماحصل: (۱) سَلَاسِل: زنجیریں معروف لفظ ہے۔

(۲) اَصْفَاد: بمعنی طوق یا زنجیر۔
(۳) اَنْکَال، لگام، کڑیالہ۔ بیڑیاں۔
(۴) اَغْلَال، اعم ہے اور سب معنوں میں آتا ہے خواہ ہتھکڑی ہو یا بیڑیاں یا طوق۔

۸ —— زندہ کرنا

کے لیے اَحْیَا۔ بَعَثَ اور اَنْشَرَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَحْیَا: حَیِیَ بمعنی جینا۔ زندہ رہنا۔ اور اَحْیَا (ضد اَمَاتَ) بمعنی مردے کو زندہ کرنا معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ (۲/۷۳) — اسی طرح خدا مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے۔

۲۔ بَعَثَ: بنیادی طور پر اس میں دو معنی پائے جاتے ہیں (۱) اٹھانا ۔ اُبھارنا (۲) تنہا روانہ کرنا اور جب اس لفظ کا استعمال مُردوں سے متعلق ہو جو قبروں میں پڑے ہیں تو اس کا مطلب انھیں قبروں میں زندہ کرکے اٹھانا اور میدانِ محشر کی طرف چلانا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ (۲۲/۷) — اور بیشک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو، جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائے گا۔

۳۔ اَنْشَرَ: نَشَرَ کا بنیادی معنی پھیلانا ہے (ضد طوی) اور نشر المیّت نشورا کے معنی میت کے ازسرِنو زندہ ہونے کے ہیں (مف) اور اِلَیْہِ النُّشُوْر میں زندہ ہونا۔ اٹھنا اور پھیلنا تینوں معنی پائے ہیں یعنی لوگ زندہ ہو کر پھیل جائیں گے اور اس کی طرف روانہ ہوں گے۔ اور اَنْشَرَ کے معنی زندہ کرکے میدانِ محشر میں پھیلانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (۸۰/۲۲) — پھر اللہ نے اس انسان کو موت دی پھر قبر میں دفن کرایا۔ پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔

ماحصل: (۱) اَحْیَا: کسی بھی مردے کو زندہ کرنا۔ اس کا استعمال عام ہے۔
(۲) بَعَثَ: قبر میں پڑے ہوئے مردوں کو زندہ کرنا اور اٹھانا۔
(۳) اَنْشَرَ: زندہ کرنا۔ اٹھانا اور پھیلانا۔

۹ —— زندہ ہونا —— رہنا —— رکھنا

کے لیے حَیِیَ (حَیَّ) عَاشَ اور اِسْتَحْیَاءَ کے الفاظ قرآن میں پائے جاتے ہیں۔

۱۔ حَیِیَ بمعنی جینا۔ زندہ رہنا۔ اور حَیٰوۃ بمعنی زندگی۔ یہ لفظ بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ حیوانات تو زندہ ہیں ہی، موجودہ تحقیق یہ ہے کہ جمادات میں بھی زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ، فرشتے

اور جن بھی زندہ ہیں۔ لہٰذا اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ اور حیؔ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو زندہ ہے قرآن میں ہے:

اِنۡ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا وَ مَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ (۲۳/۳۷) — (کافر کہتے ہیں) زندگی تو یہی ہماری دُنیا کی زندگی ہے (اسی میں) ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم پھر اٹھائے نہیں جائیں گے۔

۲۔ عَاشَ: بمعنی زندہ رہنا۔ اور عَیۡش اس زندگی کو کہتے ہیں جو حیوانات میں پائی جاتی ہے۔ یعنی جو جاندار کھا پی کر زندہ رہ سکیں اس کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ گویا یہ لفظ حَیِیَ سے اخص ہے اور مَعِیۡشَت (ج مَعَایِش) بمعنی سامانِ زلیست (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدۡ مَکَّنّٰکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَجَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡهَا مَعَایِشَ (۷/۱۰) — اور ہم نے زمین تمہارا ٹھکانا بنایا اور اس میں تمہارے لیے زندگی کا سامان پیدا کیا۔

۳۔ اِسۡتِحۡیَا: حَیِیَ سے مصدر حیوۃ بھی ہے۔ اور حَیَاء (بمعنی شرم بھی) اور اِسۡتِحۡیَاء بمعنی شرم کرنا بھی اور زندہ رکھنا یا زندہ چھوڑنا بھی (منجد) ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال اس وقت ہوگا جب مقابلہ میں کسی دوسرے کو مارا جا رہا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

یُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَیَسۡتَحۡیُوۡنَ نِسَآءَکُمۡ (۲/۴۹) — (آلِ فرعون) تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔

ماحصل: (۱) حَیِیَ: ہر جاندار چیز کا جینا۔

(۲) عَاشَ: ایسے جاندار کا جینا جس کی زندگی کا انحصار کھانے پینے پر ہو۔

(۳) اِسۡتِحۡیَاء: کسی دوسرے کو زندہ رہنے دینا۔

زیادہ ہونا ــــ کرنا کے لیے دیکھیے ــــ بڑھنا اور بڑھانا

زیادتی کرنا کے لیے دیکھیے ــــ حد سے بڑھنا

۱۰ ــــ زینت

کے لیے زِیۡنَة[۱]، زُخۡرُف[۲]، رِیۡش[۳]، زَهۡرَة[۴] اور جَمَال[۵] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ زِیۡنَة: بمعنی آرائش کرنا۔ سجانا۔ خوبصورت بنانا۔ زیب و زینت معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح بدنی اور خارجی زینت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں دیکھیے:

(۱) خارجی کی مثال:

فَخَرَجَ عَلٰی قَوۡمِهٖ فِیۡ زِیۡنَتِهٖ (۲۸/۷۹) — تو (ایک روز) قارون بڑے تزک و احتشام سے اپنی قوم کے سامنے نکلا۔

(۲) بدنی کی مثال ؛

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (۷/۳۲) — آپ اُن سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے جو زینت (کا سامان) بنایا ہے اسے کس نے حرام کیا؟

(۳) معنوی کی مثال ؛

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۶/۴۳) — اور جو کام وُہ کرتے تھے شیطان اُن کو (ان کی نظر میں) آراستہ کر دکھاتا تھا۔

۲- زُخْرُف، بمعنی (۱) ظاہری سجاوٹ۔ ملمع سازی وُہ زینت جو ملمع سازی سے حاصل ہو (مف) زخرف الکلام بمعنی کلام کو جھوٹ سے آراستہ کرنا (منجد) قرآن میں ہے ؛

يُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶/۱۱۲) — (وُہ شیطان) دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے تھے۔

اور (۲) بمعنی نباتات کے مختلف رنگ و رُوپ (منجد) بہار اور نکھار۔ قرآن میں ہے ؛

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا (۱۰/۲۴) — یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہو گئی۔

۳- رِيْش، ریش الطائر بمعنی پرندوں کے پر، خصوصًا بازوں کے پر (مف) اور رَيَّاش بمعنی تیروں پر پرندوں کے پر لگانے والا (منجد) چونکہ پرندوں کے پر بمنزلہ لباس کے ہوتے ہیں لہٰذا یہ لفظ استعارۃً فاخرانہ لباس کے لیے استعمال ہونے لگا۔ آرائش کے کپڑے۔ ارشادِ باری ہے ؛

يٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا (۷/۲۶) — اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری، تاکہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کی) زینت بنے۔

۴- زَهْرَة : خوشنمائی۔ چمک دمک۔ ٹیپ ٹاپ (منجد) اور زھرۃ الدنیا بمعنی دنیا کی ظاہری چمک اور رونق (منجد) اس لفظ کا اطلاق عمومًا اس بے ثبات دُنیا کی خوشنمائی اور رنگینیوں پر ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے ؛

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ (۲۰/۱۳۱) — اور تمہاری آنکھیں ادھر متوجہ نہ ہونی چاہئیں جو ہم نے دنیوی زندگی کی زینت کا سامان طرح طرح کے لوگوں کو فائدہ اٹھانے کو دیا ہے۔

۵- جَمَال : کا لفظ کسی چیز کے (۱) ظاہری حسن (۲) سیرت کی خوبی (۳) ماحول کی آرائش و خوبصورتی سب طرح استعمال ہوتا ہے (فق ل ۲۱۷) قرآن میں یہ لفظ مؤخر الذکر دونوں معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ اپنی اصل کے لحاظ سے اس کا معنی افعال، اخلاق اور ظاہری اعمال میں اچھائی ہے۔ بعد میں یہ لفظ ظاہری حسن پر بھی استعمال ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے ؛

وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ — اور جب تم شام کو چوپایوں کو جنگل سے لاتے ہوا

حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (۱۶/۶) صبح جب چرانے لے جاتے ہو تو اس میں تمہارے لیے زینت ہے۔

ماحصل: (۱) زِيْنَة: کا لفظ سجاوٹ اور آرائش کے لیے عام ہے۔

(۲) زُخْرُف: ملمع سازی سے حاصل کردہ زینت۔

(۳) رِيْش: لباس فاخرانہ اور آرائش سے حاصل شدہ زینت۔

(۴) زُهْرَة: دنیا کی دلفریبیوں اور رنگینیوں کے لیے۔

(۵) جَمَال: ظاہری حسن اور کردار کی خوبی اور ماحول کی آرائش و زینت سب طرح مستعمل ہے۔

زینت دینا" کے لیے دیکھیے ——— "مزین کرنا"
"زینہ" کے لیے دیکھیے ——— "سیڑھی"

۱۔۔۔۔ ساتھ

کے لیے مَعَ اور بِ (مکسور) استعمال ہوتے ہیں۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مَعَ مصاحبت کے لیے آتا ہے۔ جیسے اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا (۱۲/۱۲) (کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے جبکہ باقی صورتوں میں بِ آتا ہے، جیسے اَسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃ (۲/۴۵) (صبر اور نماز کے ساتھ (اللہ سے) مدد مانگو یا جیسے فَاضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲/۶۰) (اپنی لاٹھی سے (کے ساتھ) پتھر کو مارو یعنی اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔

۲۔۔۔۔ ساتھی

کے لیے صَاحِب، عَشِیْر، قَرِیْن اور اَزْوَاج کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ صَاحِب: بمعنی عرصہ دراز تک ساتھ رہنے والا، خواہ یہ مصاحبت کسی انسان سے ہو یا حیوان سے اور خواہ یہ مصاحبت زمانی ہو یا مکانی (مف) اور ابن الفارس کے نزدیک صَحِبَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) مقارنۃ اور (۲) مقاربۃ یعنی قرین بھی ہو اور قریب یا ساتھ بھی رہتا ہو (م۔ل) (ج اَصْحَاب اور مؤنث صَاحِبَۃ) اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک اس لفظ کا استعمال آدمیوں سے مخصوص ہے (فق ل ۲۲۵) ارشادِ باری ہے:

اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹/۴۰)	جب وہ دونوں (رسول اکرمؐ اور ابوبکرؓ) غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے کہہ رہے تھے، غم نہ کیجیے، ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔

۲۔ عَشِیْرَۃ: انسان کے باپ کی طرف سے مشتمل رشتہ داروں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ خاندان کے آدمی۔ اور عَاشَرَ بمعنی یوں اکٹھے مل جل کر گزر اوقات کرنا جیسے ایک خاندان کے لوگ رہتے ہیں۔ اور عَشِیْر ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو مل جل کر رہے خواہ وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی (مف) ارشادِ باری ہے:

یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ لَبِئْسَ الْمَوْلٰی وَلَبِئْسَ	وہ ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان فائدہ سے زیادہ قریب ہے۔ ایسا دوست بھی برا اور ایسا

اَلْعَشِیْرُ (۲۲/۱۳) ہم صحبت بھی برا۔

۳۔ قَرِیْن: بمعنی ہم عمر۔ اور ہر وہ شخص جو بہادری، قوت یا دوسری صفات میں ہم سر اور ہم پلہ ہو اور اس کا استعمال غیر جاندار میں بھی ہوتا ہے۔تفصیل کے لیے دیکھیے "دوست"۔

۴۔ اَزْوَاج: زَوْج بمعنی جوڑا، خاوند۔ بیوی۔ دونوں ایک دوسرے کے بھی زَوْج ہیں اور مل کر بھی زَوْج ہی ہیں (ج ازواج) یہ لفظ قرآن میں ایک مقام پر قَرِیْن (ساتھی یا ہم جنس) کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایک دوسرے سے ملتے جلتے لوگ۔ تفصیل "مختلف" میں دیکھیے۔

ارشادِ باری ہے:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (۳۷/۲۲) — جو لوگ ظلم کرتے تھے، ان کو اور ان کے ساتھیوں کو، اور جن کی وہ پوجا کرتے تھے (سب کو) جمع کر لو۔

ماحصل: (۱) صَاحِب: عرصہ دراز تک ساتھ رہنے والا۔

(۲) عَشِیْر: وہ شخص جو ایسے مل جل کر رہے جیسے ایک خاندان کے لوگ۔ اور

(۳) قَرِیْن: بمعنی ہم پلہ و ہمسر، ہم عمر

(۴) اَزْوَاج: بمعنی ہم جنس۔ عادات و اطوار میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے لوگ۔

ساکن ہونا کے لیے دیکھیے "ٹھہرنا"

۳ ـــــ سال

کے لیے عَام (عوم) سِنِیْن (سنو)، حَوْل اور حِجَج کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَام: (ج عوام) وہ سال جس میں وسعت اور فراوانی ہو (مف) خیر و عافیت کا سال۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (۱۲/۴۹) — پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں خوب بارش ہوگی اور (پھلوں کی کثرت کی وجہ سے) لوگ رس نچوڑیں گے۔

اور اسی لحاظ سے عَام کا لفظ بطور دعا بھی استعمال ہوتا ہے۔ عید کے موقعہ پر اہل عرب ایک دوسرے کو عید مبارک کی بجائے اَنْتُمْ وَكُلَّ عَامٍ بِخَيْرٍ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کرے تمہارا یہ سال خیر و عافیت سے گزرے۔

۲۔ سَنَة (جمع سِنِیْن) سختی کا سال۔ تکلیف، خشک سالی اور قحط سالی کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ (۷/۱۳۰) — اور ہم نے فرعون والوں کو کئی سال تک قحط میں مبتلا رکھا۔

اور آیت:

فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ — اور حضرت نوحؑ ان میں پچاس برس کم ہزار سال

عامًا (۲۹/۱۴) رہے۔

میں سے ساڑھے نو سو سال جو حضرت نوحؑ کے قوم سے مخالفت اور تکلیف میں گزرے، انہیں لفظ سنین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور نبوت سے پیشتر کے پچاس سال کو، جن میں کچھ جھگڑا اور پریشانی نہ تھی، لفظ عام سے۔

تقویم یا وقت اور زمانہ کا حساب رکھنے کے لیے سنۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ خوشحالی کے ایام تنگی ترشی اور پریشانی سے بالعموم کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ (۱۰/۵)	وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرسکو۔

۳۔ حَوْل: حَالَ بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت بدلنا (حَال ج حَالَات) حالات الدھر بمعنی گردش ہائے ایام۔ انقلاباتِ زمانہ۔ اور حال الحول بمعنی سال کا عرصہ گزر جانا (منجد) اور حَوْل بمعنی سال کا پورا چکر یعنی کسی سال کی ایک معینہ تاریخ سے لے کر اگلے سال کی اسی تاریخ کا عرصہ حَوْل ہے۔ زکوٰۃ بھی حَوْل کے حساب سے ادا کی جاتی ہے۔ اور رضاعت اور طلاق میں بھی حَوْل ہی کا حساب رکھا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ (۲/۲۴۰)	وہ (متوفی شوہر) اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالی جائیں۔

۴۔ حِجَج: (واحد حِجَّة) حَجَّ بمعنی بار بار آنا جانا۔ بکثرت آمد و رفت رکھنا (منجد) حَجّة، حَجّ سے اسم مرّہ ہے۔ اور چونکہ حج سال میں ایک بار ہوتا ہے لہٰذا سال کو حج کہہ دیا جاتا ہے (م۔ل، م۔ق) قرونِ اولیٰ میں باقاعدہ کیلنڈر اور ایام، ماہ و سال کا حساب تو ہوتا نہیں تھا۔ لہٰذا عام لوگ حجوں کے حساب سے ہی سالوں کی گنتی کر لیا کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ (۲۸/۲۷)	میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کا تجھ سے نکاح کر دوں، بشرطیکہ تم میرے پاس آٹھ سال کام کرو۔

ماحصل: (۱) عام: خیر و عافیت کا سال۔

(۲) سَنَة: خشک سالی اور قحط سالی کا سال۔

(۳) حَوْل: کسی معینہ تاریخ سے سال کا پورا چکر۔ قمری حساب سے۔

(۴) حِجَج: سال گننے کا موٹا موٹا طریق۔

۴۔ سامان

کے لیے عَرَض، مَتَاع، اَثَاث، رَحْل، وِعَاء (وعی)، جَهَاز، زَاد (زود) اَسْلِحَة، عُدَّة، نَعْمَة، رِيْش، بِضَاعَة، مَاعُوْن (معن) حِذْر اور مَعَايِش کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ عَرَض: بمعنی ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو" (مف) اور بمعنی دنیا کے سامان میں سے ہر چیز عَرَض ہے (فل ۱۶) جب دنیا اور اس کے سرو سامان کی بے ثباتی اور ناپیداری کا پہلو نمایاں کرنا مقصود ہو تو عرض کا لفظ استعمال ہوگا، دنیائے دُون کے ہیچ قسم کے فائدے اور مال واسباب۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (۴/۹۴)

اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دُنیا کی زندگانی کا فائدہ حاصل کرو، سو خدا کے نزدیک بہت سی غنیمتیں ہیں۔

۲۔ مَتَاع: (ج اَمْتِعَة) مَتَعَ بمعنی عرصہ دراز تک فائدہ اٹھانا (مف) اور مَتَاع ہر کار آمد چیز یا ہر چیز کا اتنا حصہ جو فائدہ دے سکے۔ فائدہ۔ استعمال۔ سامانِ دنیا سے بہرہ مند ہونا۔ جب سامانِ دُنیا اور اس سے فائدہ اٹھانے کا پہلو اُجاگر کرنا مقصود ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (۲/۳۶)

اور تمہارے لیے زمین میں ایک مقررہ وقت تک ٹھکانا اور سامانِ زندگی ہے۔

۳۔ اَثَاث: اَثَاثَة کی جمع ہے مگر یہ عموماً جمع ہی استعمال ہوتا ہے اثاث البیت مشہور لفظ ہے بمعنی گھریلو سامان جو استعمال میں آرہا ہو۔ ضروریاتِ خانہ واری مثلاً برتن، چارپائی، کپڑے فرنیچر وغیرہ۔ یہ سب کچھ اثاث البیت میں شامل ہے۔ پھر یہ لفظ ہر قسم کے فراواں اور فالتو قسم کے مال پر بھی بولا جانے لگا۔ اور بمعنی فروخت خانہ اور کباڑ خانہ بھی استعمال ہوتا ہے (مف) نیز وہ جانور یا غلام جو کسی کی ملکیت اور ذاتی استعمال میں ہوں وُہ بھی اثاث البیت میں شامل ہیں۔ مثلاً گھوڑا، گائے اونٹ وغیرہ۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِئْيًا (۱۹/۷۴)

ان سے پہلے ہم کئی امتیں ہلاک کر چکے ہیں جو سامان اور نمود کے لحاظ سے ان سے کہیں اچھے تھے۔

۴۔ رَحْل، رَحَلَ بمعنی اونٹ پر پالان کسنا (مف) اور بمعنی کوچ کرنا۔ سوار ہونا۔ اور رحل بمعنی سفر میں ساتھ رہنے والا سامان (منجد) "رَحَلَ کا لفظ سفر پر روانہ ہونے کے لیے بولا جاتا ہے (م۔ل) فرمان

نبویؐ ہے، لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا لِثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ یعنی تین مساجد (بیت اللہ، مسجد نبویؐ اور مسجدِ اقصیٰ) کے سوا کسی جگہ کے لیے (برائے زیارت واجر و ثواب) اپنے اونٹوں پر پالان مت کسو۔ قرآن میں ہے:

جَعَلَ السِّقَايَةَ فِىْ رَحْلِ اَخِيْهِ۔ (۱۲/۷۰) حضرت یوسفؑ نے پانی پلانے کا برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا۔

۵۔ وِعَاء: (واحد اَوْعِيَة) وَعٰى بمعنی کسی چیز کو تھیلی وغیرہ میں محفوظ کر کے اوپر سے منہ باندھ دینا اور اَوْعِيَة وُہ سامان ہے جسے کسی ظرف میں رکھ کر اسے بند کر دیا یا مقفل کر دیا جائے (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ۔ (۱۲/۷۶) پھر حضرت یوسفؑ نے (یہ برتن) اپنے بھائی کے سامان (گھرجی یا شلیتہ یا بوری) سے نکال لیا۔

۶۔ جَهَاز، جَهَّزَ بمعنی سامان تیار کرنا، لادنا اور بھیجنا (مف) اور جَهَاز وُہ سامان ہے جو مسافر سفر پر روانہ ہوتے وقت تیار کر کے رکھتا ہے۔ اور تَجْهِيْز وُہ سامان ہے جو میت کو دفن کرنے سے پہلے تیار کیا جاتا ہے۔ اور جَهِيْز وُہ سامان ہے جو لڑکی کو شادی کے موقعہ پر رخصت کرتے وقت والدین ساتھ دیتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ (۱۲/۷۰) پھر جب حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا۔

۷۔ زَاد: زَادَ بمعنی زیادہ ہوا۔ زیادہ۔ ضرورت سے زائد اندوختہ (مف) اور زَاد کا لفظ بالعموم راہ سے متعلق ہے۔ زادِ راہ۔ دورانِ سفر راستہ کا خرچ اور کھانے پینے کا سامان۔ اور المزادہ بمعنی پانی کا مشکیزہ جو دورانِ سفر کام آئے۔ اور اَلْمِزْوَد بمعنی توشہ دان۔ اور تَزَوَّدَ بھی زادِ راہ ساتھ لینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ (۲/۱۹۷) اور زادِ راہ ساتھ لو۔ بلاشبہ بہتر زادِ راہ تو تقویٰ ہی ہے۔

۸۔ اَسْلِحَة: (واحد سلاح) یہ لفظ جنگ یا لڑائی کے ساتھ متعلق ہے۔ بمعنی سامانِ جنگ، آلاتِ حرب وضرب۔ لڑائی کے ہتھیار۔ اور ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ لڑائی کی جائے یا مدافعت کی جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ (۴/۱۰۱) بوقت جنگ مسلمانوں میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہو اور انہیں چاہیے کہ اپنے ہتھیار سنبھالے رکھیں۔

۹۔ عُدَّة (واحد عُدَد) عَدَّ بمعنی تیاری کرنا۔ اور اَعَدَّ اور اِعْتَدَ بمعنی تیار کر رکھنا اور عُدَّة

بمعنی تیاری سے متعلقہ سامان۔ قرآن میں یہ لفظ چونکہ جنگی تیاری کے سلسلہ میں استعمال ہوا ہے لہٰذا اس لفظ کا معنی ہر قسم کی تیاری اور سامان کو بھی شامل ہو گا۔

ارشاد باری ہے:

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً (۴۶/۹) — اگر ان کا (منافقین کا میدانِ جنگ میں) نکلنے کا ارادہ ہوتا تو اس کے لیے کچھ سامان بھی تیار کرتے۔

۱۰۔ نَعْمَة: نَعْمَۃ بمعنی خوشحالی اور پسندیدہ گزران (م۔ ل) اور نَعْمَۃ بمعنی عیش و عشرت کا سامان، سامانِ تعیّش (مف) قرآن میں ہے:

وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ (۲۷/۴۴) — اور نعمت کا سامان جن میں وہ عیش کیا کرتے تھے۔

۱۱۔ رِيْشًا: رِيْشُ الطَّائِرِ بمعنی پرندہ کے بازو اور پر۔ اور ریّاش بمعنی تیروں پر پرندوں کے پر لگانے والا (منجد) چونکہ پرندوں کے پر بمنزلہ لباس کے ہوتے ہیں تو اسی نسبت سے رِیشًا کا لفظ انسان کے فاخرانہ لباس اور اس کی زیب و زینت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ زیب و زینت کا سامان۔ ارشادِ باری ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا (۲۶/۷) — اے بنی آدم، ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہارے ستر ڈھانکتا ہے اور (بدن کی) زینت ہے۔

۱۲۔ بِضَاعَة: بمعنی مال کا وافر حصہ جو تجارت کے لیے الگ کر لیا گیا ہو (مف) فروختنی سامان بکاؤ مال۔ اور وہ سرمایہ یا راس المال جو تجارت کے لیے مخصوص کیا جائے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً (۱۹/۱۲) — پانی لانے والے نے کہا، زہے قسمت! یہ تو خوبصورت لڑکا ہے۔ پھر انہوں نے اسے بکاؤ مال سمجھ کر چھپا لیا۔

۱۳۔ مَاعُوْن: اَلْمَعْنُ بمعنی مفید چیز۔ اور مَاعُوْن ہر اس برتنے والی چیز کو کہتے ہیں جو عام لوگوں کے استعمال میں آئے۔ برتنے کی اشیاء۔ گھر میں برتنے کی چھوٹی موٹی چیزیں۔ مثلاً کلہاڑی، ہنڈیا یا دیگر خانگی اشیاء۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (۷/۱۰۷) — اور وہ لوگ جو ریا کاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیز عاریۃً نہیں دیتے۔

۱۴۔ حِذْر: حَذَرَ بمعنی محتاط اور چوکنا رہنا (م۔ ل) اور حِذْر ہر وہ سامان ہے جو بچاؤ اور حفاظت کا کام دے۔ گویا جنگ کے دوران حملہ سے بچاؤ کا ہر سامان حِذْر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ (۱۰۲/۴) — اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تمہیں تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ۔

۱۵۔ مَعَائِش: (واحد مَعِيْشَة) بمعنی سامانِ زیست۔ عاش بمعنی زندہ رہنا۔ جینا۔ اور ہر وُہ سامان زندگی کو برقرار یا بحال رکھنے کے لیے ہو۔ مثلاً خوراک، دانہ، پانی۔ غلہ وغیرہ۔ وُہ معائش کہلائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ (۷/۱۰) — اور ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور تمہارے لیے زندگی کا سامان پیدا کیا۔

ماحصل: (۱) عَرَض: دُنیا اور اس کے سامان کی بے ثباتی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۲) مَتَاع: ہر وُہ سامان جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(۳) اَثَاث: گھر کا متفرق سامان۔ ضروریاتِ خانہ۔

(۴) رَحْل: سفر میں ساتھ رہنے والا سامان۔

(۵) وِعَاء: ہر وُہ سامان جو منہ بند یا مقفل ہو۔

(۶) جَهَاز: ہر وُہ سامان جو روانہ ہونے تک تیار کیا جائے خواہ زاد ہو یا رحل۔

(۷) زَاد: دورانِ سفر خورد و نوش کا سامان۔

(۸) اَسْلِحَة: آلاتِ حرب و ضرب۔

(۹) عُدَّة: جنگی تیاری اور اس سے متعلقہ ہر قسم کا سامان اور تیاری۔

(۱۰) نِعْمَة: سامانِ تعیّش۔

(۱۱) رِيْش: فاخرانہ لباس اور اس کے متعلقات۔

(۱۲) بِضَاعَة: فروختنی سامان یا سرمایہ۔

(۱۳) مَاعُوْن: عام استعمال کی چھوٹی چھوٹی گھریلو اشیاء۔

(۱۴) حِذْر: اپنے بچاؤ کا سامان۔

(۱۵) مَعَايِش: سامانِ زیست اور لوازماتِ زندگی۔

۵۔۔۔ سامنے آنا

کے لیے اَقْبَلَ اور بَرَزَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْبَلَ: قَبَلَ الْمَكَان بمعنی کسی جگہ کی طرف رُخ کرنا۔ اور قابل دو چیزوں کا آمنے سامنے یا بالمقابل ہونا۔ مقابلہ کرنا اور قَبَّلَ بمعنی بوسہ دینا۔ اور اَقْبَلَ بمعنی کسی کی طرف رُخ کرکے اُس کے سامنے ہونا یا آجانا۔ رُو در رُو ہونا۔ سامنے سے آنا (منجد) قرآن میں ہے:

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ (۱۲/۷۱) — اور ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے؟

۲۔ بَرَزَ: بَرَز بمعنی فضا اور کھلا میدان۔ اور بَرَزَ بمعنی نکل کر کھلے میدان میں آجانا (مف) اور

بمعنی گمنامی اور پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا (۱۴/۲۱) اور (قیامت کے دن) سب لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

۶ ـــــ سانپ

کے لیے حَيَّةٌ[۱] (حوی) جَآنٌّ[۲] اور ثُعْبَانٌ[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَيَّةٌ: اسم جنس ہے۔ ہر قسم کا سانپ۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے (فل ۱۶۰) اور صاحب منجد کے نزدیک حَيَّة بمعنی کنڈلی مارنے والا سانپ۔ اور حَوَايَا ان آنتوں کو کہتے ہیں جو سانپ کی طرح کنڈلی مارے ہوئے ہوتی ہیں۔ اور تحوی الحیّة بمعنی سانپ کا کنڈلی مارنا۔ اور حَاوِی سانپ کا منتر پڑھنے والے کو کہتے ہیں (منجد) یہ دونوں معانی درست معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ہر سانپ بالعموم کنڈلی مارنے والا ہوتا ہے۔ اور غالباً اسی وجہ سے اسے حَيَّة کہا جاتا ہے۔
قرآن میں ہے:

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۰/۲۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰؑ (اپنا عصا زمین پر) ڈال دے۔ سو موسیٰؑ نے ڈالا تو وہ یک دم سانپ بن گیا جو دوڑنے لگا۔

۲۔ جَآنٌّ: بمعنی جن، دیو، پری۔ قوی ہیکل۔ اور ہر وہ جن جو سانپ کی شکل میں ہو (مف) جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے۔ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کا ترجمہ سانپ کی پھٹک، سفید پتلا سانپ کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (۲۷/۱۰) جب موسیٰؑ نے اسے دیکھا تو وہ (لاٹھی) ہل رہی تھی گویا وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

۳۔ ثُعْبَانٌ: بمعنی اژدھا۔ بہت بڑا سانپ (ف ل ۴۰، ۱۶۰) ارشادِ باری ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (۷/۱۰۷) موسیٰؑ نے اپنا عصا (زمین پر ڈالا) تو اچانک وہ اژدہا بن گیا۔

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ نے عصا سے سانپ بننے کے ایک ہی واقعہ میں سانپ کے لیے حَيَّة جَآنّ اور ثُعْبَان تینوں الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ حَيَّة تو اس لیے کہ ہر قسم کے سانپ کو حَيَّة کہہ سکتے ہیں۔ جَآنّ عصا سے سانپ بننے کی ابتدائی حالت۔ اور ثعبان اس کی دوسری اور آخری حالت کے لحاظ سے ہے۔ اور یہ سب کام آن کی آن میں واقع ہو گئے تھے۔

ماحصل: (۱) حَيَّة: ہر قسم کے سانپ کے لیے۔ (۲) جَآنّ: پتلے اور لمبے سانپ کے لیے (۳) ثُعْبَان اژدھا کے لیے آتا ہے۔

۷۔ سب۔ سارے

کے لیے کُلٌّ، کَآفَّةً اور اَجْمَعُوْنَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کُلٌّ: بمعنی سب۔ سارے (ضد جُزْء) اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کُل کئی ایک اکائیوں کا مجموعہ ہو۔ پھر اس لفظ کا استعمال ہر جزء کے لیے بھی ہوتا ہے اور اس کا معنی ہوتا ہے، ہر ایک۔ ہر کوئی، ہر شخص۔ ہر چیز۔ جیسے فرمایا:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (۱۷/۸۴) آپ کہہ دیجئے کہ ہر شخص اپنے ڈھب پر عمل کرتا ہے

اور اکائیوں کے اس مجموعہ پر بھی جیسے اس کا معنی ہو گا سب۔ سارے۔ جیسے فرمایا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ (۲/۳۱) اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیے

۲۔ کَآفَّةً: الکفاف کسی چیز کے پورے گھیر کو کہتے ہیں۔ کَآفٌّ اسم فاعل اور کَآفَّةً اس سے مؤنث ہے (مف) اس کا استعمال بھی دو طرح پر ہے۔

(۱) جب کُل بہت سی اکائیوں کا مجموعہ ہو تو یہ اس سارے مجموعہ کے لیے آئے گا اور اس لحاظ سے یہ کُلّ سے ابلغ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (۳۴/۲۸) اور (اے محمدؐ) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) جب کل ایک ہی اکائی ہو تو اس کے کل اجزاء کو احاطہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ کامل سے ابلغ ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً (۲/۲۰۸) اے ایمان والو! دین میں پورے پورے طور پر داخل ہو جاؤ۔

اس آیت میں کَآفَّةً کا لفظ اپنے دونوں معنی دے رہا ہے۔ یعنی سارے کے سارے بھی اور پورے کے پورے بھی۔

۳۔ اَجْمَعُوْنَ: جمع بمعنی اکٹھا کرنا۔ اور اَجْمَعَ بمعنی سب کا مل کر کوئی کام کرنا۔ اور اَجْمَعَ عَلَى الْاَمْرِ بمعنی کسی معاملہ پر سب کا متفق ہو جانا۔ جیسے فرمایا:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِىْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ (۱۲/۱۵) پھر جب برادران یوسفؑ، یوسفؑ کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اسے کسی گہرے کنویں میں ڈال دیں

اور اَجْمَعُوْنَ بمعنی سب کا مل کر یا ایک ساتھ ایک ہی وقت میں اکٹھے ہو کر کوئی کام کرنا ہے ارشادِ باری ہے:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (۱۵/۳۰) تو سب فرشتوں نے ایک ساتھ مل کر آدمؑ کو سجدہ کیا

ماحصل: (۱) کُلٌّ: بمعنی ہر ایک بھی اور سب بھی۔ (۲) کَآفَّةً: بمعنی پورے کا پورا بھی اور سارے کے سارے بھی۔ یہ کُلّ سے بھی ابلغ ہے اور کامل سے بھی۔ (۳) اَجْمَعُوْنَ: بمعنی سب اکٹھے ہو کر، مل کر۔ ایک ساتھ۔

۸۔ سپرد کرنا ۔ حوالے کرنا

کے لیے اَکْفَلَ اور کَفَّلَ، وَکَّلَ اور دَفَعَ (اِلٰی) سَلَّمَ، فَوَّضَ، اِسْتَوْدَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَکْفَلَ اور کَفَّلَ: کَفَلَ بمعنی کسی کے نان ونفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا۔ ضامن ہونا۔ اور اَکْفَلَ اور کَفَّلَ بمعنی خبرگیری اور تربیت کی ذمہ داری کسی دوسرے کے سپرد ہونا، دوسرے کو ضامن بنانا۔ کفالت میں دینا (منجد۔مف) قرآن میں ہے:

اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ (۳۸/۲۲)	یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس (صرف) ایک ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کردے۔ اور بات کرنے میں مجھ پر غالب آتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا (۳/۳۷)	تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا، اور اسے اچھی طرح پرورش کیا اور اس کی تربیت حضرت زکریاؑ کے سپرد کی

۲۔ وَکَّلَ: وَکَلَ بمعنی اپنے معاملہ میں کسی دوسرے پر اعتماد کرنا (م۔ل) اور وَکَّلَ بمعنی کسی دوسرے پر اعتماد کرکے اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دینا۔ اپنا وکیل بنانا یا نائب مقرر کرنا (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے:

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ (۳۲/۱۱)	کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر (ہماری طرف سے) مقرر کیا گیا ہے۔ تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔

۳۔ دَفَعَ (اِلٰی) بمعنی کسی کی چیز اس کے حوالے کرنا۔ اسے دے دینا۔ ارشاد باری ہے:

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (۴/۶)	پھر اگر تم ان (یتیم زیرِ کفالت بچوں میں) عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کردو۔

۴۔ سَلَّمَ: سَلِمَ بمعنی عیب اور آفت سے نجات پانا (م۔ق) اور سَلَّمَ کے معنی السلام علیکم کہنا بھی ہے، آفت سے بچانا بھی۔ اور سَلَّمَہٗ اِلٰی فُلَانٍ بمعنی کسی چیز کو کسی کے سپرد کر دینا بھی اور سَلَّمَ الشَّیْءَ فَتَسَلَّمَہٗ بمعنی کسی کا کسی کو کوئی چیز سپرد کرنا اور اس کا اس چیز کو قبول کر لینا (منجد) گویا کسی تکلیف سے بچنے کے لیے اور کسی چیز کی سپردگی کے لیے سَلَّمَ آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ	اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ تم دودھ پلانے والیوں کو دستور کے مطابق

أَتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (۲/۲۳۳) ان کا حق جو تم نے دینا تھا ان کے حوالے کر دو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ اور خونبہا مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دو،
يَّصَّدَّقُوْا (۴/۹۲) الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

۵۔ فَوَّضَ: (تفويضًا) اليه الامر بمعنی کسی کام کا اختیار کسی کے سپرد کر دینا اور حاکم بنا دینا (منجد)

ارشادِ باری ہے:

وَأُفَوِّضُ أَمْرِيْ إِلَى اللّٰهِ (۴۰/۴۴) اور میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

۶۔ إِسْتَوْدَعَ: وَدَعَ بمعنی چھوڑنا۔ اور أَوْدَعَ الشَّيْءَ بمعنی کوئی چیز امانت رکھنا۔ اور وَدَّعَ بمعنی مسافر کو رخصت کرنا۔ اور اِسْتَوْدَعَ فلانًا شيئًا بمعنی کسی کے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھنا (منجد) گویا یہ سپردگی بطور امانت ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ أَنْشَأَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ اور وُہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر
وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ تمہارے لیے ایک جگہ (دُنیا) ٹھہرنے کی ہے اور
(۶/۹۹) ایک جگہ (قبر) سپرد ہونے کی۔

یعنی تم دُنیا میں ایک مدت تک زندہ رکھے جاتے ہو، پھر زمین میں دفن ہو کر خدا کے سپرد کیے جاتے ہو (جالندھریؒ)

ماحصل: (۱) كَفَّلَ: کسی کی تربیت کی ذمہ داری کسی کے سپرد کرنا۔

(۲) وَكَّلَ: کسی پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کرنا۔

(۳) دَفَعَ إِلَى: کسی کی چیز اس کے حوالے کرنا۔ بازادائی۔

(۴) سَلَّمَ: کسی تکلیف سے بچنے کے لیے کوئی چیز کسی کے سپرد کرنا۔

(۵) فَوَّضَ: کسی معاملہ کا اختیار کسی کے سپرد کرنا اور حاکم بنانا۔

(۶) استودع: بطور امانت کوئی چیز کسی کے حوالے کرنا۔

ستارا ـــ دیکھیے ـــ تارا

۹ ـــ سچ

کے لیے صِدْق اور حَقّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صِدْق: صَدَقَ بمعنی سچ بولنا (ضد کَذَبَ) یعنی خلاف واقعہ کوئی بات نہ کہنا۔ معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ تو اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ بولے
وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَآءَهٗ (۳۹/۳۲) اور سچی بات جب اس کے پاس پہنچ جائے تو اسے جھٹلا دے۔

۲۔ حَقّ: (ضد باطل) حَقّ ہر وُہ بات یا چیز ہے جو تجربہ اور مشاہدہ کے بعد سچ اور درست ثابت ہو حقیقت۔ سچائی (مف) ارشاد باری ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (۴۱/۵۳) — ہم عنقریب ان کو اطراف عالم اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وُہ (وحی قرآن) بالکل درست ہے۔

۱۰۔ سخت

کے لیے اَشَقّ، اَشَدّ، اَدْهٰی، رَابِيَة (ربو) عَصِيْب، قَمْطَرِير (قمطر) قَاسِيَة (قسو) غَلِيْظ اور عَرِم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَشَقّ: شَقَّ الْاَمْر بمعنی کسی کام کا دشوار ہونا۔ اور شَقَّ عَلٰی فُلَانٍ بمعنی کسی کو مشقت میں ڈال دینا (منجد) اور اَشَقّ کا لفظ بالعموم ایسی مشقت کے لیے آتا ہے جو طاقت یا مقدور سے زیادہ ہو۔ تکلیف مالایطاق۔ جان پر بن جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ (۱۳/۳۴) — اور آخرت کا عذاب بہت سخت ہے۔

۲۔ اَشَدّ: قُوَّةٌ فِي شَيْءٍ (م۔ل) یعنی کسی چیز کا بذاتِ خود طاقتور اور سخت ہونا۔ قوت، طاقت اور زور میں سخت ہونا۔ زبردست بدن، قوت اور عذاب کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ (۲/۸۵) — وُہ سخت تر عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

۳۔ اَدْهٰی: دَهِيَ بمعنی کسی کو مصیبت پہنچانا۔ اور دَاهِيَةٌ بمعنی سخت مصیبت۔ بڑا سخت معاملہ (منجد) اور دَهِيَ بمعنی ایک چیز کا دوسری کو ناگوار طریق سے پہنچنا یا مصیبت میں ڈالنا۔ اور دَوَاهِي الدَّهر بمعنی حادثاتِ زمانہ (م۔ل) اور اَدْهٰی بمعنی مصائب و مشکلات کے لحاظ سے سخت۔ ارشادِ باری ہے:

وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ (۵۴/۴۶) — اور وُہ گھڑی (قیامت) بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔

۴۔ رَابِيَة: (ربو) رَبَا بمعنی بڑھنا۔ پھلنا۔ پھولنا۔ زیادہ ہونا۔ اور رَابِيَة بمعنی ہر آن بڑھتی جانے والی۔ ارشادِ باری ہے:

فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً (۶۹/۱۰) — (قوم عاد) نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اللہ نے ان کو بڑا سخت پکڑا۔

۵۔ عَصِيْب: عَصَبَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک چیز کا دوسری سے ربط و ارتباط۔ اور (۲) سختی، عصبة (ج اعصاب) بمعنی پٹھے نیز عُصْبَة اس مضبوط جماعت کو کہتے ہیں جن کی تعداد دس یا دس سے زائد ہو اور ان کا آپس میں ربط و ارتباط ہو اور اسی وجہ سے وُہ جماعت طاقتور اور مضبوط ہو (م۔ل) جیسے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ سے

کہا کہ وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ (۱۲/۱۴) یعنی ہم ایک طاقتور جماعت ہیں۔ اور تعصب، نظریہ وعقیدہ کی سختی کو کہتے ہیں کہ انسان حق معلوم ہو جانے کے بعد بھی اسے قبول نہ کرے۔ اور عَصِیْبٌ ایسی چیز ہے جو سخت بھی ہو اور خیر وعافیت سے خالی بھی۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ (۱۱/۷۷)	اور جب ہمارے فرستادہ (فرشتے) لوطؑ کے پاس آئے تو لوطؑ کو ان کا آنا ناگوار لگا اور دل گھٹ گیا۔ اور کہنے لگے آج کا دن بڑا سخت ہے۔

۶۔ قَمْطَرِیْر: بمعنی دلوں کو سخت مضطر کر دینے والا (مف) قِمْطَرُ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو مجرموں کے پاؤں پھیلانے اور سزا دینے کے لیے ہوتی ہے (م ۔ ق) اور قَمْطَرِیْر بمعنی سخت شر یا شدید ایام (منجد) قرآن میں ہے:

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (۷۶/۱۰)	اور ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے (جو چہروں کو کریہ المنظر اور (دلوں کو) مضطر کرنے والا ہے۔ (جالندھری) اداسی والے سخت دن سے (عثمانیؒ)

۷۔ قَاسِیَۃ: (قسو کا لفظ شدت اور صلابت پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) قَسَا بمعنی سخت اور ٹھوس ہونا (منجد) حَجَرٌ قَاسٍ بمعنی سخت پتھر۔ اور اَلْقَسْوَۃ بمعنی سنگدل ہونا (مف) گویا قسوۃ کا لفظ بالعموم دل کی سختی، سنگدلی اور لطیف اور رحم کے جذبات سے عاری ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ کہتے ہیں اَلذَّنْبُ مُقْسَاۃٌ لِلْقَلْبِ گناہ دل کو سخت بنانے والا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (۳۹/۲۲)	ان پر افسوس ہے جن کے دل خدا کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں۔

۸۔ غَلِیْظ: غَلَظَ بمعنی موٹا ہونا۔ گاڑھا ہونا۔ سخت ہونا۔ کھردرا ہونا یا ناہموار ہونا ــــ اور غَلَظَ الرَّجُل بمعنی مرد کا تند خو اور سخت کلام ہونا (منجد) اور غَلِیْظ (ضد لَیِّنٌ) بمعنی سخت گاڑھا یا کھردرا۔ اور غَلِیْظُ الْقَلْب یعنی ایسا آدمی جو سنگدل بھی ہو اور تند خو بھی (ج غِلَاظٌ) ارشادِ باری ہے:

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ (۶۶/۶)	دوزخ پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں اور اللہ انہیں جو حکم دے وہ نافرمانی نہیں کرتے۔

۹۔ عَرِمَ: عُرَامۃ بمعنی مزاج کی تندی اور درشتی جس کا اثر انسان کے عمل میں ظاہر ہو ــــ اور عُرَامُ الْجَیْش بمعنی لشکر کی تندی، تیزی اور کثرت (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ (۳۴/۱۶)	تو ہم نے اُن پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا۔

ماحصل: (۱) اَشَقّ: ایسی تکلیف جو مالا یطاق ہو۔ (۲) اَشَدّ: کسی چیز کا بذاتِ خود سخت ہونا۔ (۳) اَدْھٰی: مصائب کے لحاظ سے سخت۔ (۴) رَابِیَۃ: ہر آن بڑھ جانے والا۔

(۵) عَصِیْب: سخت اور خیر سے خالی۔
(۶) قَمْطَرِیْر: شر کے لحاظ سے سخت۔
(۷) قَاسِیَۃ: دل کی سختی یا سنگدلی۔
(۸) غَلِیْظ: سنگدل اور تند خو۔
(۹) عَزْم: ایسی تندی اور سختی جو کسی عمل سے ظاہر ہو۔

۱۱۔۔۔۔۔ سختی

کے لیے غِلْظَۃ، قَسْوَۃ، بَأْسَاء (بُؤس یا بَأْس) اور کَبَد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔۲۔ قَسْوَۃ اور غِلْظَۃ پر پہلے بحث ہو چکی ہے۔ قَسْوَۃ دل کی سختی یا سنگدلی کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (۲/۷۴)
پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔

۲۔ اور غِلْظَۃ سنگدلی اور تند خوئی کے مجموعہ کو کہتے ہیں جب کہ اس لفظ کی نسبت دل کی طرف ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً۔ (۹/۱۲۳)
اے ایمان والو! اپنے ملحقہ علاقے کے کافروں سے جنگ کرو۔ اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی معلوم کریں۔

۳۔ بَأْسَاء: بُؤس میں تنگی اور سختی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ خواہ یہ لڑائی کی وجہ سے ہو یا بھوک کی وجہ سے۔ اور بَأْس کا لفظ قرآن کریم میں جنگ کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے (وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۲/۱۷۷) اور عذاب کے لیے بھی (اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا ۶/۴۳) اور آفت کے لیے بھی (بَاْسًا شَدِيْدًا ۱۸/۲) ان سب میں تنگی اور سختی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور بَأْسَاء ایسی تنگی اور سختی کے طویل دور کو کہتے ہیں خواہ یہ معاشی تنگ دستی اور بدحالی ہو یا لڑائی کی سختی۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ (۶/۴۲)
اور ہم نے تم سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے پھر (ان کی نافرمانیوں کے سبب) ہم انہیں سختیوں اور تکلیفوں میں پکڑتے رہے تاکہ عاجزی کریں۔

۴۔ کَبَد: بمعنی جگر معروف عضو۔ اور کَبَد کے لفظ میں سختی اور قوّت کا مفہوم پایا جاتا ہے (م۔ ل) اور تَکَبَّدَ اور کَابَدَ بمعنی تکلیف برداشت کرنا (منجد) فِیْ کَبَد بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے، اور یہ انسانی فطرت کا اظہار کرتا ہے۔ انسان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے تو اس کو پورا کرنے کے لیے کئی طرح کے رنج والم سہتا ہے اور ابھی وہ پوری نہیں ہو پاتی تو اتنے میں چند اور خواہشیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر انسان انہیں پورا کرنے اور رنج و محن سہنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور یوں ہی تمام عمر گزر جاتی ہے۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ (۹۰/۴) ہم نے انسان کو سختی جھیلتے رہنے والا بنایا ہے۔

ماحصل: (۱) قَسْوَة: دل کی سختی۔ (۳) بَاْسَاء: سختی اور تنگی کا دور۔

(۲) غِلْظَة: سنگدلی اور تند خوئی۔ (۴) كَبَد: تازیست سختی برداشت کرنیوالی فطرت انسانی۔

۱۲ــــ سر اٹھانا

کے لیے اَقْمَحَ، اَقْنَعَ اور عَلَا کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَقْمَحَ: اونٹ جب پانی سے سیر ہو کر سر اوپر اٹھاتا اور نظر نیچے رکھتا ہے تو اس کیفیت کو کہتے ہیں اَقْمَحَ الْبَعِیْرُ (ف ل ۱۸۶) اور جب انسان نیچے دیکھنا چاہے مگر کسی مجبوری کی وجہ سے سر کو نیچا نہ کر سکے صرف نگاہ نیچے کر سکے تو اسے بھی اَقْمَحَ الرَّجُلُ وَغَضَّ بَصَرَهٗ ہی کہتے ہیں۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ (۳۶/۸) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں اور وہ ٹھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے) ہیں تو ان کے سر اُلل رہے ہیں۔

۲۔ اَقْنَعَ: بمعنی آواز یا سر کو اٹھانا۔ بلند کرنا۔ اور مُقْنِعٌ بمعنی سر کو اٹھا کر دیکھنے والا (منجد) ارشادِ باری ہے:

مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ (۱۴/۴۳) وہ سر اٹھائے (میدانِ قیامت کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے۔ ان کی نگاہیں اُن کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور ان کے دل (مارے خوف کے) ہوا ہو رہے ہوں گے۔

۳۔ عَلَا یَعْلُوْا عُلُوًّا بلند ہونا۔ سر اٹھانا (منجد) (عُلُو ضد سُفْل) ہے۔ گویا یہ لفظ عام ہے تاہم زیادہ تر بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح آتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عَلِیَ یَعْلٰی عموماً اچھے مفہوم میں آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ (۲۸/۴) فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔

ماحصل: (۱) اَقْمَحَ: میں سر اُٹھا ہوا اور نظر نیچے (۲) اَقْنَعَ: میں سر اُٹھا ہوا اور نظر سامنے یا اوپر کو (۳) عَلَا بمعنی سرکشی کے طور پر بلند ہونا یا سر اٹھانا۔

۱۳ــــ سردار

کے لیے سَیِّد (سود) مَلَأ، رَهْط، اَئِمَّة اور نَقِیْب کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَیِّد: سَادَ بمعنی شریف ہونا، بزرگ ہونا۔ قوم کا سردار ہونا۔ شان و شرف میں کسی پر غالب آنا (منجد) سَوَادَ بمعنی بڑی جماعت اور سَیِّد اس بڑی جماعت کے سردار کو کہتے ہیں

چونکہ سردار کا مہذب ہونا لازمی ہے اس لیے ہر شریف النفس آدمی کو بھی سید کہہ سکتے ہیں۔ اور اسی نسبت سے آقا اور خاوند کو بھی سَیِّد کہا جاتا ہے (مف) (ج سَادَت (۳۳/۶۷) اور سَادَات) یہ لفظ اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (۳۳/۶۷) — وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں راہ سے بھکا دیا۔

۴۔ مَلَأ: مَلَا بمعنی بھرنا اور مَلَأ بمعنی وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو۔ اور نظروں کو ظاہری حسن و جمال اور نفوس کو ہیبت سے بھر دے (مف) اور اُس کا سردار جو آنکھوں کو تکبر اور سینہ کو ہیبت سے پھیرتے ہیں (م ق) اور عرفِ عام میں ملا سے مراد وہ سرکاری درباری لوگ ہوتے ہیں جو شاہی اثر و نفوذ کی بنا، پر لوگوں پر مسلط رہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ (۷/۸۸) — اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا، اے شعیب ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اپنے شہر سے نکال دیں گے۔

۴۔ رَهْط: قبیلہ۔ ایک قبیلہ کے لوگوں کی مختصر جماعت جن کی تعداد ۱۰ سے کم ہو اور ان میں کوئی عورت نہ ہو، پھر اس جماعت کے سردار کو بھی رھط کہتے ہیں (مف) اور یہ عموماً برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے اور رَهْط اس چیتھڑے کو بھی کہتے ہیں جو عورت ایام حیض میں جائے مخصوص میں رکھتی ہے۔ اسی سے محاورہ ہے هُوَ اَذَلُّ مِنَ الرَّهْطِ یعنی وہ حیض کے چیتھڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ اور جب لفظ رَهْط کی اضافت کسی عدد کی طرف ہو تو اس سے افراد و اشخاص مراد لیے جاتے ہیں۔ جیسے عِشْرُوْنَ رَهْطًا بمعنی بیس اشخاص۔ قرآن میں ہے:

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ (۲۷/۴۸) — اور اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرتے۔ اور اصلاح کا کوئی کام نہ کرتے تھے۔

۴۔ اَئِمَّة: (اِمَام کی جمع) وہ شخص یا کتاب یا قول جس کی اقتدا، کی جائے۔ خواہ وہ انسان ہو یا اس کے اقوال یا کوئی کتاب ہو خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر (مف) انسان کی صورت میں عموماً مذہبی پیشوا کے معنوں میں آتا ہے یا نماز میں جماعت کا امام۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (۳۶/۱۲) — اور ہم نے ہر چیز کو واضح کتاب میں لکھ رکھا ہے۔

(۲) ہدایت کے امام: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (۳۲/۲۴) — اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔

(۴) کفر کے امام: فَقَاتِلُوٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ (9/12) — ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔

۵۔ نقیب: نَقَبَ بمعنی دیوار میں سوراخ کرنا۔ نقب لگانا۔ اور نَقَبَ عَنِ الْاَخْبَارِ بمعنی خبروں کی تحقیق کرنا۔ اور نَاقَبَ بمعنی اپنے کارناموں پر فخر کرنا۔ اور نَاقِبٌ بمعنی کسی قوم کے حالات جاننے والا اور مَنْقَبَتٌ بمعنی شریفانہ کارنامہ۔ اور نقیب بمعنی قوم کے حالات جاننے والا۔ قوم کا سردار۔ نمبردار قوم کا گواہ اور ضامن (مف۔ منجد) یہ لفظ بھی اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا (5/12) — اور اللہ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کیے۔

ماحصل: (۱) سَیِّد: کسی بڑی جماعت کا سردار۔ (اچھے مفہوم میں)

(۲) مَلَأ: سرکاری درباری حضرات اور قوم پر چھائے ہوئے لوگ (برے مفہوم میں)

(۳) رَھْط: ایک ہی قبیلہ کی ایک مختصر سی جماعت۔ شریر ٹولہ اور اس کا سردار۔

(۴) اِمَام: پیشوا۔ جس کی اقتدار کی جائے۔ اچھا ہو یا برا۔

(۵) نقیب: نمبردار اور ضامن۔ نگران۔

۱۴۔ سرد — سردی

کے لیے شِتَآء[1]، صِرٌّ[2] اور صَرْصَر[3]، نَفْحَة[4] اور زَمْهَرِيْر[5] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ شِتَآء: بمعنی سردی کا موسم (ضد صَيْف بمعنی گرمی کا موسم) اور شَتَوِيٌّ بمعنی موسم سرما کی بارش (منجد) ارشادِ باری ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (106/1-2) — قریش کو مانوس کرنے اور ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔

۲۔ صِرّ: صَرَّ الْبَنَات بمعنی پودوں کو ٹھنڈی ہوا کا مار جانا (منجد) اور صِرّ بمعنی سخت سردی پالا۔ کہر (پنجابی ککّر) ارشادِ باری ہے:

كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ (3/117) — اس کی مثال ہوا کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو ایسی قوم پر جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے چلے اور اسے تباہ کر دے۔

۳۔ صَرْصَر: بمعنی سخت ٹھنڈی اور تیز ہوا۔ سناٹے کی ہوا جو ٹھنڈی اور تیز بھی ہو اور آواز بھی پیدا کرے۔ سائیں سائیں کرنے والی شدید ٹھنڈی ہوا (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ — رہے عاد تو ان کا تیز اور ٹھنڈی ہوا سے ستیاناس

عَاتِيَةٍ (۶۹/۶) کر دیا گیا۔

۴۔ نَفْحَۃٌ: نَفَحَ بمعنی سردی میں ہوا کا چلنا۔ یا سرد ہوا کا چلنا۔ اور نَفْحَۃٌ اسم مرّۃ ہے۔ یعنی ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا (ضد لفحۃ بمعنی گرم ہوا کا ایک جھونکا) ارشاد باری ہے:

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ (۲۱/۴۶) اور اگر انہیں تیرے پروردگار کے عذاب سے ایک بھانپ بھی چھو جائے۔

۵۔ زَمْهَرِيرٌ: اِزْمَهَرَّ (الیوم) بمعنی دن کا سخت سرد ہونا۔ اور زَمْهَرِيرٌ بمعنی سخت سردی بھی اور وہ طبقہ بھی جہاں شدّت کی سردی ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا۔ (۷۶/۱۳) جنتی لوگ وہاں نہ دھوپ (کی حدت) دیکھیں گے اور نہ سردی کی شدّت۔

ماحصل: (۱) شِتَاءٌ: موسم سرما۔
(۲) صِرٌّ: پالا۔ ککّر۔ کہر
(۳) صَرْصَرٌ: سنّاٹے کی ٹھنڈی اور تیز ہوا۔
(۴) نَفْحَۃٌ: ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا یا لپٹ۔
(۵) زَمْهَرِيرٌ: انتہائی سرد طبقہ یا سخت سردی۔

۱۵ــــــ سرکشی کرنا

کے لیے طَغٰی، عَتَا (عتو) عَلَا (علو) اور مَرَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَغٰی: بمعنی نافرمانی میں حد سے گزر جانا۔ بہت زیادہ نافرمان ہونا۔ اور طَغَا الْمَاءُ بمعنی پانی کا بلند ہو کر کناروں کی طرف پھیل جانا۔ طغیانی آجانا (منجد) طَاغِيَۃٌ بمعنی حد سے بڑھا ہوا عذاب طوفان۔ زبردست کڑک۔ اور طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا غلامی اختیار کی جائے (مف) خواہ یہ کوئی نظام ہو یا کوئی شخصیت گویا طغیانی میں حد سے بڑھنے کے علاوہ غلبہ اور قہر بھی پایا جاتا ہے (فق ل ۱۹۰) ارشادِ باری ہے:

كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ (۹۶/۶) مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے۔

۲۔ عَتَا: (عتو یدل علی استکبار (م ل) یعنی ایسی سرکشی جو تکبّر کی بناء پر ہو۔ انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اللہ کے حکم سے سرکشی کرے۔ قرآن میں ہے:

بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ (۶۷/۲۱) بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت میں دور تک چلے گئے ہیں۔

۳۔ عَلَا: بمعنی بلند ہونا۔ غالب ہونا۔ تکبر کرنا (منجد) غلبہ و اقتدار حاصل ہونے کی وجہ سے سرکشی اختیار کرنا۔ سر اٹھانا۔ قرآن میں ہے:

لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا (۱۷/۴) تم دو مرتبہ ملک میں فساد مچاؤ گے اور بہت بڑی سرکشی کرو گے۔

۴۔ مَرَدَ: بمعنی نافرمان اور سرکش ہونا۔ ہمسروں سے آگے نکلنا (منجد) گویا مَرَدَ سے ایسی سرکشی مراد ہے جس میں کوئی دوسروں سے آگے نکل جائے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا (۴/۱۱۷)	اور اگر پکارتے ہیں تو شیطان سرکش کو۔

ماحصل: (۱) طَغٰی: ایسا تجاوز جس میں غلبہ اور قہر بھی ہو۔

(۲) عتا: ایسی سرکشی جس کی وجہ تکبر ہو۔

(۳) عَلَا: غلبہ واقتدار حاصل ہونے پر سرکشی اختیار کرنا۔

(۴) مَرَدَ: سرکش ہونا پھر اس میں آگے نکل جانا۔ اڑ جانا۔

سرگرداں پھرنا کے لیے دیکھیے "آوارہ پھرنا"

۱۶۔ سرگوشی کرنا

کے لیے تَخَافَت اور تَنَاجٰی نجوٰی (نجی) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَخَافَتَ: خَفَتَ بمعنی آواز کا پست ہونا۔ اور تَخَافَتَ بمعنی پست آواز سے گفتگو کرنا۔ (منجد) آپس میں کھسر پھسر کرنا۔ خواہ یہ بات کوئی سن بھی لے۔ قرآن میں ہے:

يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا (۲۰/۱۰۳)	وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہیں گے کہ تم (دنیا میں) صرف دس ہی دن رہے ہو۔

۲۔ تَنَاجٰی: نَجْوٰی۔ نَجَا بمعنی سرگوشی کرنا۔ رازداری کی بات چیت کرنا۔ اور تَنَاجٰی بمعنی کسی کو رازدار بنانا (منجد) خفیہ مجلس کرنا۔ علیحدہ مقام پر رازداری کی بات چیت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۵۸/۱۰)	(کافروں کی) سرگوشیاں تو شیطان (کی حرکات) سے ہیں تاکہ مومن ان سے افسردہ ہوں۔

دوسرے مقام پر ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (۵۸/۹)	اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا بلکہ نیکوکاری اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا۔

ماحصل: (۱) تَخَافَت: محض پست آواز سے کھسر پھسر کرنا اور نَجْوٰی جبکہ یہ بات چیت رازدارانہ ہو اور علیحدگی میں کی جائے۔

۱۷۔ سرنگ

کے لیے نَفَق اور سَرَب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَفَقٌ: ایسا راستہ جس کی دونوں اطراف کھلی ہوں۔ آر پار نکل جانے والا کوچہ یا سرنگ (ف ل ۳۰) جیسے پہاڑ کو کاٹ کر نیچے سے ریل یا ٹریفک کے لیے راستہ یا سرنگ بنائی جاتی ہے۔ نَیْفَقُ السَّرَاوِیْل بمعنی پاجامے کا نیفہ اور نَافِقَاءُ الْیَرْبُوْعِ بمعنی جنگلی چوہے کا بل جس کے دو دہانے ہوں۔ اور نَافَقَ الْیَرْبُوْعُ وَنَفَقَ بمعنی چوہا بل میں ایک دہانے سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا۔

ارشاد باری ہے:

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ (۶/۳۵) — تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھ نکالو یا آسمان میں سیڑھی (تلاش کرو)

۲۔ سَرَبٌ: ایسی سرنگ جس کا ایک ہی منہ ہو۔ اور سَرَبَ بمعنی برابر گھستے چلے جانا (ف ل ۳۰) اور اِنْسَرَبَتِ الْحَیَّۃُ اِلٰی جُحْرِھَا بمعنی سانپ کا اپنے بل میں اتر جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِہِمَا نَسِیَا حُوْتَہُمَا وَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا (۱۸/۶۱) — پھر جب وہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے اور اس مچھلی نے سمندر میں سرنگ کی مانند اپنی راہ بنالی۔

ماحصل: سرنگ کے اگر دو دہانے ہوں تو وہ نَفَقٌ اور اگر ایک ہی ہو تو وہ سَرَبٌ ہے۔

سزا کے لیے دیکھیے "عذاب" ——— سزاوار ——— دیکھیے "لائق ہونا"

۱۸ ——— سستی کرنا ——— سست ہونا

کے لیے کَسِلَ، وَھَنَ، وَنٰی، اِسْتَحْسَرَ (حسر) اور بَطَّأَ (بطأ) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کَسِلَ: بے رغبتی یا بے دلی کی وجہ سے طبیعت کا گراں ہونا۔ کاہل ہونا۔ ڈھیلا ڈھالا ہونا یا رہنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی (۴/۱۴۲) — اور جب یہ (منافق) نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔

۲۔ وَھَنَ: جسمانی یا اخلاقی کمزوری کی وجہ سے سست ہونا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَہِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ (۴/۱۰۴) — اور اس (کافر) قوم کا پیچھا کرنے میں سستی مت کرو۔

۳۔ وَنٰی: بمعنی کوتاہی کرنا۔ لاپروائی کرنا۔ سستی کرنا (منجد) کسی کام کے کرنے میں بلا وجہ مقدور بھر کوشش نہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْھَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ (۲۰/۴۲) — اے موسیٰؑ! تم اور تمہارا بھائی میری نشانیاں لے کر (فرعون کے پاس) جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

۴۔ اِسْتَحْسَرَ: حَسَرَ بمعنی تھک جانا۔ اور حَسَرَ الْبَصَرُ بمعنی نگاہ کا تھک جانا، بینائی کا کمزور ہو جانا۔ اور حَسِیْرٌ بمعنی تھکا ماندہ (منجد) گویا حسر سستی کرنے کو کہتے ہیں جو تھکاوٹ کی وجہ سے

واقع ہو۔ اکتا جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ (۲۱/۱۹) — اور جو (فرشتے) اس کے پاس وُہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔

۵۔ بَطَأَ: اَلْبَطُوْءُ بمعنی چلنے میں دیر لگانا اور سستی کرنا اور اِبْطَاءٌ بمعنی سست رفتاری سے متصف ہونا۔ اور بَطَّأَ بمعنی بہت زیادہ سستی کرنا اور دیر لگانا (مف) قرآن میں ہے:

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (۴/۷۲) — اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو (عمدًا) دیر لگاتے ہیں

ماحصل: (۱) کَسَل: بے دلی کی وجہ سے سستی۔ (۲) وَهَنَ: جسمانی یا اخلاقی کمزوری کی وجہ سے سستی۔ (۳) وَنٰی: لاپروائی کی وجہ سے سستی۔ (۴) اِسْتَحْسَرَ: تھکاوٹ کی وجہ سے سستی۔ (۵) بَطَأَ: سست رفتاری یا عادتاً سست ہونا اور پھر دیر لگا دینا۔

۱۹ ــــــ سفر کرنا

کے لیے سَفَرَ، سَاحَ (سیح) ظَعَنَ، نَفَرَ اور ضَرَبَ فِي الْاَرْضِ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَفَرَ: بمعنی اپنی رہائش گاہ سے دُور نکل جانا (م۔ل) اور بمعنی مسافت طے کرنا۔ یہ لفظ عام ہے۔ خواہ سفر کسی مقصد کے لیے ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ (۴/۴۳) — اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو۔

۲۔ سَاحَ: سَاحَ الْمَاءُ بمعنی پانی کا آوارہ پھرنا اور سَاحَۃ بمعنی فراخ جگہ، سَاحَۃُ الدَّار بمعنی گھر کا آنگن۔ گھر سے ملحقہ یا نزدیک فراخ جگہ (مف) اور سَاحَ بمعنی فراخ جگہ میں چلنا پھرنا۔ سیر و سیاحت خواہ یہ محض تفریحی ہو یا کسی دوسری غرض کی بنا پر۔ قرآن میں ہے:

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ (۹/۲) — تو اے مشرکو! تم زمین میں چار مہینے چل پھر لو۔

۳۔ ظَعَنَ: بمعنی کوچ کرنا، ایک جگہ سے کوچ کر کے دوسری جگہ جانا۔ نقل مکانی کرنا (مف م ل) ظِعَان بمعنی ہودج باندھنے کا رسہ۔ ظُعُوْن بمعنی باربرداری کا اونٹ۔ ظعینہ بمعنی ہودج۔ اور وہ عورت جو اکثر سفر اور ہودج میں رہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ (۱۶/۸۰) — اور اسی نے تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے گھر بنائے جو ہلکے رہتے ہیں تم پر تمہارے سفر کے دن اور تمہاری اقامت کے دن۔

۴۔ نَفَرَ: اَلنَّفِيْرُ دس آدمیوں سے کم کا گروہ۔ لڑائی کی طرف کوچ کرنے والے لوگ۔ اور اَلنَّفِيْرُ الْعَام بمعنی دشمن کے مقابلہ میں عوام کا اٹھ کھڑا ہونا (منجد) اور نَفَرَ بمعنی کسی مہم یا جنگ پر دشمن کے مقابلہ کے لیے جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا۔ — پھر تم (میدانِ جنگ کی طرف) خواہ چھوٹے

دستوں کی صورت میں نکلو یا سب اکٹھے ہو کر۔ (۴/۷۱)

۵۔ ضَرَبَ فِي الْاَرْضِ: لفظی معنی زمین پر پاؤں مارنا۔ سفر کے لیے محاورۃً استعمال ہوتا ہے اور عموماً ایسے سفر کے لیے جو دُور دراز کا بھی ہو اور بامقصد بھی ارشادِ باری ہے:

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۷۳/۲۰) — اور بعض دوسرے خدا کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں۔

۶۔ رَحَلَ: اَلرَّحْلُ معنی کجاوہ۔ پالان۔ منزل۔ قیام گاہ۔ سفر میں ساتھ رہنے والا سامان۔ اور رَحَلَ بمعنی اونٹ یا کسی جانور کی پشت پر کجاوہ یا پالان باندھنا۔ سوار ہونا۔ کوچ کرنا۔ سفر پر روانہ ہونا (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

اِيْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۔ (۱۰۶/۲) — انھیں (قریش کو) جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔

ماحصل: (۱) سَفَرَ: سفر کے لیے عام لفظ۔

(۲) سَاحَ: وسیع میدان میں مختلف سمتوں میں سفر۔ سیر و سیاحت۔

(۳) ظَعَنَ: نقل مکانی کے سلسلہ میں کوچ کرنا۔

(۴) نَفَرَ: کسی مہم پر یا دشمن کے مقابلہ کے لیے نکلنا۔

(۵) ضَرَبَ فِي الْاَرْضِ: دور دراز کا بامقصد سفر۔

(۶) رَحَلَ: کوچ اور اس کی تیاری سب رحل میں شامل ہے۔

سمت کے لیے دیکھیے — جانب — سڑنا کے لیے دیکھیے — "خشک ہونا"

۲۰ — سمجھنا — سمجھانا

کے لیے شَعَرَ، فَهِمَ، فَقِهَ اور عَقَلَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ شَعَرَ: اَلشَّعْرُ معنی بال اور شَعَرَ بمعنی بال کی طرح باریک علم حاصل کرنا ہے (مف) کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھ لینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (۲/۹) — اور یہ منافق (درحقیقت) اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور وُہ (یہ بات) سمجھتے نہیں۔

۲۔ فَهِمَ: اَلْفَهْمُ انسان کی اس ذہنی قوت کا نام ہے جس سے وُہ مطالب کو بہتری اور عمدگی کے ساتھ اخذ کر لیتا ہے۔ اور فَهِمَ بمعنی کسی چیز کو اچھی طرح سمجھ لینا (مف) اور بمعنی کلام سنتے ہی معانی کو جان لینا یا سمجھ لینا (فق ل ۶۹) اور سَرِيْعُ الْفَهْمِ بمعنی بات کو فوراً سمجھ جانے والا۔ اور سَيِّئُ الْفَهْمِ بمعنی کند ذہن (فق ل ۶۹) اور فَهَّمَ کسی چیز کی حقیقت دوسرے کو سمجھا دینا۔ قرآن میں ہے:

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ فَفَهَّمْنٰهَا — اور ہم ان کے فیصلہ کرنے کے وقت موجود تھے تو

سُلَیْمٰنَ (۲۱/۷۸) — ہم نے سلیمانؑ کو معاملہ پوری طرح سمجھا دیا۔

۳۔ فَقِہَ : اَلْفِقْہُ وُہ علم ہے جس کے ذریعہ علمِ حاضر سے علمِ غیب تک پہنچتے ہیں (مف) دوسری مثالوں اور احکام کو سامنے رکھ کر پیش آمدہ معاملات کا حل تلاش کرنا۔ قرآن میں ہے :

اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّھُمْ یَفْقَھُوْنَ (۶/۶۵) — دیکھو ہم کیسے مختلف انداز سے نشانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ وُہ سمجھ سکیں۔

تَفَقَّہَ بمعنی کسی معاملہ میں سمجھ بوجھ پیدا کرنا اور بصیرت حاصل کرنا۔ اور معاملہ کی تہ تک پہنچنا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ (۹/۱۲۲) — تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے اور دین میں سمجھ پیدا کرتے۔

۴۔ عَقَلَ بمعنی سمجھ بوجھ والا ہونا، غلطی کا احساس کرنے کے قابل ہونا (منجد) اور عَقَلَ بمعنی روکنا اور منع کرنا۔ اور عِقَال وُہ پائے بند جس سے اونٹ کا پاؤں باندھا جاتا ہے۔ اور اَلْمَعْقِل بمعنی پناہ گاہ۔ پہاڑ یا قلعہ جس میں پناہ لی جائے (مف) گویا عقل کا یہ کام ہے کہ وُہ نفع و نقصان کا امتیاز کرے اور نقصان دہ باتوں سے بچنے کی تدابیر اختیار کرے (فق ل ۶۵) اور فائدہ مند چیزوں کے حصول اور قبولِ علم کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ پھر سوچ و بچار کرے (مف) ارشادِ باری ہے :

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۲/۴۴) — (یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم اللہ کی کتاب بھی پڑھتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟

ماحصل : (۱) شَعَرَ : کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھنا۔

(۲) فَہِمَ : کسی معاملہ کے معانی و مطالب کو سمجھنا۔

(۳) فَقِہَ : موجودہ مثالوں پر غور کر کے اس جیسے دوسرے مسائل کا حل نکالنا۔

(۴) عَقَلَ : اپنے نفع و نقصان کو سمجھنا پھر اسے اختیار کرنے یا چھوڑنے کی تدبیر کرنا۔

نیز دیکھیے "غور کرنا" اور "عقل والے"

سمیٹنا کے لیے دیکھیے ——— "اکٹھا کرنا"

۲۱ ——— سننا ——— سنانا

کے لیے سَمِعَ[۱]، سَمَّاعٌ[۲]، اِسَّمَّعَ[۳]، اِسْتَمَعَ[۴]، اَذِنَ[۵] اور اُذُنٌ[۶] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَمِعَ : کوئی بات یا آواز کانوں سے سننا اور اَلسَّمْعُ بمعنی قوتِ سماعت بھی ہے اور کان بھی۔ ارشادِ باری ہے :

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ — بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے

فِیْ زَوْجِهَا (۵۸/۱) — خاوند کے بارے میں تجھ سے جھگڑ رہی تھی۔

۲۔ سَمَّاع: سَامِع بمعنی سننے والا۔ اور سَمَّاع بمعنی جاسوس۔ وُہ شخص جو جاسوسی کرنے کے لیے کان دھرے۔ ارشادِ باری ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ (۵/۴۱) — وُہ غلط باتیں بنانے کو جاسوسی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لیے جاسوس بنے ہیں جو تمہارے پاس نہیں آئے۔

۳۔ اور اَسْمَعَ بمعنی کوئی بات دوسرے کو سنانا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (۲۷/۸۰) — کچھ شک نہیں کہ آپ مُردوں کو (بات) سُنا نہیں سکتے اور نہ بہروں کو جبکہ وُہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہو۔

۴۔ اِسْتَمَعَ: بمعنی کان لگانا۔ کان دھرنا۔ کوئی بات یا آواز سننے میں کوشش سے کام لینا (منجد مف) جبکہ آواز اچھی طرح سنائی نہ دے رہی ہو۔ قرآن میں ہے:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ (۷۲/۱) — آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگائے تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

۵۔ اَذِنَ: کان لگا کر دھیان سے سننا (مف) تعمیلِ ارشاد کے لیے بات کو اچھی طرح سننا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (۸۴/۲) — اور وُہ کان لگائے اپنے پروردگار کے حکم کی طرف اور یہی اس کے لیے مناسب ہے۔

۶۔ اور اٰذَنَ بمعنی کسی کو سُنانا اور خبردار کرنا۔ آگاہ کرنا (منجد مف) قرآن میں ہے:

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ (۴۱/۴۷) — اور جس دن اللہ انہیں پکارے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؛ تو کہیں گے کہ ہم نے تجھے کہہ سنایا کہ آج ہم میں سے کوئی گواہی دینے والا نہیں۔

ماحصل: (۱) سَمِعَ: کوئی بات یا آواز سننا۔ عام معنوں میں۔
(۲) سَمَّاع: بمعنی جاسوسی کے طور پر سننے والا
(۳) اَسْمَعَ: کسی دوسرے کو کوئی بات سنانا۔
(۴) اِسْتَمَعَ: کان لگانا اور آواز یا بات سننے کی کوشش کرنا۔
(۵) اَذِنَ: تعمیلِ ارشاد کے لیے بات کو غور سے سُننا۔
(۶) اٰذَنَ: سنا کر کسی کو خبردار کرنا۔

۲۲۔ سنوارنا

کے لیے اَصْلَحَ اور زَكّٰى کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَصْلَحَ (ضد اَفْسَدَ) بمعنی خرابی اور بگاڑ کو درست کرنا۔ مادی اور معنوی ہر لحاظ سے اس کا استعمال عام ہے۔

ارشادِ باری ہے:

كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (۴۷/۲) (اللہ تعالیٰ نے) اُن سے اُن کے گناہ دُور کر دیے اور اُن کی حالت سنوار دی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (۷/۵۶) اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

۲۔ زَکّٰی: (زکو) زَکٰی اور زَکّٰی کا لغوی معنیٰ کھیتی وغیرہ کا بڑھنا اور زیادہ ہونا ہے۔ اور زَکَی مَالَهٗ بمعنی مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور زَکّٰی نَفْسَهٗ بمعنی اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے (منجد) لیکن شریعت نے لفظ تَزْکِیَہ کو اصطلاح کے طور پر پاک کرنا اور اصلاح کرنا کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اور تزکیۂ نفس بمعنی نفس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا اور اچھے اخلاق میں اضافہ کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (۹۱/۹-۱۰) جس نے اپنے نفس (یعنی رُوح کو) پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وُہ خسارے میں رہا۔

ماحصل: اِصْلَاح کا لفظ ہر قسم کے بگاڑ کو سنوارنے کے لیے آتا ہے جبکہ زَکّٰی کا لفظ نفس کے بگاڑ کو درست کرنے پھر اس میں اعلیٰ اخلاق کا اضافہ کرنے کے لیے آتا ہے۔

۲۳ — سوار ہونا — کرنا

کے لیے رَکِبَ اور اِسْتَوٰی (سوی) عَلٰی اور حَمَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَکِبَ: بمعنی کسی سواری پر سوار ہونا۔ کسی جانور کی پیٹھ ہو یا کشتی وغیرہ۔ اور رِکَاب بمعنی سواری۔ سواری کا اونٹ۔ اور راکب بمعنی سوار۔ بالعموم شتر سوار کے لیے مستعمل ہے۔ اور رَکْب بمعنی شتر سواروں کا قافلہ۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا (۱۸/۷۱) یہاں تک کہ وُہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو اس (خضرؑ) نے کشتی کو توڑ ڈالا۔

۲۔ اِسْتَوٰی عَلٰی: بمعنی سوار ہونے کے بعد سنبھلنا۔ جم کر بیٹھ جانا۔ قرار پکڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ (۴۳/۱۳) تاکہ تم ان (چارپایوں) کی پیٹھ پر سوار ہو اور جب اس پر جم کر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو۔

۳۔ حَمَلَ: کا بنیادی معنیٰ بوجھ اٹھانا اور اَحْمَلَ بمعنی بوجھ اُٹھانے میں مدد دینا ہے۔ پھر جب یہ بوجھ کسی انسان کا ہو اور اسے کسی جانور یا سواری پر لادنا ہو تو حَمَلَ کا لفظ ہی سوار کرنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (الزام) ہے کہ

قُلْتَ مَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ (۹/۹۲) تمہارے پاس آئے کہ آپ انہیں سواری دیں اور تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر تم کو سوار کروں۔

ماحصل: (۱) رَکِبَ: کسی بھی سوار ہونے والی چیز پر سوار ہونا۔

(۲) اِسْتَوٰی عَلٰی: کسی سواری پر سوار ہونے کے بعد جم کر بیٹھ جانا۔

(۳) حَمَلَ: کا معنی بوجھ اٹھانا اور لادنا ہے اور حَمَلَ عَلٰی بمعنی سوار کرنا۔

۲۴۔ سوائے (علاوہ)

کے لیے اِلَّا، دُوْن، غَیْر، وَرَاء اور اِسْتِثْنَاء کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِلَّا: بمعنی مگر۔ سوائے۔ کلمہ استثنا ہے۔ اس صورت میں یہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے (مف) جیسے ارشاد باری ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (۲/۱۶۳) اس بڑے مہربان اور رحم کرنے والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(۱) علاوہ ازیں یہ لفظ حصر کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (۲/۹) اور نہیں دھوکا دیتے مگر اپنے آپ کو۔

۲۔ غَیْر: کا لفظ کبھی تو محض نفی کے لیے آتا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (۴۳/۱۸) اور وہ جھگڑے کے وقت بات کی وضاحت بھی نہ کر سکے۔

اور کبھی استثناء کے لیے آتا ہے۔ اس صورت میں یہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے (مف) جیسے ارشادِ باری ہے:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (۳۵/۳) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے؟

۳۔ دُوْن: دان بمعنی خسیس ہونا۔ کمزور ہونا۔ اور دُوْن بمعنی پست۔ نیچے۔ قدر و منزلت میں فروتر۔ اور شَیْءٌ دُوْنٌ بمعنی حقیر۔ گھٹیا چیز (منجد) اور دُوْن بمعنی جو کسی چیز سے قاصر اور کوتاہ ہو (مف) اور دُوْن جب سوائے کا معنی دیتا ہے تو اس میں کمتری اور خست یا کمزوری کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ (۳/۱۱۸) اے ایمان والو! اپنے سوا کسی غیر مذہب والے کو اپنا رازدار نہ بنانا۔

اس میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے اہلِ مذاہب کی کمتری کا اظہار مقصود ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (۴/۴۸) اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرے گا اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

میں ایسے گناہ مراد ہیں جو شرک سے کم درجہ کے ہیں۔

اسی طرح فرمایا:

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۲/۱۰۷) — اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی نہ دوست ہے اور نہ مددگار۔

اس آیت میں بھی دُوْن سوائے کے علاوہ کمتری کا معنی دے رہا ہے۔

۴۔ وَرَآء: لغت اضداد سے ہے۔ اس کے معنی آگے بھی اور پیچھے بھی۔ اس پار بھی اس پار بھی۔ ادھر بھی اور ادھر بھی۔ اسی لحاظ سے یہ سوائے کا معنی بھی دے جاتا ہے یعنی ان سب اطراف یا چیزوں کے علاوہ۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۲۳/۷) — تو جو شخص اس کے سوا کچھ اور چاہتا ہو تو ایسے ہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص خدا کے احکام کے علاوہ ادھر ادھر، آگے یا پیچھے کچھ تلاش کرتا ہے تو وہ غلط کار ہے۔

۵۔ اِسْتِثْنَاء (ثنی) بمعنی کسی چیز کو عام حکم سے خارج کرنا (منجد) اس مقصد کے لیے اِلَّا استعمال ہوتا ہے مگر شرعی اصطلاح میں کسی چیز کو مشیتِ الٰہی کے تابع سمجھ کر اسے عام حکم سے خارج کرتا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (۱۸/۲۴) — اور کسی کام کی نسبت یہ نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا مگر (ان شاء اللہ کہہ کر یعنی اگر) اللہ چاہے تو (کر دوں گا)

اور اِسْتِثْنَاء کا لفظ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہنے کے بدل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (۶۸/۱۷-۱۸) — جب انہوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی باغ کا میوہ توڑ لیں گے۔ اور ان شاء اللہ نہ کہا۔

ماحصل: (۱) اِلَّا: استثناء کے ساتھ حصر کا فائدہ دیتا ہے۔

(۲) غَيْر: میں استثناء کے ساتھ نفی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔

(۳) دُوْن: استثناء کے ساتھ کمتری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۴) وَرَآء: ہمہ جہتی استثناء کے لیے آتا ہے۔

(۵) اِسْتِثْنَاء: ان شاء اللہ کہہ کر کسی چیز کو عام حکم سے خارج کرنا۔

سوچنا کے لیے دیکھیے ——"غور کرنا"۔

۲۵ —— سونا

کے لیے نَامَ، هَجَعَ، رَقَدَ، قَالَ (قیل) ضَجَعَ اور تَهَجَّدَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ نَامَ : بمعنی سونا معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے (فل ۲۹۲) سونا یا نیند بھی ایک قسم کی موت ہے جس میں رُوح نفسانی بدن سے جدا ہو کر سیر کرتی پھرتی ہے اور حواس خمسہ کی کارگزاری بہت حد تک کم ہو جاتی ہے کیونکہ وُہ ماند پڑ جاتے ہیں۔ دریں اثنا انسان کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ اور وُہ ذہنی اور جسمانی سکون کی وجہ سے راحت و آرام حاصل کرتا ہے۔ نَوْمٌ بمعنی نیند اور مَنَام بمعنی حالت خواب، نیند کی حالت۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (۷/۹۷) — کیا بستی والے اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ راتوں رات ان پر ہمارا عذاب آئے اور وُہ سوتے ہوئے ہوں۔

۲۔ هَجَعَ : بمعنی غفلت کی نیند سونا (فل ۱۶۱) گھوڑے بیچ کر سونا۔ سوتے میں دُنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو جانا اور صاحب منجد الهجعة کے معنی رات کے پہلے حصہ کی ہلکی نیند بتلاتے ہیں لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وُہ خود ہی اَلْهُجَعُ کے معنی غافل۔ بے وقوف اور بہت سونے والا کہتے ہیں (منجد) نیز قرآن سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی۔ لہٰذا صاحب فقہ اللغۃ کے معنی ہی صحیح معلوم ہوتے ہیں البتہ هجوع کا لفظ رات کو سونے سے مختص ہے جیسے دوپہر کے سونے کو قیلولہ کہتے ہیں (م ق) ارشادِ باری ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (۵۱/۱۷) — وُہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے۔

۳۔ رَقَدَ : بمعنی لمبی نیند سونا (فل ۱۶۱) اَلرِّقَاد بمعنی خوشگوار اور ہلکی سی نیند (مف) الرقدة اور الیرقود بمعنی بہت سونے والا اور الرقود بمعنی ہمیشہ سونے والا (منجد) ان سب باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رقد ایسی نیند ہے جو لمبی بھی ہو، خوشگوار بھی اور ہلکی بھی۔ یعنی انسان آہٹ سے جاگ اٹھے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ (۱۸/۱۸) — اور تم ان کو خیال کرو کہ وُہ جاگتے ہیں حالانکہ وُہ سوتے ہیں۔

۴۔ قَالَ (يَقِيْلُ قَيْلًا وَقَيْلُوْلَةً) دوپہر کو سونا۔ دن کے وقت استراحت کرنا (فل ۲۹۲) ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ (۷/۴) — اور کتنی ہی بستیاں ہم ہلاک کر چکے جن پر ہمارا عذاب یا تو رات کو سوتے میں آیا یا دوپہر کو جب وُہ سو رہے تھے

۵۔ ضَجِعَ : پہلو یا کروٹ کے بل لیٹنا، ستانا۔ آرام کرنا (منجد) خواہ اونگھ یا نیند آ جائے یا نہ آئے نیم خوابی کی حالت۔ اور مَضَاجِع بمعنی بچھونے۔ بستر۔ اور اَضْجَعَهُ بمعنی اس کو سلایا۔ (م ق) ارشادِ باری ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ — اُن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وُہ اپنے

رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۳۲/۱۶) — پروردگار کو خوف واُمید سے پکارتے ہیں۔

۶۔ تَہَجَّدَ، ھجود بمعنی رات کو سونا بھی اور جاگنا بھی (لغت اضداد) کبھی سونا کبھی جاگنا۔ اور سوتے جاگتے شب بسری کرنا۔ اور ھَجَّدَ بمعنی رات کو جاگ کر نماز پڑھنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ (۱۷/۷۹) — اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوکر تہجد کی نماز پڑھا کرو۔ یہ (شب خیزی) تمہارے لیے (سبب) زیادت ہے۔

ماحصل: (۱) نَامَ: سونے کے لیے عام لفظ۔

(۲) هَجَعَ: گہری اور غفلت کی نیند سونا۔

(۳) رَقَدَ: لمبی اور ہلکی نیند سونا۔

(۴) قَالَ: دوپہر کو سونا۔

(۵) ضَجَعَ: سستانے کے لیے پہلو کے بل لیٹنا، خواہ نیند آجائے یا نہ آئے۔

(۶) هَجَّدَ: رات کو سونا بھی اور جاگنا بھی۔

۲۶ — سیاہ۔ سیاہی

کے لیے اَسْوَد، غَرَابِيْب، اَحْوٰى، مُدْهَآمَّتٰن (دھم) قَتَرَة اور مِدَاد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَسْوَد: کالا رنگ (ضد اَبْيَض) معروف معنوں میں مستعمل اور اس کا استعمال عام ہے۔ (ج سُوْد) (مؤنث سَوْدَاء) ارشادِ باری ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (۲/۱۸۷) — اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ ہوجائے۔

۲۔ غَرَابِيْب، غُرَاب بمعنی کوا۔ اور غِرْبِيْب بمعنی کوّے کی طرح بہت سیاہ ج غرابیب (مف) اور غُرْبِيْب بمعنی وہ آدمی جو وسمہ لگا کر بالوں کو سیاہ کرے ج غَرَابِيْب (م ق) قرآن میں ہے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ (۳۵/۲۷) — اور پہاڑوں میں سفید اور سُرخ رنگ کے قطعات ہیں اور (کچھ) سیاہ کالے بھی ہیں۔

۳۔ اَحْوٰى: سبزی مائل سیاہ رنگ یا سیاہی مائل سرخ رنگ (منجد) قرآن میں غُثَآءً اَحْوٰى کے الفاظ ہیں۔ غُثَآء ان ٹہنیوں، پتوں اور کوڑا کرکٹ کو کہتے ہیں جو جھاگ میں پھنس جاتے ہیں اور دریا اس جھاگ ملے کوڑا کرکٹ کو کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ اور جب یہ کوڑا کرکٹ پاؤں تلے کچلا جاتا رہتا ہے اور اس کی رنگت سیاہی مائل ہوجاتی ہے تو یہ رنگت اَحْوٰى کہلاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى (۸۷/۵) — اور جس نے چارہ پیدا کیا۔ پھر اسے سیاہ کوڑا بنا دیا

۴۔ اَدْهَم: دَهَمَ بمعنی کسی چیز کا تاریکی میں ڈھک جانا۔ اور اَلدُّهْمَة بمعنی سیاہی (م۔ل) کہتے ہیں

دَهَمَتِ النَّارُ الْقِدْرَ آگ نے ہنڈیا کو سیاہ کر دیا۔ قرآن میں ہے:

مُدْهَامَّتٰنِ (۵۵/۶۴) وُہ دونوں باغ خوب گہرے سبز ہوں گے جیسے سیاہ ہو رہے ہوں۔

۵۔ قَتَرَة: قَتَرَ النَّارُ بمعنی آگ کا دھواں دینا (منجد) اور قَتَرَة بمعنی دھوئیں جیسے رنگ والا گرد و غبار سیاہی۔ ارشادِ باری ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۸۰/۴۱) اور آج کے دن کتنے منہ ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہو گی (اور) سیاہی چڑھ رہی ہو گی۔

۶۔ مِدَاد: مَدَدْتُ الدَّوَاةَ بمعنی دوات میں سیاہی یا روشنائی ڈالنا۔ اور مِدَاد سیاہی جس سے لکھا جاتا ہے۔ روشنائی (مف) ارشادِ باری ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ (۱۸/۱۰۹) کہہ دو۔ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں (کے لکھنے) کے لیے سیاہی بن جائے تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں، سمندر ختم ہو جائے۔

ماحصل: (۱) اَسْوَد، کالا رنگ سفید کے مقابلہ میں۔
(۲) غَرَابِيْب: بہت زیادہ سیاہ۔
(۳) اَحْوٰى: سبزی مائل سیاہ رنگ۔
(۴) دَهَم: سیاہی مائل گہرا سبز رنگ۔
(۵) قَتَرَة، دھوئیں جیسا رنگ۔
(۶) مِدَاد: سیاہی جس سے لکھا جاتا ہے۔ روشنائی۔

۲۷۔ سیدھا۔ سیدھی

کے لیے مُسْتَقِيْم [۱]، سَوَاء [۲] اور سَوِيّ (سوی) قَصْد [۳] اور سَدِيْد [۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مُسْتَقِيْم: قَامَ عَلَى الْاَمْرِ بمعنی کسی بات پر قائم اور برقرار رہنا۔ اور اَقَامَ الشَّيْءَ بمعنی کسی چیز کو کھڑا کرنا اور سیدھا کرنا۔ اور مُسْتَقِيْم وُہ چیز ہے جو سیدھی بھی ہو۔ اور متوازن و معتدل بھی۔ ارشادِ باری ہے:

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (۱۷/۳۵) اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔

کیونکہ اگر ترازو کی ڈنڈی جو پہلے ہی سیدھی ہوتی ہے اگر افقی لائن میں متوازی نہ رہے گی تو تول بھی متوازن نہ رہے گا حالانکہ ڈنڈی تو بہرحال سیدھی ہی ہوتی اور رہتی ہے خواہ ایک پلڑا نیچے جھکا ہوا ہو۔ گویا یہاں سیدھی سے مراد افقی سمت میں سیدھی ہے یعنی وُہ متوازی بھی رہے۔ اور علم جیومیٹری کی رُو سے دو نقاط یا دو مقامات کے درمیان کم سے کم فاصلہ کو خطِ مستقیم کہتے ہیں گویا صراطِ مستقیم وُہ راستہ ہے جو سیدھا بھی ہو اور اس میں کسی طرح کی جھول، لچک اور ڈھلک بھی نہ ہو یعنی افراط و تفریط سے پاک ہو۔ قرآن میں ہمیں یہ دُعا سکھلائی گئی ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (۱/۴) الٰہی ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔

۲- سَوٰی اور سَوِیّ؛ سَوِیَ یَسْوِی بمعنی کسی چیز کا درست ہونا۔ اور سَوّٰی بمعنی درست اور ہموار کرنا۔ اور سَوِیّ بمعنی ہموار اور درست۔ تندرست۔ ارشادِ باری ہے:

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۹/۱۷) تو وُہ فرشتہ حضرت مریمؑ کے سامنے ایک تندرست اور ٹھیک ٹھاک آدمی کی شکل بن گیا۔

اور صِرَاطًا سَوِيًّا بھی ایسے راستے کو کہتے ہیں جو درست، ہموار اور سیدھا ہو۔ اس میں اونچ نیچ ہو اور نہ ٹیڑھا پن۔ ارشادِ باری ہے:

فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا (۱۹/۴۳) (حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا) آپ میرے پیچھے لگ جائیں۔ میں سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہنمائی کروں گا۔

اور سَوَاء کا لفظ برابر کے معنوں میں آتا ہے۔ یہ برابری اگر دونوں اطراف سے فاصلہ یا تعداد کے لحاظ سے ہو تو اس کے لیے وسط کا لفظ آئے گا۔ اور اگر ہر لحاظ سے برابری مقصود ہو تو سَوَاء کا لفظ استعمال ہوگا گویا اس کا معنی مرکزی نقطہ یا بیچوں بیچ ہوگا۔ قرآن میں ہے:

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (۴۴/۴۷) (حکم دیا جائے گا) اسے پکڑ لو اور کھینچتے کھینچتے جہنم کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

اور سَوَآءَ السَّبِيْلِ کے معنی وُہ راستہ ہوگا جو ہر طرح کی ضلالت، کفر اور گمراہیوں کو اپنی اطراف میں چھوڑتا ہوا درمیان میں سے سیدھا نکل جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (۲۸/۲۲) جب حضرت موسیٰؑ نے مدین کی طرف رُخ کیا تو کہنے لگے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرے گا۔

۳- قَصْد، کسی چیز کے جائز استعمال کو قصد کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص اگر ایک بالٹی پانی سے نہا سکتا ہے اگر وُہ اتنا ہی استعمال کرے تو یہ قصد ہے تو اگر زیادہ استعمال کرے گا تو یہ اسراف ہے اور بالٹی سے کم پانی استعمال کرے گا تو یہ بخل ہے۔ اور ہر معاملہ میں اس بات کا لحاظ رکھنے اور اسے عادت بنالینے کا نام اقتصاد ہے۔ اب معنوی لحاظ سے دیکھیے تو ہر جگہ نہ صرف نرمی سے کام نکل سکتا ہے اور نہ ہی سختی سے۔ اب کسی جگہ کتنی سختی کی جائے یا کسی حد تک نرمی سے کام لیا جائے تاکہ منزلِ مقصود حاصل ہو سکے۔ تو یہ بتلانا شریعت کا کام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (۱۶/۹) اور سیدھی راہ بتلانا تو اللہ کے ذمہ ہے (اس کے علاوہ) باقی سب راستے ٹیڑھے ہیں۔

قَصْد: کا معنی درمیانی یا معتدل کرنے سے بھی صحیح مفہوم ادا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کا معنی سیدھا

ہی کر لیا جاتا ہے۔

۴۔ سَدِیْدًا: سَدّ بمعنی روک۔ آڑ یا دیوار ہے جو دو چیزوں کے درمیان بنائی گئی ہو۔ اور سَدّ بمعنی پتھروں سے شگاف بند کرنا۔ اور سِدَاد اس مسالہ کو کہتے ہیں جس سے رخنہ یا شگاف پر کیا جائے اور قول سدید وہ بات ہے جس میں کوئی رخنہ کوئی اینچ پیچ اور چکر نہ ہو۔ صحیح درست سچی اور سیدھی بات۔ اور اس کی ضد قول الزور ہے جو جھوٹ سے بہت زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے ارشادِ باری ہے:

فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيْدًا (۴/۹) سو انہیں چاہیے کہ خدا سے ڈریں اور بات سیدھی کریں۔

ماحصل: (۱) مُسْتَقِيْم: متوازن، معتدل اور سیدھا۔

(۲) سَوِیّ: ہموار، سیدھا اور درست۔

سَوَاء: درمیان سے گزرنے والا اور سیدھا۔

(۳) قَصْد: اقدار کی صحیح تعیین کرنے والا اور افراط تفریط سے پاک۔

(۴) سَدِیْد: ایسی چیز جس میں کوئی رخنہ اور اینچ پیچ نہ ہو۔ مضبوط، صاف اور سیدھا۔

سیر کرنا کیلئے دیکھیے "چلنا" اور "سفر کرنا"

۲۸ ــــــ سیر کرانا

کے لیے سَیَّرَ اور اَسْرٰی (سری) کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں بڑا واضح سا فرق ہے۔ اگر یہ سیر رات کو کرائی جائے تو اَسْرٰی کا لفظ آئے گا۔ اور اَسْرٰی بمعنی رات کو لے چلنا۔ لے نکلنا۔ جیسے فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ (۱۷/۱) پاک ذات ہے وہ جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔

اور اگر یہ سیر دن کو یا عام حالات میں کرائی جائے تو سَیَّرَ کا استعمال ہوگا۔ گویا سَیَّرَ کا لفظ عام ہے اور اَسْرٰی خاص۔ جیسے فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۰/۲۲) وہی ذات ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا پھراتا ہے۔

۲۹ ــــــ سیڑھی

کے لیے سُلَّم اور مَعَارِج دو الفاظ آئے ہیں:

۱۔ سُلَّم: یہ لفظ معارج یا معراج سے اعم ہے۔ گو سُلَّم کا لفظ مکان میں اینٹ پتھر سے بنی ہوئی چھت

پر جانے والی سیڑھی اور لکڑی کے زینہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ تاہم سلّم اس چیز کو کہہ سکتے ہیں جو کسی بلند جگہ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے (مف) (ج سلالم اور سلالیم) اور اَدْرَاجُ السُّلَّم بمعنی سیڑھی کے ڈنڈے یا اڈے (منجد) قرآن میں ہے:

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ (۶/۳۵) — تو اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو۔ یا آسمان میں کوئی سیڑھی (تلاش کرو)۔

۲۔ مَعَارِج: مِعْرَاج کی جمع) عَرَجَ بمعنی لنگڑا کر چلنا۔ اور اَعْرَج بمعنی لنگڑا عَرَجَ فِي السُّلَّم بمعنی سیڑھی پر چڑھنا۔ اور مِعْرَاج بمعنی چڑھنے کی جگہ بھی اور سیڑھی بھی (منجد) گویا مِعْرَاج کا لفظ سُلَّم سے اخصّ ہے۔ اس میں سیڑھی کے ذریعہ کسی بلند مقام پر پہنچ جانے کا تصور پایا جاتا ہے جبکہ سُلَّم محض سیڑھی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ (۴۳/۳۳) — اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھتے۔

۳۰۔ سیکھنا۔ سکھلانا

کے لیے تَعَلَّمَ اور عَلَّمَ، تَلَقّٰی (لقی) اور كَلَّبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَعَلَّمَ: عَلِمَ بمعنی جاننا یا کسی چیز کی حقیقت کو پانا ہے۔ اور عَلَّمَ بمعنی بار بار کثرت کے ساتھ کسی کو خبر دینا یعنی سکھلانا اور تَعَلَّمَ بمعنی آہستہ آہستہ اس خبر کے اثر کو قبول کرتے جانا ہے۔ سیکھتے جانا سیکھنا (مف) قرآن میں ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۲/۳۱) — اور اللہ تعالیٰ آدم کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیے۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ (۲/۱۰۲) — اور وہ لوگ ان دونوں سے وہ کچھ سیکھتے جو میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دے۔

۲۔ تَلَقّٰی: لَقِيَ بمعنی ملنا۔ ملاقات کرنا۔ پانا۔ دیکھنا۔ اور تَلَقّٰی بمعنی کسی کا استقبال کرنا۔ اور تَلَقَّى الشَّيْءَ مِنْهُ کسی سے کچھ سیکھنے کے معنوں میں آتا ہے (منجد) اور تَلَقّٰی بمعنی القا یعنی دل میں بات ڈالے جانے سے کچھ سیکھنا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (۲/۳۷) — سو آدمؑ نے اپنے پروردگار سے چند کلمے سیکھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کرلی۔

۳۔ كَلَّبَ: كَلْب بمعنی کتا۔ اور كَلَّبَ الْكَلْبَ بمعنی کتے کو شکار کی تعلیم دینا اور سدھانا ہے۔ اور مُكَلِّب اور كَلَّاب اس شخص کو کہتے ہیں جو شکار کرنے کی تعلیم دیتا یا سدھاتا ہو۔ پھر كَلَّبَ کا استعمال صرف کتوں کو سکھلانے کے لیے ہی نہیں بلکہ دوسرے شکاری جانوروں، پرندوں وغیرہ کے لیے بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ (۵/۴) — اور تمہارے لیے وہ شکار بھی حلال ہے جو ان شکاری جانوروں نے پکڑا ہو جن کو تم نے سدھار کھا ہے۔

ماحصل: (۱) عَلَّمَ: کسی کو کچھ سکھلانا اور تَعَلَّمَ بمعنی خود سیکھنا۔

(۲) تَلَقّٰی: القا کے ذریعے سے کچھ سیکھنا۔

(۳) كَلَّبَ: شکاری جانوروں کو شکار کی تعلیم دینا۔ سکھلانا۔ سدھانا۔

۱۔ شاخ

کے لیے فَرْعٌ، شُعَبٌ اور اَفْنَانٌ کے الفاظ قرآن کریم میں ملتے ہیں۔

۱۔ فَرْعٌ: بمعنی شاخ (ضد اصل بمعنی جڑ) اس کی جمع فروع ہے۔ بمعنی (درخت کی) ٹہنیاں اور امام راغب کہتے ہیں کہ ہر شے کا اوپر کا حصہ جو جڑ سے نکلا ہو وہ فرع الشجر ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (۱۴/۲۴) پاکیزہ کلمے کی مثال پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہوں۔

اور اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں شکلوں میں ہوتا ہے۔ فروعی مسائل ایسے مسائل کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز (اصل) پر مبنی ہوں اور اس پر اُن کو قیاس کیا گیا ہو۔ مگر اس کی مثال قرآن میں نہیں۔

۲۔ شُعَبٌ: (شُعْبَةٌ کی جمع) شعب کے معنی میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ (۱) افتراق یا جدا ہونا اور (۲) اجماع۔ لیکن یہ لغت اضداد سے نہیں بلکہ ہر ایسی چیز پر ہر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے جو آگے جا کر کئی حصوں میں بٹ جائے (م۔ل) مثلاً تَشَعَّبَ النَّهْرُ بمعنی نہر کی کئی شاخیں نکلنا یا جیسے ہاتھ کی انگلیاں (اور شعب بڑے قبیلہ کے معنوں میں بھی آتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (۷۷/۳۰) ایسے سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں (یعنی آگے جا کر تین حصوں میں بٹ گیا ہے۔

۳۔ اَفْنَانٌ: (فنن کی جمع) فنن بمعنی کسی درخت کی بہت موٹی اور لمبی شاخ (پنجابی ٹھن) اور شَجَرَةٌ فَنَّاءٌ بمعنی بہت لمبی اور موٹی شاخوں والا درخت (م ق) قرآن میں ہے:

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (۵۵/۴۸) وہ دونوں درخت بڑی بڑی شاخوں والے ہیں۔

ماحصل: (۱) فَرْعٌ، کسی چیز کی اصل کے علاوہ جو کچھ اس سے نکلے وہ اُس کی فَرْع ہے۔

(۲) شُعْبَہ، کسی چیز کا کئی حصوں میں اس طرح بٹنا کہ اصل سے تعلق بدستور باقی رہے۔ اور فنن کسی بڑی اور موٹی شاخ کو کہتے ہیں۔

۲۔ شام کے اوقات

کے لیے رَوَاح[۱]، اَصِیل[۲]، عَشِیًّا[۳] اور اَمْسٰی[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَوَاح: ظہر کے بعد یہ وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بمعنی پچھلا پہر اور اس کی ضد غُدُوّ یا غُدْوَۃ ہے (فل ۲۹۲) اور الغدو والرواح پہلے اور پچھلے پہر کی آمد و رفت کے لیے استعمال ہوتے ہیں ارشادِ باری ہے:

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّ رَوَاحُھَا شَھْرٌ (۳۴/۱۲) — اور سلیمانؑ کے لیے ہوا کو (ہم نے مسخر کر دیا) اس کی پہلے پہر کی منزل ایک ماہ کی مسافت اور پچھلے پہر کی منزل بھی ایک ماہ کی مسافت ہوتی تھی۔

۲۔ اَصِیلًا: (ج اصال) عصر کے بعد کا وقت اور اس کی ضد بُکْرَۃ ہے (فل ۲۹۲) ارشادِ باری ہے:

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا (۷۶/۲۵) — اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو۔

۳۔ عَشِیًّا: عَشِی کا وقت غروبِ آفتاب سے پہلے شروع ہو جاتا ہے اور اس کی ضد اشراق ہے۔ (فل ۲۹۲) اور غُدُوّ بھی آتی ہے اور بُکْرَۃ بھی۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا۔ (۴۰/۴۶) — وہ صبح و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔

(۲) وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ۔ (۶/۵۲) — اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اسی کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔

(۳) وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ (۳/۴۱) — اپنے پروردگار کی کثرت سے یاد اور صبح و شام اس کی تسبیح کرنا۔

اور عشاء کی نماز کا وقت جو شروع ہے وہ رات کا اندھیرا چھا جانے سے لے کر آدھی رات تک ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِّنَ الظَّھِیْرَۃِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ۔ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ (۲۴/۵۸) — نمازِ فجر سے پہلے اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتارتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردے (کے) ہیں۔

شام کرنا کے لیے اَمْسٰا (مسو) کا لفظ آیا ہے۔

۴۔ اَمْسٰا: مَسَا بمعنی شام کا وقت۔ اور اَمْسٰا بمعنی شام کرنا۔ شام میں داخل ہونا یا شام کے وقت کوئی کام کرنا اور اس کی ضد اَصْبَحَ ہے۔ یعنی صبح۔ صبح کرنا۔ صبح میں داخل ہونا یا صبح کے وقت کوئی کام کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ (۳۰/۱۷) — سو اللہ پاک کو یاد کرو جب تم شام کرو اور جب صبح کرو۔

۳ ــــــ شاید

کے لیے عَسٰی اور لَعَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَسٰی : افعال مقاربہ میں سے ہے اور جامد ہے۔ صرف ماضی استعمال ہوتا ہے مضارع نہیں آتا۔ محبوب چیز میں امید غالب کے لیے اور مکروہ چیز میں خوف کے لیے آتا ہے (منجد) مثلاً محبوب چیز میں امید غالب کے لیے :

عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ (۲۸/۲۲) — امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ بتائے گا۔

اور مکروہ چیز میں خوف کے لیے :

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (۴۷/۲۲) — (اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔

۲۔ لَعَلَّ : حرف مشبہ بہ فعل ہے۔ صرف غالب امکان کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا (۳۳/۶۳) — آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو۔

اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی واجب کے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا :

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (۶۵/۱) — تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کر دے۔

ماحصل : (۱) عَسٰی ، امید غالب کے لیے اور لَعَلَّ امکانِ غالب کے لیے آتا ہے۔

۴ ــــــ شراب

کے لیے خَمْر، مَعِیْن اور رَحِیْق کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَمْر : شراب کے لیے اسم جامع ہے (فل ۲۵۰) خَمَرَ بمعنی ڈھانپنا۔ اور خِمَار (ج خُمُر ۲۴/۳۱) بمعنی اوڑھنی۔ دوپٹہ جس سے چہرہ وغیرہ ڈھانپا جا سکے۔ اور شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عقل و حواس پر پردہ ڈال کر اسے زائل کر دیتی ہے۔ ارشادِ باری ہے :

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ (۵/۹۰) — شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر سب ناپاک اور شیطانی کام ہیں۔

۲۔ مَعِیْن : مَعَنَ الْمَآءُ بمعنی پانی کا آہستہ آہستہ سطح زمین پر بہنا اور مَعَنَ النَّظَرَ فِی الْاَمْرِ بمعنی

کسی معاملہ میں گہرائی تک سوچنا (منجد) اور مَعِیْن ایسے پانی کو کہتے ہیں جو خوش ذائقہ، میٹھا اور صاف شفاف ہو۔ قرآن میں ہے:

اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ (۶۷/۳۰)	بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی سطح زمین میں گہرائی تک چلا جائے تو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ کون بہائیگا

مگر درج ذیل آیت میں کأس (بھرا ہوا جام) کا لفظ معین کے معنی کو خوشگوار شراب کے معنی میں بدل دیتا ہے۔ ایسی شراب جو خمر کی مضرت سے پاک ہو۔ کیونکہ کاس کا لفظ عموماً شراب کے بھرے ہوئے جام کے لیے آتا ہے اور شراب کے لیے بھی۔ ارشاد باری ہے:

یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ۔ (۵۶/۱۸)	سدا نوجوان رہنے والے خدمتگار آبخورے، آفتابے اور صاف شراب کے پیالے لے لے کران کے آس پاس پھرتے ہوں گے۔

۳۔ رَحِیْقٍ، بمعنی خالص، شفاف اور خوشبودار شراب (فل ۵۶) اور جس میں تلچھٹ یا ذرات مطلق نہ ہوں (فل ۲۵۰) ارشادِ باری ہے:

یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (۸۳/۲۵)	انھیں خالص اور شفاف سربمہر شراب پینے کو دی جائے گی جس کی مہر کستوری کی ہوگی۔

ماحصل: (۱) خَمْر، عام شراب جو عقل و حواس کھو دیتی ہے۔ اور ہر قسم کی شراب کے لیے عام لفظ ہے۔
(۲) مَعِیْن، خوشذائقہ اور خوشگوار شراب جو مضرت سے پاک اور جنت میں ملے گی۔
(۳) رَحِیْق، اعلیٰ ترقسم کی خوشبودار شراب جو مضرت سے پاک اور جنت میں ملے گی۔

۵ ــــــ شرمانا

کے لیے اِسْتِحْیَاء (حی) اور اِسْتَنْكَفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتِحْیَاء: حَیِیَ یَحْیٰی حَیٰوۃً بمعنی زندہ ہونا۔ اور حی یحی حیاء بمعنی شرمندہ ہونا اور شرمانا ہے۔ ان دونوں سے باب استفعال استحیاء آتا ہے جو "کسی کو زندہ چھوڑنے اور کسی سے شرم محسوس کرنے" دونوں معنوں میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ پھر اِسْتِحْیَاء بمعنی شرم یا جھجک محسوس کرنا۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مادی استعمال کی مثال یہ ہے:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ (۲۸/۲۵)	پھر ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک جو شرماتی اور لجاتی چلی آتی تھی۔

اور معنوی استعمال کی مثال یہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا (۲/۲۶)	اللہ تعالیٰ اس بات میں جھجک محسوس نہیں کرتا کہ وہ ایک مچھر یا اس سے بھی کمتر مخلوق کی مثال بیان کرے۔

۲۔ اِسْتَنْکَفَ : نَکِفَ بمعنی ناک بھوں چڑھانا۔ اور اِسْتَنْکَفَ بمعنی ازراہِ تکبر کسی چیز کو باعث ننگ و عار سمجھنا (منجد) ارشادِ باری ہے :

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ (۴/۱۷۲) — مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ وہ خدا کے بندے ہوں۔

ماحصل : استحیاء محمود صفت ہے بمعنی ازراہ حیا کسی کا شرمانا۔ اور استنکف مذموم صفت ہے یعنی ازراہِ تکبر جھجک محسوس کرنا اور شرمانا۔ عار سمجھنا۔

شرمندگی ——— دیکھیے ——— پچھتانا

۶ ——— شروع کرنا

کے لیے بَدَاَ[1] اور طَفِقَ[2] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَدَاَ : دو معنوں میں آتا ہے (۱) کسی کام کا آغاز کرنا۔ افتتاح کرنا۔ ابتدا کرنا (م-ل) (۲) کوئی کام پہلے کرنا۔ اور اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی پہلی بار پیدا کرنا ہوتے ہیں (ضد عود: بمعنی پھر وہی کام کرنا) قرآن میں ہے :

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِھِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْہِ۔ (۱۲/۷۶) — پھر یوسف ؑ نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے دوسرے بھائیوں کا سامان دیکھنا شروع کیا۔

اس آیت میں بَدَاَ کے دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ ایک مفہوم تو یہ ہے کہ تلاشی کا کام دوسرے بھائیوں کے سامان سے اور دوسرے یہ کہ اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لے لی۔

نیز فرمایا :

اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ (۸۵/۱۳) — وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

۲۔ طَفِقَ : فعل ناقص ہے جو اپنے ساتھ دوسرا فعل چاہتا ہے (منجد) کلام مثبت میں استعمال ہوتا ہے (مف) بمعنی (کوئی کام) کرنے لگنا۔ شروع کرنا۔ قرآن میں ہے :

وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْھِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ (۷/۲۱) — اور وہ دونوں (آدم و حوا) اپنے جسموں پر جنت کے پتے جوڑنے لگے۔

دوسرے مقام پر ہے :

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ (۳۸/۳۳) — تو سلیمان ؑ نے ان (گھوڑوں) کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ (یا ہاتھ پھیرنے لگے)۔

ماحصل : بَدَاَ : کوئی کام پہلے کرنا یعنی اس کام کا آغاز کرنا۔ اور طَفِقَ فعل ناقص ہے یعنی اصل کام تو کوئی اور ہوتا ہے۔ یہ اس کے ساتھ مل کر اس فعل کے آغاز کا معنی دیتا ہے۔

۷۔ شرم گاہ

کے لیے فَرْج اور سَوْءَۃ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرْج (ج فُرُوْج) فَرْج میں کشادگی کا تصور پایا جاتا ہے۔ فَرَجَ بمعنی کھولنا، کشادہ کرنا، کھلا کرنا (منجد) اور فَرْج بمعنی دو چیزوں یا ایک چیز کے دو حصوں کے درمیان وسعت۔ اور فرج الطریق بمعنی راستہ کا درمیانی حصہ۔ دیوار میں شگاف کو بھی فَرْج کہتے ہیں۔ اور دو ٹانگوں کے درمیان کشادگی کو بھی۔ پھر کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرمگاہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۲۳/۵) اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

۲۔ سَوْءَۃ: (سوء) سُوْء بمعنی ہر وہ چیز جو عقلی یا شرعی لحاظ سے بُری ہو یا دیکھنے میں بُری معلوم ہو اسی لحاظ سے انسان کے ستر کی چیزیں اگر ننگی ہوں تو اسے سوءۃ کہا جاتا ہے۔ اور سوءۃ کا اطلاق صرف شرمگاہ پر ہی نہیں ہوتا بلکہ تمام ستر کی چیزوں مثلاً عورت کے بدن اور پستانوں وغیرہ پر بھی اگر وہ ننگے ہوں تو ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا (۷/۲۶) اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور بدن کی زینت بنے۔

دُوسرے مقام پر ہے:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا (۷/۲۲) جب انہوں نے اس درخت کے پھل کو کھا لیا تو اُن کے ستر کی چیزیں کھل گئیں۔

پھر اسی لحاظ سے سوءۃ کا لفظ انسان کی لاش کے لیے بھی استعمال ہوا ہے کہ وُہ بھی کچھ عرصہ گزرنے پر اگر دفن نہ کی جائے تو کریہہ المنظر بن جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ (۵/۳۱) تو اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اُسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیونکر چھپائے۔

ماحصل: (۱) فرج: دو چیزوں کے درمیان کھلی جگہ۔ شرمگاہ۔

(۲) سَوْءَۃ: ستر کی چیزیں اگر کھلی ہوں۔ اور ہر وہ چیز جس کا ظاہر ہونا بُرا ہو۔

۸۔ شریک

کے لیے خَلِيْط، شَرِيْك اور اَنْدَاد (نِدّ) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَلِيْط: خَلَطَ بمعنی ایک چیز کو دوسری میں ملانا (ضد خلص) اَلْخَلْط بمعنی لوگوں سے

میل جول رکھنے والا۔ خَلِیط وہ لوگ جن کا معاملہ ایک ہو۔ اور اَلْخُلْطَۃ شرکت کو کہتے ہیں (منجد) اور اصطلاحی معنوں میں خلیط بمعنی جزوی شریک کار" ہے یعنی ایسے شرکائے کار جن کے کچھ انتظامات تو الگ الگ ہوں اور کچھ اجتماعی ہوں۔ مثلاً زید اور بکر دونوں کے پاس الگ الگ ریوڑ ہیں جو اُن کی اپنی ملکیت ہیں لیکن اُن کی حفاظت کے لیے انھوں نے جگہ مشترکہ طور پر کرایہ پرلے رکھی ہے یا چرواہے کو مشترکہ معاوضہ ادا کرتے ہیں تو ایسے شریک کار خلیط کہلاتے ہیں (احادیث صحیحہ کی رُو سے ایسے خلطاء کے مشترکہ مال پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۳۸/۲۴) — اکثر شریک کار ایک دوسرے پر زیادتی کر جاتے ہیں۔

۲۔ شَرِیْك: بمعنی ساجھی جو ایک دوسرے سے الگ نہ ہو سکیں۔ شراکت مادی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔ مادی یہ ہے کہ مثلاً دو آدمی ایک کاروبار میں شریک ہیں اور ان کی ذمہ داریاں اس طرح کی ہیں کہ کسی ایک کے نکل جانے سے نہ کاروبار کا آغاز ہو سکتا ہے اور نہ چل سکتا ہے۔ اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ (۱۷/۱۱۱) — اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز و ناتواں ہے اور نہ اسکا کوئی مددگار ہے

اور معنوی شراکت یہ ہے جیسے انسان اور گھوڑا حیوانیت میں شریک ہیں۔ یہ شراکت صفاتی ہوئی اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے جیسا کہ بہت سی آیتوں سے واضح ہے:

۳۔ اَنْدَادًا: (نِدّ کی جمع) نَدَّ بمعنی سخت نفرت کرنا اور بھاگنا۔ اور نَادَّہٗ بمعنی اس نے مخالفت کی (م۔ق) اور بمعنی کسی کی ذات یا جوہر میں شریک ہونا (مف) گویا نِدّ ساجھی نہیں بلکہ مدمقابل یا رقیب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی ایک کی تمام تر صفات یا تھوڑی بہت دوسروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ نظیر۔ (لغت اضداد) بمعنی مخالف اور حریف بھی اور نظیر اور مثل بھی (ک ص)۔ ارشاد باری ہے:

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲/۲۲) — پس کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔

ماحصل: (۱) خَلِیط: جزوی شریک کار (۲) شَرِیْك: کسی ایک کام میں مکمل اشتراک رکھنے والا۔ (۳) نِدّ: ذات اور جوہر میں شریک۔ مدمقابل نظیر کو کہتے ہیں۔

۹ — شعلہ

کے لیے لَهَبٌ، شُوَاظٌ، نُحَاسٌ، مَارِجٌ اور شَرَرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَهَب: بمعنی آگ کا حرکت کرنا اور بلند ہونا (فل ۱۷۲) اور بمعنی آگ کی زبان بلند ہونا (م۔ل) شعلہ

معروف معنوں میں مستعمل ہے اور شعلہ کے لیے عام لفظ ہے۔ قرآن میں ہے:

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۱۱۱/۳) عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔

۲-۳ شُوَاظ } نُحَاس }: شُوَاظ ایسے شعلہ کو کہتے ہیں جس میں دھوئیں کی آمیزش نہ ہو (مف) اور اگر دھوئیں کی آمیزش ہو تو نُحَاس کہتے ہیں۔ بشرطیکہ دھوئیں کی آمیزش کم اور آگ زیادہ ہو تو چونکہ اس کا رنگ تانبے جیسا ہو جاتا ہے لہٰذا اُسے نُحَاس بمعنی تانبہ کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ (اے جن وانس) تم پر آگ کے شعلے چھوڑے جائیں گے
نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ (۵۵/۳۵) اور دھواں ملے بھی پھر تم بدلہ بھی نہیں لے سکتے۔

۴- مَارِج: شعلہ کا اُوپر کا گرم ترین حصہ جو دھوئیں سے یکسر پاک ہوتا ہے (فل ۵۸) آگ کی لپٹ ارشادِ باری ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (۵۵/۱۵) اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

۵- شَرَر: آگ کے بڑے شعلے سے کٹ کر اڑنے والے چھوٹے چھوٹے حصے۔ چنگارے، چنگاریاں شرارے (مف) قرآن میں ہے:

اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (۷۷/۳۲) وہ (جہنم) محل جتنے بڑے شرارے اوپر پھینکے گی۔

ماحصل (۱) لَهَب: شعلہ کے لیے عام لفظ۔ (۲) شُوَاظ: ایسا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔

(۳) نُحَاس: ایسا شعلہ جس میں دھوئیں کی آمیزش ہو مگر آگ زیادہ ہو۔

(۴) مَارِج: شعلہ کا اُوپر کا گرم ترین حصہ۔

(۵) شَرَر: کسی شعلے سے کٹ کر اُڑنے والے چھوٹے چھوٹے حصے۔ چنگارے۔

۱۰ــــ شک و شبہ

کے لیے شَكّ[۱]، شُبَه[۲]، مَرِيج[۳]، مِرْيَة[۴]، لَبْس[۵] اور رَيْب[۶] کے الفاظ قرآن کریم میں مستعمل ہوئے ہیں۔

۱- شَكّ: دو نظریات کا ذہن میں مساوی اور برابر ہونا جبکہ کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے کوئی دلیل نہ ہو۔ گویا شک کی بنیاد جہالت یا کم علمی ہوتی ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (۱۴/۱۰) کیا اس اللہ کے بارے میں شک (کرتے ہو) جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

۲- شَبَه: شبہ بمعنی دو یا زیادہ چیزیں آپس میں اسقدر مماثل ہوں کہ ان میں صحیح طرح سے تمیز نہ ہو سکے۔ (مف) اور یہ شبہ رنگ یا اوصاف میں ہوتا ہے (م-ل) ارشادِ باری ہے:

(۱) وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (۴/۱۵۶) اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا بلکہ ان کو ایسا شبہ پڑ گیا تھا۔

(۲) اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا (۲/۷۰) اس بیل کے متعلق ہمیں شبہ پڑ گیا ہے۔ (وہ ہم پر

مشتبہ ہو گیا ہے)

۳۔ مِرْیَۃ: مری کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کسی حقیقت یا نظریہ کا مسلّم ہونا (۲) اس حقیقت کو مشکوک باتوں سے مشکوک کرتے رہنا۔ (م ل) اسی لیے یہ لفظ جھگڑا کرنے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ اور اس جھگڑا کی بنیاد یہی شک کی باتیں ہوتی ہیں۔ جیسے فرمایا:

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکَ تَتَمَارٰی (۵۳/۵۵) اور اے انسان) تو اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں پر جھگڑا کرے گا۔

اور مِرْیَۃ کسی حقیقت کے متعلق لوگوں کے پیدا کردہ شک کو کہتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآئِہٖ (۳۲/۲۳) سو اپنے رب کی ملاقات (کے بارے) میں شک میں نہ رہیے۔

۴۔ مَرِیْج: مَرَجَ بمعنی دو چیزوں یا نظریات کا رَل مِل جانا۔ اور غُصْنٌ مَّرِیْجٌ باہم گتھی ہوئی ٹہنی کو کہتے ہیں (مف) بے ترتیب ہونا (منجد) معاملہ کا گڈمڈ اور پیچیدہ ہونا۔ اور مَرَجَ بمعنی کسی خیال کا آنا اور جانا اور اضطراب ہونا (م۔ل) گویا یہ لفظ تردّد اور اضطراب کا مجموعہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

بَلْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ جب اُن کے پاس حق آپہنچا تو انہوں نے اسے جھٹلایا

فَھُمْ فِیْٓ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ (۵/۵۰) سو یہ لوگ الجھی ہوئی بات میں (پڑ گئے)

۵۔ لَبْس: لَبَسَ بمعنی مخالطۃ اور مداخلۃ (م۔ل) یعنی دو چیزوں کو آپس میں خلط ملط کر دینا اور کسی چیز میں دوسری کو داخل کرنا۔ جیسے حق میں باطل کی آمیزش اور جھوٹ میں کچھ سچ ملا دینا اور اس طرح حقیقت کو ایسا مشکوک کر دینا کہ حق و باطل کی تمیز نہ ہو سکے۔ اور اسی طرح کے پڑے ہوئے شک و شبہ کو لَبْس کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کا استعمال اعراض میں اور کلام کی صورت میں ہوتا ہے (فق ل ۲۴۹) قرآن میں ہے:

بَلْ ھُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ (۵۰/۱۵) بلکہ وہ نئی پیدائش کے سلسلہ میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور فرمایا:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲/۴۲) حق کی باطل کے ساتھ آمیزش نہ کرو۔

۶۔ رَیْب: ایسا شک جس میں اضطرار کا عنصر بھی شامل ہو۔ رَیْبُ الدَّھْرِ گردشِ ایام۔ حوادثِ زمانہ اور رَیْبُ الْمَنُوْنِ بمعنی زندگی کے خطرات (م ل) اور رَیْب ایسا شک ہے جو خلجان اور کھٹکا پیدا کرے۔ کہتے ہیں دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ یعنی ایسی بات چھوڑ دے جو دل میں خلجان پیدا کرے اور وہ اختیار کر جس میں کوئی خلجان نہ ہو۔ رَیْبَۃ بمعنی قلق۔ اضطراب (م۔ق)

ارشادِ باری ہے:

اِنَّهُمْ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ (۴۱/۴۵) وہ ایسے شک میں ہیں جو انہیں چین نہیں لینے دیتا۔

نیز فرمایا:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (۲/۲) یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک (و خطر) نہیں

ماحصل: (۱) شَكٌّ : دو نظریات میں سے کسی ایک کو کم علمی کی بنا پر ترجیح نہ دے سکنا۔

(۲) شُبْهَة : چند چیزوں کے اوصاف و الوان ایک جیسے ہونے کی وجہ سے شک۔

(۳) مِرْيَة : کسی مسلمہ حقیقت کو ظنی باتوں سے مشکوک کر دینا۔

(۴) لَبْس : دو نظریات کو ایسے ملا کر مشتبہ کر دینا کہ کسی ایک کی بھی تمیز نہ ہو سکے۔

(۵) مَرِيْج : کبھی ایک خیال آنا، کبھی دوسرا پھر پہلا۔ اور اس بنا پر شک میں رہنا۔

(۶) رَيْب : ایسا شک جس میں اضطراب اور خلجان بھی شامل ہو۔

۱۱ ـــــ شکل و صورت

کے لیے هَيْئَة (هيأ)، شَكْل، صُوْرَت اور تَمَاثِيْل کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ **هَيْئَة:** کسی چیز کی رف سی ابتدائی شکل و صورت کو کہا جاتا ہے خواہ یہ شکل محسوسہ ہو یا معقولہ (مف) یعنی مادی طور پر موجود ہو یا صرف ذہن میں ہو۔ اور هَيْئَة اور هِيْئَة بمعنی چیز کی حالت، کیفیت، شکل و صورت (منجد) قرآن میں ہے:

اِنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (۳/۴۹) میں تمہارے سامنے مٹی کی صورت بشکل پرند بناتا ہوں۔

۲۔ **شَكْل:** مُشَاكَلَة بمعنی شکل و صورت میں مشابہ ہونا (مف) اور اشکال بمعنی کسی معاملہ میں ایسی پیچیدگی جس میں کئی ملتی جلتی صورتیں سامنے آ جائیں۔ اور شکل بھی ایسے ہی پیچیدہ امر کو کہتے ہیں۔ اور شَكَلَ الْاَمْر بمعنی مشتبہ ہونا۔ اور شَكْل بمعنی مشابہت، مثل، نظیر۔ اور اشکال بمعنی موتی یا چاندی کے زیورات جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں۔ (منجد) قرآن میں ہے:

وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ (۳۸/۵۸) اور اسی طرح کے اور بہت سے عذاب ہوں گے۔

۳۔ **صُوْرَت:** بمعنی کسی مادی چیز کے ظاہری خد و خال جس سے اسے پہچانا جا سکے۔ اور دوسری چیزوں سے اس کا امتیاز ہو سکے (مف) ارشادِ باری ہے:

فِىْٓ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (۸۲/۸) پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا تجھے جوڑ دیا۔

۴۔ **تِمْثَال:** (ج تماثیل) مَثَّلَ بمعنی کسی دوسری چیز کی شکل و صورت اختیار کرنا اور سیدھا کھڑا ہونا اور مُمَثَّل وہ چیز ہے جو نمونہ کے مطابق بنائی جائے۔ اور تَمَثَّلَ کسی کی شکل بن جانا (مف) کسی کا روپ دھار لینا۔ اور تمثال بمعنی تصویر، صورت یا کسی چیز کا مجسمہ (مف) ارشادِ باری ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے

التَّمَاثِيلُ الَّتِيْ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ۔ (۲۱/۵۲) — لوگوں سے کہا۔ یہ کیا مورتیں ہیں جن کے سامنے تم اعتکاف میں بیٹھے رہتے ہو۔

ماحصل: (۱) ھَیْئَت: کسی چیز کا رف سا ڈھانچہ۔ خواہ حسّی ہو یا ذہنی۔

(۲) شَکْل: صورت میں مشابہت رکھنے والی چیزیں۔

(۳) صُوْرَت: کسی چیز کے امتیازی خدوخال (۴) تِمْثَال: کسی اصل چیز کی نقل۔ تصویر، مورت، مجسمہ وغیرہ۔

۱۲۔ شکل وصورت بنانا

کے لیے صَوَّرَ، خَلَقَ اور تَمَثَّلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَوَّرَ: بمعنی تصویر کھینچنا۔ شکل بنانا (منجد) اس لفظ کا اطلاق بالعموم جاندار اشیاء پر ہوتا ہے اور جاندار اشیاء کی صورت بنانا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ (۳/۶) — وہی تو ہے جو (ماں کے) پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔

۲۔ خَلَقَ: مادہ پر صورت کی تکمیل سے پہلے کے ابتدائی نقش ونگار بنانا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ (۲۲/۵) — پھر اس بوٹی سے جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی۔

۳۔ تَمَثَّلَ: بمعنی اپنی شکل وصورت میں تبدیلی پیدا کرکے کسی دوسرے کی شکل وصورت کی مانند بن جانا روپ دھارنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۹/۱۷) — ہم نے مریمؑ کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔

۱۳۔ شگاف

کے لیے فُطُوْر اور فُرُوْج کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ فُطُوْر: فَطَرَ بمعنی کسی چیز کو لمبائی کے رخ پھاڑنا (مف) یا چیرنا ہے۔ اور انفطر کے معنی چر جانا ہے (عثمانیؒ) گویا فطور ایسے شگاف کو کہتے ہیں جس کی چوڑائی لمبائی کی نسبت بہت کم ہو۔ درز یا دراڑ۔ قرآن میں ہے:

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (۶۷/۳) — اپنی نگاہ (آسمان کی طرف) اٹھا۔ کیا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے؟

۲۔ فُرُوْج: فَرَجَ کے معنی میں کشادگی کا تصور پایا جاتا ہے، پھٹنے یا چرنے کا نہیں۔ فَرَجَ بمعنی کھولنا۔ کشادہ کرنا۔ کھلا کرنا (منجد) فَرَجَ بمعنی دو چیزوں یا ایک ہی چیز کے دو حصوں کے درمیان وسعت۔ اور فرج الطریق بمعنی راستہ کا درمیانی حصہ (منجد۔ مف) سوراخ یا شگاف خواہ اس کی ساخت میں ہو یا بعد میں واقع ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰/۶) — کیا وہ اپنے اُوپر آسمان کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسا بنایا اور اس کو زینت دی اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔

ماحصل: (۱) فُطُوْر: وہ لمبا شگاف ہے جو کسی چیز کے پھٹنے سے یا چرنے سے پیدا ہو جبکہ فُرُوْج صرف درمیان میں کھلی جگہ کو کہتے ہیں۔ خواہ یہ شگاف پیدائشی ہو یا بعد میں واقع ہو۔

۱۴۔ شہر۔ بستی

کے لیے مَدِيْنَة، بَلَد، مِصْر اور دِيَار اور قَرْيَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَدِيْنَة: مَدَنَ بمعنی اقامت کرنا۔ شہر میں بسنا۔ اور تَمَدَّنَ بمعنی مہذب و شائستہ ہونا (منجد) اور مَدِيْنَة ہر ایسے شہر کو کہتے ہیں جہاں لوگ مل جل کر اصول و قواعد کے تحت رہتے ہوں۔ (ج مَدَائِن) قرآن میں ہے:

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى (۳۶/۲۰) — اور شہر کی پرلی طرف سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔

۲۔ بَلَد: ہر وہ مقام جس کی حد بندی کی گئی ہو اور وہاں لوگ آباد ہوں (مف) (ج بلاد)

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (۹۰/۱) — میں اس شہر (مکہ معظمہ) کی قسم کھاتا ہوں۔

۳۔ مِصْر: بمعنی حد (ج مُصُوْر) کہتے ہیں اِشْتَرٰى فُلَانٌ الدَّارَ بِمُصُوْرِهَا» فلاں نے وہ مکان اس کی حدود تک خرید کیا۔ اور مِصْر بمعنی پرگنہ۔ تحصیل (جس کی حد بندی کی گئی ہو) اور بعض کے نزدیک مِصْر ایسا شہر ہے جہاں فَے اور صدقات تقسیم ہوتے ہوں (م۔ل) اور بعض کے نزدیک یہ فصیل والا شہر ہوتا ہے۔ نیز ایک ملک کا نام قرآن میں ہے:

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ (۲/۶۱) — شہر کی طرف نکل جاؤ تمہیں مطلوبہ چیز مل جائے گی۔

۴۔ دِيَار: (واحد دَار اور اس کی جمع دُوْر بھی آتی ہے) دُوْر بمعنی کسی چیز کا چاروں طرف سے گھرا ہونا اور دَار بمعنی گھر۔ مکان۔ اور دَيْر بمعنی کسی عابد کی رہائش گاہ۔ اور دَار بمعنی رہائش کے لحاظ سے اس کا مفہوم بڑا وسیع ہے جس کا اطلاق کسی بستی، قصبہ، شہر اور ملک سب پر ہوتا ہے۔ دَارُ الْحَرْب بمعنی دشمن کا ملک دَارُ الْقَرَار بمعنی آخرت دَارُ الدُّنْيَا بمعنی دنیا کا گھر۔ تمام دنیا۔ اور دَارَان یا دَارَيْن بمعنی دنیا یا آخرت۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ (۱۷/۵) — پھر جب اُن وعدوں میں سے پہلے کا وقت آگیا تو ہم نے تم پر اپنے جنگجو بندے بھیجے جو شہروں کے اندر پھیل گئے۔

۵۔ قَرْيَة: (ج قُرٰى) بمعنی (۱) بستی (۲) بستی میں رہنے والے لوگ۔ اس لفظ کا اطلاق الگ الگ معنوں میں بھی ہوتا ہے اور مجموعی طور پر بھی (مف) بستی خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، گاؤں ہو یا شہر۔ سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور صاحب منجد کے نزدیک اس کا اطلاق صرف بڑی بستی پر ہوتا ہے

(منجد) ارشادِ باری ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ - (٦٥/٨)

اور بہت سی بستیوں (یعنی اس کے باشندوں) نے اپنے پروردگار کے احکام اور اُس کے رسولوں کی اطاعت سے سرکشی کی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

تِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا - (١٨/٥٩)

یہ بستیاں (جو ویران پڑی ہیں) جب انہوں نے ظلم کیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔

ماحصل: (١) مَدِيْنَة: وُہ بستی ہے جہاں لوگ اصول و قواعد کے تحت رہتے ہوں۔

(٢) بَلَد: وُہ شہر جس کی حد بندی کی گئی ہو۔ (٣) مِصْر: حد بندی شدہ اور فصیل والا شہر۔

(٤) دِيَار: کا اطلاق گھر، گاؤں، قصبہ، شہر، ملک اور پوری دنیا پر بھی ہو سکتا ہے۔

(٥) قَرْيَة: بڑی بستی۔ شہر یا گاؤں۔ بستی اور اس کے رہنے والے لوگ۔

١٥ ـــــ شیشہ

کے لیے زُجَاجَة (زجج) اور قَوَارِيْر (قرر) کے الفاظ آئے ہیں۔

١- زُجَاجَة: بمعنی شیشہ (GLASS) کانچ۔ بلور۔ معروف لفظ ہے۔ شیشہ کا ٹکڑا یا شیشے کا برتن سب کے لیے مستعمل ہے۔ اَلزُّجَاجِی بمعنی شیشہ بیچنے والا۔ اور زِجَاجَة بمعنی شیشہ گری کا پیشہ (منجد) اور بمعنی آبگینہ (م-ا) یعنی زُجَاجَة سے مراد ایسا شیشہ ہے جس میں سے آر پار دیکھا جا سکے۔ قرآن میں ہے:

اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (٢٤/٣٥)

وُہ چراغ ایک قندیل میں ہو۔ اور وُہ قندیل ایسی (شفاف ہو) گویا چمکتا ہوا تارا۔

٢- قَوَارِيْر: (واحد قارورہ) بمعنی کوئی پینے کی چیز (مشروب) یا کھجور یا چھوہارے رکھنے کا برتن (منجد) شیشے کا برتن۔ اور حکیموں کی اصطلاح میں شیشے کا وہ برتن جس میں مریض کا پیشاب برائے ملاحظہ حکیم کو پیش کیا جائے۔ اور قَارُوْرَہ ہر اس شیشہ کو کہتے ہیں جو کسی غرض کے لیے بنایا گیا ہو خواہ یہ چہرہ دیکھنے کا ہو یا عمارتوں کی زیبائش کے لیے رنگدار بنایا گیا ہو یا برتن سازی میں استعمال ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا (٧٦/١٦)

(خدام) چاندی کے برتن لیے ان کے لیے اردگرد پھریں گے اور شیشے کے (نہایت شفاف) گلاس۔

ماحصل: (١) زُجَاجَة: بمعنی آبگینہ۔ کانچ۔ بلور جس کے آر پار دیکھا جا سکے۔

(٢) قَوَارِيْر: وُہ شیشہ ہے جس کو کسی غرض کے لیے بنایا جائے۔ شیشہ کی مصنوعات۔ خواہ پھولدار اور رنگین ہوں۔

شیطان کے لیے دیکھیے ـــــ جن ـــــ !

۱۔ صاف کرنا

کے لیے مَحَّصَ، طَھَرَ، صَفَا اور مَسَحَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَحَّصَ: کسی ایسی چیز کو صاف کرنا جس میں ملاوٹ رچ بس گئی ہو۔ مادی اشیاء میں اس کا اطلاق مرکبات (COMPOUNDS) کو الگ کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جیسے مَحَّصَ الذَّھَب بمعنی سونے کو کٹھالی میں ڈال کر دوسری دھاتوں کے آمیزے اور آلائش دُور کر دینا۔ اور معنوی لحاظ سے اس کا اطلاق کسی کو رنج و مصائب میں بتلا کر کے اسے پاک و صاف بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ (۳/۱۴۱) تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خالص مومن بنا دے اور کافروں کو نابود کر دے۔

۲۔ طَھَرَ: (ضد دَنَسَ بمعنی میل کچیل ہے) یعنی میل کچیل کو دُور کرنا۔ اور طَھُوْر بمعنی میل کچیل اور غلاظت سے پاک۔ صاف ستھرا ہوا شفاف۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (۲۵/۴۸) اور ہم نے آسمان سے ستھرا ہوا پانی اتارا۔

۳۔ صَفَا: ایسی چیزوں کو آلائش اور آمیزش سے پاک صاف کرنا جن کو الگ کرنا کیمیاوی عمل کے بغیر ممکن ہو۔ یعنی آمیزہ (MIXTURE) جیسے شہد کو موم اور ستھا وغیرہ سے پاک و صاف کرنا یا نمکین پانی کو گرم کر کے پانی اور نمک کو الگ الگ کر دینا۔ قرآن میں ہے:

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (۴۷/۱۵) اور جنت میں صاف شدہ شہد کی نہریں ہوں گی۔

۴۔ مَسَحَ: بمعنی چیز پر ہاتھ پھیر کر اس سے گرد اور آلائش وغیرہ کو دُور کرنا۔ جھاڑنا، پونچھنا۔ جیسے فرمایا:

فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ (۳۸/۳۳) تو سلیمانؑ ان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیر کر گرد صاف کرنے لگے۔

اور شرعی اصطلاح میں مسح کا معنی پاک مٹی یا پانی کو پہلے کسی جگہ پر ملنا یا لگانا پھر اسے جھاڑ کر صاف کر دینا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ (۵/۶) تو پاک مٹی کا ارادہ کرو۔ پھر اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔

ماحصل: (۱) مَحَّصَ: مرکبات سے آمیزش کو دُور کرنا اور صاف بنانا۔
(۲) طَهَّرَ: ظاہری نجاست کو پانی وغیرہ سے صاف کرنا۔
(۳) صَفّٰی: آمیزے سے آمیزش کو علیحدہ کر کے صاف کرنا۔
(۴) مَسَحَ: ہاتھ پھیر کر گرد اور آلائش وغیرہ کو پونچھنا۔ جھاڑنا۔ صاف کرنا۔
نیز دیکھیے ——"پاک وصاف کرنا"۔

۲ —— صبح

کے لیے بالترتیب اور بلحاظ وقت اَسْحَار (واحد سحر) فَجْر، صُبْح کے لیے دیکھیے عنوان "رات" اور اِشْرَاق (یا شروق) بُکْرَة (یا بُکُور) غَدَاة (یا غُدُوّ یا غُدْوَة) اور ضُحٰی کے لیے دیکھیے عنوان "دن"۔

اہلِ عرب نے دن کی مدت کو بھی بارہ حصوں یا بارہ گھڑیوں میں تقسیم کر کے ان کے الگ الگ نام تجویز کیے ہیں اور رات کو بھی بارہ گھڑیوں میں تقسیم کر کے ان کے نام تجویز کر رکھے ہیں مندرجہ بالا الفاظ ان ہی مختلف گھڑیوں کے نام ہیں جن کی تفصیل دن اور رات کے عنوانات کے تحت دے دی گئی ہے۔

۳ —— صبح کو کرنا

کے لیے اَصْبَحَ اور غَدَا (غدو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَصْبَحَ اور صَبَّحَ: صَبِحَ (صَبْحًا) بمعنی روشن اور چمکدار ہونا۔ اور مِصْبَاح بمعنی چراغ اور صُبْح دن چڑھنے سے پیشتر روشنی ہو جانے کے وقت کو کہتے ہیں۔ اَصْبَحَ بمعنی صبح میں داخل ہونا۔ اور صَبَّحَ بمعنی صبح کے وقت آنا۔ صبح کا سلام کہنا (منجد) اور اَصْبَحَ صَبَّحَ کسی کام کا صبح کے وقت ہونا یا کرنا کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ (۶۸/۲۰-۲۱) — تو وُہ باغ صبح کو کٹی ہوئی کھیتی کی مانند ہو گیا۔ اور صبح کو وُہ لگے ایک دوسرے کو پکارنے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ (۵۴/۳۸) — اور اُن پر صبح سویرے ہی اٹل عذاب آ نازل ہوا۔

پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے اَصْبَحَ کا لفظ صرف "ہو جانا" کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ جیسے فرمایا:

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (۳/۱۰۳) — تو تم اس (اللہ) کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

۲۔ غَدًا : غَدٌ بمعنی آنے والا کل۔ آج سے بعد آنے والا دن (TOMORROW) اور غَدْوَۃ دن چڑھنے کے بعد اشراق اور بُکْرَۃ کے بعد تیسری گھڑی کو کہتے ہیں۔ اور غَدًا بمعنی دوسرے دن پہلے پہر کوئی کام کرنا۔ پھر اس لفظ کا استعمال بھی کسی دن غُدْوَۃ یا پہلے پہر کوئی کام کرنے کے لیے ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ تُبَوِّیُٔ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۲/۱۲۱) — اور جب آپ صبح کے وقت گھر سے روانہ ہو کر مومنوں کو (لڑائی کے لیے) مورچوں پر متعین کرنے لگے۔

۴ ــــــ صبر کرنا

کے لیے صَبَرَ اور قَنِعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَبَرَ : بمعنی کسی تکلیف یا صدمہ پہنچنے پر اسے برداشت کر جانا اور بیقراری و جزع و فزع کا اظہار نہ کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا کُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓی اَتٰھُمْ نَصْرُنَا (۶/۳۴) — تو وہ پیغمبر اس تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی۔

۲۔ قَنِعَ : بمعنی جو کچھ حصہ میں آئے اس پر صبر کرنا (منجد) اور قناعت بمعنی ضروریاتِ زندگی سے متعلق تھوڑی چیز پر راضی ہونا (مف) تھوڑی چیز پر صبر و شکر کرنا اور کسی کے سامنے شکوہ شکایت نہ کرنا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُھَا فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (۲۲/۳۶) — تو جب یہ (قربانی کے جانور) پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور صبر سے بیٹھ رہنے والوں کو بھی کھلاؤ۔

ماحصل: (۱) صبر، مصائب و مشکلات پڑنے پر برداشت کر جانا۔
(۲) قناعت: ضروریاتِ زندگی میں تھوڑے پر صبر و شکر کرنا۔

۵ ــــــ صلح

کے لیے صُلْح اور سَلْم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صُلْح : اَلْاِصْلَاح کی ضد فساد بمعنی بگاڑ ہے۔ اور اَصْلَحَ بمعنی بگاڑ کو درست کرنا۔ اور صُلْح ان فریقین کے درمیان باہمی سمجھوتہ کو کہتے ہیں جن میں پہلے سے بگاڑ، جھگڑا یا لڑائی موجود ہو۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا — اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (۴۹/۹)	تو ان میں صلح کرا دو۔
(۲) وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (۴/۱۲۸)	اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں اور صلح خوب (چیز) ہے۔

۲۔ سلم، اَلسَّلْم بمعنی سلامتی، تابعداری اور سَلَم بمعنی نجات پانا، محفوظ ہونا۔ اور سَلَم صلح کرانے والے کو بھی کہتے ہیں (منجد) اور ایسے سمجھوتہ یا صلح کو بھی جو لڑائی یا بگاڑ پیدا ہونے سے پہلے ہی ہو جائے۔ مطیع ہونا۔ ارشاد باری ہے :

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَ اَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا (۴/۹۰)	پھر اگر وہ (جنگ سے) کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تم پر ان کے لیے زبردستی کرنے کی کوئی راہ نہیں بنائی۔

ماحصل لڑائی یا فساد سے پہلے کے سمجھوتہ کے لیے سلم اور بگاڑ واقع ہونے کے بعد باہمی سمجھوتہ کے لیے صلح کا لفظ آتا ہے۔

ضائع ہونا اور ضائع کرنا کے لیے دیکھیے "برباد ہونا اور "برباد کرنا"
ضد کرنا کے لیے ضِدًّا، تَعَاسَرَ، اَصَرَّ، مَرَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔
ضِدًّا اور تَعَاسَرَ کے لیے دیکھیے "مخالفت کرنا"، اور
اَصَرَّ اور مَرَدَ کے لیے دیکھیے ___ "اڑنا"

۱ ___ ضامن

کے لیے کَفِیْل اور زَعِیْم کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں

۱- کَفِیْل، کَفَلَ بمعنی کسی کے نان و نفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا۔ ضامن ہونا (مف) اور کَفِیْل بمعنی نان و نفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار۔ ضامن۔ قرآن میں ہے:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (۳/۴۴)	اور نہ تم اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کی پرورش کا کون ضامن ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا (۱۶/۹۱)	اور بیشک تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو۔

۲- زَعِیْم: زُعَامَۃ بمعنی ایسی بات کی ذمہ داری اٹھانا جس کا تعلق سیاست (سرداری) سے ہو (مف)
زَعِیْم وہ شخص ہے جو حکومت کی طرف سے کسی بات کا ذمہ دار یا ضامن ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ (۱۲/۷۲)	وہ بولے کہ بادشاہ کا پینے کا گلاس کھویا گیا ہے اور جو شخص اس کو لے آئے اس کو ایک بار شتر انعام اور میں اس کا ضامن ہوں۔

ماحصل: (۱) کَفِیْل: ایسا ضامن جو نان و نفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہو۔
(۲) زَعِیْم: وہ ضامن جو حکومت کی طرف سے کسی بات کا ذمہ دار ہو۔

۱۔ طاقت

کے لیے طَاقَة (طوق) قُوَّة (قو) مِرَّة (مر) رُکْن، مَحْل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَاقَة: معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ بمعنی ہمت، سکت جو کسی کام کے لیے درکار ہو (مف) (POWER)۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (۲/۲۸۶) — اے ہمارے پروردگار! جتنا بوجھ ہم میں اٹھانے کی طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو۔

۲۔ قُوَّة: زور۔ استعداد اور صلاحیت جو کسی چیز کے اندر پائی جائے (FORCE) (مف) ضد ضعف (مف) قرآن میں ہے:

اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ (۲۸/۷۶) — اس (قارون کے خزانے) کی چابیاں ایک طاقتور جماعت بمشکل اٹھاتی تھی۔

۳۔ مِرَّة: (مرّ) بمعنی (۱) گزرنا (۲) تلخ ہونا اور (۳) بمعنی مضبوطی سے بٹنا۔ اور مِرَّة بمعنی شدت۔ کسی چیز کی دائمی حالت۔ طاقت۔ مضبوطی۔ (منجد) شدت اور عزم (ق۔ج) اور ذومرۃ محاورہ ہے یعنی مضبوط اور طاقتور۔ توانا۔ بڑا زور آور۔ اور مَرِيْر بمعنی بٹی ہوئی رسّی (مف) ارشاد باری ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى (۵۳/۶) — ان (رسول اکرمؐ) کو نہایت قوت والے (جبرئیلؑ) نے سکھایا جو بڑا زور آور ہے۔ پھر وہ پورا نظر آیا۔

۴۔ رُکْن: کسی چیز کا رکن اس کی قوی تر جانب ہے (م۔ل) اور بمعنی ستون۔ قلعہ اور بل بوتا استعمال ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ (۱۱/۸۰) — (لوطؑ نے) کہا اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔

۵۔ مَحْل: بمعنی کسی کے خلاف قوت اور سختی کے ساتھ بُری تدبیر کرنا (مف۔ منجد) گویا مَحْل کے معنی میں قُوَّة اور حِيْلَة دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی کسی شخص پر حیلہ و تدبیر سے گرفت شدید کرتے جانا۔ اور مَحْل بمعنی دھوکا۔ مکر۔ عناد۔ شدت۔ قحط۔ سخت بھوک (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ (۱۳/۱۳) — اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے (جالندھریؒ)
اور اس کی پکڑ سخت ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) طاقت: عام لفظ ہے۔ اتنی سکت جو کسی کام کے لیے درکار ہو۔
(۲) قُوَّۃ: وہ استعداد و صلاحیت جو کسی چیز کے اندر موجود ہو۔
(۳) مِرَّۃ: قوت شدت اور عزم ذومرۃ کس بل والا زورآور (محاورہ)
(۴) رُکْن: کسی چیز کی قوی تر جانب۔
(۵) مِحَال: قوت اور حیلہ۔

۲۔ طاقت رکھنا

کے لیے اَطَاقَ اور اِسْتَطَاعَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَطَاقَ: بمعنی کسی کام کی ہمت اور سکت رکھنا۔ معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (۲/۱۸۴) — اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ اس کے بدلے محتاج کو کھانا کھلائیں۔

۲۔ اِسْتَطَاعَ (اَلاَحْوَل) بمعنی کسی کام کی طاقت رکھنا۔ لائق ہونا (منجد) اور بمعنی کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا موجود ہونا (مف) طاقت کا تعلق محض کسی کی اپنی ذات تک محدود ہے جبکہ استطاعت کا تعلق ذاتی طاقت کے علاوہ بعض دوسرے اسباب و ذرائع سے بھی متعلق ہے۔ جیسے حج کے لیے خرچ، سواری، راستہ کا پرامن ہونا، گھر والوں کے لیے خرچ وغیرہ۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (۳/۹۷) — اور بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے۔

اسی لیے استطاع کا معنی مقدور رکھنا، توفیق رکھنا یا کسی کام کا کر سکنا کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے،

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (۱۸/۹۷) — پھر ان میں نہ یہ قدرت رہی کہ اس (دیوار) پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں۔

ایک اور مقام پر ہے:

وَاِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (۵/۱۱۰) — اور جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تمہارا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (طعام کا) خوان نازل کرے۔

طرف کے لیے دیکھیے ——— "جانب"

۳ــــ طریقہ ــــ دستور

کے لیے طَرِیْقَۃ، سُنَّۃ اُمَّۃ، شَرِیْعَۃ، مِنْھَاج، مَنْسَک، شَاکِلَۃ، مَعْرُوْف اور خُلُق کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طَرِیْقَۃ، بمعنی عادت۔ حالت۔ مذہب (منجد) ہر اس مسلک اور مذہب کو طَرِیق کہا جاتا ہے۔ جو انسان کوئی کام اختیار کرنے کے لیے کرتا ہے۔ خواہ وُہ فعل محمود ہو یا مذموم (مف) قرآن میں ہے:

وَیَذْھَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی۔ (۲۰/۶۳) — اور وُہ دونوں (موسیٰ اور ہارون) تمہارے شائستہ مذہب کو نابود کر دیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُھُمْ طَرِیْقَۃً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا (۲۰/۱۰۴) — اس وقت ان میں سے سب سے اچھی راہ و روش رکھنے والا کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن (ہی دنیا میں) رہے ہو۔

گویا شرعی اصطلاح میں طریقہ، لوگوں کی ان رسوم و عادات کو کہتے ہیں جنھیں لوگوں نے مذہبی شعائر کا درجہ دے رکھا ہو۔

۲۔ سُنَّۃ: سَنَّ بمعنی کسی چیز کا جاری ہونا اور اس کا درست طور پر چلنا (م۔ل) لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً جس کسی نے کوئی بات (طریقہ، رسم، دستور) رائج کیا۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے قانونِ الٰہی (جسے عموماً قانونِ قدرت کہہ دیتے ہیں) مراد ہوگا۔ جیسے فرمایا:

فَھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا (۳۵/۴۳) — یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے منتظر نہیں سو تم اللہ کی عادت (دستور قانون) میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

اور جب صرف لفظ سنت بولا جائے تو اس سے مراد بالعموم وُہ طریقہ ہے جو رسول اکرمؐ نے رائج فرمایا ہو (ج سنن) اسوۂ رسولؐ۔

۳۔ اُمَّۃ: ایک ہی عقیدہ یا نظریہ کے ہم خیال لوگوں کو امت کہتے ہیں (مف) پھر اس لفظ کا اطلاق اس عقیدہ یا نظریہ پر بھی ہوتا ہے جس پر لوگ ہم خیال ہو جائیں خواہ یہ عقیدہ یا نظریہ غلط ہو یا درست قرآن میں ہے:

اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ (۴۳/۲۳) — ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم ان ہی کے پیچھے چلتے ہیں۔

۴۔ شَرِیْعَة : شرع بمعنی کسی چیز کا کھینچ کر یا بلند ہو کر سامنے آنا یا ظاہر ہونا کہتے ہیں۔ شَرَعَ الْبَعِیْرُ عُنُقَہٗ اونٹ نے گردن اس طرح بلند کی کہ وہ نمایاں طور پر نظر آنے لگی (م ۔ ل) اور شرع للقوم بمعنی قوم کے لیے قانون بنانا۔ اور شَرِیْعَة بمعنی اسلامی قانون۔ خدائی احکام۔ ضابطہ (منجد) اور شریعت اسلامیہ اسلامی قوانین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور شَرِیْعَة بمعنی واضح اور متعین راستہ۔ لیکن اس کا اطلاق صرف احکام الٰہیہ پر ہوتا ہے (مف)

ہمارے خیال میں امام راغب کی تعریف یا معنی زیادہ صحیح ہے یعنی لفظ شریعت کے معنی اسلامی قانون نہیں بلکہ اللہ کے احکام ہیں۔ کیونکہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ دین تو سب انبیاء و رسل کا ایک ہی رہا ہے مگر شریعت میں (اقتضاءِ زمانہ کے تحت) تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ دین کی حیثیت باپ کی ہے اور شریعت کی حیثیت ماں کی۔ آپؐ نے فرمایا، ہم انبیاء کا باپ تو ایک ہی ہے مگر مائیں الگ الگ ہیں۔ گویا دین ایسے غیر متبدل احکاماتِ الٰہیہ پر مشتمل ہے جو ابتدائے تخلیقِ آدم سے ایک ہی رہے ہیں جیسے ایمان بالغیب، اللہ، فرشتوں اور اس کی کتابوں پر ایمان اور قانون جزا و سزا وغیرہ نماز، روزہ زکوٰۃ کے احکام اور حدود تعزیرات وغیرہ اور شریعت کے احکام کی مثال یوں سمجھیے جیسے نمازوں کی تعداد۔ ان کی رکعتیں اور طریق ادائیگی۔ شریعت ہر صاحب شریعت نبی یا رسولؐ کی الگ تھی مگر دین ایک ہی رہا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ — پھر ہم نے آپؐ کو دین کے کھلے راستے پر قائم کر دیا۔ (۴۵/۱۸)

اس آیت سے واضح ہے کہ آپؐ کو الگ شریعت دی گئی تھی۔

۵۔ مِنْهَاج : نہج الامر والطریق بمعنی کام یا راستہ کا واضح ہونا (منجد) اور منہاج بمعنی واضح دستور العمل ہے (مف) یعنی شرعی احکام کی ادائیگی کا طریقِ کار۔ اور یہ طریق کار بھی انبیاء کو اللہ ہی کی طرف سے بتلا دیا جاتا ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ جبریل رسول اللہ کو دو دن آ کر دن کی پانچوں نمازیں پڑھاتے رہے۔ پہلے دن اول اوقات میں اور دوسرے دن آخر اوقات میں۔ اور بتلایا، ان اوقات کے درمیان کسی وقت بھی نماز ہو سکتی ہے۔ یہ منہاج ہے۔ گویا شریعت ہی کی وسعت اور وضاحت کا نام مِنْهَاج ہے (فق ل ۱۱) ارشادِ باری ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔ — ہم نے تم میں ہر ایک کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ (۵/۴۸)

۶۔ مَنْسَكَ : نَسَكَ بمعنی زاہد بننا۔ درویش بننا۔ اور نَسَكَ لِلّٰہِ بمعنی اللہ کے لیے قربانی کرنا (منجد) مَنْسَكْ کا لفظ مِنْهَاج سے اخص ہے اور اس سے مراد صرف وہ طریق کار ہے جو عبادات سے تعلق رکھتا ہو۔ جیسے فرمایا:

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ — ہم نے ہر ایک امت کے لیے بندگی کی راہ مقرر کر دی

نَاسِكُوْهُ (۲۲/۶۷) وُہ اسی طرح بندگی کرتے ہیں۔

مَنْسَك کا لفظ بالعموم حج کے شعائر و احکام اور ادائیگی سے مختص ہو گیا ہے۔ مناسکِ حج، بمعنی اعمالِ حج ادا کرنے کے مقامات، قاعدے اور طریقے۔ اور نسک اس قربانی کو کہتے ہیں جو حج کے دوران کی جاتی ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے عنوان "قربانی") جیسے فرمایا:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (۲/۱۹۶) پھر جو شخص (حج کے دوران) بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں تکلیف ہو (اور اسے سر منڈانا ہی پڑے) تو اس کے عوض روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

۷۔ شَاكِلَة: شَكَلَ بمعنی مشتبہ ہونا۔ اور شَكَلَ الدَّابَّة بمعنی جانور کو پائے بند ڈالنا (منجد) اور اَلنَّاسُ اَشْكَالٌ وَّاُلَّافٌ بمعنی لوگ آپس میں مشابہ اور الفت کرنے والے ہیں (مف) گویا شکل کے معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں شکل و صورت میں اشتباہ اور پابندی۔ اور شَاكِلَة وُہ مخصوص انداز، ڈھب ڈھنگ یا طریقہ ہے جو انسان اپنی طبیعت کی افتاد کی بنا پر اختیار کرتا ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے: "كُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ" اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک شخص کھلے بندوں صدقہ و خیرات اس بنا پر پسند کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی رغبت ہو، نمائش مقصود نہ ہو مگر دُوسرا اسے یوں دینا پسند کرتا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ اب یہ دونوں طریق جائز اور درست ہیں۔ عمل بھی ملتا جلتا بلکہ ایک ہی ہے لیکن طریقِ ادائیگی دونوں کا الگ الگ ہے جو اُن کی اپنی اپنی پسند اور صوابدید کے مطابق ہے۔ یہ شَاكِلَة ہے۔ ارشادِ باری ہے،

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (۱۷/۸۴) آپ کہہ دیجئے کہ ہر شخص اپنے اپنے طریق پر عمل کرتا ہے۔
(ڈھنگ (عثمانی))

۸۔ مَعْرُوْف، (ضد منکر) عَرَفَ بمعنی پہچاننا۔ اور معروف ہر وُہ طریقہ ملکی دستور یا رسم و رواج ہے جو معاشرہ میں جانا پہچانا ہو اور اسے اچھا سمجھا جاتا ہو اور شریعت میں اسکے متعلق خواہ کوئی رہنمائی ملے یا نہ ملے جیسے اپنے سے بڑوں کے سامنے ادب سے بیٹھنا اور انہیں جی یا آپ کہہ کر پکارنا، ان باتوں کا شریعت میں حکم نہیں۔ تاہم اچھی باتیں ہیں۔ یہ معروف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (۲/۲۴۱) اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نان و نفقہ دینا چاہیے۔

۹۔ خُلُق: خَلْق خِلقت یعنی اس شکل و صورت پر بولا جاتا ہے جس کا تعلق ادراک بصر سے ہوتا ہے اور خُلُق کا تعلق قوائے باطنہ اور عادات و خصائل کے معنی میں ہوتا ہے جن کا تعلق بصیرت سے ہے (مف) خُلُق اور خُلْق بمعنی طبیعت، خصلت، سرشت (منجد) یا وُہ عادت و طریقہ جو طبیعت کے ساتھ رچ بس گیا ہو۔ (ج اَخْلَاق) قرآن میں ہے

اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ (۲۶/۱۳۷) یہ تو اگلوں ہی کے طور طریق ہیں۔

ماحصل: (۱) طَرِيْقَة: وُہ رسم ورواج جنھیں انسان مذہبی امور سمجھنے لگتا ہے۔
(۲) سُنَّة: وُہ قوانینِ الٰہیہ جو کائنات میں جاری وساری ہیں۔ یا وُہ طریق جس کی کوئی داغ بیل ڈالے اور وُہ چل نکلے۔
(۳) أُمَّة: کسی ہم خیال جماعت کا نظریہ یا عقیدہ اور ایسے ہم خیال لوگ۔
(۴) شَرِيْعَة: ایسے قوانینِ الٰہیہ جو ضرورت اور حالات کے تحت تبدیل کیے جاتے رہے۔
(۵) مِنْهَاج: شرعی احکام کی ادائیگی کا طریق کار۔ وضاحت اور وسعت۔
(۶) مَنْسَك: عبادات اور بالخصوص حج کے شعائر واحکام۔
(۷) شَاكِلَتِه: کسی کے انفرادی رجحان کے سبب اس کا طرزِ عمل۔
(۸) مَعْرُوْف: ایسا رسم ورواج جو معاشرہ میں پسندیدہ ہو۔ اور اس پر شرعاً کوئی پابندی نہ ہو۔
(۹) خُلُق: ایسی عادات یا طور طریقے جو کسی کی طبیعت میں رچ چکے ہوں۔

۴۔ طعنہ دینا

کے لیے طَعَنَ^۱، لَمَزَ^۲ اور هَمَزَ^۳ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَعَنَ: بمعنی نیزہ، سینگ یا کسی دوسری تیز اور نوکیلی چیز کے ساتھ زخم کرنا (مف) پھر استعارہ کے طور پر اس لفظ کا استعمال کسی شخص کے متعلق یا اس کے منہ پر ایسی بات کہنا جو اسے نیزہ کی طرح لگے، کے لیے بھی ہوتا ہے یعنی کسی کا کوئی عیب اس طرح بیان کرنا جو اسے سخت ناگوار ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَإِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (۹/۱۲)	اگر عہد کرنے کے بعد وُہ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔

۲۔ لَمَزَ: بمعنی عیب جوئی یا عیب چینی کرنا۔ کسی کے عیوب تلاش کرتے رہنا اور اس مقصد کے لیے اس کی غیبت کرنا (مف) تاکہ کسی کا کوئی کمزور پہلو ہاتھ آجائے۔ پھر اس پر حرف گیری یا طعنہ زنی کرنا۔ اور بمعنی کسی کے فعل پر بے انصافی کا الزام لگانا (فق ۲۹) قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الصَّدَقٰتِ (۹/۷۹)	اور وُہ لوگ جو مسلمانوں میں سے دل کھول کر صدقہ وخیرات کرنے والوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

۳۔ هَمَزَ: بمعنی چٹکی لینا، چبھونا، غیبت کرنا۔ اور هامز بمعنی بڑا عیب گیر اور هَمَّاز بمعنی عیب گیر اور طعن وتشنیع کرنے والا (منجد) اور هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْن بمعنی شیطان کی چھیڑ چھاڑ اور وساوس (منجد) اور هَامِز بمعنی غیبت میں طعن آمیز اشارتیں کرنے والا (مف) اور هَمَزَ بمعنی آنکھ سے اشارہ کیا۔ کاٹا۔ مارا اور غیبت کی۔ اور همز الفرس بمعنی گھوڑے کو ایڑ لگائی (م۔ ق) قرآن میں ہے:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ‎(۶۸/۱۱)‏ طعن آمیز اشارتیں کرنے والا جو ادھر سے ادھر چغلیاں لگاتا پھرتا ہے۔

ماحصل: (۱) طَعَن: کسی شخص کا کوئی عیب یا کمزوری اس طرح بیان کرنا جو اسے نوک کی طرح چبھ جائے۔
(۲) لَمَزَ: کسی کے فعل پر بے انصافی کا طعنہ دینا۔
(۳) هَمَزَ: اشارہ کنایہ میں طعنہ زنی کرنا۔

طلاق کے لیے دیکھیے "رخصت کرنا" طلب کرنا" کے لیے دیکھیے "مانگنا" اور "چاہنا"

۵ ــــــ طوق ڈالنا

کے لیے طَوَّقَ اور غَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَوَّقَ: طوق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو گولائی کی شکل اختیار کیے ہو (م۔ل) اور طوق بمعنی گلے کا ایک زیور۔ ہر احاطہ کرنے والی چیز (ج اَطْوَاق (منجد) گویا طوق گلے کا ہار، گلے کا زیور، گلے کا پھندا۔ لوہے کا کڑا جو گردن میں ڈالا جائے، سب کے لیے استعمال ہو سکتا ہے اور اَطَّوَّقَ الْحَيَّةَ بمعنی سانپ کا کنڈلی مارنا۔ اور طَوَّقَ بمعنی کسی کو طوق پہنانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ‎(۳/۱۸۰)‏ وہ مال جس میں وہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔

۲۔ غُلّ: (ج اَغْلَال) یہ لفظ طوق سے اعم ہے۔ غُلّ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضا کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے (مف) اور اس کا اطلاق ہتھکڑی، بیڑیاں اور طوق سب پر ہوتا ہے۔ غَلَّ بمعنی ہتھکڑی یا طوق ڈالنا (منجد) ہے۔ ارشادِ باری ہے:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ‎(۶۹/۳۰)‏ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو۔ پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو۔

۶ ــــــ طمع رکھنا

کے لیے طَمَعَ، حَرَصَ اور شُحّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَمَعَ: دل میں کسی چیز کے لیے قوی امید پیدا ہونے کو کہتے ہیں (م۔ل) قوی امید رکھنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ‎(۷۴/۱۵)‏ اور میں نے ہر طرح سے اس کے سامان میں وسعت دی۔ ابھی وہ طمع رکھتا ہے کہ اور زیادہ دوں۔

۲۔ حِرْص: کسی چیز کے لیے طمع یا رغبت جب بڑھ جائے تو اسے حِرْص کہتے ہیں (م۔ل) خواہ وہ اپنے فائدے کے لیے ہو یا دوسرے کے فائدہ کے لیے۔ (مف) لالچ۔ قرآن میں ہے:

إِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ (۱۶/۳۷)	اگر تم ان (کفار) کی ہدایت کے لیے للچاؤ بھی تو جسکو خدا گمراہ کر دیتا ہے اس کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

۴۔ شُحّ، شَحَّ بمعنی بخل کرنا حرص ولالچ کرنا۔ اور اَلشَّحِیْح اور اَلشِّحَاح بمعنی بخیل۔ حریص (منجد) گویا شُحّ میں دو باتیں بیک وقت پائی جاتی ہیں (۱) مال کے حصول کی حرص (۲) اسے خرچ کرنے میں امساک۔ بخل (مف) اور یہ بدترین صفت ہے (مف) قرآن میں ہے:

فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ۔ (۳۳/۱۹)	پھر جب جنگ کا خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں سے زبان دراز ی کریں اور مال میں بخل کریں (جالندھری) ڈھکے پڑتے ہیں مال پر (عثمانیؒ)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۵۹/۹)	اور جو شخص حرصِ نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

ماحصل: (۱) طمع: کسی بات کی دل میں قوی امید رکھنا۔

(۲) حرص: جب اس طمع میں شدت پیدا ہو جائے تو یہ حرص ہے۔

(۳) جب مال کے حصول کی حرص کے ساتھ بخل کا اضافہ بھی ہو تو یہ شُحّ ہے۔

۷۔۔۔ طے کرنا (راستہ کو)

کے لیے عَبَرَ اور قَطَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَبَرَ: کا بنیادی معنی پانی سے گزر جانا ہے۔ خواہ تیر کر گزرا جائے، یا کسی سواری یا پل کے ذریعہ اور عَبْرُ النَّهْرِ نہر کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جہاں سے اتر کر نہر کو عبور کیا جا سکے۔ اور عَبَرَ الْعَيْنُ بمعنی آنسوؤں کا جاری ہونا۔ اور اَلْعَبَرَات (جمع) بمعنی آنسو ہے (مف) پھر اس کا استعمال ہر طرح کے راستے کو طے کرنے پر بھی ہونے لگا خواہ راستہ میں پانی ہو یا نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوا (۴/۴۳)	اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے قریب جاؤ) یہاں تک کہ غسل کر لو مگر راہ چلتا مسافر کہ اگر اسے پانی نہ ملے تو تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

۲۔ قَطَعَ کا بنیادی معنیٰ کاٹنا اور الگ کرنا ہے۔ اور قَطَعَ النَّهْرَ بمعنی نہر کو عبور کرنا۔ قَطَعَ السَّبِيْل بمعنی راہزنی۔ اور قطع الوادی بمعنی کسی میدان کو طے کر جانا۔ اور قطع الامر بمعنی کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے پروگرام طے کرنا ہے۔ گویا یہ لفظ راستہ طے کرنا کے معنوں میں بھی عَبَرَ سے اعم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ۔	اور نہ ہی کوئی میدان طے کرتے ہیں۔ مگر یہ اس کے

(۹/۱۲۱) نامۂ اعمال میں) لکھ لیا جاتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ جب تک تم حاضر نہ ہو میں کوئی معاملہ طے نہیں کرتی۔

(۲۷/۳۲)

ماحصل: عَبَرَ کا لفظ صرف راستہ بالخصوص پانی طے یا عبور کرنے کے لیے اور قَطَعَ کا لفظ اعم ہے جو معاملات کے طے کرنے اور قطعاتِ ارضی کو پار کر جانے کے لیے آتا ہے۔

۱۔۔۔۔ ظاہر ہونا

کے لیے ظَهَرَ[1]، جَهَرَ[2]، بَدَا[3] (بدو) عَثَرَ[4]، تَبَیَّنَ[5] اور اِستَبَان[6]، حَصحَصَ[7]، تَجَلّٰی[8] اور شُرَّعًا[9]
کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ ظَهَرَ: ظَهر بمعنی پیٹھ اور ہر چیز کا ظاہری حصّہ جس کا ادراک آنکھوں سے ہو سکے اور اس کی ضد بَطن بمعنی پیٹ یا ہر چیز کا اندرونی حصّہ ہے جسے آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں (مف) اور ظَهَرَ بمعنی کسی چیز کا دکھائی دینا، رونما ہونا، سامنے آنا اور غالب ہونا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (۳۰/۴۱) لوگوں کے (بُرے) اعمال کی وجہ سے بحر و بر میں فساد رُونما ہو گیا۔

پھر اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (۷/۳۳) کہہ دیجیے کہ میرے پروردگار نے تو بےحیائی کی باتوں کو خواہ وُہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ سب کو حرام کر دیا ہے۔

۲۔ جَهَرَ: کوئی کام اس طرح کرنا کہ دوسروں کو اس کا علم ہو جائے (ضد اَسَرَّ) (مف) قرآن میں ہے:

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً (۲/۵۵) اور (اے یہود) جب تم نے کہا اے موسیٰؑ! ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں۔

لیکن یہ لفظ بالعموم آواز کو ظاہر کرنے اور اعلان کرنے (م۔ل) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جہری نماز وُہ ہے جس میں امام قراءت بلند آواز سے پڑھتا ہے یعنی فجر، شام اور عشاء۔ اور سرّی وُہ ہے جس میں امام بھی قراءت اس طرح پست آواز سے کرتا ہے جسے دوسرے نہ سن سکیں۔ ظاہر کر کے کہنا پکار کر کہنا کہ دوسرے سن لیں (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ (۴/۱۴۸) اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ بُرا کہے مگر جو مظلوم ہو۔

۳۔ بَدَا: بمعنی کسی چیز کا نمایاں طور پر ظاہر ہو جانا (مف) اور اس میں کسی کے قصد و ارادہ کو دخل

نہیں ہوتا۔فق ل۔ ۲۳۷) ارشادِ باری ہے:

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ (۶/۲۸) — بلکہ جو کچھ وہ اس سے پہلے چھپاتے رہے سب کچھ ظاہر ہو گیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (۷/۲۲) — اُن دونوں (آدم وحوا) کے ستر کی چیزیں کھل گئیں تو وہ جنت کے (درختوں کے) پتے اپنے اوپر چپکانے لگے۔

پھر اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ (۱۲/۳۵) — یہ نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں کی سمجھ میں یہی بات آئی کہ یوسفؑ کو کچھ عرصہ کے لیے قید کر دیں۔

۴۔ عَثَرَ: عَثَرَ بمعنی پھسل جانا اور گر پڑنا ہے (مف) اور عَثَرَ کا استعمال ظاہر ہونے کے معنی میں اس وقت ہو گا۔ جب کوئی شخص جھوٹ بول کر کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن غلطی سے کوئی سچی بات ازخود اس کے منہ سے نکل جائے جس سے حقیقت ظاہر ہو جائے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا (۵/۱۰۷) — پھر اگر یہ معلوم ہو جائے کہ دونوں نے (جھوٹ بول کر) گناہ حاصل کیا ہے۔

۵۔ تَبَيَّنَ اور اِسْتَبَانَ: بَانَ بمعنی کسی چیز کا دوسری سے الگ ہو کر ظاہر ہونا اور واضح ہونا (م ل) گویا اس کے معنی میں تین باتوں کا تصور پایا جاتا ہے (۱) افتراق (۲) بُعد اور (۳) وضوح (م ل) اور تَبَيَّنَ بھی انہی معنوں میں استعمال ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲/۲۵۶) — ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (۶/۵۵) — اور اس لیے کہ گنہگاروں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔

۶۔ حَصْحَصَ: جب کوئی بات کسی دباؤ کی وجہ سے پردۂ اخفا میں رہے اور دباؤ اٹھ جانے کے بعد وہ ظاہر ہو جائے (مف) تو حَصْحَصَ کا لفظ استعمال ہو گا۔ قرآن میں ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ (۱۲/۵۱) — عزیزِ مصر کی بیوی نے کہا۔ اب تو حق کھل کر سامنے آ گیا۔ میں نے ہی یوسفؑ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔

۷۔ تَجَلّٰى: کسی روشن اور خوبصورت چیز کا اچھی طرح ظاہر ہونا (تفصیل "روشن ہونا" میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (۷/۱۴۳) — پھر جب اس کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو تجلی (انوارِ ربانی) نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

۸۔ شُرَّعًا: شَرَعَ بمعنی کسی چیز کا کھچ کر یا بلند ہو کر سامنے آنا یا ظاہر ہونا۔ کہتے ہیں شَرَعَ الْبَعِیْرُ عُنُقَهٗ یعنی اونٹ نے اس طرح گردن بلند کی کہ وہ نمایاں طور پر نظر آنے لگی۔ (م ل) قرآن میں ہے:

اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا (۷/۱۶۳) — جبکہ ان کے ہفتہ کے دن مچھلیاں سینہ تان کر ان کے سامنے آجاتیں۔

ماحصل: (۱) ظَهَرَ: اس طرح ظاہر ہونا کہ آنکھوں سے ادراک ہوسکے۔ یہ لفظ عام ہے۔

(۲) جَهَرَ: اعلانیہ کہنا۔ عموماً آواز ظاہر ہونے کے لیے۔

(۳) بَدَا: بغیر ارادہ کسی بات کا ظاہر ہونا جسے چھپانے کی کوشش کی جائے یا وہ اس لائق ہو۔

(۴) عَثَرَ: باتوں باتوں میں اصل حقیقت کا ظاہر ہوجانا۔

(۵) تَبَیَّنَ: جب افتراق، بُعد اور وضوح تینوں باتیں پائی جائیں۔

(۶) حَصْحَصَ: دباؤ اُٹھنے کے بعد حقیقت کا ظاہر ہونا۔

(۷) تَجَلّٰی: کسی روشن اور خوبصورت چیز کا ظاہر ہونا۔

(۸) شُرَّعًا: کسی چیز کا کھچ کر یا بلند ہو کر ظاہر ہونا۔

ظاہر کرنا ــــــ ۲

کے لیے ظَهَرَ سے اَظْهَرَ[۱]، بَدَا سے اَبْدَا[۲]، عَثَرَ سے اَعْثَرَ[۳]، جَهَرَ[۴] اور اَعْلَنَ[۵] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ ان میں پہلے چار کے ظاہر ہونا میں معانی بیان ہوچکے۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ اَظْهَرَ: فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا (۷۲/۲۶) وہ کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔

۲۔ اَبْدَا: وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (۲/۳۳) — اور میں خوب جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

۳۔ اَعْثَرَ: وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (۱۸/۲۱) — اور اس طرح ہم نے ان لوگوں پر ظاہر کردیا تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

۴۔ جَهَرَ: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۶۷/۱۳) — تم اپنی بات پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو، وہ تمہارے دلوں کے بھید دل تک سے واقف ہے۔

۵۔ اَعْلَنَ: (ضد اَسَرَّ) کا استعمال اظہار معانی یعنی کسی بات کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے اجسام کے لیے بہت کم آتا ہے (مف) اور اس میں رفع الصوت ضروری نہیں ہوتا (فق ل ۲۴) ارشادِ باری ہے:

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (۱۶/۱۹) — اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔

ظاہر کے لیے ظَاهِر، عَلَانِیَة اور شُرَّعًا کے الفاظ آئے ہیں۔ تفصیل اُوپر گزر چکی۔

ظلم کرنا ــــ دیکھیے "بے انصافی کرنا"

۱ ـــــ عاجز آنا

کے لیے عَجَزَ، عَیِیَ اور اِسْتَکَانَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَجَزَ، کسی کام کے کرنے سے قاصر ہونا، سرانجام دینے کی استطاعت نہ رکھنا (فل ۲۱۴) اور عِجز کی ضد قدرت ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ (۵/۳۱) — کہنے لگا، افسوس! مجھ سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوّے کے برابر ہوتا۔

۲۔ عَیِیَ، کام کرتے کرتے تھک جانا اور سرانجام دینے کے قابل نہ رہنا یا دوبارہ وُہی کام کرنے کی استطاعت نہ ہونا (فل ۲۱۴) یا درست نہ کر سکنا (منجد) اور دَاءٌ عِیَاءٌ لاعلاج مرض کو کہتے ہیں (مف) عیاء عجز سے کمتر ہے (منجد) کیونکہ پہلے اس میں کام کرنے کی استعداد موجود تھی۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ ھُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (۵۰/۱۵) — کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں (نہیں) بلکہ یہ لوگ از سرِ نو پیدا کرنے میں شک میں پڑے ہیں

۳۔ اِسْتَکَانَ فُلَانٌ، بمعنی فلاں نے عاجزی کا اظہار کیا۔ گویا وُہ ٹھہر گیا (مف) اور مقابلہ میں دب جانا۔ اور بمعنی عاجزی کرنا۔ مطیع ہونا (منجد) ارشاد باری ہے:

فَمَا وَھَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَکَانُوْا (۳/۱۴۶) — تو جو مصیبتیں ان پر راہِ خدا میں واقع ہوئیں اس کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ کافروں سے دبے۔

ماحصل: (۱) عِجز: کوئی کام نہ کر سکنا۔

(۲) عَیِیَ: تھکاوٹ کی وجہ سے کام جاری نہ رکھ سکنا یا دوبارہ نہ کر سکنا۔

(۳) اِسْتَکَانَ: مقابلہ میں دب جانا اور عاجزی کا اظہار کرنا۔

۲ ـــــ عاجزی کرنا

کے لیے اَخْبَتَ، خَشَعَ، خَضَعَ اور تَضَرَّعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَخْبَتَ : خَبْت نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اور اَخْبَتَ الرَّجُل بمعنی کسی شخص کا نرم زمین کا قصد کرنا یا وہاں اترنا۔ اس کے بعد یہ لفظ نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا (مف) بمعنی سکون اور اطمینان سے اللہ کی طرف رجوع کرنا (فق ۲۰۸) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (۱۱/۲۳)
جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی، یہی لوگ صاحب جنت ہیں۔

۲۔ خَشَعَ : ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس کا اثر دل سے آگے اعضاء و جوارح پر بھی نمایاں ہونے لگے۔ اور اس سے نگاہیں اور آواز پست ہو جائیں (م۔ل) (تفصیل "ڈرنا" میں دیکھیے) لہٰذا یہ لفظ ڈرنا اور عاجزی کرنا دونوں معنوں میں استعمال ہو گا۔ ڈر کی وجہ سے دل کے نرم ہونے کی یہ ظاہری کیفیت ہے کہ نگاہ اور آواز پست ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ (۳/۱۹۹)
اور بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو خدا پر اور اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے حضور عاجزی کرتے ہیں۔

۳۔ خَضَعَ : خَضَعَ بمعنی کسی کا مطیع ہونا اور خضوع بمعنی عاجزی، انکساری اور فروتنی ہے (مف) اور خَاضِع بمعنی فروتن۔ اور رَجُلٌ خَضِعٌ ایسے شخص کو کہتے ہیں جسے ذلت کی پرواہ نہ ہو۔ (م۔ق) خضوع میں عاجزی کا تصور نمایاں ہے جبکہ خشوع میں خوف اور اعضاء و جوارح پر اس کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ۔ (۲۶/۴)
اگر ہم چاہیں تو آسمان سے اُن پر نشانی اتار دیں۔ پھر اُن کی گردنیں اُن کے آگے جھک جائیں۔

۴۔ تَضَرَّعَ : بمعنی ذلیل ہونا۔ چپکے چپکے قریب آنا (منجد) اس کے مفہوم میں خشوع اور خضوع کی دونوں صفات پائی جاتی ہیں۔ دل کی نرمی، رقت اور عجز و انکسار جب زیادہ ہو جائیں تو تضرّع کا لفظ استعمال ہو گا۔ بمعنی گڑگڑانا۔ یعنی چپکے چپکے رو رو کر اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور تذلل کا اظہار کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (۶/۴۳)
پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے لیکن ان کے تو دل ہی پتھر ہو چکے تھے۔

ماحصل: (۱) اَخْبَتَ : دل کا نرم اور متواضع ہونا۔

(۲) خُشُوْع : خوفِ الٰہی کی وجہ سے عاجزی۔

(۳) خُضُوع: تذلل کی حدتک عاجزی۔
(۴) تَضَرُّع: خشوع اور خضوع دونوں کا مجموعہ۔ دل کی نرمی اور تذلل کہ انسان گڑگڑانے لگے۔

۳ـــــ عَالِم

کے لیے عَالِم[1]، اَحبار[2] اور قِسِّیسِین[3] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَالِم: بمعنی علم رکھنے والا۔ کسی چیز کی حقیقت کو سمجھنے والا معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے (ج علماء) عَلّام اور عَلِیم مبالغے کے صیغے ہیں۔ عَلّام بمعنی بہت زیادہ علم رکھنے والا۔ اور عَلِیم بمعنی ہر ایک چیز کو جاننے والا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵/۲۸) — اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔

۲۔ اَحبار: (واحد حِبر اور حَبر) حِبر بمعنی سیاہی بھی اور لکھی ہوئی تحریر بھی جس سے لکھا جائے وُہ بھی حِبر (دوات، سیاہی، قلم وغیرہ) ہے اور جو کچھ لکھا جائے وُہ بھی حِبر ہے۔ اور حِبر اور حَبر لکھنے والے کو بھی کہتے ہیں اور پڑھنے والے کو بھی۔ اور اَحبار بھی لکھنے پڑھنے والے یا لکھے پڑھے لوگ (م ـ ل) اور اَحبار کا اطلاق قرآن میں یہود و نصاریٰ دونوں کے لکھے پڑھے لوگوں پر ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (۹/۳۱) — یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا۔

۳۔ قِسِّیسِین: قَسَّ الشَّیءَ بمعنی کسی چیز کی جستجو اور طلب کرنا۔ اور قِسِّیسَۃ بمعنی راہب ہونا پادری بن جانا (منجد) قِسِّیسِین قس کی جمع ہے۔ بمعنی عیسائیوں کے مدرس۔ پادری حضرات۔ قسّ کا درجہ اسقف اور شماس کے درمیان ہوتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا (۵/۸۲) — اور آپ دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی۔

ماحصل: (۱) عَالِم: جاننے والا۔ علم رکھنے والا۔ عام ہے۔ خواہ لکھا پڑھا ہو یا نہ ہو۔ (۲) اَحبار: لکھے پڑھے اور اہل قلم حضرات۔ (۳) قِسِّیسِین: عیسائیوں کے مدرس اور معلم۔

۴ـــــ عبادت گاہیں

کے لیے صَوَامِع[1]، بِیَع[2]، صَلَوٰت[3] اور مَسَاجِد[4] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- صَوَامِع : صَوْمِعَه کی جمع ہے۔ بمعنی خانقاہ۔ راہبوں کی عبادت گاہیں۔
۲- بِيَعٌ : بيعة کی جمع ہے جس کا معنی عیسائیوں کا عبادت خانہ ہے۔
۳- صَلَوٰت : صَلَاة کی جمع ہے۔ یہودیوں کی عبادت گاہیں۔ یہودیوں کی عبادت گاہوں کو کَنَائِس (کَنِیْسَہ کی جمع) کہتے ہیں (فل ۲۷۵) لیکن قرآن نے یہودیوں کے معبد کے لیے کنیسہ کی جگہ صَلوٰۃ، جو عبادت کی معروف شکل ہے کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔
۴- مَسَاجِد، (مَسْجِد کی جمع) بمعنی سجدہ گاہ۔ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (۲۲/۴۰)	اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں خدا کا بہت ذکر کیا جاتا ہے گرائی جا چکی ہوتیں۔

۵ ـــــ عذاب ـــــ سزا

کے لیے عَذَاب[۱]، عِقَاب[۲]، بَأْس[۳]، نَكِير[۴]، نِكَال[۵]، وَبَال[۶] اور مَثُلٰت[۷] کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱- عَذَاب : عَذَبَ الرَّجُلُ بمعنی اس نے شدّتِ پیاس کی وجہ سے) کھانا اور سونا چھوڑ دیا۔ اور جو شخص اس طرح کھانا اور سونا چھوڑ دیتا ہے اسے عَاذِبٌ و عَذُوْبٌ کہا جاتا ہے۔ اور عَذَاب بمعنی سخت تکلیف دینا (مف) یہ تکلیف خواہ جسمانی سزا سے ہو یا ذہنی ہو۔ اور تعذیب کے معنی کوڑے مارنا۔ اور بعض کے نزدیک صرف مارنا یا عذاب دینا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (۲/۱۰)	اور اُن کے جھوٹ بولنے کے سبب اُن کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

۲- عِقَاب، عقب بمعنی پاؤں کا پچھلا حصّہ یا ایڑی۔ اور عاقبت بمعنی ہر چیز کا انجام۔ اور عَقَبَہٗ بمعنی وہ اس کے پیچھے پیچھے چلا یا اس کا تعاقب کیا (مف) عِقَاب، عَقُوْبَۃ اور مُعَاقَبَۃ کے الفاظ کا اطلاق انسان کے بُرے اعمال کے بدلہ پر ہوتا ہے اور یہ اُس بُرے عمل کا لازمی نتیجہ یعنی اس کا انجام ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (۴۰/۵)	اور وُہ بے ہودہ شبہات سے جھگڑتے رہے کہ اس سے حق کو زائل کردیں تو میں نے اُن کو پکڑ لیا۔ سو (دیکھ لو) میرا عذاب کیسا تھا؟

۳- بأس: (بأس یا بؤس) اس کے معنوں میں تنگی اور سختی کا تصور پایا جاتا ہے (م ل) قرآن میں یہ لفظ جنگ، عذاب اور آفت تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور ان تینوں میں تنگی اور سختی کا تصور موجود ہے۔ اگر یہ عذاب یا سزا کے معنوں میں استعمال ہو گا تو وہ عذاب سخت ہی کے معنوں میں آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا (۶/۴۳) — پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے۔

۴- نَکِیْر: (نکرہ کی ضد معرفہ ہے) بمعنی اجنبیا پن۔ اجنبیت اور نُکر بمعنی ناگوار۔ نازیبا اور نامعقول چیز اور مُنْکَر ایسے کام کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہ ہو۔ اور نکر الامر بمعنی کسی کام کا سخت دشوار ہو جانا (م ل) اور نَکِیْر ناگوار چیز، انکار اور عذاب سب معنوں میں آتا ہے جب اس کا معنیٰ عذاب ہو گا تو اس سے مراد ایسا ناگوار عذاب ہو گا جو غیر متوقع طور پر واقع ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (۲۲/۴۴) — اور موسیٰ جھٹلائے گئے لیکن میں کافروں کو مہلت دیتا رہا۔ پھر ان کو پکڑ لیا تو دیکھ لو کہ میرا عذاب کیسا سخت تھا۔

۵- نَکَال: نَکْل بمعنی لوہے کا کڑیالہ۔ لگام (م ق) مہار اور ہر وہ چیز جس کے استعمال میں کسی کو چلنے سے پابند اور مجبور کر دیا جائے۔ اس کی جمع انکال ہے۔ اور نَکَّلَ بمعنی کسی کو بیڑیاں پہنانا اور بمعنی کسی کو عبرت ناک سزا دینا ہے۔ اور نکال بمعنی ایسی عبرتناک سزا جسے دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کریں (مف م ق) ارشادِ باری ہے:

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ (۵/۳۸) — چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کیے کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے۔

۶- وَبَال: وَبْل میں ثقل اور سختی کا تصور پایا جاتا ہے۔ اَلْوَبْلُ اور اَلْوَابِلُ ایسی بارش کو کہتے ہیں جو موٹی اور بھاری بوندوں والی ہو (مف) اور وبل بالعصا بمعنی عصا سے مارا اور متواتر مارا۔ اور وبیل کپڑا دھونے کے ڈنڈے کو کہتے ہیں (م ق) اور وَبَال ایسی سزا یا بدلہ ہے جو سخت بھی ہو اور زیادہ بھی۔ قرآن میں ہے:

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۴/۵) — کیا تمہیں اپنے سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں پہنچی۔ انہوں نے اپنے کاموں کا مزہ چکھ لیا۔ اور (ابھی) دکھ دینے والا عذاب (اور ہونا) ہے۔

۷- مَثُلٰت: مَثَل بمعنی (۱) ایک چیز کا اس کی نظیر سے مقابلہ کرنا (۲) وہ نمونہ جس کے مطابق کوئی چیز

بنائی جائے۔ اور اَلْمُثْلَةُ بمعنی عبرتناک سزا کی ایسی مثال قائم کرنا کہ دوسرے ارتکاب جرم سے باز آجائیں (م۔ل) اور بمعنی قتل کرنے کے بعد ناک اور کان یا دوسرے اعضاء کاٹ دینا (م ق) اور اس کی جمع مَثُلَات ہے۔ اور مَثُلَ بمعنی کسی چیز کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنا۔ اور مَثُل بمعنی ایسا عذاب جس کی یاد آتے ہی اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ مثالی عذاب۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ (۱۳/۶)	اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے برائی (عذاب) مانگنے میں جلدی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے عذاب کی ایسی کئی مثالیں گزر چکیں۔

ماحصل: (۱) عَذَاب، دکھ، سزا۔ برے کام کا برا بدلہ۔ عام ہے۔

(۲) عِقَاب، کسی برے کام کا انجام اور اس کا لازمی نتیجہ۔

(۳) بَأْس: ایسی سزا جس میں سختی بھی ہو اور تنگی بھی۔

(۴) نَكِير: ناگوار، سخت اور غیر متوقع عذاب۔

(۵) نِكَال، عبرت ناک سزا۔

(۶) وَبَال: شدید اور متواتر عذاب۔

(۷) مَثُلٰت: ایسا عبرتناک عذاب جس کی یاد سے اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔

۶۔۔۔ عذاب دینا

کے لیے قرآن میں عَذَّبَ اور نَكَّلَ کے الفاظ آئے جن کے معنوں کی تشریح اوپر گزر چکی اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ عَذَّبَ: وَلَوْ لَا أَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (۵۹/۳)	اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ رکھا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب تیار ہے۔
۲۔ نَكَّلَ: وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا (۴/۸۴)	اور اللہ لڑائی کے اعتبار سے بھی بہت سخت ہے اور سزا دینے کے لحاظ سے بھی۔

۷۔۔۔ عذاب کی مختلف اقسام

کے لیے قرآن میں حُسْبَان، حَاصِب، صَيْحَة، رَجْفَة، رِجْز، خَسَفَ کے الفاظ آئے ہیں علاوہ ازیں رِيحٌ صَرْصَر، سَمُوم، عَاصِف، إعْصَار، قَاصِف، نَفْخَة اور نَفَخَة "ہوائی عذاب" میں دیکھیے۔

۱۔ حُسْبَان: بمعنی گننا، شمار کرنا۔ اور بمعنی چھوٹا تیر (منجد) اور امام راغب کے نزدیک ہر وہ چیز جس کا محاسبہ

کیا جائے پھر اس کے مطابق بدلہ دیا جائے اور بعض کے نزدیک اس کے معنی آگ اور عذاب ہے (مف) اور ابن فارس کے نزدیک اس کے معنی چھوٹے چھوٹے تیر پھینکنا بھی ہیں اور اولے بھی (م ل) اور قرآن کی درج ذیل آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ایسا عذاب جو کھیتی وغیرہ کو خاکستر بنا دے خواہ یہ آگ کا عذاب ہو یا اولے کا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا (۱۸/۴۰) — اور اس تمہارے باغ پر آسمان سے آفت بھیج دے کہ وہ صاف میدان ہو جائے۔ (جالندھریؒ)

۲۔ حَاصِب: حَصَبَ الْمَكَانَ بمعنی کنکری کا فرش بنانا۔ اور اَحْصَبَ الْفَرَسُ کے معنی گھوڑا اتنا دوڑا کہ اس کے پاؤں سے کنکریاں ہوا میں اڑنے لگیں (م ق) اَرْضٌ حَصِبَةٌ بمعنی کنکریلی زمین اور وادی مُحَصَّب اس وادی کو کہتے ہیں جہاں سے حاجی کنکریاں اٹھاتے ہیں اور حاصب بمعنی ایسی تند و تیز آندھی جو کنکر پتھر ہوا میں اڑائے اور نیز وہ بادل جو ژالہ باری کرے (منجد م ق) ارشادِ باری ہے:

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۶۷/۱۷) — کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔

۳۔ صَيْحَةٌ: صَاحَ بمعنی گلا پھاڑ پھاڑ کر آواز بلند کرنا چیخ و پکار کرنا۔ اور صَائِحَةٌ بمعنی مجلس نوحہ خوانی کی چیخ و پکار۔ اور صَيْحَة ایسی گرجدار آواز کو کہتے ہیں جس سے لوگ چیخ و پکار کرنے لگیں (مف) قرآن میں ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ (۱۵/۷۳) — سو ان کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑنے آپکڑا۔

۴۔ رِجْز: میں بنیادی تصور اضطراب یعنی بے قراری اور ہیجان ہے (م ل) رجز یہ اشعار ایسے شعروں کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے موقعہ پر ہیجان پیدا کرنے کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ اور رِجْز وہ عذاب ہے جو دل کو مضطرب اور بے قرار کر دے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۲/۵۹) — سو ہم نے ان ظالموں پر ان کی حکم عدولی کی وجہ سے آسمان سے عذاب اتارا۔

۵۔ رَجْف: بمعنی اضطراب شدید (مف) رَجَفَتِ الْاَرْضُ بمعنی زمین میں زلزلہ آنا۔ کانپنے لگنا۔ اور بَحْرٌ رَجَّافٌ بمعنی متلاطم سمندر (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۷/۷۸) — تو ان کو بھونچال نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

۶۔ خَسَف: خَسَفَ الْقَمَرُ بمعنی چاند کا گہنانا۔ اور خَسَفَ الْعَيْنُ بمعنی آنکھ کا جاتا رہنا یا اپنے گڑھے میں بیٹھ جانا۔ اور خَسَفَ فُلَانًا کسی کو ذلت اور ناگواری کی بات پر مجبور کرنا۔ اور خَسَفَ فِي الْاَرْضِ بمعنی زمین میں دھنسا دینا ہے (منجد) خسف میں دو باتوں کا تصور پایا جاتا ہے۔

(۱) ڈوبنا (۲) ذلت اور ناگواری (م۔ل) یعنی کسی چیز کا قہراً یا اضطراراً ڈوبنا یا اسے ڈبو دینا۔ ارشادِ باری ہے:
فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (۲۸/۸۱) سو ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

ماحصل: (۱) حُسْبَان: آگ یا اولے کا عذاب جو نباتات کو خاکستر بنا دے۔
(۲) حَاصِب: تند و تیز ہوا جس میں کنکریاں شامل ہوں۔
(۳) صَیْحَۃ: ایسی گرجدار آواز جس سے لوگ چیخ و پکار کرنے لگیں۔
(۴) رِجْز: بے قرار کر دینے والا عذاب۔
(۵) رَجْف: زلزلہ اور اس کی ہیبت شدید اضطراب۔
(۶) خَسَف: قہراً یا اضطراراً کسی چیز کو ڈبو دینا۔

۸۔ عزت دینا۔ بخشنا

کے لیے اَعَزَّ، اَکْرَمَ اور کَرَّمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَعَزَّ: (ضد اَذَلَّ) عِزّ کا بنیادی معنیٰ بالادستی ہے۔ اور ذِلّ بمعنی زیردستی۔ اور عِزّت ایسی حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو مغلوب ہونے سے محفوظ رکھے" (مف) ارشادِ باری ہے:
وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ (۳/۲۶) اے اللہ! تو ہی جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔

۲۔ اَکْرَمَ: کَرَمَ ایسے شرف کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں فی نفسہٖ موجود ہو یا اس کے اخلاق کی وجہ سے ہو (م۔ل) اور کسی شخص کو اس وقت تک کریم نہیں کہا جا سکتا جب تک اس سے کرم کا ظہور نہ ہو چکا ہو (مف) اور اکرام کے معنی کسی کو اس طرح نفع پہنچانا کہ اس میں سبکی اور خفت بھی نہ ہو۔ اور وہ نہایت اشرف اور اعلیٰ ہو (مف) اور رسول اکرم ﷺ نے اکرامِ ضیف (مہمان کی عزت افزائی) کی جو تاکید فرمائی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سامنے متواضع بن کر اس کی خدمت کی جائے اور اسے صاحبِ عزت سمجھا جائے۔ ارشادِ باری ہے:
كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (۸۹/۱۷) نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے (جالندھریؒ) عزت نہیں رکھتے (عثمانیؒ)

۳۔ کَرَّمَ اور کرم کسی چیز کے فی نفسہٖ شرف پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے فرمایا:
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۷/۷۰) اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور سمندر پر سوار کیا۔

ماحصل: (۱) اَعَزَّ: کا لفظ عام ہے عزت دینا، زیردستی سے بچانا اور بالادست بنانا۔
(۲) اِکْرَام: کسی کی عزت افزائی کرنا۔
(۳) تَکْرِیْم: کسی کے ذاتی جوہر یا اوصاف کی بنا پر عزت بخشنے کو کہتے ہیں۔

۱۰۔ عقل ـــ عقلمند

کے لیے حِجْر، عَقْل، حِلْم، اُولِی الْاَلْبَاب، اُولِی الْاَبْصَار، اَولِی النُّھٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حِجْر: حَجَر بمعنی پتھر۔ اور بمعنی ہر ٹھوس اور سخت چیز جو آڑ کا کام دے اور بمعنی عقل۔ اور حَجَر بمعنی کسی چیز کے گرد احاطہ کر کے اسے محفوظ کر لینا اور دوسروں کو تصرف سے روک دینا۔ اور عقل کو حِجْر کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ وہ بھی ہر اس چیز کو جو نقصان دہ ہو روک دیتی ہے (م۔ل) اور حِجْر بمعنی رکاوٹ۔ ممانعت، عقل (منجد) اور ذِی حِجْر بمعنی صاحب عقل یا عقلمند یا عقل والے۔ (تفصیل "آڑ" میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ﴿۸۹/۵﴾ — کیا یہ (مذکورہ چار باتیں) عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق نہیں ہیں۔

۲۔ عقل: عَقَلَ بمعنی سمجھ بوجھ والا ہونا۔ غلطی کا احساس کرنے کے قابل ہونا (منجد) اور عَقَلَ بمعنی روکنا اور منع کرنا۔ اور عِقَال وہ پلیے بند جس سے اونٹ کا پاؤں باندھا جاتا ہے (مف) گویا عقل کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے نفع و نقصان کا امتیاز کرے۔ نقصان دہ باتوں سے بچنے کی تدبیر اختیار کرے (فق۔ل ۶۵) اور فائدہ مند چیزوں اور قبولِ علم کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ پھر سوچ بچار کرے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿۶۷/۱۰﴾ — اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

۳۔ حِلْم: حَلُمَ بمعنی درگزر کرنا۔ بردبار ہونا۔ اور حَلِیْم بمعنی متحمل مزاج۔ بردبار۔ اور حِلْم بمعنی متانت۔ بردباری۔ یعنی طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ و غضب کے موقعہ پر بھڑک نہ اٹھے (ج احلام) (مف منجد) گویا حِلْم وہ عقل ہے جو طبیعت پر ضبط رکھے اور اسے مشتعل نہ ہونے دے۔ ارشادِ باری ہے:

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهٰذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۵۲/۳۲﴾ — کیا ان کی عقلیں انہیں یہی کچھ سکھاتی ہیں بلکہ یہ لوگ ہیں ہی شریر۔

۴۔ اُولِی الْاَلْبَاب: اَلْبَاب، لُبّ کی جمع ہے۔ اور لُبّ بمعنی کسی چیز کا خلاصہ، خالص حصہ (فق ل ۶۶) اور لَبِیْب بمعنی دانا۔ اور اُولِی الْاَلْبَاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کوئی بات سن کر اس کا خلاصہ اخذ کر سکیں۔ تیز فہم لوگ۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۳۹/۲۱﴾ — بیشک ان مثالوں میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

۵۔ اُولِی الْاَبْصَار: بَصُرَ بمعنی آنکھ سے دیکھنا بھی ہے اور دیدۂ دل سے دیکھنا بھی (تفصیل "دیکھنا" میں دیکھیے)۔ اور اُولِی الْاَبْصَار بمعنی صاحب بصیرت لوگ۔ غور و فکر کرنے والے حضرات خواہ

تیز فہم ہوں یا نہ ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (۵۹/۲) اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو! عبرت پکڑو۔

۶۔ اُولِي النُّهٰى: نہی بمعنی کسی چیز کی انتہا کو پہنچنا (م۔ل) اور نَهُوْيَنْهُوْا بمعنی بہت زیادہ ذہین ہونا کامل العقل ہونا اور نُہٰی نُہْيَة کی جمع ہے۔ اور اُولِی النُّہٰی بمعنی صاحب فراست۔ اچھی رائے رکھنے والے لوگ۔ تجربہ کار (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى۔ (۲۰/۵۴) بیشک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لیے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

ماحصل: (۱) حِجر: وہ عقل جو نقصان سے بچائے۔

(۲) عَقل: وہ عقل جو نقصان سے بچائے اور فائدہ مند چیزوں کو اختیار کرنے کی تدبیر کرے۔

(۳) حِلم: ایسی عقل جو طبیعت پر ضبط رکھے اور مشتعل نہ ہونے دے۔

(۴) اُولِی الْاَلْبَاب: تیز فہم لوگ۔ بات کا خلاصہ سمجھنے والے لوگ۔

(۵) اُولِی الْاَبْصَار: غور و فکر کرنے والے لوگ۔

(۶) اُولِی النُّہٰی: بات کی تہ تک پہنچنے والے صاحبِ فراست لوگ۔

۱۱۔۔۔۔ عقل مار دینا

کے لیے اِسْتَفَزَّ اور اِسْتَخَفَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتَفَزَّ: فَزَّ بمعنی دھوکہ دے کر غالب آنا۔ ہوش اڑا دینا۔ گھبرا کر نکال دینا۔ اور اِسْتَفَزَّ بمعنی مضطرب کر دینا۔ ہلکا جاننا۔ ذلیل سمجھنا۔ گھر سے باہر نکال دینا (منجد) اور اِسْتَفَزَّ بمعنی اضطراب میں ڈالنا۔ عقل کھو دینا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۔ (۱۷/۱۰۴) فرعون نے چاہا کہ بنی اسرائیل کو حواس باختہ کر کے سرزمینِ (مصر) سے نکال دے۔

۲۔ اِسْتَخَفَّ: خَفَّ بمعنی ہلکا ہونا۔ خَفِيْف بمعنی ہلکا (ضد ثقیل) اور خَفَّفَ بمعنی ہلکا کرنا۔ اور اِسْتَخَفَّ بمعنی ہلکا جاننا۔ جاہل سمجھنا۔ حق و راستی سے ہٹا دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ (۴۳/۵۴) فرعون نے اپنی قوم کی عقل مار دی تو انہوں نے اُس کی بات مان لی۔

ماحصل: (۱) اِسْتَفِزّ: کسی کو پریشان اور مضطرب کر کے یا دھوکہ سے اس کی عقل مار دینا۔

(۲) اِسْتَخَفّ: کسی کو ذلیل اور حقیر بنا کر اُس کی عقل مار دینا۔

علاوہ دیکھیے "سوائے"

۱۲۔ عورت

ہمارے ہاں عورت کا لفظ مرد کے مقابلہ میں یعنی مادہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عربی زبان میں عورت کا مفہوم یہ نہیں۔ عورت بمعنی ستر اور عورات بمعنی مقاماتِ ستر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (۲۴/۳۱) — یا وُہ لڑکے جو ابھی عورتوں کے ستر کے اعضاء سے ناواقف ہوں (وُہ بھی گھروں میں آ جا سکتے ہیں)۔

قرآن کریم میں عورت کے لیے اُنْثٰی، اِمْرَاَۃ (مرء) نِسَاء اور نِسْوَۃ (نسو) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں (ان میں آخری تین الفاظ بیوی کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں)

۱۔ اُنْثٰی، بمعنی مادہ (ذکر یا نر کے مقابلہ میں) مؤنث۔ اس لفظ کا اطلاق سب جانداروں کی مادہ پر ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی جب بنی نوع انسان کا ذکر ہو تو اس سے مراد عورت ہوگا۔ ارشادِ باری ہے،

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى (۲/۱۷۸) — تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

۲۔ اِمْرَاَۃ: اِمْرَءٌ یا مَرْءٌ کے مقابلہ میں آتا ہے۔ بمعنی کوئی شخص، کوئی مرد۔ اور اس لفظ کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب مرد یا عورت نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں (ف۔ ل، ۱)۔ اِمْرَاَۃ کی تثنیہ اِمْرَاَتَان اور جمع نِسَاء یا نِسْوَۃ ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا (۴/۱۲۸) — اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی کا اندیشہ ہو۔

نِسَاء: (ضد رِجَال جو اِمْرَءٌ کی جمع ہے اِمراۃ کی جمع نِسَاء اور نِسْوَۃ ہے۔ مرد کو رَجُل اس وقت کہیں گے جب اس کی قوت کا پہلو اجاگر کرنا مقصود ہو۔ (تفصیل "آدمی۔ انسان" میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ (۴۹/۱۱) — کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وُہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں۔

نِسْوَۃ: نِسْوَۃ سے مراد وُہ عورتیں ہیں جن کا کسی خاص معاملہ سے تعلق ہو۔ ارشاد باری ہے،

قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَۃِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ (۱۲/۵۰) — (یوسف نے اس فرستادہ سے) کہا اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔

ماحصل: (۱) اُنْثٰی: ہر جاندار کی مادہ جب مذکر و مؤنث یا نوع انسان کا ذکر ہو تو یہ لفظ عورت کے لیے استعمال ہوگا

(۲) اِمْرَأَةٌ: مَرْءٌ اور اِمْرَءٌ کی تانیث۔ جب وُہ عمر نکاح کو پہنچ جائے۔ اور اس کی جمع نِسَاءٌ بھی آتی ہے اور نِسْوَۃٌ کسی خاص معاملہ سے متعلق عورتوں کا گروہ۔

۱۴۳۔ عہد۔ وعدہ۔ اقرار

کے لیے وَعْد، وَعِیْد، مَوْعِدَۃ اور مِیْعَاد، عَھْد، ذِمَّۃٌ اِصْرٌ، مِیْثَاق اور عُقُوْد کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ وَعْد: بمعنی وعدہ کرنا۔ کسی بات کی امید دلانا (م۔ل) معروف لفظ ہے۔ اور یہ یکطرفہ ہوتا ہے۔ اور اَخْلَفَ الْوَعْد بمعنی وعدہ کا ایفا یا پورا نہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ (۱۴/۲۲)

جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا۔ ایک وعدہ تم سے اللہ نے کیا تھا جو سچّا وعدہ تھا اور جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وُہ میں پورا نہیں کر رہا۔

۲۔ وَعِیْد: ایسا وعدہ ہے جو شر پر مبنی ہو (م۔ل) تہدید۔ دھمکی۔ ڈراوا۔ ارشادِ باری ہے:

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (۵۰/۴۵)

سو آپ انہیں قرآن سے نصیحت کیجیے اور اسے بھی جو میرے (عذاب کی) وعید سے ڈرے۔

مَوْعِدَۃ، مَوْعِدًا۔ یہ سب الفاظ وَعَدَ يَعِدُ سے مصدر ہیں وَعَدَ يَعِدُ وَعْدًا وَعِدَةً وَمَوْعِدًا وَمَوْعِدَةً اور ان کا معنی وعدہ یا وعدہ کرنا ہے۔ (منجد) اور انہیں معنوں میں یہ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

مِیْعَاد: اسم ظرف ہے۔ زمانی کی صورت میں اس کے معنٰی وعدہ کا وقت اور مکانی کی صورت میں وعدہ کی جگہ ہوگا۔ جیسے فرمایا:

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ (۸/۴۲)

اور اگر تم (جنگ کے لیے) آپس میں اقرار کر لیتے تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں تقدیم و تاخیر ہو جاتی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ (۳/۹)

اے ہمارے پروردگار! بیشک تو اس روز جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں۔ سب لوگوں کو جمع کر لیگا۔ بیشک اللہ خلاف وعدہ نہیں کرتا۔

۲۔ عَھِدَ: بمعنی کسی چیز کی پیہم نگہداشت اور خبر گیری کرنا۔ اقرار کرنا۔ اور اس کی حفاظت کرنا (مف) حفاظت کرنا اور پُورا کرنا (منجد) اور عَھْد بمعنی وفا۔ دوستی۔ امان۔ ذمّہ۔ وصیت اور ولی العہد

بمعنی بادشاہ کا جانشین (منجد) ہے۔ اور بعض اہل لغت کے نزدیک عہد دو طرفہ وعدہ ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک مشروط وعدہ کا نام عہد ہے (فق ل ۳۴۴) ارشادِ باری ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (۱۷/۳۴) — اور عہد کو پورا کرو۔ بلاشبہ عہد کے متعلق باز پرس ہوگی۔

دوسرے مقام پر ہے:

اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (۲/۴۰) — تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔

۳۔ ذِمَّة: ذِمَّة دراصل عہد کی ایک قسم ہے۔ یعنی عہدِ وفا۔ نیز بمعنی امان۔ حفاظت کی ذمہ داری کسی کو پناہ دینے کا عہد۔ اور اہل الذمہ وُہ لوگ ہیں جنہیں جزیہ کے عوض امان دی گئی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً (۹/۸) — اگر تم پر وُہ قابو پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں اور نہ عہد کا۔

۴۔ اِصْر: اَصَرَ بمعنی کسی چیز میں گرہ لگانا۔ اور اسے زبردستی سے روک لینا (م۔ل) اِصْر بمعنی جکڑ بندی بھاری بوجھ۔ رسم ورواج کے بندھن۔ شریعت کی حدود۔ قیود۔ بڑی ذمہ داری۔ گویا اس لفظ میں عہد ثقل اور حبس کا تصور پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ (۷/۱۵۷) — وُہ نبی ان پر سے (رسم ورواج کا) بوجھ اتارتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (۲/۲۸۶) — اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ (شریعت کی حدود قیود) نہ ڈال جیسا تونے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔

۵۔ مِیْثَاق: الوثاق اس رسی یا زنجیر کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو کس کر باندھا جائے۔ اور میثاق وُہ عہد وپیمان یا اقرار ہے جسے مؤکد کیا گیا ہو (مف) یا ضبط تحریر میں لا کر فریقین معاہدہ کو پابند کر دیا گیا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ (۴/۸۹) — مگر جو لوگ ان لوگوں سے جا ملے ہوں جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد ہو۔

۶۔ عُقُوْد: عَقَدَ بمعنی گرہ لگانا۔ اور عُقْدَة بمعنی گرہ گانٹھ (ج عُقَد) مادی طور پر بھی مستعمل ہے جیسے فرمایا:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (۱۱۳/۴) — اور گانٹھوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی بُرائی سے (بھی اللہ سے پناہ مانگتا ہوں)

اور معنوی طور پر بھی جیسے عَقْدُ الْبَیْعِ، عَقْدُ النِّکَاحِ اور عَقْدُ الْعَهْدِ۔ جس کا معنی معاہدہ کو ایسا مضبوط کرنا ہے جیسے گانٹھ لگا دی گئی ہو۔ اور ابن الفارس کے نزدیک عقد، شدّت وثوق پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) گویا ایسا عہد جو میثاق سے بھی مضبوط تر ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (۵/۱) — اے ایمان والو! اپنے اقرار پورے کرو۔

عقد بھی بسا اوقات قسموں سے مضبوط تر بنایا جاتا ہے۔ کبھی تکرار اقرار سے اور کبھی تحریر سے۔ ارشادِ باری ہے۔

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ (۴/۳۳) — اور جن لوگوں سے تم عہد کر چکے ہو اُن کو بھی اُن کا حصہ دو۔

ماحصل: (۱) وَعَدَ: جب کسی کو کوئی امید لگائی جائے تو اسے وعدہ کہتے ہیں۔ اور اگر یہ وعدہ کسی بُرے انجام سے تعلق رکھتا ہو تو وعید ہے۔ وعدہ کے وقت یا جگہ کو میعاد کہتے ہیں۔ یہ عموماً یکطرفہ ہوتا ہے۔

(۲) عَهْد: ایسا اقرار جس کی حفاظت بھی کی جائے اسے پُورا کرنے کا ہر وقت خیال رکھا جائے۔ یہ دوطرفہ بھی ہو سکتا ہے اور مشروط بھی۔

(۳) ذِمَّة: عہد سے اخص ہے۔ پناہ دینے کا عہد۔

(۴) إِصْر: ایسا عہد جو پابندی کی وجہ سے بوجھل یا گرانبار ہو۔ خواہ یہ رسم و رواج کا ہو یا شریعت کا۔

(۵) مِيثَاق: عہد کو جب تحریر یا تکرار سے مضبوط تر بنا دیا جائے تو یہ میثاق ہے۔

(۶) عَقْد: میثاق سے زیادہ مضبوط ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جو بعض دفعہ قسموں سے بھی مؤکد بنایا جاتا ہے۔

ا۔۔۔۔ غار

کے لیے غارؔ اور مَغَارَات اور کہفؔ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ غار: غَوْر نشیبی زمین کو بھی کہتے ہیں اور گہرائی کو بھی۔ غَارَ الرَّجُل بمعنی آدمی نشیبی زمین میں اتر گیا۔ اور غَارَ الْمَاءُ بمعنی پانی زیر زمین چلا گیا۔ غَوْر بمعنی گہرا۔ گہری سوچ۔ اور غار بمعنی ایسی نشیبی جگہ یا گہرائی جہاں انسان پناہ لے سکے۔ عام اس سے کہ وُہ کسی پہاڑ میں ہو یا زیر زمین ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹/۴۰)	جب وُہ دونوں (رسول اکرمؐ اور ابوبکرؓ) غار میں تھے اور جب رسولِ اکرمؐ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے غمگین نہ ہو۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اور مَغَار غَوْر سے اسم ظرف (مکانی) ہے جو غار ہی کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کی جمع مَغَارَات ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْهِ وَهُمْ یَجْمَحُوْنَ (۹/۵۷)	اگر ان منافقوں کو کوئی جائے پناہ (جیسے قلعہ) یا غار یا کوئی سر گھسانے کی جگہ مل جائے تو اس طرف رسیاں تڑاتے دوڑنے لگیں۔

۲۔ کہف: (ج کُہُوْف) کہف غار سے اخص ہے۔ کہف ایسی غار یا کھوہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ میں ہو (م۔ ل) اور بڑی ہو۔ اگر چھوٹی ہو تو اسے غار کہیں گے (م ق) ارشادِ باری ہے:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا (۱۸/۹)	کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور کتبہ والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ[1] تھے۔

غارت ہونا۔۔۔ کرنا ۔۔۔۔۔ دیکھیے "برباد ہونا" اور "ہلاک کرنا"

---

[1] یعنی جب ہم اس سے بہت بڑی نشانیاں پیدا کر چکے اور دکھلا چکے ہیں تو یہ اصحاب کہف کا واقعہ آتنا کونسا اچنبھا ہے!

۲۔ غافل ہونا۔ کرنا

کے لیے غَفَلَ اور اَغْفَلَ، سَہٰی، سَمَدَ اور اَلْہٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَفَلَ بمعنی کسی کام کو چھوڑ دینا۔ ارادۃً ہو یا بلا ارادہ (م۔ل) حقائق کی معرفت سے بے خبر ہونا۔ (مف) کوئی کرنے کا کام سستی یا بھول کی وجہ سے نہ کرنا۔ اور غافل کوئی شخص اپنے کام یا ذات سے بھی ہو سکتا ہے اور دوسرے دل سے بھی (فق ل ۸۷) جیسے ارشادِ باری ہے:

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۲/۱۴۰) اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔

نیز فرمایا:

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً (۴/۱۰۲) کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل رہو تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔

اور اَغْفَلَ بمعنی دوسرے کی توجہ کسی اور طرف لگا کر اسے کسی چیز کے کرنے سے غافل کر دینا یا روک دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (۱۸/۲۸) اور اس شخص کے پیچھے نہ جائیے جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

۲۔ سَہٰی بمعنی بھولنا۔ دل کا دوسری طرف پھر جانا۔ اور سَہْو بمعنی نرمی، سکون (منجد) سَہْو دراصل اس عمل کو کہتے ہیں جو غفلت کی وجہ سے سرزد ہو۔ اگر اس میں ارادہ کو دخل نہ ہو تو قابلِ عفو ہے۔ جیسے کسی مجنون کا گالی دینا۔ اور اگر ارادہ سے ہو تو قابلِ مواخذہ ہے (مف) سجدہ سہو مشہور لفظ ہے یعنی نماز میں توجہ دوسری طرف پھر جانے کی وجہ سے نماز کے اعمال میں کمی بیشی کرنے کی تلافی کے طور پر جو سجدہ کیا جاتا ہے اور یہ لفظ غیر کے فعل سے متعلق نہیں آتا۔ (فق ل ۸۷) ارشادِ باری ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (۱۰۷/۵) سو ایسے نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔

۳۔ سَمَدَ بمعنی حیران کھڑا ہونا، مبہوت ہونا اور سَمَدَ فِی الْعَمَلِ بمعنی کسی کام میں مشغول ہونا اور سَمَّدَ بمعنی کسی کو کھیل کود میں مشغول کرنا (منجد) گویا غفلت میں پڑ کر اصل کام کرنے کی بجائے کھیل کود میں پڑ جانے کے لیے سَمَدَ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (۵۳/۶۱) اور تم ہنستے رہتے ہو، روتے نہیں اور غفلت میں پڑے ہو (جالندھری) کھلاڑیاں کرتے ہو (عثمانی) سو خدا کے آگے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

۴۔ اَلْہٰی، لَہْو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اصل مقصد سے ہٹائے رکھے (م۔ل) اور لَهَا يَلْهُوْ بمعنی

کھیلنا۔شوقین ہونا۔ اور لَہٰی اور اَلْہٰی بمعنی مشغول کر دینا۔خیال ہٹا دینا (منجد) گویا اَلْہٰی میں خیال ہٹا دینے کا سبب غفلت نہیں ہوتی بلکہ دوسرے فضول کام ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (۱۰۲/۱) — تم کو فراوانی (کی ہوس) نے غافل کر دیا۔

ماحصل: (۱) غَفَل: بھول (بلا ارادہ) یا سستی (ارادۃً) کی وجہ سے کوئی کام نہ کرنا۔ یا کسی دوسرے کے کام سے غفلت کرنا۔

(۲) سَہٰی: بھول کی وجہ سے اصل کام کی بجائے کوئی دوسرا کام کرنا یا اس میں کمی بیشی کر دینا۔ اس کا تعلق غیر سے نہیں ہوتا۔

(۳) سَمَد: غفلت میں پڑ کر اصل کام کی بجائے کوئی کھیل کود میں مشغول ہو جانا۔

(۴) لَہْو: جب اصل کام سے توجہ ہٹنے کی وجہ سے بھول کے بجائے لہو و لعب یا دوسرے کام ہوں۔

۳۔ غالب آنا۔ ہونا۔ کرنا

کے لیے ظَهَرَ، عَزَّ، غَلَبَ، اِسْتَعْلٰی (علو) اور قَهَرَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ظَهَرَ کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) ظاہر ہونا۔ سامنے آنا۔ نمایاں ہونا اور (۲) قوت (م ل) پھر یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۳۰/۴۱) — برّ و بحر میں فساد رونما ہو گیا۔

نیز فرمایا:

حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ (۹/۴۸) — یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم غالب آیا۔

گویا ظَهَرَ کے معنی قوت اور بالادستی کے ساتھ کسی چیز کا ظہور ہے۔

اور غالب کرنا کے لیے اَظْهَرَ استعمال ہو گا۔ جیسے فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (۹/۳۳) — وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے باقی سب ادیان پر غالب کر دے۔

۲۔ عَزَّ (ضد ذَلَّ) بمعنی بالادست ہونا۔ اور ذَلَّ بمعنی زیردست ہونا۔ جیسے آج کے دیہاتی ماحول میں زمیندار طبقہ بالادست اور کمین یا مزدور لوگ ان کے زیردست ہوتے ہیں۔ یہی عزیز اور ذلیل کا صحیح مفہوم ہے۔ قرآن میں ہے:

فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ (۳۸/۲۳) — یہ کہتا ہے کہ یہ (دنبی بھی) میرے حوالے کر دے اور گفتگو میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔

۳۔ غَلَبَ: میں قوت، قہر اور شدت کا مفہوم پایا جاتا ہے (م ل) یعنی بزور بازو فوقیت و برتری حاصل کرنا۔ فتح کرنا۔ اور مغلوب وہ ہے جسے بزور بازو زبردستی پر مجبور کر دیا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً، بِاِذْنِ اللّٰهِ (۲/۲۴۹) — بارہا ایسا ہوا کہ ایک چھوٹی سی جماعت اللہ کے حکم سے ایک بہت بڑی جماعت پر غالب آگئی۔

۴۔ استعلٰی، عَلٰی یَعْلُو بمعنی بلند ہونا۔ اور استعلٰی بمعنی بلند ہونے کی خواہش کرنا۔ فوقیت اور برتری حاصل کرنے کی طلب۔ اور تَعَلّٰی بمعنی شیخی بگھارنا ہے۔ یہ تَعَلّٰی اور استعلٰی عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور عَلَا یَعْلُوْا اچھے اور بُرے دونوں میں۔ اور عَلِیَ یَعْلٰی اچھے مفہوم میں آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (۲۰/۶۴) — (فرعون نے کہا) تو تم (جادو کا) سامان اکٹھا کر لو۔ پھر قطار باندھ کر آؤ۔ آج جو غالب رہا وہی کامیاب ہوا۔

۵۔ قَهَرَ میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) غلبہ پانا (۲) مغلوب کی تذلیل کرنا۔ اسے دبانا (م۔ ل) پھر یہ لفظ دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ (۷/۱۲۷) — فرعون نے کہا ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے۔ اور بلاشبہ ہم اُن پر غالب ہیں۔

اس آیت میں قہر کا لفظ دونوں معنی دے رہا ہے۔ اور درج ذیل آیت میں صرف دبانے کا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۙ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (۹۳/۹) — نہ تو کسی یتیم کو دباؤ اور نہ ہی کسی سائل کو جھڑکی دو۔

ماحصل: (۱) ظَهَرَ: بمعنی قوت کے ساتھ سامنے آنا، رونما ہونا، ابھرتی ہوئی قوت۔

(۲) عَزَّ: بمعنی بالادست ہونا۔

(۳) غَلَبَ: بزورِ بازو بالادستی حاصل کرنا۔

(۴) اِسْتَعْلٰی: غالب آنے کی مذموم ہوس رکھنا۔

(۵) قَهَرَ: غالب آنا اور تذلیل کرنا۔ کمزور کو دبانا۔

۴۔ غبار

کے لیے غَبَرَةٌ، نَقْعًا اور هَبَآءً (هبو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَبَرَةٌ: بمعنی گرد و غبار۔ مٹی اڑنے کے بعد جو خاکی ذرات ہوا میں بکھر جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۸۰/۴۰) — اس دن کئی چہرے گرد آلود ہوں گے جن پر سیاہی چھا رہی ہو گی۔

۲۔ نَقْعًا: بمعنی گردِ راہ۔ وہ گرد و غبار جو کوئی تیز رفتار سواری اپنے پیچھے چھوڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خاکی ذرات

بوجھل ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ پھر زمین پر بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا۔ (۱۰۰/۴) پھر (ان گھوڑوں کی قسم جو) گرد اڑاتے ہیں پھر (دشمن کے) لشکر کے وسط میں جا گھستے ہیں۔

۳۔ هَبَاءً: هَبْوَة بمعنی غبار کے باریک ذرات (م۔ل) ایسے باریک خاکی ذرات جو ہوا میں ہر وقت موجود رہتے ہیں اور نظر بھی نہیں آتے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (۲۵/۲۳) اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف بڑھیں گے۔ تو ان کو بکھری ہوئی خاک بنا دیں گے۔

ماحصل: (۱) غَبَرَة: گرد و غبار۔ خاکی ذرات جو نظر آسکیں۔

(۲) نَقْع: گرد و غبار کے بھاری ذرات جو کوئی تیز رفتار سواری اپنے پیچھے چھوڑتی جاتی ہے۔

(۳) هَبَاء: گرد و غبار کے وہ باریک ذرات ہیں جو ہر وقت فضا میں بکھرے رہتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔

غروب کے لیے غَرَبَ، اَفَلَ اور وَقَبَ "چھپنا" میں دیکھیے۔ غرور کرنا ــــ دیکھیے "اترانا"

غصّہ ــــ ۵

کے لیے سَخَط[1]، غَيْظ[2]، غَضَب[3] اور حَرْد[4] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَخَط: بمعنی خلاف مرضی کام کرنا۔ اور سَخَط بمعنی ناپسندیدگی۔ یہ غصّہ کا پہلا درجہ ہے۔ (فل ۱۶۹) اور یہ ہمیشہ بڑے کا چھوٹے پر ہوتا ہے۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ سَخَطَ الْاَمِيْرُ عَلَى الْحَاجِب لیکن سَخَطَ الْحَاجِبُ عَلَى الْاَمِيْر نہیں کہا جاتا۔ (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ (۳/۱۶۲) بھلا جو شخص خدا کی خوشنودی کا تابع ہو اس جیسا ہو سکتا ہے جو اس کی ناراضگی مول لیتا ہے۔

۲۔ غَيْظ: ایسی ناراضگی جو انسان کا دورانِ خون تیز کر دے اور یہ غصّہ کا دوسرا درجہ ہے (فل ۱۶۹)۔ لیکن کوئی انتقامی کاروائی نہ کرے یا نہ کی ہو۔ اور غَيْظ کا تعلق کسی کی اپنی ذات سے بھی ہو سکتا ہے (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (۳/۱۳۴) اور جو لوگ غصّہ کو پی جانے والے اور لوگوں (کے قصور) معاف کرنے والے ہیں۔

۳۔ غَضَب: صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک یہ لفظ عام ہے جو ہر طرح کے غصّہ پر بولا جاتا ہے۔ (ف ل ۱۶۹) لیکن یہ تعریف صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے جو غضب کی تعریف فرمائی وہ یوں ہے۔

اِتَّقُوا مِنَ الْغَضَبِ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ تُوْقَدُ فِیْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَمْ تَرَوْا غضب سے بچو کہ وہ آگ کی چنگاری ہے جو ابنِ آدم کے دل میں جلتی ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ ایسے شخص کی

اِلَی انْتِفَاخِ اَوْدَاجِہٖ وَحُمْرَۃِ عَیْنَیْہِ — رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ یہ کیفیت اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان مغلوب الغضب ہو کر انتقام پر اتر آتا ہے۔ اور ابن الفارس نے اس کے معنی اشدّ السخط بمعنی انتہائی ناراضگی (م ل) کیا ہے۔ اور صاحب منجد نے غَضِبَ کے معنی بغض رکھنا، غضبناک ہونا لکھا ہے (منجد) اور بمعنی اِرَادَۃُ الضَّرَرِ لِلْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِ۔ اور غَضَب ہمیشہ دوسرے پر آتا ہے یعنی چھوٹے کا بڑے پر بھی ہو سکتا ہے اور بڑے کا چھوٹے پر بھی (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْہِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی (۲۰/۸۱) — اور جس شخص پر میرا غصّہ نازل ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔

۴۔ حَرْد: حَرِدَ بمعنی کسی پر ناراض ہونا۔ اور حَرَدَ بمعنی منع کرنا (منجد) حَرْد بمعنی مغلوب الغضب ہو کر کسی پر تیزی سے حملہ کر دینا یا چارہ جوئی کرنا (فل ۱۶۹) حرد دراصل غصّہ کی کسی کیفیت کا نام نہیں بلکہ اس چارہ جوئی یا انتقامی کاروائی کی کیفیت ہے جو انسان غیظ و غضب سے مغلوب ہو کر کرتا ہے اور ابوھلال کے نزدیک حرد کا معنی غصّہ کی حالت میں مغضوب الیہ سے دُور ہو کر اسے انجام تک پہنچانا ہے (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ (۶۸/۲۵) — وہ علی الصبح لپکتے ہوئے وہاں جا پہنچے گویا (کھیتی پر) قادر ہیں۔

ماحصل: (۱) سَخَط: محض ناراضگی۔ ناپسندیدگی۔ پہلا درجہ۔ بڑے کا چھوٹے پر۔

(۲) غَیْظ: جب دورانِ خون تیز ہو جائے۔ دوسرا درجہ۔ اور غیظ انسان کو اپنے آپ بھی آسکتا ہے۔

(۳) غَضَب: جب انسان غصہ سے بھڑ کر انتقام پر اتر آئے خواہ چھوٹا یا بڑا۔ اس کا تعلق اپنی ذات سے نہیں۔ دوسرے سے ہوتا ہے۔

(۴) حَرْد: غصّہ کی وجہ سے انتقامی کاروائی کی کیفیت۔ تیزی سے لپکنا۔ اور مغضوب علیہ سے دور ہو کر کام سرانجام دینا۔

۶ـــــــ غصّہ دلانا

کے لیے اَسْخَطَ[1]، غَاظَ[2] (غیظ) اور اٰسَفَ[3] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَسْخَطَ: تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ بمعنی ناراض کرنا۔ ارشادِ باری ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ (۴۷/۲۸) — یہ اس لیے کہ وہ لوگ ہر اس بات کے پیچھے لگ گئے جو اللہ کو ناراض کرے اور انہوں نے اللہ کی رضا کو پسند نہ کیا۔

۲۔ غَاظَ: بمعنی غصّہ دلانا۔ تفصیل اوپر گزر چکی۔ قرآن میں ہے:

وَلَا یَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْكُفَّارَ — اور نہ وہ کسی ایسی جگہ کو پامال کرتے ہیں جو کافروں کو

غصہ دلائے۔ (۹/۱۲۰)

۳۔ اَسِفَ: اَلْاَسَفُ، ایسا غصہ جو افسوس اور حزن (غم) کی بنا پر ہو۔ اگر غصہ کمزور پر ہو تو غیظ و غضب کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اور اگر قوی پر ہو تو بس نہ چلنے کی وجہ سے منقبض ہو کر حزن کی صورت اختیار کر لیتا ہے (مف) اور آسف بمعنی کسی چیز کا کھو جانا اور اس پر افسوس کرنا (م ل) نیز اسف بمعنی غصہ دلانا، غمگین کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (۴۳/۵۵) پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے اُن سے بدلہ لے لیا۔

ماحصل: (۱) اسخط: محض ناراض کرنے (۲) غاظ: غصہ دلانے اور (۳) اَسِفَ: ایسے غصہ دلانے کے لیے آتا ہے جو طاقتور میں غضب پیدا کر دے اور کمزور کو غم و افسوس میں مبتلا کر دے۔

۷۔ غم

کے لیے غَمٌّ، حُزْنٌ اور بَثٌّ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غم: غَمٌّ کا بنیادی معنی ڈھانکنا اور چھپانا ہے۔ غُمّٰی بمعنی غبار اور تاریکی اور غمام بمعنی بادل جو سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور غم بمعنی بے چینی۔ اندوہ (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ (۳/۱۵۴) پھر اللہ تعالیٰ نے غم و رنج کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی (یعنی) نیند کہ تم میں سے ایک جماعت پر طاری ہو گئی۔

۲۔ حُزْن: بمعنی غم (ضد فرح) کسی معاملہ میں طبیعت کا بے چین رہنا۔ اندوہ۔ اور یہ انسان کی اضطراری کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ جب بے چینی کا کوئی علاج نظر نہ آ رہا ہو تو غم کی صورت بن جاتی ہے۔ اور حُزْن مصائب کو بھی کہتے ہیں۔ لہٰذا وہ غم جو کسی مصیبت کی وجہ سے لاحق ہو اسے حُزْن کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ (۱۲/۸۴) اور اس (یعقوب) کی دونوں آنکھیں غم کی وجہ سے بے نور ہو گئی تھیں۔

۳۔ بَثّ: بمعنی شِدَّةُ الْحُزْنِ (فل ۴۸) شدید غم۔ قلق۔ وہ غم جو اندر ہی اندر انسان کو کھائے جاتا ہے۔ غم و اندوہ کا طویل دور۔ قرآن میں ہے:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (۱۲/۸۶) (یعقوب نے فرمایا) میں تو اپنے غم و اندوہ کا اظہار اللہ ہی سے کرتا ہوں۔

ماحصل: (۱) غَمّ: بے چینی اندوہ کے لیے عام لفظ (۲) حُزْن: ایسا غم جس کا سبب کوئی لاعلاج مصیبت ہو۔ (۳) بَثّ: شدتِ غم۔ قلق۔

۸۔ غمگین ہونا۔ غم کھانا

کے لیے حَزِنَ، اَسِیَ (اسی)، اَبْلَسَ اور اِبْتَئَسَ (بئس) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَزِنَ: بمعنی غم کرنا۔ غم کھانا (تفصیل اوپر گزر چکی) جیسے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹/۴۰) — غم نہ کیجئے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

۲۔ اَسِیَ: بمعنی کسی چیز کے کھو جانے پر غم کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰىكُمْ (۵۷/۲۳) — تاکہ جو کچھ تم سے فوت ہو گیا اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔

۳۔ اَبْلَسَ: بمعنی سخت مایوسی کے باعث غمگین ہونا (مف) اور بمعنی بے خیر ہونا۔ غمگین اور شکستہ دل ہونا (منجد) یعنی ایسا غم جو کسی امر میں سخت مایوس ہو جانے کی وجہ سے لاحق ہو۔ اور شیطان کو بھی ابلیس اس لیے کہا گیا کہ وُہ خدا کی رحمت سے مایوس اور شکستہ دل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ (۳۰/۴۹) — اور بارش کے نزول سے پہلے تو وُہ نا امید ہو رہے تھے۔

۴۔ اِبْتَئَسَ: بِئْسَ میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں (مف) اور اِبْتَئَسَ کے کسی بات کو ناگوار محسوس کرنا اور اس پر غم لگ جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۱۱/۳۶) — اور نوحؑ کی طرف وحی کی گئی کہ اب کے بعد تیری قوم سے کوئی شخص ایمان نہ لائے گا مگر جو پہلے لا چکا۔ تو جو کام یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔

ماحصل: (۱) حَزِنَ: کسی حادثہ یا مصیبت کی وجہ سے غم کھانا۔

(۲) اَسِیَ: ایسی چیز پر غم کھانا جو ہاتھ سے نکل چکی ہو۔

(۳) اِبْلِس: ایسا غم جو کسی امر پر مایوسی کی وجہ سے لاحق ہو۔

(۴) اِبْتَئَسَ: کسی دوسرے کی ناگوار اور ناقابلِ برداشت چیز کی وجہ سے غم کا لاحق ہونا۔

۹۔ غور کرنا

کے لیے رَاٰی، نَظَرَ اور بَصُرَ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل "دیکھنا" میں ملے گی۔ جب یہ معنوی طور پر استعمال ہوتے ہیں تو اس سے مراد سوچنا یا غور کرنا ہی ہوتا ہے۔ تاہم یہ غور یا سوچ وقتی قسم کا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن میں غور و فکر کے لیے تَفَكَّرَ، تَدَبَّرَ، تَفَقَّهَ، اِدَّكَرَ اور اِسْتَنْبَطَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَفَكَّرَ: اَلْفِكْرَة: علم کو معلوم کی طرف لے جانے والی قوت کو کہتے ہیں (مف) اور تَفَكَّرَ بمعنی سوچنا غور کرنا، تامل کرنا (منجد) کسی معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنا۔ فِكْر، اَفْكَر، فَكَّرَ اور تَفَكَّرَ سب قریب المعنیٰ ہیں۔ فِكْر بمعنی سوچ (ج افکار) (منجد) اور بمعنی کسی معاملہ میں دلائل پر غور کرنا (فق ل ۵۸) ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (۲/۲۱۹) — اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

۲۔ تَدَبَّرَ: دُبُر کسی چیز کی پچھلی طرف، پشت یا پچھلے حصہ کو کہتے ہیں۔ اور اَدْبَرَ بمعنی پیٹھ پھیرنا ہے (منجد) اور تَدَبَّرَ بمعنی کسی کام کے انجام کو سوچنا۔ نتائج پر غور و فکر کرنا۔ پھر اس کے مطابق لائحہ عمل بنانا۔ اور اسی بات کا نام تدبیر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ (۲۳/۶۸) — کیا انہوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی۔

۳۔ تَفَقَّهَ: اَلْفِقْه بمعنی علم حاضر سے غائب تک پہنچنا (مف) کسی چیز کو پالینا اور اس کے متعلق علم ہو جانا۔ پھر یہ علم شریعت کے ساتھ مختص ہو گیا (م ل) ہر عالم جو حلال و حرام کی حقیقت کو سمجھتا ہے وہ فقیہ ہے۔ اور تَفَقَّهَ سے مراد یہ ہے کہ چند معلوم اشیاء یا احکام میں غور کر کے ایسے مسئلہ کے لیے علم تک پہنچنا جس کے متعلق واضح حکم نہ ہو۔ سمجھ پیدا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (۹/۱۲۲) — پھر کیوں نہ ہر فرقہ میں ان کی ایک ایسی جماعت نکل کھڑی ہوئی جو دین میں سمجھ پیدا کرے۔

۴۔ اِدَّكَرَ: ذَكَرَ بمعنی کسی چیز کو یاد کرنا۔ رکھنا۔ اور ذَكَّرَ بمعنی کسی کو کوئی بات اس طرح یاد دلانا کہ وہ اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور اِدَّكَرَ بمعنی کسی چیز کو خود یاد میں لانا (م۔ ا) ذہن میں لانا اس پر توجہ اور سوچ بچار کرنا تاکہ وہ خود نصیحت حاصل کرے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۵۴/۱۷) — اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا۔ تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟

۵۔ اِسْتَنْبَطَ: کنواں کھودنے کے بعد پہلی دفعہ جو پانی نکالا جائے [illegible] نَبَط [illegible] تے ہیں۔ اور نَبَطَ بمعنی کنوئیں کی تہ سے پانی نکالنا۔ اور اِسْتِنْبَاط استخراج کے معنی [illegible] (مف) اور استنبط بمعنی پوشیدگی کے بعد ظاہر کرنا۔ اختیار سے نکالنا۔ ایجاد کرنا۔ فقیہ کا [illegible] کوئی بات نکالنا (منجد) استنباط دراصل اجتہاد یا تفقہ کی ایک قسم ہے جس میں علم معلوم [illegible] کرکے اور اس کی تہہ تک پہنچ کر اس سے ضمنی مسائل یا نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلَى الرَّسُوْلِ لَعَلِمَهُ — اور اگر وہ اس معاملہ کو [illegible] پیغمبر یا سرداروں کے پاس

الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (۴/۸۳) پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔

ماحصل: (۱) تفکّر: کسی معاملہ کے مختلف پہلوؤں اور دلائل پر غور کرنا۔

(۲) تدبّر: کسی معاملہ کے انجام پر نظر رکھنا اور اس کے لیے لائحہ عمل سوچنا۔

(۳) تفقّہ: معلوم اشیاء پر غور کر کے سمجھ پیدا کرنا اور اس سے ملتے جلتے مسائل کا حل تلاش کرنا۔

(۴) اِدّکر: کسی معاملہ کو یاد میں لا کر سوچ بچار کرنا پھر اس سے نصیحت حاصل کرنا۔

(۵) اِستنبط: معلوم علم میں غور و فکر کر کے اس میں سے ضمنی مسائل اخذ کرنا یا نتائج حاصل کرنا۔

۱۔ فائدہ ــــ فائدہ دینا

کے لیے نَفَعَ، مَتَّعَ، رَبِحَ اور مَآرِب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَفَعَ : بمعنی کسی اچھی چیز کا یا اس سے کچھ حصہ ملنا۔ فائدہ ہونا (م۔ل) ضد اس کی ضرر ہے۔ بمعنی تکلیف۔ نقصان۔ اس کا استعمال عام ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا۔ (۱۳/۱۶)	تم نے خدا کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو کیوں کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

۲۔ مَتَّعَ : مَتَاع بمعنی سامانِ زیست میں سے ہر وہ چیز جس سے انسان یا کوئی جاندار اپنے زندہ رہنے کے لیے فائدہ اٹھاتا ہے وہ مَتَاع ہے (ج امتعۃ) اور مَتَّعَ بمعنی ایسے ہی سامان سے فائدہ اٹھانا۔ ارشادِ باری ہے:

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا وَ الْجِبَالَ اَرْسٰهَا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (۷۹/۲۲)	اسی نے زمین سے اس کا پانی نکالا اور چارہ اگایا اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کے لیے (کیا)

اور مَتَّعَ بمعنی کسی دوسرے کو ایسا سامان دینا جس سے وہ فائدہ اٹھا سکے۔ فائدہ پہنچانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (۲/۲۳۶)	اور ان (مطلقہ بیویوں) کو خرچ (سامانِ زیست) بھی دو فراخی والا اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔

اور تَمَتَّعَ بمعنی خود فائدہ حاصل کرنا۔ مزے اڑانا۔ جیسے فرمایا:

تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ (۱۱/۶۵)	اپنے گھر میں تین دن فائدے اٹھا لو۔

۴۔ رَبِحَ : وہ فائدہ جو خرید و فروخت سے حاصل ہو (مف) مالِ تجارت میں فائدہ ہونا۔ اور اس کی ضد خسر ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا	سو ان کی تجارت نے انہیں کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور نہ وہ

مُهْتَدِيْنَ (۲/۱۶) ہدایت یاب ہی ہوئے۔

۴۔ مَآرِب: اَرْب بمعنی سخت حاجت جس کے بغیر گزارہ نہ ہو سکے۔ اور اسے حاصل کرنے کے لیے کوشش کی جائے (مف) اور بمعنی حاجت۔ ضرورت۔ انتہا (منجد) اور مَارِب، مَارِبَة، مَارَبہ اور مَارُبَة بمعنی حاجت اور اس کی تکمیل۔ اور اس کی جمع مآرب ہے۔ اور وہ چیز بھی جس کے ذریعہ وہ ضرورت پوری ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى۔ (۲۰/۱۸)

موسیٰؑ نے کہا، یہ میری لاٹھی ہے۔ اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں

ماحصل: (۱) نَفَعَ: عام لفظ کسی چیز سے حصہ ملنا۔ اس کی ضد ضرر ہے۔

(۲) مَتَّعَ: سامانِ زیست سے فائدہ اٹھانا۔

(۳) رَبِحَ، مالِ تجارت سے فائدہ اٹھانا۔

(۴) مَآرِب: ضروریات اور ان کی تکمیل کا ذریعہ۔

۲۔ فتح ہونا ـــ دینا

کے لیے فَتَحَ اور اَظْفَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَتَحَ: بمعنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنا (مف) یہ لفظ کھولنا۔ فیصلہ کرنا اور فتح دینا سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے (ضد اِغلاق) اور جب یہ لفظ دشمن کے مقابلہ پر فتح (ضد هَزِيْمَت) کے لیے استعمال ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایسے واضح اور کھلا ہوا فیصلہ جس کے بعد دشمن کو اپنی شکست کے متعلق کچھ شک نہ رہے۔ ارشادِ باری ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (۱۱۰/۱)

جب اللہ کی مدد آئی اور فتح حاصل ہو گئی تو آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔

۲۔ اَظْفَرَ: ظفر بمعنی انسان یا حیوان کے ناخن۔ اور ظَفَرَ فُلَانٌ بمعنی فلاں نے اس میں اپنے ناخن گاڑ دیے (مف) یا فتح پائی۔ اور اَظْفَرَ بمعنی ایسی فتح دینا کہ دشمن کے سینہ میں ناخن گڑ جائیں۔ یعنی فتح اور اس کے بعد دشمن پر تسلط۔ ابن الفارس کے الفاظ میں يَدُلُّ عَلَى الْقَهْرِ وَالْفَوْزِ وَالْغَلَبَةِ۔ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (۴۸/۲۴)

اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتحیاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے۔

ماحصل؛ فَتْح کا لفظ صرف غلبہ کے لیے ہے جبکہ اَظْفَرَ میں فتح کے بعد دشمن پر تسلط بھی شامل ہے۔

فخر کرنا کے لیے دیکھیے "اترانا"

۳۔۔۔۔فراخی۔۔آسُودگی

کے لیے مَیْسَرَۃ، طَوْل، بَسْطَۃ اور سَعَۃ (وسع) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَیْسَرَۃ: یُسْر بمعنی آسانی (ضد عُسْر بمعنی تنگی) اور مَیْسَرَۃ بمعنی آسانی کا وقت۔ ایسا وقت جب کوئی شخص معاشی لحاظ سے اپنی گزراوقات آسانی سے کر سکے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ کَانَ ذُوْعُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ (۲/۲۸۰) اور اگر (مقروض) تنگدست ہو تو اس کو آسانی کے وقت تک مہلت دو۔

۲۔ طَوْل: طُوْل بمعنی لمبائی۔ درازی اور (زمانہ کی) درازی ہے۔ اور طَوْل کا لفظ فضل واحسان کے معنی میں آتا ہے جو محض دقتی نہ ہو (مف) اور طَوْل بمعنی نان ونفقہ اور گزر بسر کے اخراجات۔ فضل بخشش۔ غنا (منجد) جیسے کہ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ (۴/۲۵) اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے۔

اور اولوا الطول کے معنی وُہ لوگ جو بہ آسانی اپنی گزراوقات کر سکتے ہوں (۹/۸۶)

۳۔ بَسْطَۃ: بَسَطَ بمعنی کھولنا اور پھیلانا۔ اور اس کی ضد قَبَض بھی ہے اور قَدَر بھی۔ اور بَسْطَۃ بمعنی کشادگی (جگہ کی)، فراخی اور فراوانی (مف) خواہ یہ فراخی مال ودولت میں یا کسی اور چیز میں ہو۔ یہ لفظ مادی اور معنوی ہر طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ (۲/۲۴۷) اور اللہ نے داؤدؑ کو علم بھی بہت سا بخشا تھا اور جسم بھی (بڑا تھا۔)

دوسرے مقام پر ہے:

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ (۲۹/۶۲) اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۴۔ سَعَۃ: وَسِعَ بمعنی کسی چیز میں وسعت اور گنجائش ہونا۔ اور اَلْوُسْعُ بمعنی رزق کی فراوانی۔ غنا۔ (م۔ل) اور وُسْعَۃ کی ضد ضِیق بھی ہے اور عُسْر بھی (م۔ل) اور سَعَۃ رزق کی فراوانی کے لیے آتا ہے۔ اور اُولُوا السَّعَۃ بمعنی ایسے لوگ جو اپنی گزراوقات کے علاوہ پس انداز بھی کر سکتے ہوں اور صدقات وخیرات دینے کی گنجائش رکھتے ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اور تم سے صاحبِ فضل اور آسودہ لوگ یہ قسم کھائیں

اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ۔ (۲۴/۲۲) کہ وہ قرابتداروں اور مسکینوں کو کچھ نہ دیں گے۔

ماحصل: (۱) مَیْسَرَۃ: آسانی سے گزر بسر ہونا تنگی کے بعد۔
(۲) طَوْل: گزر بسر کا کفیل ہونا۔
(۳) بَسْطَۃ: فراخی اور کشادگی خواہ کسی چیز میں ہو۔
(۴) اُولُوا السَّعَۃِ: آسودہ حال لوگ۔ جو لوگ پس انداز کر سکیں۔

۴۔ فراخ ہونا ۔۔۔ کرنا

کے لیے رَحُبَ، وَسِعَ اور تَفَسَّحَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ رَحِبَ اور رَحُبَ بمعنی جگہ کا فراخ ہونا۔ صرف وسعت مکانی کے لیے آتا ہے۔ کسی جگہ یا مکان کا فراخ ہونا اور اس کی ضد ضاقَ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (۹/۲۵) اور زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔

اور مَرْحَبٌ کا لفظ بطور دُعا استعمال ہوتا ہے۔ مَرْحَبًا بمعنی خوش آمدید۔ اور بد دعا کیلیے لَا مَرْحَبًا کہتے ہیں یعنی تمہارے لیے کوئی گنجائش یا جگہ نہیں۔ قرآن میں ہے:

لَا مَرْحَبًا بِھِمْ اِنَّھُمْ صَالُوا النَّارِ (۳۸/۵۹) ان پر خدا کی مار! یہ بھی دوزخ میں آرہے ہیں۔

۲۔ وَسِعَ: جگہ اور حالت دونوں کے لیے آتا ہے۔ بمعنی فراخی۔ سمائی۔ گنجائش (CAPACITY) ارشادِ باری ہے:

وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ (۲/۲۵۵) اس کی کرسی میں آسمان و زمین سما گئے ہیں۔

نیز فرمایا:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (۲/۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی حیثیت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اور اَوْسَعَ بمعنی بہت مال والا ہونا۔ اور اَوْسَعَ الْمَوْضَعَ بمعنی جگہ کو کشادہ کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (۵۱/۴۷) اور آسمان کو ہم ہی نے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ اور ہم ہی اس کو فراخ کرنے والے ہیں۔

۳۔ تَفَسَّحَ بمعنی فَسَحَ بمعنی کشادہ قدم رکھنا۔ اور فَسَحَ اور تَفَسَّحَ فِی الْمَجْلِسِ بمعنی مجلس میں جگہ دینا (منجد) یعنی کھل کر اس طرح بیٹھنا کہ دوسروں کے لیے جگہ نکل آئے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو

فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ (۵۸/۱۱) کھل کر بیٹھا کرو۔ خدا تم کو کشادگی بخشے گا۔

ماحصل: (۱) رَحُبَ: صرف جگہ کی فراخی کے لیے۔

(۲) وَسِعَ: گنجائش۔ سمائی اور وسعت خواہ کسی چیز میں ہو۔

اَوْسَعَ: کسی جگہ کو کشادہ کرنا۔

(۳) تَفَسَّحَ: کھل کر دوسرے کے لیے جگہ بنانا۔

۵۔۔۔۔فرشتہ

کے لیے مَلَكٌ اور مَلٰٓئِكَة اور رُوْحٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَلَكٌ (ج مَلٰٓئِكَة) کا مادہ لأك ہے۔ جس کا معنی پیغام پہنچانا ہے۔ الاكتہ الیٰ فلان بمعنی کسی کو پیغام پہنچانا۔ اور اَلِكْنِيْ بمعنی میرا اسے پیغام دینا۔ اور مَلْأَكٌ اور مَلَكٌ بمعنی پیغام رساں فرشتہ (منجد) اور مَلَكٌ بمعنی فرشتہ شرعی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس میں یہ تخصیص بھی نہیں کہ وہ ضرور پیغام رساں ہو۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تدبیر کائنات پر مامور ہیں۔ بادلوں کا فرشتہ، موت کا فرشتہ۔ جنت کے اور دوزخ کے فرشتے، سب کے لیے مَلَكٌ اور مَلٰٓئِكَة کا لفظ استعمال ہوتا ہے حالانکہ یہ پیغام رساں نہیں۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ندائے غیبی یا ہاتف غیبی کی صورت میں واقع ہوتا ہے تو وہاں مَلَكٌ کے بجائے مَلٰٓئِكَة (جمع) کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (۳/۴۵) اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا، اے مریم اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

اس مقام یا اس جیسے دوسرے مقامات پر ملک کی بجائے مَلٰٓئِكَة کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا ہے یہ بات انسانی عقل سے ماوراء ہے۔

۲۔ رُوْحٌ: جس طرح روح کی حقیقت کا علم انسان کو بہت کم دیا گیا اسی طرح روح کے معانی پر احاطہ کرنا بھی انسانی دسترس سے باہر ہے۔ رُوح بمعنی رحمت بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے اور بمعنی وحی اور قرآن بھی اور بمعنی فرشتہ بھی۔ وہ فرشتہ جو بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کی طرف پیغام رسانی پر مامور ہے اس کا نام جبریل ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے رُوح اور رُوح الامین اور رسول کریم کے القاب سے پکارا ہے۔ اور جو فرشتہ مریمؑ کی طرف آیا اور انسانی روپ دھار کر اللہ کا پیغام دیا اسے سورۂ مریم میں رُوْحٌ کہا گیا ہے اور سورۂ آل عمران میں مَلَكٌ کی بجائے مَلٰٓئِكَة کہا گیا ہے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ رُوح جبریل تھے۔ یہ ممکن ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ مریمؑ نبیہ نہیں تھیں۔ پھر بھی ان کی طرف جبرئیل یا کوئی اور فرشتہ یا فرشتے آئے۔ خدا کا پیغام پہنچایا اور ان سے

ہم کلام ہوئے۔ یہ پیغام حضرت مریم کی ذات سے ہی متعلق تھا۔ دوسروں کو پہنچانا تو درکنار، دوسروں سے اس پیغام کا کچھ تعلق بھی نہ تھا جو امور نبوت اور رسالت کے لیے ضروری ہوتے ہیں ارشادِ باری ہے:

فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۹/۱۷) — ہم نے مریم کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا جو اُن کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا۔

۶۔ فرق

کے لیے بُعْد اور تفاوُت کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بُعْد: بَعِد اور بَعُد بمعنی دور ہونا۔ اور بُعْد کا اصل معنیٰ دوری ہی ہے۔ تاہم یہ لفظ بددعا کے لیے دوری اور پھٹکار کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور جب اس لفظ کا استعمال ظرف مکانی کے طور پر ہو تو یہ فرق یا فاصلہ کا معنی دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

قَالَ يَٰلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ (۴۳/۳۸) — تو کہے گا اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو مشرق اور مغرب کا۔ (عثمانیؒ)

۲۔ تفاوُت (ضد استواء) فات الامر بمعنی کسی کام کا وقت ہاتھ سے نکل جانا اور واپس نہ ہو سکنا۔ اور تفاوت الشیئین بمعنی دو چیزوں کا آپس میں لگا نہ کھانا اور عدم مناسبت ہونا (منجد م ق) اور یہ لفظ ہمیشہ بُرے معنوں میں آتا ہے۔ اور فات بمعنی کسی چیز کا انسان سے اتنا دُور ہو جانا کہ اس کا حاصل کر لینا اس کے لیے دشوار ہو۔ اور تفاوُت بمعنی دو چیزوں کے اوصاف مختلف ہونا۔ گویا ہر ایک کا وصف دوسری کو فوت کر رہا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ (۶۷/۳) — تُو رحمٰن کی پیدائش میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا۔

یعنی کائنات کی تمام اشیاء میں پوری پوری مناسبت اور ہم آہنگی ہے۔

ماحصل: (۱) بُعْد: فاصلہ کی دُوری اور فرق۔

(۲) تفاوُت: دو چیزوں کے اوصاف الگ الگ ہونے کی بنا پر فرق۔ عدم مناسبت۔

۷۔ فرقہ ـــــ گروہ

کے لیے فِرْقَة، فَرِيق، طَائِفَة، زُمَر، شِيعَة اور أُنَاس کے الفاظ آئے ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "جماعت" اور "لشکر")

۱۔ فِرْقَة: فَرَقَ بمعنی الگ کرنا ـــ پھاڑنا اور فِرْق بمعنی الگ شدہ حصہ (۲۶/۶۳) اور فِرْقَة بمعنی لوگوں کا کسی بڑی جماعت سے الگ شدہ حصہ (مف) کسی قوم یا جماعت سے جُدا شدہ کثیر تعداد اور ہم خیال لوگوں کا گروہ۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (۹/۱۲۲) — پھر کیوں نہ ہر ایک فرقہ میں سے ایک جماعت ایسی نکلی جو دین کے معاملات میں سمجھ پیدا کریں۔

۲۔ فَرِيْق: فِرْقَة اور فَرِيْق تقریباً ہم معنٰی ہیں۔ فَرِيْق کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب اس کے مقابل کوئی دوسرا فریق بھی موجود یا مذکور ہو۔ جیسے فرمایا:

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (۴۲/۷) — ایک فریق جنت میں ہوگا اور دوسرا دوزخ میں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا (۱۹/۷۳) — دونوں فریقوں میں سے مکان کس کے اچھے اور مجلسیں کس کی بہتر ہیں۔

۳۔ طَآئِفَة: ایک رائے اور مذہب کے لوگ (منجد) اس لفظ کا اطلاق چھوٹی سے چھوٹی جماعت بلکہ فرد واحد پر بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین اس آیت سے متعلق لکھتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (۴۹/۹) — اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔

کہ اس آیت میں طَآئِفَة کے لفظ کا اطلاق فردِ واحد پر ہوا ہے۔

۴۔ زُمَر: (زُمْرَة کی جمع بمعنی ٹولہ) جب کوئی بڑی جماعت یا لشکر چھوٹے چھوٹے دستوں یا ٹولوں میں بٹ کر نقل و حرکت کرے تو ایسے ٹولے زُمَر کہلائیں گے (تفصیل "جماعت" میں دیکھیے)۔ ارشادِ باری ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (۳۹/۷۳) — اور پرہیزگار لوگ جنت کی طرف ٹولے ٹولے کی شکل میں لے جائے جائیں گے۔

۵۔ شِيْعَة: بمعنی پارٹی۔ دھڑا۔ سیاسی فرقہ۔ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے اردگرد پھیلے رہتے ہیں (مف) کسی کے پیروکار اور مددگار (منجد) ایسی پارٹی یا دھڑے کی بنیاد عموماً عقیدہ کا اختلاف ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ (۲۸/۱۵) — پھر موسیٰؑ نے اس شہر میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک تو ان کی اپنی پارٹی سے تھا اور دوسرا دشمن کی (فرعون) کی پارٹی سے۔

اور شِيْعَة کی جمع شِيَعًا بھی ہے اور اَشْيَاع بھی۔ اَشْيَاع بمعنی ایک جیسے عادات و اطوار رکھنے والے لوگ خواہ وہ پہلے گزر چکے ہوں یا موجود ہوں۔ ہم جنس۔ ارشادِ باری ہے:

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ (۳۴/۵۴) — اور ان میں اور ان کی خواہش کی چیزوں میں پردہ حائل کر دیا گیا۔ جیسا کہ ان سے پہلے بھی ان کے ہم جنسوں سے کیا گیا۔

٦۔ أُنَاس، تقسیم کار کے لحاظ سے بنے ہوئے یا بنائے ہوئے گروہ۔ یا مختلف قبائل کے تعلق رکھنے والے الگ الگ گروہ (بعض کے نزدیک نَاس اور اُنَاس میں کوئی فرق نہیں)۔ قرآن میں ہے:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ۔ (۲/۶۰) سب لوگوں نے (ہر قبیلہ نے عثمانی) اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔

ماحصل: (۱) فِرْقَة: کسی بڑی جماعت سے بہت سے لوگوں کا الگ شدہ حصہ۔

(۲) فَرِيق: وہ فرقہ جس کے مقابل بھی کوئی فرقہ موجود ہو یا مذکور ہو۔

(۳) طَائِفَة: چھوٹی سی ہم مذہب اور ہم خیال لوگوں کی جماعت۔

(۴) زُمَر: بمعنی چھوٹے چھوٹے دستے۔ ٹولے۔

(۵) شِيعَة: عقیدہ کے اختلاف پر مبنی پارٹی یا دھڑا۔

(۶) أُنَاس: قبیلہ یا تقسیم کار کے حساب سے بنے ہوئے فرقے۔

فرمانبرداری کرنا کے لیے دیکھیے "اطاعت کرنا"

۸۔۔۔ فریادرسی

کے لیے اِسْتِجَاب (جوب) اور اَصْرَخ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتِجَاب، جَابَ بمعنی پتھر کو تراشنا۔ اور اَجَابَ بمعنی مراجعۃ الکلام (م ۔ ل) یعنی کسی سوال کا جواب دینا۔ اور سَئَلَ بھی دو معنوں میں آتا ہے۔ (۱) کسی بات کے متعلق استفسار کرنا اور (۲) کوئی چیز مانگنا اور طلب کرنا۔ لہٰذا اَجَابَ بھی اُن دونوں معنوں میں آتا ہے کسی استفسار کا جواب دینے کے معنوں میں بھی۔ جیسے فرمایا:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ (۵/۱۰۹) جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر اُن سے پوچھیگا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا۔

اور کسی چیز کے طلب کرنے کے جواب میں بھی اس وقت اس کے معنی قبول کرنا ہوں گے۔ جیسے فرمایا:

اَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ (۲۷/۶۲) بھلا بے قرار کی دعا کو کون قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے؟

اور استجاب بمعنی دُعا کو قبول کرنا یعنی پکارنے والے کی حاجت روائی یا دادرسی کرنا ہے بالخصوص جب ندا کی جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَنُوحًا إِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ۔ (۲۱/۷۶) اور جب اس سے پیشتر نوحؑ نے ہمیں پکارا تو ہم نے اُن کی دُعا قبول فرمائی۔ اور اُن کو اور ان کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی۔

۲۔ اَصْرَخ، صَرَخَ بمعنی چیخنا۔ چلانا تاکہ کوئی فریاد کو پہنچے۔ اور صَرِيخ بمعنی فریاد کو پہنچنا (۳۶/۴۳) اور اَصْرَخ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ قرآن میں ہے:

فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ۔ (۱۴/۲۲)

شیطان اپنے پیروکاروں سے کہے گا تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ تو میں تمہاری فریادرسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری کر سکتے ہو۔

ماحصل: (۱) اگر اللہ سے فریادرسی کی دُعا یا ندا کی جائے اور وُہ قبولیت بخشے تو یہ استجاب ہے، جبکہ اصرخ میں ہر چیخ و پکار سننے والا فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔

۹۔۔۔۔فریاد کرنا

کے لیے اِستغاث اور اِستصرخ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ استغاث: غاث بمعنی سختی کے وقت کسی کی اعانت اور مدد کرنا (م۔ ل) اور غیث اس بارش کو کہتے ہیں جو بروقت بھی ہو اور ضرورت کے مطابق بھی۔ اور استغاث کے معنی خدا سے ایسی بارش کے لیے فریاد کرنا بھی اور سختی کے وقت خدا سے یا دوسرے حاکم سے اعانت اور مدد طلب کرنا بھی۔ استغاثہ مشہور لفظ ہے۔ بمعنی حاکم یا عدالت کے سامنے اپنے پر ظلم یا زیادتی کی فریاد کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (۸/۹)

جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی۔

۲۔ اِستصرخ: بمعنی چیخ و پکار کر کے اپنی فریاد عام لوگوں کو سنانا اور اُن سے امداد چاہنا (تفصیل پیچھے گزر چکی) قرآن میں ہے:

فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ (۲۸/۱۸)

تو اس وقت اس آدمی نے، جس نے کل موسیٰؑ سے مدد مانگی تھی آج بھی ان کے سامنے فریاد کرنے لگا۔

ماحصل: فریاد اگر اللہ یا حاکم مجاز کے سامنے پیش کی جائے تو استغاث کا لفظ آئے گا اور اگر چیخ و پکار کے ذریعہ عوام کو مدعو کیا جائے تو اِستصرخ آئے گا۔

۱۰۔۔۔فساد کرنا۔۔ڈالنا

کے لیے اَفْسَدَ۔ عَثَا یا عَاث۔ نَزَغَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَفْسَدَ: فَسَدَ بمعنی کسی چیز کا بگڑنا، خراب ہو جانا۔ اور اَفْسَدَ بمعنی کسی چیز کو بگاڑنا اور خراب کر دینا (فَسَاد ضد اِصْلَاح) فَسَاد کا لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ (۷/۵۶)

اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

۲۔ عَثَا یا عَاثَ۔ قرآن میں ہے۔

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (۲/۶۰) — اور ملک میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

تَعْثَوْا کا مادہ بعض اہل لغت نے ع ث ی لکھا ہے۔ یعنی عَثِيَ يَعْثَى عَثْيًا (مف) اور یہ ذہنی اور فکری بگاڑ کے لیے آتا ہے۔ مثلاً لٹریچر یا تقریروں کے ذریعہ غلط عقائد و نظریات کی ترویج۔ اور بعض اہل لغت نے اس کا مادہ ع ی ث لکھا ہے۔ عَاثَ يَعِيثُ عَيْثًا (مف) جو حسّی یا مادی فساد پر دلالت کرتا ہے (م ل) جیسے کسی پر ظلم و زیادتی کرنا۔ دونوں صورتوں میں نہی کا صیغہ لَا تَعْثَوْا ہی آتا ہے۔

۳۔ نَزَغَ: بمعنی دو چیزوں کے درمیان فساد ڈالنا (م ل) اور بمعنی جھگڑا بپا کرنا۔ فساد پر آمادہ کر دینا۔ بگاڑ پیدا کر دینا۔ جھڑپ کرا دینا۔ دشمنی ڈالنا (م ق) اور بمعنی کسی کام کو بگاڑنا اور اس میں دخل انداز ہونا (مف) یا مداخلت کر کے فساد کرا دینا۔ قرآن میں ہے:

مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَ بَيْنَ إِخْوَتِي (۱۲/۱۰۰) — اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا۔

ماحصل: اَفْسَدَ کا اطلاق صرف ایک بار فساد کرنے پر بھی ہو سکتا ہے اور جب فَسَاد عادت کی شکل اختیار کر جائے تو عَاثَ یا عَثَا آئے گا۔ اور نَزَغَ میں اصل بات مداخلت کرنا ہے خواہ یہ کسی ایک چیز میں ہو یا زیادہ میں۔ پھر ان میں فساد ڈال دینا۔

۱۱۔ فضول باتیں کرنا

کے لیے اَلْغٰی (لغو) خَاضَ (خوض) فَكِهَ، سَمَرَ اور هَجَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَلْغٰی: لَغَا بمعنی بے سوچے سمجھے بولنا۔ بیہودہ کلام (منجد) اور بمعنی چڑیوں کا چہچہانا۔ اور اسی طرح کسی چیز کا بار بار تذکرہ کرنا (م ق) اور اَلْغٰی کے معنی اس طرح سے بک بک اور جھک جھک کرنا کہ مخاطب کی بات اس شور میں دب کر رہ جائے تاکہ دوسرے بھی نہ سن سکیں۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ (۴۱/۲۶) — اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن پر کان مت دھرو اور (جب پڑھا جائے) تو شور مچاؤ تاکہ تم غالب رہو۔

۲۔ خَاضَ بمعنی گھسنا۔ خَاضَ فِي الْمَاءِ پانی میں گھس جانا۔ خَاضَ فِي الْحَدِيثِ باتوں میں مشغول ہونا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کے درمیان تک داخل ہونا (م ل) یعنی باتوں یا کاموں میں پورے انہماک سے مشغول ہونا۔ قرآن میں اس کا استعمال زیادہ تر فضول کاموں یا باتوں کے لگے رہنے پر ہوا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا — جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ

فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ (۶/۶۸) یہاں تک کہ دوسری کسی بات میں لگ جائیں۔

۳۔ فَکِہَ: بمعنی خوش گپیاں اڑانا۔ ہنسنا ہنسانا (ف ل ۱۴۵) اور فَکَاھَۃ بمعنی خوش طبعی کی باتیں (منجد) اور تَفَکَّہَ بِعِرْضِ فَلَانٍ بمعنی کسی کی غیبت کرکے لطف اندوز ہونا (منجد) باتوں سے لذت حاصل کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَھْلِہِمُ انْقَلَبُوْا فَکِہِیْنَ (۸۳/۳۱) اور جب یہ اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوش گپیاں کرتے لوٹتے۔

۴۔ سَمَرَ: رات کو سونے سے پہلے قصے کہانیاں بیان کرنا۔ سونے سے پہلے کی باتیں۔ قصہ گوئی (مف۔ فل) اور:

۵۔ ھَجَرَ یَھْجُرُ: بیہودہ باتیں کرنا۔ بکواس کرنا (مف) ھِجْر بمعنی نامناسب کلام۔ بدگوئی۔ بیہودہ بکواس (منجد) نیند یا مرض میں بڑبڑانا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

مُسْتَکْبِرِیْنَ بِہٖ سٰمِرًا تَھْجُرُوْنَ۔ (۲۳/۶۷) ان سے سرکشی کرتے، کہانیوں میں مشغول ہوتے اور بیہودہ بکواس بکتے تھے۔

ماحصل: (۱) اَلْغٰی: اس طرح بک بک کرنا کہ دوسرے کی بات نہ سنی جاسکے۔

(۲) خَاضَ: کسی مذموم بات یا کام میں منہمک ہوجانا۔

(۳) فَکِہَ: ایسا ہنسی مذاق جس سے لذت حاصل ہو۔ خوش گپیاں۔

(۴) سَمَرَ: رات کو سونے سے پہلے قصے کہانیاں بیان کرنا۔

(۵) ھَجَرَ: نیند یا مرض میں بڑبڑانا۔ بیہودہ بکواس کرنا۔

۱۲۔۔۔۔ فضول خرچی کرنا

کے لیے اَسْرَفَ اور بَذَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَسْرَفَ: سَرَفَ اور اَسْرَفَ بمعنی حدِ اعتدال سے آگے بڑھ جانا (مف) اور اس کا استعمال مال و دولت یا خورد و نوش میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے پر عام ہے۔ اور حدِ اعتدال اسی چیز کی ہوتی ہے جو امر مباح یا جائز ہو۔ گویا اسراف کے معنی جائز کاموں میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (۷/۳۱) کھاؤ، پیو، لیکن ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کرو۔

۲۔ بَذَّرَ: بَذْر اور بِزر بمعنی بیج۔ اور بَذَّرَ بمعنی بیج بکھیرنا۔ تو جس طرح بیج زمین میں بکھیر دیا جاتا ہے اسی طرح اگر مال و دولت بکھیرا جائے تو اسے تبذیر کہتے ہیں (مف) گویا ضرورت جائز ہو یا ناجائز اس پر بے دریغ مال اڑانے کو تبذیر کہتے ہیں (مف) اور یہ اسراف سے بھی مذموم فعل ہے۔

ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا - اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (۱۷/۲۷) — اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ۔ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

ماحصل: اسراف جائز کاموں میں فضول خرچی کے لیے اور تبذیر جائز دنا جائز (اور بالعموم ناجائز) کاموں میں مال اڑانے کے لیے آتا ہے۔

۱۳۔ فضیلت دینا (بزرگی دینا)

کے لیے فَضَّلَ اور كَرَّمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَضَّلَ: فَضَلَ بمعنی کسی اچھی چیز کا اقتصاد اور متوسط درجہ سے زیادہ ہونا۔ اور فَضَّلَ بمعنی ازراہ احسان کسی کو کسی اچھی چیز میں اس کے استحقاق سے زیادہ بخشنا (مف) ارشادِ باری ہے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۲/۱۲۲) — اے بنی اسرائیل میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیے اور یہ کہ میں نے تم کو اہل عالم پر فضیلت بخشی۔

۲۔ كَرَّمَ: کرم ایسے شرف کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں فی نفسہ موجود ہو یا اس کے اخلاق کی وجہ سے ہو (م-ل) اور كَرَّمَ بمعنی کسی چیز کے اندر فضیلت کے جوہر ودلیعت کر دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۷/۷۰) — اور ہم نے بنی آدم کو فضیلت بخشی اور انہیں بحر و بر پر سوار کیا۔

۱۴۔ فیصلہ کرنا

کے لیے فَتَحَ، فَصَلَ، حَكَمَ اور قَضٰى اور خَتَمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَتَحَ: بمعنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنا (مف) ضد اغلاق (م-ل) اور بمعنی فتح دینا اور فیصلہ کرنا۔ ایسا فیصلہ کہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے اور پیچیدگی دور ہو جائے اور کسی فریق کو شک و شبہ نہ رہے۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (۷/۸۹) — اے ہمارے پروردگار! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے۔

۲۔ فَصَلَ: بمعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے تمیز کرنا اور اس کا اس سے دور ہونا (م-ل) گویا فتح کے مقابلہ میں فصل اخص ہے۔ فتح میں صرف تمیز اور فصل میں تمیز اور جدائی دو باتیں پائی جاتی ہیں اور یہ تمیز اور جدائی بعض دفعہ ایک ہی چیز میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کتاب کی فصل۔ اسی طرح فتح کا تعلق بھی بعض دفعہ ایک چیز سے ہوتا ہے، بعض دفعہ زیادہ چیزوں سے۔ (فق-ل ۱۱۳)

ارشادِ باری ہے:

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (۷۷/۳۸) یہی فیصلہ کا دن ہے۔ ہم نے تمہیں اور پہلوں سب کو اکٹھا کر لیا ہے۔

۳۔ حَكَمَ: بمعنی منع عن الظلم (م۔ل) ایسا فیصلہ جس میں ظلم و زیادتی کو روکا جائے ——— اور بمعنی منع عن الخصومۃ (فق ل ۱۵۶) یعنی لڑائی جھگڑے سے روکنے کا حکم۔ قرآن میں ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ (۲۱/۷۸) اور داؤد اور سلیمان (کا حال بھی سن لو) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے۔

۴۔ قَضٰى يَقْضِيْ قَضْيًا وَقَضَاءً وَقَضِيَّةً بمعنی (۱) کسی کام سے فارغ ہونا۔ پورا کر چکنا ——— اور (۲) فریقین کے درمیان جھگڑا کا آخری فیصلہ کرنا (DECISION) اور فیصلہ کے سلسلہ میں قَضٰى کا استعمال اس وقت ہو گا جبکہ اس فیصلہ کے نفاذ کی قوت بھی موجود ہو۔ قاضی مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ (۴/۶۵) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو تم فیصلہ کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں مومن نہیں ہوں گے۔

۵۔ حَتَمَ: بمعنی فیصلہ کرنا۔ مضبوط کرنا۔ کسی چیز کا حکم لگانا۔ واجب کرنا اور حاتم بمعنی حاکم۔ کہتے ہیں حَتَمَ الْحَاتِمُ كَذَا حاکم نے اس چیز کا فیصلہ دیا۔ اور هٰذَا وَلَدُهٗ حَتْمًا بمعنی یہ لڑکا ہے جس کے نسب میں کوئی شک نہیں (منجد) اور حَتْم بمعنی قضا۔ و قدر (مف) گویا حتم اس فیصلہ کو کہتے ہیں جو آخری اور اٹل ہو (فق ل ۱۸۷) قرآن میں ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (۱۹/۷۱) اور تم میں سے کوئی نہیں مگر اسے جہنم پر سے گزرنا ہو گا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

ماحصل: (۱) فتح: اغلاق دور کر کے واضح طور پر ایک بات کا فیصلہ دینا۔ تمیز کر دینا۔

(۲) فَصْل: تمیز اور جدائی۔

(۳) حکم: ایسا فیصلہ جس سے کسی کو زیادتی سے روک دیا جائے اور اس کا مداوا کیا جائے۔

(۴) قَضٰى: اس شخص کا آخری فیصلہ دینا جس کے پاس قوتِ نافذہ بھی موجود ہو۔

(۵) حتم: قطعی اور اٹل فیصلہ۔ مشیتِ الٰہی کا فیصلہ۔

۱ــــــ قابو پانا

کے لیے قَدَرَ (علٰی)، اَقْرَنَ، اِسْتَحْوَذَ (حوذ) اور اِحْتَنَکَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَدَرَ: قَدَرَ، قَدِرَ (قدرًا، قُدْرَۃً) قدر بمعنی کسی معاملہ کی تدبیر کرنا۔ قَدَرَ الرِّزْقَ بمعنی رزق کی تقسیم کرنا۔ رزق میں تنگی کرنا۔ اور قَدَرَ عَلَی الشَّیْءِ بمعنی کسی چیز پر قدرت رکھنا قابو پانا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ (۲۱/۸۷) — اور مچھلی والے (یونسؑ) جب (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر غصہ کی حالت میں چل دیے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے۔

۲۔ اَقْرَنَ: قَرَنَ بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ ملانا۔ باندھنا۔ اور قَرْن اس رسی کو کہتے ہیں جس سے دو اونٹوں کو باندھا جائے (مف) اور اَقْرَنَ بمعنی دو چیزوں کو ایک چیز سے جمع کرنا اور اَقْرَنَ لِلْاَمْرِ بمعنی کسی چیز کی طاقت رکھنا اور اس پر قادر ہونا۔ جبکہ اَقْرَنَ عَلَیْہِ کے معنی کسی چیز سے عاجز آنا ہوتا ہے (منجد) گویا اَقْرَنَ میں ساتھ والی چیز پر قابو پانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ (۴۳/۱۳) — وہی ذات ہے جس نے اس (سواری) کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے۔

۳۔ اِسْتَحْوَذَ: حَاذَ الدَّابَّۃَ بمعنی جانور کو تیز ہانکنا (منجد) اور حوذ بمعنی کسی کام میں سرعت، پھرتی اور سبک رفتاری (م ل) اور حاذ بمعنی سختی کے ساتھ ہانکنا۔ اور استحوذ کے معنی کسی پر مسلط ہو کر اسے سختی سے ہانکنا ہے۔ کہتے ہیں اِسْتَحْوَذَ الْعِیْرُ عَلَی الْاَتَانِ یعنی گدھے کا گدھی کی پشت پر چڑھ کر اسے دونوں جانب سے دبا لینا (مف) ارشادِ باری ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ (۵۸/۱۹) — ان پر شیطان نے قابو پا لیا اور انھیں خدا کی یاد بھلا دی۔

۴۔ اِحْتَنَكَ: حَنَك بمعنی تالو۔ اور اِحْتَنَكَ الْفَرَسَ بمعنی گھوڑے کے منہ پر رسی یا لگام دینا۔ اور الْحُنْكُ اس آدمی کو بھی کہتے ہیں جسے زمانہ نے تجربہ کار بنا دیا ہو (منجد) گویا احتنک کے معنی کسی پر عقل و تجربہ سے قابو پانا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا (۱۷/۶۲) (شیطان نے خدا سے کہا) اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں تھوڑے شخصوں کے سوا اس (آدم) کی اولاد کو لگام چڑھا دوں گا۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) قَدَرَ عَلٰى: قدرت رکھنا۔ قابو پانا۔ یہ استعمال میں عام ہے۔

(۲) اَقْرَنَ: ساتھ والی چیز پر قابو پانے کی طاقت رکھنا۔

(۳) اِسْتَحْوَذَ: زبردستی اور سختی سے قابو پانا۔

(۴) اِحْتَنَكَ: عقل اور تدبیر سے قابو پالینا۔

۲۔ قافلہ

کے لیے سَیَّارَۃ، عِیْر اور رَکْب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَیَّارَۃ: سَارَ بمعنی چلنا پھرنا۔ اور سَیَّارَۃ بمعنی ہر چلنے پھرنے والی یا گھومنے والی چیز جو مسلسل چلتی رہے یا بہت چلے (مبالغہ کا صیغہ ہے) اجرام فلکی کو بھی سَیَّارَات کہتے ہیں۔ اور عام اصطلاح میں سَیَّارَۃ سے مراد ایک ساتھ چلنے والی جماعت یا ہمسفر لوگ ہیں۔ قافلہ (مف) قرآن میں ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ (۱۲/۱۹) اور ایک قافلہ آیا۔ انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا جس نے اپنا ڈول (کنویں میں) لٹکایا۔

۲۔ عِیْر: ہر وہ قافلہ جو غلہ بردار ہو۔ غذائی سامان لے جانے والے اونٹ اور لوگ سب اس میں شامل ہیں (مف) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک خواہ یہ قافلہ اونٹوں، گھوڑوں اور گدھوں پر مشتمل ہو (ف ل ۱۶) نیز قبیلہ حمیری کے قافلہ کو بھی عِیْر کہتے ہیں (م۔ق) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (۱۲/۷۰) پھر ایک پکارنے والے نے آواز دی، اے قافلہ والو! تم تو چور ہو۔

۳۔ رَکْب: رَکِبَ بمعنی سوار ہونا اور رِکَاب بمعنی سواری۔ اور رَاکِب بمعنی سوار۔ مگر عرف میں رَاکِب کا لفظ شتر سوار کے لیے مخصوص ہو چکا ہے (مف) اور رَاکِب کی جمع رَکْب، رُکْبَان اور رُکُوْب آتی ہے (منجد) اور رَکْب بمعنی گھڑ سوار یا اونٹ سوار قافلہ۔ ارشاد باری ہے:

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ جب تم (مدینے سے) قریب کے ناکے پر تھے اور کافر پرلے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا)

اَسْفَلَ مِنْكُمْ (۸/۴۲) تھا۔

ماحصل: (۱) اَلسَّيَّارَة: ہم سفر لوگ۔ پیدل ہوں یا سوار۔ یہ لفظ عام ہے۔
(۲) عِيْر: غلہ بردار قافلہ۔ (۳) رکب: شتر سوار یا گھڑ سوار قافلہ

۴ ـــــ قبر

کے لیے قَبْر، مَرْقَد اور جَدَث کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَبْر: بمعنی میت کو زمین میں دفن کرنے کی جگہ۔ معروف لفظ ہے (ج قبور) اور مقبرہ بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے (ج مقابر) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (۹/۸۴) — اور ان منافقوں میں سے اگر کوئی مر جائے تو کبھی بھی ان کی نماز (جنازہ) مت پڑھو اور نہ ان کی قبر پر (دعا کے لیے) کھڑے ہو۔

۲۔ مَرْقَد: رَقَدَ بمعنی ہلکی اور لمبی نیند سونا۔ اور مَرْقَد بمعنی ایسی نیند سے آرام کرنے کی جگہ۔ آرامگاہ خوابگاہ۔ قبر کے لیے یہ لفظ مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ کافر قیامت کی سختیوں کے مقابلہ میں قبر کی سختی کو آرام سے تعبیر کریں گے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶/۵۲) — کافر کہیں گے ہائے افسوس ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے جگا دیا؟

۳۔ جَدَث: جدث اور قبر میں گو کسی اہل لغت نے فرق نمایاں نہیں کیا۔ تاہم قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا لفظ عام ہے جبکہ جدث وہ ہے جس کے نشان بھی مٹ چکے ہوں۔ علاوہ ازیں بعض دفعہ یوں ہوتا ہے کہ کسی کو درندہ کھا جاتا ہے۔ بعض دفعہ انسان دریا میں غرق ہو تو اسے دریائی جانور کھا جاتے ہیں۔ ہندو لوگ اپنی میت کو جلا کر اس کی راکھ گنگا میں بہا دیتے ہیں۔ جو صورت بھی ہو اس میت کے ذرات منتقل ہوتے ہوئے بالآخر زمین میں مل جاتے ہیں، تو وہی اس کی جدث ہے۔ قرآن میں جدث (ج اجداث) کا ذکر دو بار آیا ہے اور دونوں بار ایسے مواقع کے لیے آیا ہے جبکہ قبروں کے نشانات کا تصور بھی محال ہے۔ جیسے فرمایا:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ (۷۰/۴۳) — اس دن یہ قبروں سے نکل کر (اس طرح) دوڑیں گے جیسے (شکاری) شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔

اس آیت میں یوم النشور کا ذکر ہے جب سب قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں گے۔ دوسری آیت بھی ایسا ہی منظر پیش کرتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ — اور جب صور (دوسری دفعہ) پھونکا جائے گا تو لوگ قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ

پڑیں گے۔ (۳۶/۵۱)

ماحصل: (۱) قَبْر: عام ہے ایسا مدفن جس کے نشان موجود ہوں یا نہ ہوں۔
(۲) جدث: اخص ایسا مدفن جس کے نشانات موجود نہ ہوں۔
(۳) مرقد: کنایۃً قبر کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۴۔۔۔ قبول کرنا

کے لیے قَبِلَ[۱] اور تَقَبَّلَ[۲]۔ اَجَابَ[۳] اور اِسْتَجَابَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَبِلَ: قَبُولاً بمعنی کسی چیز کو برضا و رغبت لے لینا۔ قبول کرنا (منجد) اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک یہ صرف اعمال کے لیے آتا ہے (فق ل ۱۸۴) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (۲۴/۴) اور ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو۔

۲۔ اور تَقَبَّلَ اور قَبِلَ تقریباً ہم معنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ تَقَبَّلَ کسی ایسی چیز کے قبول کرنے کیلیے آتا ہے جو عوض کی مقتضی ہو (مف) جیسے ہدیہ وغیرہ جبکہ قَبِلَ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (۳/۳۵) جب عمران کی بیوی نے کہا، اے میرے پروردگار! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں اسے سب سے آزاد رکھ کر تیری نذر کرتی ہوں سو تُو اسے قبول فرما۔

۳۔ اَجَابَ اور اِسْتَجَابَ کا استعمال بالعموم دعا کی قبولیت کے لیے ہوتا ہے (دیکھیے "فریاد رسی") یعنی دُعا قبول کرنا اور پھر دادرسی کرنا بھی استجاب میں شامل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ۔ (۲۷/۶۲) بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے۔ جب وہ اس سے دُعا کرتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ (۴۰/۶۰) اور تمہارے پروردگار نے فرمایا، مجھے پکارو، میں (تمہاری دعا) قبول کروں گا۔

ماحصل: (۱) قَبِلَ: کسی چیز کو برضا و رغبت لے لینا۔ اعمال کے لیے۔
(۲) تَقَبَّلَ: قبل سے اخص ہے یعنی ایسی چیز لینا جو عوض کی مقتضی ہو اور:
(۳) اِسْتَجَابَ: عموماً دعا کو قبول کرنے اور پھر دادرسی کرنے کے لیے آتا ہے۔

۵۔۔۔ قبیلہ اور خاندان

کے لیے شُعُوْبٌ[۱]، قَبَائِلَ[۲]، فَصِیْلَةٌ[۳]، رَهْطٌ[۴]، عَشِیْرَةٌ[۵] اور اَسْبَاطٌ[۶] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شُعُوْب: کسی ایک آدمی کی اولاد در پھر اولاد در اولاد۔ آگے چل کر ایک ذات بن جاتی ہے۔

جسے عربی زبان میں شعب کہتے ہیں۔ اور شعب شاخ کو بھی کہتے ہیں (ج شعوب) شعب کے معنی میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) افتراق (۲) اجتماع۔ یعنی ایسی چیز جو آگے چل کر تو کئی حصوں میں بٹ جائے۔ مگر اس کا اصل ایک ہو اور اصل سے اس کا رابطہ قائم رہے خلیل کہتے ہیں کہ یہ عربی زبان کی ندرت ہے کہ شعب میں افتراق بھی ہے اور اجتماع بھی (م۔ل)

۲۔ قَبَائِل: (واحد قبیلہ) اب یہ ذات یا شعب پھر کئی چھوٹے حصوں میں بٹ جاتی ہے جسے قبیلہ کہتے ہیں جن کا آپس میں رابطہ قائم ہوتا ہے۔ قبائل الرأس بمعنی سر کی ہڈیاں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں (منجد) اسے ہم اپنی زبان میں برادری کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۴۹/۱۳)	اور ہم نے تمہاری ذاتیں اور قبیلے تو اس لیے بنائے ہیں کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ورنہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ عزت تو وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

۳۔ فَصِيْلَةٌ: بمعنی خاندان۔ کنبہ۔ کسی ایک فرد کا اپنا خاندان۔ ایک ہی گھر کے افراد۔ اہل خانہ۔ چھوٹا قبیلہ جس میں اس کی بیوی، بیٹے بیٹیاں۔ بہن بھائی۔ والد، والدہ وغیرہ شامل ہیں (ف ل ۲۰۶) ارشادِ باری ہے:

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ (۷۰/۱۳)	مجرم یہ آرزو کرے گا کہ اس دن کے عذاب کے عوض اپنے بیٹوں، بیوی اور اپنے بھائیوں حتیٰ کہ خاندان بھر کو جس میں وُہ رہتا تھا بطور فدیہ دے دے۔

۴۔ رَهْط: کسی قبیلہ کے نوجوانوں کی مختصر سی جماعت جن کی تعداد ۳ سے ۹ تک ہو اور اس میں کوئی عورت نہ ہو (فل ۲۰۵) ایسی جماعت کو بھی رَهْط کہتے ہیں اور اس جماعت کے سردار کو بھی (نیز دیکھیے "سردار") اور صاحبِ منجد کے نزدیک رَهْط کی طرف اگر عدد کی اضافت کریں تو اس سے اشخاص و افراد مراد ہوتے ہیں مثلاً خَمْسَةُ رَهْطٍ بمعنی پانچ اشخاص (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (۱۱/۹۲)	شعیبؑ نے کہا اے میری قوم! کیا میرے بھائی بند کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے؟

۵۔ عَشِيْرَة: عَشَرَ بمعنی ایک ساتھ مل جل کر رہنا (م ل) اور عشیرۃ اس چھوٹے سے قبیلہ کو کہتے ہیں جو صرف مرد کے رشتہ داروں پر مشتمل ہو۔ جیسے بیٹے، بیٹیاں، باپ دادا، چچے تائے، پھوپھیاں وغیرہ (ف ل ۲۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (۲۶/۲۱۴)	اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (انجام سے) ڈراؤ۔

۶۔ اَسْبَاط: سِبْط بمعنی اولاد کی اولاد مثلاً پوتے اور نواسے وغیرہ (مف) مگر یہ لفظ زیادہ تر نواسے (لڑکیوں کی اولاد) کے لیے مخصوص ہے۔ جس طرح حفید پوتے کے لیے (منجد) اور اگر اس

لفظ کی نسبت یہود کی طرف ہو تو اس سے قبیلہ مراد ہوگا (منجد) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک بنو اسماعیل میں جو حیثیت قبیلہ کی ہے وہی حیثیت بنو اسحاق میں سِبط کی ہے (ف ل ۲۵) قرآن میں اَسبَاط کا لفظ بنو اسحاق کے قبائل کے لیے آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَطَّعۡنٰهُمُ اثۡنَتَيۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا (۷/۱۶۰) — اور ہم نے بنی اسرائیل کو الگ الگ کر کے بارہ قبیلے اور پھر بڑی بڑی جماعتیں بنا دیا۔

ماحصل:
(۱) شُعُوب: بمعنی ذاتیں۔
(۲) قَبِيلَة: بمعنی برادری۔
(۳) فَصِيلَة: بمعنی خاندان یا کنبہ۔
(۴) رَهۡط: کسی قبیلہ کے نوجوانوں کی ٹولی تک کی جماعت اور ان کا سردار۔
(۵) عَشِيرَة: مرد کی طرف کے قریبی رشتہ داروں پر مشتمل چھوٹا قبیلہ۔
(۶) اَسۡبَاط: نواسے نواسیاں وغیرہ یا یہود کے قبائل۔

۶ــــ قتل کرنا

کے لیے قَتَلَ، سَفَكَ، حَسَّ اور اَثۡخَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَتَلَ: کا لفظ عام ہے۔ بمعنی مار دینا۔ روح کو تن سے جدا کر دینا۔ خواہ یہ گردن اڑانے سے ہو یا کسی دوسری صورت میں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَخُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ (۴/۸۹) — پھر اگر وہ پھر جائیں تو انہیں پکڑو اور جہاں کہیں پاؤ انہیں مار دو۔

۲۔ سَفَكَ: بمعنی خون یا پانی بہانا اور سَفُوك بمعنی جھوٹا آدمی۔ اور سَفَّاك بمعنی خونریز انسان۔ (مف۔م ل) یہ لفظ عموماً کسی کو ناجائز طور پر قتل کرنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا وَيَسۡفِكُ الدِّمَآءَ (۲/۳۰) — فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے جو فساد کرتا پھرے اور ناحق خون بہاتا پھرے۔

۳۔ حَسَّ: بمعنی کسی چیز کو جڑ سے اکھیڑ دینا (منجد) اور حَسّ بمعنی شدۃ القتل (ف ل ۴۸) گویا حَسّ کے معنی اس طرح چن چن کے مارنا ہے کہ دشمن کی جڑ کٹ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدۡ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗۤ اِذۡ تَحُسُّوۡنَهُمۡ بِاِذۡنِهٖ (۳/۱۵۲) — اور خدا نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ جب تم اس کے حکم سے ان (کافروں) کو تہس نہس کر رہے تھے۔

۴۔ اَثۡخَنَ: ثَخَنَ بمعنی کسی چیز کو اٹھا کر اس کے وزن کا اندازہ کرنا (م ل) اور ثَخُنَ بمعنی موٹا اور سخت ہونا اور اثخن فی الارض بمعنی خونریزی میں حد سے آگے بڑھنا (منجد) گویا اَثۡخَنَ میں قتل کے دوران سختی کا تصور بھی پایا جاتا ہے ــــ اور قتل عام کا بھی یعنی بے دریغ قتل کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا لَقِيۡتُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَضَرۡبَ — جب تمہاری کافروں سے مٹھ بھیڑ ہو جائے تو

الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (۴۷/۴) — ان کی گردنیں اڑاؤ یہاں تک کہ جب خوب قتل کر چکو تو (باقی ماندہ کو) خوب کس کر باندھو اور قید کر لو۔

ماحصل: (۱) قَتَلَ: کا لفظ عام ہے۔

(۲) سَفَكَ: ناجائز قتل کے لیے آتا ہے۔

(۳) حَسَّ: بمعنی چن چن کے مار کر دشمن کی جڑ کاٹ دینا۔

(۴) اَثْخَنَ بے دریغ قتل کرنا اور جتنا ممکن ہو قتل کرتے جانا۔

۷ ــــ قدم

کے لیے قَدَم، خُطْوَة اور اَثَر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَدَم (ج اقدام) بمعنی پاؤں۔ پیر۔ مشہور انسانی عضو (ج اقدام) قَدَم اور رِجل میں وہی فرق ہے جو بصر اور عین میں ہے یعنی قَدَم کا اطلاق پاؤں پر بھی ہوتا ہے اور پاؤں آگے رکھنے پر بھی۔ اس لحاظ سے قَدَم کا اطلاق صرف پیر پر نہیں بلکہ گھٹنا کے نیچے کے تمام حصہ پر ہوگا۔ (نیز دیکھیے پاؤں) ارشادِ باری ہے:

فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (۱۶/۹۴) — اس طرح (تمہارا) قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑا جائے گا۔

۲۔ خُطْوَة: (ج خُطُوَات) بمعنی دو قدموں کا درمیانی فاصلہ اور بمعنی کسی چیز کو تجاوز کر کے آگے بڑھ جانا (م۔ل) اور خُطُوَاتٌ لَازِمَة بمعنی ضروری اقدامات (منجد) گویا خُطُوَات کے معنی اقدامات (STEPS) پیش رفت اور اس سے مراد پورا راستہ بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (۲/۱۶۸) — اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔

۳۔ اَثَر (ج آثار) بمعنی بقیہ علامت۔ نقشِ پا (م ل) اور آثار بمعنی پاؤں کے نشانات۔ چھوڑے ہوئے نشانات۔ نقوشِ راہ۔ نیز دیکھیے "نشان" اور آثارِ قدیمہ بمعنی پرانے وقتوں کے نقوش اور نشانیاں قرآن میں ہے:

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸/۶۴) — موسیٰؑ نے (اپنے ساتھی یوشعؑ) سے کہا۔ اسی چیز کی تو ہم تلاش میں تھے پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشان پر واپس لوٹے۔

ماحصل: (۱) قدم: بمعنی پاؤں۔ مشہور عضو۔ اور آگے چلنا بھی۔

(۲) خُطْوَة: دو قدموں کا درمیانی فاصلہ۔ اور خُطُوَات بمعنی اقدامات (STEPS)

(۳) اَثَر: پاؤں کا نشان۔ نشانِ راہ۔

۸ ــــ قرار پکڑنا

کے لیے قَرَّ اور اِسْتَوٰى عَلٰى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَرَّ: بمعنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانا۔ اور قَرَّ کے معنی ٹھنڈا ہونا بھی ہے۔ اور ان دونوں معنوں کا آپس میں تعلق یہ ہے کہ سردی یا ٹھنڈک بھی سکون چاہتی ہے جیسا کہ اس کے برعکس حرارت حرکت چاہتی ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (۲۳/۳۳) اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور سابقہ دورِ جاہلیت کی طرح اظہارِ زینت و آرائش نہ کرتی پھرو۔

۲۔ اِسْتَوٰى عَلٰى، کے معنی کسی چیز پر سوار ہونا پھر اس کے بعد جم کر بیٹھ جانا ہے (دیکھیے سوار ہونا) اور قَرَّ اور اِسْتَوٰى عَلٰى کا بنیادی فرق یہ ہے کہ اِسْتَوٰى عَلٰى ایک حالت سے دوسری حالت میں قرار پکڑنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (۱۱/۴۴) یعنی کشتی نوحؑ جو سیلاب کے پانی میں تیر رہی بالآخر جودی پہاڑ پر ٹک گئی۔

نیز فرمایا:

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ (۲۳/۲۸) (اے نوح!) جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکو۔

اسی طرح تیسرے مقام پر ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (۷/۵۴) پھر قرار پکڑا عرش پر۔

ماحصل: (۱) قَرَّ: سابقہ صورت پر قرار پکڑنے کے لیے اور (۲) اِسْتَوٰى عَلٰى، پہلی صورت سے دوسری صورت میں جا کر قرار پکڑنے کے لیے آتا ہے۔

۹۔۔۔ قرآن کے مختلف نام

کے لیے قُرْاٰن[۱]، فُرْقَان[۲]، ذِکْر اور تَذْکِرَة[۳]، کِتَابٌ[۴] مُّبِیْنٌ[۵] اور حَدِیْث[۶] کے الفاظ آئے ہیں۔ جو اس کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ قُرْاٰن: قَرَءَ بمعنی پڑھنا سے اسم مبالغہ یعنی بار بار، کثرت سے اور ہمیشہ پڑھی جانے والی کتاب ارشاد باری ہے:

قٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ (۵۰/۱) ق۔ قسم ہے بڑی شان والے قرآن کی۔

۲۔ فُرْقَان: فَرَقَ بمعنی الگ کرنا۔ علیحدہ کرنا سے اسم مبالغہ ہے۔ یعنی ایسی کتاب جو حق و باطل کے ایک ایک پہلو میں تفریق و تمیز کر دے۔ ارشاد باری ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ (۲۵/۱) بہت بابرکت ذات ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔

۳۔ ذِکْر اور تَذْکِرَة: ذِکْر کی ضد نَسِیَ ہے۔ ذَکَرَ بمعنی یاد کرنا اور یاد آنا جو بھولنا کے خلاف ہے

اور قرآن کو ذِکر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انسان کے بھلائی کے فطری داعیہ کو بھی یاد دلاتی ہے اور عہدِ اَلَسْتُ کو بھی۔ لہٰذا یہ نصیحت بھی ہے۔ اور تَذْکِرَۃ کے معنی اسی لحاظ سے نصیحت بھی ہے اور یادداشت بھی۔ اور کسی سواری مثلاً ریل، ہوائی جہاز وغیرہ کے ٹکٹ کو تذکرۃ کہتے ہیں۔ اور سرٹیفکیٹ اور پاسپورٹ کو بھی (ق ۔ ج) ارشادِ باری ہے،

ءَ اُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا۔ (۳۸/۸) کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت (کی کتاب) اتری ہے۔

نیز فرمایا:

اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ (۷۳/۱۹) یہ قرآن تو نصیحت ہے۔

۴۔ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ: بَانَ بمعنی دُور ہونا اور الگ ہونا۔ بین میں تین باتیں پائی جاتی ہیں (۱) افتراق (۲) بُعد اور (۳) وضوح (م ل) اور بَیَّنَ بمعنی کسی بات کو کھول کر بیان کرنا۔ اور کتاب مبین یعنی ایسی کتاب جس میں ہدایت سے متعلق ہر ایک چیز کو پوری وضاحت اور تشریح سے بیان کیا گیا ہے۔ واضح اور روشن کتاب یعنی قرآن کریم۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ (۵/۱۵) بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (ہدایت) اور روشن کتاب آچکی ہے۔

۵۔ حَدِیْث: (حدث کی ضد عدم ہے) اور حَدَثَ بمعنی کسی نئی چیز کا ظہور میں آنا۔ اور حدیث سے مراد ہر وُہ بات ہے جو پہلے نہ ہو اور از سرِ نو ظہور میں آئے۔ نئی چیز۔ جیسے فرمایا:

لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔ (۶۵/۱) شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد (رجعت کی) کوئی نئی راہ پیدا کر دے۔

پھر حدیث کا اطلاق ہر اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو پہلے موجود تو ہو لیکن مرورِ زمانہ سے لوگوں کے ذہن سے اتر چکی ہو۔ اب اگر یہ از سرِ نو زندہ ہو گی تو اس پر بھی حدیث کا اطلاق ہو گا۔ نئی بات قرآن کو انہی معنوں میں حدیث کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ (۳۹/۲۳) اللہ تعالیٰ نے بہت بہتر بات نازل فرمائی ہے۔

۱۰ـــ قربانی کا جانور

کے لیے بُدْن، نُسُک، ھَدْی اور قَلَآئِد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بُدْن: (بُدْنَۃ کی جمع) بَدَن ہر جاندار کے جسم کو کہتے ہیں بشرطیکہ اس کا خون خشک شدہ ہوا ہو۔ (فل ۱۵۱) اور بَدَنَ اور بَدُنَ بمعنی موٹا ہونا ہے۔ اور بُدْن بمعنی قربانی کے اونٹ جنہیں مکہ میں لے جا کر ذبح کیا جائے (مف) اور قربانی کے اونٹوں کو بھی بُدْن ان کے جسیم اور موٹا ہونے کی مناسبت سے کہا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (۲۲/۳۶) — اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے اللہ کے شعائر سے بنا دیا ہے۔

۲۔ نُسُك : نَسَك کا لفظ عبادت اور تقرّب الی اللہ پر دلالت کرتا ہے۔ نَاسِك بمعنی زاہد اور نَسِیکۃ اس قربانی کے جانور کو کہتے ہیں جو تقرّب الی اللہ کے لیے کی جاوے (م۔ل) اور نُسُك نَسِیکۃ کی جمع ہے۔ پھر یہ لفظ بالعموم حج سے متعلق ہو گیا ہے۔ مَنَاسِكِ حجّ بمعنی حج کے ارکان واحکام۔ اور وُہ مقامات بھی جہاں یہ احکام بجا لائے جاتے ہیں۔ اسی طرح نُسُك سے مراد وُہ قربانی کے جانور ہیں جو ایّامِ تشریق میں منٰی کے مقام پر ذبح کیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (۲/۱۹۶) — پھر اگر کوئی تم میں سے (دورانِ حج) مریض ہو جائے یا اس کے سر میں تکلیف ہو (اور قربانی سے پہلے سر منڈانا پڑے) تو پھر اس کے بدلے میں روزے رکھے یا صدقہ کرے یا قربانی کرے۔

۳۔ هَدْی: (هَدْيَة کی جمع) قربانی کا وہ جانور جو ذبح کے لیے بیت اللہ شریف کی طرف بھیجا جائے خواہ اونٹ ہو یا گائے یا بھیڑ بکری اور خواہ وُہ نر ہو یا مادہ (منجد) ارشادِ باری ہے:

• وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (۲/۱۹۶) — اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈواؤ۔

۴۔ قَلَائِد: (واحد قَلَادَة) قَلَّدَ بمعنی کسی کے گلے میں ہار ڈالنا۔ اور قَلَادَة بمعنی ہار (منجد) پھر قَلَادَة ایسے قربانی کے جانور کو بھی کہتے ہیں جس کے گلے میں نشانی کے طور پر ہار یا پٹہ ڈال دیا گیا ہو۔ خواہ یہ حج سے متعلق ہو یا نذر پوری کرنے سے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ (۵/۲) — اے ایمان والو! خدا کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا۔ نہ ادب کے مہینے کی، نہ قربانی کے جانوروں کی اور ان جانوروں کی (جو خدا کی نذر کر دیے گئے ہوں ان) جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں۔

ماحصل: (۱) بُدْن: قربانی کے اونٹ جو حج کے دوران ذبح کیے جائیں۔

(۲) هَدْی: وُہ قربانی کے جانور جو ذبح کے لیے حاجی ساتھ لے جائیں۔

(۳) نُسُك: ایسے ہر قسم کے جانور جو منٰی میں ذبح کیے جائیں۔

(۴) قَلَائِد: ایسے قربانی کے جانور جن کے گلے میں پٹا ڈالا گیا ہو۔

قرض کے لیے دیکھیے ——— "اُدھار"

قریب ہونا۔ کرنا کے لیے دیکھیے ——— "نزدیک ہونا۔ کرنا"

۱۱۔ قسم ـــ قسم اٹھانا

کے لیے وَ، تَ اور لَ کے حروف بھی اہل عرب استعمال کرتے ہیں۔ یہ حروف یا تو بطور عادت اور تکیہ کلام استعمال کیے جاتے ہیں یا بعض دفعہ کلام میں تاکید اور مزید زور پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اور اگر ان حروف کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد اس چیز کو بطور شہادت پیش کرنا ہوتا ہے جس کی قسم اٹھائی گئی ہو۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمایئے، ارشادِ باری ہے؛

(۱) وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (۱۰۳/۲) زمانہ کی قسم انسان خسارے میں رہا ہے۔

(۲) تَ کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھانے کے لیے مخصوص ہے۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں؛

تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ (۲۱/۵۷) خدا کی قسم! میں تمہارے بتوں سے ضرور دو دو ہاتھ کروں گا۔

(۳) لَ قسمیہ قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا۔

ان حروف کے علاوہ مندرجہ ذیل افعال و اسماء قسم اٹھانے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ قَسَمٌ، یَمِیْنٌ، حَلَفَ، اَلِیَّةٌ (اَلو) اور اِیْلَاءٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَسَمَ: قَسَمَ بمعنی تقسیم کرنا یا بانٹنا ہے اور قسم اٹھانا بھی۔ اور قَسَمٌ بمعنی دل میں ظن پیدا ہونا جو بعد میں یقین تک پہنچ جائے (منجد) اور قَسَامَةٌ وہ قسمیں ہیں جو خون کے بدلے میں اولیاء کو مشکوک قبیلہ کے لوگ دیتے ہیں (منجد) گویا قسم کا لفظ کسی معاملہ میں شک کو دور کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال جھگڑے کی صورت میں ہوتا ہے (فق ل ۴۲) ارشادِ باری ہے؛

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ (۵۶/۷۶) اور یہ بہت بڑی قسم ہے کاش تم سمجھتے۔

دوسرے مقام پر ہے؛

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ۔ (۷/۲۰) اور شیطان نے آدم و حوا دونوں کے سامنے قسم اٹھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں۔

۲۔ یَمِیْن: رفع الزام کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے؛

اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ۔ (بخاری) یعنی بارِ ثبوت (شہادات فراہم کرنا) تو مدعی کے ذمہ ہے (اور اگر وہ یہ نہ کر سکے تو پھر) مدعا علیہ پر قسم ہے۔

اور یَمِیْن داہنا ہاتھ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب کسی وعدہ کی توثیق قسم سے کرنا مطلوب ہوتی تو قسم اٹھانے والا شخص اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر مارتا۔ لہٰذا یَمِیْن کا لفظ قسم کے لیے استعمال ہونے لگا۔ اور اس کی جمع اَیْمَان آتی ہے (مف) یَمِیْن کا لفظ قسم کے لیے مستعار ہے (فق ل ۴۳)

پھر بعض دفعہ اہل عرب محض کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھتے اور قسم اٹھا لیتے مگر

ان کا حقیقت سے کچھ تعلق نہ ہوتا تھا۔ ایسی قسموں کو اللہ تعالیٰ نے لغو قرار دیا اور قابل معافی بھی۔ اور جو قسم فی الواقعہ حقیقت پر مبنی ہو اسے یَمِیْن مُنْعَقِدَۃ کہتے ہیں جو قابل گرفت ہے۔ ارشاد باری ہے؛

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ (۲/۲۲۵) — اللہ تمہاری لغو قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کریگا مگر ایسی جو تم نے صدق دلی سے کھائی ہیں (ان پر مواخذہ کرے گا)

۳۔ حَلَف: حَلَفَ بمعنی کسی بات پر ثابت قدم رہنا (م۔ل) حلف وفاداری۔ درستی کے عہد و پیمان پر ثابت قدم رہنے کی قسم۔ اور حلیف قبائل وہ تھے جو صلح و جنگ میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی قسمیں اٹھاتے تھے۔ گویا حلف سابقہ مخاصمت کو ختم کرنے اور وفاداری کے تعلقات قائم کرنے کے معنوں میں ہے (فق ل ۴۲) قرآن میں ہے؛

وَسَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَکُمْ (۹/۴۲) — اور اب وہ خدا کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر وہ طاقت رکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوتے۔

۴۔ اَلِیَّۃ: اَلَا (یَاْلُوْا اَلْوًا) میں بنیادی طور پر دو معنی پائے جاتے ہیں (۱) کسی کام میں کوتاہی کرنا اور دیر لگانا۔ جیسے فرمایا؛

لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸) — وہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔

اور (۲) قسم کھانا۔ اور اَلِیَّۃ بمعنی قسم۔ ایسی قسم جس پر قسم کھانے والے کو تکلیف اور کوتاہی کا سامنا کرنا پڑے (مف) اور ابن الفارس کے نزدیک کوئی اچھا کام پورا نہ کرنے کی قسم (م۔ل) ارشاد باری ہے؛

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ (۲۴/۲۲) — اور تم میں سے صاحب فضل اور آسودہ لوگ یہ قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ قرابتداروں اور مسکینوں کو کچھ نہ دیں گے

۵۔ اِیْلَاء: اٰلٰی یُؤْلُوْا اِیْلَاءً: بمعنی اپنی بیوی سے علیحدہ رہنے اور جنسی تعلقات منقطع کرنے کی قسم اٹھانا (مف) دورِ جاہلیت میں لوگ اس قسم کے ذریعہ اپنی بیویوں کو بہت پریشان اور تنگ کرتے تھے۔ شریعت نے اس کی مدت زیادہ سے زیادہ چار ماہ مقرر کر کے اس قباحت کا سدِ باب کر دیا۔ ارشاد باری ہے؛

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَۃِ اَشْھُرٍ (۲/۲۲۶) — جو لوگ اپنی بیویوں سے ترکِ تعلق کی قسم کھا بیٹھتے ہیں انہیں چار ماہ انتظار کرنا چاہیے۔

ماحصل: (۱) قَسَم: رفع شک کے لیے۔

(۲) یَمِیْن: رفع الزام کے لیے اور عہد و پیمان کی توثیق کے لیے۔

(۳) حَلَف: دوستی کے عہد و پیمان کی توثیق کے لیے۔

(۴) اَلِیَّۃ: کسی اچھے کام کو پورا نہ کرنے کے لیے۔

(۵) اِیْلَاء: بیوی سے ترکِ تعلق کی قسم۔

۱۲ — قسم توڑنا

کے لیے نَکَثَ، نَقَضَ اور حَنِثَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَکَثَ: قسم توڑنے کے لیے عام اور معروف لفظ ہے۔ معاہدہ، بیع یا عہد و پیمان وغیرہ کی قسم توڑ دینا (منجد) ارشادِ باری ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (۹/۱۳) بھلا تم ان لوگوں سے کیوں جنگ نہ کرو جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں۔

۲۔ نَقَضَ: نقض کے معنی تخریب کے ہیں۔ نَقَضَ الْبِنَاءَ بمعنی عمارت ڈھانا۔ نَقَضَ الْحَبْلَ بمعنی رسی کے بل کھولنا۔ نقض العہد والامر بمعنی پختگی کے بعد عہد کو حیلوں بہانوں سے خراب کرنا۔ اور نقض امن یعنی بدامنی پھیلانا۔ امن کو خراب کرنا (منجد) گویا نقض کا لفظ نکث سے بہت زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے (نیز دیکھیے توڑنا) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا اور اپنی قسموں کو توثیق کے بعد مت توڑو۔

(۱۶/۹۱)

۳۔ حَنِثَ: حِنْث بمعنی غلط اور جھوٹی قسم اور بمعنی گناہ۔ نافرمانی (مف) اور حَنِثَ فِی الْيَمِيْنِ بمعنی قسم کی خلاف ورزی کرنا (م۔ل) یعنی جس کام کے کرنے کی قسم اٹھائی ہو وہ نہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (۳۸/۴۴) (ہم نے ایوبؑ سے کہا کہ) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے اپنی بی بی کو مارو اور قسم نہ توڑو۔ (قسم کو پورا کرو۔)

ماحصل: (۱) نَکَثَ: قسم توڑنے کا عام لفظ (۲) نقض: حیلوں بہانوں سے قسم کو غیر مؤثر اور خراب کرنا۔ اور (۳) حَنِثَ: قسم کو جھٹلانا۔ جس کام کرنے کی قسم اٹھائی ہو وہ نہ کرنا۔

قصد کرنا کے لیے دیکھیے "ارادہ کرنا"

۱۳۔ قلعہ

کے لیے حُصُوْن[۱]، صَيَاصِی[۲]، بُرُوْج[۳] اور مَحَارِيْب[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حُصُوْن: (واحد حِصْن) حِصْن ہر ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں حفاظت ہو سکے، وہ محیط بھی ہو اور پناہ کا کام دے سکے (م۔ل) قلعے جہاں مورچے بھی ہوں تاکہ وہاں پناہ لے کر اپنی حفاظت بھی کی جا سکے اور دشمن کا مقابلہ بھی۔ قرآن میں ہے:

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (۵۹/۲) اور یہود کو یقین تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ (کے عذاب) سے بچا لیں گے۔

۲۔ صَيَاصِی: (صِيْصِيَه کی جمع) ہر وہ چیز جس سے اپنے آپ کو محفوظ کیا جا سکے۔ گائے کے سینگ کو بھی اس لیے صِيْصِيَه کہتے ہیں کہ وہ اس سے اپنی حفاظت کرتی ہے (مف) بمعنی حفاظت گاہیں یا قلعے۔ قلعہ نما کوئی بھی چیز۔ یہود کے جنگی قلعے۔ اطام۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْھِمْ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ (۳۳/۲۶)

اور اہل کتاب میں سے اُن لوگوں کو جنھوں نے مشرکین کی مدد کی تھی اللہ نے ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا۔ اوران کے دلوں میں ہیبت بٹھا دی۔

۳۔ بُرُوْج: (بُرْج کی جمع) بَرَجَ بمعنی ظاہر ہونا۔ بلند ہونا۔ اور بَرَّجَ بمعنی بُرج بنانا۔ اور بُرْج بمعنی گنبد نما کوئی سی بلند عمارت۔ قلعہ، گنبد محل وغیرہ (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ (۴/۷۸)

تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آلے گی خواہ مضبوط قلعوں میں ہو۔

۴۔ مَحَارِیْب: (واحد مِحْرَاب) مِحْرَاب بمعنی گھر کا شروع کا حصہ۔ صدر مجلس۔ لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور مِحْرَاب بمعنی جنگجو، لڑاکا اور بہادر (منجد) اور ہر وُہ جگہ جہاں جنگی پلان یا سامان تیار ہو یا لڑائی کی جا سکے۔ لہٰذا قلعہ کے معنوں میں بھی آتا ہے (م۔ق) قرآن میں ہے:

یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ (۳۴/۱۳)

وہ جن حضرت سلیمانؑ کے لیے جو وُہ چاہتے بناتے یعنی قلعے اور مجسمے۔

ماحصل: (۱) حِصْن: ایسا قلعہ جو محیط ہو اور اس میں حفاظت اور پناہ کا انتظام ہو۔

(۲) صیصیة: ہر ایسی جگہ جہاں اپنا بچاؤ کیا جا سکے۔ قلعہ نما کوئی بھی چیز۔ یہودیوں کے قلعے۔

(۳) بُرُوْج: کوئی بلند، مضبوط اور گنبد نما عمارت۔

(۴) مِحْرَاب: ایسی جگہ جہاں لڑائی سے متعلقہ امور طے پائیں اور وُہ محفوظ ہو۔

قوت کے لیے دیکھیے "طاقت"

۱۴ ـــ قمیص

کے لیے قَمِیْص اور سَرَابِیْل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَمِیْص: پوشاک کا ایک معروف جزو۔ کرتہ۔ قرآن میں ہے:

وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ (۱۲/۲۷)

اور اگر یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہو تو زلیخا نے جھوٹ بولا۔

۲۔ سَرَابِیْل: (واحد سربال) قمیص اور پاجامہ دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اور صاحبِ منجد کے نزدیک قمیص یا ہر پہنے جانے والا لباس (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ (۱۶/۸۱)

اور اللہ نے تمہارے لیے ایسے کرتے بنائے جو تمہیں دھوپ سے بچاتے ہیں۔

١٥—— قوّت دینا

کے لیے اَیَّدَ[1]، اٰزَرَ[2] اور عَزَّزَ[3] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اَیَّدَ: الأید بمعنی سخت قوت (مف) اور اَیَّدَ بمعنی کسی کی بھرپور امداد کرنا اور اسے قوت بہم پہنچانا تائید کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا (۹/۴۰) — پھر اللہ نے پیغمبر پر تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے اسے تقویت دی جنھیں تم نہیں دیکھتے تھے۔

۲- اٰزَرَ: اَلْاَزْرُ بمعنی جڑ تہبند۔ اور اَلْاِزَارُ چادر۔ تہبند۔ پردہ۔ پشتہ دیوار۔ اور اٰزَرَ اَلْبَنَات بمعنی نباتات کا گتھ جانا۔ اور اٰزَرَ بمعنی کسی کو مضبوط کرنا۔ قوت پہنچانا (منجد) گویا اٰزَرَ کا لفظ کسی چیز میں فی نفسہٖ قوت پہنچانے کے لیے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ (۴۸/۲۹) — کھیتی کی طرح جس نے اپنا ڈنٹھل نکالا۔ پھر اسے مضبوط کیا۔ پھر موٹی ہوئی پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

۳- عَزَّزَ: عَزَّ کی ضد ذَلَّ ہے۔ اور عَزَّ بمعنی بالادست ہونا۔ اور اَعَزَّ بمعنی کسی کو عزت بخشنا۔ اور عَزَّزَ بمعنی کسی زیر دست کو اس قدر قوت دینا یا مدد بہم پہنچانا کہ وہ معاشرہ میں معزز بن جائے اور اسے عزت حاصل ہو۔ اور عزت ایسی حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو زیر دست یا مغلوب ہونے سے محفوظ رکھے (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ فَکَذَّبُوْھُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (۳۶/۱۴) — جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے تیسرے سے ان کو تقویت دی۔

ماحصل: (۱) اَیَّدَ: کسی کو بھرپور قوت پہنچا کر اس کی مدد کرنا۔

(۲) اٰزَرَ: فی نفسہٖ کسی چیز کو قوت دے کر مضبوط بنا دینا۔

(۳) عَزَّزَ: کسی زیر دست کو اتنی قوت دینا کہ وہ زیر دست نہ رہے۔ نیز دیکھیے "مدد دینا" اور "مضبوط کرنا"

١٦—— قیامت اور اس کے مختلف نام

کے لیے قِیَامَۃ[1] (قوم) اَلسَّاعَۃ[2] (سوع)، یَوْمُ الدِّیْن[3]، یَوْمُ الْخُرُوْج[4]، یَوْمُ الْحِسَاب[5]، یَوْمُ الْفَصْل[6] کے علاوہ کچھ صفاتی نام مثلاً غَاشِیَۃ، اَلْوَاقِعَۃ، اَلْحَاقَّۃ، صَاخَّۃ، اٰزِفَۃ، قَارِعَۃ، طَامَّۃُ الْکُبْرٰی بھی قرآن میں آئے ہیں۔

۱- قِیَامَۃ: بمعنی ہر طور قائم ہونے والی۔ ایسا دن یا دور جو حق و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے قائم ہوگا۔ اس دور کے مختلف حالات و امتیازات کی بناء پر ہی قیامت کے مختلف نام قرآن کریم میں مذکور ہوئے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ — ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن

أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۳/۱۸۵) تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

۲۔ اَلسَّاعَۃ: سَاعَۃ بمعنی گھڑی۔ اور اَلسَّاعَۃ مخصوص گھڑی۔ قرآن کریم میں اَلسَّاعَۃ سے مراد بالعموم وُہ گھڑی ہے جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا۔ (۶/۳۱) جب ان پر قیامت ناگہاں آموجود ہوگی تو بول اٹھیں گے کہ (ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔

۳۔ يَوْمُ الدِّيْن: وُہ دن یا دور جس میں ہر ایک کو اس کے اچھے یا بُرے اعمال کی سزا و جزا دی جائیگی۔ روزِ مکافات۔ اعمال کا بدلہ ملنے کا دن۔ قیامت۔ قرآن میں ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱/۴) وُہ اللہ جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔

۴۔ يَوْمُ الْخُرُوْج: قبروں سے باہر نکل آنے کا دن۔ دوسرے نفخہ صور کے ساتھ ہی مردے قبروں سے زندہ ہوکر باہر نکل کھڑے ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ۔ (۵۰/۴۲) جس دن لوگ چیخ یقیناً سُن لیں گے۔ وہی نکل پڑنے کا دن ہے۔

۵۔ يَوْمُ الْحِسَاب: لوگوں کے اعمال کے حساب کتاب کا دن۔ محاسبہ کا دن۔ اور یہ حساب لینے کا کام خود اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۸۸/۲۶) بلاشبہ انہیں ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے پھر ہمیں ہی اُن سے حساب لینا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۳۸/۱۶) اور کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہماری چٹھی حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔

۶۔ يَوْمُ الْفَصْل: جُدا ہونے کا دن۔ مومنوں اور کافروں کے الگ الگ ہونے کا دن۔ اور یہ کام حساب کے فیصلہ کے بعد ہوگا۔ اہل جنت اور اہل دوزخ الگ الگ ہوجائیں گے۔ ارشادِ باری ہے:

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (۷۷/۳۸) یہی فیصلہ کا دن ہے۔ ہم نے تمہیں اور تمہارے پہلوں سب کو اکٹھا کرلیا ہے۔

۷۔ غَاشِيَة: غَشِی بمعنی ایک چیز پر دوسری چیز کا چھا کر اسے ڈھانپ لینا۔ اور غشی ایسی حالت کو کہتے ہیں جبکہ انسان کے ہوش و حواس زائل ہوجائیں۔ غَاشِيَة بمعنی وُہ چیز جس کی ہیبت ہر ایک پر چھا جائے گی۔ ہوش و حواس گم کردینے والی۔ ارشادِ باری ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۔ (۸۸/۱) بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (یعنی قیامت) کا حال معلوم ہوا ہے۔

۸۔ اَلْوَاقِعَۃ: بمعنی ہو کر رہنے والی۔ وقوع پذیر ہونے والی۔ ارشادِ باری ہے:
اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ لَیْسَ لِوَقْعَتِہَا — جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی
کَاذِبَۃٌ (۵۶/۱) — جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔
۹۔ اَلْحَاقَّۃ: حَقَّ بمعنی واجب اور ثابت ہونا (منجد) اور حَاقَّۃ جس چیز کا قیام حق کا تقاضا ہے پائیدار حقیقت۔ قرآن میں ہے:
وَمَا اَدْرٰىکَ مَا الْحَاقَّۃُ (۶۹/۳) — اور تمہیں کیا معلوم وُہ سچ مچ ہونے والی کیا ہے؟
۱۰۔ صَاخَّۃ: صَخَّ ایسی آواز کو کہتے ہیں جو کانوں کو بہرا کر دے (م۔ل) ایسی سخت اور کرخت آواز جس سے کان پھٹ پڑیں۔ یہ کیفیت پہلے نفخۂ صور کے وقت ہو گی۔ قرآن میں ہے:
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ (۸۰/۳۳) — پھر جب قیامت کا غل مچے گا۔
۱۱۔ اٰزِفَۃ: اَزِفَ میں وقت کی تنگی کا مفہوم پایا جاتا ہے (مف) جیسے ہم کہتے ہیں کہ ٹرین روانہ ہونے کا وقت تنگ ہو گیا ہے۔ اور اٰزِفَۃ بمعنی عنقریب نزدیک پہنچ جانے والی۔ ارشادِ باری ہے:
وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَۃِ (۴۰/۱۸) — اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ۔
۱۲۔ قَارِعَۃ: قَرَعَ بمعنی ایک چیز کو دوسری پر اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو۔ اور قَرَعَ الْبَاب بمعنی اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور قَارِعَۃ بمعنی کھڑکھڑانے والی۔ اور ابن الفارس کے نزدیک ہر وُہ چیز جو انسان پر شدت کے ساتھ نازل ہو وُہ قَارِعَۃ ہے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:
وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا الْقَارِعَۃُ (۱۰۱/۱) — اور آپ کیا جانیں کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟
۱۳۔ طَآمَّۃُ الْکُبْرٰی: اَلطَّمُّ بمعنی پانی سے بھرا ہوا سمندر۔ اور طَمَّ بمعنی کسی چیز کا بھر جانا طَمَّ الْبِئْرَ اس نے کنویں کو مٹی سے بھر دیا۔ اور طَآمَّۃ بمعنی ایسی آفت جو دوسری تمام مصیبتوں پر حاوی ہو جائے۔ قرآن میں ہے:
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی (۷۹/۳۴) — پھر جب بڑی آفت آئے گی۔

قیام کرنا کے لیے دیکھیے "آباد ہونا"۔۔۔ اور "ٹھہرنا"

۱۷۔۔۔ قید خانہ

کے لیے سِجْن اور حَصِیْر کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ سِجْن: بمعنی قید خانہ۔ جیل۔ معروف لفظ ہے۔ ایسی جگہ جہاں عدالت سے سزا یافتہ لوگ قید میں رکھے جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:
فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ (۱۲/۴۲) — پھر یوسفؑ چند برس تک قید خانہ میں پڑے رہے۔
۲۔ حَصِیْر: حَصَرَ بمعنی کسی چیز کو چاروں طرف سے گھیر لینا۔ گھیراؤ کرنا۔ محاصرہ کرنا۔ اور حَصِیْر بمعنی کسی کو نظر بند کرنے کی جگہ۔ قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا (۱۷/۸) اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے

۱۸۔ قید کرنا ــــ قیدی بنانا

کے لیے حَبَسَ، اَثْبَتَ، اَسَرَ اور سَجَنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَبَسَ: بمعنی کسی کو اٹھنے سے روک دینا (مف) اور حَبَسَ الشَّیَٔ بمعنی کسی چیز کی پوری طرح سے حفاظت کرنا۔ اور مَحْبَسَۃ بمعنی قید خانہ۔ نیز عابدوں اور زاہدوں کا گوشۂ عزلت۔ اور حَابَسَ بمعنی کسی کو روکے رکھنا۔ حراست میں رکھنا (منجد) نیز حَبَسَ بمعنی منع عن التصرّف (فق ل ۹۳) یعنی کسی کو اس کی ملکیت میں تصرف کرنے سے روک دینا۔ اور مَحْبَس بمعنی حوالات جہاں پر تھانہ میں ملزم دورانِ تفتیش قید رکھے جاتے ہیں (ق ۔ ج) ارشادِ باری ہے:

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ (۵/۱۰۶) تم ان دونوں گواہوں کو نماز (عصر) کے بعد روک کر اُن سے اللہ کی قسمیں لو۔

۲۔ اَثْبَتَ: بمعنی کسی کو تسموں سے باندھنا (منجد) یعنی کسی کو جکڑ بند کر کے نقل و حرکت سے روک دینا۔ اور اپنی تحویل میں رکھنا۔ قرآن میں ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ (۸/۳۰) اور اے محمدؐ! اس وقت کو یاد کرو جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار دیں یا (وطن سے) نکال دیں۔

۳۔ اَسَرَ کے معنی بھی کسی کو رسی سے باندھنا ہے (م ۔ ق) اَسَرَ اور اَثْبَتَ میں فرق یہ ہے کہ اَسَرَ صرف دورانِ جنگ کسی کو قید کرنے کو کہتے ہیں۔ اَسِیْر بمعنی جنگی قیدی (ج اَسْرٰی اور اُسَارٰی) قرآن میں ہے:

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ (۲/۸۵) اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو فدیہ دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (۳۳/۲۶) کتنوں کو تم قتل کر رہے تھے اور کتنوں کو قید کرتے تھے۔

۴۔ سَجَنَ: عدالت کا ثبوتِ جرم کے بعد بطور سزا کسی کو قید میں ڈالنا۔ جیل میں بھیج دینا۔ کسی جرم کی سزا کے طور پر حاکم کا کسی کو قید میں ڈالنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۲/۲۵) زلیخا نے (اپنے خاوند سے) کہا اس شخص کی کیا سزا ہو جو تیری بیوی سے برائی کا ارادہ رکھے یہی کہ وہ قید کر دیا جائے یا اسے دردناک سزا دی جائے۔

ماحصل: (۱) حَبَسَ: کسی کو اس کی ضرورت اور ملکیت میں تصرف سے روک دینا (۲) اَثْبَتَ: کسی کو جکڑ بند کر کے اپنی تحویل میں لینا۔ زیر حراست کر لینا۔ (۳) اَسَرَ: دورانِ جنگ کسی کو باندھ کر قیدی بنانا (۴) سَجَنَ: عدالت کا بطور سزا کسی مجرم کو قید میں ڈالنا۔

۱۔۔۔۔ کاٹنا

کے لیے حَصَدَ، صَرَمَ، قَطَعَ، قَطَّعَ، بَتَرَ، بَتَّكَ، عَضَّ، خَضَدَ، جَزَّ اور عَقَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَصَدَ: بمعنی خشک اور پکی ہوئی فصل کا کاٹنا (فل ۲۱۱) اور حَصِيد بمعنی کٹی ہوئی کھیتی۔ اور محصد بمعنی درانتی اور حصیدۃ اس نیچے والی چھوڑی ہوئی فصل کو کہتے ہیں جس تک درانتی نہ پہنچ سکے۔ (پنجابی سُنڈھے) (م۔ق منجد) گویا حَصَدَ کا لفظ عموماً درانتی سے فصل کاٹنے کے لیے بولا جاتا ہے قرآن میں ہے:

فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْبُلِهٖ۔ (۱۲/۴۷) تو جو فصل تم کاٹو اس (کے دانوں) کو خوشوں میں ہی رہنے دینا۔

۲۔ صَرَمَ: کسی تیز دھار آلہ سے درختوں کے گچھے وغیرہ کاٹنا۔ صَارِم بمعنی تلوار اور صَرُوْم بمعنی تلوار سے کاٹنا۔ اور صَرُوْم بمعنی کاٹنے والی تلوار (مف۔ منجد) ارشاد باری ہے:

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ۔ (۶۸/۱۸) ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالا جیسے باغ والوں کو ڈالا تھا۔ جب انھوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ علی الصبح باغ کو کاٹ لیں گے۔

۳۔ قَطَعَ: بمعنی کسی چیز کو کاٹ کر اس کا کچھ حصّہ علیحدہ کر دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (۵۹/۵) کھجوروں کے درخت جو تم نے کاٹ دیے یا انھیں اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب اللہ کے حکم سے تھا۔

۴۔ قَطَّعَ: بمعنی کسی چیز کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (۴۷/۱۵) اور انھیں کھولتا پانی پلایا جائے گا جو اُن کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

۵۔ بَتَرَ: یہ لفظ کسی جانور کی دُم کاٹنے کے لیے مخصوص ہے اور معنوی لحاظ سے مقطوع النسل یا لاولد کو کہتے ہیں یا جس کا ذکرِ خیر باقی نہ رہے (مف) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (۱۰۸/۳) بیشک تمہارا دشمن ہی لاولد رہے گا۔

۶۔ بتك: خلیل کے نزدیک بتک سے مراد قطع اذن (کان کاٹنا) ہے (م-ل) اور امام راغب کے نزدیک اس کے معنی جانوروں کے کان چیرنا یا دوسرے اعضاء اور بال وغیرہ کاٹنا ہے۔ (مف) دورِ جاہلیت میں نذر و نیاز کی علامت کے طور پر لوگ ایسے کام کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ (۴/۱۱۹) (شیطان کہنے لگا) میں بنی آدم کو ضرور گمراہ کروں گا انہیں سہانے خواب دکھلاؤں گا۔ اور انھیں حکم دوں گا کہ چوپایوں کے کان چیریں۔

۷۔ عَضَّ: کسی جاندار کو دانتوں سے کاٹنا (ف-ل۔۱۱) ارشادِ باری ہے:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا (۲۵/۲۷) اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا، افسوس! میں نے رسول کے ساتھ اپنی راہ اختیار کی ہوتی۔

۸۔ خَضَدَ: (الشجر) کسی خاردار درخت کے کانٹے کاٹ کر یا توڑ کر اسے صاف کر دینا۔ بے خار بنا دینا (مف منجد) قرآن میں ہے:

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ (۵۶/۲۸) بے خار کی بیریوں میں۔

۹۔ جَذَّ: کے معنی اصل میں کسی سخت چیز کو کاٹ کر یا توڑ کر ریزہ ریزہ کر دینا ہے۔ اور اَلْجِذّ بمعنی کٹی ہوئی شے کا چھوٹا ٹکڑا اور جُذّ اد یا جُذاذ بمعنی کٹا ہوا ٹکڑا۔ سونے کا ڈلا۔ اور اذات بمعنی کٹی ہوئی شے کے باریک ریزے یا ٹکڑے (مف۔ منجد) اور انہی معنوں میں یہ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا (۲۱/۵۸) پھر یہ لفظ صرف کاٹنا یا توڑنا کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ (۱۱/۱۰۸) یہ خدا کی بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔

۱۰۔ عَقَرَ: میں گھاؤ زخم لگانے کا مفہوم پایا جاتا ہے (م-ل) الکلب العقور بمعنی کاٹنے والا کتا۔ اور عَقَرَ النَّخْلَةَ بمعنی کھجور کے درخت کو جڑ سے کاٹ دینا۔ (منجد) قرآن میں ہے:

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا (۹۱/۱۴) تو انہوں نے صالح کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

ماحصل: (۱) حَصَدَ: پکی ہوئی درانتی سے کاٹنا۔

(۲) صَرَمَ: تیز دھار آلہ سے پھلوں کے گچھے کاٹنا۔

(۳) قَطَعَ: کسی بھی چیز کو کاٹ کر جدا کر دینا۔

(۴) قَطَّعَ: کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

(۵) بتر: جانور کی دم کاٹنا۔ مقطوع النسل ہونا۔

(۶) بتک: کان وغیرہ کاٹنا یا چیرنا۔

(۷) عضّ: دانتوں سے کاٹنا۔

(۸) خَضَد : درخت کے کانٹے کاٹنا اور صاف کرنا۔ (۱۰) عَقَر : کاٹ کر کاری زخم لگانا۔

(۹) جَذّ : کسی سخت چیز کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

۲ ــــــ کٹنا

کے لیے تَقَطَّعَ، مَنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَقَطَّعَ : کسی چیز کا کٹ کر یا ٹوٹ کر الگ ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے :

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ (۲/۱۶۶)	اس دن کفر کے پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور دونوں عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

۲۔ مَنَّ : کئی معنوں میں آتا ہے مثلاً (۱) کسی سے بھلائی کرنا (۲) احسان جتلانا اور (۳) کٹ جانا (منجد) بمعنی قطع وانقطاع (م۔ل) لازم و متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ اور یہی تیسرا معنٰی ہمارے زیرِ بحث ہے مَنَّ الرَّجُلَ بمعنی کسی شخص کو تھکانا یا کمزور کر دینا۔ اور مَنَّ الْحَبْلَ بمعنی رسی کاٹنا اور مَنَّ الشَّیْءُ بمعنی کسی چیز کا کم ہونا (منجد) گویا مَنَّ کسی چیز کے آہستہ آہستہ کم ہو کر ختم ہو جانے یا اس کا سلسلہ منقطع ہو جانے کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۴۱/۸)	جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے نہ موقوف ہونے والا اجر ہے۔

ماحصل : (۱) تَقَطَّعَ : بمعنی کٹ کر علیحدہ ہو جانا۔ اور مَنَّ بمعنی آہستہ آہستہ کم ہو کر سلسلہ منقطع ہو جانا۔

۳ ــــــ کاغذ

کے لیے رَقّ اور قِرْطَاس کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَقّ : رَقَّ بمعنی پتلا اور نرم ہونا۔ اور رِقَّت دل کی نرمی کو کہتے ہیں (ضد قساوت) اور رَاقّ ہر وہ چیز ہے جو پتلی اور نرم ہو۔ مثلاً درخت کا پتا، جھلی، پتلا چمڑہ یا کاغذ (مف) گویا اس لفظ میں عمومیت ہے۔ رَقّ اور وَرَق ہم معنی ہے (ج اوراق) ارشادِ باری ہے :

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ (۵۲/۲)	اور اس کتاب کی قسم؛ جو پھیلے ہوئے اوراق میں لکھی ہوئی ہے۔

۲۔ قِرْطَاس : بمعنی لکھی ہوئی تحریری چٹھی (منجد) خواہ یہ کئی صفحات یا اوراق پر مشتمل ہو (م۔ق)ــــ قرطاس ابیض مشہور لفظ ہے۔ بمعنی کسی اہم معاملہ کے متعلق شائع شدہ واضح اور مکمل رپورٹ۔ قِرْطَاس دراصل کاغذ کی اس ابتدائی رف سی شکل کو بھی کہتے ہیں جسے مصریوں نے ایجاد کیا تھا نزولِ قرآن کے وقت ایسا کاغذ ملتا تھا لیکن بہت کمیاب تھا۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَوۡ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ كِتٰبًا فِيۡ قِرۡطَاسٍ فَلَمَسُوۡهُ بِاَيۡدِيۡهِمۡ (۶/۷) — اور اگر ہم کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے اور یہ اسے اپنے ہاتھ سے ٹٹول بھی لیتے۔

ماحصل: (۱) رَقّ: ہر پتلی اور نرم چیز جس پر لکھا جا سکے۔ خواہ یہ خالی ہو یا لکھی ہوئی۔

(۲) قِرۡطَاس: تحریر شدہ کاغذ یا کاغذات۔ موجودہ کاغذ کی ابتدائی رف سی شکل۔

۴ ـــــ کافی ہونا

کے لیے کَفٰی اور حَسۡب کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کَفٰی: بمعنی کافی ہونا۔ کسی چیز پر کفایت کرنا اور دوسری سے بے نیاز ہونا۔ کَفٰی کے فاعل پر بعض دفعہ حرف باء زائد بھی آتا ہے جیسے کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا یعنی اللہ کی شہادت اتنی کافی اور مکمل ہے کہ وہ کسی دوسرے کی شہادت سے بے نیاز کر دیتی ہے (منجد) اور کفایۃ وہ چیز ہے جو کافی ہو اور غیر سے بے نیاز کر دے۔ اور مکافات بمعنی احسان کا اتنے ہی احسان یا اس سے زیادہ چیز سے بدلہ دینا (منجد) کَفٰی کا لفظ دراصل کسی چیز کا پورا پورا بدلہ دینا۔ پھر اس سے کچھ زیادہ بھی دینا کے معنی میں آتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَكَفَى اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الۡقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيۡزًا (۳۳/۲۵) — اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہے اور اللہ تعالیٰ طاقت ور اور زبردست ہے۔

۲۔ حَسۡب: حَسَبَ بمعنی حساب کرنا۔ گننا۔ شمار کرنا۔ پھر اس کا حساب رکھنا۔ اور حسب اسم فعل ہے یعنی ایک ایک چیز کو مدِ نظر رکھ کر اس کے عوض کا حساب رکھنا۔ اس مفہوم کے لیے اُردو میں کوئی مخصوص لفظ نہیں۔ لہٰذا اس کا ترجمہ "کافی" سے کر دیا جاتا ہے البتہ پنجابی میں اس کے لیے ایک لفظ ہے "اپچی پیچی" کا حساب رکھنا۔ جو اس مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ یعنی یہ بات یا یہ کام ہماری ایک ایک ضرورت اور احتیاج کے لیے کافی ہے۔ بالفاظ دیگر حَسۡب کا لفظ کَفٰی سے ابلغ ہے ارشادِ باری ہے:

حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ (۳/۱۷۳) — ہمیں اللہ کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔

ماحصل: یہ دونوں لفظ اتنے قریب المعنیٰ ہیں کہ ایک کے بجائے دوسرا لفظ بلاتکلف استعمال ہو جاتا ہے جیسے حَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ (۲/۲۰۶) اور کَفٰی بِجَهَنَّمَ (۴/۵۵) فرق صرف یہ ہے کہ اگر مجموعی حیثیت کو سامنے رکھا جائے تو کَفٰی استعمال ہوگا۔ اور اگر ایک ایک پہلو کو مدِ نظر رکھا جائے تو حَسۡب کا۔ جیسے فرمایا: وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا (۴/۶)

کالا کے لیے دیکھیے "سیاہ"

۵ ـــــ کام آنا

کے لیے جَزَا (جزی) اور اَغۡنٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَزَا یَجْزِیْ جَزَاءً : (۱) کسی کام کا پورا پورا بدلہ دینا پھر اسے آزاد کرنا یا بچانا کا معنی دیتا ہے۔ (م۔ق۔مف) (۲) کسی کام کا بدل بننا۔ کام آنا۔ مثلاً :

یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا (۲/۴۸) — جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

اور بدلہ دے کر بچانے کے لیے :

اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۲۳/۱۱۱) — آج میں نے اُن کو اُن کے صبر کا بدلہ دیا۔ بیشک وُہ کامیاب ہو گئے۔

۲۔ اَغْنٰی : کسی چیز کا کافی ہونا اور فائدہ بخشنا (مف) کہ دوسری چیز کی احتیاج نہ رہے۔

مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ - هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ (۶۹/۲۸) — میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری بادشاہی مجھ سے چھن گئی۔

ماحصل : (۱) جَزَاء : کام آنا اور مصیبت سے بچانا (۲) اَغْنٰی : کام آنا اور فائدہ پہنچانا۔

۶ — کام — کام کرنا

کے لیے فَعَلَ، عَمِلَ، صَنَعَ، صَدَعَ، جَرَحَ، اِجْتَرَحَ، تَعَمَّدَ، اَمْر، شَاْن کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ فَعَلَ : فِعْل ہر وہ کام جو کسی اثر اندازی کا نتیجہ ہو۔ کام کرنے والے کا خواہ ارادہ ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کا مادی وجود ہو یا نہ ہو سب پر اس کا اطلاق ہو گا (ج افعال) (مف) اور فَعْلَةٌ بمعنی ایک دفعہ کوئی کام کرنا۔ قرآن میں ہے :

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (۲۶/۱۹) — (فرعون نے موسیٰؑ سے کہا) اور تم نے ایک اور کام (قبطی کا قتل) بھی کیا جو کیا۔ تم تو ناشکرے معلوم ہوتے ہو۔

دیکھیے اس آیت میں جس قتل کا ذکر ہے وُہ حضرت موسیٰؑ سے بلا ارادہ سرزد ہو گیا تھا۔ اور ارادۃً کام کرنے کے لیے درج ذیل آیت کا حصہ ملاحظہ فرمائیے :

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ (۲/۶۸) — وُہ کام کرو جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔

۲۔ عَمِلَ : عَمَل ہر وُہ کام جو کسی جاندار سے ارادتاً صادر ہو خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ عمل ج اعمال (مف) اور عَمَل کا لفظ محنت مزدوری کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے فرمایا :

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ (۱۸/۷۹) — اور جو کشتی تھی تو وُہ مسکین آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔

۳۔ صَنَعَ : کسی کام کو فنی مہارت سے سرانجام دینا۔ یہ عَمَل سے اخص ہے حیوانات کے لیے نہیں بولا جاتا (مف) اور صَنَّاع بمعنی کاریگر۔ اپنے کام میں ماہر۔ ارشادِ باری ہے :

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔ (۱۱/۳۸) — اے نوحؑ! ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی (کی ہدایات) کے مطابق ایک کشتی تیار کرو۔

۴۔ صَدَعَ: بمعنی کسی کام کو کر گزرنا (منجد) مشکلات کے باوجود تکلیف سہہ کر کوئی کام کرنا۔ اور صَدَعَ بِالْحَقِّ حق کا کھلے طور سے اظہار کرنا۔ اور صَدَعَ الشَّیْ بمعنی کسی شے کو پھاڑنا مگر جدا نہ کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۵/۹۴) — پس جو حکم تم کو (خدا کی طرف سے) ملا ہے وہ کر گزرو۔ اور مشرکوں کا خیال نہ کرو۔

۵۔ جَرَحَ: جرح بمعنی زخم (ج جروح) اور جَرَحَ بمعنی زخم لگانا۔ جَرَحَ بِاللِّسَان بمعنی کسی کو زبان سے زخم لگانا۔ زبان سے اذیت پہنچانا۔ کسی کا عیب و نقص بیان کرنا۔ اور جَرَحَ الشَّهَادَةَ بمعنی شہادت کو باطل کرنا (منجد) جب یہ فعل کام کرنے کے مفہوم میں استعمال ہو تو عموماً برے مفہوم میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ (۶/۶۰) — اور وہی تو ہے جو رات کو (سوتے وقت) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے۔

اور اِجْتَرَحَ بالخصوص ارتکاب کے معنوں میں آتا ہے (مف۔ منجد) اِجْتَرَحَ الْاِثْمَ اُس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (۴۵/۲۱) — جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔

۶۔ تَعَمَّدَ: عَمَدَ بمعنی کسی چیز کا قصد کرنا اور ٹیک لگانا۔ اور عَمَدٌ بمعنی ستون (ج عِمَاد) اور عَمُوْد اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سہارے خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ اور تَعَمَّدَ بمعنی دیدہ دانستہ یا جان بوجھ کر کوئی کام کرنا یعنی ایسا کام کرنا جس کے متعلق پہلے علم ہو کہ برا ہے اور اس کی ضد سہو ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا (۴/۹۳) — اور جو شخص قصداً مسلمان کو مار ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔

۷۔ اَمْر: بمعنی کام۔ حالت۔ معاملہ۔ بات۔ قولاً ہو یا فعلاً (ج امور) یہ لفظ فعل سے بھی زیادہ عام ہے کیونکہ اس کا اطلاق افعال کے علاوہ اقوال پر بھی ہوتا ہے۔ نیز ایسے کام یا معاملات پر بھی جن کا تعلق مشیت ایزدی سے ہو (مف) قرآن میں ہے:

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ — (ملکہ سبا نے سرداروں سے کہا) میں اس وقت تک

(۲۷/۳۳) کسی کام کا فیصلہ نہیں کرتی جبتک تم حاضر نہ ہو (اور مشورہ نہ دو)

اس آیت میں امر کا لفظ کام، بات، معاملہ تینوں معنی دے رہا ہے اور کام کا قولاً یا فعلاً کوئی وجود بھی نہیں۔

اور اَمْر بمعنی حکم بھی آتا ہے۔ اس صورت میں اس کی جمع اَوَامِر (ضد نواھی) ہوگی۔ اور جب اَمَرَ بطور فعل آئے تو اس کے معنی کام کرنا نہیں بلکہ حکم کرنا ہوتا ہے۔

۳۔ شَأن: (ج شؤون) بمعنی بڑے بڑے امور۔ احوال۔ معاملات۔ حالت۔ اور مِنْ شَانِهٖ کَذَا بمعنی ایسا کرنا اس کی فطرت و طبیعت سے ہے (منجد) گویا شان سے مراد ایسے کام کرنا ہے جو کسی کے شایانِ شان یا مناسب حال ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے متعلق فرماتے ہیں:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (۵۵/۲۹) ہر روز اللہ تعالیٰ کو (تصرفات عالم کا) ایک دھندا ہے

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ جب یہ لوگ آپ سے کسی کام کے لیے اجازت مانگا کریں

فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (۲۴/۶۲) تو ان میں سے جسے چاہو اجازت دیا کرو۔

ماحصل: (۱) فعل: ایسا کام جو خواہ ارادتاً کیا جائے یا بلا ارادہ سرزد ہو۔

(۲) عَمَل: وہ کام جو کوئی غرض پوری کرنے کے لیے ارادتاً کیا جائے۔

(۳) صَنَعَ: کسی کام کو فنی مہارت سے کرنا۔

(۴) صدع: مشکلات کے باوجود کوئی کام کر گزرنا۔

(۵) جرح: عموماً برا کام کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۶) تعمّد: دیدہ دانستہ کوئی برا کام کرنا۔

(۷) اَمْر: یہ فعل سے بھی اعم ہے۔ اور قول و فعل اور حالت سب کو شامل ہے۔

(۸) شَأن: کسی کا اپنے شایانِ شان کوئی کام۔

۷۔ کامیاب ہونا۔ مراد پانا

کے لیے اَفْلَحَ اور فَازَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَفْلَحَ، فَلَحَ کے معنی میں تین باتیں پائی جاتی ہیں (۱) پھاڑنا (۲) کامیابی (۳) بقا (م۔ل) اور فَلَّاح بمعنی کسان جو بیج بونے کے لیے زمین کو پھاڑتا۔ فصل پکنے پر کامیابی سے ہمکنار ہوتا اور اس سے فائدہ اٹھانے پر اپنی مراد پاتا ہے۔ اور اَفْلَحَ بمعنی کامیاب ہونا۔ مراد کو پہنچنا جو کسی کے اپنے عمل اور محنت کے نتیجہ میں ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي بلاشبہ ایماندار مراد کو پہنچے جو اپنی نماز میں عجز و نیاز

صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (۲۳/۲-۱) کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ فَازَ: بمعنی کسی مصیبت سے بچ جانا اور ساتھ ہی ساتھ کسی محبوب چیز تک پہنچنا (فق ل ۲۷۲) اور بمعنی سلامتی کے ساتھ بھلائی حاصل کر لینا۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (۳/۱۸۵) جو شخص آگ (دوزخ) سے دُور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وُہ مراد کو پہنچ گیا۔

فَازَ: کا لفظ لغتِ اضداد سے ہے۔ فاز بمعنی کامیاب ہونا اور نجات پانا بھی اور ہلاک ہونا یا مرنا بھی۔ فَوَّزَ الرَّجُل بمعنی آدمی مرگیا۔ اور مَفَازَةٌ (۳/۱۸۸) بمعنی کامیابی کا سبب یا جگہ بھی اور ہلاکت کا سبب یا جگہ بھی ہے (منجد) جیسا کہ محولہ آیت میں یہ ہلاکت کی جگہ یا سبب کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تاہم یہ لفظ عموماً مصیبت سے نجات پا کر اور مرغوب چیز سے ہمکنار ہو کر کامیاب ہونے اور مراد کو پہنچنے کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا (۴/۷۳) منافق کہے گا کاش میں ان (مومنوں) کے ساتھ ہوتا تو پاتا میں بڑی مراد (عثمانی)

ماحصل: (۱) اَفْلَحَ، محنت کا جائز ثمرہ مل جانے کی کامیابی کے لیے اور (۲) فَازَ ایسے عمل کے لیے آتا ہے جس میں کوتاہی کا نتیجہ ہلاکت اور کامیابی پر بہت زیادہ انعامات بھی ملیں۔

کان کے لیے اذن اور سمع کے الفاظ آئے ہیں اور اُن میں وُہی فرق ہے جو عین اور بصر یا رِجل اور قدم میں ہے۔

۸ ــــــ کانپنا

کے لیے زَلْزَل، مَارَ (مور) رَجَّ اور رَجَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زَلْزَلَ: زَلَّ بمعنی قدم کا پھسلنا۔ اور زَلْزَلَ میں تکرار لفظی ہے جو تکرار معنوی پر دال ہے یعنی بار بار اِدھر اُدھر پھسل پڑنا (مف) اور زَلْزَلَة بمعنی بھونچال۔ زمین کا جھٹکے کھانا۔ اِدھر اُدھر ہلنا اور کانپنا (فل ۴۲) یہ لفظ بھونچال کے لیے خاص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (۹۹/۱) جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائے گی۔

۲۔ رَجَّ: کسی چیز کو جنبش دینا۔ جھٹکا لگانا (مف) یہ زلزلہ کی ابتدائی حالت ہے (فل ۶۰) ارشادِ باری ہے:

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا (۵۶/۴) جب زمین بھونچال سے لرزنے لگے۔

۳۔ رَجَفَ: کا بنیادی معنی اضطراب شدید ہے (م۔ ل) بَحْرٌ رَجَّافٌ بمعنی متلاطم سمندر۔ وَالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ (۳۳/۶۰) بمعنی سنسنی پیدا کرنے والے سب چینی کی لہر دوڑانے والے۔ اور جب اس کی نسبت زمین کی طرف ہو تو بمعنی شدید جھٹکے۔ زلزلہ کی شدید کیفیت (فل ۶۰) قرآن میں ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں اور پہاڑ ایسے

الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا (۷۳/۱۴) (بھر بھرے) ہو جائیں جیسے ریت کے تودے پھسلے پڑتے۔

۴۔ مَارَ میں بنیادی تصور حرکت اور تیز رفتاری ہے۔ اَلنَّاقَةُ تَمُوْرُ فِي سَيْرِهَا بمعنی اونٹنی کا تیز رفتاری سے غبار اڑاتے چلے جانا (مف) اور مَوْرٌ بمعنی غبار بن کر ہوا میں اڑنا (فل ۳۱) اور مار الشئ بمعنی کسی شے کا تیز رفتاری کی وجہ سے آگے پیچھے ہلنا اور لرزنا۔ توازن کھو دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا (۵۲/۹) جس دن آسمان لرزنے لگے کپکپا کر۔

ماحصل: زَلْزَلَ، رَجَّ اور رَجَفَ تینوں بالعموم زلزلہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ زَلْزَلَ عام ہے رَجَّ ابتدائی کیفیت اور رجف شدید کیفیت کو کہتے ہیں۔ اور مَارَ کسی بھی چیز میں تیز رفتاری کی وجہ سے لرزش اور ڈگمگاہٹ کو کہتے ہیں۔

۹۔۔۔۔ کب؟

کے لیے اَيَّانَ[1] اور مَتٰى[2] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَيَّان: کسی کام کا وقت پوچھنے کے لیے آتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (۷۹/۴۲) (اے پیغمبرؐ!) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔

۲۔ مَتٰى: وقت کے علاوہ شرط کے معنی بھی دیتا ہے (م۔ ق) قرآن میں ہے:

(۱) مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۳۲/۲۸) اگر تم سچے ہو تو یہ فتح کب ہوگی؟

(۲) مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۳۶/۴۸) اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

۱۰۔۔۔۔ کتاب

کے لیے كِتَاب[1]، اَسْفَار[2]، سِجِلّ[3]، نُسْخَة[4]، زُبُر[5]، صُحُف[6] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں

۱۔ كِتَاب: ہر لکھی ہوئی چیز۔ چٹھی۔ اعمالنامہ اور معروف معنوں میں کتاب (ج كُتُب) قرآن میں ہے:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا (۲۷/۲۸) میری یہ چٹھی لے جاؤ۔

۲۔ اَسْفَار: (سِفْر کی جمع) سِفْر بمعنی بڑی کتاب۔ اجزائے تورات میں سے ایک جزو (منجد) اور سَفَرَ بمعنی کشف یا کسی چیز کو بے نقاب کرنا۔ اور سِفْر بمعنی ایسی کتاب جو حقائق کو بے نقاب کرنے والی ہو (مف۔ فق ل ۱۴۲) تورات کی بڑی بڑی شروح وتفاسیر۔ ارشادِ باری ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (۶۲/۵) جن لوگوں پر تورات (کے احکام کی تعمیل) کی ذمہ داری ڈالی گئی پھر انہوں نے اس بارِ (تعمیل) کو نہ اٹھایا، تو ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے) جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔

۳۔ سِجِل: بمعنی معاہدات کا رجسٹر۔ احکام ودعاوی کے ضبط کرنے کا رجسٹر جس کو قاضی اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے۔ جوڈیشل ریکارڈ۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (۲۱/۱۰۴) — جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے جیسے لکھی ہوئی چیزوں کا طومار لپیٹ دیا جاتا ہے۔

۴۔ نُسْخَۃ: نَسَخَ بمعنی مٹانا۔ منسوخ کرنا۔ اور نسخ الکتاب بمعنی کتاب کو حرف بحرف نقل کرنا۔ اور نُسْخَۃ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے نقل کیا جائے، اور اس کو بھی جو نقل کی گئی ہو (م۔ ق) ہر نسخہ کتاب تو ہوتا ہے مگر ہر کتاب نسخہ نہیں ہوتی (فق ل ۴۰ ۲) ——

ارشاد باری ہے:

وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ (۷/۱۵۴) — اور اس لکھے ہوئے نسخہ (تورات) میں ان لوگوں کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔

۵۔ زُبُر: زُبْرَۃ بمعنی لوہے کا بڑا تختہ یا چادر (ج زُبَر) اور زَبَرَ الکتاب بمعنی کتاب کو موٹے خط میں لکھنا۔ اور زَبْر گو مصدر ہے مگر اسم کے معنوں میں بھی آتا ہے اور کتاب کا معنی دیتا ہے (ج زُبُر) اور زَبُور وہ الہامی کتاب جو داؤدؑ پر نازل ہوئی۔ اور مِزْبَر بمعنی قلم (مف۔ منجد) اور زُبَر بمعنی پتھر پر لکھنا۔ اور اس کا بنیادی معنی ضخامت اور غلظت ہے (فق ل ۴ ۲) ارشاد باری ہے:

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ (۲۶/۱۹۶) — اور اس کی خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

۶۔ صُحُف: (واحد صَحِیْفَۃ) صَحِیْفَۃ بمعنی پھیلی ہوئی چیز جس پر کچھ لکھا جائے (مف) اور صَحِیْفَۃ بمعنی لکھا ہوا کاغذ، ورق۔ اور صِحَافَۃ بمعنی اخبار نویسی اور اَصْحَفَ بمعنی صحیفوں یا لکھے ہوئے اوراق کو کتاب کی صورت میں جمع کرنا۔ اور مُصْحَف (ج مصاحف) بمعنی کتاب۔ مجلد کتاب (منجد) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ (۸۷/۱۸-۱۹) — یہی بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے۔ (یعنی) ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

ماحصل: (۱) کِتَاب، ہر لکھی ہوئی چیز اور معروف معنوں میں کتاب۔

(۲) اَسْفَار: بڑی بڑی کتب (تورات کی) شروح وتفاسیر۔

(۳) سِجِل: ریکارڈ رکھنے کے قابل تحریریں اور مکتوب۔

(۴) نُسْخَۃ: نقل شدہ کتاب یا جس سے نقل کیا جائے۔

(۵) زُبُر: موٹے حروف میں لکھی ہوئی کتابیں

(۶) صُحُف: وہ لکھے ہوئے اوراق جن کو کتاب کی صورت میں جمع کیا جاسکے۔

۱۱۔۔۔ کترا جانا۔۔۔ بچ کر نکل جانا

کے لیے زَاوَرَ، قَرَضَ، حَادَ (حید) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زَاوَرَ: قول الزور بمعنی اینچ پینچ والی اور غلط بات۔ اَزْوَرُ جس شخص کے سینہ میں ٹیڑھاپن ہو (منجد) اور بِئْرٌ زَوْرَاءُ بمعنی ایسا کنواں جس کی کھدائی میں ٹیڑھاپن ہو۔ اور زَاوَرَ بمعنی ٹیڑھا ہونا یا ٹیڑھا ہو کر نکل جانا۔

۲۔ قَرَضَ: بمعنی کترنا اور کترا کر نکل جانا۔ قَرَضَ الْمَكَانَ بمعنی وہ اس مقام سے ادھر ادھر ہو کر نکل گیا اور قَرَضَ فِي السَّيْرِ بمعنی چلتے ہوئے ادھر ادھر جھکنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ	اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ (دھوپ) ان کے
عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ	غار سے داہنی طرف سمٹ جائے اور جب غروب
تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸/۱۷)	ہو تو اُن سے بائیں طرف کترا جائے۔

۳۔ حَادَ: بمعنی سیدھے راستہ سے پہلوتہی کرنا اور دُور بھاگنا (مف۔م ل) سمت بدل لینا ارشادِ باری ہے:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ	اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہو گئی
ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ (۱۹/۵۰)	(اے انسان) یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

ماحصل: (۱) زَاوَرَ: ٹیڑھا ہو کر نکل جانا۔ (۲) قرض: کترا کر نکلنا اور پھر سیدھے رستے پر ہو لینا۔ (۳) حَادَ: کترانا اور دور بھاگنا اور پھر سیدھی راہ پر نہ آنا

۱۲۔۔۔ کتنے؟

کے لیے كَمْ اور كَأَيِّ یا كَأَيِّنْ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ كَمْ: مبہم عدد، مدت یا مقدار کے پوچھنے کے لیے یہ لفظ آتا ہے۔ بمعنی کتنا۔ کتنے۔ کتنی یعنی بطور استفہام آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ (۲/۲۵۹)	اللہ تعالیٰ نے کہا، تم کتنا عرصہ (ٹھہرے) رہے ہو؟

۲۔ كَأَيِّ یا كَأَيِّنْ: كَمْ اور كَأَيِّنْ قریب المعنی ہیں۔ ان دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ كَأَيِّنْ میں زیادتی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ بمعنی کتنا ہی، کتنی ہی، کتنے ہی، یعنی بہت سی۔ اور بطور استفہام نہیں آتا۔

ارشادِ باری ہے:

وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَ	اور زمین و آسمان میں کتنی ہی (بہت سی) نشانیاں ہیں
الْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا (۱۲/۱۰۵)	جن پر یہ گزرتے ہیں۔

کجی کے لیے دیکھیے "ٹیڑھ" اور "ٹیڑھا ہونا" ۔۔۔۔ کروٹ دیکھیے ۔۔۔ "پہلو"

۱۳ـــــ کریدنا

کے لیے بَحَثَ اور بَعْثَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَحَثَ: کریدنا۔ کھودنا۔ مٹی کے نیچے سے کچھ ڈھونڈنا (فل ۱۔ م ل) ارشادِ باری ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ (۵/۳۱) — پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو (اپنی چونچ سے) زمین کریدنے لگا تاکہ قابیل کو یہ دکھلائے کہ وہ اپنے بھائی (ہابیل) کی لاش کیونکر چھپائے؟

۲۔ بَعْثَرَ: امام راغب کے نزدیک بُعْثِرَ کا لفظ بُعِثَ اور اُثِيْرَ سے مرکب ہے۔ بمعنی قبروں کو الٹ پلٹ کرنا اور مردوں کو اٹھانا (مف) اور بَعْثَرَ الْمَتَاعَ بمعنی سامان کا الٹانا پلٹانا (منجد) بَعْثَرَهٗ نظر کی اور تفتیش کی۔ باہر لایا اور ظاہر کیا (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ (۱۰۰/۹) — کیا وہ نہیں جانتا جب کریدا جاوے جو قبروں میں ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) بَحَثَ: زیر زمین کریدنا۔ (۲) بَعْثَرَ: کرید کر کوئی چیز برآمد کرنا۔

۱۴ـــــ کڑوا

کے لیے اَمَرّ، اُجَاج اور خَمْط کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَمَرّ: مَرَّ (مَرَارَة) بمعنی کڑوا ہونا۔ تلخ ہونا۔ مُرٌّ بمعنی کڑوا۔ اور اَمَرّ بمعنی بہت کڑوا (منجد) ارشادِ باری ہے:

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (۵۴/۴۶) — ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔

۲۔ اُجَاج: بمعنی بہت کھاری اور کڑوا پانی۔ اور اَجَّ الْمَاءَ بمعنی پانی کو کڑوا یا نمکین بنانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (۵۶/۷۰) — اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو کھاری کر دیں۔ پھر تم کیوں نہیں شکر کرتے؟

۳۔ خَمْط: بمعنی کھٹا کسیلا اور بمعنی ہر خاردار اور کڑوا درخت (منجد۔ م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ (۳۴/۱۶) — اور اُن کے اُن دو باغوں کو ہم نے ایسے دو باغوں سے بدل دیا جن کے میوے کسیلے تھے۔

ماحصل: (۱) اَمَرّ: خالص کڑوا اور سخت کڑوا (۲) اُجَاج: کڑوا اور نمکین (کھاری) پانی۔ (۳) خَمْط: کڑوا اور کھٹا (کسیلا) بدمزہ۔

۱۵ــــــ کسان

کے لیے زُرَّاع اور کُفَّار کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زُرَّاع: زارع کی جمع بمعنی زراعت یا کھیتی باڑی کرنے والا۔ کاشت کار۔ کسان۔ اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (۴۸/۲۹)

کھیتی کی طرح جس نے اپنی سوئی نکالی۔ پھر موٹی ہوئی پھر نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی (اور) کاشتکاروں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔

۲۔ کُفَّار: (کَافِر کی جمع) کَفَرَ بمعنی کسی چیز کو چھپانا۔ اور کَافِر کئی معنوں میں آتا ہے (۱) خدا کا منکر (۲) خدا کی نعمتوں کا منکر، ناشکرا (۳) حقیقت چھپانے والا۔ پوشیدہ طور پر رہنے والا۔ لوگوں سے دور الگ تھلگ زمین۔ پودے۔ کاشتکار۔ (منجد) اور اَلْكَفْرُ بمعنی لوگوں سے دور دراز زمین۔ دیہات (منجد) قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ (۵۷/۲۰)

بارش کی طرح کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کی کھیتی بھلی لگتی ہے۔

ماحصل: کسان بیج کو زمین میں دفن کرنے کے لحاظ سے کافر اور بعد میں اس کی نگہداشت کے لحاظ سے زارع ہوتا ہے۔

۱۶ــــــ کشتی ــ جہاز

کے لیے جَارِیَة، سَفِیْنَة اور فُلْك کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَارِیَة، جَرٰی یَجْرِیْ بمعنی چلنا اور بہنا۔ پانی اور ہوا کی طرح چلنے والی چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے کشتی کو جَارِیَة کہتے ہیں ج جوار (مف) اور اس سے مراد بادبانی کشتی ہے جو ہوا اور پانی کے رُخ اور بہاؤ کی مناسبت سے چلتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ (۵۵/۲۴)

اونچی اونچی کشتیاں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح (نظر آتی ہیں) اسی کی ہیں۔

۲۔ سَفِیْنَة: سَفَنَ بمعنی چھیلنا اور نرم بنانا۔ اور سَفَن بمعنی چوب تراشی کا آلہ۔ اور سَفِیْن بمعنی لکڑی پھاڑنے کی کیل یا پھانہ اور مِسْفَن بمعنی چوب تراشی کے اوزار۔ اور سَفَانَة بمعنی جہاز سازی کا پیشہ۔ اور سَفِیْنَة بمعنی جہاز، کشتی۔ (منجد) گویا سَفِیْنَة سے مراد ایسی کشتی ہے جو تراش خراش کر ہموار اور آرام دہ بنائی گئی ہو۔ ارشاد باری ہے:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ (۱۸/۷۹)

وہ کشتی غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری (کشتی چلا کر گزارا) کرتے تھے۔

۳۔ فُلْكٌ: فُلْك کا لفظ کسی چیز کے گول ہونے، چکر کھانے اور گھومنے پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) فَلْكٌ مِّنَ الْبَحْرِ بمعنی دریا کا بھنور۔ جہاں چاروں طرف سے پانی جمع ہو کر چکر کھانے لگے۔ اور فلَك بمعنی مدار۔ سیاروں کے گھومنے کا راستہ۔ آسمان اور اَلْفَلْكَةُ بمعنی ہر وُہ چیز جو بلند، اُبھری ہوئی اور گول ہو (منجد) گویا چکر لگاتے رہنے کی نسبت سے کشتی کو فُلْك کہتے ہیں۔ (اس کی جمع نہیں آتی) اور قرآن میں فلك کے ساتھ اکثر مَشْحُوْن کا لفظ آیا ہے۔ اور شَحَن بمعنی کشتی میں سامان لادنا اور اسے بھرنا۔ اور اَلشَّحْنَة وُہ چیز جس سے کشتی بھری جائے (منجد) گویا فلك ایسی کشتی ہوتی ہے جو مسافروں کے علاوہ بار برداری کا کام بھی دے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۳۷/۱۴۰) — اور یونسؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔

ماحصل: (۱) کشتی چلنے کے لحاظ سے جاریة، ہموار اور آرام دہ ہونے کے لحاظ سے سفینة اور کشتی نما ہونے کے لحاظ سے فلك ہے۔

۷۱۔ کعبہ کے مختلف نام

کے لیے کَعْبَة، اَلْبَيْت، بَيْتُ الْعَتِيْق، حَرَم، بَيْتُ الْحَرَام، بَيْتُ الْمُحَرَّم اور مَسْجِدُ الْحَرَام کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں جو اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ كَعْبَة: بمعنی ہر وُہ چیز جو مکعب شکل کی بنی ہو۔ اسی نسبت سے کعبہ کو کعبہ کہتے ہیں (مف) جس کے طول وعرض اور اونچائی برابر یا تقریباً برابر ہوں۔ مربع یا مربع نما تعمیر (ف ل ۱۶) ارشادِ باری ہے:

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ (۵/۹۵) — جسے دو معتبر شخص مقرر کر دیں قربانی (کرے اور یہ قربانی) کعبے پہنچائی جائے۔

۲۔ اَلْبَيْت: مخصوص گھر بیت اللہ شریف۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (۲/۱۲۴) — جب ہم نے خانہ کعبہ کے لوگوں کے جمع ہونے کی اور امن کی جگہ مقرر کیا۔

۳۔ بَيْتُ الْعَتِيْق: بمعنی قدیمی گھر۔ عَتِيْق سے مراد ایسی چیز ہے جو پرانا ہونے کے ساتھ ساتھ شرافت ونجابت سے بھی متصف ہو اور اس میں کمی نہ آئے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۲۲/۲۹) — اور لوگوں کو چاہیے کہ اس قدیمی گھر کا طواف کریں۔

۴۔ حَرَم: بمعنی اَلْمَنْعُ الشَّدِيْد (م۔ل) (۱) حرام وُہ اشیاء جن کے استعمال سے شریعت نے سختی سے روک دیا ہو اور اس کی ضد حلال ہے یعنی وُہ چیز جس کے استعمال پر کوئی پابندی نہ ہو (۲) اور حَرَم اور حَرَام بمعنی قابلِ احترام۔ ادب اور تعظیم کے لائق۔ ارشادِ باری ہے:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا — کیا ہم نے انھیں حرم میں جو امن کا مقام ہے، جگہ

(۲۸/۵۷) نہیں دی۔

۵- بَيْتُ الْحَرَام }
۶- بَيْتُ الْمُحَرَّم } قابل ادب واحترام گھر۔ قرآن میں ہے:

وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ (۵/۲) — اور نہ ہی وُہ جو بیت الحرام کا قصد کرنے والے ہیں۔

اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ (۱۴/۳۷) — میں نے اپنی اولاد ایسے بنجر میدان میں، جو تیرے عزت والے گھر کے نزدیک ہے، لا بسائی ہے۔

۷- مَسْجِدُ الْحَرَام: قابلِ عزت واحترام مسجد۔ بیت اللہ شریف۔ ارشاد باری ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى (۱۷/۱) — پاک ہے وُہ ذات جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔

۱۸ — کل

کے لیے اَمْس اور غَد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اَمْس: آج سے ایک دن پہلے گزرا ہوا دن۔ دیروز (YESTERDAY) اور اگر اعرابی حالت میں ہو تو اَلْاَمْس بمعنی گذشتہ ایام میں سے کوئی دن (منجد) اور محاورتاً اَمْس کا لفظ بول کر ماضی قریب کا زمانہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ (۲۸/۱۰) — تو ناگہاں وُہی شخص جس نے کل اُن (موسیٰ) سے مدد مانگی تھی پھر اُن کو پکار رہا ہے۔

اس آیت میں اَمْس سے مراد کل کا گزرا ہوا دن ہے۔ اور آیت ذیل میں زمانہ ماضی قریب مراد ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ (۱۰/۲۴) — تو ہم نے کاٹ کر اس (بستی) کو یوں کر ڈالا کہ گویا کل وہاں کوئی بستا ہی نہ تھا۔

۲- غَدْ: بمعنی آنے والا اگلا دن۔ فردا (TOMORROW) یہ لفظ بھی اَمْس کی طرح آنے والے دن کے بھی اور زمانہ مستقبل قریب کے بھی معنی دیتا ہے۔ مثلاً درج ذیل آیت میں اس کا معنی آنے والا دن ہے۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ۔ (۱۲/۱۲) — (اے باپ) کل اسے (یوسفؑ) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے۔

اور درج ذیل آیت میں غَد کا لفظ صرف مستقبل قریب کا ہی نہیں بلکہ اخروی زندگی کا معنی

دے رہا ہے جو قرآن کی رُو سے قریب ہی ہے۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ (۵۹/۱۸) — اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے فردائے قیامت کے لیے کیا (سامان) آگے بھیجا ہے۔

۱۹۔ کم کرنا ۔ کمی کرنا ۔ گھٹانا

کے لیے ظلم، الا (الو) قصر، الت، ھضم، فتر، قل، طفف، خسر، نقص، بخس، فرط اور وتر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ظَلَمَ: بمعنی "کسی چیز کو اس کے اصل مقام کے علاوہ کسی دوسری جگہ رکھنا"، اور اس کی ضد عدل ہے۔ یعنی جو چیز بھی عدل و انصاف کے منافی ہوگی وُہ ظلم ہوگا۔ گویا ظلم کے لفظ کا دائرہ استعمال بہت وسیع ہے۔ کسی بھی چیز میں کمی ہو یا بیشی، اور اس کمی بیشی کی مقدار بھی خواہ کتنی ہی کم ہو یا کتنی ہی زیادہ ہو سب پر ظلم کا اطلاق ہو گا۔ علاوہ ازیں یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا (۱۸/۳۳) — دونوں باغ اپنی فصل پوری دیتے اور اس میں کچھ کمی نہ کرتے۔

۲۔ اَلَا: بمعنی کوتاہی کرنا۔ کوئی کام جیسے چاہیے ویسے نہ کرنا۔ کسر چھوڑنا (مف ۔ م ل) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸) — اے ایمان والو! اپنے علاوہ دوسرے (غیر مسلم) کو رازدار نہ بناؤ۔ وُہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

۳۔ قَصَرَ: کوئی کام جتنا چاہیے اتنا نہ کرنا۔ اور امام راغب کے الفاظ میں کسی چیز کی لمبائی یا اس کی انتہا کو نہ پہنچنا (مف) مقررہ مقدار یا تعداد پوری نہ کرنا۔ تھوڑا کرنا۔ چھوٹا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (۴/۱۰۱) — اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو۔

۴۔ اَلَتَ: بمعنی کسی کے حق میں سے کچھ گھٹانا (منجد) مزدوری میں سے کچھ گھٹانا۔ کام کا پورا بدلہ نہ دینا یا دیر سے دینا۔ اَلْقَصْرُ وَاِبْطَاء (م ۔ ق) ارشادِ باری ہے:

مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (۵۲/۲۱) — ہم نے ان کے اعمال سے کچھ کم نہیں کیا۔

۵۔ ھَضَمَ: بمعنی کسی نرم چیز کو کچلنا۔ بھینچنا۔ نچوڑنا اور اس میں کمی کرنا (م ۔ ل) کسی کمزور کا حق دبانا — غصب کرنا۔ اور ھَضِیْم بمعنی نرم و نازک بھی (۲۶/۱۴۸) اور جلد ہضم ہونے والا بھی (م ۔ ق) ارشادِ باری ہے:

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلۡمًا وَّلَا هَضۡمًا (۲۰/۱۱۲) — اور جو کوئی بھلے کام کرے اور وہ مومن ہو تو اُسے بے انصافی اور کمی کا کچھ خوف نہ ہوگا۔

۶۔ فَتَرَ: بمعنی کسی چیز میں کمزوری واقع ہونا (م۔ل) کام کرتے کرتے یا تھکنے کی وجہ سے رفتار میں کمی واقع ہونا یا تھم جانا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِىۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ لَا يُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ (۴۳/۷۵) — مجرم لوگ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے جو اُن سے کم نہ کیا جائے گا۔

۷۔ قَلَّ: بنیادی طور پر اس کے دو معنی ہیں (۱) بلند ہونا (۲) کم ہونا۔ یہاں دوسرا زیر بحث ہے یعنی تعداد یا مقدار میں کم ہونا (ضد کَثُرَ) ارشادِ باری ہے:

اِنۡ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنۡكَ مَالًا وَّوَلَدًا۔ (۱۸/۳۹) — اگر تو مجھے مال اور اولاد میں کم تر دیکھتا ہے۔

۸۔ طَفَّفَ: طَفِيۡف بمعنی حقیر اور معمولی چیز۔ اور طَفَّفَ بمعنی ماپ کا پیمانہ بھرتے وقت تھوڑا سا کم بھرنا (مف) یا پیمانہ ہی تھوڑا سا چھوٹا رکھنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ (۸۳/۱) — ان ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے جو خود تو لیتے وقت دوسروں سے پورا لیتے ہیں۔

۹۔ خَسِرَ: بمعنی راس المال میں کمی واقع ہونا (مف) یہ لفظ عموماً تجارت سے مخصوص ہے (ضد رَبِحَ) گھاٹا پانا۔ نقصان اٹھانا۔ اور خسر المیزان بمعنی کسی کا حق دبا کر وزن میں کمی کرنا ہے، جیسا کہ سورۂ مطففین کی اگلی آیت یوں ہے:

وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ۔ (۸۳/۲) — اور جب خود انھیں ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو اس میں کمی کر جاتے ہیں۔

۱۰۔ نَقَصَ: کم کرنا۔ گھٹانا (ضد زَادَ اور نُقۡصَان ضد زِيَادَة) یہ لفظ خَسِرَ سے اعم ہے، ہر خسارہ نقصان ہے مگر ہر نقصان خسارہ نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری ہے:

نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا ۙ اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا (۷۳/۳) — نصف رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

۱۱۔ بَخَسَ: بَخۡس بمعنی ناقص۔ گھٹیا۔ کمتر (منجد) اور بَخَسَ بمعنی بدل میں ناقص یا کمتر چیز دینا یا تھوڑی دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَشَرَوۡهُ بِثَمَنٍۢ بَخۡسٍ دَرَاهِمَ مَعۡدُوۡدَةٍ (۱۲/۲۰) — اور انہوں نے یوسفؑ کو حقیر سی قیمت (یعنی) چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔

نیز فرمایا:

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (۸۵/۷) اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔

۱۲۔ فَرَّطَ: بمعنی کوتاہی کرنا۔ حدِ اعتدال سے پیچھے رہ جانا یا اس میں کمی کرنا (تفصیل دیکھیے حد سے بڑھنا اور "کم کرنا") فرط لغت اضداد سے ہے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا۔ (۳۱/۶) یہاں تک کہ جب ان پر قیامت ناگہاں آموجود ہوگی تو کہیں گے کہ افسوس ہم قیامت کے بارے میں کیسی کوتاہی کرتے رہے۔

۱۳۔ وَتَرَ: بمعنی ستانا، تکلیف پہنچانا۔ مال یا حق کو کم کرنا۔ اور اَلْوَتْر اور اَلْوِتْر بمعنی بدلہ لینا یا بدلہ لینے میں ظلم کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۔ (۳۵/۴۷) اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو کم (اور گم) نہیں کرے گا (جالندھریؒ)

ماحصل: (۱) ظلم: وسیع معنوں میں مستعمل ہے ہر قسم کی کمی بیشی کے لیے آتا ہے۔

(۲) اَلَا: کام جیسا چاہیے اس میں کمی کرنا۔

(۳) قَصَرَ: کام جتنا چاہیے اس میں کمی کرنا۔

(۴) اَلَتَ: بدلہ یا مزدوری سے کچھ کم دینا یا دیر کرکے دینا۔

(۵) هَضَمَ: کمزور کا حق دبانا۔ نرم چیز کو کچلنا۔

(۶) فَتَرَ: کمزوری کی وجہ سے کمی واقع ہونا۔

(۷) قَلَّ: تعداد یا مقدار میں کمی کرنا۔

(۸) طَفَّفَ: پیمانے تھوڑے بھرنا یا چھوٹے رکھنا۔

(۹) خَسِرَ: تجارت میں نقصان اٹھانا۔

(۱۰) نقص: خسر سے اعم ہے۔ ہر طرح کے معاملات میں کمی کیلیے

(۱۱) بَخَسَ: اچھی چیز کے بدلے۔ کمتر یا پوری کی بجائے تھوڑی دینا۔

(۱۲) فَرَّطَ: حدِ اعتدال سے کم کرنا۔ کوتاہی کرنا۔

(۱۳) وَتَرَ: بدلہ لینے یا دینے میں کمی کرنا یا نہ دینا۔

۲۰۔ کمانا ـــــ کمائی کرنا

کے لیے عَمِلَ، كَسَبَ اور اِكْتَسَبَ اور اِقْتَرَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَمِلَ: ہر وہ کام جو انسان ارادۃً کرے وہ اس کا عمل ہے۔ اور چونکہ کمائی کرنا بھی ایک عمل ہے لہٰذا ان معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ (۷۹/۱۸) (جو) کشتی (تھی وہ) غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں کام (ملاحی کا پیشہ) کرتے تھے۔

۲۔ كَسَبَ: کمانا یا کمائی کرنا کے لیے یہ لفظ عمل سے اخص ہے۔ یعنی جلب نفع یا خوش نصیبی کے لیے کوئی کام کرنا ـــ خواہ یہ کام اپنے لیے ہو یا دوسروں کے لیے۔ خواہ یہ کسب اچھا ہو یا بُرا، حلال ہو یا حرام اور كَاسِب بمعنی محنت مزدوری کرنے والا۔ پیشہ ور۔ ارشادِ باری ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ بدلہ ہے

جَزَآءً بِمَا كَسَبَا (۵/۳۸) جو انہوں نے کمایا۔

۳۔ اِكْتَسَبَ : اور اَكْتَسَبَ وہ کام ہے جو انسان صرف اپنے مفاد کو ملحوظ رکھ کر کرے (مف) ارشادِ باری ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَ مردوں کو ان کاموں کا ثواب ملے گا جو انہوں نے کیے
لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (۴/۳۲) اور عورتوں کو ان کا جو انہوں نے کیے۔

۴۔ اقترف: قَرَفَ بمعنی زخم کا چھلکا اتارنا۔ اور اِقْتَرَفَ بمعنی مذموم کام کرنا۔ ناجائز طریقے سے کمائی کرنا۔ محاورہ ہے اَلْاِعْتِرَافُ يُزِيلُ الْاِقْتِرَافَ یعنی اعترافِ (جرم) جرم کو زائل کر دیتا ہے (مف) گویا اقتراف گناہ اور جرم کے کاموں کے لیے مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ وہ لوگ جو گناہ کماتے ہیں وہ عنقریب اپنے کیے کی سزا
بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ (۶/۱۲۱) پائیں گے

ماحصل : (۱) عَمِلَ: کام کرنا عام ہے۔ کمائی کرنا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

(۲) کسب، جلب منفعت کے لیے کوئی کام کرنا۔ اپنے لیے ہو یا دوسرے کے لیے۔

(۳) اکتسب: اپنے نفع اور فائدہ کے لیے کوئی کام کرنا۔

(۴) اقترف: ناجائز کام کرنا۔ ناجائز طریقوں سے کمائی کرنا۔

۲۱ ـــــــ کمرہ

کے لیے حُجْرَة[۱] اور غُرْفَة[۲] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حُجْرَة: بمعنی کمرہ۔ قبر (منجد) (ج حجرات) اور بمعنی خانہ خورد (م۔ ا) گویا حجرۃ وہ معمولی سا کمرہ ہے جس سے پورے گھر کا کام لیا جاتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ (۴۹/۴) جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں۔

۲۔ غُرْفَة: بمعنی بالاخانہ (منجد) اور غُرَف۔ اور غُرُفَات بمعنی جنت کے منازل اور درجات (مف) گویا غرفہ سے اعلیٰ تعمیر شدہ اور بلند کمرہ مراد ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا (۲۵/۷۵) ان صفات کے لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیے جائیں گے (جالندھری)

۲۲ ـــــــ کمزور

کے لیے ضَعِيْف[۱]، وَاهِيَة[۲]، اَوْهَن[۳] اور اَذِلَّة[۴] کے الفاظ قرآن کریم میں ہے۔

۱۔ ضَعِيْف: (ضد قوی) طاقت اور قوت میں کمتر۔ کمزور معروف لفظ ہے۔ اور ضَعَفَ / ضُعْف

بمعنی کمزوری (ج ضُعَفَاء اور ضِعَاف) قرآن میں ہے:

فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا (۲/۲۸۲) — پھر اگر قرض لینے والا کم عقل یا کمزور ہو۔

۲۔ وَاهِيَة: وَهِيَ بمعنی کہنگی کی وجہ سے کمزور ہونا جیسے کپڑے کا بوسیدہ ہونا (فل ۲۹) اور وَهِيَ بمعنی کسی چیز کا ڈھیلا پڑ جانا۔ اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جانا (م۔ل) اس لفظ کا استعمال بالعموم کپڑے اور رسی وغیرہ کیلیے ہوتا ہے (فل ۲۹) اور أَلْوَهْيُ بمعنی چمڑے میں سوراخ ہو جانا (م۔ل) گویا کہنگی کی وجہ سے کسی چیز کے بوسیدہ ہونے، کمزور ہو کر پھٹ جانے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ پنجابی لفظ "بھُگا" اس کا صحیح مفہوم ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ (۶۹/۱۶) — اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس وقت کمزور ہو چکا ہو گا۔

۳۔ أَوْهَن: وَهَنَ بمعنی کمزور ہونا اس کا استعمال مادی طور پر ہو تو ہڈی یا سخت چیز کے کمزور ہونے کے لیے اور معنوی ہو تو معاملہ عمل کی کمزوری یا اخلاقی کمزوری کے لیے ہوتا ہے (فل ۲۹) (فق ل ۹۴) اور وَهَنَ بمعنی طاقت نہ رہنے کی وجہ سے کمزور اور سست پڑنا (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ (۲۹/۴۱) — بیشک تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔

نیز فرمایا:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ (۴/۱۰۴) — کافروں کا تعاقب کرنے میں سستی نہ دکھاؤ۔

۴۔ أَذِلَّة: (واحد ذلیل۔ ضد عزیز) بمعنی زیر دست۔ عزت اور قدر و منزلت میں کم تر۔ معاشرہ میں ثانوی حیثیت رکھنے والے لوگ۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ (۳/۱۲۳) — بیشک اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے۔

ماحصل: (۱) ضَعِيف: طاقت اور قوت میں کمتر۔

(۲) وَاهِي: بوسیدگی کی وجہ سے کمزور۔

(۳) وَهَنَ: طاقت میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے کمزور اور سست ہونا۔

(۴) أَذِلَّة: زیر دست اور بے سر و سامان لوگ۔

کمزور کرنا: بنانا اور رکھنا کے لیے اِسْتَضْعَفَ اور سست اور کمزور کرنے کے لیے أَوْهَنَ کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا:

أَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ (۸/۱۸) — بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

۲۳ ــــــ کنارہ

کے لیے طرف، حد، حرف، افق، اقطار، ارجاء، شفاء، معزل، شاطی، ساحل، اقصا، عدوہ اور صدف کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ طَرَف: بمعنی ہر چیز کی آخری حد۔ سرا۔ مکعب چیز کے گوشے۔ نوکدار پہلو۔ نگاہ۔ سمت (منجد) (ج اَطْرَاف) ارشادِ باری ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ (۱۱/۱۱۴) — اور دن کے دونوں کناروں (صبح و شام) کو نماز قائم کرو

۲۔ حَدّ: حَدَّ (السکین) بمعنی چھری کو تیز کرنا۔ اور حَدُّ السَّیْفِ بمعنی تلوار کی دھار۔ اور حَدّ بمعنی دو چیزوں کے درمیان کی روک۔ حَدَّ الْمَکَانَ اس نے مکان کی حد بنائی۔ اسی سے حدودِ اربعہ ہے یعنی چاروں طرف کی حدود۔ گویا حد کسی چیز کا انتہائی اور آخری کنارہ ہے جو اسے دوسری چیزوں سے جدا کرتا ہے۔ اور حُدُوْدُ اللّٰہِ بمعنی اللہ کے وہ احکام جن سے تجاوز کرنا باعثِ گناہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲/۲۲۹) — اور جو لوگ خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے، وہ ہی ظالم ہیں۔

۳۔ حَرْف: حَرْفُ الْجَبَلِ بمعنی پہاڑ کا تیز سرا۔ بلند ترین چوٹی۔ کہتے ہیں فُلَانٌ عَلٰی حَرْفٍ مِّنْ اَمْرِہٖ یعنی فلاں شخص معاملہ کے کنارہ پر ہے یعنی اگر کوئی چیز بھی خلافِ مرضی ظاہر ہوئی تو اس سے کنارہ کش ہو جائے گا (منجد) تذبذب کی انتہائی منزل۔ ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرُ اِطْمَاَنَّ بِہٖ وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃُ اِنْقَلَبَ عَلٰی وَجْھِہٖ (۲۲/۱۱) — اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) خدا کی عبادت کرتا ہے۔ پھر اگر اسے کوئی (دنیوی) فائدہ پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہو اور کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے۔

۴۔ اُفُق: اَفَقَ دو چیزوں کے اطراف کا دُور اور آخری حد پر پہنچ کر آپس میں مل جانا (م۔ل) یا ایسا نظر آنا۔ اور اس ملے ہوئے کنارے کو افق کہتے ہیں جیسے فضا کی ایک طرف زمین ہے اور دوسری طرف آسمان۔ تو یہ آخری حدِ نگاہ پر جہاں ملتے نظر آئیں وہ افق ہے (ج آفاق) اور آفاق بمعنی وسعتِ عالم جن میں کافی وسعت اور بُعد ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی (۵۳/۷) — اور وہ (جبرئیلؑ آسمان کے) اونچے کنارے پر تھے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ (۴۱/۵۳) — عنقریب ہم انھیں اطرافِ عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے۔

۵۔ اَقْطَار: قَطَرَ بمعنی قطار میں کھڑا کرنا۔ کہتے ہیں قَطَرَ الْبَعِیْرُ اِلَی الْبَعِیْرِ اونٹوں کو ایک

نظم (قطار) میں کھڑا کر دیا۔ اور اقطار الدنیا بمعنی دُنیا کے چاروں گوشے۔ علم ہندسہ کی اصطلاح میں وُہ خطِ مستقیم جو مرکز سے گزرتا ہوا دائرہ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کردے (منجد) گویا قطر میں خطِ مستقیم کا تصوّر بھی پایا جاتا ہے اور گول چیز کا بھی۔ اور نیز یہ کہ ایسے قطر ہزاروں کی تعداد میں ہو سکتے ہیں جس میں تمام اطراف و جوانب آ جاتی ہیں۔ دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے سیدھی اور مخالف سمتیں سب آ جاتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا (۳۳/۱۴)

اور ان منافقین پر مدینہ کے کناروں سے لوگ گھس آتے اور ان سے فتنہ (مسلمانوں کے خلاف سازش یا محاذ آرائی) کو کہا جاتا تو فوراً کرنے لگتے اور اُن کے لیے بہت کم توقّف کرتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا (۵۵/۳۳)

اے گروہ جنّ و انس! اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔

۶۔ ارجاء: رَجَا کی جمع ہے۔ بمعنی کسی گول چیز کا کنارہ۔ رَجَا الْبِئْرِ کنویں کا کنارہ۔ اور رَجَا السَّمَاء بمعنی آسمان کا کنارہ (مف) قرآن میں ہے:

وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (۶۹/۱۷)

اور فرشتے اس (آسمان) کے کناروں پر ہوں گے اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے۔

۷۔ شَفَا: یہ لفظ قربِ ہلاکت کے لیے ضرب المثل ہے۔ شَفَا ہر اس چیز کے کنارہ کو کہتے ہیں جو اندر سے خالی اور کھوکھلی ہو۔ اور جس کے کنارے پر کھڑے ہونے سے انسان کو گر کر ہلاک ہونے کا خطرہ رہتا ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (۳/۱۰۳)

اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اَمَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (۹/۱۰۹)

یا جس نے ایک گر پڑنے والی کھائی (پنجابی مَن یا مَنّی) کے کنارے پر کھڑے ہو کر اس کی بنیاد رکھی۔

۸۔ مَعْزِل: عَزَلَ بمعنی کنارہ کشی کرنا۔ ایک طرف ہونا اور بچ جانا۔ ابن الفارس کے الفاظ میں تَدُلُّ علی تنحیۃ وامالۃ وابعاد (م۔ل) یعنی معزل وُہ کنارہ ہے جس طرف جانے سے انسان کسی مصیبت سے بچ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَادٰى نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ

اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وُہ ایک کنارے

يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا (۱۱/۴۲) پر کھڑا تھا۔ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔

۹۔ شَاطِئٌ: بمعنی کسی چیز کے دو کناروں میں سے کوئی ایک کنارہ (م۔ل) دریا یا وادی کی کوئی ایک طرف یا کنارا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ (۲۸/۳۰) جب موسیٰؑ وہاں پہنچے تو وادی کے دائیں کنارے سے انھیں آواز آئی۔

۱۰۔ سَاحِل: کا لفظ دریا یا سمندر کے کنارہ کے لیے مخصوص ہے (منجد) قرآن میں ہے:

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ (۲۰/۳۹) پھر دریا اس (صندوق) کو کنارے پر پھینک دے گا۔

۱۱۔ اَقْصَا: قصو میں دُور ہونے اور دور رہنے کا تصوّر پایا جاتا ہے (م۔ل) اور اَقْصٰی بمعنی پرلی طرف کا۔ پرلا کنارہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى (۳۶/۲۰) اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہُوا آیا۔

۱۲۔ عُدْوَة: عَدَا بمعنی دُور ہونے والا مسافر۔ اور بمعنی وادی کا کنارہ۔ اور عُدْوَة بمعنی بلند جگہ وادی کا کنارہ (منجد) یعنی عُدْوَة کسی وادی یا میدان کے ایسے کنارہ کو کہتے ہیں جو دُور بھی ہو اور جگہ بھی بلند ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى (۸/۴۲) جب تم اُرلے کنارہ پر اور دشمن پرلے کنارہ پر تھا۔

۱۳۔ صَدَف: پہاڑوں کے درمیان کھلے میدان کو وادی کہتے ہیں۔ اور پہاڑوں کے کنارے جو اس وادی کی حدود ہوتی ہیں صَدَف کہلاتی ہیں۔ لہٰذا صَدَف کا ترجمہ وادی کا کنارہ بھی کر لیا جاتا ہے لیکن پہاڑ کا کنارہ اس کا موزوں تر ترجمہ ہے۔ چنانچہ امام راغب اس کا معنی پہاڑ کا کنارہ ہی کہتے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے:

حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ (۱۸/۹۶) یہاں تک کہ اس (ذوالقرنین) نے ان دونوں پہاڑوں کے کناروں (کے درمیانی حصّہ) کو برابر کر دیا۔

ماحصل: (۱) طَرَف: ہر شے کی آخری حد۔ سرا۔
(۲) حَدّ: ہر شے کی آخری حد جو دوسری چیزوں سے علیحدہ کرے۔
(۳) حَرْف: نوک دار کنارہ۔ تذبذب کی انتہائی منزل۔
(۴) اُفُق: دو گول چیزوں کی اطراف کا دور جا کر مقامِ اتصال۔
(۵) اَقْطَار: کسی گول چیز کے اندر کے اطراف و جوانب۔
(۶) اَرْجَاء: گول چیز مثلاً کنویں یا آسمان کا کنارہ
(۷) شفا: ایسی چیز کا کنارہ جو اندر سے کھوکھلی ہو۔ اور گرنے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ ہلاکت کا کنارہ۔
(۸) معزل: ایسا کنارہ جو پناہ کا کام دے۔
(۹) شاطی: میدان یا دریا کے کناروں میں سے کوئی ایک کنارہ۔

(۱۰) سَاحِل: دریا یا سمندر کا کنارہ۔ (۱۲) عُدْوَة: دُور کا کنارہ جو بلندی پر ہو۔
(۱۱) اَقْصَا: پرلا کنارہ۔ (۱۳) صدف: پہاڑ کا کنارہ۔

۲۴ ــــــــ کنواں

کے لیے بِئْر، جُبّ اور رَسّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- بِئر: بمعنی کنواں۔ عام لفظ ہے۔ آباد ہو یا غیر آباد (فل ۲۶۲) ایسے کنویں کو بھی کہہ سکتے ہیں جس میں پانی نہ ہو (ف۔ل ۳۱) قرآن میں ہے:

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ (۲۲/۴۵) — اور (بہت سے) کنویں بیکار اور (بہت سے) پلستر شدہ محل ویران (پڑے) ہیں۔

۲- جُبّ: ایسا کنواں جو صرف کھودا گیا ہو۔ اینٹ پتھر سے تعمیر نہ کیا گیا ہو (ف۔ل ۲۶۲) کچا کنواں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ (۱۲/۱۵) — پھر جب وہ (یوسفؑ کے بھائی) اسے لے گئے اور اس بات پر متفق ہو گئے کہ یوسفؑ کو کسی گمنام کنویں میں ڈال دیں۔

۳- رَسّ: بہت بڑا کنواں (ف۔ل ۳۹) جس میں پانی کافی مقدار میں ہو (ف۔ل ۲۶۲) قرآن میں ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ (۵۰/۱۲) — ان سے پہلے قوم نوح، کنویں والے اور ثمود (بھی) جھٹلا چکے ہیں۔

۲۵ ــــــــ کوڑا

کے لیے سَوْط اور جَلْدَة کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- سَوْط: بمعنی بٹا ہوا چمڑہ۔ کوڑا۔ چابک (مف) اور سَاطَ بمعنی کوڑے لگانا۔ اور سَوَّاط بمعنی کوڑا یا چابک رکھنے والا سپاہی۔ اور مِسْوَاط اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو بغیر چابک کے نہ چلتا ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ (۸۹/۱۳) — تو تیرے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا پھینکا۔

۲- جَلْدَة۔ جلد کسی جاندار کی کھال کو جِلد کہتے ہیں۔ اور جَلَدَ بمعنی کسی کو کھال پر مارنا کہ اس مار کا اثر کھال سے آگے نہ جائے۔ اور جَلْدَة ہر وُہ چیز ہے جس سے کھال پر مارا جائے اور وُہ سخت ہو لیکن وُہ زخم نہ کرے خواہ یہ کسی چیز کا ہو۔ درّہ۔ اَرْض جَلْدَة بمعنی سخت زمین (مف) اور جَلَّاد بمعنی کوڑے مارنے والا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ (۲۴/۲) زانی عورت اور مرد، ان میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو۔

ماحصل: جلدۃ عام ہے خواہ یہ چمڑے کا ہو یا کسی دوسری چیز کا مگر سخت ہو اور زخم نہ کرے جبکہ سوط چمڑے کے کوڑے یا چابک کو کہتے ہیں۔

۲۶۔ کوشش کرنا

کے لیے سَعٰی، جَھَدَ اور کَدَحَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَعٰی، بمعنی تیز تیز چلنا۔ آدھی دوڑ دوڑنا (مجازاً) کسی اچھے یا بُرے کام کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہونا قرآن میں ہے:

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (۵۳/۳۹) اور یہ کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

۲۔ جَھَدَ: کسی کام کی تکمیل میں اپنی امکانی کوششوں کو صرف کرنا سعی بلیغ۔ ابن الفارس کے الفاظ میں اَصْلُہُ الْمَشَقَّۃُ وَمَا یُقَارِبُہٗ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (۲۹/۶۹) جن لوگوں نے ہمارے دین کے سلسلہ میں کوشش کی، ہم ضرور انھیں اپنے راستوں کی طرف راہنمائی کریں گے۔

۳۔ کَدَحَ: اَلْکَدْحُ: بمعنی خراش اور کَدَحَ بمعنی کام میں بہت محنت کرنا (منجد) اور بمعنی تکلیفیں سہہ سہہ کر کام کرنا بمشقت کوئی کام کرتے جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ (۸۴/۶) اے انسان تجھے تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب کے پہنچنے میں کھپ کھپ کر پھر اس سے ملنا ہے۔

ماحصل: سَعٰی: کسی کام کے لیے کوشش کرنا۔ جَھَدَ: اس کے لیے تمام وسائل بروئے کار لانا۔ اور کَدَحَ دکھ اُٹھا اُٹھا کر کام کرتے جانا۔

۲۷۔ کون

کے لیے مَنْ اور اَیٌّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَنْ: ذوی العقول کے لیے واحد، جمع۔ مذکر و مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی کون جیسے مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے؟ (منجد) ارشادِ باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (۲/۲۵۵) کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں سفارش کر سکے؟

۲۔ اَیٌّ: استفہام کی صورت میں ضمائر پر داخل ہو کر "کون" کا معنی دیتا ہے اور اس میں اضافت لازمی ہوتی ہے (جس میں کبھی شرط کے معنی پائے جاتے ہیں) یعنی مذکورہ چیزوں میں سے کون۔ یہ بھی ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۶۷/۲) تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے؛

دوسرے مقام پر ہے:

لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔ (۴/۱۱) تم نہیں جانتے کہ فائدے کے لحاظ کون تم سے زیادہ قریب ہے؛

۲۸ ــــــ کوئی

کے لیے اَحَدٌ اور مَنْ اور مِنْ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَحَدٌ بمعنی بے نظیر۔ لاثانی۔ یکتا۔ اکیلا جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱۱۲/۱) اور اسمائے ترکیبی میں ایک کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اَحَدَ عَشَرَ وغیرہ (مؤنث اِحْدٰی) اور اس کا تیسرا استعمال یہ ہے کہ کل کے کسی ایک جزو کو ظاہر کرتا ہے۔ مثبت اور منفی دونوں طرح آتا ہے۔ اور عموماً ذوی العقول کے لیے آتا ہے مثلاً:

فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ (۱۲/۷۸) تو ہم تمام میں سے کوئی ایک لے لو۔

اور جب یہ منفی استعمال ہو تو "کوئی بھی" کا معنی دے گا۔ مثلاً:

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ۔ (۶۹/۴۷) تو پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔

۲۔ مَنْ اور مِنْ: یہ دونوں حروف بعض دفعہ کل کے غیر معین جزو یا اجزاء کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مَنْ ذوی العقول کے لیے آتا ہے اور جو کوئی۔ جو شخص کا معنی دیتا ہے جیسے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔ (۲/۸) اور ان لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے (یا ایسے ہیں جو کہتے ہیں) کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔

اور مِنْ عموماً غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔ (۱۷/۴۴) اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

ماحصل: (۱) اَحَدٌ کا استعمال کل کے ایک جزو اور عموماً ذوی العقول کے لیے۔

(۲) مَنْ، کا استعمال ایک جزو یا کئی اجزاء عموماً ذوی العقول کے لیے اور مِنْ کا استعمال غیر ذوی العقول کے لیے بھی ہوتا ہے۔

۲۹ ــــــ کہ ـــ گویا کہ

کے لیے اَنَّ، كَاَنَّ، كَاَنْ، كَاَنَّمَا اور اَلَّا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنْ : (اَنَّ مخففۃ) جملہ کے درمیان واقع ہو کر "کہ" یا "یہ کہ" کا معنی دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا (۲/۲۶) اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ مثال بیان کرے۔

۲۔ کَاَنْ۔ کَاَنَّ۔ کَاَنَّمَا : یہ سب حروف کَ تشبیہ اور اَنْ یا اَنَّ سے مرکب ہیں۔ اور "گویا کہ" کا معنی دیتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:
(۱) کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْهِ وَقْرًا (۳۱/۷) گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے کانوں میں بوجھ ہے۔
اَنْ اور کَاَنْ فعل پر داخل ہوتے ہیں جبکہ اَنَّ اور کَاَنَّ اسم پر داخل ہوتے ہیں جیسا کہ آیت بالا سے واضح ہے۔
(۲) کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ (۸/۶) گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔

۳۔ اَلَّا : دراصل اَنْ۔ لَا ہے۔ بمعنی "یہ کہ نہ" جملہ کے درمیان میں واقع ہو کر یہ معنی دے گا۔ ارشادِ باری ہے،
تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (۴۱/۳۰) ان پر فرشتے اترتے (اور کہتے) ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غمناک ہو۔

۳۰ ــــــ کہاں ؟

کے لیے اَیْنَ، اَیْنَمَا، اَنّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَیْنَ۔ اَیْنَمَا : اَیْنَ ظرف مکانی۔ جگہ پوچھنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا، اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ (۱۶/۲۷) میرے شریک کہاں ہیں؟ اَیْنَ کے بعد مَا کا اضافہ کرنے سے "جہاں کہیں" کا معنی دیتا ہے یعنی جملہ شرطیہ بن جاتا ہے جو جزا چاہتا ہے جیسے فرمایا اَیْنَمَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ (۴/۷۸) تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہیں موت آ پکڑے گی۔ یا جیسے فرمایا اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۲/۱۱۵) تم جہاں کہیں بھی (جس طرف بھی) منہ پھیرو وہیں خدا کی ذات ہے۔ اور ثَمَّ دراصل اَیْنَ کا جواب ہے۔ اَیْنَ بمعنی کہاں۔ اور ثَمَّ بمعنی وہاں۔ اُس جگہ۔

۲۔ اَنّٰی : جگہ اور حالت دونوں باتیں پوچھنے کے لیے آتا ہے (مف) قرآن میں ہے:
قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا (۳/۳۷) (زکریا نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا، اے مریم! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟
اور جب صرف ظرف مکانی کے لیے آئے تو کس طرف یا کدھر کا معنی دے گا۔ جیسے فرمایا:
قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ (۹/۳۰) اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر (یا کہاں) بہکے پھرتے ہیں

ماحصل : اَیْنَ صرف جگہ پوچھنے کے لیے اور اَنّٰی جگہ کے ساتھ حالت یا کیفیت بھی پوچھنے کے لیے آتا ہے۔

۳۱ـــــ کہانیاں ـــ واقعات

کے لیے اَسَاطِیْرُ[1]، اَحَادِیْثُ[2] اور قَصَصَ[3] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَسَاطِیْرُ: اُسْطُوْرَہ، اَسِیْطَرَۃ اور اِسْطَار تینوں اَسَاطِیْرُ کے واحد ہیں۔ اور اسطار، سطر سے مشتق ہے بمعنی ہر وُہ چیز جو سطور میں لکھی گئی ہو۔ یا ضبط تحریر میں آچکی ہو لیکن حقیقت میں محض نہ ہو بے اصل اور بے بنیاد بات (منجد) ایسی کہانیاں یا افسانے جو حقیقت پر مبنی نہ ہوں۔ قرآن میں ہے:

یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (۶/۲۵) کافر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

۲۔ اَحَادِیْث: (واحد حَدِیْث) ہر وُہ بات جو معرض وجود میں آئے اور پہلے نہ ہو وہ حدیث ہے پھر اس لفظ کا اطلاق ایسے واقعات پر بھی ہوتا ہے۔ جنھیں لوگ مرورِ زمانہ کی وجہ سے بھول چکے ہوں۔ سبق آموز پرانے واقعات۔ ارشادِ باری ہے:

کُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا کَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ (۲۳/۴۴) جب بھی کسی امت کے پاس رسول آیا تو وُہ اُسے جھٹلاتے رہے۔ اور ہم نے بھی ان کے بعض کو بعض کے پیچھے لگا دیا اور اس طرح انھیں یوں ملیامیٹ کیا کہ ان کو کہانیاں بنا دیا۔

۳۔ قَصَص: (قِصَّه کی جمع) قَصَّ بمعنی نشانِ قدم پر چلنا۔ اور قَصَّ بمعنی واقعہ بیان کرنا (م۔ق) اور قصص سے مراد ایسے واقعات ہیں جو عام لوگوں میں مشہور اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ زبان زد واقعات۔ ارشادِ باری ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (۱۲/۳) (اے پیغمبرؐ!) ہم آپ کے سامنے ایک بہت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اَسَاطِیْر: بے بنیاد واقعات (۲) احادیث: بھولے بسرے مگر سبق آموز واقعات۔ (۳) قَصَص: زبان زد واقعات۔

۳۲ـــــ کھال

کے لیے جِلْد اور شَوٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جِلْد: کسی جاندار کے جسم کی کھال اور پورے جسم کا اوپر کا حصہ اس کی کھال یا جلد ہے (مف) اور یہ لفظ عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا (۴/۵۶) جب بھی ان کی کھالیں گل (اور جل) جائیں گی تو ہم ان کی کھالیں بدل دیں گے۔

۲۔ شَوٰی: بمعنی جسم کے اطراف۔ ہاتھ پاؤں اور وہ اعضاء جن پر زخم لگنے سے موت واقع نہ ہو۔ محاورہ ہے رَمَاہُ فَاَشْوَاہُ یعنی میں نے اسے تیر مارا تو اس کے اطراف پر لگا۔ یعنی کسی ایسے عضو پر نہیں لگا جس پر زخم لگنے سے موت واقع ہوتی (مف) ارشادِ باری ہے:

كَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى (۷۰/۱۶) ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ وہ تو بھڑکتی آگ ہے۔ جو کھال ادھیڑ ڈالے گی۔

۳۳ ــــــ کھال اتارنا

کے لیے سَلَخَ اور کَشَطَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سَلَخَ: سَلَخَ الْحَيَّةُ بمعنی سانپ کا کینچلی اتارنا۔ اور سَلْخُ الْحَيَّةِ بمعنی سانپ کی کینچلی اور مِسْلَاخ کا معنی بھی سانپ کی کینچلی۔ اور سَلَخَ الْمِرْاَةُ عورت کا اپنا کرتہ اتارنا۔ اور سَلَخَ الْخَرُوْفَ بمعنی بکری کے بچے کی کھال اتارنا (منجد) گویا سَلَخَ کا لفظ کچی کھال۔ کچا چمڑہ یا کچا سا پردہ اتارنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ (۳۶/۳۷) اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں۔

۲۔ کَشَطَ (البعیر) اونٹ کی کھال اتارنا۔ اور کِشَاط بمعنی اتری ہوئی کھال اور کَشَّاط بمعنی قصائی قصاب (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ (۸۱/۱۱) اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی۔

ماحصل: عارضی جلد یا پردہ اتارنے کے لیے سَلَخَ اور مضبوط جلد یا پردہ اتارنے کے لیے کَشَطَ کا لفظ آتا ہے۔

۳۴ ــــــ کھانا (مصدر)

کے لیے اَکَلَ اور طَعِمَ اور رَتَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَکَلَ: یہ لفظ عام ہے اور ہر کھانے کی چیز خواہ یہ طعام ہو، روٹی ہو یا مٹھائی ہو، پھل ہو یا کوئی دوسری کھانے کی چیز۔ سب جگہ استعمال ہوتا ہے۔ انسان اور غیر انسان سب کے لیے یکساں مستعمل ہے۔ محاورہ ہے اَکَلَتِ النَّارُ الْحَطَبَ یعنی آگ لکڑیوں کو کھا گئی۔ (مف) قرآن میں ہے:

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (۵/۳) اور وہ جانور (بھی حرام ہے) جسے درندے پھاڑ کھائیں مگر جسے تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔

۲۔ طَعِمَ: اکل کے مقابلے میں بہت محدود معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی غذا کھانا۔ روٹی کھانا۔ کھانا کھانا (مف) اور ہر وہ چیز جو بطور غذا کھائی جائے۔ اور اس لفظ کا اطلاق بالعموم انسانوں کے لیے ہوتا ہے۔ طَعَامِیٌّ بمعنی روٹی بیچنے والا۔ اور مَطْعَم بمعنی ہوٹل (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ (۳۳/۵۳) — پھر جب کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔

۳۔ رَتَعَ: کا بنیادی معنی جانوروں کا چرنا چگنا ہے۔ پھر استعارہ کے طور پر انسانوں کے جی بھر کر کھانے پینے پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ یعنی جانوروں کی طرح بہت کھانا۔ قرآن میں ہے:

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ (۱۲/۱۲) — (اے باپ!) کل اسے (یوسفؑ کو) ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے۔

ماحصل: (۱) اَكَلَ: ہر کسی کے ہر چیز کو کھانے کے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

(۲) طَعِمَ: انسانوں کا غذا کھانا۔

(۳) رَتَعَ: خوب سیر ہو کر کھانا۔ جانوروں کا چرنا چگنا۔

۳۵ ــــــ کھلانا

کے لیے اَطْعَمَ اور رَزَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَطْعَمَ: کسی انسان کو غذا کھلانا۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ (۲۶/۷۹) — اور وہی (اللہ) ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

۲۔ رزق: وسیع مفہوم میں آتا ہے اور مادی اور روحانی ہر طرح کی غذا دینے کے لیے آتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے "خوراک") ارشادِ باری ہے:

وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ (۴/۵) — اس (مال میں) سے ان (یتیموں) کو کھلاتے اور پہناتے رہو

۳۶ ــــــ کھجور

کے لیے نَخْلَة[۱]، نَخْل اور نَخِيْل، لِيْنَة[۲] اور رُطَب[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نخلة: بمعنی کھجور کا پودا یا درخت۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۴) — (اے مریم!) کھجور کے تنے کو اپنی طرف جھٹکا دے۔

اور نَخْل، نَخْلَة کی جمع ہے۔ کھجور کے درخت اور ان کا پھل۔ کھجوریں۔ خرما۔ ارشادِ باری ہے:

جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ (۱۸/۳۲) — ان دونوں میں سے ایک شخص کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عنایت کیے تھے اور ان کے گرداگرد کھجوروں کے درخت لگا دیے تھے۔

اور نَخِيْل ایسے باغ یا کھیتی کو کہتے ہیں جس میں کھجوروں کے درخت بکثرت ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ (۲/۲۶۶) — کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو۔

۲۔ لِیْنَۃ: عجوہ (کھجور کی ایک عمدہ قسم) کے علاوہ ہر قسم کی کھجور کا درخت اور اس کا پھل (منجد فل ۱۱۶) ارشادِ باری ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (۵۹/۵) — کھجور کے جو درخت تم نے کاٹے یا انہیں اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا۔

۳۔ رُطَب: بمعنی تر و تازہ کھجور (پھل) (ف ل ۴۶) ارشادِ باری ہے:

تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (۱۹/۲۵) — تر و تازہ کھجوریں تم پر جھڑ پڑیں گی۔

۳۷۔ کھڑا کرنا۔ ہونا

کے لیے قَامَ اور اَقَامَ (قوم)، وَقَفَ، نَتَقَ، نَشَزَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَامَ: بمعنی کھڑا ہوا (ضد جَلَسَ اور قَعَدَ) معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى (۴/۱۴۲) — منافق لوگ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ڈھیلے ڈھیلے اور سست کھڑے ہوتے ہیں۔

اور اَقَامَ بمعنی کھڑا کرنا کھڑا کر دینا۔ قائم کرنا۔ سیدھا کھڑا کر دینا۔ پڑی چیز کو راستی سمت میں کر دینا۔ (م ل) ارشادِ باری ہے:

فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ (۱۸/۷۷) — پھر ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی تو خضرؑ نے اُسے سیدھا کر دیا۔

۲۔ وَقَفَ: بمعنی کام کرتے کرتے یا چلتے چلتے کچھ وقت کے لیے رُک جانا۔ بے حس و حرکت کھڑا ہونا (م ق) ٹھہر جانا اور ٹھہرا لینا متعدی و لازم دونوں طرح آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) لازم: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ (۶/۳۰) — اور کاش تم انھیں (اس وقت) دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے رُو برو کھڑے کیے جائیں گے۔

(۲) متعدی: وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (۳۷/۲۴) — اور انھیں ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔

۳۔ نَتَقَ: بمعنی ہلانا۔ بلند کرنا۔ پھیلانا۔ (منجد) اور بمعنی کسی چیز کو کھینچ کر ڈھیلا کر دینا (مف) اور بمعنی کسی چیز کو اتنے زور سے ہلانا کہ وہ اپنی جڑ پر تو قائم رہے مگر ایک طرف جھک جائے (م ل) پنجابی میں اس مفہوم کے لیے "الارنا" مخصوص لفظ ہے جو اس کا صحیح مفہوم ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ (۷/۱۷۱) — اور جب ہم نے ان (کے سروں) پر پہاڑ اٹھا کر کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا اور انھیں یقین ہو گیا کہ وہ اُن پر گرنے کو ہے۔

۴۔ نَشَزَ: بمعنی اُٹھ کھڑا ہونا۔ نشز الرجل جو آدمی بیٹھا ہوا تھا وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور نشز عن مکانہ

یعنی اپنی جگہ سے اُٹھا اور چل دیا۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا (۵۸/۱۱) اور جب کہا جائے اٹھ جاؤ تو اٹھ کر چل دو۔

ماحصل: (۱) قامَ: (ضد قعد اور جلس) کھڑا ہونے کے لیے عام لفظ۔ اور اقام کسی چیز کو اسی سمت میں کھڑا کرنا۔ قائم کرنا۔

(۲) وَقَفَ: بے حس و حرکت کھڑا کرنا یا ہونا۔ چلتے چلتے یا کام کرتے تھوڑی دیر تک رک جانا۔ ٹھہر جانا۔

(۳) نَتَقَ: کسی چیز کو اُلار دینا۔

(۴) نَشَزَ: بمعنی اٹھ کھڑے ہونا اور چل دینا۔ اُٹھ جانا۔

کھلا میدان کے لیے دیکھیے "زمین اور اس کی اقسام"

۳۸۔۔۔۔۔۔کھولنا

کے لیے اَنٰی اور غَلٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنٰی۔ یَانِیْ: بمعنی پانی وغیرہ حرارت میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا (مف۔م۔ل) یعنی کسی مائع چیز کا شدتِ حرارت سے کھولنے لگنا۔ قرآن میں ہے:

تُسْقٰی مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (۸۸/۵) اسے کھولتے چشمے سے پانی پلایا جائے گا۔

۲۔ غَلٰی: شدتِ حرارت کی وجہ سے پانی کھولنا اور اُوپر کو اُبھرنا۔ اُبال آنا۔ غلی القدر بمعنی ہانڈی میں اُبال آنا اور ہانڈی کی اشیاء کا اُبھرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (۴۴/۴۶) وہ پیٹوں میں یوں کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔

۳۹۔۔۔۔۔۔کھولنا

کے لیے بَسَطَ، فَتَحَ، حَلَّ، شَرَحَ، كَشَفَ، نَشَطَ، فَرَجَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَسَطَ: بمعنی کسی چیز کو کھولنا اور پھیلانا (ضد قبض اور قدر) کسی چیز کو پھیلانا اور توسیع کرنا۔ کشادہ کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ (۱۳/۲۶) اللہ جس کا چاہتا رزق کھلا کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۲۔ فَتَحَ: کسی پیچیدہ معاملہ کی پیچیدگی دُور کرنا (ضد اغلاق) بندھا ہوا سامان کھولنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ (۱۲/۶۵) جب یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ ان کی نقدی انھیں واپس کر دی گئی ہے۔

۳۔ حَلَّ (العقدۃ) یعنی گرہ کھولنا۔ عقدہ کشائی کرنا۔ مشکل حل کر دینا (م۔ا منجد) اربابِ حل و عقد

مشہور لفظ ہے۔

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ (۲/۲۷) — اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

۴۔ شَرَحَ: بمعنی مشکل کلام کے معنی کھولنا (مف) اور ابن الفارس کے نزدیک شرح میں دو باتیں بنیادی ہیں۔ (۱) فتح کھولنا اور (۲) بیان (وضاحت) (م۔ل) اور شرح صدر بمعنی سینہ کو کھولنا یعنی کسی مشکل اور پیچیدہ معاملہ کا سمجھ میں آجانا۔ قرآن میں ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ (۲/۲۵) — اے میرے پروردگار! میرا سینہ کھول دے اور میرا کام مجھ پر آسان کر دے۔

۵۔ كَشَفَ: کھولنا اور پرے ہٹا دینا۔ بے نقاب کرنا۔ ایک چیز سے دوسری چیز کو ہٹا دینا۔ اور پہلی چیز کا نمایاں اور ظاہر ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا (۲۷/۴۴) — جب ملکہ سبا نے اسے دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا۔ اور (کپڑا اٹھا کر) اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔

۶۔ نَشَطَ: لغت اضداد سے ہے۔ نَشَطَ الْحَبْلَ بمعنی رسی کو گرہ لگائی۔ اور نَشَطَ الْعُقْدَةَ بمعنی گرہ کو مضبوط کیا۔ اور النشوط بمعنی آسانی سے کھل جانے والی گرہ (منجد) اور النشط بمعنی آسانی سے کھل جانے والی گرہ۔ اور نَشَطَ بمعنی گرہ کھولنا (مف) گویا یہ لفظ حَلَّ سے اخص ہے۔ جو معنی حل العقدة کے ہیں وہی معنی نشط کے ہیں بمعنی گرہ کھولنا۔ جوڑ بند ڈھیلا کرنا۔ گرہ کو ڈھیلا کرنا۔ وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا (۷۹/۲) — ان فرشتوں کی قسم جو جسم میں داخل ہو کر روح کھینچ لیتے ہیں اور ان کی بھی جو سب جوڑ بند ڈھیلے کر دیتے ہیں

۷۔ فَرَجَ: فرج میں کشادگی کا تصوّر پایا جاتا ہے۔ فَرَجَ بمعنی کھولنا۔ کشادہ کرنا۔ کھلا کرنا۔ فراخ کرنا۔ مزید تفصیل شگاف میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (۷۷/۹) — اور جب آسمان میں جھروکے پڑ جائیں۔

ماحصل:

(۱) بسط: کھولنا اور پھیلانا۔
(۲) فتح: بند سامان یا پیچیدہ معاملہ کا کھولنا۔
(۳) حلّ: (العقدة) گرہ کھولنا۔
(۴) شرح: مشکل کلام کے معانی کھولنا۔
(۵) کشف: ایک چیز کو ہٹا کر دوسری کو بے نقاب کرنا۔
(۶) نشط: گرہ یا جوڑ بند وغیرہ ڈھیلے کرنا۔
(۷) فرج: کھولنا اور کشادہ کرنا۔ کھلا کرنا۔

۱۴۔ کھیتی باڑی کرنا

کے لیے حَرَثَ، زَرَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَرَثَ : بمعنی زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج بونا اور کھیتی باڑی کے لیے تیار کرنا (مف) اور مِحْرَث (ج محارث) بمعنی زمین جوتنے کے اوزار ہل وغیرہ (م۔ق) لیکن بعض دفعہ کھیتی کو بھی حَرْث کہہ دیا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَنِ اغْدُوْا عَلٰی حَرْثِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَارِمِیْنَ (۶۸/۲۲) — اگر تمہیں کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو۔

۲۔ زَرَعَ : کے اصل معنی اِنْبات یا اگانا ہے۔ اور اس (زمین) میں بیج ڈال کر اس کو پانی سے سیراب کرنا اور مناسب دیکھ بھال کرنا بھی شامل ہے۔ اس کو اگانے کی نسبت مجازاً انسان کی طرف ہوتی ہے کیونکہ وہ دیکھ بھال کے فرائض سرانجام دیتا ہے ورنہ حقیقت میں کھیتی اگانا تو اللہ ہی کا کام ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ۔ (۵۶/۶۳-۶۴) — بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟

ماحصل: (۱) حَرَثَ بمعنی ہل جوتنا اور بیج بونا (۲) زَرَعَ : بمعنی بیج بونے کے بعد اسے سیراب کرنا اور مناسب دیکھ بھال کرنا۔

۲۱ ــــ کھینچنا

کے لیے مَدَّ، جَرَّ، اِضْطَرَّ، سَلَخَ، نَزَعَ اور سَفَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَدَّ : بمعنی کسی چیز کو کھینچ کر لمبا یا دراز کرنا اور پھیلا دینا (مف) اس طرح کہ اتصال قائم رہے (م۔ل) اور مُدّت بمعنی زمانہ کی لمبائی۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ (۷/۲۰۲) — اور ان (کفار) کے بھائی انھیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں پھر اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔

اور مَدَّدَ تاکید مزید کے طور پر آتا ہے جیسے فرمایا: فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۱۰۴/۹) لمبے لمبے ستونوں میں۔

۲۔ جَرَّ : بمعنی کھینچنا اور گھسیٹنا (م۔ل) زمین پر کھینچنا۔ اور جَیْشٌ جَرَّارٌ بمعنی بہت بڑا لشکر جو وسیع رقبے میں پھیلا ہوا آگے کو بڑھتا ہے جیسے کھچا چلا آ رہا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ (۷/۱۵۰) — اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی کا سر پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچنے لگا۔

۳۔ اِضْطَرَّ : کسی کو جبراً کسی کام کی طرف کھینچنا۔ مجبور و بے بس کر کے کام پر کھینچ لانا (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ کَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ (۲/۱۲۶) — اور جو کوئی کفر کرے تو میں اسے تھوڑا سا فائدہ (دنیوی زندگی میں) دوں گا۔ پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف کھینچوں گا۔

۴۔ سَلَخَ: کسی جاندار کی کھال کھینچ کر اتارنا (مف) سانپ کی کینچلی اتارنا۔ اور ابن فارس کے الفاظ میں جلد پر سے کوئی شے نکالنا (م۔ل) اور سَلَخَتِ الشَّهْرُ بمعنی مہینے کا آخری دن ہو جانا (م ل) ارشادِ باری ہے:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ (۳۶/۳۷) اور رات (بھی) ان کے لیے ایک نشانی ہے۔ ہم اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں۔ پھر وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں

۵۔ نَزَعَ: بمعنی کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنا (مف) جیسے جسم سے روح کو نکالنا کھینچ کر کوئی چیز نکال لینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (۷/۴۳) اور ہم ان کے سینوں سے کینہ وغیرہ نکال لیں گے۔

۶۔ سَفَعَ: بمعنی گھوڑے کے پیشانی کے بالوں کو پکڑ کر کھینچنا (مف) ارشادِ باری ہے:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (۹۶/۱۵) اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے کھینچیں گے۔

ماحصل: (۱) مَدَّ: کھینچنا اور پھیلانا۔ لمبا کرنا کہ چیز متصل ہی رہے۔
(۲) جَرَّ: کسی کو زمین پر کھینچنا اور گھسیٹنا۔
(۳) اضطرّ: قہراً اور جبراً کسی کو کھینچ کر کسی کام کی طرف لانا۔
(۴) سَلَخَ: جلد سے کھال کھینچنا۔
(۵) نَزَعَ: کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنا۔
(۶) سَفَعَ (بالنّاصیۃ): پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا۔

۴۲۔ کھیلنا

کے لیے لَعِبَ، لَهْي (لهو) اور عَبَثَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَعِبَ: بمعنی کھیلنا۔ تفریح کی خاطر کوئی کام کرنا۔ ایسا کام کرنا جس پر کوئی فائدہ مرتب نہ ہو۔ اور لُعْبَةٌ بمعنی کھیل۔ کھیل کی باری جس سے کھیلا جائے۔ اور لاعب اور لَعِب بمعنی کھلاڑی۔ اور ملاعب بمعنی کھیل کا ساتھی (منجد) قرآن میں ہے:

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ (۴۳/۸۳) اور ان کو بک بک کرنے اور کھیلنے دو۔ یہاں تک کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کو دیکھ لیں۔

۲۔ لَهْي: بمعنی تماشا اور ہر وہ کام جو تفریح طبع کے لیے کیا جائے۔ اور یہ لَعِبَ سے اعم ہے۔ لہو میں کھیلنا بھی شامل ہے۔ اور کھیل کو دیکھنا یا تماشا کرنا یا دیکھنا وغیرہ سب شامل ہے۔ یعنی ہر وہ کام جو بامقصد کاموں سے توجہ ہٹائے رکھے اور دل لگی کا باعث ہو وہ لہو ہے۔ اور اَلْهٰي بمعنی ایسے دل لگی کے کاموں کا اصل مقصد کے کاموں سے غافل کر دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (۶/۳۲) اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشا ہے۔

۳۔ عَبَث: یہ لہو سے بھی اعم ہے۔ یعنی کام تو بامقصد کیا جائے۔ لیکن اس کو کھیل کود سمجھ کر ہی کیا جائے۔ اور اس آمیزش سے اس کام کو بے مقصد اور بے نتیجہ بنا دیا جائے (مف) اور عبث بمعنی کھیل کود کرنا بھی ہے اور ایک چیز میں دوسری کو ملانا بھی عَبَثَ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ بمعنی ایک چیز کو دوسری میں ملا دینا۔ اور عَبَث بمعنی مذاق کرنا۔ کھیل کود کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا۔ (۲۳/۱۱۵) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ (جالندھریؒ)

تمہیں پیدا کیا کھیلنے کو (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) لَعِب: بمعنی کھیلنا۔

(۲) لَہْو: لعب سے اعم ہے۔ ہر وہ کام جو اصل مقصد سے غافل کر دے۔

(۳) عَبَث: بے مقصد کام کرنا یا بامقصد کام میں کھیل کو ملا کر اسے بے فائدہ بنا دینا۔

۴۳۔ کیا؟

کے لیے ءَ، ھَلْ (حروف) اور مَا (اسمیہ) اور مَاذَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ءَ: "کیا" کے معنوں میں اس حرف کا استعمال عام ہے۔ اسم، فعل، حرف سب پر داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) اَفَاِئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ (۳/۱۴۴) کیا اگر آپ مر جائیں یا مارے جائیں۔

(۲) ءَاَنْتَ فَعَلْتَ ھٰذَا (۲۱/۶۲) (اے ابراہیمؑ) کیا تو نے یہ کچھ کیا ہے؟

۲۔ ھَلْ: حرفِ استفہام۔ اسم اور فعل پر داخل ہوتا ہے۔ حرف پر نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے:

ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ (۱۳/۱۶) کیا بینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ مَا: (اسمیہ۔ استفہامیہ) صرف غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَا ھٰذِہِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَھَا عٰکِفُوْنَ (۲۱/۵۲) یہ مورتیاں کیا ہیں جن پر تم معتکف ہو؟

۴۔ مَاذَا: مَا اسمیہ استفہامیہ کے ساتھ ذَا کے اضافہ سے اس کے معنوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ "کیا اور کونسا" دونوں مفہوم ادا کرتا ہے۔ نیز ذوی العقول کے لیے بھی آسکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ (۲/۲۱۹) وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا (یعنی کونسا مال) خرچ کریں۔

(۲) مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ (۲۸/۶۵) تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟

۴۴۔ کیسے؟

کے لیے کَیْفَ اور اَنّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَیْفَ: کسی چیز کی کیفیت اور ماہیت پوچھنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ (۸۸/۱۷) — کیا لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے (عجیب) پیدا کیا گیا ہے؟

۲۔ اَنّٰی: کسی کام کی وجہ پوچھنے کے لیے آتا ہے۔ کیونکر۔ جیسے قرآن میں ہے:

اَنّٰی یَکُوْنُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا (۲/۲۴۷) — اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیسے ہو سکتا ہے؟

۴۵۔ کیوں ۔ کیوں نہ

کے لیے لِمَ، لَوْلَا اور لَوْمَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لِمَ: بمعنی کیوں۔ کس لیے۔ جیسے فرمایا:

رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی (۲۰/۱۲۵) — اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا!

۲۔ لَوْلَا: بمعنی کیوں نہ۔ ھَلَّا کے معنی میں توبیخ اور تحضیض کے لیے آتا ہے اور اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے۔

تحضیض کی صورت میں فعل مضارع کے ساتھ خاص ہوتا ہے جیسے:

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ (۲۷/۴۶) — تم اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے۔

اور توبیخ کی صورت میں فعل ماضی کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ جیسے:

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْہِ بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ۔ (۲۴/۱۳) — وہ اس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟

۳۔ لَوْمَا: حرفِ تحضیض ہے۔ اور مضارع پر داخل ہو کر لَوْلَا کے معنی دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَوْمَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَۃِ (۱۵/۷) — تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا۔

۱۔۔۔۔۔۔گاڑنا

کے لیے نَصَبَ[1]، اَرْسیٰ[2] (رسو)، دَسَّ[3] اور وَأَدَ[4] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَصَبَ: بمعنی کسی چیز کو کھڑا کرنا اور گاڑنا۔ اس طرح کہ اس کا کچھ حصّہ زمین کے اندر ہو اور زیادہ حصّہ باہر اسی اور سمت میں ہو جیسے زمین میں جھنڈا یا نیزہ گاڑنا یا عمارت یا پتھر کو کھڑا کرنے پر نصب کا لفظ بولا جاتا ہے (م۔ل۔مف) اور نصب اس بت کو بھی کہتے ہیں جو کسی جگہ فٹ کر دیا گیا ہو تھان (ج انصاب اور نُصُب) ارشادِ باری ہے:

وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ (۸۸/۱۹) (کیا وہ دیکھتے نہیں کہ) پہاڑ کس طرح گاڑ دیے گئے ہیں؟

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ (۵/۴) اور وہ جانور (بھی تم پر حرام ہے) جو تھانوں پر ذبح کیا جائے۔

۲۔ اَرْسٰی، رسو بمعنی ثابت و استوار ہونا۔ اور اَرْسٰی بمعنی کسی چیز کو زمین میں اس طرح گاڑنا کہ اس کا زیادہ حصّہ زمین کے اندر ہو اور تھوڑا باہر۔ کہتے ہیں، رَسَا الْوَتَدَ فِی الْاَرْضِ بمعنی کھونٹے کو زمین کا گاڑا یا ٹھونک دیا (منجد) اور رَاسِیَۃ بمعنی پہاڑ۔ اور اس کی جمع رَوَاسِی ہے۔ راسیۃ ایسے پہاڑوں کو کہتے ہیں جو زمین پر دور دراز رقبہ میں پھیلے ہوں کہ ان کا زیادہ حصّہ زیرِ زمین ہی ہوتا ہے۔ اور رواسی بمعنی سلسلہ ہائے کوہ۔ اور پہاڑ کے گاڑنے کے لیے اللہ نے نصب اور رسو دونوں الفاظ استعمال فرمائے ارشادِ باری ہے:

وَالْجِبَالَ اَرْسٰھَا (۷۹/۳۲) اور اس (زمین) میں پہاڑوں کو گاڑ دیا۔

نیز فرمایا:

ھُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ وَاَنْھٰرًا (۱۳/۳) اور وہی تو ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں۔

۳۔ دَسَّ: بمعنی کسی چیز کو مٹی میں چھپا کر گم کر دینا (م۔ق) اور بمعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں زبردستی داخل کرنا (مف) اور بمعنی کسی شے کو مٹی کے نیچے چھپانا۔ دھنسانا۔ اور دَسَّ عَلَیْہِ بمعنی سازش کرنا۔ خفیہ حیلہ کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

(۱) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (۹۱/۱۰) — اور جس نے اسے (نفس) کو خاک آلود کیا وہ نامراد ہوا۔

(۲) اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ (۱۶/۵۹) — یا تو بے عزتی اور خفت برداشت کر کے اپنے پاس رہنے دے یا پھر زمین میں گاڑ دے۔

۴۔ وَأَدَ: کسی زندہ کو مٹی کے بوجھ تلے دبا دینا (م۔ ل) زندہ درگور کرنا۔ یہ دَسّ سے اخص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (۸۱/۸) — اور جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے کہ وہ کس جرم کی پاداش میں ماری گئی تھی۔

ماحصل: (۱) نَصَبَ: جھنڈے کی طرح گاڑنا۔ تھوڑا حصہ زمین میں باقی سیدھا اوپر۔

(۲) اَدْسٰی: کھونٹے کی طرح ٹھونکنا۔ زمین کے اندر زیادہ حصہ۔

(۳) دَسّ: کسی چیز کو زیرِ زمین دبا دینا۔ یا گاڑ دینا۔

(۴) وَأَد: کسی جاندار کو زمین میں دبانا۔

گرد و غبار کے لیے دیکھیے "غبار"

۳ــــ گردش (زمانہ کی)

کے لیے رَیْبُ (المنون)، دَائِرَة (دور)، دُوْلَةٌ اور دَاوَل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَیْب (المنون) رَیْب بمعنی شک اور غلجان۔ اضطراب (تفصیل شک و شبہ میں دیکھیے) تہمت گردش۔ اور مَنٰی بمعنی آزمانا۔ بتلا کرنا۔ نیز مَنِيَّة بمعنی موت۔ قصد۔ تقدیرِ الٰہی۔ اور مَنِيَّة کی جمع مَنَايَا اور مَنُوْن آتی ہے (منجد) اور رَیْبَ الْمَنُوْن محاورتاً اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی شخص دوسرے کے برے انجام کا منتظر ہو۔ اور اس کا ترجمہ زمانہ کی گردش (حوادثِ زمانہ) سے کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (۵۲/۳۰) — یا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے حق میں زمانے کا حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔

۲۔ دَائِرَة، دَارَ بمعنی گھومنا۔ چکر کاٹنا۔ اور دَائِرَة ایک تو معروف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علم ہندسہ کی اصطلاح میں ایسا گول اور مستوی خط جس کا فاصلہ ہر مقام پر مرکز سے یکساں ہو۔ اور معنی گردشِ ایام۔ زمانہ کی آفتیں اور مصیبتیں (منجد) ہے۔ گویا یہ لفظ بھی برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی کسی پر مصائب و شدائد کے نزول کی انتظار (ج دوائر) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (۹/۹۸) — اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں زمانہ کی گردشوں کے منتظر ہیں۔ زمانہ کی گردش انہی پر (واقع ہو)۔

۳۔ دُوْلَةٌ اور دَوْلَةٌ دائرہ کے برعکس اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (مف) دال الزمان بمعنی زمانہ کا

ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرنا (منجد) روپے پیسے کی گردش، خوشحالی کے ایام اور اُن کی انتظار کے لیے آتا ہے۔ فے کے مال کی تقسیم اور مستحقین کی تفصیل تبلانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (۵۹/۷) تاکہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں انہی کے ہاتھوں میں (یہ مال و دولت) نہ پھرتا رہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ (۳/۱۴۰) اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔

ماحصل: ریب المنون اور دائرۃ میں فرق یہ ہے کہ ریب المنون کسی ہلاکت اور سخت شدائد کے لیے آتا ہے جبکہ دائرۃ میں اتنی شدت نہیں پائی جاتی اور دُولۃ اچھے ایام کی طرف گردش کے لیے مستعمل ہے۔

۳۔۔۔۔ گردن

کے لیے عُنُق، جِید، رَقَبَۃ اور وَتِیْن کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عُنُق: گردن یا گلا۔ مشہور عضو انسانی۔ اس کا استعمال عام ہے۔ (ج اعناق) ارشادِ باری ہے:

وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ (۱۷/۱۳) اور ہم نے ہر انسان کا اعمالنامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

۲۔ جِید: پتلی اور لمبی گردن (ف ل ۱۱۰) ہرن کی طرح کی خوبصورت گردن۔ قرآن میں ہے:

وَامْرَاَتُہٗ حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (۱۱۱/۴) اور اس (ابولہب) کی بیوی ایندھن اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی۔

۳۔ رَقَبَۃ: بمعنی گردن یا اس کے پیچھے کا حصہ (گدی) اور رَقَبَ بمعنی کسی کے گلے میں رسی یا پھندا ڈالنا نگرانی اور نگہبانی کرنا۔ اور اہل عرب عموماً جزء اشرف بول کر کل مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح رقبۃ سے مراد غلام لیا جاتا ہے کیونکہ اس کے گلے میں غلامی کا پھندا ہوتا ہے ج رقاب (منجد۔ مف) اور تحریر رقبۃ بمعنی گردن کو پھندے سے آزاد کرنا۔ یعنی غلام آزاد کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَۃُ۔ فَکُّ رَقَبَۃٍ (۹۰/۱۳) اور آپ کیا جانیں کہ وُہ گھاٹی کیا ہے۔ وُہ ہے کسی (کی گردن) کا چھڑانا۔

۴۔ وَتِیْن: بمعنی رگِ گردن۔ دل سے سر کو جانے والی شاہ رگ (ف ل ۱۱۴) گردن کی وُہ جانب جدھر شاہ رگ ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ (۶۹/۴۶) ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔ (جالندھری) گردن (عثمانی)

ماحصل: (۱) عُنُق: گردن کے لیے عام لفظ۔ (۲) جِید: لمبی اور خوبصورت گردن۔ (۳) رقبۃ: گردن اور اس کا پچھلا حصہ۔ گدی۔ غلامی کا پھندا (۴) وَتِیْن: گردن کا سامنے کا حصہ جہاں شاہ رگ ہوتی ہے۔

۴۔ گرفت کرنا

کے لیے اَخَذَ، ثَرَّبَ اور لَامَ (لوم) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَخَذَ: اَخَذَ بمعنی کسی چیز کو پکڑنا۔ حاصل کر لینا۔ احاطہ میں لینا۔ اور اَخَذَ بمعنی مواخذہ کرنا۔ گرفت کرنا (مف) خواہ یہ مواخذہ قول سے ہو یا عمل سے۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (۲/۲۸۶) اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیے۔

۲۔ ثَرَّبَ: ثَرَبَ اور ثَرَّبَ بمعنی کسی کے فعل کو قبیح اور بُرا بتانا (منجد) اور بمعنی غلطی پر سرزنش اور زجر و توبیخ کرنا (مف) (فق ل ۲۹۷) قرآن میں ہے:

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (۱۲/۹۲) (یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے) کہا آج تم پر کچھ عتاب اور ملامت) نہیں ہے۔ خدا تم کو معاف کرے

۳۔ لَامَ: بمعنی کسی کو بُرے فعل کے ارتکاب پر بُرا بھلا کہنا۔ ملامت کرنا (مف) اور بمعنی کسی کو اس کے کسی فعل کے نتیجہ پر تنبیہ کرنا (فق ل ۲۹) اور لَوْمٌ بمعنی ملامت اور خوف (منجد) گویا لَامَ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب فاعل کو کوئی فعل کرتے وقت یہ خدشہ ہو کہ اسے ملامت کی جائے گی خواہ یہ فعل فی نفسہ اچھا ہو یا بُرا۔ ارشادِ باری ہے:

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (۵/۵۴) وہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

ماحصل: (۱) اَخَذَ: کسی ناپسندیدہ کام پر مواخذہ یا گرفت کرنا۔

(۲) تَثْرِيْب: بمعنی زجر و توبیخ۔ ڈانٹ ڈپٹ۔ ملامت سے سخت تر ہے۔

(۳) لَوْمٌ: بُرا بھلا کہنا۔ خواہ کام بُرا ہو یا نہ ہو۔ اس میں تَثْرِيْب جیسی شدّت نہیں۔

۵۔ گرمی۔ گرم کرنا۔ ہونا

کے لیے صَيْف۔ حَرّ۔ حَمَّ۔ حمی۔ سقر اور سموم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ صَيْف: موسم گرما اور صَيِّف بمعنی موسم گرما کی بارش بھی اور اس سے اُگنے والی گھاس بھی۔ اور صَافَ اور صَيَّفَ (بالمکان) بمعنی کسی جگہ موسم گرما گزارنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِيْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۔ (۱۰۶/۲) ان (قریش) کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔

۲۔ حَرّ: بمعنی حرارت۔ گرمی۔ خواہ یہ آگ کی ہو یا سورج یعنی دھوپ کی۔ یا کسی دوسرے سبب سے ہو جیسے دو چیزوں کے رگڑنے سے حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ تاہم اس لفظ کا اطلاق عموماً دھوپ کی حدت

پر ہوتا ہے۔ اور حَرُوْر بمعنی تپش۔ لُو (نیز دیکھیے دھوپ) قرآن میں ہے:

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا (۹/۸۲) — اور وُہ (دوسروں سے) کہنے لگے، گرمی میں مت نکلو۔ ان سے کہہ دو کہ جہنم کی آگ اس سے بھی کہیں سخت گرم ہے۔

۳۔ حَمّ
۴۔ حمی } یہ دونوں الفاظ اتنے قریب المعنیٰ ہیں کہ ان میں امتیاز کرنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل لغت ان دونوں کے مشتقات دونوں مادوں کے تحت لے آتے ہیں۔ گرمی حاصل ہونے کے ذرائع چار ہیں۔ آگ اور دھوپ مادی ذرائع ہیں۔ اور جذبات کی گرمی اور حرارت غریزی معنوی۔ ان چاروں ذرائع میں یہ دونوں مادے استعمال ہوتے ہیں۔ فرق اگر ہے تو یہ کہ حَمَّ بطور متعدی استعمال ہوتا ہے اور حَمِیَ بطور لازم آتا ہے۔ لیکن جب صیغہ مجہول استعمال ہوتا ہے تو پھر ہم معنیٰ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حَمَّ الْمَاءَ بمعنی پانی گرم کرنا ہے۔ اور حُمَّ الرَّجُل بمعنی آدمی کو بخار ہو گیا۔ اور حُمّٰی بمعنی بخار۔ دونوں مادوں کے تحت اہل لغت نے درج کیا ہے۔ اور حَمَّ التَّنُّوْر بمعنی تنور گرم کیا۔ اور حمی النار بمعنی آگ بھڑک اٹھی۔ اور حمیم بمعنی گرم پانی بھی اور ٹھنڈا پانی بھی (لغت اضداد م ا۔ منجد) اور بمعنی گرم جوش دوست یا رشتہ دار بھی۔ اس کا تعلق جذبات سے ہے۔ اور حَمَّ الظَّهِيْرَة بمعنی دوپہر کے وقت شدت کی گرمی۔ اور حَمَّة بمعنی گرم پانی کا چشمہ۔ اور حُمَّة بمعنی کوئلہ۔ راکھ یا آگ میں جلی ہوئی ہر شے۔ اور حمام بمعنی گرم پانی سے غسل کرنے کی جگہ (مف۔ منجد)

اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَّعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ (۶/۷۰) — ان کے لیے پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب ہے، اس لیے کہ وُہ کفر کرتے تھے۔

(۲) وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا (۷۰/۱۰) — اور کوئی دوست کسی دوست کا پُرسانِ حال نہ ہوگا۔

(۳) وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ (۱۰۱/۱۰-۱۱) — اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ (وُہ) آگ ہے دہکتی ہوئی۔

(۴) إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ (۴۸/۲۶) — جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور یہ ضد بھی جاہلیت کی تھی۔

۵۔ سَقَر: بمعنی آگ یا دھوپ کا جھلس دینا۔ سَقَرَتْهُ الشَّمْس بمعنی دھوپ نے اُسے جھلس دیا۔ پھر یہ لفظ جہنم کا علم بن گیا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ (۵۴/۴۸) — اب آگ کا مزہ چکھو۔

۶۔ سَمُوْم: سَمّ بمعنی تنگ سوراخ جیسے سوئی کا ناکہ یا کان یا ناک کا سوراخ۔ نیز سَمّ بمعنی زہر قاتل۔ اور سموم بمعنی لُو اور گرم ہوا جو زہر کی طرح بدن کے اندر تک سرایت کر جائے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ — تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں گرم عذاب سے

السَّمُوْمِ (۵۲/۲۷) بچا لیا۔

ماحصل: (۱) صَیْف، موسم گرما۔
(۲) حَرّ: حرارت۔ سورج کی تپش۔
(۳) حَمّ ﴾ ہم معنٰی ہیں اور گرمی اور گرمجوشی میں
(۴) حمی ﴾ ہر طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔
(۵) سَقَر: دوزخ۔ تپش کا جسم کو جھلس ڈالنا۔
(۶) سَمُوْم: سخت گرم ہوا جو بدن میں سرایت کر جائے۔

۶۔۔۔گرمی حاصل کرنا

کے لیے دِفْءٌ اور اِصْطَلٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دِفْءٌ۔ دَفِئَ (مِنَ الْبَرْدِ) بمعنی گرم ہونا۔ گرمی پانا یا گرمی محسوس کرنا۔ ٹھنڈک سے بچنا اور گرم ہونا۔ (پنجابی نگھا ہونا) اور دَفَّأَ بمعنی گرم کرنا۔ اور اَدْفَأَ بمعنی گرم کپڑا پہننا۔ اور دِفْءٌ بمعنی سخت گرمی بھی اور گرمی حاصل کرنے کا سامان بھی۔ اور اَلدِّفَاءُ بمعنی گرم کپڑے گرمی حاصل کرنے کا سامان۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۱۶/۵) — اور چار پایوں کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ ان میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان اور دوسرے فائدے بھی ہیں۔ پھر ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔

۲۔ اِصْطَلٰی، صَلِیَ بمعنی آگ میں داخل ہونا۔ اور اَصْلٰی اور صَلّٰی بمعنی آگ میں داخل کرنا۔ اور اصطلی بمعنی آگ سے گرمی حاصل کرنا۔ آگ تاپنا۔ سینکنا اور جسم کو ٹھنڈک سے بچنے کے لیے گرم کرنا۔ قرآن میں ہے:

اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (۲۷/۷) — یا میں سلگتا ہوا انگارہ تمہارے پاس لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔

ماحصل: گرم کپڑوں سے گرمی حاصل کرنے کے لیے دَفَأَ اور آگ سے گرمی حاصل کرنے کے لیے اِصْطَلٰی آتا ہے۔

۷۔۔۔گرنا۔۔۔گرانا

کے لیے سَقَطَ[۱]، خَرَّ[۲]، هَدَمَ[۳]، هَدَّ[۴]، انقض[۵]، هبط[۶]، وقع[۷]، هار[۸]، انهار (هور)[۹]، هوى[۱۰]، خوى[۱۱]، وجب[۱۲]، ردى[۱۳]، صرع[۱۴]، تلّ[۱۵]، تعس[۱۶]، ادرك[۱۷]، انهمر[۱۸]، صبّ[۱۹] اور سكب[۲۰] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سقط: کسی چیز کا بلندی سے زمین پر گرنا۔ اس کا استعمال عام ہے تاہم اس میں تحقیر کا پہلو پایا جاتا ہے۔ جیسے رَجُلٌ سَاقِطٌ بمعنی کمینہ آدمی (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (۶/۵۹) — اور کوئی پتا تک نہیں گرتا مگر اللہ اسے جانتا ہے۔

پھر جس طرح یہ لفظ مادی طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے ارشادِ باری ہے،

اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (۹/۴۹) دیکھو یہ لوگ فتنہ میں پڑ گئے۔

اور سُقِطَ فِیْ یَدِہٖ بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے بمعنی کسی کا نادم و شرمندہ ہونا۔ صرف ضمیر کی تبدیلی سے صیغہ بدلتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَلَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْھِمْ وَرَاَوْا اَنَّھُمْ قَدْ ضَلُّوْا (۷/۱۴۹) اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ وہ بھٹک گئے ہیں۔

اور گرانا کے لیے اَسْقَطَ استعمال ہوگا۔ قرآن میں ہے؛

فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۲۶/۱۸۷) اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا گراؤ۔

۲۔ خَرَّ: کسی چیز کا آواز اور اضطراب کے ساتھ گرنا (م۔ل) یعنی گرتے وقت بے چینی یا لرزش بھی ہو اور گرنے پر آواز بھی پیدا ہو اور خریر بمعنی پانی کے گرنے کی یا ٹپکنے کی آواز (م۔ل) ارشادِ باری ہے؛

فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُھِیْنِ (۳۴/۱۴) پھر جب سلیمانؑ گر پڑے تب جنوں کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی تکلیف میں نہ پڑے رہتے۔

۳۔ ھَدَمَ: کسی عمارت یا تعمیر کا گرنا (م۔ل) اور ھَدَّمَ بمعنی کسی عمارت کو مسمار کرنا۔ گرانا۔ ڈھا دینا۔

اِنْھِدَام مشہور لفظ ہے جو ھَدَمَ کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ (۲۲/۴۰) اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہتا تو یہ خانقاہیں اور گرجے وغیرہ گرائے جا چکے ہوتے۔

۴۔ ھَدَّ: کسی عمارت وغیرہ کا ٹوٹ کر دھڑام سے زمین پر گرنا جس سے آواز پیدا ہو (م۔ل) اور بمعنی شدۃ الھدم (ف ل ۷۴) ارشادِ باری ہے:

تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْہُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ ھَدًّا۔ (۱۹/۹۱) قریب ہے کہ اس افترا سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں۔

۵۔ اِنْقَضَّ: کسی عمارت یا دیوار کا تڑخ جانا۔ اور گرنے کے قریب ہونا (ف ل ۲۹۷) قَضَّ الْحَائِطَ بمعنی دیوار کو گرایا۔ اور اِنْقَضَّ الْحَائِطُ بمعنی دیوار پھٹی اور گر پڑی (م۔ق) ارشادِ باری ہے؛

فَوَجَدَا فِیْھَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَہٗ (۱۸/۷۷) پھر انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی تو خضرؑ نے اسے استوار کر دیا۔

۶۔ ھَبَطَ: بمعنی گرنا۔ اترنا۔ نکلنا۔ اس لفظ میں قہر اور اضطرار کا پہلو پایا جاتا ہے (مف) ھبط الثمن

بمعنی قیمت گر گئی۔ ھَبَطَ الزَّمَان زمانہ نے اسے امیر سے غریب بنا دیا۔ ھبط المرض بیماری نے اس کا گوشت کھا کر اسے دُبلا اور کمزور بنا دیا (منجد۔ م ق) لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۲/۷۴) اور ان میں سے بعض پتھر ایسے ہیں جو خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

پھر ھبط میں قہر اور اضطرار کے علاوہ کبھی تحقیر کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ نکل جاؤ (GET OUT) کے معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا (۲/۳۸) تم سب اس جنت سے ایک ساتھ نکل جاؤ۔

اس مفہوم کو کسی شاعر نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن، بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے!

اور درج ذیل آیت:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (۱۱/۴۸) حکم ہوا کہ اے نوح (کشتی سے) سلامتی کے ساتھ اترآؤ۔

میں بِسَلٰمٍ کا لفظ ھَبَطَ سے قہر و اضطرار یا تحقیر کے سب پہلوؤں کو خارج کر کے مشیت ایزدی کے مطابق بنا رہا ہے۔

۷۔ وَقَعَ: بمعنی گرنا۔ ثابت ہونا۔ واقع ہونا۔ یہ لفظ عموماً کراہت شدت اور تکلیف کا ذکر کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور واقعہ سے مراد ایسا حادثہ ہوتا ہے جس میں سختی ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ (۷/۱۷۱) اور جب ہم نے ان (کے سروں پر) پہاڑ کو اٹھا دیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ وہ ان پر گرنے کو ہے۔

۸۔ ھَارَ (ھور) بمعنی کسی چیز کا اس طرح گرنا کہ اس کا کچھ حصہ دوسرے پر گر پڑے (م۔ل) اور اِنْھَار اور انہدام قریب المعنی ہیں۔ انہدام صرف عمارت یا تعمیر یا دیوار کے لیے آتا ہے جبکہ انھار کا دائرہ وسیع ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ (۹/۱۰۹) یا جس نے کسی گرنے والی کھائی کے کنارے پر تعمیر کھڑی کی اور وہ اس تعمیر سمیت جہنم کی آگ میں جا گرا۔

۹۔ ھَوٰی: ھَوَا مشہور لفظ ہے۔ یعنی آسمان اور زمین کے درمیان فضا کو کہتے ہیں۔ اور ھَوٰی بمعنی فضا سے یا بہت بلندی سے کسی چیز کا زمین پر گرنا (م۔ل) ستارہ کے گرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (فل ۲۹۷) ارشادِ باری ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۵۳/۱) قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ گویا وہ مشرک ایسا ہے جیسے آسمان سے گرا۔ پھر اُسے

اَلطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (۳۱/۲۶) — کسی پرندے نے اچک لیا یا پھر ہوا نے اسے کسی دور دراز مقام میں جا پھینکا۔

۱۰۔ خوی: خوٰی اور ھوٰی قریب المعنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ھوا زمین اور آسمان کے درمیان خالی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور خوٰی کوئی بھی دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ کو۔ جیسے ستارے کے گرنے کے لیے ھَوَی النَّجْمُ کا لفظ استعمال ہوتا ہے ویسے ہی خوی النجم کا بھی ہوتا ہے (م۔ل) تخویۃ بمعنی دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑنا۔ اور خوی الدار بمعنی ایسے مکان کا گرنا جو بے آباد اور ویران ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (۲۵۹/۲) — یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر سے گزرا، جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔

۱۱۔ وَجَبَ: اَلْوَجْبَۃُ بمعنی کسی چیز کا دھماکے کے ساتھ گرنا (منجد) پھر اس میں موت کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں ضَرَبَهٗ فَوَجَبَ۔ اس نے اس کو مارا اور وہ گر کر مر گیا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (۳۶/۲۲) — (قربانی کرنے کے وقت اونٹوں کی) قطار بنا کر ان پر خدا کا نام لو۔ جب پہلو کے بل گر پڑیں تو ان (کے گوشت) سے خود بھی کھاؤ اور قانع اور سوالیوں کو بھی کھلاؤ۔

۱۲۔ ردی: بمعنی کسی چیز کو اس طرح بلندی سے زمین پر یا زمین سے گڑھے میں پٹخ دینا کہ وہ ہلاک ہونے کو پہنچ جائے (مف۔ م ق) قرآن میں ہے:

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى (۱۶/۲۰) — اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگتا ہے تو تو بھی (اس کے پیچھے لگ کر) ہلاک ہو جائے۔

اور اَرْدَى الرَّجُلَ بمعنی کسی کو کنوئیں میں گرا دینا۔ اور رَدَّى الرَّجُلَ بمعنی آدمی کو گرانا۔ ہلاک کرنا۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (۵۶/۳۷) — کہے گا، خدا کی قسم! تو تو مجھے ہلاک کر ہی چکا تھا۔ (جالندھری) تو تو مجھے ڈالنے لگا تھا گڑھے میں (عثمانیؒ)

اور تَرَدّٰى بمعنی کنوئیں یا گڑھے میں گر پڑنا ہے (م۔ق) اور مُتَرَدِّيَۃ وہ جانور جو کسی گڑھے یا کنوئیں میں گر کر مر جائے (۳/۵) ارشادِ باری ہے:

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى (۱۱/۹۲) — اور جب وہ دوزخ کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

۱۳۔ صَرَعَ: بمعنی گھبراہٹ اور اضطراب کی وجہ سے زمین پر گر پڑنا (فل ۱۳۰) اور بمعنی سر کے عارضہ (مرگی) کی وجہ سے زمین پر پچھڑنا (منجد) اور صَرَع بمعنی مرگی جس کی وجہ سے مریض بے خود ہو کر دھڑام سے زمین پر گر پڑتا ہے۔ اور صَرَعَ بمعنی کشتی میں اپنے حریف کو زمین پر پٹخ دینا اور پچھاڑنا بھی ہے۔

(م۔ق) ارشاد باری ہے:

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۶۹/۷) — اور تو قوم (عاد) کو ایسے ڈھئے (اور مرے) پڑے دیکھے جیسے کھجوروں کی کھوکھلی جڑیں۔

۱۴۔ تَلَّ: بمعنی کسی کو اوندھے منہ یعنی پیشانی کے بل گرانا (ف ل ۱۸۹) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (۳۷/۱۰۳) — پھر جب دونوں نے حکم مان لیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔

۱۵۔ تَعَسَ: بمعنی ٹھوکر کھا کر گرنا اور پھر اٹھ نہ سکنا۔ پستی میں گر کر کسی چیز کا ٹوٹ جانا (مف) اور بمعنی منہ کے بل گرا اور ہلاک ہوا (م۔ق) اور تَعَسَ بمعنی پھسلنا اور منہ کے بل گرنا۔ اور اَلتَّعْسَۃ بمعنی ہلاکت (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ (۴۷/۹) — اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے لیے ہلاکت ہے۔ وہ گرے منہ کے بل (عثمانیؒ)

۱۶۔ اِدَّارَكَ: دَرَكَ بمعنی کسی چیز کا پیچھے سے دوسری سے ملنا اور پھر اس کے ساتھ مل جانا (م۔ل) دَرَكَ سمندر کی تہہ کو بھی کہتے ہیں اور اس رسی کو بھی جس کے ساتھ پانی کی تہ تک پہنچنے کے لیے دوسری رسّی باندھ کر ملائی جاتی ہے (مف) اور اس طرح، کسی ذریعہ سے کسی چیز کی غایت کو پہنچنے کو اَدْرَكَ کہتے ہیں۔ قرآن میں فرعون کے متعلق ہے، حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ (۱۰/۹۰) کا مطلب یہ ہے کہ فرعون کی منزلِ مقصود یا غایت یہی تھی کہ وہ غرق ہو۔ تو ایسے اسباب ملتے گئے جو اُسے غرق ہونے تک لے آئے۔ اور اِدَّارَكَ میں بھی یہی تصور پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

بَلِ ادَّارَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ۔ (۲۷/۶۶) — بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم منتہی ہو چکا ہے (جالندھری) تھک کر گر گیا ان کا فکر (عثمانیؒ)

گویا علم کے تمام ذرائع کو اکٹھا اور مربوط کرنے کے بعد بھی وہ تھک ہار کر اور عاجز ہو کر منہ کی کھائیں گے۔ دوسرے مقام پر ہے:

كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا (۷/۳۸) — جب کوئی جماعت دوزخ میں داخل ہوگی تو اپنی (مذہبی) بہن (دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب سب اس میں گر چکیں گے۔ (عثمانیؒ)

گویا غایت یا منتہی جہنم میں پہنچنا ہے۔ اور تسلسل و ارتباط ایک جماعت کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری کا آتے جانا اور گرتے جانا ہے۔

۱۷۔ اِنْهَمَرَ: هَمَرَ الْمَاءَ بمعنی اس نے پانی گرایا جو بہہ گیا۔ اور اِنْهَمَرَ الْمَاءُ بمعنی پانی گرا اور بہہ گیا۔ (م۔ق) بمعنی پانی یا آنسو کا گرنا اور بہنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ (۵۴/۱۱) — اور ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دہانے کھول دیے۔

۱۸۔ صَبَّ (الماء) بمعنی اُوپر سے ایک ہی دفعہ پانی انڈیلنا یا گرانا ہے۔ (مف۔ فق ل ۲۵۷) اور صَبَّ عَلَیْهِ الْبَلَاء بمعنی اس پر مصیبت نازل کی (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى طَعَامِهٖٓ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا (۸۰/۲۵) تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے بیشک ہم ہی نے پانی برسایا ہے۔

۱۹۔ سَکَبَ: سکب الماء بمعنی پانی کا گرانا اور گرنا۔ اور اسکب بمعنی لگاتار بارش۔ اور الاسکوب بمعنی لگاتار جھڑی۔ اور مَاءٍ مَّسْکُوْبٍ بمعنی جَارٍ دَائِمًا (ہمیشہ بہنے والا پانی (م۔ق) گویا سکب میں پانی وغیرہ کا اُوپر سے گرنا۔ بہنا۔ اور تسلسل یا دوام تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَاءٍ مَّسْکُوْبٍ (۵۶/۳۱) اور لمبا سایہ اور پانی بہتا ہوا۔

ماحصل: (۱) سقط: اُوپر سے کوئی چیز گرنا۔ عام ہے۔
(۲) خَرّ: اضطراب اور آواز کے ساتھ کسی چیز کا گرنا۔
(۳) هدم: عمارت یا دیوار یا تعمیر کا گرنا۔
(۴) هدّ: عمارت یا دیوار یا تعمیر کا دھڑام سے گرنا۔
(۵) انقض: دیوار یا عمارت کا پھٹ جانا اور گرنا یا گرنے کے قریب ہونا۔
(۶) هَبَطَ: اضطرار یا تکلیف سے گرنا۔ اُترنا۔ نکلنا۔
(۷) وَقَعَ: کسی چیز کے گرنے میں کراہت اور سختی بھی ہونا۔
(۸) هَارَ: کسی چیز کے کچھ حصے کا دوسرے پر گرنا۔
(۹) هَوٰی: آسمان یا بہت بلندی سے گرنا۔
(۱۰) خوی: دو چیزوں کے درمیان خلا سے گرنا۔
(۱۱) وجب: دھڑام سے گر کر مرنا۔ یا مرتے مرتے دھڑام سے گرنا
(۱۲) ردی: کسی گڑھے میں گر کر ہلاکت کو پہنچنا۔
(۱۳) صرع: پچھاڑنا اور بچھڑنا جیسے کشتی میں یا موت یا مرض سے
(۱۴) تل: ماتھے کے بل گرانا۔
(۱۵) تعس: ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرنا۔
(۱۶) اِدّرك: تھک ہار کر اور عاجز ہو کر گر پڑنا۔
(۱۷) انهمر: پانی کا گرنا اور بہنا۔
(۱۸) صَبّ: پانی کا گرانا یا انڈیلنا اور بہنا (یکبارگی بہنا)
(۱۹) سَکَبَ: پانی کا لگاتار گرنا اور بہتے جانا۔

۸۔۔۔۔۔گروی رکھنا

کے لیے رَهَنَ اور اَبْسَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَهَنَ: بمعنی قرض وغیرہ کے عوض مقروض کا قرضخواہ کے پاس کوئی چیز ضمانت کے طور پر رکھنا۔ گروی رکھنا اور رَاهِن بمعنی گروی رکھی ہوئی چیز۔ عام ہے۔ خواہ بے جان ہو یا جاندار۔ اور رِہَان مقابلہ میں شرط کے طور پر رکھی ہوئی چیز کو بھی کہتے ہیں۔ اور قرضہ یا عام حالات کے تحت رکھی ہوئی چیز کو بھی (مف) ارشادِ باری ہے:

وَإِنْ کُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ (۲/۲۸۳) اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز لکھنے کے لیے) کاتب نہ مل سکے تو رہن باقبضہ رکھ کر (قرض لے لو)

جس طرح یہ لفظ مادی طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (۴۲/۳۸) ہر شخص اپنے کیے میں گروی ہے۔

۲۔ اَبْسَلَ: بمعنی کسی کو ہلاکی کے سپرد کرنا۔ رہن رکھنا (منجد) یرغمال رکھنا۔ جب مرہونہ چیز کوئی جاندار ہو تو اس لفظ کا استعمال ہوگا جبکہ رہن کا لفظ عام ہے۔ اور بمعنی اسلمہ للھلاک۔ ابسل نفسہ للموت (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ (۶/۷۰) اور اس قرآن کے ذریعہ انھیں نصیحت کیجیے، ایسا نہ ہو کوئی اپنے کیے میں ہلاکت میں ڈالا جائے۔

ماحصل: (۱) رَاهَنَ: قرض وغیرہ کے عوض کوئی چیز گروی رکھنا۔

(۲) اَبْسَلَ: اپنے آپ کو یا کسی جاندار کو گرفتاری اور ہلاکت (یرغمال) کے طور پر پیش کر دینا۔

۹ ـــــــ گڑھا

کے لیے حُفْرَةٌ[۱] اور جُرُفٌ[۲]، اُخْدُودٌ[۳]، غَائِطٌ[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حُفْرَةٌ اور حَفِيْرَةٌ بمعنی گڑھا۔ حَفَرَ بمعنی گڑھا کھودنا۔ اور حَفَرٌ بمعنی گڑھے سے نکالی ہوئی مٹی اور مِحْفَرٌ وہ آلہ جس سے گڑھا کھودا جائے (منجد) مثل ہے مردودٌ فی الحافرۃ بمعنی ع "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا" ارشادِ باری ہے:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (۳/۱۰۳) اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر (کھڑے) تھے سو اللہ نے تمھیں بچا لیا۔

۲۔ جُرُفٌ: ندی یا دریا کا کنارا جسے پانی نے اندر سے ڈھا کر کھوکھلا کر دیا ہو (منجد) کھائی (پنجابی لفظ من پانی) اس مفہوم کو ٹھیک ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (۹/۱۰۹) یا جس نے گر پڑنے والی کھائی کے کنارے پر بنیاد رکھی۔

۳۔ اُخْدُودٌ: الخدّ والاخدود بمعنی زمین میں مستطیل اور گہرا گڑھا (ج اخادید) (مف) اور اَلْخَدّ بمعنی پانی کی نہر۔ لمبا گڑھا۔ اور اَلْخَدَّةُ وَالْاُخْدُوْدُ بمعنی گڑھا (منجد) یعنی اخدود وہ لمبا، گہرا اور مستطیل شکل کا گڑھا ہے جو خود کھودا گیا ہو۔ خندق۔ کھائی۔ ارشادِ باری ہے:

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ (۸۵/۴) خندقوں (کے کھودنے) والے ہلاک کر دیے گئے۔

۴۔ غَائِطٌ: غَوْطٌ بمعنی پست زمین اور غَاطَ الْحُفْرَةَ بمعنی گڑھا کھودنا۔ اور غَوَّطَ الْبِئْرَ کنوئیں کو گہرا کھودنا۔ اور الغائط بمعنی پست زمین۔ قضائے حاجت کی جگہ۔ پائخانہ (منجد) اور یہ کنایہ ہے کہ شرم و حیا والا آدمی پیشاب کے لیے گہری جگہ کا متلاشی ہوتا ہے (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (۴/۴۳، ۵/۶) یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو۔

---

[۱] اخدود کا لفظ صاحب منجد کے نزدیک واحد ہے جبکہ جالندھری نے اس کا ترجمہ جمع کی صورت میں کیا ہے۔

ماحصل: (۱) حُفْرَة : گڑھا۔ عام لفظ۔

(۲) جُرُف : ندی، نہر یا دریا کا کنارا جسے پانی نے نیچے سے مٹی بہا کر کھوکھلا کر دیا ہو۔

(۳) اُخْدُوْد : خندق۔ کھائی۔ خود کھودا ہوا مستطیل اور گہرا گڑھا۔

(۴) غَائِط : پست زمین۔ کنایۃً قضائے حاجت کی جگہ۔

۱۰۔۔۔۔۔ گزرنا

کے لیے سَبَقَ، خَلَا، سَلَفَ، مَرَّ، مَضٰی اور اِنْسَلَخَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَبَقَ: بمعنی دوسرے کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے نکل جانا۔ بڑھ جانا (مف۔م ق) گویا سبق ضرور اپنے مسبوق کا مقتضی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (۵۹/۱۰) اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بھی معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کے بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اور جب یہ گزرنا کے معنوں میں آئے تو اس کا معنی "پہلے گزرنا" ہوگا۔ یعنی اس کے بعد بھی کئی چیزیں گزر چکی یا گزری ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ (۲۰/۹۹) اس طرح ہم تم سے وہ خبریں (حالات) بیان کرتے ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

۲۔ خَلَا: بمعنی خالی ہونا۔ ایک چیز کا دوسری سے جدا ہونا (م۔ل) اس حال میں گزر جانا کہ کسی نے مزاحمت نہ کی ہو۔ زمان و مکان دونوں کے لیے آتا ہے (مف) اور خَلّٰی بمعنی خالی کر دینا۔ قرآن میں ہے، فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (۹/۵) یعنی ان کا راستہ خالی کر دو۔ راستہ سے پرے ہٹ جاؤ اور انھیں جانے دو یا راستہ چھوڑ دو اور مزاحمت نہ کرو۔ اور خلاء خالی مکان کو بھی کہتے ہیں اور زمین و آسمان کے درمیان خالی جگہ کو بھی۔ گویا خلا میں کسی چیز کے گزر جانے کے ساتھ جگہ یا وقت کے خالی ہونے کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ (۲/۱۴۱) وہ ایک امت تھی جو گزر گئی، اسے وہی کچھ ملے گا جو اس نے کمایا۔

۳۔ سَلَفَ: بمعنی آگے بڑھنا۔ اور سَلَفَ الْقَوْمُ بمعنی قوم سے آگے نکلنا (منجد) اور سَلَف بمعنی متقدم یعنی پہلے گزر جانے والا (مف) اور اس کی ضد خَلَف ہے اور جمع اَسْلَاف اور اَسْلَاف بمعنی گزرے ہوئے نیک آباؤ اجداد۔ اور سَلَفی وہ شخص جو اُن سے تعلق رکھنا پسند کرے۔ اور خَلْف بمعنی پیچھے آنے والے نالائق جانشین گویا سَلَفَ جب گزرنا کے معنوں میں آئے تو اس میں بعد میں آنے والی نسلوں یا اسی جیسے آنے والے واقعات کا تصور پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا اور یہ کہ تم دو بہنوں کو بیک وقت اکٹھا نکاح میں رکھو

قَدْ سَلَفَ (۴/۲۲) یہ بھی تم پر حرام ہے) مگر جو پہلے گزر چکا۔

۴۔ مَرَّ: بمعنی کسی چیز کے پاس سے گزر جانا (مف) قرآن میں ہے:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ (۲/۲۵۹) یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر سے گزرا۔

اور اِسْتَمَرَّ بمعنی گزرتے جانا۔ ایک حالت یا طریقہ پر باقی رہنا۔ ہمیشگی کرنا (منجد) اور مُرُوْرِ اَیَّام بمعنی دنوں کا گزرتے جانا۔ اور مَرَّ بھی اِسْتَمَرَّ کے معنوں میں قرآن میں آیا ہے۔ جیسے فرمایا:

حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ (۷/۱۸۹) تو اُسے ہلکا سا حمل ٹھہر گیا جس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی رہی۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۵۴/۲) اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے ہمیشہ سے چلا آتا۔

اور يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا (۱۲/۱۰۵) یعنی ان بستیوں پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے۔

گویا مَرَّ میں گزرنے کے ساتھ استمرار کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔

۵۔ مَضٰى: بمعنی گزر جانا اور چلے جانا (مف) اور مَضٰى کی ضد اِسْتَقْبَلَ ہے۔ یعنی سامنے سے آنا۔ اور مَضٰى بمعنی سامنے سے چلے جانا اور ہٹ جانا (فق ل ۲۵۲) اور ماضی بمعنی گزرا ہوا زمانہ (ضد مستقبل یعنی آنے والا زمانہ) احداث و اعیان دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ خواہ کوئی بات ہو یا واقعہ (مف)

اور مَضٰى عَلَى الْاَمْرِ بمعنی کسی کام پر ہمیشگی کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (۸/۳۹) اور اگر یہ لوگ ویسی ہی حرکات کریں گے تو جو پہلوں کا طریقہ گزر چکا ہے (وہی ان سے سلوک ہوگا)

اور دوسرے مقام پر ہے:

حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا (۱۸/۶۰) یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگھم پر پہنچ جاؤں یا پھر برس ہا برس چلتا رہوں گا۔

۶۔ اِنْسَلَخَ: سَلَخَ بمعنی کھال کھینچنا۔ اور سَلَخَ اور اِنْسَلَخَ الشَّهْرُ بمعنی کسی قمری مہینہ کی آخری تاریخ ہو جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (۹/۵) پھر جب عزت والے مہینے گزر جائیں۔

ماحصل: (۱) سَبَقَ: پہلے گزر جانا۔ اپنے مسبوق کو بھی چاہتا ہے۔

(۲) خَلَا: میں گزرنے کے ساتھ جگہ یا وقت کے خالی ہونے کا تصور بھی پایا جاتا ہے اور اس جگہ کسی دوسری چیز کے آنے کا۔

(۳) سَلَفَ: گزرنے کے ساتھ پچھلے سے نسبت کا بھی مقتضی ہوتا ہے۔

(۴) مَرَّ: میں گزرنے کے ساتھ استمرار یعنی ہمیشہ کرنے کا تصور بھی پایا جاتا ہے یا کسی چیز کے پاس سے گزرنے کا۔

(۵) مَضٰى: محض گذشتہ زمانہ میں کسی کام کے سرانجام پانے کا معنی دیتا ہے۔

(۶) انسلخ: کسی قمری مہینے کا گزر جانا۔

۱۱_____گلا

کے لیے حُلْقُوْم اور حَنَاجِر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- حُلْقُوْم: بمعنی حلق۔ گلا۔ وُہ جگہ جہاں سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے (مف) معروف عضو ہے حلقوم اور حلق کے معنی میں کچھ فرق نہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَوْلَآ إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ (۵۶/۸۳) پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب رُوح گلے تک پہنچتی ہے تو...

۲- حَنَاجِر: (حنجرہ کی جمع) سانس کی نالی۔ نرخرہ (منجد) قرآن میں ہے:

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (۳۳/۱۱) اور دل گلوں تک آگئے تھے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے خیال کرنے لگے تھے۔

ماحصل: حنجرہ، صرف سانس کی موٹی نالی یا نرخرہ کو کہتے ہیں جبکہ حلق میں اس کے باہر کی جلد بھی شامل ہے۔

۱۲_____گم ہونا_ ہاتھ نہ لگنا

کے لیے فَاتَ، فَقَدَ اور ضَلَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- فَاتَ: کسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا فَاتَ الْاَمْر بمعنی کام کرنے کا وقت ہاتھ سے نکل گیا اور واپس نہ ہو سکا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ (۵۷/۲۳) تاکہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہیں دیا اس پر اترایا نہ کرو۔

۲- فَقَدَ: کسی چیز کا نہ ملنا۔ موجود نہ ہونا (م۔ل) خواہ وُہ بعد میں مل جائے۔ اور بمعنی کسی چیز کے موجود ہونے کے باوجود اس کا نہ پایا جانا۔ اور یہ عَدَم سے اخص ہے (مف) قرآن میں ہے:

قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ۔ (۱۲/۷۱) وُہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے "تمہاری کیا چیز مل نہیں رہی۔

اور تَفَقَّدَ کے معنی اس بات کا جائزہ لینا کہ کوئی چیز گم تو نہیں ہوئی۔ امام راغب کے الفاظ میں کسی چیز کے گم ہونے کو معلوم کر لینا (مف) گمشدہ چیز کی تلاش کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ (۲۷/۲۰) اور حضرت سلیمانؑ نے جانوروں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے کیا بات ہے کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آرہا؟

۳- ضَلَّ: کا لفظ اصل میں تو راستہ کھو دینے اور گم کر دینے کے معنوں میں آتا ہے لیکن کبھی یہ لفظ خود کسی چیز کے اپنے وجود کو کھو کر دوسری چیز کے مل جانے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ اور کافر کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں ملیامیٹ

ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (۳۲/۱۰) ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا ہوں گے۔

ماحصل: (۱) فَاتَ: موقع ہاتھ سے نکل جانا۔ کسی چیز کے ملنے کی امید نہ رہنا۔

(۲) فَقَدَ: وقتی طور پر کسی چیز کا موجود ہونے کے باوجود نہ ملنا۔

(۳) ضَلَّ: کسی چیز کا اپنے وجود کو دوسری میں مدغم کر کے نہ مل سکنا۔

۱۳۔ گمان کرنا — خیال کرنا

کے لیے ظَنَّ[۱]، زَعَمَ[۲] اور حَسِبَ[۳] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ظَنَّ: کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظَنّ کہتے ہیں۔ اگر علامات قوی ہوں تو ظَنّ علم اور یقین کے معنی دیتا ہے۔ اس صورت میں اس لفظ سے پہلے اَنَّ یا اَنْ آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

(۱) اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ (۲/۴۶) جو یقین کیے ہوئے ہیں کہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں۔

(۲) وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (۷۵/۲۸) اور اس (جاں بلب شخص) کو یقین ہو گیا کہ اب سب سے جدائی ہے۔

(۳) بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ (۴۸/۱۲) اور تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اب رسول کبھی لوٹ کر نہ آئے گا۔

اور جب ظَنّ کا معنی محض وہم اور شک کی حد تک رہے تو اس سے پہلے اِنّ یا اِنْ آتا ہے۔ اور اس کی دوسری علامت یہ ہے کہ ظن کے مقابلہ میں کوئی ایسا لفظ بطور قرینہ موجود ہوتا ہے، جو ظن کے معنی وہم اور شک میں بدل دیتا ہے (مف) اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ (۵۳/۲۸) بیشک ظن، حق کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا۔

اس مثال میں اِنَّ اور ظَنّ کے مقابلہ میں حق، دونوں باتیں ظَنّ کے معنی وہم و شک بنا رہی ہیں۔

(۲) اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ (۴۵/۳۲) ہم تو اسے محض وہم ہی خیال کرتے ہیں اور اس پر یقین نہیں آتا۔

اس مثال میں اِنْ اور ظن کے مقابلہ میں یقین کے الفاظ ظن کے معنی وہم بنا دیتے ہیں۔

(۳) اَلظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ (۴۸/۶) جو خدا کے بارے میں برے خیال رکھتے ہیں۔

اس مثال میں ظَنّ کے مقابلہ میں ظَنَّ السَّوْءِ، ظَنّ کے معنی وہم اور شک سے مختص کر رہا ہے۔

پھر وہم اور یقین کے درمیان شک اور گمان غالب کے بھی درجے ہیں۔ اور ظَنّ کا لفظ ان سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے (مف)۔

۲۔ زَعَمَ: گمان باطل کے لیے آتا ہے۔ ابن الفارس کے الفاظ میں اَلْقَوْلُ مِنْ غَیْرِ صِحَّۃٍ وَّلَا یَقِیْنٍ (م۔ل) یعنی ایسی بات جو نہ تو یقینی ہو اور نہ درست ہی ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہاں گمان کرنے والے کی مذمت ہی کی گئی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا (۶۴/۷) کافروں کا خیال ہے کہ انھیں ہرگز نہیں اٹھایا جائیگا۔

۳۔ حَسِبَ: حَسَبَ بمعنی حساب کرنا۔ شمار کرنا۔ گننا۔ اور حَسُبَ عزت وشرف والا ہونا۔ اور حَسِبَ بمعنی گمان کرنا یا خیال کرنا۔ اور یہ لفظ ایسے گمان کے لیے آتا ہے جس کے متعلق گمان کرنے والا دل میں امید وابستہ کیے ہوتا ہے اگرچہ اسے یقین کا درجہ نہیں دیتا۔ گمانِ غالب۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ (۲/۲۱۴)	کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی مشکلیں پیش ہی نہیں آئیں۔

ماحصل: (۱) ظن کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور ہر طرح کے خیال وگمان یعنی وہم۔ گمان۔ غالب اور یقین سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۲) زعم گمانِ باطل کے لیے اور (۳) حَسِبَ: ایسے گمان کے لیے جس کے متعلق گمان کرنے والا پُرامید ہو۔

گمراہی۔ گمراہ ہونا اور کرنا ___ کے لیے دیکھیے "بھٹکنا اور بھٹکانا"

۱۴ ___ گناہ

کے لیے ذَنْب، خَطَا، حُوْب، حِنْث، اِثْم، اِجْرَام، جُنَاح اور لَمَم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذَنْب: ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس کا انجام بُرا ہو (مف) اور بمعنی ما یتبع الذم (فق ل ۱۹۳) اور اس کا اطلاق اس قدر عام ہے کہ چھوٹی چھوٹی لغزش سے لے کر بڑے سے بڑے گناہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ (ج ذنوب) ارشادِ باری ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (۴۸/۲)	اے محمدؐ! ہم نے تمہیں صریح فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ گناہ رسول اللہؐ کی اجتہادی لغزشیں ہی ہو سکتی ہیں ورنہ آپ سے ارادۃً کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے صدور کا ایک مسلمان تصور تک نہیں کر سکتا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ (۹/۴۳)	اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ آپ نے منافقوں کو (جہاد سے رخصت) کی اجازت کیوں دی؟

اور بڑے سے بڑا گناہ قتل ناحق ہوتا ہے اس پر بھی لفظ ذَنْب کا اطلاق ہوا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (۲۶/۱۴) (حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ) میرے ذمہ ان کا ایک گناہ (خون ہے) اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے مار ہی نہ ڈالیں۔

۲۔ خَطَأ: ایسا گناہ جس کے کرنے کا انسان کا ارادہ نہ ہو مگر اتفاقاً ہو جائے یا سہواً۔ مثلاً کسی شکاری نے تیر تو شکار کو مارا اور وہ لگ کسی انسان کو گیا جس سے وہ مر گیا۔ ایسی خطا اگر قابل حد یا تعزیر ہو تو سزا میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اسے خِطْأ یا خَطَأ کہتے ہیں۔ اور اگر دوسری نوع کی ہوں تو اللہ تعالیٰ استغفار اور نیک اعمال کے بدلہ میں معاف بھی فرما دیتے ہیں اور اسے خَطَاء کہتے ہیں (فق ل ۴۰) (ج خطایا) اور خَطِيْئَ (ج خطیئات) بھی اسی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا (۴/۹۲) اور جو بھول چوک کر بھی مومن کو مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام بھی آزاد کرے اور مقتول کے ورثاء کو خون بہا بھی دے الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ (۲/۵۸) اور حِطَّةٌ (بخشش کی پکار) کہنا۔ ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔

۳۔ حُوْب: اَلْحَوْبَة ماں باپ، بہن، بیٹی۔ کہتے ہیں اِنَّ لِيْ حَوْبَةً اَعُوْلُهَا یعنی میرے بال بچے ہیں جن کی میں کفالت کرتا ہوں (منجد) اور حَوْب بمعنی اولاد کا والدین کی نافرمانی یا والدین کی اولاد پر شفقت اور تربیت میں کوتاہی کرنا (م۔ ل) اور امام راغب کے نزدیک جن کاموں سے سختی سے روکا گیا ہے ان کا ارتکاب حَوْب کہلاتا ہے (مف) اور حُوْب کا بنیادی معنی ڈانٹ (زجر) ہے۔ اور حوب ہر وہ گناہ ہے جس کا فاعل مستحق زجر ہو (فق ل ۱۹۲) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا (۴/۲) اور یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل کر کے ہضم نہ کر جاؤ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

۴۔ حِنْث: بمعنی غلط اور جھوٹی قسم۔ گناہ اور نافرمانی (مف) اور حَنَثَ فِي الْيَمِيْن بمعنی قسم کی خلاف ورزی کرنا (م۔ ل) اور حَنِثَ بمعنی باطل کی طرف جھکنا۔ مائل ہونا (منجد) گویا حِنْث سے مراد ایسا گناہ ہوتا ہے جو عہد و پیمان یا قسم توڑنے سے متعلق ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ (۵۶/۴۶) اور وہ لوگ گناہِ عظیم پر اصرار کرتے تھے۔

۵۔ اِثْم: بمعنی ہر وہ عمل جو کارِ خیر یا ثواب سے پیچھے رکھے یا روکے (مف م ل) (ج آثام) (ضد بِرّ) نیز اثم کا لغوی معنی تقصیر ہے (فق ل ۱۹۳) ارشادِ نبوی ہے: اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَ

اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ صَدْرِكَ یعنی نیکی وُہ ہے کہ اس سے دل مطمئن ہو اور اِثْم وُہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔

گویا اِثْم ایسی کیفیت کا نام ہے کہ انسان کا دل نیکی کے کاموں سے تو پیچھے رہے اور گناہ کے کاموں کی طرف مائل ہو اور موقعہ ملنے پر اس گناہ سے نہ چوکے۔ یعنی اِثْم کا تعلق عمل سے زیادہ دل سے ہے اور ایسے شخص کو اَثِیْم کہتے ہیں جس کی ضد سَلِیْم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵/۲) — نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (۲/۲۸۳) — اور شہادت کو مت چھپاؤ۔ اور جو کوئی اسے چھپائے تو اس کا دل گنہگار ہے۔

۶۔ اِجْرَام: جُرْم صرف وُہ کام سمجھا جاتا ہے جس کی از روئے قانون سزا مقرر ہو۔ لیکن یہ نہ از رُوئے قرآن درست ہے نہ از روئے لغت۔ جُرْم۔ جَرِیْمَۃ بمعنی بڑے گناہ والا ہونا۔ اور اَجْرَمَ بمعنی اکتساب یا ارتکاب مکروہ۔ اور اِجْرَام بمعنی گناہ کا وبال ہے (منجد) جُرْم کا بنیادی معنی القطع۔ اور جُرْم ہر وُہ کام ہے جس سے کسی واجب امر کی ادائیگی نہ ہو یا واجب کو ادا نہ کرنا، جُرْم ہے (فق ل ۹۳) ارشادِ باری ہے:

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ (۱۱/۳۵) — آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ قرآن میں نے اپنے دل سے بنا لیا ہے تو میرے گناہ کا وبال مجھ پر ہے اور میں اس سے بری ہوں جو گناہ تم کرتے ہو۔

۷۔ جُنَاح کے معنی دراصل گناہ نہیں بلکہ گناہ کی طرف جھکاؤ یا میلان ہے۔ جَنَحَ بمعنی جھکنا۔ مائل ہونا۔ (منجد) قرآن میں اکثر آتا ہے، لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ، یا لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ بمعنی کوئی حرج نہیں، کوئی قابلِ گرفت یا قابلِ مواخذہ بات نہیں وغیرہ۔ جیسے فرمایا:

وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ (۲/۲۳۶) — جن عورتوں کو تم نے چھوا نہیں، انھیں طلاق دینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔

اور جَنَاح (ج مفتوحہ بمعنی بازو۔ پَر۔ پہلو) کا لفظ خیر کی طرف جھکاؤ کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (۱۷/۲۴) — اور عجز و نیاز سے اپنا پہلو ان دونوں (والدین) کے آگے جھکا دے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ — اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے لیے اپنا

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۶/۲۱۵) پہلو جھکا دو (تواضع سے پیش آؤ)۔

۸۔ لَمَم: بمعنی کسی بڑے گناہ کی طرف لے جانے والے چھوٹے چھوٹے گناہ جو اس کام میں ممد ثابت ہوں اور اَلَمَّ بمعنی چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرنا (منجد) جیسے زنا سے پہلے کسی غیر عورت کے پاس آنا جانا یا اس سے آزادانہ گفتگو، یا چوری سے پہلے اس کے متعلق صلاح و مشورے سب لمم کی تعریف میں آتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (۵۳/۳۲) جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں تو بیشک تیرا پروردگار بڑی بخشش والا ہے۔

ماحصل: (۱) ذَنب: عام ہے ہر چھوٹے بڑے گناہ کے لیے۔

(۲) خَطَا: ایسا گناہ جو بلا ارادہ سرزد ہو۔

(۳) حُوب، عائلی معاملات سے تعلق رکھنے والے بڑے گناہ۔ قابلِ زجر گناہ۔

(۴) حِنث قسم توڑنا۔ عہد و پیمان سے تعلق رکھنے والے بڑے گناہ۔

(۵) اِثم: گناہ کی طرف طبیعت کا آمادہ رہنا اور وقت آنے پر ارتکاب سے نہ چوکنا۔

(۶) اِجرام: بڑے گناہ کا وبال۔

(۷) جُناح: گناہ کی طرف میلان۔ حرج کے معنی دیتا ہے۔

(۸) لَمَم: صغیرہ گناہ جو کسی بڑے گناہ کی طرف لے جاتے ہوں۔

۱۵ ——— گنہگار

کے لیے اِثم سے اَثِمٌ اور اَثِيْمٌ، خَطَا اور خِطْا سے خَاطِئٌ، اِجرام سے مُجْرِمٌ کے علاوہ فَاسِقٌ اور فَاجِرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱ تا ۳: اَثِمٌ، اَثِيْمٌ، خَاطِئٌ اور مُجْرِمٌ کی تشریح گناہ میں گزر چکی ہے۔

۴۔ فَاسِق: فَسَقَ بمعنی حق و اصلاح کے رستہ سے ہٹ جانا۔ بدکار ہونا (منجد) اطاعت سے باہر نکل جانا (م۔ل) شرعی احکام کا خیال نہ رکھنا (مف) فَاسِقٌ کا لفظ عادی نافرمان کے لیے بولا جاتا ہے۔ بدکردار۔ تاہم ایسا شخص گناہ کے کام کو گناہ اور نافرمانی سمجھتا ضرور ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (۴۹/۶) اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی بدکار کوئی خبر لیکر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

۵۔ فَاجِر: (ج فُجَّار، ضد ابرار) فَجَرَ بمعنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا۔ اور فاجر بمعنی دین کی پردہ دری اور نافرمانی کرنے والا۔ بدکار۔ بدکردار جو گناہ کرتا جائے اور تائب نہ ہو (مف) اور فجور بمعنی گناہوں میں منہمک۔ زانی (منجد) اور فَجَرَ بمعنی ڈھٹائی کرنا۔ ڈھیٹ بن جانا۔ اور فاجر

ایسا گنہگار ہے جو گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے۔ بدمعاش۔ ارشادِ باری ہے:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ۔ (۸۳/۷) — سن رکھو کہ بدکاروں کے اعمال سجین میں ہیں (جالندھری)
عمل نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) اٰثِمٌ: کبھی کبھار گناہ کے کام کرنے والا۔ اَثِیْمٌ: جس کی طبیعت ہر وقت گناہ کے ارتکاب پر آمادہ ہے۔
(۲) خَاطِئٌ: ایسا گنہگار جس سے بھول چوک سے گناہ ہو جائے۔
(۳) مُجْرِمٌ: کسی بڑے گناہ کا مرتکب۔
(۴) فَاسِقٌ: ایسا نافرمان یا گنہگار جو گناہ کو گناہ سمجھتا ضرور ہو۔
(۵) فَاجِرٌ: ایسا گنہگار اور بدکردار جو ڈھیٹ بن چکا ہو اور گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھتا ہو۔ بدمعاش۔

۱۶۔ گندگی۔ نجاست

کے لیے تَفَثٌ، رِجْزٌ، رُجْزٌ اور رِجْسٌ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ تَفَثٌ: تَفِثَ بمعنی کسی چیز پر میل کچیل کا چڑھ جانا۔ اور قَضٰی تَفَثَ بمعنی ایسی میل کچیل کو دور کرنا (منجد) اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ناخنوں کا کاٹنا، لبوں کا کترنا، خوشبو لگانا۔ اور نکاح کے علاوہ باقی تمام اشیاء جو محرم پر حرام ہوتی ہیں ان کا استعمال ہے (م ل) بمعنی بدن کی صفائی جس میں ناخن کاٹنا اور بڑھے ہوئے بال تراشنا، نہا دھو کر میل صاف کرنا اور بعد میں صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوشبو وغیرہ لگانا سب کچھ قَضٰی تفث میں شامل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۲۲/۲۹) — پھر (حاجی لوگ قربانی کے بعد) وہ اپنا میل کچیل دور کریں، نذریں پوری کریں اور قدیمی گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔

۲۔ رِجْزٌ: رَجَزَ بمعنی اضطراب پیدا کرنا۔ اور رَجَزَ فُلَانٌ بمعنی اس نے بحرِ رجز پر شعر پڑھے۔ اور رجزیہ اشعار وہ ہوتے ہیں جو دورانِ جنگ لڑائی پر ابھارنے کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ اور عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ میں رجز بمعنی اضطراب پیدا کر دینے والا ہے۔ اور رِجْزٌ سے مراد وہ شیطانی وساوس ہیں جو دل میں اضطراب اور بری خواہشات پیدا کرتے رہتے ہیں (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (۸/۱۱) — جب اس نے (تمہاری) تسکین کے لیے اپنی طرف سے تمہیں اونگھ (کی چادر) چڑھا دی اور تم پر آسمان سے پانی برسایا کہ تم کو اس سے (نہلا کر) پاک کرے اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کرے۔

یہاں رجز الشیطٰن سے مراد وہ شیطانی وساوس ہیں جو جنگِ بدر میں شکست کی صورت میں دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے۔

رُجْز: رِجز اور رُجز دراصل ایک ہی لفظ ہے (منجد) اور اس میں وہی فرق ہے جو حَمل اور حِمل یا وَقر اور وِقر میں ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے بوجھ) اور اس لفظ کا اطلاق ان تمام شیطانی وساوس پر ہوتا ہے جو دل میں موجود ہوں۔ خواہ یہ غیر اللہ کی عبادت سے متعلق ہوں یا بُرے خیالات سے ارشادِ باری ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (۷۴:۴-۵) اور اپنے کپڑوں کو صاف رکھو اور ناپاکی سے دُور رہو۔

۳- رِجس: ایسی چیزوں کی نجاست جنھیں شریعت نے پلید (ناپاک) یا حرام قرار دیا ہو (منجد) پھر یہ مادی اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ (۶:۱۴۶) بجز اس کے کہ مرا ہوا جانور یا بہتا لہو یا سوئر کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ (۹:۱۲۵) اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اُن کے لیے گندگی پر گندگی کو زیادہ کیا۔

یہاں رِجس سے مراد کفر و شرک کی نجاست ہے۔ اور یہ رِجس کا معنوی استعمال ہے۔ (نیز دیکھیے "ناپاک")

ماحصل: (۱) تفث: بدن کا میل کچیل۔ (۲) رِجز: اضطراب پیدا کرنے شیطانی وساوس۔ (۳) رِجس: حرام اور گندی چیزوں کی نجاست۔

۱۷۔ گننا

کے لیے عَدّ، حَسَبَ اور اَحْصٰی (حصو۔ حصی) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- عَدّ: بمعنی گننا۔ گنتی کرنا۔ شمار کرنا۔ معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ عدد بمعنی گنتی ہند سہ قرآن میں ہے:

فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا (۱۸:۱۱) تو ہم نے غار میں گنتی کے سال ان کے کانوں پر (نیند کا) پردہ ڈالے رکھا۔

۲- حَسَبَ يَحْسُبُ حِسَابًا وَحُسْبَانًا بمعنی گنتی کرنا اور اس کا حساب رکھنا۔ گنتی میں نظم و ضبط رکھنا۔ (م ل) تاکہ حساب میں کچھ فرق نہ آئے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا (۶:۹۶) اور اسی نے رات کو (باعثِ) آرام اور سورج اور چاند کو (ذرائع) شمار بنایا ہے۔

۳- اَحْصٰی: حَصٰی بمعنی کنکری اور حصی یحصی بمعنی کنکر مارنا۔ عرب لوگ عموماً حساب دان نہ ہونے کی وجہ سے کنکریوں پر شمار کرتے تھے۔ لہٰذا یہ لفظ شمار کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

حَصٰی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) گننا اور (۲) اس پر قدرت رکھنا یا اس کا ریکارڈ رکھنا۔ اسے یاد رکھنا (م۔ل) اور یہ عَدَّ سے اخص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو گن نہ سکو گے۔ (۱۴/۳۴)

اور کبھی یہ لفظ صرف حساب پر قدرت رکھنے کے لیے بھی آجاتا ہے۔ جیسے فرمایا:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ۔ اس نے معلوم کیا کہ تم نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی۔ (۷۳/۲۰)

ماحصل: عدد: محض شمار کرنا حسب شمار کرنا اور اس میں نظم وضبط کہ اس میں غلطی نہ ہو اور اَحْصٰی بمعنی شمار کرنا اور اس پر قدرت رکھنا۔ ریکارڈ کرنا۔ یاد رکھنا۔

۱۸۔۔۔۔گود

کے لیے مَھْد اور حُجُوْر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَھْد: بمعنی گہوارہ۔ پنگھوڑا۔ اور بمعنی دودھ پیتے بچہ کے لیے اس کی ماں کی گود۔ جب تک کہ دودھ پیتا رہے۔ کہ ماں کی گود بھی اس کے لیے گہوارہ ہی ہوتی ہے۔ اور اس لفظ میں تربیت با سامان تربیت کا تصور بھی پایا جاتا ہے (دیکھئے بچھونا)۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ اور وہ (عیسٰیؑ) ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا۔ (۳/۴۶)

۲۔ حُجُوْر واحد حِجْر اور حُجْر بمعنی گود۔ کہتے ہیں فُلَانٌ فِيْ حِجْرِ فُلَانٍ فلاں شخص فلاں کی گود یا حفاظت میں پلا بڑھا (منجد) اور فُلَانٌ فِيْ حِجْرِ فُلَانٍ بمعنی وہ فلاں کے زیرِ نگرانی ہے۔ یعنی اس کی طرف سے اس کے مال اور اختیارات پر پابندی ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ۔ اور تمہاری بیویوں کی پہلی لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں۔ (۴/۲۳)

ماحصل: (۱) مَھْد، دودھ پیتے بچہ کے لیے ماں کی گود۔

(۲) حُجْر: بڑی عمر کے بچوں کے لیے گود اس کا وہ کفیل ہے جو زیرِ تربیت بچہ کے اموال و اختیار پر پابندی لگا سکتا ہو۔

۱۹۔۔۔۔گہرا۔۔۔۔گہرائی

کے لیے لُجَّة، غَوْرًا اور عَمِيْق کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لُجَّة، لجّ بمعنی پانی کی گہرائی۔ پانی کا گہرا حصہ جہاں پانی سب سے گہرا ہو۔ اور لُجُّ الْبَحْرِ بمعنی سمندر کی انتہائی گہرائی (م۔ل) بَحْرٍ لُّجِّيٍّ (۲۴/۴۰) بمعنی گہرا دریا یا سمندر۔ اور لُجَّة بمعنی گہرا پانی

ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا (۲۷/۴۴) — جب ملکہ سبا نے اسے دیکھا تو گہرا پانی خیال کیا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔

۲۔ غَوْر: غَارَ بمعنی نشیبی زمین کی طرف نیچے اترنا۔ غار بمعنی کھوہ مشہور لفظ ہے۔ اور غور بمعنی نشیبی زمین۔ اور بمعنی زیرِ زمین گہرائی (مف) گویا اس میں گہرائی کے ساتھ مکان کا تصور بھی پایا جاتا ہے ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (۶۷/۳۰) — آپ کہہ دیجئے بھلا دیکھو تو کہ اگر تمہارا پانی زیرِ زمین (گہرائی میں) چلا جائے تو تمہیں کون ٹھنڈا اور شفاف پانی لا کر دے گا۔

۳۔ عَمِيْق: عُمْق بمعنی کسی بھی چیز کی گہرائی (ضد ارتفاع ـ بمعنی بلندی) فاصلہ اگر افقی سمت میں ہو تو یہ لمبائی یا بُعد ہے۔ اور اگر راسی سمت میں ہو اور زمین سے اُوپر ہو تو بلندی یا ارتفاع ہے اور زمین سے نیچے ہو یا خود اُوپر کھڑے ہوں تو یہی بلندی عمق یا گہرائی ہے۔ اور عمیق بمعنی گہرا۔ قرآن میں ہے:

يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (۲۲/۲۷) — وہ لوگ دُور دراز کے راستوں سے آئیں گے۔

تو اس میں عَمِيْق کا معنی دُور دراز فَجّ کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے۔ فَجّ دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ کو کہتے ہیں جو نشیب و فراز سے ہوتا ہُوا گزرتا ہے۔

ماحصل: (۱) لُجَّة گہرا پانی اور لُجّ پانی کی گہرائی۔

(۲) غَوْر: زیرِ زمین گہرائی۔ سطحِ زمین سے گہرائی۔ نشیبی زمین۔

(۳) عَمِيْق: گہرا۔ عام معنوں میں ہے۔

۲۰ ـــ گھاٹ

کے لیے مَشْرَب اور وِرْد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَشْرَب: پانی پینے اور بھرنے کی جگہ۔ گھاٹ۔ یہ لفظ عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (۲/۶۰) — تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔

۲۔ وِرْد: وَرَدَ بمعنی پینے کے لیے پانی کی جگہ پر پہنچنا۔ اور اس کی ضد صَدَرَ ہے۔ یعنی پانی پی چکنے کے بعد وہاں سے لوٹ جانا۔ اور وِرْد اس پانی کو کہتے ہیں جو وارد ہونے والوں کے لیے تیار کیا گیا ہو (مف) جیسے ہمارے ہاں مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے پانی کے حوض وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں اور وِرْد پیاسے کو بھی کہتے ہیں (۱۹/۸۹) ارشادِ باری ہے:

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ — فرعون قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا

النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (۱۱/۹۹) — اور انہیں جہنم پر پہنچا دے گا۔ بُری ہے وُہ گھاٹ جس پر وُہ پہنچے۔

۲۱ — گھاٹی

کے لیے نَجْد اور عَقَبَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَجْد بمعنی گھاٹی۔ بلند زمین۔ درختوں سے خالی زمین۔ بلند راستہ۔ پستان (منجد) اور نَجَدَ بمعنی واضح اور بلند ہونا (منجد) اور بمعنی بلند اور سخت زمین (مف) نجد اصل میں گھاٹی کو بھی کہتے ہیں اور اس راستہ کو بھی جو اس پر چڑھتا یا گھاٹی سے نیچے آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰/۱۰) — اور ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھلا دیے (جالندھریؒ) دکھلائی اس کو دو گھاٹیاں (عثمانیؒ)

۲۔ عَقَبَة بمعنی پہاڑ پر چڑھنے کا دشوار گزار راستہ (مف) یعنی عَقَبَة سے صرف وُہ راستہ مراد ہے جو گھاٹی یا پہاڑ پر چڑھتا ہو۔ چنانچہ اس سے اگلی آیت ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ‎وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ (۹۰/۱۱) — مگر وُہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔ اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے۔ کسی کی گردن کا چھڑانا۔

لیکن صاحبِ منجد کے نزدیک عقبة کے معنی دشوار گزار گھاٹی ہے اور اس پر چڑھنے کا دشوار گزار راستہ بھی۔

ماحصل: نَجْد گھاٹی کے لیے عام لفظ اور عَقَبَة صرف اس گھاٹی کو کہتے ہیں جو دشوار گزار ہو۔

گھبرانا اور گھبراہٹ کے لیے دیکھیے "بے قرار ہونا"

۲۲ — گھر

کے لیے بَيْت، مَسْكَن، دَار، دِيَار اور اَهْل کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَيْت: بَاتَ رات گزارنا۔ شب بسری کرنا۔ اور بَيْت وہ جگہ جہاں شب بسری کی جائے۔ پھر اصطلاحاً بیت سے مراد وُہ جگہ ہے جہاں کوئی شخص اور اس کے عیال جو اس کے پاس رہتے ہیں رات بسر کر سکیں اور وُہ ان کا ملجا و ماویٰ ہو (مف۔م ل) (ج بیوت) ارشادِ باری ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (۳۳/۳۳) — (اے پیغمبرؐ کی بیویو!) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلے دورِ جاہلیت کی طرح زیب و زینت کی نمائش نہ کرتی پھرو۔

اور کعبہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے بَيْت اور اَلْبَيْت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس میں بھی بیان کردہ تعلق پایا جاتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے، الخلق عیال اللہ۔ اور کعبہ شب بسری کی جگہ نہ سہی تاہم

ملجا و ماویٰ ضرور ہے۔

۲۔ مَسکَن : سَکَنَ یعنی آباد ہونا۔ نیز کام کاج کرنے کے بعد آرام کرنا۔ اور مَسکَنٌ وہ جگہ ہے جہاں انسان رہائش اختیار کرے اور کسی شخص کو بغیر کرایہ وغیرہ کے رہائش دینے کو سُکنیٰ کہا جاتا ہے اور ایک مکان میں رہنے والوں کو سُکَن جو سَاکِنٌ کی جمع ہے (مف) اور مسکن کا لفظ بَیت سے اخص ہے کیونکہ بیت کا لفظ رہائش اور شب بسری دونوں پر دلالت کرتا ہے جبکہ مسکن کا لفظ صرف رہائش کا مقتضی ہے۔ گویا ہر بیت مسکن تو ہے لیکن ہر مسکن بیت نہیں ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا (۲۸/۵۸) سو یہ ان (ہلاک شدہ لوگوں) کے گھر ہیں جو ان کے بعد پھر کم ہی آباد ہوئے۔

۳۔ دار (جمع دُور اور دِیار) بمعنی گھر، مکان۔ دار کے استعمال میں بہت وسعت ہے۔ جو گھر، حویلی، بستی، شہر، ملک تمام دنیا بلکہ آخرت پر بھی ہوتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے "شہر") اور دار سے مراد جب گھر ہو تو گھر کی خارجی حیثیت مراد لی جاتی ہے۔ اور اسے انگریزی میں ہاؤس (HOUSE) کہتے ہیں جبکہ بَیت سے مراد گھر کی داخلی حیثیت لی جاتی ہے۔ انگریزی زبان میں اس کے لیے لفظ ہوم (HOME) ہے۔ نیز دار جب گھر کے معنی میں استعمال ہوگا تو اس کی جمع بھی دار ہی ہوگی۔ قرآن میں ہے:

فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ (۱۱/۶۵) تو (صالح ؑ نے اپنی قوم سے) کہا، تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن (اور) فائدے اٹھا لو۔

۴۔ اَھْل : اَھْل کا لفظ بھی بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لیے اور اھل اور آل میں فرق کے لیے دیکھیے "اولاد") اور معروف معنوں میں اہل الرجل کسی کے گھر والے اور اہل وعیال یعنی بیوی بچے ہیں جو اس کے زیر کفالت و تربیت ہوتے ہیں۔ پھر جس طرح قَرْيَة کا لفظ بستی اور بستی والے دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح اَھْل کا لفظ گھر والوں کے علاوہ گھر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳/۱۲۱) اور جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر مومنوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر متعین کرنے لگے۔

ماحصل: (۱) بَیت : جہاں انسان کی بمعہ اہل وعیال رہائش ہو اور شب بسری بھی کرتے ہوں۔

(۲) مَسکَن : صرف رہائش کا معنی دیتا ہے۔ خواہ شب بسری کی جگہ نہ ہو گویا یہ بَیت سے اخص ہے۔

(۳) دَار : کا استعمال بہت عام ہے۔ گھر کے معنی میں ہو تو اس سے گھر کی خارجی حیثیت مراد ہوتی ہے جیسے کسی ایک دار (حویلی۔ کٹڑی) کے اندر کئی بَیت ہو سکتے ہیں۔

(۴) اَھْل : گھر اور گھر والے، اہل وعیال سب اس کے معنی میں شامل ہیں۔

۲۳ ــــــ گھڑی

کے لیے سَاعَۃ (س و ع) أَنَاء (انی) اور زُلَف کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ سَاعَۃ: وقت کا ایک معیّن حصہ۔ گھڑی (ج ساعات) اہلِ عرب نے رات اور دن کو بارہ بارہ گھڑیوں میں تقسیم کرکے اُن کے الگ الگ نام تجویز کیے ہیں جن کی تفصیل "دن اور "رات" میں گزر چکی ہے۔ آج کل بھی رات اور دن کے مکمل وقت کو ۲۴ گھنٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ گویا سَاعَۃ سے مراد ایک گھنٹہ بھی لیا جاسکتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ (۴۶/۳۵) وہ (دنیا میں) نہیں رہے مگر دن میں سے ایک گھڑی۔

اور گھڑی جسے انگریزی میں (WATCH) کہتے ہیں کے لیے بھی سَاعَۃ کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے اور ساعاتی بمعنی گھڑیوں کی دکان کرنے والا اور گھڑی ساز۔ اور کبھی سَاعَۃ سے مدت یا اوقات بھی مراد لی جاتی ہے۔ جو ایک پورا دن تو کجا کئی دنوں بلکہ مہینوں اور سالوں پر بھی مشتمل ہوسکتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَد تَّابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (۹/۱۱۷) بیشک اللہ نے پیغمبرؐ پر مہربانی کی اور انصار و مہاجرین پر بھی جنھوں نے مشکل گھڑی میں بھی اس کی فرمانبرداری کی۔

اور اَلسَّاعَۃ سے بالعموم قیامت مراد لی گئی ہے۔ جیسے فرمایا:

حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً (۶/۳۱) یہاں تک کہ جب قیامت ان پر ناگہاں آموجود ہوگی۔

۲۔ أَنَاء، أَن بمعنی وقت کا کچھ حصہ (ج أَنَاء) اور أَنَى یا إِنِيّ بمعنی کسی چیز کا وقت آجانا اور اس کا انتہا کو پہنچنا (مف) نیز آنی بمعنی پورا دن یا اس کا کچھ حصہ (منجد) لیکن قرآن کریم میں أَنَاء کا لفظ تین بار استعمال ہوا ہے (۳/۱۱۳)، (۲۰/۱۳) اور (۳۹/۹) اور تینوں جگہ أَنَاء کے ساتھ لَيْل کا لفظ آیا ہے۔ دن کے ساتھ اس لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ لہٰذا اس سے یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ أَنَاء کا لفظ رات کی گھڑیوں سے مختص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ (۳/۱۱۳) وُہ اللہ کی آیات رات کو پڑھتے ہیں اور اسکے آگے سجدے کرتے ہیں۔

۳۔ زُلَف بمعنی رات کا ابتدائی حصہ یا پہلی گھڑیاں (ف ل ۳۴) زُلَف کے بنیادی معنی مرتبہ اور قرب کے ہیں۔ رات کے ابتدائی حصہ کو زُلَف اس لیے کہا جاتا ہے کہ وُہ ساری رات کا نزدیکی اور قریب کا حصہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ (۱۱/۱۱۴) دن کے دونوں سروں (صبح و شام) اور رات کی پہلی ساعات میں نماز قائم کیا کرو۔

ماحصل: (۱) سَاعَة: دن اور رات کی گھڑیوں میں سے کوئی ایک گھڑی۔ زمانہ۔ قیامت۔
(۲) اٰنَاء: رات کی گھڑیاں اور (۳) زُلَف: رات کا ابتدائی حصہ یا گھڑیاں۔

۲۴۔۔۔۔۔ گھسنا

کے لیے وَلَجَ اور جَاسَ (جوس) کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ وَلَجَ: کسی تنگ جگہ میں داخل ہونا۔ گھسنا (مف) قرآن میں ہے:
وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷/۴۰) — اور وُہ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سُوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو۔
۲۔ جَاسَ: بمعنی کسی چیز کے درمیان تک جا پہنچنا (م۔ل) اور بمعنی کسی چیز کی طلب میں انتہا کو پہنچ جانا (مف) اور جَاسَ فِي الْبَيْتِ بمعنی وُہ فساد اور لُوٹ کے لیے گھر میں گھس آیا (م۔ق) اور جَوَّاس بمعنی قوم میں گھس کر فساد برپا کرنے والا (منجد) قرآن میں ہے:
بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ (۱۷/۵) — ہم نے اپنے جنگجو بندے تم پر مسلط کر دیے جو تمہارے شہروں میں گھس گئے۔

ماحصل: وَلَجَ: تنگ جگہ میں داخل ہونے کے لیے اور جَاسَ، لُوٹ اور فساد کے لیے گھسنے کے لیے آتا ہے۔

۲۵۔۔۔۔۔ گھسیٹنا

کے لیے تین الفاظ جَرَّ، سَحَبَ اور عَتَلَ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اور تینوں کا معنی زمین پر کھینچنا اور گھسیٹنا ہے، صرف کیفیت میں فرق ہے۔
۱۔ جَرَّ میں کھینچنا کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور گھسیٹنا کا کم۔ افقی سمت میں یا کسی کھڑی چیز کو اس طرح کھینچنا کہ اسے اپنے پاؤں پر قابو نہ رہے اور وُہ گھسٹنے لگے تو یہ جَرّ ہے۔ قرآن میں ہے:
وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ (۷/۱۵۰) — اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی کا سر پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچنے لگے۔
اور جَيْشٌ جَرَّار اُس بڑے لشکر کو کہتے ہیں جو وسیع رقبے میں پھیلا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ جیسا کہ کھچتا یا گھسٹتا ہُوا آگے بڑھ رہا ہے۔
۲۔ سَحَبَ: میں گھسٹنے کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور کھینچنے کا کم۔ اور امام راغب کے نزدیک اس کا معنی کسی کو منہ کے بل گھسیٹنا ہے (مف) جب کوئی چیز کھڑی کی بجائے پڑی سمت میں یا راسی کی بجائے افقی سمت میں ہو اور اسے گھسیٹا جائے تو یہ سَحَبَ ہے۔ اور سَحَاب بمعنی بادل کو سَحَاب اس لیے کہتے ہیں کہ (۱) ہوا اسے کھینچ کرلے چلتی ہے اور (۲) وُہ خود اس طرح آگے بڑھتا ہے جیسے گھسٹتا چلا جا رہا ہے (مف) قرآن میں ہے:

يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ۔ جس دن وُہ (دوزخ کی) آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے۔

(۵۴/۴۸)

۳۔ عَتَلَ: عتل میں جرّ کی نسبت سے سختی اور بیدردی کا تصوّر پایا جاتا ہے (م۔ق) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک گردن میں کوئی چیز ڈال کر نہایت سختی سے آگے کھینچنا (فل ۱۸۸) قرآن میں ہے:

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ۔ اسے پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے جہنم کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

(۴۴/۴۷)

ماحصل: جرّ: کسی کھڑی چیز کو اس طرح کھینچنا کہ وُہ گھسٹنے لگے۔ اور جب اس جرّ میں سختی اور بیدردی بھی ہو تو یہ عتل ہے۔ اور جب کسی پڑی چیز کو کھینچا جائے تو یہ سحب ہے۔

۲۶۔۔۔۔۔گھوڑا

کے لیے خَيْل، صٰفِنٰت، جِيَاد (جود) اور عٰدِيٰت (عدو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَيْل: خیل اسم جنس ہے۔ یعنی ہر قسم کے گھوڑے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے خواہ وُہ نر ہو یا مادہ (مف) پھر اس کا استعمال گھوڑوں کے گلہ یا گروہ پر بھی ہوتا ہے جیسے غنم بمعنی بکریوں کا ریوڑ۔ اور اس کے علاوہ گھڑسوار پر بھی (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً (۱۶/۸) اور گھوڑے، خچر اور گدھے (بھی بنائے) تاکہ تم اُن پر سواری کرو۔ اور (یہ چیزیں تمہارے لیے باعثِ) زینت بھی ہیں

اس آیت میں خیل کا استعمال بطور اسم جنس آیا ہے اور درج ذیل آیت میں خیل کا استعمال گھڑسوار یا گھڑسوار اور گھوڑے کے لیے مجموعہ کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ۔ اور اُن پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ۔

(۱۷/۶۴)

اور خیل کا بنیادی معنی اقسم قسم کے تصوّرات کا دماغ میں حرکت کرنا ہے (م۔ل) اس سے خیال کا لفظ مشتق ہے۔ اور الخیلاء اس کبر و نخوت کو کہتے ہیں جو گھڑسوار گھوڑے پر سوار ہو کر پیدل کے مقابلہ میں محسوس کرتا ہے۔ اسی سے لفظ تخیل ہے۔ بمعنی فراست سے کوئی بات معلوم کرنا (منجد) بلند پروازی

۲۔ صٰفِنٰت: (صافن کی جمع) صَفَنَ (الفرس) بمعنی گھوڑے کا تین ٹانگوں پر اس طرح کھڑا ہونا کہ چوتھے کھُر کا صرف سرا زمین پر ٹکا رہے (منجد۔ مف) اور اس سے چاک و چوبند گھوڑا مراد لیا جاتا ہے۔

۳۔ جِيَاد: (جیّد کی جمع) جُوْد بمعنی کسی چیز میں وسعت ہونا۔ اور جَوَّاد سخی مرد یا عورت کو کہتے ہیں اور جَادَ الْفَرَسُ بمعنی گھوڑے کا سُبک اور تیز رفتار ہونا (م۔ل) اور جیّد کا لفظ کسی چیز کی عمدگی پر بھی دلالت کرتا ہے۔ صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک جیاد بمعنی تیز رفتار اور عمدہ گھوڑے ہے (فل ۵۶) قرآن میں ہے:

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ (۳۸/۳۱) — جب شام کے وقت سلیمانؑ پر چاک و چوبند اور سبک رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔

۴- عَادِيَات: عَادِيَة کی جمع ہے اور عَادِيَة، عَادِي کا مؤنث ہے اور عَادِي بمعنی وُہ جماعت جو قتل و قتال کے لیے تیار ہو۔ لوٹنے والے گھوڑے۔ اور عَدَا الْفَرَسُ بمعنی گھوڑے نے ایک دوڑ لگائی۔ اور تَعَادَى الْقَوْمُ بمعنی لوگوں نے دَوڑ میں مقابلہ کیا (منجد) گویا عَادِيَات سے مراد وُہ جنگ پر جانے والے گھوڑے ہیں جو مقابلہ کی دَوڑ میں حِصّہ لیتے رہے ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (۱۰۰/۱) — ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں۔

ماحصل: (۱) خَيْل، اسمِ جنس۔ اس کا استعمال عام ہے۔ گھوڑے کے لیے بھی اور گھڑ سوار کے لیے بھی اور مجموعہ کے لیے بھی۔

(۲) صٰفِنٰت تین ٹانگوں پر کھڑا ہونے والے چاک و چوبند گھوڑے۔

(۳) جِيَاد: سبک رفتار اور عمدہ قسم کے گھوڑے۔

(۴) عَادِيَات، وُہ گھوڑے جو گھڑ دوڑ میں حصّہ لیتے اور جنگ کے لیے تیار کیے گئے ہوں۔

گھومنا کے لیے دیکھیے "پھرنا"

۲۷ — گھیرنا

کے لیے حَفَّ، اَحَاطَ (حوط) حَصَرَ اور حَاقَ (حیق) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱- حَفَّ: بمعنی کسی چیز کو دونوں جانب سے گھیرنا (مف) اور حَفَّهٗ بکذا بمعنی احاطہ کر لینا (منجد) اور مَحِفَّة بمعنی ڈولی، تختِ رواں جس پر چاروں طرف سے پردہ ڈالا گیا ہو (م۔ ق) قرآن میں ہے:

وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا (۱۸/۳۲) — اور ہم نے ان دونوں باغوں کے گرداگرد کھجور کے درخت لگا دیے تھے اور ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (۳۹/۷۵) — اور تُو دیکھے گا کہ فرشتے عرش کے ارد گرد گھیرا ڈالے ہُوئے ہیں۔

۲- اَحَاطَ، بمعنی احاطہ کرنا۔ چار دیواری بنانا۔ کسی چیز کو اس طرح گھیرنا کہ اس چیز کی حفاظت رہے۔ (مف) اس طرح کہ نہ تو وُہ چیز خود باہر نکل سکے نہ اس میں سے کچھ کوئی دوسرا باہر لے جا سکے۔ جیسے گھر کا احاطہ چار دیواری سے کر لیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ (۱۰/۲۲) — اور ہر طرف سے لہریں اُن پر آنے لگتی ہیں اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ وُہ لہروں میں گھر چکے۔

اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ — کیوں نہیں۔ جس نے بُرے کام کیے اور اُس کے گناہوں نے

خَطِيْئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ (۲/۸۱) اسے گھیر لیا تو یہی لوگ دوزخی ہیں۔

۳۔ اَحْصَرَ: بمعنی محاصرہ کرنا۔ گھیراؤ کرنا۔ کسی چیز کے گرد اس طرح گھیرا ڈالنا کہ وہ وہیں بند ہو کر رہ جائے اور باہر نہ نکل سکے (م۔ل۔مف) محبوس کر لینا اور باہر سے کسی طرح کی رسد، کمک یا امداد انہیں نہ پہنچنے دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (۹/۵) اور ان (مشرکین) کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ پر بیٹھو۔

۴۔ حَاقَ: بمعنی کسی چیز کا کسی چیز پر نازل ہونا (م ل) اور بمعنی کسی چیز کا کسی چیز پر نازل ہو کر اسے گھیر لینا۔ (مف) گویا ایسا محاصرہ جو محصور کی اپنی ذات پر واقع ہوتا ہے۔ کسی پر مصیبت، آفت یا عذاب کا نازل ہونا جس سے وہ گھر جائے۔ اور حَيْق بمعنی مکافاتِ عمل۔ بُرے کام کا بُرا نتیجہ (منجد) گویا یہ لفظ بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ (۳۹/۴۸) اور جس (عذاب کی) وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ اُن کو آ گھیرے گا۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ۔ (۳۵/۴۳) اور بُری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔

مذکورہ آیت کا یہ حصہ بطور محاورہ بھی استعمال ہوتا ہے، بمعنی ع چاہ کن را چاہ در پیش۔

ماحصل: (۱) حَفَّ: سے مراد صرف گھیرنا یا گھیرا کرنا ہے۔

(۲) اَحَاطَ: بمعنی گھیرا کرنا جس کا مقصد حفاظت ہو۔

(۳) اَحْصَرَ: گھیراؤ اور حبس یعنی کسی چیز کو بند کر دینا۔

(۴) حَاقَ: بمعنی کسی آفت کا کسی کو آ گھیرنا۔

۱۔۔۔۔۔۔لاٹھی

کے لیے عصا (عصو) اور مِنۡسَاَۃَ (نسأ) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَصَا: بمعنی چرواہے کا ڈنڈا۔ سونٹا (ف ل ۲۳۱) (ج عِصِیّ) (۲۰/۱۸) قرآن میں ہے:

فَاَلۡقٰی عَصَاہُ فَاِذَا ھِیَ ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ۔ (۷/۱۰۶) — پھر موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ناگہاں صریح اژدہا بن گئی۔

۲۔ مِنۡسَاَۃ: مریض یا ضعیف کی لاٹھی (ف ل ۲۳۱) قرآن میں ہے:

مَا دَلَّھُمۡ عَلٰی مَوۡتِہٖۤ اِلَّا دَآبَّۃُ الۡاَرۡضِ تَاۡکُلُ مِنۡسَاَتَہٗ (۳۴/۱۴) — سلیمانؑ کی موت پر جنوں کو (گھن کے) کیڑے کی وجہ سے آگاہی ہوئی جو آپ کے سونٹے کو (اندر ہی اندر) کھا رہا تھا۔

اور ایسی لاٹھی جس کا سر مڑا ہوا ہو۔ اسے مِحۡجَنٌ کہتے ہیں (ف ل ۲۳۱) عَصَا اور مِنۡسَاَۃ دونوں کا سر مڑا ہوا نہیں ہوتا۔ عَصَا موٹا اور مضبوط سونٹا ہے۔ اور مِنۡسَاَۃ نسبتاً کم موٹی اور خوش شکل قسم کی لاٹھی ہوتی ہے۔

لالچ کے لیے دیکھیے "طمع رکھنا"۔

۲۔۔۔۔۔۔لانا

کے لیے جَآءَ بِ، اَتٰی بِہٖ۔ ھَلُمَّ، ھَاتُوۡا، اَجَآءَ اور اَجۡلَبَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں اور ان میں سے اکثر کی تفصیل "آنا" کے تحت دی جا چکی ہے۔ جَآءَ اور اَتٰی کا صلہ اگر ب سے ہو تو لانا کا معنی دیتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ جَآءَ بِ: فَقَدۡ کُذِّبَ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ جَآءُوۡ بِالۡبَیِّنٰتِ (۳/۱۸۴) — سو تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے جو واضح دلائل لے کر آئے تھے۔

۲۔ اَتٰی بِہٖ: فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ (۲/۲۳) — تو اس جیسی تم بھی کوئی سورت بنا لاؤ۔

ان کا ذیلی فرق آنا میں دیکھیے۔

۳۔ ھَلُمَّ: اسم فعل ہے۔ ھَلُمَّ بمعنی پکار۔ یعنی کسی کو پکار پکار کر بلانا (م۔ ل) یہ لفظ لازم و متعدی دونوں

طرح استعمال ہوتا ہے۔ لازم ہو تو آنا کا معنی دے گا جیسے هَلُمَّ إِلَيْنَا (۳۳/۱۸) یعنی ہمارے پاس چلے آؤ اور بطور متعدی استعمال ہو تو لانا کا معنی دے گا۔ قرآن میں ہے:

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ (۶/۱۵۰) — آپ کہہ دیجئے کہ اپنے گواہ لے آؤ۔

۴۔ هَاتُوا: اہل لغت کے نزدیک یہ لفظ اصل میں اِئْتُوا ہی ہے جو اَتٰی سے امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اور یہ لفظ اسم امر کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی بھی چیخ کر پکارنا ہے۔ "يَدُلُّ عَلَى الصَّيْحَةِ" (م ل) مگر بعض کے نزدیک اس کے معنی ادھر لانے یا جلدی لاؤ کے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲/۱۱۱) — آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔

۵۔ اَجَآءَ: مجبور اور لاچار کر کے لانا (مف) اضطراراً لانا یا لانے کا باعث بننا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۳) — پھر دردِ زہ حضرت مریمؑ کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔

۶۔ اَجْلَبَ: جَلَبَ بمعنی کسی چیز کو چلانا اور ہنکانا۔ اور اجلب علیہ بمعنی کسی کو چلا کر اسے زبردستی آگے بڑھانا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ (۱۷/۶۴) — اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا کر لاتا رہ۔

ماحصل: (۱) جَاءَ بِ: اس کا استعمال عام ہے۔
(۲) اَتٰى بِ: کسی بات کے نتیجہ کے طور پر لانا۔
(۳) هَلُمَّ: جب پکار کر لانے کو کہا جائے۔
(۴) هَاتُوا: بمعنی ادھر لاؤ۔ یہاں لاؤ۔
(۵) اَجَآءَ: کسی چیز کو اضطراراً لانا۔ لانے کا باعث بننا۔
(۶) اَجْلَبَ: پیچھے سے کسی کو زبردستی ہنکا کر لانا۔

۳ ——— لائق ہونا

کے لیے يَنْبَغِيْ، اَجْدَرُ، اَوْلٰى اور حُقَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ يَنْبَغِيْ: اِنْبَغٰى بمعنی سہل اور آسان ہونا۔ اور ينبغی بمعنی لائق ہونا۔ مناسب ہونا (منجد) اور یہ لفظ کسی ایسے فعل کے لیے آتا ہے جس کے لیے وہ مسخر ہو۔ کہتے ہیں اَلنَّارُ يَنْبَغِيْ اَنْ تُحْرِقَ الثَّوْبَ یعنی کپڑے کو جلا ڈالنا آگ کا خاصہ ہے (مف) صرف یہی واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اور ان امور کے متعلق آتا ہے جو فطرت میں داخل یا شامل ہوں۔ لغوی اعتبار سے یہ نفی اور اثبات دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ اثبات کی مثال قرآن میں نہیں ہے۔ تاہم اوپر دی جا چکی ہے۔ منفی کی مثال قرآن میں یوں ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (۳۶/۴۰) — سورج کے لیے یہ نامناسب ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ۔ (۳۶/۶۹) ہم نے پیغمبرؐ کو شعر کہنا نہیں سکھلایا اور نہ ہی یہ اس کے لائق ہے۔

۲۔ اَجْدَر: جَدَرَ بمعنی لائق اور مناسب ہونا۔ اور اجدر اسم مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ اختیاری امور کے لیے آتا ہے۔ جَدِیْرُ الذِّکْرِ بمعنی قابلِ ذکر۔ اور جَدِیْرُ الثَّنَاءِ بمعنی قابلِ ستائش) اور اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی بات کسی کے مناسب حال اور شایانِ شان ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللہُ (۹/۹۷) دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں اور اسی لائق ہیں کہ وہ اللہ کے نازل کردہ حدود و احکام کو نہ سمجھیں۔

۳۔ اَوْلیٰ: ولی بمعنی حامی، دوست اور موالی کا ایک معنی ترکہ کا وارث۔ اور ولاء بمعنی آزاد کردہ غلام کا ترکہ۔ اور حق تولیت۔ اور اَوْلیٰ بمعنی لائق تر، مناسب تر۔ زیادہ حقدار۔ اختیاری امور کے لیے آتا ہے۔ اور صرف اثبات کے لیے آتا ہے۔ اور یَنْبَغِیْ سے زیادہ ابلغ ہے (مف) اس کا بھی صرف یہی صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا صلہ ب سے آئے گا۔ اور اس کا معنی ہوگا۔ وہی اُس کا اہل ہے، وہی زیادہ مناسب یا حقدار ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ ھُمْ اَوْلیٰ بِھَا صِلِیًّا (۱۹/۷۰) پھر ہم ان لوگوں سے بھی خوب واقف ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔ (۳۳/۶) پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔

اور اَوْلیٰ کا صلہ اگر ل سے ہو تو یہ کلمہ نفرین و تہدید بن جائے گا۔ بمعنی خرابی، ہلاکت وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

اَوْلیٰ لَکَ فَاَوْلیٰ (۷۵/۳۵) تیرے لیے ہلاکت ہو، پھر تیرے لیے ہلاکت ہو۔

۴۔ حُقَّ: حَقَّ بمعنی ثابت ہونا۔ واجب ہونا۔ اور حُقَّ اَنْ تَفْعَلَ کَذَا یعنی ایسا کرنا ہی اس کے لیے واجب اور سزاوار ہے (منجد) یعنی اس کا یہی حق تھا کہ وہ ایسا کرتا۔ اس کا استعمال بھی صرف اثبات کے طور پر ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ (۸۴/۲) جب آسمان پھٹ جائے اور اپنے رب (کے حکم) پر کان دھرے اور اسے واجب بھی یہی ہے۔

ماحصل: (۱) یَنْبَغِیْ صرف تسخیری امور کے لیے۔

(۲) اَجْدَر، اختیاری امور کے لیے۔ کسی کے مناسب حال امر پر۔ شایانِ شان بات کے لیے۔

(۳) اَوْلیٰ: یہ اَجْدَر سے زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اختیاری امور میں صرف اثبات کے لیے آتا ہے۔

(۴) حُقَّ: جب کسی کے لیے وُہی بات ہی سزاوار ہو۔

۴ — پلیٹنا — لپٹنا

کے لیے طَوٰی، لَفَّ اور کَوَّرَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طَوٰی: بمعنی تہہ کرکے لپیٹنا۔ بساط لپیٹنا۔ دستر خوان تہہ کرنا۔ طویت الثوب والکتاب یعنی جیسے کپڑا یا کتاب لپیٹی یا بند کی جاتی ہے (م-ل)۔ کہتے ہیں نَشَرْتُ الکِتَابَ ثُمَّ طَوَیْتُہٗ یعنی میں نے کتاب کھولی پھر بند کر دی۔ ارشادِ باری ہے:

یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ (۲۱/۱۰۴) — جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے، جیسے تحریروں کا رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں۔

۲۔ لَفَّ: بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ مِلا دینا اور مدغم کر دینا (مف) ایک چیز کی تہہ لگانا۔ پھر اس کے اوپر دوسری چیز کی تہہ لگا کر ملانا۔ پھر اس کے بعد اس کے اوپر تیسری تہہ کو (م-ل) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا (۱۷/۱۰۴) — پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔

اور لپٹنا کے لیے اِلْتَفَّ استعمال ہوگا۔ بمعنی ایک چیز پر دوسری چیز کا لگ کر چمٹ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ - اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ (۷۵/۲۹) — اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے۔ اس دن تجھے اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہے۔

۳۔ کَوَّرَ: کسی چیز کو عمامہ یا پگڑی کی طرح لپیٹنا اور اُوپر تلے گھمانا۔ اور اکتار الفرس بمعنی گھوڑے کا اپنی دم گھمانا (مف) اور پگڑی کی طرح لپیٹنے کے لیے لَفَّ بھی استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں لَفَفْتُ عَمَامَتِیْ عَلٰی رَاْسِیْ یعنی میں نے اپنے سر پر پگڑی لپیٹی۔ وُہ اس لحاظ سے ہے کہ ایک تہہ پر دوسری تہہ جمتی جاتی ہے۔ اور پگڑی لپیٹنے کے لیے کَوَّرَ کا لفظ زیادہ ابلغ ہے۔ کیونکہ کَوَّرَ میں تجمع اور گولائی کے دونوں تصور موجود ہوتے ہیں جو پگڑی میں پائے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ (۳۹/۵) — وہی ذات ہے جو رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ (۸۱/۱) — جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔

ماحصل: (۱) طَوٰی: بمعنی کسی چیز کو تہہ کرنا جیسے دستر خوان لپیٹنا۔

(۲) لَفَّ: ایک چیز پر دوسری رکھ اسے مدغم کر دینا۔

(۳) کَوَّرَ: گولائی میں لپیٹنا اور جماتے جانا۔

۵۔ لٹکنا ـــــ لٹکانا

کے لیے اَدْلٰی، تَدَلّٰی، عَلَّقَ، تَرَدَّدَ اور ذَبْذَبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَدْلٰی: دَلٰی بمعنی سہولت اور نرمی کے ساتھ کسی چیز کا قریب ہونا (م ـ ل) دَلَاہُ بمعنی کسی سے نرمی اور مدارات کا سلوک کرنا۔ اور دَلْو بمعنی خالی ڈول۔ اور دَلَی الدَّلْوَ بمعنی ڈول کو کنوئیں میں ڈالنے اور نکالنے کے لیے کھینچنا۔ اور اَدْلٰی دَلْوَہٗ بمعنی اس نے خالی ڈول پانی سے بھرنے کیلیے کنوئیں میں لٹکایا۔ قرآن میں ہے:

وَجَاۗءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ (۱۲/۱۹) — اور ایک قافلہ آیا جس نے پانی لانے کے لیے اپنا آدمی (اس کنوئیں پر) بھیجا۔ تو اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔

تَدَلّٰی: بمعنی خود سہولت اور نرمی سے نیچے لٹکنا۔ کہتے ہیں تَدَلَّی الثَّمَرُ مِنَ الشَّجَرِ درخت کا پھل لٹک آیا (منجد) قرآن میں ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (۵۳/۸) — پھر جبریل نزدیک ہوا پھر لٹک آیا۔

۲۔ عَلَّقَ: عَلِقَ بمعنی کسی چیز میں پھنس جانا کہتے ہیں عَلِقَ الصَّيْدُ فِی الْجُعَالَةِ یعنی شکار جال میں پھنس گیا اور عَلَّقَ بمعنی لٹکانا۔ پھنسانا۔ اور عَلَقٌ بمعنی لٹکائی ہوئی چیز۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (۴/۱۲۹) — پس تم ایک ہی (بیوی کی) طرف نہ جھک جاؤ اور اس (دوسری) کو لٹکتا چھوڑ دو۔

۳۔ تَرَدَّدَ: رَدَّ بمعنی واپس کرنا۔ لوٹانا۔ موڑنا۔ اور تَرَدَّدَ بمعنی ایک خیال کا آنا۔ پھر اس کی بجائے دُوسرا خیال آنا۔ وُہ بھی نکل جانا پھر کوئی اور خیال آجانا۔ اور تردّد فی الامر بمعنی شک وشبہ میں پڑنا (منجد) حیران رہ جانا۔ اور کوئی فیصلہ نہ کر پانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ (۹/۴۵) — سو وُہ اپنے خلجان میں ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔

۴۔ ذَبْذَبَ۔ الذَّبْذَبَةُ: اصل میں معلّق چیز کے ہلنے کی آواز کو کہتے ہیں۔ پھر بطور استعارہ ہر قسم کی حرکت اور اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (مف) اور اَلذَّبْذَبَةُ بمعنی ہوا میں حرکت کرنے والی چیز۔ وُہ چیز جو پالکی کی زینت کے لیے لٹکائی جائے۔ اور ذبذب الرجل بمعنی کسی شخص کا حیران ومتردد ہونا (منجد) گویا ذَبْذَبَ میں مختلف راہوں میں سے کسی راہ کا فیصلہ نہ کر پانے کی وجہ سے اضطراب کے ساتھ خود درمیان میں لٹکے رہنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ (۴/۱۴۳) — بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ ان کی طرف۔

ماحصل: (۱) اَدْلٰی: کسی چیز کو آہستہ آہستہ اور نرمی سے لٹکانا۔

(۲) عَلَّقَ: کسی چیز کو لٹکائے اور پھنسائے رکھنا۔

(۳) تَرَدَّد: خیالات کے اختلاف کی بنا پر ڈانواں ڈول اور لٹکے رہنا۔

(۴) ذبذب: ایسا تردد جس میں اضطراب بھی شامل ہو۔

۶۔۔۔۔ لحاظ رکھنا

کے لیے رَقَبَ اور رَعَی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَقَبَ: کسی کی گردن پر نظر رکھنا۔ کڑی نگہداشت کرنا (مف) اور بمعنی نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا۔ انتظار کرنا (منجد) پاسداری کرنا۔ قرآن میں ہے:

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ (۹/۱۰) یہ منافق کسی مسلمان کے لیے نہ تو قرابت کا لحاظ رکھتے ہیں اور نہ عہد و پیمان کا۔

۲۔ رَعٰی، بمعنی کسی چیز کی حفاظت اچھے طور پر کرنا اور اس کا دھیان رکھنا (مف) کسی عہد یا ذمہ داری کو نباہنا اور اس کی فکر رکھنا۔ اور رَاعِیٌ بمعنی چرواہا جو اپنے ریوڑ کی حفاظت پر مامور ہوتا ہے اور بمعنی کسی چیز کی حفاظت کرنا اور بیرونی خطرات کے دور کرنے کے اسباب کو دور کرنا ضد اہمال یعنی بغیر چرواہا کے ریوڑ کا چرنا) (فق ل ۱۵) قرآن میں ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (۲۳/۸) اور وہ لوگ جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

ماحصل: (۱) رقب کا لفظ محض کسی چیز پر کڑی نظر یا بہ کراہت دھیان رکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ رعٰی میں اس چیز کی بطیبِ خاطر حفاظت بھی مقصود ہوتی ہے۔

لرزنا ۔۔۔۔ دیکھیے ۔۔۔ "کانپنا" ۔۔۔۔ لڑکا ۔۔۔۔ دیکھیے ۔۔۔ "بچہ"
لڑائی ۔۔۔ لڑائی کرنا ۔۔۔ دیکھیے ۔۔۔ "جنگ"

۷۔۔۔۔ لشکر

کے لیے جُنْد، فَوج، حِزْب، نَفِیْر، فِئَة اور ثُبَات کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ جُنْد: فوجی لشکر کے لیے کثیر الاستعمال اور معروف لفظ جس کا استعمال عام ہے۔ جُنْدِیٌ بمعنی فوجی اور جَنَّدَ بمعنی فوج میں بھرتی کرنا (منجد) (ج جنود) (جُنْد کے علاوہ لشکر کے لیے ایک اور عام لفظ جیش ہے جس کی جمع جیوش ہے۔ اس کا استعمال قرآن میں نہیں ہوا اور دوسرا لفظ عسکر ہے ج عساکر۔ یہ بھی قرآن میں نہیں ہے۔ عساکر اور جیوش عام طور پر ان لشکروں کو کہا جاتا ہے جو اعلانِ جہاد پر مختلف پہلوؤں سے جمع ہونے شروع ہو جاتے ہیں خواہ ان کے پاس سامانِ حرب ہو یا نہ ہو) اور جُنْد صرف مسلح لشکر کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ (۲/۲۴۹) جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا۔

۲۔ فَوج: بمعنی تیزی سے گزر جانے والی جماعت۔جنگی دستہ (مف) (ج افواج) طائفہ سے بڑی جماعت (فل ۲۰۵) لیکن قرآن میں یہ لفظ بالعموم "ایک جماعت" کے معنوں میں ہی آیا ہے۔جنگی دستہ کے معنوں میں نہیں آیا۔گویا جو تصوّر آج کل فوج کے لفظ سے پیدا ہوتا ہے قرآن سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔ارشادِ باری ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا (۲۷/۸۳)	اور جس دن ہم ہر امت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے۔

۳۔ حِزْب، بمعنی گروہ۔پارٹی۔جتھا۔ہم خیال لوگوں کا گروہ۔اور احزاب ایسے لوگ جن کے دل اور اعمال مناسبت رکھتے ہوں اگرچہ آپس میں نہ ملیں۔اور حَازَبَ بمعنی کسی پارٹی میں داخل ہونا۔مدد کرنا۔قوّت پہنچانا۔اور حَزَّبَ بمعنی قوم کے گروہ گروہ بنا کر جمع کرنا (منجد) اور حِزْب بمعنی وہ جماعت جس میں سختی اور شدّت پائی جائے (مف) اور حِزْب دراصل سیاسی پارٹی کو کہتے ہیں۔اور قرآن کی رُو سے بڑے حزب صرف دو ہی ہیں۔ایک حزب اللہ دوسرے حزب الشیطٰن۔جن میں ہر وقت محاذ آرائی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اور حزب الشیطٰن پھر کئی چھوٹے احزاب میں منقسم ہو جاتا ہے جیسے جنگِ خندق کے موقعہ پر کفار کے کئی احزاب مل کر مقابلہ پر اتر آئے تھے۔نیز حزب بمعنی ایک جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ (م۔ق) قرآن میں ہے:

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ (۳۳/۲۰)	(خوف کے مارے) خیال کرتے ہیں کہ ابھی تک فوجیں گئی نہیں۔اور اگر لشکر آجائیں تو تمنا کریں کہ (کاش) دیہاتوں میں جا رہیں اور (صرف) تمہاری خبریں پوچھ لیا کریں۔

۴۔ فِئَة: فَأَى الرَّأْسَ فُلَانٌ بمعنی کسی کے سر کو تلوار سے پھاڑ دینا (منجد) فِئَة بمعنی ایسی جنگی جماعت جس کے افراد باہمی تعاون کے لیے آپس میں رابطہ قائم رکھتے ہوں (مف) ارشاد باری ہے:

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (۲/۲۴۹)	بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے۔

۵۔ نَفِير: نَفَرَ بمعنی جنگ یا کسی مہم پر روانہ ہونا۔اور نفیر بمعنی لڑائی کی طرف کوچ کرنیوالے لوگ اور (۲) نفیر بمعنی دس سے کم آدمیوں کا گروہ (منجد)۔

۶۔ ثبات: بمعنی ایسے بہادر شہسوار جن کا حملہ خطا نہ جاتا ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُوا جَمِيعًا (۴/۷۱)	اے ایمان والو، اپنے ہتھیار اور بچاؤ کا سامان سنبھالو اور خواہ دستے دستے ہو کر یا سب مل کر لڑائی پر روانہ ہو جاؤ

ماحصل: (۱) جند: بھرتی شدہ مسلح لشکروں کا دستہ۔ (۲) فوج: تیزی سے گزر جانے والی جماعت۔ (۳) حِزْب: پارٹی: سیاسی فرقہ۔ (۴) فِئَة: ایسی جنگجو جماعت جن کا آپس میں تعاون ہو۔

(۵) نفیر: کسی مہم یا جنگ پر روانہ ہونے والے لوگ۔ (۶) ثبات: بہادر شہسواروں کا چھوٹا دستہ۔

۸۔۔۔ لکڑی

کے لیے حَطَبٌ اور خَشَبٌ کے الفاظ قرآن میں آتے ہیں۔

۱۔ حَطَب: ایسی لکڑی جو صرف جلانے کے قابل ہو۔ ایندھن (م۔ل) قرآن میں ہے:

وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۱۱۱/۴) — اور ابولہب کی بیوی بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔

۲۔ خشب: ایسی لکڑی جو کارآمد ہو۔ عمارت میں کام آسکنے والی لکڑی۔ ابن الفارس کے الفاظ میں سخت اور موٹی لکڑی (ج خُشُب) (TIMBER) (م۔ل) قرآن میں ہے:

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (۶۳/۴) — گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیواروں سے لگائی گئی ہیں۔

۹۔۔۔ لکھنا

کے لیے خَطَّ، سَطَرَ، رَقَمَ اور کَتَبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَطَّ: بمعنی لکیریں کھینچنا۔ نشان لگانا اور انھیں لمبائی میں لمبا کرنا۔ مُخَطَّط بمعنی دھاری دار کپڑا اور خَطَّاط بمعنی بہت لکھنے والا (منجد) گویا خَطَّ سے مراد محض لمبائی کے رُخ کچھ لکھ دینا ہے۔ وہ تحریر جیسی بھی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (۲۹/۴۸) — اس سے پیشتر نہ تو آپؐ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔

۲۔ سَطَرَ: سَطْرٌ بمعنی لکیر۔ قطار۔ تحریر کی سطر (منجد) اور سَطَّرَ بمعنی سطر بندی کرنا۔ سطریں بنا کر لکھنا۔ سیدھی سطور لکھنا۔ قرآن میں ہے:

وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (۶۸/۱) — قلم کی اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں، اس کی قسم۔

۳۔ رقم: بمعنی کتاب پر اعراب اور نقطے لگانا۔ لکھنا (کپڑے پر) نقش و نگار بنانا۔ اور مِرْقَم بمعنی نقش کرنے کا آلہ اور مَرْقُوم بمعنی واضح لکھی ہوئی (منجد) اور رَاقَمَ بمعنی ایسی تحریر کرنا جو واضح اور موٹے خط میں لکھی گئی ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ (۸۳/۲۰) — وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی جہاں مقرب فرشتے موجود ہوتے ہیں۔

۴۔ کَتَبَ: ایسے لکھنا جو اپنا مفہوم ادا کرنے میں مکمل ہو (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (۲/۲۸۲) — اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اسے لکھ لیا کرو۔

ماحصل: (۱) خَطَّ: محض لمبائی کے رُخ کچھ لکھ دینا۔

(۲) سَطَرَ: سطور بنا کر لکھنا۔

(۳) رَقَمَ: ایسے لکھنا کہ تحریر واضح اور موٹی ہو۔

(۴) کَتَبَ: ایسی تحریر جو اپنا مفہوم ادا کرنے میں مکمل ہو۔

۱۰ ـــــــ لکھوانا

کے لیے اِسْتَنْسَخَ[۱]، اَمَلَّ[۲] (مَلَّ) اور اِکْتَتَبَ[۳] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتَنْسَخَ: نَسَخَ الْکِتَابَ بمعنی کتاب کی کاپی کرنا اور نسخہ وُہ کتاب جس سے نقل کی جائے یا نقل شدہ کتاب اور اِسْتَنْسَخَ بمعنی لکھنے یا نقل کرنے کو کہنا (منجد) کتاب کو حرف بحرف نقل کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

هٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ — یہ ہماری کتاب تمہارے متعلق ٹھیک ٹھیک بولے گی

اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۵/۲۹) — ہم وہ سب کچھ لکھواتے جاتے تھے جو تم عمل کرتے تھے۔

۲۔ اَمَلَّ: بمعنی تحریر لکھوانا۔ اس طرح کہ ایک آدمی بولتا جائے اور دوسرا لکھتا جائے۔ لکھوانا۔ لکھنے کے بعد پڑھ کر سنانا (تفصیل پڑھنا میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ (۲/۲۸۲) — اور چاہیے کہ وُہ شخص لکھوائے جس نے قرضہ لیا ہے۔

۳۔ اِکْتَتَبَ: لکھنا۔ املا کرانا۔ لکھانا۔ لکھنے کی درخواست کرنا (منجد) اِکْتَتَبَ کا لفظ عموماً جھوٹی اور جعلی تحریر کے متعلق استعمال ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَهَا — اور (کافر) کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں

فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا (۲۵/۵) — جسے اس نے لکھوا رکھا ہے۔ اور وُہ صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

ماحصل: (۱) اِسْتَنْسَخَ: کسی کو کوئی چیز نقل کرنے کو دینا۔ لکھوانا۔

(۲) اَمَلَّ: ایک شخص کا بولتے اور دوسرے کو لکھتے جانا۔

(۳) اِکْتَتَبَ: کا استعمال عموماً جھوٹی اور جعلی نقل سازی کے لیے ہوتا ہے۔

۱۱ ـــــــ لکھنے والا

کے لیے کَاتِبٌ اور سَفَرَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَاتِبٌ: ہر وُہ شخص جو کوئی چیز لکھتا ہے وُہ کاتب ہے یہ لفظ معروف اور اس کا استعمال عام ہے ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِهٰنٌ — اور اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ مل سکے تو رہن باقبضہ

مَّقْبُوْضَةٌ (۲/۲۸۳) رکھ کر) قرض لے لو)

۲۔ سَفَرَة : (سافر کی جمع) اَلسِّفْرُ بمعنی وہ کتاب جو حقائق کو بے نقاب کرتی ہو (م۔ل) اور اسفار بمعنی تورات کی شروح و تفاسیر۔ اور سَافِر وہ شخص جو ایسی تحریر کرتا یا لکھتا ہو۔ نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے۔ الہامی تحریر لکھنے والے۔ ارشادِ باری ہے:

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ (۸۰/۱۶)	وہ (نصیحت) عزت والے اوراق میں ہے جو اونچے رکھے ہوئے اور نہایت پاکیزہ ہیں۔ انھیں بہت عزت والے اور نیک لکھنے والوں کے ہاتھوں نے لکھا۔

ماحصل: کاتب: عام ہے۔ سفرۃ: متبرک اور پاکیزہ تحریریں لکھنے والے۔

۱۲۔۔۔۔لگاتار۔ پے در پے

کے لیے تَتْرًا، عَلٰی فَتْرَةٍ، حُسُوْم، رَدِفَ، دَاْبٌ، مُتَتَابِع اور وَصَّلَ کے الفاظ قرآن مجید میں آئے ہیں۔

۱۔ تَتْرًا: بمعنی ایک کے بعد دوسرا آنا اس طرح کہ درمیان میں وقفہ نہ ہو (منجد) تواتر اور متواتر مشہور الفاظ ہیں یعنی بیک وقت کئی ایک تو ہو سکتے ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی وقت کوئی بھی نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا (۲۳/۴۴)	پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے۔

۲۔ عَلٰی فَتْرَةٍ: فَتَرَ بمعنی کام کرتے کرتے کسی چیز کی رفتار کا کم ہونا اور اس میں ضعف واقع ہونا۔ (م۔ل۔مف) ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ۔ (۵/۱۹)	اے اہل کتاب، تمہارے پاس ہمارا پیغمبر اس وقت آیا جب (پہلے) رسولوں (کی تعلیم کا) سلسلہ ماند پڑ چکا تھا۔ یہ رسول تمہارے لیے (احکام الٰہی کی) وضاحت کرتا ہے۔

۳۔ حُسُوْمًا: حَسَمَ بمعنی کسی چیز کے نشان کو زائل کرنا اور مٹا دینا۔ اور حَسَمَ الدَّاءَ بمعنی مسلسل داغ دے کر زخم اور اس کے نشان کو مٹا دینا۔ اور نَالَهٗ حُسُوْمًا بمعنی نحوست نے اس کا نام و نشان مٹا ڈالا (مف) اور حَسَمَ بمعنی جڑ سے کاٹنا۔ حَسَمَ الْعِرْقَ بمعنی رگ کاٹ کر اس کو داغ دینا تاکہ خون بند ہو جائے۔ اور حُسُوْم بمعنی نامبارک، منحوس (منجد) گویا حُسُوْم میں تین باتوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ (۱) تکلیف اور نحوست (۲) تسلسل (۳) قلع قمع۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ	رہے عاد، تو ان کا سناٹے کی سرد ہوا سے ستیاناس کر دیا گیا۔ اللہ نے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن اس طوفان کو لگاتار چلائے رکھا، تو اب تم اس قوم کو مرے

فِیْہَا صَرْعٰی (۶۹/۷) پڑے دیکھو۔

اس آیت میں حُسُوْم کا لفظ تینوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۴۔ رَدِفَ: بمعنی کسی کے پیچھے سوار ہونا۔ اور اَرْدَفَ بمعنی کسی کو اپنے پیچھے سوار کرنا۔ یکے بعد دیگرے آنا۔ پے در پے ہونا۔ اور تَرَادَفَ ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہونا (منجد) اور اردافُ الملوک بمعنی بادشاہوں کے جانشین (مف) قرآن میں ہے:

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ (۹/۸) جب تم اللہ سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد رسی کی (اور فرمایا) میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔

۵۔ دَاْبَ: بمعنی کوشش اور مشقّت سے برابر کسی کام کو کرتے جانا (منجد) مسلسل اور بغیر وقفہ کے چلتے رہنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ۔ (۳۳/۱۴) اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

۶۔ مُتَتَابِع: بمعنی دو چیزوں کا آپس میں اس طرح آگے پیچھے آنا یا ہونا کہ ان میں کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَہْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ (۹۲/۴) تو جس کو غلام آزاد کرنا میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے۔

۷۔ وَصَّلَ: وَصَلَ بمعنی ملانا اور جوڑنا (م سل) یعنی کسی چیز کو اس طرح ملانا کہ وہ جڑ جائے۔ اور وَصَّلَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور واصل الشیٔ یا واصل بالشیٔ بمعنی ہمیشگی کے ساتھ کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَہُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّہُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (۵۱/۲۸) اور ہم پے در پے ان کے پاس (ہدایت کی) باتیں بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

ماحصل: (۱) تَتْرًا: متواتر۔ لگاتار۔ بلا انقطاع۔

(۲) عَلٰی فَتْرَۃٍ: پہلے کا اثر ماند پڑنے پر سلسلہ جاری رکھنا۔

(۳) حُسُوْم: لگاتار مصیبت اور نحوست جو قلع قمع کر دے۔

(۴) رَدِفَ: ایک کے بعد دوسرا جبکہ وہ سب ایک دوسرے کے ممد و معاون بھی ہوں۔

(۵) دَاْبَ: کوشش اور مشقت سے لگاتار چلتے جانا۔

(۶) مُتَتَابِع: دو ہم جنس چیزوں کا اس طرح آگے پیچھے ہونا کہ درمیان میں کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو۔

(۷) وَصَّلَ: ایک چیز کو دوسری سے ملا کر اس طرح جوڑنا کہ وقفہ کا امکان ہی ختم ہو جائے۔

۱۳ ـــ لوٹنا ـــ لوٹانا ـــ رجوع کرنا

کے لیے رَجَعَ، اَبَ (اوب)، تَابَ (توب) اَنَابَ (نوب) بَاءَ (بوء) فَاءَ (فئ)، صَدَرَ، صَارَ (صیر) اور اِرْتَدَّ (ردّ)، انقلب، افاض اور ھَادَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَجَعَ : بمعنی کسی چیز کا اپنے مبداء کی طرف لوٹنا۔ خواہ یہ چیز کوئی جاندار ہو یا بے جان، قول ہو یا فعل نیز اس لوٹنے کے فعل میں لوٹنے والے کے ارادہ کو دخل ہو یا نہ ہو (مف) مشہور مقولہ ہے کُلُّ شَیۡءٍ یَرۡجِعُ اِلٰی اَصۡلِہٖ یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ گویا اس لفظ کا استعمال ہر لحاظ سے عام ہے۔ قرآن میں ہے:

اَلَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (۲/۱۵۶) — اُن لوگوں پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں، کہ ہم خدا ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اور اَرۡجَعَ بمعنی لوٹانا۔ جیسے فرمایا:

وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ (۲/۲۱۰) — اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

۲۔ اَبَ : یہ رَجَعَ سے اخص ہے۔ اور صرف جاندار کے لیے آتا ہے۔ اور مَاٰب بمعنی مرجع۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا (مف۔ منجد) اور ایاب بمعنی بازگشت یا واپسی کا سفر۔ اور ذِھَاب و اِیَاب بمعنی جانا اور واپس آنا۔ اَبَ میں یہ ضروری نہیں کہ لوٹنے والے کے ارادہ کو دخل ہو۔ ارشادِ باری ہے،

اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَہُمۡ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَہُمۡ (۸۸/۲۶) — بیشک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے اور پھر ہم ہی نے ان سے حساب لینا ہے۔

اور جب یہ فعل ثلاثی مزید فیہ میں جائے گا مثلاً اَوَّبَ اور اَوّاب تو اس صورت میں لوٹنے والے کے ارادہ کو بھی دخل ہوگا۔ اَوّاب بمعنی لوٹنے والا۔ ہر آن رجوع کرنے والا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنَّہٗ کَانَ لِلۡاَوَّابِیۡنَ غَفُوۡرًا (۱۷/۲۵) — بیشک اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کے لیے بخشنے والا ہے۔

۳۔ تَابَ : بمعنی گناہ کے کاموں سے لوٹنا۔ گناہ کا اعتراف اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔ توبہ کرنا (مف) اور اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو توبہ قبول کرنا۔ گناہ معاف کردینا یا مہربان ہونا کے معنی میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ بَیَّنُوۡا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوۡبُ عَلَیۡہِمۡ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ (۲/۱۶۰) — مگر جو لوگ توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کرلیتے اور (احکامِ الٰہی) کو صاف صاف بیان کردیتے ہیں تو میں اُن کے قصور معاف کردیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہوں۔

۴۔ اَنَابَ : نَابَ اِلَیۡہِ : بمعنی کسی طرف بار بار آنا۔ اور نَوۡبَۃٌ بمعنی باری۔ دفعہ۔ موقعہ۔ فرصت اور

اَنَابَ بمعنی نائب ہونا۔ قائم مقام ہونا۔ اور اناب الی اللہ بمعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بار بار متوجہ ہونا اور رجوع کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا (۶۰/۴) — اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی پر بھروسہ کرتے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۵۔ بَاءَ: بَوْءٌ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) لوٹنا اور (۲) برابر ہونا (م۔ل) یعنی اس حال میں لوٹنا کہ اُن کے اعمال کا عوض ان کے سامنے آجائے۔ یہ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی اچھی حالت سے بُری حالت کو لوٹنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (۲/۶۱) — اور وُہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔ یہ اس لیے کہ وُہ اللہ کی آیات سے انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔

یعنی ان کی حالت ایسی تھی کہ وُہ خدا کے غضب میں گرفتار ہونے کے مستحق ہو گئے تھے۔

۶۔ فَاءَ: بمعنی اچھی حالت کی طرف لوٹنا (مف) یعنی اپنی اصلاح کر لینا۔ اور بُری حالت سے اچھی کی طرف واپس آنا۔ اور بمعنی قریب سے ہی لوٹ آنا (فق ل ۲۴۹) ارشادِ باری ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ (۴۹/۹) — تو زیادتی کرنے والے فریق سے لڑو تاآنکہ وُہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔

۷۔ صَدَرَ اور اَصْدَرَ بمعنی پانی سے سیر ہو کر واپس لوٹنا۔ کہتے ہیں صَدَرَتِ الْاِبِلُ مِنَ الْمَاءِ یعنی اونٹ پانی سے سیر ہو کر واپس آئے۔ قرآن میں ہے:

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ (۲۸/۲۳) — وُہ دونوں لڑکیاں کہنے لگیں، ہم اس وقت پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ چرواہے پانی پلا کر واپس چلے جائیں۔

اور صَدَرَ کی ضد وَرَدَ ہے۔ یعنی پانی پینے کے لیے گھاٹ پر پہنچنا (مف) اور وِرْد بمعنی گھاٹ بھی۔ (۱۱/۹۸) اور بمعنی پیاسا بھی آتا ہے۔ اور وَارِد بمعنی وُہ شخص جو پانی لانے کے کنویں یا گھاٹ پر جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَأَدْلٰى دَلْوَهٗ (۱۲/۱۹) — اور ایک قافلہ آیا جس نے اپنا پانی لانے والا بھیجا۔ جس نے اپنا ڈول (کنوئیں میں) لٹکایا۔

۸۔ صَارَ (صیر) کے معنی میں دو بنیادی باتیں ہیں (۱) رجوع (۲) انجام (م۔ل) تفصیل انجام میں دیکھیے۔ بمعنی آخری بازگشت۔ قرآن میں ہے:

أَلَآ إِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْأُمُوْرُ (۴۲/۵۳) — دیکھو سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

۹۔ رَدَّ اور اِرْتَدَّ: رَدَّ بمعنی کسی چیز کے ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے اس کو لوٹا دینا۔ پھیر دینا (م۔ق) اور رَدّ بمعنی مردود بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ (۱۲/۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ ان کی پونجی انھیں واپس موڑ دی گئی ہے۔

اور ارْتَدَّ بمعنی کسی چیز کے ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے خود پیچھے ہٹ جانا یا واپس لوٹ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى (۴۷/۲۵) وہ لوگ جو راہِ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے۔

پھر رَدّ اور ارْتَدَّ کا استعمال عام ہوا تو محض لوٹانے اور لوٹنے کے معنوں میں بھی آنے لگا جیسے فرمایا:

فَلَمَّا أَن جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا (۱۲/۹۶) جب خوشخبری دینے والا آیا تو کرتہ یعقوب کے منہ پہ ڈال دیا تو وہ بینا ہو گئے۔

۱۰۔ اِنْقَلَبَ، قَلَبَ بمعنی رُخ یا حالت کو پلٹنا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے کرنا اور اس کے برعکس۔ باہر کے حصہ کو اندر کرنا اور اس کے برعکس۔ اور اِنْقَلَبَ بمعنی اپنی حالت یا رُخ میں ایسی تبدیلی کرنا جو پہلی صورت کے برعکس ہو۔ الٹ جانا۔ پلٹنا۔ مڑنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ (۹/۹۵) جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے روبرو خدا کی قسمیں کھائیں گے۔

۱۱۔ اَفَاضَ: فَاضَ الْمَاءُ بمعنی پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہہ نکلنا۔ اور اَفَاضَ الْإِنَاءَ کا معنی برتن کو اتنا لبالب بھر دینا کہ پانی اوپر سے بہنے لگے۔ اسی فیضان الماء سے تشبیہ دے کر ہجوم کے ریلے کے بہاؤ کے ساتھ بہنے پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (۲/۱۹۹) پھر جہاں سے دوسرے لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس مڑو۔

۱۲۔ هَادَ (هود) بمعنی نرمی کے ساتھ رجوع کرنا۔ اور هَوْد بمعنی آہستگی اور نرمی سے چلنا اور رینگنا (مف) اور هَادَ بمعنی حق کی طرف رجوع کرنا۔ اور هاد فی المنطق بمعنی نرمی اور آہستگی سے بولنا اور هَوَّدَ بمعنی گلے میں آہستہ آہستہ آواز پھرانا۔ گانا۔ آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر چلنا (منجد) گویا هَادَ کے معنی نرمی کے ساتھ اور آہستہ آہستہ حق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ (۷/۱۵۶) اور ہمارے لیے اس دُنیا میں بھی بھلائی لکھ لے اور آخرت میں بھی۔ ہم تیری طرف رجوع ہو چکے۔

ماحصل: (۱) رَجَعَ: کسی چیز کا اپنے مبداء کی طرف لوٹنا۔ عام ہے۔

(۲) اٰبَ: کسی جاندار کا لوٹنا۔ بلا ارادہ یا بالارادہ۔

(۳) تَابَ: گناہ کے کاموں سے رجوع کرنا۔

(۴) اَنَابَ: بار بار رجوع کرتے رہنا۔

(۵) بَاءَ: بُری حالت کی طرف لوٹنا۔

اَوَّبَ: کسی جاندار کا اپنے ارادہ کے ساتھ بکثرت رجوع کرنا (۶) فَاءَ: اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ قریب سے لوٹ آنا۔

(۷) صَدَرَ: گھاٹ یا کنویں سے سیر ہو کر لوٹنا۔

(۸) صَارَ: آخری بازگشت۔

(۹) رَدَّ: ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے لوٹانا۔ قبول نہ کرنا۔

اِرْتَدَّ: کسی چیز کے ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے خود اس سے لوٹ جانا۔

(۱۰) انقلب: رخ یا حالت کا اس طرح پلٹنا کہ وہ پہلی کے بالکل برعکس ہو۔

(۱۱) اَفَاضَ: ریلے کے ساتھ لوٹنا۔ بہتے چلے آنا۔

(۱۲) ھَادَ: آہستہ آہستہ اور نرمی سے رجوع کرنا۔

۱۴ لوح محفوظ اور اس کے مختلف نام

کے لیے لَوْحٌ مَحْفُوْظٌ، کِتَابٌ مَکْنُوْنٌ، اُمُّ الْکِتَابِ اور اِمَامٌ مُّبِیْنٌ کے نام قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَوْحٌ مَحْفُوْظٌ: کا لغوی معنی صرف "محفوظ تختی" ہے۔ اس کا مکمل ادراک تو انسان کے احاطہ سے باہر ہے البتہ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک تختی یا کتاب ہے جس میں کائنات کی تقدیر کے متعلق تمام امور پہلے سے لکھ دیے گئے ہیں اور ان میں رد و بدل نہیں ہوتا۔ قرآنی آیات میں اس کے مختلف ناموں سے جو روشنی پڑتی ہے وہ درج ذیل ہے:

بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (۸۵: ۲۱-۲۲) بلکہ یہ عظیم الشان قرآن ہے۔ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم لوح محفوظ ہی سے ماخوذ ہے۔

۲۔ اُمُّ الْکِتَابِ: ارشاد باری ہے:

اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ وَاِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ (۴۳: ۳-۴) ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ اسے سمجھ سکو۔ اور درحقیقت یہ امّ الکتاب میں ثبت ہے جو ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب ہے۔

قرآن کریم کے متعلق یہ فرما کر کہ یہ ام الکتاب میں ہے۔ ایک اہم حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف زمانوں میں مختلف ملکوں اور قوموں کی ہدایت کے لیے مختلف انبیاء پر جو کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ ان سب میں ایک ہی عقیدہ کی دعوت دی گئی ہے۔ خیر و شر کا ایک ہی معیار اور اخلاق و تہذیب کے اصول یکساں ہیں۔ یعنی دین ایک ہی رہا ہے۔ رہی شریعت یا احوال وظروف کے مطابق شرعی احکامات میں تغیر و تبدل تو اس کے متعلق فرمایا:

یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ (۱۳: ۳۹) اللہ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں شرعی احکامات میں تغیر و تبدل کا ریکارڈ بھی اس کتاب میں

موجود ہے۔

۳۔ اِمَامٌ مُّبِین: چنانچہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ (۳۶/۱۲)	اور ہم نے امام مبین (لوح محفوظ) میں ہر چیز کا ریکارڈ رکھا ہوا ہے۔

۴۔ كِتٰبٌ مَّكْنُوْنٌ: نیز فرمایا:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ (۵۶/۷۸)	یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مندرجات کا اللہ کے سوا کسی کو، حتیٰ کہ جبرئیل تک کو بھی علم نہیں جو انبیاء تک وحی پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

ماحصل: لوح محفوظ سے مراد وُہ تختی یا کتاب ہے جو ہر طرح کی دستبرد سے محفوظ ہے۔ وُہ ام الکتاب اس لحاظ سے ہے کہ تمام احکام و فرامین اور کلماتِ الٰہی کا مصدر ہے۔ اور امام مبین اس لحاظ سے ہے کہ اس میں سب کچھ پہلے سے ہی لکھ رکھا گیا ہے۔ اور مکنون اس لحاظ سے ہے کہ اس کے مندرجات کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر تک نہیں۔

۱۵ ــــ لونڈی ــــ غلام

کے لیے عَبْد، اَمَة (امو)، رَقَبَة اور مِلْكُ يَمِيْن کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَبْد: بمعنی بندہ۔ غلام۔ عبودیّت بمعنی ذلت اور انکسار کا اظہار کرنا۔ اور عبادۃ کا لفظ عبودیّت سے زیادہ ابلغ ہے بمعنی انتہائی ذلت اور انکساری کا اظہار کرنا۔ اور عبادت صرف خدا کے لیے سزاوار ہے۔ گو تسخیری طور پر ساری مخلوق ہی اللہ کی عبد ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ اس بندے کو عَبْد قرار دیتے ہیں جو اپنے اختیار سے اس کا مخلص بندہ بن جائے۔ اور یہ اختیار صرف انسان اور جن کو ہے۔ عَبْد کی جمع عِباد بھی آتی ہے اور عَبِید بھی۔ اور عَبْد کا دوسرا معنی کسی چیز کا بھی غلام بن جانا ہے۔ اس کا معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عبدالدرہم اور عبدالدینار بمعنی مال و دولت کا غلام یا پرستار یا عبدالطاغوت اور عَبْد بمعنی کسی شخص کا غلام بھی ہے (ضد حُر) خواہ یہ زرِ خرید ہو یا ورثہ میں ملا ہو یا غنیمت میں ہاتھ لگا ہو۔ اور عَبَّدَ بمعنی کسی دوسرے شخص کو غلام بنا لینا (۲۶/۲۲) ارشادِ باری ہے:

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى (۲/۱۷۸)	آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائیگا) غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

۲۔ اَمَة: عَبْد کا مونث۔ بمعنی لونڈی۔ یہ لفظ بھی ان سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن معنوں میں عبد کا ہوتا ہے۔ اور امة کی جمع اِماء ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (۲۴/۳۲)	اور تم بیوہ عورتوں یا رنڈے مردوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ (۲/۲۲۱) — اور مومن لونڈی مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے، خواہ تمہیں وُہ (مشرک عورت) بھلی ہی کیوں نہ لگے۔

۳۔ رَقَبَۃ: بمعنی گردن یا اس کے پیچھے کا حصّہ یا گدّی۔ اور رَقَبَ بمعنی کسی کے گلے میں رسی یا پھندا ڈالنا۔ اہلِ عرب عموماً جزءِ اشرف بول کر اس سے کل مراد لے لیتے ہیں۔ اس طرح رَقَبَۃ سے مراد غلام لیا جاتا ہے، کیونکہ اس کے گلے میں غلامی کا پھندا ہوتا ہے ج رقاب (مف ۔ منجد) اور رَقَبَۃ کا لفظ مذکر و مؤنث یعنی لونڈی یا غلام دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ (۲/۱۷۷) — اور جو لوگ اپنا مال اس کی محبت کے باوجود رشتہ داروں یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے میں خرچ کریں) (جالندھری)

۴۔ مِلْكُ يَمِيْن: یمین بمعنی داہنا ہاتھ یا داہنی جانب۔ چونکہ قوت اور کارکردگی کا مظاہرہ عموماً ہاتھوں سے ہی کیا جا سکتا ہے، اور ہاتھوں میں بھی داہنا ہاتھ بائیں سے اس لحاظ سے بھی افضل اور بہتر ہے۔ لہٰذا یمین کا لفظ بول کر اس سے انسان ہی مراد لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اہلِ عرب جزءِ اشرف بول کر اُس سے کل مراد لے لیتے ہیں۔ اور مِلک بمعنی وُہ چیز جس پر کسی کا قبضہ بھی ہو اور اختیار بھی۔ اور مِلكِ يمين ہر وُہ چیز ہے جس پر کسی کا قبضہ و اختیار ہو مگر عرفِ عام میں اس لفظ کا استعمال بھی زیادہ تر اس لونڈی یا غلام پر ہونے لگا جو جنگ کے بعد بطورِ غنیمت حصّہ میں ملا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۴/۲۴) — اور شوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں مگر وُہ جو (اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضہ میں آ جائیں۔

ماحصل: (۱) عَبْد: غلام۔ (۲) اَمَۃ: لونڈی۔ (۳) رَقَبَۃ: غلام یا لونڈی۔ خواہ کسی طور سے ہاتھ آئے (۴) مِلكِ يمين: وُہ لونڈی یا غلام جو بطورِ غنیمت ملا ہو۔

لیٹنا ——— دیکھئے "سونا"

۱۶ ——— لینا

کے لیے اَخَذَ اور تَلَقّٰى اور هَآؤُمُ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَخَذَ: بمعنی کسی چیز کو حاصل کر لینا۔ احاطہ میں لے لینا۔ پکڑنا (مف) اور اس کا استعمال حسی اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (۳/۸۱) — اور جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ — اور جب موسیٰ کا غصّہ فرو ہوا تو (تورات کی) تختیاں

اَلۡاَلۡوَاحَ (۷/۱۵۴) اٹھالیں۔

۲۔ تَلَقّٰی ، لَقِیَ بمعنی ملنا۔ ملاقات کرنا۔ اور تلقی الشیٔ بمعنی ملنا۔ استقبال کرنا (منجد) گویا تَلَقّٰی کا معنی کسی چیز کو جاکر اور مل کر لینا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا یَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ (۲۱/۱۰۳) ان نیک لوگوں کو (اس دن کی) گھبراہٹ غمگین نہیں کریگی اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے۔

۳۔ هَاؤُمُ (ھوء) اسم فعل ہے۔ بمعنی خُذۡ لو یا پکڑو صرف امر کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کی گردان یوں آتی ہے۔ هَاؤُمَ۔ هَاؤُمَا۔ هَاؤُمُوۡا (مف) اور صاحب منجد کے نزدیک صرف لفظ هَا کا معنی بھی لینا ہے هَا الۡکِتَاب بمعنی کتاب لو۔ اور هَاءَ (ھوء) کا معنی بھی یہی ہے۔ اور ھاء یا رجل بمعنی اے مرد کتاب لے لو۔ (منجد) گویا یہ لفظ کسی کو پکار کر اپنے پاس بلانے اور اُسے کسی چیز کے لینے کے مطالبہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیۡنِهٖ فَیَقُوۡلُ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا کِتٰبِیَهۡ (۶۹/۱۹) تو جس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا لیجیے میرا اعمالنامہ پڑھیے۔

ماحصل: (۱) اخذ: کوئی چیز لینا۔ پکڑنا۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ (۲) تَلَقّٰی: کسی چیز کے پاس پہنچ کر اسے لینا۔ (۳) هَاؤُمُ: کسی کو بلانا اور کسی چیز کے لینے کا مطالبہ کرنا۔

لین دین کرنا

کے لیے تَدَایَنَ اور اَدَارَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَدَایَنَ: دَیۡن بمعنی قرضہ۔ اُدھار (تفصیل اُدھار میں دیکھیے) اور تَدَایَنَ بمعنی ایک دوسرے سے اُدھار مانگنا۔ ادھار پر لین دین کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡهُ (۲/۲۸۲) اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی میعادِ معین تک کے لیے اُدھار کا لین دین کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

۲۔ اَدَارَ: (دور) دَارَ بمعنی گھومنا۔ چکر لگانا۔ اور اَدَارَهٗ بمعنی گھمانا۔ چکر دینا۔ اور اَدَارَ الشَّیۡءَ بمعنی کسی چیز کا لینا۔ دینا۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّآ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیۡرُوۡنَهَا بَیۡنَکُمۡ (۲/۲۸۲) ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو (لکھنے کی ضرورت نہیں)۔

ماحصل: دست بدست لین دین کے لیے اَدَارَ اور ادھار لین دین کرنے کے لیے تَدَایَنَ آیا ہے۔

---

۱ ـــــ مارنا

کے لیے ضَرَبَ[1]، وَكَزَ[2]، صَكَّ[3]، دَعَّ[4]، دَمَغَ[5]، رَجَمَ[6]، وَقَذَ[7]، نَطَحَ[8] اور جَلَدَ[9] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ضَرَبَ: عموماً اس کا صلہ ب ہوتا ہے۔ کسی کو ہاتھ یا اور کسی چیز سے مارنا۔ اور صلہ ب کے بعد وُہ چیز مذکور ہوتی ہے جس سے مارا جائے۔ یعنی آلہ ضرب۔ مارنا کے لیے اس لفظ کا استعمال عام ہے (ف ل ۱۸۹)

ارشادِ باری ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲/۶۰) تو ہم نے موسیٰ سے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔

۲۔ وَكَزَ: مُکّہ مارنا۔ اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک سینہ یا پہلو پر ہتھیلی یا مُکّہ مارنا (ف ل ۱۸۸) قرآن میں ہے:

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ (۲۸/۱۵) تو موسیٰ نے اسے مکّہ مارا جس سے وُہ مرگیا۔

۳۔ صَكَّ: بمعنی دو چیزوں کا آپس میں شدّت اور قوت سے ٹکرانا کہ آواز پیدا ہو۔ صَكَّ الْبَابَ دروازے کے تاکوں کا آپس میں ٹکرانا (م ل) اور بمعنی منہ پر مارنا۔ طمانچہ مارنا۔ منہ پیٹنا (ف ل ۱۸۸)

قرآن میں ہے:

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ۔ (۵۱/۲۹) اس (عورت نے) اپنا منہ پیٹا اور کہا کیا بوڑھی اور بانجھ؟ (کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا؟)

۴۔ دَعَّ: دھکّے مارنا۔ سختی سے دفع کرنا (ف ل ۱۸۸) ارشادِ باری ہے:

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ (۱۰۷/۲) سو ایسا ہی آدمی یتیم کو دھکّے مارتا ہے۔

۵۔ دَمَغَ: بمعنی کسی کو دماغ پر یا سر پر چوٹ لگانا (مف) ارشادِ باری ہے:

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ (۲۱/۱۸) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وُہ اس کا سر توڑ دیتا ہے۔

۶۔ رَجَمَ: دُور سے کسی کو پتھر، کنکر مارنا اور (۲) دُور سے کسی پر پتھر کنکر مار کر اسے مار ڈالنا۔ سنگسار کرنا۔ دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اور مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ رَجْمًا بِالْغَيْبِ (۱۸/۲۲) بمعنی بغیر نشانہ دیکھے پتھر پھینکنا بھی اور ظن کی بنیاد پر کلام کرنا بھی ہے (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (۱۱/۹۱) اور (اے شعیبؑ!) اگر تمہارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔

۷۔ وَقَذَ: بمعنی لاٹھی یا پتھر سے شدید ضرب پہنچانا جس سے وہ مر جائے۔ اور وَقْذ بمعنی ضرب شدید (مف) اور وَقَذَ بمعنی مہلک ضرب لگانا (منجد)۔

۸۔ نَطَحَ (الثور) بیل کا سینگ سے مارنا۔ تَنَاطَحَ الْكِبَاشُ مینڈھوں کا ایک دوسرے کو ٹکریں مارنا۔ اور نَطِيح بمعنی سینگ مارا ہوا سینگ لگنے سے مرا ہوا جانور (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ (۵/۳) جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے، چوٹ لگ کر مر جائے، گر کر مر جائے یا سینگ لگ کر مر جائے (یہ سب تم پر حرام ہیں)۔

۹۔ جَلَدَ۔ جِلْد (ج جُلُود) بمعنی بدن کی کھال۔ چمڑہ۔ اور جَلَدَ بمعنی چمڑے پر مارنا۔ اور جَلْدَةٌ بمعنی کوڑا جس کی مار کا اثر جلد تک محدود رہے اور کوئی زخم نہ کرے۔ درّے سے مارنا —— (مف) ارشادِ باری ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (۲۴/۲) زانی مرد ہو یا عورت ان میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو۔

ماحصل: (۱) ضَرَبَ: اس کا استعمال عام ہے۔
(۲) وَكَزَ: مکہ مارنا۔
(۳) صَكَّ: منہ پر ہاتھ سے پیٹنا۔
(۴) دَعَّ: دھکے مارنا۔
(۵) دَمَغَ: سر پر چوٹ لگانا۔
(۶) رَجَمَ: دور سے پتھر مارنا۔ سنگسار کرنا۔
(۷) وَقَذَ: لاٹھی یا پتھر سے شدید ضرب پہنچانا۔
(۸) نَطَحَ: کسی چوپائے کا سینگ مارنا۔
(۹) جَلَدَ: کوڑے مارنا۔

۲ —— مار ڈالنا —— مرنا

کے لیے مَاتَ[۱] اور اَمَاتَ، قَتَلَ[۲] اور قَتَّلَ، صَلَبَ[۳] اور صَلَّبَ۔ هَلَكَ[۴] اور اَهْلَكَ، ذَبَحَ[۵]، رَجَمَ[۶]، اِنْخَنَقَ[۷]، تَوَفّٰی[۸] اور شَهَادَتْ[۹] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَاتَ: مَوْت (ضد حَيَات) بمعنی کسی جاندار سے رُوح یا قوت کا زائل ہو جانا (م۔ل) جسم سے رُوح کا جدا ہونا۔ مرنا۔ اس کی خواہ کوئی صورت ہو۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ (۲/۱۶۱) جو لوگ کافر تھے اور مر گئے۔ درآنحالیکہ وہ کافر ہی تھے۔

اور اَمَاتَ بمعنی کسی دوسرے کو موت دینا۔ اس کی زندگی ختم کر دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ پھر تم کو مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ (۲/۲۸) تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

۲۔ قَتَلَ : بمعنی کسی جاندار کا دوسرے جاندار پر غالب آکر اُس کی زندگی ختم کر دینا۔ اور ابن فارس کے الفاظ میں کسی کو ذلت کی حالت میں مار دینا (م-ل) قرآن میں ہے :

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ۔ (۱۸/۷۴) موسیٰؑ نے خضرؑ سے کہا کیا تو نے ایک پاکیزہ جان کو بغیر قصاص کے مار ڈالا۔

اور قَتَّلَ کا معنی کسی کو دُکھ پُہنچا پہنچا کر اور ایذائیں دے دے کر مارنا ہے۔ قرآن میں ہے :

قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَآءَهُمْ (۷/۱۲۷) فرعون نے کہا کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے۔

۳۔ هَلَكَ : بمعنی فنا ہونا (منجد) جاندار اور بے جان سب کے لیے آتا ہے۔ اور جاندار کی صورت میں اس کے معنی ہیں بے بسی کی موت مرنا۔ ابن الفارس کے الفاظ میں يَدُلُّ عَلَى كَسْرٍ وَسُقُوْطٍ (م ل) بُری موت مرنا۔ کسی حادثہ کا شکار ہو کر مر جانا۔ قرآن میں ہے :

اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ (۴/۱۷۵) اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (۲۸/۸۸) اس (اللہ) کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے۔

اور اَهْلَكَ کے معنی کسی کو ایسی ہی بُری یا بے بسی کی موت سے دوچار کرنا۔ ہلاک کر دینا۔ فنا کر دینا۔ قرآن میں ہے :

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ (۶۷/۲۸) آپ کہہ دیجئے کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے۔

۴۔ صَلَبَ : بمعنی سولی پر لٹکانا۔ یا سُولی چڑھانا۔ اور صلیب لکڑی کے اس تختہ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کسی مجرم کو سولی پر چڑھا کر اسے مار ڈالا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (۴/۱۵۷) اور انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا، نہ انھیں سولی پر چڑھایا بلکہ اُن کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔

اور صَلَّبَ کے معنی کسی کو مزید اذیت پہنچانے کے لیے الٹے رُخ لٹکا کر مارنا یا سولی دیتے وقت مزید دُکھ پہنچانا ہے۔ قرآن میں ہے :

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (۲۰/۷۱) (فرعون نے ایمان لانے والے جادوگروں سے کہا) سو میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں (جانب) خلاف سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دوں گا۔

۵۔ ذَبَحَ : ذَبَحَ بمعنی کسی جانور کا شرعی طریقہ سے خون نکالنا۔ اور ذَبَّحَ بمعنی دکھ پہنچا کر ذبح کرنا یا ذبح کرنے میں مبالغہ کرنا (منجد) اور ذَبَّحَ اور قَتَّلَ اس لحاظ سے دونوں ہم معنی الفاظ بن جاتے ہیں

قرآن میں ہے:

یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَهُمۡ (۲۸/۴) — فرعون بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔

۶۔ رَجَمَ: کا معنی دُور سے پتھر وغیرہ پھینکنا یا پتھر پھینک کر اسے مار دینا ہے۔ اور رجم حدود اللہ میں سے ایک حد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شادی شدہ زانی مرد یا عورت کو دُور سے پتھر پھینک کر اور مار مار کر اسے ہلاک کر دیا جائے۔ سنگسار کرنا۔ قرآن میں ہے:

لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ لَاَرۡجُمَنَّكَ (۱۹/۴۶) — (آذر نے ابراہیم سے کہا) اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔

۷۔ اِنۡخَنَقَ: خَنَقَ بمعنی گلا گھونٹنا اور خِنَاق اس رسی کو کہتے ہیں جس سے گلا گھونٹا جائے اور خُنَّاق وُہ بیماری ہے جس میں گلا گھٹ جاتا اور سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے (منجد) اور خَنَقَ بمعنی سخت گلا گھونٹنا یہاں تک کہ وُہ مر جائے (م۔ق) مُنۡخَنِقۃٌ بمعنی وُہ جانور جو گلا گھٹ جانے کی وجہ سے مر جائے۔ قرآن میں ہے:

وَالۡمُنۡخَنِقَةُ وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ۔ (۵/۴) — اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے (یہ سب حرام ہیں)۔

۸۔ تَوَفّٰی: وَفٰی کا لفظ کسی چیز کے اتمام اور کمال پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) اور تَوَفّٰی کے معنی ہیں زندگی کی میعاد پوری ہونے پر رُوح کو بدن سے نکال لینا، اٹھا لینا، اور یہ کام اللہ کا ہے یا اس کے مامور فرشتوں کا لہٰذا اس معنی میں اس کی نسبت انسان یا کسی دوسرے جاندار کی طرف نہیں ہو سکتی۔ قرآن میں ہے:

تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ (۱۲/۱۰۰) — (اے اللہ!) مجھے اس حال میں وفات دے کہ میں مسلمان ہوں اور (آخرت میں) مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل کر۔

۹۔ شہادت: شَهِدَ بمعنی گواہی دینا۔ خواہ یہ شہادت علمی ہو یا قلبی طرزِ عمل سے ہو اور شَاهِدٌ و شَهِیۡدٌ دونوں گواہ کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور شَهِیۡد کا لفظ راہِ خدا میں اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جان دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے شہادت بمعنی راہ خدا میں جان دینا ہے کیونکہ عقیدۂ آخرت اور جزا و سزا پر اتنا پختہ یقین ہوتا ہے کہ وُہ اپنی جان دے کر اس کی شہادت پیش کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ (۴/۶۹) — تو یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء۔ اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ۔

ماحصل: (۱) مَاتَ: رُوح کا تن سے جدا ہونا۔ عام ہے۔

(۲) قَتَلَ: کسی جاندار کا غالب آ کر دوسرے جاندار کو مار دینا۔ قَتَّلَ: بُری طرح سے مار ڈالنا۔

(۳) هَلَكَ: فنا ہونا۔ بے بسی کی موت مرنا۔ غیر جاندار کے لیے بھی آتا ہے۔
(۴) صَلَبَ: سولی پر لٹکا کر مار ڈالنا۔ صَلَّبَ: ایذائیں دے کر سولی پر لٹکانا۔
(۵) ذَبَّحَ: وقفوں سے ایذائیں پہنچا کر مارنا۔
(۶) رَجَمَ: سنگسار کرنا۔ پتھر مار مار کر مار دینا۔
(۷) اِنْخَنَقَ: کسی جاندار کا گلا گھٹ کر مر جانا۔
(۸) تَوَفّٰی: زندگی کی میعاد پوری کر دینا۔ رُوح کو جسم سے اٹھانا۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے یا اسکے فرشتوں کا۔
(۹) شَہَادَت: اللہ کی راہ میں جان دینا۔

۳۔۔۔مال و دولت، عطا کرنا

کے لیے مَال، دُوْلَة، رِزْق اور رَزَق، خَیْر، اَفَاءَ، مَغَانِم اور اَنْفَال کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَال (مول) اہل عرب کے نزدیک اس لفظ کا اطلاق مویشی پر ہوتا ہے کہ یہی ان لوگوں کی بڑی جائیداد ہوتی ہے۔ کہتے ہیں خَرَجَ اِلٰی مَالِہٖ یعنی وہ اپنی جائداد یا اونٹوں کی طرف گیا۔ اور رَجُلٌ مَالٌ بہت مالدار آدمی۔ اور مَالَ یَمُوْلُ بمعنی مالدار ہونا۔ اور تَمَوَّلَ بمعنی مال جمع کرنا یا حاصل کرنا یا بہت مالدار ہونا۔ اور مَیِّل بمعنی بہت مالدار اور مُوَیْل بمعنی تھوڑی دولت (منجد) اور عرفِ عام میں مال کا اطلاق یا تو زرِ نقد پر ہوتا ہے یا قابلِ خرید و فروخت مال پر (ج۔ اَمْوَال) ارشادِ باری ہے:

اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ	دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ اور زینت (و آرائش)
وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی	اور تمہارے آپس میں فخر اور مال و اولاد کی ایک دوسرے
الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (۵۷/۲۰)	سے زیادہ ہونے کی خواہش ہے۔

۲۔ دَوْلَة، (دول) دَالَ کی ضد دَارَ (دور) ہے۔ اور دَوْر اور دائرہ کا لفظ تنگ دستی بدحالی اور گردشِ ایام کے لیے آتا ہے۔ اور دَوْلَة اور دُوْلَة بُرے دنوں سے خوشحالی کے ایام پھرنے کو کہتے ہیں (مف) اور دَاوَل خوشحالی کے دنوں کا لوگوں پر باری باری یا پھر پھر کر لانا۔ اور دَوْلَة وہ شے جو لوگوں پر بدل بدل کر آتی رہے۔ آج کسی کے لیے ہو اور کل کسی اور کے لیے (منجد) جیسا کہ محاورہ ہے کہ دولت ڈھلتی چھاؤں ہے اور اربابِ سیاست کے نزدیک دَوْلَة کا معنی بادشاہ و وزرائے حکومت۔ گورنمنٹ۔ ریاست ہے۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ (۵۹/۷)	ایسا نہ ہو کہ (فے کا مال) تم میں سے دولتمندوں کے ہاتھوں میں ہی پھرتا رہے۔

۳۔ رِزْق: کا بنیادی معنی روزی یا ہر وہ چیز ہے جو جسمانی یا روحانی لحاظ سے انسان کی تربیت و اصلاح کا سبب بنے (مف) مادی لحاظ سے اس کا معنی وہ چیز ہے جو پیٹ میں پہنچ کر غذا بنتی ہے۔ رِزْق بمعنی

نصیبہ بھی ہے۔ اور مَرْزُوق بمعنی خوش قسمت (منجد) اور رُزِقْتُ عِلْمًا بمعنی مجھے علم عطا ہوا پھر رِزق ہر اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو انسان کی روحانی یا جسمانی غذا کا سبب بنے۔ اس لحاظ سے بارش بھی رِزق ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے، وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ (۵۱/۲۲) یعنی تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ اور رَزَقَ بمعنی رزق یا روزی دینا۔ کھلانا پلانا یا کچھ مال و دولت دے دینا۔ رَزَّاق تو دراصل صرف خدا کی ذات ہی ہے لیکن کھلانے پلانے کی نسبت دوسروں کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ	اور جب میراث کی تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم	اور یتیم اور محتاج آجائیں تو ان کو اس میں سے کچھ دے دیا کرو
مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔ (۴/۸)	اور شیریں کلامی سے پیش آیا کرو۔

۴۔ خَیْر: بمعنی بھلائی اور ہر وہ چیز بھی جو سب کو بھلی معلوم ہو۔ مال و دولت بھی اپنے اصل کے لحاظ سے خیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو مال و دولت عطا کرنا اس کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کے صحیح استعمال اور شرعی احکام کے مطابق خرچ کرنے سے انسان بہت سی بھلائیاں اور نیکیاں کما سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ	آپ کہہ دیجیے کہ جو مال تم خرچ کرنا چاہو تو وہ اپنے والدین
وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ	قریبی رشتہ داروں، یتیموں غریبوں اور مسافروں کو دو۔
وَابْنِ السَّبِيلِ (۲/۲۱۵)	

لیکن مال کی محبت انسان کی فطرت میں رچی ہوئی ہے جیسے کہ ارشادِ باری ہے: وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (۱۰۰/۸) یعنی انسان مال سے سخت محبت کرنے والا ہے۔ تو انسان جب کمائی میں حرام حلال کی تمیز چھوڑ دے یا اسے شرعی احکام کے مطابق خرچ نہ کرے تو یہی مال و دولت جو سراسر خیر ہے۔ انسان کے لیے فتنہ اور آزمائش بن جاتا ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (۸/۲۸)	تمہارے مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے۔

۵۔ اَفَاء: فَیْءٌ وہ مال و دولت ہے جو بغیر لڑے بھڑے مسلمان مجاہدین کو حاصل ہو جائے یعنی کافر اگر لڑنے سے پیشتر ہی راہِ فرار اختیار کر لیں تو ان کی املاک سے جو کچھ حاصل ہو گا وہ مالِ فَے ہے۔ اور اَفَاء بمعنی کسی کو فَے کا مال عطا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ	جو مال خدا نے (لڑائی بھڑائی کے بغیر) اپنے پیغمبر کو
الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي	دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے، اللہ کے
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ	پیغمبر کے (پیغمبر کے قرابت والوں کے، یتیموں کے حاجتمندوں
السَّبِيلِ (۵۹/۷)	اور مسافروں کے لیے ہے۔

۶۔ مَغَانِم: غَنَم بمعنی بکریوں کا ریوڑ۔ اور اَلْغُنْمُ بمعنی بکریوں کا کہیں سے ہاتھ لگ جانا یا ان کو حاصل کرنا۔ پھر یہ لفظ ہر اس مال پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو۔ اور مَغْنَم (ج مغانم)

بمعنی مالِ غنیمت ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں غنیمت یا مَغْنَم صرف وُہ مال ہے جو دشمن پر فتح حاصل کرنے کے نتیجہ میں ملے۔ سابقہ اُمتوں کے لیے ایسا مال ناجائز تھا مگر شریعتِ محمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے جائز قرار دیا۔ ارشادِ باری ہے:

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (۸/۶۹) — تو جو مالِ غنیمت تمہیں ملا ہے اسے کھاؤ کہ وُہ تمہارے لیے) حلال وطیب ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (۴/۹۴) — تم دُنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو جبکہ خدا کے نزدیک بہت سی غنیمتیں ہیں۔

۷۔ اَنْفَال: نَفَل بمعنی مالِ غنیمت۔ ہبہ۔ بخشش۔ زیادتی (ج انفال) اور نَفْل بمعنی واجبات اور ضروریات سے زائد کام (منجد) اَنْفَال کا اطلاق اموالِ غنیمت پر بھی ہوتا ہے اور اموال فے پر بھی۔ یہ لفظ صرف اس پہلو پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اموال امّت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے زائد عطیہ ہیں۔ جو پہلی امتوں کے لیے جائز نہ تھے۔ ارشادِ باری ہے:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ (۸/۱) — آپ سے لوگ مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ اموالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

ماحصل: (۱) مال: زرِ نقد اور ہر وُہ چیز جس سے زرِ نقد حاصل ہو سکتا ہو۔

(۲) دَوْلَت: خوشحالی کے دَور کا لوٹنا۔

(۳) رِزْق: ہر وُہ چیز جو جسمانی یا روحانی غذا یا اس کا سبب ہو۔

(۴) خَيْر: مال و دولت کا بہتر پہلو یعنی جو مال احکامِ شرعیہ کے مطابق حاصل اور خرچ کیا جائے۔

(۵) فَيْء: ایسا مال جو لڑائی بھڑائی کے بغیر مسلمان مجاہدین کے ہاتھ لگ جائے۔

(۶) مَغَانِم: ایسا مال جو دشمن پر فتح پانے کے بعد حاصل ہو۔

(۷) اَنْفَال: غنیمت یا فَے۔ یہ لفظ صرف ایسے اموال کے جواز اور اس کے خدا کی طرف سے زائد عطیہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

۴ ـــــ مالک

کے لیے مَالِك، رَبّ اور اَهْل کے لفظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَالِك: مِلْك ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے قبضہ میں ہو اور کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو (م ع) اور مالك بمعنی کسی چیز پر قابض اور مختار، متصرّف۔ ارشادِ باری ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱/۴) — وُہ اللہ جزا کے دن کا مالک ہے۔

۲۔ رَبّ: بمعنی آقا اور مالک۔ یہ لفظ عموماً بطور اسم فاعل استعمال ہوتا ہے لیکن اصل میں رَبٌّ مصدر ہے جس کے معنی کسی کو پرورش کرکے حدِ کمال تک پہنچانا اور اس کی جملہ ضرورتوں کا خیال

رکھنا ہے (مف) گو حقیقت میں ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تاہم اس کی نسبت ایسے شخص کی طرف ہو سکتی ہے جو مالک بھی ہو اور اس کی تربیت کا ذمہ دار بھی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا (۱۲/۴۱) — اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔

۳۔ اَهْل بمعنی کنبہ۔ رشتہ دار۔ اور بمعنی گھر والے۔ اہل و عیال۔ بیوی اور بچے۔ اور اَهَلَ الرَّجُل بمعنی بیوی اور اَهَلَ الرَّجُل بمعنی شادی کرنا (منجد) اور اَهْل بمعنی ہم نسب یا ہم دین لوگ (مف) اور اَهْل بمعنی گھر والے بھی اور گھر بھی (دیکھیے "گھر") اور درج ذیل آیت میں قرآن نے اہل کا لفظ استعمال کر کے اس سے گھر کے مالک مراد لیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ (۴/۲۵) — تو ان لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو۔

ماحصل: (۱) مالک: قبضہ اور تصرف کا اختیار رکھنے والا۔
(۲) رَبّ: جو مالک بھی ہو اور تربیت بھی کرے۔ (۲) اَهْل: گھر والے۔ گھر اور گھر کا مالک۔

۵ــــ ماں

کے لیے وَالِدَة اور اُمّ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ وَالِدَة: وہ عورت جس نے بچہ جنا ہو۔ ماں۔ یہ لفظ محدود اور معروف معنوں میں مستعمل ہے۔ اور جب ماں باپ دونوں کا ذکر مقصود ہو تو والدین (تثنیہ مذکر) کا لفظ استعمال ہوگا (ج والدات) ارشادِ باری ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (۲/۲۳۳) — اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔

۲۔ اُمّ: کا لفظ بڑے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اُمّ بمعنی حقیقی والدہ بھی اور ہر وہ چیز بھی جو کسی دوسری چیز کے وجود میں آنے یا اس کا مبدا ہونے یا اس کی اصلاح و تربیت کا سبب بنے (مف) لفظ اُمّ کا استعمال درج ذیل صورتوں میں ہوتا ہے:

(۱) بطور حقیقی والدہ، ارشادِ باری ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ (۲۸/۷) — اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اُسے دودھ پلاؤ۔

(۲) جس طرح اَبّ کا لفظ حقیقی والد کے علاوہ دادا، پردادا اور اُوپر کی نسلوں تک استعمال ہوتا ہے اسی طرح اُمّ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت آدمؑ ابوالبشر ہیں اسی طرح حوّا بھی اُمّ البشر ہیں۔

(۳) بمعنی اصل یا جڑھ۔ جیسے ام الکتاب (۲۹/۱۳) بمعنی اصل کتاب یا لوح محفوظ۔ اور اُمّ القرٰی (۶/۹۲) بمعنی مرکزی بستی یا کنایۃً شہر مکہ۔ نیز اُمّ الخبائث بمعنی شراب اور اُمّ الامراض بمعنی قبض۔ اُمّ الطریق بمعنی شارع عام۔ اور ام النجوم معنی کہکشاں۔

(۴) بطور عزت واحترام۔ ارشادِ باری ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (۳۳/۶) پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

(۵) بطور کنیت۔ پھر اس کنیت میں کبھی تو کوئی تعلق واضح ہوتا ہے جیسے ام اربع واربعین بمعنی کنکھجورا اور کبھی کوئی ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہوتا جیسے نومولود بچی کا نام ام کلثوم رکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن میں ایسی کنیت کا ذکر نہیں۔

۶۔۔۔ مانگنا

کے لیے طَلَبَ، سَاَلَ، اِدَّعٰى (دعو) حَفَا (حفو) اور اِعْتَرَّ (عرّ) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ طَلَبَ: طَلَبَ الشَّيْءَ کوئی چیز مانگنا (م۔ ق) اور بمعنی کسی چیز کے لیے کوشش کرنا (فق ل ۲۲۹) طِلْب اور طِلْبَۃ بمعنی مانگی ہوئی چیز (منجد) اور بمعنی کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے اس کی تلاش وجستجو کرنا (مف) یہ لفظ مانگنا، چاہنا اور ڈھونڈنا سب معنوں میں آتا ہے۔ اور یہ مانگنے کی ابتدائی کیفیت ہوتی ہے۔ قرآن میں ہے:

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (۲۲/۷۳) چاہنے والا اور جس کو وہ چاہتا ہے دونوں کمزور ہیں۔

۲۔ سَاَلَ: کا لفظ دو معنوں میں آتا ہے (۱) کسی سے کوئی چیز پوچھنا تاکہ اس کا جواب ملے (۲) کسی سے کوئی چیز ضرورت کی مانگنا یعنی مال یا کسی دوسری ضرورت کی چیز کے لیے استدعا کرنا۔ اور سُؤْل بمعنی ایسی حاجت جس پر نفس حریص ہو اور زبان سے اس کا اظہار بھی کیا جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ۔ (۲/۶۱) شہر کی طرف نکل جاؤ۔ پھر جو کچھ تم نے مانگا ہے وہاں ملے گا۔

۳۔ اِدَّعٰى: دعا بمعنی مانگنا، پکارنا، دُعا کرنا۔ اور اِدَّعٰى میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ یعنی کسی چیز کو پکار کر مانگنا (مف) ارشادِ باری ہے:

لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ۔ (۳۶/۵۷) ان کے لیے جنت میں میوے بھی ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے وہ بھی (موجود ہوگا)۔

۴۔ حَفَا: بمعنی کسی چیز کی طلب میں مبالغہ سے کام لینا۔ بہت کدّ وکاوش کرنا (مف۔ م ل) ارشادِ باری ہے:

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا (۴۷/۳۷) اگر پیغمبر تم سے مال طلب کرے اور تمہیں تنگ کرے تو تم بخل کرنے لگو۔

دوسرے مقام پر ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا (۷/۱۸۷) وہ آپ سے (قیامت کے متعلق) پوچھتے ہیں گویا آپ ہر وقت اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے ہیں۔

۵۔ اِعْتَرَّ: عَرَّ اور اِعْتَرَّ دونوں ایک ہی معنٰی میں آتے ہیں یعنی بخشش طلب کرنا اور اس کے لیے کسی کے سامنے آنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (۲۲/۳۶) اور (اس قربانی کے گوشت سے) نہ مانگنے والوں کو بھی کھلاؤ اور مانگنے والوں کو بھی۔

ماحصل: (۱) طَلَبَ: کسی حاجت پر نفس کا حریص ہونا اور اس کی جستجو کرنا۔

(۲) سال: کسی حاجت پر نفس کا حریص ہونا اور اس کا کسی دوسرے سے اظہار۔

(۳) ادّع: کسی حاجت پر نفس کا حریص ہونا اور پکار کر مانگنا۔

(۴) حفو: کسی حاجت پر نفس کا حریص ہونا اور اس کے لیے تقاضا کرنا۔ اور

(۵) اعتر: بمعنی بخشش مانگنے کے لیے لوگوں کے سامنے آنا۔

مائل ہونا ـــــ "جھکنا" ـــــــــــ "مایوس ہونا" کے لیے دیکھیے "ناامید ہونا"

مٹانا

کے لیے طَمَسَ، مَحَقَ اور مَحَا (محو) اور نَسَخَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طمس: رگڑ کر اس طرح مٹانا کہ کچھ اثرات باقی رہ جائیں۔ طمس کا لفظ بالعموم آنکھ، ستارے اور چہرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ آنکھوں اور ستاروں کا طمس یہ ہے کہ وہ بے نور ہو جائیں اور چہرے کا طمس یہ ہے کہ وہ مسخ ہو جائے یعنی بدصورت بن جائے۔ ارشادِ باری ہے:

اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا (۴/۴۷) ہماری نازل شدہ کتاب جو تمہاری کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے، پر ایمان لے آؤ۔ اس سے پیشتر کہ ہم تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں (یعنی آنکھ ناک وغیرہ کو مٹا ڈالیں)۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (۷۷/۸) جب ستاروں کی چمک جاتی رہے۔

۲۔ مَحَقَ: کسی چیز کو کمزور اور مضمحل بنا دینا۔ باطل کر دینا۔ بے برکت اور بے جان بنا دینا (م ل) اور محق بمعنی گھٹنا اور کم ہونا (مف) اور اس کی ضد ربو یا ربی ہے۔ بمعنی پالنا پوسنا۔ تربیت کرنا اور

پروان چڑھانا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (۲/۲۷۶) اللہ سود کو نابود یعنی بے برکت کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے۔

۳۔ محو: کسی چیز کو یوں مٹانا کہ اس کے نشانات بھی نہ رہنے پائیں۔ کہتے ہیں مَحَتِ الرِّيحُ السَّحَابَ۔ ہوا بادلوں کو اڑا لے گئی۔ یعنی بادلوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہ گیا۔ اور اس کی ضد اَثْبَتَ بمعنی برقرار رکھنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ۔ (۱۳/۴۱) اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے اسے برقرار رکھتا ہے۔

۴۔ نَسَخَ: بمعنی زائل کرنا۔ باطل کرنا۔ مسخ کرنا۔ مٹانا (منجد) اور بمعنی ایک چیز کو زائل کر کے دوسری چیز کو اس کی جگہ پر لانا (مف) اور پہلی چیز جو زائل ہوئی یا مٹائی گئی وہ منسوخ ہے اور دوسری چیز جو اس کی جگہ لائی گئی وہ ناسخ ہے۔ پھر کبھی یہ لفظ محض زائل کرنا یا مٹانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ (۲۲/۵۲) تو اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔

اور کبھی پہلی چیز کو ختم کر کے یا زائل کر کے دوسری چیز لانے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (۲/۱۰۶) ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا فراموش کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں۔

ماحصل: (۱) طمس: اس طرح مٹانا کہ کچھ اثرات باقی رہ جائیں۔

(۲) محق: کسی چیز کا زور ختم کر دینا۔ اسے بے جان اور مضمحل بنا دینا۔

(۳) محو: ایسے ختم کرنا کہ کوئی نشان باقی نہ رہے۔

(۴) نسخ: کسی چیز کو مٹا کر اس کی جگہ دوسری چیز لانا۔

۸۔ مٹی اور اس کی مختلف حالتیں

کے لیے تُرَاب[۱]، طِيْن[۲]، لَازِب[۳]، حَمَا[۴]، صَلْصَال[۵]، فَخَّار[۶]، صَعِيْد[۷]، سُلٰلَة[۸] اور ثَرٰی[۹] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ تُرَاب: بمعنی خاک، خشک مٹی جس میں نمی نہ ہو (ف ل ۲۱) جسے ہوا اڑائے پھرتی ہے۔ مٹی کے لیے عام لفظ ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا۔ (۷۸/۴۰) اور کافر (قیامت کے دن) کہے گا، اے کاش میں مٹی ہو چکا ہوتا۔

۲۔ طِیْن: بمعنی گیلی مٹی مگر اس میں بھوسہ نہ ہو (ف ل ۳۱) خواہ اس سے پانی کی رطوبت ختم ہو جائے تو بھی اس سوکھے کیچڑ کو طین ہی کہا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (۳۲/۷) — اور اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش گیلی مٹی سے شروع کی۔

۳۔ لَازِب: ہاتھ سے چپک جانے والی مٹی (منجد) چپکدار اور لیسدار مٹی (ف ل ۲۶۸) ارشادِ باری ہے:

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (۳۷/۱۱) — ہم نے انھیں چپکتے گارے سے بنایا ہے۔

آیت بالا میں لَازِب کا لفظ محض طین کی صفت کے طور پر نہیں آیا۔ بلکہ لَازِب کے معنی ہی چپکدار اور لیسدار مٹی ہے جیسا کہ حوالہ سے ظاہر ہے۔

۴۔ حَمَا: بمعنی بدبودار کیچڑ۔ جب کیچڑ سیاہی مائل رنگت اختیار کرنے لگے اور اس سے بدبو آنے لگے (ف ل ۲۶۸) حَمَا الْبِئْرَ اس نے کنوئیں میں سے سڑی ہوئی سیاہ مٹی نکالی۔ اور حَمَا الْمَاءُ بمعنی پانی سیاہ مٹی میں مل گیا (م۔ق)

۵۔ صَلْصَال: جب سیاہ بدبودار کیچڑ بالکل خشک ہو جائے اور تھوڑی سی ضرب سے آواز دینے یا بجنے لگے تو یہ صلصال ہے (ف ل ۲۶۸) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۱۵/۲۶) — اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے پیدا کیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (۵۵/۱۴) — اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھنانے والی مٹی سے پیدا کیا۔

۶۔ فَخَّار: بمعنی ٹھیکرا۔ پکی ہوئی مٹی (منجد) یعنی ایسی پکی ہوئی مٹی یا مٹی کے برتن جو کھنکھنانے اور بجانے سے ٹن سے بجیں۔ اور فخاری بمعنی کمہار جو مٹی کے برتن وغیرہ بنا کر پھر آوہ میں پکا کر انھیں تیار کرتا یا بیچتا ہے (منجد) انسان کی پیدائش بالآخر ایسی ہی مٹی سے ہوئی جیسا کہ آیت بالا سے ظاہر ہے:

۷۔ صَعِيْد: صَعَدَ بمعنی اوپر چڑھنا۔ اور صعید بمعنی زمین کا بالائی حصہ اور اس پر موجود گرد و غبار جو اوپر چڑھ جاتا ہے (مف) ہر ہموار زمین صَعِيْد ہے (فل ۱۶) اور بمعنی وجہ الارض یعنی زمین کی اوپر کی مٹی اور گرد و غبار وغیرہ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (۵/۶) — پھر اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

۸۔ سُلَالَة: بمعنی خلاصہ۔ نچوڑ۔ کارآمد حصہ۔ کسی شے سے نکالی ہوئی چیز (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (۲۳/۱۲) — اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔

۹۔ ثَرٰى: زمین کے انتہائی گہرے حصہ کی گیلی مٹی۔ نمدار مٹی (ف ل ۳۱، ۲۶۷) ارشادِ باری ہے:

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى (۲۰/۶) جو کچھ آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ ثریٰ کے بھی نیچے ہے سب اسی کا ہے۔

ماحصل: (۱) تُرَاب: خشک مٹی اور ہر طرح کی مٹی کے لیے عام لفظ۔

(۲) طِيْن: نمدار مٹی بغیر بھوسہ کے۔

(۳) لَازِب: لیسدار اور چپکدار مٹی۔

(۴) حَمَأ: سیاہ سڑا ہوا بدبودار کیچڑ۔

(۵) صَلْصَال: خشک کھنکھناتا ہوا کیچڑ۔

(۶) فَخَّار: کھنکھنانے یا بجنے والی پکی ہوئی مٹی۔

(۷) صَعِيْد: زمین کی اوپر کی سطح در سطح پر کا گرد و غبار۔

(۸) سُلَالَة: خلاصہ۔ نچوڑ۔

(۹) ثَرٰى: زمین کے انتہائی گہرے حصہ کی نمدار مٹی۔

۹۔۔۔۔ مجامعت کرنا

کے لیے قرآن کریم میں جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ سب کنایۃً استعمال ہوئے ہیں۔ ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس کا معنی مجامعت ہو۔ اور یہی شرم و حیا کا تقاضا تھا۔ اور جو لفظ استعمال ہوئے وہ یہ ہیں: بَاشَرَ، قَضٰى، وَطَرًا، تَغَشّٰى، رَفَثَ، مَسَّ، لَامَسَ، طَمَثَ اور قَرُبَ۔

۱۔ بَاشَرَ، بَشَرَ بمعنی کھال چھیلنا۔ بَشَرَۃ بمعنی کھال کے اوپر کا رُخ۔ اور بَاشَرَ بمعنی ایک جسم کی جلد دوسرے جسم کی جلد سے لگنا باشر المراۃ بمعنی جماع کرنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ (۲/۱۸۷) اور تم عورتوں سے مجامعت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔

۲۔ قَضٰى وَطَرًا: وطر بمعنی حاجت اور اہم ضرورت (مف) اور قَضٰى وَطَرًا بمعنی حاجت کو پورا کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (۳۳/۳۷) پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا۔

۳۔ تَغَشّٰى، بمعنی ایک چیز کا دوسری کو ڈھانپ لینا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا۔ (۷/۱۸۹) پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا تو اس عورت کے ہلکا سا حمل رہ گیا۔

۴۔ رَفَثَ: ہر وہ کلام جس کے اظہار میں شرم محسوس ہو (م۔ل) بمعنی بے حجاب ہونا۔ جماع اور اس فعل سے متعلقہ بات چیت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں سے

اِلٰی نِسَآءِکُمْ (۲/۱۸۷) مجامعت حلال کر دی گئی ہے۔

۵۔ مَسَّ: بمعنی کسی چیز کو چھونا یا کسی چیز کا جسم سے لگنا (مف) قرآن میں ہے:

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ (۳/۴۷) مریم نے کہا، اے میرے پروردگار! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں۔

۶۔ لَامَسَ، لَمَسَ بمعنی کسی چیز کو انگلیوں سے ٹٹولنا۔ انگلیوں یا جسم کے کسی دوسرے حصہ سے تلاش کرنا (مف) قرآن میں ہے:

اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (۴/۴۳) یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو۔

۷۔ طَمَثَ: طَمْث بمعنی حیض کا خون (فل ۱۱۵) اور طَمِثَ یَطْمِثُ کے معنی عورت کا حیض والی ہونا بھی ہے (منجد) اور مرد کا عورت کے پردۂ بکارت کو زائل کرنا بھی (مف) گویا یہ لفظ پہلی بار کی مجامعت سے مخصوص ہے۔ قرآن میں ہے:

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (۵۵/۷۴) ان (حوروں) کو اس سے پیشتر نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا نہ کسی جن نے۔

۸۔ قَرُبَ: بمعنی نزدیک ہونا۔ پاس جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ (۲/۲۲۲) جب تک وہ (عورتیں) پاک نہ ہو جائیں، ان کے پاس نہ جاؤ۔

مجبور کرنا کے لیے دیکھیے "زبردستی کرنا" اور ــــ مجبور ہونا کے لیے دیکھیے "بے قرار ہونا"

۱۰ــــ مجلس

کے لیے مَجْلِس اور نَادِی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مجلس (ج مجالس) ہر وہ جگہ جہاں چند آدمی کسی غرض سے اکٹھے ہو بیٹھیں۔ گھروں میں تقریبات کی مجلس (ف ل ۳۲-۲۷۲) معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا (۵۸/۱۱) جب تمہیں مجلسوں میں کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو کھل بیٹھو۔

۲۔ نَادِی: لوگوں کا ایسا اجتماع جس میں گفتگو اور قصے کہانیوں کا شغل ہو (ف ل ۲۷۲) کلب۔ بزم۔ تفریح گاہیں۔ فحاشی کے مرکز۔ اور الندوۃ بمعنی فلاح و بہبود۔ ملی یا دینی مشاورت گاہیں۔ (فل ۳۲) قرآن میں ہے:

وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ (۲۹/۲۹) اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔

ماحصل: مجلس: اہل خانہ۔ گھر کے افراد اور دوست احباب کے عام اجتماع۔ نادی: مخصوص جگہیں مثلاً کلب۔ بزم۔ تفریح گاہ۔ جہاں اجتماعات میں عموماً ناپسندیدہ شغل ہی اختیار کیے جاتے ہیں۔

۱۱۔ مچھلی

کے لیے حُوت اور نُون کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حُوت: اسم جنس۔ ہر قسم کی مچھلی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (ج حِیتَان) (۱۶۳/۷) اور بڑی مچھلی کو سمك کہتے ہیں (م۔ل) یہ لفظ قرآن میں نہیں ہے۔ اور سب سے بڑی یعنی وہیل مچھلی کو نون (مف) حضرت یونس کے سلسلہ میں حوت اور نون دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں جیسے فرمایا:

وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ (۴۸/۶۸) — اور مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح نہ ہو جب اس نے (اللہ کو) پکارا اور وہ غم و غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا۔ (۸۷/۲۱) — اور مچھلی والے (یونسؑ) جب وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر چل دیے۔

ان دونوں آیات کا مطلب ایک ہی ہے۔ یعنی وہ (وہیل) مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تھے۔

۱۲۔ محبت۔ محبت کرنا

کے لیے حَبَّ اور مَحَبَّة، وَدَّ اور وُدًّا، أَلِفَ، شَغَفَ اور عُرُبًا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَبَّ اور مَحَبَّة: بمعنی کسی چیز کو اچھا سمجھ کر اس کا ارادہ کرنا اور چاہنا اور اس کے حصول میں حکمت سے کام لینا (فق ل ۹۹) خواہ یہ عورت اور اولاد سے ہو یا مال و زر سے۔ اور حَبّ اور حَبَّة دانہ (گندم یا جو وغیرہ) کو کہتے ہیں۔ اور حَبَّةُ القلب سویدائے دل کو (مف) قرآن میں ہے:

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (۳۲/۳۸) — حضرت سلیمانؑ کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال کی محبت اختیار کی یہانتک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي۔ (۳۹/۲۰) — اور (اے موسیٰؑ!) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔

۲۔ وَدَّ: بمعنی کسی چیز کی تمنا کرنا۔ دوستی کرنا۔ محبت کرنا (منجد) اور یہ لفظ کبھی صرف چاہنے اور تمنا کرنے کے معنی میں آتا ہے (فق ل ۹۹) جیسے فرمایا:

رُّبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (۲/۱۵) — کسی وقت کافر یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

اور جب یہ محبت کے معنوں میں استعمال ہو تو اس سے انتہائی محبت مراد ہوتی ہے۔ مؤدۃ باہمی

پیار و محبت شفقت۔ اور وَدُوْد بمعنی بہت محبت کرنے والا۔ اور وُدّ پیار و محبت کے معنوں میں آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (۱۹/۹۶) — اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ اُن کی محبت (مخلوقات کے دل میں) پیدا کر دے گا۔

دوسرے مقام پر ہے:

اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ (۱۱/۹۰) — بے شک میرا پروردگار رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

گویا وَدّ کا لفظ جب محبت کرنا کے معنوں میں آئے تو یہ حَبّ سے ابلغ ہوتا ہے (مف)

۳۔ اَلَّفَ: بمعنی کسی چیز کے منتشر اجزاء کو جوڑنا۔ اسی سے لفظ تالیف ہے یعنی ہم آہنگی پیدا کرنا اور اُلفت بمعنی ایسی محبت جو ہم آہنگی کی وجہ سے ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ (۸/۶۳) — اگر تم (اے پیغمبرؐ) دُنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان (مسلمانوں) کے دلوں میں محبت پیدا نہ کر سکتے۔

۴۔ شَغَفَ: شَغَفَةُ الْقَلْب بمعنی دل کا اندرونی حصہ (مف) اور بمعنی دل کا غلاف (م۔ل) اور شَغَفَ بمعنی اس کے دل کے پردہ پر چوٹ لگائی۔ اور شَغَفَ حُبًّا بمعنی ایسی محبت جو دل کے اندرونی حصہ تک سرایت کر چکی ہو (مف) (ف ل ۱۶۸) محبت میں دیوانہ ہونا (م۔ق) قرآن میں ہے:

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا (۱۲/۳۰) — اس (یوسفؑ) کی محبت اس (عورت) کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

۵۔ عُرُبًا: عَرُوْب کی جمع ہے۔ اور عَرُوْب کے معنی اپنے خاوند سے محبت کرنے والی عورت (ف ل ۱۴۶) اور بمعنی بہت ہنسنے ہنسانے والی خوش ذوق عورت (م۔ل منجد) قرآن میں ہے:

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا (۵۶/۳۷) — پھر ہم نے ان (حوروں) کو کنواریاں بنایا۔ شوہر سے پیار کرنے والیاں اور ہم عمر۔

ماحصل: (۱) حُبّ، کسی چیز کا ارادہ کرنا اور چاہنا۔ (۲) وَدّ: حب سے ابلغ ہے زیادہ محبت کرنا۔ پیار کرنا۔ (۳) اَلَّفَ: ہم آہنگی کی بناء پر پیدا شدہ محبت۔ (۴) شَغَفَ حُبًّا: عشقیہ محبت۔ (۵) عَرُوْب: خاوند سے پیار کرنے والی عورت۔

محتاج اور محتاجی کے لیے دیکھیے "تنگ دستی"

۱۳۔ محل

کے لیے قَصْر اور صَرْح کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَصْر: قیاصرِ روم کی اقامت گاہ کو قصر کہا جاتا تھا۔ پھر اس لفظ کا اطلاق ہر بلند و بالا اور عالیشان

عمارت پر ہونے لگا ـــــ (مف) (ج قصور) قرآن میں ہے:

فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ (۲۲/۴۵) — اور وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی اور کنوئیں اور پلستر شدہ محل سب ویران پڑے تھے۔

۲۔ صَرْح : صَرَحَ بمعنی خالص اور آمیزش سے پاک ہونا (منجد) اور صَرْحٌ بمعنی منقش اور مزین بلند مکان جو ہر طرح کے عیب سے پاک ہو (مف) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ (۲۷/۴۴) — جب بلقیس نے اسے دیکھا تو خیال کیا کہ گہرا پانی ہے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا۔ یہ تو محل ہے جس میں شیشے جڑے گئے ہیں۔

ماحصل: (۱) قَصْر : کوئی بھی عالیشان اور بلند و بالا عمارت۔

(۲) صَرْح : ایسی عمارت جو نقش و نگار سے مزین اور نقائص سے پاک ہو۔

۱۴ـــ محنت مشقت ـ کرنا ـ اٹھانا

کے لیے عَمِلَ، جَهَدَ، نَصَبَ، كَلَّفَ، كَدَحَ، كُرْهٌ، شِقٌّ اور شُقَّةٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَمِلَ : عَمَل ہر وہ کام ہے جو کوئی جاندار اپنے اختیار و ارادہ کرے خواہ یہ کام اچھا ہو یا بُرا (مف) اور عَمِلَ کا لفظ "کوئی کام" کرنے کے علاوہ محنت مزدوری کرنے یا بالفاظِ دیگر روزی کمانے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ (۱۸/۷۹) — اور جو کشتی تھی وہ غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت (کشتی رانی) کر کے روزی کماتے تھے۔

۲۔ جَهَدَ : بمعنی کسی کام کے کرنے میں تمام وسائل و ذرائع کو بروئے کار لانا۔ سعی بلیغ کرنا (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

وَمَن جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ (۲۹/۶) — اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے محنت کرتا ہے۔

اور جُهْد بمعنی وہ مقدور بھر محنت جو ایک انسان کر سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ (۹/۷۹) — اور وہ لوگ جو نہیں کما سکتے مگر اپنی محنت۔

۳۔ نَصَبَ : اتنی محنت جو انسان کو تھکا دے (۱) محنت مشقت کرنا (۲) تھکاوٹ ہونا۔ پھر یہ لفظ الگ الگ معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا (۱۸/۶۲) — اس سفر سے ہم کو بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ — پھر جب آپ فارغ ہوں تو محنت کیجیے اور اپنے

فَارْغَبْ (۹۴/۷) پروردگار کی طرف رغبت کیجئے۔

۴۔ کَلَّفَ: بمعنی تکلیف دینا۔ اتنی محنت کرنے کو کہنا جو کسی کے لیے قابلِ برداشت ہو اور اس کے مقدور اور قوت سے زیادہ نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۲/۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

۵۔ کَدَحَ: تکلیف سہہ سہہ کر اور بہ مشقت کوئی کام کرتے جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (۸۴/۶) اے انسان تجھے تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب کے پاس پہنچنے میں کھپ کھپ کر پھر اس سے ملنا ہے۔

۶۔ کُرْہ: بمعنی جبریہ مشقت۔ ایسی مشقت جس میں انسان کے اپنے ارادہ و اختیار کو کچھ دخل نہ ہو اور اس مشقت کو وہ ناپسند کرتا ہو (کرہ ضد رضا و المحبۃ) (مف) قرآن میں ہے:

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا (۴۶/۱۵) اس کی ماں نے اسے تکلیف سہہ کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف سہہ کر جنا۔

اور اَکْرَہَ بمعنی کسی کو کسی ایسے کام یا محنت پر مجبور کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ جیسے فرمایا:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ (۲۴/۳۳) اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

۷۔ شِقّ: ایسی محنت یا مشقت جو تنگ و دو سے بدن یا نفس کو لاحق ہوتی ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ (۱۶/۷) اور چارپائے شہروں تک تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں، جنہیں تم محنت شاقہ کے بغیر پہنچا نہیں سکتے۔

۸۔ شُقَّۃ: شِقّ اور شُقَّۃ میں وہی فرق ہے جو حَمْل اور حِمْل یا وَقْر اور وِقْر میں ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے "بوجھ") یعنی وہ منزل جہاں تک بہ مشقت پہنچا سکے (مف) قرآن میں ہے:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ (۹/۴۲) اگر فائدہ (مالِ غنیمت) قریب نظر آتا اور سفر بھی ہلکا ہوتا تو یہ لوگ تمہارے ساتھ چل دیتے۔ لیکن یہ منزل اُن کو دور نظر آئی۔

ماحصل: (۱) عَمِلَ: محنت مزدوری کرنا۔ لفظ بھی عام اور اس کا استعمال بھی عام۔

(۲) جَهَدَ: کسی کام کے کرنے میں تمام رسائل بروئے کار لانا۔

(۳) نَصَبَ: ایسی محنت جو تھکا دے یا تھکاوٹ کا باعث ہو۔

(۴) تَكْلِيْفٌ: کسی کی قوت اور برداشت کے مطابق محنت۔

(۵) كَدَحَ: دکھ سہہ سہہ کر بھی کوئی کام کرتے جانا۔

(۶) كُرْه: جبریہ مشقت۔

(۷) شِقّ: محنت کرنے کی کوفت۔

(۸) شُقَّة: وہ منزل جہاں تک بہ مشقت کوئی پہنچ سکے۔

۱۵۔۔۔۔ مخالفت ۔ مخالفت کرنا

کے لیے خَالَفَ، ضَدَّ، شَاقَّ، حَادَّ، تَعَاسَرَ، عَنَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَالَفَ: بمعنی مخالفت کرنا۔ اعراض کرنا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کا خلاف کرنا اور اختلاف کرنا۔ بتلائی ہوئی بات کے علاوہ کوئی دوسرا کام کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ (۱۱/۸۸) — میں نہیں چاہتا کہ خود اس بات کے خلاف کروں جس سے تم کو منع کرتا ہوں۔

۲۔ ضَدَّ: بمعنی مخالفت کرنا۔ اور ضِدّ بمعنی مخالف۔ مقابل (ج اضداد) مقابل کی دو چیزوں کو ضِدّین کہتے ہیں۔ امام راغب کے نزدیک ضدّین کی تعریف یہ ہے کہ وہ دو چیزیں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور ایک ہی جنس سے ہوں اور کبھی جمع نہ ہو سکتی ہوں جیسے سفیدی اور سیاہی (مف) کہ ان کی جنس رنگت یا رنگ ہے۔ اور ابن الفارس کے نزدیک ضدّین کی تعریف یہ ہے کہ ایسی دو مقابل اشیاء جن کا ایک ہی وقت میں اجتماع ناممکن ہو جیسے دن اور رات (م ل) گویا یہ لفظ خلاف سے اخص ہے۔ یعنی ہر ضد خلاف ضرور ہے لیکن ہر خلاف ضد نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے:

كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (۱۹/۸۲) — ہرگز نہیں وہ (معبودانِ باطل) اُن کی پرستش سے انکار کریں گے اور اُن کے دشمن و مخالف بن جائیں گے۔

اور ضِدّ کا لفظ بذاتِ خود لغتِ اضداد سے ہے۔ یعنی ضدّ بمعنی مخالف اور مقابل۔ اور ضِدّ بمعنی مثل اور نظیر (م۔ق) بھی۔

۳۔ شَاقَّ: بمعنی مخالفت کرنا۔ عداوت رکھنا (منجد) اور شَقّ بمعنی شگاف اور شِقَاق بمعنی افتراق۔ اَن بَن مخالفت۔ ایسی مخالفت جس میں ہر فریق جانب مخالف کو اختیار کر لیتا ہے (مف) یعنی جو بات ایک کو ناپسند ہو وہی بات دوسرا فریق اختیار کرے۔ ارشادِ باری ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۵۹/۴) — یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۴۔ حَادَّ: حَدَّ (النظر) بمعنی تیز نظر سے گھورنا۔ اور حَدَّ السَّيْفَ بمعنی تلوار کی دھار۔ اور حَدَّ السِّكِّيْنَ بمعنی چھری کو تیز کرنا۔ اور حَادَّ دشمنی رکھنا۔ غضبناک ہونا (منجد) گویا حَادَّ سے مراد ایسی مخالفت اور دشمنی ہے جس سے انسان غضبناک ہو کر مقابلہ اور انتقام پر اتر آئے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا (۹/۶۳) — کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے۔

۵- تَعَاسَرَ: عُسْر بمعنی تنگی۔ اور عَسَّرَ الْاَمْرَ بمعنی اس نے کسی پر کام کو دشوار کر دیا۔ اور اسے تنگ کر دیا۔ اور تَعَاسَرَ بمعنی ایک دوسرے کی اس طرح مخالفت کرنا کہ دوسرے کے لیے معاملہ دشوار ہو جائے (منجد) تَعَاسَرَ میں مخالفت اور دشمنی میں شدت نہیں ہوتی بلکہ ایک فریق کوئی ایسی بات اختیار کرتا ہے جس سے دوسرے پر تنگی واقع ہو جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ (۶۵/۶) اور تم میاں بیوی آپس میں بھلے طریقے سے مشورہ کرو پھر اگر ضد کرنے لگو تو پھر کوئی دوسری عورت (نومولود کو) دودھ پلائے۔

۶- عَنَدَ: بمعنی جان بوجھ کر حق اور راہِ حق کی مخالفت کرنا (مف، منجد) عَنِيد بمعنی وہ شخص جو راہِ حق سے عناد رکھے اور مخالفت کرے۔ اور عَنُود بمعنی وہ شخص جو صحیح راہ سے ہٹ جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا (۷۴/۱۶) بیشک وہ ہماری آیتوں کا مخالف رہا ہے۔

ماحصل: (۱) خَالَفَ: بمعنی خلاف کرنا۔ اعراض کرنا۔

(۲) ضَدَّ: خالف سے اخص ہے۔ خلاف اور مقابل ہونا۔

(۳) شاقّ: مخالف اور دشمن ہونا۔

(۴) حادّ: ایسی دشمنی جس سے کوئی مقابلہ پر اُتر آئے۔

(۵) تعاسر: ایسی ناچاکی جس میں ایک فریق دوسرے پر تنگی پیدا کر دے۔

(۶) عَنَدَ: حق اور راہِ حق کی مخالفت کرنا۔

۱۶ — مختلف

کے لیے مُخْتَلِف اور شَتّٰى (شَتَّ) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- مُخْتَلِف: (اختلاف ضد اتفاق) چیزوں کا الگ الگ ہونا۔ طرح طرح یا قسم قسم کا ہونا۔ نوع جدا ہونا۔ کسی معاملہ میں اختلاف (رائے) ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ (۱۶/۶۹) ان (شہد کی مکھیوں) کے پیٹ سے مشروب (شہد) نکلتا ہے۔ جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ (۶/۱۴۱) اور کھجوریں اور کھیتی اللہ نے پیدا کی جن کے پھل طرح طرح کے ہیں۔

۲- شَتّٰى: (شَتَّ) بمعنی کسی چیز کا شیرازہ بکھرنا۔ پراگندہ ہونا ضد اَلَّفَ (م۔ل) بمعنی کسی چیز کے منتشر اجزا کو اکٹھا اور مربوط کرنا۔ اور شَتِيت بمعنی متفرق پھٹا ہوا ج شَتّٰى (م۔ق) قرآن میں ہے:

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتّٰى (۵۹/۱۴) تم ان منافقوں کے متعلق خیال کرتے ہو کہ وہ اکٹھے (اور یکجان) ہیں مگر ان کے دل

دوسرے مقام پر فرمایا:

یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَہُمْ (۹۹/۶) اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھلا دیے جائیں۔

۳۔ اَزْوَاج: زَوج بمعنی جوڑا اور جوڑے کا ہر فرد۔ مثلاً شوہر بیوی کا زوج ہے اور بیوی شوہر کی زوج ہے۔ اور میاں بیوی دونوں مل کر بھی ایک ہی زوج ہے۔ جس مخلوق میں نر اور مادہ کا وجود ہے اس میں زوج کا تصور بھی موجود ہے حیوانات اور نباتات میں تو نر و مادہ کا تصور انسان کے علم میں آ چکا ہے مگر یہ تصور جمادات میں بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (۵۱/۴۹) اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے ہیں۔

چونکہ زوج میں مصاحبت یا ساتھی ہونے کا تصور بھی موجود ہے لہٰذا چند ہم جنس جاندار چیزوں کے اکٹھا ہو جانے پر بھی زوج کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس صورت میں زوج کا معنی قسم تقسیم یا فرقہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً (۵۶/۷) اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔

اور اَزْوَاج کا لفظ مختلف قسم کے ہم جنس مجموعوں پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک مجموعہ کو ایک اکائی تصور کر کے ازواج کا معنی ہو گا۔ کئی قسم کے ایسے مجموعے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (۲۰/۱۳۱) اور آپ اُن مختلف قسم کے لوگوں پر نگاہ نہ کیجیے جنھیں ہم نے (سامانِ دنیا) سے بہرہ مند کیا ہے۔

ماحصل: (۱) مُخْتَلِف: اشیا کی نوعیت جُدا ہو تو اس کے لیے اور
(۲) اگر ایک ہی چیز کے منتشر اجزا کا اظہار مقصود ہو تو شَتّٰی۔ اور اگر
(۳) ہم جنس کئی طرح کے مجموعوں کا اظہار کرنا ہو تو اَزْوَاج آئے گا۔

---

۱۷ ـــــ مدّت

کے لیے مُدَّت، اَمَد، عِدَّت، اُمَّة، مَلِيًّا، مَهْل اور عُمُر کے الفاظ آئے ہیں۔ (علاوہ ازیں اَجَل، حِيْن اور مِيقَات "وقت" کے تحت دیکھیے)

۱۔ مُدَّت: مَدَّ (بمعنی کھینچنا اور کھینچ کر لمبا کرنا) سے مدت مصدر ہے۔ بمعنی وقت کی لمبائی۔ معروف لفظ ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ (۹/۴) تو ان مشرکین سے اُن کا عہد ان کی (مقررہ) مدت تک پورا کرو۔

۲۔ اَمَد: اَمَد کا لفظ مدتِ دراز کے لیے آتا ہے اور مدت کی نہایت اور غایت کے لیے بولا جاتا ہے (مف) یہ لفظ ظرف زمان اور مکان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور مکان کی صورت میں فاصلہ کا معنی دیتا ہے (فق ل ۲۴۲) ارشادِ باری ہے:

(۱) اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا (۱۸/۱۲) — دونوں جماعتوں میں سے کونسی جماعت خوب شمار کر سکتی ہے کہ وہ (اصحاب کہف) کتنی مدت (غار میں) رہے۔

(۲) تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِیْدًا (۳/۳۰) — وہ آرزو کرے گا کہ اے کاش! اس میں اور اس بُرائی میں دُور کی مسافت ہو جاتی۔

۳- عِدَّت: عَدَّ بمعنی شمار کرنا سے مصدر ہے یعنی وہ مدت جو شمار کر کے گزاری جائے اور اس لفظ کا اطلاق اس مدت پر ہوتا ہے جس میں کوئی مطلقہ یا بیوہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی اور اپنے سابقہ خاوند کے گھر میں یہ مدت گزارتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالّٰٓیٴِْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ (۶۵/۴) — اور تمہاری (مطلقہ) عورتیں جو حیض سے نا امید ہو چکی ہوں اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

۴- اُمَّة: اُمّ بمعنی ماں اور ہر وہ چیز جس کے اندر اس کے جملہ متعلقات منضم ہو جائیں (مف) اور اُمَّة بمعنی مدت کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ گزر چکی ہو (مف) قرآن میں ہے:

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ (۱۲/۴۵) — اور دونوں قیدیوں میں سے جس نے رہائی پائی تھی اسے ایک مدت کے بعد (بھولی ہوئی) بات یاد آگئی اور کہنے لگا۔

۵- مَلِیًّا: ملی میں درازی اور وسعت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مَلِیٌّ مِنَ الدَّهْرِ بمعنی عرصہ دراز الملا (الف مقصورہ) بمعنی وسیع ریگستان اور مَلَّاکَ اللّٰہُ بمعنی خدا تیری عمر دراز کرے (منجد) اور مَلِیًّا بمعنی طویل مدت۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا (۱۹/۴۶) — (آزر نے کہا اے ابراہیمؑ!) اگر تو باز نہ آیا تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا اور طویل مدت کے لیے تو مجھ سے دور چلا جا۔

۶- مَهَلَ: (مصدر مُہلت) اور اَمْهَلَ اور مَهَّلَ بمعنی ڈھیل دینا۔ مدت کو آہستہ آہستہ اور نرمی سے بڑھاتے جانا اور جلدی نہ کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا (۷۳/۱۱) — اور مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو دولتمند ہیں چھوڑ دو اور انہیں تھوڑی مہلت دے دو

۷- عُمُر: عَمَرَ بمعنی آباد رہنا اور آباد کرنا اور عُمُر بمعنی رُوح کے جسم کے اندر آباد رہنے کی مدت۔ کسی جاندار کی پیدائش سے لے کر حال تک کی مدت۔ قرآن میں ہے:

وَلٰکِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ — لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) کئی امتوں کو پیدا کیا پھر

الْعُمُرُ (۲۸/۴۵) ان پر طویل مدت گزر گئی۔

ماحصل: (۱) مُدّت: زمانہ کی طوالت۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) اَمَدٌ: عرصہ دراز اور اس کی انتہا یا فاصلہ اور بُعد مکانی۔

(۳) عِدَّت: ایسی مدت جس کا شمار کرنا مطلقہ کے لیے ضروری ہو۔ یہ شرعی اصطلاح ہے۔

(۴) اُمّۃ: وہ مدت جو ماضی میں گزر چکی ہو۔

(۵) مَلِیّ۔ طویل مدت خلود کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۶) مُہْلَت: آہستہ آہستہ مدت کو نرمی سے بڑھاتے جانا۔ ڈھیل دینا۔

(۷) عُمُر: کسی جاندار کی پیدائش سے حال تک کی مدت۔

۱۸۔۔۔ مدد دینا۔ کرنا اور چاہنا

کے لیے اَعَانَ اور اِسْتَعَانَ (عون) نَصَرَ اور اِسْتَنْصَرَ۔ اَیَّدَ۔ عَزَّزَ۔ عَزَّرَ، ظَاھَرَ۔ رَفَدَ رَدَّ اور اَمَدَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَعَانَ، عَوْن بمعنی مددگار (مف) اور اَعَانَ بمعنی کسی کا ہاتھ بٹانا۔ ساتھ دینا اور تَعَاوَنَ بمعنی ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا اور ساتھ دینا ہے۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ اَجْعَلْ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَھُمْ رَدْمًا (۱۸/۹۵) تم مجھے قوت (بازو) سے مدد دو۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔

اور اِسْتَعَانَ بمعنی کسی سے مدد اور تعاون طلب کرنا۔ قرآن میں ہے:

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (۱/۴) (اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

۲۔ نَصَرَ: بمعنی کسی کی تکلیف یا ظلم و زیادتی دور کرنے کے لیے اس کی مدد کرنا (محیط)۔ اور یہ اعانت سے اخص ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ (۳/۱۲۳) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بدر کے میدان میں تمہاری مدد کر چکا ہے جبکہ تم کمزور تھے۔

اور اِسْتَنْصَرَ بمعنی اپنے آپ پر ظلم و زیادتی کو رفع کرنے کے لیے کسی سے مدد طلب کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ (۸/۷۲) اور اگر وہ (مسلمان جنھوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی) تم سے دین کے معاملے میں مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر لازم ہے!

۳۔ اَیَّدَ: الاید بمعنی سخت قوت (مف) اور اَیَّدَ بمعنی کسی کی امداد کر کے اسے قوت بہم پہنچانا۔

تائید کرنا۔ ارشادِ باری ہے ؛

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (۹/۴۰)	پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر تسکین نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جنھیں تم نہیں دیکھتے تھے۔

۴۔ عَزَّرَ ، بمعنی کسی کی جذبۂ تعظیم کے ساتھ مدد کرنا (مف۔م ل) ارشادِ باری ہے ؛

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (۴۸/۹)	تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اُسے بزرگ سمجھو۔

۵۔ عَزَّزَ ، بمعنی کسی کی اتنی مدد کرنا جس سے اس کی کمزوری رفع ہو جائے (تفصیل "عزت دینا" میں دیکھئے) ارشادِ باری ہے ؛

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (۳۶/۱۴)	ہم نے ان کی طرف دو پیغمبر بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے تیسرے سے تقویت دی۔

۶۔ ظَاهَرَ ، ظہر میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) ظاہر ہونا۔ سامنے آنا۔ نمایاں ہونا۔ اور ظہر بمعنی پشت اور ظَاهَرَ بمعنی ایسی قوت دینا جس کے بل بوتے پر کوئی کام کرے۔ پشت پناہی کرنا ارشادِ باری ہے ؛

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ (۳۳/۲۶)	اور اہل کتاب میں سے جنھوں نے ان کی مدد کی تھی اللہ انھیں ان کے قلعوں سے اتار لایا۔

۷۔ رَفَدَ ، کسی مفلس و نادار کو عطیہ و خیرات کے ذریعہ امداد دینا (تفصیل "دینا" میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے :

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (۱۱/۹۹)	اور فرعون والوں کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی لگائی جائے گی۔ بُرا ہے انعام جو انھیں ملتا رہے گا۔

۸۔ رَدَأَ (الحائط) بمعنی دیوار کو پشتہ لگانا اور رَدَأَ الرجل بمعنی کسی کا پشتی بان بننا۔ مددگار بننا۔ اور رِدْءٌ بمعنی پشتی بان۔ مددگار (منجد۔م ق) یعنی ایسا مددگار جو ہر وقت ساتھ رہتا ہو۔ قرآن میں ہے ؛

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ (۲۸/۳۴)	اور میرے بھائی ہارون کو، جو مجھ سے زیادہ فصیح زبان ہے، میرا مددگار بنا کر مبعوث فرما تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔

۹۔ اَمَدَّ : مَدَّ بمعنی کسی چیز کو کھینچنا۔ پھیلانا۔ دراز کرنا۔ اس طرح کہ اس کا اتصال قائم رہے (مف) اور اَمَدَّ بمعنی کسی چیز کی مقدار یا تعداد میں اضافہ کرکے مدد دینا۔ کمک بہم پہنچانا۔ ارشادِ باری ہے ؛

يُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ۔ (۷۱/۱۲) — اور بڑھادے گا تم کو مال میں اور بیٹوں میں (عثمانی)
اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا (جالندھری)

دوسرے مقام پر فرمایا،

يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ (۳/۱۲۵) — تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے، جن پر نشان ہوں گے، تمہاری مدد کو بھیجے گا۔

ماحصل:

(۱) اعان، کسی کی مدد کرنا۔ ہر طرح کی مدد۔ عام ہے۔
(۲) نَصَرَ، دفع مضرت کے لیے کسی کی مدد کرنا۔
(۳) اَیَّدَ، کسی کی مدد کر کے اسے تقویت بہم پہنچانا۔
(۴) عَزَّرَ، جذبۂ تعظیم کے ساتھ کسی کی مدد کرنا۔
(۵) عَزَّزَ: کسی کی اس قدر مدد کرنا کہ اس کی کمزوری رفع ہو جائے۔
(۶) ظَاهَرَ، پشت پناہی کرنا۔
(۷) رفد، کسی مفلس کی عطیہ دخیرات سے مدد کرنا اور کرتے جانا۔
(۸) ردأ، پشتہ لگانا۔ ہر وقت کی مدد مہیا کرنا۔
(۹) اَمَدَّ: کمک بہم پہنچانا۔

۱۹ ــــــ مدد گار

کے لیے ناصِر، نَصِیر اور اَنۡصَار، حَوَارِی، وَلِی اور مَوۡلٰی، شَہِید، ظَہِیر، وَزِیر اور عَضُدٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَاصِر اور نَصِیر، نَصَرَ بمعنی کسی پر زیادتی یا ظلم کو روکنے کے لیے اس کی مدد کرنا۔ (محیط) اور ناصر ایسا مددگار ہے جو کسی ایسے ہی موقعہ پر مدد کرے۔ اور اس کی جمع نصر اور انصار آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے،

اَهۡلَكۡنٰهُمۡ فَلَا نَاصِرَ لَهُمۡ (۴۷/۱۳) — ہم نے انھیں ہلاک کر دیا تو کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہوا۔

اور نَصِیر وُہ ہے جو ہر ایسے موقعہ پر مدد کو پہنچنے والا ہو (ج نُصَرَاء اور انصار) اور اس لفظ کا اطلاق قرآن کریم میں عموماً اللہ تعالیٰ ہی پر ہوا ہے۔ اور نصیر بمعنی قوت کے ساتھ مدد کرنے والا (فق ل ۱۵۶) ارشادِ باری ہے،

وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيۡرًا (۴/۴۵) — اور اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے۔

۲۔ حواری: حُوَارِی بمعنی سفید کلر جس سے کپڑے وغیرہ صاف کیے جاتے ہیں (م۔ ق) اور بمعنی نصیحت کرنے والا۔ رشتہ دار۔ مددگار۔ حواری دراصل حضرت عیسیٰؑ کے اُن انصار کو کہتے ہیں جنھوں نے آڑے وقت میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہر نبی کا کوئی حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (۶۱/۱۴)

عیسیٰ نے حواریوں سے کہا کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں۔ حواریوں نے کہا، ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔

۳۔ وَلِيّ اور مَوَالِي: اَلْوِلَاءُ بمعنی محبت۔ دوستی۔ نزدیکی۔ رشتہ داری (مف) اور قرابت۔ (م۔ل) اور وِلَایَۃ بمعنی وراثت اور مَوَالِي بمعنی وارث بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴/۳۳)

اور جو مال ماں باپ یا رشتہ دار چھوڑ مریں۔ تو ہم نے ہر ایک کے وارث مقرر کر دیے ہیں۔

عرب میں ولایت کا دستور عام تھا یعنی لوگ اپنے رشتہ داروں کے علاوہ کسی دوست کو اپنا ولی بنا لیتے تھے۔ پھر یہ ولی اس کی میراث کا وارث اور رشتہ داروں سے فائق سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے ابتداءً یہ دستور بحال رکھا۔ انصار اور مہاجرین میں یہ سلسلہ قائم تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے وراثت میں حصے مقرر فرما دیے تو یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ گویا ولی اور موالی کے لفظ میں ناصر اور نصیر سے کئی پہلوؤں میں زیادہ جامعیت ہے۔ اور اس کے معنی حمایتی دوست اور مددگار کے بھی ہیں۔ اور ولی بمعنی اخلاص اور محبت سے مدد کرنے والا جو لوگوں کو دکھانے یا سنانے کے لیے نہ ہو۔ (فق۔ل ۱۵۶)

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۲/۱۰۷)

اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (۸/۴۰)

اور اگر وہ روگردانی کریں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے۔ اور وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔

۴۔ شَهِيْد: شَهِدَ بمعنی گواہی دینا خواہ یہ گواہی عینی ہو یا قلبی یعنی خواہ وہ بصارت سے تعلق رکھتی ہو یا بصیرت سے اور نیز معنی حاضر ہونا (مف۔ منجد) اور شہید اس گواہ کو بھی کہتے ہیں جو حاضر ہو کر کسی کے حق میں قاضی کے سامنے گواہی دے (مف) اور اس کی مدد اور تقویت کا ذریعہ ثابت ہو۔

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲/۲۳)

اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہیں انھیں بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

۵۔ ظَهِيْر: ظَهْرٌ بمعنی پشت۔ پیٹھ اور بمعنی سواری۔ پشت پناہ۔ مددگار (مف) اور ظہیر بمعنی مددگار۔ ایسا مددگار جس پر کوئی شخص تکیہ رکھتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ (۲۸/۸۶)

تو تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا۔

۶۔ وَزِيْر: وِزْرٌ بمعنی بوجھ (ج۔ اوزار) اور وزیر وہ ممد و معاون شخص ہے جو کام کی زیادتی یا سختی

میں بوجھ بٹانے والا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ (۲۰/۲۹) — اور میرے گھر والوں سے (ایک کو) میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما۔ (جالندھری)

ایک کو کام بنانے والا میرے گھر کا (عثمانیؒ)

۷۔ عَضُد: بمعنی بازو کندھے سے لے کر کہنی تک کا حصہ اور عَضَدَ بمعنی کسی کا بازو پکڑنا اور اسے سہارا دینا۔ اسی لحاظ سے عَضُد کا لفظ استعارۃً مددگار کے معنی میں آتا ہے (مف) (ج اعضاد۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا (۱۸/۵۱) — اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔

ماحصل: (۱) ناصر اور نصیر: ظلم اور زیادتی کے وقت مدد کرنے والا۔

(۲) حواری: انبیاء کے مددگاروں کا خاص ٹولہ۔

(۳) ولی اور مولیٰ: حمایتی اور قریبی دوست اور مددگار۔

(۴) شہید: موقعہ پر حاضر ہو کر کسی کے حق میں گواہی دے کر مدد کرنے والا۔

(۵) ظہیر: ایسا مددگار جس پر تکیہ کیا جا سکے۔ پشت پناہ۔

(۶) وزیر: کام کی زیادتی میں ہاتھ بٹانے والا۔

(۷) عضد: دست و بازو ثابت ہونے والا مددگار۔

۲۰ — مذاق اڑانا

کے لیے اِسْتَهْزَاءَ (ھزء) اور سَخِرَ، تَنَدَّرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ استہزاء: الھزء بمعنی کسی کا اندرونی طور پر مذاق اڑانا (مف) اور استہزاء بمعنی خلافِ عقل سمجھ کر کسی آدمی کا ایسے فعل پر مذاق اڑانا جو اس سے سرزد بھی نہ ہوا ہو (فق ل ۲۱۲) قرآن میں ہے:

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (۲/۱۴) — جب یہ منافق اپنے شیطان ساتھیوں سے علیحدگی میں گفتگو کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو محض ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۲۔ سخر، مسخر میں ذلت اور حقارت کا پہلو پایا جاتا ہے (م۔ل) سَخَرَ بمعنی کسی سے بیگار لینا اور سَخَّرَ بمعنی کسی کو ذلیل کرنا۔ مغلوب کرنا (منجد) اور بمعنی کسی کا عیب بیان کر کے اس کا مذاق اڑانا جس سے کسی کی تحقیر و تذلیل مقصود ہو (فق ل ۲۱۱) ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ (۴۹/۱۱) — اے ایمان والو! کوئی گروہ دوسرے کا مذاق نہ اڑائے ہو سکتا ہے کہ وہ اس (مذاق اڑانے والے گروہ) سے بہتر ہوں۔

۲۔ فَنَّدَ: فَنَد بمعنی رائے کی کمزوری اور فَنَّدَ بمعنی کسی کو کمزور رائے یا فاتر العقل بتلانا (مف) اور فَنِدَ بمعنی سٹھیانا۔ بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف العقل ہونا اور بہکی بہکی باتیں کرنا۔ اور فَنَّدَ بمعنی کسی بوڑھے شخص کی باتوں پر ملامت کرنا۔ خطا کار ٹھہرانا۔ ملامت کرنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (۱۲/۹۴) — ان کے باپ (یعقوبؑ) نے کہا کہ اگر تم مجھے یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا (تو حقیقت یہ ہے کہ) میں یوسفؑ کی بُو محسوس کر رہا ہوں۔

ماحصل: (۱) استہزاء، کسی چیز کو خلافِ عقل اور عجیب سمجھ کر مذاق اڑانا۔

(۲) سخر: کسی کے عیب بیان کر کے ازراہِ حقارت مذاق اُڑانا۔

(۳) فَنَّدَ: کسی بوڑھے کی باتوں کو ان ہونی سمجھ کر مذاق اُڑانا۔

مراد پانا کے لیے دیکھیے ــــــ "کامیاب ہونا"

۲۱ ــــــ مرد

کے لیے رَجُلٌ، اِمْرَءٌ، مَرْءٌ اور ذَکَرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَجُلٌ (بمعنی مرد) کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب قوت، بہادری اور مردانگی کا اظہار مقصود ہو۔ رَجُوْلِیَّة مصدر بمعنی قوتِ مردانگی قوتِ مردمی (منجد) ج رِجَالٌ (مؤنث نِسَاء اور نِسْوَة) ارشادِ باری ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ (۴/۳۴) — مرد عورتوں پر فائق ہیں بدیں وجہ کہ خدا نے ایک کو دوسرے سے افضل بنایا ہے۔

۲۔ اِمْرَءٌ یا مَرْءٌ (بمعنی مرد) شخص۔ اس لفظ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب انسانیت سے متعلق اخلاق کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو۔ مَرُوْءَت یا مُرُوَّت مصدر بمعنی انسانیت انسانی ہمدردی (مؤنث اِمْرَاَةٌ یا اَلْمَرْءَة) اس کی بھی جمع رِجَالٌ ہی آئے گی (منجد) قرآن میں ہے:

فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ (۲/۱۰۲) — لوگ ان (دونوں) سے وہ کچھ سیکھتے جو میاں بیوی میں جدائی ڈال دے۔

۳۔ ذَکَرٌ: بمعنی نر (ضد انثیٰ) ہر وہ چیز جس کی پیدائش زوجین کے ذریعہ ہو ان میں سے نر خواہ یہ چیز انسان ہو یا حیوانات اور چرند پرند یا درخت وغیرہ۔ لیکن جب اس لفظ کا تعلق انسان سے ہو تو اس سے مراد مرد ہوتا ہے خواہ کسی بھی عمر کا ہو (ج ذکور اور ذکران

ضدانات) ارشادِ باری ہے ؛

(۱) قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ۔ (۶:۱۴۴) — ان سے پوچھیے کیا اللہ نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادائیں ؛

(۲) لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى (۳:۳۶) — بیٹا (اس) بیٹی (مریم) کے برابر نہیں۔

(۳) لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (۴:۱۱) — مرد کا حصّہ (وراثت) دو عورتوں کے برابر ہے۔

ماحصل : رَجُل ، اس وقت آتا ہے جب بہادری اور قوتِ مردی کا اظہار مقصود ہو۔ اور اِمرءٌ جب مروّت اور انسانیت اور اخلاقی اقدار ظاہر کرنا ہو۔ اور اگر جنس کا اظہار مقصود ہو تو ذَکَر آتا ہے۔

مردود کے لیے دیکھیے "دھتکارنا" ——— مرنا کے لیے دیکھیے " مارنا۔ مرنا"

۲۲ ——— مزا

کے لیے ذائقۃ۔ طَعْم۔ لَذَّۃ۔ ھَنَا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ذَائِقَۃ : ذَاقَ بمعنی چکھنا۔ لیکن یہ لفظ عموماً زبان سے مزا چکھنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ذائقۃ بمعنی چکھنے والی قوت بھی ہے جو زبان میں ہوتی ہے۔ اور مزا اور ذواق اور مذاق مزا کے معنوں میں آتے ہیں (منجد) اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ مادی معنوی ہر طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (۳:۱۸۵) — ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

۲۔ طَعْم : طَعَمَ بمعنی غذا یا روٹی یا کھانا کھانا اور اس کھانے کے مزہ کو طَعْم کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے ؛

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ۔ (۴۷:۱۵) — اس جنت میں دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزا کبھی نہ بدلے گا۔

۳۔ لَذَّۃ ، لَذَّ بمعنی کسی چیز کا اچھے مزا والا ہونا یا لذیذ ہونا۔ اور لَذَّۃ بمعنی مزا کی خوشگواری۔ یا ایسا مزا جو طبیعت کو مرغوب ہو۔ خواہ یہ مزا میٹھا ہو یا نمکین، کھٹا ہو بلکہ اگر کڑوہ بھی طبیعت کو بھا جائے تو یہ لذیذ ہے۔ اور اس کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح سے ہوتا ہے۔

ارشادِ باری ہے :

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (۴۷:۱۵) — اور جنت میں شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ (۴۳:۷۱) — اور جنت میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کے لیے جی چاہے اور آنکھوں کو خوشگوار ہو۔

۴۔ هَنَا: الهنیٔ وہ چیز ہے جو بغیر مشقت کے حاصل ہو جائے اور نتائج کے لحاظ سے خوش کن ہو۔ اس لفظ کا استعمال عموماً کھانے کے خوشگوار ہونے پر ہوتا ہے (مف) اور هَنَأَ بمعنی خوش ہونا اور ھنیٔ الطعام کھانے کو مزیدار پانا۔ اور ھَنُؤَ بمعنی بغیر رنج و مشقت کے حاصل ہونا۔ اور ھَنَّا بمعنی مبارکباد دینا۔ اور ھَنِیْئٌ بمعنی خوشگوار بلامشقت مفت ہاتھ لگنے والی چیز (منجد) اور ھَنِیٔ بمعنی ایسا خوش منظر کھانا جس میں گدلاپن قطعاً نہ ہو (فق ل ۲۴۵) پھر اس کا استعمال آسانی سے حاصل شدہ مال پر ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَکُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا (۴/۴)	پھر اگر عورتیں اپنی خوشی سے مہر میں سے تم کو کچھ چھوڑ دیں تو اسے ذوق وشوق سے کھالو۔

ماحصل:

(۱) ذائقہ: عام ہے بمعنی چکھنا۔ مزا چکھنا۔

(۲) طعم: انسانی کھانے کا مزا۔

(۳) لذّت: خوشگواری۔ خوش مزگی۔

(۴) ھَنَأَ: مفت راچہ گفت۔ بغیر محنت ہاتھ آنے والے مال کی خوشگواری۔ کسی چیز کا خوش منظر اور مزیدار ہونا۔

۲۳ ——— مزیّن کرنا

کے لیے زَیَّنَ، زُخْرُفٌ اور سَوَّلَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زَیَّنَ: بمعنی کسی چیز کو زینت دینا۔ آراستہ کرنا۔ سنوارنا۔ خوشنما بنانا۔ یہ لفظ عام مستعمل ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ۔ (۶۷/۵)	اور ہم نے آسمان دنیا کو (تاروں کے) چراغوں سے مزیّن کیا۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (۶/۴۳)	اور جو کام وہ کرتے تھے شیطان ان کو ان کے لیے آراستہ کرکے دکھاتا تھا۔

۲۔ زُخْرُفٌ: زخرف بمعنی سونا (GOLD) اور وہ زینت جو ملمع کرنے سے حاصل ہو۔ اور زخرف القول بمعنی ملمع کی ہوئی بات (مف) اور زخرف الکلام بمعنی جھوٹ سے سجایا ہوا کلام (منجد) اور زَخْرَفَ اور تَزَخْرَفَ بمعنی کسی چیز کو ملمع کرکے خوشنما بنانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ (۶/۱۱۲)	اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا۔ وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔

۲۔ سَوَّلَ: سَوِلَ بمعنی پیٹ کا ناف کے نیچے سے ڈھیلا ہونا (مف) اور سَوَّلَ بمعنی (نفس یا شیطان کا) کسی گناہ کی بات کو کمزور اور ڈھیلا کر کے دکھانا کہ اسے گناہ کا احساس نہ رہے یا کسی بُری بات کو خوبصورت کر کے اور مزین بنا کر پیش کرنا تاکہ انسان اس سے رکنے کی بجائے اس کے کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اَلتَّسْوِیْل بمعنی نفس کا ایسی چیز کو مزین کرنا جس پر اسے حرص بھی ہو اور اس کے قبح کو خوشنما بنا کر پیش کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ کَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا (۱۲/۱۸)	اور برادرانِ یوسف، یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا لہو بھی لگا لائے۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا (اصل بات یہ نہیں) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو۔

ماحصل: زَیَّنَ، زینت دینا۔ آراستہ کرنا۔ عام مستعمل ہے۔
زُخْرَفَ، ملمع سازی سے خوش نما بنانا اور آراستہ کرنا۔ جھوٹ بنا کر بات کو مزین کرنا۔
سَوَّلَ: شیطان یا نفس کا کسی ایسے بُرے کام کو خوشنما بنا کر پیش کرنا جس پر انسان حرص بھی رکھتا ہو۔

۲۴ ــــــ مسافر

گو سفر بذاتِ خود عربی لفظ ہے اور اس کا استعمال قرآن کریم میں ہوا ہے۔ تاہم سَافَرَ یا مُسَافِر کے الفاظ نہیں آئے۔ ان کے بجائے ابْنُ السَّبِیْل، عَابِرِیْ سَبِیْل، مُقْوِیْن اور سَیَّارَۃ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ابن السّبیل (رستے کا بیٹا۔ یہ مسافر کی کنیت ہے) مسافر جب تک واپس گھر نہ پہنچے، وہ ابن السّبیل ہی ہے خواہ وہ سفر کر رہا ہو یا دورانِ سفر کسی جگہ عارضی طور پر اقامت پذیر ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ۔ (۲/۱۷۷)	اور خدا کی محبت کی خاطر قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو مال دیا۔

۲۔ عابری سبیل: عابر بمعنی عبور کرنے والا۔ طے کرنے والا۔ اور عابری السبیل بمعنی راہ چلتے راہ گیر۔ جس کا سفر جاری ہو۔ قرآن میں ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا (۴/۴۳)	اور نہ ہی جنبی (نماز کے قریب جائے) مگر راہگیر (جسے پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت ہے) یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔

۳۔ مُقْوِیْن: اَلْقَوٰی بمعنی بھوک اور بَاتَ الْقَوٰی بمعنی بھوکا رہ کر رات گزاری اور القاویۃ بمعنی کم بارش کا سال (منجد) اور تقاوی بمعنی بارش کی قلت یا افراط جس سے فصل تباہ ہو جائے

اور قحط نمودار ہو جائے (م۔ق) تقاوی قرضے وہ ہیں جو حکومت زمینداروں کو ایسے قحط کے سال میں بالاقساط ادائیگی کی شرط پر دیتی ہے۔ اور تقاوی بمعنی بھوکے رات بسر کرنا (منجد) اور قُوت لایموت بمعنی خوراک کی اتنی کم مقدار جس سے انسان زندہ رہ سکتا ہو۔ اور مقوین بمعنی قوت کی احتیاج میں سفر کرتے پھرتے لوگ۔ خانہ بدوش جو رزق کی تلاش میں ادھر ادھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ (۵۶/۷۳) — ہم نے اس (درخت اور اس کی پیدائش) کو تمہارے لیے لمحہ فکریہ اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے۔

۴۔ سَيَّارَةٌ : سَارَ بمعنی سفر کرنا۔ چلنا۔ اور سیّار اسم مبالغہ ہے بمعنی بہت چلنے والا۔ اور سیّارہ بمعنی ہم سفر لوگوں کا قافلہ (۲) ہر دم گھومنے والی اشیاء۔ سیارے، اجرام فلکی اور موٹر کار وغیرہ۔ قرآن میں یہ لفظ پہلے معنوں میں آیا ہے۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ (۱۲/۱۹) — اور ایک قافلہ وہاں پہنچا جنھوں نے اپنا پانی لانے والا آدمی بھیجا۔

ماحصل:

(۱) ابن السبیل : مسافر کی کنیت جب تک گھر واپس نہ آئے۔

(۲) عابری سبیل : راہ گیر، راہ چلتے مسافر، جو حالتِ سفر میں ہوں۔

(۳) مقوین : تلاشِ معاش میں ادھر ادھر نقل وحرکت کرنے والے۔

(۴) سیّارۃ : ہم سفر لوگوں کا قافلہ

۲۵ ــــ مسخّر کرنا

کے لیے سَخَّرَ اور ذَلَّلَ اور ذَلُوْل کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سَخَّرَ : اضطراری اطاعت کے لیے آتا ہے یعنی کسی چیز کا وہی کام کرنا جس کے لیے وہ پیدا کی گئی ہے۔ اس میں اطاعت کرنے والے (خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان) کی مرضی یا اختیار و ارادہ کو کچھ دخل نہیں ہوتا (مف) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "زبردستی کرنا") ارشادِ باری ہے :

وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ (۴۳/۱۳) — اور (جب تم سواری پر بیٹھ جاؤ تو) کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لیے مطیع و مسخر کر دیا، ورنہ ہم تو اسے قابو میں نہ لا سکتے تھے۔

۲۔ ذَلَّلَ : ذَلَّ بمعنی کمزور اور زیردست ہونا۔ اور ذَلَّلَ بمعنی کسی کو عاجز و ناتوان بنانا۔ ایسی اطاعت جس میں ذلت اور عاجزی کا پہلو شامل ہو (م۔ل) ارشادِ باری ہے :

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ (۳۶/۷۲) — اور ان چوپایوں کو ہم نے ان کے قابو میں کر دیا۔ کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔

اور ذَلُولٌ بمعنی کسی چیز کا طوعًا اپنی سرکشی چھوڑ کر مطیع و منقاد ہوجانا (مف - فق ل ۲۰۸)۔ ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا۔ (۶۷/۱۵) — وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے پست اور نرم بنا دیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ (۲/۷۱) — وہ بیل کام میں لگایا ہوا نہ ہو۔ نہ تو زمین جوتتا ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتا ہو۔

ماحصل: سخر کا لفظ کسی چیز کے فقط اضطراری پہلو کو نمایاں کرتا ہے جبکہ ذلول کا لفظ انسان کا اپنی محنت سے کسی چیز کو تابع فرمان بنانے اور اس چیز کے تابع فرمان ہونے کے پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۶ ـــــــ مسلّط کرنا

کے لیے سَلَّطَ اور قَيَّضَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَلَّطَ: سَلِطَ بمعنی زبان دراز ہونا۔ اور سَلَّطَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) قدرت (۲) قہر (م ۔ ق) یعنی غلبہ اور اس کے ساتھ ہی دباؤ بھی ہو۔ اور سلطان بمعنی بادشاہ۔ اقتدار اور کھلی دلیل (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (۵۹/۶) — لیکن اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے، مسلط کر دیتا ہے۔

۲۔ قَيَّضَ: قیض انڈے کے چھلکے کو کہتے ہیں۔ اور قَيَّضَ بمعنی کسی چیز پر اس طرح غالب اور مستولی ہونا جیسے انڈے کے مواد پر اس کا چھلکا ہوتا ہے (مف) غالب ہو کر کسی کو بے بس کر دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا (۴۳/۳۶) — اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔

ماحصل: قَيَّضَ میں سَلَّطَ کی نسبت دباؤ کا پہلو زیادہ ہمہ گیر ہوتا ہے۔

مسلط ہونا ـــــ دیکھیے "قابو پانا"

۲۷ ـــــــ مشغول ہونا

کے لیے شَغَلَ، خَاضَ، اَفَاضَ اور سَبَّحَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَغَلَ: ایسی مصروفیت جس کی وجہ سے انسان دوسرے کاموں کی طرف توجہ نہ دے سکے (مف) (ضد فَرَغَ م ۔ ل) قرآن میں ہے:

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا (۴۸/۱۱) — جو گنوار پیچھے رہ گئے وہ اب تم سے کہیں گے کہ ہم اپنے اموال اور اہل و عیال کے کاموں میں لگے رہ گئے۔

۲۔ خاض: بمعنی گھسنا اور کسی چیز کے درمیان تک داخل ہونا (م۔ل) خاض فی الماء بمعنی پانی میں گھس جانا اور خاض فی الحدیث بمعنی باتوں میں مشغول ہونا (منجد) یعنی کسی کام یا بات میں پورے انہماک سے مشغول ہونا۔ قرآن میں اس لفظ کا استعمال عموماً بُرے مفہوم میں ہوا ہے۔ یعنی فضول باتوں یا فضول کاموں میں لگے رہنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (۹/۶۹) — اور جس طرح وہ (پہلے لوگ) باطل میں ڈوبے رہے تم بھی ڈوب گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دُنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (۶/۶۸) — جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں (کے بارے) میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو اُن سے الگ ہو جاؤ۔

۳۔ اَفَاضَ: فاض (فیض) بمعنی کسی چیز کا بسہولت جاری ہونا (م۔ل) یا پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہنا (مف) کسی چیز کا کثرت سے ہونا (منجد) کہتے ہیں فاض السّیل یعنی پانی کا کثرت سے ہونا اور ندی نالے کے کناروں سے بہ نکلنا۔ اور فَاضَتْ عَيْنُهُ بمعنی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور اَفَاضَ اِنَاءَهُ بمعنی اس نے اپنا برتن اتنا بھرا کہ پانی کناروں سے نیچے گرنے لگا۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ۔ (۲/۱۹۹) — پھر تم بھی وہاں سے واپس لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں۔

سے مراد ہجوم کے ریلے اور بہاؤ کے ساتھ ساتھ آنے کے ہیں۔ یعنی اسی ریلے کے بہاؤ میں تم بھی بہتے چلے آؤ۔ اور صاحب منجد کے نزدیک افاض القوم من مکان کے معنی متفرق و منتشر ہو جانا ہے (منجد) اور اَفَاضَ فِي الْحَدِيثِ بمعنی باتوں میں پورے انہماک سے دیر تک مشغول رہنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ (۱۰/۶۱) — اور تم جو کام بھی کر رہے ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں جب تم اس میں لگے ہوتے ہو۔

ابن الفارس کے نزدیک تُفِيضُونَ فِيهِ کے معنی اِنْدفعوا فیه ہے (م۔ل) یعنی تم اس قدر محو ہوتے ہو کہ اور سب کچھ بھول جاتے ہو۔

۴۔ سَبَحَ، بمعنی تیرنا یا پیرنا۔ اور امام راغب کے مطابق کسی چیز کا پانی یا ہوا میں تیزی سے گزر جانا یا تیرتے ہوئے گزر جانا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (۳۶/۴۰) اور یہ سب سیارے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔

پھر اس لفظ کا استعمال کسی کام کو تیزی اور سرگرمی سے سرانجام دینے پر بھی ہونے لگا (مف) جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (۷۳/۷) دن کے وقت تو آپ کو اور بھی بہت سے شغل ہوتے ہیں۔

ماحصل: (۱) شغل، عام ہے۔ کسی کام میں مشغول ہونا۔

(۲) خَاضَ، انہماک سے مشغول ہونا بُرے معنوں میں آتا ہے۔

(۳) اَفَاضَ، ایسی مشغولیت جو خود کو بھی فراموش کر دے۔

(۴) سَبْحًا، ایسی مشغولیت جس میں کاموں کی بھرمار کی وجہ سے تیز رفتاری کا پہلو نمایاں ہو۔

مشقّت کے لیے دیکھیے "محنت مشقت"

۲۸ ـــــــ مشقت میں ڈالنا

کے لیے اَعْنَتَ اور اِقْتَحَمَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَعْنَتَ: عنت بمعنی کسی شخص کا ایسے معاملہ میں پھنس جانا جس میں اس کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو (مف) اور اَعْنَتَ بمعنی کسی دوسرے کو ایسی تکلیف یا مصیبت میں ڈال دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ (۲/۲۲۰) اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔

۲۔ اِقْتَحَمَ: قَحَمَ (فی الامر) بمعنی بلا سوچے سمجھے کسی معاملہ میں داخل ہو جانا۔ اور اِقْتَحَمَ (الامر) بمعنی اپنے آپ کو مشقت کے ساتھ کسی معاملہ میں پھنسا دینا (منجد) اور اِقْتَحَمَ بمعنی کسی خوفناک جگہ میں گھس جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ (۳۸/۵۹) یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ دھنسی چلی آ رہی ہے۔

ماحصل: اَعْنَتَ کسی دوسرے کے لیے اور اِقْتَحَمَ اپنے آپ کو کسی مہلک اور مشکل کام میں ڈالنے کے لیے آتا ہے۔

مشکل دیکھیے "بوجھل ہونا"

۲۹ ـــــــ مشورہ کرنا

کے لیے شَاوَرَ، بَيَّتَ، تَنَاجٰى (نجو) اور اِئْتَمَرَ (امر) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَاوَرَ، بمعنی مشورہ کرنا۔ کسی معاملہ کے متعلق چند آدمیوں کا مل کر اس کے مختلف پہلوؤں کو

سامنے رکھ کر غور کرنا اور ایک دوسرے کی رائے لینا (م۔ل۔مف) اس لفظ کا استعمال عام ہے ارشادِ باری ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ	اور ان مسلمانوں سے مشورہ کر لیا کرو اور جب (کسی
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ (۳/۱۵۹)	کام کا) عزمِ مصمم کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

۲۔ بَيَّتَ : بَاتَ بمعنی رات گزارنا۔ شب بسری کرنا۔ اور بَيَّتَ بمعنی رات کا کچھ حصّہ گزارنے پر گھر پر جمع ہو کر کسی معاملہ میں مشورہ کرنا (م۔ل) (اس کا دوسرا معنی شبخون مارنا بھی ہے) ارشادِ باری ہے:

فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ	پھر جب آپ کے ہاں سے اُٹھ کر باہر جاتے ہیں تو
طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي	ان میں سے ایک فرقہ رات کو مشورہ کرتا ہے جو اس
تَقُولُ (۴/۸۱)	کے سراسر خلاف ہوتا ہے۔ جو تم کہتے ہو۔

بَيَّتَ شبخون مارنے کے معنٰی میں بھی آیا ہے (۲۷/۴۹) مگر یہاں یہ معنٰی زیرِ بحث نہیں۔

۳۔ تَنَاجٰی، نجو بمعنی دو آدمیوں کے درمیان کا بھید (م۔ل۔منجد) اور نجوٰی بمعنی راز کی بات۔ بھید۔ رازدار۔ ہمراز اور تَنَاجٰی بمعنی سرگوشی کرنا۔ سرگوشی کے لیے خاص کرنا۔ اپنا رازدار بنانا (منجد) اور نَجِيًّا بمعنی رازداری کا مشورہ (۱۲/۸۰) قرآن میں ہے:

وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	وُہ آپس میں گناہ کی بات یا سرکشی یا رسول کی نافرمانی
وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ (۵۸/۸)	کے مشورے کرتے ہیں۔

۴۔ اِئْتَمَرَ: اَمَرَ بمعنی حکم دینا اور اِئْتَمَرَ آپس میں مشورہ کے بعد کسی بات پر متفق ہو جانا اور حکم بجا لانا (مف) اور اِئْتَمَرَ بِفُلَانٍ بمعنی کسی کے قتل کی سازش کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَ يٰمُوسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ	اس شخص نے کہا، اے موسٰیؑ! فرعون کے درباری
بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ (۲۸/۲۰)	تمہارے متعلق یہ مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر دیں۔

ماحصل:
(۱) شَاوَرَ: مشورہ کرنا۔ عام ہے۔
(۲) بَيَّتَ: رات کا خفیہ مشورہ۔
(۳) تَنَاجٰی: دو یا قلیل آدمیوں کے درمیان خفیہ کانا پھوسی۔
(۴) ائتمر: کسی مشورہ پر متفق ہونا یا کسی کے قتل کی سازش کرنا۔

۳۰ ــــــ مشہور کرنا

کے لیے شَاعَ (شیع) اَذَاعَ (ذیع) اَرْجَفَ اور اَهَلَّ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ شَاعَ: شَاعَ الْخَبَرُ بمعنی خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی۔ شاع القوم بمعنی قوم منتشر ہو گئی اور زیادہ ہو گئی اور الشیاع بمعنی منتشر ہونا اور تقویت دینا (مف) گویا شاع کا لفظ کسی اچھی یا بری بات کے لوگوں میں پھیلنے اور اس کے ساتھ ہی عام ہو جانے کے لیے آتا ہے۔ اسی سے اشاعت مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (۲۴/۱۹)	جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بیحیائی (یعنی تہمت، بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا و آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہو گا۔

۲- اَذَاعَ : ذَاعَ بمعنی کسی چیز کا ظاہر ہونا اور[۲] پھیلنا۔ اور ذاع الخبر بمعنی خبر ظاہر ہوئی اور پھیل گئی۔ اور رَجُلٌ مِذَاعٌ بمعنی ایسا شخص جو راز کی بات کو چھپا نہ سکے (م۔ل) گویا اَذَاعَ ایسی بات کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے جو ظاہر نہ ہونا چاہیے تھی۔ اور اِذَاعَۃ ریڈیو کو کہتے ہیں۔ کیونکہ ریڈیو بھی بعض ممالک کی ایسی خبریں نشر کرتا ہے جن کا اظہار ان کو ناگوار ہوتا ہے۔ خبر اُڑانا۔

ارشادِ باری ہے :

وَاِذَا جَآءَہُمۡ اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَوۡفِ اَذَاعُوۡا بِہٖ (۴/۸۳)	اور منافقین کو جب کوئی خطرہ یا امن کی خبر ملتی ہے تو اسے اُڑا دیتے ہیں۔

۳- اَرۡجَفَ : رَجَفَ بمعنی اضطراب شدید (م۔ل) اور رَجۡفَۃٌ بمعنی زلزلہ کی انتہائی کیفیت۔ زبردست جھٹکے اور بَحۡرٌ رَجَّافٌ بمعنی متلاطم سمندر (منجد) اور اَرۡجَفَ بمعنی جھوٹی افواہیں وغیرہ پھیلا کر لوگوں میں اضطراب اور سنسنی پیدا کرنا۔ اور اَرَاجِیۡفُ بمعنی بے بنیاد خبریں۔ افواہیں (م ق)

ارشادِ باری ہے :

لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِہِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡہَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا۔ (۳۳/۶۰)	اگر منافق لوگ اور وہ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں بُری خبریں اُڑاتے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہ تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔

۴- اَہَلَّ : بمعنی کسی چیز کا نام لے کر آواز بلند کرنا۔ اور ہِلَالٌ بمعنی نیا چاند جس کی طرف لوگ دیکھ کر ایک دوسرے کو بلاتے اور آواز بلند کرتے ہیں (م۔ل مف) اور تَہۡلِیۡلٌ بمعنی باآواز بلند لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا۔ قرآن میں ہے :

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیۡرِ اللّٰہِ (۲/۱۷۳)	تم پر صرف یہ کچھ حرام ہے مُردار، خُون، سُوّر کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام مشہور کیا جائے۔

ماحصل :

(۱) اشاع : کسی اچھی یا بری خبر کا عام مشہور کرنا۔ اشاعت کرنا۔

(۲) اذاع : خبر اڑانا۔ راز کی اور خفیہ امور سے متعلقہ بات کو ظاہر کرنا اور پھیلانا۔

(۳) اَرۡجَفَ : کسی ایسی بات کا پھیلانا جس سے اضطراب اور بیچینی پیدا ہو۔

(۴) اَہَلَّ : کسی چیز کا نام لے کر آواز بلند کرنا اور اسے مشہور کر دینا۔

۳۱ ـــــ مضبوط

کے لیے ثابت، راسخ، متین، محکم، قیّمة (قوم) اور وثقی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- ثابت: ثَبَتَ بمعنی برقرار رہنا۔ قرار پکڑنا اور ثبت علی الامر بمعنی کسی کام پر مداومت کرنا (منجد) ضد (زلّ) بمعنی اپنی بنیاد پر قائم یا جم کر نہ رہنا، پھسل جانا۔ ارشادِ باری ہے:

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۔ (۱۴/۲۴)
پاکیزہ کلمہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

۲- راسخ، رَسَخَ بمعنی اپنی جگہ پر گڑ جانا (منجد) اور بمعنی کسی چیز کا محکم اور جائے گیر ہونا (مف) رَسَخَ الْحِبْرُ فی الصحیفة بمعنی سیاہی کتاب میں جم گئی۔ اور رَسَخَ الْعِلْمُ فِي الْقَلْبِ بمعنی علم دل میں رچ گیا (منجد) یعنی رسخ میں اثبات کے ساتھ تمکن بھی پایا جاتا ہے (م-ق) اور بمعنی کسی چیز کو بہت سے دلائل کے ساتھ یا حسبِ ضرورت جاننا جن کا ازالہ ممکن نہ ہو (فق ل ۶۵) ارشادِ باری ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهٖ (۳/۷)
اور اس سے حقیقی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وُہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔

۳- مَتِين: متن بمعنی کسی چیز کا اپنی ذات میں مضبوط اور ٹھوس ہونا اور اس میں صلابت کا پھیل جانا۔ (م-ل) حَبْلٌ مَّتِيْنٌ مضبوط رسی اور رَأْیٌ مَتِيْنٌ بمعنی پختہ رائے (م-ل) ارشادِ باری ہے:

وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (۶۸/۴۵)
اور میں انہیں مہلت دیے جاتا ہوں۔ میری تدبیر مضبوط ہے۔

۴- مُحْكَم: اَحْكَمَ بمعنی کسی چیز کو دانائی اور تجربہ سے مضبوط بنانا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک ایات محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں لفظی اور معنوی اعتبار سے کسی قسم کا اشتباہ نہ پایا جاتا ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (۳/۷)
وہی ذات ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری۔ اس میں کچھ آیات محکم ہیں اور وُہی اصل کتاب ہیں اور بعض دوسری متشابہ بھی ہیں۔

۵- قَيِّمَة: قَامَ بمعنی کھڑا ہونا۔ اور قام الامر بمعنی کسی معاملہ کا اعتدال پر آنا۔ اور اَقَامَ المائل بمعنی ٹیڑھے کو سیدھا کرنا (منجد) اور قیام اور قوام اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کے سہارے کوئی چیز قائم رہ سکے (مف) جیسے فرمایا:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا (۴/۵) — اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لیے سببِ معیشت بنایا ہے مت دو۔

اور قَیِّمٌ (مؤنث قَیِّمَۃ) یعنی وہ چیز جس پر دوسری چیزیں قائم ہوں۔ یعنی قائم و برقرار رکھنے والا اور وہ چیز بھی جو حق و باطل میں امتیاز کے لیے معیار کی حیثیت رکھتی ہو۔ قرآن میں ہے،

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ (۹۸/۲) — اللہ کا رسول جو پاکیزہ اوراق پڑھتا ہے جن میں مستحکم (آیتیں) لکھی ہوئی ہیں۔

۶- وُثْقٰی، وَثِقَ یَثِقُ ثِقَةً بمعنی اعتبار کرنا، بھروسہ کرنا۔ اور وَثُقَ یَوْثُقُ وَثَاقَةً ثابت و قوی ہونا، مضبوط ہونا۔ اور اَوْثَقَ بمعنی رسی سے مضبوط باندھنا۔ اور ثِقَةٌ قابلِ اعتماد، قابلِ بھروسہ اور اَوْثَقُ (مؤنث وُثْقٰی) بمعنی مضبوط اور قابلِ اعتماد چیز۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲/۲۵۶) — پھر جس نے ماسوا اللہ کا کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے ایسے مضبوط حلقہ کو ہاتھ میں پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

ماحصل:

(۱) ثابت: اپنی بنیاد پر قائم۔
(۲) راسخ: ثابت اور متمکن۔ ناقابلِ تزلزل۔
(۳) متین: کسی چیز کا اپنی ذات میں پائیدار ہونا۔
(۴) محکم: حکمت اور تجربہ سے ثابت شدہ۔ مضبوط۔
(۵) قیمۃ: ایسی مضبوط جو دوسروں کا سہارا بن سکے یا دوسروں کے لیے معیار کا کام دے۔
(۶) وثقی: ایسا مضبوط جس پر اعتماد کیا جا سکے۔

۳۲ ــــــ مضبوط بنانا۔ کرنا

کے لیے مندرجہ بالا افعال میں سے ثَبَّتَ سے ثَبَّتَ اور اَحْكَمَ اور وَثُقَ سے اَوْثَقَ اور وَاثَقَ کی تفصیل تو اوپر گزر چکی۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱- ثَبَّتَ: بمعنی کسی چیز کو اپنی جگہ پر جما دینا۔ مضبوط کر دینا۔ ثابت قدم رکھنا۔ ارشادِ باری ہے،

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (۱۴/۲۷) — اللہ تعالیٰ مضبوط بات سے ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔

۲- اَحْكَمَ: حکمت، دانائی اور تجربہ سے کسی چیز کو اس کی ساخت میں مضبوط بنانا۔ اور حکیم بمعنی العالم باحکام الامور (ف ل ۷۷)۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ (۲۲/۵۲) — پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔

اور آیاتِ محکمات وہ ہیں جن میں کوئی لفظی یا معنوی اشتباہ نہ ہو۔

۳۔ اَوْثَقَ : بمعنی کسی عہد و پیمان وغیرہ کو مضبوط اور قابلِ اعتماد بنانا۔ یا کسی کو رسیوں وغیرہ سے مضبوط جکڑنا۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ (۸۹/۲۶) اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔

دوسرے مقام پر ہے :

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَمِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَکُمْ بِهٖ (۵/۷) اور خدا نے جو تم پر احسان کیے ہیں انہیں یاد کرو۔ اور اس عہد کا بھی جس کا تم سے مضبوط اقرار لیا تھا۔

ان کے علاوہ قرآن کریم میں درج ذیل الفاظ بھی انہی معنوں میں آئے ہیں : شَدَّ، اَتْقَنَ، رَبَطَ، اَزَرَ، عَقَّدَ، وَکَّدَ، سَنَّدَ، رَصَّ، شَیَّدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۴۔ شَدَّ : کسی چیز کا فی نفسہ قوی اور مضبوط ہونا (م۔ ل) لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور شدید بمعنی سخت اور اَشُدّ بمعنی جوانی کی عمر جس میں قوت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے :

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ۔ (۷۶/۲۸) ہم نے انھیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے۔

۵۔ اَتْقَنَ الْاَمْرَ : بمعنی کام کو مضبوطی سے بنانا۔ اور تَقَّنَ الْاَرْضَ بمعنی زمین کو کیچڑ والے پانی سے سیراب کر کے طاقتور بنانا۔ اور رَجُلٌ تِقْنٌ کام کو بھروسے کے ساتھ سرانجام دینے والا۔ کام میں ماہر (منجد) اور بمعنی کام میں عقلمند، کام کو درست کرنے والا (م۔ ق) گویا اتقن کے معنی کسی چیز کو مہارت کے ساتھ مضبوط بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ۔ (۲۷/۸۸) (سب مخلوق) اللہ کی کاریگری (کا نمونہ) ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔

۶۔ رَبَطَ : بمعنی مضبوط باندھنا محاورہ ہے۔ ربط اللّٰہُ علٰی قلبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا فرمایا۔ اور رِبَاط بمعنی وہ چیز جس سے کوئی چیز باندھی جائے۔ اور رَابِطَہ بمعنی تعلق۔ ملاپ (منجد) ارشادِ باری ہے :

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا (۲۸/۱۰) اور موسیٰ کی ماں کا دل بیقرار ہو گیا۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس بات کو ظاہر کر دے۔

۷۔ اَزَرَ : اَلْاِزْر بمعنی جڑ۔ تہبند۔ اور الازار بمعنی چادر۔ تہبند۔ پردہ۔ پشتہ۔ دیوار۔ اور اٰزَرَ النبات بمعنی نباتات کا گتھ جانا۔ اور آزرہ بمعنی قوت پہنچانا۔ مضبوط کرنا (منجد) گویا اٰزَرَ کسی کو قوت دے کر اسے آہستہ آہستہ مضبوط کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ اس کھیتی کی طرح جس نے اپنی سوئی نکالی،

فَآزَرَهٗ (۴۸/۲۹) پھر اُسے مضبوط کیا۔

۸۔ وَکَدَ: وِکَاد اس رسی کو کہتے ہیں جس سے دودھ دوہتے وقت گائے وغیرہ کی ٹانگیں باندھ لیتے ہیں۔ اور وَکَّدَ یا اَکَّدَ یا اَوْکَدَ السَّرج اَوِالعھد بمعنی زین کو مضبوطی سے کسنا یا معاہدہ کو مضبوط کرنا (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (۱۶/۹۱) جب تم اپنی قسمیں مضبوط کر لو پھر انھیں مت توڑو۔

۹۔ عَقَّدَ: عَقَدَ بمعنی گرہ لگانا۔ اور عقدۃ بمعنی گرہ۔ گانٹھ۔ پیچیدہ امر۔ اور عَقَّدَ البیع و الیمین بمعنی بیع یا قسم کو پکا کرنا (منجد) اور عَقْد بمعنی عہد و پیمان۔ اقرار (ج عقود) ارشادِ باری ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ (۵/۸۹) اللہ تمہاری بیہودہ قسموں پر گرفت نہیں کرتا۔ ہاں جو قسمیں تم نے مضبوط کر رکھی ہیں ان پر ضرور گرفت کرے گا۔

۱۰۔ سَنَّدَ: سَنَدَ اعتماد کرنا۔ بھروسہ کرنا۔ سہارا لینا۔ اور سَنَّدَ بمعنی سہارا دینا اور مضبوط کرنا (منجد) جیسے چھت کی کڑیاں کمزور ہوں تو ان کے نیچے ایک اور لکڑی کھڑی کر کے چھت کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ (۶۳/۴) گویا وہ (منافقین) لکڑیاں ہیں (جو دیواروں سے) لگائی گئی ہیں۔ (بزدل ایسے کہ) ہر زور کی آواز کو سمجھیں کہ ان پر (بلا آئی)۔

۱۱۔ رَصَّ: بمعنی ایک چیز کو دوسری سے ملانا۔ جوڑنا اور پیوستہ کرنا اور رصاص بمعنی سیسہ بھی ہے۔ لہٰذا رَصَّہٗ کے معنی کسی چیز کو سیسہ پلا کر اسے مضبوط بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۶۱/۴) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں یوں قطار باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

۱۲۔ شَیَّدَ: شَادَ الحائط بمعنی دیوار پر چونے کا پلستر کرنا (منجد) اور شَیَّدَ بمعنی چونے یا کسی دوسرے مسالہ سے پلستر کر کے عمارت کو مضبوط کرنا۔ بنانا مف ارشادِ باری ہے:

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴/۷۸) تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تم کو آکے رہے گی۔ خواہ تم مضبوط اور بلند قلعوں میں ہو۔

ماحصل:
(۱) ثبت: کسی چیز کو اپنی جگہ پر ثابت اور مضبوط رکھنا۔
(۲) احکم: حکمت و تجربہ سے کسی بات کو اشتباہ سے پاک کرنا۔

(۳) اَوْثَقَ : کسی چیز کو کسی دوسری چیز کے ذریعہ مضبوط اور قابلِ اعتماد بنانا۔

(۴) شَدَّ : کسی چیز کو قوت دے کر فی نفسہٖ مضبوط بنا دینا۔

(۵) اَتْقَنَ : فنی مہارت سے کسی چیز کو مضبوط بنانا

(۶) ربط اللّٰہ علی القلب : اللہ کا دل کو صبر دے کر مضبوط کرنا۔

(۷) أزر : قوت بہم پہنچا کر آہستہ آہستہ مضبوط کرتے جانا۔

(۸) اکّد : عہد پیمان اور قسموں کو مضبوط کرنا۔

(۹) عَقَدَ : بیع، نکاح اور دیگر ہر قسم کے عہد و پیمان کو مضبوط بنانے کے لیے آتا ہے اور اکّدَ سے اعم ہے۔

(۱۰) سَدَّدَ : سہارا دے کر مضبوط کرنا۔

(۱۱) رَصَّ : سیسہ پلا کر کسی چیز کو مضبوط کرنا۔

(۱۲) شَیَّدَ : چونے دغیرہ کا پلستر کر کے عمارت کو مضبوط کرنا۔

مضبوطی سے پکڑنا ___ کے لیے دیکھیے پکڑنا)

۳۳ ___ معاف کرنا بخشنا ___ درگزر کرنا ___ معافی چاہنا

کے لیے عَفَا (عفو) اَصْفَحَ، غَفَرَ، تَصَدَّقَ، تَجَاوَزَ (عن) کَفَّرَ (عن) اور حِطَّۃٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَفَا : عقوبت یا کسی سے بدلہ لینے سے دستبردار ہو جانا (م۔ل) جو شخص سزا کا مستحق ہو اسے چھوڑ دینا۔ اس کے قصور کا بدلہ نہ لینا۔ خواہ یہ قصور چھوٹا ہو یا بڑا (عَفْو کا دوسرا معنی "زائد" میں ملاحظہ فرمائیے) ارشاد باری ہے:

عَفَا اللّٰہُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (۹/۴۳) اللہ آپؐ کو معاف فرمائے۔ آپؐ نے ان منافقین کو اجازت کیوں دی؟

۲۔ اَصْفَحَ : درگزر کرنا۔ جانے دینا۔ کسی کو اس کے قصور کا احساس نہ ہونے دینا۔ اس سے بازپرس بھی نہ کرنا۔ یہ کام معاف کرنے سے مشکل ہے۔ اور اَصْفَحَ، عَفَا سے ابلغ ہے۔ عَفَا ترک عقوبت ہے اور اَصْفَحَ ترک ملامت (مف) (م۔ل) کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (۲/۱۰۹) سو انھیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو۔ تا آنکہ اللہ اپنا حکم بھیجے۔

۳۔ غَفَرَ : بمعنی کسی چیز پر کوئی ایسی چیز پہنا دینا جو اسے میل کچیل یا کسی دوسری مضرت سے محفوظ رکھے (مف) کہتے ہیں غفر الشباب بالخضاب اس نے خضاب سے بالوں کی سفیدی

کو چھپا دیا۔ اور مِغْفَر بمعنی خود جو دورانِ جنگ سپاہی سر پر رکھ لیتے ہیں۔ اسے الغفارۃ بھی کہتے ہیں۔ اور الغفارۃ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جسے عورتیں اپنے دوپٹہ کو تیل سے بچانے کے لیے اس کے نیچے سر پر رکھ لیتی ہیں اور اس کپڑے کو بھی جس سے کمان کے گوشے کو لپیٹتے ہیں (منجد) اور اللہ کی طرف سے غفران کے معنی یہ ہیں کہ وہ گناہوں کی عقوبت سے انسان کو چھپا لے۔ اور غَفَرَ بمعنی اللہ تعالیٰ کا بندوں کو ان کے گناہوں کی عقوبت سے بچانا اس کا صلہ ل سے آتا ہے۔ اور غُفْرَان عذاب کے ساقط ہونے کا مقتضی ہے اور یہی بات ثواب کو واجب کر دیتی ہے (فق ل ۱۹۵) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ (۳/۱۳۵) اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو بخش بھی کون سکتا ہے؟

اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش چاہنے کے لیے اِسْتَغْفَر آئے گا اور اس کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہوگی خواہ اللہ کا نام مذکور ہو یا نہ ہو۔ جیسے فرمایا:

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۶۳/۶) تم ان کے لیے بخشش مانگو یا نہ مانگو ان کے حق میں برابر ہے۔

۴۔ تَصَدَّقَ: بمعنی اپنے حق سے دستبردار ہو جانا اور اپنا حق دوسرے کو معاف کر دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ (۲/۲۸۰) اگر مقروض تنگدست ہے تو اسے اس کی گنجائش تک مہلت دو اور اگر معاف ہی کر دو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔

۵۔ تَجَاوَزَ (عن) جَازَ بمعنی کسی کام کا جائز ہونا۔ ممنوع نہ ہونا (م۔ق) اور جاوز (المکان) بمعنی کسی جگہ سے آگے نکل جانا۔ بمعنی تَجَاوَزَ عَنْهُ بمعنی چشم پوشی کرنا، معاف کرنا اور تَجَاوَزَ فِي الْأَمْرِ بمعنی کسی کام میں افراط کرنا (منجد) اور بمعنی تقصیر زیادہ ہونا لیکن ازراہِ لطف و کرم اس کا محاسبہ نہ کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ (۴۶/۱۶) یہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول کر لیں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے۔

۶۔ كَفَّرَ (عن) كَفَرَ بمعنی چھپانا۔ اور كُفْرَة بمعنی رات کی سیاہی اور كَفَّارَة وہ عمل ہے جس کی ادائیگی پر گناہ سے پردہ پوشی ہو جائے۔ اور كَفَّرَ عَنْهُ بمعنی برائیاں دور کر دینا۔ ان کا مواخذہ نہ کرنا۔ اور كَفَّرَ عَنْ إِثْمِهِ بمعنی گناہ کا کفارہ ادا کرنا (منجد) اور بمعنی ابطال السَّيِّئَاتُ بِالْحَسَنَاتِ (فق ل ۱۹۶) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری

لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ (۵/۶۵) کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے۔

۷۔ حِطَّةٌ: حَطَّ بمعنی اترنا۔ نازل ہونا۔ حَطَّ السِّعْرُ بھاؤ کا گر جانا۔ اور حَطُّ الْحِمْلَ جانور کی پیٹھ سے بوجھ اتارنا۔ اور انحطاط بمعنی بھاؤ یا اقدار کا گر جانا (منجد) اور حَطٌّ بمعنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے اتارنا ہے ــــ کہتے ہیں حَطَطْتُ الرحل میں نے سواری سے پالان اتار کر نیچے رکھ دیا۔ اسی سے حِطَّةٌ ہے بمعنی گناہوں کا بوجھ اتارنے کی درخواست (مف) قرآن میں ہے:۔

وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ (۲/۵۸) اور تم گناہوں کی معافی کی درخواست کرنا تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔

ماحصل:
(۱) عفا: ترکِ عقوبت کے لیے۔

(۲) اَصْفَح: ترکِ ملامت اور عقوبت کے لیے۔
(۳) غفر: (ل) گناہ کی عقوبت پر پردہ ڈالنے کے لیے۔
(۴) تَصَدَّقَ: اپنا حق معاف کر دینے کے لیے۔
(۵) تجاوز (عن) سیئات: ازراہِ کرم سے درگزر کرنے کے لیے۔
(۶) کَفَّرَ (عن) سیئات کو حسنات کے ذریعہ ختم اور معاف کرنے کے لیے۔
(۷) حِطَّةٌ: گناہوں کی معافی کی درخواست کے لیے آیا ہے۔

۳۴ ــــ معبود

کے لیے اِلٰہ اور اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِلٰہ: ہر وہ چیز ہے جس کو انسان اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر اس کی پرستش شروع کر دے خواہ یہ چیز کوئی بت ہو یا مقام اور آستانہ۔ یا حیوانات یا شجر و حجر یا مظاہر قدرت (ج اٰلِھَة) اور اِلٰہ کی مؤنث الاھة (بمعنی دیوی ہے) چنانچہ سورج پرست سورج کو، (جو عربی میں مؤنث استعمال ہوتا ہے) اِلٰھَةٌ کہتے ہیں (مف) انبیاء کا مشن ہی یہ رہا ہے کہ انسان کو اس فاسد عقیدہ سے پاک کریں۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ (۱۱/۱۰۱) پھر جب تیرے پروردگار کا حکم (عذاب) آپہنچا تو وہ معبود جنھیں وُہ اللہ کے سوا پکارتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

نوٹ: جن معبودانِ باطل کا ذکر قرآن میں ہوا ہے وُہ (ض ۱/۵) میں دیکھیے!

۲۔ اَللّٰہ: دراصل اَلْاِلٰہ ہے بمعنی معبودِ حقیقی۔ اِلٰہ کا پہلا ہمزہ حذف کرکے اور اس پر تعریف کا الف لام داخل کرکے اَللّٰہ کا لفظ بنا ہے۔ یہی توجیہ سب سے بہتر ہے جس کا مطلب ہے کہ حقیقت میں انسان

کے نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے اور وہی پرستش ونیاز کے لائق ہے جیسے فرمایا:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۲/۱۶۳) اور تمہارا معبود صرف ایک ہی حقیقی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

اور دوسرے مقام پر یُوں بیان فرمایا:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۲/۲۵۵) اللہ ہی معبودِ برحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں!

اور لفظ اللہ پر یا (حرف ندا) داخل نہیں ہوتا بلکہ اَللّٰهُمَّ (بمعنی اے اللہ) آتا ہے جیسے فرمایا:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳/۲۶) کہو کہ اے اللہ تو ہی بادشاہی کا مالک ہے جسے چاہتا ہے بادشاہی بخشتا ہے۔

ماحصل: اَللّٰه : کائنات کی ہر چیز کا خالق۔ رب اور ان پر لامحدود اقتدار و اختیار ہونے کی وجہ سے عبادت کے لائق۔

اِلٰه : ہر وُہ چیز جو کسی کے عقیدہ کے مطابق اس کے لیے دفعِ مُضرت یا جلبِ منفعت کی قدرت رکھتی ہو۔ اور اسی وجہ سے وُہ اسے عبادت کے لائق سمجھے۔

۳۵ — مقدُور حیثیت

کے لیے وُجْد، سَعَة اور قَدَر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ اور یہ تینوں الفاظ کسی شخص کی معاشی حالت یا گزران کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱۔ وُجْد : وَجَدَ بمعنی پانا۔ اور وُجْد بمعنی موجود۔ موجودات یعنی ضروریاتِ زندگی میں سے جو کچھ کسی کے پاس موجود ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (۶۵/۶) (مطلقہ) عورتوں کو (ایامِ عدت میں) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو۔

۲۔ سَعَة : بمعنی فراخی۔ گنجائش۔ آسُودہ حالی۔ یہ لفظ انسان کی آسودہ حالی کا درجہ متعین کرنے کے لیے آتا ہے۔ اس میں تنگدستی کا تصوّر نہیں پایا جاتا۔ ارشادِ باری ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ (۶۵/۷) صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔

۳۔ قَدَر : یہ لفظ اپنی اصل کے لحاظ سے تنگدستی کی حالت اور اس کا درجہ متعین کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (۱۳/۲۶) اللہ تعالیٰ جس کا رزق چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

لیکن یہ لفظ تنگدستی اور آسودگی دونوں کے درجات متعین کرنے کے بھی قرآن کریم نے استعمال

کیا ہے۔ارشادِ باری ہے:

عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (۲/۲۳۶)

فراخی والا اپنے مقدور کے موافق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔

ماحصل: (۱) وُجد: موجودہ سامان کے لیے یہ عام ہے۔

(۲) سَعَة: آسودگی اور اس کا درجہ متعین کرنے کے لیے۔

(۳) قَدَر: بالعموم تنگی اور اس کا درجہ متعین کرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۶ .... مقرر کرنا

کے لیے فَرَضَ، وَكَّلَ اور اَجَّلَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ فَرَضَ: بمعنی کسی سخت چیز کو کاٹنا۔ چھیدنا اور (۲) سخت چیز پر نشان ڈالنا (م۔ل۔مف) پتھر پر لکیر اور فَرَضَ الْخَشَبَةَ بمعنی لکڑی میں سوراخ کرنا اور فَرَضَ الْاَمْرَ بمعنی کسی چیز کا لازم و واجب ٹھہرانا۔ اور اَلْفَرَض بمعنی اللہ تعالیٰ کا بندوں کے لیے مقرر کیا ہوا قانون یا اپنے اوپر لازم کی ہوئی چیز (منجد) اور فَرِيْضَةً بمعنی لازم ٹھہرائی ہوئی یا مقررہ یا طے شدہ معاملہ۔ عورتوں کا مہر (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً (۲/۲۳۶)

اگر تم ایسی عورتوں کو طلاق دے دو جنھیں نہ تو تم نے چھوا اور نہ مہر مقرر کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ وَكَّلَ: وَكَلَ بمعنی اپنے معاملہ میں کسی دوسرے پر اعتماد کرنا (م۔ل) اور وَكَّلَ بمعنی کسی دوسرے پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دینا۔ اپنا وکیل بنانا یا نائب مقرر کرنا (مف، منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ۔ (۶/۸۹)

سو اگر یہ لوگ (کفارِ مکہ) اس قرآن کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس پر ایمان لانے کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں جو اس کے منکر نہیں۔

۳۔ اَجَّلَ۔ اَجَل بمعنی کسی چیز کی مقررہ مدّت۔ پھر انسان کی زندگی کے لیے جو مدّت مقرر ہوئی ہے اسے بھی اَجَل کہتے ہیں۔ محاورہ ہے دَنَا اَجَلُهٗ بمعنی اس کی موت کا وقت قریب آ پہنچا اور اَجَّلَ بمعنی کسی چیز کی مدّت مقرر کر دینا (مف) قرآن میں ہے:

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا (۶/۱۲۸)

اور (آخر) ہم اس مدت معین (موت کا وقت) کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔

ماحصل: (۱) فَرَضَ: کسی کام کو لازم و واجب ٹھہرانا۔ مقرر کرنا (۲) وَكَّلَ: کسی شخص کو اپنا نائب

مقرر کرنا۔ (۳) اَجَّلَ : مدت مقرر کرنا۔

۳۷ ——— مکھی

کے لیے دو الفاظ آئے ہیں ذُبَابٌ اور نَحْلٌ۔

۱۔ ذُبَاب، بمعنی عام چھوٹی مکھی۔ اور ذَبَّ عَنْهُ بمعنی کسی سے مکھیوں کو دور کرنا۔ مکھیاں اُڑانا یا الزامات کو دُور کرنا۔ اور مِذَبَّةٌ بمعنی مورچھل۔ چنوری جس سے مکھیاں اڑائی جاتی ہیں۔

(ج ذُبٌّ و اَذِبَّةٌ) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ (۲۲/۷۳) — اور اگر ان (خداؤں) سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اُسے اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔

۲۔ نَحْل : شہد کی مکھی اسم جنس ہے۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے (واحد نَحْلَةٌ) ارشادِ باری ہے:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ (۱۶/۶۸) — اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور (اونچی اونچی) چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں اپنا گھر بنا۔

ملامت کرنا ——— دیکھیے بُرا بھلا کہنا

۳۸ ——— ملنا

کے لیے لَقِيَ، لَحِقَ، وَلِيَ، اَصْنَا، اِخْتَلَطَ، تَجَاوَرَ (جوڑ) اور رَتَقَ، تَحَيَّزَ، اِشْتَمَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَقِيَ : دو چیزوں کا آمنے سامنے سے ایک دوسرے کو ملنا (م۔ل) ملاقات کرنا۔ سامنے سے آکر ملنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ (۲/۱۴) — اور جب یہ منافق ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔

۲۔ لَحِقَ : کسی چیز کا اپنے جیسی پہلی چیز کو جا ملنا (م۔ل) لَاحِق پہلے کے ساتھ ملنے والی چیز پہلے کے بعد دوسری بار کا پھل (منجد) ارشادِ باری ہے:

(۱) وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ (۳/۱۷۰) — اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے (اور مصروفِ جنگ ہیں مگر ابھی شہید نہیں ہوئے اور) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں۔

(۲) وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا — اور ان میں سے اُن لوگوں کی طرف بھی (آپ کو

بِہِمْ (۶۲/۳) رسول بنا کر بھیجا ہے) جو ابھی مسلمان ہو کر ان سے جا نہیں ملے۔

۳۔ وَلِیَ اور وَلِیَ یَلِی وَلْیًا بمعنی قریب و نزدیک ہونا۔ متصل ہونا۔ بغیر فاصلہ کے پیچھے پیچھے جانا (منجد) نزدیک ہونے کی وجہ سے ملا ہوا ہونا۔ یہ لفظ زمانی اور مکانی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ قرب بلحاظ نسب ہوتا ہے۔ یا بلحاظ دین اور دوستی (مف) مکانی کی مثال یہ ہے:

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ (۹/۱۲۳) اے ایمان والو! اپنے نزدیک کے (رہنے والے) کافروں سے جنگ کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ساتھ والے کافروں سے جنگ کرو۔ پھر اگر وہ مسلمان ہو جائیں یا اطاعت قبول کرلیں تو پھر ان کے ساتھ والوں سے اور پھر ان کے ساتھ رہنے والوں سے اور زمانی کی مثال غالباً قرآن میں نہیں۔ البتہ رسولِ اکرمؐ کے درج ذیل ارشاد سے واضح ہے:

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ۔ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کا جو اُن سے ملنے والے ہیں۔ پھر ان کا جو ان سے ملنے والے ہیں!

اور اس سے مراد رسول اکرمؐ کا زمانہ، پھر صحابہؓ کا اور پھر تابعین کا زمانہ ہے۔

۴۔ اَصْنٰی (النخل) بمعنی کھجور کے دو درختوں کا ایک جڑ سے پیدا ہونا (م۔ل) اور صِنْو اُس گہری جگہ کو بھی کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو اور جہاں دونوں کا پانی بہتا ہو اور ایک جڑ سے دو یا زیادہ کھجوریں پیدا ہوں تو ہر ایک دوسرے کی صنو ہے۔ اسی طرح حقیقی بھائی بھی ایک دوسرے کے صنو ہیں (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ (۱۳/۴) اور کھجوریں جڑ ملی اور بن ملی جو ایک ہی پانی سے سیراب ہوتی ہیں۔

۵۔ اِخْتَلَطَ: کئی مختلف اشیاء کا آپس میں رَل مِل جانا (خلط کی ضد خلص ہے م۔ل) خلط ملط ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ (۱۸/۴۵) بارش کی طرح جسے ہم نے آسمان سے اتارا۔ پھر اس پانی کے ساتھ زمین سے ملا جلا سبزہ نکلا۔

۶۔ تَجَاوَرَ، جار بمعنی ہم سایہ۔ پڑوسی اور جَاوَرَ اور تَجَاوَرَ بمعنی فاصلہ کی نزدیکی کی بناء پر متصل ہونا۔ قرب و جوار میں ہونا۔ ایک دوسرے کے پڑوس میں رہنا (منجد) پاس پاس ہونا۔ پڑوس میں ہونا۔ قرآن میں ہے:

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ (۱۳/۴) اور زمین میں کھیت ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔

۷۔ رَتَقَ، بمعنی دو چیزوں یا کئی چیزوں کا مل کر جُڑ جانا اور چپیدہ ہونا (مف منجد) اور رَتْقَاء اس عورت کو کہتے ہیں۔ جس کی شرمگاہ کے دونوں کنارے اس طرح جُڑ جائیں کہ اس سے ہمبستری

نہ ہوسکے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (۲۱/۳۰)	کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان آپس میں ملے ہوئے اور منہ بند تھے تو ہم نے انھیں جدا کردیا۔

۸۔ تَحَيَّزَ: لغت اضداد۔ دیکھیے ض ۳) بمعنی الگ ہونا اور پھر جا ملنا۔

۹۔ اِشْتَمَلَ: اَلشَّمْل بمعنی مجتمع امر۔ متفرق امر (لغت اضداد) جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهُمْ بمعنی اللہ ان کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کردے۔ اور فَرَّقَ اللّٰهُ شَمْلَهُمْ بمعنی اللہ ان کی جمعیت کو تتر بتر کردے۔ اور شَمِلَ بمعنی چادر میں لپیٹنا۔ اور شَمَلَ اور شَمِلَ بمعنی سب کو شامل ہونا۔ عام ہونا (منجد) اور اِشْتَمَلَ بمعنی کسی چیز کے بکھرے ہوئے جزو کو اصل چیز میں ملا لینا۔ شامل کرلینا۔ قرآن میں ہے:

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ (۶/۱۴۳)	یا جو بچہ ان مادیوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو (جالندھری) جس پر مشتمل ہیں (عثمانی)

ماحصل: (۱) لَقِيَ: دو چیزوں کا آمنے سامنے سے ملنا۔

(۲) لَحِقَ: ایک چیز کا اپنے جیسی پہلی چیز کو جا ملنا۔

(۳) وَلِيَ: دو جاندار چیزوں کا بغیر فاصلہ زمانی یا مکانی ملا ہوا ہونا۔

(۴) اَصْلِيْ: ایسی ملنے والی چیزیں جن کی جڑ ایک ہو۔

(۵) اَخْتَلَطَ: رل مل جانا۔ گڈ مڈ ہونا۔

(۶) تَجَاوَرَ: ایک چیز کا دوسری کے قرب و جوار میں ہونے کی وجہ سے ملنا۔

(۷) رَتَقَ: ملنا اور جڑ جانا۔ منہ بند ہوجانا۔

(۸) تَحَيَّزَ: الگ ہونا اور پھر جا ملنا۔

(۹) اِشْتَمَلَ: کسی چیز کے بکھرے ہوئے اجزاء کا جمعیت میں ملنا۔ شامل ہونا۔

۳۹ ——— ملانا

کے لیے خَلَطَ اور اَلْحَقَ کی وضاحت اوپر ہو چکی۔ ان کے علاوہ وَصَّلَ، اَلَّفَ، لَبَّسَ، رَكَّبَ، ضَمَّمَ، مَشَجَ، مَرَجَ، شَابَ اور صَنَعَتْ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ خَلَطَ: (ضد خَلَصَ) دو یا دو سے زیادہ مختلف چیزوں کو آپس میں ملا دینا۔ خلط ملط کردینا گڈ مڈ کردینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا (۹/۱۰۲)	اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ انھوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔

۲- اَلْحَقَ : بمعنی پیچھے سے جا ملنا۔ قرآن میں ہے :

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (۱۲/۱۰۱) (اے اللہ) مجھے اطاعت (کی حالت) میں وفات دینا اور (آخرت میں) مجھے نیک بندوں سے ملانا۔

۳- وَصَلَ : دو چیزوں کو آپس میں اس طرح ملانا کہ وہ جڑ جائیں (م۔ل) وصال ضد ھجران) اور (اتصال ضد انفصال) ملانا۔ جوڑنا۔ یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی صورت ہو تو اس سے مراد کسی چیز تک پہنچنا ہو گی۔ اور معنوی ہو تو تعلقات وغیرہ کو آپس میں جوڑنا اور وابستہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے :

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (۲/۲۷) اور وہ تعلق کو توڑتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے انھیں ملانے کا حکم دیا تھا۔

۴- اَلَّفَ : بمعنی ایک ہی چیز کے منتشر اجزا کو ملانا۔ بکھرے ہوئے شیرازہ کو درست اور مربوط کرنا (اور اس کی ضد شَتَّتَ ہے) وہ ہم آہنگی ہیں ۔ اور تالیفِ قلوب یعنی دلوں کے اختلافات دور کر کے ان کو ملانا اور محبت پیدا کرنا۔ اور اُلْفَت بمعنی دلی محبت۔ اور تالیف ایسے محاورہ کو کہتے ہیں جس کے مختلف اجزاء کو تقدیم و تاخیر کا لحاظ رکھ کر صحیح جگہ پر جمع کر دیا گیا ہو۔ (مف) ارشادِ باری ہے :

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ (۸/۶۳) اور اللہ نے ان مسلمانوں کے دلوں میں اُلفت ڈال دی اگر آپ ساری دنیا کا مال و دولت خرچ کر دیتے تو بھی ان میں الفت نہ ڈال سکتے۔

۵- لَبَسَ ، يَلْبَسُ بمعنی کپڑا پہننا اور بدن کو چھپانا۔ اور لَبَسَ يَلْبِسُ بمعنی کسی چیز کو دوسری میں ملا کر اصل چیز کو مشتبہ اور مشکوک بنا دینا۔ اور تلبیس بمعنی حقیقت کو چھپا کر خلافِ حقیقت ظاہر کرنا (منجد) اور لبس شبہ کے معنوں میں آتا ہے (دیکھیے "شک و شبہ") لبس کا استعمال صرف اعراض میں اور صرف کلام میں ہوتا ہے۔ جیسے جھوٹ یا سچ یا حق و باطل کو ملا دینا (فق ل ۲۴۹) ارشادِ باری ہے :

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲/۴۲) اور حق و باطل کو آپس میں نہ ملاؤ۔

۶- رَكَّبَ : رَكِبَ بمعنی سوار ہونا یعنی ایک چیز پر دوسری کا چڑھ بیٹھنا اور تَرَاكَبَ ایک چیز پر دوسری کو رکھ کر ملا دینا۔ اور رَكَّبَ بمعنی ایک چیز کو دوسری سے، پھر تیسری سے، پھر چوتھی سے۔ اسی طرح کئی چیزوں کو ملا کر ایک چیز بنا دینا۔ ترکیب مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے :

اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ (۸۲/۸) اسی ذات نے تجھے پیدا کیا، تیرے اعضاء کو درست کیا اور ان میں توازن قائم کیا۔ پھر جس صورت میں اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔

۷۔ ضَمَّ: کسی ایک ہی چیز کے کسی متعلقہ حصے کو اس کے ساتھ لگا دینا۔شامل کرنا (منجد) ضمیمۃ الکتاب مشہور لفظ ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ (۲۰/۲۲) — اور (اے موسیٰ) تم اپنا ہاتھ بغل سے ملاؤ تو وہ بالکل سفید نکلے گا۔

۸۔ مَشَجَ: بمعنی ملانا۔خلط ملط کرنا اور مشج اور مشیج بمعنی ملا ہوا مخلوط (ج امشاج) (منجد) یعنی دو ہم جنس چیزوں کا آپس میں مل کر ایک ہو جانا —— ارشادِ باری ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ (۷۶/۲) — اور ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ (یعنی عورت اور مرد دونوں کا) سے پیدا کیا جسے ہم اُلٹ پلٹ کرتے رہتے ہیں۔

۹۔ مَزَجَ: الشراب بمعنی مشروب میں کوئی چیز ملانا۔اور جو چیز کسی مشروب میں ملائی جائے اسے مِزج اور مِزاج کہتے ہیں (مف منجد) اور اطباء کی اصطلاح میں بدن کی مختلف خلطوں کے باہم ملنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے مزاج کہتے ہیں۔طبیعت۔حال (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا (۷۶/۱۷) — اور وہاں انھیں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔

قرآن میں ایسے دو مزاج کافور اور تسنیم کا بھی ذکر آیا ہے۔

۱۰۔ مَرَجَ: دو چیزوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ ان کی انفرادی حیثیت بھی برقرار رہے۔غُصْنٌ مَرِيْجٌ باہم گتھی ہوئی ٹہنی۔اور امر مریج بمعنی پیچیدہ اور گڈمڈ معاملہ جس میں دو یا زیادہ نظریات آپس میں اُلجھ رہے ہوں (مف) ارشادِ باری ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (۵۵/۱۹) — اس نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ (جالندھری)
ملے ہوئے چلائے دو دریا (عثمانیؒ)

۱۱۔ شَابَ: بمعنی ملانا۔دھوکہ دینا۔خیانت کرنا (منجد) (شوب) اور بمعنی شہد۔اور ہر وہ خوردنی چیز جو کسی دوسری چیز میں ملائی جائے۔اور شہد کو بھی اس لیے شوب کہتے ہیں کہ وہ عموماً ہر مشروب میں ملائی جاتی ہے۔اسی سے لفظ شائبہ مشہور ہے جو ملاوٹ اور کھوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ (۳۷/۶۷) — پھر اس کھانے کے ساتھ ان کو گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔

۱۲۔ ضَغَثَ (الحدیث) گفتگو کو ملانا۔خلط ملط کرنا۔اور ضغث من الخبر او الامر بمعنی مخلوط خبر یا معاملہ جس کی کوئی حقیقت و بنیاد نہ ہو۔اور أَضْغَثَ الرُّؤْيَا بمعنی خواب کو شک سے بیان کرنا۔اور أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بمعنی ڈراؤنے خواب۔مخلوط قسم کے خواب جن کی حقیقت بیان

نہ ہو سکے (منجد) قرآن میں ہے:

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ (۱۲/۴۴) — کہنے لگے یہ تو مخلوط قسم کے خواب ہیں اور ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

ماحصل: (۱) خَلَطَ: مختلف اشیاء کو ملا کر خلط ملط کر دینا۔

(۲) اَلْحَقَ: پیچھے سے ملانا۔

(۳) وَصَلَ: ملانا اور جوڑنا۔

(۴) اَلَّفَ: منتشر اجزاء میں ہم آہنگی پیدا کر کے ملانا۔

(۵) لَبَسَ: دھوکہ دینے کے لیے کسی چیز کو دوسری سے ملانا۔ اس کا استعمال اعراض میں اور کلام کی صورت میں ہوتا ہے۔

(۶) رَکَّبَ: ایک چیز کو دوسری سے پھر تیسری سے ملا کر ایک کر دینا۔

(۷) ضَمَّ: ایک ہی چیز کے متعلقہ حصہ کو اس کے ساتھ ملانا۔

(۸) مَشَجَ: دو ہم جنس چیزوں کا مخلوط ہو جانا۔

(۹) مَزَجَ: کسی مشروب میں کوئی چیز ملانا۔

(۱۰) مَرَجَ: دو ہم جنس چیزوں کا اس طرح ملانا کہ ان کی انفرادی حیثیت برقرار رہے۔

(۱۱) شَوَبَ: ہر خوردنی چیز جو دوسری میں ملا کر کھائی یا پی جائے۔

(۱۲) ضَغَثَ: گفتگو کو گڈمڈ کرنا۔ خلط مبحث۔

منتشر ہونا، دیکھیے "بکھرنا" — من گھڑت دیکھیے "اٹکل پچو"

منت ماننا ″ "نذر و نیاز" — منع کرنا ″ "روکنا"

۴۰ — منہ پھیرنا

کے لیے اَعْرَضَ عَنْ اور تَوَلّٰی (عن) اور صَدَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَعْرَضَ (عن)۔ عَرَضَ کے معنی کسی کے سامنے کوئی چیز پیش کرنا۔ اور عَرَضَ بمعنی التجا۔ گزارش (منجد) اَعْرَضَ عَنْ سامنے سے ہٹ جانا۔ منہ پھیر لینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (۲۰/۱۲۴) — اور جو کوئی میری نصیحت سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔

۲۔ تَوَلّٰی عَنْ: تَوَلّٰی بمعنی کسی کو دوست بنانا۔ اور تَوَلّٰی (عن) بمعنی دوستی سے دستبردار ہو جانا، منہ پھیرنا۔ دور ہونا۔ چھوڑ دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ (۳۷/۱۷۸) — تو ایک وقت تک ان سے اعراض کیے رہو۔

۳- صَدَفَ : بمعنی اَعْرَضَ عَنْهُ وَصَدَّ (م-ل) سخت اعراض کرنا۔ اور صَدَفَ بمعنی سیپ، پہاڑ کا کنارا، اور اونٹ کی ٹانگوں میں کجی کو کہتے ہیں۔ اور ان تینوں میں سختی اور کجی بھی پائی جاتی ہے (مف) اس کا صلہ کبھی عَنْ سے ہوتا ہے لیکن اس صلہ کے بغیر بھی یہ اپنے معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ (۶/۱۵۷) — جو لوگ ہماری آیتوں سے (اپنا منہ یا دوسرے لوگوں کو) پھیرتے ہیں اس پھرنے کے سبب ہم ان کو برے عذاب کی سزا دیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ (۶/۴۶) — دیکھو ہم کس کس طرح اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ لوگ روگردانی کیے جاتے ہیں۔

ماحصل: اَعْرَضَ (من) صرف سامنے سے ہٹ جانے یا منہ پھیر لینے کے معنے میں آتا ہے تَوَلّٰی عَنْ دوستانہ تعلقات ختم کرنے کے لیے، اور صدف شدتِ اعراض کے لیے آتا ہے۔

منہ کے بل گرنا ___ دیکھئے "اوندھا ہونا"

۴۱ ___ موافقت کرنا

کے لیے وَفَّقَ اور وَطَاَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱- وَفَّقَ : اَلْوَفْقُ بمعنی دو چیزوں کے درمیان موافقت اور ہم آہنگی۔ اور وَفَّقَ (توفیقا) بمعنی اللہ تعالیٰ کا حالات کو کسی کام کے سازگار مطابق بنا دینا۔ یہ لفظ برے مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا (مف) ارشاد باری ہے:

اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا (۴/۳۵) — اگر دونوں (ثالث) زوجین میں صلح کرا دینا چاہیں تو خدا ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔

۲- وَطَاَ کے معنی کسی چیز کو پاؤں سے کچلنا، روندنا اور مسلنا ہے۔ اور وَطَّاَ عَلَى الْاَمْرِ بمعنی کسی کام کو اپنی مرضی کے موافق آسان بنا لینا ہے (منجد) اور یہ کام انسان کا ہے اور عموماً برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (۹/۳۷) — (امن کے مہینوں کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے۔ اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ کسی مہینہ کو ایک سال تو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ خدا کے مقرر کردہ ادب کے مہینوں کی گنتی موافق بنا لیں (پوری کر لیں)

ماحصل: (۱) وَفَّقَ : اللہ تعالیٰ کا حالات کو کسی کے لیے سازگار بنا دینا (اچھے مفہوم کے لیے آتا ہے)۔
(۲) وَطَّأَ (علی الامر) انسان کا خود کسی کام میں تبدیلی کر کے اس کو اپنی مرضی کے مطابق بنا لینا (بُرے مفہوم میں آتا ہے)

۴۲ ــــــ موڑنا

کے لیے ثَنٰی اور لَوٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ ثَنٰی : اِثْنَیْن بمعنی دو اور ثانی بمعنی دوسرا اور ثَنٰی (یَثْنِی) بمعنی دوہرا کرنا۔ موڑنا۔ تہہ کرنا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے :
اَلَآ اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ (۱۱/۵) دیکھو! یہ لوگ اپنے سینوں کو (موڑ کر) دوہرا کرتے ہیں۔
۲۔ لَوٰی : لوی الحبل بمعنی رسی بٹنا اور لوی یدہ۔ بمعنی اس نے اس کا ہاتھ موڑا یا مروڑا (مف) اور لَیًّا بِدَیْنِہٖ بمعنی قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا اور لِوَاء بمعنی جھنڈا (جو کبھی اِدھر پھڑپھڑاتا ہے کبھی اُدھر) اور الالواء بمعنی وادی کا موڑ (منجد) ارشادِ باری ہے :
وَاِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتٰبِ (۳/۷۸) اور ان (اہل کتاب) میں بعض ایسے ہیں کہ کتاب (تورات) کو زبان مروڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں۔

ماحصل: (۱) ثَنٰی : کسی چیز کو ایک ہی طرف موڑنا خواہ وہ دہری ہو جائے۔
(۲) لَوٰی : کسی چیز کو موڑنا یا مروڑنا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔

۴۳ ــــــ مہربان

کے لیے رحمٰن، رحیم، رءوف، لطیف اور حنّان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔
۱۔ رحمٰن } یہ دونوں الفاظ رحم سے اسم مبالغہ کے صیغے ہیں بمعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا اور
۲۔ رحیم } رحم میں رقت، لطف اور رافت تین باتیں پائی جاتی ہیں (م۔ ل) لفظ رحمان میں زیادہ مبالغہ ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں رحم کی صفت زیادہ پائی جاتی ہے رحمٰن بمعنی اپنی تمام مخلوق پر (خواہ کافر و مشرک یا انسان کے علاوہ دوسرے جاندار یا اشیاء ہی کیوں نہ ہوں) یکساں عنایت کرنے والا۔ اور اس سے مراد خدا کی ایسی عنایات ہیں جن سے ساری مخلوق یکساں بہرہ اندوز ہوتی ہے جیسے سورج، چاند، تارے، ہوا، روشنی، پانی، زمین اور اس کی قوتِ روئیدگی وغیرہ۔ اور یہ تمام عنایت صرف اللہ تعالیٰ ہی سے متعلق ہو سکتی ہے۔ لہٰذا رحمان صرف اللہ تعالیٰ ہے دوسرا کوئی انسان یا کوئی مخلوق بھی رحمان نہیں ہو سکتی جبکہ رحیم انسان بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال رسول اکرمؐ کے لیے بھی قرآنِ کریم میں ہوا ہے اور صحابہ کے لیے بھی۔ اور رحیم کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنی بعض کے

نزدیک "دنیا اور آخرت میں اپنے نیک بندوں پر رحم کرنے والا" ہے۔ لیکن اس تعریف میں انحصار مناسب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر مجبور و بیکس کی پکار سنتا ہے اور اس پر رحم فرما کر اس تکالیف کا ازالہ کرتا ہے خواہ یہ پکارنے والا مومن ہو یا کافر و مشرک۔ ارشادِ باری ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۱/۱) اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم کرنیوالا ہے

۳۔ رءوف: رَأْفَة بمعنی کسی کی تکلیف دیکھ کر دل بھر آنا۔ رقت طاری ہونا اور اس پر ترس کھانا ارشادِ باری ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ (۲۴/۲) زانی مرد اور زانی عورت ان میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو اور اس اللہ کے قانون میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔

اور رءوف بمعنی رقیق القلب جس کا کسی کا دکھ دیکھ کر جی بھر آتا ہو۔ اور اس دکھ کے دور ہونے کی فکر دامنگیر ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (۹/۱۲۸) لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

۴۔ لطیف: لُطف کے بنیادی معنی میں دو باتیں ہیں (۱) دِقّتِ نظر (۲) نرمی (م-ل) اور بمعنی دَقّ ورَقّ یعنی پتلا اور نرم یا چھوٹا ہونا (م ق) اور لطیف کے معنی میں کبھی صرف ایک ہی بات یعنی دِقّتِ نظر یا باریک بینی یا راز اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے آگاہی پائی جاتی ہے جیسے فرمایا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۶/۱۰۳) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے اور وہ باریک بین خبردار ہے۔

اور کبھی دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی مخلوق کی چھوٹی چھوٹی تکالیف کا علم رکھنا اور پھر ازراہِ مہربانی ان کا ازالہ کرنا۔ اس صورت میں لطیف کا معنیٰ مہربان کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ (۴۲/۱۹) خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔

۵۔ حنّان: اَلْحَنِيْن بمعنی کسی چیز کی طرف مشفقانہ طور پر کھنچ جانا۔ کہتے ہیں حَنَّتِ الْمَرْاَةُ اَوِ النَّاقَةُ لِوَلَدِهَا یعنی عورت یا اونٹنی اپنے بچہ کی طرف کھنچ گئی یا اس کی مشتاق ہوئی (مف) اور حَنّ بمعنی مہربان و شفیق ہونا اور حنان بمعنی رحمت و مہربانی اور حَنَّان بمعنی مہربان۔ اسماء اللہ الحسنیٰ میں سے ایک نام (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا (۱۹/۱۳)	اور (ہم نے یحیٰی کو) اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی (دی تھی) اور وہ پرہیزگار تھے۔

ماحصل:
(۱) رَحْمَان: بہت زیادہ رحیم اور یہ صرف خدا کی ذات ہے۔
(۲) رَحِیْم: بہت مہربان۔ یہ صفت رحمان سے دوسرے درجہ پر ہے۔
(۳) رَءُوْف: وہ جس کا تکلیف دیکھ کر دل بھر آئے۔
(۴) لَطِیْف: چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنے اور ان کا ازالہ کرنے والا
(۵) حَنَّان: ایسی رحمت اور شفقت جیسی ماں کو بچہ سے ہوتی ہے۔

۴۴ ــــــ مہر لگانا

کے لیے طَبَعَ اور خَتَمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طَبَعَ بمعنی کسی چیز کا انتہا کو پہنچنا اور بھر جانا تَطَبَّعَ النَّهْر بمعنی نہر بھر گئی (م ۔ ل) اور نیز طَبَعَ بمعنی چھاپ لگانا۔ اور طَبَعَ الدَّرَاهِم بمعنی سکہ ڈھالنا۔ اور مَطْبَع بمعنی چھاپ لگانے کی مشین۔ اور مَطْبُوْع بمعنی چھپی ہوئی چیز (منجد) اور طَوَابِع بمعنی ڈاک کے ٹکٹ (ق ۔ ج) گویا کسی چیز کے اختتام یا مکمل ہونے پر چھاپ یا مہر لگا دینے کو طبع کہتے ہیں اور اس کا تعلق کسی چیز کی اثر پذیری اور اس کے ثابت ولازم رہنے سے ہوتا ہے (فق ل ۵۶)

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (۴/۱۵۵)	بلکہ ان کے کفر کے سبب خدا نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے تو یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

۲۔ خَتَمَ: بمعنی مہر لگانا۔ سر بمہر کرنا کہ اس میں نہ کچھ داخل ہو سکے (خواہ داخل ہونے کی گنجائش ہو) اور نہ کچھ نکل سکے۔ اور خَتَمَ الْاِنَاء بمعنی برتن کے منہ کو مٹی وغیرہ سے بند کرنا۔ اور ختام بمعنی مہر لگانے کی چیز۔ لاکھ (منجد) اور خَتَمَ القرآن بمعنی اس نے قرآن ختم کیا۔ گویا ختم کا تعلق کسی شے کے پورا ہونے اور عمل یا فعل کے انقطاع سے ہوتا ہے (فق ل ۵۶) ارشاد باری ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ (۲/۷)	اللہ تعالیٰ نے ان (کافروں) کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔

ماحصل:
(۱) طَبَعَ: کسی چیز میں اثر پذیری اور اس اثر کا ثابت ولازم ہونا۔ چھاپ لگانا۔ پرنٹ کرنا۔
(۲) خَتَمَ: کسی چیز کا پورا ہونا اور مزید عمل یا فعل کا ختم ہونا۔ کسی چیز کو سر بمہر کر دینا۔

۴۵ ــــــ مہلت دینا

کے لیے مَهَّلَ اور اَمْهَلَ دونوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ مَهَلَ بمعنی ڈھیل دینا یا آہستہ آہستہ کوئی کام

کرنا۔ سَارَ عَلٰی مَهْلٍ بمعنی خراماں خراماں چلنا (منجد) اور مَهَّلَ بمعنی کسی کے لیے آہستہ آہستہ اور نرمی سے مدّت بڑھاتے جانا اور جلدی نہ کرنا (مف) اور یہ مدت مبہم ہوتی ہے (فق ل ۵۹) ارشادِ باری ہے ؛

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔ (۸۶/۱۷) سو ان کافروں کو مہلت دو۔ بس چند ہی روز مہلت دو۔

اس آیت میں مَهَّلَ اور اَمْهَلَ ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

۲۔ اَمْلٰی : مَلَا (الف مقصورہ سے) بمعنی عمر دراز کرنا۔ کہتے ہیں مَلَاكَ اللہ خدا تیری عمر دراز کرے۔ اور مَلَا بمعنی وسیع ریگستان اور بمعنی دیر تک فائدہ اٹھاتے رہنا۔ اور مَلِیٌّ مِنَ الدَّهْرِ بمعنی عرصہ دراز (منجد) اور مَلِيًّا بمعنی طویل مدت (۱۹/۴۶) گویا ملی میں درازی اور وسعت دونوں معنی پائے جاتے ہیں اور اَمْلٰی بمعنی کسی کو تا دیر مہلت دینا طویل مدت کے لیے مہلت دینا (ظالم کی) رسی دراز کرنا۔ ارشادِ باری ہے ؛

وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ۔ (۷/۱۸۳) اور میں ان کو مہلت دیے جاتا ہوں۔ میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

۳۔ نَظِرَةٌ : نَظَرَ بمعنی دیکھنا۔ نگاہ ڈالنا۔ اور نَظَرَ فُلَانًا الْمَدِيْنَ کے معنی کسی مقروض کے لیے نرمی اختیار کرکے قرضہ کی ادائیگی کے لیے نگاہ ڈالتے رہنا (منجد) اور انظار بمعنی کسی چیز کے طلب کرنے کے لیے موزوں وقت تک ٹھہرنا۔ اور یہ مدت مشروط ہوتی ہے (فق ل ۵۹) ارشاد باری ہے ؛

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ (۲/۲۸۰) پھر اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے کشائش تک مہلت دو۔

ماحصل : (۱) مَهَّلَ اور اَمْهَلَ : آہستہ آہستہ اور نرمی سے مہلت بڑھائے جانا (غیر معین مدت) (۲) اَمْلٰی : رسی کو دراز چھوڑنا اور (۳) نظرۃ نرمی کے ساتھ مشروط وقت تک انتظار کے معنوں میں آتا ہے۔ نیز اَخَّرَ، اَرْجٰی اور اَرْجَأَ "پیچھے ڈالنا" میں دیکھیے۔

۴۶ــــــ مہمان

کے لیے ضَيْف اور وَفْد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَيْف : یعنی مہمان۔ معروف لفظ ہے (ج ضیفان اور ضیوف) ضیف کا لفظ واحد اور جمع دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ (۱۱/۷۸) اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رُسوا نہ کرو۔

۲۔ وَفْد : وَفَدَ بمعنی لوگوں کا وفد بن کر بادشاہ یا کسی حاکم کے پاس جانا (مف) اور وفد بمعنی

شاہی مہمان۔ارشادِ باری ہے ؛

یَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِيۡنَ اِلَى الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا (۱۹/۸۵)	جس دن ہم پرہیزگاروں کو اللہ کے سامنے (بطور مہمان) جمع کریں گے۔

۴۷۔ مہینے

کے لیے شُهُور اور اَشۡهُر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں (اور یہ دونوں لفظ شَهۡر بمعنی مہینہ کی جمع ہیں۔یعنی ایک ہلال سے لے کر دوسرے ہلال تک کی درمیانی مدت)

۱۔ شُهُور: بمعنی کل مہینے۔مہینوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد۔ارشاد باری ہے ؛

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ (۹/۳۶)	جس دن سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا اسی وقت سے اللہ کے مقررہ قانون کے مطابق اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔

۲۔ اَشۡهُر: بمعنی مقررہ مدت کے مہینے۔ان کی تعداد بہرحال بارہ سے کم ہی ہوگی۔جب عدد مذکور اور مفرد ہو تو اشہر استعمال ہوگا۔ اَشۡهُر جمع قلت کا وزن ہے جس کا اطلاق ۳ سے ۱۰ تک ہوتا ہے۔ارشادِ باری ہے ؛

لِلَّذِيۡنَ يُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ تَرَبُّصُ اَرۡبَعَةِ اَشۡهُرٍ (۲/۲۲۶)	ان لوگوں کے لیے جو اپنی بیویوں سے جدا رہنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں۔چار ماہ انتظار کرنا ہوگا۔

۴۸۔ میخ

کے لیے دُسُر اور اَوۡتَاد کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دُسُر (واحد دِسَار) دَسَر بمعنی نیزہ مارنا یا کیل ٹھونکنا۔اور دِسَار بمعنی جہاز وغیرہ کی درز بند کرنے کے لیے پرانی رسیوں کی سَن۔یا میخ (منجد) ارشادِ باری ہے ؛

وَحَمَلۡنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلۡوَاحٍ وَّدُسُرٍ (۵۴/۱۳)	اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر، جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی سوار کیا۔

۲۔ اَوۡتَاد: (وَتَد کی جمع) وَتَد بمعنی کھونٹی، بڑی میخ (پنجابی کلّہ) لکڑی کا ہو یا لوہے کا یا کسی دوسری چیز کا۔اور وَتَدَان بمعنی کندھوں کے ابھرے ہوئے حصے (مف۔منجد) یعنی وَتَد وہ چیز ہے جس کا کچھ حصّہ باہر بھی نکلا ہوا ہو۔اور وَتَدَ بمعنی مضبوط کلہ گاڑا اور وَتَد بمعنی لکڑی کی میخ اور اَوۡتَادُ الۡاَرۡضِ بمعنی پہاڑ (م ق) ارشاد باری ہے:

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا وَّ	کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو اس کی میخیں

وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا (۷:۷۸) نہیں بنایا۔

ماحصل: دِسَار، وہ چھوٹی میخ ہے جو کسی چیز کی درز بند کرنے یا مضبوط بنانے کے لیے ٹھونکی جاتی ہے اور وتد اس بڑی میخ یا کلہ کو کہتے ہیں جس کا کچھ حصہ باہر بھی ہو۔ اور زیادہ حصہ زمین یا کسی چیز کے اندر ہو۔

میدان کے لیے دیکھیے ـــ "زمین اور اس کی اقسام"
میوے کے لیے دیکھیے ـــ "پھل"

۱ـــــ نا اُمید ہونا

کے لیے یَئِسَ اور اِسْتَایْـئَسَ، قَنَطَ اور اَبْلَسَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ یَأسَ، بمعنی قطع الرّجا۔ (م ل) بمعنی کسی معاملہ کے متعلق امید کا ختم ہو جانا یا مایوس ہو جانا ہے اور یہ کسی آرزو کے وقت سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور بعد میں بھی (فق ل ۲۰۲) ارشادِ باری ہے،

اِنَّہٗ لَا یَایْـئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (۱۲/۸۷)	خدا کی رحمت سے کافر لوگ ہی نا اُمید ہوا کرتے ہیں۔

اور اِسْتَیْئَسَ بمعنی کسی معاملہ سے متعلق آہستہ آہستہ توقعات کا ختم ہو جانا ہے۔ تجربہ کے بعد بالآخر مایُوس ہو جانا۔ ارشاد باری ہے؛

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَایْـئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا۔ (۱۲/۱۱۰)	حتٰی کہ جب رسول نا امید ہو گئے اور انھیں یقین ہو گیا کہ (فتح و نصرت کے بارے میں) وہ سچے ثابت نہیں ہوئے۔ تو اس وقت ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔

۲۔ قَنَطَ: بمعنی بھلائی سے مایوس ہونا۔ آس توڑ بیٹھنا (مف) اور قنوط بمعنی اَشَدُّ مُبَالِغَۃٍ مِّنَ الْیَأسِ (فق ل ۲۸۳) یعنی انتہائی مایوسی کو کہتے ہیں۔ اور قنوط صفت یا قنوطی ایسے شخص کو کہتے ہیں جو ہر معاملہ میں تاریک پہلو اور اس کے نقصانات کو مدِ نظر رکھنے کا عادی ہو اور اچھے پہلوؤں پر کم ہی غور کرتا ہو۔ ارشادِ باری ہے،

لَا یَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ وَاِنْ مَّسَّہُ الشَّرُّ فَیَئُوْسٌ قَنُوْطٌ۔ (۴۱/۴۹)	انسان بھلائی کی دعائیں کرتا تو تھکتا نہیں۔ اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو نا امید ہو جاتا اور آس توڑ بیٹھتا ہے۔

۳۔ اَبْلَسَ، بمعنی سخت مایوسی کے باعث غمگین ہونا (مف) اور بمعنی بے خبر ہونا۔ غمگین اور شکستہ دِل ہونا (منجد) جب مایوس ہو جانے کی وجہ سے غم لاحق ہو جائے تو اس لفظ کا استعمال ہو گا۔ اور شیطان کو بھی ابلیس اسی لیے کہا گیا کہ وُہ خدا کی رحمت سے مایوس اور شکستہ دِل ہو چکا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْھِمْ	اور بارش کے نزول سے پہلے تو وُہ نا امید ہو

مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ (۳۰/۴۹) — چکے تھے۔

ماحصل:
(۱) یاس: مایوس ہونا،نا امید کے معنوں میں عام ہے۔ استیائس: آہستہ آہستہ امید منقطع ہو جانا۔
(۲) قنط: بھلائی کے پہلو سے نا امید ہونا یا رہنا۔ یاس سے اگلا درجہ سخت مایوسی۔
(۳) ابلس: ایسی نا امیدی جو غم میں مبتلا کر دے۔

نا انصافی کرنا کے لیے دیکھیے ـــ "بے انصافی کرنا"

۲ ـــ ناپاک

کے لیے رِجْس، خَبِیْث اور نَجَس کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ رِجس: گندگی کے معنوں میں بھی آتا ہے (تفصیل "گندگی" کے تحت دیکھیے) اور ناپاک کے معنوں میں بھی۔ اور اس سے مراد ایسی چیزوں کی نجاست ہے جسے شریعت نے حرام یا ناپاک قرار دیا ہے خواہ یہ مادی ہوں یا معنوی۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ (۹/۹۵) — سو ان منافقوں کی طرف التفات نہ کرو وہ ناپاک لوگ ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۲۔ خبیث: بمعنی ناپاک اور گندہ (ضد طیب) یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مادی معنوں میں اس سے مراد ردی اور ناکارہ چیز ہے۔ خبث الحدید بمعنی لوہے کا میل۔ علاوہ ازیں یہ لفظ غلاظت، گلی سڑی اور بدبودار چیزوں کے لیے بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ (۲/۲۶۷) — اور جو تم (خدا کی راہ میں) خرچ کرو تو اس میں کسی گندی اور ردی چیز کا قصد نہ کرو جسے تم خود بھی لینا گوارا نہ کرو الا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔

اور معنوی استعمال ہو تو خبیث سے مراد وہ شخص ہے جس کی طبیعت فحاشی کی جانب مائل ہو، یا شرارت پسند ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ (۲۴/۲۶) — ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے۔

۳۔ نَجَس: یہ لفظ بھی ظاہری اور باطنی نجاست دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے داءٌ نَجَسٌ وَ نَاجِسٌ بمعنی لاعلاج بیماری۔ اور نَجَّسَ الصَّبِی نظر بد سے بچانے کے لیے بچے کے گلے میں تعویذ وغیرہ لٹکانا۔ اور نُجُس بمعنی تعویذ کرنے والے لوگ (منجد) اس لفظ کا مادی استعمال (ضد طاہر اور طہور) قرآن میں نہیں ہے۔ اور جب معنوی استعمال ہو تو اس سے مراد کفر و شرک کی ایسی پلیدی ہے جو لاعلاج مرض کی صورت اختیار کر جائے۔ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا (۹/۲۸) — اے ایمان والو! یہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔ سو یہ لوگ اس سالِ رواں کے بعد مسجدِ حرام کے قریب نہ پھٹکیں۔

ماحصل: (۱) رِجْسٌ، شریعت کی بتلائی ہوئی ناجائز چیزیں

(۲) خَبِيْث، ردّی اور گندی چیزیں۔ اور ایسے لوگ جن کی طبیعت فحاشی کی جانب مائل ہو۔

(۳) نَجَس، کفروشرک کے عقائد میں ملوث لوگ جن کا مرض لاعلاج ہو چکا ہو۔ اور وہ چیزیں جن کی نجاست صریح طور پر شریعت نے بتلا دی ہے۔

۳۔ ناپسندیدہ

کے لیے مکروہ، اِدّ، مُنکر، اِمر، مذموم اور مذءوم اور اُفّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مکروہ، کَرِہَ بمعنی کسی چیز کو ناپسند کرنا۔ اور مکروہ بمعنی ہر وہ بات جو سلیم طبیعت کو ناگوار ہو اور طبیعت اس سے بیزار ہو (غیر مقبول) ارشادِ باری ہے:

أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ (۴۹/۱۲) — کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ یقیناً تم اس سے کراہت کرو گے!

پھر کچھ باتیں ایسی ہیں جو بظاہر قابلِ نفرت معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقتاً وہ مبنی بر مصلحت ہوتی ہیں۔ ایسی باتوں کی نشاندہی شریعت نے کر دی ہے جیسے فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (۲/۲۱۶) — تم پر قتال (فی سبیل اللہ) فرض کیا گیا جو تمہیں ناگوار ہے کچھ عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بُری لگے مگر وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔

گویا مکروہ وہ چیز ہے جو عقل اور شریعت دونوں کی رُو سے ناپسندیدہ ہو۔ (مف) قرآن میں ہے:

كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا (۱۷/۳۸) — ان سب (بیان کردہ عادتوں) کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے۔

۲۔ اِدّ: بمعنی نہایت ہی ناپسندیدہ بات جس سے ہنگامہ برپا ہو جائے۔ اور اَدِيد بمعنی شور، ہنگامہ (مف) اور اِدّ الامر بمعنی کام کا بوجھل اور دشوار ہونا۔ ادید بمعنی شور اور اِدّ بمعنی مصیبت ہولناک واقعہ۔ دشوار کام (منجد) یعنی ایسی ناپسندیدہ بات جو ہنگامہ خیز ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا (۱۹/۸۸-۸۹) — اور کہتے ہیں کہ خدا کا بیٹا ہے یہ تو تم بہت ہی بُری بات (زبان پر) لاتے ہو۔

۳۔ منکر: ہر انوکھی، اچنبھا بات (انکار کی ضد عرفان اور منکر کی ضد معروف ہے) یعنی منکر ہر وہ بات ہے جسے معاشرہ قبیح خیال کرتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ — تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں

وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳/۱۰۴) — نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

پھر شریعت نے منکرات کو بھی محض معاشرہ کی پسند اور ناپسند پر نہیں چھوڑا بلکہ جہاں کہیں کوئی غلط اور ناجائز بات معاشرہ میں رواج پاگئی ہو اور معاشرہ اسے قبیح خیال نہ کرتا ہو اس کی بھی شریعت نے اصلاح فرما دی۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ (۲۹/۲۹) — اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔

۴۔ اِمْر: بمعنی ہر خلافِ عقل اور خلافِ شرع بات (منجد) بمعنی مُنْكَرًا عَظِيْمًا (م۔ق) اَمِرَ الْاَمْر کسی معاملہ یا بات کا حد سے بڑھ جانا (مف) انتہائی غیر معقول بات۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا (۱۸/۷۱) — موسٰیؑ نے کہا کیا آپ نے کشتی کو اس لیے توڑ پھوڑ کیا کہ سواروں کو غرق کر دیں تو آپ نے بہت ناپسندیدہ کام کیا۔

۵۔ مَذْمُوم اور مَذْءُوْم، ذَمّ اور ذَءَمَ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں بمعنی کسی چیز کو حقیر اور مذموم گردانتا (مف) ذَءَمَ میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کراہت اور (۲) عیب (م۔ل) اور بمعنی عیب لگانا۔ حقارت کرنا۔ رسوائی کرنا۔ اور ذَمّ (ضد حَمَدَ اور مَدَحَ) بمعنی کسی کے عیب بیان کرنا، خواہ وہ اختیاری ہوں یا اضطراری (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا (۷/۱۸) — اللہ تعالیٰ نے فرمایا نکل جا یہاں سے پاجی مردود۔

۶۔ اُفّ، اصل میں ہر گندی اور قابلِ نفرت چیز کو کہتے ہیں مثلاً میل کچیل اور ناخن کا تراشہ وغیرہ۔ مگر محاورۃً یہ لفظ کسی بُری چیز سے اظہارِ نفرت کے لیے بولا جاتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۲۱/۶۷) — تف ہے تم پر اور ان پر بھی جنھیں تم خدا کے سوا پوجتے ہو۔

ماحصل:

(۱) مَكْرُوْه: وہ بات جسے سلیم طبیعت ناپسند کرے۔
(۲) اِدّ: سخت ناپسندیدہ بات جو ہنگامہ برپا کر دے۔
(۳) مُنْكَر: وہ بات جسے معاشرہ قبیح خیال کرے۔
(۴) اِمْر: انتہائی غیر معقول بات۔
(۵) مَذْءُوْم: بمعنی کسی عیب کی بنا پر ناپسندیدہ۔
(۶) اُفّ: کلمۂ کراہت و نفرت۔

۴۔ نادان

کے لیے جَاهِل اور سُفَهَآء کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَاهِل (ضد عَالِم) بے علم۔ ناواقف جَهِل بمعنی انسان کا ذہن علم سے خالی ہونا۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہو (مف) یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے؛

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲/۲۷۳)	ان کے مانگنے سے پرہیز کی وجہ سے ناواقف آدمی انھیں غنی خیال کرتا ہے۔

۲۔ سُفَهَاء: (واحد سَفِيْهَه) سَفَه ضد حِلم بمعنی (۱) کم عقل اور (۲) پست اخلاق والا ہونا (م۔ل) اور سَفِيْه یعنی ایسا جاہل جو عقل کی کمی کی وجہ سے کچھ سیکھنے یا علم حاصل کرنے سے قاصر رہے۔ اور اخلاق کا بھی پست ہو۔ یعنی نہ جاننے یا سمجھنے کے باوجود اعتراض کرنا اس کا شعار ہو۔ عدیم الحلم (م۔ق) احمق۔ ارشادِ باری ہے؛

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا (۲/۱۴۲)	اب احمق لوگ کہیں گے کہ مسلمان جس قبلے پر (پہلے سے چلے آتے) تھے اب اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے۔

ناراض کرنا ___ دیکھیے "غصّہ دلانا"

۵ ___ ناراضگی

کے لیے سَخَط، ضِغْن اور غِلّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سخط: بمعنی نارضامندی۔ ناپسندیدگی (ضد رضوان بمعنی رضامندی اور خوشنودی) اور سخط بمعنی مرضی کے خلاف کام پر ناخوش ہونا۔ خفا ہونا۔ ارشادِ باری ہے؛

فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ (۹/۵۸)	اگر اس (مال) میں سے انھیں (خاطر خواہ) مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ضِغْن: بمعنی حِقْد یا کینہ (منجد) یعنی ایسی ناراضگی جس کو انسان دل سے نہ نکالے۔ ارشادِ باری ہے؛

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ (۴۷/۲۹)	کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ خدا ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا؟

۳۔ غِلّ: بمعنی (۱) کینہ کی شدّت۔ بَیر۔ پوشیدہ دشمنی (مف) اور غَلّ بمعنی (۲) چوری اور خیانت کرنا۔ خفیہ طور پر کسی چیز کو اٹھا کر اپنے اسباب میں رکھ لینا (م۔ق) اور غِلّ بمعنی کینہ۔ کھوٹ (منجد) ارشادِ باری ہے؛

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ (۷/۴۳)	اور جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال ڈالیں گے۔

ماحصل: (۱) سخط: ناراضگی ___ (۲) ضِغن: ایسی ناراضگی جو کوئی دل میں چھپائے رکھے۔ (۳) غِلّ: ناراضگی جو دشمنی کی حد تک پہنچ جائے اور دل میں چھپائی جائے۔

۶۔ ناشکرا

کے لیے کَفُوْر اور کَنُوْد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کَفُوْر: کَفَرَ (۱) خدا سے انکار کرنا (۲) خدا کی نعمتوں سے انکار کرنا۔ کفرانِ نعمت کرنا۔ خدا کا انکار کرنے والے کے لیے کَافِر اور اس کی نعمتوں کا انکار کرنے والے کے لیے کَفُوْر یا کَفَّار کے الفاظ بالعموم استعمال ہوتے ہیں (ضد شَاکِر اور شَکُوْر) ارشادِ باری ہے؛

اِنَّا ھَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا (۷۶/۳) — ہم نے انسان کو راستہ سمجھا دیا ہے اب چاہے تو شکر گزار بن جائے اور چاہے تو ناشکرا۔

۲۔ کَنُوْد: کَنَدَ بمعنی ناشکری کرنا اور کَنُوْد ایسے ناشکرے کو کہتے ہیں جو مصائب و مشکلات کا تو ہر دم ذکر کرتا رہے مگر خدا کے انعامات کا کبھی نام تک نہ لے۔ ناشکر گزار، بخیل۔ نمک حرام (منجد۔م۔ق) ارشادِ باری ہے؛

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَکَنُوْدٌ (۱۰۰/۶) — بیشک انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس (اور ناشکرا) ہے۔

ماحصل؛ کَفُوْر: احسان ناشناس ہے جبکہ کَنُوْد احسان ناشناس ہونے کے علاوہ ہر وقت شاکی بھی رہتا ہے۔

۷۔ نافرمانی کرنا

کے لیے عَصٰی، فَسَقَ اور فَجَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عَصٰی: بمعنی حکم نہ ماننا۔ نافرمانی کرنا (منجد) کسی بھلائی کی بات کی تعمیل نہ کرنا (مف) خواہ یہ دانستہ ہو یا نادانستہ۔ اور عِصْیَان بمعنی نافرمانی (۴۹/۷) اور عَاصِی بمعنی نافرمان۔ اور عَصِیًّا بمعنی بہت نافرمان (۱۹/۴۴) قرآن میں ہے؛

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (۲۰/۱۲۱) — آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی سو وہ بے راہ ہو گیا۔

۲۔ فَسَقَ: بمعنی حق و اصلاح کے راستہ سے ہٹ جانا۔ بدکار ہونا (منجد) اطاعت سے باہر نکل جانا (م۔ل) فَاسِق کا لفظ عادی نافرمان کے لیے بولا جاتا ہے۔ اور فسق کا لفظ ہر چھوٹے بڑے گناہ کے ارتکاب پر بولا جاتا ہے۔ شرعی احکام کا خیال نہ رکھنے والا (مف) تاہم ایسا شخص گناہ کو گناہ ضرور سمجھتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے؛

اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا۔ (۳۲/۱۸) — بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو۔؟

۳۔ فَجَرَ: بمعنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا اور فاجر بمعنی دین کی پردہ دری اور نافرمانی کرنے والا

بدکار۔ بدکردار۔ جو گناہ کرتا جائے اور تائب نہ ہو (مف) بدمعاش۔ اور فجور بمعنی گناہوں میں منہمک زانی (منجد) اور فَجَرَ بمعنی ڈھٹائی کرنا۔ اور فاجر ایسا گنہ گار ہے جو گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے۔ قرآن میں ہے:

إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۷۱/۲۷) — (اے اللہ) اگر تو انھیں چھوڑ دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہو گی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہو گی۔

ماحصل: (۱) عاصی، جو کبھی کبھار کسی حکم کی تعمیل نہ کرے۔ خواہ یہ دانستہ طور پر ہو یا نادانستہ۔

(۲) فاسق: جو گناہوں کو اپنا شعار بنالے اور توبہ نہ کرے۔ تاہم گناہوں کے کاموں کو گناہ سمجھتا ضرور ہو۔

(۳) فاجر، وہ شخص ہے جو پوری طرح گناہوں میں ڈوب جائے۔ اور گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے نہ توبہ کی طرف مائل ہو۔

ناقص۔ دیکھیے ۔۔۔ ردّی

۸ ۔۔۔ ناک

کے لیے اَنْف اور خُرْطُوم کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَنْف: بمعنی ناک۔ معروف عضو بدن۔ ناک چونکہ باہر نکلی ہوئی ہے اس لیے کسی چیز کے باہر نکلے حصے کو بھی انف کہہ دیتے ہیں۔ جیسے انف الجبل بمعنی پہاڑ کا باہر نکلا ہوا حصہ (مف) قرآن میں ہے:

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ (۵/۴۵) — آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک۔

۲۔ خُرْطُوم: بمعنی ہاتھی کی سونڈ۔ اور بمعنی لمبی ناک جس کا اگلا حصہ نیچے تک آتا ہو۔ اور اخرنطم بمعنی ناک اونچی کرنا، غضبناک ہونا، تکبر کرنا (ج خراطیم) اور خراطیم القوم بمعنی قوم کے سردار اور متکبر لوگ (منجد م۔ق) ارشاد باری ہے:

إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۔ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ۔ (۶۸/۱۵-۱۶) — جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں۔ ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

ماحصل: (۱) انف۔ ناک۔ معروف عضو بدن (۲) خرطوم۔ لمبی اور نیچے کو بڑھی ہوئی ناک یا کسی بڑے اور متکبر آدمی کی ناک۔

ناگوار ۔۔۔ دیکھیے "برا لگنا"

۹ ۔۔۔ نام ۔۔۔ نام رکھنا

کے لیے اور اِسْم اور سمّی، لَقَب، نَبَز اور فُلَان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِسْم (سمو) بمعنی کسی چیز کا نام۔ سمو بمعنی بلندی۔ اور اسم کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے اس چیز کی معرفت حاصل ہوتی اور اس کا ذکر بلند ہوتا ہے (مف) (ج اسماء) ارشادِ باری ہے،

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۲/۳۱) اور اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھا دیے۔

۲۔ اور سَمّٰی بمعنی نام رکھنا۔ اور اس نام رکھنے میں اس چیز کی صفات کو ملحوظ رکھنا یا اسم با مسمّٰی ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے،

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ (۷/۷۱) کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔

اور سَمِيًّا بمعنی ہم نام۔ ارشادِ باری ہے،

اِسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (۱۹/۷) اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔

۲۔ لقب، اصل نام کے علاوہ ایسا نام جس میں مسمّٰی کی صفات کو ملحوظ رکھا گیا ہو (مف) جیسے مسیح حضرت عیسٰیؑ کا لقب ہے جنھوں نے ساری زندگی سیاحت میں گزار دی اور متاہل زندگی کو اختیار نہ کیا۔ ارشادِ باری ہے،

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (۳/۴۵) اور جب فرشتوں نے مریمؑ سے کہا۔ خدا تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسٰی بن مریم ہوگا۔

اس آیت میں مسیح لقب ہے۔ عیسٰی اصل نام اور ابن مریم نسب ہے۔ جو باپ نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ماں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

۳۔ نَبَزَ: اَلنَّبَز بھی لقب ہی قسم ہے مگر اس میں کسی شخص کی بُری صفات کو پیش کیا جاتا ہے خواہ وہ اس میں موجود ہوں یا نہ ہوں اور خواہ یہ نسب سے تعلق رکھتی ہوں یا اخلاق سے۔ اور نبز بمعنی کسی کا بُرا نام یا لقب رکھ دینا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے،

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (۴۹/۱۱) اور ایک دوسرے کا بُرا نام نہ رکھو۔

۴۔ فُلَانٌ (مؤنث فُلَانَةٌ) اسم کے قائم مقام آتا ہے۔ لہٰذا جب ذوی العقول کے لیے آئے تو ال داخل ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں رَكِبْتُ الْفُلَانَ میں نے فلاں جانور (نر) پر سواری کی اور حَلَبْتُ الْفُلَانَةَ میں نے فلاں جانور (مادہ) کا دودھ دوہا۔ قرآن میں ہے،

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (۲۵/۲۸) ہائے شامت! کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔

ماحصل: (۱) اسم، کسی چیز کا نام جو تعارف کے لیے رکھا جائے۔ (۲) لقب، صفاتی اور تشریفی نام۔ (۳) نبز، کسی کا بُرا نام رکھ دینا۔ (۴) فلان، کسی شخص کا نام لینے کی بجائے فلاں کہہ دینا۔

۱۰ ـــــ نامبارک

کے لیے مَشْئَمَۃ، نَحْس اور حُسُوْم کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَشْئَمَۃ۔ شئم بمعنی نامبارک اور منحوس ہونا اور شَاءَمَ بمعنی بائیں طرف لینا (منجد) شَئَمَ کی ضد یَمَنَ ہے۔ یمن کا معنی دائیں طرف یا دایاں ہاتھ ہے اور برکت بھی۔ شَأمَ سے مصدر شامت ہے۔ اور شامتِ اعمال معروف لفظ ہے۔ اور مَشْئَمَۃ یعنی نامبارک اور بائیں جانب والا گویا شئم وہ نامبارکی ہے جو انسان کے اپنے اعمال کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (۹۰/۱۹) — اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا وہی نامبارک (بدبخت) ہیں۔

۲۔ نحس (ضد سعد) اور سَعَد بمعنی خوش نصیبی اور حصولِ خیر میں امورِ الٰہیہ کا انسان کے لیے ممد و معاون ہونا ہے (مف۔م ل) اور نحس ایسی نامبارکی کو کہتے ہیں جو مشیئتِ الٰہی کے تحت ہو ـــــ اور نَحَسَ بمعنی بدقسمت یا بدبخت ہونا۔ اہل نجوم کی اصطلاح میں نَحْسَان زحل اور مریخ کو کہتے ہیں اور سَعْدَان مشتری اور زہرہ کو (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (۵۴/۱۹) — اور ہم نے قوم عاد پر ایک سخت منحوس دن میں سناٹے کی سرد ہوا چلائی۔

۳۔ حُسُوْم: ایسی نحوست جو لگاتار جاری رہے یہاں تک کہ کسی چیز کا نام و نشان مٹا دے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے لگاتار) ارشادِ باری ہے:

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى (۶۹/۶) — اللہ تعالیٰ نے ان پر (بادِ صرصر کو) سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلائے رکھا۔ تو (اے مخاطب) تو اس قوم کو مرا پڑا دیکھے۔

ماحصل: (۱) شَامَت، وہ نحوست یا نامبارکی یا بدبختی ہے جس میں انسان کے اپنے اعمال کو زیادہ دخل ہو۔ (۲) نحوست، وہ جس میں مشیت الٰہی کو زیادہ دخل ہو۔ اور (۳) حسوم ایسی نحوست ہے جو لگاتار جاری رہے تا آنکہ نام و نشان مٹا دے۔

نیز دیکھیے ـــــ بدبختی

۱۱ ـــــ نجات پانا

کے لیے نَجّٰی اور فَازَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَجٰی: بمعنی کسی مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا۔ رہائی پانا۔ کسی بھی صورت میں ہو۔ اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ (۱۲/۴۵)	اور دونوں قیدیوں میں سے جسے رہائی ملی تھی کہنے لگا اور اسے مدت کے بعد بات یاد آ گئی۔

۲۔ فَازَ: بمعنی کسی مصیبت سے نجات پانا اور محبوب چیز تک پہنچنا (فق ل ۲۷۲) سلامتی کے ساتھ بھلائی حاصل کر لینا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (۳/۱۸۵)	جو شخص آگ (دوزخ) سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ نجات پا گیا۔

پھر فَازَ کا لفظ لغت اضداد سے بھی ہے۔ فوز بمعنی نجات پانا بھی اور ہلاک ہونا بھی فَوَّزَ الرَّجُل بمعنی آدمی مر گیا۔ اور مفازۃ بمعنی نجات کا سبب، کامیابی کی جگہ یا کامیابی کا سبب، ہلاکت کی جگہ یا ہلاکت کا سبب (منجد۔م۔ل) ارشادِ باری ہے:

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۳/۱۸۸)	ان کی نسبت یہ خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے اور ان کے لیے بُرا عذاب ہے۔

اس آیت میں مفازۃ کا لفظ ہلاکت کی جگہ اور اس کے سبب کا معنی دے رہا ہے۔

ماحصل: نجات کا لفظ صرف کسی مصیبت کے چھوٹنے کے لیے آتا ہے جبکہ فاز کا لفظ کسی مصیبت سے چھوٹنے کے ساتھ ساتھ کسی مرغوب چیز سے ہمکنار بھی ہونے کے لیے آتا ہے۔

۱۲ ـــــــ نذر و نیاز

کے لیے نَذْر اور قُرْبَان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَذْر (ج نُذُور)ـــ بمعنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اُوپر واجب کر لینا۔ اور نَذَرَ بمعنی نذر یا منت ماننا۔ اگرچہ ایسی نذر عموماً حالات سے مشروط ہوتی ہے۔ تاہم اس نذر یا منت کی ادائیگی لازم اور واجب ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (۲۲/۲۹)	(حاجی لوگ قربانی کرنے کے بعد) چاہیئے کہ اپنا میل کچیل دُور کریں اور نذریں پوری کریں۔

۲۔ قُرْبَان، قربان الملک بمعنی بادشاہ کا ندیم۔ اور قربان ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا مقصود ہو خواہ یہ ذبیحہ ہو یا اور کچھ (منجد) اور ہر قسم کی نذر و نیاز و قربانی غیر اللہ کے لیے حرام ہے کیونکہ یہ بھی مالی عبادت ہوتی ہے (لیکن مشرکین اللہ کے سوا دوسروں کو بھی، جنھیں وہ قابل احترام سمجھیں، نذر و نیاز اور قربانی وغیرہ پیش کرتے ہیں) قرآن میں ہے:

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا	جب دونوں (ہابیل اور قابیل) نے (خدا کی جناب میں)

وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ (۵/۲۷) کچھ نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔

ماحصل: ۱۔ نذر: اپنے اوپر واجب کی ہوئی مشروط نیاز۔ منت۔
۲۔ قربان: جو نیاز محض اللہ کی خوشنودی اور تقرب کے لیے دی جائے۔

۱۴۔ نرم ہونا ۔ کرنا

کے لیے لَانَ (لین) اور اَلَانَ، اَدْهَنَ، اَوَّاہ (اوہ) اور تَلَطَّفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ لَانَ: یعنی نرم ہونا۔ لین کی ضد خشونت ہے (م۔ ل) یعنی کسی چیز کا لچکدار ہونا۔ اور قَوْلًا لَّيِّنًا بمعنی نرم بات (۲۰/۴۴) گویا اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (۳۹/۲۳) پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل نرم ہو (کر) خدا کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔

اور نرم کرنا کے لیے اَلَانَ آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (۳۴/۱۱) اور داؤدؑ کے لیے ہم نے لوہا نرم کر دیا کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازہ سے جوڑو۔

۲۔ اَدْهَنَ: دُهْن بمعنی تیل، روغن، چکنائی۔ اور اَدْهَنَ بمعنی تیل لگا کر کسی چیز کو نرم کرنا۔ اور جب اس کا معنوی استعمال ہو تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ دل میں تو کچھ اور بات ہو مگر بہ تکلف زبان سے نرمی اختیار کر کے مخاطب کو دھوکا دیا جائے۔ ڈھیلا پڑنا۔ چاپلوسی کرنا۔ منافقت برتنا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (۶۸/۹) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپؐ نرمی اختیار کریں تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔

۳۔ اَوَّہ: یعنی آہیں بھرنا (بیماری میں) اور افسوس کا اظہار کرنا۔ اور اَوَّاہٌ بمعنی نرم دل۔ رقیق القلب۔ دعا کے ساتھ آہ وزاری کرنے والا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (۹/۱۱۴) بلاشبہ ابراہیمؑ بڑے نرم دل اور بڑے بردبار تھے۔

۴۔ تَلَطَّفَ: لَطَفَ بمعنی (۱) چھوٹی چھوٹی باتوں کو جاننا اور اس کا خیال رکھنا اور (۲) اس کے مضر پہلو کا ازالہ کرنا (دیکھیے مہربان) اور تَلَطَّفَ بمعنی کسی کام کے کرنے میں احتیاط اور نرمی کا پہلو اختیار کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا (۱۸/۱۹) تو اس میں سے تمہارے پاس کھانا لائے اور نرمی سے آجائے اور تمہارے حال سے کسی کو کچھ نہ جتائے۔

ماحصل: (۱) لَانَ: کسی چیز کا نرم اور لچکدار ہونا۔ (۲) اَدْهَنَ: مداہنت یا چاپلوسی کرنا۔ از راہِ تصنع بخلافِ باطن

نرمی برتنا۔

(۳) اَہ: دل کا نرم یعنی رقیق القلب ہونا

(۴) تَلَطَّف: کسی کام کے کرنے میں احتیاط اور نرمی کا پہلو اختیار کرنا۔

۱۴۔ نزدیک ہونا۔ کرنا

کے لیے کَادَ (کود)، قَرُبَ، دَنٰی، اَزِفَ اور زَلَفَ، قَابَ، اِقتَرَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کَادَ: بمعنی کسی کام کے کرنے کے قریب ہونا (مف) اور بمعنی کوئی کام کرنے پر آمادہ تو ہوا مگر کیا نہیں (م۔ق) یہ افعال مقاربہ سے ہے اور اپنے ساتھ ایک اور فعل چاہتا ہے۔ صرف ماضی اور مضارع استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲/۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں (کی بصارت) کو اچک لے جائے۔

۲۔ قَرُبَ: نزدیک ہونا (ضد بَعُدَ) اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ یعنی فاصلہ، مدت، نسب اور منزلت سب چیزوں کی نزدیکی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) فاصلہ کی نزدیکی کے لیے:

اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِھِمْ (۱۳/۳۱) یا (کوئی آفت) ان کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی۔

(۲) فاصلہ کی نزدیکی کے لیے:

وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ۔ (۲/۲۲۲) جب تک تمہاری عورتیں (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔

(۳) نسب کی نزدیکی کے لیے:

لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی۔ (۵/۱۰۶) ہم اس شہادت کا کچھ عوض نہیں لیں گے اگرچہ ہمارا رشتہ دار ہی ہو۔

(۴) منزلت کی نزدیکی کے لیے:

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (۲/۲۳۷) اگر معاف کر دو تو قریب ہے پرہیزگاری سے۔

منزلت اور وقت کی نزدیکی کے لیے اِقْتَرَبَ کا لفظ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (۹۶/۱۹) سجدہ کرو اور نزدیک ہو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (۵۴/۱) قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

اور منزلت کی نزدیکی کے لیے قَرَّبَ کا لفظ خصوصًا استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ کسی کو قریب کرنا کے

معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (۳/۴۵) — حضرت عیسٰی دنیا اور آخرت میں با آبرو اور (اللہ کے) مقرب لوگوں میں سے ہوگا۔

۲۔ دَنٰی: بالعموم فاصلہ کی نزدیکی کے لیے استعمال ہوتا ہے (فق ل ۲۵) اور دُنیا بمعنی نزدیک کا عالم۔ موجودہ کائنات (ضد آخرت) قرآن میں ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (۵۳/۸) — پھر نزدیک ہوا پھر لٹک آیا۔

اور کبھی قدر و منزلت کے گر جانے کے لیے بھی آتا ہے۔ اَدْنٰی بمعنی خسیس کمتر۔ کہتر (ضد اعلیٰ) ارشادِ باری ہے:۔

أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ (۲/۶۱) — کیا تم بہتر چیز کے بدلے ناقص چیز بدلنا چاہتے ہو۔

اور وقت کی نزدیکی کے لیے اَدْنٰی کا استعمال تقریبًا تقریبًا یا اندازًا کے معنوں میں ہوتا ہے جیسے فرمایا:۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ (۷۳/۲۰) — تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہو۔

۴۔ اَزِفَ: وقت کی نزدیکی کے لیے آتا ہے اور اس میں وقت کی تنگی کا مفہوم پایا جاتا ہے، کہتے ہیں اَزِفَتِ الشُّخُوصُ بمعنی کوچ کا وقت قریب آ پہنچا (مف) اور قیامت کو اٰزِفَہ کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کہ اس کی آمد میں وقت تھوڑا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ (۴۰/۱۸) — اور انہیں نزدیک آنے والے دن سے ڈرائیے

۵۔ زَلَفَ: درجہ اور مرتبہ میں نزدیکی کے لیے آتا ہے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ (۳۸/۴۰) — اور سلیمان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔

اور قریب کرنا۔ قریب لانا۔ پاس پہنچانا کے لیے اَزْلَفَ آتا ہے اور اس میں قدر و منزلت کا مفہوم ضروری نہیں ہوتا۔ جیسے فرمایا:

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ (۸۱/۱۳) — اور جب جنت قریب لائی جائے۔

۶۔ قَابَ (الارض) بمعنی زمین کو گول کھودنا اور قَاب بمعنی مقدار۔ اندازہ۔ کمان کے کونہ سے قبضہ تک کا فاصلہ۔ محاورہ ہے ھو علی قاب قوسین بمعنی وُہ نہایت قریب ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ (۵۳/۹) — تو (ہوا وُہ) دو کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم (جالندھری)

۷۔ اِقْتَرَنَ: قَرَنَ اس رسی کو بھی کہتے ہیں جس کے ساتھ دو اونٹوں کو باندھا جائے۔ اور قرین بمعنی ہم نشین (مف) اور قَرَنَ بمعنی ایک چیز کو دوسری کے قریب رکھا اور قَرَنَ الثَّوْرَيْنِ بمعنی ایک

پنجابی میں دو بیلوں کو ساتھ ملا دینا۔ اور اِقْتَرَنَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی بالکل قریب کر دیا (م۔ق)
اور اِقْتَرَنَ میں ایک کے بعد فوراً دوسرا پھر تیسرا، پھر چوتھا۔ اس طرح تسلسل، پے در پے یا لگاتار کا مفہوم بھی اسی نزدیکی کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْجَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ۔ (۴۳/۵۳) یا (یہ ہوتا) کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے (جالندھری)
آتے اس کے ساتھ فرشتے پرا باندھ کر (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) کَادَ: کرنے کے قریب ہونا مگر نہ کرنا۔
(۲) قُرْبٌ: ہر لحاظ سے جامع لفظ ہے۔ اس کا استعمال عام ہے۔
(۳) دَنٰی: فاصلہ کی نزدیکی کے لیے اور قدر و منزلت میں گراوٹ کے لیے۔
(۴) اَزِفَ: وقت کی تنگی کے اظہار کے لیے۔
(۵) زَلَفَ: قدر و منزلت کی نزدیکی کے لیے آتا ہے۔
(۶) قَابٌ: فاصلہ میں انتہائی نزدیکی۔ جیسے کمان کے ایک کونہ سے قبضہ تک کا فاصلہ۔ قاب قوسین محاورۃً استعمال ہوتا ہے
(۷) اِقْتَرَنَ: وقت یا فاصلہ میں اتنی نزدیکی گویا دو چیزیں ساتھ مل گئی ہیں۔

۱۵۔ نشان۔ نشانی

کے لیے اَثَرٌ۔ عَلَامَتٌ۔ اٰیَتٌ۔ مُبْصِرَۃٌ۔ شَرْطٌ۔ نُصُبٌ۔ سِیْمَا۔ شَعَآئِرُ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَثَرٌ (ج آثار) بمعنی کسی ایسی چیز کا حاصل ہونا جو اصل چیز کے وجود پر دلالت کرتی ہو (مف) اور بمعنی کسی چیز کے باقی چھوڑے ہوئے نشانات جن سے وہ چیز یاد آجاتے (م۔ل) آثارِ قدیمہ اور علم الآثار مشہور الفاظ ہیں۔ یعنی ایسی چیزوں کا علم جن سے ان بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی ہو جن سے یہ چیزیں متعلق تھیں۔ اور آثار کا لفظ بعض دفعہ نقش پا یا کسی گزرنے والے کے پاؤں کے نشانات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے فرمایا:

فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸/۶۴) تو وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشان پہچانتے پہچانتے واپس لوٹ گئے۔

۲۔ علامت (ج علامات) ہر ایسی نشانی جو خود تو واضح نہ ہو مگر اس سے کسی اور حقیقت کا علم حاصل ہو (مف) مثلاً رات کے وقت ستاروں کو دیکھ کر وقت اور سمت معلوم کرنا یا دھوپ اور سایہ سے وقت اور سمت کا اندازہ لگانا۔ یا مریض کی علامات سے مرض کی تشخیص کرنا۔ علامت مطلوب چیز سے پہلے ہوتی ہے جیسے بادل بارش کی علامت ہے جبکہ اثر کا تعلق کسی چیز کے بعد سے ہوتا ہے (فق ل ۵۵) قرآن میں ہے:

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ (۱۶/۱۶) اور (رستوں میں) نشانات بنا دیے اور لوگ ستاروں سے

بھی راہ معلوم کرتے ہیں۔

۴۔ آیَۃ: ہر ایسی نشانی جس میں غور کرنے پر اس چیز کا بھی علم حاصل ہو اور اس کے مصالح کا بھی (مف)۔ مثلاً کسی شخص کو یہ علم ہو کہ فلاں راستے پر فلاں فلاں قسم کے نشان ہیں۔ اور وہ نشان مل جائیں تو اسے یقین ہو جائے گا کہ اس نے رستہ پالیا اور وُہ ٹھیک راستے پر چل رہا ہے۔ قرآنِ کریم میں آیت کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے (۱) قرآن کریم کا کوئی جملہ (۲) بمعنی نشانی جس کی اوپر تعریف مذکور ہوئی (۳) معجزہ جو انبیاء کو دیا جاتا ہے۔ قرآن کا کوئی جملہ بھی ہو اپنی فصاحتُ بلاغت کے لحاظ سے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کسی مافوق الورٰی ہستی کا کلام ہے۔ اس لحاظ سے بھی ہر جملہ ایک نشانی ہے اور باقی معنوں میں تو بہر حال یہ آیات تعریف مذکورہ کے تحت آ ہی جاتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ فِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (۴۱/۵۳)	ہم عنقریب ان کو اطرافِ عالم میں بھی اور خود اُن کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ (قرآن) حق ہے۔

۴۔ مُبْصِرَۃً: بمعنی روشن اور واضح نشانی جس سے کسی کی آنکھ کھل جائے (مف) اور اس لفظ کا اطلاق بالعموم معجزہ پر ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ (۲۷/۱۳)	جب اُن (فرعون اور اس کی قوم) کے پاس ہماری روشن نشانیاں پہنچیں تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً۔ (۱۷/۵۹)	اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی (نبوتِ صالحؑ کی کھلی نشانی کے طور پر دی۔

اور آیت کے لفظ کے بعد اگر کفار کا تکرار ثابت ہو۔ خواہ قرآن میں مذکور ہو یا احادیث میں تو اس وقت آیت کے معنی بھی معجزہ ہی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَ إِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ (۵۴/۲)	قیامت قریب آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے ہمیشہ سے چلا آتا۔

۵۔ شرط: اَشْرَطَ الْاِبِلَ بمعنی اونٹ فروخت کرنے کے لیے اونٹ کو نشان لگا کر علیحدہ کرنا اور شرط (ج اشراط) بمعنی علامت۔ نشان۔ ہر چیز کا شروع (منجد) بمعنی وہ معین حکم جس کا وقوع کسی دوسرے امر پر معلق ہو۔ وہ دُوسرا امر اس کے لیے بمنزلہ علامت ہوتا ہے اور اشراط الساعۃ بمعنی علاماتِ قیامت (مف) قرآن میں ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ	اب یہ لوگ تو قیامت ہی کو دیکھتے ہیں کہ ناگہاں اُن پر

بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا (۴۷/۱۸) — آ واقع ہو۔ سو اس کی نشانیاں (وقوع میں) آ چکی ہیں۔

۶۔ نُصُب: نَصَبَ الشَّیْءَ بمعنی کسی چیز کو سیدھا کھڑا کرنا۔ گاڑنا۔ اور اَلنَّصْب بمعنی کھڑا کیا ہوا جھنڈا۔ کھڑی کی ہوئی علامت اور نُصُب اور نُصْب بمعنی کھڑی کی ہوئی علامت۔ نشانِ راہ۔ (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ (۷۰/۴۳) — اس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی نشانی پر دوڑے آتے ہیں۔

۷۔ سِیمَا: (سوم) بمعنی علامت۔ نشان اور سَوَّمَ بمعنی ایسا نشان لگانا کہ دوسروں سے امتیاز ہو سکے (مف) گویا سِیما علامتی نشان یا امتیازی نشان کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (۴۸/۲۹) — (کثرتِ) سجود کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوتے ہیں۔

۸۔ شَعَائِر: (واحد شَعِیْرَۃ بمعنی اعلامِ دینیہ۔ یعنی ایسی علامات جنھیں دینی لحاظ سے حرمت کا مقام حاصل ہو۔ ادب کی چیزیں۔ مقامات اور علامات۔ شعائرِ حج۔ بمعنی حج کے ارکان اور مقامات۔ شعائر اللہ۔ وُہ علامات جنھیں اللہ نے قابلِ احترام قرار دیا ہے۔ اور شعائر اللہ سے مراد وُہ قربانی کے جانور بھی ہیں جو بیت اللہ کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ۔ (۲/۱۵۸) — بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ۔ (۵/۲) — اے ایمان والو! اللہ کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ ادب کے مہینے کی اور نہ ان جانوروں کی جو خدا کی نذر کر دیے گئے ہوں اور) ان کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں۔

ماحصل: (۱) اَثَر: ایسی بقیہ چھوڑی ہوئی چیز جس سے کوئی دوسری حقیقت معلوم ہو۔ اصل کے بعد کی چیز۔

(۲) عَلَامَة: ایسی نشانی جو خود تو واضح نہ ہو مگر دوسری چیز کی وضاحت کرتی ہو اور پہلے موجود ہو۔

(۳) آیَة: ایسی چیز جس میں غور کرنے سے اس کا علم بھی حاصل ہو اور اس کے مصانع کا بھی۔

(۴) مُبْصِرَة: روشن اور واضح نشانی جس سے آنکھ کھل جائے۔ معجزہ۔

(۵) شَرْط: ایسی علامت جو کسی دوسرے امر سے متعلق ہو۔

(۶) نُصُب: راستہ پر گاڑے ہوئے نشان یا پتھر وغیرہ۔

(۷) سِیمَا: امتیازی نشان۔

(۸) شَعَائِر: اعلامِ دینیہ۔ ایسی علامات جن کا دین سے تعلق ہو۔

۱۶ ـــــــــــ نشان لگانا

کے لیے سَوَّمَ اور وَسَمَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سَوَّمَ: سِیماء بمعنی علامت۔ امتیازی نشان۔ اور سَوَّمَ بمعنی نشان زد کرنا۔ علامتی نشان لگانا۔ ایسا نشان کرنا کہ دوسروں سے امتیاز ہو سکے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ۔ (۱۱/۸۲)

اور ہم نے اس (لوطؑ کی بستی) پر تہ بر تہ کنکریاں برسائیں جن پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے۔

۲۔ وَسَمَ: بمعنی نشان لگانا۔ داغ لگانا (مف) اور بمعنی جسم پر نقش و نگار اور تل وغیرہ کھودنا (م۔ ل) اور وَسَّمَ بمعنی خضاب لگانا۔ اور وِسَام اور وَسْمَہ وہ چیز ہے جس سے داغ لگایا جائے یا رنگا جائے۔ اور وَسِیْم بمعنی خوبصورت (م۔ ق) قرآن میں ہے:

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (۶۸/۱۶)

ہم عنقریب اس کی سونڈ (لمبوتری ناک) پر داغ لگائیں گے

ماحصل: (۱) سَوَّمَ: امتیازی نشان لگانے کے لیے اور (۲) وَسَمَ نقش و نگار بنانے یا خوبصورتی کے لیے نشان یا داغ لگانے کے لیے آتا ہے۔

۱۷ ـــ نصیحت کرنا ـ نصیحت حاصل کرنا

کے لیے نَصَحَ ۔ ذَكَّرَ ۔ وَعَظَ ۔ وَصّٰی ۔ عِبْرَة اور اِعْتَبَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نَصَحَ: کسی کی خیر خواہی کرنا۔ اور نَصِیْحَۃ ہر وہ قول یا فعل ہے جس میں دوسرے کی خیر خواہی مطلوب ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ (۱۱/۳۴)

اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور خدا یہ چاہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔

۲۔ ذَكَرَ: ذَكَرَ بمعنی یاد کرنا اور یاد آنا (ضد نَسِيَ) اور ذِکْر بمعنی دل میں یا زبان پر کسی چیز کا حاضر ہونا۔ اور تذکرہ بمعنی ہر وہ چیز جس سے اپنی کوئی حاجت یاد آ جائے۔ سرٹیفکیٹ۔ پاسپورٹ ٹکٹ وغیرہ (منجد) اور قرآنِ کریم کو بھی ذکر اور تذکرہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان میں بھلائی کے فطری داعیہ اور عہدِ الست کی یاد دلاتا ہے۔ اور ذکر سے مراد ہر ایسی نصیحت بھی ہے جو اللہ کی یاد کا سبب بنے اور خدا کی یاد تازہ کرنے والی ہر بات ذکر ہے۔ اور ذَكَّرَ نصیحت کرنا اور توجہ دلانا کے معنوں میں آتا ہے۔ ذَكَّرَ الْقَوْمَ بمعنی اس نے قوم کو نصیحت کی (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (۵۱/۵۵) اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔

اور نصیحت قبول کرنے یا حاصل کرنے کے لیے تَذَكَّرَ آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ (۲/۲۲۱) اور اللہ لوگوں کو اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وُہ نصیحت حاصل کریں۔

۳۔ وَعَظَ: بمعنی ایسی بھلائی کی بات کہنا جس سے دل میں رقت پیدا ہو (م سل) ترہیب و ترغیب کے ذریعہ تقویٰ کی طرف مائل کرنا۔ زجر و توبیخ جس میں خوف کی آمیزش ہو۔ خدا کی عقوبت ڈراکر اجر و ثواب کی تحریص دلانا (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (۱۰/۵۷) اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نصیحت آئی ہے جس میں دلوں کے روگ کی شفا ہے۔

۴۔ وَصّٰی: الوصیۃ بمعنی واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا (مف) قرآن میں ہے:

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ۔ (۴/۱۲) یہ تقسیم ترکہ (میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد ہوگا جو اس نے کی ہو یا قرض کے (ادا کرنے کے) بعد۔

اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنے تاکید کرنا یا حکم کرنا ہوگا۔ جیسے فرمایا:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ (۴/۱۲) اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد میں ترکہ کی تقسیم کے بارے) میں حکم دیتا ہے۔

۵۔ عِبْرَۃ اور اِعْتَبَرَ۔ عَبُوْر کا لفظ بنیادی طور پر پانی کو پار کرنے کے لیے مختص ہے خواہ تیر کر کیا جائے یا کشتی، جالور یا پُل کے ذریعہ۔ اور عَبْرُ النَّهْرِ وُہ جگہ ہے جہاں سے پانی میں اتر کر نہر کو پار کیا جائے۔ اسی چیز سے مشابہت رکھتے ہوئے عَبْرُ الْعَيْنُ کا معنی ہے آنکھ سے آنسو جاری ہونا (مف) اور عَبْرَۃ بمعنی آنسو (ج عبرات) اور عَبَرَ بمعنی غمزدہ ہونا۔ آنسو بہانا۔ اور عبر العین بمعنی آنکھ کا آنسوؤں سے ڈبڈبانا۔ اور عبرۃ بمعنی کسی واقعہ میں غور و فکر سے نصیحت حاصل کرنا۔ کہتے ہیں لَكَ بِفُلَانٍ عِبْرَۃٌ یعنی اس شخص کے احوال میں غور و فکر کرکے وُہ اصل تلاش کرنا جو اس واقعہ کا اصل سبب ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (۲۴/۴۴) خُدا ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔ اہلِ بصارت کے لیے اس میں بڑی عبرت ہے۔

اور اعتبر بمعنی کسی اندوہناک اور غمزدہ کرنے والے واقعہ میں غور و فکر کرکے اس سے نصیحت حاصل کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ (۵۹/۲) اور ان (یہود) کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے۔ تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو

ماحصل: (۱) نَصَحَ: کسی کی خیر خواہی کی بات کہنا یا کام کرنا۔

(۲) ذَکَّرَ: ایسی نصیحت جس سے خدا کی یاد تازہ ہو۔

(۳) وَعَظَ: ترغیب وترہیب کے ذریعہ نصیحت کرنا۔

(۴) وَصّٰی: واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا۔

(۵) اِعْتَبَرَ: کسی اندوہناک واقعہ کے اسباب میں غور وفکر کرکے نصیحت حاصل کرنا۔

۱۸۔ نعمت

کے لیے نِعْمَۃ اور نَعْمَۃ اور اٰلَاءَ (الی) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ **نِعْمَۃ:** بمعنی احسان، نوازش۔ مہربانی۔ فضل (منجد) ایسی نوازش جو دوسرے پر کی جائے (فق ل ۱۵۸) (ج نِعَمٌ) اور اَنْعُمٌ) نعمۃ اسم جنس ہے اور اس لفظ کا اطلاق ہر طرح کی نعمت پر، چھوٹی ہو یا بڑی، تھوڑی ہو یا زیادہ سب پر یکساں ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ (۳/۱۷۱) وہ خدا کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں۔

۲۔ **نَعْمَۃ:** بمعنی ہر وہ چیز جو معیشت میں اصلاح اور آسودگی کا باعث بنے (م۔ل) عیش وآرام کا سامان اور اس کے لوازمات۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ (۴۴/۲۷) اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔

۳۔ **اٰلَاءُ:** (اِلًی کی جمع) بمعنی نعمت (مف) اَلٰی۔ یَاْلُوْ۔ بمعنی کمی کرنا۔ کسر اٹھا رکھنا۔ کوتاہی کرنا۔ کسر چھوڑنا (مف۔م ل) جیسے فرمایا:

لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸) وہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

اور اٰلَاء سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان کی ضروریات مہیا کرتی ہیں اور پے در پے آتی رہتی ہیں اور اسے زندگی بسر کرنے کے لیے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی (فق ل ۱۶۰) اور یہ بالعموم جمع ہی استعمال ہوتا ہے کیونکہ ایسی نعمت ایک تو ہے نہیں۔ لہٰذا اٰلَاءِیْ آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (۵۵/۱۰-۱۳)

اور اسی نے خلقت کے لیے زمین بچھائی۔ اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ماحصل: (۱) نِعْمَۃ: احسان۔ مہربانی جو دوسرے پر کی جائے۔

(۲) نَعْمَۃ: آسودگی اور مرفہ الحالی کے لوازمات۔

(۳) اٰلَاء: ضروریاتِ زندگی کے بنیادی لوازمات۔

۱۹۔ نعمت عطا کرنا

کے لیے اَنْعَمَ اور نَعَّمَ ، خَوَّلَ ، اَتْرَفَ ، اَغْنٰی اور اَقْنٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَنْعَمَ بمعنی احسان کرنا۔ انعام کرنا۔ یہ لفظ غیر انسان کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ اَنْعَمَ عَلٰی فَرَسِہٖ کبھی نہیں آئے گا (م۔ق) اور نہ ہی اپنی ذات کے لیے استعمال ہو سکتا ہے (فق ل ۱۵۸) ارشادِ باری ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱/۵)	ہم کو سیدھے رستے چلا۔ ان لوگوں کے رستے جن پر تُو اپنا فضل و اکرام کرتا رہا۔

اور نَعَّمَ بمعنی کسی کو نعمت سے نوازنا۔ جیسے فرمایا:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ (۸۹/۱۵)	مگر انسان کا یہ حال ہے کہ جب اس کا پروردگار اسے آزماتا ہے اور عزت بخشتا اور نعمت عطا کرتا ہے۔

۲۔ خَوَّلَ : بمعنی عطا کرنا۔ بخشنا۔ مالک بنانا (منجد) اور بمعنی حشم و خدم عطا کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ (۶/۹۴)	اور جو مال و متاع ہم نے تمہیں عطا فرمایا تھا وہ سب اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے۔

۳۔ اَتْرَفَ : اَلتُّرْفَہُ بمعنی عیش و آرام کی فراوانی ۔ نعمتوں کی کثرت جو انسان کو بہکا دے۔ اور مُتْرِفٌ بمعنی وُہ آسودہ حال جو کثرتِ دولت کی وجہ سے بدمست ہو (مف)

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (۱۱/۱۱۶)	اور جو ظالم تھے وہ انہی باتوں کے پیچھے لگے رہے جن میں عیش و آرام تھا اور وُہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

۴۔ اَغْنٰی (اللہ) بمعنی اللہ تعالیٰ کو کسی شخص کو اتنا مال و دولت دینا کہ وُہ دوسروں کی احتیاج سے بے نیاز ہو جائے۔ عام لفظ ہے۔

۵۔ اَقْنٰی : بمعنی غنی کرنا اور راضی کرنا (مف۔ منجد) یعنی اتنا مال و دولت دینا کہ اس کی احتیاج پوری کرنے کے علاوہ وُہ خوش بھی ہو جائے۔ اور بمعنی غنی کرنا پھر اس مال کو بڑھانا خزانہ عطا کرنا (م۔ق) اور بعض اہل لغت کے نزدیک اَقْنٰی اَغْنٰی کی ضد ہے۔ بمعنی مفلس بنا دینا۔ اَقْنٰی لغت اضداد سے ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى (۵۳/۴۸)	اور یہ کہ اسی (اللہ) نے دولت دی اور خزانہ دیا (فتح محمد)
	وُہی دولت مند بناتا اور مفلس کرتا ہے (جالندھری)

ماحصل: (۱) اَنْعَمَ : احسان و اکرام کرنا۔ عام ہے (صرف انسان کے لیے آتا ہے) (۲) خَوَّلَ : جاہ و حشم عطا کرنا۔ اور (۳) اِتْرَفَ : آسودہ حالی کی وجہ سے بدمست ہونا۔

(۴) أَغْنٰى : اتنی دولت دینا جو بے نیاز کردے۔

(۵) أَقْنٰى : غنی کرنا اور راضی کرنا۔خزانہ دینا۔ اور بعض کے نزدیک مفلس بنانا۔

۲۰۔ نقصان نقصان ہونا

کے لیے ضَرٌّ اور ضَيْر، خَسَارًا، كَسَاد، بَخْس، بَوَار اور مَغْرَم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ضَرّ: بمعنی تکلیف۔ نقصان (ضد نفع) عام لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (۷/۱۸۸) — کہہ دیجیے کہ میں تو اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو کچھ اللہ چاہے۔

اور ضَيْر کے معنی بھی مضرت۔ گزند اور نقصان ہے۔ اور امام راغب کے نزدیک ضَارَّةٌ اور ضَرَّةٌ کے معنی ایک ہی ہیں (مف) قرآن میں ہے:

قَالُوْا لَا ضَيْرَ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (۲۶/۵۰) — جادوگر فرعون سے کہنے لگے کچھ نقصان (کی بات) نہیں۔ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔

۲۔ خَسَارًا: بمعنی راس المال میں کمی واقع ہونا (مف) کسی سودے میں نفع کی بجائے الٹا نقصان ہوجانا۔ ٹوٹا۔ گھاٹا (خَسِرَ ضد رَبِحَ) ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا (۳۵/۳۹) — اور کافروں کو ان کا کفر نقصان ہی زیادہ کرتا ہے۔

۳۔ كَسَاد: بمعنی کسی چیز کے خریدنے کی رغبت نہ رہنا۔ (م ل) مندا ہونا۔ تجارت کا مال فروخت نہ ہونا۔ کساد بازاری مشہور لفظ ہے بمعنی بازار کا سرد پڑجانا۔ قرآن میں ہے:

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا (۹/۲۴) — اور تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو۔

۴۔ بَخْس: بمعنی حقیر اور ناقص چیز۔ اور بَبْخَس ظلم سے کوئی چیز کم کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ه (۷۲/۱۲) — اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے تو اسے نقصان یا یا زبردستی کا کوئی خطرہ نہیں۔

۵۔ بَوَار: بُوْر اور بَوَار بمعنی کسی چیز کا بہت زیادہ مندا پڑنا اور ہلاکت کے قریب پہنچنا (مف) خسارہ ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ راس المال کا ختم ہوجانا اور تباہ ہوجانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ (۳۵/۲۹) — اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت (کے فائدہ) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہ ہوگی۔

۶۔ مَغْرَم: اَلْغُرْم: وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جنایت (جرم) کا ارتکاب کیے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ تاوان (مف) اور غَرِمَ بمعنی کسی کا قرض ادا کرنا۔ اور غَرِيْم بمعنی قرض خواہ بھی

اور مقروض بھی (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ (۹/۶۰) — (زکوٰۃ کا مال) غلاموں کو آزاد کرانے، قرضداروں کا قرضہ بیباک کرنے، اللہ کی راہ اور مسافروں پر خرچ کرنا چاہیے۔

اور مَغْرَم اور غُرْم دونوں ہم معنی ہیں۔ اور مُغْرَم وہ شخص ہے جس پر تاوان پڑ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ (۵۶/۶۵-۶۶) — اگر ہم چاہیں تو اس (کھیتی) کو چورا چورا کر دیں۔ پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ گے کہ (ہائے) ہم تو مفت تاوان میں پھنس گئے۔

ماحصل: (۱) ضَرًّا: نقصان۔ عام ہے۔

(۲) خَسَارًا: تجارت میں گھاٹا۔ راس المال میں کمی ہونا

(۳) کَسَاد: اشیائے فروختنی کی مانگ کم ہونا یا ختم ہونا۔

(۴) بَخْس: اچھی چیز کے بدلے ناقص اور ردی چیز ملنا۔

(۵) بَوَار: خسارہ ہوتے ہوئے تباہ ہو جانا۔

(۶) مَغْرَم: تاوان۔ جو رقم بلاوجہ ادا کرنی پڑے۔

۲۱۔ نکاح کرنا۔ کرانا

کے لیے نَكَحَ، اَنْكَحَ اور زَوَّجَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَكَحَ: النکاح وہ عقد ہے جو زوجین میں قرار پاتا ہے (مف) اور اس کا تعلق صرف مکلف مخلوق سے ہے یعنی انسانوں اور جنوں سے۔ اور نَكَحَ بمعنی اپنا نکاح کرنا۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ (۴/۳) — عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں انھیں نکاح میں لاؤ۔

اور اَنْكَحَ بمعنی کسی دوسرے کا نکاح کرنا۔ یا دوسرے کو نکاح میں دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا (۲/۲۲۱) — مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو ان کے نکاح میں نہ دینا۔

۲۔ زَوَّجَ: زَوْج بمعنی جوڑا۔ شوہر۔ بیوی۔ ساتھی۔ اور زَوَّجَ بمعنی جوڑا بنانا۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زَوْج کہلاتا ہے۔ اور حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں جفت کو زَوْج کہا جاتا ہے (مف) اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے، کہ اگر نکاح کے بعد رخصتی نہ ہو تو بھی زَوْج استعمال نہ ہو گا۔ لہٰذا زَوَّجَ کا صحیح مفہوم نکاح اور رخصتی یا شادی کرنا اور جوڑا بنانا ہے۔ اور اسی طرح اس کا معنی خود شادی کرنا نہیں بلکہ نکاح میں دینا ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي — پھر جب زید نے اس (زینب) سے خواہش پوری کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ

اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِہِمْ (۳۳/۳۷) مومنوں کے لیے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں سے نکاح کرنے میں تنگی نہ رہے۔

ماحصل (۱) نکح صرف مکلف مخلوق کے لیے اور عقد نکاح کے لیے (۲) زوّج جوڑا بنانا۔ عام ہے۔ نیز اس میں نکاح کے ساتھ رخصتی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔

امام راغب کہتے ہیں کہ اگر زوّج کا صلہ ب سے آئے تو اس کا معنیٰ محض جوڑا بنانا ہے جنسی تعلقات قائم کرنا نہیں۔ اور زَوَّجْنَاھُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ میں یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ محض رفیق اور ساتھی ہوں گی، ورنہ قرآن زَوَّجْنٰھُمْ بِحُوْرٍ کی بجائے زَوَّجْنٰھُمْ حُوْرًا کہتا۔ جیسا کہ زَوَّجْتُہٗ اِمْرَاَۃً محاورہ ہے (مف) واللہ اعلم!

۲۲۔۔۔۔۔۔۔ نکلنا

کے لیے خَرَجَ، بَرَزَ، نَفَرَ، غَزٰی، زَھَقَ اور نَفَذَ، سَلَّ اور لَوَاذًا، دَفَقَ، شَرَقَ، طَلَعَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَرَجَ: نکلنا۔ باہر آنا (ضد دَخَلَ) مشہور لفظ ہے اور اس کا استعمال بھی عام ہے۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ خَرَجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَکُمْ (۵۹/۱۱) اگر تم نکلے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔

۲۔ بَرَزَ: بمعنی نکل کر کھلے میدان میں آجانا۔ سامنے آنا۔ گمنامی و پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا (منجد) اور بَرَزَ بمعنی فضا اور کھلا میدان۔ اور دَعْوَتِ مُبَارَزَت بمعنی میدان جنگ میں کسی شخص کا آگے بڑھ کر دشمن کے کسی آدمی کو مقابلہ کے لیے للکارنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِہٖ۔ (۲/۲۵۰) اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ میں نکل آئے۔

۳۔ نَفَرَ: بمعنی کسی مہم یا جنگ پر روانہ ہونا۔ اَلنَّفْر جنگ جوؤں کا دستہ۔ تین سے دس تک کی جماعت۔ اور نفیر بمعنی لڑائی کی طرف کوچ کرنے والے لوگ۔ اور نفیر العام بمعنی عوام کا دشمن کے مقابلہ کے اٹھ کھڑا ہونا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا (۴/۷۱) دستے دستے ہو کر نکلو یا سب جمع ہو کر۔

۴۔ غَزٰی (غزو) بمعنی دشمن سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلنا (مف) اور بمعنی لڑنے کے لیے نکلنا۔ لوٹ کے لیے حملہ کرنا۔ اور غَزَّی بمعنی لڑائی کے لیے روانہ کرنا یا تیار کرنا (منجد) اور غَزَّی اور اَغْزٰی بمعنی لڑائی کے لیے روانہ کرنا اور سامانِ حرب دینا (م ق) ارشادِ باری ہے:

اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا (۳/۱۵۶) یا جہاد کو نکلیں اور مارے جائیں تو کہتے ہیں) اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے۔

۵۔ زَھَقَ: نکل بھاگنا (مف) زَھَقَ النَّفْس روح کا جسم سے خارج ہونا۔ اور زَھَقَ الْبَاطِلُ بمعنی

باطل کا فرار ہو جانا (م-ل) اور زاھق بمعنی ہزیمت خوردہ۔ شکست خوردہ مقابلے میں آکر شکست کھانے اور نکل بھاگنے والا۔ نیز زھق لغت اضداد سے ہے۔ زاھق بمعنی بہت موٹا جانور بھی اور بہت دبلا اور کمزور جانور بھی (م-ا-منجد) لہٰذا زھق کسی چیز کو شکست دے کر بھگانے یا کمزور و مضمحل کرکے بھگانے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۱۷/۸۱) — اور کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا۔ بیشک باطل نکل بھاگنے والا ہے۔

۶- نَفَذَ: بمعنی آر پار نکل جانا۔ اور نفاذ بمعنی قوت سے کسی بات کا اجراء ہونا۔ کسی چیز کا پھٹ کر بسرعت داخل ہونا اور آر پار ہو جانا (مف) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا (۵۵/۳۳) — اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل جاؤ۔

۷- سَلَّ: آرام سے چوری چھپے نکل جانا (م-ل) کھسک جانا۔

۸- لِوَاذًا: لَاذَ بِالْجَبَلِ بمعنی پہاڑ کی اوٹ میں ہونا۔ چھپنا۔ اور لَوْذ بمعنی پہاڑ کا کنارا اور مَلَاذ جائے پناہ یا قلعہ (م-ق) لِوَاذًا اوٹ کی تلاش میں نکل جانا۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا (۲۴/۶۳) — بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں۔

۹- دَفَقَ: بمعنی کسی چیز کا زور اور قوت سے آگے کو بڑھنا۔ اچھل کر نکلنا (م-ل) ارشادِ باری ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ (۸۶/۶) — تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے۔ وہ اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

۱۰- شَرَقَ: شَرْق بمعنی آفتاب۔ سورج۔ سورج نکلنے کی جگہ۔ اور شَرْق بمعنی دروازے کی دراڑ سے نکلنے والی روشنی۔ اور شَرَقَتِ الشَّمْسُ بمعنی سورج کا نکلنا۔ اور مشرق بمعنی سورج کے نکلنے کی جگہ (منجد) گویا شَرَقَ کا لفظ سورج کے نکلنے یا طلوع ہونے سے مخصوص ہے یا کسی ایسی چیز سے جو عام سیاروں سے بہت زیادہ روشن اور منور ہو۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (۳۹/۶۹) — اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی۔

اور اَشْرَقَ طلوعِ آفتاب کے وقت کوئی کام کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ (۲۶/۶۰) — تو انہوں (آلِ فرعون) نے سورج نکلتے ہی ان (بنی اسرائیل) کا تعاقب کیا۔

۱۱- طَلَعَ: عام سیارات وغیرہ کا طلوع ہونا (منجد) اور ان میں سورج بھی شامل ہے۔ گویا طَلَعَ کا لفظ عام ہے۔ جبکہ شَرَقَ صرف سورج کے نکلنے کے لیے آتا ہے۔ بنی نجار کی لڑکیاں

رسولؐ اللہ کی آمد پر جو گیت گاتی تھیں اس کا پہلا مصرع یہ تھا طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا۔ قرآن میں سیاروں کے نمودار ہونے کے لیے طَلَعَ کا لفظ نہیں آیا۔ البتہ فجر کے متعلق آیا ہے (یا پھر سورج کے متعلق) اور فجر کی روشنی سورج سے بہرحال بہت کم ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۹۷/۵) یہ (رات) طلوعِ صبح تک (امان اور) سلامتی ہے۔

ماحصل؛

(۱) خَرَجَ: نکلنا۔ عام استعمال ہے۔

(۲) بَرَزَ: میدان میں نکلنا سامنے آجانا۔

(۳) نَفَرَ: جنگ یا کسی مہم پر نکلنا۔

(۴) غَزٰی: یہ لفظ جہاد پر روانہ ہونے کیلیے مخصوص ہے

(۵) زَھَقَ: ہزیمت خوردہ یا مضمحل ہو کر نکل بھاگنا۔

(۶) نَفَذَ: آرپار نکل جانا۔

(۷) سَلَّ: کھسک جانا۔

(۸) لَاذَ: اوٹ کی تلاش میں نکلنا۔

(۹) دَفَقَ: قوت اور زور سے آگے بڑھنا۔ اچھل کر نکلنا۔

(۱۰) شَرَقَ: سورج کا نکلنا۔

(۱۱) طَلَعَ: نجوم وکواکب (سورج سمیت) کا نکلنا۔ عام ہے۔

۲۳ ——— نکالنا

کے لیے اَخْرَجَ، بَرَّزَ اور طَرَدَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَخْرَجَ: نکالنا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (۹/۴۰) اگر تم رسولؐ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس وقت مدد کی جب اسے کافروں نے نکال دیا تھا۔

۲۔ بَرَّزَ: بمعنی سامنے لانا (تفصیل اوپر دیکھیے) قرآن میں ہے؛

وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی۔ (۷۹/۳۶) اور دوزخ دیکھنے والے کے لیے سامنے رکھ دی جائے گی۔

۳۔ طَرَدَ: کسی کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر دُور کر دینا۔ ہٹا دینا (مف) سختی سے دفع کرنا (ف ل ۱۸۸) ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (۶/۵۲) اور ان لوگوں کو مت نکال جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔

ماحصل؛

(۱) اَخْرَجَ: "نکالنا" کے لیے عام ہے۔

(۲) بَرَّزَ: کسی چیز کو نکال کر سامنے کھلی جگہ میں لے آنا۔

(۳) طَرَدَ: حقیر و ذلیل سمجھ کر کسی کو نکال دینا۔

۲۴ ——— نگاہ

کے لیے بَصَر اور طَرْف کے الفاظ قرآن میں آتے ہیں۔

۱۔ بَصَر: بمعنی آنکھ بھی اور آنکھ کا عمل یعنی نظر یا نگاہ اور دیکھنا بھی ہے۔ اور اس لفظ سے صرف دیکھنے کا عمل واضح ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۵۰/۲۲) سو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

۲۔ طَرَف : کا اصل معنٰی کسی چیز کا کنارا یا اس کی حد ہے۔ طَرَفُ الْعَيْن بمعنی آنکھ کی جھپک اور طَرْفَةُ عَيْنٍ بمعنی اتنا عرصہ یا وقفہ یا مدت جو ایک بار آنکھ جھپکنے میں لگتا ہے۔ گویا طَرَف میں دیکھنے کے عمل کی وضاحت مطلوب نہیں ہوتی بلکہ انتہائی قلیل مدت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (۲۷/۴۰) میں اس (بلقیس کے تخت) کو تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے تمہارے پاس لا سکتا ہوں۔

پھر یہ لفظ اپنے کثرتِ استعمال سے بَصَر کا ہم معنی بن گیا جیسے طَرْفٌ خَفِيٌّ دزدیدہ نگاہ۔ اور قٰصِرٰتُ الطَّرْف (۳۷/۴۸) بمعنی نگاہیں نیچی رکھنے والیاں۔

ماحصل : بَصَر : کا لفظ نظر یا نگاہ کے لیے عام ہے جبکہ طَرَف کا لفظ آنکھ جھپکنے کی قلیل مدت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

نگاہ ــــ نگاہ ڈالنا ــ کے لیے دیکھیے "دیکھنا"

۲۵ ـــــــ نگہبان

کے لیے حَافِظ اور حَفِيظ، رَقِيب، مُقِيت (قوۃ)، حَرَس اور مُهَيْمِن (همن) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ حَافِظ : (اَحْفَظ (ضد اَضَاع) بمعنی کسی چیز کو ضائع ہونے اور تلف ہونے سے بچانا (منجد) نگہبانی کرنا (م۔ ل) کسی چیز کو بیرونی خطرات سے بچانے کی کوشش کرنا۔ اور حَافِظ اسم فاعل ہے بمعنی حفاظت کرنے والا اور حَفِيظ میں مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی ہر آن حفاظت کرنے والا ارشادِ باری ہے :

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا (۱۲/۶۴) اللہ ہی بہتر محافظ ہے۔

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ (۱۱/۸۵) اور میں تمہارا نگہبان تو نہیں۔

۲۔ رَقِيب : رقبۃ بمعنی گردن۔ اور رَقَبَ بمعنی کسی گردن پر نظر رکھنا یا اس کی نگرانی اور نگہبانی کرنا (مف) اور رَقْبَةٌ بمعنی احتیاط، نگہبانی، بچاؤ اور خوف ہے (منجد) لہٰذا رَقِيب کے معنی ایسا نگہبان ہے جو خود بھی ہر وقت چوکس رہے۔ اور جس پر رَقِيب ہے اس کا کوئی فعل اس سے مخفی نہ رہے (فق ل ۷۰ا) قرآن میں ہے :

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (۵/۱۱۷) پھر جب اے اللہ تو نے مجھے (عیسٰیؑ کو) اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔

۳۔ مُقِيت : (قوۃ) قَاتَ بمعنی روزی دینا۔ رزق دینا۔ کفالت کرنا۔ اور اَقَاتَ بمعنی قدرت

رکھنا۔حفاظت کرنا۔ روزی عطا کرنا۔اور مُقِیت بمعنی صاحبِ اقتدار۔نگران و محافظ (منجد) گویا مُقِیت ایسا نگران ہے جو خود صاحبِ اقتدار بھی ہو۔اور ابن فارس کے نزدیک مُقِیت میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں (۱) کسی چیز پر قدرت (۲) حفاظت اور (۳) امساک (م۔ل یعنی مُقِیت وہ مقتدر ہستی ہے جو حفاظت کرنے پر پوری قوت رکھتا ہو۔ارشادِ باری ہے:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (۴/۸۵) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے۔

۴۔ حَرَس: حَرَس بمعنی حفاظت میں لینا۔حراست میں لینا۔پہرہ لگانا۔ملزم کی نگرانی کرنا۔ابن فارس کے نزدیک حرس میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) حفاظت (۲) زمانہ (م۔ل۔فق ل ۱۶۹) یعنی کچھ مدت کے لیے نگرانی کرنا۔اور حرس الملك بمعنی شاہی محافظ۔باڈی گارڈ (منجد) قرآن میں ہے:

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا (۷۲/۸) اور ہم نے آسمانوں کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔

۵۔ مُهَيْمِن: ابن الفارس اور بعض دوسرے اہلِ لغت اسے امن کے تحت لائے ہیں بمعنی امن دینے والا (م۔ل) اور هَيْمَنَ الطَّائِرُ عَلٰى فِرَاخِهٖ بمعنی پرندے نے اپنے پر اپنے بچے پر بچھا دیے۔اور مھیمن وُہ ہے جو (۱) کسی کو خوف سے امن دے (۲) کسی کا کوئی حق ضائع نہ ہونے دے (م۔ل) قرآن میں یہ لفظ دو بار استعمال ہوا ہے اور ان دونوں معنوں میں آیا ہے۔

ارشادِ باری ہے:

(۱) بمعنی پناہ میں لینا اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ (۵۹/۱۲) وہ بادشاہ (حقیقی اور ہر عیب سے) پاک سلامتی اور امن دینے والا اور نگہبان۔

(۲) حق ضائع نہ ہونے دینا۔ارشادِ باری ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (۵/۴۸) اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان سب کو محیط ہے۔

ماحصل:

(۱) حَافِظ: کسی چیز کو تلف ہونے سے بچانے والا۔

(۲) رَقِيْب: جو محافظ خود بھی چوکس رہتا ہو اور دوسری چیز کی ہر ہر حرکت سے آگاہ بھی رہے۔

(۳) مُقِيْت: ایسا محافظ جو حفاظت پر پوری قدرت رکھتا ہو۔

(۴) حَرَس: پہرہ دار۔چوکیدار۔حراست میں لینے والا۔حفاظت + زمانہ

(۵) مُهَيْمِن: اپنی پناہ میں لے کر حفاظت کرنے والا۔حفاظت + تدبیر۔نیز دیکھیے "حفاظت کرنا"

۲۶ ــــــــ نگلنا

کے لیے بَلَعَ، مَرِءَ، سَاغَ، غَصَّ، لَقِفَ اور اِلْتَقَمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَلَعَ: بَلْعَم یا بُلْعُوم بمعنی حلق۔ کھانا کھانے کی نالی۔ اور بَلَعَ بمعنی نگلنا۔ حلق سے نیچے اُتارنا۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ (۱۱/۴۴) اور زمین کو حکم دیا گیا کہ وُہ اپنا پانی نگل لے۔

۲۔ مَرَءَ: اَلْمَرِئُ اس نالی کو کہتے ہیں جو حلق سے معدہ تک جاتی ہے جس کے ذریعہ کھانا معدہ میں پہنچتا ہے۔ اور مَرَءَ بمعنی کھانا بسہولت اس نالی سے معدہ تک پہنچ گیا (مف) اور مَرِيئًا۔ وُہ کھانا جو بسہولت معدہ تک پہنچ جائے۔ انجام بخیر (فق ل ۲۴۵) ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا (۴/۴) ہاں اگر عورتیں اپنی خوشی سے مہر کی رقم میں سے تمہیں کچھ چھوڑ دیں تو اسے ذوق وشوق سے کھالو۔

۳۔ سَاغَ: بمعنی کھانے یا پینے کا آرام سے گلے سے نیچے اتر جانا اور خوشگوار ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ (۱۶/۶۶) (اور ہم تمہیں) خالص دودھ (پلاتے ہیں)، جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

اور اَسَاغَ بمعنی کھانے یا پینے کی چیز کو حلق سے نیچے اتارنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ (۱۴/۱۷) اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے وُہ گھونٹ گھونٹ کرکے پیئے گا اور گلے سے نیچے نہیں اتار سکے گا۔

۴۔ غَصَّ: بمعنی کھانے سے یا پانی سے گلے میں پھندا لگنا (منجد) کھانے کا گلے میں اٹک جانا اور نگل نہ سکنا۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (۷۳/۱۲) کچھ شک نہیں کہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ ہے اور کھانا ہے گلوگیر۔

۵۔ لَقِفَ: بمعنی کسی چیز کو جلدی سے لے لینا۔ اور لَقِفَ الطَّعَامَ بمعنی جلدی جلدی کھانا (منجد) کسی چیز کو کمال اور ہوشیاری سے لے لینا۔ اور یہ ہاتھ اور منہ میں لینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (مف) بمعنی جلدی سے کھانا۔ نگلنا (م ق) ارشادِ باری ہے:

وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا (۲۰/۶۹) اور اے موسیٰ! جو چیز تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے (یعنی عصا) اسے ڈال دے، تو جو کچھ انہوں نے بنایا ہے سب کچھ نگل جائے گا۔

۶۔ اِلْتَقَمَ: لَقَمَ بمعنی لقمہ بنانا۔ ایک بار جتنی خوراک منہ میں جا سکتی ہے۔ ہاتھ سے منہ میں ڈالنا۔ (م۔ل) اور اِلْتَقَمَ بمعنی جلدی سے ہڑپ کر لینا (منجد) اور بمعنی بڑے بڑے لقمے بنا کر ہڑپ کر جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ (۳۷/۱۴۲) پھر مچھلی نے یونس کو نگل لیا اور انہوں نے قابلِ ملامت کام کیا تھا۔

ماحصل: (۱) بَلَعَ: نگلنا۔ حلق سے اتارنا۔ عام استعمال ہے۔
(۲) مَرِءَ: کسی چیز کا بسہولت معدہ تک پہنچ جانا۔
(۳) سَاغَ: کسی چیز کا خوشگوار ہونے کی وجہ سے بسہولت معدہ میں اتر جانا۔
(۴) غَصَّ: کھانے کا گلے میں پھندا لگنا۔
(۵) لَقِفَ: جلدی جلدی کھانا۔ چبائے بغیر نگل جانا۔
(۶) اِلْتَقَمَ: ہڑپ کر جانا۔ بڑے بڑے لقمے بنانا یا ایک ہی دفعہ نگل جانا۔

۲۷۔۔۔۔نہانا۔۔۔۔دھونا

کے لیے غَسَلَ[1] اور اِغْتَسَلَ اور طَهُرَ[2] اور اِطَّهَرَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غَسَلَ بمعنی کسی چیز کو دھونا اور میل کچیل دور کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ (۵/۶) — جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو ہاتھ اور منہ دھو لیا کرو۔

اور اِغْتَسَلَ بمعنی پورے بدن کو میل کچیل سے صاف کرنا یا نہانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا (۴/۴۳) — اور جنبی بھی جب تک نہا نہ لے نماز کے قریب نہ جائے مگر راہ چلتا مسافر (کہ اگر پانی نہ ملے تو تیمم سے نماز ادا کر لے)

۲۔ طَهُرَ: طَهُرَتْ کی ضد طَمِثَتْ ہے یعنی عورت کا حیض والا ہونا۔ اور طہرت بمعنی حیض سے فارغ ہونا اور نہا کر پاک ہونا ہے۔ اور طَهُرَ کا لفظ غَسَلَ سے بہت زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ طہارت تین طریقے پر ہے۔ طہارت ظاہری، حکمی اور قلبی۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ اگر کپڑے پر پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں تو کپڑا میلا نہیں ہوتا لیکن ناپاک ضرور ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (۷۴/۴) — اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

گویا طَهَّرَ سے مراد کپڑوں کو میل کچیل سے صاف کرنا بھی اور نجاست سے پاک کرنا بھی۔ اور یہی فرق اِطَّهَرَ بمعنی نہانا اور اِغْتَسَلَ بمعنی نہانا میں ہے۔

ماحصل: غَسَلَ اور اِغْتَسَلَ صرف میل کچیل دور کرنے کے لیے اور طَهَّرَ اور اِطَّهَرَ میل کچیل کے علاوہ ناپاکی کو بھی دور کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔

۲۸۔۔۔۔نہیں

کے لیے بہت قسموں کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

(ا) لَیْسَ، فعل ناقص ہے۔ اس کا صرف ماضی ہی آتا ہے اور پورے صیغے استعمال ہوتے ہیں اور ماضی اور حال دونوں معنی دیتے ہیں۔ مثلاً لَسْتَ بمعنی نہیں ہے تو، یا نہیں تھا تو، اور لَسْنَا بمعنی نہیں ہیں ہم یا نہیں تھے ہم۔

(ب) لَا، لَمْ اور لَنْ: یہ تین حروف ایسے ہیں جو مضارع پر داخل ہو کر اسے منفی بنا دیتے ہیں۔ لَا کا عمل تو محض منفی بنانے کا ہے۔ جیسے لَا یَضْرِبُ وُہ نہیں مارتا یا مارے گا۔ اور لَمْ داخل ہو تو منفی بنانے کے ساتھ ساتھ ماضی میں بھی تبدیل کر دیتا ہے جیسے لَمْ یَضْرِبْ بمعنی اس نے نہ مارا۔ اور لَنْ منفی بنانے کے ساتھ ایک تو اسے مستقبل کے لیے مخصوص کر دیتا ہے دوسرے نفی کی تاکید کرتا ہے۔ جیسے لَنْ یَّضْرِبَ بمعنی وُہ ہرگز نہ مارے گا۔"

(ج) اِنْ۔ مَا اور هَلْ: یہ تین حروف ایسے ہیں جن کے اپنے معنے تو کچھ اور ہیں مگر ان کے بعد اگر اِلَّا آئے تو ان کے معنی کو "نہ" یا "نہیں" میں بدل دیتے ہیں جیسے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تُكَذِّبُوْنَ (۳۶/۱۵) بمعنی نہیں ہو تم مگر جھٹلاتے، یعنی تمہارا تو کام ہی جھٹلانا ہے۔ اسی طرح مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللهُ "یعنی نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ" اور هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷/۹۳) یعنی "نہیں ہوں میں مگر پیغام پہنچانے والا انسان"

(د) اور "نہ یا نہیں" کے لیے مندرجہ ذیل حروف مستقل حیثیت سے آتے ہیں۔ لَا۔ لَمَّا۔ بَلٰی۔ كَلَّا، اِنَّمَا، مَا (نافیہ) اور لَاتَ۔

۱۔ لَا: کثیر الاستعمال ہے۔ مثبت کلام کے نفی میں جواب کے لیے، عطف کے لیے اور تکرار کے لیے آتا ہے، جیسے،

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی (۷۵/۳۱) نہ اس نے (اللہ کے کلام کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔

(تفصیل کسی گرامر کی کتاب میں دیکھیے)

۲۔ لَمَّا: بالعموم ماضی میں کسی واقعہ کی نفی کے لیے آتا ہے (مف) بمعنی ابھی تک نہ یا نہیں۔ قرآن میں ہے:

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ (۹/۱۶) اور ابھی تک تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا۔

(مزید تفصیل کے لیے کسی گرامر کی کتاب کی طرف رجوع فرمائیے!)

۳۔ بَلٰی، جب سوال منفی میں ہو اور جواب میں اس منفی کی تردید بھی مقصود ہو اور جواب مثبت کلام میں دینا ہو تو بَلٰی استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی "کیوں نہیں" قرآن میں ہے:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی (۷/۱۷۲) (اللہ تعالیٰ نے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ کہنے لگے۔ کیوں نہیں (یعنی ضرور ہو)

۴۔ كَلَّا: بمعنی ہرگز نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا یہ حرف سابق کلام سے روکنے اور تنبیہ کے لیے مستعمل ہے۔ کلامِ سابق کو

باطل کرنے کے لیے آتا ہے (م۔ق) (منجد) ارشادِ باری ہے:

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝ — یہ (لوگ) کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں؟ (کیا) بڑی خبر

الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝ — (قیامت) کے متعلق؟ جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ — ہرگز نہیں۔ یہ عنقریب جان لیں گے پھر دیکھو یہ

(۷۸ / ۱ تا ۵) عنقریب جان لیں گے۔

۵۔ اِنَّمَا: بمعنی سوائے اس کے نہیں۔ اس کے علاوہ دوسری کوئی بات نہیں۔ کلمۂ حصر ہے، جو کسی مقصد کو مقید کر دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّ — کہہ دو کہ سوا اس کے اور کوئی بات نہیں کہ میں تمہاری

(۱۸ / ۱۱۱) ہی طرح کا انسان ہوں البتہ مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

۶۔ مَا، کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ جب دعوے کا جواب ہو تو "نہیں" کے معنی دیتا ہے (فق ل ۳۵) اس صورت میں اسے مَا نافیہ کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا (۱۲ / ۳۱) — وہ بیساختہ بول اٹھیں۔ سبحان اللہ! یہ آدمی نہیں۔

۷۔ لَاتَ: یہ لَيْسَ کے معنی میں آتا ہے اور اہلِ یمن کی بلاغت سے شمار ہوتا ہے (لا کے بعد ت زائد) اور اس کا اسم محذوف ہوتا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ — (عذاب کو دیکھ کر) وہ فریاد کرنے لگے۔ جبکہ اب رہائی

(۳۸ / ۳) کا وقت نہ رہا تھا۔

یہاں لات حین مناص کے بجائے لات الحین حین مناص تھا۔ پہلا حین حذف ہو گیا (جامع البیان)

۲۹ — نیا — نیا ہونا

کے لیے حَدَثَ، جَدَّ اور بَدَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَدَثَ: (حدث ضد عدم) اور حَدَثَ بمعنی کسی نئی بات یا چیز کا ظہور میں آنا۔ اور حدیث سے مراد ہر وہ بات ہے جو پہلے نہ ہو اور از سرِ نو وجود میں آئے۔ نئی بات یا نئی چیز یا ایسی بات جو نئی تو نہ ہو مگر لوگ اسے بھول جائیں اور از سرِ نو سامنے آئے۔ ارشاد باری ہے:

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا — شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد (رجعت کی) کوئی نئی صورت

(۶۵ / ۱) پیدا کر دے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "قرآن کے مختلف نام"

۲۔ جَدَّ: جدید بمعنی نئی چیز۔ اور جَدَّ کا لفظ کئی معنوں میں آتا ہے (۱) بمعنی صاحبِ عظمت ہونا (۲) صاحب حظ اور خوش نصیب ہونا (۳) نیا ہونا۔ جب اس کے معنی نیا ہونا ہو تو اس سے مراد

ایسی چیز ہوتی ہے جس کی نظیر پہلے موجود ہو۔ اور وُہ چیز قابلِ استعمال ہو۔ اور استعمال کے بعد پرانی، بوسیدہ اور پھر ناقابلِ استعمال ہو جائے۔ مثلاً نئی قمیص۔ ارشادِ باری ہے؛

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ (۱۵/۵۰) — بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش کے بارے میں مشکوک ہیں۔

۳۔ بَدَعَ: بمعنی (۱) کسی چیز کی ابتداء کرنا اور (۲) کوئی ایسی چیز بنانا جس کی مثال یا نمونہ پہلے موجود نہ ہو (م۔ل) اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا نام بَدِیْع ہے یعنی پہلی بار پیدا کرنے والا۔ اور بِدْعًا بمعنی کسی چیز یا سلسلہ کا آغاز کرنے والا۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (۴۶/۹) — آپ کہہ دیجیے کہ میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا۔

ماحصل:

(۱) حَدَثَ: کسی چیز کا عدم سے وجود میں آنے کی حیثیت سے نیا ہونا۔ مثلاً ساری مخلوق حادث ہے۔

(۲) جَدِیْد: کوئی چیز جو نئی ہو اور اس کی نظیر پہلے موجود ہو۔

(۳) بِدْعًا: نظیر رکھنے والی اشیاء میں سے سب سے پہلی چیز۔

۳۰۔ نیچے

کے لیے تحت اور اَسْفَل اور اس کے مشتقات قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ تحت: اسم ظرف ہے اور اس کی ضد فوق بمعنی اوپر ہے۔ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (۶۶/۵) — اور اگر وُہ تورات اور انجیل کو اور جو کچھ ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا تھا، ان کو قائم رکھتے تو ان پر رزق مینہ کی طرح برستا کہ اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

۲۔ اَسْفَل: بمعنی نچلا (ضد اعلیٰ) اس لفظ کا استعمال دو طرح پر ہے (۱) ایک ہی چیز کے نچلے حصّے کو اَسْفَل اور اوپر کے حصّے کو اَعْلیٰ کہتے ہیں جیسے اَسْفَلُهٗ اَغْلَظُ مِنْ اَعْلَاهُ یعنی اس چیز کا نچلا حصہ اُوپر والے حصّہ سے سخت ہے۔

مرتبہ اور قدر و منزلت کی بلندی کے لیے اَعْلیٰ کا لفظ آتا ہے پستی اور کمتری کے لیے اَسْفَل (مؤنث سُفْلیٰ) حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنْ يَدِ السُّفْلٰى یعنی اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس حدیث میں عُلْیَا اور سُفْلیٰ معنوی لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں یعنی خیرات کرنے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے۔ اور قرآن میں ہے:

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا (۴۰/۹) — اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات کو پست کر دیا۔ اور بات تو اللہ تعالیٰ ہی کی بلند ہے۔

اور سَافِل بمعنی قدرومنزلت کے لحاظ سے فروتر۔ پست اور حقیر۔ اور اَلسِّفْلَۃ بمعنی کمینے لوگ (مف) ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۔ (۹۵/۴-۵) — بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا پھر (رفتہ رفتہ) اس کی حالت کو (بدل کر) پست سے پست تر کر دیا۔

ماحصل: (۱) تَحْتَ بمعنی نیچے۔ اسم ظرف ہے۔ (۲) اَسْفَلَ سَافِل، کسی چیز کا نچلا حصہ یا قدرومنزلت میں پست۔ نیچے۔ فروتر۔ کمتر۔

۳۱ نیچے کرنا۔ رکھنا۔ پست کرنا

کے لیے خَفَضَ[1]، غَضَّ[2]، قَصَرَ[3] اور خَشَعَ[4] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَفَضَ: بمعنی پست کرنا۔ جھکانا (ضد رفع) خافِض اور رافِع دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یعنی کسی کو نیچے کر دینے والا اور کسی کو سربلند کر دینے والا۔ خَفَضَ الصَّوْتَ۔ اس نے آواز کو دھیما کیا اور خَفَضَ الْجَنَاحَ بمعنی بازو نیچے رکھنا۔ جھکانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ (۱۷/۲۴) — اور والدین کے سامنے از راہ کرم عاجزی کا پہلو جھکا دے۔

۲۔ غَضَّ: نظر یا آواز کو نیچے رکھنے یا پست کرنے کے لیے آتا ہے۔ غَضَّ صَوْتَہٗ۔ اس نے آواز کو پست کیا اور غَضَّ بَصَرَہٗ اس نے نگاہ کو نیچے رکھا یا ناجائز چیز سے نگاہ کو روکا۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ (۲۴/۳۱) — مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (۳۱/۱۹) — اپنی چال میں اعتدال رکھو اور آواز نیچی رکھا کرو۔

۳۔ قَصَرَ: بمعنی کسی چیز کی لمبائی یا اس کی انتہا کو نہ پہنچنا (مف۔م۔ل) کم کرنا۔ چھوٹا کرنا۔ کوئی کام جتنا چاہیے تھا اتنا نہ کرنا۔ جیسے صَلٰوۃُ الْقَصْرِ۔ اور قَصْرُ الطَّرْفِ بمعنی نگاہ جتنی دور تک جا سکتی ہے۔ اتنا نہ دیکھنا بلکہ صرف نیچے نظر رکھنا۔ ان معنوں میں یہ لفظ نگاہوں کے لیے مخصوص ہے۔ قرآن میں ہے:

وَعِنْدَھُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ (۳۷/۴۸) — اور ان کے پاس موٹی آنکھوں والی اور نگاہ نیچی رکھنے والی عورتیں ہوں گی۔

۴۔ خَشَعَ : دراصل ایسے ڈر کو کہتے ہیں جس کے اثرات اعضاء و جوارح پر بھی ظاہر ہونے لگیں (مف) اور یہ اثرات چہرہ، آواز یا آنکھوں سے ہی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کے نیچے رکھنے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور نگاہ اور آواز کے لیے غَضّ کا لفظ بھی آتا ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر عام حالت میں ہو تو غَضّ استعمال ہوگا اور اگر ڈر کی وجہ سے ہو تو خَشَعَ آئے گا۔ ارشادِ باری ہے :

(۱) نگاہ کے لیے : خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (۴۴/۶۸) — اُن کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ذلّت ان پر چھا رہی ہوگی۔

(۲) آواز کے لیے : وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (۲۰/۱۰۸) — اور خدا کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔ (یعنی ڈر کی وجہ سے پست ہوں گی)

(۳) چہرہ کے لیے : وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ (۸۸/۲) — اس دن کئی چہرے اُترے ہوئے ہوں گے۔

ماحصل : (۱) خَفَضَ : کسی چیز کا دب جانا یا دبانا۔ نظر یا بازو یا پہلو کو نیچے کرنا یا جھکانا۔

(۲) غَضّ : نگاہ اور آواز کی پستی کے لیے۔ (عام حالات میں)

(۳) قَصَرَ : نگاہ کو محدود رکھنا۔ پوری نگاہ کا استعمال نہ کرنا۔

(۴) خَشَعَ : آنکھ، آواز اور چہرہ کی اس پستی کے لیے جس کی وجہ خشیت ہو۔

۳۲ ــــ نیک ــ نیک بخت

کے لیے صَالِح، اَبْرَار اور بَرَرَة، رَشِيْد، سَعِيْد اور مُتَّقِيْن (و ق) رَبَّانِيُّوْن کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ صَالِح ، صَلَحَ بمعنی بگاڑ کو درست کرنا اور اس کی ضد فَسَدَ ہے (م ۔ ل) اور صَالِح بمعنی اپنے آپ کو سنوارنے والا۔ اصلاح نفس کرنے والا (مف) اچھے اعمال کو اپنانے اور برے اعمال کو ترک کرنے اور اپنی اصلاح میں کوشاں رہنے والا۔ قرآن میں ہے :

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (۱۸/۸۲) — اور اُن دونوں لڑکوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (۷/۵۶) — اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

۲۔ اَبْرَار : (بار کی جمع) بِرّ بمعنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنا (مف) بِرّ دراصل نیکی کو نہیں بلکہ ہر دم نیکی پر مائل رہنے والی خصلت کو کہتے ہیں۔ (ضد اِثم) ارشادِ باری ہے :

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا — اس وقت تک نیکی حاصل نہ کر سکو گے جب تک

مِمَّا تُحِبُّونَ (۲/۹۲) وہ کچھ (راہِ خدا میں) نہ خرچ کرو۔ جو تم پسند رکھتے ہو۔

اور بَرٌّ اور بَارٌّ وہ شخص ہے جس کی طبیعت ہر وقت نیکی کرنے پر آمادہ رہے۔ اور موقع ملنے پر وُہ ایسا نیک کام کر بھی لے۔ اور حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جو سنتِ نبویؐ کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کیا جائے۔ اس میں کسی طرح کی کوتاہی نہ ہو۔ قرآن میں ہے:

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (۱۹/۱۴) اور یحیٰیؑ اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے والے تھے۔ نہ کبھی زبردستی کی اور نہ نافرمان ہوئے۔

۳۔ بَرَرَةٌ: بَرٌّ کی جمع ہے اور یہ بَارٌّ سے زیادہ ابلغ ہے اور اس میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ۔ (۸۰/۱۶) (وہ ایسے) لکھنے والوں کے ہاتھوں سے لکھے گئے ہیں جو سردار اور نیکوکار ہیں۔

۴۔ رَشِيد: رُشْد بمعنی استقامة الطريق (م ل) یعنی راستے پر ٹھیک طرح سے چلتے جانا یا سیدھی راہ پر گامزن رہنا ہے اور اس کی ضد غَیٌّ ہے۔ بمعنی کسی غلط راستے پر جا پڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲/۲۵۶) ہدایت صاف طور پر گمراہی سے الگ ہو چکی۔

اور رَشِيد بمعنی ہدایت یافتہ جو اچھی عادات و اطوار والا ہو۔ نیک چلن۔ قرآن میں ہے:

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ (۱۱/۷۸) اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی آدمی بھی نیک چلن نہیں۔

۵۔ سَعِيد: وُہ شخص جو فطرتاً نیک ہو۔ یعنی نیک بخت اور اس کی ضد شَقِيٌّ ہے بمعنی بدبخت اور سَعَدَ بمعنی خوش نصیبی۔ اور حصولِ خیر میں امورِ الٰہیہ کا انسان کے لیے ممد و معاون ہونا ہے (مف۔ م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ (۱۱/۱۰۵) جب وُہ دن آجائے گا تو کوئی شخص بھی خدا کے حکم کے بغیر بول نہ سکے گا۔ پھر ان میں کچھ بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔

۶۔ مُتَّقِينَ یا مُتَّقُونَ (متقی کی جمع) وَقَى بمعنی کسی چیز کو نقصان دہ چیز سے بچانا (مف) اور اِتَّقَى۔ تقوىٰ (ضد عدوان) بمعنی خدا (کے عذاب) سے ڈر کر گناہ کے کاموں سے بچنا یا پرہیز کرنا۔ اور مُتَّقِي بمعنی پرہیزگار۔ اللہ کے خوف سے اس کے اوامر و نواہی کا خیال رکھنے والا (منجد) قرآن میں ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (۲/۱۷۷) یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں۔ اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں۔

۷۔ رَبَّانِي: امام راغب نے اس لفظ پر بہت بحث کی ہے۔ بعض علماء اس کا معنیٰ علم کی پرورش

کرنے والا لکھتے ہیں۔ بعض دوسرے اسے رَبّ سے منسوب کرتے ہیں کہ جیسے جِسْمٌ سے جِسْمَانِیٌّ ہے۔ ویسے ہی رَبّ سے رَبَّانِیٌّ ہے۔ اور اس کا معنٰی ہے، اللہ والا۔ درویش اور صاحبِ منجد نے اس کے دونوں معنے لکھ دیے ہیں۔ بڑا عالم بھی اور اہل اللہ۔ عارف باللہ بھی۔ بہر حال دوسرا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں ربّانیون کے ساتھ ہی احبار (علماء) کا لفظ الگ آیا ہے (۵/۴۴) اسی طرح قرآن میں ایک جگہ رِبِّیُّوْن کا لفظ بھی آیا ہے۔ (۳/۱۴۶) اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ ارشادِ باری ہے،

لَوْلَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ (۵/۶۳) — بھلا اُن کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے۔

ماحصل: (۱) صَالِح، اصلاحِ نفس کرنے والا اور ہر طرح کا بگاڑ درست کرنے والا

(۲) اَبْرَار: (بَار) وُہ شخص جو ہر وقت نیک کام کرنے پر آمادہ ہو۔ بکثرت نیک کام کرنے والا۔

(۳) بَرَرَةٌ (بَرّ) اس میں بار سے زیادہ مبالغہ ہے۔

(۴) رَشِیْد: اچھی عادات و اطوار والا۔ نیک چلن

(۵) سَعِیْد: فطرتاً نیک سرشت۔ نیک بخت

(۶) مُتَّقِی: خدا کے خوف سے گناہ کے کاموں سے پرہیز کرنے والا۔ پرہیزگار۔

(۷) رَبَّانِی: درویش۔ اللہ والے لوگ۔ عابد و زاہد قسم کے مشائخ۔

۳۲ — نیکی — نیک کام

کے لیے عُرْف اور مَعْرُوْف، حَسَنَةٌ، خَیْر اور بِرٌّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ عُرْف اور مَعْرُوْف: عَرَفَ بمعنی کسی چیز کو پہچاننا اور اس کی ضد نَكِرَ ہے۔ بمعنی چیز کا اچنبھا ہونا۔ اور معروف اور عرف ہر وُہ بات ہے جسے معاشرہ کے اچھے لوگ اچھا خیال کرتے ہوں معاشرہ کا اچھا دستور۔ بھلے مانس لوگوں کے طریقے۔ ملکی دستور جو پسندیدہ سمجھا جاتا ہو۔ جیسے بڑوں کے سامنے باادب بیٹھنا اور انہیں جی کہہ کر پکارنا وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے،

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (۷/۱۹۸) — (اے محمدؐ!) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کر لو۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳/۱۰۴) — اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

۲۔ حَسَنَۃٌ (ج حَسَنَات) ہر خوش کن اور پسندیدہ کام جو عقل اور شریعت کے مطابق ہو (ضد سَیِّئَۃٌ ج سیئات) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (۱۱/۱۱۴) بیشک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

۳۔ خَیْر (ج خیرات) (ضد شرّ) کسی نیکی کا اپنے کمال کو پہنچنا۔ ایسے کام جن کا عوام الناس کو فائدہ پہنچے (مف) بڑی نیکیاں۔ نیکی کے بڑے بڑے کام۔ نیز خیر بمعنی وُہ کام جو سب کو مرغوب ہو (مف) مثلاً مسافروں کے لیے رستہ میں پانی کا انتظام کر دینا وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ (۳/۱۱۴) وُہ اچھے کاموں کا حکم دیتے، بُری باتوں سے روکتے ہیں اور نیکیوں پر لپکتے ہیں۔

۴۔ بِرّ: بمعنی طبیعت کا ہر نیک کام کی طرف میلان رہنا اور موقع آنے پر اسے سرانجام دینا (ضد اثم) (تفصیل اُوپر نیک بخت میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵/۲) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔

ماحصل

(۱) عرف اور معروف: معاشرے کے اچھے دستور۔ بھلے کام۔

(۲) حَسَنَۃٌ: ہر ایسا کام جو عقل اور شریعت کے مطابق ہو۔

(۳) خَیْر: ہر وہ کام جو سب کو مرغوب ہو۔ یا ایسا کام جس کا فائدہ عوام کو پہنچے۔

(۴) بِرّ: نیکی کی طرف طبیعت کا ہر دم میلان رہنا۔

نیکی کرنا کے لیے اَحْسَنَ اور اَنْعَمَ ـــــــ "احسان کرنا" کے تحت دیکھیے!

و

واضح کرنا اور واضح ہونا کے لیے دیکھیے "بیان کرنا" کے تحت بَیَّنَ اور تَبَیَّنَ

۱۔ وافر ـــ زیادہ ـــ بہت

کے لیے کَثِیْر اور کَوْثَر، جَمّ، مَرْکُوْم، لُبَدٌ، رَغَد، غَدَق، ثَجَّاج اور مَوْفُوْر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَثِیْر (ضد قَلِیْل) بمعنی زیادہ مقدار اور تعداد دونوں صورتوں میں آتا ہے۔ اور مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا (۲/۲۶۹) اور جسے حکمت عطا کی گئی۔ اسے گویا بہت بھلائی دے دی گئی۔

مذکورہ آیت میں کَثِیْر کا استعمال مقدار کے لیے معنوی طور پر ہوا ہے اور درج ذیل آیت کے ٹکڑا میں اس کا استعمال حسّی طور پر ہے اور تعداد کے لیے ہے۔

فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْھُمْ اَجْرَھُمْ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ (۵۷/۲۷) تو جو لوگ ان میں سے ایمان لائے انھیں ہم نے ان کا بدلہ دیا۔ اور زیادہ تو ان میں سے نافرمان ہی تھے۔

اور کَوْثَر میں بہت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور تَکَاثَرَ الشَّیْءُ بمعنی کسی چیز کا بہت زیادہ ہونا۔ اور رَجُلٌ کَاثِرٌ بمعنی مالدار آدمی اور کَوْثَر بمعنی سخی آدمی بھی اور "خیرِ کثیر" بھی۔ نیز کَوْثَر جنّت کی ایک نہر کا نام بھی ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (۱۰۸/۱) (اے محمدؐ!) بیشک ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔

۲۔ جَمّ: کسی بھی چیز کی کثیر مقدار کا ایک جگہ جمع ہونا (م۔ل) جَمَّ الْبِئْرُ بمعنی کنویں کا زیادہ پانی والا ہونا۔ اور جَمَّ الْمِکْیَالُ بمعنی پیمانہ کو چوٹی تک بھرنا (منجد) اس کا استعمال بھی مادی و معنوی، دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (۸۹/۲۰) اور تم مال سے جی بھر کر محبّت کرتے ہو۔

۳۔ مَرْکُوْم: رَکَمَ بمعنی ایک چیز کے اوپر اسی چیز کی تہہ لگانا۔ پھر اس کے اوپر تیسری تہہ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اور اس طرح جو چیز بہت سی مقدار میں جمع ہو جائے یا ڈھیر لگ جائے تو وُہ رُکام اور مَرْکُوْم ہے۔ اور رَکَمَ السَّحَابُ بمعنی بادل گاڑھا ہو گیا (م۔ق) اور سحابٌ مرکومٌ بمعنی

گاڑھا بادل۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا۔ (۸/۳۷) پھر اللہ تعالیٰ ان ناپاک لوگوں کو ایک دوسرے کے اُوپر ڈھیر کر دے گا۔

۴۔ لُبَد: لِبْد اور لبدة بمعنی تہ جمائے ہوئے بال یا اُون۔ اُون کا نمدہ۔ اور مَالٌ لُبَدٌ بمعنی بہت مال۔ اور لَبَّدَ شَعْرَهُ بمعنی بالوں کو گوند وغیرہ سے چپکا کر نمدہ نما کرنا۔ اور لبد الشیء بمعنی کسی چیز کا نمدہ کی طرح ہونا (منجد) یعنی کسی بکھری ہوئی چیز کو اکٹھا اور گنجان بنانا۔ ارشادِ باری ہے:

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا (۹۰/۶) انسان کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال برباد کر دیا۔

اور جب اس کی نسبت ذوی العقول کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوگا۔ یوں ہجوم کرنا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا (۷۲/۱۹) اور جب خدا کے بندے (محمدؐ) اس کی عبادت کو کھڑے ہوئے تو کافر اُن کے گرد ہجوم کرنے کے درپے ہوگئے

۵۔ رَغَدَ: صرف رزق یا طعام کے لیے آتا ہے۔ بافراغت کھانا کھانا یا بافراغت روزی ملنا۔ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا (۲/۳۵) (اے آدم و حوا) تم جہاں سے چاہو۔ جنت کے پھلوں سے خوب سیر ہو کر کھاؤ۔

۶۔ غَدَق: بمعنی پانی کا کثیر مقدار میں اور نعمت والا برسنا (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا (۷۲/۱۶) اگر وہ راہِ راست پر ثابت قدم رہتے تو ہم انہیں وافر پانی پلاتے۔

۷۔ ثَجَّاج: ثَجَّ بمعنی پانی کا زور سے برسنا اور بہنا (مف) اور ثَجَّاج بمعنی پانی کا ریلا (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا۔ (۷۸/۱۴) اور ہم نے نچڑنے والے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔

۸۔ مَوْفُور: وفر کسی چیز کے اتمام اور کثرت کے لیے آتا ہے (م۔ل) اور وَفَّرَ بمعنی پورا کرنا۔ زیادہ کرنا (منجد) اور وَفَّرَ جَزَاءَهُ بمعنی اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا (مف) ارشادِ باری ہے:

قَالَ اذْهَبْ فَمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا۔ (۱۷/۶۳) اللہ تعالیٰ نے (ابلیس سے) کہا۔ چلا جا۔ جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے (اور وہ) پوری سزا ہے۔

ماحصل: (۱) کَثِیۡر : اس کا استعمال عام ہے۔ کسی بھی چیز میں تعداد یا مقدار کی زیادتی۔

(۲) جَمّ : کسی چیز کا کثیر مقدار میں ایک جگہ جمع ہونا۔

(۳) مَرۡکُوۡم : تہ بر تہ ہو کر ڈھیر لگ جانا۔

(۴) لِبَد: کسی چیز کے بکھرے ہوئے اجزاء کا ایک جگہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جانا۔

(۵) رغد : صرف طعام اور رزق کی فراوانی کے لیے

(۶) غدق : پانی کی فراوانی کے لیے جبکہ وُہ مفید بھی ہو۔

(۷) ثجاج : کثیر مقدار میں پانی موسلا دھار برسنے اور بہنے کے لیے۔

(۸) موفور: پُورا ہونے کے علاوہ کچھ اضافہ کے لیے آتا ہے۔

واقعات کے لیے دیکھیے "کہانیاں"۔

۲ — والا — والے

کے لیے اصحٰب[۱]، اٰل[۲]، اَھۡل[۳]، ذُو[۴] اور اُولو کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَصۡحٰب (واحد صاحب) بمعنی ایک طویل مدت تک ساتھ رہنے والا یا ساتھ دینے والا۔ خواہ یہ مصاحبت کسی انسان سے ہو یا حیوان سے یا مکان سے یا زمان سے۔ گو اس لفظ کا استعمال لغوی لحاظ سے معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ تاہم بالعموم اس کا استعمال بدنی مصاحبت سے متعلق ہے۔ جیسے اصحاب کہف، اصحاب الرّس، اصحاب السّبت، اصحاب الفیل، اصحٰب القبور۔ اصحاب السّفینۃ۔ وغیرہ۔

۲۔ اٰل کا لفظ صرف کسی معروف ہستی اور شرفاء کی طرف مضاف ہو کر آتا ہے۔ جیسے آل محمدؐ، آل ابراہیم، آل عمران، آل فرعون تو کہہ سکتے ہیں مگر آلِ خیاط نہیں کہہ سکتے (مف۔ منجد) اور آل میں وُہ تمام لوگ شامل ہوتے ہیں جو اس شریف ہستی کو شریف سمجھتے اور اس سے ذہنی یگانگت رکھتے ہوں۔ گویا آلِ محمدؐ سے صرف آں حضرتؐ کے خاندان والے ہی مراد نہیں۔ بلکہ وُہ لوگ بھی شامل ہیں جنھیں علم و معرفت کے لحاظ سے آپ سے خصوصی تعلق ہو۔ اسی طرح آل فرعون سے اس کے تمام اہل کار اور ذہنی لحاظ سے اس کے ہمنوا لوگ مراد ہیں۔

۳۔ اَھۡل : یہ غیر ذوی العقول کی طرف بھی مضاف ہو سکتا ہے جیسے اہل البلد (شہر والے)، اھل الارض (زمین والے) اھل القرٰی (بستیوں والے) اھل البیت، اھل الکتاب، اھل الذکر اور اَھل النار وغیرہ۔ اور جب یہ ذوی العقول کی طرف مضاف ہو تو اس کا معنی گھر والے بیوی۔ بچے کنبہ یا خاندان ہو گا۔ مثلاً اھل الخیاط بمعنی درزی کے گھر والے۔ اس کے خاندان اور کنبہ کے لوگ جس میں اس کی بیوی بھی شامل ہے۔ (اھل اور آل میں مزید فرق سمجھنے

کے لیے دیکھیے "اولاد")

۴۔ ذُو اور اُولُوا : ذو کا لفظ اسمائے اجناس و انواع کے ساتھ توصیف کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسم ظاہر کی طرف ہی مضاف ہوتا ہے اسم ضمیر کی طرف نہیں ہوتا۔ حالت رفعی میں ذو نصبی میں ذا اور جرّی میں ذی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ذُو مِرَّة (۵۳/۶) ذا عذاب (۲۳/۷۷) اور ذی العرش (۱۷/۴۲) اس کا تثنیہ ذوون یا ذوین ہے۔ جیسے ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (۶۵/۲) (تم میں سے دو عدل والے) اور اس کی جمع اولو اور اولی آتی ہے۔ جیسے اُولُو الْاَرْحَامِ (۸/۷۵) اور اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ (۱۷/۵) ذُو کا مؤنث ذات ہے۔ جیسے ذَاتَ الْیَمِیْنِ۔ اس کا تثنیہ ذَوَاتَانِ ہے۔ جیسے ذَوَاتَا اَفْنَانٍ (۵۵/۴۸) (دونوں باغ لمبی لمبی شاخوں والے۔ اس کی جمع ذَوَات بھی ہے اور اولات بھی۔ مگر قرآن میں اُولَاتِ ہی استعمال ہوا ہے۔ جیسے اُولَاتُ الْاَحْمَالِ (۶۵/۴) (بمعنی حمل والی عورتیں)۔

ماحصل (۱) اَصْحَاب، طویل عرصہ تک مصاحبت کے لیے۔

(۲) آل : صرف شرفاء کی طرف مضاف۔ ذہنی یگانگت کے لیے۔

(۳) اَهْل : ہر چیز کی طرف مضاف ہو سکتا ہے اور بمعنی کنبہ خاندان والے۔

(۴) ذُو اور اُولُو: اسم کی توصیف بیان کرنے کے لیے ذریعہ کے طور پر آتا ہے۔

۳ــــــ وراثت

کے لیے ولایت اور وراثت کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ ولایۃ : اَلْوَلَاء بمعنی میراث جو آزاد کردہ غلام سے حاصل ہو (مف) ارشادِ نبوی ہے الولاء لِمَنْ اَعْتَقَ (بخاری) یعنی غلام کی میراث اس کی ہے جو اُسے آزاد کرے۔ گویا ولاء کا اصل معنی محض میراث یا ترکہ ہے۔ اہلِ عرب میں وراثت کے کئی دستور تھے۔ مثلاً وہ میراث کا وارث صرف اولادِ نرینہ کو قرار دیتے تھے جو اُن کے بعد ان کی تلوار سنبھالنے کے اہل ہوتے تھے۔ اور اگر اولادِ نرینہ نہ ہوتی تو کسی قریبی مرد رشتہ دار کو ولی یا وارث قرار دیتے اور ان کی ترتیب یہ ہوتی۔ اولاد کے بعد باپ۔ اگر باپ نہ ہو تو بھائی اور اگر بھائی بھی نہ ہو تو چچا وغیرہ۔ پھر ان میں عقد وَلَاء کا بھی دستور تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک شخص دوسرے سے عہد و پیمان کر لیتا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کریں گے اور ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

اسلام نے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی حقدار بنایا اور ابتداءً عقد و ولاء کو بھی تسلیم کیا۔ مگر اُس کی بنیاد اسلام اور ہجرت کو قرار دیا۔ ارشادِ باری ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا	بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے جان و
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انھیں

اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ	جگہ دی اور ان کی مدد کی - یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث
بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا	ہوں گے - اور جو لوگ ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی
مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى	تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ ہجرت نہ
يُهَاجِرُوْا (۸/۷۲)	کریں۔

اور مَوْلٰی (ج مَوَالِی) بمعنی وارث - ارشادِ باری ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ	اور جو مال ماں باپ یا رشتہ دار چھوڑ مریں تو ہم نے ہر ایک
وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴/۳۳)	کے وارث مقرر کر دیئے ہیں۔

وراثت کا یہ حکم دراصل سلسلۂ مواخات کی ایک کڑی تھی - پھر جب مہاجرین کی حالت قدرے سنبھل گئی تو عقد ولاء کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کر کے اولو الارحام ہی کو وارث قرار دیا گیا۔ البتہ ایسے دوستوں سے بھی اچھا سلوک کر کے کچھ دینے کی ہدایت کر دی گئی - ارشادِ باری ہے:

وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ	اور کتاب اللہ میں رشتہ دار ہی ایک دوسرے سے زیادہ
فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ	تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین
اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا۔	کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرنا چاہو تو وہ
(۳۳/۶)	جائز ہے۔

۲- وِرَاثَۃ: وہ عقدِ شرعی یا احکامِ الٰہی جن کے تحت کسی میت کی ملکیت دوسرے کی ملکیت میں چلی جاتی ہے۔ اس وراثت کا تعلق صرف مال اور ملکیت سے ہی نہیں عادات و خصائل سے بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِيَآءِ - تو یہاں وَرَثَۃ سے مراد علم اور تبلیغ کے وارث ہیں نہ کہ مال و دولت کے - اور وَرِثَ بمعنی کسی میت کا وارث بننا - اور اَوْرَثَ بمعنی وارث بنانا - اور وِرَثَۃ اور تُرَاث بمعنی ترکہ ہے - ارشادِ باری ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (۲۷/۱۶)	اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث بنے۔

تو یہاں وراثت میں مال و دولت، خلافت، نبوت، عادات و خصائل سب کچھ شامل ہے۔

ماحصل: (۱) ولایت: عقد ولاء کے تحت میراث میں حصہ جو بعد میں ختم کر دیا گیا۔
(۲) وراثت: عقد شرعی کے تحت قریبی رشتہ داروں کا میراث میں حصہ۔

ہم ـــــ وقت

کے لیے وَقْت اور میقات - حِیْن اور حِیْنَئِذٍ - اٰنَ - اٰنِفًا اور اَجَل کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- وقت: معروف لفظ ہے (TIME) الوقت بمعنی زَمَانٌ مَّعْلُوْمٌ (م-ل) ج اوقات ـــــ - اور امام راغب کے الفاظ میں کسی کام کے لیے زمانہ مقررہ کی آخری حد (مف) ارشادِ باری ہے:

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا	آپ کہہ دیجئے کہ قیامت کا علم تو میرے پروردگار

لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ (۷/۱۸۷) — ہی کو ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔

اور میقات وقت سے اسم ظرف ہے۔ زمانی اور مکانی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (ج مواقیت) درج ذیل آیت میں میقات ظرف زمانی کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (۷/۱۴۱) — اور ہم نے موسیٰؑ کو تیس راتوں کا وعدہ دیا۔ پھر دس راتیں مزید ملا کر پورا کر دیا تو اس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہو گئی۔

اور درج ذیل آیت میں میقات کا لفظ زمانی اور مکانی دونوں طرح استعمال ہوا ہے یعنی وقت بھی معیّن ہے اور جگہ بھی۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ (۷/۱۴۳) — پھر جب موسیٰؑ اپنے مقررہ وقت پر (کوہِ طور پر) پہنچے اور ان کے پروردگار نے ان سے کلام کیا۔

۲- حِیْن، اس وقت کو کہتے ہیں۔ جب کوئی خبر پہنچے یا کوئی چیز حاصل ہو۔ یہ ظرف مبہم ہے۔ (مف) یعنی غیر معیّن وقت (ج احیان) اور اَحْیَانًا بمعنی گاہے گاہے۔ کبھی کبھی۔ قرآن میں ہے:

وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (۲/۳۶) — اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور سامانِ زلیست ہے۔

اور حِیْن کے بعد اِذْ کا اضافہ کر کے حِیْنَئِذٍ بنا لیا جاتا ہے۔ اور یہ کسی معین وقت کی طرف اشارہ کے لیے آتا ہے۔ بمعنی اس وقت۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ (۵۶/۸۴) — اور تم اس وقت (مرنے والے کی حالت کو) دیکھ رہے ہوتے ہو۔

۳- اٰن۔ اَنٰی یا نی بمعنی وقت آپہنچا۔ کسی چیز کا اپنی انتہا اور پختگی تک پہنچ جانا۔ ارشاد باری ہے:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (۵۷/۱۶) — کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل ڈر جائیں۔

اور اٰن بمعنی وقت (ج آناء بمعنی گھڑیاں) اس لفظ پر ہمیشہ معرفہ کا ال داخل ہوتا ہے۔ یعنی اَلْـٰٔنَ بمعنی موجودہ وقت۔ اب۔ اس وقت۔ ارشادِ باری ہے:

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا (۸/۶۶) — اب خدا نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا کہ تم میں کسی قدر کمزوری ہے۔

۴- اٰنِفًا: اَنْف بمعنی ناک اور ہر چیز کا بلند تر حصہ اور مبدا۔ انف الجبل بمعنی پہاڑ کی چوٹی۔ اور انف اللحیۃ بمعنی کنارۂ ریش۔ اور استانف الشئ کے معنی کسی چیز کے سرے اور مبداء کو پکڑنے اور آغاز کرنے کے ہیں (مف) اور استانف الامر بمعنی کسی کام کو نئے سرے سے

شروع کرنا (منجد) اور اٰنِفًا بمعنی ابھی ابھی۔ اس بات یا کام کے آغاز میں۔ ذرا تھوڑی دیر پہلے (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا (۴۷/۱۶) وہ ان لوگوں سے جنھیں علم (دین) دیا گیا ہے کہتے ہیں کہ بھلا ابھی (شروع میں) اُس (آپؐ نے) کیا کہا تھا؟

۵۔ اجل، اَجِلَ بمعنی دیر کرنا۔ اور اَجل اور اُجلہ بمعنی دیر سے ہونے والا۔ آخرت (منجد) (اٰجل ضد عاجل) دونوں لفظ مشہور ہیں۔ جو بالعموم نکاح کے وقت حق مہر کی ادائیگی کی صورت کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ عاجل بمعنی نقد بہ نقد جو ادا کر دیا جائے اور اٰجل بمعنی ادھار۔ اور اَجَل بمعنی مدت۔ وقت۔ موت (منجد) گویا اجل کا لفظ موجودہ وقت سے لے کر وعدہ یا میعاد کی درمیانی مدت اور بعض دفعہ موت تک کے معنوں میں آجاتا ہے۔ اور اس کا استعمال بڑا وسیع ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ۔ (۱۷/۹۹) اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے، جس میں کچھ بھی شک نہیں۔

اب اس آیت میں اجل کا ترجمہ وقت سے کر لیجئے یا مدت سے یا میعاد سے یا موت کے وقت سے سب کچھ یہاں درست بیٹھتا ہے۔

ماحصل:

۱۔ وَقْت۔ مِيْقَات۔ طے شدہ وقت یا جگہ۔

۲۔ حِيْن۔ ظرف مبہم۔ غیر معین وقت۔

۳۔ اٰن اور اَلْئٰن۔ اب۔ موجودہ وقت۔

۴۔ اٰنِفًا۔ ابھی ابھی۔ موجودہ وقت سے ذرا پہلے۔ آغازِ کلام میں۔

۵۔ اَجَل۔ وقت مقررہ اور موجودہ وقت سے اس وقت تک کی درمیانی مدت

ہ

۱۔ ہاتھ

کے لیے یَدٌ۔ یَمِین۔ شِمَال اور ذِرَاعٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ید، بمعنی ہاتھ۔ یہ لفظ دراصل یدی ہے۔ناقص واوی کی وجہ سے ی گر گئی ہے۔اس کا تثنیہ یَدَان اور یَدَیْن اور جمع اَیْدِی ہے۔ارشادِ باری ہے؛

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ (۲/۷۹) — ان پر افسوس ہے اس لیے کہ (بے اصل باتیں) اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔اور ان پر افسوس ہے اس لیے کہ ایسے کام کرتے ہیں۔

اور ہاتھ چونکہ تمام اعضائے انسانی میں قوت اور کام کرنے کے لحاظ سے اشرف و افضل ہے لہٰذا ید کا لفظ قوت، قبضہ اور ملکیت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ارشادِ باری ہے؛

اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (۲/۲۳۷) — ہاں اگر عورتیں مہر بخش دیں یا مرد جن کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے (اپنا حق) چھوڑ دیں۔

اور بین یدی اور بین ایدی بطور محاورہ پہلے اور سامنے یا موجودہ کے معنوں میں آتا ہے۔

ارشادِ باری ہے؛

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (۵۸/۱۲) — اے ایمان والو! جب پیغمبر سے کوئی راز کی بات کہنا اور مشورہ کرنا ہو تو بات کہنے سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا؛

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا (۳۶/۹) — اور ہم نے ان کے سامنے بھی دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے بھی۔

نیز فرمایا؛

فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ۔ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا (۲/۶۶) — اور ہم نے اُن سے کہا کہ ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔پھر ہم نے اس قصے کو اس وقت کے (موجود) لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے (باعث) عبرت بنا دیا۔

۲۔ یَمِیْن: (ج اَیْمَان) بمعنی دایاں ہاتھ بھی ہے۔ جیسے فرمایا؛

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى (۲۰/۱۸) اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

اور دائیں جانب بھی (ضد شمال) جیسے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ (۳۴/۱۵) اہل سبا کے لیے ان کے مقام بود و باش میں ایک نشانی تھی (یعنی) دو باغ (ایک) داہنی طرف اور (دوسرا) بائیں طرف۔

پھر جس طرح ید کا لفظ قوت اور قبضہ کے معنوں میں آتا ہے یمین اس سے زیادہ وسیع معنوں میں آتا ہے کیونکہ قوّت اور کارکردگی کے لحاظ سے دایاں ہاتھ بائیں سے افضل اور بہتر ہے۔ ملک یمین اس چیز کو کہتے ہیں جس پر پورا قبضہ و اختیار ہو۔ اور محاورۃً یہ لفظ لونڈی اور غلام کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۴/۲۴) اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (اسیر ہوکر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضہ میں آجائیں۔

علاوہ ازیں اہل عرب کی عادت تھی کہ اپنے عہد و پیمان اور قسم کو مضبوط تر بنانے کے لیے اپنا داہنا ہاتھ مخاطب کے داہنے میں دیتے تھے یا مارتے تھے۔ لہٰذا یہ لفظ قسم کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ اور یمین ایسی قسم کو کہتے ہیں جو عہد و پیمان کو پختہ تر بنانے کے لیے اٹھائی جائے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (۹/۱۳) بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا۔

۳۔ شِمَال: بمعنی بایاں۔ بائیں جانب۔ بایاں ہاتھ (ضد یمین) پھر جس طرح یُمن برکت اور خوش بختی کے معنوں میں آتا ہے۔ اسی طرح شِمال بدبختی کے معنوں میں بھی مستعمل ہے (منجد) (ج شمائل) قرآن میں ہے:

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ (۶۹/۲۵) اور جس شخص کا نامہ (اعمال) اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا وہ کہے گا۔ اے کاش! مجھے میرا نامہ (اعمال) دیا ہی نہ جاتا۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ (۷/۱۷) (ابلیس کہنے لگا) پھر میں ان کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں اطراف سے، بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور اُن کی راہ ماروں گا)

۴۔ ذِرَاع: بمعنی ہاتھ۔ کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ۔ اور ذَرَعَ الثَّوْبَ بمعنی کپڑے کو ذراع سے ناپا۔ اور ذَرْعُهٗ كَذَا بمعنی اس کا طول یا پیمائش اتنی ہی ہے۔ اور

ذراع ماپنے کا ایک پیمانہ ہے جس کی لمبائی ۵۰ سینٹی میٹر سے ۷۰ سینٹی میٹر تک ہوتی ہے (مف منجد) یعنی تقریباً ۲۰ انچ سے لے کر ۲۸ انچ تک - اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ سابقہ ادوار میں انسانوں کے قد لمبے ہوتے تھے جو بتدریج کم ہوتے گئے - اور بعض مترجمین ذِرَاع کا ترجمہ گز سے بھی کر دیتے ہیں - ارشادِ باری ہے :

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ (۶۹/۳۲) — پھر اسے ایک زنجیر میں، جس کا طول ستر ہاتھ ہے، جکڑ دو۔

ماحصل : (۱) یـد - بمعنی ہاتھ، قوت اور قبضہ۔

(۲) یمین - بمعنی داہنا ہاتھ - مکمل قبضہ اختیار اور قسم کے لیے۔

(۳) شمال - بایاں ہاتھ - بائیں جانب۔

(۴) ذراع - ہاتھ اور ہاتھ کی لمبائی کا پیمانہ۔

۲ ——— ہاں

کے لیے نَعَمْ، اِيْ اور بَلٰى کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- نَعَمْ : بمعنی ہاں - کلمۂ ایجاب ہے - استفسار پر کلام کا جواب جبکہ سوال بھی مثبت انداز میں ہو اور جواب بھی - قرآن میں ہے :

وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِينَ - قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (۷/۱۱۴) — جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ صلہ بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا، ہاں اور تمہیں مقرب بھی بنایا جائے گا۔

۲- اِيْ : بمعنی ہاں ہاں - بالضرور - کلمۂ ایجاب ہے - استفسار پر جواب اگر مثبت میں اور تاکید و توثیق سے دینا ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے (مف) تاکہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے - اور اس کے بعد قسم ضروری ہوتی ہے (م-ق) ارشادِ باری ہے :

يَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ (۱۰/۵۳) — تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ بات (قیامت) سچ ہے؟ کہہ دو ہاں ہاں میرے پروردگار کی قسم وہ ایک حقیقت ہے۔

۳- بَلٰى : یہ بھی حرفِ ایجاب ہے - اس وقت استعمال ہوتا ہے جب سوال نفی میں ہو - اور جواب میں اس نفی کی تردید کرنا بھی مقصود ہو اور مثبت میں جواب دینا بھی - اور اس کا معنی ہوتا ہے "کیوں نہیں - ضرور ہے" ارشادِ باری ہے :

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى (۷/۱۷۲) — (اللہ تعالیٰ نے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ کہنے لگے کیوں نہیں! (ضرور ہو)

ماحصل: نَعَمْ مثبت سوال کا مثبت جواب۔ ای مثبت سوال کا تاکیداً مثبت جواب اور بلیٰ منفی سوال کی نفی اور جواب اثبات ہیں۔

۳ ——— ہانپنا

کے لیے ضَبْح اور لَهَث کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَبَحَ: (الفرس) گھوڑے کا سرپٹ دوڑتے وقت اپنے جوف سے آواز نکالنا (مف۔ منجد) قرآن میں ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (۱۰۰/۱) — سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں

۲۔ لَهَثَ: سخت پیاس کی وجہ سے زبان منہ سے باہر نکالنا اور جوف سے آواز نکالنا (مف) پیاس یا تھکن کی وجہ سے کتے کا ہانپ کر زبان ڈال دینا (منجد) قرآن میں ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (۷/۱۷۶) — اس شخص کی مثال کتے جیسی ہے کہ اگر تو اس پر بوجھ لادے تو بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دے تو بھی ہانپے۔

ماحصل: تیز دوڑنے کی وجہ سے ہانپنے کو ضَبَحَ اور پیاس یا تھکاوٹ کی وجہ سے ہانپنے کو لَهَثَ کہتے ہیں۔

۴ ——— ہٹانا

کے لیے دَفَعَ، جَنَّبَ، زَحزَحَ، دَهْدَهَ، دَعَّ، حَسَرَ اور خَسَأَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ دَفَعَ: بمعنی کسی چیز کی حفاظت اور حمایت میں بیرونی خطرات یا حملے کو دور کرنا اور پرے ہٹانا۔ (مف۔ منجد) دفاع بمعنی کسی چیز کی حفاظت و حمایت۔ اور مدافعت بمعنی جوابی کارروائی کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ (۲۲/۴۰) — اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑھائی اور حملہ کرنے) سے ہٹاتا نہ رہتا۔

اور جب اس لفظ کا صلہ اِلٰی سے ہو تو اس کا معنی کسی کی چیز اس کے سپرد کر دینا، حوالے کر دینا۔ اور دے دینا ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (۴/۶) — تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

۲۔ جَنَّبَ: جانب بمعنی پہلو۔ طرف اور جَنَبَ اور جَنَّبَ بمعنی دفع کرنا۔ ہٹانا۔ ایک طرف کر کے بچانا پہلو پر مارنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى (۹۲/۱۷) — اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ اس سے ایک طرف کر دیا جائے گا۔ جو مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو۔

۳۔ زَحزَحَ: الزحزح بمعنی دور اور زَحزَحَ۔ کسی کو کسی جگہ سے دُور کرنا۔ ہٹانا۔ برطرف کرنا (مف)

اور زَحْزَحَ عَنْ بمعنی کسی مضرت سے دور کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔ (۳/۱۸۵)	اور جو شخص آگ (جہنم) سے دُور ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وُہ نجات پا گیا۔

۴۔ دَرَءَ: بمعنی کسی شخص کو پوری قوت سے دُور کرکے اسے کسی تکلیف اور مضرت سے بچا لینا (مف) اور بمعنی زور سے دھکیلنا۔ ہٹانا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ (۲۴/۸)	اور اگر (ملزم) عورت چار دفعہ اللہ کی قسم اٹھائے تو یہ بات اس کو سزا سے دُور ہٹا دے گی (بچا لے گی)

اور اِدّٰرَءَ بمعنی اپنا الزام دوسرے پر تھوپ دینا۔ جس سے وُہ خود سزا سے بچ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا۔ (۲/۷۲)	اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اسے ایک دوسرے کے سر مڑھنے لگے۔

۵۔ دَعَّ: بمعنی دھکے مار کر نکال دینا۔ سختی سے دفع کرنا (ف ل ۱۸۸) ارشاد باری ہے:

فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ (۱۰۷/۲)	جو ایسا ہی آدمی یتیم کو دھکے مارتا ہے۔

۶۔ دَحَرَ: میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) دھتکارنا (۲) دور کرنا (م۔ل) یعنی کسی کو دھتکار کر وہاں سے نکال دینا۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا۔ (۷/۱۸)	اللہ تعالیٰ نے (ابلیس سے) کہا۔ اس (جنت) سے نکل جا۔ پاجی مردود!

۷۔ خَسَأَ: خَسَأَ النَّظَرُ بمعنی نظر کا تھکنا اور کمزور ہونا۔ اور خَسَأَ الْكَلْبَ بمعنی کتے کو دھتکارنا اور خاسئ من الکلاب والخنازیر بمعنی دھتکارے ہوئے اور ہنکائے ہوئے کتے اور سؤر جن کو لوگوں کے پاس نہ پھٹکنے دیا جاتے (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ۔ (۲/۶۵)	تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل وخوار بندر بن جاؤ۔

ماحصل: (۱) دَفَعَ: کسی چیز کی حفاظت وحمایت میں خطرہ یا حملہ کو ہٹانا۔

(۲) جَنَّبَ: کسی کو ایک طرف کر دینا۔ ہٹانا۔ عام ہے۔

(۳) زَحْزَحَ: کسی کو کسی مقام سے دور کرکے مضرت سے بچانا۔

(۴) دَرَءَ: پوری قوت اور کوشش سے مضرت کو دور رکھنا۔

(۵) دَعَّ: کسی کو دھکے مار کر نکال دینا۔ ہٹا دینا۔

(۶) دَحَرَ: کسی کو دھتکار کر نکال دینا۔ وجہ خواہ کچھ ہو۔

(۷) خَسَأَ: کسی کو ذلیل وخوار سمجھ کر ازراہِ نفرت دھتکارنا۔

۵ — ہدایت دینا۔ پانا

کے لیے ھَدٰی اور اِھتَدٰی اور رَشَدَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ اِھتَدَی: ھدی بمعنی لطف وکرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنا۔ بھلائی کا راستہ دکھانا (مف) اور اس کی صد ضَلَّ اور اَضَلَّ ہے۔ بمعنی کسی کو راہ بھلا دینا، یا اسے بہکا دینا۔ بھلائی کی راہ کو گم کر دینا یا اوجھل کر دینا (ھدایت ضد ضلالت) ھدایت کا لفظ تین معنوں میں آتا ہے۔

(۱) فطری رہنمائی جو اللہ نے ہر چیز میں ودیعت کر رکھی ہے۔ جیسے بچے کا پیدا ہوتے ہی ماں کے پستانوں کی طرف لپکنا۔ ارشادِ باری ہے،

رَبُّنَا الَّذِیٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (۲۰/۵۰) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی پھر راہ دکھلائی۔

۲۔ انسان کے ذہن کا رُخ ضلالت سے ہدایت کی طرف یا کفر سے اسلام کی طرف یا نافرمانی سے اللہ تعالیٰ فرمانبرداری کی طرف موڑنا۔ یہ کام گو انبیاء ورسل اور دوسرے لوگوں کی وساطت سے ہوتا ہے۔ مگر اس رخ کو موڑنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ارشادِ باری ہے،

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (۲۸/۵۶) (اے محمدؐ!) جسے تم دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی ہے جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

۳۔ جو لوگ خدا کی فرمانبرداری یا اسلام کی طرف آجائیں انہیں سیدھی راہ دکھلانا اور راہِ راست پر چلاتے جانا۔ یہ اصل ذمہ داری تو انبیاء ورسل کی ہوتی ہے۔ پھر دوسرے مسلمان بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں (تاہم یہ کام بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہی ہوتا ہے) جیسا کہ فرمایا،

اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَلَوْ كَانُوْا لَا یُبْصِرُوْنَ (۱۰/۴۳) کیا تم اندھوں کو راستہ دکھاؤ گے اگرچہ کچھ بھی دیکھتے (بھالتے) نہ ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا،

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۴۲/۵۲) اور بیشک (اے محمدؐ) تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔

اور اھتدی بمعنی ہدایت پانا، سیدھے راستہ پر گامزن ہونا۔ ارشادِ باری ہے،

فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ (۱۰/۱۰۸) تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے سو وہ اپنے ہی لیے راہ پاتا ہے۔

۴۔ رَشَدَ (ضد غوٰی) بمعنی جو شخص راہِ راست پر آجائے اور نیک چلن بھی اختیار کرلے (ق۔م) اور رُشد (ضد غیّ) بمعنی راہِ حق پر برقراری — وابستگی (منجد) قرآن میں ہے:

اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (۱۱/۷۸) کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: اهتدی: سیدھی راہ پر گامزن ہونے اور رَشَدَ: سیدھی راہ اختیار کرنے کے بعد نیک عادات و اطوار اپنانے اور اس پر برقرار رہنے کے لیے آتا ہے۔

۶۔ ہلاکت

کے لیے کچھ تو بد دعائیہ قسم کے کلمات ہیں جو ناراضگی اور خفگی کے موقعہ پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً تَبَّ تَعِسَ، قُتِلَ، ثَبَرَ، اَوْلٰی اور وَیْلٌ کے الفاظ سب ایسے ہی موقعہ پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے ہماری زبان میں کہتے ہیں۔ تیرا بیڑا غرق، خدا تجھے سنبھالے، تمہارا کچھ نہ رہے۔ وغیرہ۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ تَبَّ: بمعنی ہلاک ہونا۔ ٹوٹنا۔ کٹنا۔ کاٹنا دونوں طرح آتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱۱۱/۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو۔

۲۔ تَعِسَ: بمعنی ٹھوکر کھا کر گرنا پھر اُٹھ نہ سکنا۔ کسی گڑھے میں گر کر ہلاک ہونا (مف) قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ (۴۷/۸) ہلاک ہوں وہ لوگ جو کافر ہیں۔

۳۔ قُتِلَ، قَتَلَ: بمعنی کسی کو مار دینا۔ رُوح کو تن سے جُدا کر دینا۔ اور قُتِلَ بمعنی مارا جائے۔ ہلاک ہو۔ قرآن میں ہے:

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (۷۴/۲۰) وہ ہلاک ہو جو اس نے کیسا (غلط) اندازہ لگایا۔ پھر ہلاک ہو، جو اس نے کیسا (غلط) اندازہ لگایا۔

۴۔ ثَبَرَ: بمعنی ہلاک ہونا یا (زخم کا) خراب ہونا (مف) اور ثُبُوْر بمعنی ہلاکت قرآن میں ہے:

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (۲۵/۱۴) آج کے دن ایک ہلاکت کو نہ پکارو۔ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔

۵۔ اَوْلٰی: کا صلہ اگر ب سے آئے تو بمعنی لائق تر۔ مناسب تر۔ زیادہ حقدار۔ اور اگر ل سے آئے تو بمعنی ہلاکت۔ خرابی اور تباہی۔ افسوس۔ یہ کلمہ تہدید و تخویف ہے اور اس کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہو تاکہ اسے تنبیہ ہو جائے۔ نیز یہ کلمہ عموماً تکرار سے آتا ہے تاکہ مخاطب انجام پر غور کر کے اس سے بچنے کی کوشش کرے (مف) قرآن میں ہے:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى (۷۵/۳۴) تو اس (ناعاقبت اندیش) نے نہ تو کلامِ خدا کی تصدیق اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔ تو تجھ پر افسوس ہے۔ پھر تجھ پر افسوس ہے۔

۶۔ وَيْلٌ: خرابی۔ تباہی۔ افسوس۔ ہلاکت۔ یہ کلمہ عموماً حسرت کے موقعہ پر بولا جاتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَيۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ (۴۵/۷) ہر جھوٹے اور گنہگار کے لیے خرابی ہے۔

۷۔ ہلاک ہونا ۔ کرنا

کے لیے هَلَكَ اور اَهۡلَكَ - بَادَ (بِيۡد) رَدِيَ اور تَرَدّٰى - بَخَعَ - دَمَّرَ - دَمۡدَمَ - تَبَّبَ - تَبَّرَ بَارَ (بُوۡر) اَسۡحَتَ، اَوۡبَقَ، قَصَمَ، فَنِيَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ هَلَكَ : بمعنی فنا ہونا۔ جاندار اور بے جان سب کے لیے آتا ہے۔ اور جاندار ہونے کی صورت میں اس کا معنی ہے۔ بے بسی کی موت کرنا۔ بُری موت مرنا۔ ارشادِ باری ہے :

كُلُّ شَيۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ (۲۸/۸۸) اس (اللہ) کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

اِنِ امۡرُؤٌا هَلَكَ لَيۡسَ لَهٗ وَلَدٌ (۴/۱۷۵) اگر کوئی ایسا شخص مر جائے جس کے اولاد نہ ہو۔

اور اَهۡلَكَ بمعنی کسی دوسری چیز کو تباہ کرنا اور ختم کر دینا۔ ارشادِ باری ہے :

اَلَمۡ يَرَوۡا كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ (۶/۶) کیا وُہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی اُمتوں کو ہلاک کر ڈالا۔

۲۔ بَادَ، اَلۡبَيۡدَاءُ بمعنی لق ودق صحرا اور اس کی جمع بِيۡد ہے۔ اور بَادَ بمعنی کسی کھیتی کا اجڑ کر بیابان بن جانا۔ مکمل طور پر تباہ ہونا اور اُجڑنا (مف) ارشادِ باری ہے :

قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنۡ تَبِيۡدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا۔ (۱۸/۳۵) وُہ کہنے لگا۔ مجھے تو یہ خیال بھی نہیں آسکتا کہ یہ باغ کبھی اجڑ کر تباہ بھی ہو جائے گا۔

۳۔ تَرَدّٰى، رَدِيَ بمعنی کسی چیز کو بلندی سے زمین پر دے مارنا یا زمین سے کسی گڑھے میں پٹخ دینا کہ وہ ہلاک ہونے کو پہنچ جائے۔ ارشادِ باری ہے ،

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرۡدٰى (۲۰/۱۶) اور وُہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگتا ہے تو تم (اس کے پیچھے لگ کر) ہلاک ہو جاؤ۔

اور اَرۡدٰى متعدی ہے۔ یعنی اسی طریق سے دوسرے کو ہلاک کرنا۔ قرآن میں ہے ،

قَالَ تَاللّٰهِ اِنۡ كِدۡتَّ لَتُرۡدِيۡنِ (۳۷/۵۶) کہے گا۔ خدا کی قسم! تو تُو مجھے ہلاک کرنے ہی والا تھا۔

اور تَرَدّٰى بمعنی خود کنویں یا گڑھے میں گرنا اور ہلاکت کو پہنچنا ہے۔ ارشادِ باری ہے ،

وَمَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى۔ (۹۲/۱۱) اور جب وُہ دوزخ کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔

۴۔ بَخَعَ : غم یا غصہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالنا (مف۔م ل) گھل گھل کر ہلکان ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے :

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ اے پیغمبر! اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو شاید آپ

إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَسَفًا۔ (۱۸/۶) — ان کے پیچھے رنج کر کرکے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو گے۔

۵۔ دَمَرَ: دَمَرَ بمعنی کسی کے گھر میں بغیر اجازت بُرے ارادہ سے داخل ہونا (منجد) اور دَمَرَ کسی چیز پر دفعتہً ہلاکت لا ڈالنا (مف)

فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (۱۷/۱۶) — ان لوگوں نے اس بستی میں سرکشی کی تو ان پر (حسبِ دستور عذاب کی) بات واجب ہو گئی۔ سو ہم نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

۶۔ دَمْدَمَ: الشیءَ بمعنی کسی چیز کو زمین سے چپکا دینا۔ اور دمدم اللہ علیہم بمعنی خدا نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ملیامیٹ کر دیا (منجد) ارشاد باری ہے:

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا (۹۱/۱۴) — تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو (ہلاک کرکے) برابر کر دیا۔

۷۔ تَبَّبَ: تَبَّ دعائیہ کلمہ ہے۔ تَبًّا لَکَ کہنا یعنی تیرے لیے ہلاکت ہو۔ اور لغوی معنی ٹوٹنا۔ کٹنا یا ہلاک ہونا ہے۔ اور تَتْبِيْبٌ میں تکرار لفظی سے تکرار معنوی مقصود ہے۔ یعنی مسلسل تباہی کی طرف قدم ہونا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ (۱۱/۱۰۱) — اور ان کے (جھوٹے معبود) ان کی مسلسل تباہی میں اضافہ کے سوا کچھ بھی نہ کر سکے۔

۸۔ تَبَرَ: غارت کر دینا۔ تہس نہس کر دینا۔ نیست و نابود کر دینا۔ (مف۔ منجد) اور تَبَار بمعنی ہلاکت۔ تباہی۔ ارشاد باری ہے:

وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (۲۵/۳۹) — اور ہم نے اسے (سمجھانے کے لیے) سب کی مثالیں پیش کر دیں کہ ان سب کو ہم نے تہس نہس کر دیا۔

۹۔ بَارَ (مصدر بَوْرًا اور بَوَارًا) بمعنی کسی فرد غلطی مال کا بہت زیادہ مندا پڑنا اور ہلاکت کے قریب پہنچنا۔ یعنی کَسَدَ حَتّٰی فَسَدَ۔ آہستہ آہستہ تباہی کی طرف چلتے جانا (مف) آہستہ آہستہ راس المال کا کم ہوتے ہوتے تباہ ہو جانا۔ قرآن میں ہے:

وَأَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ (۳۵/۲۹) — اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ اور ایسی تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہ ہو گی۔

۱۰۔ اَسْحَتَ، سُحْت بمعنی حرام کمائی اور رشوت (مف) سَحَتَ بمعنی مال حرام کمایا۔ اور اَسْحَتَتِ التِّجَارَةُ بمعنی تجارت کے مال میں کھوٹ اور حرام کا مل جانا اور اُسْحِتَ بمعنی مال کا محتاج ہونا۔ مال کا تباہ ہونا (منجد) اور اَسْحَتَ بمعنی بیخ و بن سے اکھیڑ دینا (مف) گویا اَسْحَتَ

مفلوک الحالی کی وجہ سے تباہی کے لیے آئے گا۔ ارشادِ باری ہے؛

لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَیُسْحِتَکُمْ بِعَذَابٍ (۲۰/۶۱) — اللہ پر جھوٹ افترا نہ کرو۔ وہ تمہیں عذاب سے فنا کر دے گا۔

۱۱۔ اَوْبَقَ، وَبِقَ بمعنی ہلاک ہونا۔ اور مَوْبِقٌ بمعنی ہلاکت کی جگہ۔ قید خانہ۔ دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز (منجد) ادھر آگ ادھر کھائی۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ اور اَوْبَقَ بمعنی ایسے مقام پر پہنچنا جہاں آگے پیچھے ہلاکت ہی ہلاکت نظر آئے اور اَوْبَقَ بمعنی کسی کو ایسی جگہ میں ہلاک کر دینا

ارشادِ باری ہے؛

وَیَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْھُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَھُمْ وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمْ مَّوْبِقًا۔ (۱۸/۵۲) — اور جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے شریکوں کو جن کی نسبت تم گمان (الوہیت) رکھتے تھے، بلاؤ تو وہ انہیں بلائیں گے مگر وہ انہیں کچھ جواب نہ دیں گے تو ہم ان کے بیچ میں ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔

۱۲۔ قَصَمَ، بمعنی پیس ڈالنا۔ توڑ مروڑ کر اور ریزہ ریزہ کر کے تباہ کر دینا (مف) ارشادِ باری ہے،

وَکَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ کَانَتْ ظَالِمَۃً۔ (۲۱/۱۱) — اور بہت سی بستیوں کو جو ستم گار تھیں ہم نے ہلاک کر مارا۔

۱۳۔ فَنِیَ: (فنا ضد بقا) اپنا وجود کھو دینا۔ کچھ باقی نہ رہنا۔ عدم میں چلے جانا (مف) یہ ھلک سے بھی اعم ہے۔ ھلک میں کسی چیز کا خراب ہونا۔ ہاتھ سے نکل جانا۔ بُری موت مرنا سب کچھ شامل ہے جبکہ فنی کا معنی سرے سے کسی چیز کا اپنا وجود ختم کر دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ (۵۵/۲۶) — جو کچھ بھی زمین پر ہے۔ سب کو فنا ہونا ہے۔

ماحصل: (۱) ھَلَکَ، ہلاک ہونا۔ برباد ہونا۔ جاندار اور بے جان سب کے لیے عام ہے۔

(۲) بَادَ۔ کھیتی کا صحرا میں بدل کر اجڑنا اور ختم ہو جانا۔

(۳) تَرَدّٰی۔ کنوئیں یا گڑھے میں گر کر ہلاکت کو پہنچنا۔

(۴) بَخَعَ۔ کسی غم میں گھل گھل کر ہلاک ہونا۔

(۵) دَمَغَ۔ اینٹ سے اینٹ بجا دینا۔ اکھاڑ مارنا۔

(۶) دَمْدَمَ۔ ملیامیٹ کر دینا۔ زمین بوس کر دینا۔

(۷) تَبَّبَ۔ آہستہ آہستہ تباہی کی طرف چلتے جانا۔

(۸) تَبَّرَ۔ تہس نہس کر دینا۔ نشان تک مٹا دینا۔

(۹) بَارَ۔ راس المال میں کمی کی وجہ سے تباہ ہونا۔

(۱۰) اَسْحَتَ۔ مفلوک الحالی سے تباہ ہونا۔

(۱۱) اَوْبَقَ - ایسے ہلاکت کے مقام پر ہونا کہ اِدھر آگ ہو اُدھر کھائی۔

(۱۲) قَصَمَ - توڑ موڑ کر رکھ دینا۔

(۱۳) فَنِیَ - اپنا وجود کھو دینا - یہ ھلك سے بھی اعم ہے۔

۸- ہلکا ہونا ــــــ کرنا

کے لیے خَفَّ - خَفَّفَ - اور اِسْتَخَفَّ - فَتَرَ اور قَصَدَ کے الفاظ آتے ہیں:-

۱- خَفَّفَ - خَفَّ بمعنی ہلکا ہونا (ضد ثَقُلَ بمعنی بوجھل ہونا) مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ خفیف بمعنی وزن کے لحاظ سے ہلکا بھی اور سبک رفتار یا خوش آئند بھی آتا ہے۔ اور ثقیل بمعنی وزن کے لحاظ سے بوجھل بھی اور طبیعت پر گراں بار بھی۔ قَوْلًا ثَقِيلًا (۵/۷۳) بمعنی طبیعت پر گراں بار۔ بھاری ذمہ داری۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ (۷/۹) اور جس کے اعمال کا وزن کم ہوا تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا۔

اور خَفَّفَ بمعنی تخفیف کرنا۔ بوجھ یا ذمہ داری میں کمی کرنا۔ ہلکا کرنا - یہ بھی ہر طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ (۲/۸۶) نہ تو اُن سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

اور اِسْتَخَفَّ بمعنی کسی چیز کی قدر و منزلت کو بتدریج ہلکا کرنے کی کوشش کرنا۔ ارشاد باری ہے:

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ (۴۳/۵۴) فرعون نے اپنی قوم کی عقل ماردی تو انہوں نے اس کی بات مان لی۔

۲- فَتَرَ: فَتَرَ بمعنی کسی چیز کی قوت یا رفتار میں بتدریج کمی واقع ہوتے جانا۔ قوت کے بعد کمزوری تیز رفتاری کے بعد آہستہ آہستہ سست رفتاری واقع ہونا (مف) اور فتور بمعنی تیزی کے بعد سستی یا ٹھہراؤ۔ سختی کے بعد نرمی اور قوت کے بعد کمزور پڑ جانا (مف) اور فَتَّرَ بمعنی کسی بوجھ یا رفتار وغیرہ کو بتدریج ہلکا یا کم کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ (۴۳/۷۵) وہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ (خود بھی) اس بات سے آس توڑے بیٹھے ہوں گے۔

۳- قَصَدَ: کا ایک معنی افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راہ اختیار کرنا بھی ہے (اور اِقْتِصَاد اموال یا دوسری اشیاء کے صرف کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ (۳۱/۱۹) اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کر۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

لَوْكَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا۔ (۹/۴۲) اگر مالِ غنیمت سہل الحصول اور سفر بھی ہلکا ہوتا۔

تو یہاں بھی قَاصِدًا کا معنی درمیانی قسم کا یا واجبی سا فاصلہ ہے۔ یعنی نہ زیادہ دُور اور نہ نزدیک لیکن تقابل اور زیادہ تفصیل سے بچنے کی خاطر اس کا ترجمہ ہلکا کر لیا جاتا ہے۔

ماحصل: (۱) خَفَّفَ، بمعنی کسی بوجھ یا ذمہ داری میں تخفیف یا کمی کر کے ہلکا کرنا۔ اور (۲) فَتَّرَ کسی چیز میں قوت کم ہونے کی وجہ سے اس کی قوتِ کار کو ہلکا کرنا یا کم کرنا۔

(۳) قَصَدَ: بمعنی درمیانی قسم کا۔ معتدل۔ دشوار کے مقابلہ ہلکا۔

۹۔ ہلنا ۔۔۔ ہلانا

کے لیے حَرَّكَ، هَزَّ، هَشَّ، لَوَّى اور نَغَّضَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَرَّكَ، بمعنی حرکت دینا۔ ہلانا۔ اس کا استعمال عام ہے۔ حرکت خواہ کس طرح کی ہو۔ ارشاد باری ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (۷۵/۱۶) (اے محمدؐ) وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلایا کرو (کہ اس کو جلد یاد کر لو)

۲۔ هَزَّ، بمعنی درخت کو اس طرح ہلانا کہ اس کا پھل گر پڑے (ف۔ ل ۲، ۱۷) پنجابی میں اس کے لیے خاص لفظ ہے۔ جُھونٹ یا جُھونا مارنا۔ ارشاد باری ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۴) اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ۔

اور اِهْتَزَّ بمعنی کسی چیز کا اس طرح ہلنا یا حرکت کرنا جیسے اسے کسی نے جھٹکا دے دیا ہو یا جھٹک رہا ہو۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا (۲۸/۳۱) جب موسیٰؑ نے دیکھا کہ ان کی لاٹھی یوں حرکت کرنے لگی ہے گویا وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیئے۔

۳۔ هَشَّ، هَشَّ اور هَزَّ دونوں ہم معنی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے هَشَّ صرف نرم اور ہلکی چیز کو ہلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے هَشَّ الْوَرَقَ بمعنی پتے جھاڑنا (مف) اور هشیش بمعنی ہر نرم چیز۔ نرم طبع مرد۔ اور هَشَّ بمعنی تبسّم کرنا۔ اور هشاش ایسا آدمی جس کا چہرہ معمولی بات پر کِھل جائے اور خوش ہو جائے (م۔ ق) ہشّاش بشّاش مشہور لفظ ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ (۲۰/۱۸) موسیٰؑ نے کہا یہ میری لاٹھی ہے میں اس سے ٹیک بھی لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے درختوں سے پتے بھی جھاڑتا ہوں۔

۴۔ لَوَّى، لَوَى الْحَبْلَ۔ بمعنی رسی بٹنا۔ اور لَوَيْتُ الْحَيَّةَ بمعنی سانپ کا کنڈلی مارنا (منجد) اور لَوَّى

لِسَانَهٗ بمعنی زبان میں بولتے وقت اس طرح پیچ ڈالنا کہ مطلب کچھ کا کچھ بن جائے (مف) اور لَوّٰی بمعنی کسی چیز کو موڑنا اور مروڑنا۔ موڑ دینا۔ سب معنوں میں آتا ہے۔ اور لَوّٰی رَاْسَہٗ سر کو یوں حرکت دینا جیسے مخاطب کی بات ناقابلِ قبول ہو۔ سر مٹکانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ (۶۳/۵) — اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے مغفرت مانگیں تو سر کو ہلا دیتے ہیں۔

۵۔ نَغَضَ: بمعنی کانپنا۔ ہلنا۔ بے قرار ہونا اور نَغَضَ رَاْسَہٗ بمعنی سر کو تعجب یا مسخری یا پھپکی کی وجہ سے مٹکانا۔ جھٹکا دینا (مف۔ منجد) اور نَغْض بمعنی چلتے وقت کانپنے والا۔ سر کو ہلانے والا (منجد) اور بمعنی سر کو ہلانا (ف۔ل ۱۷۲) اور الانغاض بمعنی سر کو حرکت دینا (م۔ل) ارشاد باری ہے:

فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا (۱۷/۵۱) — تو (تعجب سے) تمہارے آگے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا؟ کہہ دو امید ہے کہ جلد ہوگا۔

ماحصل: (۱) حَرَّكَ۔ حرکت دینا۔ ہلانا۔ استعمال عام ہے۔

(۲) هَزَّ۔ کسی بڑی یا بھاری چیز کو جھٹکا دے کر ہلانا۔

(۳) هَشَّ۔ کسی ہلکی یا نرم چیز کو جھٹکا دے کر ہلانا۔

(۴) لَوّٰی۔ کسی چیز میں موڑ ڈالنا۔ جھٹکنا۔

(۵) نَغَضَ۔ سر کو تعجب، مسخری یا پھپکی کی وجہ سے ہلانا۔ یہ لفظ سر کو ہلانے کے لیے خاص ہے۔

۱۰۔ ہم آہنگی ہونا

کے لیے قَرِيْن، اَتْرَاب، سَمِيّ، كُفُوٌ، صِنْوٌ اور ضَاهٰى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَرِيْن: قرن (ج قرون) بمعنی زمانہ۔ دور (تفصیل "زمانہ" میں دیکھیے) اس لحاظ سے قرین کا معنی ہم عمر کیا جاتا ہے۔ اور قَرَن بمعنی وہ ایک رسی جس سے دو اونٹوں کو باندھ دیتے ہیں۔ قَرَنَ الثَّوْرَيْن بمعنی دو بیلوں کو پنجالی میں جوتنا۔ اس لحاظ سے قرین کا معنی ہم نشین کیا جاتا ہے۔ ایسا ساتھی جو ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو (ج قرناء) اور اس کا استعمال اکثر برے مفہوم میں ہی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا (۴/۳۸) — اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو (اس میں کچھ شک نہیں کہ) وہ برا ساتھی ہے۔

۲۔ اَتْرَاب: تُرَاب بمعنی خاک مٹی۔ اور تَرِبَ بمعنی خاک آلود ہونا بھی اور محتاج و مفلس ہونا بھی۔ اور اَتْرَبَ بمعنی مالدار ہونا بھی۔ اور تندرست ہونا بھی (لغت اضداد) (منجد) اور تَارَبَ بمعنی

ایک ساتھ مٹی میں کھیلنا۔ ہم عمر ہونا۔ دوست ہونا۔ اور تِرب بمعنی ہم عصر۔ ہم عمر۔ دوست۔ ساتھی (ج اتراب) اور تِرب کا مؤنث تِربَۃ (ج اتراب) صدیقہ اور ہم عمر عورت۔ ہم زاد۔ ہم سن (م۔ق) اتراب کا لفظ اکثر عورتوں کے لیے آتا ہے (منجد) گویا اتراب سے مراد ایسی دوست اور ہم عمر عورتیں ہیں جن میں مزاج کی بھی پوری ہم آہنگی پائی جاتی ہو۔ قرآن میں ہے:

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا۔ (۵۶/۳۶-۳۷) — ہم نے ان حوروں کو کنواریاں بنایا جو شوہروں سے بہت پیار کرنے والی بھی ہوں گی اور ہم عمر بھی۔

۲۔ سَمِیٌّ، اسم بمعنی نام اور سَمِیٌّ بمعنی ہم نام۔ ایسے دو یا زیادہ اشخاص جن کا نام ایک ہی ہو۔ ارشاد باری ہے:

اِسْمُهٗ یَحْیٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا (۱۹/۷) — اس کا نام یحیٰی ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔

۴۔ کُفُو: (کَفَأَ) کُفْو اور کُفی بمعنی ہم پایہ اور ہم پلہ۔ برابر (منجد) اور بمعنی مثل۔ نظیر۔ جوڑ (م۔ق) اور بمعنی مرتبہ و منزلت میں دوسرے کا ہم پلہ ہونا۔ اور کِفَاءٌ کپڑے کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو اس جیسے دوسرے ٹکڑے سے ملا کر خیمہ کے پچھلی طرف ڈال دیا جاتا ہے۔ کُفُو کا لفظ عموماً نکاح یا رشتہ کے وقت یا لڑائی کے دوران بولا جاتا ہے۔ فُلَانٌ کُفُوٌ لِفُلَانٍ، یعنی فلاں شخص فلاں کے جوڑ کا یا ہمسر ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (۱۱۲/۴) — اور اس (اللہ تعالیٰ) کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

۵۔ صَفَّ بمعنی صف بنانا۔ سیدھی قطار بنانا۔ اور صَفَّفَ بمعنی قطار کو سیدھا کرنا اور رکھنا (م۔ق) صَفّ (مصدر) بمعنی ہر شے کی سیدھی قطار۔ کلاس۔ صف بستہ قوم (منجد) ارشاد باری ہے:

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (۸۹/۲۲) — اور تمہارا پروردگار جلوہ فرما اور فرشتے صف بستہ ہو کر آ موجود ہوں گے۔

پھر اس صف میں حالت کی جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے اس کا اطلاق اور بھی کئی صورتوں میں ہوتا ہے۔ مثلاً اَلصَّافَّۃُ مِنَ الْاِبِلِ (ج صافّات اور صَوَافّ) پاؤں کو قطار میں کرنے والا اونٹ اور صافّ (من الابل) بمعنی ایک قطار میں ٹانگیں رکھے ہوئے اونٹ۔ اسی طرح صَفَّ الطَّیرُ بمعنی پرندوں نے اپنی اڑان میں اپنے پروں کو قطار کی طرح سیدھا کر دیا۔ اور پرندوں کا اپنے پروں کو ہوا میں پھیلا دینا اور بالکل حرکت نہ دینا بھی ہے جبکہ سب ایک ہی حالت میں ہوں۔ ارشاد باری ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ۔ (۶۷/۱۹) — کیا انہوں نے اپنے سروں پر اڑتے جانوروں کو نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلائے رہتے ہیں۔ پھر انھیں سکیڑ بھی لیتے ہیں۔ خدا کے سوا انہیں کوئی تھام نہیں سکتا۔

ضَاھٰی: ضَاھَی الرَّجُل۔ بمعنی شَاکَلَہٗ وَشَابَھَہٗ یعنی کسی شخص کا دوسرے سے ہم شکل ہونا یا عادات واطوار میں مشابہ ہونا۔ اور ضَہِیٌّ بمعنی ہم شکل آدمی۔ (م۔ ق۔ مف۔ منجد)

ارشاد باری ہے:

یُضَاھِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (۹/۳۰) پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے۔ (جالندھری)

ریس کرتے ہیں بات ان لوگوں کی جو کافر ہوئے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) قرین۔ ہم عمر یا ہم نشین ساتھی۔ (۴) کُفُو۔ قدر و منزلت میں ہم پلہ۔ ہمسر۔ برابر کی چوٹ

(۲) اتراب۔ ہم عمر اور ہم مزاج دوست یا سہیلیاں۔ (۵) صَفّ۔ قطار بندی اور حالت میں ہم آہنگی۔

(۳) سَمِیٌّ۔ ہم نام۔ (۶) ضاھی۔ شکل و صورت یا عادات و اطوار میں ہم آہنگی۔

۱۱ ـــــ ہمت ہارنا

کے لیے فَشِلَ اور اِسْتَکَانَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ فَشِلَ: بمعنی لڑائی اور شدت کے وقت بزدلی دکھانا (منجد) ہمت ہارنا۔ جی چھوڑنا۔ نامردی دکھانا۔ کمزوری اور بزدلی دکھانا۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ (۳/۱۵۲) یہاں تک کہ تم نے ہمت ہاری اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے۔

نامردی کی (عثمانیؒ)

۲۔ اِسْتَکَانَ: بمعنی پوری محنت کے بعد تھک کر اور کمزور ہو کر بالآخر ہمت ہار دینا۔ عاجز ہو جانا۔ ہمت کا جواب دے جانا۔ مطیع ہو جانا۔ دب جانا۔ ارشاد باری ہے:

فَمَا وَھَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَکَانُوْا۔ (۳/۱۴۶) تو جو مصیبتیں انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں، ان پر انہوں نے نہ بزدلی کی، کمزوری دکھائی اور نہ ہی (کافروں سے) دبے۔

ماحصل: ابتدا ہی میں دل چھوڑ دینے اور ہمت ہار دینے کے لیے فشل اور اپنی قوت صرف کر چکنے کے بعد ہمت ہارنے پر استکان آئے گا۔

۱۲ ـــــ ہموار کرنا

کے لیے سَطَحَ، دَکَّ اور مَرَّدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سطح کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) پھیلانا یا بچھانا (۲) پھر اسے ہموار کرنا۔ اور سَطَحَ الْبَیْتَ بمعنی گھر کی چھت کو ہموار کرنا۔ اور مِسْطَح بمعنی ہموار کرنے کا آلہ یا اوزار اور سطح بمعنی مکان کی چھت کا اوپر کا حصہ (منجد) امام راغب کے الفاظ میں اَعْلَی الْبَیْتِ جُعِلَ سَوِیًّا (مف) ارشاد باری ہے:

وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (۸۸/۲۰) اور کیا وہ نہیں دیکھتے) زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی۔

۲۔ دَكَّ کے بنیادی معنی (۱) کوٹنا (۲) پھر اسے ہموار کر دینا ہیں۔ (م۔ ل) یعنی کسی چیز کو کوٹ کر زمین کے برابر کر دینا (مف) ارشاد باری ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ (۱۸/۹۸) پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا تو اس (سدِ ذوالقرنین) کو ڈھا کر پیوند خاک کر دے گا۔

۳۔ مَرَّدَ: مَرِدَ الْغُلَامُ بمعنی لڑکے کا بے ریش ہونا۔ اور مَرَّدَ الْغُصْنَ بمعنی ٹہنی کے پتے صاف کرنا۔ اور مَرَّدَ الْبِنَاءَ بمعنی عمارت کو ہموار اور چکنا کرنا (مف۔ منجد) ارشاد باری ہے:

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ (۲۷/۴۴) سلیمانؑ نے کہا یہ (الیا محل) ہے جو شیشے جڑے ہونے کی وجہ سے ہموار بنا دیا گیا ہے۔

ماحصل: (۱) سطح۔ بچھانا اور ہموار کرنا۔ (۳) مَرَّدَ۔ ہموار اور چکنا کرنا۔
(۲) دَكَّ۔ ریزہ ریزہ کر کے زمین کے ہموار کرنا۔

۱۳۔ ہمیشہ

کے لیے سرمد اور ابد کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَرْمَد: بمعنی دائم۔ ہمیشہ (مف) سَرْمَدِیٌّ بمعنی جس کا نہ اول ہو نہ آخر (منجد) ہمیشہ کسی چیز کا ایک ہی حالت میں رہنا اور اس میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہونا (فق ل ۹۵) ارشاد باری ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ (۲۸/۷۱) آپ کہہ دیجیے۔ بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر روز قیامت ہمیشہ رات ہی رہنے دے تو دوسرا کون اللہ ہے جو تمہارے لیے روشنی لائے گا؟

۲۔ اَبَد: (ضد ازل) زمانہ دراز کا پھیلاؤ۔ مسلسل جاری رہنے والی مدت (مف) ظرف زمان ہے جو مستقبل میں نفی اور اثبات دونوں کی تاکید کے لیے آتا ہے۔ مثلاً اَفْعَلُهٗ اَبَدًا میں اسے ضرور کرتا رہوں گا اور لَا اَفْعَلُهٗ اَبَدًا بمعنی میں اسے کبھی بھی نہ کروں گا (منجد) اور اَبَد سے پہلے خَلَدَ مزید تاکید کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (۹۸/۸) وہ اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (۶۲/۷) یہودی جو کچھ کرتوت کر چکے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ موت کی کبھی بھی آرزو نہ کریں گے۔

ماحصل: (۱) سرمد۔ ظرف زمانی۔ صرف اثبات کے لیے اور بلا تغیر کسی حالت کے مسلسل رہنے کیلئے آتا ہے۔
(۲) اَبَدًا۔ ظرف زمانی۔ مستقبل میں نفی و اثبات دونوں کی تاکید اور حالت اور کام کے تسلسل کے لیے آتا ہے۔

۱۴ا۔ ہمیشہ ہونا۔ رہنا

کے لیے خَلَدَ۔ وَصَبَ۔ ظَلَّ۔ اِسْتَمَرَّ اور ان کے علاوہ افعالِ ناقصہ میں سے دَامَ۔ مَازَالَ۔ اَبْرَحَ اور فَتَأَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَلَدَ: کا لفظ ہمیشگی کے لیے نہیں بلکہ کسی چیز کا اپنی ابتدا سے عرصۂ دراز تک تغیّر و فساد پیدا نہ ہونے کے لیے آتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اَبَد کے ساتھ تاکید کے لیے آتا ہے اور جہاں محض عرصۂ دراز مقصود ہو تو صرف یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ابدا کا لفظ ساتھ نہیں آتا۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (۹۸/۶)
اور جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک۔ وُہ دوزخ کی آگ میں پڑیں گے اور وُہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور اسی سورہ میں جہاں مومنوں کی جزا کا ذکر کیا تو فرمایا:

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (۹۸/۸)
ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وُہ ابدالآباد ان میں رہیں گے۔

اور اَخْلَدَ اور خَلَّدَ دونوں کسی چیز کے ایک حالت پر طویل عرصہ تک برقرار رہنے یا ایک ہی حالت میں رہنے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ (۱۰۴/۳)
اس کا خیال ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا (موجب ہوگا)

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ (۵۶/۱۷)
نوجوان خدمتگزار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے ان کے آس پاس پھریں گے۔

۲۔ وَصَبَ: ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی محض کسی چیز کا ایک حالت پر دوام ہے (م۔ل) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک شدۃ الوجع (ف۔ل۔ ۲۸۰) یعنی درد کی شدّت اور صاحب منجد کے نزدیک الواصب بمعنی بہت دور تک پھیلا ہوا بیابان اور وَصَبَ بمعنی دائم ہونا ثابت ہونا۔ اور وصب المریض ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ (۳۷/۹)
اور ان کے لیے عذاب دائمی ہے۔

دیکھیے یہاں واصِبٌ کے معنی میں دوام، شدت الوجع اور پھیلاؤ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ مگر بعد میں یہ لفظ شدت الوجع کا معنی چھوڑ کر محض شدّت یا مضبوطی اور وسعت و دوام کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا (۱۶/۵۲)
اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اور اسی کی حاکمیت کو دوام ہے۔

۳۔ ظَلَّ: بمعنی ہمیشہ رہنا۔ ظَلَّ الیوم۔ دن کا سایہ دار ہونا۔ سارا دن سایہ رہنا۔ ظَلَل بمعنی پانی جو ہمیشہ درختوں کے سایہ میں رہے۔ اور ظلیل بمعنی سایہ دار۔ ہمیشہ سایہ والا۔ اور ظَلَّۃٌ اسم مرہ۔ اقامت (منجد) ظَلِلْتُ اور ظَلْتُ (ایک لام کے ساتھ) یہ اصل میں اس کام کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو دن کے وقت کیا جائے۔ مگر کبھی بمعنی صِرْتُ یعنی ہو جانا یا رہ جانا کے معنی میں بھی آجاتا ہے (مف) اور ظَلَّ بمعنی کسی کام کو سارا دن کرنا یا سارا دن ایک ہی جیسی حالت رہنا (م۔ق) گویا ظَلَّ میں دن بھر یا کچھ مدت تک کے لیے دوام پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَهْرِہٖ (۴۲/۳۳) — اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے اور جہاز سمندر کی سطح پر کھڑے رہ جائیں (جالندھری) پھر رہیں سارا دن ٹھہرے ہوئے

۴۔ اِسْتَمَرَّ: مَرَّ بمعنی گزرنا۔ جانا۔ کسی چیز کے پاس سے گزر جانا (مف۔منجد) اور اِسْتَمَرَّ بمعنی ایک حالت یا طریقہ پر باقی رہنا۔ ہمیشگی کرنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۵۴/۲) — اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے (جالندھری) جادو ہے پہلے سے چلا آتا (عثمانی)

ماحصل: (۱) خَلَدَ: طویل مدت تک بلا تغیر ایک ہی حالت میں رہنا۔

(۲) وَصَبَ: میں دوام کے ساتھ وسعت اور مضبوطی پائی جاتی ہے۔

(۳) ظَلَّ: دن بھر کوئی کام کرنا۔ یا سارا دن ایک جیسی حالت رہنا۔

(۴) اِسْتَمَرَّ: شروع سے اب تک کسی حالت یا طریقہ کا بدستور رہنا۔

حروف نافیہ کے ساتھ ہمیشگی کا معنی دینے والے الفاظ

۵۔ دَامَ: دَوَامٌ بمعنی سکون اور مَاءُ الدَّائِمِ بمعنی کھڑا پانی جس میں کچھ حرکت نہ ہو۔ اور دام الشیئ بمعنی کسی چیز کا عرصہ دراز تک بلا تغیر ایک ہی حالت میں رہنا (مف) اور دوام بمعنی ہمیشگی۔ یہ فعل بسا اوقات کسی دوسری حالت کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ یعنی جب تک یہ حالت رہے گی تو یہ بھی برقرار رہے گی۔ اس وقت اس پر مَا کا حرف داخل ہوتا ہے اور مَادَامَ "جب تک کہ" کا معنی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا (۵/۲۴) — بنی اسرائیل کہنے لگے۔ موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم وہاں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے۔

۶۔ زَالَ: بمعنی زائل ہونا۔ ٹل جانا۔ اور زوال بمعنی ڈھل جانا۔ یہ لفظ لَا اور مَا نافیہ کے ساتھ مل کر ہمیشگی کا معنی دیتا ہے اور ان معنوں میں ہمیشہ لَا اور مَا کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے (مف) اور ظرف زمانی کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنْهُمْ — اور چند لوگوں کے سوا تم ہمیشہ ان یہود کی ایک نہ ایک

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (۵/۱۳)	خیانت کی خبر پاتے رہو گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خَامِدِيْنَ (۲۱/۱۵)	تو وہ ہمیشہ اسی طرح پکارتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح کا ڈھیر بنا دیا۔

۷۔ اَبْرَحَ: بَرِحَ کی ضد بَرَزَ ہے۔ اور بَرَزَ بمعنی کھلے میدان میں سامنے آجانا۔ اور بَرِحَ بمعنی کھلے میدان سے ہٹ جانا (مف) صرف مضارع استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ جب نفی کا لفظ لَا یا لَنْ آئے تو ظرف مکانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ حَتّٰی کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ (۱۸/۶۰)	اور جب موسیٰؑ نے اپنے نوجوان ساتھی سے کہا جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں!

دوسرے مقام پر فرمایا،

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (۲۰/۹۱)	بنواسرائیل حضرت ہارونؑ سے کہنے لگے جب تک موسیٰؑ ہمارے پاس واپس نہ آجائیں تو ہم برابر اسی جگہ پر لگے بیٹھے رہیں گے۔

۸۔ فَتَأَ: بمعنی کسی کو کسی کام سے روک دینا۔ لَا اور مَا نافیہ اس پر داخل ہو تو کسی کام کے مسلسل کرتے جانے کے معنی دیتا ہے۔ کہتے ہیں مَا فَتَأَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔ وہ ہمیشہ یہ کرتا رہا۔ حَتّٰی کے ساتھ عموماً مشروط ہوتا ہے۔ صرف ماضی اور مضارع استعمال ہوتا ہے (منجد) ظرف زمان کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں یہ لفظ صرف ایک بار آیا ہے مگر وہاں بھی لَا محذوف ہے (جلالین و جامع البیان)

ارشادِ باری ہے،

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ۔ (۱۲/۸۵)	برادرانِ یوسف باپ سے کہنے لگے، واللہ آپ یوسف کو اسی طرح یاد ہی کرتے رہیں گے پھر یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

ماحصل: (۵) دَامَ، صرف ماضی مَا سے مشروط۔ حالت کی تبدیلی کے لیے۔ ظرف مکانی و زمانی دونوں کے لیے

(۶) اَبْرَحَ: صرف مضارع۔ لَا اور لَنْ نفی کے ساتھ اور حَتّٰی سے مشروط۔ ظرف مکانی کے لیے آتا ہے۔

(۷) زَالَ، ماضی اور مضارع لَا اور مَا نافیہ ظرف زمانی کے لیے۔

(۸) فتأ " " حَتّٰی سے مشروط " "

۱۵ ــــــــ ہنسنا

کے لیے ضَحِكَ اور تَبَسَّمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- ضَحِكَ: آواز کے ساتھ منہ کھول کر ہنسنا جس سے دانت نظر آجائیں (منجد) ارشاد باری ہے:

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ (۱۱/۷۱) — اور ابراہیمؑ کی بیوی جو پاس کھڑی تھی۔ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق کی خوشخبری دی۔

۲- تَبَسَّمَ: بَسَمَ اور تَبَسَّمَ بمعنی مسکرانا (منجد) بغیر آواز تھوڑا سا ہنس دینا جس سے انبساط کے آثار نظر آئیں۔ قرآن میں ہے:

تَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (۲۷/۱۹) — سلیمانؑ چیونٹی کی اس بات سے مسکرائے پھر ہنسنے لگے۔

۱۶- ہوا اور اُس کی اقسام

ہوا کے لیے معروف لفظ رِیْح (ر و ح) ہے۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی ہوا اور حرکت کرنا ہے (م۔ل) مگر یہ اس سے زیادہ وسیع معنوں میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

(۱) بمعنی ہوا معروف معنوں میں جو حرکت کرتی ہے (ف ل ۱۷۲) ارشاد باری ہے:

اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ (۴۲/۳۳) — اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔

(۲) بمعنی بو یا خوشبو۔ قرآن میں ہے:

اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ (۱۲/۹۴) — مجھے تو یوسفؑ کی بُو آرہی ہے۔

(۳) بمعنی رعب اور دبدبہ۔ جیسے فرمایا:

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (۸/۴۶) — اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

اور رِیْح کی جمع رِیَاح ہے۔ جب اِرْسَالُ الرِّيَاح کا لفظ ہو تو وہاں رحمت کی ہوائیں مراد ہوتا ہے۔ اور اگر اِرْسَالُ الرِّيْح مذکور ہو یعنی واحد کا صیغہ استعمال ہو تو اس سے مراد عذاب دینے والی ہوا ہوتی ہے (مف) اب ہم اسی لحاظ سے ان کی الگ الگ تقسیم کرتے ہیں۔

خوشگوار ہوائیں

کے لیے رَوْح، رَیْحَان، مُبَشِّرَات اور لَوَاقِح کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- رَوْح: بمعنی بادِ نسیم۔ رحمت۔ خوشی۔ آرام بدد اور يَوْمٌ رَوْحٌ بمعنی خوشگوار دن (منجد) اور امام راغب کے نزدیک رُوْح اور رَوْح دراصل ایک ہی ہیں۔ اور رُوْح کا اطلاق سانس پر ہوتا ہے۔ اور اَرَاحَ الْاِنْسَان کے معنی کسی شخص کے سانس لینے کے ہیں۔ اور راحت حاصل کرنے کے بھی (مف) رُوْح کے مختلف معانی پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا معنی اللہ کے احسانات اور انعامات کی مسلسل جاری رہنے والی رَو ہے جو انسان کے لیے راحت و آرام کا سبب بنتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (۱۲/۸۷) — اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا کیونکہ اس کی رحمت سے ناامید صرف کافر لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

۲۔ رَیْحَان: بمعنی ہر خوشبودار پودا۔ روزی۔ معیشت (منجد) اور رائحۃ بمعنی مہکنے والی خوشبو اور رَیْحَانَۃ بمعنی پھولوں کا گلدستہ (منجد) ان معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ریحان سے مراد رزق یا کھیتی سے حاصل شدہ خوردنی اشیاء ہوں تو ان سے مراد ایسی چیزیں ہیں جن کی مہک اور بُو خوشگوار ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ۔ (۵۶/۸۹) — تو اس کے لیے راحت اور خوشبو دار پھول اور نعمت کے باغ ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ۔ (۵۵/۱۲) — اور اناج جس کے اندر بھُس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول (جالندھری) کھانے کا اناج (مف)

۳۔ مُبَشِّرَات: نزولِ رحمت یا بارانِ رحمت کی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔ بارش سے پہلے کی مرطوب اور خوشگوار ہوا (ف سل ۲۵۴) ارشاد باری ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (۳۰/۴۶) — اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت کے مزے چکھائے!

۴۔ لَوَاقِح: (واحد لاقحۃ) لقح بمعنی باربردار ہوا۔ اور یہ بوجھ دو طرح کا ہو سکتا ہے (۱) پانی کا بوجھ جو ہوائیں برسنے سے پہلے اٹھائے پھرتی ہیں (۲) نر درخت کے تخم کا بوجھ جو وہ مادہ درخت پر جا کر ڈال دیتی ہیں (م ل) قرآن میں یہ لفظ صرف پہلے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (۱۵/۲۲) — ہم نے باربردار ہوائیں چلائیں پھر آسمان سے بارش نازل کی۔

ناگوار ہوائیں

کے لیے عَاصِفٌ، قَاصِفٌ، حَاصِبٌ۔ سَمُوْمٌ، اِعْصَارٌ، حُسْبَان، نَفْحَۃ، صَرْصَر اور رِیْحٌ عَقِیْمٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۵۔ عَاصِف: عَصْفٌ بمعنی بھُوسی۔ بھوسہ۔ خشک نباتات جو ٹوٹ کر چورا چورا ہو جائے (مف) اور عَاصِفَۃ اُس تیز ہوا یا آندھی کو کہتے ہیں جو بھوسہ یا اس کے برابر کی چیزوں کو اڑاتی پھرے۔ ارشاد باری ہے:

حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَجَرَیْنَ — یہاں تک کہ تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور کشتیاں

بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوا بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْآ اَنَّهُمْ اُحِيطَ بِهِمْ (۱۰/۲۲)	پاکیزہ ہوا کے نرم نرم جھونکوں سے سواروں کو لیکر چلنے لگتی ہیں۔ وُہ اس سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں تیز آندھی چل پڑتی ہے اور ہر طرف سے لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ اور انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب وہ ان میں گھِر گئے۔

۶۔ حَاصِبٌ: حَصَبَ بمعنی پتھر کنکر اور حَاصِبَۃ اتنی تیز آندھی کو کہتے ہیں جو پتھر کنکر اڑاتی پھرے (ف ل ۲۵۲) اور اَحْصَبَ الْفَرَسُ بمعنی گھوڑے کا اتنا تیز دوڑنا کہ اس کے پاؤں سے کنکریاں ہوا میں اُڑنے لگیں (م۔ق) ارشاد باری ہے:

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۱۷/۶۸)	کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ خدا تمہیں خشکی کی طرف (لے جاکر زمین میں) دھنسا دے یا تم پر سنگریزوں بھری آندھی چلا دے۔

۷۔ قَاصِف: قَصَفَ بمعنی توڑنا اور ٹوٹنا (م۔ل) اور قَاصِف وُہ تند و تیز آندھی ہے جو درختوں وغیرہ کو توڑ دے (مف) آندھی کا طوفان۔ گرجدار آندھی۔ ارشاد باری ہے:

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ (۱۷/۶۹)	پھر تم پر تیز و تند آندھی بھیجے جو تمہارے کفر کے سبب تمہیں تباہ کر دے۔

۸۔ سَمُوم: سخت گرم ہوا۔ لُو۔ جو اجسام کو جھلس دے (ف ل ۲۵۴) ارشاد باری ہے:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُومِ (۵۲/۲۷)	تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچا لیا۔

۹۔ اِعْصَار: وُہ تند و تیز ہوا جو فضا میں چکر کاٹے (مف) اور بمعنی گرد و غبار سے پُر ایسی تیز ہوا جو سیدھا آسمان کا رُخ کرے (ف ل ۲۵۲) بگولا۔ پنجابی واورولا۔ قرآن میں ہے:

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ۔ (۲/۲۶۶)	پھر اس باغ میں ایک بگولا پہنچا۔ جس میں آگ تھی تو وُہ اُسے خاکستر کر گیا۔

۱۰۔ حُسْبَان: حَسَبَ بمعنی حساب کرنا۔ گننا۔ شمار کرنا۔ اور حُسْبَان بمعنی ایسا عذاب جو حساب چکانے کو کافی ہو۔ اور حُسْبَان کا معنی مختلف اہل لغت نے مختلف کیا ہے۔ تاہم یہ عذاب ہوا کے عذاب ہی سے متعلق ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا (۱۸/۴۰)	اور اللہ اس باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے تو یہ باغ میدان صاف بن جائے۔

۱۱۔ نَفْحَۃٌ بمعنی سرد جھونکا۔ جیسے دھونکنی سے ایک بار میں ہوا نکلتی ہے۔ بھانپ۔ پھونک شدید سرد ہوا کی لپٹ اور اس کی ضد لَفْحَۃٌ (گرم لو کی لپٹ) ہے (ف ل ۲۹) قرآن میں ہے:

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ	اگر انھیں تمہارے پروردگار کے عذاب کی ایک

رَبِّكَ (۲۱/۴۶) بھانپ بھی پہنچ جائے۔

۱۲- صَرْصَرٌ: سخت ٹھنڈی ہوا۔ تیز اور سائیں سائیں کرنے والی ٹھنڈی ہوا۔ سناٹے کی ہوا۔ پنجابی سِیت (ف۔ل ۴۷، ۴۷، ۲۵۴) ارشاد باری ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (۵۴/۱۹) — ہم نے اُن پر ایک منحوس دن میں ٹھنڈی سناٹے کی ہوا بھیجی۔

۱۳- رِيْحُ الْعَقِيْمِ: (لاقحہ کی ضد) یعنی جو نہ تو بارش یا بادل اٹھانے والی ہو اور نہ تخم ریزی کرنے والی ہو (ف ل ۲۵۴) خیر سے خالی ہوا۔ جس کا نقصان ہی نقصان ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (۵۱/۴۱) — اور عاد (کی قوم کے حال) میں بھی ایک نشانی ہے جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا چلائی۔

ماحصل:
(۱) رَوْحٌ: رحمت۔ اللہ کے احسانات و انعامات کی مسلسل رواں لہر۔
(۲) رِيْحَان: خوشبودار پھول۔ پودے۔ فصل۔
(۳) مُبَشِّرَات: بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔
(۴) لَوَاقِح: باربردار ہوائیں۔
(۵) عَاصِف: بھوسے تنکے اڑانے والی آندھی۔
(۶) حَاصِب: پتھر کنکر اڑانے والی آندھی۔
(۷) قَاصِف: درختوں تک توڑ دینے والی آندھی کا طوفان۔
(۸) سَمُوْم: لُو۔ سخت گرم چلنے والی ہوا۔
(۹) اِعْصَار: بگولا۔
(۱۰) حُسْبَان: ہوا کا کوئی عذاب جو حساب چکانے کو کفایت کرے
(۱۱) نَفْحَة: بھانپ۔ سخت سرد ہوا کی صرف ایک لہر
(۱۲) صَرْصَر: سناٹے کی ٹھنڈی ہوا۔
(۱۳) رِيْحُ الْعَقِيْم: ایسی ہوا جو خیر سے خالی ہو اور اس کا نقصان ہی نقصان ہو

۱۷۔ ہونا

کے لیے كَانَ(۱)، اَصْبَحَ(۲)، صَدَرَ(۳) اور اَصْدَرَ اور وَقَعَ(۴) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- كَانَ: بمعنی ہے، ہوگیا اور تھا۔ كَانَ ماضی اور حال کا معنی دیتا ہے۔ اور اس کا مضارع يَكُوْن حال اور مستقبل دونوں کا۔ ابن الفارس کے نزدیک كَانَ کا معنی اخبار عن حدوث الشیء (م ل) ہے۔ یعنی کسی نئی بات کے وجود میں آنے کی خبر دینا۔ ارشاد باری ہے:

اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (۲/۲۴) — مگر ابلیس نے خدا کا حکم نہ مانا اور وہ کافروں سے ہوگیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا (۷۶/۷) — اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی، خوف رکھتے ہیں۔

نیز كَانَ فعل ناقص کی صورت میں بھی آتا ہے۔ ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی بعید کے معنوں میں بدل دیتا ہے۔ كَانَ ذَهَبَ بمعنی وہ گیا تھا اور مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی استمراری

میں بدل دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۲/۵۹) — تو ہم نے اُن ظالموں پر عذاب نازل کیا، کیوں کہ وُہ نافرمانی کرتے تھے۔

۲۔ اَصْبَحَ ، بمعنی ہوگیا۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی تبدیلی کے لیے یا ایک صفت سے دوسری صفت کی تبدیلی کے لیے آتا ہے (م۔ق) اَصْبَحَ الْحَقُّ بمعنی حق ظاہر ہو گیا (منجد)

ارشاد باری ہے؛

فَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (۲۸/۱۰) — موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار (صبر سے خالی) ہوگیا۔

۳۔ صَدَرَ ؛ (صَدَرَ وَرَدَ) کسی کام کے بخیر و خوبی سرانجام پانے پھر اس سے فراغت کے بعد واپسی پر بولا جاتا ہے (مف) ارشاد باری ہے؛

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (۹۹/۶) — اس دن لوگ گروہ گروہ ہوکر آئینگے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھلا دیے جائیں۔

دوسرے مقام پر ہے؛

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ (۲۸/۲۳) — وہ دونوں کہنے لگیں ہم اس وقت تک (اپنی بکریوں کو) پانی نہیں پلائیں گی جب تک کہ دوسرے چرواہے پلا کر واپس نہ چلے جائیں۔

۴۔ وَقَعَ کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) کسی چیز کا ثابت ہونا (۲) نیچے گرنا۔ اور واقعۃ عام طور پر ایسے حادثہ کو کہتے ہیں جس میں شدت اور سختی ہو۔ قرآن میں اس لفظ کا استعمال عذاب، مکروہات اور شدائد کے لیے ہوا ہے (مف) جیسے فرمایا؛

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (۷۰/۱) — ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو نازل ہوکر رہے گا۔

دوسرے مقام پر ہے؛

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا (۲۷/۸۵) — اور ان کے ظلم کے سبب اُن کے حق میں وعدۂ عذاب پورا ہوکر رہے گا۔

ماحصل؛ (۱) كَانَ ، حدوث کی اطلاع کے لیئے (۳) صُدُوْر ، کسی کام سے بخیر و خوبی فراغت پانے پر۔ (۲) اَصْبَحَ ، حالت یا صفت کی تبدیلی کے لیے۔ (۴) وَقَعَ ، کسی ناگوار امر کے وقوع میں آنے کیلیے آتا ہے!

۱۔۔۔ یا

کے لیے اَوْ - اَمْ اور اِمَّا یا اَمَّا کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- اَوْ : دو یا زیادہ چیزوں میں سے ایک چیز بتلانے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ (۲/۲۵۹) یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر سے گزرا۔

۲- اَمْ : حرفِ عطف۔ ہمزہ استفہام کے بعد برابری کے معنی میں آتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ (۷۹/۲۷) کیا بلحاظ پیدائش تم سخت تر ہو یا آسمان؟

۳- اِمَّا : دو چیزوں میں سے ہر ایک چیز بتلانے کے لیے آتا ہے اور تکرار کے ساتھ آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۷۶/۳) ہم نے انسان کو رستہ دکھلایا۔ اب یا تو شکر گزار بنے یا ناشکرا۔

۲۔ یاد کرنا۔ آنا۔۔۔ رکھنا

کے لیے ذَکَرَ اور اِدَّکَرَ، حَفِظَ اور وَعٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- ذَکَرَ : بمعنی زبان پر یا دل پر کسی بات کا حاضر ہونا۔ خواہ کوئی بات یاد رہے یا نسیان کے بعد یاد آئے (مف) اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (۱۹/۶۷) کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو پہلے بھی تو پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی چیز نہ تھا۔

اور اِدَّکَرَ بمعنی کسی بھولی بسری بات کا یاد آنا۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ (۱۲/۴۵) اور دونوں قیدیوں میں سے جو رہائی پا گیا تھا کہنے لگا اور اسے مدت کے بعد بات یاد آ گئی۔

۲- حَفِظَ : کسی بات کا یاد رکھنا اور پھر اس کا دھیان رکھنا (م ۔ ل) کسی چیز کو ضائع اور تلف ہونے سے بچانا۔ خراب ہونے سے محفوظ رکھنا (مف) ارشاد باری ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (۲/۲۳۸) (اپنی) نمازوں کی حفاظت کرو (خصوصًا) درمیانی نماز کی۔

۲۔ وَعٰی: بمعنی کسی چیز کو تھیلی وغیرہ رکھ کر اس کا منہ بند کر دینا۔ اس کی حفاظت کرنا اور کچھ نکلنے نہ دینا (مف م ل) اور وِعَاء بمعنی بندھا ہوا سامان۔ ارشاد باری ہے:

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۶۹/۱۲) — تاکہ اس کو تمہارے لیے یادگار بنائیں۔ اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔

ماحصل: (۱) ذَکَرَ: یاد کرنا۔ رکھنا۔ آنا۔ دل میں یاد کرنا یا زبان سے یاد کرنا سب جگہ استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) حفظ: کسی بات کو زبانی یاد کر لینا۔ دل میں محفوظ کرنا پھر اس کا دھیان رکھنا۔ اور بھلا نہ دینا۔

(۳) وعٰی: بمعنی یاد رکھنا اور اس میں کسی طرح کمی بیشی نہ ہونے دینا۔

۳ــــ یقین کرنا

کے لیے اَیْقَنَ۔ اِسْتَیْقَنَ اور ظَنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَیْقَنَ: یقن بمعنی کوئی شک وشبہ باقی نہ رہنا (م۔ل) اور امام راغب کے نزدیک یقن بمعنی "کسی امر کو پوری طرح سمجھ لینے کے ساتھ ساتھ اس کے پایۂ ثبوت کو پہنچ جانے کے ہیں۔ اور اس کا درجہ معرفت اور درایت سے اُوپر ہے (مف) اور ابو الہلال عسکری کے نزدیک یقین کا درجہ علم سے بڑھ کر ہے۔ وُہ لکھتے ہیں: "الیقین سکون النفس وثلج الصدر بما علم" (فق ل ۶۳) یعنی معلوم چیز پر دل کے سکون اور سینہ کی ٹھنڈک کا نام یقین ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (۲/۴) — (مومنوں کی ایک صفت یہ ہے کہ) وُہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اور استیقن "کسی بات کا تجربہ کے بعد آہستہ آہستہ یقین ہونا" کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ (۲۷/۱۴) — پھر جب اُن کے پاس ہماری واضح نشانیاں آئیں تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔ اور انہوں نے (زبان سے) انکار کر دیا جبکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے۔

۲۔ ظَنَّ: دراصل قرائن وشواہد سے اندازہ کرنے اور گمان کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اب یہ علامات و شواہد جتنے کمزور ہوں گے تو ظن اتنا ہی کمزور۔ اور جتنے قوی سے ہوں گے تو ظن اتنا ہی قوی ہو گا۔ اس صورت میں ظن قوی یقین ہی کا معنیٰ دیتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ ظَنَّ کے بعد بالعموم اَنَّ یا اَنْ کا لفظ آتا ہے (مف) (تفصیل "گمان کرنا" میں دیکھیے) ارشاد باری ہے:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ (۲/۴۶) — اور مومنوں کو خوشخبری دے دیجئے جو یقین رکھتے ہیں کہ وُہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔

ماحصل: یقین: کسی امر کو پوری طرح سمجھ لینا اور اس کا پایہ ثبوت کو پہنچ جانا۔ ظَنَّ اَنَّ علامات و قرائن سے اندازہ کر کے یقین حاصل کرنا۔

۴۔ یکسُو ہونا

کے لیے حَنَفَ اور تَبَتَّلَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَنِیْف۔ حَنَفَ (ضد جَنَفَ) تمام باطل راہوں کو چھوڑ کر استقامت کی طرف مائل ہونا۔ (مف) اور حَنِیْف تمام غلط راہوں کو چھوڑ کر صرف ایک سیدھی راہ کی طرف آنے والا۔

ارشاد باری ہے:

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰/۱۰۵)	اور یہ کہ (اے محمد ﷺ) یکسُو ہو کر دینِ اسلام کی پیروی کیے جاؤ اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہونا۔

۲۔ تَبْتِیْل: بَتَلَ بمعنی کسی شے کو کاٹ کر کسی سے جُدا کرنا (منجد) اور بَتَّلَ اور تَبَتَّلَ بمعنی ہر قسم کے دھندوں اور جھمیلوں سے توجہ ہٹا کر اور فراغت پا کر خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ خلوصِ نیت سے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونا (مف) ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (۷۳/۸)	اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو۔ اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

ماحصل: حَنَفَ: باطل راہوں کو چھوڑ کر اور یکسو ہو کر سیدھی راہ کی طرف آنا۔ اور تَبَتَّلَ بمعنی دُنیوی جھمیلوں اور دھندوں کو چھوڑ کر یکسو ہونا۔

ضمیمہ جات مترادفات القرآن

ضمیمہ ۱

اسمائے معرفہ، جو قرآن کریم میں مذکور ہیں!

۱۔ انبیاء و رسل

اجمالی ذکر

قرآن کریم میں جن انبیاء و رسل کا نام آیا ہے وہ ستائیس ہیں۔ بلحاظ حروف تہجی ان کی ترتیب یوں ہے؛

آدم[۱] - ابراہیم[۲] - ادریس[۳] - اسحٰق[۴] - اسمٰعیل[۵] - الیاس[۶] - الیسع[۷] - ایوب[۸] - داؤد[۹] - ذی الکفل[۱۰] - زکریا[۱۱] - سلیمٰن[۱۲] - شعیب[۱۳] - صالح[۱۴] - عزیر[۱۵] - عیسٰی[۱۶] - لقمان (اختلافی)[۱۷] لوط[۱۸] - محمد[۱۹] - موسٰی[۲۰] - نوح[۲۱] - ہرون[۲۲] - ہود[۲۳] - یحیٰی[۲۴] - یعقوب[۲۵] - یوسف[۲۶] - یونس[۲۷] علیہ الصلٰوۃ والسلام

قرآن کریم نے جہاں بھی انبیاءؑ کا اکٹھا ذکر فرمایا تو ہمیشہ ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہوا تو ساتھ ہی لوطؑ کا ذکر کیا گیا کہ وہ دونوں چچازاد بھائی تھے۔ حضرت شعیبؑ اور حضرت موسٰیؑ کا ذکر اکٹھا آتا ہے، کہ حضرت شعیبؑ حضرت موسٰیؑ کے ہم عصر اور اُن کے خسر تھے۔ اسی طرح حضرت موسٰیؑ اور حضرت ہارون کا اکٹھا ذکر ملتا ہے کہ وہ برادرانِ حقیقی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰاق کا ذکر ہے کہ موخر الذکر دونوں اُن کے بیٹے تھے۔ پھر یعقوبؑ حضرت اسحٰاق کے بیٹے تھے اور حضرت یوسفؑ حضرت یعقوب کے۔ اسی طرح حضرت یحیٰیؑ اور حضرت عیسٰیؑ کا ذکر اکٹھا آتا ہے کہ وہ خالہ زاد بھائی اور ہم عصر تھے۔ اب اگر ہم قرآن، تورات اور مختلف کتبِ تاریخ کی چھان پھٹک کے بعد انبیاء و رسل کو زمانہ اور تاریخ کے لحاظ سے ترتیب دیں تو وہ اس طرح بنتی ہے۔

آدم[۱] - ادریس[۲] - نوح[۳] - ہود[۴] - صالح[۵] - ابراہیم[۶] - لوط[۷] - اسمٰعیل[۸] - اسحٰق[۹] - یعقوب[۱۰] - یوسف[۱۱] ایوب[۱۲] - شعیب[۱۳] - موسٰی[۱۴] - ہرون[۱۵] - ذی الکفل[۱۶] - الیسع[۱۷] - الیاس[۱۸] - داؤد[۱۹] - لقمان (اختلافی)[۲۰] سلیمان[۲۱] عزیر[۲۲] - یونس[۲۳] - زکریا[۲۴] - یحیٰی[۲۵] - عیسٰی[۲۶] - محمد[۲۷] - علیہم الصلٰوۃ والسلام۔

بنی نوع انسان سے قبل زمین پر جن آباد تھے۔ پھر اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے انہیں نبوت عطا فرمائی۔ حتی کہ یہ سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا۔ اس دوران کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث ہوئے۔

ارشاد باری ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ (۷/۳۵) اے بنی آدم۔ اب رسول تمہیں میں سے آئیں گے۔

پھر نوحؑ تک پہنچ کر سلسلۂ نبوت نوحؑ کی اولاد سے مخصوص ہوا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ تک پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے مختص ہو گیا۔ اور اس طرح دائرۂ نبوت تنگ ہوتا گیا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (۵۷:۲۶)
ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا۔ پھر نبوت اور کتاب کا سلسلہ انہیں کی اولاد سے مختص کر دیا۔

چنانچہ حضرت اسحاقؑ کے بعد انبیاء انہی کی اولاد سے آتے رہے۔ صرف آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے مبعوث ہوئے۔ تورات اور مختلف کتب تواریخ کے مطالعہ کے بعد جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمؑ سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک زمانہ باختلاف روایات آٹھ ہزار سال سے لے کر دس ہزار سال تک ہے۔ اور ماہرین انساب و تاریخ نے ۸۱ پشتیں شمار کی ہیں۔ جو کچھ اس طرح ہیں۔

آدم ۔ شیث ۔ انوش ۔ قینان ۔ مہلائیل ۔ یارد ۔ اخنوخ (ادریسؑ) ۔ متوشالخ ۔ لامک ۔ نوح ۔ سام ۔ ارفکشد ۔ عابر ۔ فالج ۔ رعو ۔ سروج ۔ ناحور ۔ تارہ (تارخ یا آذر) ۔ ابراھیم ۔ اسمٰعیل ۔ قیدار ۔ عرام ۔ عوص ۔ مزی ۔ سمی ۔ زاوح ۔ ناجث ۔ مقصر ۔ ایہام ۔ اقناد ۔ عیصر ۔ دیشان ۔ عیضی ۔ ارعوے ۔ یلحن ۔ یحزن ۔ یثربی ۔ سنبر ۔ حمدان ۔ الدعا ۔ عبید ۔ عبقر ۔ عیفی ۔ ماخی ۔ ناحش ۔ جاھم ۔ طابخ ۔ یدلاخ ۔ بلداس ۔ حذا ۔ ناشد ۔ عوام ۔ ابی ۔ قموال ۔ بوز ۔ عوص ۔ سلامان ۔ همیسع ۔ ادو ۔ عدنان ۔ معد ۔ نزار ۔ مضر ۔ الیاس ۔ مدرکہ ۔ خزیمہ ۔ کنانہ ۔ نضر ۔ مالک ۔ فہر (قریش) ۔ غالب ۔ لوی ۔ کعب ۔ مرہ ۔ کلاب ۔ قصی ۔ عبد مناف ۔ ہاشم ۔ عبد المطلب ۔ عبد اللہ ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۲۵ تا ۲۱ ۔ سلمان منصور پوری)

اب دیکھیے کہ اس شجرہ نسب میں:

(۱) آدم سے لے کر قیدار (اکیسویں پشت) تک مختلف کتب میں مذکور نسب ناموں میں کوئی اختلاف نہیں (رحمۃ للعالمین ۲۶)

(۲) سب مورخین نے آپ کے شجرۂ نسب کو آپ سے لیکر عدنان (آدمؑ سے ساٹھویں اور آپ سے اکیسویں پشت) تک صحیح قرار دیا ہے (")

(۳) درمیانی عرصہ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس شجرۂ نسب کو بالکل درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(۴) اس شجرۂ نسب میں صرف چھ انبیاء و رسل کے نام آئے ہیں۔ آدمؑ ۔ ادریسؑ ۔ نوحؑ ۔ ابراہیمؑ ۔ اسمٰعیلؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیاء و رسل کے زمانہ کا جہاں تک تعین ہو سکتا ہے وہ یوں ہے:

۷۔ لوط علیہ السلام: تارہ (تارخ یا آذر) کے باپ ناحور کے پوتے اور حضرت ابراہیمؑ کے چچا زاد بھائی اور ان کے ہمعصر دونوں آدمؑ سے انیسویں پشت پر ہیں۔

۸-۹۔ ہود اور صالح علیہما السلام: حضرت نوحؑ کی اولاد سے ضرور ہیں مگر مذکورہ شجرۂ نسب سے ہٹ کر ہیں۔ ان کے زمانہ کا تعین مشکل ہے۔ بہرحال ان کا زمانہ یکے بعد دیگرے نوحؑ اور ابراہیمؑ کے درمیان ہے۔ دونوں سام کی اولاد سے ہیں حضرت صالح کا شجرۂ نسب یہ ہے: صالح بن عبید بن آسف بن ماشح بن عبید بن حادر بن ثمود۔ آپ کی قوم جد امجد کے نام پر ثمود ہی مشہور ہوئی۔

سلہ طوفانِ نوح کا زمانہ ۲۱۰۲ ق م بتلایا جاتا ہے سلہ سن ابراہیمی ۲۰۱۵ ق م۔ جو ولادت ابراہیمؑ سے شروع ہوتا ہے۔

۱۰-۱۱- حضرت اسحاق، حضرت اسماعیلؑ بیسویں پشت کے حقیقی بھائی۔ اور ان کے بیٹے یعقوب اور اُن کے بیٹے یوسف ہیں۔

۱۲-۱۳-۱۴- حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ، یعقوبؑ (اکیسویں پشت) سے چوتھی پشت پر ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے: موسیٰ اور ہارون بن عمران بن قاہاث بن لاوی بن یعقوبؑ۔ اور شعیبؑ بھی چوتھی پشت پر ہیں سلسلہ نسب یہ ہے: شعیبؑ بن میکیل بن یشجر بن لاوی بن یعقوبؑ۔ گویا یہ تینوں انبیاء کرام آدمؑ سے ۲۵ پشت پر بنتے ہیں۔

۱۵-۱۶-۱۷- حضرت داؤد علیہ السلام حضرت یعقوبؑ سے (پشت ۲۱) سے گیارہویں پشت پر آتے ہیں داؤد۔ یسّی۔ عُوبَید۔ بوعز۔ سلمون، نحسون۔ عمیداب۔ آدام۔ حصردم۔ بچارس۔ یہودا۔ یعقوب) آپ کا زمانہ ۱۰۱۵ ق م تا ۹۴۵ ق م ہے۔ عمر ۷۰ سال۔ ۴۰ سال کی عمر میں یعنی ۹۷۵ ق م میں جالوت کو شکست دی پھر ۳۰ سال حکومت کی۔ حضرت لقمان حضرت داؤدؑ کی مجلس میں بہت عرصہ رہے۔ وُہ نبی تھے یا نہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کی وفات کے بعد حضرت سلیمانؑ نبی بھی ہوئے اور بادشاہ بھی۔

۱۸- ایوبؑ دونوں اطراف سے حضرت اسحاق کی (پشت ۲۰) کی اولاد ہیں۔ چوتھی پشت پر جا کر ان سے مل جاتے ہیں۔ شجرہ نسب یوں ہے۔ ایوب بن ساری بن احوال بن عیص بن اسحاقؑ۔ آپ نے رحمہ بنت فراہیم بن یوسفؑ بن اسحاق سے نکاح کیا۔ گویا آپ کی حضرت آدمؑ سے ۲۴ویں پشت بنتی ہے جبکہ حضرت شعیب، موسیٰؑ اور ہارونؑ سب ۲۵ ویں پشت پر آتے ہیں۔

۱۹-۲۰- الیسعؑ چوتھی پشت پر حضرت یوسفؑ (پشت ۲۲) سے جا ملتے ہیں شجرہ نسب یوں ہے۔ الیسع بن عدی بن شوتم بن فراہیم بن یوسف۔ گویا آپ آدم سے ۲۶ پشت پر آتے ہیں۔

۲۱- حضرت ایوبؑ کے بیٹے بشیر نبی تھے اور ذوی الکفل کے نام سے مشہور ہوئے۔ گویا آپ ۲۵ ویں پشت پر آتے ہیں۔ آپ الیسع (پشت ۲۶) کے خلیفہ تھے۔

۲۲- الیاسؑ، انہی کا نام الیاسین بھی قرآن کریم میں مذکور ہے۔ آپ موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ (پشت ۲۵) کے پوتے تھے۔ گویا آپ آدمؑ سے پشت ۲۷ پر آتے ہیں۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ الیاس (الیاسین) بن عیزار بن ہارونؑ۔ آپ بعلبک کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور یہ لوگ بعل پرستی میں مبتلا تھے۔

۲۳- عزیرؑ۔ آپ بھی ہارونؑ کی اولاد سے ہیں۔ بخت نصر نے ۷۰۰ ق م میں بابل پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اور یہودیوں کو اسیر بنایا۔ آپ بچپن میں قید ہو گئے۔ رہائی کے بعد یہودیوں کو متحد کر کے ۴۰ سال کی عمر میں بابل کو آزاد کرایا۔ اور تورات جو یہود سے ضائع ہو گئی تھی اسے ازسرِ نو مرتب کیا۔ عراق میں سائر آباد میں دفن ہوئے۔

۲۴- یونسؑ، آپ بھی بنو اسرائیل سے تھے۔ باپ کا نام متّٰی ہے۔ شجرہ نسب کا علم نہیں ہو سکا۔ آپ کا زمانہ نبوت حضرت عیسیٰؑ سے تقریباً ۹۰۰ سال قبل ہے۔

۲۵-۲۶-۲۷- حضرت زکریاؑ، حضرت مریم بنت عمران کے خود کفیل تھے۔ حضرت عیسیٰ حضرت مریم کے بیٹے تھے اور حضرت یحییٰؑ حضرت عیسیٰؑ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ لہٰذا ان انبیاءؑ کے زمانہ کا تاریخی تعین چنداں مشکل نہیں۔

پشتوں سے بھی مدت کا تعین بہت مشکل ہے کیونکہ ابتدائے انسان کی عمر بہت زیادہ تھی جو بتدریج کم ہوتی رہی۔ مثلاً آدم کی عمر ۹۳۰ سال، آپؑ کے بیٹے شیث کی عمر ۹۰۵، اس کے بیٹے قینان کی عمر ۹۱۰ سال۔ اور یہ سلسلہ نوح تک ایسے ہی چلتا ہے۔ گو حضرت ادریسؑ کی عمر ۳۶۵ سال بتلاتے ہیں مگر ان کے باپ یارد کی عمر ۹۶۲ سال اور بیٹے متوشالخ کی ۹۶۹ سال تھی اور نوح کی عمر کم از کم ۹۵۰ سال قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ گویا تقریباً ۵ ہزار سال بعد عمروں میں کمی واقع ہونا شروع ہوئی۔ تا آنکہ صرف ایک ہزار سال بعد حضرت ابراہیم کے باپ آذر کی عمر ۲۰۵ سال، حضرت ابراہیمؑ کی اپنی عمر ۱۷۵ سال اور حضرت اسماعیل کی ۱۳۷ سال ہے۔ پھر مزید ڈھائی ہزار سال بعد امتِ محمدیہ کی اوسطاً طبعی عمر رسولِ اکرمؐ نے ۶۰ اور ۷۰ سال کے درمیان بتلائی ہے۔ اور آپؐ کی اپنی عمر بھی ۶۳ سال تھی۔

اب ہم اُن انبیاء و رسل کے دوسرے کوائف مختصراً ایک نقشہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

نمبر	اسمائے انبیاء و رسل ترتیب زمانی	عمر	آدم سے پشت اور زمانہ کا تعلق	علاقہ اور مختصر کوائف
۱	آدمؑ	۹۳۰	کم از کم ۸ ہزار سال ق۔م	ابو البشر جنھیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا۔ پھر ان سے امّ البشر حوّا کو پیدا کر کے جنت میں بسایا۔ مسجودِ ملائک ہیں۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو راندہ درگاہ ہوا۔ جوشِ انتقام میں آدم کو عصیان میں مبتلا کر کے جنت سے نکلوا دیا۔ آپ زمین پر اترے، حدیث سے مقام عرفات پر آپ کا نزول ثابت ہے۔ یہیں سے نسل انسانی بڑھی اور پھیلی۔
۲	ادریسؑ	۳۶۵	۷	بابل میں مبعوث ہوئے۔ آپ کی قوم ستارہ پرست اور مظاہر پرست تھی۔ علم ہندسہ اور حساب۔ نجوم میں ماہر تھے۔ بلند پایہ خطیب تھے۔ ہرمس الہرامسہ کا خطاب پایا۔ لوگوں نے مخالفت کی تو ہجرت کر کے مصر چلے آئے۔ جہاں بہت سے لوگ آپ پر ایمان لائے۔
۳	نوحؑ	۱۰۰۰	۱۰ ۳۱۰۲ ق۔م	عراق میں دریائے دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز تھا۔ آپ کی قوم بُت پرست تھی جو بہت ضدی اور ہٹ دھرم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے نتیجہ میں صرف چالیس آدمی ایمان لائے تو آپ نے دل برداشتہ ہو کر ان کے لیے بدُعا کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ایک کشتی تیار کی۔ ایماندار اس میں سوار ہوئے اور جانوروں کے جوڑے بھی کشتی میں رکھ لیے گئے۔ تو اللہ نے ایسا خطرناک طوفان بھیجا جس نے باقی سب لوگوں کو غرق کر دیا۔ طوفان کے بعد آپ ۳۵۰ سال زندہ رہے۔
۴	ہودؑ		قریباً ڈھائی ہزار ق۔م	قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے، جن کا وطن احقاف تھا جو حضرموت کے شمال میں واقع ہے۔ یہ قوم بڑی قد آور، مضبوط اور بڑی سرکش تھی۔ زمین در زمین شہر بسا رکھے تھے اور بُت پرستی میں مشغول تھے۔ حضرت ہودؑ نے انھیں تبلیغ کی تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی چیلنج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت ٹھنڈی آندھی کا عذاب بھیجا جو مسلسل سات

				راتیں اور آٹھ دن چلی۔ اس ہوا نے ان کے گھروں میں ہی انھیں ختم کرکے نام ونشان تک مٹا دیا۔
۵	صالحؑ			قوم ثمود یا عادِ ثانیہ کی طرف مبعوث ہوئے۔ یہ قوم حجاز اور شام کے درمیانی علاقہ میں آباد تھی۔ بت پرستی کے علاوہ بداخلاقی میں بھی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ فن سنگ تراشی میں ماہر تھی اور پہاڑوں کو تراش خراش کر پورے شہر آباد کر رکھے تھے۔ اس قوم نے حضرت صالحؑ سے ایک گابھن اونٹنی کا معجزہ طلب کیا کہ وُہ ان کے سامنے پہاڑ سے برآمد ہو اور بچہ جنے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ بھی دکھلا دیا لیکن یہ قوم پھر بھی ایمان نہ لائی اور اونٹنی کی خوراک کی باری بھی برداشت نہ کی اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں آخر چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ حضرت صالحؑ اپنے ساتھ ایمان لانے والے ۱۲۰ آدمیوں کو لے کر فلسطین کی طرف چلے گئے اور رملہ کے قریب جا کر آباد ہو گئے۔ اسی مقام پر حضرت صالحؑ نے وفات پائی۔
۶	ابراہیمؑ	۱۷۵	۱۹ ۲۰۱۵ ق۔م	آپ کی قوم بت پرست اور نجوم پرست تھی۔ آپ کا باپ آزر نمرود شاہِ عراق کی طرف سے شاہی بت خانہ کا مہنت اور محافظ تھا۔ یہ بت تراش بھی تھا اور بت فروش بھی۔ آپ نے شاہِ نمرود کے دربار میں جا کر اس کو مناظرہ میں لاجواب کیا۔ باپ سے بھی جھگڑا ہوا تو اس نے یہانتک کہہ دیا کہ گھر سے نکل جاؤ ورنہ رجم کر دوں گا۔ آپ نے بت خانہ کے بُت توڑے تو آپ کو آگ میں ڈالا گیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے بال بال بچا لیا۔ آخر آپ ہجرت کرکے فلسطین چلے گئے۔ پھر مصر کی طرف گئے تو شاہی کارندے آپ کی بیوی سارہ کو پکڑ کر لے گئے۔ جس سے بادشاہ کو کافی تکلیف پہنچی۔ بالآخر اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت سارہ کی خادمہ بنا کر ساتھ کر دیا۔ اسی ہاجرہ سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ آپ نے ماں بیٹے کو اللہ کے حکم سے کعبہ شریف کے قریب لا بسایا۔ جب حضرت اسماعیل جوان ہوئے تو ان کی قربانی کا مرحلہ پیش آیا۔ اس امتحان میں دونوں باپ بیٹا پورے اترے۔ پھر خانہ کعبہ کی تعمیر کا فریضہ بھی سرانجام دیا اور اس کی خدمت حضرت اسماعیلؑ کے سپرد کی۔ اور بیت المقدس کی تعمیر کرکے اس کی خدمت حضرت اسحاقؑ کے سپرد کی۔ زندگی بھر آپ پر کڑی سے کڑی آزمائشیں آئیں۔ ان سب میں آپؑ پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا "خلیل" قرار دیا۔ اور رہتی دنیا کے لیے آپ کو سب کا امام اور پیشوا بنا دیا۔
۷	لُوطؑ		۱۹ دو ہزار ق۔م	حضرت ابراہیمؑ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور اُن کی نبوت پر ایمان لائے۔ جب حضرت ابراہیمؑ مصر کی طرف ہجرت کر گئے تو آپ کو نبوت عطا ہوئی۔ شرق اردن میں بحر میت یا بحر لوط کے اردگرد سدوم اور عمورہ کی بستیاں آپ کا تبلیغ کا علاقہ تھا۔

				آپ کی قوم دوسری بداخلاقیوں کے علاوہ لواطت میں گرفتار بلکہ اس بدفعلی کی موجد بھی تھی۔ لوطؑ کے سمجھانے پر بھی جب یہ لوگ باز نہ آئے۔ تو ان کی بستیوں کو اکھاڑ کر بلندی پر لے جاکر نیچے پٹخ دیا گیا۔ پھر اوپر سے پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ چنانچہ یہ زمین ۴۰۰ کلومیٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور اوپر پانی آگیا۔ یہی پانی بحر میت یا غرقاب لوطی ہے۔
۸	اسماعیلؑ	۱۳۷	۲۰ دو ہزار ق م	حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بڑے صاحبزادے مصر میں اقامت کے دوران ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان ماں بیٹے کو مکہ کی بے آب وگیاہ زمین میں لا بسایا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا۔ آپ کی پرورش بنو جرہم نے کی۔ جب بڑے ہوئے تو ذبح عظیم کی آزمائش کا واقعہ پیش آیا۔ جب آپ کامیاب اترے اور ذبیح اللہ کا لقب پایا۔ بعد ازاں آپ نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے تعاون سے خانہ کعبہ تعمیر کیا اور اس کی خدمت پر مامور ہوئے۔ یہی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز قرار پایا۔
۹	اسحاقؑ	۱۸۰	۲۰ ایضاً	حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے صاحبزادے بموجب بشارت حضرت سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ فلسطین کا علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز اور بیت المقدس کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ بعد میں سوائے نبی آخر الزمان باقی سب انبیاء آپ کی اولاد سے ہوئے اور اسی علاقہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔
۱۰	یعقوبؑ	۱۴۷	۲۱	حضرت اسحاقؑ کے صاحبزادے۔ علاقہ کنعان کی طرف مبعوث ہوئے۔ بعد میں ہجرت کرکے فدان آئے۔ آپ کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ آخر عمر میں حضرت یوسفؑ کی دعوت پر مصر میں جا کر آباد ہوئے۔ لیکن آپ کی لاش کو آپ کی وصیت کے مطابق قدس خلیل میں ہی لاکر حضرت اسحاقؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔
۱۱	یوسفؑ	۱۱۰	۲۲	حضرت یعقوبؑ کے بیٹے کنعان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی داستان زندگی زبان زد ہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں چاہ میں ڈالے گئے۔ تقریباً ۷ سال عزیز مصر کے ہاں رہے، پھر ۷ سال قید میں۔ پھر ۸ سال بعد آپ نے ایام خوشحالی میں اور دور بادشاہت میں اپنے والدین اور بھائیوں کو بلایا۔ والدین سے فرقت کا زمانہ ۲۲ سال ہے۔ آپ بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ اسی سرزمین میں مدفون ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ جب مصر سے نکلے تو آپ کی قبر سے تابوت نکال کر ساتھ لے گئے۔ اور مشہد خلیل میں آباء واجداد کے ساتھ دفن کیا۔
۱۲	ایوبؑ	۱۴۰	۲۴ ۱۵۲۰ ق م	آپ کثرت اموال واراضی میں مشہور تھے۔ پھر اللہ کی طرف سے ابتلاء کا دور جو آیا تو ہر چیز ہاتھ سے نکل گئی اور ایسے بیمار پڑے کہ ایک بیوی کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے صبر واستقامت کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا، جو ضرب المثل بن چکا ہے۔ صحیح روایات کے مطابق آپ کے ابتلاء کا دور ۱۳ سال

نمبر	نام	عمر	سن	کوائف
				ہے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے بیماری بھی دُور کردی اور مال و اولاد بھی پہلے سے دُگنا عطا فرمایا۔ آپ کو ستر سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔
۱۳	شعیبؑ	۲۰۰	۲۵ / ۱۵۰۰ ق م	آپ کو اہلِ مدین اور ایکہ کی طرف مبعوث کیا گیا۔ آپ کی قوم ماپ تول میں دغابازی کرتی تھی۔ مدتِ دعوت ۵۸ برس ہے۔ آپ حضرت موسیٰؑ کے سُسر ہیں۔ ان کی قوم آپ کی دعوت پر باز نہ آئی تو آخر آندھی کے عذاب سے ہلاک ہوئی۔
۱۴ ۱۵	موسیٰؑ ہارونؑ		۲۵ سن وفات ہارونؑ ۱۴۵۲ ق م موسیٰؑ ۱۴۵۱ ق م	یہ پہلے رسول ہیں جنھیں مستقل شریعت عطا ہوئی اور کتاب دی گئی۔ بڑے صاحبِ جلال تھے۔ آپ کی پیدائش اور تربیت نہایت معجزانہ طور پر ہوئی اور ان ایام میں ہوئی، جب فرعونِ مصر بنی اسرائیل کے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولاد جو حضرت یوسفؑ کے عہدِ بادشاہت میں مصر میں آکر آباد ہوئے تھے۔ اب لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکے تھے اور محکومانہ اور مقہورانہ زندگی گزار رہے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کا اصل مشن یہ تھا کہ انہیں فرعونِ مصر کی غلامی سے آزاد کرا کر واپس اپنے وطن فلسطین لے جائیں اور اس علاقہ میں وہ حاکمانہ حیثیت سے آباد ہوں۔ مگر صدیوں کی غلامی نے بنو اسرائیل کو اتنا بزدل بنا دیا تھا کہ وُہ لبا اوقات حضرت موسیٰؑ ہی سے الجھ پڑتے۔ فرعون کے مظالم برداشت کرنا ان کی عادت ثانیہ بن کر راسخ ہو چکی تھی۔ اہلِ مصر گائے بیل کی پرستش کرتے تھے۔ ان کی یہ ادا بھی بنو اسرائیل میں رچ بس گئی تھی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات دی اور آلِ فرعون کو سمندر میں غرق کیا۔ اب اگلا مرحلہ جہاد کر کے شام و فلسطین اور اریحا کے علاقہ پر قبضہ کرنا تھا۔ لیکن اس قوم نے روایتی بزدلی کی بنا پر جہاد سے صاف انکار کر دیا، جس کی پاداش میں ۴۰ سال ارضِ تیہ میں بھٹکتے رہے۔ حضرت ہارونؑ آپؑ کے حقیقی بھائی، نبی، اور آپ کے ہم کام میں معاون و ممد تھے۔ اسی ارضِ تیہ میں دونوں بھائیوں کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے وفات سے پیشتر یوشع بن نون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا (یہی یوشع خضر سے ملاقات کے دوران حضرت موسیٰؑ کے ہمسفر تھے) ان کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے موعودہ علاقہ پر بنو اسرائیل کو اقتدار عطا فرمایا۔ ۴۰ سال کی جنگل کی بامشقت زندگی دراصل ان کے جُبن اور غلامی پر مطمئن ذہن کا علاج تھا۔ ۴۰ سال میں نئی نسل وجود میں آئی جو جرأت مند پیدا ہوئی۔ تو انہوں نے جہاد کر کے موعودہ علاقہ کو فتح کیا۔
۱۶	ذی الکفلؑ		۲۵	ذی الکفل لقب نام بشیر بن ایوب (اختلافی) ہے۔ آپ الیسع کے خلیفہ تھے۔ بعد میں نبی ہوئے۔ شام کا علاقہ ہی آپ کی دعوت کا مرکز ہے۔ عمالقہ شاہ وقت بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔ آپ نے اس سے بنی اسرائیل کو آزاد کرایا۔ پھر وُہ بادشاہ بھی مسلمان ہو گیا اور حکومت آپ کے سپرد کی جس کے نتیجہ میں شام کے علاقہ میں ایک دفعہ

				پھر خوب اسلام پھیلا۔
۱۷	الیاس		۲۷	الیاس اور الیاسین ایک ہی نام ہے۔ بعلبک آپ کی دعوت کا مرکز تھا۔ آپ کی قوم بعل نامی بت کی پوجا کرتی تھی۔ آپ کے سمجھانے پر باز نہ آئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک ظالم حکمران ان پر مسلط کر دیا۔ اور حضرت الیاس نے ہجرت کر کے بیت المقدس میں اقامت اختیار کی۔
۱۸	الیسعؑ		۴۶۰	آپ حضرت الیاس کے نائب اور خلیفہ تھے۔ بعد میں نبوت بھی عطا ہوئی۔ آپؑ کا حلقۂ تبلیغ شام کا علاقہ تھا۔
۱۹	داؤد	۷۰	۲۲ ۱۰۱۵ تا ۹۴۵ ق۔م	طالوت کی فوج میں ایک سپاہی تھے۔ جالوت انہی کے ہاتھوں مارا گیا۔ تو حکومت بنو اسرائیل کے ہاتھ لگی اور حضرت داؤد کو ایک ممتاز عہدہ پر مقرر کیا گیا۔ طالوت کی وفات کے بعد خود مختار بادشاہ بنے۔ نبی بھی تھے۔ آپ کو زبور عطا ہوئی۔ اتنے خوش الحان تھے کہ جب تسبیحات پڑھتے تو پوری فضا پر وجد طاری ہو جاتا۔ آپ کا معجزہ یہ تھا کہ لوہا اور تانبا آپ کے ہاتھوں میں موم کی طرح نرم ہو جاتا۔ اپنے ہاتھ سے زرہیں تیار کرنا آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ اپنی زندگی میں بیت المقدس کی بنیاد رکھی جسے بعد میں حضرت سلیمانؑ نے پورا کیا۔
۲۰	سلیمانؑ		۲۳ ایک ہزار ق۔م	حضرت داؤد کے بیٹے، نبی اور بادشاہ ہیں۔ بنی اسرائیل میں آپ کی شان کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ ہوا، جن اور پرندوں پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ جانوروں کی بولی سمجھتے اور ان سے کام لیتے تھے۔ ملکہ سبا آپ کی کوشش سے مسلمان ہوئی۔ بیت المقدس کی تعمیر کو نہایت عالیشان طریقہ پر مکمل کیا۔
۲۱	لقمانؑ			آپ حضرت داؤدؑ کی صحبت میں بہت عرصہ رہے۔ نبوت میں اختلاف ہے، علاقہ شام میں سکونت تھی۔ آپ کے نصائح قرآن میں مذکور ہیں۔
۲۲	عزیرؑ	۱۵۰	۷۰۰ ق۔م	بخت نصر بابلی نے فلسطین پر پے درپے حملے کر کے اس علاقہ کو برباد کیا اور تورات کے نسخوں کو جلا دیا۔ اور بنی اسرائیل کو قیدی بنا کر بابل لے گیا۔ آپ کمسن ہی تھے کہ گرفتار ہو کر بابل گئے۔ چالیس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی تو آپ نے تورات کی تجدید کی۔ عراق کی ایک بستی سائر آباد میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔
۲۳	یونسؑ		۸۶۲ ق۔م	اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے۔ قوم نے آپ کی دعوت کا انکار کیا۔ تو از خود ہی انہیں چالیس دن بعد عذاب آنے کی وعید سنا دی۔ پھر جب یہ مدت گزرنے کو ہوئی اور عذاب کی کوئی علامت نہ دیکھی تو فرار ہوئے اور مچھلی کا لقمہ بنے۔ مچھلی کے پیٹ میں تسبیحات پڑھتے رہے۔ آخر اللہ نے اس مشکل سے نجات دی اور مچھلی نے بر لبِ ساحل اگل دیا۔ جب ذرا طاقت آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسی قوم یعنی اہل نینوا ہی کی طرف آپ کو دوبارہ بھیجا۔ اب دوسری طرف صورتِ حال یوں ہوئی کہ جب

نمبر	نام		زمانہ	حالات
				حضرت یونسؑ مفرور ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کے قول کو پورا کر دیا۔ اور اہلِ نینوا کو وقت پر عذاب کے آثار نظر آنے لگے۔ تو وُہ سب کھلے میدان میں خدا کے حضور گڑگڑائے اور توبہ کی۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ عذاب ٹال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سُنّتِ جاریہ میں یہ ایک ہی استثنا ہے کہ آیا ہوا عذاب ٹل گیا ہو۔ اب اس قوم کی طرف جب یونسؑ آئے تو وُہ پہلے ہی نرم ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ کی تبلیغ بہت مؤثر ثابت ہوئی۔
۲۴	زکریّا		۵۷ عیسیٰؑ سے تھوڑا پہلے	آپ حضرت مریم بنت عمران (والدہ عیسیٰ) کے کفیل اور مربّی تھے۔ چونکہ حضرت عیسیٰؑ محض اللہ کی قدرتِ کاملہ سے بن باپ پیدا ہوئے تھے لہٰذا یہود نے حضرت زکریّا پر یہ تہمت لگا دی اور انہیں قتل کرنا چاہا۔ آپ نے بہت سمجھایا مگر بے سود۔ آخر چند شیطان سیرت آدمیوں نے آپؑ کو شہید کر دیا۔
۲۵	یحییٰؑ		۵۸ عیسیٰؑ سے تھوڑا پہلے نبوت اور ہم عصر	آپ کفیلِ مریم حضرت زکریاؑ کے فرزند ہیں۔ حضرت زکریّا بے اولاد اور بوڑھے تھے۔ حضرت مریمؑ کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے، کہ اللہ میں بھی بوڑھا میری بیوی بھی بوڑھی۔ اگر مریمؑ کی طرح مجھے بھی بے موسم پھل یعنی لڑکا عطا فرما دے تو کیا عجب ہے؟ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بچے کی بشارت دی اور نام بھی یحییٰ خود ہی تجویز فرمایا اور بچپن ہی میں نبوت عطا فرمائی۔ آپ حضرت عیسیٰ کے خالہ زاد بھائی تھے، حضرت زکریّا کی شہادت کے بعد ایک ظالم بادشاہ ذونواس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔
۲۶	عیسیٰؑ	۳۳ سال بعد ہی آسمان پر اٹھا لیے گئے!	۵۸ معروف و مشہور	خدا کی قدرتِ کاملہ سے بن باپ پیدا ہوئے۔ ماں کی طرف سے ۲۶ ویں پشت پر جا کر حضرت سلیمانؑ سے سلسلۂ نسب جا ملتا ہے۔ بنی اسرائیل کے سب سے آخری نبی ہیں۔ صاحبِ شریعت ہیں۔ انجیل آپ پر نازل ہوئی اور بچپن ہی میں نبوت مل گئی تھی۔ آپ کی پیدائش ناصرہ کے مقام پر ہوئی۔ گود ہی میں کلام کر کے اپنی والدہ کی بریت کی، مگر یہودی تہمت تراشیوں سے باز نہ آئے۔ آپ بڑے فصیح البیان مقرر اور وجیہ تھے۔ کسی کو آپ کے منہ پر کوئی الزام دینے یا تہمت تراشی کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کو چند محیر العقول معجزات بھی عطا ہوئے تھے جوں جوں آپؑ کی عزت اور شہرت بڑھتی گئی، یہود کے حسد کی آگ بھڑکتی گئی۔ اور شاہِ وقت کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ انھیں گرفتار کر کے سُولی دے دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو تو بجسدِ عنصری آسمان پر اٹھا لیا اور مخبر کی صورت عیسیٰؑ کے مشابہ بنا دی۔ چنانچہ وُہی سُولی دیا گیا اور اپنے کیے کی سزا پائی۔ آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ دجّال کو قتل کریں گے۔ شادی کریں گے۔ اولاد ہوگی۔ بعد ازاں آپؑ کی

				طبعی وفات ہوگی۔
۲۷	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۶۳	۸۱ پیدائش ۲۲ اپریل ۵۷۱ء	خاتم الانبیاء۔ اور افضل الانبیاء۔ ہیں ۶۱ واسطہ سے سلسلۂ نسب حضرت اسماعیلؑ سے ملتا ہے۔ درمیانی عرصہ اڑھائی ہزار سال سے زائد ہے۔ مولد مکہ معظمہ ہے۔ یتیم ہی پیدا ہوئے۔ قرآن کریم میں آپ کا نام احمدؐ بھی مذکور ہے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ بھی انتقال کرگئیں آٹھویں سال سے کر ۲۵ سال کی عمر تک اپنے چچا ابوطالب کی زیر نگرانی رہے۔ بچپن ہی سے امین اور صادق کے القاب سے مشہور ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ آپ کی تبلیغ پر سارا عرب جو آپؐ کی صفات بیان کرتے تھکتا نہ تھا آپ کا جانی دشمن بن گیا۔ یہود و نصاریٰ کو بڑی تکلیف یہ تھی کہ یہ نبی جب بنی اسرائیل سے نہیں تو نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ مشرکین کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ وہ ۳۶۰ خدا جو اُن کی مختلف طرح کی ضروریات کے کفیل اور اللہ کے نائب سمجھے جاتے تھے، یہ سارا کام ایک اکیلا خدا کیونکر سرانجام دے سکتا ہے۔ معاشرہ میں اونچ نیچ کی تمیز۔ لوٹ مار کا شغل، قتل و غارت کا مستقل دھندا، فحاشی اور شراب نوشی ایسی باتیں تھیں جو اس معاشرہ میں رچ چکی تھیں۔ ان باتوں کے خلاف آپ نے تبلیغ شروع کی تو سب دشمن بن گئے۔ آپ کا مشن تمام انبیاء سے زیادہ کٹھن تھا کیونکہ آپ تمام دنیا کے لیے مبلغ اور ان کی اصلاح کے لیے آئے تھے۔ جب جان کا خطرہ حد سے بڑھ گیا تو ۵۳ سال کی عمر میں مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے اور ایک نوزائیدہ اسلامی مملکت کی بنا ڈالی۔ پہلے صرف مشرکینِ مکہ دشمن تھے۔ اب یہود بھی ساتھ شامل ہو گئے اور ایک منافقین کا طبقہ بھی وجود میں آگیا۔ آپ کی بقایا دس گیارہ سالہ زندگی بہیم جہاد اور غزوات میں گزری۔ تا آنکہ عرب کا سارا علاقہ اسلام کے زیر نگین آگیا۔ اور آپؐ بفضلہٖ تعالیٰ اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں دفن ہوئے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

۲—

فرشتوں کا کام تسبیح و تقدیس الٰہی ہے اور وُہ تدبیر کائنات پر بھی مامور ہیں۔ درج ذیل فرشتوں کا ذکر قرآن میں آیا ہے؛

۱۔ جبریلؑ: آپ کو روح اور رُوح الامین بھی کہا گیا ہے۔ انبیاء تک اللہ کا پیغام پہنچانا ان کی ڈیوٹی ہے۔ انبیاء کے دل مہبطِ جبریل ہوتے ہیں اور یا پھر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ان کا شغل ہے۔

۲۔ میکال یا میکائیل، بادل اور بارش سے متعلقہ تدبیر پر مامور ہیں۔ یہود ان دونوں فرشتوں سے دشمنی رکھتے

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (۲/۹۸)

جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کا اللہ خود دشمن ہے۔

۲-۴۔ ہاروت اور ماروت: یہ دونوں فرشتے تھے جو انسانی شکل میں بنی اسرائیل کی اخلاقی حالت کا جائزہ لینے اور ان کی آزمائش کے لیے بابل میں بھیجے گئے تھے۔ ان دنوں جادوگری اور شعبدہ، جنتر منتر کا فن زوروں پر تھا۔ اور لوگ چاہتے تھے کہ کوئی ایسا منتر ہاتھ آجائے جس سے وہ کسی دوسرے شخص کی بیوی کو اپنے پر عاشق بنا سکیں۔ اور پہلے زوجین میں جھگڑا اور تفرقہ پڑ جائے۔ انہی لوگوں نے حضرت سلیمانؑ کو بھی موردِ الزام ٹھہرایا تھا کہ وہ جادو ہی کے بل بوتے پر ایسی شاندار حکومت کر رہے ہیں کہ جن اور ہوا اور پرندے سب ان کے تابع فرمان ہیں۔ یہ فرشتے اتمام حجت کے طور پر ایسا منتر بتلانے سے پہلے انہیں کہہ لیتے تھے کہ یہ کفر کا کام ہے اور ہم تمہاری آزمائش کے لیے بھیجے گئے ہیں، لہٰذا اس کام سے باز رہو۔ مگر ایسے لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے شیاطین کہا ہے، اس تنبیہ کے باوجود ایسے منتر سیکھنے پر مُصر ہوتے اور پل پڑتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی آزما کر اتمام حجت کر دی جیسے کسی رشوت خوار ملازم کو ثبوتِ جرم کے طور پر نشان زدہ سکے پیش کیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ (۲/۱۰۲)

وہ لوگ اس چیز کے بھی پیچھے پڑ گئے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کی گئی تھی۔

۳ ــــ کتب سماویہ

کتب سماویہ چار ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

۱ــــ تورات۔ جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ زمانۂ نزول قریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ہے۔ اس شریعت میں عفو کے بجائے قصاص پر زور دیا گیا ہے۔

۲ــــ زبور۔ جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی۔ زمانۂ نزول قریباً ایک ہزار سال قبل مسیح ہے۔ اس کتاب میں تسبیح و تقدیس باری تعالیٰ بالخصوص مذکور ہیں۔

۳ــــ انجیل۔ جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ اس شریعت میں قصاص کی بجائے عفو و درگزر پر زور دیا گیا ہے اور سختی کی بجائے نرمی پر۔

۴ــــ قرآن کریم۔ جو نبی خاتم حضرت محمدؐ پر نازل ہوا۔ اس کتاب میں شریعت کو مکمل کر دیا گیا اور اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور قصاص کی بجائے عفو کے پہلو کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ تاہم قصاص کا حق بحال رکھا گیا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ حضرت موسیٰؑ سے پہلے انبیاء پر صحیفے نازل ہوتے رہے۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ پر بھی ابتداً صحیفے ہی نازل ہوئے۔ یہی صحیفے جب مجتمع شکل میں ہوں تو کتاب کہلاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ (۸۷/۱۸-۱۹) یہی بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے۔ یعنی ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب یا صحیفہ اپنی اصل زبان میں موجود نہیں۔ پھر ان سب کتابوں میں تحریف بھی ہو چکی ہے۔ آج کل جو "عہد نامہ مقدس" اردو میں بائیبل سوسائٹی کی طرف سے اردو ترجمہ کی صورت میں متداول ہے اس میں تورات، زبور، انجیل تینوں کتابیں شامل ہیں۔ اسی طرح اس کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھی ملتا ہے۔ مگر اصل زبان میں کوئی چیز بھی موجود نہیں۔ ان متداول کتابوں کے مطالعہ ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں جو کچھ درج ہے وہ سب الہامی نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لوگوں کے اقوال کو بھی ان میں شامل کر کے اس سارے مجموعہ کو الہامی قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم اپنے دعوے کے مطابق لوگوں کی دستبرد سے آج تک محفوظ ہے اور آئندہ بھی اس میں تحریف ناممکن ہے۔ اصل زبان میں متداول ہے اور اس میں تمام سابقہ کتب سماویہ کا خلاصہ بھی آگیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (۹۸/۲-۳) اللہ تعالیٰ کا رسول جو پاک اوراق پڑھتا ہے۔ اس میں مستحکم آیات سب موجود ہیں۔

لہٰذا قرآن کریم کی ان خصوصیات نے سب لوگوں کو سابقہ تمام کتب سماویہ اور صحائف سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب اس مجموعہ "عہد نامہ مقدس" یا بائیبل سے صرف وہ بات ہی درست اور مستند سمجھی جا سکتی ہے جو قرآن کریم کے مطابق ہو یا اس کے مخالف نہ ہو۔

۴ــــ اسمائے ابرار

قرآن کریم میں انبیاء کے علاوہ مندرجہ ذیل نیک لوگوں کے نام یوں مذکور ہیں۔

۱۔ ذوالقرنین: لغوی معنی دو سینگوں والا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس خدا ترس بادشاہ کے دو سینگ تھے۔ بلکہ اس کی مملکت اور مقبوضہ علاقہ کی شکل ایک مینڈھے کی سی بن جاتی ہے جس کے دو سینگ بھی ہوں۔ یہودیوں میں اس "دو سینگوں والے" کا بڑا چرچا تھا۔ اس کا اصل نام خورس ہے۔ اسی کی ٹکر نے آخر کار بابل کی سلطنت کو پاش پاش کیا اور بنی اسرائیل کو اسیری سے نجات دلائی۔ خورس کا زمانہ عروج ۵۴۹ ق م ہے۔ ۵۲۹ ق م میں اس نے بابل کو فتح کیا اور بنی اسرائیل کو رہا کیا۔ اور خدائے واحد کی عبادت کے لیے بیت المقدس میں دوبارہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا حکم دیا۔

۲۔ زید بن حارثہ: حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے غلام تھے جو انہوں نے رسول اللہ کو ہدیۃً دے دیا تھا۔ حضرت زید کے ورثاء کو پتہ چلا تو وہ اس کی قیمت ادا کر کے اسے آزاد کرا کر ساتھ لے جانے کے لیے

رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ لیکن حضرت زیدؓ نے ورثاء کے ساتھ جانے کے بجائے رسول اللہ کی غلامی کو ترجیح دی اور وُہ ناکام واپس ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد آپؐ نے زید کو اپنا متبنّٰی بنا لیا۔ بعد میں آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ کا حضرت زید سے نکاح کر دیا۔ لیکن ذہنی تفاوت کی بنا پر یہ نکاح کامیاب ثابت نہ ہو سکا۔ رسول اللہؐ نے حضرت زید کو بہت سمجھایا۔ لیکن بالآخر یہ نکاح طلاق پر منتج ہوا۔

۳۔ طالوت ، نبی اسرائیل کا وُہ بادشاہ ، جسے بنی اسرائیل کی اپنے پیغمبر شموئل کی وساطت سے درخواست پر اللہ تعالیٰ نے نامزد فرمایا۔ اسی بادشاہ نے ۹۷۵ ق۔م میں جالوت کے لشکروں کو شکست دی۔ اور حضرت داؤد نے اسی موقعہ پر جالوت کو واصل جہنم کیا۔

۴۔ لقمان ، ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ ان کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

۵۔ مریمؑ، عورتوں میں سے صرف حضرت مریمؑ کا نام قرآن میں آیا ہے۔ ان کا ذکر حضرت عیسٰیؑ اور حضرت زکریاؑ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

علاوہ ازیں اصحاب الکھف کا ذکر بھی ملتا ہے۔ تورات کے مطابق یہ سات نوجوان تھے۔ شاہِ وقت قیصر ڈلیسیس (۲۵۰ء) بت پرست تھا۔ چاند دیوی کا پرستار تھا۔ اور یہی سرکاری مذہب تھا۔ یہ نوجوان موحد تھے۔ اپنی جانیں خطرہ میں دیکھ کر ایک غار میں جا پناہ لی۔ اور جا کر اس میں سو گئے۔ صدیوں بعد جاگے تو اپنے میں سے ایک شخص کو ایک سکہ جس پر ڈلیسیس کی مہر تھی دے کر کھانا لانے بھیجا۔ لوگ صدیوں پرانا سکہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ دریں اثناء حکومت بدل چکی تھی۔ موجودہ بادشاہ تھیوڈوسیس خود عیسائی اور موحد تھا۔ ان دنوں لوگوں میں بعث بعد الموت کا مسئلہ خوب زوروں پر زیرِ بحث تھا۔ اس واقعہ سے لوگوں کو ایک واضح دلیل ہاتھ آگئی۔ اور وہ لوگ ان اصحابِ کہف کے اتنے معتقد ہوئے کہ غار کے دہانے پر ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر کر دی۔ اصحابِ کہف اندر جا کر پھر سو گئے اور وہیں وفات پا گئے۔

۵۔ اسمائے اشرار و کفّار

مندرجہ ذیل کافروں یا مشرکوں کے نام بھی قرآن میں مذکور ہوئے ہیں۔

۱۔ ابولہب ، رسول اللہؐ کا حقیقی چچا۔ اس کا رنگ سرخ تھا لہٰذا ابولہب کی کنیت سے مشہور ہوا۔ رسول اللہؐ نے حکم الٰہی کے مطابق اپنے خاندان کو تبلیغ کے لیے اکٹھا کیا اور موثر انداز میں اپنا موقف پیش کیا تو ابولہب کہنے لگا "تجھے ہلاکت ہو، کیا اسی بات کے لیے ہمیں اکٹھا کیا تھا؟" اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا :

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱۱۱/۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وُہ ہلاک ہو۔

۲۔ جالوت ، اس کا ذکر طالوت اور داؤدؑ کے بیان میں آ چکا ہے۔ ظالم بادشاہ جو ۹۷۵ ق۔م میں

حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۳۔ سامری: اہلِ مصر گوسالہ پرست تھے۔ اور بنو اسرائیل کے ذہنوں میں بھی یہ بیماری اتنی سرایت کر چکی تھی کہ فرعونیوں سے رہائی دلانے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تورات لانے کے لیے چالیس دن کے لیے گئے تو اس شخص سامری نے قوم سے زیور اکٹھا کر کے انہیں ایک سونے کا بچھڑا بطور الٰہ تیار کر دیا۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ کی اتنی تبلیغ کے باوجود بنی اسرائیل کی کثیر تعداد گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو دوبارہ بگڑے ہوئے حالات پر کنٹرول کیا۔ اس اِلٰہ کو جلا کر دریا برد کر دیا۔ اور سامری سے مقاطعہ کرا دیا۔

۴۔ فرعون: شاہانِ مصر کا مخصوص لقب۔ مگر قرآن نے جس فرعون کا ذکر کیا ہے، وہ وہی ہے جس سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو سابقہ پڑا۔ جس نے بنی اسرائیل کے لاکھوں بچے اس خطرہ کے تحت قتل کرا دیے، کہ اسے نجومیوں نے بتلایا تھا کہ بنی اسرائیل سے ایک شخص پیدا ہو کر تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دے گا۔ مگر جو ہونا تھا ہو کے رہا۔ حضرت موسیٰؑ کی خود فرعون کے گھر میں ہی تربیت کا سامان مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا مکمل ثبوت ہے۔ فرعون نے موسیٰؑ و ہارونؑ کو کمزور کرنے کے لیے لاکھوں جتن کیے مگر سب کچھ بے سود اور عبث ثابت ہوا اور آخر وہ خود لشکر سمیت بنو اسرائیل کے تعاقب میں نکلا اور بحیرۂ قلزم میں غرق ہوا۔ اس کی لاش اللہ کی قدرت سے آج تک محفوظ ہے۔ اس کا عہدِ حکومت اندازاً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ہے۔

۵۔ قارون: موسیٰؑ کا چچیرا بھائی اور موسیٰ اور ہارونؑ کے بعد تورات کا سب سے بڑا عالم تھا۔ بے اندازہ مال و دولت کا مالک تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ کیا تو یہ بات اسے ناگوار گزری۔ کہنے لگا کہ اس میں خدا کے فضل کی کیا بات ہے یہ دولت تو میں نے اپنے تجربہ کی بنا پر حاصل کی ہے۔ مخالفت بڑھی تو حضرت موسیٰؑ کا ساتھ چھوڑ کر فرعونیوں سے مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے سب خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس طرح قارون عبرتناک موت مرا۔

۶۔ ہامان، فرعون کا وزیر تعمیرات، جب موسیٰؑ نے فرعون کو خدائے واحد کی پرستش کی دعوت دی تو فرعون نے ہامان ہی سے کہا تھا کہ "ہامان! ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لیے ایک اونچی عمارت تو بنوا، جس پر چڑھ کر میں موسیٰؑ کے خدا کو دیکھ سکوں، میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں" (۲۸/۳۸) تو یہ بات فرعون نے محض حاضرین کو اُلو بنانے کے لیے کی تھی۔ ورنہ عملاً ایسا کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔

۶۔ معبودانِ باطل

۱۔ بُت اٰلہٰ۔ وَدّ۔ سواع، یغوث۔ یعوق اور نسر۔ قوم نوحؑ کے بت۔ یہ دراصل اس قسم کے بزرگ حضرات کے مجسمے تھے جنہیں ان کی زندگی میں دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ اور اللہ کی عبادت کے لیے رغبت پیدا ہوتی تھی۔ جب یہ حضرات رحلت فرما گئے تو قوم کے نیک لوگوں کو اس بات سے

بڑا صدمہ پہنچا۔ اس موقعہ پر شیطان نے یہ پٹی پڑھائی کہ اب اس مشکل کا حل یہ ہے کہ ان حضرات کے مجسمے بنالو۔ انہیں دیکھ کر تمہیں خدا یاد آجایا کرے گا اور تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ لوگ اس بات پر لگ گئے اور ان کے مجسمے بنا کر اپنی مسجدوں میں رکھ دیئے۔ ابتداءً تو اس کا وہی اثر ہوا جو شیطان نے بتلایا۔ مگر بعد کے لوگ انہیں کو خدا سمجھنے لگے اور ان کے پجاری بن گئے —— جب حضرت نوحؑ نے انہیں اس کام سے روکا تو بجائے سمجھنے کے یہ لوگ اس عقیدہ میں اور پکے ہو گئے اور نوحؑ کے مخالف بن گئے اور ایک دوسرے کو تلقین کرنے لگے کہ :

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (۷۱/۲۳)

اور کہنے لگے کہ نوحؑ کی باتوں پر لگ کر اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ نہ ودّ کو، نہ سواع کو اور نہ ہی یغوث یعوق اور نسر کو ترک کرنا۔

۶۔ بَعْل : لغوی معنی مالک۔ آقا۔ سردار۔ خاوند۔ قدیم زمانے میں سامی اقوام اس لفظ کو الٰہ یا خداوند کے معنوں میں استعمال کرتی تھیں اور ایک خاص دیوتا کو بَعْل کے نام سے موسوم کر رکھا تھا۔ بابل سے لیکر مصر تک پورے مشرقِ اوسط میں بعل پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل جب مصر سے فلسطین آکر آباد ہوئے اور ان لوگوں سے شادی بیاہ ہوئے تو یہ مرض ان میں بھی پھیل گیا۔ بعل کے نام کا ایک مذبح بھی بنا ہوا تھا جس پر قربانیاں کی جاتی تھیں۔ اس شرک کو حضرت سموئیلؑ، طالوت، داؤدؑ اور سلیمانؑ نے ختم کیا۔ لیکن بعد میں پھر فلسطین کی اسرائیلی ریاست بعل پرستی میں مبتلا ہو گئی (تفہیم القرآن) حضرت الیاسؑ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرما کر بعلبک کی طرف بھیجا۔ یہاں کے باشندے اسی بعل پرستی میں مبتلا تھے ارشاد باری ہے :

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ (۳۷/۱۲۵)

حضرت الیاسؑ نے کہا کیا تم بعل کو پکارتے ہو) اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟

ب۔ دیویاں ۷ تا ۹۔ لات۔ عزّٰی۔ منات : مشرکین کا یہ دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے کہ وہ ایک اللہ کو فرمانروائے برتر کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ پھر اس کی مختلف صفات کو مختلف چھوٹے خداؤں یا دیوتاؤں سے مختص کر دیتے ہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ دیوتاؤں سے دیویاں بھی بنا لیتے اور ان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی پوجا پاٹ اور نذر و نیاز بڑے خدا سے قرب کا ذریعہ ہے۔ دیوی۔ دیوتاؤں کا یہی تصور مصر، یونان، ہندوستان اور عرب میں بھی رائج تھا۔ عرب کے مشرکین جن دیویوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے ان میں سے تین کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔

لَات : یہ اِلٰہ کا مؤنث ہے لات کا استھان یا آستانہ طائف میں تھا اور بنی ثقیف اس کے معتقد تھے۔

عُزّٰی : عزیز سے مؤنث ہے بمعنی عزت والی۔ یہ قریش کی خاص دیوی تھی! اور اس کا استھان یا آستانہ مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں حراض کے مقام پر واقع تھا۔

مَنَات : کا استھان یا آستانہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے قدید کے مقام پر واقع تھا۔ بنو خزاعہ،

اوس اور خزرج اس کے معتقد تھے۔ اس کا باقاعدہ حج اور طواف کیا جاتا۔ زمانۂ حج میں جب حجاج طوافِ بیت اللہ اور عرفات اور منٰی سے فارغ ہوجاتے تو وہیں سے منات کی زیارت کے لیے لبیک لبیک کی صدائیں بلند کر دی جاتیں۔ اور جو لوگ اس دوسرے "حج" کی نیت کر لیتے وُہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرتے تھے۔ گویا مشرکینِ عرب دوہرا ظلم ڈھاتے تھے۔ ایک تو خدا کا شریک بنانے کا دوسرے شریک بھی ایسے جنھیں خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے جبکہ وُہ اپنے لیے بیٹیوں کو کبھی پسند نہ کرتے بلکہ انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔ ان کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ نے یوں تنبیہ فرمائی؛

أَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ۔ (۵۳/۱۸-۲۲)	بھلا تم نے لات، عزّٰی اور تیسری ایک اور دیوی منات کی حقیقت پر کبھی غور کیا؟ کیا بیٹے تمہارے لیے ہوں اور بیٹیاں خدا کے لیے؟ یہ تو بڑی دھاندلی کی تقسیم ہے۔

ج۔ کواکب۔ ۱۰ تا ۱۲۔ شمس۔ قمر۔ شعرٰی، انسان نے جب وحی الٰہی سے بے رخی اختیار کی تو ہر اُس چیز کو جس سے اس کو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچتا ہو اسے اپنی تقدیر کا مالک سمجھنے لگا۔ انسان نے جب مشاہدہ کیا کہ سورج کی گرمی سے فصلیں پکتی ہیں، چاند سے پھلوں میں رس پیدا ہوتا ہے اور اسی طرح بعض دوسرے ستاروں کے اثرات دیکھے تو انہیں اپنی قسمت کا مالک سمجھ کر ان کی پرستش کرنے لگا۔ ادریسؑ کا زمانہ انسان کا ابتدائی زمانہ ہے۔ اس دور میں بھی اسی عقیدہ کے تحت کواکب پرستی کا ثبوت ملتا ہے حضرت ابراہیمؑ نے بھی اسی عقیدہ کے خلاف جہاد کیا۔ سلیمانؑ کے زمانہ میں قوم سبا اسی عقیدہ کے تحت کواکب پرستی کا شکار تھی۔ اور ہندی تہذیب میں یہ عقیدہ لازمی جزو تھا حتیٰ کہ ہندوستان کا برائے نام مسلمان بادشاہ اکبر بھی ہندو تہذیب سے متاثر ہوکر سورج پرست بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ باطلہ کی یوں تردید فرمائی کہ،

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ (۴۱/۳۷)	نہ سورج کو سجدہ کرو، نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا۔

قرآن میں شمس و قمر کے علاوہ ایک تیسرے سیارہ "شعرٰی" کی پرستش کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ سورج سے ۲۳ گنا زیادہ روشن ہے۔ اور اس کا زمین سے فاصلہ ۸ نوری سال سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا یہ سورج سے بہت چھوٹا اور کم روشن نظر آتا ہے۔ اہلِ مصر اس کی پرستش کرتے تھے۔ کیونکہ اس کے طلوع کے زمانے میں نیل کا فیضان شروع ہوتا تھا۔ اس لیے وُہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ اسی کا فیضان ہے۔ یہ ستارہ بھی اہلِ عرب کے معبودوں میں شامل تھا۔ خصوصاً قریش اور خزاعہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ باطلہ کی تردید کی اور فرمایا کہ تمہاری قسمتوں کا مالک شِعْرٰی نہیں بلکہ وُہ اللہ ہے جو شِعْرٰی کا بھی مالک ہے۔ ارشاد باری ہے؛

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ (۵۳/۴۹)	اور یہ کہ وہی شعرٰی کا ربّ ہے۔

۵۔ بہائم پرستی۔ عِجْل: یوں تو انسان نے اپنے اسی نظریہ "نفع و مضرت" کے تحت پتھروں، درختوں، حیوانوں، درندوں اور فضائی اشیاء میں کوئی چیز بھی نہ چھوڑی جس کی اس نے پوجا نہ کی ہو۔ آگ۔ پانی ہوا۔ کڑک۔ بجلی، جن، گائے۔ بیل۔ درخت۔ حتیٰ کہ سانپ تک کی پرستش کی جا چکی ہے۔ اور گائے کی پرستش تو ہندی اور مصری تہذیب کا لازمی عنصر رہا ہے۔ ہندو گائے کو گئو ماتا کہتے ہیں حضرت موسیٰؑ کے دور میں مصر میں گوسالہ پرستی کا عام رواج تھا جو بنی اسرائیل کے ذہنوں میں بھی راسخ ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کئی مرتبہ لیت و لعل کی۔ حضرت موسیٰؑ کی غیر حاضری میں ذرا موقعہ ملا تو سامری نے بچھڑا بحیثیت اِلٰہ لا کھڑا کیا۔ جس پر بنی اسرائیل کا کثیر طبقہ ٹوٹ پڑا۔ گوسالہ پرستی کے اس ذہن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا:

وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (۲/۹۳) — اور بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ گئی تھی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ (۲/۵۱) — اور جب ہم نے موسیٰؑ سے چالیس رات کا وعدہ کیا تو تم نے ان کے پیچھے بچھڑے کو (معبود) مقرر کر لیا اور تم ظلم کر رہے تھے۔

۱۴ تا ۱۷: بَحِیْرَة۔ سَآئِبَة۔ وَصِیْلَة اور حام:

شرک صرف یہی نہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کی پوجا پاٹ کی جائے۔ بلکہ غیر اللہ کے لیے قربانی اور نذر و نیاز اور وقف بھی ویسے ہی شرک ہے جیسے بدنی عبادت۔ انسان میں یہ مرض بھی زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ بتوں کے لیے جانوروں کے علاوہ انسانوں اور بالخصوص کنواری لڑکیوں تک کی قربانی پیش کی جاتی رہی ہے۔ پھر اس قربانی کے جانور کی یوں تعظیم و احترام کرنا، جیسے شعائر اللہ کے لیے کیا جاتا ہے، بھی صریح شرک ہے۔ وہ مختلف جانوروں (اونٹوں، بکریوں) کو مختلف شرطوں کے ساتھ بتوں کی نذر کر دیتے تھے۔ انہی میں سے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے اونٹ) ارشاد باری ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ (۵/۱۰۳) — اللہ تعالیٰ نے نہ تو بحیرہ کو کچھ چیز بنایا ہے، نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو۔ بلکہ کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

۷۔ ملک شہر اور علاقے

قرآن کریم میں مندرجہ ذیل شہروں کے نام مذکور ہیں۔

۱۔ مَكَّة اور بَكَّة: مکہ ہی کو بکہ بھی کہتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو اس بے آب و گیاہ وادی میں لا بسایا اور معجزانہ طور پر وہاں چشمہ زمزم جاری ہوا۔ تو بنو جرہم کا ایک

قافلہ وہاں سے گزرا۔ پانی دیکھ کر وہاں سکونت کے لیے حضرت ہاجرہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے دے دی۔ انہوں نے ہی یہ بستی آباد کی۔ اسی شہر میں کعبہ ہے جو سطح زمین پر سب سے پہلے خدا کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا۔ طوفانِ نوح کے بعد اسے حضرت ابراہیمؑ نے دوبارہ تعمیر کیا۔ بعدازاں متعدد بار اس میں وسعت اور نئی تعمیر ہو چکی ہے۔ اسی محترم گھر کی وجہ سے یہ بستی مرکزی شہر کی حیثیت اختیار کر گئی اور امّ القریٰ (۶/۹۲) کے نام سے موسوم ہوئی۔ نبیٔ خاتمؐ اسی شہر میں مبعوث ہوئے۔ مناسک حج بھی اسی شہر یا اس کے مضافات سے وابستہ ہیں۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (۳/۹۶) — پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت کے) لیے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے۔

۲۔ مَدِیْنَہ اور یَثْرِب: رسول اللہ کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پیشتر اس شہر یا بستی کا نام یثرب تھا۔ اور یہ نام اس لیے پڑ گیا تھا کہ یہاں کی آب و ہوا ناخوشگوار، گندی اور مضرِ صحت تھی۔ قرآن میں ہے:

یٰۤاَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ (۳۳/۱۳) — اے یثرب والو! تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں!

ہجرت کے بعد صحابہؓ بھی یہاں آ کر بیمار ہو گئے اور انہیں پانی لاگ ہو گیا۔ تو رسول اللہ نے دعا کی کہ "یا اللہ! اس شہر کو مکہ سے (دگنی) برکت دے اور یہاں امن قائم کر!" اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ آب و ہوا صحابہؓ کرام کی طبیعتوں کے موافق ہو گئی۔ نیز بعد میں وہاں طاعون، ہیضہ یا کسی دوسری بیماری کی وبا نہیں پڑی۔

ہجرت کے بعد اس بستی کی آبادی میں اضافہ ہوا اور اس کا نام مدینۃ النبیؐ پڑ گیا۔ یعنی نبی کا شہر۔ مدینہ بمعنی شہر (ج مدائن) قرآن کریم میں متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ لیکن ہجرت کے بعد لفظِ مدینہ سے صرف مدینۃ النبیؐ مراد لیا جانے لگا۔ قرآن میں ہے:

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ (۳۳/۶۰) — اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں سنسنی خیز خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو .....

اس آیت میں مدینہ سے مراد یہی مدینۃ النبیؐ ہے جو بعد مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ہوا۔

۳۔ مِصْر: بمعنی شہر (ج مُصُوْر اور اَمْصَار) اور اس سے مراد عموماً ایسا شہر ہوتا ہے جس کی حد بندی کر دی گئی ہو۔ اور قرآن میں یہ لفظ ان معنوں میں کئی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اور مصر جب معرفہ کے طور پر آئے تو اس سے مراد ملک مصر ہے جو افریقہ کے شمال میں واقع ہے۔ قدیم تہذیب اور علمی ترقی کے لحاظ سے مشہور ترین ملک ہے۔ یہاں کا بت ابوالہول اور اہرام عجائباتِ دنیا میں شمار ہوتے ہیں۔ یوسفؑ اسی ملک میں آ کر فروخت ہوئے اور بالآخر بادشاہ بنے۔ اپنے خاندان کو بلایا۔ اسی ملک میں حضرت موسیٰؑ کو فرعون سے سابقہ پیش آیا۔ اور آپ بنو اسرائیل کو یہاں سے

بحیرۂ قلزم کے راستے نکال لے گئے۔ یہ ملک مصر بن حام بن نوح کے حصے میں آیا تھا۔ لہٰذا اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ فرعون شاہِ مصر نے کہا :

يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ (۴۳/۵۱)	اے میری قوم! کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ؟ اور یہ نہریں جو میرے (محلوں کے) نیچے بہ رہی ہیں میری نہیں ؟

۴۔ مَدْيَنَ : حضرت شعیبؑ کی دعوت و تبلیغ کا مرکز۔ یہ بستی حجاز کے شمال مغرب میں بحیرۂ قلزم کے مشرقی کنارے پر شام کے قریب واقع تھی۔ اور اس تجارتی شاہراہ پر واقع تھی جس سے قافلے یمن سے شام کو جاتے ہیں۔ جب قوم شعیبؑ نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔ ان کے بعد یہ بستی ویران ہو گئی۔ ارشادِ باری ہے :

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (۷/۸۵)	اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔

۵۔ رُوم : شام اور عراق کے شمال میں مشہور ملک ہے۔ دورِ نبوی میں یہاں عظیم الشان سلطنت قائم تھی۔ حجاز کے ایک طرف آتش پرست ایرانی اور دوسری طرف عیسائی رومیوں میں جنگ ٹھن گئی۔ یہ جنگ ۶۰۲ء سے ۶۱۲ء تک دس سال رہی جس میں رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ مسلمان اہل کتاب ہونے کی وجہ سے روم سے ہمدردی رکھتے تھے اور مشرکینِ مکہ بت پرست ہونے کی وجہ سے ایران سے۔ اس شکست سے مسلمانوں کو بھی تکلیف ہوئی۔ تو سورۂ روم کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں :

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (۳۰/۲تا۴)	قریب کے ملک میں رومی مغلوب ہو گئے لیکن وہ عنقریب چند ہی سال بعد غالب آ جائیں گے۔

روم کے حالات کچھ ایسے بگڑ چکے تھے کہ بظاہر (بضع سنین ۳ سے ۹ سال تک) روم کے ابھر کر ایران کو شکست دینے کے کوئی اسباب نظر نہ آتے تھے۔ لیکن قرآن کی اس پیشگوئی نے تمام کفار پر حجت قائم کر دی۔ ۲ھ میں جس دن بدر کے میدان میں کفار کو شکست ہوئی اسی دن ایران کی شکست کی خبر بھی مل گئی۔

۶۔ بَابِل : کلدانیوں کا دارالحکومت جسے نمرود نے بہت ترقی دی۔ ادریسؑ کے زمانہ میں بھی یہ شہر آباد تھا۔ اور یہیں کے لوگ سیاروں کے اثرات کا مشاہدہ کر کے ستارہ پرست بن گئے تھے ——— حضرت ابراہیمؑ کے دور (۲۱۰۰ ق م) میں نمرود نے اس کو بڑا بارونق شہر بنا دیا۔ یہ شہر اس دور کی تہذیب کا مظہر تھا۔ کواکب پرستی اور بت پرستی کے علاوہ ان لوگوں کو جادو میں کمال حاصل تھا۔ اسے جادو کا گھر کہا جاتا تھا۔ اور بابل سے مراد ساحر لیا جاتا ہے اور البابلی بمعنی جادوگر ہے۔ سلیمانؑ کے زمانہ میں بھی جادو کا گہوارہ تھا۔ قرآن نے بھی اس شہر کا ذکر جادو کے ضمن ہی میں کیا ہے۔

ارشادِ باری ہے :

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ (۲/۱۰۲)	سلیمان ؑ نے مطلق کفر کی بات (جادوگری) نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جو کفر کی باتیں بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتریں (یہ لوگ ان کے پیچھے لگ گئے)

۷۔ اَحْقَاف : لغوی لحاظ سے یہ حقف (بمعنی ریت کا ٹیلہ) کی جمع ہے۔ یعنی ریت کا سینکڑوں میل پھیلا ہوا وسیع میدان (منجد) اور جب یہ معرفہ کے طور پر آئے تو اس سے مراد ربع سکون الخالی کے گرداگرد ملک یمامہ۔ بحرین، عمان، حضرموت اور مغربی یمن کا علاقہ ہوتا ہے جو قوم عاد کا اصل مرکز تھا اور یہیں سے یہ لوگ بلادِ عالم میں پھیلے۔ ارشاد باری ہے :

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ (۴۶/۲۱)	اور قوم عاد کے بھائی (ہودؑ) کو یاد کرو۔ جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمینِ احقاف میں ڈرایا۔

۸۔ حِجْر : لغوی معنی پتھروں والی زمین (منجد) حجر قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا۔ مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔ مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ مقام شاہراہ عام پر ملتا ہے۔ اس شہر کے کھنڈر مدینہ سے شمال مغرب میں موجودہ شہر العلاء سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ اسی قوم ثمود کو اصحاب الحجر کہا گیا ہے جو سنگ تراشی کے اتنے ماہر تھے کہ پہاڑوں کو تراش تراش کر اپنے گھر تو درکنار شہر کے شہر بنا ڈالتے تھے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہود کے علاوہ اس قوم کے پاس اور بھی نبی آئے تھے۔ ارشاد باری ہے :

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ (۱۵/۸۰)	اور بیشک حجر کے لوگوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

۹۔ سبا : سبا دراصل یمن میں سے ایک معروف ومشہور آدمی کا نام ہے جو ہودؑ کی نسل سے تھا۔ اس کا شجرہ نسب یہ ہے : سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان بن ہودؑ۔ اسی کے نام پر اس علاقہ کا نام بھی سبا مشہور ہوا۔ پھر اس کی قوم بھی قوم سبا کہلائی۔ یہ علاقہ بہت زرخیز اور شاداب تھا۔ آب پاشی کا نظام نہایت اعلیٰ تھا۔ باغات کی کثرت تھی۔ ہر شخص کو اپنے دائیں بائیں باغات ہی باغات نظر آتے تھے۔ جب انہوں نے سرکشی کی راہ اختیار کی تو ان پر سیلاب کا عذاب آیا جس نے بند توڑ دیا۔ آب پاشی کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ باغات تباہ ہو گئے اور ان کی جگہ جھاڑ جھنکار نے لے لی۔ پھر مدتوں بعد یہ قوم اور علاقہ آباد ہوا۔ تو سورج پرست بن گیا۔ حضرت سلیمانؑ کی کوششوں سے سبا کی ملکہ ایمان لے آئی اور یہ قوم راہِ راست پر آگئی۔ اس قوم کی سورج پرستی کی اطلاع حضرت سلیمانؑ کو ہد ہد پرندے کے ذریعہ سے ہوئی تھی۔ جب اس پرندہ نے کہا تھا کہ :

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ (۲۷/۲۲)	میں آپ کے پاس سبا کے متعلق ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔

۸۔ پہاڑ، وادیاں اور اماکن

جن پہاڑوں، میدانوں یا وادیوں کے نام قرآن کریم میں آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱-۲۔ صفا اور مروۃ: بیت اللہ کے قریب دو مشہور و معروف پہاڑیاں۔ جن کے درمیان حضرت ہاجرہ نے پانی کی تلاش میں سات چکر کاٹے تھے۔ آج کل ان پہاڑیوں کو کاٹ کر درمیانی وادی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ صرف پہاڑیوں کے نشان باقی رہ گئے ہیں۔ ہر حاجی کے لیے ان کے درمیان سعی کرنا حج و عمرہ کا لازمی جزو ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ (۲/۱۵۸) — بیشک (کوہ) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

۳۔ جُودِیّ: طوفانِ نوح کا سلسلہ مسلسل ۴۰ دن جاری رہا۔ یعنی بارش بھی ہوتی رہی اور زمین کے نیچے سے بھی پانی اُبلتا رہا۔ اس دوران کشتی نوح مسلسل بلند ہوتی رہی۔ اور اس وقت تمام روئے زمین پر یہ طوفان آیا، جہاں نوع انسانی آباد تھی۔ بعد میں پانی اترنا شروع ہوا تو ۱۵۰ دن اسی پانی کے اترنے میں لگ گئے۔ اور جب اترنا شروع ہوا تو کشتی جودی پہاڑ پر آ کر ٹک گئی۔ جودی کردستان کے علاقہ میں سلسلہ ہائے کوہ ارارط یا ارارات میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (۱۱/۴۴) — حکم ہوا کہ "اے زمین! اپنا سارا پانی نگل جا، اور اے آسمان رک جا" سو پانی خشک ہو گیا اور فیصلہ چکا دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی۔

۴ تا ۶۔ سینا، (سینین) طور اور طوی۔ سینا اور سینین ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ سینا ایک بلند پہاڑ ہے جس کی بلندی ۷۳۵۹ فٹ ہے جو مدین سے مصر یا مصر سے مدین جاتے ہوئے (شام کے ملک میں) راستے میں پڑتا ہے۔ اسی مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو دو دفعہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی پہاڑ کی ایک چوٹی کا نام طور ہے۔ اور اسی پہاڑ کے دامن میں وادی کا نام طُوی ہے جسے قرآن میں وادی مقدس اور البقعۃ المبارکۃ بھی کہا گیا ہے۔ موسیٰؑ جب بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر لائے تو اسی راستے سے گزرے تھے۔ کوہِ طور کو اسی نسبت سے طورِ سینین بھی کہا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ۔ (۹۵/۱-۲) — انجیر اور زیتون (والے علاقوں) کی قسم اور طور سینین کی بھی۔

۷۔ عرفات: مکہ سے ۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک پہاڑ جسے جبلِ عرفات کہتے ہیں۔ اور اس پہاڑ کے دامن یا وادی کو بھی عرفات ہی کہتے ہیں۔ ۹ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد حجاج یہاں شام

تک دعائیں کرتے ہیں۔ وقوف عرفات حج کا رکنِ اعظم ہے۔ اور یوم عرفہ ۹ ذی الحجہ کا دن ہے ۔ جو عرفات پہنچنے کی تیاری کا دن ہے۔ اور عَرَّفَ الْحُجَّاج بمعنی حاجی عرفات میں ٹھہرے۔

۸۔ مشعر الحرام: مشعر (ج مشاعر) شعائر کے معنی ہی میں آتا ہے۔ بمعنی اعلام دینیہ۔ اور مشعر الحرام مزدلفہ کے پاس ایک پہاڑی کا نام ہے۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات سے واپسی پر حاجی لوگ یہاں رات گزارتے اور دُعائیں کرتے ہیں۔ پھر یہیں سے رمی کے لیے کنکریاں چن کر ساتھ لے جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ (۲/۱۹۸) — پھر جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر الحرام کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو۔

۹۔ بدر: مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک میدان۔ جو مدینہ سے مکہ کو آتے ہوئے راستہ میں ایک طرف پڑتا ہے۔ اسی مقام پر مشہور معرکہ بدر ۲ھ میں پیش آیا تھا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ (۳/۱۲۳) — اور اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم کمزور تھے۔

۱۰۔ حُنَیْن: مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام جہاں فتح مکہ کے بعد شوال ۸ھ میں اہلِ ہوازن سے مشہور غزوہ حنین بپا ہوا۔ ہوازنی ماہر تیر انداز تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور کفار سے زیادہ تھی۔ کچھ فتح مکہ کا اثر، کچھ کثرت تعداد کا گھمنڈ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابتداءً مسلمانوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر لشکر کو دوبارہ بلایا گیا تو اللہ نے مہربانی فرمائی اور شکست کو فتح میں بدل دیا۔

ارشاد باری ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ فِى مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (۹/۲۵) — اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی ہے۔ اور حنین کے دن بھی مدد کی جبکہ تمہیں اپنی کثرتِ تعداد پر ناز تھا۔

۱۱۔ مسجد الاقصیٰ: لغوی معنی بہت دور کی مسجد۔ اور اس سے مراد بیت المقدس ہے جو مسلمانوں کا قبلۂ اول تھا۔ روئے زمین پر کعبہ یا بیت اللہ کے بعد یہی مسجد بنائی گئی۔ اور اس کو مسجدِ اقصیٰ اس لیے کہا گیا کہ وُہ مسجد الحرام سے مسافت بعیدہ پر واقع ہے۔ بعد میں یہی نام معرفہ کے طور پر استعمال ہونے لگا۔

ارشاد باری ہے:

سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا مِّنَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ إِلَى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْأَقْصَا (۱۷/۱) — پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

۱۲۔ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی: سِدْرَۃ بمعنی بیری کا درخت اور مُنْتَہٰی بمعنی انتہائی حد پر واقع بیری کا درخت۔ یہ آسمانوں میں ایک مقام ہے جہاں عالم سفلی کے معلومات ختم ہو جاتے ہیں اور عالم علوی کے احکامات بھی وہیں سے نیچے نازل ہوتے ہیں۔ اسی مقام پر رسول اکرمؐ نے جبرئیل کو اصلی صورت میں

دوسری دفعہ دیکھا (م-ق) اور یعنی عرشِ الٰہی کی داہنی جانب بیری کا درخت جو ملائکہ وغیرہ کی پہنچ کی آخری حد ہے (منجد) وُہ مقام جہاں آں حضرتؐ کو فیوضاتِ الٰہیہ اور بھاری انعامات سے خاص طور پر نوازا گیا تھا (مف) اور یہ سب باتیں سورۂ نجم کی آیات ۵ سے ۱۸ تک ثابت ہیں) ارشادِ باری ہے،

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (۵۳/۱۵) — سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

۱۳- کوثر، کا معنٰی اہلِ لغت نے خیرِ کثیر لکھا ہے اور بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ کہ کوثر بہشت کی ایک نہر کا نام ہے جو آں حضرتؐ کو عطا ہوئی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ کو اونگھ آ گئی۔ اٹھے تو تبسّم فرمایا اور تبسّم کی وجہ یہ بتلائی کہ ابھی ابھی مجھ پر ایک سُورت نازل ہوئی ہے۔ پھر سورۂ کوثر پڑھی اور فرمایا، "تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟" صحابہؓ نے عرض کیا، "اللہ اور اس کا رسُول ہی بہتر جانتے ہیں" فرمایا، "وُہ ایک نہر ہے جو اللہ نے مجھ کو بہشت میں دی ہے۔ اس میں خیرِ کثیر ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (۱۰۸/۱) — (اے محمدؐ!) بلشبہ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔

۱۴- سلسبیل، کا معنٰی اہلِ لغت شیریں اور خوشگوار پانی لکھتے ہیں جو حلق سے بآسانی اتر جائے۔ اور سلسبیل کی تعریف اللہ نے خود ہی بیان فرما دی ہے کہ وُہ جنّت میں ایک چشمہ کا نام ہے جس کے مشروب میں زنجبیل (سونٹھ) کی آمیزش ہوگی۔ ارشادِ باری ہے؛

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا (۷۶/۱۷-۱۸) — اور وہاں انھیں ایسے جام پلائے جائیں گے جن کے مشروب میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہو گا جس کا نام سلسبیل ہے۔

زنجبیل، تاثیر میں انتہائی گرم۔ انہضام کو درست کرنے والی، حرارتِ غریزی کو تیز کرنے والی اور قوٰی کو بحال رکھنے والی چیز ہے۔

۱۵- تسنیم، اسی طرح تسنیم بھی جنت میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (۸۳/۲۷-۲۸) — اور اس (رحیق- شراب خالص) میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی وُہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خدا کے) مقرب بندے پئیں گے۔

کافور: جنّت کے مشروبات میں زنجبیل کی آمیزش کے علاوہ کافور کی آمیزش کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے۔ کافور ایک مشہور، خوشبودار، سفید رنگ کی دوائی ہے جو کافور کے درخت سے حاصل ہوتی ہے۔ تاثیر میں حد درجہ سرد ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا (۷۶/۵) — نیکو کار ایسے جام نوش کریں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی۔

۹ ــــ اقوام

جن اقوام کا ذکر قرآن میں آیا ہے ان میں سے قوم نوحؑ، عادؑ، ثمودؑ، لوطؑ، قوم موسٰیؑ، قوم فرعون کے حالات تو انبیاء کے حالات میں بیان ہو چکے۔ ان کے علاوہ چند اور قوموں کے نام بھی مذکور ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۷۔ قوم اِرَم: قوم عاد ہی دوسرا صفاتی نام یا لقب ہے۔ اِرَم کا لغوی معنی پتھروں سے بنایا ہوا نشان اور اس سے مراد وہ بلند اور مزین ستون ہیں جو قوم عاد یا ثمود (عادِ ثانیہ) نے بحیثیت ماہرین سنگ تراشی بنائے تھے (مف) نیز اِرَم قوم عاد کا پہلا شخص یا قوم عاد کا شاہی خاندان اِرَم کہلایا (م۔ق) یہ لوگ یمن کے علاقہ میں آباد تھے۔ ارشاد باری ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ۔ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (۸۹/۷-۶)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا جو ارم کہلاتے اور بڑے ستونوں والے تھے۔

۸۔ قوم تُبَّع: تُبَّع قبیلہ حِمیَر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ تُبَّع کی قوم دراصل قوم سبا ہی کی ایک شاخ تھی جس نے ۱۱۵ ق۔م میں علاقہ سبا (واقع یمن) پر قبضہ حاصل کیا اور ۳۰۰ء تک وہاں حکمران رہے۔ ارشاد باری ہے:

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔ (۴۴/۳۷)	کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تُبَّع کی قوم اور اس سے پہلے کے لوگ جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا کیونکہ وہ مجرم ہو گئے تھے۔

۹۔ قریش: رسول اللہ کا گیارھویں پشت پر جدّ امجد فِہر تھا جو قریش کے لقب سے مشہور ہوا۔ قریش دراصل وہیل مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندری جانوروں میں سب سے بڑی اور طاقتور ہوتی ہے۔ فہر کے زمانہ میں یمن کے ایک حاکم حسان نے مکہ پر اس غرض سے حملہ کیا کہ کعبہ کے پتھر یہاں سے لے جا کر یمن میں بیت اللہ تعمیر کرے۔ اور فہر نے اس کا مقابلہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ اسی وجہ سے وہ قریش کے لقب سے مشہور ہوا۔ فہر کی اولاد بھی قریش کہلاتی ہے۔ قریش رسول اللہ کی اپنی قوم تھی۔ جس کی عرب بھر میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی مگر اس قوم نے رسول اللہ کی سب سے زیادہ مخالفت کی۔ فتح مکہ کے دن اس مخالفت کا زور ٹوٹا اور یہ قوم ایمان لائی۔ پھر خلفائے اسلام بھی اسی قوم سے بنتے رہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (۱۰۶/۲-۱)	قریش کے مانوس کرنے کے سبب یعنی انہیں جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب ...

۱۰۔ یاجوج اور ماجوج: ایشیا کے شمالی اور مشرقی علاقے کی وہ وحشی اور جنگجو قومیں جو قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر غارت گرانہ حملے کرتی رہی ہیں۔ انہیں حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد میں

شمار کیا گیا ہے۔ ان کا علاقہ روس۔ توبالسک، ماسکو وغیرہ ہے۔ سلطان ذوالقرنین (جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے) نے انہیں کے حملوں سے نجات کے لیے سدّ (سکندری) تعمیر کی تھی۔ یہ دیوار دو سلسلۂ کوہ کے درمیان اس نشیبی علاقہ یا وادی میں تعمیر کی گئی تھی۔ جہاں سے یہ وحشی اقوام حملہ آور ہوتی تھیں۔ ارشاد باری ہے؛

قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا (۱۸/۹۴)	ان لوگوں نے کہا، اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں تو کیا ہم تجھے کچھ چندہ اکٹھا کر دیں کہ تم ان کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار تعمیر کر دو۔"

۱۰۔ فرقے یا مذاہب

قرآن میں جن مذاہب یا فرقوں کا ذکر آیا ہے وُہ یہ ہیں؛

۱۔ مُسْلِمِیْنَ، ہر وُہ شخص جو کسی نبی یا رسول کی دعوت کو قبول کرلے۔ وُہ مسلم ہے۔ اور اَسْلَمَ بمعنی فرمانبردار اور اطاعت کیش بن جانا ہے۔ ارشاد باری ہے؛

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا (۲۲/۷۸)	اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ پہلی شریعتوں یا اُمتوں میں بھی اور اس کتاب (قرآن) میں بھی

۲۔ مُؤْمِنِیْنَ، جب اسلام دل میں راسخ ہو جائے تو اسے ایمان کہتے ہیں۔ اور ایماندار کو مومن۔ اس فرق کو قرآن نے یوں بیان فرمایا؛

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹/۱۴)	دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ (یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا

گویا ایمان دراصل اسلام ہی کا اگلا درجہ ہے۔ اور مسلمان ہی مومن بنتے ہیں۔

۳۔ کُفَّار: ہر وُہ شخص جو کسی نبی یا رسول کی دعوت کو رد کر دے اور اس کا انکار کر دے وُہ کافر ہے۔ کفر بمعنی انکار کرنا خواہ وُہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ قرآن میں ہے؛

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (۲/۶)	جو لوگ کافر ہو چکے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ اُن کے لیے برابر ہے۔

۴۔ مُنَافِقِیْنَ: ایسے لوگ جو بظاہر اسلام لے آئیں اور دل میں کفر ہی جا گزیں رہے اور ان کی ہمدردیاں بھی کافروں کے ساتھ ہوں۔ منافقین کہلاتے ہیں۔ ایسا طبقہ بعض سیاسی اور معاشی مفادات حاصل کرنے کے لیے وجود میں آتا ہے اور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی تحریک ترقی کر رہی اور پروان چڑھ رہی ہو۔ چنانچہ مکی زندگی میں منافقین کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ جب مدنی زندگی میں

اسلام اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا تو یہ طبقہ بھی پیدا ہو گیا۔ یہ طبقہ چونکہ دھوکہ اور عیاری سے کام لیتا ہے، لہٰذا کافروں سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴/۱۴۵) — منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

۵۔ مُشْرِكِين: وہ لوگ جو ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کو بھی نفع و نقصان پہنچانے کا مالک سمجھتے ہوں اور عبادت میں خواہ یہ عبادت بدنی ہو یا مالی یا قولی ہو دوسروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ خواہ یہ دوسری چیز کوئی جاندار چیز مثلاً نبی، ولی، بزرگ، فرشتے یا جن وغیرہ ہوں یا بے جان مثلاً بت۔ چاند۔ سورج۔ دیوتا اور دیویاں ہوں۔ مشرکین کہلاتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ہر فرقہ میں سے ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان اور مومن بھی مشرک ہو سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (۱۲/۱۰۶) — ان میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں مگر مشرک بھی ہوتے ہیں۔

۶۔ يَهُودِي: هَادَ کے معنی نرمی کے ساتھ آہستہ آہستہ رجوع کرنا بھی ہے اور یہودی ہونا بھی۔ اور هَوَّدَ بمعنی کسی کو یہودی بنانا (مف۔م ق) یہود سے مراد حضرت موسیٰؑ کے پیروکار ہیں۔ تورات کو تلاوت کے وقت آہستہ آہستہ اور جھوم کر پڑھنے سے ان کا نام یہودی ہوا (مف) اور بعض لوگوں کے خیال کے مطابق ان کی نسبت حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہودا کی طرف ہے۔ یہ قوم پہلے سخت بزدل تھی پھر جب سود خوار بنی تو سخت سنگدل بھی بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر انعامات کی جتنی بارش کی اتنا ہی اس قوم نے کفران نعمت کیا۔ حتیٰ کہ اللہ کے ہاں یہ قوم مغضوب علیہ قرار پائی۔ مسلمانوں کی ابتدائے اسلام میں بھی جانی دشمن رہی اور آج تک اسی روش پر قائم ہے۔

۷۔ نصارٰی: حضرت عیسٰیؑ اور ان پر نازل شدہ کتاب انجیل کے پیروکار۔ اس نام کی بھی دو توجیہیں ہیں۔ ایک یہ کہ عیسٰیؑ کی پیدائش ناصرہ میں ہوئی تو انہیں مسیح ناصری کہتے تھے۔ تو ان کے پیروکار نصارٰی کہلائے۔ اور دوسری یہ کہ عیسٰی کے پیروکاروں یا حواریوں نے نحن انصار اللہ (۶۱/۱۴) کا نعرہ لگایا تھا۔ لہٰذا یہ لوگ نصارٰی کہلائے۔ آج کل انہیں عیسائی کہتے ہیں۔ یہودیوں کی نسبت ان کے عادات و خصائل بہت بہتر ہیں۔ دورِ نبویؐ میں بھی مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں اور یہود کی نسبت یہ مسلمانوں کے لیے بہت کم مضر تھے۔ ارشاد باری ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ (۵/۸۲) — (اے پیغمبر) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہود اور مشرک ہیں۔ اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصارٰی ہیں۔

۸۔ مجوس: (مجس) (واحد مجوسی) اور مجس بمعنی کسی کو مجوسی بنانا۔ اور تمجس بمعنی مجوسی بننا ہے۔

آتش پرست اور سورج پرست فرقہ جو اپنے آپ کو نوحؑ کا پیروکار بتلاتا اور باقی سب پیغمبروں کا دشمن ہے ان کے نزدیک نیکی اور بدی کے خدا الگ الگ ہیں۔ یعنی خدا دو ہیں۔ نیکی کا خدا یا خالق یزدان ہے۔ اور بدی کا خدا یا خالق اہرمن ہے۔ یہ لوگ اپنی الہامی کتابوں کا نام ژند اور اوستا بتلاتے ہیں۔

۹۔ صَابِئِیْنَ (صَبَأَ) ستارہ پرست فرقہ جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا۔ یہ بھی اپنے آپ کو حضرت نوحؑ کا پیروکار بتلاتے ہیں۔ اور باقی سب پیغمبروں کے منکر ہیں۔ بعد میں صَبَأَ کا لفظ دین تبدیل کرنے یا آبائی مذہب سے رُوگردانی کرنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ اور ایک گالی بن گیا کہ فلاں شخص صابی ہو گیا ہے یعنی بے دین اور لا مذہب بن گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا	جو لوگ مومن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں
وَالصَّابِئِیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ	اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک
وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اِنَّ اللّٰہَ یَفْصِلُ	ہیں اللہ تعالیٰ ان سب میں قیامت کے دن
بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (۲۲/۱۷)	فیصلہ کر دے گا۔

۱۱۔ عبادات اور شرعی اصطلاحات

ارکانِ اسلام پانچ ہیں۔ ان میں سب سے اوّل تو کلمۂ شہادت ہے جس کے ذریعہ انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ باقی چار ارکان عبادات پر مشتمل ہیں۔ ان سب کا اور ان کے مختصر کوائف کا ذکر قرآن مجید میں آ گیا ہے۔ اور وُہ یہ ہیں: صَلٰوۃ۔ زَکٰوۃ۔ صَوْم اور حَجّ۔ اور ان الفاظ کو قرآن نے شرعی اصطلاحات کے طور پر استعمال کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کا پُورا مفہوم سنتِ رسولؐ ہی سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ لغت یہ عقدہ حل کرنے سے قاصر ہے۔

۱۔ صَلٰوۃ: اہلِ لغت اس کا معنیٰ دُعا دینا اور تحسین و تبریک بتلاتے ہیں (مف) اور صَلّٰی بمعنی نماز ادا کرنا۔ قرآنِ کریم میں اس کا حکم تو تقریباً سات سو مرتبہ آیا ہے لیکن نہ روزانہ نمازوں کی تعداد پوری طرح مذکور ہے نہ ہر نماز میں رکعات کی تعداد اور نہ ترکیبِ نماز۔ نہ ہی اوقاتِ نماز کی تفصیل کہیں مذکور ہے۔ قرآن سے صرف تین نمازوں اور ان کے اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ زوالِ آفتاب کے وقت، شام کے وقت اور فجر کے وقت۔ نمازِ وسطیٰ کا بھی ذکر آیا ہے لیکن یہ وضاحت نہیں کہ وُہ کونسی ہے۔ البتہ نماز باجماعت کا ذکر بکثرت موجود ہے۔ اور اس کے لیے اقامت الصّلٰوۃ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ نماز کی ادائیگی سے پیشتر طہارت اور وضو کے فرائض کا ذکر آیا ہے۔ اور ارکانِ نماز میں سے رکوع، قیام اور سجدہ کا بھی۔

رکع کا لغوی معنیٰ محض جُھکنا ہے۔ لیکن اصطلاحاً اس کا معنیٰ نماز میں کمر کو ایک مخصوص و معروف شکل میں جھکا دینا ہے جس میں عجز و انکسار کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔ رَکَعَ ہی سے لفظِ رکعت مشتق ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہی رکن نماز کا اہم رکن ہے۔ مزید یہ کہ یہ لفظ قرآن نے پوری نماز کے لیے

بھی استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (۲/۴۳) اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔

سَجَدَ: کا لغوی معنٰی عاجزی اور فروتنی کرنا ہے (مف۔ منجد) اور اسی معنٰی میں کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتی ہے۔ مگر شرعی اصطلاح میں اس کا معنٰی نماز میں ایک مخصوص معروف شکل میں بیٹھ کر پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنا ہے۔ رکوع کی طرح سجدہ بھی نماز کا اہم رکن ہے۔ ارشاد باری ہے:

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (۴۸/۲۹) تو انہیں رکوع کرتے اور سجدہ کرتے دیکھتا ہے۔ وہ خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی ڈھونڈتے ہیں۔

موقتہ معروف نمازوں کے علاوہ قرآن میں صلوٰۃِ قصر (مسافر کی نماز) اور صلوٰۃ الخوف (جنگ کے دوران نماز) اور نماز جنازہ اور نماز تہجد کا بھی ذکر آیا ہے۔ اور صلوٰۃ کا لفظ قرآن میں چار معنوں میں آیا ہے۔ (۱) موقتہ نمازوں کے لیے (۲) نماز جنازہ کے لیے جس میں رکوع و سجود نہیں ہوتا۔ صرف قیام ہی قیام ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (۹/۸۵) اور (اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے اگر کوئی مرجائے تو کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔

(۳) صرف دُعاء کے معنوں میں۔ جیسے فرمایا:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹/۱۰۳) اور اُن (زکوٰۃ ادا کرنے والوں) کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دُعاء ان کے لیے موجب تسکین ہے۔

اور (۴) اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ہو تو اس کا معنٰی رحمت نازل کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (۳۳/۵۶) اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت بھیجتے ہیں۔

۲- زَکوٰۃ: کا لغوی معنٰی بڑھنا۔ زیادہ ہونا۔ پھلنا پھولنا اور نشوونما پانا ہے (منجد۔ مف) اور شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ اپنے زائد اموال کا وہ حصّہ ہے جسے شریعت نے راہِ خدا میں نکال کر ادا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ زکوٰۃ کا ذکر بھی قرآن میں تقریباً ستّر مقامات پر آیا ہے۔ لیکن اموالِ زکوٰۃ، نصاب زکوٰۃ اور شرح زکوٰۃ کی کوئی تفصیل موجود نہیں۔ یہ صرف سنّت رسولؐ سے ملتی ہے۔ زکوٰۃ کو قرآن میں صدقہ بھی کہا گیا ہے۔ اور ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ صاحبِ نصاب لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرکے زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کرے۔ ارشاد باری ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (۹/۱۰۳) (اے پیغمبر!) ان (مومنوں) کے اموال میں سے صدقہ وصول کیجئے۔

صدقہ نفلی یا تطوعاً بھی ہوتا ہے اور فرضی بھی۔ فرضی صدقہ کا ہی دوسرا نام زکوٰۃ ہے۔ اس آیت میں خُذْ کا لفظ اس صدقہ کو فرض یا زکوٰۃ قرار دے رہا ہے۔ دوسرے خُذْ کے لفظ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے

کہ زکوٰۃ وصول کرنا اور نظامِ زکوٰۃ قائم کرنا حکومتِ اسلامی کی ذمہ داری ہے۔
زکوٰۃ مالی عبادت اور نماز کے بعد اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے۔ لیکن مالی عبادت میں نفلی صدقات، بعض گناہوں کے کفارے، نذور اور قربانی بھی آتے ہیں۔ نذر یا منت ؤصدقہ ہے جو انسان کسی شرط کے ساتھ اپنے آپ پر لازم قرار دے لیتا ہے۔ پھر اس کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے۔ اور قربانی (بالخصوص عید الاضحیٰ کے موقعہ پر) ہر صاحبِ استطاعت پر واجب ہے۔

۳۔ صَوم: کا لغوی معنیٰ کسی کام سے رُک جانا اور باز رہنا ہے۔ مثلاً جو گھوڑا چارہ نہ کھائے یا چلنے سے رُک جائے اُسے بھی صائم کہا جاتا ہے (مف) لیکن شرعی اصطلاح میں صام کا معنی روزہ رکھنا ہے جس کے جملہ آدابِ سنتِ نبویؐ ہی میں مذکور ہیں۔ قرآن میں مجملاً اتنا ہی ذکر ہے کہ:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الّيْلِ (۲/۱۸۷)	اور کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے۔ پھر روزوں کو رات تک پورا کرو۔

اعتکاف: عکف کا لغوی معنیٰ صرف روکنا ہے اور ان معنوں میں بھی یہ لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔

وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ۔ (۴۸/۲۵)	اور قربانی کے جانور جو اپنے مقام پر پہنچنے سے روک دیے گئے ہوں۔

اور شرعی اصطلاح میں العکوف بمعنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ رہنا اور اس سے وابستہ رہنا اور اعتکاف بمعنی عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور باہر نہ نکلنا ہے۔
روزہ اور اعتکاف کا بھی آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اعتکاف کو شریعت نے ہر مسجد میں ماہِ صیام کے آخری عشرہ میں فرض کفایہ قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی صیام سے متعلق آیت مندرجہ بالا میں ساتھ ہی اعتکاف کا ذکر فرما دیا ہے۔ تاہم روزہ اور اعتکاف لازم و ملزوم نہیں۔ اعتکاف روزہ کے بغیر بھی ہو سکتا ہے اور ماہِ رمضان کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی ہو سکتا ہے۔ پھر جس طرح تزکیہ نفس کے لحاظ سے اعتکاف کا روزہ سے خاص تعلق ہے اسی طرح مسجد کے لحاظ سے اعتکاف کا بیت اللہ شریف سے بھی خاص تعلق ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَهِدْنَا اِلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (۲/۱۲۵)	اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے کہا کہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک وصاف رکھا کرو۔

اعتکاف بھی چونکہ ایک عبادت ہے۔ لہٰذا مشرکین اس عبادت میں بھی بتوں کو شریک کر لیا کرتے تھے۔ قرآن میں ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ (۷/۱۳۸)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کے لیے ان کے سامنے بیٹھے رہتے تھے۔

۴۔ حَجّ ، بمعنی کسی کی زیارت کا ارادہ اور قصد کرنا (مف) اور حجّ بنو فلانٍ فلاناً بمعنی بنو فلان نے فلاں کے پاس بہت آمد و رفت کی۔ اور حَجَجْتُ فَلَانًا بمعنی میں فلاں کے پاس بار بار آیا گیا۔ اور حَجّ چونکہ سال میں ایک بار آنا ہے لہٰذا حَجّ سے اسم مرہ حِجَّۃٌ بمعنی سال (ج حِجَج) بھی ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں اقامت نسک کے ارادہ سے بیت اللہ کا قصد کرنے کا نام حج ہے۔ اور سال میں جس ماہ میں حج ہوتا ہے اس کا نام ذوالحجۃ ہے۔ حج بھی اسلام کا رکن ہے اور صاحبِ استطاعت لوگوں پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (۳/۹۷)

اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے۔

عُمْرَۃ کو ایک روایت میں حج اصغر کہا گیا ہے۔ اس میں صرف طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی ہوتی ہے۔ قربانی، منیٰ میں قیام اور وقوفِ عرفات کچھ نہیں ہوتا۔ پھر عمرہ ہر موسم میں اور ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں حج اکبر ہے۔ اور یوم الحج الاکبر سے مراد یوم نحر یا یوم عرفہ ہے (مف) اور اِعْتَمَرَ بمعنی عمرہ کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا (۲/۱۵۸)

تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں (صفا و مروہ) کا طواف کرے۔

طَوَاف : بمعنی کسی چیز کے گرد چکر لگانا اور گھومنا۔ اور طائف اس چوکیدار کو کہتے ہیں جو رات کو حفاظت کی غرض سے چکر لگاتا ہے (مف) اور شرعی اصطلاح میں طواف سے وہ چکر مراد ہیں جو حج یا عمرہ کے دوران، یا ان کے علاوہ بھی اللہ کے گھر کے گرد لگائے جاتے ہیں۔ عبادت کی یہ قسم صرف خانہ کعبہ کے ساتھ مختص ہے مگر مشرکین نے اس عبادت میں بھی بعض قبروں اور آستانوں کو شریک بنا لیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۲۲/۲۹)

پھر (حاجیوں کو چاہیے کہ قربانی کے بعد) اپنا میل کچیل دور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں۔

قربانی کے لیے دیکھیے ـــــ قربانی کا جانور

۱۲ــــــ اسم عدد

اسمائے اعداد بھی اسم معرفہ ہی کی قسم ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد اور ان کے مشتقات کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، پہلے مثالیں دیکھیے۔ بعد میں قواعد کا ذکر ہوگا۔

عدد	مثال	حوالہ	ترجمہ	عدد	مثال	حوالہ	ترجمہ
ایک ۱	قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ	۱۱۲/۱	کہہ دو اللہ ایک ہے		فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ	۳۶/۱۴	قوت دی ہم نے تیسرے سے
	قَالَ اَحَدُهُمَا	۱۲/۳۶	دونوں میں سے ایک نے کہا		فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ	۴/۱۰	پھر ماں کا تیسرا حصہ (۱/۳) ہے
	اِلٰهًا وَّاحِدًا	۲/۱۳۳	ایک معبود		فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ	۴/۱۷۶	تو ان دونوں بیٹیوں کا دو تہائی (۲/۳)
	اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ	۴۰/۸۴	ایمان لائے ہم اللہ اکیلے پر	چار ۴	اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ	۴/۱۵	تم میں سے چار
	اُمَّةً وَّاحِدَةً	۲/۲۱۳	ایک امت		اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ	۲۴/۸	چار گواہیاں
	قَدْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا	۷۴/۱۱	جس کو میں نے اکیلا بنایا		رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ	۱۸/۲۲	چوتھا ان کا کتا ہے
	اِحْدَى ابْنَتَيَّ	۲۸/۲۷	میری دو لڑکیوں میں سے ایک		ثُلٰثَ وَرُبٰعَ	۴/۳	تین تین اور چار چار
	اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ	۴/۴۳	یا آئے تم میں سے کوئی ایک		فَلَكُمُ الرُّبُعُ	۴/۱۲	تو تمہارے لیے چوتھائی (۱/۴) ہے
	اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى	۲۰/۶۵	پہلا جو ڈالے	پانچ ۵	يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ	۱۸/۲۲	کہتے ہیں کہ پانچ ہیں
	هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ	۵۷/۳	وہی سب سے پہلا اور سب سے پچھلا ہے		وَالْخَامِسَةُ	۲۴/۹	اور پانچویں دفعہ
	وَعْدُ اُوْلٰهُمَا	۱۷/۵	دونوں میں سے پہلا وعدہ		فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ	۸/۴۱	تو اللہ کے لیے اس کا پانچواں حصہ (۱/۵) ہے
	لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى	۹۲/۱۳	پہلی اور پچھلی (آخرت اور دنیا)	چھ ۶	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	۷/۵۴	چھ دنوں میں
	مَثْنٰى وَفُرَادٰى	۳۴/۴۶	دو دو اور ایک ایک		سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ	۱۸/۲۲	چھٹا ان کا کتا ہے
دو ۲	اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ	۱۶/۵۱	دو معبود		فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ	۴/۱۱	تو ماں کا چھٹا حصہ ہے
	وَصِيَّةِ اثْنَانِ	۵/۱۰۶	بوقت وصیت دو آدمی	سات ۷	سَبْعَةُ اَبْوَابٍ	۱۵/۴۴	سات دروازے
	كَانَتَا اثْنَتَيْنِ	۴/۱۷۵	اور اگر دو عورتیں ہوں		سَبْعَ بَقَرَاتٍ	۱۲/۴۶	سات گائیں
	مَثْنٰى وَثُلٰثَ	۴/۲	دو دو اور تین تین	آٹھ ۸	ثَمَانِيَ حِجَجٍ	۲۸/۲۷	آٹھ سال
	ثَانِيَ اثْنَيْنِ	۹/۴۰	دو میں کا دوسرا		ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ	۶/۱۴۳	آٹھ جوڑے (نر و مادہ)
	اَوْ كِلٰهُمَا	۱۷/۲۳	یا دونوں		ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ	۱۸/۲۲	آٹھواں ان کا کتا ہے
	كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ	۱۸/۳۳	دونوں باغ		فَلَهُنَّ الثُّمُنُ	۴/۱۲	تو ان عورتوں کا (۱/۸) ہے
	لِكُلٍّ ضِعْفٌ		ہر ایک کے لیے دوگنا ہے	نو ۹	تِسْعَ اٰيَاتٍ	۱۷/۱۰۱	نو نشانیاں
	فَلَهَا النِّصْفُ	۴/۱۷۶	تو بیٹی کے لیے آدھا (۱/۲)	دس ۱۰	تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ	۲/۱۹۶	یہ پورے دس ہوئے
تین ۳	ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ	۲/۱۹۶	تین دن		وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ	۷/۱۴۲	ہم نے اس کو دس سے پورا کیا
	فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ	۳۹/۶	تین اندھیروں میں		عَشْرُ اَمْثَالِهَا	۶/۱۶۰	دس گنا اس کے
	مَثْنٰى وَثُلٰثَ	۴/۳	دو دو اور تین تین		مِعْشَارَ	۳۴/۴۵	دسواں حصہ

عدد	عربی	حوالہ	معنی	عدد	عربی	حوالہ	معنی
گیارہ ۱۱	اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا	۱۲/۴	گیارہ ستارے	اسّی ۸۰	ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً	۲۴/۴	اسّی درّے
بارہ ۱۲	اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا	۹/۳۶	بارہ مہینے	ننانوے ۹۹	تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً	۳۸/۲۳	ننانوے دنبیاں
	اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا	۲/۶۰	بارہ چشمے	سو ۱۰۰	مِائَةَ جَلْدَةٍ	۲۴/۲	سو درّے
انیس ۱۹	عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ	۷۴/۳۰	جہنم پر ۱۹ فرشتے مقرر ہیں	دو سو ۲۰۰	يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ	۸/۶۵	دو سو پر غالب آئیں گے
بیس ۲۰	عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ	۸/۶۵	بیس صابر (مرد)	تین سو ۳۰۰	ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ	۱۸/۲۵	تین سو سال
تیس ۳۰	ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا	۴۶/۱۵	تیس مہینے	ہزار ۱۰۰۰	مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ	۹۷/۳	ہزار مہینوں سے
چالیس ۴۰	اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً	۷/۱۴۲	چالیس راتیں	ہزاروں	وَهُمْ اُلُوْفٌ	۲/۲۴۳	اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے
پچاس ۵۰	خَمْسِيْنَ عَامًا	۲۹/۱۴	پچاس برس	تین ہزار ۳۰۰۰	بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ	۳/۱۲۴	تین ہزار سے
ساٹھ ۶۰	سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا	۵۸/۴	ساٹھ مسکین	پانچ ہزار ۵۰۰۰	بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ	۳/۱۲۵	پانچ ہزار سے
ستر ۷۰	سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا	۶۹/۳۲	ستّر ہاتھ یا گز	پچاس ہزار ۵۰۰۰۰	خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ	۷۰/۴	پچاس ہزار سال
	سَبْعِيْنَ رَجُلًا	۷/۱۵۵	ستّر آدمی	لاکھ	مِائَةِ اَلْفٍ	۳۷/۱۴۷	ایک لاکھ

اعداد کے متعلق مندرجہ ذیل قواعد ہیں۔

۱- واحد گنتی میں صرف پہلے ہندسہ یا ایک کے مقام پر آئے گا۔ مرکب اعداد میں واحد کی بجائے اَحَدَ استعمال ہو گا۔ جیسے اَحَدَ عَشَرَ اس کی مؤنث وَاحِدَةٌ ہے۔ اور وَحِيْد بمعنی اکیلا۔ ایک ہی۔

۲- اَحَد کا استعمال چار طرح ہوتا ہے:

(ا) بمعنی لاثانی۔ یکتا۔ بے نظیر۔ جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱۱۲/۱)

(ب) دو یا دو سے زیادہ چیزوں میں سے "کوئی" یا "کوئی ایک" جیسے اَحَدٌ مِّنْكُمْ (۴/۴۳) یا ان میں سے "ہر ایک" جیسے يَوَدُّ اَحَدُهُمْ (۲/۹۶) اور اس کی تثنیہ احدی آئے گی جیسے اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ (۹/۵۲) یعنی دو بھلائیوں میں سے کوئی ایک بھلائی۔

(ج) اگر نفی کے کسی لفظ کے بعد آئے تو یکسر نفی کر دیتا ہے۔ ایک کا معنی بھی نہیں دیتا۔ جیسے مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا (۵/۲۰) کسی کو بھی نہیں دیا۔ یا لَيْسَ فِي الدَّارِ اَحَدٌ۔ گھر میں کوئی بھی نہیں۔

(د) مرکب اعداد میں واحد کے مقام پر آتا ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ بمعنی گیارہ۔ اور اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ بمعنی اکیس (مؤنث احدی عشرۃ) گیارہ۔

۳- "ایک ایک" کے لیے فُرَادٰی، دُو دُو کے لیے مَثْنٰی پھر اس کے بعد فُعَال کے وزن پر دس تک جیسے ثُلٰث بمعنی تین تین رُبَاع بمعنی چار چار ثُمَان بمعنی آٹھ آٹھ وغیرہ ی نسبتی بڑھانے سے اتنی تعداد والی چیز مثلاً ثلاثی تین تین والی۔ رباعی چار چار والی اور ۃ تانیث مزید بڑھانے سے مؤنث بن جائے گا۔ جیسے رباعیۃ خماسیۃ

۴- ترتیبی اعداد: ایک کے لیے اوّل پھر اس کے بعد دس تک فَاعِل کے وزن پر آئیں گے۔ ثَانِي۔ دوسرا، ثَالِث۔ تیسرا، رَابِع چوتھا وغیرہ۔ ۃ تانیث لگانے سے مؤنث بن جاتے ہیں۔ جیسے ثَانِيَةٌ، سَابِعَةٌ

۵- کسری اعداد: یعنی ایک چیز کے بٹے ہوئے حصے۔ آدھا یا $\frac{1}{2}$ کے لیے نصف پھر اس کے بعد فُعْلٌ

کے وزن پر دس تک۔ جیسے ثُلُث تیسرا حصہ یا ۱/۳ سُدُس چھٹا حصہ یا ۱/۶ عُشر دسواں حصہ یا ۱/۱۰۔ ۱/۱۰ کیلئے عُشْر اور مِعْشَار بھی آتا ہے۔

۶۔ کِلَا: لفظ مفرد ہے لیکن تثنیہ (دو) کا معنی دیتا ہے۔ حالت رفعی میں کِلَا نصبی اور جری میں کِلَیْ آتا ہے۔ اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں صورتوں میں پہلے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا (۱۷/۲۳) اگر وہ (والدین) تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں ہی۔

اور کِلَا کا مونث کِلْتَا ہے (جو حالت نصبی اور جری میں کِلْتَیْ آتا ہے) قرآن میں ہے:

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا (۱۸/۳۳) دونوں باغ اپنا پھل دیتے تھے۔

۷۔ عدد اور معدود میں تذکیر و تانیث اور واحد جمع کی تمیز کرنا ذرا مشکل کام ہے۔ چند ضروری اور معروف قاعدے درج ذیل ہیں۔ مزید تفصیل گرامر کی کتابوں میں ملے گی۔

(ا) ایک اور دو تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کے لحاظ معدود کے مطابق ہوں گے جیسے اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ۔

(ب) تین سے دس تک معدود مذکر ہو تو عدد مونث آئے گا۔ جیسے اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ، اور اگر معدود مونث ہو تو عدد مذکر آئے گا۔ جیسے ثَلٰثَ لَيَالٍ۔ سَبْعَ بَقَرٰتٍ۔

(ج) گیارہ اور بارہ کے اعداد تذکیر و تانیث کے لحاظ معدود کے مطابق آئیں گے۔ جیسے اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا (۱۲/۴) اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۲/۶۰)۔

(د) دس کے بعد معدود ہمیشہ واحد ہی آئے گا جو ننانوے تک تو منصوب ہو گا لیکن اس کے بعد مجرور اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (۲۶/۱۵) سَبْعِيْنَ رَجُلًا (۷/۵۵) اور مِائَةَ جَلْدَةٍ (۲۴/۲) مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ (۹۷/۳) خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰/۴)

(ہ) مرکب اعداد میں ایک اور دو کے مرکبات کو چھوڑ کر باقی اعداد میں اگر معدود مذکر ہو تو عدد میں اکائی تو (حسب سابق ۹ تک) مونث آئے گی مگر دہائی مذکر جیسے عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (۷۴/۳۰) اور معدود مونث ہو تو اس کا برعکس ہو گا یعنی اکائی مذکر اور دہائی مونث۔ جیسے سَبْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً۔ سترہ راتیں۔

(و) اَلْف بمعنی ہزار کے ساتھ اگر عدد بھی ہو تو اس کی جمع اٰلَاف آئے گی۔ جیسے ثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ (۳/۱۲۴) خَمْسَةِ اٰلٰفٍ (۳/۱۲۵) اور اگر عدد مذکور نہ ہو تو اس کی جمع اُلُوْف آئے گی۔ بمعنی ہزارہا۔ ہزاروں جیسے وَهُمْ اُلُوْفٌ (۲/۲۴۳)

۱۴۔ اسم ضمیر

اسم ضمیر بھی اسم معرفہ ہی کی قسم ہے۔ اسم ظاہر کے قائم مقام ہو کر اور عموماً اس کے بعد آتی ہے۔ اسم ضمیر

کی دو قسمیں ہیں مستتر اور بارز۔ مستتر وُہ ہے جو فعل اور اس کے مختلف صیغوں سے از خود ہی سمجھی جاتی ہے۔ جیسے قَالَ میں ضمیر واحد مذکر غائب اور قُلْنَ میں ضمیر جمع مؤنث غائب ضمیر مستتر ہے۔ اور بارز وُہ ہے جو الفاظ سے ظاہر ہو۔ پھر بارز کی بھی دو قسمیں ہیں متصل اور منفصل متصل وُہ ہے جو لفظ کے ساتھ ہی لکھی جاتی ہے۔ جیسے کِتَابُكَ، لَهُمَا، بِهِمْ وغیرہ۔ اور منفصل وُہ ہے جو علیحدہ لفظ کی صورت میں ہوتی ہے۔ جیسے هُوَ۔ هُمَا۔ هُمْ۔ تا اَنَا۔ نَحْنُ۔ ضمائر منفصلہ رفعی حالت میں استعمال ہوتی ہیں۔ اور متصلہ جری اور نصبی حالت میں۔ نصبی حالت میں کلام میں مزید زور اور حصر پیدا کرنے کے لیے ان ضمائر پر لفظ اِیَّا کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے اِیَّاهُ بمعنی اسی ایک مرد کو۔ جیسے قرآن میں ہے؛

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (۱/۴) صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے اور صرف تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے کسی گرامر کی کتاب کی طرف رجوع فرمائیے؛

۱۴ ـــــ اسم اشارہ

اصل میں تو اسمائے اشارہ ذَا اور ذَانِ وغیرہ ہیں۔ انہیں لفظوں کے ابتدا میں هَا اور آخر میں كَ یا لكَ لگا کر اسم اشارہ قریب اور اشارہ بعید بنا لیے گئے ہیں۔ اشارہ قریب کے لیے هٰذَا مستعمل ہے۔ تثنیہ کے لیے هٰذَانِ اور هٰذَیْنِ اور جمع کے لیے هٰؤُلَاءِ آتے ہیں۔ ان کی مثالیں دیکھیے؛

۱۔ اشارہ قریب:

واحد مذکر۔ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ (۱۷/۶۲) دیکھ تو یہی وُہ ہے جسکو تونے مجھ پر فضیلت دی ہے۔

تثنیہ مذکر۔ اِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ (۲۰/۶۳) کہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔

جمع مذکر۔ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ یَنْطِقُوْنَ (۲۱/۶۵) (اے ابراہیم!) تم جانتے ہی ہو کہ یہ (بُت) بولتے نہیں۔

اور هٰذَا سے مونث هٰذِهٖ، هٰذَانِ اور هٰذَیْنِ سے هَاتَانِ اور هَاتَیْنِ اور جمع مذکر و مؤنث ہر صورت میں هٰؤُلَاءِ ہی آتی ہے۔ مثلاً:

اشارہ قریب؛ ـــ واحد مؤنث هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۵۲/۱۴) یہی وُہ جہنم ہے جسے تم جھٹلاتے تھے!

۲۔ اشارہ بعید: واحد مذکر کے لیے ذَاكَ اور ذٰلِكَ، تثنیہ کے لیے ذٰنِكَ اور ذَیْنِكَ اور جمع مذکر کے لیے اُولٰٓئِكَ آتا ہے۔ پھر جو چیز مرتبہ کے اعتبار سے بلند ہو، وُہ قریب ہو تب بھی اس کے لیے ذٰلِكَ استعمال ہو سکتا ہے (مف) مثلاً:

(۱) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ (۲/۲) یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کوئی شک نہیں۔

(۲) فَذٰنِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَّبِّكَ (۲۸/۳۲) یہ دو دلیلیں تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔

(۳) اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ (۲/۵) وُہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

اور واحد مؤنث کے لیے تَاكَ یا تِلْكَ تثنیہ کے لیے تَانِكَ یا تَيْنِكَ اور جمع مذکر مؤنث دونوں کے لیے اُولٰٓئِكَ ہی آتا ہے۔ مثلاً:

اشارہ بعید واحد مؤنث: تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (۲/۱۳۴) وہ ایک اُمت تھی جو گزر گئی۔

۳۔ اسم اشارہ بعید کے اصل الفاظ ذٰلِكَ اور تِلْكَ بھی اپنے مخاطب کے اعتبار سے ضمیر مخاطب کی طرح بدلا کرتے ہیں لیکن ان سے معنی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ مثلاً:

(۱) ذٰلِكَ الْكِتَابُ (۲/۲)	یہ کتاب یا وہ کتاب
(۲) ذٰلِكُمَا رَبُّكُمَا	وہ تم دونوں کا رب ہے
(۳) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ (۴۰/۶۰)	وہ تم سب کا رب ہے
(۴) فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ (۱۲/۳۲)	یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔
(۵) اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ (۷/۲۲)	کیا میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع نہ کیا تھا؟
(۶) تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا (۷/۴۳)	وہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے۔

۴۔ هٰذَا اور ذٰلِكَ پر "كَ" تشبیہ بڑھا کر بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی هٰكَذَا بمعنی ایسا ہی اور كَذٰلِكَ بمعنی ویسا ہی، ایسا ہی، اسی طرح سے لیکن اُردو ترجمہ میں ان سب اسمائے اشارہ کا ترجمہ عموماً اشارہ قریب سے کر دیا جاتا ہے کیونکہ اردو میں اشارہ میں تثنیہ جمع، مذکر مؤنث کی کوئی تمیز ہے ہی نہیں۔ هٰذَا، ذٰلِكَ، هٰذِهٖ، تِلْكَ، هٰٓؤُلَآءِ سب کا ترجمہ "یہ" ہی کیا جاتا ہے۔ اور كَذٰلِكَ کا ترجمہ بھی "ایسے ہی" یا "اسی طرح" کرتے ہیں۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ (۲/۱۸۷)	اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔

۵۔ هُنَا، (بمعنی یہاں) زمانہ اور جگہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ تاہم زیادہ تر جگہ کی طرف اشارہ کے لیے ہی آتا ہے۔ اور ذَا۔ ذَاكَ اور ذٰلِكَ کی طرح هُنَا، هُنَاكَ اور هُنَالِكَ تینوں طرح مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ۔ (۱۰/۳۰)	وہاں ہر شخص (اپنے اعمال کی) جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے آزمائش کر لے گا۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ۔ (۷/۱۱۹)	تو وہ (جادوگر) وہاں مغلوب اور ذلیل ہو کر رہ گئے۔

هُنَا سے پہلے هَا کا اضافہ کر کے اسے صرف جگہ کے لیے مختص کر دیا جاتا ہے۔ بمعنی اس جگہ۔ اسی جگہ قرآن میں ہے:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (۵/۲۴)	(اے موسیٰؑ) تم اور تمہارا پروردگار جاؤ اور لڑائی کرو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔

ضمیمہ ۲

اسمائے نکرہ (جو قرآن میں مذکور ہیں اور جن کے مترادف نہیں)

۱۔ جانور

۱۔ حشرات الارض اور چھوٹے چھوٹے جانور

۱۔ نَمل (نملۃ) نَمْلَۃٌ بمعنی ایک چیونٹی۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اور النَّمل اسم جمع بھی ہے اور اسم ظرف بھی۔ بمعنی بہت چیونٹیوں والی جگہ (منجد) اور طَعَامٌ مَنْمُوْلٌ بمعنی وہ کھانا جس پر چیونٹیاں چڑھ جائیں۔ ارشاد باری ہے:

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَۃٌ یّٰۤاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ۔ (۲۷/۱۸) یہاں تک کہ سلیمانؑ کے لشکر چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ "اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔

۲۔ فَرَاش: فَرَاشَۃ بمعنی پروانہ۔ پتنگا کی جمع فَرَاش ہے۔ اور فَرَاشَۃ اس آدمی کو بھی بطور حقارت کہتے ہیں جس کا سر بہت چھوٹا ہو یا خسیس اور اوچھی طبیعت کا ہو (منجد۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:

یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۔ (۱۰۱/۴) اس دن (قیامت کو) لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے۔

۳۔ بَعُوْضَۃٌ: بمعنی ایک مچھر (ج بَعُوْض) اور اَبْعَضَ الْمَکَانُ بمعنی کسی جگہ کا بہت مچھروں والی ہونا اور بُعِضَ الرَّجُلُ کسی کو مچھروں کا کاٹنا (منجد) ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا (۲/۲۶) اللہ تعالیٰ کو اس بات میں کوئی عار نہیں کہ وہ مچھر یا اس سے بھی کسی چھوٹی مخلوق کی مثال بیان کرے۔

۴۔ قُمَّل: قُمَّلَۃٌ واحد ہے۔ بمعنی چھوٹی چیونٹی۔ اور وہ چچڑی جو اونٹ کے لاغر ہونے کے بعد اسے چمٹ جاتی ہے اور قَمْلَۃٌ بمعنی جوں یا سُسری ج اَلْقَمْلُ (منجد)

۵۔ جَراد: (واحد جَرادۃ) بمعنی ٹڈی۔ اور جُرِدَ الْمَکَانُ کسی جگہ ٹڈی کا پہنچنا۔ ارشاد باری ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ (۷/۱۳۳) تو ہم نے ان (آلِ فرعون) پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں بھیجیں۔

۶۔ عَنکَبُوت: (عکب) بمعنی جالا تننے والی اور اس سے اپنا گھر بنانے والی مکڑی (ج عناکب و عناکیب) مذکر عنکب ج عناکب۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنَّ اَوۡهَنَ الۡبُيُوۡتِ لَبَيۡتُ الۡعَنۡكَبُوۡتِ ۔ (۲۹/۴۱) اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔

۷-۸- ذباب اور نحل کے لیے دیکھیے "مکھی"

۹تا۱۱- حَيَّة - جَانّ - ثعبان کے لیے دیکھیے ـــــ "سانپ"

ب ـــــ پرندے

۱- غُرَاب، بمعنی کوّا (ج اَغْرُب - غُرْب - غِرْبان - اَغْرِبَة سے جمع الجمع غرابین) ارشاد باری ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبۡحَثُ فِى الۡاَرۡضِ ۔ (۵/۳۱) اب اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا۔

۲- هُدۡهُد (ج هَدَاهِد) پوپک - چکّی راہ (پنجابی کلّی ترکھان) مشہور پرندہ ہے جس کی چونچ بہت لمبی ہوتی ہے اور ٹھونگیں مارتا ہے۔ نیز ہر ٹھونگیں مارنے والا پرندہ (م-ق) اور صاحب منجد کے نزدیک ہر کوکو کرنے والا پرندہ۔ بہت کوکو کرنے والا کبوتر۔ اور اَلْهُدْهَدَاة بمعنی کبوتر کی کوکو کی آواز (منجد) قرآن میں ہے:

فَقَالَ مَالِىَ لَاۤ اَرَى الۡهُدۡهُدَ (۲۷/۲۰) تو سلیمانؑ نے کہا۔ کیا سبب ہے کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آتا۔

۳- جوارح: (جارحۃ کی جمع) زخم لگانے والے یا شکاری جانور خواہ وہ چوپائے ہوں یا پرندے۔ (ف-ل ۱۴۳۴) مثلاً کتا اور باز وغیرہ - ارشاد باری ہے:

وَمَا عَلَّمۡتُمۡ مِّنَ الۡجَوَارِحِ مُكَلِّبِيۡنَ تُعَلِّمُوۡنَهُنَّ (۵/۴) اور (تمہارے لیے وہ شکار بھی حلال ہے) جو تمہارے لیے اُن شکاری جانوروں نے پکڑا ہو جن کو تم نے سدھا رکھا ہو۔

ج ـــــ آبی جانور

قرآن میں صرف تین الفاظ آئے ہیں۔ حُوت، نُون اور ضَفَادِع - حُوت اور نُون تو مچھلی میں دیکھیے۔ اور

ضَفَادِع: ضَفۡدَع بمعنی مینڈک کی جمع ہے۔ اور ضَفۡدَعَ الْمَاءُ بمعنی پانی میں مینڈک بکثرت ہو جانا (منجد) ارشاد باری ہے:

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ (۷/۱۳۳) تو ہم نے قوم فرعون پر طوفان، ٹڈی، جوئیں اور مینڈکوں کا عذاب بھیجا۔

د ـــــ چوپائے

۱تا۱۳- اُونٹ کے لیے ۱۳ الفاظ ابل، بعیر - جمل - ھیم، رکاب، ناقہ - ضامر -

عِشَار۔ بُدْن۔ بحیرۃ، وصیلۃ، سائبۃ، حام " اونٹ " میں دیکھیے۔

۱۴-۱۵۔ غَنَم اور مَعْز " بکری " میں دیکھیے۔

۱۶۔ ضَأن، بمعنی بھیڑ۔ دنبہ (ج ضَئِین وضِئِین وضَأن وضان) اور ضَأنَ بمعنی بکریوں سے بھیڑوں یا دنبوں کو الگ کرنا (منجد) ارشاد باری ہے،

مِنَ الضَّأنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ (۱۴۳/۶) دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے یعنی ایک نر اور دوسرا مادہ)

۱۷۔ نَعْجَۃٌ: ضَأن کی مؤنث۔ مادہ بھیڑ یا دنبی۔ (ج نِعاج) اس لفظ کا اطلاق لغوی لحاظ سے۔ بھیڑ، پہاڑی بکری اور جنگلی گائے پر ہوتا ہے اور مادہ سے مخصوص ہے۔ اس مترجمین عموماً " دنبی " ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے۔
لَہٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَۃً وَّلِیَ نَعْجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ (۲۳/۳۸) اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔

۱۸۔ بقر اور بقرۃ، بمعنی گائے بیل۔ تفصیل ضمیمہ ۴/۱ میں دیکھیے!

۱۹۔ خَیْل، اسم جمع ہے۔ بمعنی گھوڑے۔ گھوڑوں کا گلہ۔ پھر جس طرح رکب کا لفظ شتر سوار قافلہ پر ہوتا ہے اسی طرح خَیْل کا اطلاق گھڑسواروں پر بھی ہوتا ہے (مف۔ منجد) اور خیّال بمعنی سائیس یا گھوڑے کی نگہداشت کرنے والا۔ (م۔ ق)

۲۰۔ بِغَال: بَغْل بمعنی خچر (نر) یعنی جس کی ماں گھوڑی اور باپ گدھا ہو۔ اور بَغْل کی جمع بِغَال اور اَبْغَال ہے۔ اس کی مؤنث بَغْلَۃٌ اور اس کی جمع بَغَالٌ آتی ہے۔

۲۱۔ حَمِیْر۔ حِمَار، بمعنی گدھا (ج حَمِیْر اور حُمُر اور حُمُوْر) مؤنث حِمَارَۃٌ (ج حَمَائِر) اگر گدھا جنگلی ہو تو اسے حمار الوحش یا وحشی کہتے ہیں۔ اور اگر پالتو ہو تو اسے حمار الاھلی کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَزِیْنَۃً (۸/۱۶) اور اسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو۔ پھر وہ تمہارے لیے زینت بھی ہیں۔

۲۲۔ فِیْل، بمعنی ہاتھی (ج فِیَلَۃٌ و فُیُوْل) اور فَالَ الرَّجُل بمعنی کمزور رائے والا ہونا بھی ہے۔ اور اسی سے لفظ فال ہے۔ بمعنی فال لینا کمزور رائے والے آدمی کا کام ہوتا ہے اور ہاتھی کی طرح بڑا اور موٹا ہونا بھی۔ اور فیّال بمعنی مہاوت یا ہاتھی بان (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ (۱/۱۰۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

۷ ــــ وحشی جانور اور درندے

وَحْشِیٌّ، بمعنی جنگل میں رہنے والے جانور۔ ایسے جانور جو انسانوں کی آبادیوں میں نہیں رہتے۔ جنگلی

ہیں۔(ج وَحش اور وُحُوش) سارے وحشی جانور درندے نہیں ہوتے۔ مثلاً گیدڑ، لنگور، ہرن، بندر وغیرہ اور درندے کو سَبُع، سَبْع اور سَبِع کہتے ہیں سَبَعَ الذِّئبُ الغَنَمَ بمعنی بھیڑیے نے بکری کو پھاڑ کھایا۔ اور اَلسَّبُعُ مِنَ الطَّیْرِ بمعنی شکاری پرندہ (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ۔ (۵/۳) اور وہ جانور بھی (حرام ہے) جسے درندہ نے پھاڑ کھایا ہو مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔

قرآن میں درج ذیل درندوں اور وحشی جانوروں کے نام مذکور ہیں:

۱۔ ذِئْب: بمعنی بھیڑیا (مؤنث ذِئْبَة) اور ذَئِبَ بمعنی مکاری اور خباثت میں بھیڑیے کی طرح ہونا یا بھیڑیے سے خوف زدہ ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ (۱۲/۱۳) اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔

۲۔ خِنْزِیْر، سور۔ مشہور و معروف نجس اور ناپاک جانور۔ جس کا گوشت پوست غرضیکہ ہر چیز حرام ہے۔ (ج خنازیر) ارشاد باری ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ (۲/۱۷۳) اس (اللہ) نے تم پر مُردار اور لہو اور سُور کا گوشت حرام کر دیا ہے۔

۳۔ قِرَدَة، قِرْد بمعنی بندر (ج قِرَدَة - قِرْدَة، قُرُوْد - اقراد وغیرہ) مؤنث قِرْدَة (ج قِرَد) (منجد) ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ۔ (۵/۶۰) اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بندر اور سؤر بنا دیا۔

۴۔ قَسْوَرَة: بمعنی شیر۔ غالب مضبوط (ج قساور اور قساوِرَة (منجد) اور بمعنی شیر ببر (م۔ق) نیز تیرانداز اور شکاری کو بھی قَسْوَرَة کہتے ہیں (مف) ارشاد باری ہے:

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (۷۴/۵۰-۵۱) گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔ جو شیر ببر (کے خوف) سے بھاگ اٹھے۔

۵۔ كَلْب: بمعنی کُتّا (ج كِلَاب) اور كَلَبَ الرَّجُلُ بمعنی کسی کا کتوں کی طرح آواز نکالنا۔ اور كَلَّبَ الْكَلْبَ بمعنی کتے کو شکار کے لیے سدھانا اور مُكَلِّب بمعنی ہر زخم دینے والا جانور یا شکار سکھلانے والا۔ قرآن میں ہے:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ۔ (۱۸/۱۸) اور ان (اصحاب کہف) کا کتا چوکھٹ پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے۔

۲۔۱۔ درخت پھل اور پودے وغیرہ

۱ تا ۶۔ شَجَر۔ شَجَرَة۔ نَجْم۔ اَثْل۔ ضَرِيْع۔ زَقُّوْم۔ يَقْطِيْن کے لیے دیکھیے "درخت"!

۷تا ۹۔ نَخل اور رُطَب اور لِینَۃ کے لیے دیکھیے "کھجور"

۱۰۔ تِینٌ: بمعنی انجیر کا درخت بھی اور پھل بھی اور اس کا واحد تِینَۃ ہے۔ اور مَتَانَۃ بمعنی انجیر کا باغ یا ایسی جگہ جہاں انجیر کے درخت بکثرت ہوں۔ اور تَیّان بمعنی انجیر فروش یا انجیر فروخت کرنے والا (منجد)

۱۱۔ زَیتُون: ایک درخت جس سے زیتون کا تیل نکالا جاتا ہے اس کے پھل کو زَیتُونَۃ کہتے ہیں۔ اور تیل کو زَیت۔ پھر زَیت کا اطلاق ہر قسم کے تیل پر ہونے لگا خواہ وُہ کس چیز سے نکالا جائے۔ اور زَیّات بمعنی تیلی۔ تیل نکالنے والا یا بیچنے والا (منجد) قرآن میں ہے:

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (۹۵/۱) قسم ہے انجیر اور زیتون (والی سرزمین) کی۔

۱۲۔ سِدر اور سِدرَۃ: دونوں ہم معنی الفاظ ہیں بمعنی بیری کا درخت جس کا پھل کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا البتہ اس کی چھاؤں بہت گھنی اور درخت کے زیادہ پھیلاؤ کی وجہ سے بہت جگہ گھیر لیتی ہے۔ اسی لحاظ سے اسے جنت کی نعمتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ سِدر کی جمع سُدُور اور سِدرَۃ کی جمع سِدرَات آتی ہے (منجد)

۱۳۔ طَلح واحد طَلحَۃ بمعنی کیلا۔ شگوفہ دار درخت خرما۔ اور طَلحَۃ بمعنی شَجَرُ المَوز (م ق ۔ مف) یعنی موز یا مویز کا درخت۔ قرآن میں ہے:

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُودٍ (۵۶/۲۸-۲۹) وُہ (اصحاب الیمین) بے خار بیریوں اور تہہ بہ تہہ کیلوں (والے باغات) میں ہوں گے۔

۱۴۔ رُمّان: (واحد رُمّانَۃ) بمعنی انار کا درخت اور پھل۔ اور مَرمَنَۃ بمعنی انار اگنے کی جگہ (منجد) قرآن میں ہے:

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ (۶/۱۴۱) اور زیتون اور انار (جو بعض باتوں میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں (اور بعض باتوں میں) نہیں ملتے۔

۱۵۔ عِنَب: بمعنی انگور کی بیل اور اس کا پھل (ج اعناب) اور انگور کے ایک دانہ کو عِنَبَۃ کہتے ہیں۔ اور عَنّاب بمعنی انگور فروش (منجد) قرآن میں ہے:

وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ (۶/۹۹) اور انگور، زیتون اور انار کے باغات ...

(ب) سبزیاں اور غلّے

۱-۲۔ بَقل اور قَضب کے لیے دیکھیے ترکاری۔

۳۔ حَبّۃ اور حَبّ گندم، جَو وغیرہ مطعومات کے دانہ کو کہتے ہیں۔ اور خوشبودار پودوں اور پھولوں کے بیج کو حِبّ اور حِبَّۃ کہا جاتا ہے (مف) (ج حبوب اور حُبّان) ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى (۶/۹۵) بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا (اور اس سے درخت اگاتا) ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (۲/۲۶۱) ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں۔

۴۔ خَرْدَل: بمعنی رائی۔ واحد خَرْدَلَۃٌ (منجد) حَبَّةٌ مِّنْ خَرْدَلٍ۔ بمعنی رائی کا دانہ۔ اس لفظ کا استعمال اقل ترین مقدار ظاہر کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا (۲۱/۴۷) اگر کسی کا کوئی عمل رائی کے دانہ کے تول برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لاموجود کریں گے۔

۵۔ بَصَل: بمعنی پیاز واحد بَصَلَۃٌ (منجد)

۶۔ فُوْم: بمعنی گندم یا گیہوں۔ اور بعض نے کہا ہے فُوْم دراصل ثُوْم ہی ہے جس کے معنی لہسن کے ہیں (مف) اور فُوْم بمعنی لہسن۔ گیہوں۔ چنا۔ روٹی اور ہر وہ غلہ جس کی روٹی پکائی جائے۔ (منجد) اور فُوْم کا واحد فُوْمَۃ اور بمعنی بالی گندم اور تفویم بمعنی روٹی پکانا۔ اور فامیؒ بمعنی نانبائی (م-ق)

۷۔ عَدَس: بمعنی مسور۔ واحد عَدَسَۃ (منجد)

۸۔ قِثَّاء اور قُثَّاء: بمعنی کھیرا۔ ککڑی مقثاۃ۔ کھیرے ککڑی وغیرہ پیدا ہونے کی جگہ (ج مقاثی) (منجد) ارشاد باری ہے:

مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا (۲/۶۱) جو نباتات زمین سے اگتی ہے اس کی ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز سے ...

ج ۔ درخت کے حصے

۱-۲۔ اصل اور اعجاز کے لیے دیکھیے ۔۔۔ جڑ

۳۔ جِذْع: بمعنی تنا کا اوپر کا حصہ (ج جذوع) اور جذع الانسان انسان کا دھڑ۔ ہاتھوں، ٹانگوں اور سر کے علاوہ جسم انسانی (منجد) ارشاد باری ہے:

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۵) اور (اے مریم!) کھجور کے درخت کے تنا کو اپنی طرف ہلاؤ۔

۴۔ سُوْق اور سَاق: سَاق بمعنی پنڈلی۔ اور سَاقُ الشَّجَرَۃ بمعنی درخت کا تنا (منجد) یعنی نچلا حصہ۔ اور اس کی جمع سُوْق آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ (۳۸/۳۳) پھر وہ (سلیمانؑ) ان گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

اور کبھی سُوْق بطور واحد بھی استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی درخت کا تنا یا ڈنٹھل۔ (اور اس کا دوسرا معنی بازار

بھی ہے جس کی جمع اَسْوَاق آتی ہے)

۵۔ شَطْأٌ: بمعنی کونپل۔ یا درخت کے گرد اگرد سے نکلنے والی شاخیں اور پتے (منجد) ارشاد باری ہے:

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (۴۸/۲۹) — کھیتی کی طرح جس نے (پہلے زمین سے) اپنی کونپل نکالی۔ پھر موٹی ہوئی پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۶۔۷۔ فَرْعٌ اور فَنَن کے لیے دیکھیے "شاخ"

۸۔ عُرْجُوْن: کھجور کے گچھے کی جڑ جو ٹیڑھی ہوتی ہے اور گچھے کے کاٹنے کے بعد درخت پر خشک ہو کر باقی رہتی ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (۳۶/۳۹) — اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں حتیٰ کہ وہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔

۹۔۱۱۔ طَلْع۔ قِنْوَان اور قُطُوْف کے لیے دیکھیے ــــ خوشہ ــــ

۱۲۔ پھل کے لیے دیکھیے ثمر ــــ

۱۳۔ ورق۔ بمعنی پتا (ج اوراق) ورق الشجر بمعنی درخت کا پتا۔ اور ورق الکتاب بمعنی کتاب کا ورق۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (۶/۵۹) — اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے۔

۱۴۔ حَبّ: بمعنی دانہ خواہ کسی بھی غلے کا ہو اور بیج بھی۔

۱۵۔ نَوٰی: بمعنی گٹھلی اور نَوَّاء بمعنی گٹھلی فروش۔ اور نِيَّة بمعنی دل کا ارادہ اور قصد (منجد) ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى (۶/۹۵) — بیشک اللہ ہی پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی

۱۶۔ شَوْكَة: بمعنی کانٹا ــــ دیکھیے آلاتِ جنگ ــــ

۱۷۔ سُنْبُل: سَنْبَلَ الزَّرْعَ بمعنی کھیتی کا بالیاں نکالنا۔ اور سُنْبُل بمعنی گیہوں یا جو کی بالی۔ واحد سُنْبُلَة (ج سُنْبُلٰت) (منجد) قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (۲/۲۶۱) — اس دانے کی طرح جس سے سات بالیاں اُگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔

قرآن کریم میں یہ لفظ خوشہ کے معنوں میں بھی آیا ہے جو گندم یا جو کی بالی پر لگتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ خوشہ سمیت بالی کو محیط ہے۔ قرآن میں ہے:

وَسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ (۱۲/۴۳) — اور سات خوشے سبز ہیں اور دوسرے سات سوکھے۔

۳ ــ (ا) ــ اعضائے بدن

۱۔ رَأْس: بمعنی سر ج رُءُوْس۔ اور رَأَسَهٗ بمعنی سر پر مارنا۔ اہل عرب کا دستور ہے کہ جزو اشرف

بول کر اس سے مراد کل لے لیتے ہیں۔ اور لفظ راس کا اطلاق مویشیوں پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے اَرْبَعُوْنَ رَأْسًا مِنَ الْغَنَمِ بمعنی چالیس بکریاں۔ چونکہ سر بدن کا سب سے اوپر کا حصہ ہے لہٰذا ہر چیز کے بلند حصے کو بھی رأس کہہ دیتے ہیں۔ جیسے راس الجبل بمعنی پہاڑ کی چوٹی۔ اس طرح معنوی لحاظ سے رأس القوم بمعنی قوم کا سردار۔ رئیس بمعنی سردار۔ حاکم ج رُءُوْسَاء۔ اور مرءوس بمعنی رعیت ماتحت۔ اور راس بمعنی کسی چیز کی اصل مقدار جیسے رَأْسُ الْمَالِ۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ۔ (۲/۲۷۹) اور اگر تم توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تم کو اصل رقم لینے کا حق ہے۔

۲- شَعْر، بمعنی بال — دیکھیے "بال"۔

۳تا۵- جبہ- جبین- ناصیۃ — دیکھیے پیشانی۔

۶- وجہ بمعنی چہرہ، رخ — دیکھیے رضامندی۔

۷-۸- بصر، عین — دیکھیے آنکھ۔

۹- اُذُن، بمعنی کان (ج اٰذان) اور اُذُنٌ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو ہر شخص کی بات کو مان لیتا اور باور کر لیتا ہو (منجد) یعنی کانوں کا کچا۔ اور یہ لفظ بطور واحد ہی استعمال ہو گا۔ جیسے هُوَ اُذُنٌ هُمَا اُذُنٌ، هُمْ اُذُنٌ (منجد) ارشاد باری ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (۹/۶۱) اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کانوں کا کچا ہے۔

۱۰-۱۱- انف اور خرطوم کے لیے دیکھیے — ناک

۱۲- سِنّ: بمعنی دانت (ج سنان) اور بمعنی درانتی یا کنگھی وغیرہ کے دندانے۔ چوپایوں کے دانت پیدا ہونے کا عمر سے بڑا تعلق ہوتا ہے۔ اسی لیے مُسِنّ بوڑھے جانور کو کہتے ہیں۔ حَدِيْثُ السِّنّ بمعنی نئی عمر والا نوجوان۔ اور کبیر السِّنّ بمعنی بڑی عمر کا یا بوڑھا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ (۵/۴۵) اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (بدلہ ہے)

۱۳- خَدّ: بمعنی رخسار۔ گال (ج خدود) ارشاد باری ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (۳۱/۱۸) اور (ازراہِ غرور) لوگوں سے اپنے گال نہ پھلا اور نہ زمین میں اکڑ کر چل۔

۱۴- فَم یا فُوْہ معنی منہ۔ یہ اصل وضع کے لحاظ سے فُوْہ ہے۔ اس کا تثنیہ فَمَان اور ج افمام اور (باعتبار اصل کے) اس کی جمع افواہ ہے۔ اور نسبت کرتے ہوئے فَمَوِيٌّ اور فَمِيٌّ استعمال

ہوتے ہیں۔ یہ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ایک ہے۔ حالتِ رفعی میں فُوْ، نصبی میں فا، اور جری میں فِیْ ہوتا ہے۔ اور فَاہٗ بمعنی منہ سے بولا (منجد) ارشاد باری ہے:

كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ۔ (۱۳/۱۴) — اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے تاکہ وُہ (پانی) اس کے منہ تک پہنچ سکے۔

دوسرے مقام پر ہے:

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ (۳۳/۴) — یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔

اور افواہ جب بطور واحد استعمال ہو تو اس کا معنی ہے، لوگوں کے مونہوں پر چڑھی ہوئی بے اصل بات۔ جھوٹی خبر جو مشہور ہو جائے۔

۱۵۔ شَفَتَيْن: شفۃ بمعنی لب۔ ہونٹ۔ شَفَتَيْن تثنیہ ہے بمعنی دونوں ہونٹ یا لب اور شَفَهٗ بمعنی اس کے لب پر مارا۔ کلام بالمشافہ بمعنی آمنے سامنے کی بات چیت اور حروف۔ اور امتحان شفوی بمعنی زبانی امتحان۔ شَفَوِیَّۃ وہ حروف جو دونوں لبوں کے ملنے سے آواز دیتے ہیں اور وہ تین ہیں۔ ب۔ م۔ ف۔ (م۔ ق)

۱۶۔ لِسَان: منہ میں کھانے، چکھنے اور کلام کرنے کا مشہور و معروف عضو۔ زبان (TOUNG) اور بمعنی بولی (LANGUAGE) دونوں صورتوں میں اس کی جمع اَلْسِنَۃ ہی آتی ہے۔ اور زبان چونکہ آگے سے نوکدار ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت کے ظاہر کرنے کے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لسان المیزان ترازو کا اوپر والا کنڈا۔ لسان النار بمعنی آگ کا سب سے بلند شعلہ اور ذولسانین بمعنی دوگلا آدمی (منجد۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:

أَلَمْ نَجْعَلْ لَّهُ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ (۹۰/۸-۹) — کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ (۳۰/۲۲) — اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا اسی کی نشانیوں میں سے ہے۔

۱۷۔ ذَقَن، ٹھوڑی (ج اذقان) اور اذقن بمعنی لمبی ٹھوڑی والا۔ ذَقَنَ بمعنی ٹھوڑی پر مارنا اور ذَقَّنَ عَلٰی یَدَیْہِ بمعنی اس نے ٹھوڑی کو ہاتھوں پر رکھا۔ قرآن میں ہے:

إِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلٰلًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ (۳۶/۸) — ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں، جو ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں۔

۱۸۔ لِحْيَۃ، لَحْی بمعنی نچلا جبڑا یا داڑھی نکلنے کی جگہ اور لِحْيَۃ بمعنی داڑھی (ج لُحٰی۔ لِحٰی) اور لَحْيَان بمعنی لمبی داڑھی والا۔ قرآن میں ہے:

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا — (موسیٰ سے ہارونؑ نے کہا) اے میرے ماں جائے!

بِرَأْسِيْ (۲۰/۹۴) میری داڑھی اور سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیے۔

۱۹ تا ۲۲۔ عُنُق۔ جِيْد۔ رَقَبَة اور وَتِيْن کے لیے دیکھیے "گردن"

۲۳۔ ۲۴۔ حُلْقُوم اور حَنَاجِر کے لیے دیکھیے ـــــ گلا

۲۵۔ حبل الورید، موٹی رگ۔ رگِ جان۔ شہ رگ جو گلے کے سامنے حصّہ کے قریب سے گزرتی ہے اور دل تک پہنچتی ہے۔ ذبح کرتے وقت اسی رگ کو کاٹا جاتا ہے تاکہ خون جسم سے جلد از جلد خارج ہو سکے۔ ارشاد باری ہے:
وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (۵۰/۱۶) اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔

۲۶ تا ۲۸۔ جناح۔ عضد اور ذراع کے لیے دیکھیے ـــــ بازو

۲۹۔ مَنَاكِب: اور منکب بمعنی کندھا۔ شانہ۔ پہلو۔ ہر چیز کا کنارہ مناکب الارض بمعنی زمین کے سب اطراف ہیں اور منکب من الاصن بمعنی راستہ اور اونچی جگہ اور اَنْكَب بمعنی اونچے کندھے والا۔ بلند قامت (منجد۔م۔ق) قرآن میں ہے:
هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے پست کر دیا کہ تم اس کے راستوں میں چلو۔
فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا (۶۷/۱۵)

۳۰۔ مِرْفَق، کہنی (ج مرافق) اور مِرْفَقَة بمعنی چھوٹا تکیہ جس سے ٹیک لگا کر آرام حاصل کیا جاتا ہے۔ اور رِفْق ہر وہ شے ہے جو راحت اور موافقت کا سبب بنے (مف) اور کہنی کو مرفق بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے ٹیک لگا کر انسان آرام محسوس کرتا ہے (مف۔منجد) ارشاد باری ہے:
فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ (۵/۶) اور اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو۔

۳۱ تا ۳۳۔ ید۔ یمین اور شمال کے لیے دیکھیے ـــــ "ہاتھ"

۳۳۔ کَفّ، بمعنی ہاتھ کی ہتھیلی بمعہ پانچوں انگلیاں جس سے انسان چیزوں کو اکٹھا کرتا، پکڑتا یا پھیلاتا ہے۔ اور کَفَّ بمعنی کسی کی ہتھیلی پر مارنا بھی اور ہتھیلی مار کر کسی کو دور کرنا اور پرے ہٹانا بھی ہے۔ (مف) تثنیہ کفّین ج کُفُوْف اور اَكُفّ (منجد) قرآن میں ہے:
كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ (۱۳/۱۴) اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے ہو۔

۳۴۔ قَبْضَة، قَبَضَ بمعنی کسی چیز کو پورے پنجے سے پکڑنا۔ اور قَبْضَة بمعنی مٹھی بھی اور اس چیز کی وہ مقدار بھی جو مٹھی میں آ جائے۔ یعنی مٹھی بھر۔ قرآن میں ہے:
فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ (۲۰/۹۶) تو میں نے فرشتے کے نقش پا سے (مٹی کی) ایک مٹھی بھر لی۔

۳۵۔ ۳۶۔ اَصَابِع اور اَنَامِل کے لیے دیکھیے "انگلیاں"

۳۷۔ اَسْر، اَسَرَ بمعنی تسمہ سے باندھنا، مضبوط باندھنا اور قید کرنا (منجد) اور اسر بمعنی جوڑوں کو

مضبوطی سے باندھنا اور فٹ کرنا (مف۔م ق) ارشاد باری ہے:

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ۔ (۷۶/۲۸) ہم نے ہی انھیں پیدا کیا اور ان کے مفاصل کو مضبوط بنایا۔

۳۸۔ بَنَان، بمعنی انگلیوں کے اطراف۔ پورے۔ واحد بَنَانَۃ بمعنی انگلی۔ اوپر کا پور ج بنانات (منجد) ارشاد باری ہے:

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ۔ (۷۵/۴) کیوں نہیں، ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں۔

۳۹ تا ۴۱۔ صدر۔ قلب اور فؤاد کے لیے دیکھیے ـــــ دل

۴۲۔ ظُفُر۔ ظِفر، ظُفْر اور ظفر بمعنی ناخن۔ ج اَظْفَار جج اَظَافِيْر اور مِظْفَار بمعنی ناخن تراش (منجد) ارشاد باری ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ (۶/۱۴۶) اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کردیے تھے۔

۴۳۔ تَرَاقِيْ (رقی) تَرْقُوَۃ بمعنی ہنسلی کی ہڈی ج تَرَاقِيْ۔ قرآن میں ہے۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (۷۵/۲۶) دیکھو! جب جان (بدن سے نکلتی) گلے تک پہنچ جائے۔

۴۴۔ تَرَائِب (ترب) تَرِيْبَۃ کی جمع ہے۔ بمعنی سینہ کی ہڈیاں۔ پسلیاں (مف) ارشاد باری ہے:

يَخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ۔ (۸۶/۷) وہ (پانی) پشت کے بیچ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

۴۵۔ كَبِد: بمعنی جگر اور كَبَدَ بمعنی جگر پر مارنا۔ اور جگر چونکہ وسط میں ہوتا ہے۔ لہٰذا كَبِدُ السَّمَاء کا معنی وسط آسمان کیا جاتا ہے۔ اور كَبِد بمعنی اندرونی حصہ بھی ہے۔ جیسے كَبِدَ الْاَرْض بمعنی زمین کی کانوں کی چیزیں۔ معدنیات۔ جیسے سونا چاندی وغیرہ۔ اور كَابَدَ بمعنی مشقت برداشت کرنا۔ اور كَبَد بمعنی مشقت اور سختی بھی ہے (منجد) قرآن میں یہ لفظ بہم محنت و مشقت اور سختی کے معنوں میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ۔ (۹۰/۴) ہم نے انسان کو تکلیف کی حالت میں (رہنے والا) بنایا ہے۔

۴۶ تا ۴۸۔ دُبر۔ صُلب اور ظهر کے لیے دیکھیے ـــــ پیٹھ (پشت)

۴۹۔ اِزَار: بمعنی کمر۔ اور اِزْر بمعنی تہبند۔ جڑ اور اُزْرَۃ بمعنی تہبند باندھنے کی جگہ اور اِزَار بمعنی تہبند۔ چادر۔ پردہ اور ہر وہ کپڑا جس سے ستر ڈھانپا جاسکے (منجد) اور آزَرَ بمعنی قوت بھی ہے اور ضعف بھی (ذوی الاضداد) (م۔ق) اور اٰزَرَ بمعنی قوت دینا، تقویت پہنچانا۔ کمر مضبوط کرنا ــــــ

ارشاد باری ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ (۲۰/۲۹ تا ۳۱) — اور میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر (مددگار) بنا اور اس سے میری کمر مضبوط کر۔

جس کا دوسرا معنی یہ ہوگا کہ ہارون کو میرا وزیر بنا کر میری کمزوری کو دور فرما دے۔

۵۰۔ فرج: بمعنی دونوں چیزوں کے درمیان شگاف اور دو ٹانگوں کے درمیان کشادگی اور کنایۃً یہ لفظ شرمگاہ پر بولا جاتا ہے۔ پھر کثرتِ استعمال سے حقیقی معنوں کی طرح عام استعمال ہونے لگا۔ مرد، عورت دونوں کی شرمگاہ کے لیے آتا ہے (ج۔ فروج) (مف) ارشاد باری ہے:

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (۲۱/۹۱) — اور وہ عورت (حضرت مریم) جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۲۹/۷۰) — اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

۵۱۔ بطن: بمعنی پیٹ اور ہر چیز کا اندرونی حصہ (ج بُطُوْن) اور بَاطِن بمعنی اندرونی حصہ میں چھپی ہوئی چیز۔ اور اس کی ضد ظاہر ہے۔ ارشاد باری ہے:

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا (۱۶/۶۶) — ہم تمہیں چوپایوں کے پیٹوں میں گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ (نکال کر) پلاتے ہیں۔

۵۲۔ رحم: رَحْم اور رِحْم دونوں لغت میں آتے ہیں۔ بچہ دانی (ج اَرْحَام) قرآن میں یہ لفظ جمع ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ (۳/۶) — وہی تو ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں تمہاری جیسے چاہتا ہے، صورتیں بناتا ہے۔

۵۳-۵۴۔ اَمْعَاء اور حَوَايَا کے لیے دیکھیے ——— انتڑیاں

۵۵۔ سَاق: بمعنی پنڈلی (ج سُوْق) اور کبھی یہ لفظ ٹانگ کا معنی بھی دیتا ہے۔ اور اس کا استعمال غیر جاندار اشیاء پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے سَاقُ الشَّجَرَةِ بمعنی درخت کا تنا۔ ارشاد باری ہے:

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ (۷۵/۲۹-۳۰) — اور ایک پنڈلی دوسری سے لپٹ جائے گی۔ اس دن تجھے اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (۳۸/۳۳) — تو سلیمانؑ ان گھوڑوں کی، ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

۵۶-۵۷۔ رِجْل اور قَدَم کے لیے دیکھیے ——— پاؤں

۵۸۔ کَعْب: بمعنی ٹخنہ (ج کعاب اور کعوب) اور ہر ابھری ہوئی چیز۔ بالخصوص عورت کے ابھرے ہوئے

پستانوں کے لیے استعمال عام ہے اور انہیں کُعُب کہتے ہیں۔ کاعب وہ عورت جس کے پستان ابھی ابھرے ہوں، نوجوان عورت (ج کَوَاعِب (۷۸/۳۳)) ارشاد باری ہے:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (۵/۶) اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔

۵۹۔ عَقِب: بمعنی ایڑی (ج اعقاب) اور رَجَعَ، رَدَّ، اِنْقَلَبَ، نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ بمعنی الٹے پاؤں واپس ہونا (ایڑی پر مڑ جانا) ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا (۳/۱۴۴) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا۔

(ب)۔۔۔۔ اجزائے بدن

۱۔ دَمٌ (دمو) بمعنی خون (ج دماء) جس کی حرکت سے کسی جاندار کی زندگی قائم اور رک جانے یا نکل جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (۲/۳۰) فرشتوں نے (اپنے رب سے) کہا کیا تو ایسے شخص کو (نائب) بناتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے۔

۲۔ لَحْم: بمعنی گوشت (ج لُحُوم) لَحْمَة بمعنی گوشت کا ٹکڑا۔ اور رَجُلٌ مُلْحِمٌ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی گزران شکار کے گوشت پر ہو۔ ارشاد باری ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (۲۲/۳۷) اللہ تعالیٰ تک نہ قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، بلکہ اس تک صرف تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

۳۔ شَحْم، بمعنی چربی (ج شُحُوم) شَحَّام بمعنی چربی فروش اور رَجُلٌ لَحِيْمٌ وَشَحِيْمٌ بمعنی موٹا تازہ آدمی۔ شَحْمَة بمعنی چربی کا ٹکڑا۔ ارشاد باری ہے:

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ (۶/۱۴۶) اور ہم نے ان (یہود) پر گایوں اور بکریوں سے ان کی چربی حرام کر دی تھی۔

۴۔ عِظَام، ہڈیاں (واحد عَظْم) اور عَظِيْم کی جمع بھی عظام ہی آتی ہے) ارشاد باری ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ (۷۵/۳) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بوسیدہ) ہڈیاں اکٹھی نہ کر سکیں گے؟

۵۔ فَرْث: جو کچھ جانور کی اوجھری یا معدہ کے اندر ہوتا ہے اسے فَرْث کہتے ہیں (مف) فَرِثَ بمعنی شکم سیر ہونا۔ اور اَفْرَثَ الْكَرِشَ بمعنی اوجھر کو چیر کر اس سے گوبر نکالنا۔ (ج فروث) فرث کا اطلاق صرف اس لید یا گوبر پر ہوتا ہے جو ابھی پیٹ یا معدہ میں موجود ہو (مف) اور جب مقعد کے راستہ گوبر وغیرہ کی صورت میں نکل آئے تو فرث نہیں ہے۔

۶۔ لبن بمعنی دودھ۔ یہ ہر دودھ پلانے یا دینے والے جانور کی مادہ کے بدن کا حصہ ہوتا ہے۔ نر کا نہیں۔ (ج البان) ارشاد باری ہے:

نُّسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا (۱۶/۶۶) اور اس غذا سے جو نہ فضلہ بنی ہو اور نہ خون ہم تمہیں ان چوپایوں کے پیٹوں سے خالص دودھ پلاتے ہیں۔

۷۔ دَمۡع، کے معنی آنسو بھی ہے اور آنسو بہانا بھی (مف) اور دَمَعَتِ الۡعَيۡنُ بمعنی آنکھ کا آنسو بہانا۔ اور دَمَعَ الاناء بمعنی برتن کا لبالب بھر جانا (منجد) گویا جب دَمَعَ کا تعلق کسی جاندار سے ہو تو اس کا معنی آنسو بہانا ہی ہوتا ہے۔ رَجُلٌ دَمِيۡعٌ بمعنی بہت جلد رو پڑنے اور آنسو بہانے والا آدمی (منجد) ارشاد باری ہے:

تَوَلَّوۡا وَّاَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ۔ (۹/۹۲) لوٹ گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

۸۔ جلد: بمعنی پوست۔ کھال (ج جُلُوۡد) ارشاد باری ہے: ——(نیز دیکھیے کھال)——

كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا (۴/۵۶) جب ان کھالیں گل (اور جل) جائیں گی تو ہم ان کی اور کھالیں بدل دیں گے۔

۹۔ نُطۡفَة، کسی جاندار نر کے مادہ منویہ کا اتنا حصہ جو ایک بار نکلتا ہے اور مادہ کے جسم میں داخل ہو کر بچہ کی پیدائش کا سبب بنتا ہے۔

۱۰۔ عَلَقَة یا علق: نر و مادہ کے امتزاج کے بعد یہ جما ہوا خون جو نک جیسی لمبوتری سی شکل اختیار کر لیتا ہے اسے عَلَقَة کہتے ہیں۔

۱۱۔ مُضۡغَة، نطفہ پر تیسرا دور۔ جب علقہ ایسے بن جاتا ہے جیسے کچے گوشت کا لوتھڑا یا بوٹی۔ یہ مُضۡغَة کہلاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا (۲۳/۱۴) پھر ہم نے نطفے سے لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے سے بوٹی بنائی۔ پھر بوٹی سے ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا۔

۱۲۔ منی، وہ مادہ جو خون سے بنتا ہے اور افزائش نسل کا سبب بنتا ہے۔ اور نر جانور جفتی کے ذریعہ اسے مادہ کے رحم میں داخل کرتا ہے۔ اور منی یمنی رحم میں منی ٹپکانا۔ ارشاد باری ہے:

اَلَمۡ يَكُ نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِيٍّ يُّمۡنٰى۔ (۷۵/۳۷) کیا وہ انسان منی کا، جو رحم میں ڈالی جاتی ہے ایک قطرہ نہ تھا؟

۱۳۔ مِسۡك، کستوری۔ مشک۔ ایک خاص قسم کے ہرن کا منجمد خون جو نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔ حرارتِ غریزی کو تیز کرنے کے لیے اکسیر ہے۔ اور نہایت قیمتی دوائی ہے۔ یہ چیز صرف ہرن ہی کے ساتھ مختص ہے اور کسی جانور سے یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ قرآن میں ہے:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۔ خِتَامُهُ مِسْكٌ (۸۳/۲۵-۲۶) — ان کو شراب خالص سربمہر پلائی جائے گی جس کی مہر مشک کی ہوگی۔

۱۳۔ بَيْض: بمعنی انڈے (واحد بَيْضَة) اور بَاضَ الطَّائِرُ بمعنی پرندہ نے انڈہ دیا۔ گویا یہ چیز عموماً پرندوں اور بعض آبی جانوروں کے ساتھ مختص ہے۔ انڈوں کا رنگ چونکہ عموماً سفید ہوتا ہے۔ تو اسی نسبت سے سفید رنگ کو اَبْيَض (مؤنث بَيْضَاء) جمع دونوں کی بِيْض) آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی حوروں کی صفت بیان کرتے ہوئے اسی رنگت کی نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے فرمایا:

كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ (۳۷/۴۹) — گویا وہ انڈے ہیں چھپا کر رکھے ہوئے۔

۱۴۔ عَسَل: بمعنی شہد۔ صرف نَحْل یا شہد کی مکھی سے مخصوص ہے جو اس کے پیٹ سے نکلتی ہے۔ کئی رنگ کی ہوتی ہے اور انسان کی اکثر بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ شہد میں اشیاء کی تاثیر، خوشبو اور ذائقہ کو تادیر بحال رکھنے کی خاصیت موجود ہے۔ اس کا ذکر بھی جنت کی نعمتوں میں کیا گیا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (۴۷/۱۵) — اور شہد مصفّٰی کی نہریں (بھی وہاں موجود ہونگی)

۱۵۔ رُوح: وہ لطیف جوہر ہے جس کی وجہ سے بدن کے تمام اعضاء و جوارح حرکت کرتے ہیں۔ ہر جاندار میں رُوح خدا کی طرف سے اور اس کے حکم سے آتی ہے۔ اور جب خدا اُسے واپس لے لیتا ہے تو تندرست جسم بالکل بے کار میت بن جاتا ہے۔ رُوح کو سمجھنا انسان کے بس سے باہر ہے۔ ارشاد باری ہے:

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (۱۷/۸۵) — کہہ دو کہ رُوح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور تم لوگوں کو (اس کا بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔

ج ۔ عوارضاتِ جسمانی

۱-۲۔ اعمٰی اور اَكْمَه کے لیے دیکھیے اندھا

۳۔ اَبْكَم: بمعنی گونگا ج بُكْم۔ بَكِمَ ۔ بمعنی گونگا ہونا۔ اور بَكُمَ بمعنی سن لینے کے باوجود نہ بولنا اور گونگا بن جانا۔

۴۔ اَصَمّ: بمعنی بہرا ج صُمّ۔ صَمَّ بمعنی بہرا ہونا یا اُونچا سننا۔ ثقل سماعت ہونا۔ ارشاد باری ہے:

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (۲/۱۸) — یہ منافق بہرے بھی ہیں ۔ گونگے بھی اور اندھے بھی۔ سو یہ راہ راست کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

۵۔ اَبْرَص: پھلبہری کا مریض ج بُرْص مؤنث بَرْصَاء اور حَيَّة بَرْصَاء بمعنی کوڑیوں والا سانپ بَرَص وہ بیماری جس سے جسم پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ (۳/۴۹) — اور میں اللہ کے حکم سے اندھے اور ابرص کو تندرست کرتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

۶- اَعْرَج : عَرَجَ ـُ بمعنی (زینہ وغیرہ پر) چڑھنا اور عَرِجَ ـَ بمعنی لنگڑا کر چلنا۔ عَرَجَان بمعنی لنگڑا پن اَعْرَج بمعنی لنگڑا۔ ج عُرْج۔ قرآن میں ہے:

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ (۴۸/۱۷)	نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے (کہ وہ جہاد سے پیچھے رہ جائے) اور نہ لنگڑے پر۔

(د) ــــ عورتوں کے عوارض

۱- مَحِیض اور قُرُوْء کے لیے دیکھیے ــــ حیض

۲- حَمْل : یعنی کسی مادہ کا بار دار ہو جانا۔ اور انسان کے لیے مدتِ حمل تقریباً نو ماہ ہوتی ہے۔ دوسرے جانوروں کے لیے مدتِ حمل الگ الگ ہے۔

۴- وضع حمل : بمعنی بچہ جننا ــــ ارشاد باری ہے:

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ (۴۶/۱۵)	اس کی ماں نے اس (انسان) کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔

۵- رَضَعَ : بمعنی ماں کا بچہ کو دودھ پلانا۔ اور رَضَاعَت بمعنی دودھ پلانے کی مدت جو زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ اور مُرْضِعَۃ بمعنی دودھ پلانے والی۔ دائی۔ (ج مَرَاضِع اور اِسْتَرْضَعَ بمعنی کسی دوسری عورت (دائی وغیرہ سے) دودھ پلوانا۔ ارشاد باری ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (۲/۲۳۳)	اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ حکم اس کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ (۲/۲۳۳)	اور اگر تم اپنی اولاد کو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہو۔

رضاعت کی شریعت میں اہمیت یہ ہے کہ جو رشتے نسبی لحاظ سے حرام ہیں رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ (۴/۲۳)	اور تمہاری دودھ بہنیں بھی (تم پر حرام کی گئی ہیں)

۶- فِصَال : بمعنی دودھ چھڑانا کسی مادہ کا اپنے بچہ کو دودھ پلانے کی مدت کو ختم کر دینا۔ ارشاد باری ہے:

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (۲/۲۳۳)	پھر اگر دونوں (ماں باپ) باہمی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔

۴ ــــ (ا) گھر اور گھریلو اشیاء

۱-۲- دَار اور بَیْت کے لیے دیکھیے "گھر"

۲-۴۔ سقف اور عروش کے لیے دیکھیے ـــ "چھت"

۵-۶۔ جِدَار اور سُوْر کے لیے دیکھیے ـــ "دیوار"

۷۔ عَمَد: ستون (واحد عِمَاد) اور بمعنی ٹیک۔ سہارا۔ بھروسہ۔ اور عَمَد سے مراد ایسے ستون ہیں جن کے سہارے چھت قائم رہتی ہے۔ بعض اوقات دیواروں (جُدُر) کی کمزوری کو ستون کے ذریعہ دُور کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات پوری چھت صرف ستونوں (PILLARS) پر قائم کر دی جاتی ہے۔ اور عمود اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے سہارے خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (۱۳/۲) — اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے اتنا اونچا قائم کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔

۸۔ باب: دروازہ (ج ابواب) اور بَوَّاب بمعنی حاجب۔ دربان اور بَابَ بمعنی دربان ہونا۔ اور بَوَّابَة بمعنی دربانی کا پیشہ بھی اور اس کی اجرت بھی۔ پھر جس طرح مکان کے کئی دروازے ہوتے ہیں جو مختلف اطراف کا راستہ ہیں۔ اسی طرح ہر چیز کے مختلف پہلوؤں کو اَبْوَاب کہا جاتا ہے۔ بَوَّبَ الْکِتَاب بمعنی کتاب کو بابوں میں تقسیم کیا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ (۶/۴۴) — پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر (تکلیف دہ) چیزوں کے دروازے کھول دیے۔

۹۔ وَصِیْد: بمعنی وہ احاطہ جو مویشیوں کی حفاظت کے لیے پہاڑ میں بنایا جائے اور بمعنی دروازے کی چوکھٹ جس پر دروازہ بند ہوتا ہے۔ اور اَوْصَدْتُ الْبَابَ بمعنی میں نے دروازہ بند کر دیا (مف) قرآن میں ہے:

وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ۔ (۱۸/۱۸) — اور اُن (اصحاب کہف) کا کتا اپنے دونوں بازو چوکھٹ پر پھیلائے ہوئے ہے۔

۱۰۔ مِشْکٰوۃ: بمعنی دیوار میں طاق (پنجابی آلا) چھوٹی الماری جو آر پار نہ ہو۔ قرآن میں ہے:

کَمِشْکٰوۃٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ (۲۴/۳۵) — گویا کہ ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے۔

۱۱۔ قُفْل: بمعنی تالا (ج اقفال) اور اقفل الباب بمعنی دروازے کو تالا لگانا۔ پھر کنایۃً ہر اس چیز کو بھی قفل کہہ دیا جاتا ہے جو کسی کام سے مانع اور رکاوٹ بنے۔ قرآن میں ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (۴۷/۲۴) — بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

۱۲۔ کُرْسِی: معروف چیز ہے جس پر ٹیک لگا کر اور پاؤں زمین پر رکھ کر آرام سے بیٹھا جاتا ہے۔ اور کرسی الملك تخت شاہی کے معنوں میں بھی آتا ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ (۲/۲۵۵) — اس (اللہ تعالیٰ) کی کرسی سب آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کی کرسی کیسی ہے؟ انسان نہ یہ سمجھ سکتا ہے۔ نہ اس کے سمجھنے کا مکلف ہے۔ کرسی کا دوسرا معنی حکومت اور اقتدار بھی ہے (مف)

۱۳۔ اَرِیْکَۃ اور سَرِیْر کے لیے دیکھیے ـــــ تخت

۱۴۔ مَسَد : مونج یا کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی رسی جس سے چارپائی بُنی جاتی ہے (مف۔م ق) اور مَسَدَ الْحَبْل بمعنی رسی بٹنا۔ قرآن میں ہے:

فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (۱۱۱/۵) — اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔

۱۵۔ تَابُوْت : بمعنی لکڑی کا صندوق۔ اور تَابُوْتُ الْمَیِّت وہ لکڑی کا لمبوترا سا صندوق جس میں لاش کو رکھا جاتا ہے (منجد)

اَنِ اقْذِفِیْہِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْہِ فِی الْیَمِّ (۲۰/۳۹) — اسے (موسیٰؑ کو) صندوق میں رکھو۔ پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو۔

۱۶۔ قَلَم : لکھنے کا مشہور و معروف آلہ (ج اقلام) قَلَمَ بمعنی تراشنا۔ قلم الظفر ناخن تراشنا۔ مِقْلَام بمعنی چاقو بھی اور قلمدان بھی۔ اور قلامہ بمعنی تراشے۔ تراشنے سے پہلے قلم کو قصبۃ یا براعہ کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (۹۶/۴) — وہ ذات جس نے قلم کے ذریعہ انسان کو وہ کچھ سکھلایا جو وہ پہلے نہ جانتا تھا۔

۱۷۔ مِدَاد : بمعنی وہ روشنائی یا سیاہی جس سے قلم کے ذریعہ کچھ لکھا جائے۔ ارشاد باری ہے:

لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ۔ (۱۸/۱۱۰) — آپ کہہ دیجیے کہ اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر روشنائی بن جائے۔

(ب) ـــــ ہتھیار وغیرہ

۱۔ رِمَاح : واحد رمح بمعنی نیزہ پھر کنایۃً اس کا اطلاق ہر نوکدار یا خاردار چیز پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ خود محفوظ رہ سکے۔ محاورہ ہے اَخَذَتِ الْبُھْمٰی رُمْحَھَا بمعنی گھاس خاردار ہوگئی اور اس وجہ سے چرواہوں سے محفوظ ہوگئی (مف) قرآن میں ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُہٗ اَیْدِیْکُمْ وَرِمَاحُکُمْ (۵/۹۴) — مومنو! اللہ (حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت سے) تمہاری کسی قدر ایسے شکار سے آزمائش کرے گا جو تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوں۔

۲۔ قوس : بمعنی کمان اور ہر وہ چیز جو کمان کی شکل پر ہو۔ جیسے پل کے دروازے، محراب وغیرہ اور قَوْسِ قُزَح بمعنی دھنک، بارش کے موسم میں فضا میں نظر آنے والی مختلف رنگوں کی قوس۔ قوس الرجل بمعنی جھکی ہوئی پیٹھ۔ اور قَوَّاس بمعنی کماندار۔ اور قَیَّاس بمعنی کمان ساز (منجد) قرآن میں ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (۵۳/۹) پھر وُہ کمان کے دونوں سروں یا اس سے بھی کم فاصلہ پر ہو گیا۔

۳۔ جُنَّةً : بمعنی جارحانہ ہتھیاروں سے بچاؤ کی ہر چیز۔ ڈھال (منجد) پھر کنایۃً ہر اس چیز کو بھی جُنَّۃ کہہ دیتے ہیں جو اپنے بچاؤ کے لیے ڈھال کا سا کام دے۔ ارشاد باری ہے :

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (۵۸/۱۶) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا۔

۴۔ سابغ : سبغ میں کشادگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ سَابِغ بمعنی پوری اور لمبی زرہ۔ اسبغ الرجل بمعنی اس نے پوری زرہ پہنی (منجد)

۵۔ سَرْد : بمعنی زرہ بھی اور زرہ کی کڑیاں بھی (منجد) ارشاد باری ہے :

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (۳۴/۱۱) کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازہ سے جوڑو۔

۶۔ دُسُر، دَسَرَ بمعنی نیزہ مارنا۔ اور دَسَرَ السَّفِيْنَةَ بمعنی رسی یا میخ سے کشتی کی مرمت کرنا۔ بنانا۔ اور دَسَرَ الشَّيْءَ بمعنی میخ لگانا۔ دِسَار بمعنی میخ (ج دُسُر) ارشاد باری ہے۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (۵۴/۱۳) اور ہم نے نوحؑ کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی، سوار کر دیا۔

۷۔ مَقَامِع : قَمَعَ بمعنی دُرہ یا کوڑے مارنا۔ اور مِقْمَعَة (ج مَقَامِع) لکڑی یا لوہے کا ہنٹر جس سے سزا دی جائے (منجد) مِقْمَع (ج مقامع) ہر وُہ چیز ہے جس سے پیٹ پیٹ کر کسی کو مطیع و مقہور کیا جائے (مف) قرآن میں ہے :

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ (۲۲/۲۱) اور اُن کو (مارنے ٹھوکنے) کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے

(ج) ــــ برتن اور باورچی خانہ

اِنَاء بمعنی برتن (ج اٰنِيَة۔ جج اوانی) اور انی الحمیم بمعنی پانی گرم ہو گیا۔ اور حَمِيْمٍ اٰنٍ (۵۵/۴۴) بمعنی گرم پانی اور مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (۸۸/۵) گرم کھولتے چشمہ سے۔ نیز قرآن میں ہے، غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ (۳۳/۵۳) بمعنی نہ انتظار کرنے والے اس کے پکنے کی (عثمانی) اس لحاظ سے اِنَاء وُہ برتن ہے جس میں کھانا پکایا جائے۔ بعد میں اس لفظ کا استعمال کھانے پینے کے عام برتنوں پر بھی ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے :

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ (۷۶/۱۵) (خدام) چاندی کے برتن اور پیالے لیے ہوئے ان کے ارد گرد پھریں گے۔

۲۔ قُدُوْر : (واحد قِدْر) بمعنی ہنڈیا جس میں کھانا یا سالن وغیرہ پکایا جاتا ہے (تصغیر قُدَيْرَة یعنی چھوٹی ہنڈیا) (منجد)

۳۔ جِفَان : (واحد جفنۃ) بمعنی بڑا پیالہ۔ اور جَفَنَ النَّاقَةَ بمعنی اونٹنی کو ذبح کر کے بڑے بڑے پیالوں

میں کھلانا (منجد)

۴۔ جَوَاب : (واحد جَابِيَة) بمعنی حوض اور جبی الماء فی الحوض بمعنی حوض میں پانی جمع کیا (مف) اور جابیۃ بمعنی اونٹوں کے پانی پینے کا حوض (منجد) ارشاد باری ہے :

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ	وہ (سلیمانؑ) جو کچھ چاہتے یہ (جن) ان کے لیے
وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ	بناتے یعنی قلعے اور مجسّمے اور لگن جیسے حوض اور
رّٰسِيٰتٍ (۳۴/۱۳)	دیگیں ایک ہی جگہ جمی ہوئی۔

۵ تا ۸۔ اکواب۔ کاس۔ سقایۃ۔ صواع کے لیے دیکھیے "پیالہ"

۹۔ اَبَارِيْق واحد اِبْرِيْق) ہر وہ پانی کا برتن جس کے دستی بھی لگی ہو اور ٹونٹی یا پانی بہنے کی جگہ بھی ہو (فل ۳۰) مثلاً لوٹا۔ آفتابہ، جگ وغیرہ۔ ارشاد باری ہے :

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ	نوجوان خدمتگار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں
بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ (۵۶/۱۸)	رہینگے۔ ان کے آس پاس جگ اور گلاس لیکر پھریں گے۔

اور ابریق کی دستی کو عُرْوَہ کہتے ہیں (منجد) یہ لفظ بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ	تو جس شخص نے طاغوت پر عقیدہ نہ رکھا اور اللہ
بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى	پر ایمان لایا، اس نے ایسے مضبوط حلقے کو پکڑ لیا
لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲/۲۵۶)	جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

۱۰۔ صِحَاف (واحد صَحْفَة) بڑا پھیلا ہوا پیالہ جو پانچ آدمیوں کو سیر کرنے کے لیے کافی ہو (منجد) بمعنی تھال۔ تھالی۔ پلیٹ۔ رکابی۔ پرچ۔ یعنی ہر کھلے منہ والے اور پھیلے ہوئے برتن کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے :

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ	ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلے گا۔
ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ (۴۳/۷۰)	

۱۱ تا ۱۳۔ مائدۃ، طعام، خبز وغیرہ کے لیے دیکھیے "کھانا (طعام)"

۱۴۔۱۵۔ حَطَب اور وقود کے لیے دیکھیے ــــ ایندھن۔

۱۶۔ تَنُّوْر : وہ بڑا ظرف جس میں ایندھن جلا کر اسے گرم کر لیا جاتا ہے پھر روٹیاں پکائی جاتی ہیں۔ (ج تنانیر) اور بنات التنور بمعنی تنور کی پکی ہوئی روٹیاں (م۔ق) قرآن میں ہے :

وَفَارَ التَّنُّوْرُ (۱۱/۴۰)	اور تنور نے جوش مارا۔

۱۷۔ رَمَاد : بمعنی راکھ اور رَمَدَتِ النَّار بمعنی آگ کا بجھ کر راکھ بن جانا (مف) قرآن میں ہے :

كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ (۱۴/۱۸)	گویا راکھ کا ڈھیر ہے جس کو آندھی اڑا کرلے جائے۔

۱۸۔ ضِغْث : بمعنی سبز و خشک گھاس کا مٹھا (منجد) اور بمعنی خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائیں (مف) ضغث کا ترجمہ جھاڑو ہی کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (۲۸/۴۴) — اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے اسے مارو اور قسم نہ توڑو۔

(د) —— کپڑے اور مفروشات

کے لیے قرآن میں مندرجہ ذیل الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ثیاب، ثوب بمعنی کپڑا جس سے لباس وغیرہ تیار کیا جاتا ہے (ج ثیاب) اور ثواب بمعنی کپڑا فروش (منجد۔م۔ق)

۲۔ حریر، ہر ایک باریک کپڑے کو حریر کہا جاتا ہے (مف) اور حریر بمعنی ریشم۔ ریشم کا بنا ہوا کپڑا اور حریری بمعنی ریشم کا بنانے والا۔ بیچنے والا (منجد) ارشاد باری ہے؛

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ (۲۲/۲۲) — اور ان (جنتیوں) کی پوشاک جنت میں ریشمی ہوگی۔

۳۔ سندس اور استبرق (برق) یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں عموماً اکٹھے ہی آتے ہیں۔ اور یہ ریشمی کپڑے ہی کی اقسام ہیں۔ ریشم کے باریک کپڑے کو سندس اور موٹے کو استبرق کہتے ہیں اور سندس بمعنی نہایت باریک اور نفیس کپڑا اور استبرق بمعنی موٹا ریشمی کپڑا۔ ریشم اور سونے کے تاروں کا بنا ہوا کپڑا (منجد) ہے۔ ارشاد باری ہے؛

وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ (۱۸/۳۱) — اور وہ باریک دیبا اور اطلس کے سبز کپڑے پہنا کریں گے۔

۵-۶۔ جلابیب اور خمر کے لیے دیکھیے —— "چادر"

۷-۸۔ سرابیل اور قمیص کے لیے دیکھیے —— "قمیص"

۹۔ نعل، بمعنی جوتا (تثنیہ نعلین ج نعال) اور نعل الفرس یا دابۃ بمعنی گھوڑے کی نعل اور نعال بمعنی نعل بند (منجد) ارشاد باری ہے؛

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (۲۰/۱۲) — اپنے جوتے اتار دو کیونکہ تم (اس وقت) طویٰ کے پاک میدان میں ہو۔

۱۰۔ جَیب: بمعنی قمیص کا گریبان۔ الجیب من القمیص گریبان دل دسینہ (ج جیوب) اور عوام کے نزدیک جیب اور جیبہ تھیلی یا پاکٹ کو کہتے ہیں اور اس کی جمع جیاب ہے (منجد) ارشاد باری ہے؛

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ (۲۴/۳۱) — اور مومن عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔

۱۱-۱۲۔ خَیط اور خِیاط بمعنی ڈورا۔ دھاگہ۔ خیط الابیض بمعنی صبح کی روشنی اور خیط الاسود بمعنی رات کی تاریکی (منجد) قرآن میں ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ — اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری

اَلْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (۲/۱۸۷) — رات کی سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔

اور خِیَاط بمعنی سوئی اور مِخْیَط بھی سوئی کو کہتے ہیں۔ اور خیّاط بمعنی درزی اور خیاطۃ بمعنی درزی کا پیشہ (منجد) قرآن میں ہے:

لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷/۴۰) — وہ بہشت میں داخل نہ ہوسکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔

۱۲۔ غَزَلَ، غَزَلَ بمعنی سوت کاتنا۔ اور غزل اور اغتزل الصّوف بمعنی اُون کاتنا۔ اور غَزْل بمعنی کاتا ہوا سوت (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا (۱۶/۹۲) — اور اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے اپنا سوت تو محنت سے کاتا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

۱۳۔ حِلْيَة، حَلِي الْمَرْءَة: بمعنی عورت کے لیے زیور بنانا۔ عورت کو آراستہ کرنا۔ سنوارنا۔ اور حَلِيَتِ الْمَرْءَة بمعنی عورت کا زیور پہننا۔ حَلْی بمعنی زیور پہنانا۔ اور حِلْيَة بمعنی زیور (ج حُلِیّ) اور حِلْيَةُ الْاِنْسَان بمعنی انسان کا رنگ و روپ اور ظاہری شکل و صورت (منجد)

۱۴۔ اَسْوِرَة: سَوَّرَ الْمَرْأَة بمعنی عورت کو کنگن پہنانا۔ اور سِوَار اور اَسْوَار بمعنی کنگن (ج سُوُر، اَسْوِرَة اور اَسَاوِر) ارشاد باری ہے:

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (۱۸/۳۱) — ان کو جنت میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

اور جو چیز (کپڑا وغیرہ) فرش کے اوپر بچھایا جائے اسے مفروشۃ (ج مفروشات) کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے کئی مفروشات کا ذکر آیا ہے۔

مثلاً (۱) نَمَارِق (واحد نمرق) قرآن میں ہے:

وَنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ (۸۸/۱۵) — اور غالیچے برابر بچھے ہوئے (عثمانیؒ)

(۲) زَرَابِی (واحد زَرْبِی اور زَرْبِيَّة) اس سے اگلی آیت ہے:

وَزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ (۸۸/۱۶) — اور مخمل کے غالیچے جگہ جگہ پھیلے ہوئے (عثمانیؒ)

(۳) رَفْرَف: قرآن میں ہے:

عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ (۵۵/۷۶) — سبز قالینوں پر (جالندھریؒ)

(۴) عَبْقَرِيّ: ایک قسم کا عمدہ فرش (مف) اس آیت کا اگلا حصہ ہے:

وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ (۵۵/۷۶) — اور نفیس مسندوں پر (جالندھریؒ)

(۵) حَصِيْر: بمعنی قید خانہ بھی اور بمعنی چٹائی بھی (منجد) قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا (۱۷/۸) — اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

(۴) — نقدی

۱۔ وَرِقٌ: یعنی چاندی کا سکہ (منجد) جو کسی بھی دور میں کسی حکومت میں رائج رہا ہو۔ اور آج کل زر کاغذی (نوٹ) کو بھی اہل عرب وَرَقَۃ کہتے ہیں۔ ورقۃ ریالین بمعنی دوریال کا نوٹ۔ قرآن میں اصحاب کہف کے ذکر میں مذکور ہے:

فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ (۱۸/۱۹) — تو اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر کو بھیجو۔

۲۔ دِرْهَمٌ: ۳½ ماشہ چاندی کا سکہ جو دورِ نبوی میں عرب میں رائج تھا۔ درہم و دینار اصل میں یونانی سکے تھے جو روم میں اور حجاز میں رائج تھے۔ قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (۱۲/۲۰) — اور برادران یوسفؑ نے یوسف کو تھوڑی سی قیمت یعنی چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔

۳۔ دِیْنَار: ۴½ ماشہ سونے کا سکہ (ج دنانیر) درہم و دینار میں نسبت یہ تھی، ایک دینار کے ۲۰ درہم ہوتے تھے۔ قرآن میں ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ (۳/۷۵) — اور اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو تمہیں واپس نہ کرے

۵ — معدنیات اور موتی وغیرہ

۱۔ حَدِیْد: بمعنی لوہا۔ حدّاد بمعنی لوہار اور حِدَادَۃ بمعنی لوہار کا کسب (منجد۔م۔ق) قرآن میں ہے:

اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ (۱۸/۹۶) — میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ۔

۲۔ ذَهَب: بمعنی سونا (ج اذھاب۔ ذھوب۔ ذھبان) ذھبۃ بمعنی سونے کا ٹکڑا (منجد)

۳۔ فِضَّة: بمعنی چاندی۔ اور فَضَّضَ الشَّيْءَ بمعنی کسی چیز پر چاندی کا ملمع کرنا یا چاندی کی جڑائی کرنا۔ (منجد) قرآن میں ہے:

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (۳/۱۴) — اور سونے اور چاندی کے خزانے جمع کیے ہوئے۔

۴۔ زُخْرُف: اصل میں اس زینت کو کہتے ہیں جو ملمع سے حاصل ہو۔ اس وجہ سے سونے کو بھی زخرف کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ ملمع عموماً سونے ہی سے کیا جاتا ہے اور یہ زیبائش کا کام دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ (۱۷/۹۳) — یا تمہارا گھر سونے کا ہو۔

۵۔ لُؤْلُؤ: بمعنی موتی (ج لآلی) لُؤْلِئِیّ۔ موتی کے رنگ کا۔ اور اللئالۃ موتی فروش۔ موتی جڑنے کا پیشہ (منجد)

۶۔ مَرْجَان: چھوٹے موتی۔ واحد مَرْجَانَۃ مونگا (مف۔منجد) قرآن میں ہے:
یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۔ (۵۵/۲۲) دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

۷۔ یَاقُوْت: بمعنی لعل۔ بڑا سخت اور شفاف، مختلف رنگوں والا قیمتی پتھر واحد یاقوتہ ج یواقیت (منجد م-ق) قرآن میں ہے:
کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (۵۵/۵۸) گویا وہ (جنت کی حوریں) یاقوت اور مرجان ہیں۔

۸-۹۔ قِطْر اور مُہْل کے لیے دیکھیے ــــ "تانبا"

۱۰۔ قَطِرَان: ایک روغنی سیال مادہ جو صنوبر جیسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ تارکول (منجد) اور قَطِرَان بمعنی پگھلی ہوئی رال یا گندھک اور قِطْرَان بمعنی پگھلا ہوا تانبا (مف) اور قَطَرَ الْبَعِیْر بمعنی اونٹ کو گندھک کا طلا کیا (م-ق) فوراً بھڑک اٹھنے والا آتش گیر مادہ۔ قرآن میں ہے:
سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ (۱۴/۵۰) اُن کے کرتے گندھک کے ہوں گے۔

۶ــــ رنگ (الوان)

ا تا ۴۔ اسود۔ احوی۔ ادھم۔ غرابیب کے لیے دیکھیے "سیاہ"

۵۔ اَبْیَض: بمعنی سفید (۲/۱۸۷) مؤنث بَیْضَاء (۷/۱۰۸) جمع بِیْض (۳۵/۲۷)

۶۔ حُمْر (۳۵/۲۷) اَحْمَر بمعنی سرخ کی جمع (مؤنث حمراء) ارشاد باری ہے:
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ (۳۵/۲۷) اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگوں کے قطعات ہیں اور (بعض) کالے سیاہ ہیں۔

۷۔ اَخْضَر بمعنی سبز (۳۶/۸۰) مؤنث خُضْرَاء جمع خُضْر قرآن میں ہے:
عَالِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ (۷۶/۲۱) ان کی اوپر کی پوشاک کپڑے ہیں باریک ریشم سبز اور موٹے ریشم کے (عثمانیؒ)

۸۔ اَصْفَر: بمعنی زرد مؤنث صَفْرَاء (۲/۶۹) جمع صُفْر۔ قرآن میں ہے:
کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (۷۷/۳۳) گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

۹۔ زُرْق: اَزْرَق بمعنی نیلا کی جمع ہے۔ اور اس کی مؤنث زَرْقَاء ہے۔ اور زَرِقَ عَیْنُہٗ بمعنی کسی کا نیلی آنکھوں والا ہونا (منجد) ایسی آنکھ سب سے بُری سمجھی جاتی تھی۔ (م-ق) ارشاد باری ہے:
وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا (۲۰/۱۰۲) ہم گنہگاروں کو اکٹھا کریں گے اور اُن کی آنکھیں نیلی نیلی ہوں گی۔

۱۰۔ وَرْدَة: وَرْد بمعنی گلاب کا پھول اور درخت اور وَرَّدَ الشَّجَر بمعنی گلاب کے پودا نے پھول نکالے۔ اور وَرْدَة بمعنی گلابی رنگ اور وَرْدِیَّة بمعنی گلابی رنگ کا۔ اور وَرْدٌ مِّنَ الْخَیْل

بمعنی زردی مائل سرخ رنگ کا گھوڑا (منجد۔م۔ق) قرآن میں ہے:

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (۵۵/۳۷) پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا۔

۱۱۔ فَاقِع: فَقَعَ لَوْنُهٗ بمعنی رنگ کا صاف اور خالص ہونا۔ گہرا زرد ہونا اور فَقِعَ بمعنی سُرخ رنگ ہونا۔ گہرا رنگ ہونا۔ اس کا استعمال اکثر زرد رنگ کے لیے ہوتا ہے (منجد) اور فَقَعَ بمعنی سخت زرد رنگ والا ہونا (م۔ق) فَقَعَ کا لفظ دراصل اَصْفَر کی تاکید کے لیے آتا ہے۔ اور اَصْفَرُ فَاقِعٌ بمعنی گہرا زرد رنگ (مف) گویا فَقَعَ کا لفظ ہر رنگ کے گہرا ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے۔ تاہم اس کا اکثر استعمال زرد رنگ کے ساتھ مختص ہے یعنی گہرا زرد رنگ جو زرد اور سرخ کے درمیان ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ (۲/۶۹) اس گائے کا رنگ گہرا زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کر دیتا ہے۔

۷۔۔۔۔ رشتہ دار

۱-۲۔ اَبْ اور وَالِد کے لیے دیکھیے "باپ"۔

۳-۴۔ اُمّ اور والدۃ کے لیے دیکھیے "ماں"۔

۵-۶۔ ابن اور بنین، بنت اور بنات کے لیے دیکھیے "بیٹا۔۔۔ بیٹی"۔

۷-۸۔ حفدۃ اور اسباط کے لیے دیکھیے۔۔۔ "اولاد"

۹-۱۰۔ بَعْل اور زَوْج کے لیے دیکھیے۔۔۔ "خاوند"

۱۱ تا ۱۲۔ زوج۔ حلیلۃ اور صاحبۃ کے لیے دیکھیے۔۔۔ "بیوی"

۱۴-۱۵۔ اَخْ اور اُخْت: اَخٌ بمعنی بھائی۔ برادر۔ ماں جایا (ج اِخْوَان) اور اُخْت بمعنی بہن۔ ہمشیرہ (ج۔ اَخَوَات) قرآن میں ہے:

اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ (۲۴/۶۱) یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے۔

۱۶-۱۷۔ عم اور عمۃ: عَمٌّ بمعنی باپ کا بھائی چچا (ج اعمام) اور عَمَّۃ بمعنی باپ کی بہن۔ پھوپھی (ج عمّات) قرآن میں ہے:

اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ (۲۴/۶۱) یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔

۱۸-۱۹۔ خال اور خالۃ: خال بمعنی ماں کا بھائی۔ ماموں (ج اخوال) اور خالۃ بمعنی ماں کی بہن۔ خالہ (پنجابی ماسی) (ج خالات) قرآن میں ہے:

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ (۲۴/۶۱) یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔

۲۰- رَبَائِب: رَابَّۃٌ وہ بیوی جو پہلے شوہر سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہی ہو۔ اور اس کا مذکر رَابّ ہے۔ یعنی وہ مرد جو اپنی بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد کی تربیت کر رہا ہو۔ اور ایسی زیر تربیت اولاد کو رَبِیْب اور رَبِیْبَہ کہتے ہیں پچھلگ اولاد (ج رَبَائِب) قرآن میں ہے:

وَرَبَائِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ (۴/۲۳) اور تمہاری پہلی بیویوں کی لڑکیاں جو تمہاری گود میں پرورش پا رہی ہیں۔

۲۱- اَدْعِيَاء- اَلدَّعِيُّ بمعنی لے پالک۔ متبنّٰی۔ منہ بولا بیٹا۔ وہ جو اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف یا غیر قوم کی طرف منسوب کرے (ج ادعیاء) (منجد) ارشاد باری ہے:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (۳۳/۴) اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ تو تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔

۲۲- کَلَالَۃ: مصدر ہے جو وارث اور مورث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ کلالہ کی تعریف رسول اللہؐ نے یہ فرمائی مَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَا وَالِدٌ یعنی وہ میت جس کے نہ اولاد ہو اور نہ باپ۔ اور لغوی لحاظ سے ایسی میت کے وارثوں کو بھی کلالہ کہتے ہیں (مف) تاہم قرآن میں یہ لفظ پہلے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ (۴/۱۲) اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا۔

۲۳- یَتِیْم: وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی جس کا باپ مر گیا ہو۔ مذکر و مونث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ (ج یَتَامٰی) اور جانوروں میں سے وہ بچہ جس کی بلوغت سے پہلے اس کی ماں مر گئی ہو (منجد) اور یتیم کے لغوی معنی ہر چیز سے منفرد۔ اکیلا۔ لاثانی اور بے نظیر بھی ہے۔ اور دُرِّ یَتِیْم بمعنی بے مثال (منجد۔م۔ق) ارشاد باری ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (۴/۶) اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔

ضمیمہ ۳
لغت ذوی الاضداد

ضِدّ کا لغوی معنی مخالفت یا خلاف کرنا ہے۔ لیکن یہ لفظ خلاف سے اخص ہے۔ امام راغب کے نزدیک ضِدّین کی تعریف یہ ہے کہ ایسی دو چیزیں جو ایک دوسرے کے متقابل ہوں اور ایک ہی جنس سے ہوں اور کبھی جمع نہ ہو سکتی ہوں۔ جیسے سیاہی اور سفیدی کہ دونوں کی جنس رنگت یا رنگ ہے (مف) اور ابن الفارس کے نزدیک ضِدّین کی تعریف یہ ہے کہ "ایسی دو متقابل اشیاء جن کا ایک ہی وقت میں اجتماع ناممکن ہو۔ جیسے دن اور رات (م ل) اور ضدّ کا لفظ خلاف سے اخص اس طرح ہے کہ ہر ضد خلاف ضرور ہے لیکن ہر خلاف ضد نہیں ہوتا۔

کسی چیز کی ضد کا معلوم ہونا اس لحاظ سے مفید ہوتا ہے کہ اگر ایک لفظ کے معنی ذہن میں ہوں تو دوسرے کے معنی خود بخود ذہن میں آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل لغت اکثر مقامات پر الفاظ کے اضداد بھی درج کر دیتے ہیں۔ ہم نے بھی اس کتاب میں جا بجا اضداد کا اندراج کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں ضمیمہ ہذا محض اسی افادیت کے لیے تجویز کیا ہے۔ اضداد والے الفاظ کو ہم تین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ ایسے الفاظ جو بذاتہ ذوی الاضداد ہیں۔ یعنی ایک ہی لفظ میں اس کی ضد کا معنی بھی موجود ہوتا ہے۔ جیسے عَدَلَ بمعنی انصاف کرنا بھی ہے اور بے انصافی بھی۔ اسی طرح فَرَطَ کے معنی کمی کرنا بھی ہے اور زیادتی کرنا بھی۔

۲۔ ایسے الفاظ یا سہ حرفی مادے جن میں صرف ایک حرف کی تبدیلی سے ان میں خلاف معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے تَرِبَ بمعنی تنگدست اور مفلوک الحال ہونا۔ اور تَرِفَ بمعنی خوشحالی کی زندگی بسر کرنا۔ یا پھر ان میں لطیف سا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۔ عام فہرست لغت اضداد۔ جیسے اَبْیَض کی ضد اَسْوَد یا نَہَار کی ضد لَیْل۔

اسی ترتیب سے ہم یہ لغت بہ ترتیب حروف تہجی پیش کر رہے ہیں۔

۱ـــــ الفاظ ذوی الاضداد

۱۔ ازر: اِزَار بمعنی (۱) تہبند (۲) چادر (۳) ہر وہ چیز جو ستر کو ڈھانکے۔ اور اَزَرَ کے معنی قوت دینا اور مدد کرنا بھی اور ضعف اور کمزوری بھی (م۔م) قوت دینا یا مضبوط کرنا کے لیے اَزَرَ اور آزَرَ کے ابواب مستعمل ہیں۔ قرآن میں ہے:

کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ (۴۸/۲۹) کھیتی کی طرح جس نے اپنا ڈنٹھل نکالا پھر اسے مضبوط کیا

اور کمزوری کے معنوں کے لیے صاحب محیط المحیط نے درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

اَشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِىْ (۲۰/۳۱) مضبوط کر اس سے میری کمر (عثمانی) یعنی میری کمزوری کو قوت سے بدل دے

۲۔ بیع : بَاعَ بمعنی خرید و فروخت کرنا۔ لین دین کرنا۔ خریدنا بھی اور فروخت کرنا بھی۔ سودا بازی کرنا۔ اور بائع خواہ چیز لینے والا ہو یا دینے والا۔ کہتے ہیں بَاعَ فَلَانًا کِتَابًا یعنی کسی کو کتاب دے کر قیمت لے لینا (بیچنا) اَوْ مِنْ فَلَانٍ کِتَابًا یعنی کسی سے کتاب لے کر قیمت دینا (خریدنا) (منجد) قرآن کریم میں یہ لفظ سودا بازی کے معنوں میں تو آیا ہے لیکن خریدنے یا بیچنے کے الگ الگ معنوں میں استعمال نہیں ہوا (البتہ لغوی لحاظ سے اِبْتَاعَ کا لفظ خریدنا کے معنوں میں آتا ہے۔ اور عرف عام میں بائع کا لفظ فروخت کنندہ کے لیے استعمال ہوتا ہے) قرآن میں ہے:

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (۲/۲۸۲) جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔

۳۔ ترب : تُرَاب بمعنی خشک مٹی اور تَرِبَ (يَتْرَبُ تربا و متربا) الرَّجُل بمعنی آدمی اتنا غریب ہوا کہ خاک میں رُل گیا۔ قرآن میں ہے:

اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۹۰/۱۶) یا بھوک کے دنوں میں بھوکے کو کھانا کھلانا، یتیم رشتہ دار کو یا خاک میں ملے ہوئے مسکین کو۔

اور اَتْرَبَ بمعنی کسی کے پاس مال اس قدر زیادہ ہو گیا جیسے مٹی کا ڈھیر ہو۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص مالدار ہونے کے بعد محتاج و مفلس ہو گیا۔ اور تَرَّبَ اور اَتْرَبَ کے معنی مالدار ہونا بھی اور تہی دست اور محتاج ہونا بھی ہے (منجد) آیتِ بالا میں مالدار کے بعد افلاس کا معنی تو نکل سکتا ہے لیکن مالدار ہونے کے معنوں میں یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا۔

۴۔ ثوی : بمعنی آباد ہونا اور ٹھہرنا (منجد) یہ لفظ کسی جگہ کو مستقل طور پر اقامت گاہ بنانے کے لیے آتا ہے (مف) وہ جگہ جہاں کوئی شخص موروثی طور پر رہ رہا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ (۲۸/۴۵) اور آپ تو مدین میں رہنے والوں میں نہ تھے۔

اور اس کا دوسرا معنی مر جانا ہے۔ ثَوَى الرَّجُلُ بمعنی آدمی مر گیا۔ اور ثوی بمعنی دفن کیا گیا (منجد۔ م۔م) یعنی قبرستان میں طویل مدت کے لیے اپنی قبر میں پڑا رہنا۔ قرآن میں ہے:

فَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ (۳/۱۵۱) ظالموں کے لیے بہت برا ٹھکانا ہے۔

۵۔ حوز : حَازَ بمعنی اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا۔ اور حَايَزَ بمعنی سنگ ساتھ زندگی گزارنا۔ ہمہ یاراں دوزخ ہمہ یاراں بہشت کا مصداق بننا۔ اور تَحَوَّزَ علیحدہ ہونا۔ کنارہ کش ہونا۔ اور تَحَاوَزَ الْفَرِيْقَانِ بمعنی دو فریقوں کا ایک دوسرے سے جدا ہونا اور اِنْحَازَ الْقَوْمُ بمعنی قوم کا مرکز کو چھوڑ دینا۔ پسپا ہونا شکست کھانا۔ اور حَوْزَاء بمعنی لڑائی۔ اور اَحْوَذِي بمعنی ماہر۔ ہر کام میں پھرتیلا اور چست (منجد) قرآن میں تَحَيُّز کا لفظ استعمال ہوا ہے جس میں لڑائی، علیحدہ ہونا اور جا ملنا تینوں تصور پائے جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا

مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْمُتَحَيِّزًا اِلٰی فِئَةٍ — کہ پینترا بدلے یا اپنی فوج سے جا ملنا چاہے اُن سے
فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (۸/۱۶) — پیٹھ پھیرے گا۔ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گیا۔

یعنی جو شخص اپنی حکمتِ عملی اور مہارت کی بنا پر فوج کا ساتھ چھوڑ کر اور ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جاکر فوج سے جا ملتا اور لڑائی شروع کر دیتا ہے اس کے لیے مُتَحَیِّز کا لفظ آیا ہے۔

۶۔ خفی : خَفِیَ کا معروف معنیٰ چھپا ہونا۔ پوشیدہ ہونا۔ اور اَخْفٰی بمعنی چھپانا ہے۔ اور چھپنے چھپانے کے معنوں میں یہ لفظ اتنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے کہ عربی زبان کا دوسرا کوئی لفظ اتنے وسیع مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا اور اسی لفظ کا دوسرا معنی ظاہر کرنا بھی ہے۔ کہتے ہیں خَفِیَ الْمَطَرُ الفارۃ یعنی بارش نے چوہے کو بل سے نکال کر ظاہر کر دیا (منجد) اور قرآن میں ہے :

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی — قیامت یقیناً آنے والی ہے میں اسے ظاہر کرنے
كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى (۲۰/۱۹) — ہی والا ہوں تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کا بدلہ پالے۔

۷۔ دُوْن۔ دَانَ : بمعنی وہ شخص کمینہ ہوا۔ اور دُوْن میں کمینگی، پستی اور خسّت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مگر کبھی یہ لفظ شریف کے معنوں میں بھی آجاتا ہے۔ کہتے ہیں حال القوم دون فلان۔ قوم اس کے اور اس کے مطلوب کے درمیان حائل ہو گئی (م۔ م۔ منجد) دُوْن کا ترجمہ عموماً سوائے یا غیر سے کیا جاتا ہے۔ لیکن لغوی لحاظ سے اس کے معنی پست (ضد فوق۔ م۔ م) کے علاوہ آگے بھی آتا ہے اور پیچھے بھی۔ کہتے ہیں مَشٰى دُوْنَهٗ بمعنی وہ اس کے آگے آگے چلا۔ نیز کہتے ہیں قَعَدَ دُوْنَهٗ وہ اس کے پیچھے بیٹھا (م۔ م) قرآن میں ہے :

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ — اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہیں، انھیں
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۲/۲۲) — بھی بُلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔

تو اس آیت میں دُوْن کا معنی اللہ کے نیچے۔ پست اور کمتر تو ہے ہی اور آگے بڑھ کر اس لحاظ سے بھی ہو سکتا ہے کہ مشرکین کسی خاص معاملہ میں انہیں ایسا سمجھتے تھے۔

۸۔ دِیْن : دَانَهٗ یَدِیْنُ دِیْنًا۔ معنی اسے محکوم کیا۔ عبادت چاہی، ذلیل کیا، اس پر حکومت کی اور دان الرجل بمعنی عزت دی۔ ذلیل کیا۔ تابعداری کی۔ بے فرمانی کی (م۔ ق۔ منجد) گویا دین میں دو متضاد مفہوم پائے جاتے ہیں۔ مکمل حاکمیت اور حکومت بھی اور مکمل عبدیت۔ غلامی اور تذلّل بھی۔ ارشاد باری ہے :

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (۳۹/۳) — دیکھو! خالص عبادت اللہ ہی کے لیے (زیبا) ہے (جالندھری)

تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ پوری کی پوری حاکمیت اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا :

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ — اور اُن (مشرکین) سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ

يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (۲/۱۹۳) فساد نابود ہو جائے اور حکم رہے اللہ کا (عثمانی)

علاوہ ازیں دین کے معنی قانون جزا وسزا یا قانونِ تعزیرات بھی ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ۔ (۱۲/۷۶) بادشاہ کے قانون کے مطابق یوسفؑ اپنے بھائی کو نہیں لے (رکھ) سکتے تھے۔

اور قانونِ جزا وسزا پر عمل درآمد کی قوت اور قدرت بھی۔ ارشاد باری ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱/۴) وہ (اللہ) جزا وسزا کے دن (قیامت کے دن) کا مالک ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ۔ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۵۶/۸۷) پھر اگر تم جزا وسزا سے آزاد ہو اور اپنی بات میں سچے ہو تو (مرتے وقت) رُوح کو واپس کیوں نہیں کر لیتے؟

۹۔ اَسَرَّ: سِرّ بمعنی بھید۔ راز۔ اور اَسَرَّ السِّرَّ بمعنی بھید کو چھپانا۔ اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اور اَسَرَّ السِّرَّ کا دوسرا معنٰی بھید کی بات کو ظاہر کر دینا بھی ہے (م۔م) چنانچہ قرآن میں ہے:

تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ (۶۰/۱) تم ان کی طرف پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور جو کچھ تم پوشیدہ یا علانیہ کرتے ہو وہ مجھے سب معلوم ہے۔

۱۰۔ شَرٰى: جس طرح بَاعَ کا لفظ خرید وفروخت دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اسی طرح شَرٰى کا لفظ بھی دونوں معنوں میں آتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (۱۲/۲۰) اور یوسفؑ کو اس کے بھائیوں نے حقیر سی قیمت یعنی چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا۔

تو اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ قافلہ والوں نے یوسفؑ کو حقیر سی قیمت کے عوض خرید لیا۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے:

بِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ (۲/۱۰۲) اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بُری تھی۔

بالفاظِ دیگر جو چیز انہوں نے اپنی جانوں کے عوض خرید کی تھی وہ بُری تھی۔

البتہ جب یہ لفظ باب افتعال میں آئے تو اس کے معنٰی "خریدنا" سے مخصوص ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۹/۱۱۱) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے جان ومال خرید لیے ہیں اور ان کے عوض ان کے لیے جنت ہے۔

۱۱- ضدّ، ضدّ کا لفظ بذاتِ خود بھی ذوی الاضداد سے ہے۔ اس کا معنی مخالف اور خلاف تو ہے ہی۔ پھر اس کا معنیٰ مثل اور نظیر بھی ہے (م۔م۔منجد) تاہم قرآن میں یہ لفظ صرف معروف معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (۱۹/۸۲) — ہرگز نہیں۔ وہ (معبودانِ باطل) ان کی پرستش سے انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف بن جائیں گے۔

۱۲- عتب (یَعْتِبُ عَتْبًا وعِتَابًا وعُتْبَانًا) بمعنی ملامت کرنا۔ ناراض ہونا اور اَعْتَبَ بمعنی سبب ناراضگی کو دُور کرنا اور تَعَاتَبَ بمعنی ایک دوسرے پر عتاب کرنا۔ ایک دوسرے کے ساتھ ناز سے گفتگو کرنا اور اِسْتَعْتَبَ بمعنی رُوٹھے کو منانے کی کوشش کرنا (منجد۔م۔ق) گویا عتاب کا معنی وہ میٹھا میٹھا شکوہ شکایت اور اظہار ناراضگی ہے جس سے اصل مقصد اس سبب کو دُور کرنے کے بعد باہمی صلح ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ (۴۱/۲۴) — اور اگر وہ منانا چاہیں تو منائے نہ جائیں گے۔ (عثمانیؒ)

۱۳- عدل، عدل کا لفظ عوض، بدلہ اور برابر کے معنوں میں آتا ہے۔ اور عدل کا معروف معنیٰ انصاف کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (۴۲/۱۵) — اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

اور عدل بمعنی بے انصافی کرنا۔ ظلم کرنا بھی ہے (منجد۔م۔م) ارشاد باری ہے:

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا (۴/۱۳۵) — تو تم خواہش نفس کے پیچھے لگ کر عدل کو نہ چھوڑ دینا (جالندھری) (ان لا تعدلوا تمیلوا عن الحق) (م۔ق)

نیز دیکھیے "انصاف کرنا"۔

۱۴- فرط: فَرَطَ يَفْرُطُ فَرْطًا بمعنی حد سے پیچھے رہنا اور کوتاہی کرنا اور فَرَطَ تَفْرُطُ فَرْطًا بمعنی حد سے آگے نکل جانا اور زیادتی کرنا۔ اور اَفْرَطَ (یُفْرِطُ اِفْرَاطًا) حد سے آگے بڑھنے کے لیے مخصوص ہے۔ اور فَرَّطَ (تفروطی) کمی اور کوتاہی کے لیے اور افراط و تفریط بمعنی حدِ اعتدال سے کمی بیشی ہے۔ قرآن میں ہے:

أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ (۳۹/۵۶) — کہ (مبادا اس وقت) کوئی شخص کہنے لگے ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں اللہ کے حق میں کرتا رہا!

اور دوسرے مقام پر ہے:

لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ۔ (۱۶/۶۲) — کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے (دوزخ کی) آگ تیار ہے اور یہ سب سے آگے بھیجے جائیں گے۔

۱۵۔ فوز: فَازَ بمعنی رہائی پانا۔ خلاصی پانا۔ نجات پانا۔ کامیاب ہونا۔ مراد کو پہنچنا تو معروف ہے اور اس کا دوسرا معنی مرنا اور ہلاک ہونا ہے۔ اور فَوَّزَ کا باب اس معنی کے لیے مخصوص ہے۔ فَوَّزَ الرَّجُل بمعنی آدمی مرگیا۔ اور مفازۃ بمعنی نجات کی جگہ یا نجات کا سبب۔ کامیابی کی جگہ یا اس کا سبب نیز ہلاکت کی جگہ یا اس کا سبب (م۔م۔منجد) ارشاد باری ہے:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ (۳۹/۶۱) — اور جو پرہیزگار ہیں ان کی کامیابی کے سبب اللہ ان کو نجات دے گا۔

اس آیت میں مَفَازَۃ کامیابی کے معنوں میں آیا ہے۔ اور درج ذیل آیت میں یہی لفظ نجات کے معنوں میں استعمال ہوا ہے (ہلاکت کے معنوں میں اس کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے)

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ (۳/۱۸۸) — جو لوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور (پسندیدہ کام) جو کرتے نہیں ان کے لیے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔

۱۶۔ قسط: کے معنی کسی کو اس کا حق پورا پورا ادا کر دینا خواہ یہ حق یکمشت ادا کر دیا جائے یا کئی حصوں میں بانٹ کر۔ اس صورت میں ہر حصہ کو بھی قِسْط (ج اَقْسَاط) کہتے ہیں۔ اور اس کے معنی انصاف کرنا بھی ہے اور ظلم کرنا بھی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "انصاف کرنا")

۱۷۔ قَعَدَ: کے معنی بیٹھنا بھی اور کھڑا ہونا بھی۔ (تفصیل "بیٹھنا" میں دیکھیے)

۱۸۔ قوی: قَوِيَ بمعنی طاقتور ہونا بھی اور سخت بھوکا ہونا بھی۔ اور اقوی بمعنی محتاج ہونا بھی اور مالدار ہونا بھی۔ اور اَقْوَى الْقَوْمُ بمعنی قوم کا زادِ راہ ختم ہونا (منجد) اور قُوَّۃ بمعنی زور۔ طاقت اور قُوْت بمعنی خوراک کی اتنی کم مقدار جس سے انسان زندہ رہ سکے۔ اور قَوِيٌّ بمعنی طاقت ور۔ غالب۔ اور مُقْوِی بمعنی خوراک کی تلاش میں مارا مارا پھرنے والا۔ مسافر۔ محتاج۔ ارشاد باری ہے:

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ (۵۶/۷۳) — ہم نے اس درخت کو تمہارے لیے یاد دہانی اور مسافروں کے برتنے کا سامان بنایا ہے۔

۱۹۔ نَصَبَ: (يَنْصِبُ) بمعنی کسی چیز کو سیدھے رُخ زمین میں کھڑا کر دینا۔ گاڑ دینا۔ اور نصیب بمعنی راستے میں نشان کے طور پر گاڑے ہوئے پتھر بھی۔ اور مجسمے اور بُت بھی جو بغرض عبادت کسی جگہ گاڑ دیے جائیں (ج نُصُب اور انصاب) اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں بکثرت آیا ہے۔ لیکن جب یہ باب عَلِمَ يَعْلَمُ سے آئے تو الٹ معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنی انسان کا سخت محنت اور تھکاوٹ کی وجہ سے جسم کو مستوی نہ رکھ سکنا (م۔ل) نیز دیکھیے ضمیمہ (۴/۸۹) قرآن میں ہے:

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (۱۸/۶۲) — اس سفر سے ہمیں بہت تھکان ہو گئی ہے۔

۲۰۔ نفق: نفق ہر ایسے زمین دوز راستے کو کہتے ہیں جس کے دونوں منہ کھلے ہوں جیسے چوہے یا سانپ

کا بل یا سرنگ۔ اور نفق الیربوع بمعنی چوہے کا اپنے سوراخ میں داخل ہونا بھی اور دوسرے راستہ سے نکل جانا بھی (منجد) قرآن میں یہ لفظ اضداد کی صورت میں تو استعمال نہیں ہوا، البتہ نفق سرنگ کے معنوں میں آیا ہے۔ اور نافق بمعنی ایمان کی بات ایک راستے سے داخل کرنا اور دوسرے سے نکال دینا۔ اور انفق بمعنی مال خرچ کرتے رہنا. کہ ایک راستے سے آتا جائے اور دُوسرے راستے پر (اللہ کی ہدایات کے مطابق) خرچ ہوتا جائے۔

۲۲۔ وَعَد: وَعَدَ سے وَعَدَۃً بمعنی کسی کو کسی اچھی بات کی امید دلانا (مف) بھی آتا ہے۔ اور وَعِید بمعنی دھمکی دینا اور ڈرانا بھی۔ اور اس کی مثالیں قرآنِ کریم میں بکثرت موجود ہیں۔ اور اَوْعَدَ کا لفظ ان معنوں میں خاص ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (۷/۸۶) اور ہر راستے پر لوگوں کو ڈرانے کے لیے مت بیٹھا کرو۔

۲۳۔ وَرَاء: بمعنی آگے یا پیچھے۔ ظرف زمان و مکان دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے "پیچھے")

۲۴۔ هجد: هجد (هجود) بمعنی رات کو سونا یا جاگنا۔ اور هَجَّدَ بمعنی نیند سے جاگنا۔ رات کو سونا رات کو جاگ کر نماز پڑھنا۔ اور تَهَجَّدَ بمعنی رات کو سونا یا بیدار رہنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ (۱۷/۷۹) اور بعض حصۂ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کرو۔ یہ (شب خیزی) تمہارے لیے (سبب) زیادت ہے۔

۲۔ مادہ میں ایک حرف کی تبدیلی سے مقید یا مخالف معانی

۱۔ بَتَرَ اور بَتَكَ: بَتَرَ کا لفظ دم کاٹنے کے لیے مخصوص ہے۔ اور معنوی لحاظ سے مقطوع النسل یا لاولد کو کہتے ہیں یا جس کا ذکرِ خیر باقی نہ رہے (مف) ارشاد باری ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (۱۰۸/۳) بے شک تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔

اور بَتَكَ کا لفظ دوسرے اعضاء کاٹنے کے لیے آتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ (۴/۱۱۹) تو وُہ جانوروں کے کان چیریں گے۔

۲۔ بَرَزَ اور بَرِحَ: بَرَزَ بمعنی سامنے آنا۔ کھلے میدان میں نکل آنا کہ دوسرے لوگ دیکھ سکیں. (مف) ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ (۲/۲۵۰) جب وُہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے آگئے۔

اور بَرِحَ بمعنی کھلے میدان کو چھوڑنا۔ کسی مکان سے ہٹنا اور جدا ہونا۔ زائل ہونا (منجد) اس لفظ پر عموماً لَا اور لَنْ داخل ہوتا ہے۔ تو یہ کسی جگہ مستقل طور پر ٹھہرنے یا جمے رہنے کے معنی دیتا ہے۔ اور حَتّٰی سے مشروط ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ (۱۸/۶۰) جب تک میں دو دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں۔

۳- تَرِبَ اور تَرِفَ: تُرَاب بمعنی خشک مٹی اور تَرِبَ بمعنی مفلسی کی وجہ سے خاک میں رُل جانا۔
ارشاد باری ہے:

اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۹۰/۱۶) یا خاک میں ملے ہوئے مسکین کو کھانا کھلانا)

اور تَرِفَ بمعنی خوشحالی کی زندگی بسر کرنا۔ ایسی آسودگی اور خوشحالی جو انسان کو بدمست اور یادِ خدا سے غافل کر دے۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ یہاں تک کہ جب ہم نے ان میں سے آسودہ حال
اِذَا هُمْ يَجْــَٔـرُوْنَ (۲۳/۶۴) لوگوں کو پکڑ لیا تو وہ اس وقت چیخنے چلانے لگیں گے

۴- جَسَّسَ اور حَسَّسَ: جَسَّسَ بمعنی کسی چیز کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لیے جستجو کرنا۔ عیب جوئی کرنا۔ اسی سے لفظ جاسوس ہے۔ اور جَسَّ عموماً برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔
ارشاد باری ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ اور نہ تو ایک دوسرے کے عیب تلاش کرو اور نہ ہی
بَعْضًا (۴۹/۱۲) ایک دوسرے کا گلہ کرے۔

اور حَسَّسَ بیرونی حالت معلوم کرنے کے لیے جستجو کرنے کے لیے آتا ہے اور یہ صفت محمود ہے۔ قرآن میں ہے:

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ (حضرت یعقوبؑ نے کہا) اے میرے بیٹو! جاؤ
يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ (۱۲/۸۷) اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

۵- جَنَفَ اور حَنَفَ: جَنَفَ بمعنی کسی ایک جانب جھکنا اور کسی کی طرفداری کر جانا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا (۲/۱۸۲) اور اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی وارث کی) جانبداری کا اندیشہ ہو۔

اور حَنَفَ بمعنی ہر قسم کی جانبداریوں اور میلانات سے ہٹ کر اور کٹ کر صرف ایک طرف یکسو ہو جانا۔ اور یہ صفت محمود ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا۔ اور یہ کہ (اے محمدؐ سب سے) یکسو ہو کر دین (اسلام) کی پیروی کیے
(۱۰/۱۰۵) جاؤ۔

۶- حَثَّ اور حَضَّ: دونوں الفاظ اُبھارنا اور انگیخت کرنا کے معنوں میں آتے ہیں۔ حَثَّ صرف سواری کو چلانے یا ہانکنے کے لیے اُبھارنے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے
(۷/۵۴) دوڑا چلا آتا ہے۔

اور حَضَّ دوسری باتوں پر اُبھارنے یا ترغیب دینے کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (۱۰۷/۳) — اور نہ ہی وہ فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے (لوگوں کو) ترغیب دیتا ہے۔

۶۔ حَصَدَ اور خَضَدَ: حَصَدَ بمعنی کھیتی کو پکنے کے بعد کاٹنا۔ اور یہ لفظ عموماً درانتی سے کاٹنے کا معنی دیتا ہے کیونکہ مِحْصَد درانتی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖ۔ (۱۲/۴۷) — اور جو (کھیتی یا غلہ) تم کاٹو تو اسے خوشوں میں ہی رہنے دینا۔

اور خَضَدَ کا لفظ کسی خاردار پودے یا درخت یا اس کی شاخ سے کانٹے کاٹ کر یا جھاڑ کر صاف کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (۵۶/۲۸) — بہتے ہیں بیری کے درختوں میں جن میں کانٹا نہ ہو (عثمانی)

۷۔ خَلَصَ اور خَلَطَ: خَلَصَ بمعنی کسی چیز کو ملاوٹ اور آمیزش سے پاک و صاف کرنا۔ خالص بنانا۔ قرآن میں ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ (۴/۱۴۵) — ہاں جنھوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور خاص خدا کے حکم بردار ہو گئے۔

اور خَلَطَ بمعنی دو یا زیادہ چیزوں کو آپس میں ملا دینا۔ ملاوٹ کرنا۔ آمیزش کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا (۹/۱۰۲)۔ — اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔

۸۔ دَرَجَ اور دَرَكَ بمعنی سیڑھی کے ڈنڈے یا اڈے۔ جب اوپر چڑھیں تو یہ درج (ج درجات) کہلائیں گے۔ اور جب اوپر سے نیچے اتریں تو یہی ڈنڈے یا اڈے درك (ج درکات) کہلائیں گے۔ قرآن میں ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (۲/۲۲۸) — اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔ البتہ مردوں کا عورتوں سے ایک درجہ اوپر ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴/۱۴۵) — منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

یعنی وہ اڈہ یا زینہ جو دوزخ کی تہ سے مل رہا ہے۔

۹۔ دَور اور دَول: دونوں لفظ گردش ایام کے لیے آتے ہیں۔ دَور برے مفہوم میں آتا ہے۔ یعنی

حوادث، بدبختی اور تنگی ترشی کا دَور اور دُول خوشحالی کے دور کے لیے آتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے گردشِ ایام)

۱۰۔ رَتَق اور فَتَق: رتق بمعنی دو یا زیادہ چیزوں کو اس طرح ملانا کہ وہ آپس میں جڑ جائیں یا پیوست ہو جائیں۔ اور فتق بمعنی ایسی پیوستہ چیزوں کو جدا جدا کر دینا۔ ارشاد باری ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (۲۱/۳۰) — کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان دونوں منہ بند تھے تو ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا۔

۱۱۔ رَغَب اور رَهَب: رَغَب بمعنی کسی چیز کی اس طرح خواہش کرنا اور شوق رکھنا کہ اس سے کچھ امید بھی وابستہ ہو۔ اور رہب اس کی ضد ہے۔ یعنی ایسا خوف جس میں احتیاط اور اضطراب بھی شامل ہو۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (۲۱/۹۰) — وہ لوگ بھلائیوں کی طرف دوڑتے تھے اور ہمیں امید و خوف سے پکارتے تھے۔

۱۲۔ سَراب اور شَراب: ہر پینے کی چیز جو فی الواقعہ پینے کی چیز ہو وہ شراب ہے۔ اور جو چیز نظر تو شراب آئے مگر حقیقت اس کے برعکس ہو تو وہ سراب ہے۔ لہٰذا سراب دھوکا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور سراب دراصل ریت کے اس میدان کو کہتے ہیں جو دُور سے سورج کی روشنی میں موجیں مارتا پانی نظر آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً (۲۴/۳۹) — اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے میدان میں ریت۔ کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔

۱۳۔ سَلَف اور خَلَف: سَلَف بمعنی کسی شخص کے آباء و اجداد جو نیک چال رکھتے ہوں۔ اور خَلَف اس کی ضد ہے یعنی کسی شخص کی مابعد کی نسل جو برے عادات و اطوار رکھتے ہوں۔ سَلَف اس پورے معنی میں قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ خلف کا ذکر موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۱۹/۵۹) — پھر ان کے بعد ان کے ناخلف جانشین ہوئے۔ جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ یہ لوگ عنقریب دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

۱۴۔ سَقَط اور لَقَط۔ سَقَط بمعنی کسی چیز کا اوپر سے زمین پر گرنا۔ قرآن میں ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (۶/۵۹) — اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اللہ اسے جانتا ہے۔

اور لقط اور اِلتقط: بمعنی زمین پر کسی گری پڑی کو اٹھا لینا۔ بغیر تکلف کے یا مزاحمت کے کوئی چیز پکڑ لینا۔ اٹھا لینا۔ قرآن میں ہے:

اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ (۱۲/۱۰) — یوسفؑ کو کسی گہرے کنویں میں ڈال دو۔ کوئی راہ گیر اُسے اٹھا لے جائے گا۔

۱۵۔ صَعِق اور صَقَع: صَاعِقَہ اور صَاقِعَہ دونوں کے معنی ہیں ہولناک دھماکہ۔ اگر یہ اجسام سماوی سے

متعلق ہو تو صاعقہ ہے اور اگر اجسام ارضی سے متعلق ہو تو صاقعہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (۵۱/۴۴) — تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔ سو اُن کو کڑک نے آپکڑا۔

اور صَقَعَ کا استعمال قرآن میں نہیں ہے۔

۱۶۔ صَلَحَ اور طَلَحَ: صَلَحَ کی ضد فَسَدَ بھی ہے اور طَلَحَ بھی۔ صَلَحَ بمعنی بگاڑ کو درست کرنا۔ بگڑی ہوئی چیز کو ٹھیک کر دینا۔ اور اعمال صالحہ یا صحبت صالح کے مقابل صحبت طالح استعمال ہوتا ہے لیکن طَلَحَ کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے۔

۱۷۔ فَصَمَ اور قَصَمَ: فَصَمَ کسی چیز کو اس طرح توڑنا کہ علیحدہ نہ ہو۔ اور انفصام بمعنی علٰحدہ ہوئے بغیر کسی چیز کا ٹوٹ جانا جیسے شیشہ میں بال آجاتا ہے۔ یا کسی دھات کی چیز میں لکیر آجانا۔ ارشاد باری ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲/۲۵۶) — جس شخص نے غیر اللہ کا انکار کیا اور صرف اللہ پر ایمان لایا تو اس نے ایسے مضبوط کنڈے کو پکڑ لیا، جس میں کبھی لکیر بھی نہ آئے۔

اور قصم بمعنی توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالنا۔ پیس ڈالنا۔ ارشاد باری ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً (۲۱/۱۱) — اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو پیس ڈالا جو ستم گار تھیں۔

۱۸۔ قَطَّ اور قَدَّ: قَطَّ بمعنی کسی چیز کو چوڑائی کے رُخ کاٹنا۔ جیسے قلم کو قط لگانا۔ اور قَدَّ بمعنی کسی چیز کو لمبائی کے رُخ پھاڑنا۔ اور اسی سے لفظ قد و قامت ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ (۱۲/۲۵) — اور وُہ دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسفؑ پیچھے زلیخا) اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو اُسے) پھاڑ ڈالا۔

قَطَّ کا لفظ قرآن کریم میں ان معنوں میں نہیں ہے۔ البتہ قِطّ کا لفظ بمعنی اعمالنامہ یا ایسا حکمنامہ ہے جس میں اس شخص کے متعلق قطعی اور دو ٹوک فیصلہ ہو۔

۱۹۔ نَفْحَۃ اور لَفْحَۃ: نَفْحَۃ (اسم مرّۃ) بمعنی سخت سرد ہوا کی ایک بھانپ۔ ایک دفعہ ہوا کا کسی کو ٹکرانا۔ ایک جھونکا۔ جیسے ایک بار دھونکنی سے ہوا دی جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (۲۱/۴۶) — اگر انہیں تمہارے پروردگار کے عذاب کی ایک بھانپ بھی پہنچے تو کہنے لگیں۔ ہائے بدبختی ہماری! بیشک ہم گنہگار تھے۔

اور لَفْحَۃ۔ نَفْحَۃ کی ضد ہے یعنی گرم لُو کا ایک جھونکا۔ منہ جھلس دینے والی گرم ہوا کی ایک

بجانب۔ لفحۃ کا لفظ قرآن میں نہیں۔ البتہ لَفَحَ کا استعمال موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (۲۳/۱۰۴) — آگ اُن کے چہروں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں بدشکل بنے ہوں گے۔

۲۰۔ میل۔ مید۔ حد اعتدال یا سیدھے راستہ سے کسی ایک طرف جھکنے کو مَالَ کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ عام ہے۔ اور اگر یہ جھکاؤ کبھی ایک طرف ہو کبھی دوسری طرف۔ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ تو یہ حالت مَادَ کا مفہوم ہے۔ بمعنی ہلنا جلنا۔ ہچکولے کھانا۔ اور مادت بہ الارض بمعنی اُسے چکر آیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ یا زمین اس کے ساتھ گھوم گئی۔ اور مَادَ الرَّجُلُ بمعنی آدمی کو سر چکرانے کی بیماری لاحق ہو گئی (منجد۔ م۔ ق) ارشاد باری ہے:

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ (۱۶/۱۵) — اور اسی نے زمین پر پہاڑ بنا کر رکھ دیے کہ تم کو لے کر کہیں جھک نہ جائے۔

۲۱۔ نَاشَ اور نَالَ۔ دونوں قریب المعنیٰ الفاظ ہیں بمعنی کسی چیز کو بڑھ کر ہاتھ سے پکڑ لینا یا ہاتھ کا کسی چیز تک پہنچنا۔ ان میں فرق صرف یہ ہے کہ نَالَ صرف کسی مرغوب چیز کے ہاتھ لگنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (۳/۹۲) — تم اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں کو راہِ خدا میں خرچ نہ کرو جو تمہیں پسندیدہ ہیں۔

اور ناش کا اطلاق مرغوب و غیر مرغوب سب پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ (۳۴/۵۲) — اور (اب) اتنی دُور سے ان کا ہاتھ ایمان لینے کو کیونکر پہنچ سکتا ہے؟

۲۲۔ هَزَّ اور هَشَّ دونوں کے معنی کسی چیز کو جنبش دینا۔ ہلانا اور جھنجھوڑنا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ هَزَّ کا لفظ موٹی، بھاری اور بڑی چیزوں کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹/۲۵) — اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔

اور هَشَّ نرم و نازک اور چھوٹی چیزوں کو ہلانے کے لیے آتا ہے۔ جیسے موسیٰؑ نے فرمایا:

وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي (۲۰/۱۸) — اور میں اس (لاٹھی) سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔

۳ - چند مشہور الفاظ اور اُن کی ضد

لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد
ا		بَرَزَ کھلے میدان میں سامنے آنا	بَرِحَ	ثواب اچھا بدلہ	عذاب
ابد زمانے کی انتہاء	ازل	اَبْرَمَ مضبوط بنانا	نقض	ج	
اثم گناہ اور گناہ کی طرف میلان	برّ	بَسَطَ کھولنا اور پھیلانا	قدر، قبض	جبر غلبہ اور اصلاح	قدر
قلب اثیم	قلب سلیم	بشر انسان	مَلَک	جدید نیا	قدیم
اٰخِر پچھلے	اول سابق	بشیر خوشخبری دینے والا	نذیر	جَزَعَ بے قرار ہونا	صَبَرَ
اٰخَر دوسرے	اوّل	بُغض چھپی دشمنی	حُبّ	جزء حصہ۔ ٹکڑا	کل
اَخَّرَ پیچھے ڈالنا۔ کرنا	قدّم	بَطَلَ برباد ہونا	حَقّ	جَلَسَ بیٹھنا	قَامَ
اِستاخر پیچھے رہنا	استقدم	باطل ناحق۔ غلط	حَقّ	جلو۔ جلی کسی روشن چیز کا ظاہر ہونا	خفی
ارض زمین پستی	سماء	بطن پوشیدہ ہونا	ظَهَرَ	جَمَعَ اکٹھا کرنا	فَرَّقَ
(اصل) اصیل پچھلا پہر شام	بکرۃ	باطن پوشیدہ	ظاہر	تجمّع اکٹھا ہونا	تفرّق
اَلَّفَ متفرق اجزاء کو اکٹھا کرنا	شَتَّتَ	بعد پیچھے	قبل	اِجتماع۔ اکٹھ	اِنتشار
اَمَرَ حکم دینا	نَهٰی	بَعُدَ دور ہونا	قَرُبَ	اِجماع۔ اتفاق رائے ہونا	اِختلاف
اٰمَنَ ایمان لانا	کَفَرَ	بعید دور	قریب	جِنّ (پوشیدہ مخلوق)	اِنس
اَمْن	خَوف	بعض ٹکڑا۔ کچھ	کل	جَنَفَ ایک طرف مائل ہونا	حَنَفَ
امانت	خیانت	بقی باقی رہنا	فنی۔ نفد	(جوع) جاع بھوکا ہونا	شبع
اُنثٰی مادہ (مؤنث)	ذکر	بِکر کنوارہ۔ کنواری	ثَیِّب	(جوف) مجوف درمیان سے خالی	محدّب
اِنس (نظر آنے والی مخلوق)	جنّ	بیضاء سفید رنگ کا	سوداء	جَهَرَ بول کر ظاہر کرنا	اَسَرَّ
" (مانوس کے معنوں میں)	وحش	اَبْیَض	اَسْوَد	جَهِلَ نہ جاننا	عَلِمَ
اوّل پہلا	اٰخِر، اٰخَر	ت		جاھل نادان	عالم
ب		تحت نیچے	فوق	مجہول مجہول	معروف
بِئْسَ برا	نِعْمَ	ث		ح	
بَاْسَاء	سَرَّاء	ثبت برقرار رہنا	زال، زلّ، زلق	حَبَّ پسند کرنا	کَرِہ
بَدَا ظاہر ہونا	غاب، خفی	اَثْبَتَ برقرار رکھنا	محا، محو	حُبّ۔ محبّۃ	بغض
بَدْو دیہات	حضر	ثَقُلَ بھاری ہونا	خَفَّ	حدب (محدّب)	مجوف
برّ خشکی	بحر	ثقیل بوجھل	خفیف	درمیان سے ابھرا ہوا	

لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد	لفظ اور معنی	ضد
حَدَثَ وجود میں آنا	عَدَمَ	**خ**		ذَلَّ ذلیل ہونا	عَزَّ
حدیث نئی بات	قدیم	خَبِیث ناپاک۔گندا۔ردی	طَیِّب	اذلّ	اعزّ
حَرّ۔حرور دھوپ	ظِلّ۔ظلال	خَرِبَ اجڑنا۔بے آباد ہونا	عَمَرَ	ذلّت۔ذلیل	عزّت۔عزیز
حرّک ہلنا	سَکَنَ۔رَکَدَ	خَرَجَ نکلنا	دَخَلَ وَلَجَ	ذَمَّ مذمت۔برائی بیان کرنا	حمد۔مدح
حرکت	سکون	خَسِرَ مالِ تجارت میں	رَبِحَ	**ر**	
حَرَّمَ منع شدید	حلّل۔حلّ	نقصان اٹھانا		رَبِحَ تجارت میں فائدہ ہونا	خَسِرَ
حرام ″	حلال	خَفَّ ہلکا ہونا	ثَقُلَ	(ربو) اَرْبٰی بڑھانا۔پالنا	مَحَقَ
إحرام احرام باندھنا	احلال	خفیف	ثقیل	رَجَا (رجو) امید لگانا	یَئِسَ
محروم بے نصیب	مرزوق	خَفَضَ پست کرنا۔رکھنا	رَفَعَ	رَحَّبَ مرحبا کہنا خوش آمدید	خَسَأَ
حَزَنَ غمزدہ ہونا	فَرِحَ	خفی پوشیدہ ہونا	بَدَا۔عَلَنَ	رَشَدَ ہدایت یافتہ ہونا	غوای
حَسَنَ اچھا	سَاءَ		جَلِی	رُشد نیک چلن	غَی
حَسُنَ خوبصورت ہونا	قَبُحَ	خَلَصَ آمیزش دور کرنا	خَلَطَ	رَضِیَ پسند کرنا	کَرِہَ
اَحْسَنَ نیکی کرنا احسان کرنا	اَسَاءَ	خَلَفَ پیچھے رہنا جانشین ہونا	سَلَفَ	خوش ہونا	سَخِطَ
حسنۃ نیکی	سیئۃ	اختلاف	اتفاق۔اجماع	رَطُبَ تروتازہ ہونا	یَبِسَ
حَضَرَ شہر میں رہنا	بدو	(خلف) خَلْف	قدام	رَغِبَ رغبت سے کوئی کام کرنا	رَھِبَ
حاضر (شہری)	باد	(خون) خیانت	امانت	رَفَعَ بلند کرنا	خَفَضَ
″ (موجود)	غائب	خوف	امن	رِفق نرمی اور مہربانی	عُنف
حَفِظَ خیال رکھنا یاد رکھنا	نَسِیَ	(خیب) خَابَ نامراد ہونا	اَفْلَحَ	رَقَّ۔رِقّۃ دل کی نرمی	قسوۃ۔غلظۃ
حفاظت کرنا	اضاعَ	خیر بہتری۔بھلائی	شر	(روح) رواح۔پچھلا پہر	غدو۔غداۃ
					غداۃ۔غداوۃ
حَقّ درست	باطل	**د**			
راہِ راست	ضلال	دُبُر پشت۔پچھلا حصہ	قُبُل	رَھِبَ ڈر سے کرنا	رَغِبَ
حَلَّ گرہ کھولنا	عَقَدَ	ادبار	اقبال	**ز**	
اَحَلَّ حلال کرنا	حَرَّمَ	دَخَلَ داخل ہونا۔اندر آنا	خَرَجَ	زَادَ زیادہ ہونا۔بڑھنا	نَقَصَ
حَلَّلَ احرام کھولنا	اَحْرَمَ	درجات سیڑھی کے ڈنڈے	درکات	اِزْدَادَ جسامت میں بڑھنا	اَغَاضَ
حلم حوصلہ رکھنا (فل ۱۹۶)	سَفِہَ	دورہ حوادث کا دور	دولۃ	زفیر گدھے کے رینگنے کی ابتداء	شھیق
حَمِیم گرم اور گندا پانی	غَسَّاق	**ذ**		زَلِقَ پھسلنا اور گرنا	ثَبَتَ
حیات (حی) زندگی	موت	ذَکَرَ یاد کرنا	نَسِیَ	زَلَّ پھسلنا	
		ذَکَر نر (مذکر)	اُنثٰی		

لفظ اور معنی	ضد
س	
اَسْبَغَ پورا کرنا۔ پوری طرح کرنا	قَصَرَ
سَتَرَ ڈھانپنا	کَشَفَ
سَرَّ خوش کرنا (فل ۱۹۶)	فَضَحَ
سَرَّاء خوشحالی کا دور	بأساء
اَسَرَّ چھپانا	اعلن اظہر
سَرُعَ جلدی کرنا	بَطَأَ
(سرف) اسراف فضول خرچی کرنا	اقتار
سَفِهَ جواب میں جلدی کرنا	حَلُمَ
سَعَدَ نیک بخت ہونا	شقٰی
سَعِید	شَقِیٌّ
سفل (اسفل) نچلا۔ کمینہ	اَعْلٰی
سُفْلٰی	علیا
سَلَفَ آباء واجداد	خَلَفَ
(سَلِمَ) اسلم اسلام لانا	کَفَرَ
سلام۔ سلامت	ھلاکت
(سمن) سمان موٹی	عجاف
(سمو) سماء آسمان۔ بلندی	ارض
(سود) اسود سیاہ۔ کالا	ابیض
سَوداء	بَیضاء
(سوغ) ساغ آسانی سے گلے سے اتر جانا	غَصَّ
استواء برابر اور موافق	تفاوت
ش	
شُؤم۔ مشئمۃ نحوست والے	یمن میمنۃ
شَتَّ پراگندہ کردینا	اَلَّفَ
شِتاء سردی کا موسم	صَیف
شاھد حاضر	غائب

لفظ اور معنی	ضد
شَرّ برائی	خیر
اَشْرار برے لوگ	ابرار
(شرق) اِشراق چاشت	عشیا
مشرق	مغرب
شرقیۃ	غربیۃ
شغل کام میں مصروف ہونا	فَرَغَ
شقیّ بدبخت	سعید
شِقْوۃ بدبختی	سعادت
شَکَرَ نعمتوں پر شکر ادا کرنا	کفر
شمال (شمال) بائیں طرف	یمین
شھیق گدھے کے بولنے کی انتہا	زفیر
شھوۃ کسی چیز کی خواہش	نفور
ص	
(صبح) اصبح صبح کرنا صبح کے وقت کوئی کام کرنا	امسا
صَبَرَ	جَزَعَ
صَدَرَ فراغت کے بعد واپس جانا	وَرَدَ
صَدَقَ سچ بولنا	کَذِبَ
صدیق	عدو
صَدَّقَ تصدیق کرنا	کَذَّبَ
صرصر ٹھنڈی سیٹ ہوا	سموم
صَعَدَ دشواری سے اوپر چڑھنا	نَزَلَ
صَعِقَ بے ہوش ہونا	افاق
صاعِقہ آسمانی کڑک	صاقعۃ
صَغُرَ	کَبُرَ
صغیر اصغر	کبیر اکبر
صغار۔ ذلت	عزّت
صَلَحَ بگاڑ کا ٹھیک ہونا	فسد

لفظ اور معنی	ضد
اَصْلَحَ اصلاح	اَفْسَدَ
صالح	مفسد
صَمَتَ خاموش رہنا	نَطَقَ
(صواب) صواب درست	خَطَأ
صَیف گرمی کا موسم	شِتاء
ض	
ضَحِكَ ہنسنا	بکٰی
ضر نقصان	نفع
ضَرَّاء تنگی کا دور	سرّاء
ضُعْف کمزوری	قوّت
ضَعِیف کمزور	قوی
ضَلّ گمراہ ہونا	اِھتدی
ضلال گمراہی	ھدایت
اضاع	حَفِظَ
ضاق تنگ ہونا	رَحُبَ
ط	
طلع ظاہر ہونا طلوع ہونا	غرب
(طوع) طَاعَ خوشی سے کرنا۔ پسند کرنا	کرِہَ
اَطَاعَ	عَصٰی
طول لمبائی	عرض
طوی لپیٹنا	نَشَرَ
طَیِّب پاکیزہ۔ صاف	خَبِیث
ظ	
ظِلّ (ظلال) سایہ	حر۔ حَرُور
ظَلَمَ بے انصافی کرنا	عَدَلَ
ظلمت اندھیرا	نور
(ج ظُلُمٰت)	

ظَہَرَ ظاہر ہونا	بَطَن	(علو) اعلیٰ بلند۔ بلند مرتبہ	اسفل	انفصال	اتصال
ظاہر	باطن	عُلیا	سُفلیٰ	فظّ سخت۔ سخت خو	لین
ع		اِعوِجاج	تقویم	فقر	غنی
عبد غلام	حُرّ	**غ**		فلح (افلح) کامیاب ہونا	خاب
عِجز درماندگی	قُدرت	غَرَب	طَلَعَ	فنیٰ فنا ہونا۔ ہلاک ہونا	بقیٰ
عِجاف دُبلے	سِمان	مَغرِب	مَشرِق	تفاوُت۔ نامطابقت	اِستواء
عجمی	عربی	غَربِیّۃ	شَرقِیّۃ	فوق اوپر	تحت
عدل انصاف	ظلم	غدوۃ۔ غداۃ۔ غدو	رواح	**ق**	
عدم	حدث	پہلا پہر	عشیا	قبح بدخصلت یا بدصورت ہونا	حَسُنَ
عَدُوّ	صدّیق ولی	غَسّاق (سخت ٹھنڈا پانی یا پیپ)	حمیم	قبض مٹھی میں لینا۔ بند کرنا تنگ کرنا	بسط
عدوان سرکشی کرنا	تقویٰ				
عَرَجَ (آہستہ آہستہ) اوپر چڑھنا	نَزَلَ	غَصّ گلے میں اٹک جانا	سَاغ	قبل ۔ پہلے	بَعد
		غَلِیظ موٹا۔ سخت دل	رفیق	قتر (اقتار) کنجوسی کرنا	اسراف
عَرَضَ پیش کرنا	اَکَنَّ	غَلَقَ بند ہو جانا۔ کرنا	فکّ	قَدَرَ اندازہ کے مطابق سمیٹنا	بَسَطَ
عَرض چوڑائی	طول	اَغلَق پیچیدگی۔ بندش	فتح، وضوح	قُدرت	عِجز
عرف پہچانا	نکر	غَوٰی گمراہ ہونا	رشد	قدّم آگے بھیجنا	اَخّر
اعرف	انکر	غیّ گمراہی	رشد	استقدم آگے ہونا	اِستاخر
(اسم) معرفۃ	نکرہ	غویّ بدچلن	رشید	قدیم پرانا	جدید
معروف	مجہول، منکر	(غیب) غاب غائب ہونا	حضر، شہد	قریب	بعید
عُسر	یُسر	(غیض) غاضَ سکڑنا	ازداد	قسوۃ سنگ دلی	رِقّۃ
عشیًّا شام۔ پچھلا پہر رات کی ابتداء	غدو، اشراق	**ف**		قَصَرَ حد تک پہنچانا کم کرنا	مَدَّ۔ طالَ
	غداۃ	فتح کھولنا۔	اَغلَقَ	قطع توڑنا	وَصَل
(عطو) عطاء	منع	فتح غلبہ	ہزیمت	قعد بیٹھنا	قام
عقاب برے کام کا بدلہ دینا	ثواب	فتق پیوست چیزوں کو جدا کرنا	رَتَقَ	قلّ تعداد یا مقدار میں کم ہونا	کَثُرَ
عَقَدَ گرہ لگانا	حَلّ	فرح خوش ہونا	حَزَنَ	قلیل	کثیر
عَقِم بانجھ ہونا	لَقِحَ	فرع شاخ۔ ضمنی مسائل	اصل	قام کھڑا ہونا	قعد، جلس
عقیم	لاقح	فَرَغَ فارغ ہونا	شغل	تقویم	اِعوِجاج
(علم)۔ عالم	جہل، جاہل	فسد فساد کرنا۔ بگاڑنا	صلح	قُوّت زور۔ طاقت	ضُعف
عَلَنَ ظاہر کرنا	خفیَ، اَسَرَّ	فصل جدا کرنا	وصل		

لفظ اور معنی	ضد
ک	
اکبر (کبیر۔ اکبر) بڑا	صغیر (اصغر)
کَتَمَ چھپانا	اَبْدَا
کَثُر کثیر یا مقدار میں زیادہ	قلّ قلیل
کذب جھوٹ بولنا	صلق
کِذّب کِذّب	صِدّق
کرم (اَکْرَم) عزت کرنا	اَھَانَ
کشف پردہ ہٹانا۔ کھولنا	سَتَرَ
کفر کفر کرنا	اُمن
ناشکری کرنا	شکر
کُلّ پُورا۔ سارا	جزء
کامِل مکمل	ناقِص
کن (اکنّ) چھپانا	اَعلن اَظہر
	عَرَضَ
کَفَرَ ناشکری کرنا	شَکَرَ
ل	
لقح باربردار ہونا	عَقُمَ
لَیل رات	نہار
لین نرم۔ نرم خو	فظّ
م	
محو (محا) مٹانا	ثبت
محق زور ختم کردینا۔ نابود کرنا	ربی
مَدّ کھینچنا اور پھیلانا	قصَرَ
مدح	ذَمّ
(مسو) امسا شام کو کرنا	اَصبح
مضی	اِستقبل
مَلَک فرشتہ	بشر

لفظ اور معنی	ضد
منع روکنا۔ بخل کرنا	إعطاء
موت	حیات
ن	
نثر بکھیرنا۔ پراگندہ کرنا	نظم
نحس	سعد
(نذر) نذیر (ڈرانے والا)	بشیر
نزل اترنا	عرج
نَسِیَ بھولنا	ذَکَرَ
نسیان	حفظ
نشر کھولنا	طوی
نطق بولنا	صمت
نِعم اچھا۔ خوب	بِئس
نَعماء خوشحالی	ضرّاء بأساء
نَفَدَ ختم ہونا	بقی
نفور نفرت کرنا۔	شھوۃ
نفع فائدہ	ضرّ
نفی دور ہٹانا۔ جلاوطن کرنا	ثبت
نقص گھٹانا	زاد
نقض عہد وغیرہ کو توڑنا، کمزور کرنا	ابرم
نکر اجنبی۔ اچنبھا ہونا	عرف
انکار	اقرار
منکر	معروف
نکرہ	معرفۃ
نور روشنی	ظُلمۃ
نہار دن	لیل
نہی منع کرنا۔ روکنا	اَمَرَ

لفظ اور معنی	ضد
و	
وحش نہ مانوس ہونے والے جانور	إنس
وَرَدَ آپہنچا	صَدَرَ
(وری) واری	اَبْدَا
وصل ملانا	فصل
جوڑنا	قطع
اتّصال ملنا	انفصال
وضع رکھنا۔ نیچے رکھنا	رفع
وَفیٰ (وعدہ وغیرہ) پورا کرنا	غدر
(وقی) تقویٰ پرہیزگاری	عدوان
ولایت	عداوت
ھ	
ھجر ترک تعلقات	وصل
(ھدی) ہدایت	ضلال
اھتدیٰ ہدایت پانا	ضلّ
ھزم شکست کھانا	فتح
(ھون) اَھَان۔ توہین کرنا	اکرم
ی	
یاس ناامیدی	رجاء
یابس خشک	رطب
یُسر آسانی	عُسر
یمین دائیں طرف	شمال
یُمن برکت	شئم
مَیمنۃ بابرکت	مَشئمۃ
میمنۃ دائیں طرف والے	میسرۃ

ضمیمہ ۴

اَفعال کے ع کلمہ کی حرکت یا مصدر میں فرق سے معانی میں تبدیلی

اس فہرست کو ثلاثی مجرد کے معانی تک محدود رکھا گیا ہے۔ اور جو مادے ثلاثی مزید میں جاکر اپنے معنی بدل دیتے ہیں۔ ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ ورنہ یہ فہرست بہت طویل ہو جاتی۔ اور اس کے لیے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہوتی۔ نیز اس فہرست کو یا تو قرآن میں مستعمل الفاظ تک محدود رکھا گیا ہے۔ یا پھر ایسے الفاظ تک جو بہت زبانِ زد اور مشہور ہیں۔ مثلاً حَسِبَ یَحْسَبُ بمعنی گمان کرنا حَسَبَ یحسب بمعنی حساب کرنا۔ گننا۔ شمار کرنا اور حَسُبَ یحسب بمعنی شریف اور صاحبِ حسب ونسب ہونا۔ ان میں پہلے دو تو قرآن میں مستعمل ہیں لیکن تیسرا قرآن میں مستعمل نہیں مگر مشہور ضرور ہے لہٰذا یہ بھی دے دیا گیا ہے۔ اور جو قرآن میں استعمال ہوئے ہیں ان کے لیے حسبِ سابق سورت اور آیت نمبر دیے گئے ہیں۔

۱۔ اَذِنَ۔ یَأْذَنُ۔ اَذَنًا۔ سننا (۸۴/۲)

اَذِنَ۔ یَأْذِنُ۔ اِذْنًا۔ اَذِینًا اجازت دینا (۹/۴۲)

۲۔ اَمَنَ یامِن۔ اَمَانتًا امین ہوا ضد خَانَ (۲/۲۸۳)

اَمِنَ۔ یامِن اَمْنًا۔ کسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنا (۲/۲۸۳)

اَمَنَ۔ یامِن۔ اَمْنًا و اَمَانًا۔ مطمئن ہونا۔ نڈر ہونا۔ بے خوف ہونا د (۹۹/۹۹) (۶۷/۹)

۳۔ بَئِسَ۔ یَبْئَسُ۔ بُوسًا و بَئِیسًا۔ بہت حاجتمند ہونا۔ مفلس ہونا (۳۲/۲۸)

بَئُسَ۔ یَبْئُسُ۔ بَاْسًا۔ مضبوط اور بہادر ہونا۔ (۴/۱۷) (۵/۱)

۴۔ بَدَعَ۔ یبدَعُ۔ بَدْعًا کوئی چیز نمونہ کے بغیر بنانا (۲/۱۱۷)

بدُعَ۔ یبدُعُ۔ بَدْعًا و بَدَاعَۃً۔ بِدْعًا۔ بَدُوعًا کسی نئی بات یا چیز کو پیدا کرنا (۴۶/۹)

۵۔ برَاَ۔ یَبْرَاُ۔ بَرْءً و بُرُوءً عدم سے پیدا کرنا (۵۹/۲۴)

برِاَ۔ یبرا۔ بروء۔ براء و بَرَاءۃً۔ عیب یا قرض سے نجات پانا۔ سلامت رہنا۔ (۱/۹)

بَرُاَ۔ یبراُ۔ بُرْءً و بُرُوءًا۔ مرض سے شفا پانا (۴۹/۳) (۲/۴۹)

۶۔ بَرَّ۔ یُبِرُّ۔ بِرًّا و بَرَارَۃ و برورًا (فی قولہ) سچ بولنا

بَرَّ۔ یُبَرُّ۔ بَرًّا و مَبَرَّۃً اطاعت کرنا۔ حسن سلوک کرنا (۱۹/۱۴)

۷۔ بَرِقَ۔ یَبْرَقُ۔ بَرَقًا: دہشت زدہ ہونا اور آنکھوں کا چندھیانا (۷۵/۷)

بَرَقَ۔ یبرُقُ۔ برقًا، بُروقا۔ برقانا۔ بجلی کا چمکنا (۱۳/۱۲)

۸۔ بَصَرَ۔ یبصَرُ۔ بَصَرًا۔ بَصَارَۃً۔ آنکھوں سے دیکھنا (۴۳/۱۹)

بصُرَ۔ یَبْصُرُ۔ بَصَرًا۔ بَصِیرَۃً۔ سوچنا سمجھنا (۲۰/۹۶)

۹- بَطَلَ (بُطْلاً- بُطْلاَنًا) بے کار رہنا- باطل ہونا (۷/۱۱۸)
بَطُلَ (بطالَۃً وبطُولَۃً) شجاع ہونا- بہادر ہونا
۱۰- بطَنَ- یبطُنُ- بطناً وبُطونا- پوشیدہ اور چھپا ہوا ہونا- (۳۳/۷)
بطَنَ یبطُنُ- بُطونا وبَطَانۃ (لفلانٍ) کسی کے خواص میں داخل ہونا- (۱۸/۳)
۱۱- بَغَا- یَبْغُوا- بَغْوًا کسی چیز کو غور سے دیکھنا- طلب کرنا- چاہنا (۱۸/۳)
بغی- یبغی بغاء وبَغْیًا وبُغْیًا- حق سے ہٹ جانا- نافرمانی کرنا- دراز دستی کرنا (۳۸/۲۲)
۱۲- بلَغ- یبلُغ- بُلُوغا- پہنچنا (۶/۱۹)
بلُغ- یبلُغ- بلاغۃً فصیح زبان ہونا (۴/۶۳)
۱۳- بَهَج- یبهَج- بَهَجًا- خوش اور مسرور رہنا- ترو تازہ ہونا- (۲۲/۵)
بهُج- یبهُج- بَهَاجَۃً خوبصورت ہونا (۲۷/۹۰)
۱۴- بان- یبین- بَیْنًا وبُیُونًا وبَیْنُونَۃً- الگ ہونا- دور ہونا
بان- یبین بیانا وتبیانًا واضح ہونا- ظاہر ہونا- (۱۶/۸۹)
۱۵- تَرَبَ- یترَب- تَرَبًا ہم عصر ہونا- ہم عمر ہونا (۴۸/۲۲)
ترِب- یترَب- تَرَبًا ومَتْرَبًا تہی دست اور محتاج ہونا- غربت میں گویا خاک میں مل گیا- (۹۰/۱۶)
۱۶- ثقَل- یثقُل- ثقلاً- چیز کو ہاتھ میں لے کر بوجھ معلوم کرنا (۷/۸)
ثقُل- یثقُل- ثِقَالَۃً فھو ثقیل- وزنی اور بوجھل ہونا- (۲/۵)
۱۷- جَدَّ- یَجِدُّ- جَدًّا لوگوں کی نظروں میں بڑا ہونا (۴۲/۱۳)
جَدَّ یجِدّ جِدَّۃً- فاجدید- نیا ہونا (۱۳/۵)
جَدَّ یَجُدّ- جِدًّا- صاحب اجتہاد ہونا- اجتہاد کرنا- کوشش کرنا- فاجِیّد
۱۸- جدَر- یجدُر- جَدَارَۃً- لائق اور مناسب ہونا (۹/۹۷)
جدَر- یجدُر- جدرًا (الجدار) دیوار کھینچنا (۱۸/۷۸)
۱۹- جنَب یجنُب جَنْبًا- دفع کرنا- ہٹانا- دور کرنا (۱۴/۳۵)
جنُب یجنُب- جَنَابَۃ- ناپاک ہونا (۴/۴۳)
۲۰- جَنَّ- یَجُنّ- جَنًّا وجُنُونًا- چھپانا- ڈھانپنا- (۷/۷۶)
جُنَّ- یَجُنّ " " دیوانہ ہونا- عقل زائل ہونا (۷/۱۸۴)
جَنّ یَجِنّ جَنًّا- جنین کا رحم میں چھپنا- (۵۳/۳۴)
۲۱- حسَب- یحسُب- حَسْبًا- حِسَابًا- حُسْبَانًا- گننا- شمار کرنا- حساب کرنا (۲۳/۱۱۷)
حسِب- یحسِب- حِسبانا- محسِبۃ- گمان کرنا (۱۸/۱۰۲)
حسُب- یحسُب- حَسْبًا وحَسَابَۃً صاحبِ حسب ونسب اور بزرگ ہونا- کافی ہونا (۶۵/۳)

۲۲- حَسَّ - یَحُسّ - حَسًّا ۔ قتل کرنا ۔ جڑ سے اکھاڑنا (۳/۱۵۲)

حَسَّ - یَحِسّ حِسًّا و حَسًّا ۔ محسوس کرنا ۔ معلوم کرنا ۔ (۱۶/۹۸)

۲۳- حصَرَ - یحصُر حَصْرًا ۔ گھیرنا ۔ محاصرہ کرنا (۹/۶)

حصِرَ - یحصَر - حَصَرًا ۔ آدمی کا دل تنگ ہونا (۴/۹۰)

۲۴- حصَنَ - یحصُن - حَصْنًا مضبوط جگہ میں محفوظ کرنا (۵۹/۱۴)

حصُنَ - یحصُن - حَصَانَۃً - محفوظ رہنا ۔ رکھنا ۔ عورت کا پاکدامن ہونا (۲۴/۲۳)

۲۵- حَقَّ یَحِقّ - حقًّا (علیہ) اس پر لازم اور واجب ہونا (۳/۸)

حَقَّ - یَحُقّ - حَقًّا و حَقَّۃً (الامر) بات ثابت اور واجب ہوئی (۸۴/۵۴)

۲۶- حکَمَ یَحکُم - حُکْمًا و حُکُوْمَۃً ۔ فیصلہ کرنا ۔ حکم دینا ۔ (۵/۸۴)

حَکُمَ - یحکُم - حِکْمَۃً دانا اور دوراندیش ہونا (۲/۳۲)

۲۷- حلّ - یحِل - حِلًّا ۔ حلال ہونا ۔ آدمی کا احرام سے نکلنا (۵/۲)

حلّ - یُحل - حَلًّا ۔ مشکل کو حل کرنا ۔ نازل ہونا ۔ وارد ہونا (۱۱/۳۹)

۲۸- حَلَمَ - یحلُم - حُلُمًا ۔ نیند میں خواب دیکھنا لڑکے کا بالغ ہونا (۲۴/۵۸)

حَلُمَ - یحلُم - حِلْمًا ۔ صاحب حوصلہ ہونا ۔ بردبار ہونا (۲/۲۲۵)

۲۹- حَمٰی - یَحْمِیْ - حَمْیًا و حَمِیَّۃً و حِمَایَۃً ۔ حمایت کرنا ۔ دوسرے سے بچانا (۴۸/۲۶)

حَمِیَ یَحْمٰی - حُمْیًا و حُمِیًّا و حُمُوًّا ۔ آگ کا بھڑک اٹھنا (۹/۳۶)

۳۰- حار - یحُور حورًا ۔ واپس ہونا ۔ مڑنا ۔ متحیّر ہونا (۸۴/۱۴)

حَوِرَت - تحوَر حَوَرًا ۔ آنکھ کی سفیدی بہت سفید اور پتلی بہت سیاہ ہوگئی (۵۵/۷۲)

۳۱- حَیِیَ - یَحْیٰی - حیوۃ ۔ زندہ رہنا ۔ جینا (۸/۴۸)

حَیَّ - یَحَیُّ - حَیًّا ۔ دعا دی ۔ حیّاک اللہ کہا (۵۸/۸)

حیاءً شرمانا (۲/۲۹)

۳۲- خَبَثَ - یخبُث - خُبْثًا ۔ ردی اور خراب ہونا (۷/۵۷)

خبُث یخبُث - خُبْثًا و خبَاثَۃً ۔ گندہ اور ناپاک ہونا (۲/۲۶۷)

۳۳- خطَأَ یَخطَأُ - خَطَأً ۔ غلطی کرنا ۔ (دانستہ یا نادانستہ) (۲/۲۸۶)

خِطْأً - خِطَاءً - خَطِیْئَۃً ۔ گناہ کرنا ۔ قصور کرنا (۱۷/۳۱)

۳۴- خَطَبَ - یَخْطُبُ خَطْبًا و خُطْبَۃً ؛ وعظ کرنا ۔ خطاب کرنا ۔ تقریر کرنا (۱۱/۳۷)

خِطْبَۃً و خِطِّیْبَۃً ۔ منگنی کرنا (۲/۲۳۵)

۳۵- خلَفَ - یخلُف - خِلَافَۃ ۔ جانشین ہونا (۷/۴۲)

خَلْفًا و خِلْفَۃً ۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنا ۔ (۷/۱۶۹)

خلافۃً وخلوفًا بے وقوف ہونا۔ اسلام کی عادت کو چھوڑ دینا۔ (۴/۱۶۸)

۳۶۔ خار۔ یخیرُ۔ خیرًا۔ صاحبِ خیر ہونا (۳/۲۶)

خِیَرۃً، خِیرۃً وخِیرًا۔ پسند کرنا۔ اختیار کرنا۔ رکھنا (۲۸/۶۸)

۳۷۔ دعا یدعُوا دُعاءً۔ پکارنا۔ دُعا کرنا (۳/۳۸)

دعوۃً ومدعاۃ۔ کھانے پر بلانا (۳۳/۵۳)

۳۸۔ دنی۔ یدنُوا۔ دُنوًا۔ نزدیک ہونا (۵۳/۸)

دنِیَ یدنِیُ دنًا ودناءۃً۔ گھٹیا اور ردی ہونا (۲/۶۱)

۳۹۔ دانَ یدِینُ دینًا۔ کسی کو قرض دینا (۴/۱۱)

دِینًا ودِیانۃً۔ محکوم ہونا۔ عبادت چاہنا۔ ذلیل کرنا۔ دین اسلام قبول کرنا (۱۶/۵۲)

۴۰۔ ذلّ یذِلّ۔ ذُلًّا وذِلّۃً وذِلالۃً (فاذلیل) بے عزت ہونا۔ (۲/۱۱۲)

ذِلًّا وذُلًّا ——— (فاذلول) آسانی سے مطیع ہو جانا۔ (۲/۷۱)

۴۱۔ رفع۔ یرفع رفعًا۔ بلند کیا۔ عزت دی (۲/۲۵۳)

رفُع یرفُع رِفعۃً ورِفاعۃً اونچے قدر والا ہوا (۴۰/۱۵)

۴۲۔ راحَ۔ یرُوح۔ رواح۔ پچھلے پہر آنا۔ جانا یا کوئی کام کرنا۔ (۱۶/۶)

راحَ۔ یراح۔ راحۃً۔ راحت پانا (۵۶/۸۹)

راح۔ یرِیح۔ ریحًا۔ کسی چیز کی بُو پانا (۱۲/۹۴)

راح۔ یراح۔ رِیحًا۔ ہوا کا تیز چلنا (۳۴/۱۲)

۴۳۔ زار۔ یزُور۔ زورًا وزیارۃً۔ کسی کو ملنے اور دیکھنے جانا (۱۰۲/۲)

زوِر۔ یزوَر زورًا۔ جھکنا اور ٹیڑھا ہونا (۱۸/۱۷)

۴۴۔ سخِر۔ یسخر۔ سخرًا۔ مذاق اڑانا۔ ٹھٹھا کرنا (۹/۸۰)

سخَر۔ یسخَر۔ سُخرِیًّا۔ بے گار میں لینا۔ تابعدار بنانا (۴۳/۳۲)

۴۵۔ سفَر۔ یسفُر۔ سُفورًا۔ سفر کو نکلنا (صبح کا) روشن ہونا (عورت کا) چہرہ کھولنا۔ (۷۴/۳۴)

سفر۔ یسفِرُ۔ سفرًا وسِفارۃ سفیر بننا۔ لوگوں میں صلح کرانا۔

۴۶۔ ساد۔ یسُود۔ سُودًا وسِیادۃً۔ بزرگ ہونا۔ قوم کا سردار ہونا (۳۳/۶۷)

سوِد۔ یسوَد۔ سوَدًا واسوِدادًا سیاہ ہونا (۲/۱۸۷)

۴۷۔ شعِر یشعَر۔ شعرًا۔ بال لمبے اور زیادہ ہونا (۱۶/۸۰)

شعَر۔ یشعُر۔ شِعرًا شعر کہنا (۳۶/۶۹)

شعُر۔ یشعُر۔ شعرًا وشُعورًا وشعُورۃً۔ معلوم کرنا۔ شعور رکھنا۔ سمجھنا (۲/۹)

۴۸۔ شہِد۔ یشہد۔ شُہودًا۔ موجود ہونا۔ حاضر ہونا۔ کسی چیز کا معائنہ کرنا (۲/۱۸۵)

شَهِدَ - یَشْهَدُ - شَهَادَةً - عدالت کے سامنے گواہی دینا (۱۲/۲۶)

۴۹- صَدَّ یَصُدُّ صَدًّا - روکنا - بند کرنا - منع کرنا - ہٹانا (۲۷/۲۴)

صَدَّ یَصِدُّ - صَدِیْدًا - شور و غوغا کرنا - واویلا کرنا - چیخنا - چلّانا (۴۳/۵۷)

۵۰- ضَعَفَ - یَضْعَفُ - ضِعْفًا بمعنی دوچند کرنا (۳/۲۶۵)

ضَعُفَ - یَضْعُفُ - ضُعْفًا کمزور رہنا (۳/۱۴۶)

۵۱- ظَلَّ - یَظَلُّ - ظَلًّا و ظَلُولًا - سارا دن رہنا (۱۵/۱۴)

——— ظِلًّا ظَلَالَةً - سایہ دار ہونا (۲/۵۷)

۵۲- ظَلَمَ - یَظْلِمُ - ظُلْمًا - ظلم کرنا - (۲/۱۳۱)

ظَلِمَ یَظْلَمُ ظَلْمًا و ظُلْمَةً اندھیرا کرنا (۲/۲۰)

۵۳- ظَهَرَ - یَظْهَرُ - ظَهْرًا - مدد کرنا - پشت پناہی کرنا (۳۳/۲۶)

——— ظُهُوْرًا - ظاہر ہونا - چڑھنا (۳۰/۴۱)

۵۴- عَبَدَ یَعْبُدُ اللہ کو ایک جاننا اور اس کی عبادت یا بندگی کرنا (۲/۲۹)

عَبُدَ یَعْبُدُ غلام ہونا - قبضہ میں آنا - آباء و اجداد سے غلامی میں چلے آنا (۲۶/۲۲)

۵۵- عجز - یعجز - عَجْزًا - عاجز ہونا (۵/۳۱)

عَجُزَتْ - تَعْجُزُ - عَجُوْزًا - عورت کا بوڑھا ہونا (۱۱/۴۲)

۵۶- عَرِجَ - یَعْرَجُ - عَرَجًا - لنگڑا ہونا (۲۴/۶۱)

عَرَجَ - یَعْرُجُ - عُرُوْجًا و مِعْرَاجًا (سیڑھی وغیرہ پر چڑھنا) (۱۵/۱۴)

۵۷- عَرَضَ - یعرِض عَرْضًا - پیش کرنا (۲/۳۱)

عَرُضَ - یَعْرُضُ - عِرَضًا و عَرَاضَةً چوڑا ہونا (۳/۱۳۳)

۵۸- عَرَفَ - یَعْرِفُ - عِرْفَةً - عِرْفَانًا و مَعْرِفَةً - پہچاننا (گناہ کا) اقرار کرنا (۱۲/۵۸)

عَرُفَ - یَعْرُفُ - عرافۃ - عالم ہونا - چودھری ہونا۔

عَرِفَ - یَعْرَفُ - عَرْفًا و عُرُوْفًا - خوشبودار ہونا۔ (۴۷/۶)

۵۹- عَلِقَتْ (تَعْلَقُ) عُلُوْقًا (المرأۃ) عورت حاملہ ہونی (۲۲/۵)

عَلِقَ - یعلق - عَلَقًا و عِلْقًا و عِلَاقَةً - تعلق رکھنا - لٹکنا - دوست رکھنا - محبت کرنا (۴/۱۲۹)

۶۰- عَلِمَ - یَعْلَمُ - عِلْمًا - جاننا - یقین کرنا (۲/۶۰)

عَلَمَ - یَعْلَمُ - عِلْمًا - نشان لگانا (۱۶/۱۶)

۶۱- عَادَ - یَعُوْدُ - عَوْدًا - پھر وہی کام کرنا - دوبارہ کرنا - پھیرنا (۲/۲۷۵)

عَادَ - یَعُوْدُ - عِیَادَةً - بیمار پرسی کرنا۔

۶۲- عَالَ - یَعُوْلُ عَوْلًا - سیدھی راہ سے ہٹنا۔ (۴/۳)

——— عَوْلًا ۔ عِيَالَةً ۔ کثیر اولاد والا ہونا ۔

عَالَ ۔ يعيل عَيْلًا وعَيْلَة ۔ تنگ دست ہونا (۹۳/۸)

۶۳۔ غرَبَ ۔ يغرُب ۔ غرَبًا وغُرُوبًا ۔ ڈوبنا ۔ دُور ہونا (۱۸/۸۶)

——— غُربا وغَرابَةً ۔ وطن سے جدا ہونا ۔ پردیسی ہونا ۔

۶۴۔ غَلَّ ۔ يَغُلُّ ۔ غَلًّا ۔ طوق پہننا (۶۹/۳۰)

غَلَّ ۔ يغُلُّ ۔ غَلًّا ۔ غُلُولًا ۔ خیانت کرنا ۔ چوری کرنا (۳/۱۶۱)

غَلَّ ۔ يَغِلُّ غِلًّا وغليلًا ۔ کینہ رکھنا (۷/۴۳)

۶۵۔ غَنِيَ ۔ يَغْنِيٰ ۔ غِنًا وغَنَاءً ۔ دولتمند ہونا ۔ بے نیاز ہونا (۹۳/۸)

——— وغِنَاءً ۔ گانا ۔ شعر کو راگ سے پڑھنا

۶۶۔ غَابَ ۔ يَغِيبُ ۔ غَيْبًا وغَيْبَةً ۔ چھپانا ۔ غائب ہونا ۔ ڈوبنا (۲۷/۷۵)

——— غِيْبَةً ۔ گلہ کرنا (۴۹/۱۲)

۶۷۔ فَجَرَ ۔ يَفْجُرُ ۔ فَجْرًا ۔ پانی کے لیے راستہ کھولنا اور اس کا جاری ہونا (۱۷/۹)

——— فُجُورًا ۔ گناہوں میں مبتلا ہونا ۔ حق سے پھر جانا ۔ (۴۱/۲۷)

۶۸۔ فَرَضَ ۔ يفرِض ۔ فَرْضًا ۔ مقرر کرنا ۔ اندازہ کرنا ۔ خیال کرنا (۲/۲۳۷)

فَرُضَتِ (تَفْرُضُ ۔ فُرُوضًا وفَرَاضَةً) البقرةُ ۔ گائے بوڑھی ہو گئی (۲/۶۸)

۶۹ قَبِلَ يَقْبَلُ قَبُولًا ۔ کسی چیز کو لے لینا ۔ قبول کرنا (۲۳/۴)

قَبَلَ ۔ يَقْبُلُ ۔ قُبُلًا ۔ سامنے آنا ۔ سامنے ہونا (۱۲/۲۶)

۷۰۔ قَدَرَ ۔ يَقْدِرُ ۔ قَدْرًا ۔ معاملہ کی تدبیر کرنا ۔ اندازہ کرنا (۵۴/۱۲)

قَدَرَ ۔ يَقْدِرُ ۔ قَدْرًا ۔ کسی کی قدر کرنا ۔ قدر و قیمت پہچاننا (۶/۹۱)

قدِرَ ۔ يقدَر ۔ قدرا و قُدْرَةً ۔ کسی چیز پر قادر ہونا (۶/۳۷)

۷۱۔ قدَمَ ۔ يقدُم ۔ قَدْمًا و قُدُوما ۔ سبقت کرنا ۔ آگے بڑھنا ۔ آگے چلنا (۱۱/۹۸)

قدِمَ ۔ يقدَم ——— اقدام کرنا ۔ کسی کام پر دلیری کرنا (۲۵/۲۳)

قَدُمَ ۔ يقدُم ۔ قِدَما و قُدَامَةً ۔ پرانا ہونا ۔ قدیم ہونا (۳۶/۳۹)

۷۲۔ قرَّ ۔ يَقَرُّ ۔ قُرَّةً و قَرَةً ۔ ٹھنڈا ہونا (۱۹/۲۵)

قر ۔ يَقِرُّ ۔ قرًّا و قرارًا ۔ کسی جگہ یا معاملہ میں قرار و سکون اختیار کرنا ۔ (۳۳/۳۳)

۷۳۔ قَصُرَ ۔ يقصُر ۔ قِصَرًا وقِصَارَةً ۔ چھوٹا ہونا ۔ پورا اور مکمل نہ ہونا (۴/۱۰۰)

قصَرَ ۔ يقصِر ۔ قَصْرًا ۔ رُک رہنا ۔ قناعت کرنا اور کوتاہی کرنا (۷/۲۰۲)

۷۴۔ قطَعَ ۔ يقطَع ۔ قَطعا و مَقْطَعًا و يَقْطَاعًا ۔ کاٹنا ۔ جُدا کرنا (۷/۷۲)

——— وقُطُوعًا ۔ عبور کرنا ۔ فاصلہ طے کرنا (۹/۱۲۲)

وقطیعۃً رشتہ داری توڑنا (۲/۲۷)

۷۵۔ کَبِرَ۔ یَکْبَرُ۔ کِبَرًا عمر یا جسامت میں بڑا ہونا (۱۲/۷۸)

کَبُرَ۔ یَکْبُرُ۔ کُبْرًا (کُبَارَۃً۔ کام کا دشوار ہونا۔ مرتبہ میں بڑا ہونا (۲/۴۵)

۷۶۔ کَفَرَ۔ یَکْفُرُ۔ کَفْرًا و کُفْرًا۔ کسی چیز کو چھپانا۔ ڈھانپنا (۵۷/۲۰)

کُفُوْرًا و کُفْرَانًا۔ ناشکری کرنا۔ خدا کو نہ ماننا۔ انکار کرنا (۲/۱۰۲)

۷۷۔ کَفَلَ یَکْفُلُ۔ کَفْلًا و کَفَالَۃً۔ نان ونفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا (۲/۳۷)

کَفَلَ یَکْفُلُ۔ کَفْلًا و کُفُوْلًا۔ کسی آدمی یا مال کا ضامن ہونا (۱۶/۹۱)

۷۸۔ لَبِسَ۔ یَلْبِسُ۔ ملانا۔ مشکوک بنا دینا۔ خلط ملط کر دینا (۳/۷۱)

لَبِسَ۔ یَلْبَسُ۔ کپڑے پہننا (۱۸/۳۱)

۷۹۔ لطف یلطف لُطْفًا۔ نرمی اختیار کرنا۔ (۱۸/۱۹)

لطُف یلطُف لُطْفًا ولَطَافَۃً۔ باریک ہونا۔ کلام کا نرم ہونا (۳/۱۴)

۸۰۔ مثَل۔ یمثُل۔ مَثَلًا۔ مُثُوْلًا۔ مانند ہونا (چاند کا) ظاہر ہونا۔ غائب ہونا (ضد) (۲/۲۶۴)

مثَل۔ یَمْثُلُ۔ مَثْلًا ومُثْلَۃً۔ کسی کو قابلِ عبرت سزا دینا۔ مثلہ (۱۳/۶)

مثل۔ یَمْثُلُ مثالۃً۔ فضیلت والا ہونا (۲۰/۶۳)

۸۱۔ مَرَّ یَمُرُّ۔ مَرًّا۔ مُرُوْرًا۔ گزرنا۔ جانا۔ گزر جانا (۲/۲۵۹)

مُرَّ۔ یَمُرُّ۔ مَرًّا ومِرَّۃً۔ غالب ہونا۔ طاقت والا ہونا (۵۳/۶)

مَرَّ۔ یَمُرُّ۔ مَرَارَۃً۔ کڑوا ہونا (۵۴/۴۶)

۸۲۔ نَجَی۔ ینجُوا۔ نَجْوًا ونَجَاءً ونَجَاۃً۔ رہائی پانا۔ خلاصی پانا (۱۲/۴۵)

نِجَاءً ونجوٰی ومُنَاجَاۃً۔ سرگوشی کرنا (۴/۱۱۴)

۸۳۔ نَزَلَ۔ یَنْزِلُ۔ نُزُوْلًا۔ اترنا (۲۶/۱۹۳)

نِزَالَۃً۔ سفر کرنا۔ مسافر ہونا (۳۶/۳۹)

نُزُوْلًا ومَنْزِلًا کسی کے ہاں مہمان اترنا۔ مہمان بننا (۳/۱۹۸)

۸۴۔ نصَب۔ ینصِب۔ نَصْبًا۔ کھڑا کرنا۔ گاڑنا۔ بلند کرنا (۸۸/۱۹)

نصِب۔ ینصَب۔ نَصَبًا۔ کوشش کرنا۔ تھکنا (۳۵/۳۵)

۸۵۔ نصَح ینصَح۔ نَصْحًا ونُصْحًا۔ نصیحت کرنا۔ خیر خواہی کرنا۔ وعظ کرنا (۷/۷۸)

نُصُوْحًا۔ خالص ہونا۔ صاف ہونا (۶۶/۸)

۸۶۔ نَفَرَ۔ ینفِرُ۔ نُفُوْرًا و نِفَارًا۔ نفرت کرنا (جانور وغیرہ کا) بدکنا (۱۷/۴۶)

و نَفِیْرًا۔ لڑائی کے لیے نکلنا۔ چل دینا (۹/۱۲۲)

۸۷۔ نَکِرَ ینکَر۔ نَکَرًا و نُکْرًا۔ ناواقف ہونا۔ کسی کو نہ جاننا (۱۲/۵۸)

نکِر ینکر۔ نکارۃ۔ مشکل ہونا۔ دشوار ہونا۔ ناگوار ہونا (۵۴/۹)

۸۸۔ نَھَرَ۔ یَنْھَرُ۔ نَھْرًا۔ پانی کا بہہ کر اپنے لیے نہر بنا لینا (۲/۲۴۹)

نَھَرَ۔ یَنْھَرُ۔ نَھْرًا (سائل کو) جھڑکنا (۹۳/۱۰)

۸۹۔ نَھٰی یَنْھُوا۔ نَھْوًا و نَھْیًا۔ روکنا۔ منع کرنا (۷۹/۴۰)

نَھُوَ یَنْھُوا۔ نَھَاوَۃً۔ بہت ذہین ہونا۔ کامل العقل ہونا (۲۰/۵۴)

۹۰۔ ھَجَرَ۔ یَھْجُرُ۔ ھَجْرًا و ھجرانا۔ قطع تعلق کرنا۔ چھوڑنا۔ ترک وطن کرنا (۷۳/۱۰)

ھجرا۔ ھجیرا۔ خواب یا مرض میں بڑبڑانا۔ بک بک کرنا (۳۵/۳۰)

۹۱۔ ھان یھون ھَوْنًا۔ آسان ہونا۔ نرم ہونا (۳۰/۴۷)

ھُوْنًا و ھَوَانًا و مھانۃً۔ ذلیل و خوار ہونا۔ حقیر و مسکین ہونا (۶/۹۳)

۹۲۔ ھَوٰی یَھْوِی۔ ھَوِیًّا و ھُوِیًّا۔ نیچے گرنا اور چڑھنا (اضداد) (۵۳/۹)

ھَوِیَ۔ یَھْوٰی۔ ھَوًی۔ چاہنا۔ پسند کرنا۔ بھانا۔ محبت کرنا (۲/۸۷)

۹۳۔ وَسَعَ۔ یَسَعُ۔ سَعَۃً } گنجائش۔ جگہ کا وسیع و کشادہ ہونا۔ سمائی ہونا (۲/۲۵۵)

وَسُعَ۔ یَوْسُعُ۔ سَعَۃً }

وَسَّعَ۔ یُوَسِّعُ۔ وَسْعًا (اللہ تعالیٰ کا کسی کو) مالدار اور غنی بنانا (۲/۲۳۹)

۹۴۔ وَعَدَ۔ یَعِدُ۔ وَعْدًا۔ وَعِدَۃً و مَوَاعِدًا۔ وعدہ کرنا (۱۴/۲۲)

وعیدا۔ دھمکی دینا۔ ڈرانا (۷/۸۶)

۹۵۔ ولی، وَلِیَ یَلِی وَلْیًا۔ نزدیک ہونا۔ متصل ہونا (۹/۱۲۴)

وَلَایَۃً: متصرف ہونا۔ حاکم مقرر ہونا (۶/۱۲۹)

۹۶۔ یَمَنَ۔ یَیْمَنُ۔ یَمْنًا۔ سیدھی جانب سے آنا (۳۴/۱۵)

یُمْنًا۔ بابرکت ہونا۔ (۵۶/۸)

ضمیمہ ۵ متفرقات

۱۔ چند جامع اسماء

۱۔ اَیَامٰی: اَیِّم کی جمع ہے۔ بمعنی رنڈوا مرد یا رنڈی (بیوہ) عورت دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی بے شوہر عورت یا بے زن مرد۔ اَمَ۔ یَئِیْمُ۔ اَیْمًا و اَیُوْمًا و اَیْمَۃً مرد کا رنڈوا یا عورت کا رانڈ ہو جانا۔ بیوہ ہو جانا۔ اور تَاَیَّمَ بمعنی عرصہ تک غیر شادی شدہ رہنا۔ مجرّد رہنا (منجد)
ارشاد باری ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (۲۴/۳۲) اور اپنی قوم کی رانڈوں کے نکاح کر دیا کرو۔ اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں۔

۲۔ بعیر: اصل میں اونٹ کے لیے ابل کا لفظ اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور بعیر اس اونٹ کو کہتے ہیں جو چار سال کی عمر کا نوجوان۔ باربرداری کے قابل اور طاقتور ہو۔ اس شرط کے ساتھ بعیر کا لفظ بھی اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور نر و مادہ دونوں کے لیے آتا ہے حالانکہ اونٹنی کے لیے الگ لغت ناقۃ موجود ہے۔ گویا بعیر کے معنی نوجوان باربردار اور طاقتور ہے۔ خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی۔ قرآن میں ہے:

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ۔ (۱۲/۷۲) اور جو شخص اس (گم شدہ پیالہ) کو لائے اس کے لیے ایک بار شتر انعام ہے۔

۳۔ بقر: اسم جنس ہے۔ جس کا اطلاق گائے بیل، خواہ کسی عمر کے ہوں سب پر ہوتا ہے۔ اور بقر الوحش بمعنی بارہ سنگھا۔ پہاڑی بکرا اور پہاڑی گائے۔ نیل گائے (منجد۔ م۔ ق) اور بقرۃ بطور واحد کے استعمال ہوتا ہے۔ اور لغوی لحاظ سے نر و مادہ دونوں کے لیے آتا ہے (م۔ ق) مگر چونکہ بیل کے لیے الگ لغت ثور موجود ہے۔ لہٰذا بقرۃ سے عموماً گائے ہی مراد لیا جاتا ہے۔ اور بقرۃ کی جمع بقرات، بُقُر، اَبْقُر، ابقار۔ اَبَاقِر اور اَبَاقِیْر ہے۔ گائے کے مالک یا چرواہا کو بقّار کہتے ہیں۔ اور گایوں کے ریوڑ کو باقر۔ باقور اور بیقور۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ (۱۲/۴۳) اور بادشاہ نے کہا کہ میں (نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔

۴۔ بِکْر: بمعنی کنواری یا کنوارا۔ دونوں کے لیے یکساں مستعمل ہے۔ بلکہ جانوروں کے لیے جب تک کسی نر نے مادہ سے جفتی نہ کی ہو وہ نر بھی بکر ہے اور مادہ بھی (ج ابکار) قرآن میں ہے:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا موسیٰؑ نے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بیل نہ تو

فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ (۲/۶۸) — بوڑھا ہو اور نہ بچھڑا (جالندھری)
گائے ہے نہ بوڑھی نہ بن بیاہی (عثمانیؒ)

۵۔ ثَیِّب (ضد بِکر) جو کنواری یا کنوارہ نہ ہو وہ ثیّب ہے۔ ثیّب بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا اور نر و مادہ دونوں کے لیے آتا ہے۔ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت بھی ثیّب ہیں۔ مطلقہ عورت بھی ثیّب ہے۔ اور رنڈوا مرد یا رنڈی عورت بھی ثیّب ہے۔ گویا جس نر و مادہ نے مجامعت کرلی ہو اب وُہ ثیّب ہے۔ رجل ثیّب بمعنی شادی شدہ مرد۔ شوہر یا زن دیدہ (منجد۔ م۔ ق) یعنی شوہر سے جدا شدہ عورت خواہ یہ جدائی شوہر کی موت سے ہو یا طلاق سے (منجد) ارشاد باری ہے:

عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا (۶۶/۵) — اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے۔ مسلمان، صاحب ایمان، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار اور روزہ رکھنے والیاں بن شوہر اور کنواریاں (جالندھریؒ)

اس آیت میں ثیّب کا معنیٰ صرف بن شوہر تک محدود ہے۔ اور صحیح مسلم کتاب الحدود میں عبادہ بن صامت کی روایت سے صاف واضح ہے کہ ہر وُہ مرد یا عورت جو بِکر نہ ہو وُہ ثیّب ہے۔

۶۔ خدن (ج اخدان) چھُپے دوست۔ یار۔ آشنا۔ چوری چھپے بدکاری کرنے والا مرد یا عورت۔ اور قرآن میں یہ لفظ بدکار دوست مرد اور عورت دونوں کے لیے آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ (۵/۶) — عفت کی حفاظت کرنے والے نہ کھلی بدکاری کرنے والے اور نہ چھپی دوستی رکھنے والے۔

دوسرے مقام پر ہے:

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (۴/۲۴) — عفت کی حفاظت کرنے والیاں نہ کھلی بدکاری کرنے والیاں اور نہ چھُپی دوستی رکھنے والیاں۔

۷۔ دَآبَّة: بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ دَبَّ کا لغوی معنیٰ حرکۃ علی الارض اخفت من المشی (م۔ ل) یعنی عام چلنے کی رفتار سے ہلکی رفتار سے زمین پر چلنا اور کبھی رینگنا۔ سانپ کی طرح چلنا۔ یا بچہ جو ہاتھ پاؤں پر چلنا سیکھتا ہے سب دبّ میں شامل ہے (م۔ ق) اس لحاظ سے جو جاندار بھی سطح زمین پر چلتا ہے سب کو دابّۃ کا لفظ محیط ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۱۱/۶) — اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے۔

حتیٰ کہ قرآن میں ایک مقام پر گھن کے کیڑے کے لیے دَابّۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ (۳۴/۱۴)	پھر جب ہم نے ان کے لیے موت کا حکم صادر کیا تو کسی چیز سے ان کا مرنا معلوم نہ ہوا مگر گھن کے کیڑے سے جو اُن کے عصا کو کھاتا رہا۔

اور شرائط قیامت میں ایک علامت دابّۃ کا خروج بھی ہے جو تمام رُوئے زمین پر پھرے گا۔ واللہ اعلم وُہ کس قسم کا جانور یا جاندار ہو گا اور کس رفتار سے یا کس طرح سفر کرے گا۔ ارشاد باری ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (۲۷/۸۲)	اور جب اُن کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پُورا ہو گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔

اور دابّۃ کی جمع دواب ہے۔ اس کا اطلاق عموماً چار پاؤں رکھنے والے جانوروں پر ہوتا ہے اور مذکر و مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ پھر یہ لفظ اور محدود ہوا تو اس کا استعمال صرف باربردار جانوروں بالخصوص گھوڑے، خچر اور گدھے پر ہونے لگا (ف ل ۱۲۴) لیکن قرآن سے یہ قید ثابت نہیں ہوتی۔ ارشاد باری ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ (۲۲/۱۸)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے (جانور۔عثمانی) اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔

زَوج اور اَزواج کی بحث "مختلف" اور "جوڑا" میں دیکھیے!

۸-۹- عاقر اور عقیم: یہ دونوں لفظ بانجھ کے معنوں میں مرد اور عورت دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ تفصیل اور ذیلی فرق کے لیے دیکھیے "بانجھ"

۱۰- محصن اور محصنٰت بمعنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد یا عورتیں۔ فحاشی کے راستہ میں روک یا حصن ایک تو غلامی کے مقابلہ میں آزادی ہے۔ دوسرے کنوارپن کے مقابلہ میں شادی۔ لہٰذا قرآن میں محصنٰت کا لفظ آزاد کنواریوں کے لیے بھی آیا ہے اور شادی شدہ عورتوں کے لیے بھی۔ یہی صورت مردوں کی ہے۔
(تفصیل کے لیے دیکھیے "آزاد")

۱۱- وَلَد، بمعنی جنا ہوا یا جو جنا گیا ہو۔ یہ لفظ واحد۔ جمع۔ مذکر، مؤنث۔ چھوٹے بڑے سب پر بولا جاتا ہے (مف) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ (۴/۱۱) اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو۔

حتیٰ کہ یہ لفظ متبنیٰ پر بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے،

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (۱۲/۲۱) یا ہم اُسے اپنا بیٹا بنا لیں ۔

اگرچہ عرف عام میں نوزائیدہ بچے کو ولید کہتے ہیں اور جب ذرا بڑا ہو جائے تو اسے ولد کہتے ہیں مگر لغوی اعتبار سے دونوں صورتوں میں دونوں لفظوں کا استعمال درست ہے۔ اور ولد کی جمع ولدان آتی ہے جو خدمتگار بچوں کو کہا جاتا ہے خواہ وُہ اپنے جنے ہوئے نہ ہوں۔ گویا ولد کا اطلاق دوسروں کے بچوں اور لڑکوں پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے ؛

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ (۵۶/۱۹) اور ان کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہیں گے۔

۲ ــــــ غلط العام

۱- تقریر: ہمارے ہاں تقریر کا لفظ خطاب کرنے یا خطبہ دینے یا وعظ کرنے کے معنوں میں مستعمل ہے جو لغوی کے لحاظ سے درست نہیں۔ قَرَّ قرآن میں بھی اور لغوی اعتبار سے بھی دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) ٹھنڈا ہونا۔ اور قرۃ عین بمعنی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ ارشاد باری ہے؛

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا (۱۹/۲۶) اے مریم! کھاؤ پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

اور قَرَّ الیوم بمعنی آج کا دن ٹھنڈا رہا۔ اور اس کا دوسرا معنی قرار پکڑنا اور سکون سے ٹھہرے رہنا ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (۳۳/۳۳) اے نبی کی بیویو! اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ (قرار پکڑو۔ عثمانی)

اور اَقَرَّ بمعنی اقرار کرنا۔ ٹھہرا رکھنا۔ اور قَرَّرَ (تقریراً) کا معنی کسی معاملہ کا اقرار کرنا بھی اور حق کا اعتراف کرنا بھی اور کسی پر حق ثابت کرنا بھی ہے (منجد) اور تقریری حدیث سے وُہ ہے کہ کوئی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آیا تو آپ نے سکوت فرمایا منع نہیں کیا تو اس کا جواز ثابت ہو گیا۔ گویا وہ معاملہ یا بات اپنی جگہ برقرار رہنے دی گئی۔ ان تمام تصریحات سے واضح ہے کہ تقریر کا لفظ خطاب کے معنوں میں استعمال کرنا قرآن اور لغت دونوں اعتبار سے غلط ہے۔

۲- ذلیل: ذلیل سے ہمارے ہاں رذیل، فقیر یا کمینہ خصلت انسان سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ذلیل کا معنی عاجز ناتوان اور کمزور ہو سکتا ہے۔ کمینہ یا کمینہ خصلت نہیں ہے۔ ذلیل کی ضد عزیز ہے۔ اور عزیز بمعنی بالا دست (زیادہ سے زیادہ وسیع معنوں میں) زبردست۔ لہٰذا ذلیل بمعنی زیردست اور کمزور۔

ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (۳/۱۲۳) — اور اللہ نے جنگِ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم کمزور تھے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۔ (۶۳/۸) — منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے پہنچے تو ضرور نکالے گا جس کا زور ہے کمزور کو۔

اور ذَلّ سے اسم فاعل ذلیل بھی آتا ہے اور ذَلُوْل بھی۔ ذلیل بمعنی عاجز۔ کمزور۔ ناتوان۔ اور ذلول بمعنی آسانی سے مطیع ہو جانے والا۔ فرمانبردار ہو جانے والا۔ تابع فرمان۔ ارشاد باری ہے:

هُوَالَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا ۔ (۶۷/۱۵) — وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے نرم کر دیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ (۲/۷۱) — موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بیل کام میں نہ لگایا گیا ہو۔ نہ تو زمین جوتتا ہو نہ کھیتی کو پانی دیتا ہو۔

۳۔ رقبۃ، ہمارے ہاں رقبۃ سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ کسی چیز کی لمبائی کو اس کی چوڑائی سے ضرب دی جائے تو حاصل ضرب رقبہ ہے۔ رقبہ (ج۔ رقاب۔ رقبات) کا یہ مفہوم نہ قرآن میں ملتا ہے نہ لغت میں۔ رقبۃ گردن کے پچھلے حصہ یا گُدّی کو کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ کسی چیز کا جز بول کر کل مراد لیا جاتا ہے لہٰذا رقبۃ سے مراد غلام ہے۔ اور رقب بمعنی کسی کی گدی پر مارنا بھی اور اس پر کڑی نظر رکھنا بھی یہ لفظ کسی کی انتظار نگرانی و نگہبانی اور رکھوالی کے معنوں میں تو استعمال ہو سکتا ہے اور انہیں مفاہیم میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن ریاضی کی اس اصطلاح کا استعمال لغت سے کہیں نہیں ملتا۔

ارشاد باری ہے:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۔ فَكُّ رَقَبَةٍ (۹۰/۱۳) — اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی (کی) گردن کا چھڑانا (یعنی غلام آزاد کرنا۔ کرانا)

۴۔ ضَلَّ کا معنی گم ہونا بھی ہے اور راہ گم کرنا بھی ہے۔ ہمارے ہاں اس کا ترجمہ گمراہ ہونا ٹھیک کیا جاتا ہے لیکن اس لفظ کا مفہوم بڑا غلط سمجھا جاتا ہے یعنی غلط راستے پر پڑ کر سزاوارِ جہنم بن جانا۔ اسی لیے بعض مترجمین نے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (۹۳/۷) کے عجیب و غریب ترجمے کر دیے ہیں حالانکہ اس کا سیدھا سادا ترجمہ یہ ہے کہ "آپ کو راہ (ہدایت) نہیں مل رہی تھی اللہ نے آپ کو وہ راہ سمجھا دی"۔ قرآن میں ہے:

ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ (۳۲/۱۰) — کیا جب ہم زمین میں رل مل جائیں گے۔

دوسرے مقام پر ہے:

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا (۲/۲۸۲) — اگر دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھول جائے۔

تیسرے مقام پر ہے:

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا (۷/۳۷) وُہ کہیں گے وُہ تو (ہمارے معبودانِ باطل) ہم سے غائب ہوگئے۔

لہٰذا ضَلَّ کا معنی صرف راہ نہ سجھائی دینا، بہک جانا ہے۔ اور جو مفہوم ہمارے ہاں سمجھا جاتا ہے اس کے لیے قرآن نے غوٰی ۔حَابَ اور اَلْحَدَ وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۵۔ عزیز، ہمارے ہاں عزیز کا مفہوم رشتہ دار یا قریبی رشتہ دار ہے بالخصوص جو عمر میں چھوٹا بھی ہو یہ مفہوم بھی ازروئے قرآن اور لغت سراسر غلط ہے۔ عزیز کی ضد ذلیل بمعنی کمزور اور زیردست ہے اور عزیز بمعنی بالادست۔ غالب اور زور آور۔ جیسا کہ اس کی تشریح ذلیل کے تحت گزر چکی ہے۔

۳۔ چند مشتبہ الفاظ

جن کا تعین صرف سیاق وسباق سے ہوسکتا ہے

۱۔ اٰنِیَۃ: اِنَاء بمعنی برتن کی جمع ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ (۷۶/۱۵) ان پر چاندی کے برتن پھرائے جائیں گے۔

اور اٰنِیَۃ بمعنی سخت گرم یا کھولنے والا (پانی) بھی ہے اَنِی بمعنی اُبلنا۔ کھولنا (کھانا وغیرہ کا آگ پر) پکنا۔ اٰنٍ صفت اور ۃ تانیث کی ہے "مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ" (۸۸/۵) "کھولتے ہوئے چشمے سے۔

۲۔ اَسْفَار، سَفَر کی جمع معروف لفظ ہے۔ "اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا" (۳۴/۱۹) "اے اللہ! ہمارے سفروں کو طویل بنا دے۔"

(۲) سِفْر کی جمع بمعنی بڑی کتاب۔ اجزائے تورات میں سے ایک جز (منجد) اور اَسْفَار بمعنی تورات کی شروح وتفاسیر کی بڑی بڑی کتابیں (م۔ق) قرآن میں ہے:

کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا (۶۲/۵) اس گدھے کی طرح جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔

۳۔ اَمْر بمعنی کام (ج اُمور) وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۲/۲۱۰) "اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام" اور بمعنی حکم (ج اوامر) اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (۷/۵۴) یاد رکھو، پیدا اس نے کیا ہے تو حکم بھی اس کا چلے گا۔

۴۔ بَرّ بمعنی نیک۔ بھلائی کرنے والا (ج ابرار) وَبَرًّا بِوَالِدَیْهِ (۱۹/۱۴) اور نیکی کرنے والا اپنے والدین سے اور بمعنی خشکی یا خشکی کا قطعہ زمین (ج برور) ضد بحر بمعنی سمندر یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۶/۵۹) جو کچھ خشکی یا سمندر میں ہے وُہ سب جانتا ہے۔

۵۔ جواب: سوال کا جواب (ج اجوبۃ) فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ (۲۹/۲۴) اس کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا مگر اور جابیۃ (جبو) کی جمع جَوَاب آتی ہے۔ جابیۃ بمعنی اونٹوں وغیرہ کو پانی پلانے کا حوض۔ وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ (۳۴/۱۳) اور لگن جیسے حوض۔

۶- جوَارِ: جَارِيَةٌ بمعنی کشتی کی جمع (جری) وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ (۴۲/۳۲) اور اسی کی نشانیوں سے سمندر میں کشتیاں ہیں جو گویا پہاڑ ہیں۔ جَارَ (جور) عن الطریق بمعنی راستہ سے ہٹ گیا ۔اور جوارِ بمعنی وہ تارے جو سیدھی چال چلتے چلتے کبھی کبھار تھوڑا سا رُخ بدل جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۔ (۸۱/۱۵-۱۶) پس اُن سیاروں کی قسم جو کبھی پیچھے ہٹ جاتے کبھی تھوڑا سا رُخ بدلتے اور کبھی چھپ جاتے ہیں۔

۷- سُوق: (سَاق بمعنی پنڈلی کی جمع) "فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ" (۳۸/۳۳) "تو سلیمانؑ نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا"۔ اور سوق کا لفظ اس معنٰی میں بطور مفرد بھی آیا ہے۔ "فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ" (۴۸/۲۹) "تو وہ پودا اپنے ڈنٹھل یا نال پر کھڑا ہو گیا"۔ اور سُوق بمعنی بازار (ج اسواق) "وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ" (۲۵/۷) "اور وہ بازاروں میں چلتا پھرتا ہے"۔

۸- عِظَام: عَظْم بمعنی ہڈی کی جمع۔ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ (۲/۲۵۹) "اور ہڈیوں کی طرف دیکھو"۔ اور عَظِيْم بمعنی بڑا یا بزرگ کی جمع بھی اس لحاظ سے عِظَام کا لفظ قرآن میں غالباً استعمال نہیں ہوا۔

۹- عَيْن بمعنی چشمہ (ج عیون) "مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ" (۲۶/۵۷) "باغوں اور چشموں سے" اور " " آنکھ (" اَعْيُن) "تَرٰى اَعْيُنَهُمْ" (۵/۸۳) "تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا"۔

۱۰- غُرْفَة: بمعنی چلو بھر (پانی) اور غَرْفَةً بمعنی چلو بھرنے کی ہیئت۔ ج غراف اور بمعنی ایک مرتبہ چلو سے پانی نکالنا اور مِغْرَفَة بمعنی چمچہ جس سے شوربا وغیرہ نکال کر برتن میں ڈالا جاتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ (۲/۲۴۹) مگر وہ ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لے۔

اور غرفۃ بمعنی بالا خانہ، کمرہ (ج غرفات) ارشاد باری ہے:

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا۔ (۲۵/۷۵) ان لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے بالاخانے دیے جائیں گے۔

۱۱- قَائِل: (قول) بمعنی کہنے والا۔ "وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا" (۳۳/۱۸) "اور اپنے بھائیوں کو کہنے والے کہ ہمارے پاس چلے آؤ"۔

اور قائل (قیل) بمعنی دوپہر کو سونے والا۔ "اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ" (۷/۴) "یا وہ ہوں دوپہر کو سونے والے"۔

۴- لغوی معنی اور شرعی معنی میں فرق

مندرجہ ذیل الفاظ ایسے ہیں جو قرآن کی عبارت میں مستعمل ہو کر ایک مخصوص معنی پیدا کر دیتے ہیں مگر لغت اُن کی تائید نہیں کرتی۔

۱- اَذًى: قرآن میں ہے: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى (۲/۲۲۲) آپ سے حیض کے متعلق

پوچھتے ہیں کہ وہ دُکھ گندگی ہے(جالندھری) (نجاست عثمانیؒ) ہے۔

اب دیکھیے اَذیٰ کا لغوی معنی تکلیف ہے اور قرآن میں بارہا انہی معنوں میں آیا ہے۔لیکن اس مقام پر اس کا معنیٰ نجاست۔ غلاظت۔گندگی یا قذر ہے۔اس معنی کی لغت تائید نہیں کرتی۔

۲- جَرَمَ: قرآن میں اِجرام کا لفظ گناہ یا قصور یا جرم کے معنوں میں آیا ہے۔اس کی تو کسی حد تک لغت سے تائید ہو جاتی ہے۔لیکن قرآن نے جَرَمَ (ثلاثی مجرد) کو "گناہ پر ابھارنا" یا "گناہ میں مبتلا کر دینا" کے معنوں میں استعمال کیا ہے جس کی لغت سے تائید نہیں ہوتی۔ جَرَمَ (ض) بمعنی کاٹنا۔کمانا۔گناہ کرنا (منجد) تو آتے ہیں مگر گناہ پر ابھارنا نہیں ملتے۔جبکہ قرآن میں ہے:

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْ (۱۱/۸۹) میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرا دے (جالندھری عثمانی)

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ (۵/۲) لوگوں کی دشمنی تمہیں اس گناہ پر آمادہ نہ کر دے "

۳- جَنٰی: کا لغوی معنیٰ پکے ہوئے پھل کو توڑنا یا چننا ہے۔اور جَنٰی بمعنی چنا ہوا خواہ وُہ پھل ہو یا شھد (منجد) اور ظاہر ہے کہ پھل تب ہی چنا جا سکتا ہے جب وُہ درخت سے توڑ لیا گیا ہو۔لیکن قرآن میں یہ لفظ پکے ہوئے مگر درخت پر لٹکے ہوئے پھل کے لیے ہی آیا ہے۔جیسے فرمایا:

وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۵/۵۴) اور دونوں باغوں کے میوے جھک رہے ہیں۔

۴- حَبَسَ کا لغوی معنیٰ روکنا، بند کرنا، قید کرنا تو ہے۔لیکن "کھڑا کرنا" نہیں ہے۔قرآن میں ہے:

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ (۵/۱۰۶) ان دونوں کو عصر کی نماز کے بعد کھڑا کرو (جالندھری۔عثمانیؒ)

البتہ تفہیم القرآن میں اس کے معنی "روک لو" کیے گئے ہیں جو لغوی معنی سے مطابقت رکھتے ہیں۔

۵- سَوْءَةَ: سُوْء بمعنی بُرائی۔ سَيِّئَة بُرا کام۔ سَاءَ بُرا ہونا۔اور اساء بمعنی بُرا بنانا۔بگاڑنا۔ اور سَوْءَة بمعنی ہر وُہ چیز جو دیکھنے میں بُری معلوم ہو۔کنایۃً اس کا معنی مرد یا عورت کا مقام ستر یا شرمگاہ بھی ہے کہ اس کا کھلنا بُرا معلوم ہوتا ہے۔اور سوءۃ بمعنی "لاش" اس کا کنائی معنیٰ بھی نہیں۔نہ ہی کوئی لغت اس کی تائید کرتی ہے۔مگر سورۂ مائدہ آیت ۳۱ میں دوبارہ یہ لفظ "لاش" کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔اور مشکل یہ ہے کہ یہاں اور کوئی معنی فٹ بھی نہیں بیٹھتا۔

۶- قُطُوْف: جَنٰی کی طرح قِطْف بھی چُنے ہوئے پھل اور خصوصاً انگور کے گچھا پر بولا جاتا ہے جبکہ وُہ چنا جائے اور اس کی جمع قِطَاف اور قُطُوْف آتی ہے مگر قرآن نے یہ لفظ بھی ایسے گچھوں یا خوشوں کے لیے استعمال کیا ہے جو پک تو چکے ہوں مگر ابھی درخت پر ہی لگے ہوں۔ارشاد باری ہے:

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (۶۹/۲۲) بلند باغ ہیں جس کے خوشے جھکے پڑے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا (۷۶/۱۴) اور اس کے گچھے نیچے کو لٹک رہے ہیں۔

۷- مصباح اور سراج ـــــ کی بحث چراغ میں دیکھیے۔

۸- نِحْلَةً: نَحَلَ بمعنی لاغر ہونا اور کسی کو کچھ دینا۔اور نَحَل بمعنی عطیہ بخشش۔ لاغر و دبلا اور نِحْلَةً

بمعنی (غلط بات) منسوب کرنا (کسی کو) گالی دینا (یا بیماری کا کسی کو) دُبلا کرنا (منجد بمعنی) اب دیکھیے قرآن میں ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً (۴/۴) اور عورتوں کو ان کے حق مہر خوشی سے دے دیا کرو۔
(جالندھری۔ عثمانی وغیرہم)

اور عربی تفاسیر میں نحلۃ کا ترجمہ "عن طیب نفس یعنی دل کی خوشی سے" لکھا ہے۔ اب لغت میں اس کا معنی دینا یا عطیہ دینا تو ہو سکتا ہے مگر اس کے لیے اٰتُوهُنَّ اور صَدُقٰت کے الفاظ پہلے موجود ہیں۔ نحلۃ کا معنی دل کی خوشی سے کرنا لغت میں موجود نہیں۔

۵۔ف کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے عجیب فرق

۱۔ اَمۡر اور اِمۡر۔ اَمۡر بمعنی کام یا بات (ج امور) لیکن اِمۡر کے معنی سخت ناپسندیدہ بات یا کام جو شرع یا عقل دونوں کے خلاف ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ اَخَرَقۡتَهَا لِتُغۡرِقَ اَهۡلَهَا لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـًٔـا اِمۡرًا (۱۸/۷۱) (موسیٰؑ نے خضرؑ سے) کہا کیا تو نے کشتی کو اس لیے توڑا پھوڑا ہے کہ اس میں بیٹھے لوگوں کو ڈبو دے یہ تو تو نے سخت ناپسندیدہ کام کیا۔

۲۔ بَيۡض اور بِيۡض۔ بَيۡض، بیضۃ کی جمع ہے بمعنی انڈے۔ بَاضَ بمعنی مرغی کا انڈا دینا۔ اور بیاض بمعنی سفیدی دودھ (منجد) ارشاد باری ہے:

كَاَنَّهُنَّ بَيۡضٌ مَّكۡنُوۡنٌ (۳۷/۴۹) گویا کہ وہ (حوریں) انڈے ہیں محفوظ جگہ میں چھپے ہوئے۔

اور بِيۡض۔ اَبۡيَض کی جمع ہے بمعنی سفید رنگ والا۔ اور اس کی مؤنث بَيۡضَآء ہے۔ اور اَبۡيَض اور بَيۡضَآء دونوں کی جمع بِيۡض آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا (۳۵/۲۷) اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ کئی رنگوں کے قطعات ہیں۔

۳۔ حَمۡل اور حِمۡل: حَمۡل بمعنی وہ بوجھ جو کوئی اٹھائے خواہ سر پر یا پیٹھ پر یا مادہ کا اپنے بطن میں اٹھائے لیکن حِمۡل کا لفظ بوجھ کی وہ مقدار معین کر لیتا ہے جو کوئی زیادہ سے زیادہ اٹھا سکتا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَلِمَنۡ جَآءَ بِهٖ حِمۡلُ بَعِيۡرٍ (۱۲/۷۲) اور جو شخص وہ گمشدہ پیالہ (ڈھونڈ) لائے اس کے لیے ایک بار شتر (انعام) ہے۔

۴۔ خَبَر اور خُبۡر: خَبَر معروف لفظ ہے۔ اور خُبۡر ایسی خبر کو کہتے ہیں جو تجربہ اور مشاہدہ سے درست ثابت ہو۔ اور خُبۡر بمعنی علم۔ تجربہ۔ آزمائش۔ کہتے ہیں "صَدَّقَ الۡخَبَرَ الۡخُبۡرُ" یعنی تجربہ اور مشاہدہ نے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کی (منجد) قرآن میں ہے:

وَكَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰى مَا لَمۡ تُحِطۡ (خضرؑ نے موسیٰؑ سے کہا) بھلا آپ ایسی بات پر جو

بِهٖ خُبْرًا (۱۸/۶۸) آپ کے تجربہ میں نہیں آئی صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں۔

۵۔ خَلْق اور خُلُق یا خُلْق: خَلْق بمعنی پیدائش۔ خِلْقَت۔ خَلْقَت اور اس کا تعلق کسی چیز کی ظاہری شکل وصورت سے ہوتا ہے۔ اور جاندار اور بے جان سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً (۷/۶۹) اور زیادہ کیا تمہارے بدن کا پھیلاؤ (عثمانیؒ)

اور خُلْق یا خُلُق (ج اخلاق) بمعنی انسان کی طبعی خصلت۔ طبیعت۔ مروّت۔ عادات (منجد) گویا اس لفظ کا اطلاق صرف ذوی العقول کی باطنی صفات پر ہوتا ہے۔ اور خلاق بمعنی وہ حصہ یا النصیبہ جو کسی کو اس کے اخلاق کے نتیجہ میں ملے (مف) ارشاد باری ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۶۸/۴) اور تمہارے اخلاق بڑے عالی ہیں (جالندھری)

۶۔ شَفَا اور شِفَا۔ شَفَا بمعنی ہلاکت کا کنارا۔ قرآن میں ہے:

عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (۹/۱۰۹) گرنے والی کھائی کے کنارے پر۔

اور شِفَاء بمعنی تندرستی۔ بیماری سے نجات ہونا۔ قرآن میں ہے:

فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ (۱۶/۶۹) اس (شہد) میں لوگوں کے لیے (امراض سے) شفا ہے۔

۷۔ شُرْب اور شِرْب: شَرِب بمعنی پینا سے شَرْب۔ شُرْب اور شِرْب تینوں مصدر آتے ہیں۔ شَرْب تو عام ہے۔ شُرْب پینے کی کیفیت کو بھی ظاہر کرتا ہے اور بہت زیادہ پانی پینے کو بھی۔ قرآن میں ہے:

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (۵۶/۵۵) تو سخت پیاسے اونٹوں کی طرح پانی پیو گے۔

اور شِرْب پانی کا حصہ۔ پینے کا پانی۔ پینے کی باری (منجد) یعنی اتنا پانی پینا جتنا کسی کو پینے کے لیے حصہ میں ملے۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۶/۱۵۵) (صالحؑ نے کہا) یہ اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری۔

فَرَاش اور فِرَاش۔

۸۔ ضَرّ اور ضُرّ: ضَرّ بمعنی نقصان (ضد نفع) یہ لفظ عام ہے جو نقصان اور تکلیف کے لیے آتا ہے۔ نقصان مال کا ہو یا اولاد کا۔ قرآن میں ہے:

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (۵/۷۶) وہ جنہیں تمہارے نفع ونقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں!

اور ضُرّ عموماً جسمانی تکلیف کے لیے آتا ہے جیسے فرمایا:

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ (۱۰/۱۲) پھر جب ہم اس سے تکلیف دور کر دیتے ہیں۔

ضِعْف اور ضُعْف۔

۹۔ مَلْك، مِلْك اور مُلْك: مَلْك اور مِلْك دونوں ہم معنی ہیں۔ مِلْك کا لفظ قرآن میں نہیں آیا اور

مَلْكٌ بمعنی کسی چیز پر اختیار۔ تصرّف۔ قرآن میں ہے:

مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا (۲۰/۸۷) ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلافی نہیں کی۔

اور مُلْكٌ بمعنی وُہ علاقہ جہاں کسی کو اختیار تصرّف حاصل ہو۔ مملکت۔ بادشاہی۔ جیسے فرمایا:

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳/۲۶) جسے چاہے تو بادشاہی دیتا ہے۔

۱۰۔ مَلَكٌ اور مَلِكٌ: مَلَكٌ بمعنی فرشتہ (ج ملائك اور ملائكة)

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ (۱۱/۳۱) اور نہ تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

اور مَلِكٌ بمعنی بادشاہ۔ صاحبِ مُلک (ج ملوك)

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً (۲۷/۳۴) بلاشبہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔

۱۱۔ وَقْرٌ اور وِقْرٌ: وَقْرٌ کا استعمال غیر مرئی بوجھ سے مخصوص ہے۔ وَقَرَتْ اُذُنُهٗ بمعنی کان کا بھاری یا بوجھل ہونا۔ اور وَقْرٌ بمعنی ثقلِ سماعت۔ اور وِقْرٌ ایسے ہی غیر مرئی بوجھ کے لیے آتا ہے جو زیادہ سے زیادہ اٹھا جا سکتا ہو۔ قرآن میں ہے:

فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا (۵۱/۲) پھر اُن ہواؤں کی قسم جو (پانی کا) بوجھ اٹھاتی ہیں

۱۲۔ هَوْنٌ اور هُوْنٌ: هون میں دو باتیں بنیادی ہیں۔ (۱) آسانی (۲) نرمی (م-ل) پھر اگر اس میں سبکی کا پہلو شامل نہ ہو تو یہ محمود صفت ہے۔ بمعنی تواضع اور انکسار۔ ارشادِ باری ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۲۵/۶۳) اور خدا کے بندے وُہ ہیں جو زمین پر متواضع ہو کر چلتے ہیں۔

اور اگر ان بنیادی باتوں میں سبکی بھی شامل ہو جائے تو یہ هُوْنٌ ہے۔ بمعنی خفت اور ذلت۔ ارشاد باری ہے:

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (۴۶/۲۰) سو آج تم کو ذلّت کا عذاب ہوگا۔

۶۔ چند محاورات

۱۔ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا: حِجَارَةٌ بمعنی پتھر۔ اور حِجْرٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پتھر کی طرح سخت بھی ہو اور روک یا آڑ کا کام بھی دے۔ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ جب اپنے کسی دشمن کو، جس سے انہیں تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہوتا۔ دیکھ کر یا کسی دوسری آفت کو دیکھ کر حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کہتے جیسے ہم کہتے ہیں "اس سے خدا کی پناہ" تو سننے والا اسے سن کر عموماً تکلیف نہیں پہنچاتا تھا۔ قرآن نے بھی اس محاورہ کو استعمال فرمایا ہے:

لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۲۵/۲۲) اس دن گنہگاروں کے لیے کوئی خوشخبری کی بات نہ ہوگی اور وُہ چیخ اٹھیں گے کہ پناہ بخدا (ت-ق)

۲۔ اَدْلٰی (دلو) اِلٰی فلان: دَلْوٌ بمعنی پانی کا خالی ڈول۔ اور اَدْلٰی بمعنی خالی ڈول بھرنے کے لیے

کنویں میں لٹکانا۔ اور دلوت بفلان بمعنی میں نے فلاں کو سفارشی بنایا۔ اور اَدْلیٰ بِقَرَابَتِہٖ کسی رشتہ کا وسیلہ پکڑنا اور اسے سفارشی بنانا۔ اور اَدْلیٰ اِلیٰ فُلَانٍ بمعنی کسی کے پاس اپنا جھگڑا لے جانا (منجد) اور اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب ناجائز ذرائع کو بروئے کار لاکر کسی کا حق غصب کرنے کا ارادہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ (۲/۱۸۸)

اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوتاً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ۔

۳- رَبَطَ عَلَى الْقَلْبِ: رَبَطَ بمعنی مضبوط باندھ کر گانٹھ لگا دینا۔ اور ربط اللّٰہ علی القلب بمعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کے دل کی بے قراری اور اضطراب پر گانٹھ لگا دینا اور اسے صبر کی توفیق عطا فرما دینا۔ ارشاد باری ہے:

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا (۲۸/۱۰)

اگر ہم موسیٰ کی ماں کی ڈھارس نہ بندھاتے تو وہ سارا راز فاش کرنے کو تھی۔ (ت۔ق)

۴- رَدَّ اِلَى الْحَافِرَةِ: حَفَرَ بمعنی گڑھا کھودنا اور حُفْرَۃ بمعنی گڑھا بھی اور قبر بھی۔ اور حَافِرَۃ حافر کا مؤنث ہے۔ بمعنی کھودی ہوئی زمین بھی اور ابتدائی حالت بھی (منجد) اور رَدَّ فِی الْحَافِرَۃِ بمعنی جہاں سے چلا تھا وہیں واپس جانے والا (م۔ق) ۔ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔ قرآن میں ہے:

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ (۷۹/۱۰)

کافر کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں اپنی پہلی حالت کو لوٹائے جائیں گے (یعنی دوبارہ زندہ ہوں گے)؟

۵- رَيْبَ الْمَنُوْنِ: ریب بھی ایسا شک جس میں خلجان اور اضطراب بھی شامل ہو۔ اور مَنِيَّۃ بمعنی موت۔ تقدیر الٰہی (ج مَنَایَا اور مَنُوْن منجد) اور ریب المنون کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص ایک دوسرے پر شدید حوادث و مصائب اور موت کا وقوع پذیر ہونا چاہتا اور اس کے برے انجام یا گردش زمانہ کا منتظر ہو۔ ارشاد باری ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (۵۲/۳۰)

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے جس کے حق میں ہم گردش ایام کا انتظار کر رہے ہیں۔

۶- سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ: سَقَطَ بمعنی کسی چیز کا گر پڑنا۔ اور سقط فی الکلام بمعنی بات کرنے میں غلطی کر جانا یا نامناسب بات کہہ دینا۔ اور سُقِطَ یا اُسْقِطَ فِیْ یَدِہٖ بمعنی اپنی کسی بات یا دلیل کے غلط معلوم ہونے پر لوگوں کے سامنے نادم اور ذلیل ہونا یا اپنا سا منہ لے کر رہ جانا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (۷/۱۴۹)

اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ بلاشبہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔

۷- اُشْرِبَ حُبُّ الفُلَانِ: شَرِبَ بمعنی پینا۔ اور اَشْرَبَ بمعنی پلانا اور اُشْرِبَ حُبُّ الْفُلَانِ محاورہ ہے یعنی جب کسی کے دل میں کسی چیز کی محبت رچ بس جائے۔ بیٹھ جائے یا گھر کر جائے۔ قرآن میں ہے۔

وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (۲/۹۳) اور ان کے دلوں میں بس بچھڑا ہی بسا ہوا تھا۔ (ت-ق)

۸- شَغَفَ حُبَّهٗ: شَغَف دل کے پردہ یا جھلی کو کہتے ہیں۔ اور شَغَفَ بمعنی دل کے پردہ پر چوٹ لگانا۔ اور شَغَفَ حُبَّهٗ بمعنی محبت یا عشق جو دل پر چوٹ لگائے اور اسے بے قرار رکھے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا (۱۲/۳۰) اور شہر میں عورتیں گفتگو کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔

۹- اِشْتَعَلَ الرَّاْسُ: شُعْلَۃ بمعنی آگ کی بھڑک۔ معروف لفظ ہے۔ اور اِشْتَعَل بمعنی کسی کا غصّہ سے بھڑک اٹھنا۔ اور اِشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا محاورہ ہے۔ بمعنی سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی کا پھیل جانا۔ یعنی سر کے بال سفید ہونے لگنا جو عموماً داڑھی کے بالوں کے بعد سفید ہوتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا (۱۹/۴) زکریا نے کہا اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور سر کے بال سفید ہوگئے ہیں۔

۱۰- ضَرَبَ عَلَی الْاُذُنِ: بمعنی کسی کو کانوں پر مارنا۔ لیکن محاورہ کے لحاظ سے اس کے معنی کسی کو کانوں پر تھپکی دے کر سلانا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَضَرَبْنَا عَلٰۤی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا (۱۸/۱۱) تو ہم نے انھیں اسی غار میں تھپک کر سالہا سال تک کے لیے گہری نیند سلا دیا۔ (ت-ق)

۱۱- ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ: لفظی معنی زمین میں مارنا یا زیادہ سے زیادہ پاؤں مارنا ہو سکتا ہے لیکن محاورہ میں اس کا مطلب ایسا سفر ہوتا ہے جو بامقصد ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۷۳/۲۰) اور کچھ دوسرے جو خدا کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں۔

۱۲- مَغْلُوْلُ الْیَدِ: بمعنی بخیل ہونا "تفصیل "بخل کرنا" میں غلّ کے تحت دیکھیے!

۱۳- جَآءَ مِنَ الْغَآئِطِ: بمعنی قضائے حاجت سے واپس آنا "تفصیل "گڑھا" میں دیکھیے!

۱۴- قاب قوسین: بمعنی بہت نزدیک ہونا۔ انتہائی نزدیکی۔ تفصیل "نزدیک ہونا" میں قاب کے تحت دیکھیے۔

۱۵- نَبَذَ عَلٰی سَوَآءٍ: نبذ بمعنی کسی چیز کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پھینک دینا۔ پس پشت ڈال

دینا اور نبذ العھد بمعنی معاہدہ کی پابندی کو ختم کرنا اور اسے توڑ دینا۔ اور نَبَذَ عَلٰی سَوَآءٍ بمعنی برابری کی سطح پر معاہدہ کو دے مارنا یعنی معاہدہ سے پیشتر دونوں فریق جس کیفیت اور سطح پر تھے۔ دونوں کا اسی مقام پر آجانا اور معاہدہ کی پابندیوں کا ختم ہو جانا۔ ارشاد باری ہے ؛

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً — اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو
فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ (۸/۵۸) — انکے معاہدے کو برابری کی سطح ان کے منہ پر دے مارو!

۱۶- نُكِسَ عَلٰى رَاْسِهٖ ، نکس بمعنی اوندھا کرنا۔ اور نَكَسَ رَاْسَهٗ بمعنی سر جھکانا۔ سرنگوں ہونا۔ اور نکس علٰی رَاسِہٖ بمعنی لاجواب ہو کر ندامت سے سر ڈال دینا اور سوچنے لگنا۔ قرآن میں ہے ؛

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ — پھر انہوں نے سر ڈال دیا اور کہنے لگے (اے ابراہیم)
مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ (۲۱/۶۵) — تو جانتا ہے کہ یہ (بت) بولتے نہیں۔

۱۷- وَلَجَ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ : وَلَجَ بمعنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونا۔ اور حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ کا لفظی معنی یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے، ہے۔ اور یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی بات قطعاً ناممکن ہو۔ ارشاد باری ہے ؛

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ — اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے یہانتک
الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷/۴۰) — کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔

۷- چند مشکل مادے

الف

ابن - بنت	(بنو)	اَرَادَ	(رود)	اَصَبْنٰهُمْ	(صوب)	اَفَضْتُمْ	(فیض)
ابین	(ابی)	اَرَاكَ	(رأی)	اِصْطَادُوْا	(صید)	اِقْتَدِهْ	(قدو)
اتسق	(وسق)	اَرْجَاۤئِهَا	(رجو)	اِصْطَبِرْ	(صبر)	اَكُنْ	(کون)
اَتْلُ	(تلو)	ازدادوا	(زید)	اِصْطَفٰی	(صفو)	اَكْتَالُوْا	(کیل)
اِجْتَبٰی	(جبو)	اِزْدُجِرَ	(زجر)	اصطنع	(صنع)	اٰل	(اول)
اَجْرَهٗ	(جور)	استجاب	(جوب)	اِضْطَرَّ	(ضرر)	اَلَآء	(الی)
اَخٌ - اُخْتٌ	(اخو)	استکان	(کون-کین)	اَطَعْتُمْ	(طوع)	اَلِدُ	(ولد)
اِخْتَارَ	(خیر)	اَسْرِ	(سری)	اَعْتَدْنَا	(عتد)	اَلْفَيَا	(لفو)
اَخْنَه	خون)	اَسَلْنَا	(سیل)	اَعْتَدَيْنَا	(عدو)	اَلْفَتَ	(لقی)
اَدْرٰىكَ	(دری)	اِسْم	(سمو)	اُعْتَرٰكَ	(عرك)	الله - اَللّٰهُمَّ	(اله)
اِدَّكَرَ	(ذکر)	اَشَارَتْ	(شور)	افاق	(افق - فوق)	اَلَنَّا	(لین)
		اَصْبُ	(صبو)	اِفْتِرَاء	(فری)	اَمَةٌ (ج اماء)	(امو)

أُمَّة (امم)
امتازوا (میز)
اِمْرَاَة (مرء)
اَمْعَاء (معی)
اِنِ (انی)
اِنَاہ (اٰنِیَۃ) (انی)
اَنْھَار (نہر)
اُوْفِ (وفی)
اُولَاءِ۔ ھٰؤُلَاءِ (اول)
اِئْتَمَرَ (امر)
اُؤْتُمِنَ (امن)
اَیَامٰی (ایم)
اٰیَۃ (ایّ)
اِیْلَاء (الی)

ب

باب (بوب)
باد (بدو)
بال (بول)
بدت (بدو)
بُرْھَان (برھن)
بَرِیَّۃ (برء)
بنی۔ بنت (بنو)

ت

تَارَۃً (تور)
تَأْسَوا (اسی)
تَبْتَئِس (بئس)
تَتْرَا (وتر)
تَتَجَافٰی (جفو)
تَثِیْر (ثور)
تَجَلّٰی (جلو)
تَحَرَّوا (حری)
تحصوھا (حصی)
تَدَّخِرُوْنَ (ذخر)
تُدِیْرُوْنَھَا (دور)
تَطْمَئِنّ (طمن)
تَعَاطٰی (عطو)
تعالوا (علو)
تَعْدُوا (عدو)
تَعِیَھَا (وعی)
تُغْنِ (غنی)
تُفٰدُوْھُمْ (فدی)
تُقَاتِہ (وقی)
تقف (قفو)
تلاق (لقی)
تَلْوا (لوی)
تِلْقَاء (لقی)
تَلَھّٰی (لھو)
تمترن (مری)
تَمَطّٰی (مطو)
تناد (ندّ)
تنیا (ونی)
توارت (وری)
تورون (وری)
تؤدوا (ادی)

ج

جاء (جیٔ)
جَائِر (جزی)
جِثِیًّا (جثو)
جُزْءًا (جزو)
جُفَاءً (جفأ)
جَلَاء (جلو)
جواب (جابیہ کی جمع) جبو
جواب (جوب)
جوار (ٹیڑھا چلنا) (جور)
جوار (جری)

ح

حاجت (حوج)
حاشا (حوش)
حَالَ (حیل حول)
حُلُّوْا (حلی)
حیلۃ (حول)
حَیَّۃ (سانپ) (حوی۔ حیّ)

خ

خَالَات (خول)
خَائِبِیْن (خیب)
خَبَت (خبو)
خِیَانَۃ (خون)

د

دَانٍ (دنو)
دُرِّیٌّ (چمکدار) (درّ)
دَعْ (ودع)
دَلّٰی (دلو)
دم (ج دماء) (دمو)
دِیَۃ (ودی)

ذ

ذات (ذوو)
(ذَرْنِی) (وذر)
(ذُرِّیَّۃ) (ذرّ)

ز

زُرْتُمْ (زور)
زکوٰۃ (زکو)
زِنُوْا (وزن)

س

سَاعَۃ (سوع)
سُدٰی (سدو)
سعۃ (وسع)
سُقْنَاہُ (سوق)
سلاسل (سلّ)
سَلَقُوْکُمْ (سلق)
سماء (سمو)
سَمَّیْتُمُوْھَا (سمو)
سَنَۃٌ (سال) (سنو)
سِنَۃٌ (اونگھ) (وسن)
سواء (سوی)
سید (ج) سَادَتَنَا (سود)
سِیْمَاھُمْ (سوم)

ش

شاء (شیٔ)
شاطئ (شطأ)
شَتّٰی (شتّ)
شِفَا۔ شَفَا (شفی)
شِقْوَتُنَا (شقی۔ شقو)
شَنَاٰن، شَانِئ (شنأ)
شِیَۃ (وشی)

ص

صالوا النار (صلی)

صُوَرُهُنَّ (صور)
صَلِّ (صلو)

ط

طَاغُوْنَ (طغی)
طِبْنَ (طوب)
طَیِّ (طوی)

ظ

ظَمْاٰنَ ظَمَأٌ

ع

عَادُوْنَ (عدو)
عَادِیْنَ (عدو)
عَرَآءِ (عری)
عِزِیْنَ (عزو)
عِضِیْنَ (عضو)
عَطَاؤُنَا (عطو)
عَنَتِ (عنو)

غ

غِطَاءَكَ (غطو)
غَوَاشٍ (غشو-غشی)

ف

فِئَةٌ (فأی)
فِتْیَان (فتو)
فِدَآء (فدی)
فِدْیَةٌ (فدی)
فَدِیَةٌ (ودی)
فُؤَاد (فأد)

ق

قِ (وقی)
قَالِیْن (قلی)
قَائِل (کہنا) (قول)
" (دوپہر کو سونا) (قیل)
قَفَّیْنَا (قفو)
قَیِّمَة (قوم)

ک

نزدیک ہونا (کود)
کَاد تدبیر کرنا (کید)
کُنَّا (کون)

ل

لَات (لوی)
لَاغِیَة (لغو)
لُمْتُنَّنِیْ (لوم)
لِنْتَ (لین)
لَیًّا (لوی)

م

مَاءَ (موه) میہ
مَاٰب (اوب)
ماعون (معن)
مال (مول)
ماوٰهم (اوی)
مُتَحَیِّزًا (حوز)
مُتَّقِیْنَ (وقی)
مُحِیْطَةٌ (حوط)
مختال (خیل)
مَرِیْئًا (مرء)
مُزْجٰىة (زجو)
مُسْتَاْنِسِیْنَ (انس)
مُسْتَطَرٌ (سطر)
مُسْتَطِیْرٌ (طیر)
مُسَمًّی (سمو)
مشکوٰة (شکو)
مصیطر (سیطر)
مُصِیْبَة (صوب)
مُضْطَرٌ (ضرر)
معین (معن-عین)
مفازة (فوز)
مقوین (قوی-قوت)
مقیت (قوت)
مکان (مکن-کون)
ملٰئکة (لأك)
مناص نوص
مِنْسَاٰتِه (نسأ)
مُنْفَکِّیْنَ (فك)
منون (منی)
مَوْئِلًا (وأل)
مُهِیْنٍ (مهن)
مُهِیْنٌ (هون)
مُهَیْمِن (همن)
مِیْعَاد (عود-وعد)

ن

نَا (نأی)
نَادَوْا (ندو)
ناصیة (نصو)
نجزی (جزی)
نُجِبُ (جوب)
نَذَرُ (وذر)
نذرتم (نذر)
نُذِقْهُ (ذوق)
نُرَبِّكَ (ربو)
ترید (رود)
نِسَآء (نسو)
نَسَمَة (وسم)
نَسِیْئُ (نسأ)
نکتل (کیل)

و

واد (ودی)
وراء (وری)

ه

هاؤم (هوء)
هَبْ (وهب)
هبا (هبو)
هُدنا (هود)
هیئت (هیأ)

ی

یَاْتِ (اتی)
یاتل (الی)
یَاْنِ (انی)
یَبْصُطْ (بسط)
یَتِرَكُمْ (وتر)
یَتَسَنَّه (سنه)
یَخْشَ (خشی)
یَخْلُ (خلو)
ید (یدی)
یُدْنِیْنَ (دنو)
یَرُدُّوْكُمْ (ردی)
یرتابوا (ریب)
یَسْتَثْنُوْنَ (ثنی)

یَسْتَغِیْثُوْنَ (غوث-غیث)		یَصْلَوْنَ	(صلی)	یَمْتَرُوْنَ	(مری)	یُؤَدِّہٖ	(ادی)
یَسْطُوْنَ	(سطو)	یَصِلُوْنَ	(وصل)	یَنْئَوْنَ	(نأی)	یُوَفَّ	(وفی)
یَتَسَنَّہْ	(سری)	یَضَعْنَ	(وضع)	یُنْفَوْا	(نفی)	یُھَیِّئْ	(ھیأ)
یَسِیْغُہٗ	(سوغ)	یَغْتَبْ	(غیب)	یُؤْتَ	(اتی)		
یَشْقَ	(شقی)	یَلِتْکُمْ	(الت)				

۸۔ حروف کا فعل کے زمانہ پر اثر

۱۔ قد: حرفِ تحقیق ہے۔ فعل ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی قریب میں بدل دیتا ہے۔ اور خود یقیناً یا بیشک کا معنی دیتا ہے۔ قرآن میں ہے؛

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِھَا (۵۸/۱) — بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو اپنے خاوند (کے بارے) میں جھگڑا کر رہی تھی۔

اور مضارع پر داخل ہو تو فعل میں تقلیل کے معنی دیتا ہے۔ یعنی کبھی تو وہ فعل واقع ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ جیسے فرمایا؛

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ لِوَاذًا (۲۴/۶۳) — اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں۔

یعنی اگر کوئی کھسکتا ہے تو اللہ کو یقیناً اس کا علم ہوتا ہے۔

۲۔ کَانَ: فعل تام کے طور پر بھی آتا ہے اور ناقص کے طور پر بھی۔ ناقص کی صورت میں اگر دوسرے فعل ماضی پر داخل ہو تو اسے ماضی بعید بنا دیتا ہے۔ جیسے کَانَ ذَھَبَ وہ گیا تھا۔ اور اگر مضارع پر داخل ہو تو اسے ماضی استمراری میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے؛

فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ (۲/۵۹) — سو ہم نے ان ظالموں پر عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

۳۔ لَمْ: مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی منفی میں بدل دیتا ہے۔ قرآن میں ہے؛

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا (۴۹/۱۴) — دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے (ان سے) کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔

لَمْ کے بعد مَا کا اضافہ کرنے سے "ابھی تک نہیں" کا معنی دیتا ہے۔ آیت کا اگلا حصہ یوں ہے؛

وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹/۱۴) — بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ اور ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

لَمْ کی طرح لَمَّا بھی مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی منفی بنا دیتا ہے اور اس کے معنی میں استغراق ہوتا

ہے جو لَمْ میں نہیں ہوتا۔ ماضی منفی استفہامیہ بنانے کے لیے لَمْ سے پہلے ہمزہ استفہامیہ آئے گا۔ ارشاد باری ہے:

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (۹۳/۶) کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہ پایا؟ پھر جگہ دی (کیا یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟)

۴۔ لَنْ: مضارع پر داخل ہو کر اسے منفی مستقبل مؤکد بنا دیتا ہے۔ یعنی تین تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔ (۱) مضارع کو مستقبل کے ساتھ مختص کر دیتا ہے (۲) منفی بناتا ہے اور (۳) یہ منفی تاکیدًا ہوتی ہے۔ جیسے لَنْ یَّضْرِبَ بمعنی "وہ ہرگز نہ مارے گا" قرآن میں ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً (۲/۵۵) اور (اے بنی اسرائیل) جب تم نے موسیٰؑ سے کہا اے موسیٰؑ! ہم جب تک اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

۵۔ لَوْ (بمعنی اگر) ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی شرطیہ بنا دیتا ہے اور اس کی جزا پر لَ (لام مفتوحہ) بمعنی "تو" آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَیْرٌ (۲/۱۰۳) اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو خدا کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا۔

۶۔ اِنْ (بمعنی اگر) مضارع پر داخل اسے شرطیہ بناتا اور مستقبل سے مختص کر دیتا ہے۔ اس کی جزا پر بھی لَ (لام مفتوحہ) داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ۔ (۳۶/۱۸) وہ کہنے لگے، اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔

۷۔ لَیْتَ (بمعنی کاش) ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی تمنائی بنا دیتا ہے۔ اور بہت کا استعمال ایسی بات پر ہوتا ہے جو ناممکن یا کم از کم مشکل ضرور ہو۔ قرآن میں ہے:

وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا (۷۸/۴۰) اور کافر (قیامت کے دن) کہے گا، اے کاش میں مٹی ہوتا!

ماضی تمنائی کے لیے لَیت کی طرح لَو بھی مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی تمنائی میں بدل دیتا ہے۔ لَیتَ اور لَو میں فرق یہ ہے کہ لَیتَ عمومًا ناممکن معاملہ کے لیے آتا ہے جبکہ لو کسی ممکن امر کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (۲/۱۰۳) کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔

۸۔ اِذَا، بمعنی جب مستقبل کے لیے ظرف زمان ہے۔ فعل ماضی پر داخل ہو کر اسے مضارع میں بدل دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا (۲/۱۳) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴/۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔